مظاہر حق
شرح (اُردو)
مشکوٰۃ شریف
جلد سوم
از افادات
علامہ نواب محمد قطب الدین خان دہلوی
رحمۃ اللہ علیہ
مکتبۃ العلم
اُردو بازار۔ لاہور
(042) 37231788

مظاہرِ حق (کمپیوٹر)

شرح (اردو)

مشکوٰۃ شریف

جلد سوم

از افادات علامہ نواب محمد قطب الدین خان دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب مولانا شمس الدین صاحب

ناشر

مکتبۃ العلم

اُردو بازار - لاہور - پاکستان

(042) 37211788 — 37211788

نام کتاب .... مظاہر حق (کمپیوٹر)
ازافادات .... علاّ نواب محمد قطب الدین خاں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
ترتیب .... مولانا شمس الدین صاحب
طابع .... خالد مقبول
مطبع .... آر آر پرنٹرز

مصححین

★ مولانا فرید بالاکوٹی صاحب ★ مولانا عبدالمنان صاحب ★ مولانا محمد حسین صاحب

ملنے کے پتے

مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور 37224228
مکتبہ علوم اسلامیہ اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور 37221395
مکتبہ جویریہ ۱۸۔اردو بازار۔لاہور۔پاکستان 37211788

استدعا

اللہ تعالی کے فضل وکرم سے انسان طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔
بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرمادیں۔ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔نشاندی کے لئے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔ادارہ

فہرست

اِس کتاب میں خرید وفروخت کا بیان ہے

مؤلف مشکوۃ نے اپنی کتاب میں پہلے عبادات کو بیان کیا' جنہیں حقوق اللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اس کے بعد معاملات کو لائے جن کو حقوق العباد سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

بیع کا معنی ومفہوم:

بیع کے لغوی معنی خریدنا اور بیچنا دونوں آتے ہیں اور موقع بموقع ہر دو کے لئے بیع کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ علامہ فخر الاسلام بزدوی رحمہ اللہ نے بیع کی شرعی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ باہمی رضامندی کے ساتھ مال کو مال کے بدلنے میں بدلنا بیع کہلاتا ہے۔

مشروعیتِ بیع:

بیع کا جواز خود قرآن مجید کی اس آیت: ﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا......﴾ [البقرة : ۲۷۵] ''کہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے'' سے ثابت ہوتا ہے' نیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے بھی یہ ثابت ہے' جن کا تذکرہ ان شاء اللہ اسی کتاب میں آرہا ہے۔

اقسام بیع:

ذاتی اعتبار سے بیع کی چار قسمیں کی جاسکتی ہیں:

① نافذ' ② موقوف' ③ فاسد' ④ باطل

بیع نافذ:

یہ اس بیع کو کہا جاتا ہے کہ جس میں خریدار اور فروخت کنندہ بیع کی اہلیت رکھتے ہوں یعنی عقل مند ہوں اور دونوں طرف مال ہو اور پھر وہ اس مال کا تبادلہ خود کریں یا کسی کو وکیل بنادیں یا ولایت کے اعتبار سے کریں ہر صورت میں وہ بیع نافذ

کہلائے گی

بیع موقوف:

کسی دوسرے کی چیز کو بلا اجازت اور بغیر ولایت کے فروخت کرنا بیع موقوف کہلاتا ہے۔

بیع فاسد:

جو اصل کے لحاظ سے تو درست ہو مگر اس میں کوئی ایسی شرط لگادی جائے جو عقد کے خلاف ہو تو اس شرطِ فاسد کی بناء پر وہ بیع ہی فاسد ہو جائے گی۔

بیع باطل:

جو اصل کے اعتبار سے بھی درست نہ ہو اور وصف کے اعتبار سے بھی درست نہ ہو اس کی پوری تفصیل ''باب المنھی عنھا عن البیوع'' میں مثالوں کے ساتھ آئے گی (ان شاء اللہ تعالیٰ)

بیع کی دوسری تقسیم:

بیع کی دوسری تقسیم صفت کے لحاظ سے ہے اور اس لحاظ سے بھی بیع کی چار قسمیں ہیں:

① مقائضہ، ② صرف، ③ سلم، ④ بیع مطلق۔

مقائضہ:

کسی عین چیز کو دوسری عین چیز کے بدلے میں فروخت کرنا مثلاً کپڑے کو کتاب کے بدلے بیچنا۔

صرف:

سونے اور چاندی کی ایک دوسرے کے مقابلے میں بیع کو صرف کہا جاتا ہے مثلاً چاندی کے درہم کو چاندی کے درہم کے بدلے یا سونے کے بدلے فروخت کرنا۔ سونے اور چاندی کو شریعت کی زبان میں نقد سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

سلم:

کسی عین چیز کو قرض کے بدلے میں شرائط کیساتھ فروخت کرنا مثلاً گندم وعدے کیساتھ معینہ مدت میں معینہ رقم کے ساتھ فروخت کی جائے۔

مطلق:

نقد کے مقابلے میں کسی بھی چیز کو لینا یا دینا مثلاً روپیہ دے کر کتاب خریدنا یا روپے کے بدلے میں کتاب بیچنا۔

ثمن کے اعتبار سے بیع کی چار قسمیں ہیں

① مرابحہ' ② تولیہ' ③ ودیعت' ④ مساومت۔

بیع مرابحہ:

قیمت خرید پر کچھ نفع رکھ کر فروخت کرنا بیع مرابحہ کہلاتا ہے۔

بیع تولیہ:

کسی چیز کو جتنی قیمت سے لیا اتنی ہی قیمت پر فروخت کر دیا جائے تو یہ بیع تولیہ ہے۔

بیع ودیعت:

جتنی قیمت میں خرید ا اس سے کم میں فروخت کر دینا بیع ودیعت کہلاتا ہے۔

بیع مساومت:

کم زیادہ رقم کا لحاظ کیے بغیر خریدار اور فروخت کنندہ کا باہمی رضامندی سے بیع کرنا' بیع مساومت کہلاتا ہے۔

باب الكسب وطلب الحلال:

اس باب میں حلال کمائی کا بیان ہے:

فوائد: مولانا قطب الدین رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ کسب کا معنیٰ رزق کو تلاش کرنا ہے اور اس باب میں مؤلف مشکوٰۃ رحمہ اللہ کسب کی فضیلت' اور کونسا ذریعہ معاش اچھا اور کونسا برا ہے اس کی تفصیل بیان فرمائیں گے فقہائے امت نے اس کی تفصیل اس طرح ذکر فرمائی ہے کہ رزق کا افضل ذریعہ جہاد ہے نمبر۲۔ اس کے بعد دوسرا درجہ تجارت کا ہے (۳) جب کہ تیسرا درجہ زراعت کو حاصل ہے (۴) حلال کمائی کا چوتھا ذریعہ دستکاری ہے۔

درجاتِ کسب:

کمائی کے چار درجات ہیں: ① فرض ② مستحب ③ مباح ④ حرام۔

فرض:

اتنا کمانا جو کمانے والے اور اس کے اہل وعیال کیلئے اور دیگر فرائض کی ادائیگی کے لئے کفایت کر سکے فرض ہے۔

مستحب:

اس سے زائد اتنا کمانا مستحب ہے کہ جس سے اچھی طرح اہل وعیال کے نفقہ اور دیگر فرائض کی ادائیگی وسعت کے

ساتھ ہو سکے۔

مباح:

جو زائد مال حلال کی حدود کے اندر اندر کمایا جائے۔

حرام:

ناجائز ذرائع سے مال کمانا حرام ہے' خواہ قلیل ہو یا کثیر۔

حرام مال کے متعلق یہ فرمایا گیا کہ جو کوئی مال حرام سے اللہ کی راہ میں صدقہ کرے وہ اللہ کی بارگاہ میں ہرگز قبول نہیں کیا جاتا اور جو شخص اپنی موت کے بعد حرام مال چھوڑ کر مرتا ہے تو وہ اس کے لیے دوزخ کا ایندھن ہے اگر کوئی شخص تھوڑا سا حرام مال حلال مال میں ملا دے گا وہ تمام مال مشتبہ ہو جائے گا اس طرح کے مشتبہ مال یا کمائی کے مشتبہ ذریعے سے بہر حال باز رہنا ہی بہتر ہے۔ بلکہ اگر کوئی شخص کوئی مشتبہ چیز کسی کو دے تو اسے کسی حیلہ اور نرم روی کے ساتھ واپس کر دینا چاہیے اور اگر اس کے واپس کرنے سے دینے والے کا دل آزردہ ہوتا ہو تو واپس نہ کرے۔

مشکوک مال کا حکم:

مشکوک کا حکم بھی یہی ہے کہ اگر دینے والا رنجیدہ ہو تو تحقیق کرنے والے کو تحقیق ترک کر دینی چاہیے تاکہ اس کی تحقیق سے مسلمان کا دل آزردہ نہ ہو کیونکہ مسلمان کے دل کو آزردہ کرنا حرام ہے اور تحقیق کرنا تو زیادہ سے زیادہ ورع اور احتیاط ہے تو ورع کے لئے کسی حرام کا ارتکاب جائز نہیں۔

مالِ حرام واپس کرنے کا حکم:

البتہ اگر خالص حرام ہو اور اس کا حرام ہونا ظاہر ہو تو پھر اس کو واپس کر دے اور اگر یہاں بھی واپس کرنے میں کسی فتنے وغیرہ کا اندیشہ ہو تو واپس نہ کرے۔ بلکہ کسی ایسے مجبور آدمی کو دے کہ جس کے لئے حرام کا استعمال اضطرار کی وجہ سے جائز ہو اور اگر یہ خود حالت اضطرار تک پہنچا ہوا ہے تو پھر اسے خود استعمال کرنے کی اجازت ہے۔

مسئلہ: جس بازار میں اکثر مال حرام فروخت ہوتا ہو وہاں خرید وفروخت نہ کرے اور جب تک کسی چیز کے بارے میں پختہ طور پر اس کے حرام یا مشتبہ ہونے کا علم نہ ہو جائے تو اس کے متعلق تجسس میں پڑ کر وسوسے کا شکار نہ ہو۔

مسئلہ: ناجائز کام کی مزدوری بھی ناجائز ہے مثلاً مرد کے لئے ریشمی کپڑے کی سلائی یا مرد کے لئے زیور بنانے کی کمائی۔

مسئلہ: ناجائز عقد سے جو آمدنی حاصل ہو وہ بھی حرام ہے مثلاً احتکار یعنی ناجائز طریقے سے ذخیرہ کیے ہوئے غلے کو فروخت کرنا۔

بہتر تجارت:

تمام تجارتوں میں سب سے بہتر تجارت کپڑے کی تجارت ہے اور پیشوں میں سب سے بہتر مشک کی سلائی کرنا ہے یا اسی طرح کی اور چیزیں۔

تاجر کے لئے چند ہدایات:

روپے کی صورت میں کھوٹے سکّے ہاتھ لگ جائیں تو ان کو ہرگز نہ چلائے بلکہ ضائع کر دے معاملات میں فریب سے بچے خرید و فروخت کے لئے قسم نہ کھائے اسی طرح خریدار سے اسباب کے عیب نہ چھپائے اور اپنے اسباب کی حد سے زیادہ تعریف نہ کرے اسی طرح اس آدمی کو بھی اپنی چیز فروخت نہ کرے جس کے بارے میں اسے معلوم ہو کہ وہ اسے حرام کام کے لئے استعمال کرے گا مثلاً انگور شراب بنانے والے کے ہاتھ فروخت نہ کرے اور ہتھیار ڈاکو اور چور کے ہاتھ فروخت نہ کرے اسی طرح کھوٹ اور بری چیز کی ملاوٹ سے باز رہے دغابازی اور فریب کاری اختیار نہ کرے کیونکہ اس سے بھی رزق حرام ہو جاتا ہے اور اسی طرح ناپ تول میں کمی نہ کرے اور غبن کے قریب نہ جائے اور اس بات کو سامنے رکھے کہ کسی دوسرے کا ایک دانگ بھی جنت کے داخلے سے رکاوٹ بن جائے گا اور بہتر یہی ہے کہ تھوڑے نفع پر اکتفاء کرے اور تجارت اور پیشے کے کاموں میں بہت زیادہ حرص نہ کرے بلکہ بقدر کفایت رزق حاصل ہو جانے کے بعد آخرت کے کاموں میں مشغول ہو

کما کر کھانا سنتِ انبیاء علیہم السلام ہے

۱/۲۷۲۳ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیْکَرِبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِّنْ اَنْ يَّاْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ وَاِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَاْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ۔

(رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۰۳/۴ الحدیث رقم ۲۰۷۲۔

ترجمہ: حضرت مقدام بن معدیکربؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کسی نے کبھی اس کھانے سے بہتر کوئی کھانا نہیں کھایا جو اپنے ہاتھ کی محنت سے کما کر کھائے اور بے شک اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ❁ مولانا رحمہ اللہ اس روایت کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ کما کر کھانا سنت انبیاء علیہم السلام ہے۔ چنانچہ روایت بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے گزر اوقات کرتے وہ ہاتھ سے زرہ بنا کر فروخت کرتے۔ پس مسلمانوں کو چاہیے کہ ان کا طریقہ اپنائیں۔ روایات میں وارد ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے زمانہ بادشاہت میں رات کو بھیس بدل کر حالات معلوم کرتے اور لوگوں سے دریافت کرتے کہ داؤد کیسا حکمران ہے؟ اس کی عادات کیسی ہیں؟ تمہارے ساتھ اس کا سلوک کیسا ہے؟ ایک دن اسی طرح گشت کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو آدمی کی صورت میں بھیجا۔ آپؑ نے اس سے یہی باتیں دریافت کیں۔ اس نے کہا داؤد بہت خوب آدمی ہے۔ مگر بیت المال سے اپنا وظیفہ لیتا ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو اور زیادہ مناسب تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام جب واپس تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ اے میرے پروردگار مجھے بیت

المال سے بے نیاز کر دے۔اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو شرفِ قبولیت سے سرفراز فرما کر زرہ بنانے کا طریقہ سکھا دیا۔اور لوہے کو ان کے لئے موم کی طرح کر دیا۔اس کو ہاتھ میں جدھر چاہتے موڑ لیتے۔وہ زرہ بناتے اور اسے چار ہزار درہم میں فروخت کرتے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ ہر روز ایک زرہ بناتے تھے اور اس کو چھ ہزار درہم میں فروخت کرتے۔ان میں سے دو ہزار درہم اپنے اہل وعیال کے خرچ کے لئے رکھ لیتے اور باقی چار ہزار درہم فقراء بنی اسرائیل پر خرچ کر دیتے۔

خلاصہ روایت:

اِس روایت میں کسب حلال کی ترغیب دی گئی ہے۔کسب حلال عظیم الشان فوائد پر مشتمل ہے۔کسب حلال کا فائدہ جہاں کمانے والے کی ذات کو پہنچتا ہے وہاں دوسرے لوگ بھی اس کے فوائد سے محروم نہیں رہتے۔اس حلال ذریعہ رزق میں مشغولیت کی وجہ سے لہو ولعب اور بہت سی بری محافل سے انسان بچ جاتا ہے۔اور ہاتھ سے کمانے کی بناء پر اس میں کسر نفسی اور عاجزی پیدا ہو کر نفس کا غرور اور سرکشی دم توڑ جاتی ہے۔ہاتھ کی کمائی کی برکت سے وہ ذلت سوال سے بھی محفوظ رہتا ہے۔اور کسی کی احتیاج بھی نہیں رہتی۔

رزقِ حلال کی اہمیت

۲/۲۷۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْ لُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلَّا طَيِّبًا وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا اَمَرَبِهِ الْمُرْسَلِيْنَ فَقَالَ يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ اِلَى السَّمَآءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهٗ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهٗ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهٗ حَرَامٌ وَغُذِیَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۹۶/۴۔ الحدیث رقم ۲۰۵۹۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پاکیزہ چیز (جو شرعی عیوب سے بری ہو اور فاسد اغراض اور غلط نیت سے پاک ہو اسی) کو قبول کرتے ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو انہی باتوں کا حکم دیا ہے جن باتوں کا اس نے رسولوں کو حکم دیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا (اے رسولو پاک وحلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو) اور ایمان والوں کو اس طرح مخاطب فرمایا: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ (اے ایمان والوان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں بطور رزق دی ہیں) پھر آپ ﷺ نے ایک ایسے شخص کا تذکرہ فرمایا کہ طویل و دراز سفر کرنے کی وجہ سے اس کے بال پراگندہ اور چہرہ غبار آلود ہے اور وہ اس حالت میں دعاء کے لئے ہاتھ اٹھا کر آسمان کی طرف نگاہ کر کے کہتا ہے یارب یارب یعنی اے میرے رب اے میرے رب میری دعا قبول کر حالانکہ اس کا کھانا پینا اور لباس حرام مال سے ہے اور وہ حرام

مال سے پل پوس رہا ہے تو اس حالت میں اس کی دعا کس طرح قبول ہوگی۔

تشریح ۞ حدیث میں قبول نہیں وارد ہوا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پاک ہیں اور حلال رزق کو پاک ہونے کی وجہ سے بارگاہ الٰہی میں ایک نسبت حاصل ہے اور ایسا ہی رزق اس قابل ہے جس سے جناب باری میں قرب کی امید ہے اور حرام رزق اس قابل نہیں کہ اس سے نزدیکی حاصل ہو سکے۔

دراز سفر:

دراز سفر کا مطلب یہ ہے کہ جو سفر حج یا کسی عبادت کی انجام دہی کے لئے کیا جائے۔ جس میں عموماً مشقت بھی پیش آتی ہے اور وہ قبولیت دعا کا موقع بھی ہے جیسا کہ ایک روایت میں وارد ہے کہ مسافر کی دعا مقبول ہوتی ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ تمام احوال اچھے ہیں اور قبولیت دعا کے مقتضی ہیں مگر رزق حرام کی وجہ سے دعا قبول نہیں ہوتی اس سے یہ صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ دعا کی قبولیت کا دارومدار رزق حلال پر ہے اسی لیے تو محاورہ مشہور ہے کہ دعا کے دو بازو ہیں:

نمبر① رزق حلال، نمبر② صدق مقال۔

حلال وحرام کی تمیز ختم ہو جانے والے زمانۂ بد کے آنے کی پیشگوئی

۳/۲۷۲۵ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا أَخَذَ مِنْهُ أَمِنَ الْحَلَالِ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱/ الحدیث رقم ۵۲۔ ومسلم فی صحیحه ۱۲۱۹/۳ الحدیث رقم (۱۰۷۔ ۱۵۹۹)۔ وابوداؤد فی السنن ۲۶۳/۳ الحدیث رقم ۳۳۲۹۔ الترمذی فی ۵۱۱/۳ الحدیث رقم ۱۲۰۵۔ والنسائی فی ۲۴۱/۷ الحدیث رقم ۴۴۵۳۔ وابن ماجه فی ۱۳۱۸/۲ الحدیث رقم ۳۹۸۴۔ والدارمی فی ۳۱۹/۲ الحدیث رقم ۲۵۳۱ واحمد فی المسند ۲۶۷/۴۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی اس بات کی پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے حلال مال میں سے لیا ہے یا حرام میں سے لیا ہے' یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ حضرت علامہ اس کے متعلق رقم طراز ہیں کہ "پرواہ نہیں کرے گا" کا مطلب یہ ہے کہ حلال وحرام میں کوئی امتیاز وفرق نہیں کرے گا جیسا کسی کہنے والے نے کہا ہے کہ

ہر چہ آمد بدہاں شاں خورند ☆ وانچہ آمد بزباں شاں گفتند

"جو چیز ملے اس کو کھا لیتے ہیں یعنی حلال وحرام کا فرق نہیں کرتے اور جو زبان پر صحیح غلط آئے اس کو بلا سوچے سمجھے کہہ ڈالتے ہیں۔"

جس شخص نے مشتبہ چیزوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا

۴/۲۷۲۶ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ كَالرَّاعِيْ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يَّرْتَعَ فِيْهِ اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى اَلَا وَاِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهٗ اَلَا وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ۔ (متفق علیه)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۱۹۹/۳ الحدیث رقم (۴۱۔ ۱۵۶۸)۔ وابوداؤد فی السنن ۷۰۶/۷ الحدیث رقم ۳۴۲۱۔ والترمذی فی ۵۷۴ الحدیث رقم ۱۲۷۵۔ والدارمی فی ۳۵۱/۲ الحدیث رقم ۲۶۲۱۔ واحمد فی المسند ۴۶۴/۳۔

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور اس کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جنہیں بہت سارے لوگ نہیں جانتے پس جس شخص نے مشتبہ چیزوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا اس نے اپنے دین عزت و آبرو کو طعنہ زنوں سے بچالیا اور جو مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہو گیا تو وہ حرام میں جا پڑا۔اس کی مثال اس طرح ہے جس طرح کہ کوئی چرواہا چراگاہ کے اردگرد اپنے جانور چرا رہا ہے قریب ہے کہ اس کے جانور اس چراگاہ کے اندر والے گھاس پہ چرنے لگیں اچھی طرح سنو ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہے خبردار اللہ کی چراگاہ' یہ محرمات ہیں خبردار بے شک جسم میں ایک ایسا ٹکڑا ہے کہ اگر وہ درست رہے تو تمام جسم درست رہتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو تمام جسم بگڑ جاتا ہے اچھی طرح سن لو وہ ٹکڑا دل ہے (یعنی دل کے درست رہنے سے اعمال خیر اور احوال خیر اور اخلاق اعلیٰ میسر آتے ہیں) یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ حلال واضح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں کا حلال ہونا نص سے ثابت ہو چکا ہے مثلاً کھانے پینے کی جانی پہچانی چیزیں اور نیک گفتگو اور جن چیزوں کا دیکھنا شریعت نے مباح قرار دیا ان کو دیکھنا اور استعمال میں لانا مثلاً نکاح کرنا چلنا پھرنا وغیرہ۔

حرام ظاہر کا مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں کا حرام ہونا نص سے معلوم و معروف ہو چکا ہے مثلاً شراب' سور' مردار' جاری خون' زنا' جھوٹ' غیبت' اجنبیہ عورت اور نابالغ بچے پر شہوت سے نظر ڈالنا وغیرہ

مشتبہ چیزوں سے مراد یہ ہے کہ ان چیزوں کے حلال یا حرام ہونے میں دلائل کے تعارض کی وجہ سے شبہ ہے ایسی چیزوں کی حقیقت بہت سارے لوگ نہیں جانتے اس ارشاد میں اس بات کی طرف اشارہ کر دیا گیا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو ان چیزوں کو جانتے ہیں وہ ائمہ مجتہدین اور راسخ العلم علماء ہیں ان کے جاننے کی وجہ یہ ہے کہ وہ دلائل سے ایک پہلو کو تقویت پہنچاتے ہیں۔شبہات کے سلسلے میں علماء کے تین مذہب ہیں۔

① سب سے زیادہ صحیح مذہب یہ ہے کہ ایسی چیزوں کے متعلق حلال یا حرام یا مباح ہونے کا حکم نہ دیا جائے گا۔
② اس چیز پر حرام کا حکم لگایا جائے گا۔
③ اس کو مباح قرار دیا جائے گا۔

مشتبہ کی مثال اس طرح سمجھو کہ ایک آدمی نے ایک عورت سے نکاح کیا اور ایک اور عورت نے انہیں آ کر کہا کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے تو اب یہ منکوحہ عورت اس آدمی کے حق میں مشتبہ ہے پس بہتر یہی ہے کہ اس کو اپنے نکاح میں نہ رکھے' دوسری مثال ایسا مال جو حلال اور حرام دونوں ذرائع سے اکٹھا کیا گیا ہو وہ مشتبہ ہے۔ اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

''چرواہے کی طرح'' اس میں حرام چیزوں کو جن کی ممانعت کی گئی ہے چراگاہ سے تشبیہ دی اور چرواہے کو شبہات میں مبتلا ہونے سے مشابہت دی کہ جس طرح چرواہے کو چراگاہ سے ہٹ کر جانور چرانے چاہئیں تا کہ اس کا کوئی جانور چراگاہ میں منہ نہ مارے اگر وہ نزدیک چرائے گا تو کوئی نہ کوئی جانور ضرور اس چراگاہ میں باڑ عبور کر کے جا پڑے گا یا کم از کم وہیں سے منہ مارے گا۔ بالکل اسی طرح آدمی کا فرض بنتا ہے کہ شبہات سے دور رہے اور اپنے کو ان سے دور رکھے تا کہ محرمات کا ارتکاب نہ کر بیٹھے ''خبردار ہو کہ ہر بادشاہ کی'' اس سے اس تشبیہ کی مزید وضاحت فرمائی ہے کہ پرانے زمانے میں بادشاہوں کی اپنی خصوصی چراگاہیں ہوا کرتی تھیں جہاں ان کے خصوصی مویشی چرتے یا اس طرح کہا جائے کہ زمانہ اسلام میں جو ظالم بادشاہ گزرے ہیں انہوں نے اپنی خصوصی چراگاہیں تجویز کر رکھی تھی۔ جو کہ جائز نہیں تھیں۔

اللہ تعالیٰ کی چراگاہوں سے مراد حرام اشیاء ہیں پس جس نے ان حرام چیزوں کو استعمال کیا تو وہ گویا اللہ تعالیٰ کی ممنوعہ چراگاہ میں گھس گیا اب ارتکاب حرام کی وجہ سے وہ عذاب کا مستحق بن گیا۔

ان حرام وممنوع اشیاء میں دو قسم کی چیزیں ہیں نمبر ۱ جن کی بخشش نہیں ہوتی مثلاً شرک و کفر نمبر ۲ وہ چیزیں جن میں بخشش کا دارومدار اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے۔ خواہ بخش دے خواہ سزا دے اور اگر کوئی شخص مخلصانہ توبہ کرے تو تمام کی بخشش ہو جاتی ہے۔

کنز العمال کے مؤلف حضرت شیخ علی متقی رحمہ اللہ نے یہاں ایک ترتیب قائم کر کے اعمال کی درجہ بندی اس طرح کی ہے نمبر ۱ حد ضرورت: یہ اول درجہ ہے اس میں بندہ اپنے تمام اعمال میں ضرورت کی حدود پر اکتفاء کرتا ہے تو وہ ہر اعتبار سے سلامت رہتا ہے۔ نمبر ۲ مباح اگر درجہ ضرورت سے قدم بڑھا کر مباحات میں داخل ہوتا ہے اور وسعت کرتا ہے۔ اگر اسی پر رک جائے تو مناسب ہے۔ نمبر ۳ مکروہ: مباحات میں آگے قدم بڑھاتے بڑھاتے مکروہات میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور یہ ناپسندیدگی کا پہلا قدم ہے نمبر ۴ محرمات: اگر مکروہات میں رک گیا تو کسی قدر قابل ملامت ہوا اور اگر آگے چلتا گیا تو شیطان اسے محرمات میں لا پھینکے گا۔ یہ بدبختی کی ابتداء ہے نمبر ۵ کفریات: محرمات کو اختیار کر کے حرام کے گہرے کھڈ یعنی کفر میں جا گرتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

''ٹکڑے کا بگڑنا'' دل میں جب برائی کی تاریکی گھس جاتی ہے اور اس کا سبب انکار اور کفر یہ شکوک وشبہات ہیں۔ اب دل کے بگڑنے سے تمام بدن گناہ کی طرف جھک جاتا ہے۔ اور ان کا ارتکاب بغیر احساس کے کئے جاتا ہے' اس لئے

ہر مسلمان مکلف کے لئے ضروری ہے کہ دل کی طرف سے منع کرے تاکہ دل جلدی سے مشتبہات میں مبتلا نہ ہو جائے اس روایت میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ بدن کی درستگی کا دارومدار حلال غذا پر ہے۔ کیونکہ اس سے دل کی صفائی حاصل ہوتی ہے۔اور دل کی صفائی سے تمام بدن میں بھلائی اور صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔اور آدمی اچھے اعمال اختیار کرتا ہے۔

خُلَاصَۃُ الْکَلَامِ: محققین اور تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے۔کہ اس روایت میں جناب رسول اللہ ﷺ نے بڑے بڑے فوائد کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔وہ تین احادیث جن کو اسلام کا مدار کہا جاتا ہے۔ان میں ایک یہ حدیث بھی ہے۔وہ تین حدیثیں درج ذیل ہیں:

① انماالا عمال بالنیات۔

② من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ۔

③ الحلال بین والحرام بین۔ یہی مذکورہ روایت۔

کتے کی قیمت ناپاک اور پلید ہے

۵/۲۷۲۷ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَنُ الْكَلْبِ خَبِيْثٌ وَمَهْرُ الْبَغِيِّ خَبِيْثٌ وَكَسْبُ الْحَجَّامِ خَبِيْثٌ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه البخاری فی صحيحه ٤٢٦/٤۔ الحديث رقم ٢٢٣٧۔ ومسلم فی ١١٩٨/٣ الحديث رقم (٣٩۔ ١٥٦٧) وابوداؤد فی السنن ٧١٠/٣ الحديث رقم ٣٤٢٨۔ والترمذی ٥٧٥/٣ الحديث رقم ١٢٧٦ والنسائی فی ٣٠٩/٧ الحديث رقم ٤٦٦٦۔ وابن ماجه ٧٣٠/٢ الحديث رقم ٢١٥٩ والدارمی فی ٣٣٢/٢ الحديث رقم ٢٥٦٨۔ ومالك فی المؤطا ٦٥٦/٢ الحديث رقم ٦٨ من كتاب البيوع۔ واحمد فی المسند ١١٨/٢۔

تَرْجَمَہ: حضرت رافع ابن خدیجؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کتے کی قیمت ناپاک اور پلید ہے۔اور زنا کار کسی عورت کی اجرت حرام ہے۔اسی طرح سینگی لگانے والے کی کمائی ناپسندیدہ ہے۔یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس روایت سے امام شافعیؒ نے یہ استدلال کیا ہے کہ کتا سکھایا ہوا ہو۔یا نہ سکھایا ہوا ہو ہر دو صورت میں اس کی قیمت حرام اور پلید ہے۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ 'امام محمد رحمہ اللہ اور ان کے علاوہ دیگر کئی علماء نے کتے' چیتے اور شکار کے لئے استعمال ہونے والے درندے خواہ معلم ہوں یا غیر معلم' ان کی فروخت جائز رکھی ہے۔

''روایت کا جواب'':

اس روایت کے مختلف جواب ہو سکتے ہیں۔مثلاً:

① کتے کی قیمت کی ممانعت کا حکم اس زمانے کا ہے جب کتوں کے قتل کا حکم تھا اور کتے سے ہر قسم کی منفعت حرام تھی۔جب شریعت نے اس سے نفع اٹھانے کی اجازت دیدی تو بیع بھی جائز ہوگئی۔

② خبیث کا لفظ درحقیقت جنس ہے اس کا معنی ہے ناپسندیدہ۔اس کی مختلف انواع ہیں' مثلاً حرام' مکروہ' خلافِ اولیٰ' مختلف

جگہ پر اس کے مختلف معنی مراد ہیں۔ چنانچہ ''مہر البغی خبیث'' میں خبیث بمعنی حرام ہے۔ ''ثمن الکلب خبیث'' میں خبیث بمعنی مکروہ ہے اور ''کسب الحجام خبیث'' میں خبیث خلاف اولیٰ کے معنی میں ہے جیسا کہ اس کی وضاحت آگے آ رہی ہے۔

④ یہ حدیث کلب غیر منتفع پر محمول ہے یعنی ایسا کتا جو شکار وغیرہ کے لئے استعمال نہ ہوتا ہو اور ایسے کتے کی فروخت حنفیہ کے ہاں بھی ناجائز ہے۔

کسب الحجام خبیث:

سینگی لگانے والے کے بارہ میں تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اس کی کمائی حرام نہیں۔ بلکہ مکروہِ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ ہے' اس لئے کہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگی لگانے والے کو خود اجرت عنایت فرمائی ہے۔ اگر اجرت حرام ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اس کو اجرت نہ دیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ''کسب الحجام خبیث'' میں خبیث خلافِ اولیٰ کے معنی میں ہے۔

زانیہ کی کمائی کا حکم:

زانیہ عورت کو زناء کے بدلے میں دیا جانے والا مال بالاتفاق ناجائز اور حرام ہے۔

کتے کی قیمت سے منع فرمانا

۶/۲۷۲۸ وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَ نْصَارِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ ثَمَنِ الْکَلْبِ وَمَھْرِ الْبَغِیِّ وَحُلْوَانِ الْکَاھِنِ۔ (متفق علیہ)

اخرجہ البخاری فی صحیحہ ۴۲٦/۴۔ الحدیث رقم ۲۲۳۷۔ ومسلم فی ۱۱۹۸/۳ الحدیث رقم (۳۹۔ ۱۵٦۷) وابوداؤد فی السنن ۷۱۰/۳ الحدیث رقم ۳۴۲۸۔ والترمذی ۵۷۵/۳ الحدیث رقم ۱۲۷٦ والنسائی فی ۳۰۹/۷ الحدیث رقم ۴٦٦٦۔ وابن ماجہ ۷۳۰/۲ الحدیث رقم ۲۱۵۹ والدارمی فی ۳۳۲/۲ الحدیث رقم ۲۵٦۸۔ ومالک فی الموطا ٦۵٦/۲ الحدیث رقم ٦۸ من کتاب البیوع۔ واحمد فی المسند ۱۱۸/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو مسعود انصاریؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت سے منع فرمایا اور اسی طرح زانیہ عورت کی اجرت اور کاہن کی مٹھائی سے منع فرمایا ہے۔ یہ بخاری اور مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ کتے کے بارے میں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ ہمارے نزدیک چونکہ کلب منتفع کی بیع جائز ہے اس لئے اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ یہ ممانعت اس وقت سے تعلق رکھتی ہے' جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کے قتل کا حکم فرمایا تھا اور ان دنوں میں اس لئے فائدہ اٹھانا حرام کر دیا گیا تھا۔ پھر اللہ کی طرف سے اجازت دے دی گئی۔ اور اس سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہو گیا حتیٰ کہ جب کہ ایک شخص نے کسی کے شکاری کتے کو مار دیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مارنے والے کو چالیس درہم اس کے بدلے میں دینے کا حکم

فرمایا۔اسی طرح ریوڑ کے اندر رکھوالی کے لئے کتے کے رکھنے کی اجازت دی گئی۔

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ جمہور علماء اس بات پر متفق ہیں کہ کتے کا فروخت کرنا بھی درست نہیں اور نہ مارنے والے کو کچھ جرمانہ ہے۔خواہ کتا سکھایا ہوا ہو یا غیر معلم ہو دونوں کا حکم برابر ہے۔خواہ وہ ان کتوں میں سے ہو جن کا پالنا درست قرار دیا گیا یا جن کے پالنے کو ناجائز کہا گیا۔مگر امام ابوحنیفہؒ نے کتے کو فروخت کرنا جائز قرار دیا جب کہ وہ کسی فائدہ کے لئے پالا گیا ہو اور اس کے تلف کرنے پر ہلاک کرنے والے پر قیمت کو واجب قرار دیا۔اس روایت میں تیسری چیز بدکار عورت کی آمدنی کا تذکرہ ہے۔جس کے متعلق پچھلی روایت میں عرض کیا جا چکا ہے۔کاہن اس شخص کو کہا جاتا ہے۔جو آئندہ زمانہ میں پیش آنے والی بات کی اطلاع دے۔تو ایسے آدمی کو اس کی خبر دینے پر خوشی سے نقدی' کھانا' کپڑا' مٹھائی وغیرہ دینا حرام ہے۔اور ان سب چیزوں کو عربی زبان میں حلوان کہا جاتا ہے۔حلوان کا لغوی معنی شیرینی ہے۔کاہن کی آمدن کو حلوان اس لئے کہتے ہیں کہ جس طرح شیرینی سے عموماً خوشی ہوتی ہے اسی طرح کاہن اس بغیر مشقت کے حاصل ہونے والی آمدن سے خوش ہوتا ہے۔کاہن کے حکم میں نجومی اور عراف بھی داخل ہیں۔ان سے غیب کی خبر پوچھنا اور اس کی تصدیق کرنا اور سچا قرار دینا حرام ہے۔اس میں کسی عالم کا اختلاف نہیں' اس کی پوری تفصیل ان شاءاللہ باب السحر والکھانۃ کے اندر آئے گی۔

خون کی قیمت سے منع کرنے کا مطلب

۲۷۲۹/۷ وَعَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ وَثَمَنِ الْکَلْبِ وَکَسْبِ الْبَغِیِّ وَلَعَنَ اٰکِلَ الرِّبَا وَمُوْکِلَهٗ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ وَالْمُصَوِّرَ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۱۴/۴۔ الحدیث رقم ۲۲۳۸ واحمد فی المسند ۳۰۹/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوجحیفہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کی قیمت اور کتے کی قیمت اور زناکار عورت کی اجرت سے منع فرمایا۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کے لینے اور دینے والے پر لعنت فرمائی اور اس عورت پر بھی لعنت فرمائی جو گودنے کا کام کرتی ہے یا وہ عورت جو اپنے جسم کو گودواتی ہے۔اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویر بنانے والے پر بھی لعنت فرمائی ہے۔یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ خون کی قیمت سے منع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ خون کی فروخت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور اس سے دم مسفوح مراد ہے۔اس لیے کہ وہ خون نجس ہے۔اس کا فروخت کرنا درست نہیں۔بعض لوگوں نے اس کو سینگی لگانے والے کی اجرت پر قیاس کیا ہے۔اس صورت میں ممانعت کی نوعیت مکروہ تنزیہی والی ہوگی۔باقی کتے کی قیمت' زناکار عورت کی اجرت کے بارے میں گزشتہ سطور میں ذکر کیا جا چکا ہے گودنا' اس کا مطلب یہ ہے کہ سوئی سے بدن کو گود کر اس میں سرمہ یا نیل بھر دیا جائے اس کے نتیجے میں نیلے یا سبز داغ جسم پر پڑ جاتے ہیں۔جو خوبصورتی کو بڑھانے کے لئے عورتیں اس زمانے میں کیا کرتی تھیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت اس لئے فرمائی کہ یہ فاسقوں' بدکاروں اور جاہلوں کا کام ہے۔نیز اس سے اللہ تعالیٰ کی خلقت کے اندر تبدیلی کرنا لازم آتا ہے۔کتاب تعلیق القرار میں لکھا ہے کہ اگر گودنے سے لگے ہوئے داغ بغیر زخم کے مٹ سکتے ہوں تو ان

داغوں کو مٹانے کی پوری تدبیر اختیار کرنی چاہیے اور اگر اس کے لیے زخم کرنے پڑیں تو زخم نہ کیا جائے' بلکہ داغوں کو اسی طرح چھوڑ دیا جائے۔ اگر کوئی عورت سچے دل سے اس سے توبہ کرے۔ تو پھر ان داغوں کے باقی رہنے کا اس پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔
(تعلیق القرار)

مصور: ایسے شخص پر آنحضرت ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔ اس روایت میں مصور سے مراد جاندار کی تصویر بنانے والا' کھینچنے والا' کڑھائی کرنے والا' ڈرائنگ سے بنانے والا سب مراد ہیں۔ البتہ بے جان کی تصویر مثلاً مکانات' درخت پہاڑ' وغیرہ بنانا' کھینچنا' کپڑے پر کڑھائی کرنا سب درست ہے۔ امام خطابیؒ کا ارشاد: امام خطابی فرماتے ہیں کہ تصویر کی دو قسمیں ہیں:

① جس چیز پر وہ تصویر ہوتی ہے۔ وہ چیز تو تصویر کے تابع ہے۔ اس میں اصل مقصود تصویر ہے۔ مثلاً کاغذ پر تصویر کھینچی جائے۔

② جس چیز پر وہ تصویر بنائی جائے۔ وہ چیز اصل مقصود ہو اور تصویر اس کے تابع ہو۔ جیسے دیواروں' تختوں' قالینوں' پردوں وغیرہ کی تصاویر۔

پہلی قسم کا حکم یہ ہے۔ کہ اس کا فروخت کرنا درست نہیں۔ اور دوسری قسم کا فروخت کرنا درست ہے۔ البتہ بنانا دونوں کا ممنوع ہے۔

شراب' مردار' سوٴر اور بُتوں کی خرید وفروخت کو حرام قرار دینے کا بیان

۸/۲۷۳۰ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيْرِ وَالْاَصْنَامِ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتَ شُحُوْمَ الْمَيْتَةِ فَاِنَّهٗ تُطْلٰى بِهَا السُّفُنُ وَيُدَّهَنُ بِهَا الْجُلُوْدُ وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ فَقَالَ لَا هُوَ حَرَامٌ ثُمَّ قَالَ عِنْدَ ذٰلِكَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَّا حَرَّمَ شُحُوْمَهَا اَجْمَلُوْهُ ثُمَّ بَاعُوْهُ فَاَكَلُوْا ثَمَنَهٗ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤٢٤/٤۔ الحدیث رقم ٢٢٣٦۔ ومسلم فی صحیحه ١٢٠٧/٣ الحدیث رقم (٧١۔ ١٥٨١)۔ وابوداؤد فی السنن ٧٥٦/٣ الحدیث رقم ٣٤٨٦ والترمذی فی ٥٩١/٣ الحدیث رقم ١٢٩٧۔ والنسائی ١٧٧/٧ الحدیث رقم ٤٢٥٦۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے۔ کہ میں نے فتح مکہ والے سال جناب رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ اللہ اور اس کے رسول نے شراب' مردار' سوٴر' اور بتوں کی خرید وفروخت کو حرام قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہ! آپ ﷺ یہ بتلائیں کہ ہمارے لیے مردار کی چربی کا کیا حکم ہے۔ وہ کشتیوں پر ملی جاتی ہے' اسی طرح چمڑوں کو بھی اس کے ذریعے چکنا کیا جاتا ہے اور چراغ جلانے کے کام بھی آتی ہے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ مردار کی چربی حرام ہے۔ اس سے نفع اٹھانا جائز نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے اس وقت یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت کرے' کہ اللہ نے

جب جانوروں کی چربی ان پر حرام کر دی تو یہود نے چربی کو پگھلا کر اس کو فروخت کر کے اس کے مال کو کھانا شروع کر دیا۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ علماء فرماتے ہیں کہ جو حکم شراب کی خرید وفروخت کا ہے۔ وہی حکم باجے کا بھی ہے اور اس کے تلف کرنے پر ضمان بھی لازم نہیں آتا۔

نفع اٹھانا: امام شافعیؒ کے ہاں مردار جانور کی چربی کا فروخت کرنا جائز نہیں۔ البتہ آدمی کے کھانے اور بدن پر ملنے کے علاوہ دیگر ضروریات کے لئے استعمال کرنا درست ہے' خواہ چراغ میں جلائے' خواہ کشتی پر ملے یا کسی اور کام میں استعمال کرے۔ اس طرح وہ تیل یا گھی' یا روغن جو پلید ہو گیا ہو خواہ اس میں نجاست گری ہو تو اس کو چراغ میں جلانا یا اس کا صابن بنا لینا درست ہے۔

جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ مردار جانور کی چربی سے نفع اٹھانا جائز نہیں۔ صرف چمڑے کی دباغت کے لئے اس کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور دیگر علماء احناف کے ہاں نجس تیل کا فروخت کرنا جائز ہے جب کہ وہ خریدار کو واضح طور پر بتلا دے۔ اور نجس تیل کا چراغ جلانا مکروہ ہے۔ اور خاص طور پر مسجد میں کراہت اور بڑھ جائے گی۔

''وہ قیمت کھاتے تھے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چربی کی ممانعت کے سلسلے میں حیلہ کر کے اس کو جائز کرنے کی کوشش کرتے کہ ہم چربی تو نہیں کھاتے بلکہ اس کی قیمت کھاتے ہیں اور اسی لیے وہ اس کو پگھلاتے تا کہ اس کے اندر تبدیلی کو ظاہر کر سکیں کہ گویا اس کی حقیقت ہی تبدیل ہو گئی ہے۔ ''نکتہ'': اس روایت میں اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جو حیلہ حرام تک پہنچنے کا سبب بنے وہ حرام ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ہر چیز کی قیمت کا وہی حکم ہے جو اس چیز کا ہے لہٰذا اگر وہ چیز حلال ہے تو اس کی قیمت بھی حلال اور جائز ہے اور اگر وہ چیز حرام ہے تو اس کی قیمت بھی حرام ہو گی۔

یہود کے حیلے بہانے

۲۷۳۱/۹ وَعَنْ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُوْمُ فَجَمَلُوْهَا فَبَاعُوْهَا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤١٤/٤۔ الحدیث رقم ٢٢٣٣۔ ومسلم فی ١٢٠٧/٣ الحدیث رقم (٧٢۔ ١٥٨٢)۔ والنسائی فی السنن ١٧٧/٧ الحدیث رقم ٤٢٥٧ والدارمی فی ١٥٦/٢ الحدیث رقم ٢١٠٤۔ واحمد فی المسند ٢٥/١۔

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کرے اللہ تعالیٰ نے ان پر چربی کو حرام کیا تو انہوں نے چربی کو پگھلایا۔ (تا کہ چربی کا نام اس پر نہ بولا جا سکے)۔ اور پھر اس کو فروخت کیا۔ یہ بخاری کی روایت ہے'' اس کی وضاحت اوپر والی حدیث میں کی جا چکی ہے۔''

کتے وبلّی کی قیمت سے ممانعت

۱۰/۲۷۳۲ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ ثَمَنِ الْکَلْبِ وَالسِّنَّوْرِ۔

(رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۱۹۹/۳ الحدیث رقم (۴۲۔ ۱۵۶۹)۔ وابوداوٗد فی السنن ۷۵۲/۳ الحدیث رقم ۳۴۷۹۔ والترمذی فی ۵۷۷/۳ الحدیث رقم ۱۲۷۹ وابن ماجه فی ۷۳۱/۲ الحدیث رقم ۲۱۶۱۔ والدار قطنی فی ۷۲/۳ الحدیث رقم ۲۷۱ من کتاب البیوع۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے کتے اور بلی کی قیمت (کو استعمال کرنے) سے منع فرمایا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ علامہ طیبیؒ لکھتے ہیں کہ بلی کی فروخت کے متعلق اس روایت میں جو ممانعت ہے اس سے بھی کراہت تنزیہی مراد ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک اس کا فروخت کرنا' عاریتاً دینا' ہبہ کرنا سب جائز ہے۔ البتہ حضرت ابوہریرہؓ اور تابعینؒ کی ایک جماعت نے اس کو ناجائز قرار دیا۔ اورانہوں نے اس حدیث کے ظاہر الفاظ کو دلیل بنایا ہے۔ جمہور نے اس حدیث میں تاویلیں کی ہیں:

① نہی تنزیہ پر محمول ہے تا کہ اس قسم کی معمولی چیزوں کے ہبہ اور عاریت کی لوگوں کو عادت ہو۔
② یہ وحشی بلی پر محمول ہے۔ وحشی بلی کے تسلیم پر بائع قادر نہیں ہوتا اور اس کا کوئی نفع بھی نہیں ہوتا کیونکہ وحشی بلی کو اگر باندھیں گے تو بلی کا مقصد فوت ہو جائے گا اور اگر کھولیں گے تو ہاتھ سے نکل جائے گی۔

نیز یہ حدیث حنفیہ کے مذہب کی بیع کلب کے جواز میں تائید کرتی ہے کیونکہ جس طرح بیع کلب سے احادیث میں نہی ہے۔ اسی طرح بیع سنور سے بھی نہی ہے اور بیع سنور کی نہی میں شوافع بھی تاویل کرتے ہیں کہ یہ نہی تنزیہی ہے۔ یا یہ نہی غیر نافع بلی کے لئے ہے یہی تاویلات حنفیہ بیع کلب کی نہی میں کرتے ہیں۔

ملازمین کو دامے درمے سخنے مدد بہم پہنچانے کا بیان

۱۱/۲۷۳۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ حَجَمَ اَبُوْ طَیْبَۃَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ لَہٗ بِصَاعٍ مِّنْ تَمْرٍ وَاَمَرَ اَھْلَہٗ اَنْ یُّخَفِّفُوْا عَنْہُ مِنْ خَرَاجِہٖ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی ۳۲۴/٤۔ الحدیث رقم ۲۱۰۲۔ ومسلم فی ۱۲۰٤/۳ الحدیث رقم (٦٤۔ ۱۵۷۷) وابوداوٗد فی ۷۰۸/۳ الحدیث رقم ۳٤۲٤۔ والترمذی فی ۵۷٦/۳ الحدیث رقم ۱۲۷۸۔ ومالك فی الموطا ۹۷٤/۲

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ابوطیبہ نے رسول اللہ ﷺ کے سینگی لگائی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا۔ کہ ابوطیبہ کو ایک صاع کھجور دی جائے۔ اور آپ ﷺ نے ان کے مالکوں کو یہ کہلا بھیجا کہ وہ ابوطیبہ کے خراج میں تخفیف کریں یعنی اس سے کم درہم لیا کریں۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ اہل عرب کی عادت یہ تھی کہ وہ اپنے غلاموں اور لونڈیوں سے مختلف کام کرواتے اور ان سے یہ طے لیتے کہ تم اس

میں اتنا ہمیں دینا اور بقیہ خود رکھنا۔ یہ ابوطیبہ بنی بیاضہ کے غلام تھے انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت کی تو آپ ﷺ بڑے خوش ہوئے۔ اور ان کے مالکوں کو کہلا بھیجا کہ ابوطیبہ کی روزانہ کمائی میں سے جتنا لینے کا تم نے مقرر کیا ہے اس سے کم لیا کرو۔

حدیث سے حاصل ہونے والے فوائد:

''نکتہ'': اس روایت میں اس بات کی دلیل ہے کہ سینگی لگانے والے کی کمائی حلال ہے۔ اور اس کو اجرت دینا بھی درست ہے۔ اور علاج مباح ہے۔ اور علاج کرنے والے کو اجرت دینا جائز ہے۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر مالک اپنے غلام سے کچھ کام کروائے۔ اور اس کے ذمے کچھ دراہم مقرر کردے۔ اور اس میں سے کچھ خود لے تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ روایت یہ بھی بتلا رہی ہے کہ صاحب حق اور صاحب دین کے ہاں سفارش کرنا درست ہے۔

الفصل الثانی:

اپنے ہاتھ کی کمائی' پاکیزہ ترین کمائی

۲۷۳۴/۱۲ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَطْيَبَ مَا اَكَلْتُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ وَاِنَّ اَوْلَادَكُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِي رِوَايَةِ اَبِي دَاوٗدَ وَالدَّارِمِيِّ) اِنَّ اَطْيَبَ مَا اَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهٖ وَاِنَّ وَلَدَهٗ مِنْ كَسْبِهٖ۔

اخرجه الترمذی فی السنن ٦٣٩/٣ الحديث رقم ١٣٥٨۔ والنسائی فی ٢٤٠/٧ الحديث رقم ٤٤٥٠۔ وابن ماجه فی ٧٦٨/٢ الحديث رقم ٢٢٩٠ والدارمی فی ٣٢١/٢ الحديث رقم ٢٥٣٧۔ واحمد فی المسند ١٦٢/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پاکیزہ روزی جو تم اپنے استعمال میں لاتے ہو۔ وہ ہے جو تمہارے اپنے ہاتھ کی کمائی ہے۔ اور حقیقت میں تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی ہے۔ ایک دوسری روایت ہے کہ انسان جو کچھ استعمال میں لاتا ہے اس میں سب سے بہتر وہ چیز ہے جو اپنی کمائی سے حاصل ہو۔ اور آدمی کی اولاد یہ بھی اس کی کمائی ہے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اولاد کو کمائی کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اولاد نکاح کے ذریعے پیدا ہوتی ہے اس لئے اگر والد محتاج اور ضرورت مند ہو تو اس کے لئے اپنی اولاد کی کمائی کو استعمال میں لانا جائز ہے۔ اور اگر محتاج نہ ہو تو پھر درست نہیں۔ سوائے اس صورت کے کہ اولاد اس استعمال کو خوش دلی سے قبول کرے۔ ہمارے علماء نے بھی یہ بات لکھی ہے اور علامہ طیبیؒ بھی لکھتے ہیں کہ والدین کا خرچہ بیٹے پر واجب ہے جب کہ وہ محتاج اور کمائی سے عاجز ہوں۔ امام شافعیؒ نے یہ شرط لگائی ہے کہ اگر والدین کمانے سے عاجز ہوں تب والدین کا خرچہ اولاد کے ذمہ واجب ہوتا ہے لیکن دیگر علماء اس شرط کے قائل نہیں۔ خلاصہ یہ کہ اگر ضرورت ہو تو والدین بغیر اجازت کے بھی اولاد کے مال سے لے سکتے ہیں اور اگر ضرورت نہ ہو تو پھر بغیر اجازت و رضامندی کے لینا جائز نہیں۔

حرام مال کا راہِ الٰہی میں رد کیا جانا

۱۳/۲۷۳۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَكْسِبُ عَبْدٌ مَالَ حَرَامٍ فَيَتَصَدَّقُ مِنْهُ فَيُقْبَلُ مِنْهُ وَلَا يُنْفِقُ مِنْهُ فَيُبَارَكُ لَهُ فِيْهِ وَلَا يَتْرُكُهُ خَلْفَ ظَهْرِهٖ اِلَّا كَانَ زَادَهُ اِلَى النَّارِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَمْحُو السَّيِّءَ بِالسَّيِّءِ وَلٰكِنْ يَمْحُو السَّيِّءَ بِالْحَسَنِ اِنَّ الْخَبِيْثَ لَا يَمْحُو الْخَبِيْثَ۔

اخرجه البغوی فی شرح السنة ۱۰/۸ الحدیث رقم ۲۰۳۰۔ واحمد فی المسند ۳۸۷/۱۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو بندہ حرام مال کما کر اس کو اللہ کی راہ میں دے اللہ تعالیٰ اس کو قبول نہیں فرماتے۔ (مطلب یہ ہوا کہ حرام مال سے اگر صدقہ دیا جائے تو وہ بھی قابل قبول نہیں اور نہ ہی اس کا ثواب ملتا ہے)۔ اور حرام مال میں سے جو مال اپنے اوپر خرچ کرتا ہے' اس میں برکت نہیں۔ (یعنی حرام مال سے جو کچھ خرچ کیا جائے۔ وہ برکت سے خالی ہے)۔ اور جو حرام مال آدمی اپنی موت کے بعد ورثاء کے لیے چھوڑتا ہے۔ وہ اس جانے والے کے لئے آگ کا توشہ ہے۔ اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے دور نہیں کرتا۔ بلکہ برائی کو بھلائی کے ساتھ دور کرتا ہے۔ بے شک پلید پلید کو دور نہیں کرتا۔ یہ مسند احمد کی روایت ہے۔

تشریح ✿ توشہ کا مطلب یہ ہے کہ حرام مال جمع کرنے کی وجہ سے جب وہ گناہگار ہوا اور پھر اسی طرح اس کی موت آ گئی اور وہ مال حرام ورثاء کیلئے چھوڑ گیا۔ تو قیامت تک کے لئے اس پر اس کا گناہ ہوگا۔ کیونکہ اس کی وجہ سے وہ لوگ بھی گناہ کے مرتکب ہونگے۔

''برائی دور نہیں کرتا'' درحقیقت یہ جملہ مستانفہ یعنی الگ جملہ ہے۔ اور اس سے اللہ پاک کی بارگاہ میں اس کے قبول نہ ہونے کی علت بیان کی جارہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حرام مال کو صدقہ میں دینا جائز نہیں۔ اور برائی کے ساتھ اللہ تعالیٰ برے مال کو یعنی اس کے گناہ کو دور نہیں کرتے۔ بلکہ ہمارے بعض علماء نے تو اس حد تک فرمایا ہے کہ جو آدمی حرام مال کو صدقہ کرے پھر اس پر ثواب کا امیدوار ہو تو وہ شخص کافر ہو جاتا ہے۔ اور اگر فقیر کو بھی یہ معلوم ہو کہ یہ حرام ہے اور وہ اس کے لیے دعا کرے کہ اللہ تمہیں بہتر بدلہ دے وغیرہ وغیرہ تو وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ ''لیکن برائی کو بھلائی سے دور کرتے ہیں''۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ صدقہ کرنے کے لئے حلال مال ہونا چاہیے۔ اس حلال مال کو صدقہ کرنے پر اس کو ثواب بھی ملے گا اور گناہ بھی معاف ہوں گے تو اس میں درحقیقت اس آیت کی طرف اشارہ ہے: "ان الحسنات یذھبن السیات" اور یہ تمام جملے مقدمہ کے طور پر اور (ان الخبیث) کی تمہید کے طور پر لائے گئے ہیں۔

جنت میں داخلے سے محروم رہنے والے شخص کا بیان

۱۴/۲۷۳۶ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ

السُّحْتِ وَكُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ كَانَتِ النَّارُ اَوْلٰى بِهٖ۔

(رواه احمد والدارمی والبیهقی فی شعب الایمان)

اخرجه الدارمی فی السنن ۴۰۹/۲ الحدیث رقم ۲۷۷۶۔ واحمد فی المسند ۳۲۱/۳۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جنت میں وہ گوشت داخل نہیں ہوگا جو حرام مال سے پلا ہو ہر وہ گوشت جو حرام مال سے پرورش پائے' دوزخ کی آگ اس گوشت کی زیادہ حقدار ہے۔ یہ مسند احمد اور دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ''وہ گوشت'' مطلب یہ ہے کہ حرام غذا کی وجہ سے جسم کے جس گوشت کی نشوونما ہوئی ہو۔ وہ جنت میں داخلے کے قابل نہیں۔ یعنی وہ اول نجات پانے والوں کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ بلکہ حرام کھانے کی مقدار' عذاب سہہ کر جنت میں جائے گا یا داخل نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جنت کے اعلیٰ مقامات اس کو نہیں ملیں گے۔ یا اس سے مراد یہ ہے کہ جس نے حرام کو حلال جان کر کھایا ہے وہ بدن جنت میں داخل نہ ہوگا یا اس ارشاد سے مقصود ڈانٹ ڈپٹ اور سخت وعید ہے۔ اگر کوئی شخص توبہ کرے یا بغیر توبہ کے اس کی بخشش کر دی جائے اور صاحب حق کو اللہ تعالیٰ راضی کر دیں یا کسی کی شفاعت سے اس کو معافی مل جائے۔ تو ایسا شخص اس وعید میں شامل نہیں۔

شک میں ڈالنے والی چیز کا چھوڑ دینا

۱۵/۲۷۳۷ وَعَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْ مَا يُرِيْبُكَ اِلٰى مَا لَا يُرِيْبُكَ فَاِنَّ الصِّدْقَ طَمَانِيْنَةٌ وَاِنَّ الْكِذْبَ رِيْبَةٌ۔

(راوه احمد والترمذی والنسائی وروی الدارمی الفصل الاول)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵۷۶/۴ الحدیث رقم ۲۵۱۸۔ والنسائی فی ۳۲۷/۸ الحدیث رقم ۵۷۱۱۔ والدارمی فی ۳۱۹/۲ الحدیث رقم ۲۵۳۲۔ واحمد فی المسند ۲۰۰/۱۔

ترجمہ: حضرت حسن بن علیؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات یاد کی ہے کہ شک میں ڈالنے والی چیز کو چھوڑ کر اس چیز کو اختیار کرو جو شک میں نہیں ڈالتی اس لیے کہ صدق دل کے اطمینان کا باعث ہے جب کہ باطل شک اور تردد کا ذریعہ ہے۔ امام دارمیؒ نے فقط ''مَا لَا يُرِيْبُكَ'' تک نقل کیا ہے یہ احمد و ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ روایت کا مقصد یہ ہے کہ اگر تم اپنے دل میں ایک بات کے متعلق شک کرتے ہو۔ اور دوسری بات بلا ریب ہے تو تمہیں شک والی بات کو چھوڑ کر' اس بات کی طرف منتقل ہونا چاہیے' جس کے بارے میں تمہارے دل میں کوئی شک اور تردد نہیں ہے کیونکہ کسی چیز میں دل کا شک میں مبتلا ہو جانا باطل ہونے کی علامت ہے' جب کہ اطمینان حقانیت کی نشانی ہے۔ گویا اس روایت میں حسن اور قبیح' اور حلال و حرام کو پہچاننے کا ایک قاعدہ مذکور ہے' مگر یہ قطعی نہیں۔ البتہ جو تقویٰ اور عدل والے لوگ ہیں۔ ان کے ہاں واقعتاً یہ پہچان کی ایک علامت ہے۔

نیکی و برائی کے مشتبہ ہونے کی صورت میں نفس بہترین راہنما

۱۶/۲۷۳۸ وَعَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَاوَابِصَةُ جِئْتَ تَسْأَلُ عَنِ الْبِرِّ وَالْاِثْمِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَجَمَعَ اَصَابِعَهُ فَضَرَبَ بِهَا صَدْرَهُ وَقَالَ اسْتَفْتِ نَفْسَكَ وَاسْتَفْتِ قَلْبَكَ ثَلاثًا اَلْبِرُّمَا اطْمَاَنَّتْ اِلَيْهِ النَّفْسُ وَاطْمَاَنَّ اِلَيْهِ الْقَلْبُ وَالْاِثْمُ مَا حَاكَ فِي النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ وَاِنْ اَفْتَاكَ النَّاسُ۔ (رواه احمد والدارمی)

اخرجه الدارمی فی السنن ۳۲۰/۲ الحدیث رقم ۲۵۳۳۔ واحمد فی المسند ۲۲۸/۴۔

ترجمہ: حضرت وابصہ ابن معبد رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے (کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوا تا کہ آپ ﷺ سے نیکی اور برائی کے متعلق دریافت کروں) کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے وابصہ کیا تم اس لئے آئے ہو کہ نیکی اور بدی کے متعلق دریافت کرو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! تو آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو جمع کر کے میرے سینے پر مارا اور فرمایا۔ کہ تم اپنے نفس سے دریافت کرو۔ یعنی اپنے دل سے دریافت کرو اور یہ بات آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمائی پھر فرمایا نیکی وہ ہے جس کی طرف تیرے دل کا میلان ہو اور اس سے تیرے دل کو قرار آئے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور جس سے تیرے دل میں شک وتردد ہو۔ اگر چہ لوگ اس کے متعلق (جواز کا) فتویٰ دیں۔ یہ احمد ودارمی کی روایت ہے۔

استفتاء قلب کا شاندار مطلب:

''تو دریافت کرنے آیا'' یہ نبوت کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت وابصہ کے بیان کرنے کے بغیر وحی سے مکاشفہ کے طور پر ان کے دل کی بات بتلا دی۔ ''انگلیوں کو سینے پر مارا'' انگلیاں سینے پر اس لئے ماریں کہ آپ ﷺ ان کو یہ بتلانا چاہتے تھے کہ یہاں سینے میں جو تمہارا دل ہے اس سے دریافت کرو۔ نمبر۲ یا تا کہ دست مبارک کی برکت سے بات کو سمجھنے کی کامل بصیرت پیدا ہو۔

حاصل روایت:

اپنے دل سے فتویٰ دریافت کرنا چاہیے کیونکہ نیکی سے دلجمعی پیدا ہوتی ہے۔ اور دل میں یہ خلجان نہیں ہوتا کہ یہ چیز اچھی نہیں ہے۔ اور گناہ کی بات وہ ہے جس سے دل میں تردد وخلجان ہو۔ اگر چہ لوگ اس کے متعلق کہیں کہ یہ درست ہے۔ پس انسان کو ان کے کہنے پر نہ چلنا چاہیے۔ مثلاً اگر آدمی کسی کے ہاں حلال اور حرام دونوں قسم کا مال دیکھے تو اس میں سے کچھ بھی استعمال نہ کرے کیونکہ اس میں خطرہ ہے کہ یہ حرام مال ہو۔ اگر چہ مفتی کا فتویٰ یہی ہے کہ وہ مال درست کہلائے گا۔ فتویٰ اور چیز ہے اور تقویٰ اور چیز ہے۔

ضروری تنبیہ:

نمبرا: دِل سے حکم پوچھنے کا معاملہ نیک لوگوں سے متعلق ہے، جن کے دل صاف ہوں اوران کے دلوں میں کدورت اورخواہشات نفسانیہ کا غلبہ نہ ہو۔ بلکہ تقویٰ وطہارت سے دل آراستہ ہوں کیونکہ ایسے لوگوں کے دل اور نفس بھلائی کی طرف مائل ہوتے اور برائی سے بیزار ہوتے ہیں۔ ورنہ نفسانی خواہشات میں مبتلا اور برائیوں میں گھرے ہوئے نفوس تو بھلائی کے کاموں سے نفرت اختیار کرنے والے اور برائی کی طرف راغب ہوتے ہیں۔

نمبر۲: یہ دل سے فتویٰ پوچھنے والی بات اس وقت ہے جب کہ اس بات کے لئے شرعی دلیل موجود نہ ہو۔ چنانچہ دو آیات میں ظاہری طور پر تعارض معلوم ہوتو سنت کی طرف رجوع کرنا لازم ہے۔ اور جب دو روایات باہمی متعارض معلوم ہوں۔ تو اس صورت میں علماء راسخین کے اقوال کی طرف رجوع لازم ہے۔ اور جب علماء کے اقوال باہمی متعارض ہوں تو اس وقت رجحان کے لئے نیک نفوس اپنے دل سے فتویٰ پوچھیں اور جس امر کو دل صحیح تسلیم کرے اوراس پر مطمئن ہواس کواختیار کریں اوراس پر عمل کریں۔

کمالِ تقویٰ کا بیان

۲۷۳۹/۱۷ وَعَنْ عَطِيَّةَ السَّعْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ حَتّٰى يَدَعَ مَا لَا بَأْسَ بِهٖ حَذَرًا لِمَا بِهٖ بَأْسٌ ۔ (رواه الترمذی وابن ماجة)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵۴۷/۴ الحدیث رقم ۲۴۵۱۔ وابن ماجه ۱۴۰۹/۲ الحدیث رقم ۴۲۱۵۔

ترجمہ: حضرت عطیہ سعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بندہ اس وقت تک متقین تک نہیں پہنچتا (یعنی کامل متقین کا درجہ حاصل نہیں کرسکتا) جب تک کہ وہ ایسی چیزوں کو نہ چھوڑے کہ جن میں کچھ حرج نہیں تا کہ وہ ان چیزوں سے بچ سکے جن میں قباحت وحرج ہے۔ یہ ابن ماجہ وترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ❁ متقی کی شرعی تعریف یہ ہے کہ جو شخص اپنے آپ ﷺ کو ایسی چیز کے کرنے سے بچائے کہ جس کی وجہ سے وہ غضب الٰہی اور عذاب کا حقدار ہو خواہ وہ ان اعمال میں سے ہو کہ جن کو کرنے کا حکم ہے یا ان اعمال میں سے ہو کہ جن کو نہ کرنے اور چھوڑنے کا حکم ہے۔

تقویٰ کے بارے میں بعض کا قول:

تقویٰ کے تین درجات ہیں نمبرا شرک سے بچنا کیونکہ اس کی وجہ سے وہ ہمیشہ کے عذاب سے بچ جائے گا چنانچہ اس آیت : والزمهم كلمة التقوٰى میں تقویٰ سے یہی مراد ہے۔

نمبر۲ دوسرا درجہ صغیرہ اور کبیرہ تمام گناہوں سے بچنا ہے۔ اور بعض علماء نے فرمایا کہ شریعت میں جہاں تقویٰ کا لفظ استعمال ہے اس سے یہی مراد ہے اوراس آیت کریمہ: ولو ان اهل القرٰى امنوا واتقوا...... میں بھی تقویٰ کا یہی معنی مراد ہے۔ نمبر۳ تقویٰ کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ ہر معاملے میں شدید احتیاط اختیار کرے اور مصلحت کے لئے بعض مباحات کو بھی ترک کر دے اوراپنے باطن کو غیر اللہ میں بالکل مشغول نہ کرے۔ لوگوں سے تعلق توڑ کر اسی ایک ہی کی طرف رجوع کرے۔ چنانچہ اس

آیت :اتقوا الله حق تقاته ...... میں تقویٰ اس معنی میں ہے اور روایت بالا میں بھی یہی مراد ہے۔

حاصل روایت:

بندہ اس وقت تک کامل متقی نہیں بن سکتا جب تک کہ مباحات کو اس خطرے کے پیش نظر نہ چھوڑ دے کہ کہیں وہ حرام ومکروہ ومشتبہ میں گرفتار نہ ہو جائے۔ مثلاً جس آدمی کی بیوی نہ ہو وہ پیٹ بھر کر نہ کھائے اور نہ عطریات کا استعمال کرے تاکہ شہوت سے مغلوب ہو کر کہیں حرام کا ارتکاب نہ کر بیٹھے اور تقوے کا انتہائی اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ آدمی حرام ومکروہات اور مشتبہات سے بھی پرہیز کرنے والا ہو۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم حلال کے دس میں سے نو حصے چھوڑ دیتے تھے تاکہ کہیں حرام میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشادِ گرامی ہے۔ ہم حرام میں پڑنے کے خطرے سے مباحات کے ستر باب چھوڑ دیتے تھے۔

شراب کی بابت دس لعنت والے اشخاص کا بیان

۱۸/۲۷۴۰ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَمْرِ عَشَرَةً عَا صِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَشَارِبَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُوْلَةَ اِلَيْهِ وَسَاقِيَهَا وَبَائِعَهَا وَاٰكِلَ ثَمَنِهَا وَالْمُشْتَرِیَ لَهَا وَالْمُشْتَرٰى لَهٗ۔ (رواہ الترمذی وابن ماجۃ)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵۸۹/۳ الحدیث رقم ۱۲۹۵۔ وابن ماجه فی ۱۱۲۲/۲ الحدیث رقم ۳۳۸۱۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے شراب کے سلسلہ میں دس آدمیوں کو لعنت کا مستحق قرار دیا نمبر۱ شراب نچوڑنے والا نمبر۲ جس کے لئے نچوڑی گئی نمبر۳ پینے والا نمبر۴ اٹھانے والا نمبر۵ جس کے حکم سے اٹھائی گئی نمبر۶ پلانے والا نمبر۷ شراب فروخت کرنے والا نمبر۸ شراب کی قیمت کھانے والا نمبر۹ خریدنے والا (خواہ وہ کسی خاص پینے والے کے لئے خریدے یا عام تجارت کے لئے بطور وکیل کے خریدے یا بطور ولایت کے خریدے وغیرہ) نمبر۱۰ وہ آدمی جو شراب کا خریدار ہو (خواہ اپنے پینے کے لئے یا اور کسی کے لئے)۔ یہ ترمذی وابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ روایت میں نچوڑنے والے کا ذکر کیا گیا جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ انگور کا جوس شراب بنانے کی غرض سے نچوڑے قطع نظر اس کے کہ اپنے لیے ہو یا کسی اور کی خاطر ہو نمبر۲۔ روایت میں فروخت کرنے والے کا ذکر کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ بطور وکیل کے یا بطور دلال کے فروخت کرے اسی طرح جو آدمی اس کو انگور فروخت کرے جو شراب نچوڑنے والا ہو تو وہ بھی لعنت کا حق دار ہے اور اس انگور کی قیمت کے طور پر حاصل ہونے والے مال کو استعمال کرنے والا بھی اسی لعنت کا مستحق ہے۔

شراب امّ الخبائث

۱۹/۲۷۴۱ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللّٰهُ الْخَمْرَ وَشَارِبَهَا وَسَاقِيَهَا وَبَائِعَهَا وَمُبْتَاعَهَا وَعَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُوْلَةَ اِلَيْهِ۔

(رواہ ابوداود وابن ماجۃ)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ٨١/٤ الحديث رقم ٣٦٧٤ وابن ماجه فی ١١٢١/٢ الحديث رقم ٣٣٨٠ واحمد فی المسند ٢٥/٢۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب پر لعنت فرمائی اسی طرح اس کے پینے' پلانے اور فروخت کرنے والے اور اس کے خریدار اور نچوڑنے والے اور اس کے اٹھانے والے اور جس کے لئے اٹھائی جائے ان سب پر لعنت فرمائی ہے۔ یہ ابوداوٗد وابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ❁ شراب کو اس وجہ سے ملعون قرار دیا ہے اور اس کے استعمال کرنے والوں کو لعنت کا حق دار اس لئے ٹھہرایا گیا ہے کہ یہ ام الخبائث ہے یعنی بہت سارے خبیث کاموں کی جڑ ہے نمبر۲۔ روایت کے اندر یہ احتمال بھی ہے کہ شراب بول کر اس سے اس کی قیمت مراد ہو اور پھر اس سے شراب کی قیمت کھانے والے کو ملعون قرار دیا گیا ہو۔

سینگی کی کمائی کا بیان

۲۰/۲۷۴۲ وَعَنْ مُحَيِّصَةَ اَنَّهٗ اسْتَأْذَنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اُجْرَةِ الْحَجَّامِ فَنَهَاهُ فَلَمْ يَزَلْ يَسْتَاْذِنُهٗ حَتّٰى قَالَ اَعْلِفْهُ نَاضِحَكَ وَاَطْعِمْهُ رَقِيْقَكَ۔

(رواہ مالك والترمذی وابوداود وابن ماجۃ)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ٧٠٧/٣ الحديث رقم ٣٤٢٢۔ والترمذی فی ٥٧٥/٣ الحديث رقم ١٢٧٧۔ واحمد فی المسند ٤٣٥/٥۔

ترجمہ: حضرت محیصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سینگی لگانے کی کمائی کھانے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے ممانعت فرمائی جب میں نے بار بار اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے فرمایا اس قسم کی کمائی اپنے اونٹ کو کھلا دو یا اپنے غلام کو دے دو۔

تشریح ❁ حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ نے سینگی لگانے والے کی اجرت کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ حلال ہے یا نہیں. آپ ﷺ نے ان کو اس کے استعمال سے روک دیا پھر وہ اجازت پر اصرار کرتے رہے کہ آپ ﷺ اس کے کھانے کی اجازت مرحمت فرمائیں کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں کافی تعداد میں غلام پائے جاتے تھے اور ان میں کئی غلام سینگی لگانے کا پیشہ کرتے تھے اور صحابہ کرامؓ ان کی کمائی کو استعمال کرتے تھے اپنے طور پر وہ سمجھتے تھے کہ یہ اچھی کمائی ہے جب جناب رسول اللہ ﷺ نے اس سے روک دیا تو ان پر یہ بات گراں گزری اس لیے انہوں نے آپ ﷺ سے بار بار اجازت مانگی جس کے جواب میں جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی گھاس وغیرہ لے کر اپنے اونٹ کو کھلا دو اور لونڈی غلام کو دے دو اس لیے کہ یہ کمائی خون کھینچنے کی ہی ہے آپ ﷺ نے اس کے کھانے کو عزت نفس کی خاطر ناپسند کیا اور بلند ہمتی اختیار کرنے کا سبق دیا جانور' لونڈیوں اور غلاموں کے لئے اجازت دی کہ ان کو وہ شرف حاصل نہیں ہے کہ جو اس پیشے کی دناءت کے منافی ہو۔ اس لئے ان کو اس کی کمائی کھلانا ان کی شان کے خلاف نہیں ہے۔ مگر اس نہی سے نہی تنزیہی مراد لی گئی ہے کیونکہ آقا کو اس بات کا حق حاصل نہیں کہ وہ

غلام، جانور یا لونڈی کو حرام کھلائے۔

کتے کی قیمت اور گانے والی عورت کی کمائی حرام ہونے کا بیان

۲۱/۲۷۴۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَمَنِ الْکَلْبِ وَکَسْبِ الزَّمَّارَةِ۔ (رواہ فی شرح السنة)

اخرجه البغوی فی شرح السنة ۲۲/۸ الحدیث رقم ۲۰۳۸۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت اور گانے والی عورت کی کمائی کی ممانعت فرمائی ہے۔

تشریح ۞ روایت میں (زمارہ) کا جو لفظ وارد ہوا ہے اس سے بعض علماء نے وہ خوبصورت عورت مراد لی ہے جو زنا کروائے اسی وجہ سے بعض نے یہ کہا کہ 'زمارہ' کا لفظ زمر سے لیا گیا ہے جس کا معنی آنکھ اور ابرو سے اشارہ کرنا ہے اور زناکار عورتیں مردوں کو اپنی آنکھوں اور آبرو کے اشارات سے فریفتہ کر کے زنا کے جال میں پھنساتی ہیں

لونڈیوں کو مکروہات پہ نہ اُکساؤ

۲۲/۲۷۴۴ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبِیْعُوا الْقَیْنَاتِ وَلَا تَشْتَرُوْهُنَّ وَلَا تُعَلِّمُوْهُنَّ وَثَمَنُهُنَّ حَرَامٌ وَفِیْ مِثْلِ هٰذَا اُنْزِلَتْ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَالْحَدِیْثِ

(رواہ احمد والترمذی وابن ماجة وقال الترمذی هذا حدیث غریب وعلی بن یزید الراوی ویضعف فی الحدیث وسنذکر حدیث جابر) نَهٰی عَنْ اَکْلِ الْهِرِّ فِیْ بَابِ مَا یَحِلُّ اَکْلُهُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔

اخرجه الترمذی فی السنن ۵۷۹/۳ الحدیث رقم ۱۲۸۲ وابن ماجه فی ۷۳۳/۲ الحدیث رقم ۲۱۶۸۔ واحمد فی المسند ۲۶٤/۵۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم گانے والی لونڈیوں کو نہ فروخت کرو اور نہ خریدو اور نہ ہی اپنی لونڈیوں کو گانا بجانا سکھاؤ گانے والی لونڈیوں کی قیمت حرام ہے اور اسی قسم کی گانے والی چیزیں خریدنے کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے: ومن الناس من یشتری لهوالحدیث ...... لهوالحدیث سے اس آیت میں کھیل کی چیزیں خریدنا مراد لیا گیا ہے اس روایت میں علی ابن یزید راوی نہایت کمزور ہے۔

تشریح ۞ "قیمت حرام ہے" بعض علماء نے فرمایا کہ ظاہر حدیث کے مطابق گانے والی لونڈیوں کو فروخت کرنا درست نہیں جبکہ جمہور علماء کہتے ہیں کہ ان کا فروخت کرنا جائز ہے اور حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر اس کی تاویل یہ ہے کہ اس روایت میں صرف گانے یا ان کی اجرت کو حرام قرار دینا مقصود ہے کہ ان کی اجرت حرام مال ہے کیونکہ وہ حرام کا ذریعہ ہے اس کی مثال یہ ہے کہ جس طرح کسی شراب فروش یا شراب بنانے والے کو کوئی آدمی انگور فروخت کرے تو اس کی قیمت حرام کا ذریعہ بننے کی وجہ سے حرام ہوئی یہ نہیں کہ انگور بیچنا حرام ہے (۳) کھیل کی چیزیں یعنی گانا بجانا اور اسی طرح کی آوازیں اس لیے حرام ہیں کہ وہ اللہ کی

یاد سے روکنے کا ذریعہ ہیں اسی وجہ سے اس میں جھوٹی حکایات خرافات وبکواسات جھوٹی باتیں مخول اور مذاق کی باتیں راگ سیکھنا فضول کلام سب اس میں شامل ہیں یہ آیت نضر بن حارث کے متعلق اتری کیونکہ وہ مسلمانوں کو اسلام سے روکنے کے لئے گانے بجانے والی لونڈیاں خرید کرلایا کرتا تھا بعض علماء کا قول یہ ہے کہ نضر بن حارث ایرانیوں کے قصے کہانیوں والی کتابیں خرید کرلاتا اور وہ قصے قریش کو سناتا اور ساتھ یہ کہتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو تمہیں عاد وثمود کے قصے سناتے ہیں اور میں تمہیں اسفند یار اور عجم کے بادشاہوں کے قصے سناتا ہوں (یہ بہتر ہیں یا وہ بہتر ہیں)۔

نوٹ: ہم عنقریب حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت "نهى عن اكل الهر...... باب ما يحل اكله میں ان شاء اللہ ذکر کریں گے۔

الفصل الثالث:

حلال روزی کا تلاش کرنا فرض کے بعد ایک فرض ہے

۲۳/۲۷۴۵ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ۔ (رواه البيهقى فى شعب الايمان)

رواه البيهقي في شعب الايمان ٦/ ٤٤٠ الحديث رقم ٨٧٤١۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال روزی کا تلاش کرنا فرض کے بعد ایک فرض ہے۔

تشریح ❀ روایت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے جو فرائض نماز، روزہ وغیرہ مقرر ہیں ان کا دین میں پہلا درجہ ہے اور حلال کمائی کو تلاش کرنے کا درجہ ان کے بعد ہے یہ فرض اس شخص کے لئے ہے جس کو اپنے نفس کی خاطر یعنی اپنی بقاء کے لئے یا اپنے اہل وعیال کی بقا کے لئے کمانے کی احتیاج ہو (۲) حلال سے یہاں مراد وہ ہے جس کا غیر حرام ہونا یقینی ہوتا کہ مشتبہ کو حلال کے اندر شامل رکھا جاسکے اس لیے کہ احادیث کی رو سے معلوم ہوتا ہے کہ مشتبہ سے بچنا بطور احتیاط ہے فرض نہیں (۳) ہر شخص اس فرضیت کے خطاب میں شامل نہیں کیونکہ بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کا خرچہ دوسروں پر واجب ہوتا ہے جس کی وجہ سے خود ان پر کمانا فرض نہیں ہوتا۔

۲۴/۲۷۴۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ اُجْرَةِ كِتَابَةِ الْمُصْحَفِ فَقَالَ لَا بَأْسَ اِنَّمَا هُمْ مُصَوِّرُوْنَ وَاِنَّهُمْ اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ مِنْ عَمَلِ اَيْدِيْهِمْ۔ (رواه رزين)

رواه رزين۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان سے کسی شخص نے کتابت قرآن کی مزدوری کا حکم پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس میں کچھ حرج نہیں کیونکہ کاتب لوگ نقش بنانے والے ہیں وہ تو اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتے ہیں۔

تشریح ۞ (۱) دریافت کرنے والے نے کتابت قرآن کی مزدوری اور اجرت کو معیوب سمجھ کر آپ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے اس کا جواب دیتے ہوئے یہ وضاحت فرمادی کہ کاتب لوگ تو نقش کھینچنے اور الفاظ وحروف لکھنے کی محنت کرتے ہیں اور اسی نقش کی مزدوری لیتے ہیں خواہ وہ نقش قرآن ہو یا غیر قرآن اس سے غرض نہیں (اور نہ اس سے حکم بدلے گا)

اپنے ہاتھ کی کمائی کا افضل ترین ہونے کا بیان

۲۵/۲۷۴۷ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْكَسْبِ اَطْيَبُ قَالَ عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِهٖ وَكُلُّ بَيْعٍ مَبْرُوْرٍ۔

اخرجه احمد فی المسند ١٤١/٤۔

ترجمہ: حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کونسی کمائی زیادہ پاکیزہ ہے (یعنی فضیلت والی ہے) تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ کمائی جو اپنے ہاتھ سے کی جائے اور وہ تجارت جو درست ہو۔

تشریح ۞ اپنے ہاتھ سے کمائی کا مطلب یہ ہے کہ بہتر کمائی وہ ہے جس میں آدمی کی اپنی ہاتھ کی محنت کا دخل ہو مثلاً زراعت اور کتابت وغیرہ (۲) اور درست تجارت وہ ہے جو شریعت کے اصول کے مطابق ہو۔
ثمرہ روایت یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی اپنی روزی کے لئے ہاتھ کا کام نہ کرے تو تجارت کرلے جس میں امانت ودیانت کا خیال رکھے تو یہ بھی افضل روزی ہے۔

سیّدنا مقدام کا حدیثِ مبارکہ سے استنباط کا ایک بہترین انداز

۲۶/۲۷۴۸ وَعَنْ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ اَبِیْ مَرْيَمَ قَالَ كَانَتْ لِمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیْ كَرِبَ جَارِيَةٌ تَبِيْعُ اللَّبَنَ وَيَقْبِضُ الْمِقْدَامُ ثَمَنَهٗ فَقِيْلَ لَهٗ سُبْحَانَ اللّٰهِ اَتَبِيْعُ اللَّبَنَ وَتَقْبِضُ الثَّمَنَ فَقَالَ نَعَمْ وَمَا بَاْسٌ بِذٰلِكَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيَاْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَنْفَعُ فِيْهِ اِلَّا الدِّيْنَارُ وَالدِّرْهَمُ۔

اخرجه احمد فی المسند ١٣٣/٤۔

ترجمہ: حضرت ابوبکر بن ابی مریم کہتے ہیں کہ حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک لونڈی تھی جو کہ ان کے گھریلو جانوروں کا دودھ فروخت کیا کرتی تھی اور حضرت مقدام اس کی کمائی اس سے وصول کیا کرتے تھے ان کو کسی شخص نے کہا یہ بڑی عجیب بات ہے کہ دودھ تو لونڈی فروخت کرتی ہے اور کمائی تم کھا جاتے ہو حضرت مقدام کہنے لگے اس میں کچھ حرج نہیں کیونکہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ عنقریب ایک ایسا زمانہ آرہا ہے کہ جس میں درہم ودینار کے علاوہ کوئی چیز فائدہ نہ دے گی۔

تشریح ۞ روایت سے معلوم ہو رہا ہے کہ لوگوں نے حضرت مقدام رضی اللہ عنہ کو یہ طعنہ دیا کہ تمہاری لونڈی تمہارے سامنے

دودھ فروخت کرتی ہے اورتم اس کی قیمت لے کر کھا جاتے ہو حالانکہ دودھ تو فقراء پر صدقہ کرنے اور دوستوں اور متعلقین کے استعمال کے لیے ہونا چاہئے اس کا فروخت کرنا پھر اس پر رضامندی ظاہر کرنا اور اس کی قیمت کو اپنے استعمال میں لے آنا یہ تمہارے مرتبے کے مناسب نہیں تو انہوں نے فرمایا اس میں کچھ حرج نہیں نہ یہ حرام ہے۔ اور نہ شرعی طور پر ممنوع بلکہ اس میں تو کراہت بھی نہیں۔ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کا ایک ارشاد سن رکھا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ آنے والا ہے کہ جب لوگوں کو درہم ودینار فائدہ دے گا اور لوگ اسباب معیشت کی پریشانیوں میں مبتلا ہو کر اہل کمال کی قدر نہیں کریں گے بلکہ مالداروں کی قدر کی جائے گی۔

(۲) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپس میں ایک دوسرے کو تجارت اور کسب کی ترغیب دیا کرتے تھے کیونکہ ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ جب محتاج وتنگدست سب سے پہلے اپنے دین ہی کا خاتمہ کرے گا اور اسی کو بیچ کر کھا جائے گا۔

بلاوجہ ذریعہ معاش کو ترک نہ کرے

۲۷/۲۷۴۹ وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ كُنْتُ اُجَهِّزُ اِلَى الشَّامِ وَاِلٰى مِصْرَ فَجَهَّزْتُ اِلَى الْعِرَاقِ فَاَتَيْتُ اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَآئِشَةَ فَقُلْتُ لَهَا يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ كُنْتُ اُجَهِّزُ اِلَى الشَّامِ فَجَهَّزْتُ اِلَى الْعِرَاقِ فَقَالَتْ لَا تَفْعَلْ مَا لَكَ وَلِمَتْجَرِكَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا سَبَّبَ اللّٰهُ لِاَحَدِكُمْ رِزْقًا مِنْ وَجْهٍ فَلَا يَدَعْهُ حَتّٰى يَتَغَيَّرَ لَهُ اَوْ يَتَنَكَّرَ لَهُ. (رواه احمد وابن ماجه)

اخرجه ابن ماجه في السنن ۷۲۷/۲ الحديث رقم ۲۱۴۸۔

ترجمہ: حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنا سامانِ تجارت تیار کر کے ملازمین کے ذریعے شام اور مصر بھیجا کرتا تھا۔ پھر میں نے عراق کی طرف بھیجنے کے لئے سامان تیار کیا اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا میں اپنا سامان تجارت شام بھیجا کرتا تھا اور اب میں نے اپنا سامان عراق روانہ کرنے کے لئے تیار کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا تمہاری پہلی تجارت کو کیا ہوا (کہ تو نے اپنے سابقہ ارادہ کو بدل لیا) تم ایسا مت کرو کیونکہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب اللہ تعالیٰ نے بندے کے لئے روزگار کا کوئی سبب بنایا ہو تو جب تک اس میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہو یا نقصان نہ ہو تو اس کو ترک نہ کرے۔

تشریح ''ایک سبب'' کا مطلب یہ ہے کہ اگر آدمی کے رزق کا کوئی سلسلہ بنا ہوا ہو اور اس کے تجارتی نفع سے اس کا گزر اوقات رہا ہو تو اسے اس وقت تک اس ذریعہ کو نہ چھوڑنا چاہیے جب تک کہ اس میں سے فائدہ نایاب نہ ہو جائے یا نقصان کا غلبہ ہو جائے (کہ اصل مال جانے کا ہی خطرہ لاحق ہو جائے) تو اس وقت اس کو ترک کردے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ بلاوجہ اس ذریعہ رزق کو ترک نہ کرے۔

علامہ طیبی کا قول: اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آدمی کو کسی امر مباح سے مال مل رہا ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کو لازم پکڑے اور اس سے منہ نہ موڑے اور اس کو بغیر قوی عذر کے ترک نہ کرے۔

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کاہن کی کمائی سے کھائی گئی چیز اُگل دینا

۲۸/۲۷۵۰ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ لِاَبِيْ بَكْرٍ غُلَامٌ يُخَرِّجُ لَهُ الْخَرَاجَ فَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ يَاْكُلُ مِنْ خَرَاجِهٖ فَجَاءَ يَوْمًا بِشَيْءٍ فَاَكَلَ مِنْهُ اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ لَهُ الْغُلَامُ تَدْرِيْ مَا هٰذَا فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَمَا هُوَ قَالَ كُنْتُ تَكَهَّنْتُ لِاِنْسَانٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَمَا اُحْسِنُ الْكَهَانَةَ اِلَّا اَنِّيْ خَدَعْتُهٗ فَلَقِيَنِيْ فَاَعْطَانِيْ بِذٰلِكَ فَهٰذَا الَّذِيْ اَكَلْتَ مِنْهُ قَالَتْ فَاَدْخَلَ اَبُوْبَكْرٍ يَدَهٗ فَقَاءَ كُلَّ شَيْءٍ فِيْ بَطْنِهٖ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۷/۷۔ الحدیث رقم ۳۸۴۲۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو کہ اپنی کمائی سے مال کا ایک مقررہ حصہ بصورتِ خراج دیا کرتا تھا۔ (عرب کے ہاں یہ معمول تھا کہ اپنے غلاموں کی کمائی سے کسی قدر رقم لیا کرتے تھے) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کی کمائی سے حاصل شدہ مال کھالیا کرتے تھے۔ ایک دن وہ غلام ایک چیز لے کر آیا۔ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس چیز میں سے کچھ استعمال کیا۔ غلام انہیں کہنے لگا کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ مال کیسا ہے۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے وہ کیسا تھا؟ غلام نے جواب دیا میں زمانہ جاہلیت میں ایک شخص کو غیب کی خبریں بتلایا کرتا تھا۔ حالانکہ میں کہانت سے واقف نہ تھا لیکن میں اس کے ساتھ فریب کرتا تھا۔ وہ شخص آج مجھے ملا اور اس نے اس کے بدلے میں مجھے یہ چیز دی ہے۔ اور یہی چیز آپ نے کھانے میں استعمال فرمائی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر نے اپنا ہاتھ حلق میں ڈال کر قے کی اور ہر وہ چیز باہر نکال دی جو ان کے پیٹ میں گئی تھی یعنی آپ نے بطور تقویٰ یہ کیا۔

① اس چیز میں شدید حرمت تھی کیونکہ وہ کہانت اور فریب کاری کے ذریعے سے حاصل شدہ مال تھا اس لئے آپ نے اس کو اچھی طرح نکالا۔

② امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں جو آدمی حرام کھالے اور اس وقت اسے معلوم تھا یا نہیں۔ مگر بعد میں معلوم ہو گیا تو وہ فوراً تمام کھائے پیئے کی قے کرے۔

③ امام غزالی نے منہاج العابدین میں لکھا ہے کہ اس چیز کا تعلق ورع سے ہے۔ اور ورع یہ ہے کہ جب تک پوری تحقیق نہ کرے اس وقت تک کسی سے کوئی چیز نہ لے۔ جب اس کو یقین ہو جائے کہ اس میں کوئی اشتباہ نہیں تو لے لے ورنہ واپس لوٹا دے۔

وہ بدن بہشت میں داخل نہ ہوگا کہ جس نے حرام مال سے غذا پائی

۲۹/۲۷۵۱ عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غُذِيَ بِالْحَرَامِ۔ (رواه البیهقی فی شعب الایمان)

اخرجه البیهقی فی شعب الایمان۔

ترجمہ: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ بدن بہشت میں (یعنی بغیر عذاب کے اچھے لوگوں کے ساتھ) داخل نہ ہوگا کہ جس نے حرام مال سے غذا پائی ہو۔

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مشکوک دودھ سے اجتناب

۲۷۵۲/۳۰ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ اَنَّهٗ قَالَ شَرِبَ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ لَبَنًا وَاَعْجَبَهٗ وَقَالَ لِلَّذِیْ سَقَاهُ مِنْ اَيْنَ لَكَ هٰذَا اللَّبَنُ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ وَرَدَ عَلٰی مَاءٍ قَدْ سَمَّاهُ فَاِذَا نَعَمٌ مِّنْ نَعَمِ الصَّدَقَةِ وَهُمْ يَسْقُوْنَ فَحَلَبُوْا لِیْ مِنْ اَلْبَانِهَا فَجَعَلْتُهٗ فِیْ سِقَائِیْ وَهُوَ هٰذَا فَاَدْخَلَ عُمَرُ يَدَهٗ فَاسْتَقَاءَهٗ۔

اخرجه البیهقی فی شعب الایمان ٦٠/٥ الحدیث رقم ٥٧٧١۔

ترجمہ: حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے دودھ پیا اور وہ آپ کو عجیب سا لگا تو انہوں نے پلانے والے سے دریافت فرمایا یہ دودھ تمہیں کہاں سے میسر آیا وہ کہنے لگا کہ میں ایک پانی پر گیا (پانی سے مراد چشمہ کنواں یا تالاب ہے۔) اس شخص نے اس پانی کا نام لیا وہاں بہت سے اونٹ اور بکریاں زکوٰۃ کے موجود تھے وہ لوگ ان کا دودھ لوگوں کو پلا رہے تھے انہوں نے اپنے دودھ میں سے میرے لئے یہ دودھ دوہا۔ میں نے اس دودھ کو اپنی مشک میں ڈال لیا اور یہ وہی دودھ ہے (جو آپ نے استعمال فرمایا ہے) اس پر حضرت عمرؓ نے اپنا ہاتھ منہ میں ڈال کرتے کر دی۔

تشریح ۞ اکثر نسخوں میں یہ روایت نہیں ہے۔ سید جمال الدین محدثؒ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ حدیث اپنے اساتذہ سے سنی تھی اور حاشیہ میں درج کر دی تھی۔ مگر اس روایت کا اس باب میں موجود نہ ہونا ہی زیادہ درست ہے۔ کیونکہ کتاب الزکوٰۃ میں الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ یہ روایت مذکور ہو چکی ہے جن نسخوں میں یہ موجود نہیں وہاں پہلی روایت کے بعد رواہ البیہقی لکھا ہے اور جن میں موجود ہے ان میں اس کے بعد رواہما البیہقی لکھا ہے۔

ایک مینگنی سارے دودھ کو خراب کر ڈالتی ہے

۲۷۵۳/۳۱ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَنِ اشْتَرٰی ثَوْبًا بِعَشْرَةِ دَرَاهِمَ وَفِيْهِ دِرْهَمٌ حَرَامٌ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ تَعَالٰی لَهٗ صَلَاةً مَا دَامَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَدْخَلَ اِصْبَعَيْهِ فِیْ اُذُنَيْهِ وَقَالَ صُمَّتَا اِنْ لَمْ يَكُنِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُهٗ۔

اخرجه البیهقی فی شعب الایمان ١٤٢/٥ الحدیث رقم ٦١١٤۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ جو شخص دس درہم کا ایک کپڑا خریدے اور اس میں ایک درہم حرام کا ہو تو جب تک وہ کپڑا اس کے جسم پر رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی نماز کو قبول نہیں فرماتے۔ پھر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی شہادت کی دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں داخل کیں اور کہنے لگے میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں اگر یہ بات

میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے نہ سنی ہو۔'' سند کے لحاظ سے یہ روایت ضعیف ہے۔

① ''قبول نہیں کرتا'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اس آدمی کی نماز ثواب کے قابل نہیں اگر چہ فرضیت اس کے ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔ اس کی مثال اس طرح ہے جیسے کسی نے غصب شدہ زمین میں نماز ادا کی۔

② ''کان بہرے'' کا مطلب یہ ہے کہ میں نے یہ روایت جناب رسول اللہ ﷺ سے خود سنی ہے اگر ایسا نہ ہو تو میرے کان بہرے ہو جائیں۔

بَابُ الْمُسَاهَلَةِ فِي الْمُعَامَلَةِ

معاملات میں نرمی برتنا

الفصل الاول:

خرید وفروخت میں ملاطفت کا بیان

۱/۲۷۵۴ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلاً سَمْحًا اِذَا بَاعَ وَاِذَا اشْتَرٰى وَاِذَا اقْتَضٰى۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۰۶/۴ الحدیث رقم ۲۰۷۶۔ وابن ماجه فی السنن ۷۴۲/۲ الحدیث رقم ۲۲۰۳۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت فرمائے جو کہ فروخت کرتے وقت' خریدتے وقت اور تقاضا کرتے ہوئے نرمی اختیار کرتا ہے۔

۲/۲۷۵۵ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَجُلاً كَانَ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اَتَاهُ الْمَلَكُ لِيَقْبِضَ رُوْحَهٗ فَقِيْلَ لَهٗ هَلْ عَمِلْتَ مِنْ خَيْرٍ قَالَ مَا اَعْلَمُ قِيْلَ لَهٗ اُنْظُرْ قَالَ مَا اَعْلَمُ شَيْئًا غَيْرَ اَنِّيْ كُنْتُ اُبَايِعُ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا وَاُجَازِيْهِمْ فَاُنْظِرُ الْمُوْسِرَ وَاَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ فَاَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ (متفق علیه وفی روایة لمسلم نحوه) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَاَبِيْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِيِّ فَقَالَ اللّٰهُ اَنَا اَحَقُّ بِذَا مِنْكَ تَجَاوَزُوْا عَنْ عَبْدِيْ.

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۹۴/۶ الحدیث رقم ۳۴۵۱۔ ومسلم فی ۱۱۹۴/۳ الحدیث رقم (۲۶۔ ۱۵۶۰)۔ والدارمی فی ۳۲۴/۲ الحدیث رقم ۲۵۴۶۔ واحمد فی المسند ۳۹۵/۵۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان میں سے ایک شخص کے پاس فرشتہ اس کی روح قبض کرنے کے لیے آیا اور اس سے کہا گیا کیا تم نے کوئی نیک عمل کیا ہے۔ اس

نے جواب دیا۔ میں تو اپنے اعمال میں کوئی ایسا عمل نہیں پاتا جو نیک ہو۔ اس نے کہا سوچ کر بتاؤ۔ اس نے کہا مجھے بس اتنا معلوم ہے کہ لوگوں سے معاملات میں احسان برتتا تھا۔ جب قیمت کا تقاضا کرتا تو غنی کو میں مہلت دیتا اور محتاج ومفلس کو (تمام حق یا اس کا کچھ حصہ) معاف کر دیا کرتا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس (احسان) کی وجہ سے جنت میں داخل فرما دیا۔"

روایت کا فرق:

تشریح ❁ یہ بخاری و مسلم کے الفاظ ہیں مگر مسلم کی روایت میں حضرت عقبہ بن عامر اور ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہما کی سند سے لفظوں میں کسی قدر اختلاف پایا جاتا ہے۔ اگرچہ مفہوم میں دونوں روایات یکساں ہیں۔ مسلم میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس درگزر کرنے والے سے فرمایا کہ میں تمہاری نسبت درگزر کرنے کا زیادہ حقدار ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو فرمایا کہ میرے اس بندے سے درگزر کرو۔

① فرشتے سے مراد اس روایت میں حضرت عزرائیل علیہ السلام یا ان کا ماتحت فرشتہ ہے۔ مگر زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ تمام ارواح کو قبض کرنے والے حضرت عزرائیل علیہ السلام ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ......﴾ پھر ان سے ارواح کو رحمت یا عذاب والے فرشتے وصول کر لیتے ہیں اور حقیقی طور پر ارواح کو قبض کرنے والے اللہ تعالیٰ ہیں جیسا کہ اس آیت میں فرمایا گیا ہے: ﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا ......﴾

ثمرہ روایت:

مفلس ومحتاج کو حق معاف کرنا بہت بڑے ثواب کا باعث ہے اسی طرح غنی سے مطالبہ کرنے میں مہلت بھی اجر میں کم نہیں۔

زیادہ قسموں کا انجام

۲۷۵۶/۳ وَعَنْ اَبِىْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكُمْ وَكَثْرَةَ الْحَلَفِ فِى الْبَيْعِ فَاِنَّهٗ يُنَفِّقُ ثُمَّ يَمْحَقُ ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فى صحيحح ۱۲۲۸/۳ الحديث رقم (۱۳۲۔ ۱۶۰۷)۔ وابن ماجه فى السنن ۷٤٥/۲ الحديث رقم ۲۲۰۹۔ واحمد فى المسند ۱۱۸/٤۔

ترجمہ: حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مال کو فروخت کرنے کے لئے کثرت سے قسمیں اٹھانے سے گریز کرو کیونکہ اس سے کاروبار تو چل جائے گا مگر برکت ختم ہو جائے گی۔

تشریح ❁ ممکن ہے کہ زیادہ قسمیں اٹھانے سے بکری خوب ہو جائے لیکن اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ تجارت میں

خیر و برکت جاتی رہے گی۔ کیونکہ جو شخص قسموں کا عادی بن جاتا ہے۔ تو وہ جھوٹی قسموں سے بھی بچ نہیں سکتا۔

قسم برکات کو مٹانے کا باعث ہے

٤/٢٧٥٧ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْحَلِفُ مُنْفِقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مَمْحَقَةٌ لِلْبَرَكَةِ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاری ٣١٥/٤۔ الحديث رقم ٢٠٨٧ ومسلم فی ١٢٢٨/٣ الحديث رقم (١٣١۔ ١٦٠٦) وابوداوٗد فی السنن ٦٣٠/٣ الحديث رقم ٣٣٣٥۔ والنسائی فی ٢٤٦/٧ الحديث رقم ٤٤٦١۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ قسم مال کے بکنے کا سبب ہے مگر یہ برکت کے مٹ جانے کا ذریعہ ہے۔''

تشریح ۞ زیادہ قسمیں اٹھانا یا جھوٹی قسمیں کھانا کمائی میں برکت کو مٹا دیتا ہے یا تو مال تلف ہو جاتا ہے یا پھر اس کا مال ایسے مقام پر خرچ ہوتا ہے جہاں نہ دنیا کا فائدہ ہو اور نہ آخرت کا۔ یہ سب برکت مٹنے میں شامل ہیں۔

ایسے تین آدمیوں کا بیان جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہ فرمائینگے

٥/٢٧٥٨ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهٗ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ١٠٢/١ الحديث رقم (١٧١۔ ١٠٦)۔ والنسائی فی السنن ٢٤٥/٧ الحديث رقم ٤٤٥٨۔ وابن ماجه ٧٤٤/٢ الحديث رقم ٢٢٠٨۔ والدارمی فی ٣٤٥/٢ الحديث رقم ٢٦٠٥۔ واحمد فی المسند ١٥٨/٥۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہ فرمائیں گے (یعنی عنایت و مہربانی کا کلام نہ فرمائیں گے)۔ اور قیامت کے دن ان کی طرف نظر نہ فرمائیں گے (یعنی رحمت و شفقت کی نگاہ نہ فرمائیں گے۔ اور نہ ان کو پاک کریں گے (یعنی ان کو گناہوں سے پاک نہ کریں گے)۔ اور ان کو دردناک عذاب دیا جائے گا۔ حضرت ابوذر کہنے لگے۔ یہ خائب و خاسر ہونے والے کون لوگ ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ نمبر ا اپنے ازار کو دراز کرنے والا نمبر ٢ دوسرا کسی چیز کو دے کر احسان جتلانے والا نمبر ٣ تیسرا جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے سامان کو فروخت کرنے والا۔

① ازار یا پائینچے دراز کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ٹخنوں سے نیچے اپنے ازار اور پاجامے کو تکبر کی وجہ سے لٹکانے والا اور اپنے دامن کو جو تکبر سے دراز کرے وہ بھی اس میں داخل ہے۔

② جو شخص دیکر احسان جتلائے وہ ثواب سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

③ قسم اٹھا کر اپنے مال کو فروخت کرنا مثلاً نوے روپے کی چیز کے بارے میں قسم اٹھاتا ہے کہ اللہ کی قسم میں نے یہ سو روپے میں خریدی ہے۔ اس سے مقصد یہ ہے کہ خریدار اس چیز کی مالیت زیادہ سمجھ کر زیادہ رقم میں خریدے۔

الفصل الثانی:

سچائی اور دیانتداری سے کاروبار کرنے والا انبیاء' صدیقین وشہداء کے ساتھ

۶/۲۷۵۹ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ (رواہ الترمذی والدارمی والدارقطنی ورواہ ابن ماجۃ) عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ.

اخرجہ الترمذی فی السنن ۱۵۱۵/۳ الحدیث رقم ۱۲۰۹۔ والدارمی فی ۳۲۲/۲ الحدیث رقم ۲۵۳۹۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جو شخص انتہائی سچائی اور دیانتداری سے کاروبار کرے گا وہ انبیاء صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

① تاجر اس شخص کو کہا جاتا ہے جو خرید وفروخت اور اجارے میں مصروف ہو سب سے افضل ترین تجارت کپڑے کی تجارت ہے اس کے بعد دوسرا درجہ عطر فروشی کا ہے۔

② نبیوں کے ساتھ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس تاجر میں یہ صفات پائی جائیں اس میں کمال کی سب صفتیں ہوں گی۔ جن کی وجہ سے وہ اس بات کا حقدار ہوگا کہ اس کا حشر انبیاء کے ساتھ یا جنت میں انبیاء کی اطاعت کی وجہ سے ان کے ساتھ جگہ میسر ہوگی۔ اور صدیقین کے ساتھ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ ان کی صفت صدیق میں ان کے ساتھ موافقت کی وجہ سے ان کے ساتھ ہوگا اور شہداء کے ساتھ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ صدق وامانت میں ان کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ان کا ساتھ میسر ہوگا۔

تجارت کے ساتھ صدقہ ملانے کا مطلب

۷/۲۷۶۰ وَعَنْ قَیْسِ بْنِ اَبِیْ غَرَزَۃَ قَالَ کُنَّا نُسَمّٰی فِیْ عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ السَّمَاسِرَۃَ فَمَرَّبِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَمَّانَا بِاسْمٍ ھُوَ اَحْسَنُ مِنْہُ فَقَالَ یَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ اِنَّ الْبَیْعَ یَحْضُرُہُ اللَّغْوُ وَالْحَلْفُ فَشُوْبُوْہُ بِالصَّدَقَۃِ۔

(رواہ ابوداوٗد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ)

اخرجہ ابوداوٗد فی السنن ۶۲۰/۳ الحدیث رقم ۳۳۲۶۔ والترمذی فی ۵۱٤/۳ الحدیث رقم ۱۲۰۸۔ والنسائی فی ۲٤۷/۷ الحدیث رقم ٤٤٦۳۔ وابن ماجہ فی ۷۲٦/۲ الحدیث رقم ۲۱٤۵۔

ترجمہ: حضرت قیس بن ابی غرزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم یعنی گروہ تجار کا نام جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ

میں سماسرہ رکھا جاتا تھا۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا ہمارے پاس سے گزر ہوا تو آپ ﷺ نے ہمارا ایسا نام رکھا جو پہلے نام سے بہتر تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یَا مَعْشَرَ التُّجَّار :اے گروہ تجار! بیع وشراء کے وقت تمہیں کئی قسم کی بے فائدہ باتیں اور قسمیں کھانے کا موقع پڑتا ہے یعنی بہت سی قسموں یا کبھی کبھار جھوٹی قسموں کے کھانے کا موقع پیش آجاتا ہے پس تم اپنی بیع کے ساتھ صدقہ کو ملائے رکھا کرو۔

① سماسرہ یہ سمسار کی جمع ہے اس کا معنی دلال ہے اس زمانے میں تاجر کو سمسار کہتے تھے تو آپ ﷺ نے اس کی بجائے تاجر کا نام تجویز فرمایا یہ نام اس سے اس بناء پر بہتر ہے کیونکہ قرآن مجید میں تجارت کا تذکرہ توصیفی انداز میں کئی مواقع میں موجود ہے۔ مثلاً نمبر ا یہ آیت: هل ادلكم على تجارة تنجيكم من عذاب اليم ...... نمبر۲ تجارة عن تراض...... نمبر۳ :تجارة لن تبور ......۔

② تجارت کے ساتھ صدقہ ملانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ دیا کرو تا کہ وہ بیع میں ہونے والی غلطیوں کا کفارہ بن جائے۔

③ بے فائدہ باتیں اور قسمیں (جھوٹی) اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے والی ہیں اور صدقہ غضب الٰہی کو دور کرتا ہے۔

خائن تجار کا حشر قیامت کے دن جھوٹے اور نافرمانوں جیسا ہوگا

۸/۲۷۶۱ وَعَنْ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التُّجَّارُ يُحْشَرُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فُجَّارًا اِلَّا مَنِ اتَّقٰى وَبَرَّ وَصَدَقَ ۔ (رواہ الترمذی وابن ماجة والدارمی وروی البیھقی فی شعب الا یمان عن البرآء وقال الترمذی هذا حدیث حسن صحیح)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵۱۵/۳ الحدیث رقم ۱۲۱۰۔ وابن ماجه فی ۷۲۶/۲ الحدیث رقم ۲۱۴۵ والدارمی فی ۳۲۲/۲ الحدیث رقم ۲۵۳۸۔ واحمد فی المسند ۴۲۸/۳۔

ترجمہ: حضرت عبید بن رفاعہ نے اپنے والد حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ تجار کا حشر قیامت کے دن فجار یعنی جھوٹے اور نافرمانوں جیسا ہوگا۔ مگر وہ شخص (اس انجام سے) بچے گا جس نے پرہیزگاری اختیار کی یعنی نیکی کی اور خیانت وفریب سے اپنے آپ کو بچایا مطلب یہ ہے کہ تجارتی معاملات میں لوگوں سے بھلائی کی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہا اور سچائی کو اپنایا۔

بَابُ الْخِیَارِ

خیار کا تذکرہ

اہم فائدہ:

خیار کا لفظ اختیار سے نکلا ہے اور اس کا لغوی معنی چناؤ وانتخاب ہے یعنی دو امور میں سے اچھے امر کو چننا' پسند کرنا' اصطلاح فقہاء میں بیع کو نافذ کرنے یا توڑ دینے کا جو اختیار حاصل ہوتا ہے وہ خیار کہلاتا ہے۔

خیارِ بیع کی اقسام:

(۱) خیار شرط نمبر (۲) خیار عیب نمبر (۳) خیار رؤیت نمبر (۴) خیار تعیین' ان کی تعریف وتفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ نمبر ۵ خیار مجلس۔ معاہدہ بیع طے پا جانے یعنی ایجاب قبول ہو جانے کے بعد ہر ایک بائع اور مشتری کو مجلس میں بیٹھنے تک جو اختیار فسخ وقبول کا ہوتا ہے وہ خیار مجلس کہلاتا ہے جب مجلس سے ایک فریق اٹھ جائے تو یہ اختیار ختم ہو گیا۔ اب رہا یہ مسئلہ کہ یہ خیار درست ہے یا نہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک یہ خیار ثابت ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک:

امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ خیار مجلس کے قائل نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ایجاب وقبول مکمل ہو گیا تو خیار مجلس ختم ہو گیا۔ اگر ایک فریق بیع فسخ کرنا چاہے تو دوسرے فریق پر فسخ کرنا لازم نہیں ہے البتہ دوسرے فریق کی رعایت کرتے ہوئے اپنی خوشی سے سودا واپس کر لینا امر مستحسن ہے۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اگر عقد کے وقت شروط لگا دی گئیں۔ تو یہ خیار شرط کہلائے گا اور اس کی مدت تین دن ہوگی۔ اس سے زیادہ نہیں۔

الفصل الاول:

خیارِ مجلس کے مسئلہ میں حنفیہ کی دلیل

۱/۲۷۶۲ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُتَبَايِعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِالْخِيَارِ عَلٰى صَاحِبِهٖ مَالَمْ يَتَفَرَّ قَا اِلاَّ بَيْعَ الْخِيَارِ (متفق علیه وفی روایة لمسلم) اِذَا تَبَايَعَ الْمُتَبَايِعَانِ

فَكُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِالْخِيَارِ مِنْ بَيْعِهٖ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا اَوْ يَكُوْنَ بَيْعُهُمَا عَنْ خِيَارٍ فَاِذَا كَانَ بَيْعُهُمَا عَنْ خِيَارٍ فَقَدْ وَجَبَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلتِّرْمِذِيِّ اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَالَمْ يَتَفَرَّقَا اَوْ يَخْتَارَا وَفِي الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ اَوْ يَقُوْلُ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ اخْتَرْ بَدَلَ اَوْ يَخْتَارَا۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ٣٢٦/٤۔ الحدیث رقم ٢١٠٧۔ ومسلم فی صحیحه ١١٦٣/٣ الحدیث رقم ١٥٣١/٤٣۔ وابوداوٗد فی السنن ٧٣٢/٣ الحدیث رقم ٣٤٥٤ والترمذی فی ٥٤٧/٣ الحدیث رقم ١٢٤٥۔ والنسائی فی ٢٤٨/٧ الحدیث رقم ٤٤٦٥ وابن ماجه فی ٧٣٦/٢ الحدیث رقم ٢١٨١۔ ومالك فی المؤطا ٦٧١/٢ الحدیث رقم ٧٩ فی کتاب البیوع۔ واحمد فی المسند ٥٢/٢۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خریدار اور مشتری میں سے ہر ایک کو اختیار حاصل ہے کہ وہ بیع کو قائم رکھے یا فسخ کر دے جب تک کہ وہ جدا نہ ہوں (یعنی جب مجلس سے اٹھ کھڑے ہوں تو خیار باقی نہ رہے گا) مگر بیع خیار میں خیار باقی رہتا ہے (یعنی جس بیع میں شرط خیار لگائی جائے کہ میں اس کو چاہوں گا تو باقی رکھونگا اور اگر چاہوں گا تو توڑ دوں گا۔ تو اس میں جدائی کے باوجود اختیار باقی رہے گا)۔ مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ جب بائع ومشتری باہم بیع کریں تو ان میں سے ہر ایک کو جدا ہونے تک اختیار ہے یا جب کہ بیع خیار شرط کے ساتھ مشروط ہو تو اختیار لازم ہے۔ اور ترمذی کے الفاظ یہ ہیں کہ بائع ومشتری کو اختیار ہے جب تک وہ دونوں جدا نہ ہوں مگر اس صورت میں کہ جب وہ خیار کی شرط لگالیں (جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا تو جدا ہونے کے باوجود ان کو اختیار باقی رہے گا) اور بخاری مسلم کی روایت میں اس طرح الفاظ ہیں مگر جب ان میں سے ایک دوسرے کو یہ کہے کہ خیار کی شرط لگاؤ۔ اس روایت میں "یختار" کے بجائے "اختر" کا لفظ ہے۔ یعنی ایک نے خیار کی شرط لگائی اور دوسرے نے قبول کی تو یہ ان کو خیار حاصل ہو جائے گا۔

تشریح ۞ بیع سمیت تمام عقود ومعاملات کی حقیقت ایجاب وقبول ہے۔ ایجاب وقبول کے علاوہ کوئی اور چیز کسی عقد کے لئے رکن نہیں ہے۔ لہٰذا جب دونوں رکن یعنی ایجاب وقبول پائے گئے تو عقد تام ہو گیا اور اس کو پورا کرنا واجب ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یایها الذین امنوا اوفوا بالعقود" اور خیار مجلس اس ایفائے عہد کے منافی ہے۔ نیز قرآن پاک میں ہے: " ولا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارة عن تراض منکم " جب بائع ومشتری دونوں نے ایجاب وقبول کر لیا تو تراضی متحقق ہو گئی لہٰذا ایک دوسرے کا مال حلال ہو گیا۔ نیز ایجاب وقبول کے بعد مبیع پر مشتری کی اور ثمن پر بائع کی ملکیت ثابت ہو گئی۔ اب دونوں کی مشترکہ رضامندی کے بغیر عقد واپس کرنا اس آیت کے منافی ہے۔

(۱) اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ مجلس کا خیار ثابت ہے۔ (۲) جو حضرات خیار مجلس کے قائل نہیں ان کے ہاں روایت کا معنی جدا ہونے سے اقوال میں جدائی مراد ہے نہ کہ اجسام کی یعنی ایجاب وقبول مکمل ہونے تک اختیار ہے چاہیں تو بیع کو قبول کرلیں یا رد کر دیں جب ایجاب وقبول ہو چکا یعنی ایک نے کہہ دیا کہ میں نے فروخت کر دیا اور دوسرے نے کہا میں نے خرید لیا تو خیار ختم ہو گیا۔ ان کی دلیل یہ آیت ہے: "وان یتفرقا یغن الله کلامن سعته ......"۔ اس آیت میں مرد وعورت کا طلاق سے جدا ہونا مراد ہے مجلس سے جدا ہونا مراد نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ یہاں تفرق سے تفرق بالابدان ہی مراد ہے اور حدیث میں خیارِ مجلس کا اثبات مقصود ہے تو ہم کہیں گے کہ یہاں خیارِ استحبابی ثابت کرنا مقصود ہے یعنی دوسرے فریق کی رعایت کرتے ہوئے اپنی خوشی سے سودا واپس کر لینا مستحسن اور عین مروت ہے واجب نہیں ہے' اور اس کو ہم بھی مانتے ہیں ہم صرف خیار لزومی کو تسلیم نہیں کرتے اور وہ اس حدیث سے ثابت بھی نہیں ہے۔

فروخت کنندہ اور خریدار کو جدا ہونے تک خیار حاصل ہے

۲/۲۷۶۳ وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا فَاِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِيْ بَيْعِهِمَا وَاِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحح ۳۰۹/٤۔ الحدیث رقم ۲۰۷۹۔ ومسلم فی صحیحح ۱۱٦٤/۳ الحدیث رقم (٤٧۔ ۱۵۳۲)۔ والترمذی فی ۵٤۸/۳ الحدیث رقم ۱۲٤٦ واحمد فی المسند ٤۰۳/۳۔

ترجمہ: حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا فروخت کنندہ اور خریدار کو جدا ہونے تک خیار حاصل ہے پھر اگر وہ بیع میں سچ کو اختیار کریں گے یعنی فروخت کی جانے والی چیز اور ثمن کے بیان میں عیب اور اچھائی درست بیان کریں گے تو بیع کے اندر برکت دی جاتی ہے اور اگر عیب چھپا کر جھوٹ بولیں گے تو بیع کی برکت ختم کر دی جاتی ہے۔

دین میں فریب نہیں

۳/۲۷۶۴ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ اُخْدَعُ فِي الْبُيُوْعِ فَقَالَ اِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ فَكَانَ الرَّجُلُ يَقُوْلُهُ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی ۳۹۵/٤۔ الحدیث رقم ۲۱۱۷۔ ومسلم فی صحیحح ۱۱٦۵/۳ الحدیث رقم (٤۸۔ ۱۵۳۳)۔ وابوداؤد فی السنن ۷٦۵/۳ الحدیث رقم ۳۵۰۰۔ والنسائی فی ۲۵۲/۷ الحدیث رقم ٤٤۸٤۔ ومالك فی المؤطا ٦۸۵/۲ الحدیث رقم ۹۸ من کتاب البیوع۔ واحمد فی المسند ۸/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ خرید وفروخت کے معاملے میں مجھے لوگ فریب دے جاتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا جب تم خرید وفروخت کی بات طے کرو تو کہہ دیا کرو کہ دین میں فریب نہیں یعنی فریب کی گنجائش نہیں پس وہ شخص اسی طرح کہہ دیتا تھا۔

تشریح ۞ اس روایت میں لَا خِلَابَةَ کے لفظ کے متعلق علماء نے مختلف اقوال لکھے ہیں۔ یہاں چند قول نقل کر رہے ہیں (۱) علامہ تورپشتی لکھتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو بیع کے وقت یہ لفظ کہنے کا حکم دیا تا کہ خریدار کو آگاہ کر دیا جائے کہ مجھے اس معاملے کی زیادہ واقفیت نہیں تمہیں چاہیے کہ تم میرے ساتھ فریب نہ کرو اور نہ ہی مجھے نقصان پہنچاؤ تو اس زمانے میں لوگ چونکہ دیندار اور مخلوق کے بہی خواہ تھے اور مسلمان بھائیوں کے لیے اسی چیز کو پسند کرتے تھے جو اپنے لئے پسند

کرتے تھے خصوصاً جب کہ وہ مسلمان اس کو آگاہ بھی کر دے چنانچہ اس کہنے سے وہ اس کی خیر خواہی کا لحاظ رکھتے تھے علامہ طیبی نے بھی اسی قول کو پسند کیا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ بات بطور خیر خواہی کے کہی گئی بیع کے فسخ اور عدم فسخ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ بعض حضرات نے کہا یہ کہ خیارِ شرط کی تمہید ہے جبکہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ لَا خِلَابَةَ کہنے سے خیارِ شرط ثابت نہیں ہوتا اس کے لئے مستقل بات کرنا ضروری ہے۔

الفصل الثانی:

مذکورہ حدیث سے شافعیہ کا استدلال اور حنفیہ کی طرف سے مسکت جواب

۲۷۶۵/۴ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَالَمْ يَتَفَرَّقَا اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ صَفْقَةَ خِيَارٍ وَلَا يَحِلُّ لَهٗ اَنْ يُفَارِقَ صَاحِبَهٗ خَشْيَةَ اَنْ يَسْتَقِيْلَهٗ۔

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۷۳٦/۳ الحديث رقم ۳٤٥٦۔ والترمذی فی ۵۵۰/۳ الحديث رقم ۱۲٤۷۔ والنسائی فی ۲۵۱/۷ الحديث رقم ٤٤۸۳۔ واحمد فی المسند ۱۸۳/۲۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب رحمہ اللہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بائع اور مشتری کو اس وقت تک اختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہوں مگر جب کہ وہ بیع میں خیار کی شرط رکھیں (یعنی جب جدا ہو گئے تو خیار نہ رہا اور اگر ان دونوں نے بیع میں خیار کی شرط رکھ دی اور بعد میں جدا ہوئے تو جدائی کے بعد ان کو اختیار رہتا ہے) اور یہ بات مناسب نہیں (یعنی ورع اور تقوی کے لحاظ سے یہ مناسب نہیں) کہ بائع یا مشتری مجلس سے اس خطرے کے پیش نظر مجلس سے جلد اٹھ جائے کہ کہیں اس کا ساتھی اس سے اقالہ نہ طلب کر لے (اقالہ کا معنیٰ بیع کا فسخ کرنا)۔

تشریح ۞ شافعیہ اس حدیث کے آخری جملے کو بطور قرینہ پیش کرتے ہیں کہ حدیث میں تفرق سے مراد تفرق بالابدان ہے نہ کہ تفرق بالاقوال۔ کیونکہ اس حدیث میں یہ فرمایا گیا ہے کہ متعاقدین میں سے کسی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے ساتھی سے محض اس وجہ سے جدا ہو جائے کہ کہیں وہ بیع کو ختم کرنے کا مطالبہ نہ کر دے۔ حنفیہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ حدیث میں استقالہ کا لفظ ذکر کیا گیا ہے جس کا معنی ہے اقالہ طلب کرنا اقالہ اس وقت طلب کیا جا سکتا ہے جبکہ پہلے بیع تمام ہو چکی ہو اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ یہ حدیث آپ کے بھی خلاف ہو گئی۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہاں مفارقت سے مراد مفارقت بالقبول یعنی قبول کر لینا ہے مطلب یہ ہے کہ اس سے قبول کرنے میں جلدی کرنا کہ کہیں ایجاب کرنے والا اپنا ایجاب واپس نہ لے لے ایسا نہ کرنا چاہئے اس لئے کہ بسا اوقات ایجاب کرنے والے سے سبقت لسانی کی وجہ سے ایجاب ہو جاتا ہے قبول میں جلدی کر کے اس کو سوچنے کا موقع نہ دینا اخلاق کے خلاف ہے۔

بائع اور مشتری باہمی رضامندی کے بغیر ہرگز جدا نہ ہوں

۵/۲۷۶۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَتَفَرَّقَنَّ اثْنَانِ اِلَّا عَنْ تَرَاضٍ۔

(رواه ابوداود)

اخرجه ابوداؤد فی ۷۳۷/۳ الحدیث رقم ۳۴۵۸۔ والترمذی فی ۵۵۱/۳ الحدیث۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بائع اور مشتری باہمی رضامندی کے بغیر ہرگز جدا نہ ہوں۔

تشریح ❁ جب تک بائع اور مشتری بیع اور ثمن کے بارے میں باہمی رضامند نہ ہوں تو اس وقت تک جدائی اختیار نہ کرے اگر اس بات کو سامنے نہیں رکھیں گے تو ضرر رسانی لازم آئے گی جس کی شریعت میں ممانعت کی گئی ہے (۲) یا اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ بائع اور مشتری میں سے جو جدا ہونے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ اپنے ساتھی سے پوچھ لے کہ آیا مبیع تمہیں پسند ہے تو اگر اس کا ارادہ بیع کو ختم کرنے کا ہوگا تو وہ فسخ کر دے گا ورنہ وہ نافذ رہے گی اس صورت میں یہ اور پہلی روایت ہم معنی ہوگئی اور ممانعت سے نہی تنزیہی ثابت ہوئی کیونکہ اس بات پر تو سب کا اجماع ہے کہ ان کا بغیر اجازت کے ایک دوسرے سے جدا ہونا جائز ہے۔

الفصل الثالث:

حاکم کا کسی تاجر کو خصوصی اجازت (بحالتِ خصوصی) مرحمت فرمانا

۶/۲۷۶۷ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیَّرَ اَعْرَابِیًّا بَعْدَ الْبَیْعِ۔

(رواه الترمذی وقال هذا حدیث حسن صحیح غریب)

الترمذی فی السنن ۵۵۱/۳ الحدیث رقم ۱۲۴۹۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بدو کو خرید وفروخت مکمل ہو جانے کے بعد فسخ کا اختیار دیا (یہ حدیث غریب ہے)۔

بَابُ الرِّبٰوا

سود کا بیان

شریعت میں ربوا یعنی سود اس اضافے کو کہا جاتا ہے جو عوض سے خالی ہو اور عقد کے درمیان اس اضافے کی شرط لگائی جائے۔

مسئلہ: (۱) ربوا بیع اور قرض دونوں میں حرام ہے اور یہ گناہ کبیرہ ہے اس کی حرمت کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

(۲) ربوا کی دو قسمیں ہیں (۱) ربوا نسیہ یعنی نقد کو ادھار یعنی وعدے کے ساتھ بیچنا جبکہ جنس یا قدر میں مشترک ہو (۲) ربوا فضل۔ یعنی تھوڑے کو زیادہ کے بدلے میں فروخت کرنا اس میں جنس بھی ایک ہو اور زمانہ بھی ایک ہو تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس میں ربوا کی دو قسمیں ہیں فضل اور نسیہ اور دونوں حرام ہیں۔

حنفیہ کے یہاں ربا کی حرمت کی علت قدر مع الجنس ہے۔ قدر کا معنی ہے کسی چیز کا کیلی یا موزونی ہونا یعنی وہ چیز کیل کر کے یا وزن کر کے خریدی اور بیچی جاتی ہو اور جنس سے مراد حقیقت شئی ہے مثلاً گندم کا گندم ہونا' چاول کا چاول ہونا وغیرہ لہٰذا جہاں دو چیزیں قدر اور جنس میں متحد ہوں گی تو وہاں ادھار اور کمی وبیشی ناجائز ہوگی۔

مسئلہ: (۳) شریعت کے اندر قدر کیل یا وزن کو کہا جاتا ہے کیونکہ شرعی معیار کیل یا وزن ہے چنانچہ جس چیز کو شارع نے کیلی قرار دیا وہ وزنی نہیں ہوگی خواہ لوگ اس کو عرف میں وزن کے ساتھ استعمال کریں اور جس چیز کو شریعت نے وزنی قرار دیا خواہ وہ عرف عام میں کیل کے ساتھ استعمال کی جائے اس کی مثال اس طرح ہے کہ گندم کو گندم کے بدلے وزن کے ساتھ فروخت کرنا جائز نہیں اسی طرح سونے اور چاندی کو سونے اور چاندی کے بدلے میں کیل کے ساتھ فروخت کرنا جائز نہیں خواہ وہ دونوں برابر ہوں کیونکہ ثبوت میں شریعت کی نص سب سے زیادہ پختہ ہے عرف عام اس کا مقابل نہیں بن سکتا۔

مسئلہ: (۴) البتہ جس چیز کے بارے میں نص نہیں یعنی شریعت نے نہ ان چیزوں کو کیلی کہا اور نہ وزنی تو اس میں عرف کا لحاظ کیا جائے گا۔

مسئلہ: (۵) امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے عرف عام کے متعلق روایت ملتی ہے اور علامہ کمال نے اسی کو راجح قرار دیا ہے چنانچہ اس قول کو بنیاد بنا کر سونے کے بنے ہوئے دینار کو گنتی کر کے قرض لینے کو جائز قرار دیا گیا ہے اور اسی طرح آٹے کو وزن کر کے فروخت کرنے کا جواز لکھا ہے اور کافی حاکم میں بھی لوگوں کی عادت کے مطابق فتویٰ نقل کیا گیا ہے اس میں کوئی قید نہیں لگائی گئی۔ (بحرالرائق)

مسئلہ: (۶) اگر جنس اور قدر میں سے ایک چیز پائی جائے تو ربوا نسیہ تو حرام ہے مگر ربوا فضل جائز ہے اس کی مثال اس طرح ہے مثلاً گندم کے بدلے گندم یا چنے کے بدلے چنے یا چونے کے بدلے چونا یا سونے کے بدلے سونا یا لوہے کے بدلے لوہا جب فروخت کیا جائے تو فضل اور نسیہ دونوں حرام ہیں یعنی ادھار اور اضافہ دونوں ناجائز ہیں لیکن اگر عوضین کی جنس مختلف ہو یا قدر میں وہ متحد نہ ہوں تو اس صورت میں کمی بیشی تو جائز ہے لیکن ادھار فروخت کرنا درست نہیں ہے مثلاً گندم کو چاول کے بدلے فروخت کرنا کمی بیشی کے ساتھ جائز ہے لیکن ادھار جائز نہیں ہے اس لئے کہ یہاں ربوا کی ایک علت یعنی قدر تو ہے لیکن دوسری چیز یعنی ہم جنس ہونا نہیں پایا گیا۔

مسئلہ: (۷) اسی طرح کپڑے کا ایک ٹکڑا دوسرے ٹکڑے کے بدلے یا گھوڑے کو گھوڑے کے بدلے فروخت کیا جائے تو اضافہ حلال ہے اور ادھار حرام ہے کیونکہ یہاں جنس تو ایک ہے لیکن کیل و وزن میں سے کوئی چیز نہیں پائی جاتی کیونکہ شریعت نے کیل اور وزن کو معیار بنایا گز وغیرہ شرعی معیار نہیں تو گویا یہاں علت ربوا میں سے جنس ہے' قدر نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر دونوں چیزوں میں نہ تو جنس ہو اور نہ پیمانہ ایک ہو تو اس میں اضافہ بھی جائز ہے اور ادھار بھی جائز ہے مثلاً گندم کو

چاندی کے بدلے یا لوہے کے بدلے فروخت کیا جائے تو اضافہ اور ادھار دونوں جائز ہیں کیونکہ یہاں نہ جنس ایک ہے اور نہ پیائش کا پیمانہ ایک ہے گندم کو کیل کیا جاتا ہے جب کہ سونا اور لوہے دونوں کو وزن کر کے فروخت کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر سونے کو لوہے کے بدلے یا لوہے کو سونے کے بدلے فروخت کیا جائے تو ان میں جنس اور پیمانے کا اتحاد نہ ہونے کی وجہ سے ہر دو چیزیں یعنی کمی بیشی اور ادھار جائز ہیں چونکہ سونے کے تراز و اور باٹ اور لوہے کے تراز و اور باٹ الگ الگ ہیں۔ اسی طرح اگر گندم کو چونے کے بدلے یا اس کے برعکس فروخت کیا جائے تو ہر دو باتیں درست ہیں۔ کیونکہ گندم اور چونے کی جنس الگ ہے اور کیل بھی دونوں کا مختلف ہے۔ (درمختار، مالا بدمنہ)

الفصل الاول:

سود لینے دینے والے کے لعنتی ہونے کا بیان

۲۷۶۸/۱ عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰكِلَ الرِّبَا وَمُؤْكِلَهٗ وَكَاتِبَهٗ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحح ۱۲۱۹/۳ الحديث رقم (۱۰۶۔ ۱۵۹۸)۔ والترمذی فی السنن ۵۱۲/۳ الحديث رقم ۱۲۰۶۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے والے اور دینے والے اور لکھنے والے اور گواہی دینے والے پر لعنت کی ہے اور فرمایا یہ سب لوگ اس میں برابر ہیں یعنی اصل گناہ میں سب برابر ہیں اگرچہ مقدار اور کام میں مختلف ہیں۔

تشریح ۞ لکھنے والے وغیرہ کو لعنت میں اس لئے شامل کیا گیا کیونکہ وہ ناجائز کام میں مددگار ہیں۔ اس روایت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ سود کا اشٹام لکھنا اور اس کا گواہ بننا دونوں ہی حرام ہیں۔

حرام ربوا کی دو اقسام

۲۷۶۹/۲ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ يَدًا بِيَدٍ فَاِذَا اخْتَلَفَتْ هٰذِهِ الْاَصْنَافُ فَبِيْعُوْا كَيْفَ شِئْتُمْ اِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۲۱۱/۳ الحديث رقم (۸۱۔ ۱۵۸۷)۔

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونے کو سونے کے بدلے اور چاندی کو چاندی کے بدلے اور گندم کو گندم کے بدلے اور جو کو جو کے بدلے اور کھجور کو کھجور کے بدلے اور نمک کو نمک کے بدلے جب کہ برابر ہوں یعنی ان کی مقدار ایک جیسی ہو اور لین دین بھی ہاتھوں ہاتھ کیا جائے تو درست ہے اور اگر یہ

اجناس مختلف ہوجائیں تو پھر جس طرح چاہو فروخت کرو بشرطیکہ بیع ہاتھوں ہاتھ ہو۔

تشریح ہاتھوں ہاتھ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بائع اور مشتری سودے کے بعد جدا ہونے سے پہلے شی اور ثمن کو قبضے میں کر لیں یہ چیز جائز نہیں کہ شی وعدے پر ہو یا نقدی کا وعدہ ہو۔

(۲) اس روایت میں چھ چیزوں میں ربوا کا حکم بیان کیا گیا ہے سونا' چاندی' گندم' جو' کھجور' نمک ان کے علاوہ اور چیزیں مثلاً لوہا اور چونا اور غلہ جات علماء نے ان کو بھی ان پر قیاس کیا ہے لیکن ان میں کچھ اختلاف ہے اختلاف کی وجہ اور اختلاف آئندہ سطور میں ذکر کریں گے ان شاء اللہ۔

وجہ اختلاف:

شریعت مطہرہ نے جس ربوا کو حرام قرار دیا ہے اس کی دو قسمیں ہیں: ایک ربا القرض' اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کو کچھ قرض خاص مدت تک کے لئے اس شرط پر دے کہ مدت ختم ہونے پر اس رقم کے ساتھ مقروض اتنی مزید رقم بھی دے گا۔ نیز قرض کی ادائیگی میں جتنی تاخیر ہوگی اتنی رقم بڑھتی جائے گی' اس کو ربا حقیقی' ربا القرآن' ربا الجاہلیۃ بھی کہا جاتا ہے اور نزول قران کے زمانہ میں مشہور ومعروف تھا اس کے بارے میں کوئی اشتباہ' الجھن وغیرہ نہ تھی۔ دوسری قسم ربا المعاملات ہے۔ شریعت نے بعض خاص قسم کے معاملات کو بھی سودی قرار دیا ہے۔ مثلاً حدیث مذکور میں چھ چیزوں کی بیع بالتفاضل یا نسیہ کو اسی طرح بیع مزابنہ اور محاقلہ کو سودی معاملہ قرار دیا ہے۔ اس نوعیت کے ربوا کے بارے میں کچھ خفاء تھا۔ اجتہاد کی ضرورت تھی کہ آیا ربا المعاملات انہیں چھ چیزوں میں منحصر ہے یا دوسرے معاملات میں بھی ہوسکتا ہے' پھر اگر ربا المعاملات ان چیزوں میں منحصر نہیں ہے تو ان معاملات میں ربوا کی وہ کونسی علت ہے جس کے پائے جانے کی صورت میں دوسرے معاملات کو بھی ربوا اور سودی قرار دیا جائے گا ان باتوں میں فقہاء کا اختلاف ہوا ہے اور اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ان چھ چیزوں میں ربوا کی علت مختلف مانی گئی ہے:

① امام مالکؒ نے ان چھ چیزوں میں ربوا کی علت' سونے چاندی میں ان کا ثمن ہونا قرار دی ہے اور بقیہ چار چیزوں میں انہوں نے ایسی خوراک جس کا ذخیرہ کیا جاسکے اس کو علت قرار دیا ہے گویا امام مالکؒ کے نزدیک علت ربا ثمنیت اور ادخار ہے پس اس کے مطابق جو چیزیں ایسی خوراک میں سے ہیں جن کو عرصہ تک ذخیرہ کیا جاسکے یا ان میں ثمنیت ہو اس میں تو ربوا حرام ہوگا ورنہ نہیں۔ چنانچہ ان کے ہاں سبزیاں' میوہ جات اور کھانے کی وہ اشیاء جو ذخیرہ نہیں ہوسکتیں ان میں اضافہ جائز ہوگا یعنی دو کو ایک کے بدلے میں لینا دینا یا ایک کو دو کے بدلے میں لینا دینا درست ہوگا۔

② امام شافعیؒ کے ہاں ربوا کی علت سونے چاندی میں تو ثمنیت ہے اور باقی چار چیزوں میں قوت یعنی خوراک ہونا ہے خواہ وہ باقی رہ سکتی ہو یا نہ رہ سکتی ہو۔ گویا امام شافعیؒ کے نزدیک علت ربا طعم اور ثمنیت ہے۔ ہم جنس ہونا علت نہیں ہے بلکہ ربا کی شرط ہے۔ اس لئے ان کے ہاں سبزیاں' میوہ جات ادویات ان سب میں ربوا جاری ہوگا برابر لین دین تو درست ہوگا مگر ایک جنس ہونے کی حالت میں کمی زیادتی جائز نہ ہوگی۔ البتہ لوہا تانبا پیتل دھات اور چونا اور اسی طرح کی دیگر اشیاء میں ان کے ہاں سرے سے سود نہیں ہوگا۔ یعنی ایک پیمانہ چونے کا دو پیمانے چونے کے بدلہ میں لینا دینا درست

ہوگا۔اسی طرح لوہا تانبا ایک سیر کے بدلے دو سیر لینا جائز اور درست ہے کیونکہ ان میں نہ طعم ہے نہ ثمنیت ہے۔

(۳) امام ابوحنیفہؒ کے ہاں ان چیزوں میں سود کی علت اتحادِ جنس مع القدر یعنی جنس اور پیمانے کا ایک جیسا ہونا ہے پس سونے چاندی میں ربوا کی علت وزن ہے۔پس ہر وزنی چیز میں مثلاً تانبا لوہا وغیرہ میں یہ ربوا جاری ہوگا اور باقی چار چیزوں میں ربوا کی علت کیل ہے۔پس جتنی چیزیں کیل کی جاتی ہیں مثلاً چونا اشنان وغیرہ ان سب میں ربوا جاری ہوگا۔جن چیزوں کا کیلی اور وزنی ہونا نص میں آیا ہے ان میں تبدیلی نہیں کی جاسکتی مثلاً شریعت نے سونے چاندی کو وزنی قرار دیا ہے پس اس کا حکم ہمیشہ وزنی چیز کا رہے گا۔ اگرچہ عرف عام میں لوگ اس کے خلاف استعمال میں لے آئیں۔اسی طرح گندم جو نمک کو شریعت نے کیلی قرار دیا ہے یہ کیلی ہی رہیں گے۔اگرچہ عرف میں لوگوں کے ہاں کیلی نہ ہوں۔ پس ان چیزوں کے ہم جنس ہونے کی صورت میں ان کے وزن اور کیل کا ہی اعتبار کیا جائے گا۔چنانچہ سونے کو سونے کے بدلہ میں فروخت کرتے ہوئے وزن برابر ہونا چاہئے چاندی کو چاندی کے بدلہ میں فروخت کرتے ہوئے وزن میں یکسانیت ہونی چاہئے کم زیادہ وزن درست نہیں۔بقیہ چار چیزوں میں کیل کا اعتبار ہے اگرچہ عرف عام میں لوگوں کے ہاں ان میں کیل کا رواج نہ ہو تو شرعاً یہ چیزیں کیلی ہی رہیں گی۔پس اگر کوئی آدمی ایک من گندم ایک من گندم کے بدلہ میں فروخت کرلے تو جائز نہیں جب تک کہ پیمانے کے اعتبار سے برابر نہ ہوں۔جو کھجور اور نمک کا بھی یہی حکم ہے۔

(۴) جس چیز کے موزونی یا مکیلی ہونے کی تصریح نص میں نہیں آئی اس میں عرف کا اعتبار ہے اگر عرف میں اس کو لوگ وزنی مانتے ہیں تو اس کا حکم وزن والا ہوگا یعنی وزن میں برابری ضروری ہوگی۔اور اگر عرف میں وہ چیز کیلی ہے تو اس کا حکم کیل والا ہے یعنی کیل برابر ہونا چاہیے خواہ وزن میں فرق ہو مثلاً چونا عرف میں کیلی چیز ہے اس لئے اس میں کیل کا برابر ہونا ضروری ہے کیل میں کمی زیادتی جائز نہیں جب کہ بیع ایک ہی جنس سے ہو۔ اور لوہا تانبا عرف میں وزنی ہیں اس کا حکم وزنی کا ہے یعنی وزن میں برابر ہونا چاہئے وزن میں کمی زیادتی جائز نہیں جب کہ ہم جنس میں سودا کیا جا رہا ہو اس صورت میں کمی زیادتی ربوا بنے گی۔(شاہ عبدالعزیزؒ)

سود کے کچھ معالات کی اقسام کا بیان

۳/۲۷۷۰ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلذَّھَبُ بِالذَّھَبِ وَالْفِضَّۃُ بِالْفِضَّۃِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِیْرُ بِالشَّعِیْرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ یَدًا بِیَدٍ فَمَنْ زَادَ اَوِ اسْتَزَادَ فَقَدْ اَرْبٰی الْاٰخِذُ وَالْمُعْطِیْ فِیْہِ سَوَاءٌ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۳/۱۲۱۱ الحدیث رقم (۸۲۔ ۱۵۸٤)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا سونے کے بدلے سونا چاندی کے بدلے چاندی گندم کے بدلے گندم اور جو کے بدلے جو اور کھجور کے بدلے کھجور اور نمک کے بدلے نمک کو برابر اور

ہاتھوں ہاتھ بیچنا درست ہے پس جس نے زیادہ لیا یا زیادہ کا مطالبہ کیا تو اس نے سود کا معاملہ کیا اور لینے دینے والا دونوں اس میں برابر ہیں۔

سونے وچاندی کی بیع کی ممانعت کی ایک صورت کا بیان

۴/۲۷۷۱ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبِيْعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا تُشِفُّوْا بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ وَلَا تَبِيْعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا تُشِفُّوْا بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ وَلَا تَبِيْعُوْا مِنْهَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ (متفق عليه وفي رواية) لَا تَبِيْعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ وَلَا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ اِلَّا وَزْنًا بِوَزْنٍ.

اخرجه البخارى فى صحيحه ٣٧٩/٤ الحديث رقم ٢١٧٧۔ ومسلم فى (١٢٠٨/٣) الحديث رقم (١٥٨٤٠٧٥) والنسائى فى السنن ٢٧٨/٧ الحديث رقم ٤٥٧٠۔ ومالك فى الموطأ ٦٣٢/٢ الحديث رقم ٣٠ من كتاب البيوع۔ واحمد فى المسند ٩٣/٣۔

ترجمہ: حضرت ابوسعیدؓ خدری سے ہی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم سونے کو سونے کے بدلے میں مت بیچو سوائے اس صورت کے کہ جب برابر ہو اور بعض کو بعض سے زیادہ نہ کرو۔ اسی طرح چاندی چاندی کے بدلہ میں جب کہ برابر ہو بعض کو بعض سے زیادہ نہ کرو اور ان میں سے موجود کی بیع غائب کے بدلے مت کرو (اور نہ ہی ادھار نقد کے بدلہ میں فروخت کرو) مسلم کی ایک روایت میں اس طرح فرمایا گیا نہ فروخت کرو سونے کو سونے کے بدلے میں اور نہ چاندی کو چاندی کے بدلے میں مگر جب وزن میں برابر ہو۔

تشریح ۞ یہ حدیث دلیل ہے کہ اگر سونے کا زیور سونے کے بدلے میں چاندی کا زیور چاندی کے بدلے میں فروخت کیا جائے تو برابر دینا درست ہے دونوں اوزان میں ان کی بنوائی لینی جائز نہیں۔ اس لئے کہ اس سے اضافہ لازم آئے گا۔

غلہ کو غلے کی جنس کے ساتھ برابر فروخت کرنا چاہئے

۵/۲۷۷۲ وَعَنْ مَعْمَرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنْتُ اَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الطَّعَامُ بِالطَّعَامِ مِثْلًا بِمِثْلٍ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فى صحيحه ١٢١٤/٣ الحديث رقم (٩٣۔ ١٥٩٢)۔

ترجمہ: حضرت معمر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کو اکثر یہ فرماتے سنتا تھا کہ طعام کو طعام کے بدلے میں برابر بیچا کرو یعنی غلہ کو غلے کی جنس کے ساتھ برابر فروخت کرنا چاہئے۔

ایک جنس کو اس کے ہم جنس کے ساتھ فروخت کرنا تین قسم پر مشتمل ہے

۶/۲۷۷۳ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ

وَالْوَرِقُ بِالْوَرِقِ رِبًا اِلاَّ هَاءَ وَهَاءَ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا اِلاَّ هَاءَ وَهَاءَ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ رِبًا اِلاَّ هَاءَ وَهَاءَ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا اِلاَّ هَاءَ وَهَاءَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٣٤٧/٤۔ الحدیث رقم ٢١٣٤۔ ومسلم فی صحیحه (١٢٠٩/٣) الحدیث رقم (٧٩۔ ١٥٨٦)۔ وابوداؤد فی السنن ٦٤٣/٣ الحدیث رقم ٣٣٤٨۔ والترمذی فی ٥٤٥/٣ الحدیث رقم ١٢٤٣۔ والنسائی فی ٢٧٣/٧ الحدیث رقم ٤٥٥٨۔ وابن ماجه فی ٧٥٩/٢ الحدیث رقم ٢٢٥٩۔ والدارمی فی ٣٣٦/٢ الحدیث رقم ٢٥٧٨ ومالك فی الموطأ ٦٣٦/٢ الحدیث رقم ٣٨ من کتاب البیوع۔

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ سونا' سونے کیساتھ برابر بھی سود بنے گا سوائے اس صورت کے کہ جب ہاتھوں ہاتھ ہو یعنی جب برابر ہوں اور خرید وفروخت بھی دست بدست ہو تو اس وقت سود نہیں بنے گا۔ اور چاندی' چاندی کے بدلے میں سود ہے مگر اس صورت میں کہ جب دست بدست ہو گندم کے بدلے میں گندم سود ہے مگر اس صورت میں کہ جب دست بدست ہو اور جو' جو کے بدلہ میں سود ہے مگر جب کہ دست بدست ہو اور کھجور' کھجور کے بدلے میں سود ہے مگر جب کہ دست بدست ہو۔

تشریح ؛ ایک جنس کو اس کے ہم جنس کے ساتھ فروخت کرنا تین قسم پر مشتمل ہے (۱) دونوں طرف وزنی یا کیلی چیزیں ہوں اور دونوں چیزیں ہی نقد موجود ہوں یا (۲) دونوں ہی موجود نہ ہوں (۳) یا ایک طرف ایک چیز نقد ہو اور دوسری طرف کوئی چیز ادھار ہو وعدہ خواہ دور کا ہو یا نزدیک کا ہو۔

حکم: ان میں پہلی صورت درست ہے جب کہ کیل اور پیمانے میں دونوں برابر ہوں یعنی کیلی چیز کیل میں برابر ہو اور وزنی چیز وزن میں برابر ہو۔ (۲) آخری دو صورتیں یعنی دونوں طرف وعدہ ہی ہو یا ایک طرف ایک چیز موجود ہو اور دوسری طرف وعدہ ہو تو جنس میں برابر ہونے کے باوجود یہ دونوں صورتیں درست نہیں۔

ہم جنس ہونے کی صورت میں ناقص اور عمدہ چیز میں اضافہ درست نہیں

۲۷۷۴/۷ وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ وَاَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَعْمَلَ رَجُلاً عَلٰی خَيْبَرَ فَجَاءَهُ بِتَمْرٍ جَنِيْبٍ فَقَالَ اَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا قَالَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا لَنَاْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هٰذَا بِالصَّاعَيْنِ وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثِ فَقَالَ لَا تَفْعَلْ بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيْبًا وَقَالَ فِی الْمِيْزَانِ مِثْلُ ذَالِكَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٣٩٩/٤۔ الحدیث رقم ٢٢٠١۔ ومسلم فی (١٢١٥/٣) الحدیث رقم (٩٥۔ ١٥٩٣)۔ والنسائی فی السنن ٢٧١/٧ الحدیث رقم ٤٥٥٣۔ والدارمی فی ٣٣٥/٢ الحدیث رقم ٢٥٧٧۔ ومالك فی الموطأ ٦٢٣/٢ الحدیث رقم ٢١ من کتاب البیوع۔

ترجمہ: حضرت ابوسعیدؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ دونوں نے روایت کی ہے کہ جناب رسول ﷺ نے ایک آدمی کو خیبر میں

عامل بنا کر بھیجا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہترین کھجوریں لایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہی ہوتی ہیں اس نے جواب میں عرض کیا نہیں اللہ کی قسم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی تمام کھجوریں ایسی نہیں لیکن ہم ایک صاع عمدہ کھجوروں کو دو صاع ناقص کھجوروں کے بدلہ میں لیتے ہیں اور اس طرح دو صاع تین صاع کے بدلے میں لیتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا مت کرو بلکہ جمع شدہ کھجوروں کو جس میں ہر قسم کی کھجور ہو درہم کے بدلے فروخت کر دو پھر ان درہم کے عوض عمدہ کھجور لے لو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تراز ویعنی وزن کے بدلے میں لی جانے والی چیزوں کے بارے میں فرمایا کہ ان کا بھی یہی حکم ہے۔

تشریح ۞ کھجور اور اس جیسی چیزیں کیلی ہیں ان کو پیمانے سے ناپ کر فروخت کیا جاتا ہے اور جو چیزیں ترازو میں تول کر فروخت کی جاتی ہیں مثلاً سونا اور چاندی ان کا بھی یہی حکم ہے کہ اچھے کو برے کے بدلے میں اضافہ کے ساتھ نہ فروخت کیا جائے۔ بلکہ ناقص کو درہموں کے بدلے میں فروخت کیا جائے اور ان دراہم کے بدلے میں اچھا لے لیا جائے۔ اور گندم اور جو عرف شریعت میں کیلی ہیں اگرچہ ہمارے علاقوں میں تول کر فروخت کی جاتی ہیں ان کا حکم کیلی والا ہے۔ ہم جنس ہونے کی صورت میں ناقص اور عمدہ چیز میں اضافہ درست نہیں ہے۔

ناقص کھجور دراہم یا غلے کے بدلے فروخت کرنے کا بیان

۸/۲۷۷۵ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ جَاءَ بِلَالٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ بَرْنِیٍّ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَیْنَ هٰذَا قَالَ عِنْدَنَا تَمْرٌ رَدِیٌّ فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَیْنِ بِصَاعٍ فَقَالَ اَوَّهْ عَیْنُ الرِّبَا لَا تَفْعَلْ وَلٰكِنْ اِذَا اَرَدْتَّ اَنْ تَشْتَرِیَ فَبِعِ التَّمْرَ بِبَیْعٍ اٰخَرَ ثُمَّ اشْتَرِبِهٖ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحح ٤٩٠/٤ الحدیث رقم ٢٣١٢۔ ومسلم فی صحیحه ١٢١٥/٣ الحدیث رقم (١٥٩٤/٩٦) والنسائی فی السنن ٢٧٣/٧ الحدیث رقم ٤٥٥٧۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں برنی کھجور لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کہاں سے لائے ہو تو وہ کہنے لگے میرے پاس ناقص کھجوریں تھیں۔ تو میں نے ان کے دو صاع اس کے ایک صاع کے بدلے فروخت کیے یعنی ناقص دے کر اچھی لی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ربا ہے' ایسا مت کرو۔ لیکن جب تمہیں اچھی کھجور خریدنا ہو اور سود سے بچنا ہو تو ناقص کھجور دراہم یا غلے کے بدلے فروخت کر دو۔ پھر اس غلے یا دراہم کے بدلے اچھی کھجور خرید و۔''

جو چیز کیلی اور وزنی نہ ہو اس میں کمی بیشی جائز ہے

۹/۲۷۷۶ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ جَآءَ عَبْدٌ فَبَایَعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الْهِجْرَةِ وَلَمْ یَشْعُرْ اَنَّهٗ عَبْدٌ فَجَاءَ سَیِّدُهٗ یُرِیْدُهٗ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِعْنِیْهِ فَاشْتَرَاهُ بِعَبْدَیْنِ اَسْوَدَیْنِ وَلَمْ یُبَایِعْ اَحَدًا بَعْدَهٗ حَتّٰی یَسْاَلَهٗ اَعَبْدٌ هُوَ اَوْ حُرٌّ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ١٢٢٥/٣ الحدیث رقم (١٢٣ـ ١٦٠٢)۔ والترمذی فی السنن ٥٤٠/٣ الحدیث رقم ١٢٣٩۔ وابن ماجه ٩٥٨/٢ الحدیث رقم ٢٨٦٩۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت پر بیعت کی یعنی یہ وعدہ کیا کہ وہ اپنا وطن چھوڑ کر مدینہ میں آ رہے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہ تھا کہ یہ غلام ہے۔ پھر اس کا مالک اسے تلاش کرتا ہوا آیا۔ اس کو واپس لے جانا چاہتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو میرے ہاتھ فروخت کر دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دو سیاہ غلاموں کے بدلے میں خرید لیا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک کسی سے بیعت نہ لیتے تھے جب تک کہ دریافت نہ فرما لیتے کہ تم آزاد ہو یا غلام۔

① اس روایت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ایک غلام کو دو غلاموں کے بدلے خریدنا اور بیچنا جائز ہے۔

② اور جو چیز کیلی اور وزنی نہ ہو اس میں کمی بیشی جائز ہے۔

③ صاحب شرح السنہ لکھتے ہیں کہ اہل علم نے اس سے یہ اجتہاد کیا ہے کہ ایک حیوان کو دو حیوانوں کے بدلے فروخت کرنا جائز ہے جب کہ نقد ہو' خواہ ایک جنس کے ہوں یا الگ الگ جنس کے۔

④ حیوان کے بدلے حیوان کی بیع میں علماء کا اختلاف ہے' جب کہ اُدھار ہو۔ علماء کی ایک جماعت اس کو جائز قرار نہیں دیتی صحابہ کی ایک جماعت اور عطاء بن ابی رباح اور ابو حنیفہ اور علماء احناف رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ انہوں نے اس کی دلیل یہ پیش کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیوان کے بدلے حیوان کی بیع جب کہ ادھار ہو اس کی ممانعت فرمائی ہے۔

⑤ امام شافعی رحمہ اللہ اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے جائز قرار دیا ہے۔

یہاں دو باتیں وضاحت طلب ہیں:

① یہ شرعی مسئلہ ہے کہ جب کوئی غلام دار الحرب سے آ جائے تو وہ آزاد ہو جاتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام کو کیسے خریدا۔

② اسی طرح مسلمان غلام کو دار الحرب کی طرف بھیجنا بھی جائز نہیں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو حبشی غلاموں کو کیوں بھیجا؟

جواب: پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے یہ غلام ان لوگوں کا ہو جن کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدہ طے ہوا تو ایسی صورت میں غلام دار الاسلام میں آنے سے آزاد نہیں ہوگا۔

اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے وہ دونوں غلام کافر ہوں یا یہ حکم بعد میں نازل ہوا ہو۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب نہیں تھے۔ اگر عالم الغیب ہوتے تو پھر کسی سے غلام اور آزاد ہونے کے بارے میں دریافت کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

ہم جنس چیزوں کا تفاوت کے ساتھ لین دین کے ناجائز ہونے کا بیان

١٠/٢٧٧٧ وَعَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الصُّبْرَةِ مِنَ التَّمْرِ لَا يُعْلَمُ

مَكِيْلَتُهَا بِالْكَيْلِ الْمُسَمّٰى مِنَ التَّمْرِ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فى صحيحه ١١٦٢/٣ الحديث رقم (٤٢۔ ١٥٣٠)۔ والنسائى فى السنن ٢٦٩/٧ الحديث رقم ٤٥٤٧۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے کھجور کے ڈھیر کو جس کی مقدار معلوم نہ ہو ایک معینہ مقدار والی کھجور کے بدلے فروخت کرنے سے منع فرمایا۔

تشریح ۞ آپ ﷺ نے کھجوروں کا وہ ڈھیر جس کی مقدار معلوم نہ ہو اور دوسری طرف معینہ مقدار کھجور کی ہو فروخت کرنے سے منع فرمایا کیونکہ ڈھیر کی حالت معلوم نہیں کہ اس کی مقدار کتنی ہے ممکن ہے معینہ مقدار سے زیادہ ہو یا کم ہو اس سے ربوا لازم ہوگا (اس لیے درست نہیں) یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ دونوں طرف کھجور ہی ہو۔ اور اگر دونوں مختلف الجنس ہوں تو پھر اس طرح اضافہ سے بیچنا جائز ہے کیونکہ اس صورت میں اضافہ حرام نہیں

سونے کی خرید وفروخت کا بیان

۱۱/۲۷۷۸ وَعَنْ فَضَالَةَ بْنِ اَبِىْ عُبَيْدٍ قَالَ اشْتَرَيْتُ يَوْمَ خَيْبَرَ قِلَادَةً بِاثْنَىْ عَشَرَ دِيْنَارًا فِيْهَا ذَهَبٌ وَخَرَزٌ فَفَصَّلْتُهَا فَوَجَدْتُ فِيْهَا اَكْثَرَ مِنِ اثْنَىْ عَشَرَ دِيْنَارًا فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تُبَاعُ حَتّٰى تُفَصَّلَ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فى صحيحه ١٢١٣/٣ الحديث رقم (١٥٩١/٩٠)۔ وابوداؤد فى السنن ٦٤٩/٣ الحديث رقم ٣٣٥٢۔ والترمذى فى ٥٥٦/٣ الحديث رقم ١٢٥٥۔ والنسائى فى ٢٧٩/٧ الحديث رقم ٤٥٧٣۔ واحمد فى المسند ٢١/٦۔

ترجمہ: حضرت فضالہ بن ابی عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے خیبر کے دن یعنی خیبر والے سال ایک ہار بارہ دینار میں خریدا جس میں سونا اور نگینے لگے ہوئے تھے میں نے اس ہار کے سونے اور نگینے کو جدا کر دیا یعنی سونے میں سے نگینہ کو نکال ڈالا پھر میں نے اندازہ کیا کہ سونا بارہ دینار سے زائد قیمت کا ہے تو میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس بات کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہار کو اس وقت تک نہ بیچا جائے یہاں تک کہ اس کے سونے اور نگینے کو جدا جدا کیا جائے۔

تشریح ۞ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر کوئی چیز ایسی ہو جس میں ربوا ہوتا ہے جب کہ اس کو جنس کے ساتھ مبیع یا ثمن کی صورت میں فروخت کیا جائے یا ان میں کسی ایک کے ساتھ اور کوئی چیز ہو تو اس کی جنس کے ساتھ اس کو فروخت کرنا جائز نہیں مثلاً سونے کا زیور جس میں جڑاؤ ہو سونے کے بدلے میں یا اشرفیوں کے بدلے میں کم زیادہ مقدار سے فروخت کرنا جائز نہیں بلکہ جڑاؤ کیے ہوئے نگینے جدا کر کے سونے کو برابر وزن کے ساتھ فروخت کیا جائے اسی طرح اگر چاندی کی چیز چاندی کے بدلے خواہ وہ روپے ہوں یا کچھ اور تو انہیں زیادتی کے بغیر فروخت کرنا جائز ہے ورنہ ربوا لازم آئے گا لیکن اگر کوئی آدمی سونے کی

چیز فروخت کرے جس میں جڑاؤ کیا گیا ہو تو خواہ اسے چاندی کے روپے کے بدلے میں یا چاندی کی جڑاؤ کی ہوئی چیز کے بدلے میں یا چاندی کی کسی اور چیز کے بدلے میں یا سونے کی اشرفیوں کے بدلے میں یا سونے کی کسی اور چیز کے بدلے میں فروخت کرے تو اس کے نگینوں کا الگ کرنا ضروری نہیں کیونکہ جنس مختلف ہے اس لیے کمی زیادتی درست ہے اس میں کمی زیادتی سے ربوا لازم نہیں آتا (البتہ ادھار جائز نہیں)۔

خلاصہ یہ کہ ایسا سونے کا ہار جس میں موتی وغیرہ لگے ہوئے ہوں اگر اس کو دنانیر کے عوض خریدا یا بیچا جائے تو پہلے ہار میں لگے ہوئے سونے کی مقدار معلوم کر لینا ضروری ہے اگر اس سونے کی مقدار بطور قیمت دیئے جانے والے دیناروں سے زیادہ ہے یا اس کے برابر ہے تو یہ بیع ناجائز ہے کیونکہ اس صورت میں موتی بغیر عوض کے رہ جائیں گے اور اس سے ربا لازم آئے گا اور اگر یہ یقین یا ظن ہو کہ ہار کا سونا دیناروں سے کم ہے تو یہ جائز ہے زائد سونا موتیوں کے بدلے میں آ جائے گا۔

الفصل الثانی:

سود کی بابت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی

۱۲/۲۷۷۹ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیَاْتِیَنَّ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَبْقٰی اَحَدٌ اِلَّا اٰکِلَ الرِّبَا فَاِنْ لَّمْ یَاْکُلْهُ اَصَابَهٗ مِنْ بُخَارِهٖ وَیُرْوٰی مِنْ غُبَارِهٖ۔

(رواه ابوداود والنسائی وابن ماجة)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۲۷۴/۷ الحدیث رقم ۴۵۶۰ وابن ماجه فی ۷۵۷/۲ الحدیث رقم ۲۲۵۴۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ سود کھانے سے کوئی شخص بچا ہوا نہ ہوگا۔ اگر وہ سود نہ کھائے گا تو سود کا بخار ودھواں اس کو ضرور پہنچ جائے گا۔ ایک روایت میں من بخارہ کی بجائے من غبارہ کے الفاظ ہیں۔

تشریح ۞ بخار کا مطلب یہ ہے کہ سود کا اثر کہ اس سے کوئی بھی محفوظ نہ ہوگا۔ کہیں وہ سود کا وکیل بنے گا اور کہیں گواہ اور وثیقہ نویس یا ان کے درمیان پڑ کر معاملہ طے کرانے والا بنے گا یا سود خوار کے ساتھ معاملہ کرے گا جس کی وجہ سے اس کا مال اس کے مال سے مل جائے گا۔ (جیسا آج کل مشاہدہ کیا جا رہا ہے اعاذنا اللہ عنھا)

مختلف الجنس چیزوں کے باہمی لین دین میں کمی بیشی جائز ہونے کا بیان

۱۳/۲۷۸۰ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبِیْعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ وَ لَا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ وَلَا الْبُرَّ بِالْبُرِّ وَ لَا الشَّعِیْرَ بِالشَّعِیْرِ وَلَا التَّمْرَ بِالتَّمْرِ وَلَا الْمِلْحَ بِالْمِلْحِ اِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ عَیْنًا بِعَیْنٍ یَدًا بِیَدٍ وَلٰکِنْ بِیْعُوا الذَّهَبَ بِالْوَرِقِ وَالْوَرِقَ بِالذَّهَبِ وَالْبُرَّ بِالشَّعِیْرِ

وَالشَّعِيْرَ بِالْبُرِّ وَالتَّمْرَ بِالْمِلْحِ وَالْمِلْحَ بِالتَّمْرِ يَدًا بِيَدٍ كَيْفَ شِئْتُمْ۔ (رواہ الشافعی)

اخرجه النسائی فی السنن ۲۸٤/۷ الحدیث رقم ٤٥٦٠ وابن ماجه فی ۷۵۷/۲ الحدیث رقم ۲۲٥٤۔

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ سونے کو سونے کے بدلے اور چاندی کو چاندی کے بدلے اور گندم کو گندم کے بدلے اور جو کو بدلے جو کے اور کھجور کو کھجور کے بدلے اور نمک کو نمک کے بدلے برابر برابر اور دست بدست فروخت کرو! البتہ سونے کو چاندی کے عوض اور چاندی کو سونے کے عوض اور گندم کو جو کے عوض اور جو کو گندم کے عوض اور کھجور کو نمک کے عوض اور نمک کو کھجور کے عوض ہاتھوں ہاتھ جس طرح چاہو (اضافہ سے) فروخت کر سکتے ہو۔

تشریح: دونوں اشیاء اگر ایک جنس سے ہوں تو برابر برابر اور نقد فروخت کیے جائیں اور اگر جنس مختلف ہو تو جس طرح چاہے کم زیادہ یا برابر فروخت کر سکتا ہے مگر دست بدست یعنی نقد فروخت کرنا ہوگا۔

خشک کھجور کے بدلے تازہ کھجور خریدنے کا حکم

۱۴/۲۷۸۱ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ شِرَاءِ التَّمْرِ بِالرُّطَبِ فَقَالَ اَيَنْقُصُ الرُّطَبُ اِذَا يَبِسَ فَقَالَ نَعَمْ فَنَهَاهُ عَنْ ذَالِكَ۔

اخرجه ابو داود فی السنن ٦٥٤/۳ الحدیث رقم ۳۳٥۹، والترمذی فی ٥۲۸/۳ الحدیث رقم ۱۲۲٥، والنسائی فی ۲٦۸/۷ الحدیث رقم ٤٥٤٥، وابن ماجه ۷٦۱/۲ الحدیث رقم ۲۲٦٤ ومالك فی الموطأ ٦۲٤/۲ الحدیث رقم ۲۲ من کتاب البیوع واحمد فی المسند ۱۷٥/۱۔

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ خشک کھجور کے بدلے تازہ کھجور خریدنے کا کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تازہ کھجور خشک کرتے وقت کم ہو جاتی ہے۔ سائل نے ہاں میں جواب دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا۔

① آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خرید وفروخت کی ممانعت اسلئے فرمائی کہ دونوں کیل میں برابر نہ ہو سکیں گی۔ اس لئے جنس ایک ہونے کی بناء پر ربا لازم آئے گا۔ اس قول کو امام مالک، ابو یوسف، محمد، شافعی، احمد رحمہم اللہ نے اختیار کیا ہے۔

② امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس کی خرید وفروخت کو جائز قرار دیا۔ جب کہ دونوں کی مقدار برابر ہو۔ باقی اس حدیث کو بیع نسیہ کے متعلق قرار دیا کہ یہ ممانعت اس صورت میں ہے کہ ایک جانب سے بالفعل نہ دے بلکہ وعدہ کر کے ادھار پر دے۔ کیونکہ اسی راوی کی روایت میں مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کو خشک کے بدلے ادھار بیچنے سے منع فرمایا۔

③ تر انگور کو کشمش کے بدلے اور تازہ گوشت کو خشک گوشت کے بدلے فروخت کرنے کا حکم بھی اسی قیاس پر ہے۔

گوشت اور جانور کے باہمی تبادلہ کا بیان

۱۵/۲۷۸۲ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ مُرْسَلًا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ

اللَّحْمِ بِالْحَيَوَانِ قَالَ سَعِيْدٌ كَانَ مِنْ مَيْسِرِ اَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ۔

رواه فی شرح السنة

ترجمہ: حضرت سعید ابن مسیب رحمہ اللہ نے بطور ارسال نقل کیا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے گوشت کو حیوان کے بدلے فروخت کرنے سے منع فرمایا۔ ابن مسیب کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں جوئے کا رواج تھا۔ اور اس جوئے میں گوشت کو حیوان کے بدلے فروخت کیا جاتا تھا۔

① جاہلیت کے جوئے سے مراد یہ ہے کہ جس طرح جوئے سے لوگوں کا مال ناجائز طریقے سے کھایا جاتا ہے اسی طرح اس میں بھی مال کو ناجائز طریقے سے کھاتا ہے اگرچہ کھانے کا طریقہ دونوں میں مختلف ہے وہاں اگر جوا کھیل کر اس سے کھایا جاتا تھا تو یہاں عقد کے ذریعے سے لوگوں کا مال ناجائز طریقے سے کھایا جارہا ہے۔

② امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ مرسل روایت اس بات کی دلیل ہے کہ گوشت کی بیع حیوان کے بدلے میں برابری کے ساتھ حرام ہے۔ امام شافعی نے اس حدیث کو مطلق رکھا ہے۔

③ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک گوشت کے بدلے حیوان کی بیع جائز ہے ان کی دلیل یہ ہے یہ وزن والی چیز کی بیع اس چیز کے ساتھ ہے جو غیر موزونی ہے (امام محمدؒ نے اس حدیث کو اس صورت پر محمول کیا ہے کہ جبکہ گوشت اسی جانور کا ہو مثلاً بکری کا گوشت بکری کے بدلہ میں بیچا جارہا ہو اگر گوشت کسی اور جنس کے جانور کا ہو اور اس کے بدلہ میں دیا جانے والا جانور دوسری جنس کا ہے تو امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے) اور حدیث میں ممانعت کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ بیع نقد کی بجائے اُدھار سے کی جائے۔

حیوان کو حیوان کے بدلے اُدھار فروخت کرنے کی ممانعت

۱۶/۲۷۸۳ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيْئَةً۔ (رواه الترمذی وابوداود والنسائی وابن ماجه والدارمی)

اخرجه مالك فی الموطأ ۲/ ٦٥٥ الحديث رقم ٦٤ من كتاب البيوع۔

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حیوان کو حیوان کے بدلے اُدھار فروخت کرنے سے منع فرمایا۔

تشریح: سابقہ روایت میں اس کی تحقیق گزر چکی۔

غیر مثلی اشیاء کے قرض لینے کا بیان

۱۷/۲۷۸۴ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهٗ اَنْ يُجَهِّزَ جَيْشًا

فَنَفِدَتِ الْاِبِلُ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّاْخُذَ عَلٰى قَلَائِصِ الصَّدَقَةِ فَكَانَ يَاْخُذُ الْبَعِيْرَ بِالْبَعِيْرَيْنِ اِلٰى اِبِلِ الصَّدَقَةِ۔

(رواہ ابوداود)

اخرجه ابو داود فی السنن ۳/۵۳۸ الحديث رقم ۱۲۳۷، والترمذی فی ۳/۵۳۸ الحديث رقم ۱۲۳۷، والنسائی فی ۷/۲۹۲ الحديث رقم ۶۶۲۰، وابن ماجه فی ۲/۷۶۳ الحديث رقم ۲۲۷۰، والدارمی فی ۲/۳۳۱ الحديث رقم ۲۵۶۴، واحمد فی المسند ۵/۱۲۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم لشکر کا سامان درست کرو یعنی ہتھیار اور سواریاں وغیرہ تیار کرو۔ اونٹ ختم ہو گئے یعنی اکثر لوگوں کو اونٹ دیئے مگر بعض لوگ بغیر سواری کے رہ گئے تو آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ صدقات کی اونٹنیوں کے بدلے اونٹ لے لیں۔ چنانچہ عبداللہ ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے میں اس شرط سے لیتے تھے کہ صدقات کے اونٹوں کی آمد پر ادائیگی کر دی جائے گی۔

تشریح ۞ (۱) اونٹ کے عوض اونٹ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس شرط پر اونٹ قرض لے رہے تھے۔ کہ جب زکوٰۃ کے اونٹ آجائیں گے تو ادا کر دیں گے۔ (کذا ذکر علی)

(۲) درمختار میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک غیر مثلی چیز کا قرض لینا جائز نہیں اور اونٹ بھی غیر مثلی ہے۔ پس اس حدیث کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ شروع اسلام میں یہی حکم تھا پھر منسوخ ہو گیا۔

شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وعدہ کے ساتھ حیوان کی بیع حیوان کے بدلے میں اُدھار پر جائز ہے جب کہ ہمارے علماء نے اس سے پہلے والی حضرت سمرہؓ کی روایت کی وجہ سے اس کو ممنوع قرار دیا ہے۔

تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

علامہؒ فرماتے ہیں کہ ابن عمروؓ کی یہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے اس لئے کہ اس کی سند میں ایک راوی عمرو بن حریش متکلم فیہ ہیں اور اس کے بالمقابل حضرت سمرہؓ والی روایت نہایت قوی ہے (۲) اور اگر اس روایت کو صحیح مان لیں تو پھر جواب یہ ہوگا کہ ربوا کے حرام ہونے سے پہلے حکم تھا پھر یہ منسوخ ہو گیا۔

الفصل الثالث:

اُدھار میں سود کا بیان

۱۸/۲۷۸۵ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرِّبَا فِى النَّسِيْئَةِ وَفِىْ رِوَايَةٍ قَالَ لَارِبَا فِيْمَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحيحه ۴/۳۸۱ الحديث رقم ۲۱۷۹، ومسلم فی ۳/۱۲۱۸ الحديث رقم

(۱۰۲_۱۵۹٦) والنسائی فی السنن ۲۷۱/۷ الحدیث رقم ٤٥٨٠،وابن ماجه فی ۷۵۷/۲ الحدیث رقم ۲۲۵۷،والدارمی فی ۳۳٦/۲ الحدیث رقم ۲۵۸۰ واحمد فی المسند ۲۰۰/۵۔

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اُدھار لین دین میں سود بن جاتا ہے۔اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ جو چیز دست بدست ہو اس میں سود نہیں۔

تشریح ''اُدھار میں سود ہے کا مطلب یہ ہے کہ اُدھار کی صورت اس طرح ہو کہ اگر چہ دونوں جنس مختلف ہوں یا برابر ہوں تو اس میں سود کی صورت پیدا ہو جاتی ہے مثلاً گندم کو جو کے بدلے میں اضافہ کے ساتھ ہاتھوں ہاتھ دینا درست ہے اور اگر اسی میں اُدھار کرلیا جائے تو وہ درست نہیں۔''

''سود نہیں کا مطلب یہ ہے کہ اگر دونوں چیزیں ایک جنس سے ہوں اور دونوں برابر ہوں اور ایک ہی مجلس میں ان پر قبضہ کرلیا جائے تو سود نہیں بنے گا اور اگر جنس ایک نہیں تو کمی بیشی کے باوجود بھی سود لازم نہیں آتا۔''

سود کھانے والے کا گناہ کتنا قبیح ومردود ہے

۱۹/۲۷۸٦ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ حَنْظَلَةَ غَسِيْلِ الْمَلَائِكَةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْهَمُ رِبًا يَاْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ اَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَثَلَاثِيْنَ زِنْيَةً رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَزَادَ وَقَالَ مَنْ نَبَتَ لَحْمُهُ مِنَ السُّحْتِ فَالنَّارُ اَوْلٰى بِهٖ۔

اخرجه احمد فی المسند ۲۲۵/۵

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ جو کہ غسیل ملائکہ ہیں (یعنی وہ جن کو فرشتوں نے غسل دیا تھا)۔ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سود کا ایک درہم کھانا یہ جانتے ہوئے کہ یہ سود ہے اتنا بڑا گناہ ہے جو چھتیس مرتبہ زنا سے بھی زیادہ بڑا ہے۔بیہقی نے اس روایت کو شعب الایمان میں حضرت ابن عباسؓ سے نقل کر کے یہ اضافہ ذکر کیا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس آدمی کا گوشت مال حرام سے پلا ہو یعنی سود اور رشوت وغیرہ سے جہنم کی آگ اس گوشت کے زیادہ مناسب ہے۔

تشریح ''جانتا ہو'' اس قید کا مطلب یہ ہے کہ اگر جانتا ہو تو اتنا بڑا گناہ ہے اگر جانتا نہیں لیکن اس کے نہ جاننے میں اس کی اپنی جہالت اور نادانی کا دخل ہے تو وہ بھی اس گناہ میں شامل ہوگا۔

(۲) علماء کا ارشاد:

سود کے کھانے کو زنا سے زیادہ سخت گناہ اس لئے قرار دیا کہ اللہ تعالیٰ نے سود کے بارے میں بڑی سخت تعبیر فرمائی ہے۔چنانچہ ارشادِ ربّانی ہے:'' فاذنوا بحرب من الله ورسوله ' یعنی سود سے باز نہ آنے والا اللہ اور اس کے رسول کے خلاف علان جنگ کرنے والا ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جس کے خلاف اعلان جنگ ہو جائے تو اس کی بدبختی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔

(۳) اس کی وجہ یہ ہے کہ سود کی پہچان مشکل ہے۔ جاہل لوگوں کی اکثریت اس کو حلال سمجھتی ہے جس سے وہ نادانستہ طور پر کافر بن جاتی ہے اس کے برخلاف زنا کی برائی جاہلیت اور اسلام دونوں میں جانی پہچانی ہے۔

(۴) چھتیس (۳۶) کے عدد کا مخصوص کرنا اس کا راز اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہے۔

سود کا سب سے نچلا درجہ بھی نا قابل بیان ہے

۲۰/۲۷۸۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرِّبَا سَبْعُوْنَ جُزْءً ا اَيْسَرُهَا اَنْ يَّنْكِحَ الرَّجُلُ اُمَّهٗ۔

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۲/۷٦٤ الحدیث رقم ۲۲۷٤۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود کا گناہ ستر (۷۰) درجے رکھتا ہے ان میں سب سے کم درجہ اس طرح ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے زنا کرے۔

سود کے مال میں زیادتی کے باوجود بے برکتی بڑھتی ہی جاتی ہے

۲۱/۲۷۸۸ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرِّبَا وَاِنْ كَثُرَ فَاِنَّ عَاقِبَتَهٗ تَصِيْرُ اِلٰى قُلٍّ رَوَاهُمَا ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَرَوٰى اَحْمَدُ الْاَخِيْرَ۔

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۲/۷٦٥ الحدیث رقم ۲۲۷۹ و احمد فی المسند ۱/۳۹٥

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود سے حاصل ہونے والا مال خواہ کتنا ہی زیادہ ہو مگر اس کا انجام کمی یعنی بے برکتی ہے۔

سود خور کی ایک انتہائی قبیح و کریہہ حالت کا بیان

۲۲/۲۷۸۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَيْتُ لَيْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ عَلٰى قَوْمٍ بُطُوْنُهُمْ كَالْبُيُوْتِ فِيْهَا الْحَيَّاتُ تُرٰى مِنْ خَارِجِ بُطُوْنِهِمْ فَقُلْتُ مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرِيْلُ قَالَ هٰؤُلَاءِ اٰكَلَةُ الرِّبَا۔

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۲/۷٦۳ الحدیث رقم ۲۲۷۳، واحمد فی المسند ۲/۳٦۳۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی رات میرا گزر ایک ایسی قوم کے پاس سے ہوا کہ جن کے پیٹ گھروں کی طرح بڑے بڑے تھے اور ان پیٹوں کے اندر سانپ تھے جو باہر سے نظر آ رہے تھے۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں تو انہوں نے بتایا کہ یہ سود خوار ہیں۔

صدقہ سے روکنے والا

۲۷۹۰/۲۳ وَعَنْ عَلِیٍّ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اٰکِلَ الرِّبَا وَمُوْکِلَہٗ وَ کَاتِبَہٗ وَمَانِعَ الصَّدَقَۃِ وَکَانَ یَنْہٰی عَنِ النَّوْحِ. (رواہ النسائی)

اخرجہ النسائی فی السنن ۸/۱٤۷ الحدیث رقم ۵۱۰۳۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے سود دینے والے سود کے (اشام یا حساب) لکھنے والے اور صدقہ کے روکنے والے پر لعنت فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نوحے سے منع فرماتے تھے۔

تشریح ۞ اس سے مراد وہ شخص ہے جو مطلقاً صدقہ دینے سے منع کرے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ملعون قرار دیا (کیونکہ وہ بھلائی سے روکنے والا ہے)۔

(۲) یا منع یہاں ترک کے معنی میں ہے مطلب یہ ہے کہ جو آدمی اپنے اوپر واجب ہونے والی زکوٰۃ وغیرہ ادا نہ کرے۔

(۳) نوحے کا معنی ہے چلا کر رونا جس کے ساتھ میت کے اوصاف بیان کیے جائیں۔

ربا کی وضاحت کی بابت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد

۲۷۹۱/۲٤ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اِنَّ اٰخِرَ مَا نَزَلَتْ اٰیَۃُ الرِّبَا وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُبِضَ وَلَمْ یُفَسِّرْھَا لَنَا فَدَعُوا الرِّبَا وَالرِّیْبَۃَ۔ (رواہ ابن ماجۃ والدارمی)

اخرجہ ابن ماجہ فی السنن ۲/۷٦٤ الحدیث رقم ۲۲۷٦۔

ترجمہ: حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قرآن مجید کے احکامات میں آخر میں اترنے والی آیت ربوا والی آیت ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں وفات پاگئے کہ اس کو ہمارے سامنے پورے طور پر نہیں کھولا۔ اس لئے تم سود کو چھوڑ دو اور شک شبہ والی چیزوں کو بھی ترک کر دو۔ یعنی وہ چیزیں جن میں شک وشبہ ہو ان کا حکم بھی سود والا ہے پس ان کو بھی چھوڑ دو۔

تشریح ۞ ''آخر میں اترنے والی'' یعنی معاملات کے بارے میں جو آیات اتری ہیں ان میں یہ سب سے بعد میں اتری ہے یہ مراد نہیں کہ یہ آخری آیت ہے کیونکہ احکام کی آیات میں سب سے آخری اترنے والی آیت: " الیوم اکملت لکم دینکم ......" ہے۔

(۲) نہیں کھولنے کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت کے اترنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ دیر دنیا میں زندہ نہیں رہے بلکہ روایات کے مطابق سو (۱۰۰) دن بعد تک زندہ رہے اور ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جزوی معاملات میں مشغول رہے جس کی وجہ سے اس کے متعلق ایسا مفصل بیان نہیں کیا کہ جس میں سود کی تمام جزئیات تفصیلاً ذکر کی ہوں۔ پس مناسب یہی ہے کہ کھلے سود کو چھوڑ دیا

جائے اور اس چیز کو جس میں سود کا اشتباہ ہو احتیاط وورع کی وجہ سے چھوڑ دیا جائے۔

ربوا کے جواز پر ملحدین کے استدلال کا جواب:

آج کل بعض مغرب سے مرعوب ذہنیت رکھنے والے لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کو بنیاد بنا کر موجودہ بینکاری سود کو جائز کرنے کی کوشش کرتے ہیں مثلاً: ① وہ کہتے ہیں کہ جب سود کی حقیقت اور اس کی تفصیلات واضح ہی نہیں تو سود کو چھوڑ کر موجودہ معاشی نظام کو کیسے تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ ساری دنیا سود پر چل رہی ہے اگر اس میں مبہم ربوا کی حرمت کی وجہ سے سود ترک کر دیا جائے تو یہ ایک طرح کا معاشی استحصال ہوگا۔

جواب: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کا موجودہ بنکوں کے سود کے ساتھ کوئی تعلق بھی نہیں ہے' اس لئے کہ یہ سود ربا القرض' ربا القرآن اور ربا حقیقی کے ضمن میں آتا ہے جو قرآن کریم کی نص قطعی سے ثابت ہے اس میں کوئی اجمال اور ابہام نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسی عبقری شخصیت تو کجا اس دور کے عام عربی کو بھی اس میں کوئی الجھن پیش نہیں آ سکتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کا ربا القرض کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں اس لئے کہ آپؓ ربا المعاملات کی بات کرنا چاہتے ہیں کہ اشیاء ستہ کے بارہ میں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت فرما دی باقی چیزوں میں کب سود ہوگا۔ پھر اس سود کو بھی مجمل کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سود خوری کی اجازت نہیں دے رہے بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقصد تو یہ ہے کہ جن معاملات کے سود ہونے کی تصریح ہے ان کو تو چھوڑنا ہی ہے اس کے ساتھ ان معاملات کو بھی چھوڑ دو جن میں سود ہونے کا شبہ بھی ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان کے شروع حصے کو لے لینا اور آخری حصے یعنی "فدعوا الربا و الريبة" کو چھوڑ دینا ایسا ہی ہے جیسے کوئی آیت: "لا تقربوا الصلوٰة" پڑھ کر نماز پڑھنا چھوڑ دے اور "وانتم سكارىٰ" نہ پڑھے۔

② ان ملحدین کا دوسرا اشکال یہ ہے کہ قرآن میں جس سود سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد وہ سود ہے جو ضرورت وحاجت مثلاً بھوک' افلاس' اموات کی تکفین وغیرہ کے لئے لیا جائے کیونکہ اس میں مجبور لوگوں کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانا ہے جو کہ ظلم ہے اور جو قرض کاروباری مقاصد کے لئے لیا جائے اس سے منع نہیں کیا گیا بلکہ سرمایہ داروں سے تو وصول کرنا چاہئے تاکہ کچھ تو ان کے سرمایہ میں فرق آئے۔

جواب: ہمیں یہ بات تسلیم نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرض صرف ضرورت وحاجت کی وجہ سے ہی لیا جاتا تھا بلکہ اس زمانے میں بھی دونوں طرح کے قرض کا سلسلہ چلتا تھا۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا سود جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر کالعدم قرار دیا تھا صرف اس سود کی مقدار دس ہزار مثقال سونا تھی۔ اصل مال کتنا ہوگا اس کا اندازہ کر لیجئے۔ یہ اتنا قرض کیا ضرورت اور حاجت کے لئے تھا؟ ہرگز نہیں یہ تجارت کے لئے تھا۔ اسی طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس لوگ امانتیں رکھواتے تو وہ یہ کہہ کر بطور قرض رکھ لیتے کہ بطور قرض رکھنے میں تمہارا بھی فائدہ ہے کہ ضائع ہونے کی صورت میں تمہیں اس کا ضمان مل جائے گا اور میرا بھی فائدہ ہے کہ میں اس کو استعمال کر سکوں گا۔ جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ان پر قرضہ کو شمار کیا گیا تو وہ ۲۲ لاکھ روپیہ بنا۔ کیا اتنا قرضہ محض بھوک' افلاس کی وجہ سے تھا' ہرگز نہیں بلکہ تجارت کے لئے تھا۔

③ بعض جدت پسند یہ کہتے ہیں کہ قرآن نے اس سود سے منع کیا ہے جو اضعافاً مضاعفہ ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
"لا تاکلوا الربا اضعافا مضاعفه"۔

جواب: اضعافاً مضاعفہ کی قید بیانِ واقعہ کے لئے یا مزید شناعت کو بیان کرنے کے لئے ہے جیسے: " ولا تشتروا بایاتی ثمنًا قلیلًا" میں ثمن قلیل کی قید یہاں شناعت کے لئے ہے نہ کہ یہ مطلب ہے کہ اگر آیات کی کثیر قیمت ملے تو وہ جائز ہے۔

قرض کے بدلے میں حاصل ہونے والا نفع ربوا

۲۵/۲۷۹۲ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَقْرَضَ اَحَدُكُمْ قَرْضًا فَاَهْدٰى اِلَيْهِ اَوْ حَمَلَهٗ عَلَى الدَّابَّةِ فَلَا يَرْكَبُهٗ وَلَا يَقْبَلْهَا اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ جَرٰى بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ قَبْلَ ذٰلِكَ۔

اخرجه ابن ماجه فی االسنن ۲/۸۱۳ الحديث رقم ۲٤۲۳، ولبيهقى فى شعب الايمان ۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی آدمی قرض لے پھر وہ قرض لینے والا تمہاری طرف کوئی تحفہ بھیجے یا جانور سواری کے لیے دے تو اسے اس کے جانور پر سوار نہ ہونا چاہئے اور نہ ہی اس کے تحفہ کو قبول کرنا چاہئے۔ سوائے اس صورت کے کہ ان کے درمیان پہلے سے یہ بات چلی آ رہی ہو۔

تشریح ۞ تحفہ نہ قبول کرے تا کہ یہ سود کی صورت نہ بن جائے اس لئے کہ قرض کے بدلے میں حاصل ہونے والا نفع ربوا ہے اور اگر پہلے سے عادت کچھ لینے دینے کی ہو تو پھر کچھ حرج نہیں کیونکہ یہ قرض کی وجہ سے نہیں بلکہ سابقہ عادت کی وجہ سے ہے۔

① امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو قرض دیا ایک دن اس کے پاس قرض کی واپسی کا تقاضہ کرنے کے لئے گئے وہ وقت شدید گرمی کا تھا وہ آدمی کافی دیر بعد باہر آیا مگر اس کے باوجود آپ دھوپ میں کھڑے رہے اور اس کی دیوار کے سایہ کے نیچے نہ گئے تا کہ کہیں یہ آرام قرضے کی طرف سے نفع نہ بن جائے یہ آپ کا کمال ورع وتقویٰ تھا۔

② حدیث میں وارد ہے کہ جو قرض قرض دینے والے کے لیے باعث نفع ہو وہ سود کے حکم میں ہے۔ پس قرض دینے والے کو چاہئے کہ وہ قرض لینے والے کی مہمانی بھی قبول نہ کرے۔ بلکہ قرض دینے والے کو اس کی دیوار کے سایہ میں بیٹھنا بھی مکروہ ہے مگر یہ کہ سابقہ عادت چلی آ رہی ہو۔ (مالابد منہ)

۲۶/۲۷۹۳ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اِذَا اَقْرَضَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فَلَا يَاْخُذْ هَدِيَّةً۔

رواه البخاری فی تاريخه هكذا فی المنتقی

اخرجه البخاری فی صحیحه ۷/۱۲۹ الحديث رقم ۳۸۱٤

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی کسی کو قرض دے تو قرض لینے والے کا تحفہ قبول نہ کرے۔ اس روایت کو بخاری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔

سود کے دھواں کا بیان

۲۷/۲۷۹۴ وَعَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ ابْنِ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِیْنَةَ فَلَقِیْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ سَلَامٍ فَقَالَ اِنَّکَ بِاَرْضٍ فِیْهَا الرِّبَا فَاشٍ فَاِذَا کَانَ لَکَ عَلٰی رَجُلٍ حَقٌّ فَاَهْدٰی اِلَیْکَ حِمْلَ تِبْنٍ اَوْ حِمْلَ شَعِیْرٍ اَوْ حَبْلَ قَتٍّ فَلَا تَاْخُذْهُ فَاِنَّهٗ رِبًا۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤/٤٠٣ الحدیث رقم ٢٢٠٥، ومسلم فی ٣/١١٧٢ الحدیث رقم (٧٦_١٥٤٢) والترمذی فی السنن ٣/٥٩٣ الحدیث رقم ١٣٠٠ والنسائی فی ٧/٢٧٠ الحدیث رقم ٤٥٤٩، وابن ماجه فی ٢/٧٦١ الحدیث رقم ٢٢٦٥ ومالك فی الموطأ ٢/٦٢٤ الحدیث رقم ٢٣ من کتاب البیوع، واحمد فی المسند ٢/٧۔

ترجمہ: حضرت ابو بردہ بن ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا اور میری حضرت ملاقات عبداللہ بن سلامؓ سے ہوئی انہوں نے فرمایا تم ایسے علاقہ میں آئے ہو جہاں سود کا بہت رواج ہے پس جب تیرا حق کسی کے ذمہ بنتا ہو یعنی تو نے اسے قرض دیا ہو پھر وہ آدمی تمہاری طرف تحفہ بھیجے وہ تحفہ بھوسے کا ایک بوجھ یا جو کا ایک بوجھ یا گھاس کا گٹھا ہو تو تمہیں وہ نہ لینا چاہئے کیونکہ وہ سود (کا حکم رکھتا) ہے۔

بَابُ الْمَنْهِیِّ عَنْهَا مِنَ الْبُیُوْعِ

ممنوعہ بیوع کا بیان

بیع کی ممانعت دو قسم کی ہے: (۱) حرمت کیلئے یعنی کبھی بیع سے ممانعت حرمت کے لئے آئی ہے۔ جیسے باطل اور فاسد بیوع (۲) کراہت کیلئے کبھی یہ ممانعت کراہت کیلئے ہوتی ہے مثلاً اذان جمعہ کے وقت بیع کرنا۔

مسلکِ احناف:

احناف کے نزدیک حرام بیع کی دو قسمیں ہیں نمبر (۱): فاسد (۲) باطل۔

(۲) اس باب کے متعلق چند ضروری مسائل درمختار اور مالا بدمنہ سے افادۂ عام کے لیے نقل کیے جا رہے ہیں۔

مسئلہ: (۱) جس چیز کو فروخت کیا جا رہا ہے اگر وہ مال نہیں مثلاً مردار، خون، آزاد آدمی، ام ولد، مکاتب، مدبر ان تمام کی بیع باطل ہے۔ یعنی سرے سے منعقد ہی نہیں ہوگی۔

مسئلہ: (۲) اگر فروخت کی جانے والی چیز مال تو ہے لیکن وہ ایسا مال نہیں جس کی شرع کے ہاں قیمت ہے مثلاً شراب، خنزیر وغیرہ ان کو اگر روپے کے بدلے میں فروخت کیا جائے تو یہ بھی بیع باطل ہے اور اگر ان چیزوں کو اسباب کے بدلے میں فروخت کیا جائے تو اسباب کی بیع فاسد ہوگی اور شراب و خنزیر کی بیع باطل ہوگی۔

مسئلہ: (۳) بیع فاسد اور باطل میں فرق:

بیع باطل میں خریدار سرے سے اس چیز کا مالک ہی نہیں بنتا' مگر بیع فاسد میں قبضے کے بعد وہ مالک تو بن جاتا ہے اور اس کی قیمت نقدی کی صورت میں اس کے ذمہ لازم ہو جاتی ہے مگر اس بیع کا فسخ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: (۴) دودھ کو تھنوں میں فروخت کر دینا بیع باطل ہے کیونکہ اس میں شک ہے ممکن ہے تھنوں میں دودھ نہ ہو بلکہ ہوا ہو تو یہ دھوکہ وفریب ہو جائے گا۔

مسئلہ: (۵) ہوا میں اڑنے والے پرندوں کی بیع کرنا جائز نہیں جب کہ وہ پرندہ واپس آنے کی عادت نہ رکھتا ہو اور اگر کبوتر کی طرح واپس آنے کی عادت رکھتا ہو تو پھر اڑنے کی حالت میں اس کی بیع درست ہے۔

مسئلہ: (۶) جو مچھلیاں پانی میں ہوں اور ابھی تک پکڑی نہ گئی ہوں یعنی دریا میں ہوں تو ان کی بیع جائز نہیں اسی طرح اگر پکڑی گئی ہوں مگر انہیں ایسے حوض میں ڈالا گیا ہو کہ بغیر جال کے وہاں سے نہیں پکڑی جاسکتیں تو اس حوض میں مچھلیوں کی بیع جائز نہیں۔

مسئلہ: (۷) لونڈی یا جانور کے حمل یا موتی جو کہ سیپ میں ہو اور گوشت کی بیع جو کہ زندہ بکری کی صورت میں ہو جائز نہیں اور سور کے بالوں کی فروخت درست نہیں۔ لیکن ان سے فائدہ اٹھانا درست ہے جیسے سینہ گون یعنی جانور پر غلّہ لادنے کیلئے تھیلا وغیرہ بنا کر اس کا استعمال جائز ہے۔ انسانی بالوں سے نفع اٹھانا اور ان کو فروخت کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ: (۸) وہ بیع جو کہ باہمی نزاع کا باعث بنے وہ فاسد ہے جس طرح پشم اور اون جو جانور کی پشت پر ہو ان کی فروخت اور چھت میں لگی ہوئی لکڑی کی بیع' کپڑے کے تھان میں کٹے ہوئے ہونے کے بغیر ایک گز کی بیع یا نامعلوم مدت پر بیع کرنا مثلاً خریدار کہے جس دن بارش برسے گی یا تیز ہوا چلے گی اس دن تمہارے پیسے دونگا۔ ان سب صورتوں میں بیع فاسد ہے۔ لیکن اگر خریدار نے اس بیع کو فسخ نہ کیا اور بیچنے والے نے لکڑی چھت سے اتار دی اور تھان میں کپڑے کے گز کو جدا کر دیا یا نامعلوم مدت کو معلوم مدت میں بدل دیا تو بیع صحیح ہو جائے گی کیونکہ جہالت جو کہ مفسد عقد تھی وہ ختم ہو گئی۔

مسئلہ: (۹) بیع میں اگر فاسد شرط لگا دی جائے تو بیع فاسد ہو جاتی ہے۔

شرطِ فاسد کی تعریف :

شرط فاسد وہ ہے جو مقتضائے عقد کے خلاف ہو اور اس میں بائع یا مشتری کا فائدہ ہو یا اس مبیع کا فائدہ ہو جو نفع کی حقدار ہو مثلاً غلام لیکن اگر اس قسم کی شرط لگائی جائے کہ خریدار مالک بن جائے گا تو یہ شرط مقتضائے عقد ہے اس لئے اس کی وجہ سے عقد فاسد نہیں ہوگا۔ اسی طرح اس قسم کی شرط کہ خریدار اس کپڑے کو خریدنے کے بعد فروخت نہیں کرے گا اگرچہ یہ شرط مقتضائے عقد نہیں لیکن اس میں کسی کا فائدہ نہیں اس لئے یہ بھی شرط فاسد نہیں۔

مسئلہ: (۱۰) اگر بائع نے یہ شرط لگائی کہ مشتری اس گھوڑے کو خوب موٹا کرے گا تو اس میں مبیع کا فائدہ ہے لیکن وہ مستحق نفع نہیں یعنی انسان نہیں۔ پس یہ شرط فاسد نہیں ہے۔ اس طرح کی شرائط لغو کہلاتی ہیں اور بیع صحیح اور نافذ ہوتی ہے۔

مَسْئَلَہ: (۱۱) اگر کسی نے گھر فروخت کرتے وقت یہ شرط لگائی کہ وہ ایک مہینہ تک اس گھر میں سکونت اختیار کرے گا تو اس میں بیچنے والے کا نفع ہے اور یہ شرط فاسد ہے۔ اسی طرح یہ شرط کہ فروخت کرنے والا اس کپڑے کو سلوا کر دے گا تو اس میں خریدار کا نفع ہے یہ بھی شرط فاسد کہلائے گی۔ اور یہ شرط بھی فاسد ہے کہ کوئی شخص غلام کو یہ کہہ کر فروخت کرے کہ اس غلام کو خریدار آزاد کر دے گا تو آزاد کرنے میں مبیع کا نفع ہے ایسی شرائط سے بیع فاسد ہو جاتی ہے اس کا توڑنا ضروری ہے مزید تفصیلات فقہ میں مذکور ہیں۔

مَسْئَلَہ: (۱۲) اگر بائع مبیع کا وزن کم کر دے یا مشتری قیمت میں کمی کرے (یعنی سودا ہو جانے کے بعد) تو یہ حرام ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ویل للمطففین......"

مَسْئَلَہ: (۱۳) مبیع کی قیمت کو ادا کرنے میں تاخیر کرنا یا جلدی ادائیگی والے قرضہ جات میں اور مزدور کی مزدوری میں بے جا عذر اور تاخیر کرنا حرام ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ غنی کا مزدوری میں تاخیر کرنا ظلم ہے اور فرمایا مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری دے دو۔

اور جناب رسول اللہ ﷺ جب قرض ادا فرماتے تو واجب مقدار سے زیادہ عنایت فرماتے۔ آدھے وسق کی بجائے ایک وسق اور ایک وسق کی بجائے دو وسق عنایت فرماتے اور فرماتے تیرا حق تو اس قدر ہے اور یہ زائد میں نے اپنی طرف سے دیا ہے اور یہ زیادہ دینا (بغیر شرط) سود نہیں بلکہ جائز اور مستحب ہے اور عہد کو توڑنا' جھوٹ بولنا' فریب و دھوکہ دینا' حلال کمائی کو حرام کر دیتا ہے۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے بازار میں گندم کا ایک ڈھیر دیکھا جب آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک گیہوں کے ڈھیر میں ڈالا تو اندر سے تر پایا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ کیا حرکت ہے تو بیچنے والے نے کہا رات بارش ہوئی اور گندم تر ہو گئی آپ ﷺ نے فرمایا تو نے تر گندم کو ڈھیر کے اوپر کیوں نہ کیا جو شخص مسلمانوں کو دھوکہ دیتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

مَسْئَلَہ: (۱۴) بیع مرابحہ میں فروخت کرنے والا اپنی قیمت خرید میں اضافہ کر کے بیچتا ہے۔ بیع تولیہ یہ ہے کہ کسی چیز کو قیمت خرید پر بغیر کسی فرق کے فروخت کرنا۔ اس میں ''بغیر فرق کے'' کہنا ضروری ہے اگر مبیع پر قیمت کے علاوہ اٹھانے کی مزدوری ڈھلائی کا خرچہ اس کی قیمت میں ڈال لے تو اسے اس طرح کہنا چاہئے کہ اس سامان پر میرا اتنا خرچ آیا ہے یہ نہ کہے کہ میں نے اتنے میں خریدا ہے کیونکہ یہ جھوٹ ہے۔

مَسْئَلَہ: (۱۵) اگر کسی آدمی نے ایک کپڑا مثلاً دس (۱۰) روپے میں فروخت کیا ابھی خریدار نے روپے ادا بھی نہیں کیے تھے کہ فروخت کرنے والے نے اس سے پانچ روپے میں خرید لیا یا اس کپڑے کو ایک اور کپڑے کے ساتھ ملا کر خرید لیا تو یہ بیع درست نہیں ہے بلکہ ربوا میں شامل ہو جائے گی۔

مَسْئَلَہ: (۱۶) جو چیز منتقل ہو سکتی ہے اسے قبضے سے پہلے فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

مَسْئَلَہ: (۱۷) اگر کسی چیز کو اس شرط پر خریدا کہ وہ کیل کرے گا اور خریدار نے کیل کر لی پھر دوسرے آدمی کے ہاتھ کیل کی شرط سے فروخت کر دیا دوسرے خریدار کو فروخت ہونے کے بعد اس غلہ میں سے کھانا اور آگے بیچنا درست نہیں جب تک کہ وہ کیل نہ

کرے پہلا کیل کافی نہیں یہ کیل بطور احتیاط ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ بائع کا مال مل کر کیل زیادہ ہو گیا ہو۔

مَسْئَلَة: (۱۸) اگر کسی مسلمان نے کوئی سامان خریدنے کے لئے نرخ طے کیا یا کسی عورت کو پیغام نکاح دیا تو دوسرے آدمی کا پیغام نکاح دینا یا نرخ لگانا مکروہ ہے جب تک کہ پہلے معاملے والا شخص بیع یا معاملے کو درست قرار دے یا فسخ کر دے کیونکہ درست قرار دینے کی صورت میں اس کو پیغام دینا ہی جائز نہیں۔

مَسْئَلَة: (۱۹) اذان جمعہ کے وقت خرید و فروخت مکروہ ہے

مَسْئَلَة: (۲۰) اگر دو غلام نو عمر ہوں اور آپس میں محرمیت کی رشتہ داری رکھتے ہوں تو ان کو الگ کر کے فروخت کرنا مکروہ اور ممنوع ہے اگر ان میں ایک چھوٹا اور ایک بڑا ہو تو بعض علماء کے نزدیک یہ بیع جائز نہیں۔

مَسْئَلَة: (۲۱) مردار کی چربی کا فروخت کرنا جائز نہیں البتہ نجس تیل کو فروخت کرنا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے اور دیگر ائمہ کے نزدیک جائز نہیں۔ اسی طرح انسانی گندگی اگر اس میں کوئی اور کوڑا کرکٹ نہ ملا ہوا ہو تو امام صاحبؒ کے نزدیک اس کی بیع مکروہ ہے اور اگر ملا ہو تو جائز ہے اسی طرح گوبر کا فروخت کرنا ان کے نزدیک جائز ہے دیگر ائمہ کے نزدیک ان میں سے کسی چیز کی فروخت جائز نہیں اور جس چیز کی فروخت جائز نہ ہو اس سے نفع اٹھانا جائز نہیں۔

مَسْئَلَة: (۲۲) حکام کو نرخ اور ریٹ مقرر کرنا صحیح نہیں مگر جب فروخت کرنے والے غلے کو اس قدر گراں کر دیں کہ لوگوں کو پریشانی اور گرانی کا سامنا ہو اور اس میں حد سے آگے بڑھ جائیں تو پھر عقلمند اور تجربہ کار لوگوں کے مشورے سے نرخ مقرر کرنے جائز ہیں۔

الفصل الاول:

بیوع جن کی ممانعت کی گئی ہے

۱/۲۷۹۵ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَةِ اَنْ يَّبِيْعَ ثَمَرَ حَائِطِهٖ اِنْ كَانَ نَخْلاً بِتَمْرٍ كَيْلاً وَاِنْ كَانَ كَرْمًا اَنْ يَّبِيْعَهٗ بِزَبِيْبٍ كَيْلاً اَوْكَانَ وَعِنْدَ مُسْلِمٍ وَاِنْ كَانَ زَرْعًا اَنْ يَّبِيْعَهٗ بِكَيْلِ طَعَامٍ نَهٰى عَنْ ذٰلِكَ كُلِّهٖ (متفق علیه وفی روایة لهما) نَهٰى عَنِ الْمُزَابَنَةِ قَالَ وَالْمُزَابَنَةُ اَنْ يُّبَاعَ مَا فِيْ رُؤُوْسِ النَّخْلِ بِتَمْرٍ بِكَيْلٍ مُسَمًّى اِنْ زَادَ فَلِيْ وَاِنْ نَقَصَ فَعَلَيَّ۔

(رواه البخاری و مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۳/۱۱۷۴ الحدیث رقم (۸۱-۱۵۳۶)۔

تَرْجَمَه: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع مزابنہ سے منع فرمایا۔ مزابنہ یہ ہے کہ آدمی اپنے باغ کے تازہ پھل کو خشک کھجور کے بدلے کیل کر کے دے مثلاً درخت پر دس پیمانے تازی کھجور کا اندازہ کرے اور اس کے بدلے خشک کھجور دس پیمانے لے اور اگر تازہ انگور ہوں تو کشمش کے بدلے میں پیمانے سے ماپ کر کشمش دے اور مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ کھیتی کو کیل شدہ غلے کے بدلے میں فروخت کرے ایک روایت میں یہ ہے کہ ان سب سے جناب

رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا اور دوسری روایت میں مزابنہ کا ذکر ہے اور مزابنہ کی تعریف یہ کی گئی کہ درخت پر تازہ کھجوروں کو مقررہ کیل کے ساتھ خشک کھجور کے بدلے میں فروخت کرنا اور ساتھ یہ شرط لگانا کہ اگر اتارنے کے بعد تازہ کھجوریں زیادہ نکلیں تو وہ میری ہوں گی اور اگر کم ہوئیں تو میں نقصان کا ذمہ دار ہوں۔

تشریح ۞ مزابنہ کا لفظ یہ زبن سے نکلا ہے اور زبن کا معنی دور کرنا ہے اس بیع کا دارومدار چونکہ قیاس اور اندازہ پر ہے اور اس میں زیادتی اور نقصان دونوں کا احتمال ہے اور اس کے اندر خرابی اور نقص یہ ہے کہ بائع اور مشتری میں جھگڑے کا باعث بنے گی اور وہ ایک دوسرے کو دفع کریں گے اس لیے اس کا نام مزابنہ رکھ دیا ہے (۲) دونوں روایتوں کے اندر فرق یہ ہے کہ ایک میں ثمر کا لفظ ہے اور دوسری میں تمر کا لیکن ثمر یا تمر کا خاص کرنا مقصود نہیں بلکہ بطور مثال سمجھانا مقصود ہے کہ ان میں سے کوئی چیز بھی ہو اس میں مزابنہ جائز نہیں ہے۔

مزابنہ ومخابرہ کا بیان

۲/۲۷۹۶ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُخَابَرَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةُ اَنْ يَّبِيْعَ الرَّجُلُ الزَّرْعَ بِمِائَةِ فَرَقٍ حِنْطَةٍ وَالْمُزَابَنَةُ اَنْ يَّبِيْعَ التَّمْرَ فِيْ رُؤُوْسِ النَّخْلِ بِمِائَةِ فَرَقٍ وَالْمُخَابَرَةُ كَرَاءُ الْاَرْضِ بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فى صحيحه ۱۱۷۵/۳ الحديث رقم (۸۵-۱۵۳۶)، والترمذى فى السنن ۶۰۵/۳ الحديث رقم ۱۳۱۳، واحمد فى المسند ۳۱۳/۳۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مخابرہ، محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمایا۔ محاقلہ یہ ہے کہ آدمی اپنی کھیتی کو سو فرق گندم کے بدلے میں فروخت کرے اور مزابنہ یہ ہے کہ آدمی کھجور کے اوپر لگے ہوئے پھل کو زمین پر اتاری ہوئی چیزوں کے بدلے میں فروخت کرے مثلاً کل کھجور کے پھل کو سو فرق کھجور کے بدلے میں بیچے۔ (مخابرہ یہ خبر سے لیا گیا ہے جس کا معنی حصہ ہے۔) مخابرہ یہ ہے کہ آدمی زمین کو متعین حصے کے بدلے میں کرائے پر دے متعین حصہ مثلاً تہائی، چوتھائی وغیرہ

تشریح ۞ فرق راء کے فتحہ کے ساتھ ایک پیمانہ ہے جس میں سولہ رطل یعنی آٹھ سیر غلہ آتا ہے اور فرق را کے جزم کے ساتھ پڑھیں گے تو اس وقت یہ ایک سو بیس رطل والا پیمانہ ہوگا یعنی ساٹھ سیر اس روایت میں سو فرق کو بطور مثال کے ذکر کیا گیا مقصد یہ ہے کہ گندم کو سٹے کے اندر موجود غلے کے بدلے میں فروخت کرنا (۲) بیع مزابنہ میوے اور کھیتی دونوں کیلئے استعمال ہوتی ہے اور کبھی پھل کیلئے استعمال ہوتی ہے اور بیع محاقلہ کا لفظ کھیتی کے ساتھ خاص ہے اور مخابرہ زمین کو کرائے پر دینے کے ساتھ خاص ہے جب کہ اس میں پیداوار کی تہائی یا چوتھائی لینے کی شرط لگائی جائے بیع مخابرہ کی ممانعت کی گئی ہے اور ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اجرت مجہول ہے (۳) مخابرت کا دوسرا نام مزارعت بھی ہے اور دونوں کا حکم بھی یکساں ہے مخابرت میں بیج بونے والے کا ہوتا ہے مگر مزارعت میں بیج مالک کا ہوتا ہے (۴) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مزارعت درست نہیں اور صاحبین کے نزدیک یہ درست

ہے اور ضرورت کی وجہ سے صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے۔
محاقلہ مزابنہ اور مخابرہ کی مختصر تعریف یہ ہے:

محاقلہ:

کھڑی ہوئی کھیتی کو اسی جنس کے نکلے ہوئے غلہ کے بدلہ میں بیچنا' یہ بیع ممنوع ہے تفاضل کے احتمال کی وجہ سے۔

مزابنہ:

درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کو اسی جنس کے اترے ہوئے پھلوں کے بدلے بیچنا۔ یہ بھی ممنوع ہے کیونکہ اس میں سود کا احتمال ہے۔

مخابرہ کی تعریف:

زمین کو کرائے پر دینا اس شرط کے ساتھ کہ اس زمین کی پیداوار کی تہائی یا چوتھائی مقدار مالک زمین کو دی جائے گی۔
یہ عقد بھی ممنوع ہے اس لئے کہ اس میں اجرت مجہول ہے اور پیداوار فی الحال معدوم ہے اور معدوم چیز کا اعتبار نہیں ہوتا۔

محاقلہ' مزابنہ' مخابرہ اور معاومہ سے ممنوعات کا بیان

۳/۲۷۹۷ وَعَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ وَالْمُخَابَرَةِ وَالْمُعَاوَمَةِ وَعَنِ الثُّنْيَا وَرَخَّصَ فِي الْعَرَايَا۔ (رواه مسلم)

اخرجه البخاری فی صحيحه ٣٨٧/٤ الحديث رقم ٢١٩١،ومسلم فی صحيحه ١١٧٠/٣ الحديث رقم (٧٠-١٥٤٠) والنسائی فی السنن ٢٦٨/٧ الحديث رقم ٤٥٤٢۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ' مزابنہ' مخابرہ اور معاومہ سے منع فرمایا ہے اسی طرح ثنیا سے بھی روکا البتہ عرایا کی اجازت دی۔

تشریح ۞ محاقلہ' مزابنہ' مخابرہ کا معنی ماقبل میں معلوم ہو چکا اعادے کی ضرورت نہیں البتہ معاومہ کا معنی ذکر کیے دیتے ہیں بیع معاومہ یہ ہے کہ درخت کا پھل ایک دو یا تین سال کے لیے نمودار ہونے سے پہلے ہی فروخت کر دیا جائے (۲) ثنیا) یہ ہے کہ درخت پر موجود پھل فروخت کرے اور اس پھل میں سے ایک غیر معین مقدار کو مستثنیٰ کرے یعنی فروخت نہ کرے (۳) عرایا میں رخصت دی عرایا کا معنی عاریۃً دے دینا تا کہ وہ اپنی مرضی سے اس کا پھل استعمال کرے مدینہ منورہ کے لوگوں میں یہ معمول تھا کہ پھلوں کے ایام میں اپنے اہل وعیال سمیت اپنے باغوں میں اقامت اختیار کرتے تھے اس موقعہ پر وہ فقراء کیلئے ایک دو درختوں کا پھل عاریۃً وقف کر دیتے اب ان فقراء کا وقت بے وقت آنا ان کو پریشان کرتا تو اپنے پاس سے اس کے بدلے میں ان کو پھل دیدیتے اور درخت کا پھل خود اپنے لیے رکھ لیتے شریعت نے اس کو درست قرار دیا جب تک کہ اس کی مقدار پانچ وسق

تک نہ پہنچے پانچ وسق سے زیادہ درست نہیں قرار دیا گیا جیسا آئندہ حضرت ابوہریرہ کی روایت میں مذکور ہوگا

درخت پر لگے پھل کو خشک کھجور کے بدلے میں فروخت کرنے کی ممانعت

۴/۲۷۹۸ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِیْ حَثْمَةَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ التَّمْرِ بِالتَّمْرِ اِلَّا اَنَّهٗ رَخَّصَ فِی الْعَرِيَّةِ اَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا تَمْرًا يَاْكُلُهَا اَهْلُهَا رُطَبًا۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۸۷/٤ الحدیث رقم ۲۱۹۰،ومسلم فی ۱۱۸۱/۳ الحدیث رقم (۷۱-۱٥٤۱)وابو داؤد فی السنن ٦٦۲/۳ الحدیث رقم ۳۳٦٤ والترمذی فی ٥۹٥/۳ الحدیث رقم ۱۳۰۱ومالك فی الموطأ ٦۲۰/۲ الحدیث رقم ۱٤ من کتاب البیوع۔

ترجمہ: حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے درخت پر لگے ہوئے پھل کو خشک کھجور کے بدلے میں فروخت کرنے سے منع فرمایا لیکن عریہ کی اجازت دی کہ اس درخت پر لگے ہوئے پھل کو اندازہ کر کے مالک چھوڑ دے اور اس کے بدلے میں خشک پھل خود لے لے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ اندازہ کرے کہ خشک ہونے سے کتنی مقدار رہ جائے گا اسی مقدار کے مطابق خشک کھجوریں لے لے اور تازہ پھل مالک لے لے

جناب رسول اللہ ﷺ نے بیع عرایا کی اجازت عنایت فرمائی

۵/۲۷۹۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْخَصَ فِیْ بَيْعِ الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا مِنَ التَّمْرِ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوْ سُقٍ اَوْ فِیْ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ شَكَّ دَاوٗدُ بْنُ الْحُصَيْنِ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۹٤/٤ الحدیث رقم ۲۱۹٤ومسلم فی ۱۱٦٥/۳ الحدیث رقم (٤۹-۱٥۳٤)وابو داؤد فی السنن ٦٦۳/۳ الحدیث رقم ۳۳٦۷وابن ماجه فی ۷٤٦/۲ الحدیث رقم ۲۲۱٤۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے بیع عرایا کی اجازت عنایت فرمائی عرایا یہ ہے کہ اس عاریۃ دیئے ہوئے درخت کے پھل کا اندازہ کرے اور خشک کھجور کے بدلے میں لے لے جب تک کہ اس کی مقدار پانچ وسق یا اس سے کم نہ ہو جائے۔

تشریح ❁ پانچ وسق سے کم یا پانچ وسق کی پابندی لگانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ اجازت ضرورت کی بناء پر ہے اور ضرورت اس کم مقدار میں پوری ہو جاتی ہے پانچ وسق سے کم مقدار میں سب کے نزدیک جائز ہے پانچ وسق سے زائد میں کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں اور پانچ وسق میں اختلاف ہے صحیح قول عدم جواز کا ہے کہ اس پر عمل نہ کیا جائے۔ اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ رخصت فقراء کیلئے خاص ہے یا اغنیاء کیلئے بھی یہ اجازت ہے۔ زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اجازت ہر دو کیلئے ہے۔

(۲) وسق کی مقدار ساٹھ صاع ہے اور ایک صاع میں تقریباً ساڑھے تین سیر غلہ آتا ہے۔

کھیتی کے خوشے پختہ ہونے تک ان کی بیع سے ممانعت

۶/۲۸۰۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُشْتَرِىَ (متفق علیه وفی روایة) لِمُسْلِمٍ نَهٰى عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتّٰى تَزْهُوَ وَعَنِ السُّنْبُلِ حَتّٰى يَبْيَضَّ وَيَاْمَنَ الْعَاهَةَ۔ (رواہ بخاری ومسلم)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤/٣٩٨ الحدیث رقم ٢١٩٨ ومسلم فی ٣/١١٩٠ الحدیث رقم (١٥-١٥٥٥) والنسائی فی السنن ٧/٢٦٤ الحدیث رقم ٥٢٦، وامللك فی الموطأ ٢/٦١٨ الحدیث رقم ١١ من کتاب البیوع۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے پھلوں کی خرید وفروخت سے اس وقت تک ممانعت فرمائی ہے یہاں تک کہ ان میں پختگی پیدا ہو۔ مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ کھجور کے پھل کو سرخ ودراز ہونے سے پہلے فروخت کرنے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا اسی طرح کھیتی کے خوشے پختہ ہونے اور آفت سے مامون ہونے تک ان کی بیع سے منع فرمایا۔

تشریح ۞ فروخت کرنے والے کو تو اس لئے منع فرمایا تا کہ وہ خریدار کا مال بلاعوض نہ لے۔ اور خریدار کو اس لئے منع فرمایا تا کہ اس کا مال ضائع ہونے سے بچ جائے۔ اور آفت کا خطرہ اس سے ٹل جائے۔

پھل کی بیع اس وقت تک جائز نہیں یہاں تک کہ وہ خوش رنگ ہو جائے

۷/۲۸۰۱ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى تُزْهِىَ قِيْلَ وَمَا تُزْهِىَ قَالَ حَتّٰى تَحْمَرَّ وَقَالَ اَرَاَيْتَ اِذَا مَنَعَ اللّٰهُ الثَّمَرَةَ بِمَ يَاْخُذُ اَحَدُكُمْ مَالَ اَخِيْهِ۔ (متفق علیه)

اخرجه مسلم فی قسمین فی ٣/١١٧٨ الحدیث رقم ١٠١-١٥٣٦) وفی ٣/١١٩١ الحدیث رقم (١٧-١٥٥٤) وابو داؤد فی السنن ٣/٦٨٠ الحدیث رقم ٣٣٧٤ والنسائی فی ٧/٢٦٦ الحدیث رقم ٤٥٣١، وابن ماجه فی ٢/٧٤٧ الحدیث رقم ٢٢١٨ واحمد فی المسند ٣/٣٠٩۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھل کی بیع اس وقت تک جائز نہیں یہاں تک کہ وہ خوش رنگ ہو جائے۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ خوش رنگ کا کیا مطلب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب اس کا رنگ سرخ ہو جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم یہ بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ پھل کو روک دے تو تم اپنے بھائی کا مال کیونکر لے سکتے ہو۔

تشریح ۞ پختہ ہونے سے پہلے یہ خطرہ ہوتا ہے کہ پھل کو آفت وبیماری کا حملہ نہ ہو جائے جس کی وجہ سے پھل جھڑ جائے۔ اور فروخت کرنے والا گویا اپنے بھائی سے مفت میں رقم حاصل کر رہا ہے۔ پس پھل کے سرخ ہونے تک صبر کرے۔

پھل کو کوئی بیماری لگ جائے تو قیمت میں رعایت کا حکم فرمایا

۸/۲۸۰۲ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ السِّنِيْنَ وَاَمَرَ بِوَضْعِ الْجَوَائِحِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۳/۱۱۹۰ الحدیث رقم (۱۴۔۱۵۵۴)وابو داوٗد فی السنن ۳/۷۴۶ الحدیث رقم ۳۴۷۰، والنسائی فی ۷/۲۶۴ الحدیث رقم ۴۵۲۷وابن ماجه فی ۲/۷۴۷ الحدیث رقم ۲۲۱۹۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے پھلدار درخت کئی سالوں یعنی ایک یا دو یا تین یا زیادہ سالوں کیلئے فروخت سے منع فرمایا۔ اور جب پھل کو کوئی بیماری لگ جائے تو قیمت میں رعایت کا حکم فرمایا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ (۱) اگر کسی نے پھلدار درخت کا پھل خریدا پھر اس کو آسمانی آفت کی وجہ سے نقصان آ پہنچا تو فروخت کرنے والے کو چاہئے کہ قیمت میں کچھ کمی کر دے یا خریدار اس کو واپس کر دے اگرچہ بیع تام ہو چکی ہو۔ (۲) یہ حکم استحباب کیلئے ہے ورنہ اصل حکم تو یہ ہے کہ مبیع کو جو نقصان مشتری کے قبضہ کر لینے کے بعد پہنچے گا اس کا اصل ذمہ دار مشتری ہی ہے۔ فروخت کرنے والے پر اس کا کچھ ضمان نہیں۔ (مہربانی والا معاملہ الگ بات ہے)۔

پھل مشتری کے قبضہ سے پہلے تباہ ہو گیا تو یہ نقصان فروخت کنندہ کا شمار ہوگا

۹/۲۸۰۳ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْبِعْتَ مِنْ اَخِيْكَ ثَمَرًا فَاَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ فَلَا يَحِلُّ لَكَ اَنْ تَأْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا بِمَ تَأْخُذُ مَا لَ اَخِيْكَ بِغَيْرِ حَقٍّ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴/۳۷۵ الحدیث رقم ۲۱۶۷ومسلم فی صحیحه ۳/۱۱۶۰ الحدیث رقم (۳۳۔۱۵۲۷)وابو داوٗد فی السنن ۳/۷۶۰ الحدیث رقم ۳۴۹۳ والنسائی فی ۷/۲۸۷ الحدیث رقم ۴۶۰۶ومالك فی الموطی ۲/۶۴۱ الحدیث رقم ۴۲ من کتاب البیوع۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم نے اپنے بھائی کو پھل فروخت کیا ہو اور پھر وہ پھل کسی آفت سے تباہ ہو گیا تو تمہیں اس مال میں سے کچھ بھی لینا حلال نہیں۔ تو اپنے مسلمان بھائی کا مال کیوں ناحق لیتا ہے۔ یعنی مت لو۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ''حلال نہیں'' یہ اس صورت سے متعلق ہے کہ جب تمام پھل ہلاک و تباہ ہو جائے (تو اس سے مال لینا حلال نہیں) اگر کچھ پھل تباہ ہوا اور کچھ بچ گیا تو پھر کچھ رعایت کر دے جیسا کہ گزشتہ فائدہ میں گزرا۔

ابن مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اگر پھل مشتری کے قبضہ سے پہلے تباہ ہو گیا تو یہ نقصان فروخت کنندہ کا شمار ہوگا۔ اور اگر پھل کو سپرد کر دینے کے بعد

آفت پہنچی تو یہ نقصان مشتری کا شمار ہوگا۔اب ''حلال نہیں'' کا معنی یہ ہوگا کہ تقویٰ وورع کے لحاظ سے مناسب نہیں۔

اشیاءِ منقولہ میں قبضہ

۱۰/۲۸۰۴ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانُوْا يَبْتَاعُوْنَ الطَّعَامَ فِي اَعْلَى السُّوْقِ فَيَبِيْعُوْنَهٗ فِیْ مَكَانِهٖ فَنَهَاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِهٖ فِیْ مَكَانِهٖ حَتّٰى يَنْقُلُوْهُ۔

(رواه ابوداود ولم احده فی الصحیحین)

اخرجه ابو داوٗد في السنن ۳/۷۶۰ الحدیث رقم ۳۴۹۲ والنسائی فی ۲۸۶/۷ الحدیث رقم ٤٦٠٤ وابن ماجه فی ۷٤۹/۲ الحدیث رقم ۲۲۲٦ والدار می فی ۳۲۹/۲ الحدیث رقم ۲۵۵۹ ومالك فی الموطأ ۶۳۰/۲ الحدیث رقم ٤٠ من کتاب البیوع واحمد فی المسند ۲۲/۲۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ بازار کی بلندی والی جانب لوگ غلہ خریدتے پھر اس کو اسی جگہ یعنی قبضہ کرنے سے پہلے فروخت کر دیتے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے غلہ کو اس طرح فروخت کرنے سے منع فرمایا جب تک کہ وہ وہاں سے منتقل نہ کر لیا جائے۔ یہ روایت ابوداؤد کی ہے بخاری ومسلم میں مجھے نہیں ملی۔

تشریح ''نقل کرنا'' کا مطلب یہ ہے کہ قبضہ کرنے کے بعد منقولہ چیز کا قبضہ اس وقت ثابت ہوتا ہے جب اس کو وہاں سے اٹھا کر کسی اور جگہ رکھ لیا جائے اگرچہ وہ پہلی جگہ سے قریب ہی ہو اور اگر کیل کی شرط سے فروخت کی ہے تو پھر کیل کر کے اٹھانے سے قبضہ ثابت ہوگا اور اگر کیل کی شرط نہیں تو پھر اسے ویسے ہی اٹھا کر دوسری جگہ رکھ دینا کافی ہوگا۔

(۲) اس روایت کی وجہ سے صاحب مشکوٰۃ کا صاحب مصابیح پر یہ اعتراض ہے کہ بخاری ومسلم میں یہ روایت موجود نہیں مگر انہوں نے اسے فصل اول میں ذکر کر دیا ہے اسے اصولی طور پر فصل ثانی میں ہونا چاہئے تھا۔

امام ابوحنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کے ہاں قبل قبضہ عقار کا بیچنا جائز ہے

۱۱/۲۸۰۵ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهٗ وَفِیْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ حَتّٰى يَكْتَالَهٗ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳٤۹/٤ الحدیث رقم ۲۱۳۵ ومسلم فی ۱۱۵۹/۳ الحدیث رقم (۳۰۔۱۵۲۵)۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے ہی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو آدمی غلہ خریدے تو اسے اس وقت تک فروخت نہ کرے جب تک وہ اسے پوری طرح لے نہ لے اور ابن عباسؓ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جب تک اس کو ماپ نہ لے یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے

① پورا لینے کا مطلب قبضہ میں لینا ہے اور کسی چیز کو قبضے میں لیے بغیر آگے فروخت کرنا جائز نہیں خواہ وہ چیز منقولی ہو یا غیر منقولی۔

② امام مالکؒ کے ہاں غلے کا فروخت کرنا جائز نہیں البتہ دوسری چیزوں کا فروخت کرنا جائز ہے۔

③ امام ابوحنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک زمین کا فروخت کرنا تو جائز ہے البتہ منقولی چیز کا قبضے سے پہلے فروخت کرنا جائز نہیں امام احمدؒ کا بھی ظاہری مذہب یہی ہے۔

④ یہاں تک کہ کیل کرے بعض نے اس روایت سے یہ دلیل بنائی کہ اگر فروخت کرنے والا مشتری کے سامنے غلہ کو کیل کرے تو یہ کافی شمار نہیں ہوگا۔ بلکہ ضروری ہے کہ مشتری بھی کیل کرے اور قبضہ کے بعد کیل کرے مگر زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ کافی ہے اس لئے کہ فروخت کرنے والے کا کیل مشتری کے سامنے ہے اور یہ اسی کا کیل شمار ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول' قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا کسی چیز کا بھی درست نہیں

۱۲/۲۸۰۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَمَّا الَّذِیْ نَهٰی عَنْهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ الطَّعَامُ اَنْ یُبَاعَ حَتّٰی یُقْبَضَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَلَا اَحْسِبُ كُلَّ شَیْءٍ اِلَّا مِثْلَهٗ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٣٦١/٤ الحدیث رقم ٢١٥٠ ومسلم فی ١١٥٥/٣ الحدیث رقم (١١-١٥١٥) وابو داوٗد فی ٧٢٢/٣ الحدیث رقم ٣٤٤٣ والنسائی فی ٢٥٣/٧ الحدیث رقم ٤٤٨٧ وابن ماجه فی ٧٥٣/٢ الحدیث رقم ٢٢٣٩ ومالك فی الموطأ ٦٨٣/٢ الحدیث رقم ٩٦ من كتاب البیوع۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کو قبضہ میں لانے سے پہلے فروخت سے منع کیا ہے وہ غلہ ہے اور ابن عباسؓ کہا کرتے تھے کہ میرے نزدیک تو ہر چیز غلہ کی طرح ہے یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا کسی چیز کا بھی درست نہیں اور وہ چیزیں غلہ کی طرح ہیں۔ یہ ابن عباسؓ کا قیاس ہے۔

تم میں سے کوئی شخص کسی کی بیع پر بیع نہ کرے

۱۳/۲۸۰۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ لِبَیْعٍ وَلَا یَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰی بَیْعِ بَعْضٍ وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا یَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَلَا تُصَرُّوا الْاِبِلَ وَالْغَنَمَ فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ بِخَیْرِ النَّظَرَیْنِ بَعْدَ اَنْ یَّحْلُبَهَا اِنْ رَضِیَهَا اَمْسَكَهَا وَاِنْ سَخِطَهَا رَدَّهَا وَصَاعًا مِنْ تَمْرٍ (متفق علیه وفی روایة لمسلم) مَنِ اشْتَرٰی شَاةً مُصَرَّاةً فَهُوَ بِالْخِیَارِ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ فَاِنْ رَدَّهَا رَدَّمَعَهَا صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ لَا سَمْرَاءَ۔

اخرجه مسلم فی صحیحه ١١٥٧/٣ الحدیث رقم (١٧-١٥١٩) وابو داوٗد فی ٧١٨/٣ الحدیث رقم ٣٤٣٧ والترمذی فی ٥٢٤/٣ الحدیث رقم ١٢٢١، والنسائی فی ٢٥٧/٧ الحدیث رقم ٤٥٠١ وابن ماجه فی ٧٣٥/٢ الحدیث رقم ٢١٧٨ والدارمی فی ٣٣١/٢ الحدیث رقم ٢٥٦٦۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم غلہ کے قافلہ کو خریداری کیلئے پہلے جا

کرمت ملو اور تم ایک دوسرے کی بیع پر بیع بھی مت کرو اور نجش نہ کرو اور کوئی شہری آدمی کسی دیہاتی کے مال کو فروخت نہ کرے اور اونٹنی اور بکری کے تھنوں میں دودھ مت جمع کرو جو آدمی اس جانور کو خرید لے جس کے تھنوں میں دودھ جمع کیا گیا ہے پس اس کو دودھ دوہنے کے بعد اختیار ہے کہ جانور کو اپنے پاس رکھے یا واپس کر دے اور جتنا دودھ اس جانور کا استعمال کیا ہے اس کے بدلے میں صرف چار سیر کھجوریں دے دے۔ بخاری ومسلم نے اس کو روایت کیا ہے۔ مسلم کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ جو آدمی تھنوں میں دودھ جمع کی ہوئی بکری کو خرید لے تو اسے تین دن تک اختیار ہے اگر وہ واپس کرے تو ایک صاع کھجور ساتھ دے نہ کہ گندم۔

① ''قافلہ سے نہ ملے یعنی اگر تم کو یہ اطلاع ملی ہے کہ قافلہ غلہ لے کر آیا ہے سستا خریدنے کی غرض سے تم قافلہ والوں کو مت جا کر ملو جب تک کہ وہ شہر میں بازار کا نرخ معلوم نہ کرلیں۔ اس سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس سے ایک مسلمان کو فریب دینا اور ضرر پہنچانا لازم آتا ہے (جو کہ شرعاً منع ہے)۔

② ''نہ بیچے'' یعنی ایک آدمی نے اگر ایک چیز کی بیع شرطِ خیار کر کے لی ہے تو کسی شخص کو خریدار سے یہ کہنے کا حق نہیں کہ تم اس بیع کو فسخ کر دو۔ اسی طرح کی چیز تمہیں میں کم قیمت میں ہو۔ اس سے ممانعت کی وجہ بعضوں نے یہ لکھی ہے کہ یہ ممانعت اس چیز کے ساتھ خاص ہے جس میں خریدار کے ساتھ غبن نہ ہوا اور اگر خریدار کے ساتھ غبن ہوا ہو تو اس کو فسخ کرنا جائز ہے اور سستے داموں اسی کے ہاتھ دفع ضرر کیلئے فروخت کرنا جائز ہے۔

③ یہ بھی ممکن ہے کہ بیع کا معنیٰ یہاں خریدنا ہو یعنی کہ ایک شخص کچھ خریدتا ہے اور فروخت کرنے والا اور خریدنے والا دونوں ایک قیمت پر راضی ہوں اور ایک آدمی آ کر زیادہ قیمت لگا کر ان کے معاملے کو بگاڑ دے اور خود خریدار بن جائے یہ بڑی بری حرکت ہے اور اگر خریدنے کا ارادہ نہ ہو صرف معاملہ بگاڑنا مقصود ہو تو یہ اس سے بھی بدتر ہے۔

④ ''نجش نہ کرو'' نجش یہ ہے کہ ایک آدمی کسی چیز کا مول لگائے دوسرا آدمی آ کر اس چیز کی تعریف کرے یا اس چیز کی قیمت زیادہ لگائے مگر وہ خریدنا نہ چاہتا ہو اس کا مقصد صرف یہ ہو کہ میری دیکھا دیکھی خریدنے والا اس چیز کی طرف زیادہ رغبت کرے اور اس چیز کو زیادہ داموں میں خرید لے۔ اس سے اس لئے منع فرمایا کہ یہ خریدار کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے

⑤ ''نہ بیچے شہری'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی دیہاتی شہر میں اس لئے غلہ لے کر آیا کہ آج کے بھاؤ سے میں اس کو فروخت کروں ایک شہری آ کر اس سے کہنے لگا یہ غلہ تم میرے سپرد کر جاؤ میں آسانی کے ساتھ اس کو زیادہ قیمت پر فروخت کر دونگا۔ اس سے اس لئے منع فرمایا گیا ہے کہ عام لوگوں کو فائدہ سے محروم کرنا لازم آتا ہے جو امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں حرام اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں مکروہ ہے۔

⑥ تھنوں میں دودھ جمع کرنا'' بکری یا اونٹنی کا دودھ دو ایک دن پہلے تھنوں میں اس لئے روکنا کہ تھنوں میں دودھ جمع ہو کر فروخت کرتے وقت خریدار کو زیادہ معلوم ہو اور وہ اس کو زیادہ قیمت پر خرید لے اس سے منع کیا گیا اس کی ممانعت کی وجہ یہ ہے اس میں خریدار سے دھوکا اور فریب کیا جا رہا ہے۔ اگر کوئی شخص اس قسم کے دودھ والا جانور خرید لے اور دودھ

دوہنے کے بعد اسے معلوم ہو کہ دودھ کی مقدار کم ہے۔ تو اس کو اختیار حاصل ہے کہ جانور کو اسی عیب کے ساتھ رکھ لے اور اگر وہ واپس کرنا چاہتا ہو تو ایک صاع کھجوریں بھی ساتھ دے یہ کھجوریں اس دودھ کا عوض ہیں جو اس نے استعمال کیا ہے کیونکہ اس میں سے کچھ دودھ تو وہ ہے جو مشتری کی ملکیت میں آ جانے کے بعد تھنوں میں پیدا ہوا اور کچھ دودھ وہی ہے جو فروخت کے وقت تھنوں میں موجود تھا۔ چونکہ بائع اور مشتری کے حصوں میں تمیز نہ ہو سکنے کی وجہ سے مشکوک ہو گیا۔ دودھ کا واپس کرنا تو (استعمال ہو جانے کی وجہ سے) ناممکن ہے اور اس کی قیمت بھی ناممکن ہے (دودھ کی مقدار معلوم نہ ہونے کی وجہ سے) تو شارع علیہ السلام نے ایک صاع کھجور کو اس لئے متعین کیا تا کہ جھگڑا ختم ہو۔ اس میں دودھ کے کم زیادہ ہونے کا لحاظ نہیں کیا گیا۔ جیسا کہ نفس انسانی کی دیت سو اونٹ مقرر کی گئی حالانکہ نفوس انسانیہ میں بہت تفاوت پایا جاتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد:

انہوں نے اس جانور کے متعلق خیار کو ثابت کیا اور اس روایت کے ظاہر پر عمل کیا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ:

اس حدیث پر عمل ان کے ہاں متروک ومنسوخ ہو گیا کیونکہ اس طرح کی چیزیں پہلے جائز تھیں اور جب سود کو حرام کیا گیا تو یہ چیزیں بھی حرام ہو گئیں۔

⑦ ایک روایت میں کھجور دے نہ گندم' علامہ ابن حجر شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ کھجور کے علاوہ اور چیز دینا درست نہیں ہے۔ خواہ فروخت کرنے والا اس پر راضی ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا طعام کھجور اور دودھ تھا۔ اس لئے کھجور کو دودھ کے قائم مقام کیا گیا۔

⑧ بعض علماء کا قول یہ ہے کہ اگر فروخت کنندہ پسند کرے تو کھجور کے علاوہ بھی دینا درست ہے (ح۔ع)

جلب اور رکبان کا معنی

۲۸۰۸/۱۴ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلَقَّوُا الْجَلَبَ فَمَنْ تَلَقَّاهُ فَاشْتَرٰى مِنْهُ فَإِذَا اَتٰى سَيِّدُهُ السُّوْقَ فَهُوَ بِالْخِيَارِ۔ (رواه مسلم)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٣٧٣/٤ الحدیث رقم ٢١٦٥ ومسلم فی ١١٥٦/٣ الحدیث رقم (١٤۔١٥١٧) وابو داؤد السنن ٧١٦/٣ الحدیث رقم ٣٤٣٦، والترمذی فی ٥٢٤/٣ الحدیث رقم ١٢٢٠ والدار می فی ٣٣٢/٢ الحدیث رقم ٢٥٦٧، واحمد فی المسند ٩١/٢۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو قافلہ غلہ وغیرہ لا رہا ہو اس کو آگے جا کر مت ملو۔ اگر اس سے مل کر خرید لو تو بازار میں پہنچنے کے بعد اس کے مالک کو اختیار حاصل ہے (کہ وہ سودے کو برقرار رکھے یا فسخ کرے۔) یہ

مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ہم جلب اور رکبان کا معنی لکھ آئے ہیں۔علماء کہتے ہیں کہ اس کی ممانعت کا دارومدار شہر والوں کے ضرر اور عدم ضرر پر ہے یہ ممانعت اس وقت ہے جبکہ وہ قافلہ والوں سے شہر کا بھاؤ چھپائے اوران کو دھوکا دے۔(۲) اگر اہل شہر کا ضرر نہ ہو اور نہ اس نے شہر کے نرخوں کو چھپایا ہو اور نہ ان سے دھوکا دہی کی ہو تو اس کے خریدنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔(۳) اس میں خیار کے متعلق شوافع کا مسلک یہ ہے کہ اگر شہر آمد کے بعد مالک کو معلوم ہو کہ اس نے ان سے مال سستے داموں لیا ہے تو اس کو خیار حاصل ہے اور اگر شہر کے بھاؤ کے مطابق لیا ہے یا ان سے مہنگا لیا تو خیار حاصل نہیں۔احناف رحمہم اللہ کا قول یہ ہے کہ اگر مالک شہر میں آنے کے بعد مشتری کو غبن فاحش کا مرتکب سمجھے تو خیار ہوگا ورنہ نہیں۔(طیبی، ق۔ح)

۱۵/۲۸۰۹ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلَقَّوُا السِّلَعَ حَتّٰى يُهْبَطَ بِهَا اِلَى السُّوْقِ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۹۸/۹ الحدیث رقم ۵۱۴۲ ومسلم فی ۱۱۵٤/۳ الحدیث رقم (۸۔۱٤۱۲) وابو داوٗد فی ۵٦۵/۲ الحدیث رقم ۲۰۸۱ والنسائی فی ۷۳/٦ الحدیث رقم ۳۲٤۳، وابن ماجه فی ۱/۔٦۰ الحدیث رقم ۱۸٦۸ والدارمی فی ۱۸۱/۲ الحدیث رقم ۲۱۷٦ ومالك فی الموطأ ۵۲۳/۲ الحدیث رقم ۲ من کتاب النکاح واحمد فی المسند ٤۲/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سامان والوں کو شہر سے باہر مال لینے کیلئے مت ملو جب تک کہ اسباب اتار کر بازار میں منتقل نہ کرلیا جائے۔یہ بخاری ومسلم کی رویت ہے۔

سودے پر سودا کرنے کا بیان

۱٦/۲۸۱۰ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبِيْعُ الرَّجُلُ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ وَلَا يَخْطُبُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ اِلَّا اَنْ يَّاْذَنَ لَهٗ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۱۵٤/۳ الحدیث رقم (۹۔۱۵۱۵) وابن ماجه فی ۷۳٤/۲ الحدیث رقم ۲۱۷۲ واحمد فی المسند ۵۲۹/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا آدمی اپنے مسلمان بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے اور نہ ہی اس کے پیغام نکاح پر پیغام نکاح دے مگر اس وقت جب اس کو اجازت دے دی جائے۔یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ''سودے پر سودا'' سے متعلق تو روایت ابو ہریرہؓ میں تفصیل کر دی گئی۔البتہ پیغام نکاح کے سلسلہ میں تفصیل اس طرح ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی عورت کو پیغام نکاح دیا ہو تو دوسرے کو اس جگہ پیغام نہ بھیجنا چاہئے یہ ممانعت اس صورت میں ہے کہ جب فریقین ایک مقرر مہر پر باہم رضا مند ہو چکے ہوں۔ عقد کے علاوہ کوئی چیز باقی نہ رہے یعنی عقد کے علاوہ باقی تمام

معاملات طے ہو چکے ہوں۔

(۲) اگر طے ہونے بعد وہ اپنا ارادہ فسخ کردے اور کہہ دے کہ میں یہ چیز نہیں خریدنا چاہتا یا اس سے نکاح نہیں کرنا چاہتا تو اس صورت میں اس جگہ پیغام دینے یا مسترد کی ہوئی چیز کا خریدنا بالکل درست ہے (ش۔ع)

ایک مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے

۱۷/۲۸۱۱ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَسُمِ الرَّجُلُ عَلٰی سَوْمِ اَخِیْهِ الْمُسْلِمِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۱۵۷/۳ الحدیث رقم (۲۰۔۱۵۲۲)وابو داوٗد فی السنن ۷۲۱/۳ الحدیث رقم ۳۴۴۲ والترمذی فی ۲۶/۳ الحدیث رقم ۱۲۲۳ والنسائی فی ۲۵۶/۷ الحدیث رقم ۴۴۹۵وابن ماجه فی ۷۳۴/۲ الحدیث رقم ۲۱۷۶۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے (یعنی اس چیز کا زیادہ نرخ نہ لگائے)۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

① ممانعت کی صورت یہ ہے کہ بائع ومشتری ایک قیمت پر راضی ہو گئے اب کسی دوسرے کو قیمت بڑھا کر ان کا سودا خراب کرنے کو کوشش نہ کرنی چاہیے۔ یہ حرکت تو مکروہ ہے البتہ بیع درست ہے۔

② علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سلسلے میں جو حکم مسلمان کا ہے وہی ذمی اور مستامن کافر کا بھی ہے۔ (ع)

شہری دیہاتی کا مال فروخت نہ کرے

۱۸/۲۸۱۲ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ دَعُوا النَّاسَ یَرْزُقُ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ مِنْ بَعْضٍ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه البخاری فی ۲۷۸/۱۰ الحدیث رقم ۵۸۲۰ومسلم فی ۱۱۵۲/۳ الحدیث رقم (۳۔۱۵۱۲)وابو داوٗد فی السنن ۶۷۳/۳ الحدیث رقم ۳۳۷۷ والنسائی فی ۲۶۱/۷ الحدیث رقم ۴۵۱۵وابن ماجه فی ۷۳۳/۲ الحدیث رقم ۲۱۷۰ والدارمی فی ۳۳۰/۲ الحدیث رقم ۲۵۶۲ واحمد فی المسند ۹۵/۳۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا شہری دیہاتی کا مال فروخت نہ کرے تم لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو کہ اللہ تعالیٰ ایک دوسرے سے لوگوں کو روزی پہنچاتے ہیں۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❀ روایت کا مطلب یہ ہے کہ دیہاتی لوگوں کو غلہ لانے کیلئے ان کے حال پر چھوڑ دو تا کہ وہ شہر میں لا کر سستے داموں فروخت کریں اور یہ رزق کی فراوانی کا باعث بنیں اور شہریوں کو رزق میں وسعت میسر ہو۔ روایت کی بقیہ تشریح گزر چکی (ع)

بیع منابذت کی ممانعت کا بیان

۱۹/۲۸۱۳ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لِبْسَتَیْنِ وَعَنْ بَیْعَتَیْنِ نَهٰی عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ فِی الْبَیْعِ وَالْمُلَامَسَةُ لَمْسُ الرَّجُلِ ثَوْبَ الْاٰخَرِ بِیَدِهٖ بِاللَّیْلِ اَوْ بِالنَّهَارِ وَلَا یَقْلِبُهٗ اِلَّا بِذٰلِكَ وَالْمُنَابَذَةُ اَنْ یَنْبِذَ الرَّجُلُ اِلَی الرَّجُلِ بِثَوْبِهٖ وَیَنْبِذَ الْاٰخَرُ ثَوْبَهٗ وَیَكُوْنُ ذٰلِكَ بَیْعُهُمَا عَنْ غَیْرِ نَظَرٍ وَلَا تَرَاضٍ وَاللِّبْسَتَیْنِ اشْتِمَالُ الصَّمَّاءِ وَالصَّمَّاءُ اَنْ یَّجْعَلَ ثَوْبَهٗ عَلٰی اَحَدِ عَاتِقَیْهِ فَیَبْدُوَ اَحَدُ شِقَّیْهِ لَیْسَ عَلَیْهِ ثَوْبٌ وَاللِّبْسَةُ الْاُخْرٰی اِحْتِبَاءُهٗ بِثَوْبِهٖ وَهُوَ جَالِسٌ لَیْسَ عَلٰی فَرْجِهٖ مِنْهُ شَیْءٌ۔ (متفق علیه)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۳/۱۱۵۳ الحدیث رقم (٤-١٥١٣) وابو داوٗد فی ۳/۶۷۲ الحدیث رقم ۳۳۷۶ والترمذی فی ۳/۵۳۲ الحدیث رقم ۱۲۳۰ والنسائی فی ۷/۲۶۲ الحدیث رقم ٤٥١٨ وابن ماجه فی ۲/۸۳۹ الحدیث رقم ۲۱۹٤ والدار می فی ۲/۳۳۰ الحدیث رقم ۲۵۶۳ واحمد فی المسند ۲/۲۵۰

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوقسم کے لباس اور دوقسم کی بیع سے منع فرمایا (۱) ملامست (۲) منابذ ۃ۔ ملامست کا مطلب یہ ہے کہ خریدار دوسرے کے کپڑے کو دن اور رات کے کسی حصے میں صرف چھوئے اسے الٹ پلٹ کر نہ دیکھے (اور اس کا یہ چھونا بیع کی وجہ سے ہو) اور دوسری بیع منابذت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی اپنا کپڑا دوسرے کی طرف پھینکے اور دوسرا اس کی طرف پھینکے اس پھینکنے کو بیع شمار کیا جائے بغیر اس بات کے کہ اس میں غور کرے اور پرکھے یا رضا مندی کا اظہار کرے (جاہلیت کے زمانے میں اس طرح کی بیع ہوتی تھی اس سے منع فرمایا گیا) اور دو انداز کے پہناوے جن سے منع کیا گیا ان میں ایک یہ ہے کہ کپڑے کو صماء کے طریقے سے پہنے صماء یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنے کندھے پر اس طرح کپڑا ڈالے کہ اس کی دوسری جانب پر کپڑا نہ ہو وہ ظاہر ا ننگی رہے۔ اور دوسرا پہناوا یہ ہے جس کو احتباء کہا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے اردگرد اس طرح کپڑا لپیٹے کہ جب یہ بیٹھے تو اس کی شرمگاہ کپڑے سے ڈھکی ہوئی نہ ہو یعنی ننگی رہے۔ اس کو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح ✿ نہ الٹنے کا مطلب یہ ہے کہ کپڑے کو بیع کی علامت قرار دیکر صرف چھونے پر اکتفاء کیا جائے اور بائع اور مشتری آپس میں نہ تو ایجاب وقبول کریں نہ لین دین کا کوئی لفظ استعمال کریں اور نہ ہی لین دین میں فروخت کرنے والا اور خریدار رضا مندی کا اظہار کرے۔

(۱) علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

کہ وہ کپڑے کو نہ تو کھولے اور نہ ہی الٹے بلکہ فقط اس کو ہاتھ لگائے حالانکہ حق تو یہ تھا کہ وہ کپڑے کو کھولتا اور اچھی طرح اس کا جائزہ لیتا اس نے نہ کھولا نہ دیکھا فقط چھونے پر اکتفاء کیا فقط چھو لینے سے کھولنا اور دیکھنا حاصل نہیں ہوسکتا۔

زمانہ جاہلیت میں ملامست کو بیع سمجھا جاتا تھا ایک نے دوسرے کے کپڑے کو ہاتھ لگایا بس بیع ہوگئی وہ دیکھ پرکھ کچھ بھی

نہ کرے اور نہ خیار کی شرط لگائے کہ دیکھنے کے بعد اس کو رکھ لیں گے یا واپس کر دیں گے۔

(۳) بیع منابذت:

بیع منابذت کا معنی یہ ہے کہ دو آدمی آپس میں ایک دوسرے کی طرف کپڑا پھینکتے اور اس کو بیع سمجھتے' کپڑے کو دیکھنے کی ضرورت نہ سمجھتے۔

صماء کا ایک معنی تو وہی ہے جو ذکر کیا گیا ہے اور یہی معنی مشہور ہے کہ ایک کپڑا سر سے لے کر پاؤں تک سارے بدن پر لپیٹ لیا جائے اور ہاتھ بھی اس سے باہر نہ نکالے بلکہ ان کو بھی لپیٹا جائے اور جسم کہیں سے بھی کھلا نہ رہے۔ دوسرا اس قسم کا کپڑا پہننا ممنوع ہے کہ کولہوں پر بیٹھے اور دونوں رانیں کھڑی کرے کپڑے کو اپنی رانوں اور کمر کے اردگرد اس طرح لپیٹے کہ ستر کھلا رہے اس طرح کے لباس کی ممانعت اس لئے ہے کہ اس سے ستر کھلا رہتا ہے اور اگر اس طرح لپیٹے کہ ستر ڈھک جائے تو یہ جائز ہے اور ہاتھوں سے زانوں کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھنا تو مسنون ہے۔

بیع الحصاۃ کا مطلب

۲۰/۲۸۱۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَیْعِ الْحَصَاةِ وَعَنْ بَیْعِ الْغَرَرِ۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤/٣٥٦ الحدیث رقم ٢١٤٣ ومسلم فی ٣/١١٥٣ الحدیث رقم (٥-١٥١٤) وابو داؤد فی السنن ٣/٦٧٥ الحدیث رقم ٣٣٨٠ والترمذی فی ٣/٥٣١ الحدیث رقم ١٢٢٩ والنسائی فی ٧/٢٩٣ الحدیث رقم ٤٦٢٥، وابن ماجه فی ٢/٧٤٠ الحدیث رقم ٢١٩٧ ومالك فی الموطأ ٢/٦٥٣ الحدیث رقم ٦٢ من کتاب البیوع واحمد فی المسند ٢/١٥۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے بیع حصاۃ اور بیع غرر سے منع فرمایا ہے یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ الحصاۃ کنکری کو کہا جاتا ہے۔ بیع الحصاۃ کا مطلب یہ ہے کہ خریدار فروخت کرنے والے کو کہے کہ جب میں تیری چیز پر کنکری پھینک دوں تو بیع لازم ہو جائے گی یا فروخت کنندہ یہ کہے کہ میں نے وہ چیز تیرے ہاتھ فروخت کی جس پر تمہاری کنکری گرے یا میں نے یہ زمین اس حد تک فروخت کی جہاں تک تیری کنکری جائے۔ زمانہ جاہلیت میں بیع کا یہ طریقہ مروج تھا آپ ﷺ نے اس سے روک دیا۔ (۲) بیع غرر یہ ہے کہ جس چیز کو فروخت کیا جا رہا ہے وہ نا معلوم ہو یا فروخت کرنے والے کی قدرت سے باہر ہو مثلاً مچھلی کو دریا میں فروخت کرنا اڑتے ہوئے جانور کو ہوا میں اور بھاگے ہوئے غلام کو بھاگے ہونے کی حالت میں فروخت کرنا۔ (ع)

حمل کے حمل کو بیچنے کا مطلب

۲۱/۲۸۱۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ وَكَانَ بَيْعًا يَتَبَايَعُهُ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ كَانَ الرَّجُلُ يَبْتَاعُ الْجَزُوْرَ اِلٰى اَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ ثُمَّ تُنْتَجُ الَّتِيْ فِيْ بَطْنِهَا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤/٤٦١ الحدیث رقم ٢٢٨٤ وابو داوٗد فی السنن ٣/٧١١ الحدیث رقم ٣٤٢٩ والترمذی فی ٣/٥٧٢ الحدیث رقم ١٢٧٣ واحمد فی المسند ٢/١٤۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حمل کے حمل کو فروخت کرنے سے منع فرمایا اہل جاہلیت یہ بیع کیا کرتے تھے اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ کوئی آدمی اس وعدے پر اونٹنی خریدتا کہ جب یہ اونٹنی بچہ دے پھر اس بچے کے پیٹ سے بچہ پیدا ہو تب اس کی قیمت ادا کروں گا' بخاری ومسلم نے اس کی روایت کی ہے۔

تشریح ۞ حمل کے حمل کو بیچنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک اونٹنی کے پیٹ میں بچہ ہے ایک آدمی نے اس بچے کو خریدا کہ جب پیٹ والا بچہ ہو جائے اور وہ بچہ دے تو وہ بچہ میں نے تیرے ہاتھ میں فروخت کیا۔ آپ ﷺ نے اس بیع سے منع فرمایا کیونکہ اس بچے کی بیع ہے جو تا حال معدوم ہے اگر پیٹ کے حمل والے بچے کو فروخت کرے تو بھی یہی حکم رکھتا ہے چہ جائیکہ بچے کے بچے کو فروخت کرنا وہ کیونکر درست ہوسکتا ہے۔

(۲) بعض نے کہا حمل کے حمل کو فروخت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ رقم کو اس طرح مؤخر کرے کہ اس اونٹنی کے پیٹ میں جو بچہ ہے جب وہ پیدا ہو جائے گا تو تب اس کی قیمت دی جائے گی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے بھی اس کی یہی تفسیر فرمائی ہے جیسا کہ "وکان بیعًا" کے الفاظ سے معلوم ہو رہا ہے۔ (ح)

نر کو مادہ پر چھوڑنے کی اُجرت لینے کا بیان

۲۲/۲۸۱۶ وَعَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ۔ (رواه البخاری)

اخرجه مسلم فی صحیحه ٣/١١٩٧ الحدیث رقم (٣٥-١٥٦٥) والنسائی فی السنن ٧/٣١٠ الحدیث رقم ٤٦٧٠۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے نر کو مادہ پر چھوڑنے کی قیمت لینے سے منع فرمایا (یہ بخاری کی روایت ہے)۔

تشریح ۞ کسی بھی نر جانور اونٹ گھوڑے وغیرہ کو مادہ پر چھوڑنے کی اجرت لینا منع ہے کیونکہ اس میں نامعلوم چیز کی بیع ہے کبھی نر جفتی کرتا ہے کبھی نہیں اسی طرح مادہ کبھی بار آور ہوتی ہے کبھی نہیں۔

(۲) اکثر صحابہؓ اور فقہاء کے نزدیک یہ حرام ہے البتہ نر عاریۃً دینا تا کہ مادہ پر چھوڑا جا سکے یہ مستحب ہے اور اگر عاریت پر دینے کے بعد وہ اپنی طرف سے انعام کے طور پر کوئی چیز دے دے تو یہ درست ہے اسے قبول کر لینا جائز ہے۔

مخابرت کا بیان

۲۸۱۷/۲۳ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ ضِرَابِ الْجَمَلِ وَعَنْ بَيْعِ الْمَاءِ وَالْاَرْضِ لِتُحْرَثَ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۱۹۷/۳ الحدیث رقم (۳٤_۱۵٦۵)ابن ماجه فی ۸۲۸/۲ الحدیث رقم ۲٤۷۷۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اونٹ کو جفتی کیلئے کرائے پر دینے اور پانی اور زمین کو کاشت کیلئے بیچنے سے منع فرمایا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ زمین کو بیچنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی زمین کو اور پانی کو جو اسی زمین سے متعلق ہے کسی کو اس شرط پر دے کہ زمین اور پانی اس کا بیج اور محنت کھیتی کرنے والے کی اور اس میں سے کچھ غلہ زمین والا لے اس کو مخابرت کہا جاتا ہے اس سے جناب رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اس کا حکم روایت جابرؓ کے اندر لکھا جا چکا۔

ضرورت سے زائد پانی کو بیچنا ناجائز ہے

۲۸۱۸/۲۴ وَعَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ فَضْلِ الْمَاءِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۱/۵ الحدیث رقم ۲۳۵۳۔ ومسلم فی ۱۱۹۸/۳ الحدیث رقم (۱۵٦٦۰۳۸) وابو داؤد فی ۷٤۷/۳ الحدیث رقم ۳٤۷۳ والترمذی فی ۵۷۲/۳ الحدیث رقم ۱۲۷۲ وابن ماجه فی ۸۲۸/۲ الحدیث رقم ۲٤۷۸ ومالك فی لموطأ ۷٤٤/۲ الحدیث رقم ۲۹ من کتاب الأقضیة۔ واحمد فی المسند ۲۷۳/۲۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس پانی کو جو اپنی ضرورت سے وافر ہو فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ پانی اگر اس کی ضرورت سے وافر ہو اور لوگوں کو اس کی ضرورت ہو تو اس پانی سے لوگوں کو روکنا جائز نہیں اور نہ ہی ان کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے بلکہ ان کو بلا قیمت دے دے۔ لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب کوئی آدمی پانی خود پینا چاہے یا اپنے گھر والوں کو یا اپنے جانوروں کو پلانا چاہے۔ اگر کوئی شخص کھیتی یا اپنے درختوں کو پانی لگانا چاہے تو پھر پانی کے مالک کیلئے جائز ہے کہ وہ پانی کو معاوضے کے بدلے میں دے۔ (ع)

لوگوں سے ناجائز معاملہ کیا جائے تو وہ آگے دیگر سے ایسا ہی کرینگے

۲۸۱۹/۲۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُبَاعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُبَاعَ بِهِ الْكَلَاءُ۔

اخرجه مسلم فی صحیحه ۹۹/۱ الحدیث رقم ۱٦٤_۱۰۲) والترمذی فی السنن ٦۰۷/۳ الحدیث رقم

۱۳۱۵ وابن ماجه فی ۲/ ۷٤۹ الحدیث رقم ۲۲۲٤۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنی ضرورت سے زائد پانی کو نہ فروخت کرو کہ اس کی وجہ سے لوگ گھاس کو فروخت کرنے لگیں گے۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ پانی کے بیچنے سے یہ لازم آتا ہے کہ گھاس فروخت ہو کیونکہ کسی کے پانی کے اردگرد اس لئے جانور چراتا ہے تاکہ وہ جانور چرنے کے بعد پانی پئیں۔ اگر پانی کا مالک ان جانوروں کو بغیر عوض کے پانی نہیں پینے دیتا تو وہ جانوروں کو پانی پلانے کیلئے پانی خریدنے پر مجبور ہوگا اور پانی کا فروخت کرنا درحقیقت گھاس کا فروخت کرنا ہے اور گھاس کی فروخت ممنوع ہے۔

(۲) البتہ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ یہ نہی تحریمی ہے یا تنزیہی ہے مگر ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نہی تنزیہی ہے۔ (ح۔ع)

اپنے سودے میں کوئی کمی محسوس ہوتو خریدار سے ذکر کردینا چاہئے

۲۶/۲۸۲۰ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى صُبْرَةِ طَعَامٍ فَاَدْخَلَ يَدَهٗ فِيْهَا فَنَالَتْ اَصَابِعُهٗ بَلَلًا فَقَالَ مَا هٰذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ قَالَ اَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَفَلَا جَعَلْتَهٗ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتّٰى يَرَاهُ النَّاسُ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّيْ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱/ ۹۹ الحدیث رقم ۱٦٤۔۱۰۲) والترمذی فی السنن ۳/ ٦۰۷ الحدیث رقم ۱۳۱۵ وابن ماجه فی ۲/ ۷٤۹ الحدیث رقم ۲۲۲٤۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک مرتبہ غلہ کے ایک ڈھیر کے پاس سے ہوا آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ غلے کے ڈھیر میں داخل کیا تو آپ ﷺ کی انگلیوں نے تری محسوس کی آپ ﷺ نے غلے کے مالک سے دریافت فرمایا کہ یہ تری کہاں سے آئی (اور تو نے اسے کیوں تر کیا) اس نے کہا یا رسول اللہ! اس کو بارش پہنچ گئی (یعنی اس کو میں نے تر نہیں کیا) بلکہ بارش سے تر ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو نے تر غلے کو اوپر کی جانب کیوں نہ کیا تاکہ لوگ اس کو دیکھ لیتے جس نے دھوکہ دیا وہ مجھ سے نہیں یعنی میرے راستے پر نہیں۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

الفصل الثانی:

بیع ثنیا کا بیان

۲۷/۲۸۲۱ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الثُّنْيَا اِلَّا اَنْ يُّعْلَمَ۔

(رواه الترمذی)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۳/ ۱۱۷۵ الحدیث رقم (۸۵۔۱۵۳٦) وابو داوٗد فی السنن ۳/ ٦۹۳ الحدیث رقم ۳٤۰٤ والترمذی فی ۳/ ۵۸۵ الحدیث رقم ۱۲۹۰ والنسائی فی ۷/ ۲۹٦ الحدیث رقم ٤٦۳۳ واحمد فی

المسند ۳/ ۳٦٤۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثنیا سے منع فرمایا مگر اس صورت میں کہ مقدار متعین کر دی جائے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ثنیا کا معنیٰ مستثنیٰ کرنا ہے۔ مثلاً اس طرح کہے کہ میں نے یہ چیز فروخت کی مگر اس میں سے فلاں چیز نہیں بیچی۔ اس کی ممانعت اس لئے ہے کہ بیع نامعلوم ہے۔ اگر ایسی صورت ہو کہ اس میں مقدار متعین ہو جائے مثلاً تہائی، چوتھائی، دس کلو وغیرہ اس صورت میں کچھ حرج نہیں۔ (ح)

کھیتی پکنے کے بعد فروخت کی جائے

۲۸/۲۸۲۲ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْعِنَبِ حَتّٰی يَسْوَدَّ وَعَنْ بَيْعِ الْحَبِّ حَتّٰی يَشْتَدَّ هٰكَذَا (رواه الترمذی و ابوداوٗد) عَنْ اَنَسٍ وَالزِّيَادَةُ الَّتِیْ فِی الْمَصَابِيْحِ وَهِیَ قَوْلُهٗ نَهٰی عَنْ بَيْعِ التَّمْرِ حَتّٰی تَزْهُوَ اِنَّمَا ثَبَتَتْ فِیْ رِوَايَتِهِمَا عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰی عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتّٰی تَزْهُوَ۔ (و قال الترمذی هذا حديث حسن غريب)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۳/ ٦٦٨ الحديث رقم ۳۳۷۱ والترمذی فی ۳/ ۵۳۰ الحديث رقم ۱۲۲۸ وابن ماجه فی ۲/ ۷٤۷ الحديث رقم ۲۲۱۷ واحمد فی المسند ۳/ ۲۲۱۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگور کو اس وقت تک فروخت کرنے سے منع کیا جب تک کہ سیاہ نہ ہو جائیں یعنی پک کر تیار ہو جائیں اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اناج کی فروخت سخت ہونے سے پہلے منع فرمائی۔ سخت ہونے کا مطلب قابل انتفاع ہونا ہے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔ ابوداؤد میں یہ اضافہ ہے کہ کھجور کو خوش رنگ ہونے سے پہلے فروخت کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا یہ اضافہ روایت ابن عمر سے ترمذی وابوداؤد میں موجود ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کھجور کی فروخت خوش رنگ ہونے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمائی۔ بقول ترمذی یہ روایت حسن غریب ہے۔

تشریح ۞ بغوی صاحب مصابیح پر مؤلف مشکوٰۃ نے دو اعتراض کیے ہیں نمبرا یہ روایت حضرت انس سے ثابت نہیں بلکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے۔ (۲) مؤلف نے بیع التمر نقل کیا حالانکہ بیع النخل ہے۔ (ع)

اُدھار کی اُدھار کے بدلے بیع سے ممانعت

۲۹/۲۸۲۳ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ بَيْعِ الْكَالِیِٔ بِالْكَالِیِٔ۔

(رواه الدار قطنی)

اخرجه الدارقطنی فی ۳/ ۷۱ الحديث رقم ۲٦۹ من كتاب البيوع

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ادھار کی ادھار کے بدلے بیع سے ممانعت فرمائی' یہ دار قطنی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ادھار کو ادھار کے بدلے فروخت کرنے کی آپ ﷺ نے ممانعت فرمائی۔ کالئی کا لفظ ہمزہ اور بغیر ہمزہ دونوں طرح وارد ہوا ہے کلاء کا معنی' تاخیر کرنا ہے۔ نسیہ کی نسیہ کے بدلے بیع کا معنیٰ یہ ہے کہ ایک آدمی ایک چیز کو مدت معلوم تک خریدے۔ جب مدت تکمیل پذیر ہو تو خریدار ادائیگی کیلئے رقم نہ پائے۔ اس وقت فروخت کرنے والا اس طرح کہے کہ یہ چیز مجھے کچھ نفع کے ساتھ اتنی مہلت دے کر دے دو مثلاً اولاً اس نے دس روپے کی دس اشیاء خرید کی تھیں اب اس نے کہا یہ دس اشیاء گیارہ روپے میں ایک ماہ کی مہلت کے ساتھ فروخت کر دو۔ یہ بیع آپس میں بلا قبض ہوئی۔ یعنی نہ تو بائع نے مبیع دی اور نہ خریدار نے اس کی قیمت ادا کی۔ مبیع فروخت کرنے والے کے پاس تھا اور مشتری کے ذمہ اس کی قیمت واجب تھی مگر مشتری نے اسے فروخت کر دیا تو یہ بیع بلا قبض ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔ کیونکہ اس چیز کو فروخت کر رہے ہیں جو ابھی خریدار کے قبضہ میں نہیں آئی۔

(۲) بعض علماء کا قول یہ ہے کہ اس کی صورت اس طرح ہے۔ زید کا عمرو کے ذمہ ایک کپڑا ہو اور بکر نے عمرو سے دس درہم قرض لینا ہو پھر زید اس طرح کہے۔ اے بکر کپڑا میں نے تیرے ہاتھ میں فروخت کیا۔ اپنے ان دس درہموں کے بدلے میں جو تیرے عمرو پر لازم ہیں۔ بکر نے کہا مجھے قبول ہے یہ بیع بھی جائز نہیں کیونکہ یہ اس چیز کی بیع ہے جس پر قبضہ نہیں کیا گیا۔

بیعانہ یا سائی کا بیان

۳۰/۲۸۲۴ وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْعُرْبَانِ۔

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۳/۷٦۸ الحديث رقم ۳۵۰۲ وابن ماجه فی ۲/۷۳۸ الحديث رقم ۲۱۹۲ ومالك فی الموطأ ۲/٦۰۹ الحديث رقم ۱ من كتاب البيوع

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیبؒ نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے بیع عربان سے منع فرمایا ہے۔ اس کو مالک ابو داؤد اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ عربان کی تفسیر یہ ہے کہ آدمی ایک چیز خریدے اور فروخت کرنے والے کو کچھ رقم پیشگی دیدے اور اس میں شرط یہ لگائے کہ اگر ہمارا سودا مکمل ہو گیا تو اصل رقم میں اس کو شمار کر لیا جائے گا اور اگر سودا مکمل نہ ہوا تو یہ رقم تیرے پاس رہے گی اس کو میں واپس نہیں لوں گا اس کو اردو زبان میں۔ بیعانہ یا سائی کہا جاتا ہے۔ شریعت میں یہ بیع باطل ہے مناسب یہ ہے کہ اگر بیع مکمل ہو گئی ہو تو پھر یہ فروخت کرنے والے کا حق ہے اس کی رقم میں سے شمار ہو گا اور اگر بیع مکمل نہ ہوئی ہو تو یہ خریدار کا ہی حق ہے اس کو واپس کر دیا جائے۔ ابن عمرؓ اور امام محمدؒ نے اس کو جائز رکھا ہے۔

بیع مضطر کی ممانعت کا بیان

۳۱/۲۸۲۵ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْمُضْطَرِّ وَعَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ وَعَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ قَبْلَ اَنْ تُدْرِكَ۔ (رواہ ابو داود)

اخرجه ابو داوٗد في السنن ۳/۶۷۶ الحديث رقم ۳۳۸۲، واحمد في المسند ۱/۱۱۶

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع مضطر بیع غرر اور پھل پختہ ہونے سے پہلے فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ بیع مضطر کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے جبر سے فروخت کرے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ کسی سے زبردستی کوئی چیز خریدی جائے یہ بیع فاسد ہے جو کہ منعقد ہی نہیں ہوتی۔ یا مضطر سے مراد محتاج ہے کہ جو مجبوری کی وجہ سے اس چیز کو قرض داری وغیرہ کی وجہ سے بیچ رہا ہو یا کسی مصیبت کی وجہ سے جو اس پر آ پڑی اور وہ اپنا مال سستا فروخت کرنے پر مجبور ہو گیا اب مروّت کا تقاضا یہ ہے کہ ایسی سستی چیز اس سے نہ خریدے بلکہ اس آدمی کی مدد کرے اور اس کو قرض دے یا اس چیز کو اس کی اصل قیمت پر خریدے یہ عقد درست ہے لیکن اس میں کراہت ہے۔ مضطر کا پہلا معنی مراد ہو تو نہی تحریمی ہوگی اور دوسرا معنی مراد ہو تو نہی تنزیہی ہوگی۔ بیع غرر کا بیان اوپر ہو چکا۔ (ع)

مادہ پر نر کی جفتی کی قیمت لینے کا بیان

۳۲/۲۸۲۶ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ كِلَابٍ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ فَنَهَاهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نُطْرِقُ الْفَحْلَ فَنُكْرَمُ فَرَخَّصَ لَهٗ فِي الْكَرَامَةِ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذي في السنن ۳/۵۷۳ الحديث رقم ۱۲۷۴۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ بنو کلاب کے ایک شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ مادہ پر نر کی جفتی کی قیمت لینے کا کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نر کو جفتی کیلئے عاریت کے طور پر دیتے ہیں پھر وہ ہمیں کوئی چیز بطور انعام دیتے ہیں ہم کوئی اس کی قیمت طے نہیں کرتے بلکہ وہ انعام کے طور پر دیتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور انعام لینے کی اجازت مرحمت فرمائی' یہ ترمذی کی روایت ہے۔

اس چیز کے فروخت کرنے سے منع فرمایا جو فی الوقت موجود نہیں

۳۳/۲۸۲۷ وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ نَهَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَبِيْعَ مَا لَيْسَ عِنْدِيْ (رواه الترمذي وفي رواية له ولابي داود والنسائي) قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَاْتِيْنِي الرَّجُلُ فَيُرِيْدُ مِنِّي الْبَيْعَ وَلَيْسَ عِنْدِيْ فَاَبْتَاعُ لَهٗ مِنَ السُّوْقِ قَالَ لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ.

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۳/۷٦۸ الحدیث رقم ۳۵۰۳ والترمذی فی ۳/۵۳٤لحدیث رقم ۱۲۳۳ والنسائی فی ۷/۲۸۹الحدیث رقم ٤٦۱۳وابن ماجه فی ۲/۷۳۷ الحدیث رقم ۲۱۸۷ واحمد المسند ۳/٤۰۲۔

ترجمہ: حضرت حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے اس چیز کے فروخت کرنے سے منع فرمایا جو میرے پاس موجود نہیں یہ ترمذی کے الفاظ ہیں۔ایک دوسری روایت جوابوداؤداور نسائی نے نقل کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت حکیمؓ نے کہا یارسول اللہ ﷺ اگر میرے پاس کوئی شخص آئے اور وہ ایسی چیز خریدنا چاہتا ہو جو میرے پاس نہیں پھر میں وہ چیز اس کیلئے بازار سے خریدوں یعنی اس کے ہاتھ ایک ایسی چیز فروخت کروں جو بازار سے خرید کر میں اس کے حوالے کرتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا جو چیز تمہارے پاس نہیں اس کو مت بیچو۔

تشریح ۞ پاس نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز فروخت کرتے وقت ابھی تیری ملکیت میں نہیں اس کی دوصورتیں ہیں نمبرا۔ وہ چیز نہ تو ملکیت میں ہے اور نہ پاس ہے تو اس چیز کی بیع صحیح نہیں۔نمبر۲۔ ملکیت میں تو نہیں بلکہ وہ غیر کا مال ہے اور اس کے پاس موجود ہے تو اس چیز کو مالک کی اجازت کے بغیر بیچنا جائز نہیں۔اگر اس نے مالک کی اجازت کے بغیر فروخت کر دی تو وہ مالک کی اجازت پر موقوف ہوگی یہ حنابلہ اور مالکیہ کا مسلک ہے۔امام شافعیؒ کے نزدیک یہ بیع بھی صحیح نہیں بلکہ پہلی صورت کے حکم میں داخل ہے کہ ایسی چیز کا فروخت کرنا جو قبضہ میں نہ ہو یا گم ہوگئی ہو یا غلام وغیرہ ہو اور وہ بھاگ گیا ہو یا مالک کو اس چیز کے حوالے کرنے کی قدرت نہ ہو جیسے پرندوں کی بیع ہوا میں اور مچھلی کی بیع پانی میں۔سلم کے علاوہ یہ بیع جائز نہیں۔سلم بالاتفاق جائز ہے اور اس میں معروف ومشہور شکلیں ہونی چاہئیں۔ہم ان کو بیع سلم میں ذکر کریں گے ان شاءاللہ (ح۔ع)

ایک بیع میں دو بیع کرنے کی ممانعت کا بیان

۳۴/۲۸۲۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِیْ بَيْعَةٍ۔

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۳/۷۳۸ الحدیث رقم ۳٤٦۱ والترمذی فی ۳/۵۲۳ الحدیث رقم ۱۲۳۱ والنسائی فی ۷/۲۹۵ الحدیث رقم (٤٦۳۲)۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک بیع میں دو بیع کرنے سے منع فرمایا۔ابوداؤد نسائی نے یہ روایت نقل کی ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کی تشریح دوطرح سے کی گئی ہے۔نمبرا: کہ ایک آدمی کسی کو یہ کہے کہ میں اپنا غلام ایک ہزار روپیہ کے بدلے تیرے ہاتھ فروخت کرتا ہوں اس شرط کے ساتھ کہ تم اپنا گھر مثلاً پانچ ہزار کے بدلے مجھے فروخت کردو۔یہ بیع جائز نہیں ہے۔(۲) میں اپنا غلام تمہارے ہاتھ پانچ سوروپے نقد یا ۸۰۰روپے اُدھار پر فروخت کرتا ہوں یہ صورت بھی جائز نہیں ہے۔ (البتہ نقد یا اُدھار میں سے ایک طے ہوجائے تو درست ہے)

ایک عقد میں دو بیع کرنے کی ممانعت کا بیان

۳۵/۲۸۲۹ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ

بَيْعَتَيْنِ فِي صَفْقَةٍ وَاحِدَةٍ۔ (رواه في شرح السنة)

اخرجه البغوی فی شرح المسنة ۸/ ۱٤٤ الحديث رقم ۲۱۱۲۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب رحمہ اللہ نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک عقد میں دو بیع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ یہ شرح السنہ کی روایت ہے۔

اوپر والی روایت میں وضاحت گزری ملاحظہ ہو۔

بیع میں دو شرطیں مقرر کرنا درست نہیں

۳۶/۲۸۳۰ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ سَلَفٌ وَبَيْعٌ وَلَا شَرْطَانِ فِي بَيْعٍ وَلَا رِبْحُ مَا لَمْ يُضْمَنْ وَلَا بَيْعُ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ۔

(رواه الترمذی وابوداود والنسائی وقال الترمذی هذا حديث صحيح)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۳/۷۷۵ الحديث رقم ۳۵۰٤ والترمذی فی ۳/۵۳۵ الحديث رقم ۱۲۳٤ والنسائی فی ۷/۲۸۸ الحديث رقم ٤٦۱۱ وابن ماجه فی ۲/۷۳۷ الحديث رقم ۲۱۸۸ واحمد فی المسند ۲/۱۷۸

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ قرض اور بیع درست نہیں اور بیع میں دو شرطیں مقرر کرنا درست نہیں اور اس چیز سے فائدہ اٹھانا درست نہیں جو اپنے ضمان میں نہیں آئی۔ اور اس چیز کا فروخت کرنا جائز نہیں جو پاس موجود نہ ہو یعنی ملکیت میں نہ ہو۔ یہ ترمذی ابوداؤد نسائی کی روایت ہے ترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

① یہ جائز نہیں کہ کسی کو کوئی چیز فروخت کی جائے اور اس سے یہ شرط طے کی جائے کہ مجھے اتنی رقم قرض دینی پڑے گی۔

② یا روایت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو قرض دے اور اس کے ہاتھ اپنی چیز فروخت کرے اور قیمت بڑھا کر فروخت کرے یہ بھی ناجائز ہے کیونکہ وہ اس کے قرض دینے کی وجہ سے زیادہ قیمت دے رہا ہے اور جو قرض نفع کی باعث ہو وہ ربا بننے کی وجہ سے حرام ہے۔ سودخوروں نے یہ حیلہ کر رکھا ہے۔ اس لئے اس سے احتراز ضروری ہے۔

③ بیع میں دو شرطوں کا مطلب یہ ہے کہ ایک بیع میں دو بیع نہ کرے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔

④ بعض نے دو شرطوں کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ مثلاً یہ کپڑا میں نے تجھے فروخت کیا مگر اس کی شرط یہ ہے کہ کپڑا دھلا کر اور سلوا کر دونگا۔

⑤ یہاں روایت میں جو دو شرطوں کا لفظ وارد ہوا یہ اتفاقی ہے ورنہ بیع میں ایک شرط بھی جائز نہیں کیونکہ بیع اور شرط دونوں کی ممانعت وارد ہے۔ لیکن اس پر اشکال ہوگا کہ جب یہ قید احتراز کے لئے نہیں ایک شرط بھی اسی طرح ناجائز ہے جس طرح دو شرطیں تو تثنیہ کا صیغہ ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس شبہ کا احتمال تھا کہ اگر عقد میں ایک ہی شرط غیر ملائم ہو اور اس میں عاقدین میں سے کسی ایک کا نفع ہو تو ناجائز ہے اور اگر دو شرطیں ایسی ہوں کہ ایک

میں ایک عاقد کا فائدہ ہو اور دوسری شرط میں دوسرے کا فائدہ ہو تو جائز ہے۔ اس شبہ کو دور کرنے کے لئے فرمایا: **ولا شرطان فی بیع۔**

⑥ نفع اٹھانا درست نہیں کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص نے ایک چیز خریدی اور ابھی تک اس پر قبضہ نہیں کیا تھا۔ فروخت کرنے والے نے اس چیز کا کرایہ وصول کیا۔ اگر خریدار یہ چاہے کہ یہ کرایہ میں لے لوں تو یہ درست نہیں ہے کیونکہ اگر وہ چیز ضائع ہو جاتی تو فروخت کرنے والا ذمہ دار تھا۔ خریدار کا اس میں کچھ بھی نقصان نہ تھا اب اگر اس کو فائدہ ہوا تو وہ اسی کا حق ہے، خریدار کا اس میں کوئی حق نہیں ہے (ع)

قیمت کی ادائیگی میں سکّے کا ردوبدل جائز ہے

۲۸۳۱/۳۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنْتُ اَبِيْعُ الْاِ بِلَ بِا لنَّقِيْعِ بِا لدَّ نَا نِيْرِ فَاٰخُذُ مَكَانَهَا الدَّرَاهِمَ وَاَبِيْعُ بِالدَّرَاهِمِ فَاٰخُذُ مَكَانَهَا الدَّنَانِيْرَ فَاَ تَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ لَا بَأْسَ اَنْ تَاْخُذَهَا بِسِعْرِ يَوْمِهَا مَا لَمْ تَفْتَرِقَا وَبَيْنَكُمَا شَيْءٌ۔ (رواہ الترمذی وابوداود والنسائی والدارمی)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۶۵۰/۳ الحدیث رقم ۳۳۵۴ والترمذی فی ۵۴۴/۳ الحدیث رقم ۱۲۴۲ والنسائی فی ۲۸۱/۷ الحدیث رقم ۴۵۸۲ وابن ماجه فی ۷۶۰/۲ الحدیث رقم ۲۲۶۲ والدار می فی ۳۳۶/۲ الحدیث رقم ۲۵۸۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں مقام نقیع میں اونٹوں کی تجارت کرتا تھا۔ میں دراہم میں سودا کرتا تو اس کے بدلے دینار لے لیتا اور دیناروں میں سودا کر کے ان کے بدلے دراہم لے لیا کرتا تھا۔ چنانچہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے اس بات کا تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں کہ اگر تم دینار و دراہم کا تبادلہ اس دن کی قیمت کے مطابق کرو اور تم اس حالت میں ایک دوسرے سے جدا ہو کہ تمہارے مابین کوئی چیز نہ ہو۔ یہ ترمذی دارمی ونسائی کی روایت ہے۔

تشریح ❀ درہم چاندی کا اور دینار سونے کا بنا ہوتا ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر کوئی چیز روپے کے بدلے میں خرید کی جائے اور پھر اس کے بدلے اسی حساب سے اشرفیاں دے دی جائیں تو کچھ حرج نہیں ہے۔ (۲) اس دن کے نرخ کی قید یہ استحبابی ہے ورنہ تو جس نرخ سے طے ہو لے سکتا ہے۔ (۳) درمیان کوئی چیز نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مبیع یا قیمت یا دونوں پر قبضہ ہونا ہے مطلب یہ ہوا کہ درہم و دینار کو اس شرط سے بدلنا درست ہے کہ جس مجلس میں یہ عقد ہوا اس مجلس میں بائع و مشتری اپنی چیز کو وصول کر کے قبضہ کر لیں۔ تا کہ قبضہ نہ ہونے کی صورت میں نقد کی بیع اُدھار کے بدلے لازم نہ آئے جو کہ ناجائز وحرام ہے (۴) چنانچہ حضرت شیخ علی متقیؒ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ جب اپنے خادم کو مکہ مکرمہ میں سودے کیلئے بازار بھیجتے تو اسے خاص طور پر نصیحت کرتے کہ نقد کا معاملہ دست بدست کرنا تمہارے اور اس کے دراہم کو قبضہ کو لینے کے مابین کوئی چیز حائل نہ ہو کہ جس سے درمیان میں فرق پڑ جائے۔

(۵) علامہ ابن ہمام کا ارشاد ہے کہ درہم غیر متعین ہے اس لئے خریداری سے پہلے درہم دوکاندار کو دکھائے کہ میں اس درہم سے معاملہ کرنا چاہتا ہوں۔ اگر وہ تسلیم کر کے سودا کرے تو اس درہم کے بدلے دوسرا درہم جو قیمت میں اس کے برابر ہو دینا درست ہے۔ (ح۔ع)

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ایک بیعانہ کے مسئلہ کا بیان

۳۸/۲۸۳۲ وَعَنِ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدِ بْنِ هَوْذَةَ اَخْرَجَ كِتَابًا هٰذَا مَا اشْتَرَى الْعَدَّاءُ بْنُ خَالِدِ بْنِ هَوْذَةَ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرٰى مِنْهُ عَبْدًا اَوْ اَمَةً لَا دَاءَ وَلَا غَائِلَةَ وَلَا خِبْثَةَ بَيْعُ الْمُسْلِمِ الْمُسْلِمَ۔ (رواہ الترمذی وقال هذا حديث غريب)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۰۹/٤ معلقا فی کتاب البیوع باب اذابت لبائعات (۱۹) والترمذی فی السنن ۵۲۰/۳ الحدیث رقم ۲۵۸۱ وابن ماجه ۷۵٦/۲ الحدیث رقم ۲۲۵۱

ترجمہ: حضرت عداء بن خالد بن ھوذہ رضی اللہ عنہ نے ایک خط نکالا' جس میں یہ عبارت درج تھی۔ یہ عداء بن خالد بن ھوذہ کی خریداری کا خط ہے اس نے حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ایک غلام یا لونڈی خریدی ہے جس میں بیماری' دھوکہ اور برائی نہیں ہے۔ یہ خریداری اسی طرح ہے جیسے مسلمان مسلمان سے خریدتا ہے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ (۱) غلام یا لونڈی کا مطلب یہ ہے کہ یہ راوی کو شک ہے۔ کسی راوی کو شک ہوا کہ غلام لکھا ہے یا لونڈی۔ (۲) مرض سے مراد کہ وہ لونڈی مجنون' کوڑھ زدہ اور مجزوم وغیرہ نہیں۔ (۳) بدی و برائی کا مطلب یہ ہے کہ ایسا عیب جو ضیاع مال کا باعث ہو مثلاً چوری۔ بھگوڑا پن وغیرہ ہیں (۴) اور کوئی برائی نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی فطری و اخلاقی عیب میں مبتلا نہیں ہے مثلاً ولد الزنا' فاسقہ' جواری وغیرہ ہونا (۵) ''مسلمان سے'' کا مطلب یہ ہے کہ اس بیع میں طرفین کی خیر خواہی اور رعایت جو اسلام کے لحاظ سے ہونی چاہیے اس کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

حاصل یہ ہے:

کہ یہ غلام اچھا ہے عیب دار نہیں اور اس بیع میں طرفین سے دغا اور دھوکا نہیں ہے۔ (٦) غریب اس وجہ سے ہے کہ اس کا راوی عباد بن لیث ضعیف راوی ہے۔ (۷) علماء نے لکھا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہجرت کے بعد شاذ و نادر بیع کی ہے۔ ترمذی کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بائع تھے اور عداء خریدار تھے جبکہ بخاری کی اس روایت میں وارد ہے۔ هذا ما اشتری محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم من عداء بن خالد'' اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خریدار تھے۔ اور عداء فروخت کرنے والا تھا۔ اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ مبیع اور ثمن دونوں سامان تھے اور جب دونوں طرف سامان ہو تو عاقدین میں سے ہر ایک کو بائع اور مشتری کہا جاسکتا ہے' لہٰذا ان میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپس میں ہونے والے معاملات کو لکھ لینا چاہیے اگرچہ نقد ہی کیوں نہ ہوں

واللہ اعلم (ع۔ح)

نیلام کی صورت میں بیع جائز ہے

۳۹/۲۸۳۳ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَاعَ حِلْسًا وَقَدَحًا فَقَالَ مَنْ يَّشْتَرِىْ هٰذَا الْحِلْسَ وَالْقَدَحَ فَقَالَ رَجُلٌ اٰخُذُهُمَا بِدِرْهَمٍ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّزِيْدُ عَلٰى دِرْهَمٍ فَاَعْطَاهُ رَجُلٌ دِرْهَمَيْنِ فَبَاعَهُمَا مِنْهُ۔ (رواه الترمذی وابوداؤد وابن ماجة)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۲/۲۹۲ الحدیث رقم ۱۶۴۱ والترمذی فی ۳/۵۲۲ الحدیث رقم ۱۲۱۸ والنسائی فی ۷/۲۵۹ الحدیث رقم ۴۵۰۸، وابن ماجه فی ۲/۷۴۰ الحدیث رقم ۲۱۹۸ واحمد فی المسند ۳/۱۱٤

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ٹاٹ اور پیالہ فروخت کرنے کا ارادہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پیالے اور ٹاٹ کو کون خریدتا ہے۔ ایک آدمی نے کہا میں ان دونوں کو ایک درہم کے بدلے لے لیتا ہوں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون اس سے زیادہ دے گا پھر ایک دوسرے شخص نے دو درہم کہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فروخت کر دیا یہ ترمذی ٗ ابوداؤ دٗ ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ ایک آدمی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے۔ اس نے بتلایا کہ میرے پاس بس ایک ٹاٹ اور ایک پیالہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو لانے کا حکم فرمایا۔ اور فرمایا پہلے ان دونوں کو فروخت کر کے اس کی قیمت استعمال میں لاؤ پھر جب وہ ختم ہو جائے تو پھر کسی سے مانگو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو فروخت کر دیا جیسا کہ اوپر روایت میں مذکور ہے۔ اس طرح کی بیع کو بیع من یزید اور بیع حراج کہا جاتا ہے۔ رہی وہ روایت جس مین یہ ہے کہ ایک کے سودے پر دوسرا سودا نہ کرے اس کی صورت یہ ہے کہ خریدار اور فروخت کنندہ ایک قیمت پر راضی ہو چکے ہوں اور سودا مکمل ہو چکا ہو تو اس وقت اس پر سودا جائز نہیں مگر یہاں یہ بات نہیں پائی جاتی بلکہ فروخت کرنے والا اس بات کا خواہاں ہے کہ جو اضافی قیمت لگائے گا میں اس کے ہاتھ فروخت کرونگا۔

بیع من مزید کا جواز کسی مال کے ساتھ خاص ہے یا نہیں ٗ اس میں اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک بیع من مزید کسی مال کے ساتھ خاص نہیں ٗ ہر قسم کے مال میں یہ جائز ہے جبکہ بعض تابعین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہ صرف وراثت اور غنیمت کے مال میں جائز ہے ٗ واللہ اعلم بالصواب۔

(۳) بیع معاطات کے جواز کی یہ روایت دلیل ہے ٗ اس کی حقیقت یہ ہے کہ بائع چیز دے دے اور خریدار اس کی رقم اس کے حوالے کر دے منہ سے وہ کچھ نہ کہیں۔ (ع)

الفصل الثالث:

عیب سے خریدار کو مطلع نہ کرنے والا غضبِ الٰہی کا مستحق

۲۸۳۴/۴۰ عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَ سْقَعِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ بَا عَ عَيْبًا لَمْ يُنَبِّهْ لَمْ يَزَلْ فِي مَقْتِ اللّٰهِ اَوْلَمْ تَزَلِ الْمَلَا ئِكَةُ تَلْعَنُهُ۔ (رواه ابن ماجة)

اخرجه ابن ماجه في السنن ۲/ ۷۵۵ الحديث رقم ۲۲۴۷

ترجمہ: حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا۔ کہ جس شخص نے عیب دار چیز فروخت کی مگر خریدار کو مطلع نہ کیا تو وہ ہمیشہ غضب الٰہی کا نشانہ بنا رہتا ہے اور اس پر فرشتے لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔ یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔

بَابٌ

اِس باب میں سابقہ ابواب کے متعلقات کا ذکر ہے

الفصل الاول:

پھلدار درخت کی بیع کا بیان

۲۸۳۵/۱ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتَا عَ نَخْلاً بَعْدَ اَنْ تُؤَبَّرَ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ اِلَّا اَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَا عُ وَمَنِ ابْتَا عَ عَبْدًا وَلَهٗ مَالٌ فَمَا لُهٗ لِلْبَائِعِ اِلَّا اَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَا عُ۔

اخرجه ابن ماجه في السنن ۲/ ۷۵۵ الحديث رقم ۲۲۴۷

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی پیوند کرنے کے بعد کھجور کا درخت خریدے تو اس کا پھل فروخت کرنے والے کا ہوگا مگر اس صورت میں کہ جب خریدار خریدتے وقت شرط لگائے کہ اس کا پھل وغیرہ میرا ہوگا۔ جو شخص ایسا غلام خریدے جو صاحب مال ہو۔ اس کا مال فروخت کرنے والے کا ہوگا۔ البتہ اگر وہ شرط لگائے تو درست ہے۔ اس روایت کو مسلم نے نقل کیا ہے۔ بخاری نے صرف پہلا حصہ نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ تابیر پیوندکاری کو کہا جاتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ نر درخت کی ٹہنی لے کر مقررہ وقت میں مادہ درخت کے ساتھ پیوند کر دی جاتی ہے۔ اس سے درخت کی پیداوار میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس روایت میں فرمایا گیا کہ پیوندکاری کے بعد اگر کھجور کا درخت خرید کیا اس وقت اگر پھل لگ چکا تھا تو یہ پھل فروخت کرنے والے کا ہوگا مگر جب کہ خرید کرنے والا شرط کرے کہ یہ پھل میرا ہوگا۔ اور بلا تابیر کا یہی حکم ہے۔ احناف کے ہاں امام مالک' شافعی' احمد فرماتے ہیں کہ بلا تابیر پھل خریدار کا ہوگا مگر

جب کہ فروخت کرنے والا یہ شرط لگائے کہ یہ پھل میرا ہے تو اسی کا ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ اگر عقد میں کوئی بات طے ہو جائے تو اسی کے مطابق عمل کیا جائے گا اور اگر عقد میں کوئی شرط نہ ہو تو حنفیہ کے نزدیک پھل کا مالک بائع ہی ہوگا خواہ بیع تابیر سے پہلے ہوئی ہو یا تابیر کے بعد۔ جبکہ دیگر ائمہ فرماتے ہیں کہ اگر بیع تابیر سے پہلے ہو تو پھل مشتری کے ہوں گے اور اگر بیع تابیر کے بعد ہو تو بائع کے۔

(۳) جب کوئی شخص غلام خرید کرے اور اس کے پاس مال ہو یہ مال کی نسبت غلام کی طرف ظاہر کے اعتبار سے کی ہے۔ غلام تو کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا جو مال کماتا ہے وہ آقا کا ہی ہوتا ہے۔ تو اس لحاظ سے وہ مال فروخت کرنے والے کا ہے۔ مگر جب کہ وہ شرط لگائے کہ جو مال اس وقت غلام کے پاس ہے وہ میرا ہے میں نے اس کو غلام سمیت خرید لیا ہے۔ تو اس صورت میں خریدار کا ہوگا۔ (۴) اس حدیث میں دلیل ہے کہ غلام جو کپڑے پہنے ہوئے ہو تو وہ بیع میں داخل نہیں مگر جب کہ خریدار شرط لگائے۔ بعض علماء نے کپڑوں کو داخل بیع تسلیم کیا اور بعض علماء نے ستر کی مقدار کپڑے کو بیع میں داخل تسلیم کیا اس سے زیادہ کو داخل بیع نہیں مانا۔ اور اصح قول یہی ہے کہ ظاہر حدیث کے مطابق کپڑا بیع میں داخل نہیں ہے۔

شرط سے منسلک کی گئی بیع کا بیان

۲/۲۸۳۶ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ كَانَ يَسِيْرُ عَلٰى جَمَلٍ لَهٗ قَدْ اَعْيٰى فَمَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٖ فَضَرَبَهٗ فَسَارَ سَيْرًا لَيْسَ يَسِيْرُ مِثْلَهٗ ثُمَّ قَالَ بِعْنِيْهِ بِوُقِيَّةٍ قَالَ فَبِعْتُهٗ فَاسْتَثْنَيْتُ حُمْلَانَهٗ اِلٰى اَهْلِيْ فَلَمَّا قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ اَتَيْتُهٗ بِالْجَمَلِ وَنَقَدَنِيْ ثَمَنَهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاَعْطَانِيْ ثَمَنَهٗ وَرَدَّهٗ عَلَيَّ (متفق عليه وفی رواية للبخاری) اَنَّهٗ قَالَ لِبِلَالٍ اِقْضِهٖ وَزِدْهُ فَاَعْطَاهُ وَزَادَهٗ قِيْرَاطًا۔

اخرجه البخاری فی صحيحه ٥/٤٩ الحديث رقم ٢٣٧٩ ومسلم فی ٣/١١٧٣ الحديث رقم (٨٠-١٥٤٣) والترمذی فی السنن ٣/٥٤٦ الحديث رقم ١٢٤٤ والنسائی فی ٧/٢٩٧ الحديث رقم ٤٦٣٦ وابن ماجه فی ٢/٧٤٦ الحديث رقم ٢٢١٢ واحمد فی المسند ٢/٧٨

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنے اونٹ پر جارہا تھا وہ اونٹ تھک گیا تھا۔ (یہ سفر مدینہ کی طرف واپسی کا تھا) جناب رسول اللہ ﷺ اس کے پاس سے گزرے اور اس اونٹ کو ایک لکڑی یا کوڑے سے مارا۔ وہ اونٹ اس قدر تیز ہو گیا کہ کوئی اونٹ اس کی طرح تیز نہ چلتا تھا۔ (یعنی آپ ﷺ کے دست مبارک کی برکت سے وہ اتنا تیز چلنے لگا کہ کوئی اونٹ اس کی رفتار کو نہ پا سکتا تھا) پھر آپ ﷺ نے فرمایا یہ اونٹ میرے ہاتھ ایک اوقیہ کے عوض فروخت کر دو۔ جابر کہتے ہیں کہ میں نے وہ اونٹ آپ ﷺ کے ہاتھ ایک اوقیہ میں فروخت کر دیا۔ اور میں نے یہ استثناء کی کہ میں اپنے گھر تک اس پر سواری کروں گا۔ پس جب میں مدینہ پہنچا اور یہ اونٹ آپ ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اس کی قیمت مجھے عنایت فرمائی اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس کی قیمت مجھے عنایت فرمائی اور اونٹ مجھے واپس دے دیا (یعنی قیمت بھی عنایت کی اور اونٹ بطور عطیہ عنایت فرما دیا) یہ بخاری، مسلم کی روایت ہے۔ ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت بلال کو فرمایا کہ جابر کو اونٹ کی قیمت دے دو اور کچھ زیادہ دو۔ پس حضرت بلال

نے جابر کو قیمت مع اضافہ دیدی۔ آپ ﷺ نے ایک قیراط اضافہ میں عنایت فرمایا۔ (قیراط درہم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے)۔

تشریح ۞ اوقیہ کو وقیہ بھی کہتے ہیں یہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ (۲) ''استثناء کی'' اس روایت کے ظاہر سے تو معلوم ہوتا ہے کہ بیع میں ایسی شرط لگانا درست ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے (۳) امام مالک رحمہ اللہ کے ہاں اگر مسافت قریبہ ہو تو استثناء درست ہے۔ جیسا کہ اس روایت میں ہے (۴) امام ابوحنیفہ وشافعی رحمہما اللہ کے ہاں یہ جائز نہیں ہے کہ عقد میں کوئی ایسی شرط عائد کی جائے جس میں فریقین میں سے کسی کا نفع ہو خواہ مسافت قریبہ ہو یا بعیدہ اس کی دلیل وہ روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے بیع اور شرط سے منع فرمایا (۵) نمبر ۱ اس روایت کا جواب یہ ہے کہ یہ جابر رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے۔ پس عمومی حکم نہ لگایا جائے گا۔ نمبر ۲ عین ممکن ہے کہ یہ شرط بیع کی تکمیل کے بعد کی ہو۔ (جس کے پورا ہونے کی انہیں شفقت نبوت سے امید تھی)

نمبر ۳: اصل بات یہ ہے کہ یہ حقیقی بیع نہیں تھی آنحضرت ﷺ درحقیقت وہ اونٹ خریدنا نہیں چاہتے تھے بلکہ اس بہانے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی امداد کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ اونٹ بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی کے پاس رہنے دیا۔ یہ جواب حضرت علامہ انور شاہ صاحب کاشمیری قدس سرہٗ نے دیا ہے۔ (ح۔ع)

حق ولاء تو فقط آزاد کرنے والے کو ہی ملتا ہے

۳/۲۸۳۷ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَ تْ بَرِيْرَةُ فَقَالَتْ اِنِّیْ كَاتَبْتُ عَلٰی تِسْعِ اَوَاقٍ فِیْ كُلِّ عَامٍ وَقِيَّةٌ فَاَعِيْنِيْنِیْ فَقَالَتْ عَائِشَةُ اِنْ اَحَبَّ اَهْلُكِ اَنْ اَعُدَّهَا لَهُمْ عُدَّةً وَاحِدَةً وَّاُعْتِقَكِ فَعَلْتُ وَيَكُوْنُ وَلَاءُ كِ لِیْ فَذَهَبَتْ اِلٰی اَهْلِهَا فَاَبَوْا اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ الْوَلَاءُ لَهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذِيْهَا وَاَعْتِقِيْهَا ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی النَّاسِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰی عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَمَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَاِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ فَقَضَاءُ اللّٰهِ اَحَقُّ وَشَرْطُ اللّٰهِ اَوْثَقُ وَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵/۳۱٤ الحدیث رقم ۲۷۱۸ ومسلم فی ۳/۱۲۲۱ الحدیث رقم (۹-۱۰-۱۵۰۴)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بریرہ رضی اللہ عنہا آئیں اور کہنے لگیں میں نے نو اوقیہ چاندی پر مکاتبت کی تھی کہ ہر سال میں ایک اوقیہ ادا کروں گی۔ آپ میری مدد کریں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بریرہ سے کہا اگر تمہارے مالک پسند کریں تو میں تمام اوقیہ ایک مرتبہ ادا کردوں گی۔ اور تجھے آزاد کردوں گی۔ البتہ ولاء کا حق مجھے حاصل ہوگا۔ بریرہ نے اپنے مالکوں سے رجوع کیا تو انہوں نے تسلیم نہ کیا اور کہنے لگے ہم تو تمہیں اس شرط پر فروخت کریں گے کہ حق ولاء ہمیں حاصل ہوگا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا تم اس کو خرید کر آزاد کردو ولاء تو بہر حال تمہیں پہنچے گی۔ پھر آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور فرمایا کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ

ایسی شرائط لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں یعنی ناجائز شرائط عائد کرتے ہیں۔ جو شرائط کتاب اللہ میں نہیں ہیں وہ باطل ہیں اگر چہ وہ سو شرائط ہوں یعنی اگر چہ کوئی سو مرتبہ شرط لگائے اللہ تعالیٰ کا حکم ہی قابل عمل ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کی شرط مضبوط ہے۔ اور ولاء اس کو ملے گی جس نے آزاد کیا ہے۔ یہ بخاری، مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ''بریرہ'' یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی کا نام ہے۔ پہلے وہ ایک یہودی کی لونڈی تھیں۔ انہوں نے نو اوقیہ چاندی پر مکاتبت کر لی۔ مکاتبت یہ ہے کہ مالک یہ طے کرلے کہ تم اس قدر مال ادا کردو تو تمہیں آزاد کر دیا جائے گا۔ اگر لونڈی یا غلام قبول کرے تو اس مالی ادائیگی پر وہ آزاد ہو جائے گا۔ ورنہ اسی طرح مملوک ہی رہے گا۔ پس بریرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آئیں اور کہنے لگیں میں نے نو اوقیہ پر مکاتبت کی ہے۔ اور ہر سال ایک اوقیہ ادا کروں گی اوقیہ کی مقدار چالیس درہم ہے۔ تم میری مدد کرو اور کچھ رقم دو کہ میں بدل کتابت ادا کرسکوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تیرے مالک اگر پسند کریں تو یہ نو اوقیہ میں یکمشت ادا کردوں یعنی بدل کتابت ادا کر کے تجھے خرید لوں اور پھر تمہیں آزاد کردوں۔

(۲) مکاتب کو بصورت عجز فروخت کرنا جائز ہے یعنی جب وہ بدل کتابت کی ادائیگی سے عاجز ہو جائے تو مالک اس کو فروخت کرسکتا ہے۔

(۳) ولاء۔ وہ حق جو آزادی کی وجہ سے آزاد کرنے والے کو حاصل ہوتا ہے۔ اگر کوئی غلام آزاد کر دیا جائے اور وہ مال چھوڑے اور اس کا کوئی عصبہ نہ ہو تو جس نے آزاد کیا اس کو وہ مال ملے گا۔ بریرہ کے مالکوں نے چاہا کہ خرید کر تو عائشہ آزاد کردیں اور وہ شرط لگا کر ولاء لے جائیں اور یہ غیر مشروع طریقہ تھا۔ آپ ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔

حق ولاء کو بیچنا یا اس کو ہبہ کرنے کی ممانعت کا بیان

۲۸۳۸/۴ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَعَنْ هِبَتِهٖ۔

(متفق عليه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤/٣٧٦ الحدیث رقم ٢١٦٨ ومسلم فی ٢/١١٤١ الحدیث رقم (٦-١٥٠٤) وابو داؤد فی السنن ٤/٢٤٥ الحدیث رقم ٣٩٢٩، والترمذی فی ٣/٥٥٧ الحدیث رقم ١٢٥٦ وابن ماجه فی ٢/٨٤٢ الحدیث رقم ٢٥٢١ ومالك فی الموطأ ٢/٧٨٠ الحدیث رقم ١٧ من باب كتاب العتق واحمد فی المسند ٦/٢١٣

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ولاء کو فروخت کرنے اور ہبہ کرنے سے منع فرمایا۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ایک شخص نے اپنا غلام آزاد کیا اور ولاء کا حق اس کے لئے ثابت ہو گیا اب اس حق کو کسی کے ہاتھ فروخت کرنا یا بخشنا چاہے تو یہ جائز نہیں کیونکہ ولاء مال نہیں کہ اس کو فروخت یا ہبہ کیا جاسکے تمام علماء کا یہی مذہب ہے۔ (ح)

الفصل الثانی:

نفع کا حقدار وہی ہے جو نقصان کا بار اٹھانے والا ہے

۵/۲۸۳۹ عَنْ مَخْلَدِ بْنِ خُفَافٍ قَالَ ابْتَعْتُ غُلَامًا فَاسْتَغْلَلْتُهٗ ثُمَّ ظَهَرْتُ مِنْهُ عَلٰى عَيْبٍ فَخَاصَمْتُ فِيْهِ اِلٰى عُمَرَ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ فَقَضٰى لِيْ بِرَدِّهٖ وَقَضٰى عَلَيَّ بِرَدِّ غَلَّتِهٖ فَاَتَيْتُ عُرْوَةَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ اَرُوْحُ اِلَيْهِ الْعَشِيَّةَ فَاُخْبِرُهٗ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى فِيْ مِثْلِ هٰذَا اَنَّ الْخَرَاجَ بِالضَّمَانِ فَرَاحَ اِلَيْهِ عُرْوَةُ فَقَضٰى لِيْ اَنْ اٰخُذَ الْخَرَاجَ مِنَ الَّذِيْ قَضٰى بِهٖ عَلَيَّ لَهٗ۔

(رواہ فی شرح السنة)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٥/١٦٧ الحدیث رقم ٢٠٣٥ ومسلم فی صحیحه ٢/١١٤٥ الحدیث رقم (١٦-١٥٠٦) وابو داوٗد فی السنن ٣/٣٣٤ الحدیث رقم ٢٩١٩ والترمذی فی ٣/٥٣٧ الحدیث رقم ١٢٣٦ وابن ماجه فی ٢/١٩١٨ الحدیث رقم ٢٧٤٧ والدار می فی ٢/٤٩٠ الحدیث رقم ٣١٥٦ ومالك فی الموطأ ٢/٧٨٢ الحدیث رقم ٢٠ من کتاب العتق

ترجمہ: حضرت مخلد بن خفاف رضی اللہ سے عنہ روایت ہے کہ میں نے ایک غلام خریدا میں نے اس کی کمائی بھی لی پھر مجھے معلوم ہوا کہ اس میں عیب ہے اور وہ پرانا عیب ہے تو میں اس کا مقدمہ جناب امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی خدمت میں لے گیا۔ انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں غلام اور اس کی کمائی دونوں واپس کردوں۔ پھر حضرت عروہ بن زبیر جو اکابر تابعین علماء سے تھے اور یہ مدینہ کے فقہاء سبعہ میں سے تھے۔ میں نے ان کی خدمت میں حضرت عمر رحمہ اللہ کا فیصلہ پیش کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں شام کو ان کے پاس جاؤں گا اور ان کو اطلاع دونگا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کے معاملے میں حکم فرمایا کہ منفعت ضمان کے بدلے میں ہے۔ یعنی جس نے تاوان بھرنا تھا وہی منفعت کا مالک بنے گا۔ پھر عمرؒ نے حکم فرمایا کہ غلام کی کمائی میں اس شخص سے واپس لے لوں جس کو دینے کا مجھے حکم دیا تھا (کیونکہ غلام انہی دنوں مرجاتا تو نقصان خریدار کا ہوتا نہ کہ آقا کا۔ پھر اگر فائدہ حاصل ہو تو وہ خریدار کو ہی حاصل ہونا چاہیے۔

بائع ومشتری کے تنازع میں کس پر اعتبار کیا جائے گا؟

۶/۲۸۴۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اخْتَلَفَ الْبَيِّعَانِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْبَائِعِ وَالْمُبْتَاعُ بِالْخِيَارِ (رواہ الترمذی وفی روایة ابن ماجة والدارمی) قَالَ الْبَيِّعَانِ اِذَا اخْتَلَفَا وَالْمَبِيْعُ قَائِمٌ بِعَيْنِهٖ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا بَيِّنَةٌ فَالْقَوْلُ مَا قَالَ الْبَائِعُ اَوْ يَتَرَادَّانِ الْبَيْعَ۔ (ترمذی)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ٣/٧٧٩ الحدیث رقم ٣٥٠٩ والترمذی فی ٣/٥٨١ الحدیث رقم ١٢٨٥ والنسائی

فی ۷/۲۵٤ الحدیث رقم ٤٤٩٠ واحمد فی المسند ٦/٤٩۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب بائع اور مشتری میں اختلاف ہو جائے تو بیچنے والے کا قول معتبر ہے اور خریدار کو اختیار ہے یہ ترمذی کی روایت ہے۔ البتہ دارمی اور ابن ماجہ نے اس طرح نقل کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا جب بائع اور مشتری میں اختلاف ہو جائے اور فروخت شدہ چیز اسی طرح موجود ہو اور ان دونوں کے درمیان کوئی گواہ بھی موجود نہ ہو تو فروخت کرنے والے کا قول معتبر ہے یا دونوں بیع کو واپس کر کے فسخ کر دیں۔

تشریح ۞ بائع اور مشتری اختلاف کریں'' کا مطلب یہ ہے کہ قیمت کی مقدار میں یا خیار کی شرائط میں یا مدت وغیرہ میں اختلاف ہو جائے تو فروخت کرنے والے کا قول معتبر ہے۔ یعنی اس کو قسم دی جائے گی کہ تم نے اتنے میں ہی فروخت کیا۔ خریدار کو اختیار حاصل ہو جائے گا کہ اگر وہ اس شرط پر راضی ہے تو قسم کے بعد اس چیز کو لے لے اور اگر چاہے تو وہ بھی قسم کھائے کہ میں نے اتنے میں خریدی ہے اگر دونوں کے قسم کھانے کے بعد ایک قول پر وہ دونوں رضا مند ہوں تو مناسب ہے اور اگر راضی نہ ہوں تو قاضی عقد کو فسخ کر دے خواہ فروخت کی ہوئی چیز جوں کی توں موجود ہو یا نہ امام شافعیؒ کا یہی مسلک ہے

(۲) امام ابو حنیفہؒ اور مالکؒ کہتے ہیں کہ دونوں قسم نہ کھائیں جب فروخت کی ہوئی چیز موجود نہ ہو تو اس وقت خریدار کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ اور روایت میں المبیع قائم کا لفظ اس بات کی تائید کرتا ہے۔ (۳) اور قول فروخت کرنے والے کا مطلب یہ ہے کہ جس صورت میں بیع قائم ہو تو فروخت کرنے والے کو قسم دی جائے اگر وہ قسم کھالے تو خریدار کو اختیار حاصل ہوگا بیع کو فسخ کرے یا قائم رکھے یا دونوں بیع کو رد کر دیں (۴) اگر مبیع موجود نہ ہو تو خریدار کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا فروخت کرنے والے کو قسم نہ دی جائے گی۔ یہ ابو حنیفہؒ اور مالکؒ کا مذہب ہے۔ **ذکرہ المظہر** (ع۔ح) اس مسئلہ کی تفصیل ہدایہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

اقالہ بیع کا بیان

۲۸۴۱/۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَقَالَ مُسْلِمًا اَقَالَهُ اللّٰهُ عَثْرَتَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔

(رواہ ابوداود وابن ماجۃ وفی شرح السنۃ بلفظ المصابیح عن شریح الشامی مرسلا)

اخرجہ ابو داؤد فی السنن ۳/۷۸۰ الحدیث رقم ۳۵۱۱ والنسائی فی ۷/۳۰۲ الحدیث رقم ٤٦٤٨ وابن ماجہ فی ۲/۷۳۷ الحدیث ررقم ۲۱۸٦ والدار می فی ۲/۳۲۵ الحدیث رقم ۲۵٤۹ واحمد فی المسند ۱/٤٦٦۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان کسی مسلمان کی بیع کو پھیر دے گا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کے گناہ قیامت کے دن بخش دیں گے اس روایت کو ابوداؤد ابن ماجہ اور حاکم نے نقل کیا ہے۔ مگر شرح السنہ میں اس کو ارسال سے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ شرح السنہ میں لکھا ہے کہ اقالہ بیع میں اور سلم میں قبضہ کرنے سے پہلے اور قبضہ کے بعد بھی جائز ہے۔

(۲) اقالہ بیع کے فسخ کرنے کو کہا جاتا ہے مصابیح میں روایت اس طرح ہے: من اقال اخاہ المسلم صفقة کرهها اقال الله عثرته یوم القیامة۔ ''جو آدمی کسی مسلمان کی ناپسندیدہ بیع کا اقالہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گناہ بخش دے گا۔''

(۳) مؤلف مشکوٰۃ نے ان الفاظ کو نقل کر کے علامہ بغوی پر یہ اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے متصل روایت کو چھوڑ کر مرسل نقل کی ہے۔ (ع)

الفصل الثالث:

بیچنے اور خریدنے والے کے درمیان صلح کرانے کی فضیلت

۸/۲۸۴۲ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرٰی رَجُلٌ مِّمَّنْ کَانَ قَبْلَکُمْ عَقَارًا مِنْ رَجُلٍ فَوَجَدَ الَّذِی اشْتَرَی الْعَقَارَ فِیْ عَقَارِهٖ جَرَّةً فِیْهَا ذَهَبٌ فَقَالَ لَهُ الَّذِی اشْتَرَی الْعَقَارَ خُذْ ذَهَبَكَ عَنِّیْ اِنَّمَا اشْتَرَیْتُ الْعَقَارَ وَلَمْ اَبْتَعْ مِنْكَ الذَّهَبَ فَقَالَ بَائِعُ الْاَرْضِ اِنَّمَا بِعْتُكَ الْاَرْضَ وَمَا فِیْهَا فَتَحَا کَمَا اِلٰی رَجُلٍ فَقَالَ الَّذِیْ تَحَا کَمَا اِلَیْهِ اَلَكُمَا وَلَدٌ فَقَالَ اَحَدُ هُمَا لِیْ غُلَامٌ وَقَالَ الْاٰخَرُ لِیْ جَارِیَةٌ فَقَالَ اَنْكِحُوا الْغُلَامَ الْجَارِیَةَ وَاَنْفِقُوْا عَلَیْهِمَا مِنْهُ وَتَصَدَّقُوْا۔ (متفق علیه)

اخرجه ابو داؤد فی ۸۳۸/۳ الحدیث رقم ۳۴۶۰وابن ماجه فی ۸۴۱/۲ الحدیث رقم ۲۱۹۹ واحمد فی المسند ۲۵۲/۲

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے پہلے زمانہ کے لوگوں کا ذکر فرمایا کہ ایک شخص نے کسی دوسرے شخص سے زمین کا ایک قطعہ خریدا' خریدار کو زمین میں ایک گھڑا ملا جس میں سونا تھا اس نے فروخت کرنے والے کو کہا کہ میں نے تجھ سے زمین لی ہے سونا نہیں لیا تو مجھ سے اپنا سونا لے لے۔ فروخت کرنے والے نے کہا کہ میں نے تجھ کو زمین فروخت کی اور جو کچھ اس میں ہے وہ سب فروخت کیا۔ وہ اپنا معاملہ فیصلے کیلئے ایک اور شخص کے پاس لے گئے' فیصلہ کرنے والے نے کہا کیا تم دونوں کی اولاد ہے؟ ایک نے کہا کہ میرے ہاں ایک لڑکا ہے دوسرے نے کہا میرے یہاں لڑکی ہے اس نے کہا ان دونوں کا نکاح کر دو اور ان پر یہ سونا خرچ کر دو اور جو بچ جائے وہ اللہ کی راہ میں دے دو۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ بعضوں نے کہا کہ وہ فیصلہ کرنے والے حضرت داؤد علیہ السلام تھے (۲) امام نوویؒ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا کہ بائع اور مشتری کے درمیان صلح کرانا افضل ہے قاضی کیلئے مستحب یہ ہے کہ وہ صلح کروائے جیسا کہ دوسرے کیلئے مستحب ہے۔ (ع)

بَابُ السَّلَمِ وَالرَّهْنِ

بیع سلم اور رہن کا بیان

سلم کے لغوی معنی ہیں سپرد کرنا اور اصطلاحی معنی ہے بیع آجل بعاجل یعنی بیع سلم یہ ہے کہ ثمن نقد ہو اور مبیع جو کہ ایک جنس ہے وہ ادھار ہو اس کیلئے ایک مدت مقرر کرلی جائے کہ ایک ماہ یا دو ماہ میں ان شرائط کے ساتھ دی جائے گی مثلاً ایک شخص کو ایک سو اشرفی دی اور اس سے یہ طے کیا کہ دو مہینے میں اس قسم کی سو من گندم تجھ سے لی جائے گی۔ اس کو بیع سلف یا سلم کہتے ہیں۔ بیع سلم میں ثمن کو رأس المال اور مبیع کو مسلم فیہ کہا جاتا ہے۔ اس بیع میں سولہ شرطیں ہونی چاہئیں۔ چھ شرطیں رأس المال میں اور دس شرائط اس چیز میں جس میں سودا ہوا۔ (۲) رأس المال کی شرائط یہ ہیں۔

نمبر۱ جنس کی وضاحت: کہ ہم دراہم سے سودا کر رہے ہیں یا دینار سے یا روپیہ سے وغیرہ

نمبر۲ نوع کی وضاحت: کہ یہ روپے چاندی کے ہیں یا نوٹ وغیرہ ہیں۔

نمبر۳ صفت کی وضاحت: کہ یہ خالص سونے کے ہوں گے یا ان میں کچھ ملاوٹ ہوگی۔

نمبر۴ مقدار کو بیان کرنا: یعنی یہ وضاحت کردی جائے کہ ان کی تعداد سو ہوگی یا دو سو وغیرہ۔

نمبر۵ روپے کا نقد ہونا نہ کہ وعدہ پر۔ نمبر۶ جہاں یہ معاملے طے پایا اس مجلس میں فروخت کرنے والا رأس المال پر قبضہ کرلے۔

(۳) مسلم فیہ یعنی جس میں بیع سلم ہوئی ہے اس میں دس شرائط کا ہونا ضروری ہے۔

نمبر۱ اس کی جنس واضح کردی جائے مثلاً یہ بتادیا جائے کہ یہ گیہوں کی بیع ہے یا جو یا چنے کی ہے۔ نمبر۲ نوع کو واضح کرنا یعنی بیان کردیا جائے کہ گندم فلاں قسم کی ہوگی۔ نمبر۳ اس کی صفت بیان کردی جائے کہ وہ اعلیٰ قسم کی گندم ہوگی یا متوسط وغیرہ نمبر ۴ اس کی مقدار بیان کردی جائے ایک من یا ایک کلو یا دو کلو یا سو کلو وغیرہ نمبر۵ وہ چیز وزنی ہوگی یا مکیلی یا عددی تاکہ تعین کا اندازہ ہوسکے نمبر۶ مدت کی وضاحت یعنی یہ بیان کردیا جائے کہ یہ چیز ایک مہینہ یا دو مہینے یا چار مہینے کے اندر ادا کی جائے گی۔

نمبر۷ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ چیز معدوم ہونے والی نہ ہو بلکہ بیع کے وقت تک ادائیگی بازار میں میسر ہوتا کہ بیع معدوم لازم نہ آئے۔ نمبر۸ بیع سلم کا معاملہ خیار کی شرط سے خالی ہو یعنی اس میں فسخ کا اختیار نہ ہو۔

نمبر۹ مسلم فیہ اگر وزن دار ہے جس کے اٹھانے پر کچھ خرچہ وغیرہ آئے تو اس کو پہنچانے کی جگہ بھی متعین کردی جائے مثلاً منڈی یا گھر میں۔ نمبر۱۰ جس چیز میں بیع سلم کی جارہی ہے وہ ایسی چیز ہو کہ جو جنس نوع اور صفت کے اعتبار سے واضح ہوسکتی ہو حیوان یا بعض کپڑے کی اقسام چونکہ جنس، نوع، صفت وغیرہ کے ذریعے متعین ومعلوم نہیں ہوسکتے اس لئے ان میں بیع سلم جائز نہیں۔ تفصیلات کتب فقہ میں دیکھئے۔

الفصل الاول:

بیع سلم کی صحت کی شرائط کا بیان

۱/۲۸۴۳ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ وَھُمْ یُسْلِفُوْنَ فِی الثِّمَارِ السَّنَۃَ وَالسَّنَتَیْنِ وَالثَّلٰثَ فَقَالَ مَنْ اَسْلَفَ فِیْ شَیْءٍ فَلْیُسْلِفْ فِیْ کَیْلٍ مَّعْلُوْمٍ وَوَزْنٍ مَعْلُوْمٍ اِلٰی اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٥١٢/٦ الحدیث رقم ٣٤٧٢ ومسلم فی ١٣٤٥/٣ الحدیث رقم (١٢١-١٧٢١) وابن ماجه فی السنن ٨٣٩/٢ الحدیث رقم ٢٥١١ واحمد فی المسند ٣١٦/٢۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تشریف لائے مدینہ کے لوگ باہمی ایک سال دو سال تین سال تک کیلئے بیع سلم کیا کرتے تھے۔ یعنی رقم دے کر وہ یہ شرط کرتے کہ ایک سال دو سال تین سال کے بعد یہ پھل پہنچا دینا آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص تم میں سے بیع سلم کرے تو اسے ایسی چیز میں سلم کرنی چاہئے جس میں کیل معلوم ہو اور وزن معلوم ہو اور مدت بھی معلوم ہو یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ وزن معلوم کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز میں بیع سلم کرے وہ تول کر فروخت ہوتی ہو مثلاً زعفران تو اس میں سلم کرنے کی صورت میں دو تولے یا چار تولے یا دس تولے معلوم ہوں۔ (۲) مدت معلوم مثلاً ایک مہینہ یا ایک سال وغیرہ (۳) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے مدت کا معلوم ہونا ہے بیع سلم میں شرط ہے امام ابوحنیفہ مالک واحمد رحمھم اللہ کا یہی مذہب ہے امام شافعیؒ کے ہاں مدت کا معلوم ہونا شرط نہیں۔

ادھار خریدنے اور گروی رکھنے کا بیان

۲/۲۸۴۴ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتِ اشْتَرٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَعَامًا مِنْ یَھُوْدِیٍّ اِلٰی اَجَلٍ وَرَھَنَہٗ دِرْعًا لَہٗ مِنْ حَدِیْدٍ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤٢/٤ الحدیث رقم ٢٢٣٩ ومسلم فی ١٢٢٧/٣ الحدیث رقم (١٢٧-١٦٠٤) وابو داوٗد السنن ٧٤١/٣ الحدیث رقم ٣٤٦٣ والترمذی فی ٦٠٢/٣ الحدیث رقم ١٣١١ والنسائی فی ٢٩٠/٧ الحدیث رقم ٤٦١٦ وابن ماجه فی ٧٦٥/٢ الحدیث رقم ٢٢٨٠ والدار می فی ٣٣٧/٢ الحدیث رقم ٢٥٨٣ واحمد فی المسند ٢١٧/١۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے کچھ غلہ ایک معلوم مدت کے وعدہ پر خرید فرمایا اور اپنی لوہے کی زرہ اس کے ہاں رہن رکھی۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ (۱) اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ وعدہ پر کسی چیز کا لینا جائز ہے اور قرضے کے بدلے میں کسی چیز کا گروی

رکھنا بھی درست ہے خواہ آدمی سفر میں ہو یا حضر میں اگرچہ قرآن مجید کی اس آیت:" وان کنتم علی سفر ولم تجدوا کاتبا فرھٰن مقبوضه ......" میں سفر کی قید موجود ہے لیکن سفر کی قید اس میں اتفاقی ہے۔ (۲) اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ذمیوں کے ساتھ معاملہ کرنا بھی درست ہے اور اس بات پر سب مسلمانوں کا اجماع ہے۔ البتہ اس میں ایک شرط کا لحاظ ہے کہ اگر ان کے پاس جو مال ہے اس کا حرام ہونا ثابت ہو جائے تو پھر جائز نہیں اور مسلمانوں کو یہ جائز نہیں کہ وہ حربی کافروں کو اسلحہ فروخت کریں اسی طرح عام ذمی کفار کو ایسی چیز کا فروخت کرنا جو ان کے دین کو تقویت پہنچائے' یہ بھی جائز نہیں۔ (۳) اسی طرح کفار کے ہاتھ قرآن مجید کا فروخت کرنا بھی صحیح نہیں اور نہ مسلمان غلام ان کے ہاتھ فروخت کیا جائے نوویؒ کہتے ہیں کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دنیا کا مال کم تھا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ لڑائی کا سامان ذمیوں کے پاس رہن رکھنا جائز ہے۔ (۴) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رہن کا معاملہ یہودی سے کیا صحابہؓ سے نہ کیا بعض نے اس کی تاویل میں کہا کہ یہ بیان جواز کیلئے کیا۔ دوسری تاویل اس کی یہ کی گئی کہ سوائے یہودی کے اور کسی کے پاس غلہ حاجت سے زائد موجود نہ تھا۔ (ع)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ کا یہودی ساہوکار کے ہاں رہن رکھا جانا

۳/۲۸۴۵ وَعَنْهَا قَالَتْ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِرْعُهٗ مَرْهُوْنَةٌ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ بِثَلَاثِيْنَ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۰۲/٤ الحدیث رقم ۲۰۶۸ ومسلم فی ۱۲۲٦/۳ الحدیث رقم (۱٦۲۔۱٦۰۳) والنسائی فی السنن ۲۸۸/۷ الحدیث رقم ٤٦۰۹ وابن ماجه فی ۸۱۵/۲ الحدیث رقم ۲٤۳٦ واحمد فی المسند ۱٦۰/٦

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس حال میں ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ ایک یہودی کے ہاں تیس سیر جو کے بدلے میں رہن رکھی ہوئی تھی۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

گروی رکھی گئی چیز کو استعمال کرنے کی ایک صورت

۴/۲۸۴۶ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظَّهْرُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهٖ اِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا وَلَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ بِنَفَقَتِهٖ اِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا وَعَلَى الَّذِيْ يَرْكَبُ وَيَشْرَبُ النَّفَقَةُ۔

(رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۹۹/٦ الحدیث رقم ٤٤٦۷۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سواری کا جانور جبکہ وہ گروی رکھا ہوا ہو اس پر جو خرچ کیا جاتا ہے اس کے بدلے میں اس پر سواری کی جاسکتی ہے اسی طرح دودھ والا جانور اگر رہن رکھ دیا جائے تو اس پر خرچ کئے جانے کے بدلے میں اس کا دودھ استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

تشریح ❁ "رہن رکھنا" ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ جس جانور کو گروی رکھا جائے اس پر سواری کرنا' اسباب لادنا جائز ہے۔ اس

کی وجہ یہ ہے کہ اس کا گھاس دانہ اسی کے ذمہ ہے۔ امام ابوحنیفہ اور شافعیؒ کا یہی مذہب ہے۔ (۲) اور جو کوئی سوار ہوتا ہے اور دودھ پیتا ہے اس پر نفقہ ہے اس کا مطلب یہ لکھا ہے کہ رہن رکھنے والے کے ذمہ جانور کا گھاس اور دانہ ہے جو گھاس دانہ ڈالے وہی سوار ہو اور وہی دودھ پیئے اگر راہن گھاس اور دانہ ڈالتا ہے تو اسی کو سوار ہونا اور دودھ پینا درست ہوگا۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مرتہن کو رہن رکھی ہوئی چیز سے فائدہ اٹھانا درست ہے اور اس پر خرچ کرنا بھی جائز ہے۔ جمہور علماء کا قول اس کے خلاف ہے۔ ہدایہ میں لکھا ہے کہ مرتہن کو رہن سے نفع اٹھانا جائز نہیں رہن کا خرچہ خود راہن کے ذمہ ہے اس لئے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جو قرض نفع لائے وہ حرام ہے۔ علماء لکھتے ہیں کہ یہ روایت منسوخ ہے۔ چنانچہ اس مسئلے کی وضاحت اس طرح ہے کہ اس بات پر تو سب کا اتفاق ہے کہ سواری اور دودھ پینے کے علاوہ مرتہن رہن سے انتفاع نہیں کر سکتا۔ رکوب اور حلوب کے بارے میں اختلاف ہے' امام احمد رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ مرتہن رکوب اور حلاب کا فائدہ حاصل کر سکتا ہے جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام مالک، امام شافعی اور جمہور رحمہم اللہ کے نزدیک مرتہن مرہون چیز سے کسی قسم کا بھی انتفاع نہیں کر سکتا۔

امام احمد رحمہ اللہ کی دلیل یہ زیر بحث حدیث ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر مرتہن اس سواری کے اخراجات برداشت کرے تو وہ اس سے سواری' دودھ پینے کا فائدہ بھی اٹھائے۔

اس کا یہ بھی جواب ہو سکتا ہے کہ حدیث میں مرتہن کی تو تصریح نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ حدیث میں راہن مراد ہو لیکن یہ جواب اتنا معقول نہیں ہے کیونکہ بعض روایات میں مرتہن کی تصریح ہے۔

حضرت گنگوہی فرماتے ہیں کہ حدیث میں مرتہن کو مرہونہ سے انتفاع کی اجازت نہیں دی گئی بلکہ انتفاع کا عدم جواز تو متعین ہی ہے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ راہن کو یہ چیز ایسے انداز سے نہ دینی چاہئے کہ دوسرا اس سے نفع نہ اٹھا سکے بلکہ اس طریقے سے دے کہ اس سے نفع حاصل کیا جا سکے یعنی بطور رہن نہ دے بلکہ زیادہ مناسب یہ ہے کہ بطور عاریت دے۔

الفصل الثانی:

شے مرہون' راہن کی ملکیت سے ہی نہیں چھین لی جاتی

۵/۲۸۴۷ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَغْلَقُ الرَّهْنُ الرَّهْنَ مِنْ صَاحِبِهِ الَّذِىْ رَهَنَهُ لَهُ غُنْمُهُ وَعَلَيْهِ غُرْمُهُ۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۴۳/۵ الحدیث رقم ۲۵۱۲ وابو داؤد فی السنن ۷۹۵/۳ الحدیث رقم ۳۵۲۶ والترمذی فی ۵۵۵/۳ الحدیث رقم ۱۲۵۴ وابن ماجه ۸۱۶/۲ الحدیث رقم ۲۴۴۰ واحمد فی المسند ۴۷۲/۲

ترجمہ: حضرت سعید ابن مسیبؒ نے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی رہن رکھی ہوئی چیز کا رہن رکھ دینا راہن کی ملکیت سے اس کو نہیں روکتا اس لئے کہ رہن رکھی ہوئی چیز کے ہر نفع اور اضافہ کا حقدار راہن ہے۔ اور وہی اس کے نقصان کا ذمہ دار ہے۔ یہ روایت امام شافعیؒ نے مرسل نقل کی ہے۔ اسی طرح کی ایک اور روایت ہے جس کے الفاظ

میں معمولی فرق ہے۔البتہ معنیٰ میں موافقت ہے۔البتہ انہوں نے یہ روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اتصال کے ساتھ ذکر کی ہے۔

تشریح ۞ رہن رکھی چیز کا کرایہ لینا یا گروی رکھے ہوئے جانور پر سوار ہونا اور اس کا اضافہ یعنی بچے وغیرہ راہن کا حق ہے۔اور اگر مرتہن کے پاس ہلاک ہو جائے تو اس کا تاوان راھن پر ہے۔یعنی راہن کا نقصان ہے مرتہن کا حق ذرا بھی ساقط نہیں ہوا۔ بلکہ راہن کے ذمہ قرض ہوگا۔

(۲) بعض روایات میں رویٰ کا لفظ معروف مذکور ہے۔اس صورت میں امام شافعیؒ فاعل ہوں گے۔اور مثلہ وغیرہ منصوب ہی ہوں گے(ح)

پیمانہ اور وزن کا اعتبار حقوقِ شرعیہ میں کیسے کیا جائے

۶/۲۸۴۸ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمِكْيَالُ مِكْيَالُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَالْمِيْزَانُ مِيْزَانُ اَهْلِ مَكَّةَ۔ (رواہ ابوداود والنسائی)

اخرجه الدار قطنی فی السنن ۳/۳۳ الحدیث رقم ۱۳۳ من کتاب البیوع۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ماپ تو اہل مدینہ کا ماپ ہے اور تول اہل مکہ کا تول ہے۔یہ ابوداؤد ونسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ حقوق شرعیہ زکوٰۃ وغیرہ میں اہل مدینہ کے ماپ کا اعتبار ہے۔اور تول میں مکہ والوں کا تول معتبر ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ دراہم میں اس وقت تک زکوٰۃ واجب نہ ہوگی جب تک کہ دراہم کا وزن ۲۰۰ مکی دراہم کے ہم وزن نہ ہو جائے۔اور صدقۃ الفطر اور دیگر صدقات واجبہ میں اہل مدینہ کا صاع معتبر ہے۔کیونکہ مدینہ کے لوگ اہل زراعت ہیں اس لئے وہ پیائش کے پیانوں سے خوب واقف ہیں اور مکہ کے لوگ تجارت پیشہ ہیں وہ تول سے خوب واقف ہیں **كذاقال القاضی والبغوی۔ع)**

ناپ تول میں ''ڈنڈی مارنے والے'' کی بابت سخت وعید

۷/۲۸۴۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَ صْحَابِ الْكَيْلِ وَالْمِيْزَانِ اِنَّكُمْ قَدْ وُلِّيْتُمْ اَمْرَيْنِ هَلَكَتْ فِيْهِمَا الْاُ مَمُ السَّابِقَةُ قَبْلَكُمْ۔ (الترمذی)

اخرجه ابو داوٗد من السنن ۳/۶۳۳ الحدیث رقم ۳۳٤۰ والنسائی فی ۷/۲۸٤ الحدیث رقم ۲۵۹٤

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ماپ تول والوں کو فرمایا کہ تم دو ایسے کاموں کے ذمہ دار بنائے گئے ہو کہ ان میں (مبتلا ہو کر) دو امتیں ہلاک ہوئیں۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ماپ تول میں ہلاک ہونے والی اقوام میں قوم شعیب علیہ السلام ہے۔وہ لوگوں سے پورا تول لیتے اور دیتے وقت

کمی کرتے۔

الفصل الثالث:

بیع سلم کی مبیع کو اپنے قبضہ میں آنے سے پہلے فروخت کرنے کی ممانعت

۸/۲۸۵۰ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَسْلَفَ فِیْ شَیْءٍ فَلَا یَصْرِفُہٗ اِلٰی غَیْرِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّقْبِضَہٗ۔ (رواہ ابو داؤد وابن ماجۃ)

اخرجہ ابو داؤد فی السنن ۳/۷۴۴ الحدیث رقم ۳۴۶۸ وابن ماجہ فی ۲/۷۶۶ الحدیث رقم ۲۲۸۳۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی چیز میں بیع سلم کرے تو قبضہ سے پہلے اس کو دوسرے کی طرف نہ پھیرے۔ یہ ابوداؤد اور ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ پھیرنے'' کا مطلب یہ ہے کہ فروخت یا ہبہ وغیرہ نہ کرے بلکہ قبضہ کرنے کے بعد یہ تصرفات کرسکتا ہے۔ نمبر ۲ اس کو دوسری چیز کے ساتھ تبدیل نہ کرے یعنی جو چیز طے ہو چکی ہے اس کے بدلے اور چیز قبضہ سے پہلے نہ لے۔

بَابُ الْاِحْتِکَارِ

(احتکار کا بیان)

احتکار کا معنی روکنا اور بند رکھنا ہے۔ شرعی طور پر انسانی یا حیوانی غذاؤں میں استعمال ہونے والی اشیاء کو گرانی کے انتظار میں جمع کر کے اور روک کے رکھنا اور وہ حقیقی احتکار اس وقت بنے گا جب لوگوں کو غلہ کی شدید حاجت ہو اور یہ غلہ کو اس نیت سے جمع کر لیتا ہے کہ اور گراں ہوگا تو فروخت کروں گا۔ یہ حرام ہے۔ (۲) اگر کسی نے اپنی زمین سے نکلنے والے غلہ کو ذخیرہ کر لیا یا جنس جب ارزاں تھی اس وقت اس نیت سے خرید کیا کہ جب قیمت مناسب مل جائے گی تو فروخت کروں گا یہ نہ احتکار ہے اور نہ حرام ہے۔ (۳) اسی طرح وہ اشیاء جو خوراک سے متعلق نہیں ان کا جمع کرنا اور گراں فروخت کرنا حرام نہیں ہے (ح۔ع)

(۴) صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

انسانوں اور حیوانات کی اقوات میں ایسے شہر میں ذخیرہ اندوزی مکروہ وحرام ہے جہاں شہر والوں کو ضرر پہنچے یعنی چھوٹا شہر ہو اس کے احتکار سے گرانی زیادہ ہو جائے گی اور لوگوں کو ضرر پہنچے گا۔ (۲) اگر بڑا شہر ہو اور اس کے احتکار سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تو اس احتکار میں کوئی کراہت نہیں۔

(۳) اگر کسی نے اپنی زمین کا غلہ جمع کیا تا کہ گراں بھاؤ سے فروخت ہو تو یہ احتکار نہیں ہے۔ (۴) کسی اور شہر سے غلہ خرید کر لایا وہ بھی احتکار نہ بنے گا۔

الفصل الاول:

جوآدمی احتکار کرے وہ گنہگار ہے

۱/۲۸۵۱ عَنْ مَعْمَرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَکَرَ فَھُوَ خَاطِیءٌ۔

(رواہ مسلم)

اخرجہ مسلم فی صحیحہ ۱۲۲۷/۳ الحدیث رقم (۱۲۹۔۱۶۰۵)وابو داوٗد فی السنن ۷۲۸/۳ الحدیث رقم ۳۴۴۷وابن ماجہ فی ۷۲۸/۲ الحدیث رقم ۲۱۵۴والدار می فی ۳۲۳/۲ الحدیث رقم ۲۵۴۳ واحمد فی لمسند ۴۰۰/۶۔

ترجمہ: حضرت معمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جوآدمی احتکار کرے پس وہ گنہگار ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

وَسَنَذْکُرُ حَدِیْثَ عُمَرَ کَانَتْ اَمْوَالُ بَنِی النَّضِیْرِ فِیْ بَابِ الْفَیْیِٔ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت "کانت اموال بنی النضیر" کو ہم ان شاء اللہ باب الفیٔ میں نقل کریں گے۔

الفصل الثانی:

محتکر کی بابت مزید سرزنش

۲/۲۸۵۲ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْجَالِبُ مَرْزُوْقٌ وَالْمُحْتَکِرُ مَلْعُوْنٌ۔

اخرجہ ابن ماجہ فی السنن ۷۲۸/۲ الحدیث رقم ۲۱۵۳والدار می فی ۳۲۴/۲ الحدیث رقم ۲۵۴۴

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تاجر رزق دیا گیا ہے اور احتکار کرنے والا ملعون ہے۔ یہ ابن ماجہ اور دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ✿ وہ آدمی جو اپنا غلہ شہر میں موجودہ نرخ پر فروخت کیلئے لائے تو اس کو رزق دیا جائے گا یعنی بغیر گناہ کے اسے نفع حاصل ہوتا ہے اور مال میں برکت دی جاتی ہے۔ اور احتکار کرنے والا خیر سے دور اور گنہگار ہے۔ جب وہ یہ حرکت کرے گا اس کو برکت نہ ملے گی۔ (ح۔ع)

نرخ مقرر کرنے والا

۳/۲۸۵۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ غَلَا السِّعْرُ عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَعِّرْلَنَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ

الْبَاسِطُ الرَّازِقُ وَاِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ اَلْقٰی رَبِّیْ وَلَیْسَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ یَطْلُبُنِیْ بِمَظْلِمَۃٍ بِدَمٍ وَّلَا مَالٍ۔

(رواہ الترمذی و ابوداود و ابن ماجۃ)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۳/۷۳۱ الحدیث رقم ۳۴۵۱ والترمذی فی ۳/۶۰۵ الحدیث رقم ۱۳۱۴ وابن ماجه فی ۲/۷۴۱ الحدیث رقم ۲۲۰۰ والدارمی فی ۲/۳۲۴ الحدیث رقم ۲۵۴۵ واحمد فی المسند ۳/۱۵۶۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں غلے کا نرخ گراں ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ نرخ مقرر کر دیے جائیں۔ یعنی لوگوں کو حکم فرمائیں کہ وہ اس نرخ پر بیچیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نرخ مقرر فرمانے والا اور روزی کو تنگ وفراخ کرنے والا' رزق دینے والا ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملوں کہ کسی کا کوئی مطالبہ خون یا مال کے حقوق میں سے میرے ذمہ نہ ہو۔ یہ ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ ودارمی کی روایت ہے۔

تشریح ❁ نرخ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اس سے اللہ تعالیٰ لوگوں کی روزی تنگ اور فراخ کرتا ہے۔ نرخ کے آسمانی ہونے کا یہی مطلب ہے۔

(۲) میں چاہتا ہوں' اس میں نرخ مقرر کرنے کی ممانعت ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے والا لوگوں کے احوال میں ان کی اجازت کے بغیر تصرف کرنے والا ہے۔ اور ان کے حق میں ظلم کرنے والا ہے اور بعض اوقات نرخ مقرر ہونے سے خرید وفروخت چھوڑ دیتے ہیں اور یہ چیز قحط کا باعث بنتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ تعیین نرخ کی تکلیف لوگوں پر نہ ڈالی جائے۔ البتہ لوگوں کو معاملات میں انصاف' شفقت اور مخلوق کی خیر خواہی کا حکم جاری کیا جائے۔ البتہ اگر کچھ لوگ اس آزادی سے غلط فائدہ اٹھانے لگ جائیں اور حق تعالیٰ کے بنائے ہوئے فطری قانون سے روگردانی کرنے لگ جائیں۔ چیزوں کے نرخ تاجروں کے مخصوص طبقہ کی منشاء کے مطابق کم وبیش ہونے لگیں اور تسعیر کے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو تو ضرورت کی وجہ سے حکومت دخل اندازی کر کے نرخ مقرر کر سکتی ہے لیکن یہ تسعیر اسی وقت تک ہونی چاہئے جب تک ضرورت ہو' بلاضرورت تسعیر جائز نہیں ہے۔ (ح)

الفصل الثالث:

غلہ کی ذخیرہ اندوزی کرنے والوں کے لئے ابتلاؤں کا آغاز

۲۸۵۴/۴ عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنِ احْتَكَرَ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ طَعَامَهُمْ ضَرَبَهُ اللّٰهُ بِالْجُذَامِ وَالْاِفْلَاسِ۔

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۲/۷۲۹ الحدیث رقم ۲۱۵۵ واحمد فی المسند ۱/۲۱

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا۔ جو آدمی مسلمانوں سے غلہ روک کر فروخت کرے' اللہ تعالیٰ اس کو جذام اور افلاس میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ابن ماجہ' بیہقی' شعب الایمان میں اور رزین نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔

تشریح ۞ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کو ضرر پہنچانے کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو کسی بدنی اور مالی ابتلاء میں ڈال دیتے ہیں۔ اور جو نفع پہنچانے کا ارادہ کرے اسے خیر و برکت سے نوازتے ہیں۔ (ع)

ذخیرہ اندوز سے اللہ عزوجل اپنی رحمت کا سایہ اٹھا لیتے ہیں

۵/۲۸۵۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَكَرَ طَعَامًا اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا يُرِيْدُ بِهِ الْغَلَاءَ فَقَدْ بَرِئَ مِنَ اللّٰهِ وَبَرِئَ اللّٰهُ مِنْهُ۔ (رواہ رزین)

رواہ رزین۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص غلے کو چالیس روز تک روک کر رکھے تا کہ وہ مہنگا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے بیزار ہوا اور اللہ تعالیٰ اس سے بیزار ہوا۔ یہ رزین کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اللہ سے بیزار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا وعدہ توڑ دیا کہ یہ اس کے حکموں کو بجا لائے گا اور اس کی مخلوق پر شفقت کرے گا۔ (۲) اللہ اس سے بیزار ہوا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے اپنی حفاظت اور خصوصی عنایت ہٹا لے گا۔ (ح)

کچھ بدبخت ذخیرہ اندوزوں کا حال

۶/۲۸۵۶ وَعَنْ مُعَاذٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بِئْسَ الْعَبْدُ الْمُحْتَكِرُ اِنْ اَرْخَصَ اللّٰهُ الْاَسْعَارَ حَزِنَ وَاِنْ اَغْلَاهَا فَرِحَ۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان ورزین فی کتابہ)

اخرجہ البیہقی فی شعب الایمان ۷/۵۲۵ الحدیث رقم ۱۱۲۱۵۰۔

ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا احتکار کرنے والا بندہ بہت برا ہے اگر اللہ نرخ کو سستا کر دے تو وہ غمگین ہوتا ہے اور اگر نرخ کو مہنگا کر دے تو وہ خوش ہوتا ہے۔ یہ شعب الایمان اور رزین کی روایت ہے۔

ذخیرہ اندوزی اتنا بڑا گناہ کہ تلافی مشکل ہو جاتی ہے

۷/۲۸۵۷ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ احْتَكَرَ طَعَامًا اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهٖ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كَفَّارَةً۔

اخرجہ البیہقی فی شعب الایمان ۷/۵۲۵ الحدیث رقم ۱۱۲۱۵۰۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی چالیس روز غلہ کو بند رکھے پھر اس کو اگر اللہ کی راہ میں خرچ کر دے تب بھی یہ اس کیلئے کفارہ نہ بن سکے گا۔ یہ رزین کی روایت ہے۔

تشریح ۞ چالیس دن غلہ بند رکھنے کا یہ حکم اور سزا ہے اور اگر اس سے کم بند رکھے گا اس کی بھی سزا ہے لیکن اس سے کم۔

بَابُ الْاَفْلَاسِ وَالْاِنْظَارِ

مفلس ہو جانے اور مہلت دینے کا بیان

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی پر کوئی حق رکھتا ہو اور وہ مفلس اور محتاج ہو گیا اور ظاہر میں ادائیگی کی کوئی صورت نہ رہے تو اس کو مہلت دی جائے گی۔ یعنی قاضی کسی شخص کے بارے میں یہ فیصلہ کر دے کہ یہ شخص مفلس ہے اس کے پاس مال نہیں ہے۔ اگر اس کے پاس کچھ مال ہو تو قاضی اس سے قرض خواہوں کے قرضے ان کے حصوں کے برابر ادا کرائے گا پھر اس کو مفلس قرار دے کر مال کمانے کے لئے مہلت دے گا اس عرصہ میں قرض خواہ اس کو تنگ نہیں کر سکتے۔

الفصل الاول:

مفلس ہو جانے والے کی بابت ایک مسئلہ

۱/۲۸۵۸ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّمَا رَجُلٍ اَفْلَسَ فَاَدْرَكَ رَجُلٌ مَالَهٗ بِعَیْنِهٖ فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ مِنْ غَیْرِهٖ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٥/٦٢ الحدیث رقم ٢٤٠٢ ومسلم فی صحیحه ٣/١١٩٤ وابو داؤد فی السنن ٣/٧٩١ الحدیث رقم ٣٥٢٠ والترمذی فی ٣/٥٦٢ الحدیث رقم ١٢٦٢ والنسائی فی ٣١١/٠ الحدیث رقم ٤٦٧٦ وابن ماجه فی ٢/٧٩٠ الحدیث رقم ٢٥٩٠ ومالك فی لموطأ ٢/٦٧٨ الحدیث رقم ٨٨ من کتاب البیوع واحمد فی المسند ٢/٤٦٨۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی مفلس ہو گیا اور کسی صاحب حق نے اپنا مال بعینہٖ اگر اس کے پاس پایا تو وہ دوسروں سے زیادہ اس مال کا زیادہ حقدار ہے یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ایک آدمی نے کچھ مال خریدا اور اس کی قیمت ابھی دینے نہ پایا تھا کہ وہ مفلس ہو گیا اور قاضی نے اس کو مفلس قرار دے دیا فروخت کرنے والے نے وہ چیز بعینہٖ اس کے پاس پالی ابھی تک ہلاک نہ ہوئی تھی اور اس میں شرعی تصرفات ہبہ اور وقف وغیرہ بھی نافذ نہ ہوا تھا تو صاحب مال کو حق پہنچتا ہے کہ بیع کو فسخ کر کے اپنی وہ چیز لے لے۔ دوسرے قرض خواہوں کی نسبت وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔ (۲) اگر فروخت کرنے والے نے کچھ رقم لے لی اور باقی خریدار کے ذمہ تھی اسی دوران وہ مفلس ہو گیا تو پھر یہ بیچنے والا اتنی مقدار اس چیز میں سے لے لے جتنی اس کے ذمہ باقی ہے۔ یہ امام شافعی اور امام مالکؒ کا مذہب ہے۔

(۳) ہمارے نزدیک فروخت کرنے والے کو بیع کے فسخ کا حق نہیں ہے اور وہ بھی قرضہ لینے میں دوسرے قرض

خواہوں کی طرح ہے روایت کا محمل یہ ہے کہ یہ اس وقت درست ہے جب کہ عقد بالخیار ہو اور مدت خیار میں یہ معلوم ہو گیا کہ خریدار مفلس ہو گیا ہے تو اس کیلئے زیادہ بہتر یہی ہے کہ اپنی بیع کو فسخ کر دے اور شئی واپس لے لے۔ اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ حدیث غصب، عاریت اور ودیعت وغیرہ پر محمول ہے۔ یعنی اگر کسی نے کسی کا مال غصب کیا یا اس نے اس کے پاس اپنا مال بطور امانت کے رکھا یا عاریت کے طور پر دیا پھر وہ شخص جس کے پاس وہ مال رکھا ہے مفلس ہو گیا تو اب مالک وہ چیز لے سکتا ہے اور وہ دوسرے قرض خواہوں کے ساتھ شریک نہیں ہوگا کیونکہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "فادرك رجل ماله بعينه" عاریت وغیرہ میں تو وہ چیز بعینہ اس کا مال ہے جبکہ بیع میں بعینہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ اب تبدیل ملک کی وجہ سے تبدیل عین ہو گیا۔ (ع۔ ح)

جو شخص مفلس ہو جائے اس کو مدد بہم پہنچانا چاہیے

۲/۲۸۵۹ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ اُصِیْبَ رَجُلٌ فِیْ عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ ثِمَارٍ ابْتَاعَهَا فَكَثُرَ دَیْنُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقُوْا عَلَیْهِ فَتَصَدَّقَ النَّاسُ عَلَیْهِ فَلَمْ یَبْلُغْ ذٰلِكَ وَفَاءَ دَیْنِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِغُرَمَائِهٖ خُذُوْا مَا وَجَدْتُّمْ وَلَیْسَ لَكُمْ اِلَّا ذٰلِكَ۔

(رواہ مسلم)

اخرجه فی صحیحه ۱۱۹۱/۳ الحدیث رقم (۱۸۔۱۵۵٦) والترمذی فی السنن ٤٤/۳ الحدیث رقم ٦۵۵ والنسائی فی ۳۱۲/۷ الحدیث رقم ٤٦۷۸ وابن ماجه فی ۷۸۹/۲ الحدیث رقم ۲۳۵٦۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی کو جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں پھل میں نقصان پہنچا اس نقصان کی وجہ سے وہ مقروض ہو گیا جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو صدقہ دو تاکہ یہ اپنا قرض ادا کرے لوگوں نے اس کو صدقہ دیا مگر وہ قرضے کو پورا نہ کر سکا پھر آپ ﷺ نے اس کے قرض خواہوں کو بلا کر فرمایا کہ تم جو کچھ اس کے پاس پاؤ وہ لے لو اس کے علاوہ تمہارے لئے کچھ نہیں ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اصیب کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص نے درختوں کا پھل خریدا پھل اچھی طرح نہیں پکا تھا کہ آسمانی آفت سے وہ جھڑ گیا فروخت کرنے والوں نے ابھی تک اس سے قیمت بھی وصول نہیں کی تھی۔ تو انہوں نے اس سے مطالبہ کیا تو خریدار نے لوگوں سے قرض لے کر قیمت چکتا کر دی اس طرح سے اس پر بہت سا قرضہ ہو گیا۔

(۲) لَیْسَ لَكُمْ کا مطلب یہ ہے کہ اب تم اس کو نہ قید کر سکتے ہو اور نہ ہی تنبیہ کر سکتے ہو کیونکہ اس کا افلاس ظاہر ہو گیا ہے مہلت دینی ضروری ہے۔ جب کوئی چیز اس کے پاس دیکھو پھر لے لینا روایت کا یہ معنی نہیں کہ فروخت کرنے والے کا حق اس کے ذمہ سے ساقط ہو گیا۔ (ح۔ مولانا)

اللہ قرض میں رعایت دینے والوں سے خصوصی سلوک فرمائے گا

۳/۲۸٦۰ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَجُلٌ یُدَایِنُ النَّاسَ فَكَانَ یَقُوْلُ

لِفَتَاهُ إِذَا اَتَيْتَ مُعْسِرًا تَجَاوَزْ عَنْهُ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَّتَجَاوَزَ عَنَّا قَالَ فَلَقِىَ اللّٰهَ فَتَجَاوَزَ عَنْهُ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاري في صحيحه ٣٠٨/٤ الحديث رقم ٢٠٧٨ ومسلم في ١١٩٦/٣ الحديث رقم (٣١-١٥٦٢) واحمد في المسند ٢٦٣/٢

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس شخص کو جو لوگوں سے قرض کا معاملہ کرتا تھا اور اس نے اپنے نمائندے کو یہ کہہ رکھا تھا کہ جب تو تنگدست کے پاس جائے تو اس سے درگزر کرنا شاید کہ اللہ تعالیٰ ہمارے معاملے میں درگزر فرمائے' جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی یعنی مرنے کے بعد اس کی روح کو حق تعالیٰ کے روبرو حاضر کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے درگزر فرمایا یعنی اس کے گناہوں پر مواخذہ نہ فرمایا۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

وصولیِ قرض میں چھوٹ دینے والے کا اجر

۴/۲۸۶۱ وَعَنْ اَبِىْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهُ اَنْ يُّنْجِيَهُ اللّٰهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُّعْسِرٍ اَوْ يَضَعْ عَنْهُ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ١١٩٦/٣ الحديث رقم (٣٢-١٥٦٣)۔

ترجمہ: حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص یہ پسند کرتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن کی سختیوں سے محفوظ کر دے تو اس کو چاہئے کہ وہ مفلس محتاج سے قرض کے طلب کرنے میں تاخیر کرے۔ یا اس کو بالکل معاف کر دے یعنی تمام حق چھوڑ دے یا اس میں سے کچھ حصہ چھوڑ دے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ فرض کی فضیلت نفل سے ستر درجے ہے مگر چند مواقع پر نفل کا درجہ فرض سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ نمبرا تنگدست کو حق معاف کر دے یہ معاف کرنا مہلت دینے سے افضل ہے اگرچہ معاف کرنا مستحب ہے اور مہلت دینا واجب ہے (۲) سلام میں پہل کرنا سنت ہے لیکن یہ سلام کے جواب سے افضل ہے جو کہ فرض ہے (۳) وقت سے پہلے وضو کرنا مستحب ہے لیکن وقت داخل ہونے کے بعد وضو کرنے سے یہ افضل ہے کیونکہ وقت داخل ہونے کے بعد وضو کرنا فرض ہے (جب کہ پہلے وضو نہ ہو)۔

اپنا مطالبہ وصول کرنے میں مفلس کو مہلت دو

۵/۲۸۶۲ وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا اَوْ وَضَعَ عَنْهُ اَنْجَاهُ اللّٰهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ١١٩٦/٣ الحديث رقم (٣٢-١٥٦٣)۔

ترجمہ: حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا کہ جو آدمی کسی مفلس کو مہلت دے یا اس کو (کچھ یا بعض حق) معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن سختیوں سے نجات عطا فرمائے گا یہ مسلم کی روایت ہے۔

تنگدست کومہلت دینے والے کوصدقہ کا ثواب

۶/۲۸۶۳ وَعَنْ اَبِی الْیُسَرِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا اَوْوَضَعَ عَنْہُ اَظَلَّہُ اللّٰہُ فِیْ ظِلِّہٖ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه فی صحیحه ٤/٢٣٠٢ الحدیث رقم (٧٣-٣٠٠٦)۔

ترجمہ: حضرت ابوالیسرؓ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو یہ بات فرماتے سنا کہ جو آدمی تنگدست کو مہلت دے دے یا اس کو معاف کردے تو اللہ قیامت کے دن اس کو اپنا سایہ عطا فرمائیں گے یعنی قیامت کے دن کی گرمی سے وہ محفوظ رہے گا اور قیامت کی شدت اس کیلئے آسان کردی جائے گی۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس روایت کو احمدؒ ابن ماجہ اور حاکم نے مرفوع نقل کیا ہے کہ جو آدمی تنگدست کو مہلت دے تو مہلت کے ہر دن کے بدلے میں قرضے کی مقدار صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا یہ قرضے کا وقت آنے سے پہلے پہلے ہے۔

جب ادائیگی کا وقت آجائے اور پھر وہ مہلت دے پھر ہر دن کے بدلے اس سے دوگنی رقم صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔

بہتری کے جذبے کے ساتھ قرض ادا کرنے والا تعریف کے قابل

۷/۲۸۶۴ وَعَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ اسْتَسْلَفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَکْرًا فَجَاءَ تْہُ اِبِلٌ مِّنَ الصَّدَقَۃِ قَالَ اَبُوْرَافِعٍ فَاَمَرَنِیْ اَنْ اَقْضِیَ الرَّجُلَ بَکْرَہٗ فَقُلْتُ لَا اَجِدُ اِلَّا جَمَلًا خِیَارًا رَبَاعِیًا فَقَالَ یَارَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْطِہٖ اِیَّاہُ فَاِنَّ خَیْرَالنَّاسِ اَحْسَنُھُمْ قَضَاءً۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ٣/١٢٢٤ الحدیث رقم (١١٨-١٦٠٠)وابوداوٗد فی السنن ٣/٦٤١ الحدیث رقم ٣٣٤٦ والترمذی فی ٣/٦٠٩ الحدیث رقم ١٣١٨ والنسائی فی ٧/٧٩١ الحدیث رقم ٤٦١٧وابن ماجه فی ٢/٧٦٧ الحدیث رقم ٢٢٨٥ والدارمی ٢/٣٣١ الحدیث رقم ٢٥٦٥

ترجمہ: حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک جواں سال اونٹ قرض لیا جب زکوٰۃ کے اونٹ آئے تو ابورافعؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں یہ اونٹ اس شخص کو دے دوں کہ جس سے اسی طرح کا اونٹ قرض لیا تھا میں نے عرض کیا میں اسی طرح کا اونٹ نہیں پاتا بلکہ اس سے اچھا اونٹ جو ساتویں سال میں ہے وہ موجود ہے (یعنی اس کا اونٹ تو جوان تھا اس سے افضل اونٹ کیوں دوں؟) تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو اس سے اچھا اونٹ دے دو کیونکہ لوگوں میں اچھا وہ ہے جو قرض کی ادائیگی میں اچھا ہو۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حیوان کو بطور قرض لینا بھی جائز ہے۔ امام شافعیؒ مالکؒ اور اکثر علماء کا یہی مذہب ہے۔

(۲) امام ابوحنیفہؒ کے ہاں یہ جائز نہیں وہ اس روایت کو منسوخ قرار دیتے ہیں۔ (۳) خیرالناس سے یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ قرض میں اچھی چیز کا دینا اس چیز کے مقابلہ میں جو لی ہے یہ مستحب ہے اور بلند ہمتی ہے۔ شرط یہ ہے کہ اصل عقد میں یہ چیز شرط نہ کی گئی ہو۔ (ع۔ح)

باقی یہاں پر شبہ ہوتا ہے کہ صدقہ کے اونٹ سے اپنا قرض کیسے ادا فرمایا:

جواب: ① ممکن ہے کہ صدقہ کے اونٹ کو پہلے اپنے مال سے خریدا ہو پھر وہ اونٹ قرض میں دیا ہو۔ ② نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض اپنی ذات کے لئے نہیں لیا تھا بلکہ بیت المال کے لئے لیا تھا اس لئے بیت المال کے قرض کی ادائیگی کے لئے صدقہ کا اونٹ دیا۔

جس نے قرض دیا اس کو مانگنے کا حق بہر حال ہے

۸/۲۸۶۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَجُلاً تَقَاضٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَغْلَظَ لَهٗ فَهَمَّ اَصْحَابُهٗ فَقَالَ دَعُوْهُ فَاِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالاً فَاشْتَرُوْا لَهٗ بَعِیْرًا فَاَعْطُوْهُ اِیَّاهُ قَالُوْا لَا نَجِدُ اِلاَّ اَفْضَلَ مِنْ سِنِّهٖ قَالَ اشْتَرُوْهُ فَاَعْطُوْهُ اِیَّاهُ فَاِنَّ خَیْرَكُمْ اَحْسَنُكُمْ قَضَاءً۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤/٤٨٣ الحدیث رقم ٢٣٠٦ ومسلم فی ٣/٢٢٥ الحدیث رقم (١٢٠-١٦٠١) والترمذی فی ٣/٦٠٨ الحدیث رقم ١٣١٧ واحمد فی المسند ٢/٤١٦۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹ کا تقاضا کیا جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے قرض لیا تھا اور اس نے تقاضا میں سخت انداز اختیار کیا صحابہ کرام نے اس پر گرفت کرنے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو چھوڑ دو صاحب حق کو کہنے کا موقع ہے تم اس کیلئے اونٹ خرید و اور اونٹ اس کو دو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا ہم اس عمر کا اونٹ نہیں پاتے بلکہ اس سے زیادہ عمر کا اونٹ پاتے ہیں یعنی اس کا اونٹ چھوٹا اور حقیر تھا اور یہ اونٹ بڑا اور اس سے بہتر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہی خرید لو یعنی اسی اونٹ کو جو تم کو مل رہا ہے خرید لو اگرچہ وہ عمر میں اس کے اونٹ سے زیادہ ہے۔ پھر وہ اونٹ اس کے حوالے کر دو کیونکہ تم میں بہتر وہ شخص ہے جو ادائیگی قرض میں بہتر ہو۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ✿ وہ تقاضا کرنے والا کافر یہود میں سے تھا یا ان کے علاوہ دیگر کفار میں سے بعضوں نے کہا اجڈ گنواروں میں سے تھا۔

(۲) لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالاً: ابن مالکؒ کہتے ہیں کہ حق سے یہاں قرضہ مراد ہے جس پر کسی کا قرض ہو اور وہ اس کی ادائیگی میں تاخیر کرے تو قرض خواہ کو شکوہ کا حق پہنچتا ہے اس کو حاکم کے پاس بھی لے جا سکتا ہے اور اس پر ناراضگی کا اظہار بھی کر سکتا ہے۔

مال موجود ہوتے ہوئے قرض نہ ادا کرنا ظلم کے زمرے میں آتا ہے

۹/۲۸۶۶ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَطْلُ الْغَنِیِّ ظُلْمٌ فَاِذَا اُتْبِعَ اَحَدُكُمْ عَلٰی مَلِیْءٍ فَلْیَتْبَعْ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤/٤٦٤ الحدیث رقم ٢٢٨٧ ومسلم فی ٣/١١٩٧ الحدیث رقم (٣٣-١٥٦٤) وابو داؤد نی السنن ٣/٦٤٠ الحدیث رقم ٣٣٤٥ والترمذی فی ٣/٦٠٠ الحدیث رقم ١٣٠٨ والنسائی فی ٧/٣١٧ الحدیث رقم ٤٦٩١ وابن ماجه فی ٢/٨٠٣ الحدیث رقم ٢٤٠٣ والدارمی فی ٢/٣٣٨

الحدیث رقم ۲۵۸۶ ومالك الموطأ ۲/۶۷۴ الحدیث رقم ۸٤ من کتاب البیوع واحمد فی المسند ۲/۷۱۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مالدار کا ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کسی کو مالدار کے حوالہ کیا جائے تو اسے اس حوالے کو قبول کر لینا چاہئے۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ مطل کا مطلب یہ ہے کہ اس کو قیمت دینے کی طاقت ہو اور پھر وہ ادائیگی نہ کرے اسی طرح قرض دار میں قرضہ ادا کرنے کی وسعت موجود ہے اور پھر ٹال مٹول کرتا ہے تو بعض علماء نے اس کی وجہ سے اس کی گواہی کو مسترد کرنے کا حکم لگایا ہے خواہ وہ ایک بار ٹال مٹول کرے۔

(۲) بعض علماء کہتے ہیں کہ اگر بار بار ایسا کرے اور اس کی عادت بنالے تو تب اس کی گواہی مسترد کر دی جائے گی۔

(۳) اتبع کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کا کسی پر قرض ہو اور وہ ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتا اور کسی غنی مالدار کو کہے کہ تو میری طرف سے ادا کر۔ تو قرض خواہ کو چاہئے کہ وہ اس بات کو جلدی سے قبول کر لے تا کہ اس کا مال ضائع نہ ہو۔ اس بات کو بعض نے استحباب اور دوسروں نے وجوب اور بعض نے اباحت کیلئے قرار دیا ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ حوالہ کے بعد مقروض اور محیل مطالبہ سے بری ہوگا یا نہیں تو احناف کے نزدیک اگر عذر متحقق ہو جائے مثلاً محتال علیہ ادائیگی سے انکار کر دے یا وہ مفلس ہو جائے یا وہ مرجائے تو اب محیل اور مقروض پر مطالبہ عود کر آئے گا جبکہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مطالبہ عود نہیں کرے گا۔ (ع۔ح)

قرض کی بابت سفارش کی جاسکتی ہے

۱۰/۲۸۶۷ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ تَقَاضَى ابْنَ اَبِىْ حَدْرَدٍ دَيْنًا لَهٗ عَلَيْهِ فِىْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْمَسْجِدِ فَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُمَا حَتّٰى سَمِعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِىْ بَيْتِهٖ فَخَرَجَ اِلَيْهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهٖ وَنَادٰى كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ يَا كَعْبُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَشَارَ بِيَدِهٖ اَنْ ضَعِ الشَّطْرَ مِنْ دَيْنِكَ قَالَ كَعْبٌ قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُمْ فَاقْضِهٖ۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱/۵۵۱ الحدیث رقم ٤٥۷ ومسلم فی صحیحه ۳/۱۱۹۲ الحدیث رقم (۲۰۔۱۵۵۸) وابوداؤد فی السنن ٤/۲۰ الحدیث رقم ۳۵۹۵ والنسائی فی ۸/۳۳۵ الحدیث رقم ۵٤۰۸ وابن ماجه فی ۲/۸۱۱ الحدیث رقم ۲٤۲۹ واحمد فی المسند ٦/۳۹۰۔

ترجمہ: حضرت کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں انہوں نے ابن ابی حدردؓ سے اپنے قرض کی واپسی کا تقاضا کیا یہاں تک کہ انکی آوازیں مسجد میں بلند ہوگئیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر میں ان کی آوازوں کو سنا اور اپنے گھر سے نکل کر ان کے پاس آنے کا ارادہ کیا آپ ﷺ نے حجرے کا پردہ ہٹا کر کعب بن مالک

کو آواز دی اور کعب کو مخاطب کر کے فرمایا اے کعب انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں پھر آپ ﷺ نے دست مبارک سے اشارہ کر کے فرمایا کہ اپنا آدھا قرض ان کو چھوڑ دو کعبؓ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ میں نے چھوڑ دیا پھر آپ ﷺ نے ابن ابی حدردؓ کو فرمایا کہ اٹھو اور ان کا بقیہ قرض ادا کر دو۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس روایت سے یہ باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) قرض کا تقاضا مسجد میں بھی کیا جا سکتا ہے۔ (۲) صاحب حق سے سفارش کی جا سکتی ہے (۳) دو جھگڑنے والوں کے درمیان صلح کرا دینی چاہئے۔ (۴) معصیت کے علاوہ بقیہ کاموں میں سفارش قبول کر لینی چاہئے۔ (ع)

قرض میں ناجائز ٹال مٹول کرنے والے کا انجام

۱۱/۲۸۶۸ وَعَنْ سَلْمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُتِيَ بِجَنَازَةٍ فَقَالُوْا صَلِّ عَلَيْهَا فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ قَالُوْا لَا فَصَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ اُتِيَ بِجَنَازَةٍ اُخْرٰى فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ قِيْلَ نَعَمْ قَالَ فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا قَالُوْا ثَلَاثَةَ دَنَانِيْرَ فَصَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ اُتِيَ بِالثَّالِثَةِ فَقَالَ عَلَيْهِ دَيْنٌ قَالُوْا ثَلَاثَةُ دَنَانِيْرَ قَالَ هَلْ تَرَكَ شَيْئًا قَالُوْا لَا قَالَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ قَالَ اَبُوْ قَتَادَةَ صَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلَيَّ دَيْنُهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهِ۔ (رواه البخاري)

اخرجه البخاري في صحيحه ٤/٤٦٦ الحديث رقم ٢٢٨٩ وابو داؤد في السنن ٣/٦٣٨ الحديث رقم ٣٣٤٣

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ اچانک ایک جنازہ لایا گیا صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس پر جنازہ پڑھیں آپ ﷺ نے فرمایا اس پر قرضہ تو نہیں صحابہؓ نے عرض کیا نہیں چنانچہ آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ ادا کی پھر ایک اور جنازہ لایا گیا آپ ﷺ نے پھر دریافت فرمایا کیا اس پر قرض تو نہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا اس پر قرض ہے آپ ﷺ نے فرمایا کیا اس نے کچھ مال چھوڑا ہے صحابہؓ نے عرض کیا یہ تین دینار چھوڑ گیا ہے پس آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ پھر ایک تیسرا جنازہ لایا گیا آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا اس پر قرض تو نہیں صحابہؓ نے عرض کیا اس پر تین دینار قرض ہے آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ کچھ مال چھوڑ گیا ہے؟ عرض کیا کہ نہیں آپ ﷺ نے فرمایا اپنے ساتھی پر نماز جنازہ پڑھو ابو قتادہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھیں میں اس کے قرض کا ذمہ دار ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ (۱) روایت میں یہ احتمال ہے کہ تینوں جنازے ایک دن اور ایک مجلس میں آئے۔ (۲) اور یہ بھی احتمال ہے کہ کئی دنوں میں اور کئی مجالس میں یہ جنازے آئے (۳) دوسرے شخص پر وہی تین دینار کا قرض ہوگا جو اس کے پاس سے نکلے اس لئے آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ (۴) تیسرے آدمی کے پاس ادائیگی قرض کیلئے مال نہ نکلا آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار فرمایا اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ لوگ قرض سے پرہیز کریں اور قرض میں تاخیر اور کوتاہی سے باز رہیں۔ (۵) عین ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے یہ مناسب سمجھا کہ میں دعاء کروں اور اس پر لوگوں کے حق کی وجہ سے وہ دعاء موقوف رہے

اور قبول نہ ہو۔ (۶) اس روایت میں دلیل ہے کہ میت کی طرف سے ضامن بن جانا جائز ہے۔ خواہ اس نے قرضہ کی ادائیگی کیلئے مال چھوڑا ہو یا نہ چھوڑا ہو۔ یہ امام شافعیؒ اور اکثر علماء کا مذہب ہے البتہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ درست نہیں (طیبی) (۷) ہمارے بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس روایت سے امام یوسف' محمد' مالک' شافعی اور احمد رحمہم اللہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ اس میت کی طرف سے کفالت درست ہے جس نے مال نہ چھوڑا ہو بلکہ قرض چھوڑ گیا ہو کیونکہ کفالت صحیح نہ ہوتی تو آپ ﷺ نماز جنازہ نہ پڑھاتے۔ (۸) امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ مفلس میت کی طرف سے کفالت جائز نہیں کیونکہ یہ کفالت درحقیقت میت مفلس کی طرف سے ساقط ہونے والے دین کی کفالت ہے اور ساقط ہونے والے دین کی کفالت باطل ہے۔ حدیث کے اندر یہ احتمال ہے کہ یہ پہلے کی کفالت کا اقرار ہو یعنی اس کی زندگی ہی میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے اس کے قرض کی کفالت اپنے ذمہ لی تھی اس موقع پر انہوں نے اس کا صرف اظہار کیا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ادائیگی قرض کا وعدہ ہو کفالت نہ ہو۔ (ع۔ح)

گزشتہ سے پیوستہ مزید انتباہات

۱۲/۲۸۶۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ یُرِیْدُ اَدَاءَ هَا اَدَّى اللّٰهُ عَنْهُ وَمَنْ اَخَذَ یُرِیْدُ اِتْلَافَهَا اَتْلَفَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٥/٥٣ الحدیث رقم (٢٣٨٧ واحمد فی المسند ١/٣٦١۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص لوگوں سے مال یعنی قرض ادائیگی کی نیت سے لے اور وہ اس کیلئے کوشاں ہو کہ ادائیگی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے ادا فرما دیں گے (یعنی اس کی مدد فرمائیں گے اور دنیا میں وہ ادا پر قدرت پائے گا یا صاحب حق کو آخرت میں راضی کر لیں گے۔) اور جو شخص مال کو اس غرض سے لے کہ وہ اس کو تلف کرنا چاہتا ہے (یعنی بلا ضرورت قرض لے رہا ہے۔ اور اس کا ارادہ ادائیگی کا بھی نہیں) اللہ تعالیٰ اس کے مال کو اس کے حق میں تلف کر دیں گے) یعنی اس کی مدد نہ فرمائیں گے اور نہ اس کا رزق فراخ کریں گے بلکہ اس کے مال کو ہلاک کر دیں گے کیونکہ اس نے مسلمان کے مال کو تلف کرنے کیلئے لیا ہے ادائیگی کی نیت سے نہیں لیا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

حقوق العباد کی بابت ایک اور انتباہ

۱۳/۲۸۷۰ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ صَابِرًا مُحْتَسِبًا مُقْبِلًا غَیْرَ مُدْبِرٍ یُکَفِّرُ اللّٰهُ عَنِّیْ خَطَایَایَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ فَلَمَّا اَدْبَرَ نَادَاهُ فَقَالَ نَعَمْ اِلَّا الدَّیْنَ کَذٰلِكَ قَالَ جِبْرِیْلُ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ٣/١٥٠١ الحدیث رقم (١١٧۔١٨٨٥) والترمذی فی السنن ٤/١٨٤ الحدیث رقم ١٧١٢ والنسائی فی ٦/٣٤ الحدیث رقم ٣١٥٦ والدارمی فی ٢/٢٧٣ الحدیث رقم ٢٤١٢ ومالك فی المطا ٢/٤٦١ الحدیث رقم ٣١ من کتاب الجهاد واحمد فی المسند ٥/٢٩٧۔

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ مجھے بتلائیں کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارا جاؤں جب کہ میں صبر کرنے والا اور آخرت کے ثواب کا طالب ہوں اور نہ دکھاوا کرنے والا نہ شہرت کا طالب ہوں اور نہ میں پیٹھ پھیر کر بھاگنے والا ہوں تو کیا اللہ تعالیٰ میرے گناہ معاف فرمادیں گے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ جب وہ شخص واپس مڑ کر چلا تو آپ ﷺ نے اس کو بلا کر فرمایا ہاں (یعنی اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو معاف فرمادیں گے) مگر قرض معاف نہیں ہوتا۔ مجھے بذریعہ وحی جبرئیل علیہ السلام نے اسی طرح بتلایا ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❀ (۱) اس سے معلوم ہوا کہ بندوں کے حقوق میں بڑی پابندی اور دشواری ہے۔ (۲) یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ سے کچھ باتیں قرآن مجید کے علاوہ بھی فرماتے تھے۔ (ع)

''دین'' سے مراد حقوق العباد ہیں

۱۴/۲۸۷۱ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُغْفَرُ لِلشَّهِيْدِ كُلُّ ذَنْبٍ اِلَّا الدَّيْنَ۔ (رواه مسلم)

اخرجه فی صحیحه ۱۵۰۲/۳ الحدیث رقم (۱۱۹-۱۸۸۶)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شہید کے تمام گناہ سوائے قرض کے بخش دیئے جاتے ہیں۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❀ (۱) گناہ میں تمام صغیرہ وکبیرہ گناہ شامل ہیں۔ (۲) دین سے مراد حقوق العباد ہیں خواہ ان کا تعلق مال سے ہو یا خون سے اور خواہ کسی کی آبروریزی کی ہو یعنی کسی کو برا بھلا کہا ہو یا غیبت کی ہو وغیرہ۔ سچی شہادت کے باوجود یہ بخشے نہیں جاتے۔ (۳) ابن مالک کہتے ہیں کہ بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ یہ بری جنگ کے شہداء کے سلسلہ میں ہے کیونکہ ابن ماجہ کی روایت مرفوعہ موجود ہے۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ دریا وسمندر کے شہید کے تمام گناہ قرض سمیت بخشے جاتے ہیں۔

عادی قرض خواہ کی نماز جنازہ سے نبی کریم ﷺ کا گریز فرمانا

۱۵/۲۸۷۲ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتٰى بِالرَّجُلِ الْمُتَوَفّٰى عَلَيْهِ الدَّيْنُ فَيَسْاَلُ هَلْ تَرَكَ لِدَيْنِهٖ قَضَاءً فَاِنْ حُدِّثَ اَنَّهٗ تَرَكَ وَفَاءً صَلّٰى وَاِلَّا قَالَ لِلْمُسْلِمِيْنَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْفُتُوْحَ قَامَ قَالَ اَنَا اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ فَمَنْ تُوُفِّىَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَتَرَكَ دَيْنًا فَعَلَیَّ قَضَاؤُهٗ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَهُوَ لِوَرَثَتِهٖ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۷۷/۴ الحدیث رقم ۲۲۹۸ ومسلم فی ۱۲۳۷/۳ الحدیث رقم (۴-۱۶۱۹) وابو داؤد فی السنن ۶۳۸/۳ الحدیث رقم ۳۳۴۳، والترمذی فی السنن ۳۸۲/۳ الحدیث رقم ۱۰۷۰ والسنائی فی ۶۶/۴ الحدیث رقم ۱۹۶۳ وابن ماجه فی ۸۰۷/۲ الحدیث رقم ۲۴۱۵ واحمد فی المسند ۴۵۳/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایسی میت لائی جاتی جس کے ذمہ قرض ہوتا تو آپ ﷺ دریافت فرماتے کیا اس نے ادائیگی قرض کیلئے کچھ مال چھوڑا ہے۔ اگر کہا جاتا کہ وہ اتنا مال چھوڑ گیا ہے کہ جس سے اس کا قرض ادا ہو جائے گا۔ تو آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھتے۔ اور اگر وہ کچھ مال بھی ادائیگی قرض کے لئے نہ چھوڑ کر مرا ہوتا تو آپ ﷺ صحابہ کرام کو فرماتے کہ تم اس کی نماز جنازہ پڑھو۔ یعنی آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھتے بلکہ دوسروں کو فرماتے کہ تم اسکی جنازہ پڑھو۔ جب اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ ﷺ پر فتوحات کا دروازہ کھولا یعنی غنائم کا مال آنے لگا۔ تو اس وقت آپ ﷺ نے دوران خطبہ ارشاد فرمایا کہ میں مسلمانوں کی جانوں کا ان سے زیادہ حقدار ہوں جو آدمی اس حال میں فوت ہو کہ وہ قرض ذمہ میں چھوڑ جائے۔ یعنی اس کا کچھ مال وراثت میں موجود نہ ہو تو اس کا قرض میرے ذمہ ہے۔ اور جو کچھ مال چھوڑ جائے وہ مال ورثاء کو ملے گا۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ "اَنَا اَوْلٰی" کا مطلب یہ ہے کہ دنیا اور دین کے تمام معاملات جو مسلمانوں پر واجب ہیں ان میں آپ ﷺ کو اپنی جان سے زیادہ محبوب تر جانیں یعنی مسلمان آپ ﷺ کے حکم کو جان سے زیادہ مقدم سمجھیں۔ اور آپ ﷺ کے حق کو اپنے نفوس سے زیادہ حقدار خیال کریں (۲) مسلمانوں کی شفقت آپ ﷺ کے معاملے میں اپنے نفوس پر شفقت سے بڑھ کر ہونی چاہئے (۳) آپ ﷺ کی شفقت مسلمانوں پر ان کے اپنے نفوس پر شفقت سے بڑھ کر ہے۔ (۴) حالانکہ جب آپ ﷺ کو مال غنیمت ملا تو آپ ﷺ قرضے کی ادائیگی کی نسبت اس مال کے زیادہ اہل تھے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: **فمن توفی......** (۵) **من ترك مالا** یعنی مال اس کے ورثاء کو ملے گا یعنی قرض کی ادائیگی کے بعد بعض علماء تو یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ مرنے والوں کا قرضہ بیت المال سے ادا فرماتے تھے اور روایت کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنے ذاتی مال میں سے ادا فرماتے تھے۔ (۶) اس بارے میں اختلاف ہے کہ قرض کی ادائیگی آپ ﷺ پر واجب تھی یا بطور ورع اور احسان کے آپ ﷺ ایسا کرتے تھے بعض نے پہلے قول کو اختیار کیا اور بعض نے دوسرے قول کو۔ (ع)

الفصل الثانی:

مفلس قرض خواہ کی بابت ایک اور مسئلہ

۱۶/۲۸۷۳ عَنْ اَبِیْ خَلْدَةَ الزُّرَقِیِّ جِئْنَا اَبَا هُرَيْرَةَ فِیْ صَاحِبٍ لَّنَا قَدْ اَفْلَسَ فَقَالَ هٰذَا الَّذِیْ قَضٰی فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا رَجُلٍ مَاتَ اَوْ اَفْلَسَ فَصَاحِبُ الْمَتَاعِ اَحَقُّ بِمَتَاعِهٖ اِذَا وَجَدَهٗ بِعَيْنِهٖ۔

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۳/۷۹۳ الحدیث رقم ۳۵۲۳ وابن ماجه فی ۲/۷۹۰ الحدیث رقم ۲۳۶۰

ترجمہ: حضرت ابوخلدہ زرقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابوہریرہؓ کی خدمت میں ایک دوست کے سلسلہ میں آئے جو کہ مفلس ہو گیا تھا یعنی اس کے پاس لوگوں کا اسباب تھا جس کی قیمت اس نے ادا نہیں کی تھی۔ ہم نے ان سے دریافت کیا کہ اس کا کیا حکم ہے؟ تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے اس کا معاملہ اسی شخص کی طرح ہے جس کے بارے میں

جناب رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ جو آدمی فوت ہو جائے یا مفلس ہو جائے اور مالک کا سامان بعینہٖ اس کے پاس موجود ہو تو وہ شخص اپنے اسباب کا دوسروں سے زیادہ حقدار ہے یہ ابن ماجہؒ اور شافعیؒ نے روایت نقل کی ہے۔

تشریح ❁ اس کی وضاحت اسی باب کی پہلی فصل میں ہو چکی ہے۔

قرضدار کی روح کو قرض کی ادائیگی تک معلق رکھا جانا

۱۷/۲۸۷۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهٖ حَتّٰى يُقْضٰى عَنْهُ۔ (رواہ الشافعی واحمد والترمذی وابن ماجۃ والدارمی)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۳/۳۸۹ الحدیث رقم ۱۰۷۸ و اھن ماجہ فی ۲/۸۰۶ الحدیث رقم ۲۴۱۳ والدارمی فی ۲/۳۴۰ الحدیث رقم ۲۵۹۱ واحمد فی المسند ۲/۴۴۰

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن کی روح کو قرضے کی وجہ سے معلق رکھا جاتا ہے یعنی جب تک قرضہ ادا نہ ہو جائے تو اس وقت تک وہ جنت میں داخل نہیں ہوتی اور نہ وہ نیک صالح بندوں کی جماعت میں داخل کی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی طرف سے قرض ادا کر دیا جائے۔ یہ شافعیؒ احمدؒ ترمذی ابن ماجہ دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ❁ بعض علماء کہتے ہیں وہ قرضہ جس کی عدم ادائیگی جنت سے روکنے والی ہے وہ ایسا قرض ہے جس کو لے کر نامناسب کاموں اور فضول خرچی میں اڑا دیا اور اگر اس نے قرض حقوق واجبہ کی ادائیگی کیلئے ضرورت کی بقدر لیا اور موت کے بعد اس کی ادائیگی کیلئے بقدر کفایت مال نہ چھوڑا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو جنت سے نہیں روکیں گے البتہ حاکم کو چاہئے کہ وہ اس کی طرف سے ادا کر دے اور اگر حاکم ادا نہ کرے گا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قرض خواہوں کو اس سے راضی فرما دیں گے۔ (ع)

قرضدار کو جنت کے داخلہ اور صالحین کی صحبت میں پہنچنے سے روک لیا جائیگا

۱۸/۲۸۷۵ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاحِبُ الدَّيْنِ مَاْسُوْرٌ بِدَيْنِهٖ يَشْكُوْ اِلٰى رَبِّهِ الْوَحْدَةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَرُوِیَ اَنَّ مُعَاذًا كَانَ يَدَّانُ فَاَتٰی غُرَمَاؤُهٗ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَاعَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَهٗ كُلَّهٗ فِیْ دَيْنِهٖ حَتّٰى قَامَ مُعَاذٌ بِغَيْرِ شَیْءٍ مُرْسَلٌ هٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِيْحِ وَلَمْ اَجِدْهُ فِی الْاُصُوْلِ اِلَّا فِی الْمُنْتَقٰی وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ شَابًّا سَخِيًّا وَكَانَ لَا يُمْسِكُ شَيْئًا فَلَمْ يَزَلْ يَدَّانُ حَتّٰى اَغْرَقَ مَالَهٗ كُلَّهٗ فِی الدَّيْنِ فَاَتَى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَهٗ لِيُكَلِّمَ غُرَمَاءَهٗ فَلَوْ تَرَكُوْا لِاَحَدٍ لَتَرَكُوْا لِمُعَاذٍ لِاَجْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَاعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُمْ مَالَهٗ حَتّٰى قَامَ مُعَاذٌ بِغَيْرِ شَیْءٍ۔ (رواہ سعید فی سننہ مرسلا)

اخرجه البغوی فی شرح السنة ۸/ ۲۰۳ الحدیث رقم ۲۱۴۸

ترجمہ: حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرض دار کو قرضے کی وجہ سے جنت کے داخلہ اور صالحین کی صحبت میں پہنچنے سے روک لیا جائے گا۔ وہ اللہ کی بارگاہ میں قیامت کے دن اس بات یعنی تنہائی کی شکایت کرے گا۔ یہ شرح السنہ کی روایت ہے۔ اور یہ بھی روایت میں آیا کہ حضرت معاذ بن جبل مقروض تھے ان کے قرض خواہ وصول قرض کیلئے آپ ﷺ کی خدمت میں گئے آپ ﷺ نے ان کا تمام مال قرض کی ادائیگی کیلئے فروخت کر دیا یہاں تک کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ مفلس ہو گئے۔ یہ روایت مرسل ہے اور یہ الفاظ مصابیح نے نقل کیے ہیں یہ روایت صحاح ستہ میں مجھے نہیں ملی۔ البتہ منتقٰی میں عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک کی یہ روایت موجود ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سخی نوجوان تھے وہ اپنے پاس مال جمع کر کے نہ رکھتے وہ قرض لیتے رہے۔ یہاں تک کہ قرض نے ان کا سارا مال ڈبو دیا تو وہ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے اس لئے بات کی کہ آپ ﷺ ان کے قرض خواہوں سے بات چیت کریں تاکہ وہ قرض کا کچھ حصہ یا سب قرض چھوڑ دیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو فرمایا کہ اگر تم کسی کیلئے قرض چھوڑتے ہو تو میری خاطر تم معاذ رضی اللہ عنہ کا قرض چھوڑ دو مگر انہوں نے کچھ بھی نہ چھوڑا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے قرض خواہوں کیلئے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا تمام مال فروخت کر دیا یہاں تک کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ مفلس ہو گئے۔ یہ روایت ارسال کے ساتھ سعید نے اپنی سنن میں لکھی ہے۔

تشریح ۞ شکوہ کرنے کا مطلب ہے کہ اللہ سے عرض کرے گا یا اللہ میں اکیلا وحشت کی قید میں ہوں یعنی صالحین کے ساتھ جنت میں جانے سے محروم ہوں اور کوئی سفارشی بھی نظر نہیں آ رہا اس کے اس تنہائی سے چھوٹنے کی یہی صورت ہے کہ وہ قرض خواہوں کو نیکیاں دیکر قرضے سے چھٹکارا حاصل کرے یا قرض خواہوں کے گناہ اس پر لاد دیئے جائیں یا پھر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے قرض خواہ کو راضی فرما دیں۔ (۲) معلوم ہوتا ہے کہ یہ تنہائی اس کیلئے عذاب کا باعث ہوگی جس کی وجہ سے وہ سخت تکلیف میں ہوگا اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ فرمائے۔ (۳) ایک روایت میں یہ وارد ہے کہ قرض دار کو اپنے قرض کے بدلے اس کی قبر میں قید کر دیا جائے گا وہ بارگاہ الٰہی میں تنہائی کی شکایت کرے گا۔ (۴) لم اجد کا مطلب یہ ہے کہ مشکوٰۃ کے مؤلف نے یہ روایت ان کتابوں کے اندر نہیں پائی جن میں احادیث اسناد کے ساتھ نقل کی جاتی ہیں۔ ایسی کتابوں کو اصول حدیث کی کتابیں کہا جاتا ہے۔ (۵) البتہ مؤلف مشکوٰۃ نے ابن تیمیہ کی کتاب منتقٰی کا حوالہ دیا کہ اس میں یہ روایت عبدالرحمٰن کی سند سے موجود ہے (۶) علامہ طیبی کہتے ہیں کہ یہ عبارت لا کر صاحب مشکوٰۃ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ روایت اگرچہ اصول میں وارد نہیں لیکن صاحب منتقٰی کا اس کو اپنی کتاب میں لانا اس بات پر واضح دلالت ہے کہ یہ روایت اصول میں کہیں نہ کہیں پائی جاتی ہے ورنہ وہ اسے نقل نہ کرتے۔ (ع)

بلا عذر ادائیگیٔ قرض میں ٹال مٹول اور تاخیر ایک طرح کا ظلم

۱۹/۲۸۷۶ وَعَنِ الشَّرِيْدِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُّ الْوَاجِدِ يُحِلُّ عِرْضَهٗ وَعُقُوْبَتَهٗ قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ يُحِلُّ عِرْضَهٗ يُغْلَظُ لَهٗ وَعُقُوْبَتَهٗ يُحْبَسُ لَهٗ۔ (رواه ابوداود والنسائی)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ٤/ ٤٥ الحدیث رقم ٣٦٢٨، والنسائی فی ٣١٦/٧ الحدیث رقم ٤٦٩٠ وابن ماجه فی ٢/ ٨٨١ الحدیث رقم ٢٤٢٧ واحمد فی المسند ٤/ ٣٨٩

ترجمہ: حضرت شرید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مال والا آدمی قرض کی ادائیگی میں دیر کرے تو اس کی بے عزتی اور سزا جائز ہے۔ ابن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی تذلیل کا حلال ہونا یہ ہے کہ اس کو سخت بات کہی جائے اور سزا یہ ہے کہ اس قید کروادیا جائے۔ یہ ابوداؤد اور نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ (۱) جو آدمی مال دار ہو کر قرض کی ادائیگی نہ کرے تو اس کی آبروریزی جائز ہو جاتی ہے۔ اس کو حاکم سے سزا دلوانا اور اس سے سخت کلامی درست ہے کیونکہ اس کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔

جو مسلمان اپنے بھائی کا قرض ادا کریگا' اللہ قیامت کے دن اسکی جان کو نجات دیگا

۲۰/۲۸۷۷ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَۃٍ لِیُصَلِّیَ عَلَیْھَا فَقَالَ ھَلْ عَلٰی صَاحِبِکُمْ دَیْنٌ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ ھَلْ تَرَکَ لَہٗ مِنْ وَفَاءٍ قَالُوْا لَا قَالَ صَلُّوْا عَلٰی صَاحِبِکُمْ قَالَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ عَلَیَّ دَیْنُہٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰی عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ مَعْنَاہُ وَقَالَ فَکَّ اللّٰہُ رِھَانَکَ مِنَ النَّارِ کَمَا فَکَکْتَ رِھَانَ اَخِیْکَ الْمُسْلِمِ لَیْسَ مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ یَقْضِیْ عَنْ اَخِیْہِ دَیْنَہٗ اِلَّا فَکَّ اللّٰہُ رِھَانَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ (رواہ فی شرح السنة)

اخرجه البغوی فی شرح السنة ٨/ ٢١٣ الحدیث رقم ٢١٥٥ والدار قطنی فی السنن ٣/ ٧٨ الحدیث رقم ٢٩١ من کتاب البیوع

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک جنازہ لایا گیا تا کہ آپ ﷺ اس پر نماز جنازہ پڑھیں آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہارے اس ساتھی پر کچھ قرض تو نہیں لوگوں نے بتلایا کہ ہاں اس پر قرض ہے آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا کہ کیا یہ اپنے قرض کی ادائیگی کیلئے قرض کی مقدار مال چھوڑ گیا انہوں نے عرض کیا نہیں آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنے ساتھی پر نماز جنازہ پڑھو یعنی میں نہیں پڑھوں گا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اس کے قرض کی ادائیگی میرے ذمہ ہے چنانچہ آپ ﷺ نے آگے بڑھ کر اس پر نماز جنازہ ادا فرمائی۔ ایک دوسری روایت کے الفاظ مختلف ہیں مگر مفہوم روایت کا ایک ہی ہے اس میں یہ لفظ زائد ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے دوزخ کی آگ سے اسی طرح چھٹکارا دے جیسا تم نے اپنے بھائی کی جان کو دوزخ سے چھڑایا آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان بندے کا قرض ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو دوزخ سے چھٹکارہ عنایت فرمائیں گے۔

۲۱/۲۸۷۸ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَھُوَ بَرِیْءٌ مِنَ الْکِبْرِ وَالْغُلُوْلِ وَالدَّیْنِ دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔ (رواہ الترمذی وابن ماجة والدارمی)

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کی موت اس حال میں

آئے کہ وہ تکبر خیانت اور قرض سے پاک ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا یعنی مقبول بندوں کے ساتھ جنت میں داخل ہوگا۔ یہ ترمذی ابن ماجہ اور دارمی کی روایت ہے۔

۲۲/۲۸۷۹ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَعْظَمَ الذُّنُوْبِ عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ یَلْقَاہُ بِھَا عَبْدٌ بَعْدَ الْکَبَائِرِ الَّتِیْ نَھَی اللّٰہُ عَنْھَا اَنْ یَّمُوْتَ رَجُلٌ وَعَلَیْہِ دَیْنٌ لَا یَدَعُ لَہٗ قَضَاءً۔

(رواہ احمد و ابوداود)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤/١١٧ الحدیث رقم ١٥٧٢، وابن ماجه فی ٣/٨٠٦ الحدیث رقم ٢٤١٢ والدار می فی ٢/٣٤١ الحدیث رقم ٢٥٩٢ واحمد فی المسند ٥/٢٧٦۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے نقل کیا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ کے نزدیک ان بڑے گناہوں کے بعد جن سے اللہ تعالیٰ نے بندے کو منع فرمایا ہے سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ بندہ اپنے رب اس حال میں ملے کہ اس پر قرض کا بوجھ ہو اور اس نے اس کی ادائیگی کے لئے مال نہ چھوڑا ہو اس روایت کو احمد اور ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ ''بعد الکبائر'' یہ اس لئے فرمایا کہ مطلقاً دین کبائر میں سے نہیں ہے بلکہ بوقت ضرورت بقدر ضرورت قرض لینا مستحب ہے جیسا بعض روایات میں وارد ہے اور اس کی ممانعت عارض کی وجہ سے ہے کہ یہ آدمی لوگوں کے حقوق کو ضائع کرنے والا ہے باقی رہے کبائر تو ان کی ممانعت ذاتی ہے۔ (۲) ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ جو گناہ کبیرہ مشہور ہیں مثلاً شرک اور زنا وغیرہ ان کے بعد اس کا درجہ ہے اس لحاظ سے یہ کبیرہ گناہوں میں داخل ہوگا۔ (مولانا)

حرام اشیاء میں صلح کا ناجائز ہونا

۲۳/۲۸۸۰ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفِ الْمُزَنِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الصُّلْحُ جَائِزٌ بَیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِلَّا صُلْحًا حَرَّمَ حَلَالًا اَوْ اَحَلَّ حَرَامًا وَالْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی شُرُوْطِھِمْ اِلَّا شَرْطًا حَرَّمَ حَلَالًا اَوْ اَحَلَّ حَرَامًا۔ (رواہ الترمذی وابن ماجة وابوداود وانتھت روایته عند قوله) عَلٰی شُرُوْطِھِمْ.

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ٣/٦٣٧ الحدیث رقم ٣٣٤٢، واحمد فی المسند ٤/٣٩٢۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن عوف مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے مابین صلح کرانا جائز ہے سوائے اس صلح کے کہ جس سے کسی حلال کو حرام یا حرام کو حلال کرنا لازم آئے اور مسلمان اپنی شرائط پر ہیں یعنی صلح و جنگ میں جو شرائط وہ طے کریں ان کا لحاظ رکھا جائے گا۔ البتہ وہ شرائط کہ جن سے کسی حرام کا حلال کرنا یا حلال کا حرام کرنا لازم آئے (یعنی ان کا اعتبار نہ ہوگا) یہ ترمذی' دین' ابن ماجہ' ابوداؤد کی روایت ہے شرطاً تک ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❁ اِلَّا صُلْحًا ...... کا مطلب یہ ہے کہ جس شرط سے کسی حلال کو حرام کرنا لازم آتا ہو وہ درست نہیں مثلاً وہ اس بات پر صلح کرے کہ اپنی بیوی کی سوکن سے صحبت نہ کرے گا۔ تو یہ صلح درست نہیں کیونکہ اس میں اس نے حلال کو حرام سمجھا (۲) اسی طرح ایسی صلح بھی درست نہیں کہ جس میں کسی حرام کو حلال کرنا لازم آتا ہو مثلاً اس شرط پر صلح کرے کہ وہ شراب اور سور کو استعمال

کرے گا تو یہ شرط ناجائز ہے (۳) ایسی شرط کہ جس سے حرام کو حلال کرے مثلاً یہ شرط لگائے اپنی بیوی سے کہ میں اپنی لونڈی سے صحبت نہ کروں گا' تو یہ شرط ناجائز ہے۔ (۴) ایسی شرط لگائے جو کہ حلال کرے حرام کو مثلاً یہ شرط لگائے کہ بیوی کی بہن سے بیوی کے ہوتے ہوئے نکاح کرونگا تو یہ شرط ناجائز ہے۔ یہ شرائط درست نہیں۔

مناسبتِ روایت:

روایت کی اس بات سے مناسبت ظاہر نہیں بس یہ تاویل کی جاسکتی ہے کہ بیع اور شراء میں مفلس ہونے کی صورت میں صلح وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو ادنی ملابست سے روایت ذکر کردی واللہ اعلم (ع۔ح)

الفصل الثالث:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پائجامہ بیچنے والے کو طے شدہ قیمت سے زائد مال عنایت فرمایا

۲۸۸۱/۲۴ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ جَلَبْتُ اَنَا وَمَخْرَفَةُ الْعَبْدِيُّ بَزًّامِنْ هَجَرٍ فَاَ تَيْنَا بِهٖ مَكَّةَ فَجَاءَ نَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ فَسَاوَمَنَا بِسَرَاوِيْلَ فَبِعْنَاهُ وَثَمَّ رَجُلٌ يَزِنُ بِالْاَ جْرِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زِنْ وَارْجِحْ۔

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۳/۱۹ الحدیث رقم ۳۵۹۴ والترمذی فی السنن ۳/۶۳۴ الحدیث رقم ۱۳۵۲ وابن ماجه فی ۲/۷۸۸ الحدیث رقم ۲۲۵۳

ترجمہ: حضرت سوید بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اور مخرفہ عبدی نے مقام حجر سے کپڑا خریدا تا کہ اسے فروخت کریں۔ (حجر یہ مدینہ کے قریب جگہ ہے) ہم وہ کپڑا فروخت کیلئے مکہ لائے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس بذات خود پیدل تشریف لائے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری کا اہتمام نہ فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ایک پائجامہ خریدا اور ہم نے وہ پائجامہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فروخت کیا۔ وہاں ایک آدمی لوگوں کا سامان قیمت پر تولتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا تو لو اور جھکتا ہوا تو لو۔ یعنی جتنی مقدار طے ہوئی اس سے ذرا جھکتا تو لو۔ یہ احمد' ابوداؤد و ترمذی' ابن ماجہ' دارمی کی روایت ہے ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔

تشریح ❁ (۱) ابویعلیٰ نے اپنی مسند میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پائجامہ چار درہم میں خرید فرمایا تھا۔ (۲) اس روایت سے پائجامہ کا خریدنا ثابت ہو رہا ہے۔ البتہ پہننا ثابت نہیں۔ (۳) اس روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان تواضع ثابت ہو رہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس خریداری کیلئے پیدل تشریف لے گئے۔ (۴) پائجامہ کی قیمت طے کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت سے ان کو طے شدہ سے زیادہ قیمت عنایت فرمائی۔

مناسبت:

اس روایت کی مناسبت باب سے غیر ظاہر ہے بس اتنا کہہ سکتے ہیں کہ بعض اوقات قیمت افلاس کی وجہ سے زیادہ دی

جاتی ہے۔(ع۔ح)(احمد،ترمذی کی روایت میں یہ الفاظ منقول ہیں کہ آپ ﷺ نے تولنے والے کو دو چاندی کے ٹکڑے تولنے کیلئے عنایت فرمائے تاکہ تول کر پائجامہ کی قیمت ادا کریں۔اور پائجامہ کی طے شدہ قیمت سے زیادہ تول دیں'')

جو آدمی قرض ادا کرے وہ اپنی طرف سے زیادہ دے

۲۵/۲۸۸۲ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ لِيْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ فَقَضَانِيْ وَزَادَنِيْ۔

(رواه ابوداود)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۶۳۱/۳ الحدیث رقم ۳۳۳۶ والترمذی فی ۵۹۸/۳ الحدیث رقم ۱۳۰۵ والنسائی فی ۲۸۴/۷ الحدیث رقم ۲۵۹۲ والدارمی فی ۳۳۸/۲ الحدیث رقم ۲۵۸۵ واحمد فی المسند ۳۵۲/٤

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ذمہ میرا قرض تھا۔آپ ﷺ نے میرا قرض ادا کرتے ہوئے زیادہ رقم مجھے عنایت فرمائی۔یہ روایت ابوداؤد کی ہے۔

تشریح ۞ ان روایات سے معلوم ہوا کہ جو آدمی قرض ادا کرے وہ اپنی طرف سے زیادہ دے۔بشرطیکہ عقد کے وقت طے نہ کیا ہو تو درست ہے اس کا حکم سود والا نہیں۔(مولانا)

قرض کا بدلہ صرف شکر ادا کرنا اور قرض ادا کرنا ہے

۲۶/۲۸۸۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ رَبِيْعَةَ قَالَ اسْتَقْرَضَ مِنِّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعِيْنَ اَلْفًا فَجَاءَهُ مَالٌ فَدَفَعَهُ اِلَيَّ وَقَالَ بَارَكَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ اِنَّمَا جَزَاءُ السَّلَفِ الْحَمْدُ وَالْاَدَاءُ۔ (رواه النسائی)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۶٤۲/۳ الحدیث رقم ۳۳٤۷ والنسائی فی ۲۸۳/۷ الحدیث رقم ٤۵۹۱۔اخرجه النسائی فی السنن ۳۲٤/۷ الحدیث رقم ٤۶۸۳ وابن ماجه فی ۸۰۹/۲ الحدیث رقم ۲٤۲٤۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے چالیس ہزار درہم ایک مرتبہ بطور قرض لیے۔ جب آپ ﷺ کے پاس بہت سا مال آیا تو آپ ﷺ نے وہ تمام مال یا چالیس ہزار مقدار قرض مجھے اس میں سے عنایت فرمائے۔اور ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے برکت عنایت فرمائے خصوصاً تمہارے اہل وعیال اور مال میں قرض کا بدلہ صرف شکر ادا کرنا اور قرض ادا کرنا ہے۔یہ نسائی کی روایت ہے۔

قرض کے مطالبے میں جانتے بوجھتے تاخیر کرنا باعث اجر ہے

۲۷/۲۸۸٤ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ كَانَ لَهٗ عَلٰى رَجُلٍ حَقٌّ فَمَنْ اَخَّرَهٗ كَانَ لَهٗ بِكُلِّ يَوْمٍ صَدَقَةٌ۔ (رواه احمد)

اخرجه احمد فی المسند ٤٤۲/٤۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کا کسی پر حق ہو اور وہ اس کے مطالبہ میں تاخیر کرے تو اسے ہر دن کے بدلے (اتنا مال) صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔ یہ احمد کی روایت ہے۔

دین میراث پر مقدم سمجھی جاتی ہے

۲۸/۲۸۸۵ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ الْاَطْوَلِ قَالَ مَاتَ اَخِیْ وَتَرَكَ ثَلَاثَ مِائَةِ دِیْنَارٍ وَتَرَكَ وَلَدًا صِغَارًا فَاَرَدْتُّ اَنْ اُنْفِقَ عَلَیْهِمْ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخَاكَ مَحْبُوْسٌ بِدَیْنِهٖ فَاقْضِ عَنْهُ قَالَ فَذَهَبْتُ فَقَضَیْتُ عَنْهُ ثُمَّ جِئْتُ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ قَضَیْتُ عَنْهُ وَلَمْ تَبْقَ اِلَّا امْرَاَةٌ تَدَّعِیْ دِیْنَارَیْنِ وَلَیْسَتْ لَهَا بَیِّنَةٌ قَالَ اَعْطِهَا فَاِنَّهَا صَادِقَةٌ۔ (رواہ احمد)

اخرجه احمد فی لمسند ٤/١٣٦۔

ترجمہ: حضرت سعد بن اطول رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرا بھائی فوت ہو گیا اور اس نے تین سو دینار وراثت میں چھوڑے اور چھوٹے بچے یتیم چھوڑ گیا۔ میں نے چاہا کہ میں قرض نہ ادا کروں اور وہ مال ان یتیم بچوں پر خرچ کروں تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا بھائی قرض کی وجہ سے مقید ہے یعنی عالم برزخ میں قید ہے وہ نعمتوں کو نہیں پا سکتا اور نہ صالحین کے پاس جا سکتا ہے اس کا قرض ادا کر میں نے جا کر ان کا قرض ادا کیا اور پھر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور صورت حال عرض کر دی کہ میں نے اس کی طرف سے تمام قرض ادا کر دیا ہے۔ اب کوئی قرض خواہ سوائے ایک عورت کے باقی نہیں رہا ہے۔ وہ دعویٰ کرتی ہے کہ اس نے دو دینار لینے ہیں۔ اس کا کوئی گواہ نہیں' آپ ﷺ نے فرمایا اسے ادا کر دو وہ سچی ہے۔ یہ احمد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ آپ ﷺ کو اس کے حالات کا علم بذریعہ وحی ہوا ہوگا اس لئے آپ ﷺ نے اس کی ادائیگی کا حکم فرمایا (۲) حاکم کیلئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے علم کے ساتھ کسی بات کا حکم دے جیسا کہ آپ ﷺ کو اس کے قرض کا حال بغیر وحی معلوم ہوا اور آپ ﷺ نے حکم فرمایا۔

(۳) اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ قرض میراث سے مقدم ہے۔ (ط۔ع)

لگاتار شہادت بھی قرض کا کفارہ نہیں بن سکتی

۲۹/۲۸۸۶ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَحْشٍ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا بِفِنَاءِ الْمَسْجِدِ حَیْثُ یُوْضَعُ الْجَنَائِزُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ بَیْنَ ظَهْرَیْنَا فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَصَرَهٗ قِبَلَ السَّمَاءِ فَنَظَرَ ثُمَّ طَاْطَاَ بَصَرَهٗ وَوَضَعَ یَدَهٗ عَلٰی جَبْهَتِهٖ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَا نَزَلَ مِنَ التَّشْدِیْدِ قَالَ فَسَكَتْنَا یَوْمَنَا وَلَیْلَتَنَا فَلَمْ نَرَ اِلَّا خَیْرًا حَتّٰی اَصْبَحْنَا قَالَ مُحَمَّدٌ فَسَاَلْتُ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا التَّشْدِيْدُ الَّذِیْ نَزَلَ قَالَ فِی الدَّیْنِ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّ رَجُلاً قُتِلَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ عَاشَ ثُمَّ قُتِلَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ عَاشَ ثُمَّ قُتِلَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ عَاشَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ مَا دَخَلَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يُقْضٰى دَيْنُهٗ۔

اخرجه احمد فی المسند ۵/۲۸۹۔

ترجمہ: محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ہم یعنی صحابہ اس مقام پر بیٹھے تھے جو صحن مسجد سے متصل جگہ تھی اور جہاں جنازے لا کر رکھے جاتے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی ہمارے درمیان تشریف فرما تھے کہ اچانک آپ ﷺ نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی۔ پھر دیکھ کر جھکائی اور اپنی پیشانی مبارک کو اپنی ہتھیلی پر رکھ کر فرمایا سبحان اللہ سبحان اللہ کس قدر سختی اتری۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم ایک دن رات خاموش رہے یعنی سوال نہ کیا مگر ہم نے بھلائی ہی دیکھی یعنی سختی اور عذاب نہ دیکھا۔ یعنی صحابہ کرامؓ نے اس سختی کے متعلق خیال کیا کہ اس سے عذاب کا بالفعل اترنا مراد ہے مگر صبح تک اس قسم کی کوئی چیز نہ دیکھی تو راوی حدیث محمد کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ وہ کیا سختی ہے جو کہ اتری ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا قرض کے سلسلہ میں سختی یعنی سخت حکم اترا ہے۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے کہ جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا جائے پھر زندہ ہو پھر دوبارہ قتل کیا جائے پھر زندہ ہو پھر اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا جائے پھر زندہ ہو اور اس پر قرض ہو تو وہ جنت میں اس وقت تک داخل نہ ہو گا یہاں تک کہ اس کا قرض ادا کیا جائے۔

تشریح ۞ یعنی کئی مرتبہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونا اس کے قرض کا کفارہ نہیں بن سکتا۔ یہ روایت احمد کی ہے اور شرح السنہ میں اسی طرح کی روایت ہے۔ الفاظ کا معمولی اختلاف ہے۔

اس روایت میں اس بات کی دلیل ہے کہ نماز جنازہ مسجد میں نہیں پڑھی جاتی تھی۔ (ع)

بَابُ الشِّرْكَةِ وَالْوَكَالَةِ

شرکت و وکالت کا بیان

شرکت کی دو قسمیں ہیں: نمبر ① شرکت ملک ② شرکت عقد۔

① شرکتِ ملک:

یہ ہے کہ کم از کم دو آدمی کسی چیز کے مالک بن جائیں خواہ یہ ملکیت وراثت سے آئے یا خریداری سے یا ہبہ سے یا مباح پر غلبہ سے مثلاً مل کر شکار کریں یا دو آدمیوں کا مال اس طرح خلط ہو جائے کہ ایک دوسرے سے امتیاز ممکن نہ ہو مثلاً ایک جنس کا مال دونوں کے پاس تھا وہ مل گیا مثلاً ایک کے پاس دودھ ہو وہ دوسرے کے دودھ میں مل جائے۔ یا دونوں قصداً اس شئی کو ملا دیں۔

شرکت کا حکم:

ان میں سے ہر ایک دوسرے کے حصہ سے ناواقف ہے۔ اس لئے اپنا حصہ اسے اپنے شریک کے ہاتھ یا غیر کے ہاتھ فروخت کرنا درست ہے۔ اس میں شریک سے اجازت کی چنداں ضرورت نہیں تمام صورتوں کا یہی حکم ہے البتہ چھٹی اور ساتویں صورت جو خلط سے متعلق ہے اس میں شریک کی اجازت فروخت کیلئے ضروری ہے۔

۲ شرکتِ عقد:

ایک شخص دوسرے کو یہ کہے کہ میں نے تجھے فلاں چیز میں شریک کیا دوسرا اسے قبول کرے تو شرکت عقد ثابت ہو جائے گی۔

ارکان شرکت:

ایجاب وقبول یہ شرکت کے رکن ہیں۔

شرطِ شرکت:

شرکت میں کوئی ایسی چیز نہ ہونی چاہیے جو شرکت کو منقطع کر دے مثلاً ایسی شرط کر دے کہ معین روپوں کا فائدہ ایک شریک کیلئے خاص ہو جائے۔ مثلاً دونوں شریکوں میں سے ایک یہ طے کر دے کہ نفع میں سے پانچ سو روپے میں لے لوں گا۔ ایسی شرط شرکت کو قطع کرنے والی ہے شرکت عقد کی چار قسمیں ہیں۔ نمبر۱ شرکت مفاوضہ نمبر۲ شرکت عنان نمبر۳ شرکت صنائع والتقبل (۴) شرکت وجوہ

شرکتِ مفاوضہ:

شرکت مفاوضہ یہ ہے کہ دونوں شریک یہ طے کرلیں کہ وہ تصرف مال اور دین اور اس کے فوائد میں برابر ہوں گے۔ اس شرکت کی شرط یہ ہے کہ دونوں شریک دین ومذہب میں بھی برابر ہوں۔ یہ شرکت ان دونوں شریکوں کیلئے کفالت ووکالت کو لازم کرتی ہے شرکت مفاوضہ میں ہر ایک دوسرے کا کفیل اور وکیل ہوتا ہے۔

اسی بناء پر یہ شرکت مسلمان اور ذمی کے درمیان جائز نہیں۔ کیونکہ دین ومذہب میں وہ دونوں مساوی نہیں اسی طرح یہ شرکت غلام اور آزاد کے درمیان بھی درست نہیں اور نہ یہ نابالغ اور بالغ کے درمیان درست ہے کیونکہ یہ دونوں تصرف میں برابر نہیں۔

اس شرکت کے معاہدہ اور شرائط کیلئے ضروری ہے کہ لفظ مفاوضہ یا اس کے تمام مقتضیات کو کھول کر بیان کر دیا جائے۔ البتہ اس شرکت کے اندر یہ شرط نہیں ہے کہ جب شرکاء آپس میں عقد کریں تو اس وقت اپنے مال کو ملائیں اس شرکت میں شرکاء چونکہ ایک دوسرے کے وکیل اور کفیل ہیں اس لئے کوئی چیز بھی وہ اپنے اھل وعیال کے کھانے پینے اور کپڑے کے علاوہ

خریدیں گے وہ دونوں کی ہوگی۔

① امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد:

شرکت مفاوضہ اور عنان صرف ایسے مال اور سرمایہ سے صحیح ہے جو روپے پیسے اشرفی' درہم دینار یعنی رائج الوقت سکوں کی شکل میں ہوں البتہ اگر سونے چاندی کی ڈلیوں کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں تو ان کے ساتھ بھی جائز ہے۔(۲) اگر دونوں شرکاء میں سے ایک شریک وراثت یا کسی اور ذریعہ سے کسی ایسے مال کا مالک بن گیا جس میں شرکت مفاوضہ درست ہوسکتی ہے' مثلاً اشرفی' روپیہ' پیسہ' درہم' دینار تو اس صورت میں شرکت مفاوضہ باطل ہوجائے گی اور شرکت عنان ثابت ہوجائے گی۔(۳) اگر ہر دو شرکاء میں سے ایک شریک کسی ایسے مال کا وارث بنا جس میں شرکت مفاوضہ جائز نہ ہو مثلاً مکانات زمین و دیگر اسباب تو اس صورت میں ہر دو کی طے شدہ شرکت مفاوضہ باقی رہے گی اور اس میں کسی قسم کی کمی لازم نہیں آئے گی۔

شرکتِ عنان:

شرکت عنان یہ ہے کہ دونوں شریک بعض خاص چیزوں کے اندر جن کا ذکر کردیا جائے شریک ہوں تصرف اور دین وغیرہ میں دونوں برابر ہوں یا نہ ہوں۔ یہ شرکت بھی ایک دوسرے کی وکالت کو لازم کرتی ہے۔ مگر ایک دوسرے کی کفالت اس سے لازم نہیں آتی البتہ ضمنی طور پر وکیل ہونے کی وجہ سے مشترک کام میں ایک دوسرے کے امین تو ہوں گے۔

شرکت صنائع والتقبل:

شرکت صنائع والتقبل یہ ہے کہ دونوں شریک پیشے میں ایک دوسرے کے ساتھ شرکت کررہے ہوں۔ اس کی شرط یہ ہے کہ دونوں ہی کام اور کسب مل جل کر کریں گے اور اس سے حاصل ہونے والی اجرت باہمی تقسیم کریں گے۔ مثلاً دو درزی یا دو رنگریز اپنے پیشے میں ایک دوسرے کے شریک بن جائیں۔

(۲) اگر ان کے درمیان یہ شرط طے ہوجائے کہ کام تو دونوں نصف نصف کریں گے لیکن نفع میں ایک دو تہائی لے گا اور دوسرا ایک تہائی تو یہ شرط جائز ہے۔(۳) ہر دو شرکاء میں سے جو بھی کام کو لے گا اس کا کرنا ہر دو کیلئے لازم ہے یہ جائز نہیں کہ جس شریک نے کام لیا صرف وہی اسے کرے گا۔ (۴) کام کرنے والا ان میں سے ہر ایک سے کام کو طلب کرسکتا ہے اور ہر ایک کو مزدوری طلب کرنے کا حق ہے۔ کام کروانیوالا ان میں سے ایک کو مزدوری دیکر بری الذمہ ہوجائے گا۔ (۵) آمدنی دونوں کی ہوگی منافع میں بھی دونوں شریک ہوں گے خواہ کام دونوں کریں یا ایک کرے۔

شرکتِ وجوہ :

شرکت وجوہ یہ ہے کہ ہر دو شراکت والوں کے پاس اپنا سرمایہ اور مال نہ ہو وہ کاروبار میں شرکت طے کرلیں کہ اپنی اپنی حیثیت اور مقام اور اپنے اپنے تعارف اور معرفت سے قرض کے طور پر سامان لاکر اس کو فروخت کریں گے اور اس کے نفع کو باہم تقسیم کرلیں گے۔(۱) اگر ان دونوں نے آپس میں شرکت مفاوضہ کی یہ شرط لگائی ہوگی تو وہ درست ہوگی۔ اور اگر وہ شراکت

کو مطلق رکھیں تو ان کی یہ شرکت بطور عنان کے ہوگی۔(۲) ایسی شراکت سے اس مال میں وکالت لازم ہوجائے گی جو مال کہ وہ فروخت کرنے کیلئے خریدیں گے۔ یعنی اس خریداری میں ہر ایک دوسرے کا وکیل ہوگا لہٰذا وہ دونوں اگر یہ شرط طے کرلیں کہ خریدی گئی چیز میں دونوں کا نصف نصف حصہ ہوگا تو نفع میں بھی یہی نسبت ہوگی۔

اگر دونوں یہ طے کرلیں کہ مال ان میں سے ایک کا دو تہائی اور دوسرے کا ایک تہائی ہوگا تو یہ بھی جائز ہے اور نفع میں بھی اسی کا اعتبار ہوگا صرف نفع میں کمی بیشی کی شرط باطل ہوگی۔ مثلاً کہ مال تو ایک شریک نصف نصف خریدے اور نفع اس کو تہائی دیا جائے تو یہ جائز نہیں کیونکہ نفع کا حق ذمہ داری کی وجہ سے ہے۔(۳) ایسی چیز کے اندر شراکت جائز نہیں کہ جس میں وکالت درست نہ ہو مثلاً لکڑی کاٹنا' گھاس کاٹنا شکار کرنا پانی لانا وغیرہ جو شخص ان چیزوں کو لائے گا یا جمع کرے گا تو وہ اسی کی شمار ہوں گی۔ اور اگر دوسرا اس کی مدد کرے تو اپنی مزدوری معمول اور عرف کے مطابق لے سکتا ہے۔

وکالت:

وکالت کا مطلب یہ ہے کہ تصرفات میں دوسرے کو اپنی جگہ کھڑا کرنا قائم کرنا۔

شرطِ وکالت:

وکالت کی شرط یہ ہے کہ مؤکل یعنی مالک تصرف کا اختیار رکھتا ہو اور جس آدمی کو وہ اپنا وکیل بنائے وہ اس معاملے کو جانتا ہو یہ ملتقی الابحر سے مختصر کرکے لکھا گیا ہے جو تفصیل کا طالب ہو وہ کتب فقہ کو ملاحظہ کرے۔

الفصل الاول:

۲۸۸۷/۱ عَنْ زُهْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ اَنَّهٗ كَانَ يَخْرُجُ بِهٖ جَدُّهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هِشَامٍ اِلَى السُّوْقِ فَيَشْتَرِى الطَّعَامَ فَيَلْقَاهُ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ الزُّبَيْرِ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ اَشْرِكْنَا فَاِنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ دَعَا لَكَ بِالْبَرَكَةِ فَيُشْرِكُهُمْ فَرُبَّمَا اَصَابَ الرَّاحِلَةَ كَمَا هِىَ فَيَبْعَثُ بِهَا اِلَى الْمَنْزِلِ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ هِشَامٍ ذَهَبَتْ بِهٖ اُمُّهٗ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ رَاْسَهٗ وَدَعَا لَهٗ بِالْبَرَكَةِ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحيحه ۵/۱۳۶ الحديث رقم ۲۵۰۱

ترجمہ: حضرت زہرہ بن معبد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں اپنے دادا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کے ساتھ بازار جاتا میرے دادا غلہ خریدتے تو پھر ان کو ابن عمر اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم مل جاتے اور ان سے کہتے کہ ہمیں بھی اس میں شریک کرلو کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے لئے برکت کی دعاء فرمائی ہے چنانچہ میرے دادا ان کو شریک کرلیتے بسا اوقات ایک پورا اونٹ کا بوجھ بے کم و کاست منافع ہوتا جسے وہ اپنے ٹھکانے پر بھیج دیتے۔ عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کو ان کی والدہ یعنی زینب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعاء کی۔

تشریح: اس روایت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ عقود میں شرکت بھی جائز ہے۔

انصار کے اموال میں مہاجرین کی شراکت کا بیان

۲/۲۸۸۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَتِ الْاَنْصَارُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْسِمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ اِخْوَانِنَا النَّخِيْلَ قَالَ لَا تَكْفُوْنَنَا الْمُؤْنَةَ وَنُشْرِكُكُمْ فِي الثَّمَرَةِ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صنحیحه ۵/۸ الحدیث رقم ۲۳۲۵

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درخواست کی کہ کھجور کے درختوں کو ہمارے اور ہمارے مہاجر بھائیوں کے درمیان تقسیم فرمادیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تقسیم نہیں کرتا۔ البتہ تم ہی لوگ ہماری طرف سے محنت کرلیا کرو ہم تمہارے ساتھ پھل میں شریک ہوجائیں گے انصار نے کہا ہم نے یہ بات سنی اور مان لی یہ بخاری کی روایت ہے۔

جب مہاجرین مکہ سے ہجرت کر کے اور اپنا مال چھوڑ کر مدینہ میں آئے تو انصار نے یہ گزارش کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اور ان کے مابین کھجور کے درختوں کو تقسیم فرمادیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ان کو تقسیم نہیں کرتا البتہ تم مہاجرین کی طرف سے بھی محنت کرو ہم اس محنت میں شریک نہیں ہوتے پھل میں تمہارے ساتھ شریک ہیں۔

انصار نے اس کو منظور کرلیا کہ ہم پانی اور حفاظت خود کریں گے۔ پھل تیار ہونے پر اس کو بانٹ لیا کریں (۲) اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان بھائی کی اس کے کام میں مدد کرنا اور مشقت کا ان سے ازالہ کرنا مستحب ہے۔ (۳) اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شرکت درست ہے۔ (ع)

معاملات میں وکیل مقرر کرنا جائز ہے

۳/۲۸۸۹ وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ الْبَارِقِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَاهُ دِيْنَارًا لِيَشْتَرِيَ لَهٗ شَاةً فَاشْتَرٰى لَهٗ شَاتَيْنِ فَبَاعَ اِحْدَاهُمَا بِدِيْنَارٍ وَاَتَاهُ بِشَاةٍ وَدِيْنَارٍ فَدَعَا لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَيْعِهٖ بِالْبَرَكَةِ فَكَانَ لَوِاشْتَرٰى تُرَابًا لَرَبِحَ فِيْهِ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۶۳۲/۶ الحدیث رقم ۳۶۴۲ وابو داوٗد فی السنن ۶۷۷/۳ الحدیث رقم ۳۳۸۴ والترمذی فی ۵۵۹/۳ الحدیث رقم ۱۲۵۸ وابن ماجه فی ۸۰۳/۲ الحدیث رقم ۲۴۰۲ واحمد فی المسند ۳۷۵/٤۔

ترجمہ: حضرت عروہ بن ابی جعد البارقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک دینار عنایت فرمایا تاکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک بکری خرید کرلاؤں پس میں نے اس دینار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے دو بکریاں خریدیں پھر ان میں سے ایک کو ایک دینار کے بدلے فروخت کردیا اور ایک دینار اور ایک بکری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عروہ کیلئے بیع میں برکت کی دعاء فرمائی چنانچہ عروہ اگر مٹی بھی خرید لیتے تو اس میں بھی ان کو نفع ہوجاتا۔

تشریح ۞ ابن مالک کہتے ہیں اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام ایسے معاملات میں وکالت درست ہے جن میں نیابت ہوسکتی ہے۔ اور اگر کوئی شخص کسی دوسرے کا مال اس کی اجازت کے بغیر فروخت کر دے تو یہ بیع منعقد ہو جائے گی لیکن اس کی درستگی مالک کی اجازت پر موقوف ہوگی یعنی اگر وہ اجازت دے دے تو جائز ہے ورنہ نہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے۔ (۲) امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ بیع جائز نہیں خواہ مالک اس پر رضامندی کا اظہار کر دے۔ (ع)

الفصل الثانی:

امانت دار شرکاء کی نگہبان اللہ عزوجل کی ذات ہوتی ہے

۲۸۹۰/۴ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَفَعَهٗ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یَقُوْلُ اَنَا ثَالِثُ الشَّرِیْكَیْنِ مَا لَمْ یَخُنْ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهٗ فَاِذَا خَانَهٗ خَرَجْتُ مِنْ بَیْنِهِمَا۔ (رواه ابو داؤد وزاد ارزین) وَجَاءَ الشَّیْطَانُ۔

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۳/۶۷۷ الحدیث رقم ۳۳۸۳۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے موفوعاً روایت ہے کہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں دو شراکت کرنے والوں کے درمیان تیسرا نگہبان ہوں جب تک ان دونوں شرکاء میں سے کوئی ایک خیانت کا ارتکاب نہیں کرتا تو میں نگہبانی کرتا ہوں اور جب ان میں سے کوئی ایک خیانت کرتا ہے تو میں درمیان سے نکل جاتا ہوں۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔ رزین کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ پھر ان کے درمیان شیطان آ جاتا ہے۔

تشریح ۞ اَنَا ثَالِثُ الشَّرِیْكَیْنِ: یعنی میں ان کی حفاظت کرتا اور ان کو برکت دیتا ہوں اور ان کے مال کو محفوظ کرتا اور ان دونوں کو رزق وخیر دیتا ہوں اور ان کے معاملات میں ان کا مددگار رہتا ہوں۔ میری مدد ان کے شامل حال رہتی ہے۔

خَرَجْتُ مِنْ بَیْنِهِمَا: یعنی ان سے حفاظت اٹھا لیتا ہوں جس سے مال کی برکت چلی جاتی ہے۔ (۳) اس روایت سے معلوم ہوا کہ شرکت مستحب ہے کیونکہ اس سے اللہ کی برکت اترتی ہے۔ اس کے بالمقابل جو شخص اکیلا ہو اسے یہ برکت حاصل نہیں ہوتی کیونکہ دونوں میں سے ہر شریک حفاظت مال اور ترقی کی کوشش کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بندے کی اس وقت تک مدد کرتا ہے۔ جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرتا ہے۔ (ع)

۲۸۹۱/۵ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَدِّ الْاَمَانَةَ اِلٰی مَنِ ائْتَمَنَكَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ۔

اخرجه ابو داود فی السنن ۳/۸۰۵ الحدیث رقم ۳۵۳۵ والترمذی فی ۳/۵۶۴ الحدیث رقم ۱۲۶۴ والدارمی فی ۲/۳۴۳ الحدیث رقم ۲۵۹۷

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس آدمی کی امانت ادا کر دو جس نے تجھے امین بنایا اور تم اس کے ساتھ خیانت مت کرو جس نے تمہارے ساتھ خیانت کی ہے یہ ترمذی' ابوداؤد اور دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ وَلَا تَخُنْ ...... قاضی کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خائن سے تم خائن والا معاملہ نہ کرو ورنہ تم بھی اس کی مثل

ہو جاؤ گے۔

(۲) اگر کسی شخص نے اپنے مال کے برابر اس کے مال میں سے لیا تو یہ اس میں شامل نہیں مگر اس کا تعلق اس شخص سے ہے جو اس کا حق ہونے کے باوجود اس کا منکر ہے۔ یہ مسئلہ مسئلۃ الظفر کے نام سے معروف ہے' اس کے بارے میں اختلاف ہے۔

(۳) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی کا کچھ حق دوسرے کے ذمہ ہو اور حقدار اس کے مال پر قدرت رکھتا ہو تو اپنے حق کے بقدر اس کے مال میں سے لے لینا اس کو جائز ہے مگر اس میں شرط یہ ہے کہ جس مال پر قدرت پائی ہے وہ اسی مال کی جنس سے ہو جو اس سے غصب کیا ہے مثلاً روپے غصب کیے تو یہ اتنی مقدار روپے لے سکتا ہے۔ **کذا یفهم من الهداية (ع)**

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قرض خواہ مدیون کے مال سے وصول کر سکتا ہے خواہ وہ مال قرض کی جنس سے ہو یا نہ۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کسی صورت میں اس کے مال سے اپنا قرضہ وصول نہیں کر سکتا۔ انہوں نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ اس میں ہے جو تم سے خیانت کرے تو تم اس سے خیانت نہ کرو۔ اگر یہ شخص بغیر اجازت کے اس کا مال لے گا تو یہ خیانت ہوگی لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خیانت نہیں ہے بلکہ اپنا حق وصول کرنا ہے اور صرف اپنے حق سے زائد وصول کرنے پر محمول ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وکیل

۶/۲۸۹۲ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَرَدْتُّ الْخُرُوْجَ اِلٰی خَیْبَرَ فَاَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَیْہِ وَقُلْتُ اِنِّیْ اَرَدْتُّ الْخُرُوْجَ اِلٰی خَیْبَرَ فَقَالَ اِذَا اَتَیْتَ وَکِیْلِیْ فَخُذْ مِنْہُ خَمْسَۃَ عَشَرَ وَسْقًا فَاِنِ ابْتَغٰی مِنْكَ اٰیَۃً فَضَعْ یَدَكَ عَلٰی تَرْقُوَتِہٖ۔ (رواہ ابو داؤد)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ٤/٤٧ الحديث رقم ٣٦٣٢ (٣) فی المخطوطة (الوداع) (٤) فی المخطوطة (خیر)۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں خیبر جانے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یعنی رخصت ہونے کیلئے آیا۔ میں نے سلام کیا اور بتلایا کہ میں خیبر جانا چاہتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم خیبر پہنچو تو میرے وکیل کے ہاں جاؤ اور اس سے پندرہ وسق کھجور وصول کرو اگر وہ تم سے کوئی نشانی طلب کرے تو تم اپنا ہاتھ اس کے حلق پر رکھو۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ پندرہ وسق کھجور وصول کرنے کا حکم فرمایا۔ وسق ۶۴ سیر کا ہوتا ہے۔ (۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وکیل کو یہ بتلا رکھا تھا کہ جب کوئی شخص تمہارے پاس آ کر میری طرف سے کچھ مانگے تو اس سے نشانی مانگو اگر وہ اپنا ہاتھ تمہارے حلق پر رکھ دے تو سمجھ لینا کہ میرا بھیجا ہوا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو یہی نشانی بتلائی تا کہ وہ اس نشانی کو پا کر کھجوریں ان کے حوالہ کر دے۔ (مولانا)

الفصل الثالث:

شرکت مضاربت میں ہر فریق کی بھلائی مضمر ہے

۲۸۹۳/۷ عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ فِيْهِنَّ الْبَرَكَةُ الْبَيْعُ اِلٰى اَجَلٍ وَالْمُقَارَضَةُ وَاِخْلَاطُ الْبُرِّ بِالشَّعِيْرِ لِلْبَيْتِ لَا لِلْبَيْعِ۔ (رواه ابن ماجة)

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۲/۷۶۸ الحدیث رقم ۲۲۸۹۔

ترجمہ: حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تین چیزوں میں بہت بھلائی ہے نمبرا خریدار کوادائیگی قیمت میں مہلت دینا نمبر۲ مضاربت کرنا نمبر۳ گھر میں استعمال کیلئے گندم کے ساتھ جو ملانا نہ کہ فروخت کیلئے۔ یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ (۱) مضاربت یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنا مال تجارت کی خاطر دوسرے کو دے اور محنت مال لینے والے کی ہو اور پھر نفع میں باہمی حصہ مثلاً نصف نصف یا کم وبیش طے کرلیں۔ (۲) گندم کے ساتھ جو کا ملانا گھریلو استعمال کیلئے درست ہے۔ اس سے برکت ہوگی (۳) گندم میں جو کی ملاوٹ فروخت کیلئے نہ کرے کیونکہ یہ دھوکا اور فریب ہے مثلاً دس کلو گندم میں ایک کلو جو ملا کر گندم کے بھاؤ فروخت کرے اور اگر کوئی گندم دس کلو میں پانچ کلو جو ملا کر جو کے بھاؤ فروخت کرے تو اس میں حرج نہیں۔

شرکت ووکالت کے کچھ مسائل

۲۸۹۴/۸ وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مَعَهٗ بِدِيْنَارٍ لِيَشْتَرِيَ لَهٗ بِهٖ اُضْحِيَّةً فَاشْتَرٰى كَبْشًا بِدِيْنَارٍ وَبَاعَهٗ بِدِيْنَارَيْنِ فَرَجَعَ فَاشْتَرٰى اُضْحِيَّةً بِدِيْنَارٍ فَجَاءَ بِهَا وَبِالدِّيْنَارِ الَّذِي اسْتَفْضَلَ مِنَ الْاُخْرٰى فَتَصَدَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالدِّيْنَارِ فَدَعَا لَهٗ اَنْ يُّبَارَكَ لَهٗ فِيْ تِجَارَتِهٖ۔ (رواه الترمذی وابوداود)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۳/۶۸۹ الحدیث رقم ۳۳۸۶ والترمذی فی ۳/۵۵۸ الحدیث رقم ۱۲۵۷

ترجمہ: حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک دینار عنایت فرمایا تاکہ میں آپ ﷺ کے لئے اس دینار سے قربانی کا جانور خرید لاؤں۔ چنانچہ میں نے ایک مینڈھا یا دنبہ ایک دینار میں خرید لیا پھر اس کو دو دینار میں فروخت کیا پھر میں گھر لوٹا یا دوسری خریداری کی طرف رجوع کیا تو میں نے ایک دینار سے آپ ﷺ کے لئے قربانی کا جانور خریدا اور ایک دینار بچ گیا یعنی قربانی کی قیمت سے زائد بچ گیا جو میں نے خرید کر فروخت کردی تھی۔ چنانچہ میں وہ دینار اور قربانی کا جانور لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے وہ دینار اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کر دیا اور میرے لئے برکت کی دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری تجارت میں برکت عنایت فرمائے۔ یہ ترمذی، ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یہاں یہ بات قابل وضاحت ہے کہ فقہاء نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ کسی شخص کو کسی دوسرے شخص کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا جائز نہیں ہے اور یہاں نبی کریم ﷺ نے حضرت حکیم کو صرف اضحیہ خریدنے کا وکیل بنایا تھا اور انہوں نے ایک مینڈھا خرید کر اس کو دو درہم کے بدلے فروخت کر دیا پھر ایک درہم کی قربانی اور ایک درہم باقی لے آئے تو یہ تصرف اجازت پر موقوف ہوتا؟

جواب: یہ وکالت چونکہ مطلق تھی اور وکالت جب مطلق ہو تو اس میں بیع وشراء جائز ہوتا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ جو دینار صدقہ کیا تھا اس کی کیا حیثیت تھی تو اس کا مدار قربانی پر ہے۔ اگر قربانی نفلی تھی تو پھر اس کا استبدال جائز نہیں تھا ثمن کا صدقہ بطور وجوب کیا تھا اور اگر قربانی واجب تھی تو استبدال جائز ہے لیکن صدقہ تبرعا کیا تھا۔

بَابُ الْغَصَبِ وَالْعَارِيَةِ

غصب وعاریت کا بیان

(۱) غصب: کسی کا مال ظلم کے طور پر چھین لینا (۲) عاریت: کسی کو کوئی چیز کچھ وقت کیلئے استعمال کیلئے دینا۔

الفصل الاول:

۱/۲۸۹۵ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا فَاِنَّهُ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ اَرْضِيْنَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۹۳/۶ الحدیث رقم ۳۱۹۸ ومسلم فی ۱۲۳۱/۳ الحدیث رقم (۱۴۰۔۱۶۱۰) والترمذی فی السنن ۲۰/۴ الحدیث رقم ۱۴۱۸ والدار می فی ۳۴۶/۲ الحدیث رقم ۲۶۰۶ واحمد فی المسند ۱۸۷/۱۔

ترجمہ: حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی کی ایک بالشت زمین ظلماً دبالے گا قیامت کے دن وہ زمین سات زمینوں تک اس کی گردن میں بطور طوق ڈال دی جائے گی۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یعنی زمین کا وہ ٹکڑا زمین کے ساتوں طباق تک لے کر اس کی گردن میں لٹکا دیا جائے گا۔ (۲) شرح السنہ میں لکھا ہے کہ طوق پہنانے کا مطلب یہ ہے کہ اس آدمی کو سات زمینوں تک دھنسا دیا جائے گا۔ زمین کا وہ غصب شدہ ٹکڑا اس کی گردن میں طوق کی طرح ہوگا۔ (ع۔ح)

دوسرے کے ملک والے جانور کا دودھ اُس کی اجازت کے بغیر نہ دوہو

۲/۲۸۹۶ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحْلِبَنَّ اَحَدٌ مَا شِيَةَ امْرِءٍ

بِغَيْرِ اِذْنِهٖ اَيُحِبُّ اَحَدُ كُمْ اَنْ يُّؤْتٰى مَشْرُبَتَهٗ فَتُكْسِرُ خِزَانَتُهٗ فَيُنْتَقَلُ طَعَامُهٗ وَاِنَّمَا يَخْزُنُ لَهُمْ ضُرُوْعَ مَوَاشِيْهِمْ اَطْعِمَاتِهِمْ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۸۸/۵ الحدیث رقم ۲۴۳۵ومسلم فی ۱۳۵۲/۳ الحدیث رقم (۱۳-۱۷۲٦) وابوداؤد فی ۹۱/۳ الحدیث رقم ۲٦۲۳وابن ماجه فی ۷۷۲/۲ الحدیث رقم ۲۳۰۲ومالك فی الموطأ۹۹۷۱/۲ الحدیث رقم ۱۷من کتاب الاستذان

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی شخص کسی کے جانور کا دودھ اس کی اجازت کے بغیر نہ دوھے۔ کیا تم یہ پسند کرتے ہو۔ یعنی تم پسند نہیں کرتے کہ کوئی آدمی تمہارے خزانے کے پاس آئے اور خزانہ توڑ کر تمہارا اسباب وغلہ اٹھا لے جائے بلاشبہ جانوروں کے مالکوں کیلئے مویشیوں کے تھن (دودھ کی حفاظت کے) خزانے ہیں۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ تھن دودھ کی حفاظت کیلئے بمنزلہ خزانہ کے ہیں۔ جس طرح غلے کی حفاظت کیلئے خزانے اور سٹور ہوتے ہیں پس جو آدمی مویشی کا دودھ بلا اجازت دوھنے والا ہے گویا وہ محفوظ خزانے اور سٹور کو لوٹنے والا ہے۔

(۲) شرح السنہ میں لکھا ہے کہ اس روایت پر اکثر اہل علم کا عمل ہے۔ کسی کے مویشی کا دودھ صرف حالت اضطرار میں بقدر ضرورت تو جائز ہے اور اس کی قیمت دینا ضروری ہے۔ (۳) اگر اس کے پاس رقم ہو تو جتنا دودھ استعمال کیا ہے اس کا ضمان اسی وقت دے ورنہ جب میسر آئے اس وقت دے (ع)

عورت کے بس کی یہ بات نہیں کہ وہ اپنے نفس کو طبعی اور جبلی جذبہ سے محفوظ رکھے

۲۸۹۷/۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهٖ فَاَرْسَلَتْ اِحْدٰى اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِصَحْفَةٍ فِيْهَا طَعَامٌ فَضَرَبَتِ الَّتِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِهَا يَدَ الْخَادِمِ فَسَقَطَتِ الصَّحْفَةُ فَانْفَلَقَتْ فَجَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِلَقَ الصَّحْفَةِ ثُمَّ جَعَلَ يَجْمَعُ فِيْهَا الطَّعَامَ الَّذِيْ كَانَ فِي الصَّحْفَةِ وَيَقُوْلُ غَارَتْ اُمُّكُمْ ثُمَّ حَبَسَ الْخَادِمَ حَتّٰى اُتِيَ بِصَحْفَةٍ مِنْ عِنْدِ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا فَدَفَعَ الصَّحْفَةَ الصَّحِيْحَةَ اِلَى الَّتِيْ كُسِرَتْ صَحْفَتُهَا وَاَمْسَكَ الْمَكْسُوْرَةَ فِيْ بَيْتِ الَّتِيْ كَسَرَتْ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۲۰/۹ الحدیث رقم ۵۲۲۵ والنسائی فی السنن ۷۰/۷ الحدیث رقم ۳۹۵۵ واحمد فی المسند ۲٦۳/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی کسی زوجہ محترمہ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تھے۔ کہ آپ ﷺ کی ازواج میں سے یعنی حضرت زینب یا صفیہ یا ام سلمہ رضی اللہ عنہا میں سے کسی نے ایک رکابی بھیجی جس میں کھانے کی کوئی چیز تھی۔ (اسے دیکھتے ہی) ان زوجہ محترمہ نے کہ جن کے ہاں قیام فرماتے تھے خادم کے ہاتھ پر اس

طرح مارا کہ وہ رکابی گر کر ٹوٹ گئی۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے ٹوٹی ہوئی رکابی کے ٹکڑوں کو دوبارہ اکٹھا کیا اور گرے ہوئے کھانے کو اس رکابی کے ٹکڑوں میں اکٹھا کیا اور ارشاد فرمایا تمہاری ماں نے غیرت کی (سوتن والی) پھر آپ ﷺ نے خادم کو اس وقت روکے رکھا یہاں تک کہ وہ بی بی جن کے ہاں آپ ﷺ قیام فرما تھے اپنے گھر سے رکابی لائیں۔ آپ ﷺ نے وہ سالم رکابی اس زوجہ محترمہ کو بھیجی کہ جن کی رکابی توڑی گئی تھی۔ اور جس زوجہ محترمہ نے توڑی تھی ان کے گھر میں ٹوٹی ہوئی رکابی رکھ دی۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ خادم کا لفظ لونڈی اور غلام دونوں پر بولا جاتا ہے۔ اس روایت میں لونڈی مراد ہے۔

(۲) حضرت نے کھانا اکٹھا کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اپنی ازواج کے ساتھ کس قدر تحمل' تواضع' خوش خلقی' نرم روی سے پیش آنے والے تھے۔ (۳) اللہ تعالیٰ کے انعامات کی تعظیم کرنا چاہیے۔ (۴) آپ ﷺ نے کمال تحمل سے زوجہ محترمہ کے غصہ کو کم کرنے کیلئے فرمایا کہ تمہاری ماں نے سوکن پن کی غیرت سے یہ عمل کیا جو کہ عورت کے مزاج وفطرت میں پائی جاتی ہے تا کہ قصہ کے وقت موجود لوگ اس واقعہ کا درست محمل نکالیں۔

(۵) یہ رشک فطری چیز ہے جس کا نکالا جانا ان سے ممکن نہیں ہے یہ اس لئے کیا تا کہ اس کو گستاخی نہ قرار دیا جائے۔ اور وہ سمجھ لیں کہ یہ بتقاضائے بشری ہے جو کہ معاف ہے۔ (۶) قاضی کہتے ہیں کہ اس روایت کو اس باب میں اس لئے لایا گیا ہے کہ رکابی کا زبردستی توڑ دینا یہ ایک قسم کا غصب ہے۔ کیونکہ اس میں غیر کا مال زبردستی تلف کیا گیا جو کہ غصب کا لازم ہے۔ (۷) جس رکابی میں کھانا لایا گیا وہ طعام بطور تحفہ اور رکابی بطور عاریت تھی' اس مناسبت سے یہ حدیث اس باب میں ذکر کر دی گئی۔ (ع۔ مولانا)

کسی مسلمان کا مال لوٹنا حرام ہے

۴/۲۸۹۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ نَهٰى عَنِ النُّهْبَةِ وَالْمُثْلَةِ۔

(رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵/۱۱۹ الحدیث رقم ۲۴۷۴۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے کسی کا مال لوٹنے اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ کسی آدمی کا مال لوٹنا حرام ہے۔ اور مثلہ ناک کان وغیرہ کاٹنے کو کہتے ہیں اور یہ بھی حرام ہے کیونکہ اس سے تخلیق خداوندی کو بگاڑنا لازم آتا ہے۔

چھوٹی عذر خواہیاں بڑے طوفان کا پیش خیمہ بن جاتی ہیں

۵/۲۸۹۹ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ سِتَّ رَكَعَاتٍ بِاَرْبَعِ سَجَدَاتٍ

فَانْصَرَفَ وَقَدْ اٰضَتِ الشَّمْسُ وَقَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ تُوْعَدُوْنَهٗ اِلاَّ قَدْ رَاَيْتُهٗ فِيْ صَلَاتِيْ هٰذِهٖ لَقَدْ جِيْءَ بِالنَّارِ وَذٰلِكَ حِيْنَ رَاَيْتُمُوْنِيْ تَاَخَّرْتُ مَخَافَةَ اَنْ يُّصِيْبَنِيْ مِنْ لَفْحِهَا وَحَتّٰى رَاَيْتُ فِيْهَا صَاحِبَ الْمِحْجَنِ يَجُرُّ قُصْبَهٗ فِي النَّارِ وَكَانَ يَسْرِقُ الْحَاجَّ بِمِحْجَنِهٖ فَاِنْ فُطِنَ لَهٗ قَالَ اِنَّمَا تَعَلَّقَ بِمِحْجَنِيْ وَاِنْ غُفِلَ عَنْهُ ذَهَبَ بِهٖ وَحَتّٰى رَاَيْتُ فِيْهَا صَاحِبَةَ الْهِرَّةِ الَّتِيْ رَبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَاْكُلُ مِنْ خِشَاشِ الْاَرْضِ حَتّٰى مَاتَتْ جُوْعًا ثُمَّ جِيْءَ بِالْجَنَّةِ وَذٰلِكَ حِيْنَ رَاَيْتُمُوْنِيْ تَقَدَّمْتُ حَتّٰى قُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ وَلَقَدْ مَدَدْتُّ يَدِيْ وَاَنَا اُرِيْدُ اَنْ اَتَنَاوَلَ مِنْ ثَمَرَتِهَا لِتَنْظُرُوْا اِلَيْهِ ثُمَّ بَدَالِيْ اَنْ لَّا اَفْعَلَ۔

(رواه مسلم)

اخرجه فی صحیحه ۲/۶۲۳ الحدیث رقم (۱۰-۹۰٤) واحمد فی المسند ۳/۳۱۸

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں جس دن ابراہیم جگر گوشہ رسول ؐ کی وفات ہوئی اس دن سورج کو گہن لگ گیا۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو گہن کی نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ نے دو رکعت چھ رکوع اور چار سجدوں سے ادا فرمائیں۔ ہر ایک رکعت میں تین تین رکوع کیے اور دو سجدے کیے۔ پھر جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے۔ تو تب تک آفتاب گہن سے مکمل نکل چکا تھا۔ اور آپ ﷺ نے لوگوں کو (خطبہ دیتے ہوئے) فرمایا جن چیزوں کا تم سے وعدہ کیا ہے (جنت و دوزخ) وہ میں نے اس اپنی نماز میں دیکھی ہیں۔ تحقیق دوزخ میرے سامنے لائی گئی یہ وہ موقع تھا جب تم نے دیکھا کہ میں اس سے ڈر کر پیچھے ہٹا کہ کہیں اس کی حرارت مجھے نہ پہنچ جائے۔ میں نے دوزخ میں خم دار لاٹھی والے یعنی عمرو بن لحی کو دیکھا کہ وہ دوزخ میں اپنی انتڑیاں کھینچ رہا تھا۔ وہ حجاج کی چیزیں اپنی خم دار لاٹھی سے چرایا کرتا تھا۔ اگر کسی کو معلوم ہو جاتا تو کہتا کہ یہ تو میری لاٹھی کے ساتھ اٹک گئی تھی اور اگر کسی کو علم نہ ہوتا تو لاٹھی سے ہی اس چیز کو کھینچ لے جاتا۔ اسی طرح میں نے دوزخ میں ایک عورت کو دیکھا کہ جس نے بلی کو باندھ کر رکھا نہ تو اسے کچھ کھانے پینے کو دیا اور نہ اسے چھوڑا کہ وہ حشرات الارض یعنی چوہے وغیرہ کھا لے یہاں تک کہ وہ بلی بھوک کی وجہ سے مر گئی۔ پھر میرے سامنے جنت لائی گئی یہ وہ موقع تھا جب کہ تم نے مجھے دیکھا کہ میں آگے بڑھ گیا یہاں تک کہ میں اپنی جگہ کھڑا ہوا اور میں نے اپنا ہاتھ اس حال میں دراز کیا کہ جنت کے میووں میں سے ایک میوہ توڑ لوں تا کہ تم اس کو دیکھو پھر میرے سامنے یہ بات ظاہر ہوئی کہ میں ایسا نہ کروں یعنی تا کہ تمہارا ایمان غیب کے ساتھ ہو۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ (۱) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جنت و دوزخ پیدا ہو چکی ہیں اور دونوں موجود ہیں اور اہلسنّت کا یہی مذہب ہے۔

(۲) ہلاکت اور عذاب کی جگہ سے ہٹ جانا مسنون ہے۔

(۳) عمل قلیل نماز کو باطل نہیں کرتا۔

(۴) بعض لوگ اس وقت بھی دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہیں۔

(۵) سورج کو گہن لگ جانے پر نماز پڑھی جائے گی۔

سواری کے اُدھار مانگ لینے کی اجازت کا بیان

٦/٢٩٠٠ وَعَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ كَانَ فَزَعٌ بِالْمَدِيْنَةِ فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا مِنْ اَبِيْ طَلْحَةَ يُقَالُ لَهُ الْمَنْدُوْبُ فَرَكِبَ فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ مَا رَاَيْنَا مِنْ شَيْءٍ وَاِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٥/٢٤٠ الحدیث رقم ٢٦٢٧ ومسلم فی ٤/١٨٠٣ الحدیث رقم (٤٩-٢٣٠٧) وابو داوٗد فی السنن ٥/٢٦٣ الحدیث رقم ٤٩٨٨ والترمذی فی٤/١٧٢ الحدیث رقم ١٦٨٦ واحمد فی المسند ٣/١٧١(١فی المخطوطة (واستحلاب)۔

ترجمہ: حضرت قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں خوف وگھبراہٹ طاری ہوا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت طلحہؓ سے گھوڑا عاریۃً لیا اور اس گھوڑے کو مندوب کہا جاتا تھا یعنی سست رفتار آپ ﷺ اس گھوڑے پر سوار ہوئے تاکہ مدینہ سے باہر نکل کر اس خبر کی تحقیق کریں جب آپ ﷺ واپس لوٹے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خوف وہراس کی کوئی چیز نہیں دیکھی اور فرمایا کہ میں نے اس گھوڑے کو خوب کشادہ قدم پایا۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا گھوڑا نہایت سست رفتار تھا آپ ﷺ کی سواری کی وجہ سے نہایت تیز رفتار ہوگیا۔(٢) اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ عاریۃً جانور مانگ لینا جائز ہے۔(٣) یہ بھی معلوم ہوا کہ جانور کا نام رکھنا اور لڑائی کے ہتھیاروں کا نام رکھنا بھی جائز ہے۔(۴ اور دشمن کے حالات کی خبر دریافت کرنے کی کوشش کرنا جائز ہے۔(۴) خوف کو دور کرنے کیلئے لوگوں کو خوش خبری دینا مستحب ہے(۵) اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ سب سے شجاع تھے۔(ع)

الفصل الثانی:

عرصہ دراز سے بنجر پڑی زمین کا آباد کرنے والا اس زمین کا ''مالک'' ہے

٧/٢٩٠١ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ مَنْ اَحْيٰى اَرْضًا مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ وَلَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ حَقٌّ۔

(رواه احمد والترمذی وابوداود ورواه مالك عن عروة مرسلا وقال الترمذی هذا حديث حسن غريب)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ٣/٤٥٣ الحدیث رقم ٣٠٧٣ والترمذی فی ٣/٦٦٢ الحدیث رقم ١٣٧٨

ترجمہ: حضرت سعید ابن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی مردہ زمین کو زندہ کرے پس وہ اس کی ہے اور ظالم کی رگ کا اس میں کوئی حق نہیں۔

تشریح ۞ یہ احمد وابوداؤد وترمذی کی روایت ہے۔ یہ روایت مالک نے عروہ سے مرسل نقل کی ہے ترمذی نے اس کو حسن غریب

کہا ہے۔

اَحْیٰی اَرْضًا یعنی جو آدمی بنجر زمین کو آباد کرے وہ اس کی ملکیت ہے بشرطیکہ وہ کسی مسلمان کی ملک نہ ہو اور نہ وہ ایسی زمین ہو جو شہر یا گاؤں کے مصلحت کے کاموں میں مصروف ہو مثلاً مویشیوں کے بیٹھنے کیلئے دھوبی گھاٹ کیلئے وغیرہ۔

(۲) امام ابوحنیفہ کے نزدیک خلیفہ وقت کی اجازت بھی اس کے ساتھ شرط ہے البتہ صاحبین امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کے ہاں شرط نہیں ہے۔ ہر ایک کے دلائل مرقات میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔ (۳) عرق ظالم کا مطلب یہ ہے کہ جو کوئی آدمی کسی آباد زمین میں کھیتی شروع کردے یا درخت لگائے تو وہ درخت لگانے کی وجہ سے اس زمین کا حقدار نہ بنے گا۔

۸/۲۹۰۲ وَعَنْ اَبِیْ حُرَّةَ الرَّقَاشِیِّ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا لَا تَظْلِمُوْا اَلَا لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِءٍ اِلَّا بِطِيْبِ نَفْسٍ مِنْهُ۔

(رواه البيهقی فی شعب الا يمان والدارقطنی فی المجتبی)

احمد فی المسند ۷۲/۵ والبیهقی فی شعب الایمان ـ

ترجمہ: حضرت ابوحرہ رقاشی رحمہ اللہ نے اپنے چچا سے نقل کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار کسی پر ظلم نہ کرنا اچھی طرح سنو کہ کسی دوسرے شخص کا مال اس کی خوشی کے بغیر حلال نہیں ہے۔ اس روایت کو بیہقی نے شعب الایمان میں اور دارقطنی نے مجتبیٰ میں نقل کیا ہے۔

لوٹ مار کرنے والا تو اسلامی برادری کا فرد ہی نہیں

۹/۲۹۰۳ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ وَلَا شِغَارَ فِي الْاِسْلَامِ وَمَنِ انْتَهَبَ نُهْبَةً فَلَيْسَ مِنَّا۔ (رواه الترمذی)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۳/ ۶۷ الحدیث رقم ۲۵۸۱ والترمذی فی ۴۳۱/۳ الحدیث رقم ۱۱۲۳ والنسائی فی ۱۱۰/۶ الحدیث رقم ۳۳۳۴ واحمد فی المسند ۴۳۹/۴

ترجمہ: حضرت عمران ابن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ جلب ہے نہ جنب اور نہ ہی اسلام میں شغار ہے اور جو آدمی کوئی لوٹتا ہے تو وہ ہم میں سے نہیں یعنی ہماری جماعت میں سے نہیں یا ہمارے طریقہ پر نہیں۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ جلب: دو قسم پر ہے۔ نمبر ۱ سباق میں جلب مثلاً دو آدمی اس شرط پر گھوڑا دوڑائیں کہ کون ان میں سے آگے نکل جائے۔ اس میں جلب یہ ہے کہ گھوڑا دوڑانے والا اپنے گھوڑے کے پیچھے ایک آدمی مقرر کرے جو گھوڑے کو مارے اور ہنکائے اور آوازیں دے تاکہ یہ گھوڑا آگے نکل جائے۔ (۲) صدقہ میں جلب یہ ہے کہ عامل صدقات وزکوٰۃ وصول کرنے کیلئے جائے اور وہاں ایک جگہ جا کر اتر پڑے اور مال والوں کے پاس آدمی بھیجے کہ وہ اپنے مقامات سے زکوٰۃ لے کر اس کے ہاں آئیں یہ ناجائز ہے۔

(۳) جنب: جنب کی بھی دو قسمیں ہیں۔ نمبر ا سباق میں جنب یہ ہے کہ اپنا گھوڑا تھک جائے یا پیچھے رہ جائے تو دوسرے گھوڑے پر سوار ہو کر آگے نکل جائے۔ (۲) صدقات میں جب یہ ہے کہ صاحب مال اپنے مکان سے کہیں اور چلا جائے اور صدقات وصول کرنے والے کو یہ تکلیف دے کہ وہ وہاں آ کر صدقات وصول کرے۔ ان سے ممانعت فرمائی گئی ہے اس طرح نہ کرنا چاہئے کتاب الصدقات میں اس کی تفصیل گزری۔ (۴) شغار شغار یہ ہے کہ ایک آدمی اپنی بیٹی یا بہن کا اس شرط پر نکاح کرے کہ وہ اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح اس سے کرے درمیان میں کچھ بھی مہر نہ ہو بلکہ یہی شرط مہر کے قائم مقام ہو۔ اکثر علماء کے نزدیک یہ عقد فاسد ہے (۵) مگر امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری رحمہما اللہ کے نزدیک یہ نکاح درست ہے مگر مہر مثل واجب ہے مگر اس کا کرنے والا گنہگار ہے اس لئے یہ نہ کرنا چاہئے۔

ٹھٹھہ ومذاق میں بھی کسی کی چیز غصب کرنے کا نہ سوچنا

۱۰/۲۹۰۴ وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَأْخُذْ اَحَدُكُمْ عَصَا اَخِيْهِ لَاعِبًا جَادًّا فَمَنْ اَخَذَ عَصَا اَخِيْهِ فَلْيَرُدَّهَا اِلَيْهِ۔

(رواه الترمذی وابو داؤد وروايته الی قوله جادا)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۵/۲۷۳ الحديث رقم ۵۰۰۳ والترمذی فی ۴/۴۰۲ الحديث رقم ۲۱۶۰ واحمد فی المسند ۴/۲۲۱۔

ترجمہ: سائب رحمہ اللہ نے اپنے والد یزید سے نقل کیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص بھی کھیل کے طور پر قصداً اپنے بھائی کی لاٹھی نہ لے اور جو شخص اپنے بھائی کی لاٹھی لے تو وہ اس کو واپس کردے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے اور ابوداؤد کی روایت جادًّا تک ہے۔

تشریح ۞ لاعبًا جادًّا کا مطلب یہ ہے کہ لاٹھی ظاہر میں تو مذاق کے طور پر لے مگر اس کا ارادہ اس پر قبضہ کرنا ہو تو اس سے منع فرمایا گیا ہے۔ یہاں لاٹھی کا تذکرہ بطور مبالغہ کے ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جب ایسی حقیر چیز لینا ممنوع ہے تو اس سے زیادہ قیمتی چیز کا لینا بطریق اولیٰ ممنوع ہوگا۔ (ع)

۱۱/۲۹۰۵ وَعَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ وَجَدَ عَيْنَ مَالِهٖ عِنْدَ رَجُلٍ فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ وَيَتَّبِعُ الْبَيِّعَ مَنْ بَاعَهٗ۔ (رواه احمد وابو داود والنسائی)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۳/۸۰۲ الحديث رقم ۳۵۳۱ والنسائی فی ۷/۳۱۳ الحديث رقم ۳۶۱ واحمد فی المسند ۵/۱۳۔

ترجمہ: حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو آدمی اپنا مال کسی کے پاس بعینہٖ پالے تو وہ اس کا زیادہ حقدار ہے اور اس کا خریدار اس شخص کا پیچھا کرے جس نے اس کو فروخت کیا ہے۔ یہ روایت ابوداؤد احمد اور نسائی کی ہے۔

تشریح ۞ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی کا مال غصب کیا یا چرایا یا کسی کا مال گم ہو گیا اور دوسرے کے ہاتھ لگ

گیا اس سے کسی اور نے خرید لیا پھر وہ مالک اپنا مال خریدار کے پاس بعینہ پالے تو وہ اپنا مال لے لے اور خریدنے والے کو چاہئے کہ وہ بیچنے والے کو پکڑے اور اس سے اپنی رقم وصول کرے۔

''ہاتھ کے اوپر'' کا مطلب

۱۲/۲۹۰۶ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَى الْيَدِ مَا اَخَذَتْ حَتّٰى تُؤَدِّيَ۔

(رواہ الترمذی وابو داؤد وابن ماجۃ)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۸۲۲/۳ الحدیث رقم ۳۵۶۱ والترمذی فی ۵۶۶/۳ الحدیث رقم ۱۲۶۶ وابن ماجه فی ۸۰۲/۲ الحدیث رقم ۲۴۰۰ والدارمی فی ۳۴۲/۲ الحدیث رقم ۲۵۹۶ واحمد فی المسند ۸/۵

ترجمہ: حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی سے عاریتاً لی گئی چیز وہ لینے والے کے ہاتھ پر ہے یہاں تک کہ وہ اس کو واپس کر دے۔ یہ ترمذی ابوداؤد اور ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ''ہاتھ کے اوپر'' کا مطلب یہ ہے کہ لینے والے کے ذمہ واجب ہے۔ یہاں تک کہ وہ چیز مالک تک پہنچادے۔ حاصل روایت یہ ہے کہ جو شخص کسی کا مال چھین لے یا چرا لے یا عاریتاً لے یا بطور امانت کے اس کے سپرد کیا جائے تو اس پر اس چھینے ہوئے مال کا واپس کرنا واجب ہے خواہ مالک اس کا مطالبہ نہ کرے۔ (۳) عاریت کے طور پر لی ہوئی چیز اگر معین مدت کیلئے لی ہے تو اس مدت کے بعد اس کو ادا کرنا لازم ہے۔ اور امانت کا دینا اس وقت لازم ہے جب کہ مالک اس کا مطالبہ کرے۔

جس باغ کو مویشی رات کو خراب کر جائیں تو مویشی کے مالکوں پر ضمان آتا ہے

۱۳/۲۹۰۷ وَعَنْ حَرَامِ بْنِ سَعْدِ بْنِ مُحَيِّصَةَ اَنَّ نَاقَةً لِلْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ دَخَلَتْ حَائِطًا فَاَفْسَدَتْ فَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ عَلٰى اَهْلِ الْحَوَائِطِ حِفْظَهَا بِالنَّهَارِ وَاَنَّ مَا اَفْسَدَتِ الْمَوَاشِيْ بِاللَّيْلِ ضَامِنٌ عَلٰى اَهْلِهَا۔ (رواہ مالك وابو داود وابن ماجة)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۸۲۸/۳ الحدیث رقم ۳۵۶۹ وابن ماجه فی ۷۸۱/۲ الحدیث رقم ۲۳۳۲ ومالك فی الموطأ ۷۴۷/۲ الحدیث رقم ۳۷ من کتاب الاقضیة واحمد فی المسند ۴۳۶/۵۔

ترجمہ: حضرت حرام بن سعد بن محیصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اونٹنی نے ایک باغ میں گھس کر اس کو خراب کر دیا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے باغ والوں کو حکم دیا کہ دن کے وقت وہ باغوں کی نگرانی کیا کریں اور جس باغ کو مویشی رات کو خراب کر جائیں تو اس صورت میں مویشی کے مالکوں پر ضمان آتا ہے۔ یہ روایت مالک ابوداؤد اور ابن ماجہ نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ اگر مویشی کسی کے باغ کو دن کے وقت تلف کریں تو مویشی کے مالک پر کچھ بھی ضمان لازم نہیں آتا کیونکہ دن کے وقت باغ والوں پر اس کی حفاظت ضروری ہے حفاظت نہ کر کے انہوں نے اپنے حق میں تقصیر کی ہے اس لئے ضمان نہیں ہے۔
(۲) اگر رات کو تلف کر دیں تو مویشی کے مالک پر ضمان لازم ہوگا کیونکہ رات کے وقت جانور کی حفاظت اس پر لازم تھی یہ

اس صورت میں حکم ہے جب چوپائے کا مالک اس کے ہمراہ نہ ہو۔

(۳) اگر چوپائے کا مالک ہمراہ ہوگا تو اس پر ضمان لازم آئے گا خواہ وہ اس پر سوار ہو یا اسے ہانکتا ہو یا اسے آگے سے کھینچ رہا ہو اسی طرح چوپایہ خواہ اپنے اگلے پاؤں سے یا پچھلے پاؤں سے یا منہ سے اس چیز کو تلف کرے۔ یہ امام مالک وشافعی رحمہما اللہ کا مذہب ہے۔ البتہ احناف کا مذہب یہ ہے کہ اگر چوپائے کا مالک ہمراہ نہ ہو تو اس پر بدلہ لازم نہیں آتا خواہ دن کے وقت وہ جانور نقصان یا رات کو۔ (ح۔ع) احناف کی دلیل کتاب الزکوٰۃ میں گزر چکی ہے' زیر بحث حدیث کا جواب یہ ہے کہ کتاب الزکوٰۃ والی حدیث سنداً اصح ہے اور اس حدیث کی سند مضطرب ہے۔

اگر کوئی جانور کسی کی چیز کو پاؤں سے روند' کچل کر تلف وضائع کردے

۲۹۰۸/۱۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرِّجْلُ جُبَارٌ وَقَالَ النَّارُ جُبَارٌ۔

(رواہ ابوداود)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ٤/٧١٤ الحدیث رقم ٤٥٩٢ وابن ماجه فی ٢/٨٩٢ الحدیث رقم ٢٦٧٦۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا پاؤں کا روندا ہوا معاف ہے آگ کا جلایا ہوا بھی معاف ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❁ اگر جانور کے پاؤں سے کوئی چیز تلف ہو جائے تو اس کے مالک پر ضمان نہیں بشرطیکہ مالک ساتھ نہ ہو۔

(۲) اسی طرح کسی نے آگ جلائی اس کا مقصد ظلم اور ایذا رسانی نہیں تھا اس میں بعض چنگاریاں اڑ کر کسی اور کے باغ میں جا پڑیں جس سے وہ جل گیا تو آگ جلانے والے پر ضمان نہیں۔ بشرطیکہ جب آگ جلائی تو اس وقت ہوا رکی ہوئی تھی بعد میں چلی۔ (۳) اگر ہوا چل رہی تھی اس وقت اس نے آگ جلائی تو پھر اس پر ضمان آئے گا۔ (ح)

اضطراری حالت میں دوسرے کے جانور کا دودھ پینے کا بیان

۲۹۰۹/۱۵ وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَتٰی اَحَدُکُمْ عَلٰی مَاشِیَةٍ فَاِنْ کَانَ فِیْهَا صَاحِبُهَا فَلْیَسْتَاْذِنْهُ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ فِیْهَا فَلْیُصَوِّتْ ثَلَاثًا فَاِنْ اَجَابَهٗ اَحَدٌ فَلْیَسْتَاْذِنْهُ وَاِنْ لَّمْ یُجِبْهُ اَحَدٌ فَلْیَحْتَلِبْ وَلْیَشْرَبْ وَلَا یَحْمِلْ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ٣/٨٩ الحدیث رقم ٢٦١٩ والترمذی فی ٣/٥٩٠ الحدیث رقم ١٢٩٦۔

ترجمہ: حضرت حسن نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ جب تمہارا گزر دودھ والے مویشیوں کے پاس سے ہو۔ اگر ان کا مالک موجود ہو تو دودھ دوھنے کی اجازت طلب کرے اور اگر مالک پاس موجود نہ ہو تو تین بار اس کو آواز دے۔ اگر کوئی اس کی پکار کا جواب دے تو اس سے دریافت کرے اور اگر جواب نہ ملے تو پھر دودھ دوھ کر پی لے یعنی بقدر ضرورت۔ مگر اس میں سے کچھ بھی اٹھا کر نہ لے جائے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ دودھ نکال کر پینے کی یہ اجازت حالت اضطرار کی ہے۔ یعنی جب بھوک سے مرا جاتا ہو۔ (۲) اس کا دارومدار عادت پر ہے کہ جہاں لوگ مسافر کو دودھ سے منع نہ کرتے ہوں تو وہاں اس مقدار میں پی لینا درست ہے۔ (ح) (۳) واقعہ ہجرت میں ابوبکر صدیق نے چرواہے سے بکری کا دودھ نکال کر کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پلایا۔ (ح)

کسی کے باغ ''فارم ہاؤس'' وغیرہ پر لگے پھلوں کے کھانے کا بیان

۱۶/۲۹۱۰ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ دَخَلَ حَائِطًا فَلْيَأْكُلْ وَلَا يَتَّخِذْ خُبْنَةً۔ (رواه الترمذی وابن ماجة وقال الترمذی هذا حديث غريب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۳/۵۸۳ الحديث رقم ۱۲۸۷ وابن ماجه فی ۲/۷۷۲ الحديث رقم ۲۳۰۱

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی باغ میں جائے وہ اس کے پھل میں سے کھا تو سکتا ہے مگر اسے جھولی میں ساتھ لے جانا درست نہیں۔ یہ ترمذی کی روایت غریب ہے۔

تشریح ۞ یہ مضطر و مجبور کا حکم ہے (۲) یا یہ حکم لوگوں کی عادت کے موافق ہے کہ اگر وہاں باغوں میں لوگ پھل کی اجازت دیتے ہوں تو مسافر کو باغ سے کھانا درست ہے لیکن جہاں اس کی اجازت نہ ہو تو وہاں پر بلا اجازت پھل توڑ کر کھانا جائز نہیں۔ (ع)

مستعار چیز امانت ہی کا حکم رکھتی ہے

۱۷/۲۹۱۱ وَعَنْ اُمَيَّةَ بْنِ صَفْوَانَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعَارَ مِنْهُ اَدْرَاعَهٗ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَقَالَ اَغَصْبًا يَا مُحَمَّدُ قَالَ بَلْ عَارِيَةً مَضْمُوْنَةً۔ (رواه ابوداود)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۳/۸۲۲ الحديث رقم ۳۵۶۲ واحمد فی المسند ۶/۴۶۵

ترجمہ: حضرت امیہ بن صفوان نقل کرتے ہیں کہ میرے والد صفوان سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی زرہیں غزوہ حنین کے موقعہ پر عاریت کے طور پر لیں۔ صفوان کہنے لگا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ چھیننے کی غرض سے لیتے ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں بلکہ عاریت کے طور پر لے رہا ہوں' جو واپس کر دی جائیں گی۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

① صفوان اس زمانے میں ابھی کافر تھا۔ بعد میں اسلام قبول کیا۔ (غزوہ حنین کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بہت سی بکریاں عنایت فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت سے متاثر ہو کر اسلام ان کے دل میں گھر کر گیا۔ اور پھر ہمیشہ اسلام پر ثابت قدم رہے۔ ج)

② قاضی شریح' حسن بصری' نخعی' ثوری اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے عاریت کو امانت قرار دیا ہے اگر وہ عاریت لینے والے کے ہاں تلف ہو جائے تو اس کا بدلہ لازم نہ ہوگا۔ جب کہ اس نے خود مال پر تعدی نہ کی ہو یعنی ضائع کرنے میں اس کی کوشش کا دخل نہ ہو۔

③ عاریت کے تلف ہونے کی صورت میں حضرت ابن عباس، ابو ہریرہ رضی اللہ ہو اور شافعی واحمد کے ہاں بدلہ دینا لازم ہے یعنی اس کی قیمت ادا کرنا پڑے گی۔ انہوں نے مضمونۃ کے لفظ سے استدلال کیا ہے کہ اس کا معنیٰ ''ضمان دی گئی'' ہے اگر وہ چیز تلف ہو جائے تو اس کا ضمان دیا جائے گا۔ (ع)

مستعار چیز جلد سے جلد واپس کر دینے کا حکم

۱۸/۲۹۱۲ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یَقُوْلُ الْعَارِیَۃُ مُؤَدَّاۃٌ وَالْمِنْحَۃُ مَرْدُوْدَۃٌ وَالدَّیْنُ مَقْضِیٌّ وَالزَّعِیْمُ غَارِمٌ۔ (رواہ الترمذی وابوداود)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۸۲۴/۳ الحدیث رقم ۳۵۶۵ والترمذی فی ۵۶۵/۳ الحدیث رقم ۱۲۶۵ وابن ماجه فی ۸۰۱/۲ الحدیث رقم ۲۳۹۸ واحمد فی المسند ۲۶۷/۵۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ عاریت ادا کی جائے۔ یعنی عاریت لینے والے پر عاریت کو مالک تک پہنچانا واجب ہے۔ منحہ کو واپس کیا جائے اور قرض ادا کیا جائے یعنی اس کی ادائیگی واجب ہے اور ضامن پر ضمان بھرنا لازم ہے یعنی جو کسی کے قرض وغیرہ کا ضامن بن جائے تو اسے اس کا ادا کرنا لازم ہے۔ یہ ترمذی اور ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❁ منحہ: کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو دودھ دینے والا جانور دودھ پینے کیلئے دے دیا جائے تاکہ وہ اس کی خدمت کرے اور اس کا دودھ استعمال کرے۔ نمبر ۲ زمین یا باغ کے درخت اس کا پھل استعمال کرنے کیلئے دے دیئے جائیں۔ نمبر ۳ منحہ میں منفعت کا مالک بنایا جاتا ہے۔ اصل چیز مالک ہی کی ہوتی اور رہتی ہے۔ پس انتفاع کے بعد اس چیز کا مالک کو واپس کرنا لازم ہے۔ (ع)

درخت سے ٹوٹ کر زمین پر گرے پھل اُٹھانے کا بیان

۱۹/۲۹۱۳ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْغِفَارِیِّ قَالَ کُنْتُ غُلَامًا اَرْمِیْ نَخْلَ الْاَنْصَارِ فَاُتِیَ بِیَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا غُلَامُ لِمَ تَرْمِی النَّخْلَ قُلْتُ اٰکُلُ قَالَ فَلَا تَرْمِ وَکُلْ مِمَّا سَقَطَ فِیْ اَسْفَلِھَا ثُمَّ مَسَحَ رَاْسَہٗ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اَشْبِعْ بَطْنَہٗ (رواہ الترمذی وابوداوٗد وابن ماجۃ) وَسَنَذْکُرُ حَدِیْثَ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ فِیْ بَابِ اللُّقْطَۃِ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۹۰/۳ الحدیث رقم ۲۶۲۲ والترمذی فی ۵۸۴/۳ الحدیث رقم ۱۲۸۸ وابن ماجه فی ۷۷۱/۲ الحدیث رقم ۲۲۹۹ واحمد فی المسند ۳۱/۵۔

ترجمہ: حضرت رافع بن عمرو بن غفاری کہتے ہیں کہ میں نوعمر بچہ تھا میں انصار کی کھجوروں کے درختوں پر پتھر پھینکتا تھا۔ مجھے انصاری صحابہ پکڑ کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لڑکے! تم کھجوروں پر کیوں

پتھر مارتے ہو؟ میں نے کہا صرف کھجوریں کھانے کیلئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم پتھر مت مارو اور جو گری پڑی کھجور نیچے مل جائے اس کو کھالیا کرو۔ پھر آپ ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا اے اللہ! تو اس کا پیٹ بھر دے۔ یہ ترمذی' ابو داؤد اور ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ❁ **"کل مما سقط"** کیونکہ عموماً لوگوں کی عادت ہے کہ گرے ہوئے میوے کو کھانے سے کوئی منع نہیں کرتا خصوصاً لڑکوں کو کیونکہ ان کو دوسروں کے کھانے کی طرف بہت رغبت ہوتی ہے۔ ہمارے علاقوں میں تو گرے ہوئے پھل کو بھی اٹھانے کی اجازت نہیں۔ اس لئے یہاں اٹھانا مضطر کے علاوہ کسی کو درست نہیں اور مضطر کو تو پتھر پھینک کر درخت سے میوہ حاصل کرنا بھی جائز ہو جاتا ہے۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اگر یہ بچہ مضطر ہوتا تو درخت کے اوپر سے کھجوریں توڑنے کی بھی آپ ﷺ اجازت مرحمت فرماتے۔ لقطہ کے باب میں عمرو بن شعیب کی روایت مذکور ہوگی ان شاء اللہ

الفصل الثالث:

سات زمینوں کا طوق پہنائے جانے والے بدبخت کا بیان

۲۰/۲۹۱۴ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَخَذَ مِنَ الْاَرْضِ شَیْئًا بِغَیْرِ حَقِّهٖ خُسِفَ بِهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِلٰی سَبْعِ اَرَضِیْنَ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵/۱۰۳ الحدیث رقم ۲۴۵۴ واحمد فی المسند ۲/۹۹۔

ترجمہ: سالم نے اپنے والد عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی کسی کی زمین ظلم کے طور پر لے گا۔ اس کو قیامت کے دن سات زمینوں تک دھنسایا جائے گا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

زمین غصب کرنے والے کی سزا کا بیان

۲۱/۲۹۱۵ وَعَنْ یَعْلَی بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ اَخَذَ اَرْضًا بِغَیْرِ حَقِّهَا کُلِّفَ اَنْ یَحْمِلَ تُرَابَهَا الْمَحْشَرَ۔ (رواہ احمد)

اخرجه احمد فی المسند ۴/۱۷۲۔

ترجمہ: حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جو شخص کسی کی زمین ناحق یعنی بطور ظلم لے گا تو وہ حشر کے روز اس بات پر مجبور کیا جائے گا اس کی مٹی سر پر لادے یعنی اس زمین کی تمام مٹی اس کے سر پر لادی جائے گی۔ یہ احمد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ (۱) پہلی روایت میں یہ ہے کہ طوق بنا کر زمین اس کی گردن میں ڈالی جائے گی۔ اور اس روایت میں فرمایا گیا کہ اس کو دھنسا دیا جائے گا اور مٹی سر پر اٹھانے کا حکم جاری کیا جائے گا۔ یہ عذاب کی مختلف اقسام ہیں بعض کو ایک طرح اور بعض کو دوسری طرح عذاب دیا جائے گا۔ اعاذنا اللہ منہا۔ (ح)

۲۲/۲۹۱۶ وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَيُّمَا رَجُلٍ ظَلَمَ شِبْرًا مِنَ الْاَرْضِ كَلَّفَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَنْ يَحْفِرَهُ حَتّٰى يَبْلُغَ اٰخِرَ سَبْعِ اَرْضِيْنَ ثُمَّ يُطَوَّقُهُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ۔

اخرجه احمد فی لمسند ۴/۱۷۳

ترجمہ: حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی ظلم کے طور پر کسی کی زمین ایک بالشت کی مقدار لے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبر میں اس بات کا ذمہ دار بنا دے گا کہ وہ اس کو ساتوں زمینوں تک کھو دے۔ یعنی قبر کی زمین اس سے کھدوائی جائے گی جب وہ ساتوں زمینوں تک پہنچ جائے گا تو پھر وہ زمین طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دی جائے گی۔ وہ زمین قیامت تک اس کے گلے میں لٹکتی رہے گی یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان حساب ہو جائے۔ یہ احمد کی روایت ہے۔

بَابُ الشُّفْعَةِ

شفعہ کا بیان

شفعہ۔ یہ شین کے ضمہ سے آتا ہے۔ یہ شفع سے مشق ہے۔ جس کا معنیٰ ملانا اور جفت کرنا آتا ہے۔

شفعہ کی اصطلاحی تعریف میں مختلف اقوال ہیں۔ علامہ عینی نے شفعہ کی تعریف یہ کی ہے کہ مشتری کوئی بقعہ یعنی زمین کا ٹکڑا خریدتا ہے بعض لوگوں کو شریعت یہ حق دیتی ہے کہ وہ مشتری کی رضا کے بغیر اس سے وہ زمین یا مکان اتنے ہی ثمن کے بدلے میں لے لیں جتنے میں مشتری کو پڑی ہے۔ اس طرح سے اس زمین یا مکان کا مالک ہو جانا شفعہ کہلاتا ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس کے نام کی وجہ یہ ہے کہ اس میں خریدی ہوئی زمین کو شفیع کی زمین کے ساتھ ملایا جاتا ہے۔

شفعہ کا حکم:

حنفیہ شافعیہ اور جمہور کے نزدیک شفعہ صرف غیر منقولہ جائیداد میں ہوتا ہے۔ منقولہ چیزوں میں شفعہ کا حق نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ شفعہ کی اکثر احادیث میں "دار' عقار' حائط' وغیرہ کے لفظ آرہے ہیں نیز ایک حدیث میں ہے: "لا شفعة إلا فی ربع او حائط " ایک دوسری حدیث میں ہے: "لا شفعة إلا فی دار او عقار" اور بعض حضرات غیر منقولہ اشیاء میں بھی

شفعہ کے قائل ہیں۔انہوں نے حدیث ابن عباس ؓ سے استدلال کیا ہے جس میں ہے:" الشفعة فی کل شیئ" جمہور اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہاں کل حقیقی مرادنہیں بلکہ کل اضافی مراد ہے یعنی شفعہ غیر منقولہ جائیداد میں جائز ہے۔

اقسام شفعہ اوران کا حکم:

حنفیہ کے نزدیک شفعہ تین قسم کے لوگوں کو ملتا ہے:

① شریک فی نفس المبیع یعنی بیچی جانے والی زمین یا مکان میں دونوں شریک ہوں۔

② شریک فی حق المبیع 'یعنی بیچی جانے والی زمین یا مکان میں تو بائع اور شفیع شریک نہ ہوں البتہ راستہ' پانی وغیرہ میں شریک ہوں۔

③ جار یعنی شفیع نہ بائع کے ساتھ بیچے جانے والے مکان میں شریک ہے نہ اس کے کسی حق میں۔صرف پڑوسی ہے۔حنفیہ کے نزدیک ترتیب یہ ہے کہ شریک فی نفس المبیع شفعہ کا سب سے زیادہ حقدار ہے پھر شریک فی حق المبیع اور تیسرے نمبر پر جار کا حق ہے۔

جار کو حق شفعہ ملتا ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہوا ہے حنفیہ کے نزدیک جار کو حق شفعہ ملتا ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جار کو حق شفعہ نہیں ملتا۔

الفصل الاول:

حق شفعہ فقط شریک کو حاصل ہے یا ہمسایہ بھی شریک ہے

۱/۲۹۱۷ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِیْ كُلِّ مَالَمْ يُقْسَمْ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤٠٧/٤ الحدیث رقم ٢٢١٣ وابو داوٗد فی السنن ٧٨٤/٣ الحدیث رقم ٣٥١٤ والترمذی فی ٦٥٢/٣ الحدیث رقم ١٣٧٠ وابن ماجه فی ٩٣٥/٢ الحدیث رقم ٢٤٩٩ واحمد فی المسند ٣٩٩/٣

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ شفعہ ہر غیر تقسیم شدہ چیز میں ہے۔پس جب حد بندی کر دی گئی یعنی تقسیم کر دی گئی اور راستے بنا دیے گئے یعنی ہر حصہ دار کا راستہ جدا ہو جائے تو پھر شفعہ نہیں ہے۔یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اب شفعہ اس لئے نہیں کہ شرکت باقی نہیں رہی۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شفعہ صرف شریک کیلئے ہوتا ہے۔ ہمسایہ کیلئے نہیں امام شافعیؒ امام احمد اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہم کا یہی مسلک ہے۔

(۲) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں ہمسایہ کو بھی شفعہ کا حق ہے۔ان کی دلیل دیگر روایات ہیں ان کے ہاں اس حدیث

کی تاویل یہ ہے کہ اس میں ہر شفعہ کی نفی مقصود نہیں بلکہ صرف اس شفعہ کی نفی مقصود ہے جو بیع میں شرکت کی وجہ سے حاصل ہو اس لئے کہ حدیث کے شروع میں اسی شفعہ کی بات ہو رہی ہے۔ جوار اور پڑوس کی وجہ سے حاصل ہونے والے شفعہ کی نفی نہیں ہے۔

حق شفعہ فقط زمین و مکان کے ساتھ

۲۹۱۸/۲ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِا لشُّفْعَۃِ فِیْ کُلِّ شِرْکَۃٍ لَمْ تُقْسَمْ رَبْعَۃٍ اَوْحَائِطٍ لَا یَحِلُّ لَہٗ اَنْ یَبِیْعَ حَتّٰی یُؤْذِنَ شَرِیْکَہٗ فَاِنْ شَاءَ اَخَذَوَاِنْ شَاءَ تَرَکَ.فَاِذَا بَاعَ وَلَمْ یُؤْذِنْہُ فَھُوَ اَحَقُّ بِہٖ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه فی صحیحه ۳/۱۲۲۹ الحدیث رقم (۱۳۴۔۱۶۰۸)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ہر غیر تقسیم شدہ مشترک ملکیت زمین ہو یا گھر یا باغ ان میں شفعہ کا حکم دیا ہے۔ فروخت کرنے والے مالک کو اپنا حصہ اس وقت تک فروخت کرنے کی اجازت نہیں جب تک کہ اپنے دوسرے شریک کو اطلاع نہ دے دے۔ پھر وہ شریک خرید لے یا چھوڑ دے۔ جب شریک نے بلا اطلاع فروخت کر دیا تو دوسرے شریک کا شفعہ کا اولین حق بنتا ہے۔ یہ روایت مسلم کی ہے۔

تشریح ۞ اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ شفعہ غیر منقولہ جائیداد میں ہے مثلاً زمین باغ مکان وغیرہ ان چیزوں میں شفعہ جائز نہیں جن کا نقل کرنا ممکن ہے جیسے مال واسباب جانور وغیرہ' تمام علماء کا بالاتفاق یہی مذہب ہے۔

(۲) شفعہ صرف دو مسلمانوں کے درمیان نہیں بلکہ مسلمان اور ذمی کے درمیان بھی ہے۔ (۳) لا یحل اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جب وہ فروخت کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو شریک کو آگاہ کرنا ضروری ہے۔ (ع)

۲۹۱۹/۳ وَعَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْجَارُ اَحَقُّ بِسَقَبِہٖ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤/٤٣٧ الحدیث رقم ٢٢٥٨

ترجمہ: حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمسایہ قریب ہونے کی وجہ سے شفعہ کا زیادہ حقدار ہے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ احق یعنی ہمسایہ زیادہ حقدار ہے یعنی جب وہ ہمسایہ قریب اور متصل ہو تو اس کو شفعہ کا زیادہ حق پہنچتا ہے۔ (۲) اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ ہمسایہ شفعہ کا حقدار ہے۔ اس حدیث سے واضح طور پر حنفیہ کا مسلک ثابت ہوتا ہے کہ پڑوسی کو بھی حق شفعہ حاصل ہے۔

۲۹۲۰/۴ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَمْنَعُ جَارٌ جَارَہٗ اَنْ یَّغْرِزَ خَشَبَۃً فِیْ جِدَارِہٖ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٥/١١٠ الحدیث رقم ٢٤٦٣ ومسلم فی ٣/١٢٣٠ اللحدیث رقم (٣٦۔١٦٠٩)

وابو داوٗد فی السنن ٤٩/٤ الحدیث رقم ٣٦٣٤ والترمذی فی ٣/٦٣٥الهدیث رقم ١٣٥٣وابن ماجه فی ٧٨٣/٢ الحدیث رقم ٢٣٣٥ومالك فی الموطأ٧٤٥/٢ الحدیث رقم ٣٢من كتاب الاقضية واحمد فی المسند ٤٦٣/٢۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک ہمسایہ دوسرے ہمسایہ کو اپنی دیوار میں لکڑی گاڑنے سے منع نہ کرے۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یہ اس وقت حکم ہے کہ جب لکڑی گاڑنے سے ضرر نہ ہو۔ (۲) امام احمد اور محدثین کے نزدیک یہ امر وجوب کیلئے ہے۔ (۳) امام ابوحنیفہ مالک اور شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک یہ حکم استحبابی ہے۔ (ع)

۵/۲۹۲۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اخْتَلَفْتُمْ فِی الطَّرِيْقِ جُعِلَ عَرْضُهٗ سَبْعَةَ اَذْرُعٍ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ١١٨/٥ الحدیث رقم ٢٤٧٣ ومسلم فی ١٢٣٢/٣ الحدیث رقم (١٤٣۔١٦١٣) وابوداوٗد فی السنن ٤٨/٤ الحدیث رقم ٣٦٣٣ والترمذی فی ٦٣٧/٣ الحدیث رقم ١٣٥٦وابن ماجه فی ٧٨٤/٢ الحدیث رقم ٢٣٣٨

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارا شریک کے ساتھ راستے میں اختلاف ہو جائے تو اس وقت راستہ کی چوڑائی سات ہاتھ رکھی جائے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یعنی اگر بنجر زمین کے راستہ میں اختلاف ہو اور دوسرے لوگ الگ راستہ چاہتے ہوں یا وہ عمارت بنانا چاہتے ہوں تو راستے کی ایک مقدار پر ہر فریق اتفاق کرلیں۔ اور اگر مقدار میں دونوں فریق اختلاف کریں تو راستہ کم از کم سات ہاتھ مقرر کیا جائے۔ (۲) اور اگر ایک راستہ سات ہاتھ سے زیادہ بنا ہوا ہے تو کسی فریق کو یہ جائز نہیں کہ وہ اس راستے میں سے کچھ حصے پر قبضہ کرلے اور یہ کہے کہ سات ہاتھ راستہ کافی ہے۔ (ح)

الفصل الثانی:

غیر منقولہ جائیداد کو بلاضرورت بیچنا درست نہیں

۶/۲۹۲۲ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ حُرَيْثٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ بَاعَ مِنْكُمْ دَارًا اَوْ عَقَارًا قَمِنٌ اَنْ لَّا يُبَارَكَ لَهٗ اِلَّا اَنْ يَّجْعَلَهٗ فِیْ مِثْلِهٖ۔ (رواہ ابن ماجۃ والدرامی)

اخرجه ابن ماجه فی السنن٨٣٢/٢ الحدیث رقم ٢٤٩٠ والدارمی فی ٣٥٣/٢ الحدیث رقم ٢٦٢٥ واحمد فی المسند ٣٠٧/٤

ترجمہ: حضرت سعید بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جو آدمی تم میں سے اپنا مکان یا زمین فروخت کردے تو وہ اس لائق ہے کہ اس کو برکت نہ دی جائے یعنی جب کوئی آدمی ان

میں سے کوئی چیز فروخت کرے تو اسی طرح کی چیز لے لے۔ یہ ابن ماجہؒ اور دارمیؒ کی روایت ہے۔

تشریح ❁ زمین اور مکانات کا فروخت کرنا اور پھر اس کی قیمت منقولی اشیاء پر صرف کرنا مناسب نہیں۔ کیونکہ غیر منقولی اشیاء میں فوائد بہت ہیں اور آفات سے حفاظت ہے مثلاً منقولات کو چور لے جاتے ہیں اس کو نہیں لے جاسکتے پس بہتر یہی ہے کہ غیر منقولی کو فروخت نہ کرے اور اگر فروخت کرے تو اس کی قیمت زمین اور مکانات پر خرچ کرے۔ (ع) یعنی اس کی بجائے اور زمین خرید لے۔

ہمسایہ کو شفعہ کا زیادہ حق حاصل ہے

۷/۲۹۲۳ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْجَارُ اَحَقُّ بِشُفْعَتِهٖ يُنْتَظَرُ لَهَا وَاِنْ كَانَ غَائِبًا اِذَا كَانَ طَرِيْقُهُمَا وَاحِدًا۔ (رواه احمد والترمذی وابوداود وابن ماجة والدارمی)

اخرجه وابوداؤد فی السنن ٧٨٧٣ الحديث رقم ٣٥١٨ والترمذی فی ٦٥١/٣ الحديث رقم ١٣٦٩ وابن ماجه فی ٨٣٣/٢ الحديث رقم ٢٤٩٤ والدارمی فی ٣٥٤/٢ الحديث رقم ٢٦٢٨ واحمد فی المسند ٣٠٣٣۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمسایہ کو شفعہ کا زیادہ حق حاصل ہے اگر وہ غائب ہو تو اس کا انتظار کرو‘ یہ اس وقت ہے جبکہ دونوں کا راستہ ایک ہو۔ یہ احمد ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ اور دارمی رحمہم اللہ کی روایت ہے۔

۸/۲۹۲۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الشَّرِيْكُ شَفِيْعٌ وَالشُّفْعَةُ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ۔

(رواه الترمذی قال وقدروی عن ابن ابی مليكة عن النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم مرسلا وهو اصح)

اخرجه الترمذی فی السنن ٦٥٤/٣ الحديث رقم ١٣٧١۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین کا شریک وہ شفعہ کا حقدار ہے اور شفعہ ہر (اس) چیز میں ہے (جو زمین اور باغ کی طرح غیر منقولہ ہے) یہ ترمذی کی روایت ہے۔ ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس روایت کو ابن ابی ملیکہؒ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارسال کے ساتھ نقل کیا ہے اور وہ زیادہ صحیح ہے۔

سایہ دار درخت کو کاٹنے کی ممانعت کا بیان

۹/۲۹۲۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ حُبَيْشٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَطَعَ سِدْرَةً صَوَّبَ اللّٰهُ رَاْسَهٗ فِي النَّارِ (رواه ابوداود وقال هذا الحديث مختصر) **يَعْنِيْ مَنْ قَطَعَ سِدْرَةً فِيْ فَلَاةٍ يَسْتَظِلُّ بِهَا ابْنُ السَّبِيْلِ وَالْبَهَائِمُ غَشْمًا وَظُلْمًا بِغَيْرِ حَقٍّ يَكُوْنُ لَهٗ فِيْهَا صَوَّبَ اللّٰهُ رَاْسَهٗ فِي النَّارِ.**

اخرجه ابو داؤد فی السنن ٤٠٤/٥ الحديث رقم ٥٢٣٩۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن حبیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی بیری کا

درخت کاٹے گا اللہ تعالیٰ اس کو سر کے بل دوزخ میں ڈالیں گے۔ یہ روایت ابوداؤد کی ہے۔ ابوداؤد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ روایت یہاں مختصر ہے، تفصیلی روایت اس طرح ہے کہ جو شخص جنگل کی اس بیری کو کاٹے جس کے نیچے مسافر اور جانور سایہ لیتے ہوں اور اس کا یہ کاٹنا ناحق اور ظلم و زیادتی کی وجہ سے ہو تو اس کو الٹا کر کے اللہ تعالیٰ آگ میں ڈالے گا۔

تشریح ظلم کا لفظ اور اس کے بعد غیر حق کا لفظ تاکید کیلئے ہیں یہ دونوں غشم کی تاکید ہیں۔ (۲) یا حق سے مراد یہاں شفعہ ہے۔ ابوداؤد کی کتاب مرقاۃ الصعود میں لکھا ہے کہ طبرانی نے اوسط میں یہ اضافہ لکھا ہے کہ جو آدمی بیری کا درخت سرزمین حرم میں کاٹے اس پر یہ وعید ہے۔ (۲) بعض حضرات علماء نے کہا کہ بیری سے مدینہ منورہ کی بیری مراد ہے۔ (۳) بعض علماء کہتے ہیں کہ اس سے جنگل کی بیری مراد ہے جس کے نیچے مسافر اور حیوانات سایہ لیتے ہیں۔ (۴) بعض علماء کہتے ہیں کہ اس سے وہ بیری مراد ہے جو کسی کی ملک ہو اور یہ ظلماً اسکو کاٹ ڈالے۔ (ح)

الفصل الثالث:

جب حدود قائم کردی جائیں تو زمین میں شفعہ نہیں

۱۰/۲۹۲۶ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ اِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ فِی الْاَرْضِ فَلَا شُفْعَةَ فِيْهَا وَلَا شُفْعَةَ فِیْ بِئْرٍ وَلَا فَحْلِ النَّخْلِ۔ (رواہ مالک)

اخرجه مالک فی الموطأ ۲/۷۱۷ الحدیث رقم ٤ من کتاب الشفعة۔

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے جب حدود قائم کردی جائیں تو زمین میں شفعہ نہیں ہے یعنی شرکت کے اعتبار سے شفعہ نہیں ہے اور کنوئیں میں شفعہ نہیں اور نہ ہی نر کھجور میں شفعہ ہے۔ یہ امام مالک کی روایت ہے۔

تشریح "کنوئیں میں شفعہ نہیں" اس کی وجہ یہ ہے کہ شفعہ اس زمین میں ہوتا ہے جس میں تقسیم کا احتمال ہو اور کنواں چونکہ تقسیم کا احتمال نہیں رکھتا اس لئے شفعہ نہیں۔ یہ امام شافعیؒ کا مذہب ہے۔ (۲) احناف کے نزدیک ہر زمین میں شفعہ ہے اگرچہ اس میں تقسیم کا احتمال نہ ہو مثلاً کنواں، حمام، چکی وغیرہ ہماری دلیل یہ روایت ہے۔ "الشفعة فی کل شئ" یعنی ہر غیر منقول چیز میں شفعہ ہے۔ (۳) "نر کھجور میں شفعہ نہیں" یعنی جب کوئی آدمی کھجور کے کئی درختوں کا مالک بنا پھر اس کی اولاد نے وہ درخت آپس میں بانٹ لئے ان میں ایک درخت نر کھجور کا تھا جس کے پھول وہ کھجوروں پر ڈالتے ہیں اب ان میں سے ایک شخص نے اپنی کھجوروں کے ساتھ اپنا حق جو نر درخت میں تھا وہ بھی فروخت کر دیا تو دوسرے شرکاء کو نر کھجور میں شفعہ کا حق نہیں کیونکہ نہ تو وہ زمین ہے اور نہ اس کا تقسیم کرنا ممکن ہے۔

بَابُ الْمُسَاقَاةِ وَالْمُزَارَعَةِ

مساقات اور مزارعت کا بیان

مساقات'' کا مطلب یہ ہے کہ اپنے پھل دار درختوں کو اس شرط پر دے کہ وہ ان کو پانی دے گا اور ان کی اصلاح کرے گا پھر جو میوہ حاصل ہوگا وہ آپس میں نصفا نصف یا ایک تہائی یا ایک چوتھائی یا اسی طرح مقررہ نسبت سے بانٹ لیا جائے گا۔

(۲) مزارعت : کسی کو زمین اس لئے دے تا کہ وہ اس میں فصل کاشت کرے پھر پیداوار نصفا نصف' ثلث' ربع وغیرہ طے شدہ حصہ سے باہمی بانٹ لی جائے (۳) حاصل یہ ہے کہ مساقات کا لفظ صرف درختوں کیلئے استعمال ہوتا ہے اور مزارعت زمین کیلئے اور حکم دونوں کا ایک ہی ہے یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اجارہ فاسدہ ہے۔ (۴) صاحبین' ائمہ ثلثہ اور دیگر سب علماء کے نزدیک یہ جائز ہے۔

(۵) امام صاحب کی دلیل : یہ ہے کہ یہ اجارہ فاسدہ اس لئے ہے کہ اجرت مجہول اور معدوم ہے اس لئے یہ درست نہیں اور حدیث میں مخابرت کی ممانعت وارد ہے۔

وضاحت:

امام صاحب کا مذہب تو یہ نقل کیا جاتا ہے کہ آپ ﷺ کے نزدیک مزارعت جائز نہیں لیکن جزئیات میں اختلاف ان کا بھی ذکر کیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ امام صاحب جواز مع الکراہیت کے قائل ہیں لیکن عام متون میں اس کو ذکر نہیں کیا جاتا۔ (۶) مگر فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ (ح)

الفصل الاول:

خیبر کی زمین کا انتظام

۱/۲۹۲۷ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَفَعَ اِلٰی يَهُوْدِ خَيْبَرَ نَخْلَ خَيْبَرَ وَاَرْضَهَا اِلٰی اَنْ يَعْتَمِلُوْهَا مِنْ اَمْوَالِهِمْ وَلِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَطْرُ ثَمَرِهَا (رواه مسلم وفی رواية البخاری) اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطٰی خَيْبَرَ الْيَهُوْدَ اَنْ يَعْمَلُوْهَا وَيَزْرَعُوْهَا وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا.

اخرجه البخاری فی صحيحه ٤٦٢/٤ الحديث رقم ٢٢٨٥ ومسلم فی صحيحه ١١٨٧/٣ الحديث رقم (١٥٥١-٥) وابوداؤد فی السنن ٦٩٧/٣ الحديث رقم ٣٤٠٩ والترمذی فی ٦٦٦/٣ الحديث رقم ١٣٨٣ وابن

ماجه فی ۲/ ۸۲٤ الحدیث رقم ۲٤٦۷ والدارمی فی ۲/ ۳٤۹ الحدیث رقم ۲٦۱٤ واحمد فی المسند ۲/ ۱۱۷ وسیاتی فی الحدیث التالی الهذا

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے یہودیوں کو کھجور کے درخت اور اس کی زمین اس شرط پر دی کہ اپنے مالوں کے ساتھ اس میں محنت کریں اور رسول اللہ ﷺ کے لئے نصف پھل ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔ بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے درخت اور زمینیں زراعت کیلئے خیبر کے یہود کو دیں اور ان پر یہ شرط عائد کی کہ وہ اس میں محنت کریں اور کھیتی لگائیں تو یہود کو کل پیداوار کا آدھا دیا جائے گا۔

تشریح ❁ (۱) خیبر ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے ۱۲۵ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے (۲) یہ روایت مساقات اور مزارعت کے جواز کیلئے صاحبین اور دیگر علماء کی دلیل ہے۔ (۳) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ان علاقوں کی زمینیں اور درخت اس قسم میں داخل نہیں ہیں کیونکہ وہ درخت اور زمین آپ ﷺ کی ملک نہ تھی۔ درخت اور زمینیں تو انھیں کی تھیں آپ ﷺ نے بطور خراج کے ان پر نصف حصہ مقرر فرمایا تھا۔ خراج دو قسم کا ہوتا ہے نمبر۱ خراج مؤظف نمبر۲ خراج مقاسمت۔

(۱) خراج مؤظف یہ ہے کہ امام ہر سال مال کا ایک مقررہ حصہ ان سے لینا طے کرے جیسا کہ اہل نجران سے ۱۲۰۰ حلے یعنی جوڑے لیے جاتے تھے۔

(۲) خراج مقاسمت کہ آپس میں یہ تقسیم کرلیا جائے کہ زمین سے جو پیدا ہو وہ باہمی نسبت کے ساتھ تقسیم کرلیا جائے۔ جیسا کہ اہل خیبر کے ساتھ کیا۔ (ح)

مخابرت کی ممانعت کا بیان

۲/۲۹۲۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا نُخَابِرُ وَلَا نَرٰی بِذٰلِكَ بَاْسًا حَتّٰی زَعَمَ رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهَا فَتَرَكْنَا هَا مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۳/ ۱۱۷۹ الحدیث رقم (۱۰٦۔۱۵٤۷) وابن ماجه فی ۲/ ۸۱۹ الحدیث رقم ۲٤۵۰۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم باہم مخابرت کیا کرتے تھے اور اس میں کچھ حرج نہیں سمجھا کرتے تھے یہاں تک کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے یہ خیال ظاہر کیا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا چنانچہ ہم نے مخابرت کو اسی وجہ سے چھوڑ دیا۔ یہ روایت مسلم کی ہے۔

تشریح ❁ مخابرت اسی مزارعت ہی کا نام ہے جس کا ابھی اوپر ذکر ہوا۔ یہ روایت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل ہے۔ (ع)

جو حضرات مزارعت کے جواز کے قائل ہیں وہ اس حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ نہی اس وقت ہے جبکہ مزارعت کے ساتھ کوئی شرط فاسد ہو یا یہ نہی تحریمی نہیں تھی بلکہ تنزیہی اور ارشادی تھی۔ مقصد حسن اختلاف اور مروت کی تعلیم دینا تھا کہ اگر زمین تمام ضروریات سے زائد ہے تو اپنے مسلمان بھائی کو ویسے ہی کاشت کے لئے دیدو۔ معاوضہ لینے کی کیا ضرورت ہے۔

لگان پر زمین دینے کا بیان

۳/۲۹۲۹ وَعَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ عَمَّاىَ اَنَّهُمْ كَانُوْا يُكْرُوْنَ الْاَ رْضَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا يَنْبُتُ عَلَى الْاَ رْبِعَاءِ اَوْ شَيْءٍ يَسْتَثْنِيْهِ صَاحِبُ الْاَرْضِ فَنَهَا نَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقُلْتُ لِرَافِعٍ فَكَيْفَ هِيَ بِا لدَّرَاهِمِ وَالدَّنَا نِيْرِ فَقَالَ لَيْسَ بِهَا بَاْسٌ وَكَانَ الَّذِىْ نُهِيَ عَنْ ذٰلِكَ مَا لَوْ نَظَرَ فِيْهِ ذَوُوا الْفَهْمِ بِا لْحَلَالِ وَالْحَرَامِ لَمْ يُجِيْزُوْهُ لِمَا فِيْهِ مِنَ الْمُخَاطَرَةِ۔ (متفق علیه)

اخرجه ابخاری فی صحیحه ٥/٢٥ الحدیث رقم ٢٣٤٦ احمد فی المسند ١٤٢٤

ترجمہ: حضرت حنظلہ بن قیس نے حضرت رافع ابن خدیج سے نقل کیا کہ مجھے میرے دو چچاؤں نے یہ بات بتلائی کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں صحابہ کرامؓ زمین کو اس شرط پر کرائے پر دیتے تھے کہ جو چیز نالیوں پر پیدا ہو کے کناروں وہ زمین کے مالک کی ہوگی اور اس کے علاوہ جو پیداوار ہوگی وہ عامل کی ہوگی۔ (۲) یا زمین کو اس طرح کرائے پر دیتے تھے کہ مالک اس میں سے زمین کا ایک قطعہ جدا کر لیتا کہ جو کچھ اس حصہ میں اگے گا وہ میرا اور اس کے علاوہ وہ عامل کا ہوگا۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس بات سے منع کر دیا کہ اس میں خطرہ اور فریب ہے شاید کہ وہاں کچھ بھی نہ اگے۔ حنظلہ کہتے ہیں کہ میں نے رافعؓ سے پوچھا کہ اگر یہی مزارعت دراہم یا دینار کے بدلے کر لی جائے تو کیا حکم ہے تو انہوں نے کہا اس میں کچھ حرج نہیں گویا کہ وہ چیز جس سے منع کیا گیا وہ وہ چیز ہے کہ اگر کوئی سمجھدار آدمی اس کو حلت اور حرمت کے لحاظ سے دیکھے تو اس کو جائز قرار نہ دے کیونکہ اس میں اپنے آپ کو خطرے میں مبتلا کرنا ہے کھیتی ہو یا نہ ہو۔ یعنی جیسی صورتیں اوپر ذکر کی گئی ہیں یہ بخاری ومسلم کی ہیں۔

تشریح ۞ (۱) منع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ممانعت ان مندرجہ ذیل صورتوں میں ہے جیسا کہ مزارعت کے جواز والوں نے کہا۔

(۲) زراعت کے سلسلے میں مختلف روایات آئی ہیں اور دونوں طرف سے تاویل کا دروازہ کھلا ہے۔ (۳) جمور ائمہ کے نزدیک مزارعت جائز ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد بھی اس کے جواز کے قائل ہیں نیز احناف کے نزدیک ضرورت کے پیش نظر جواز ہی کا فتویٰ ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ مزارعت سے نہی کی احادیث اس صورت پر محمول ہیں کہ جب اس میں کوئی شرط فاسد ہو۔ (ح)

۴/۲۹۳۰ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ كُنَّا اَكْثَرَ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ حَقْلاً وَكَانَ اَحَدُنَا يُكْرِىْ اَرْضَهُ فَيَقُوْلُ هٰذِهِ الْقِطْعَةُ لِيْ وَهٰذِهٖ لَكَ فَرُبَّمَا اَخْرَجَتْ ذِهٖ وَلَمْ تُخْرِجْ ذِهٖ فَنَهَا هُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٥/١٥ الحدیث رقم ٢٣٣٢ و اخرجه مسلم فی صحیحه ٣/١١٨٣ الحدیث رقم

(۱۱۷۔۱۵۴۷)

ترجمہ: حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اکثر مدینہ والے کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے۔ہم میں بعض لوگ زمین کو اس طرح کرائے پر دیتے کہ اتنا ٹکڑا زمین کا میرے لئے ہوگا یعنی اس میں جو پیداوار ہو وہ میری ہوگی اور عام طور پر اس قطعہ زمین کی آمدنی زیادہ نکلتی تھی۔یعنی ایک قطعہ میں کھیتی خوب ہوتی جب کہ دوسرے قطعہ میں بالکل نہ ہوتی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا یعنی اس معاملے سے روکا کہ اس سے ایک کو زمین کی تمام آمدنی مل جاتی اور دوسرے کا حق بالکل ضائع ہو جاتا۔یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

۵/۲۹۳۱ وَعَنْ عَمْرٍو قَالَ قُلْتُ لِطَاؤُسٍ لَوْ تَرَكْتَ الْمُخَابَرَةَ فَإِنَّهُمْ يَزْعُمُوْنَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهُ قَالَ اَىْ عَمْرُو اِنِّىْ اُعْطِيْهِمْ وَاُعِيْنُكُمْ وَاِنَّ اَعْلَمَهُمْ اَخْبَرَنِىْ يَعْنِى ابْنَ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ وَلٰكِنْ قَالَ اَنْ يَمْنَحَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّأْخُذَ عَلَيْهِ خَرْجًا مَعْلُوْمًا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری صحیحه ۱۴/۵ الحدیث رقم ۲۳۳۰ ومسلم فی ۱۱۸۴/۳ الحدیث رقم (۱۲۰۔۱۵۵۰) وابوداؤد فی ۶۸۲/۳ الحدیث رقم ۳۳۸۹ والنسائی فی ۳۶/۷ الحدیث رقم ۳۸۷۳ واحمد فی المسند ۲۳۴/۱

ترجمہ: عمرو رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے طاؤس رحمہ اللہ کو کہا اگر آپ مزارعت کو چھوڑ دیتے تو یہ زیادہ بہتر تھا کیونکہ علماء فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ طاؤس رحمہ اللہ کہنے لگے اے عمرو میں لوگوں کو زمین کاشت کے لیے دیتا ہوں اور ان کی معاونت کرتا ہوں اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں عظیم علم والے عالم یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مجھے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو زمین کاشت کے لئے دیدے اس سے بہتر ہے کہ اس سے متعین کرایہ وصول کرے۔یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ مطلب یہ ہے کہ مزارعت میں کچھ مالک لیتا ہے اور کچھ کاشت کرنے والے کو دیتا ہے اگر اس کی بجائے وہ احسان کرے اور بغیر کچھ لیے اس کو زمین بطور عاریت کے دے تاکہ لینے والا اس سے فائدہ اٹھائے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔(ع)

زمین کو بیکار نہ پڑے رہنا دو کسی کام میں لاؤ

۶/۲۹۳۲ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ اَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا اَوْ لِيَمْنَحْهَا اَخَاهُ فَاِنْ اَبٰى فَلْيُمْسِكْ اَرْضَهٗ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۲/۵ الحدیث رقم ۲۳۴۰ ومسلم فی ۱۱۷۶/۳ الحدیث رقم (۸۹۔۱۵۳۶) والنسائی فی السنن ۳۶/۷ الحدیث رقم ۳۸۷۴ وابن ماجه فی ۸۱۹/۲ الحدیث رقم ۲۶۵۱ واحمد فی المسند ۳۷۳/۳۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کی زمین ہوا سے

چاہیے کہ وہ اس میں کاشت کرے یا پھر اپنے بھائی کو عاریت کے طور پر دیدے اگر زمین کا مالک اسے انکار کر دے تو وہ اپنی زمین اپنے پاس رکھے یعنی اس کی زمین کی کوئی ضرورت نہیں اللہ اس مسلمان کو اور جگہ سے دے دے گا۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ حضرت مظہر فرمایا کرتے تھے کہ آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے مال سے نفع حاصل کرے پس جس کے پاس زمین ہو اسے کھیتی کرنی چاہیے تا کہ نفع حاصل ہو۔ نمبر۲ یا مسلمان بھائی کو وہ زمین دے تا کہ وہ کھیتی کرے تا کہ اس کو ثواب حاصل ہو اور اگر کوئی مسلمان نہ نفع اُٹھاتا ہے اور نہ ثواب حاصل کرتا ہے تو وہ اپنی زمین اپنے پاس رکھے یہ جملہ رسول اللہ ﷺ نے بطور توبیخ اور ڈانٹ کے فرمایا کیونکہ وہ آدمی خیر کے دونوں امور کو اختیار نہ کر کے محرومی کا شکار ہونے والا ہے کہ اپنے مال سے نہ تو خود فائدہ حاصل کرتا ہے اور نہ دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

(۳) بعض علماء نے یہ فرمایا کہ اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ اگر مسلمان بھائی عاریت کو قبول کرنے سے انکار کرے تو زمین رہنے دے اور اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے اس صورت میں یہ امر اباحت کے لیے ہے۔ (ع)

۷/۲۹۳۳ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ وَرَاٰی سِکَّةً وَشَیْئًا مِّنْ اٰلَةِ الْحَرْثِ فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَدْخُلُ هٰذَا بَیْتَ قَوْمٍ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الذُّلَّ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٥/٤ الحدیث رقم ٢٣٢١۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے ہل اور کھیتی کے دیگر اسباب دیکھے تو کہنے لگے میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جس گھر میں یہ داخل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں ذلت کو داخل فرما دیتا ہے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس میں جہاد کی ترغیب دلائی کہ کہیں زراعت میں مشغول ہو کر تم جہاد کو ترک نہ کر بیٹھنا (۲) اگر حلال روزی کے حصول کیلئے زراعت کی جائے۔ تو ظاہر یہ ہے کہ اس وعید کے اندر داخل نہ ہوں گے۔ (۳) بعض نے کہا یہ ان کے حق میں ہے جو دشمن کے قریب ہوں۔ کیونکہ اگر وہ زراعت میں مشغولیت اختیار کریں گے۔ تو جہاد کو ترک کر بیٹھیں گے اور دشمن کو غلبہ ملنے کی وجہ سے یہ ذلت کا شکار ہو جائیں گے۔ (ع)

حاصل یہ کہ اس میں مطلقاً زراعت کی مذمت مقصود نہیں ہے بلکہ اس کا مصداق وہ زراعت ہے جو عبادات کے ترک خصوصاً فرائض اور جہاد کے ترک کا سبب بنے۔

الفصل الثانی:

دوسرے کی زمین میں اس کی اجازت کے بغیر کاشت نہ کرو

۸/۲۹۳۴ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ زَرَعَ فِیْ اَرْضِ قَوْمٍ بِغَیْرِ اِذْنِهِمْ فَلَیْسَ لَهٗ مِنَ الزَّرْعِ شَیْءٌ وَلَهٗ نَفَقَتُهٗ۔

(رواه الترمذی و ابو داود وقال الترمذی هذا حدیث غریب)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۳/ ٦٩٢ الحديث رقم ۳٤٠٣ والترمذی فی ۳/ ٦٤٨ الحديث رقم ١٣٦٦ وابن ماجه فی ۲/ ۸۲٤ الحديث رقم ٢٤٦٦ واحمد فی المسند ۳/ ٤٦٥۔

ترجمہ: حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی کی زمین میں ان کی اجازت کے بغیر کھیتی کرے۔ تو اس کے لئے اس زمین کی پیداوار میں سے کچھ نہیں اور اس کے لئے اس کا خرچ ہے۔ یہ ترمذی اور ابوداؤد کی روایت ہے ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ یعنی زمین کے مالک کو کھیتی ملے گی اور بیج لگانے والے کو اس کے بیج کے علاوہ کچھ نہ ملے گا۔ اور یہ امام احمد کا مذہب ہے۔ (۲) دوسرے علماء کہتے ہیں کہ کھیتی بیج والے کی ہوگی اور اس پر زمین مصروف کرنے کا تاوان پڑے گا۔ یہ احناف کا قول ہے۔ (۳) یعنی وہ شخص زمین پر قبضہ کے دن سے کاشت سے فارغ ہونے تک زمین کی اجرت مالک زمین کو دے گا اور پیداوار خود رکھے گا۔ (ع)

الفصل الثالث:

اجارہ کا بیان

۹/۲۹۳۵ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ اَبِىْ جَعْفَرٍ قَالَ مَا بِالْمَدِيْنَةِ اَهْلُ بَيْتِ هِجْرَةٍ اِلَّا يَزْرَعُوْنَ عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَزَارَعَ عَلِيٌّ وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ وَعَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَالْقَاسِمُ وَعُرْوَةُ وَاٰلُ اَبِىْ بَكْرٍ وَاٰلُ عَلِيٍّ وَابْنُ سِيْرِيْنَ وَقَالَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ الْاَسْوَدِ كُنْتُ اُشَارِكُ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيْدَ فِى الزَّرْعِ وَعَامَلَ عُمَرُ النَّاسَ عَلٰى اِنْ جَاءَ عُمَرُ بِالْبَذْرِ مِنْ عِنْدِهٖ فَلَهُ الشَّطْرُ وَاِنْ جَاءُوْا بِالْبَذْرِ فَلَهُمْ كَذَا۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵/ ۱٤ معلقاعنباب الحرث والمزارعةباب المزارعةبالشطر۔

ترجمہ: قیس بن مسلم نے ابو جعفر یعنی امام محمد باقر رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ مدینہ منورہ میں جتنے مہاجرین تھے ان سب نے تہائی یا چوتھائی پر زراعت کی۔ حضرت علی، سعد بن مالک یعنی سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن مسعود اور عمر بن عبدالعزیز اور قاسم اور عروہ اور اولاد ابی بکر، اولاد عمر، اولاد علی اور ابن سیرین نے زراعت کی ہے۔ عبدالرحمٰن بن اسود تابعی کہتے ہیں کہ میں عبدالرحمٰن بن یزید کے ساتھ زراعت میں شراکت دار تھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے اس شرط پر زراعت کی کہ عمر خود بیج مہیا کرے تو اس کا حصہ آدھا ہوگا۔ اور اگر دوسرے شریک بیج مہیا کریں تو ان کو آدھا یا اس کی مثل ملے گا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ بخاری کی شروح سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو جعفر کا قول ''والربع'' کے لفظ تک ہے اور باقی بخاری کا اپنا کلام ہے۔ (۲) بخاری نے اس روایت میں جس قدر آثار ذکر کیے وہ تمام معلق ہیں ان کو بخاری نے بلا اسناد ذکر کیا ہے۔ بلکہ مناسب یہ تھا کہ مصنف یہاں اس طرح عبارت لاتے رواہ البخاری تعلیقاً۔ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مزارعت سے نہی والی احادیث

اپنے عموم پر نہیں ہیں ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ معاملہ نہ فرماتے۔

بَابُ الْاِجَارَةِ

اجارے کا بیان

اجارہ کا معنی ہے کسی کو کوئی چیز کرائے پر دینا اور شرع میں اجارہ کا مطلب کسی منفعت کا کسی کو مالک بنانا۔ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اجارہ جائز نہ ہو کیونکہ منفعت معدوم ہے لیکن ضرورت کے پیش نظر اس کو جائز قرار دیا گیا یہ احادیث و آثار سے ثابت ہے (ح)

ممانعتِ مزارعت

۱/۲۹۳۶ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ زَعَمَ ثَابِتُ بْنُ الضَّحَّاكِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُزَارَعَةِ وَاَمَرَ بِالْمُؤَاجَرَةِ وَقَالَ لَا بَأْسَ بِهَا۔ (رواہ مسلم)

اخرجه فى صحيحه ۳/۱۱۸٤ الحديث رقم (۱۱۹۔۱۵٤۹)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ثابت بن ضحاک کہنے لگے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت سے منع فرمایا اور اجارہ کا حکم دیا اور یہ فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یہاں مزارعت سے وہی مراد ہے جس کا عدم جواز پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ (ع)

اجارہ کی اجازت

۲/۲۹۳۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ فَاَعْطَى الْحَجَّامَ اَجْرَهٗ وَاسْتَعَطَ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخارى فى صحيحه ۱۰/۱٤۷ الحديث رقم ۵٦۹۱ ومسلم فى ۳/۱۲۰۵ الحديث رقم (٦۵۔۱۲۰۲) وابو داؤد فى ۳/۷۰۸ الحديث رقم ۳٤۲۳ وابن ماجه فى ۲/۷۳۱ الحديث رقم ۲۱٦۲ واحمد فى لمسند ۱/۲۵۸۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھری ہوئی سینگی لگوائی پھر سینگی لگانے والے کو مزدوری دی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناک میں دوائی ڈالی۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس روایت سے معلوم ہوا کہ اجارہ جائز ہے اور سینگی کھنچوانا اور دوائی علاج و معالجہ کرنا جائز ہے۔

تمام انبیاء علیہم السلام نے بکریاں چرائیں

۳/۲۹۳۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا رَعَى الْغَنَمَ فَقَالَ اَصْحَابُهٗ وَاَنْتَ فَقَالَ نَعَمْ كُنْتُ اَرْعٰى عَلٰى قَرَارِيْطَ لِاَهْلِ مَكَّةَ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤/٤٤١ الحدیث رقم ٢١٤٩ وابن ماجه فی السنن ٢/٧٢٧ الحدیث رقم ٢١٤٩

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی پیغمبر بھیجے انہوں نے بکریاں چرائیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بکریاں چرائیں ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں چند قیراط پر اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یعنی ایک قیراط یومیہ پر میں اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا اور چند قیراط آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہینے کی اجرت کے لحاظ سے فرمایا ہے۔ قیراط کا وزن نصف دانق کا ہوتا ہے اور دانق درہم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے تو گویا قیراط درہم کا بارھواں حصہ بنا۔ (۲) انبیاء علیہم السلام بھی بکریاں چراتے تھے تاکہ امت کی مشقت پر صبر اور ان کی نگہبانی اور شفقت خوب راسخ ہو جائے اور خلوت وعلیحدگی میسر آئے۔ بادشاہ کو رعایا کے ساتھ ہے جو چرواہے کو بکریوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ (ح۔ع)

آزاد کی قیمت ''کھانے'' کا بیان

۴/۲۹۳۹ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ثَلَاثَةٌ اَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ اَعْطٰى بِیْ ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَكَلَ ثَمَنَهٗ وَرَجُلٌ اِسْتَاْجَرَ اَجِيْرًا فَاسْتَوْفٰى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهٖ اَجْرَهٗ۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤/٤١٧ الحدیث رقم ٢٢٢٧، وابن ماجه فی ٢/٨١٦ الحدیث رقم ٢٤٤٢ واحمد فی المسند ٢/٣٥٨۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تین ایسے شخص ہیں کہ قیامت کے دن میں ان سے جھگڑوں گا ایک وہ آدمی کہ جس نے میرے نام کی قسم کھائی اور پھر اس نے وہ قسم توڑ ڈالی۔ دوسرا وہ آدمی جس نے کسی آزاد آدمی کو پکڑ کر فروخت کر دیا اور پھر اس کی قیمت کھا گیا۔ تیسرا وہ آدمی جس کو کسی نے مزدوری پر لگایا اور اس سے پورا کام لیا یعنی جس کام پر لگایا تھا وہ مکمل کروایا مگر اس کو مزدوری نہ دی۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ''آزاد کی قیمت کھا گیا'' یہ مذمت میں اضافہ کیلئے فرمایا اگر قیمت نہ کھائے تب بھی گنہگار ہے اور اس وعید میں داخل ہے تو قیمت کھانے والا تو بدرجہ اولیٰ داخل ہے۔ (ح)

۵/۲۹۴۰ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ نَفَرًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرُّوْا بِمَاءٍ فِيْهِمْ لَدِيْغٌ اَوْ سَلِيْمٌ فَعَرَضَ لَهُمْ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْمَاءِ فَقَالَ هَلْ فِيْكُمْ مِنْ رَاقٍ اِنَّ فِی الْمَاءِ رَجُلًا لَدِيْغًا اَوْ سَلِيْمًا

فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلٰى شَاءٍ فَبَرَأَ فَجَاءَ بِالشَّاءِ اِلٰى اَصْحَابِهٖ فَكَرِهُوْا ذٰلِكَ وَقَالُوْا اَخَذْتَ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ اَجْرًا حَتّٰى قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخَذَ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ اَجْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَقَّ مَا اَخَذْتُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ (رواه البخاری وفی روایة) اَصَبْتُمْ اقْسِمُوْا وَاضْرِبُوْا لِیْ مَعَكُمْ سَهْمًا

اخرجه ابخاری فی صحیحه ۱۹۸/۱۰ الحدیث رقم ۵۷۳۷ وابن ماجه فی السنن ۷۲۹/۲ الحدیث رقم ۲۱۵۶ واحمد فی السمند ۸۳/۳

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ صحابہؓ کی ایک جماعت ایک گاؤں کے پاس سے گزری وہاں کسی آدمی کو بچھو یا سانپ نے کاٹ لیا تھا بستی کا ایک آدمی آ کر کہنے لگا تم میں سے کوئی جھاڑ پھونک کو جاننے والا ہے؟ بستی کے ایک آدمی کو سانپ یا بچھو نے ڈس لیا ہے۔ ان میں سے ایک شخص گیا یعنی صحابہؓ کی جماعت میں سے اور اس نے اس پر سورۃ فاتحہ پڑھی اس شرط پر کہ وہ بکریاں دے گا یعنی اس جھاڑ پھونک کرنے والے نے کہا کہ میں اس شرط پر جھاڑ پھونک کرتا ہوں کہ آرام آنے کی صورت میں تمہیں اتنی بکریاں دینی ہوں گی وہ رضامند ہو گئے۔ پھر انہوں نے فاتحہ پڑھی اس بناء پر کہ یہ زہر سے شفاء ہے چنانچہ وہ آدمی اچھا ہو گیا۔ یہ جھاڑ پھونک کرنے والا اپنے دوستوں کے پاس بکریاں لے کر لوٹا دوسرے احباب نے اس بات کو ناپسند کیا اور انہوں نے کہا کہ تو نے کتاب اللہ پر مزدوری لی ہے جب صحابہؓ واپس مدینے میں آئے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ فلاں آدمی نے کتاب اللہ پر مزدوری لی ہے آپ ﷺ نے فرمایا سب سے زیادہ مناسب چیز جس پر تم مزدوری لو وہ کتاب اللہ ہے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے اچھا کیا۔ تم ان بکریوں کو تقسیم کرو اور اس میں میرے لئے بھی حصہ لگاؤ۔

تشریح ۞ سلیم اور لدیغ دونوں کا ایک ہی معنی ہے دراصل راوی کو ان دونوں لفظوں میں شک ہے کہ کون سا لفظ استعمال کیا۔

(۲) علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

کہ عام طور پر لدیغ کا لفظ بچھو کے کاٹے کیلئے آتا ہے اور سلیم کا لفظ سانپ کے ڈسے ہوئے کیلئے بولا جاتا ہے اس صورت میں راوی کو معنوں میں شک ہے۔ (۳) بعضوں نے لکھا ہے کہ جھاڑ پھونک کرنے والے اس صحابی کا نام ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہے۔ اور صحابہ کرام کی جماعت تیس (۳۰) آدمیوں پر مشتمل تھی اور بکریوں کی تعداد بھی تیس (۳۰) ہی تھی۔ آپ ﷺ نے اس میں اپنا حصہ لگانے کیلئے اس لئے فرمایا تا کہ وہ خوش ہو جائیں اور اس کو بغیر شک وشبہ کے حلال قرار دیں (۴) اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ قرآن مجید اور ذکر اللہ کے ساتھ جھاڑ پھونک جائز اور اس پر مزدوری لینا بھی جائز ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ:

قرآن پڑھ کر مزدوری لینا تو جائز نہیں' قرآن کے ساتھ دَم کرنے کی صورت میں اجرت لینا جائز ہے۔ دونوں میں وجہ فرق یہ ہے کہ تلاوت قرآن عبادت ہے اور عبادت پر مزدوری لینی جائز نہیں اور کسی تکلیف زدہ کو دم کرنا اور اس سے اس کا اچھا

ہو جانا یہ عبادت نہیں ہے اس لئے اس پر مزدوری لینا درست ہے۔(۵) اس روایت سے یہ بھی بات ثابت ہوئی کہ قرآن مجید کو فروخت کرنا اور خریدنا اور اس کی کتابت کے پیسے لینا اور دین کی کتابوں کی کتابت پر پیسے لینا جائز ہے۔(۶) متاخرین علماء نے کتاب اللہ کی تعلیم کو بھی اس پر قیاس کر کے اس پر اجرت کو جائز قرار دیا اگرچہ متقدمین نے (اپنے زمانے کے لحاظ سے) تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو حرام قرار دیا۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ کا یہی مسلک ہے۔(ع۔ح)

الفصل الثانی:

غیر شرعی جھاڑ پھونک کا ناجائز ہونا اور اس کی اجرت کا حرام ہونا

۶/۲۹۴۱ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ الصَّلْتِ عَنْ عَمِّهِ قَالَ اَقْبَلْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَيْنَا عَلٰى حَيٍّ مِنَ الْعَرَبِ فَقَالُوْا اِنَّا اُنْبِئْنَا اَنَّكُمْ قَدْ جِئْتُمْ مِنْ عِنْدِ هٰذَا الرَّجُلِ بِخَيْرٍ فَهَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ دَوَاءٍ اَوْ رُقْيَةٍ فَاِنَّ عِنْدَنَا مَعْتُوْهًا فِي الْقُيُوْدِ فَقُلْنَا نَعَمْ قَالَ فَجَاءُوْا بِمَعْتُوْهٍ فِي الْقُيُوْدِ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً اَجْمَعُ بُزَاقِيْ ثُمَّ اَتْفُلُ قَالَ فَكَاَنَّمَا اُنْشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَاَعْطَوْنِيْ جُعْلًا فَقُلْتُ لَا حَتّٰى اَسْاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كُلْ فَلَعَمْرِيْ لَمَنْ اَكَلَ بِرُقْيَةٍ بَاطِلٍ لَقَدْ اَكَلْتَ بِرُقْيَةٍ حَقٍّ۔ (رواہ احمد وابوداود)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۳/۷۰۶ الحدیث رقم ۳۴۲۰ واحمد فی المسند ۵/۲۱۰

ترجمہ: خارجہ بن صلت رحمہ اللہ نے اپنے چچا سے بیان کیا کہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ سے رخصت ہو کر اپنے وطن جا رہے تھے ہم ایک عرب قبیلے کے پاس سے گزرے وہ کہنے لگے کہ ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ تم اس شخص کے پاس سے بھلائی لا رہے ہو۔یعنی آنحضرت ﷺ کے پاس سے تو کیا تمہارے پاس کوئی دوائی یا ایسا منتر ہے کہ ہمارے ہاں ایک آدمی پاگل ہو گیا وہ بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہے۔ ہم نے کہا ہاں ہمارے پاس اس کا منتر ہے۔چنانچہ وہ پاگل کو بیڑیوں میں جکڑا ہوا لائے پس میں نے اس پر تین دن تک سورۂ فاتحہ صبح و شام اس طرح پڑھی کہ میں اپنا تھوک جمع کرتا اور پھر اس پر پھونک دیتا میرے چچا بیان کرتے ہیں کہ وہ آدمی اس طرح صحیح ہو گیا گویا کہ بندھی ہوئی رسی سے کھول دیا گیا ہو۔پھر انہوں نے مجھے مزدوری دی میں نے کہا یہ اس وقت تک نہیں لوں گا جب تک کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے نہ پوچھ لوں چنانچہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم اس کو کھاؤ۔میری عمر کی قسم جو آدمی باطل جھاڑ پھونک کے ساتھ کھاتا ہے تو وہ برا کرتا ہے اور تو نے تو برحق کے ساتھ کھایا۔یہ احمد وابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ناجائز منتر وہ ہے جس میں ارواح کا تذکرہ ہو اور ستاروں اور جنوں سے مدد مانگی جائے یا اسی طرح اللہ کے علاوہ کسی اور سے مدد مانگی جائے۔(۲) برحق جھاڑ پھونک یہ ہے کہ جس میں ذکر اللہ اور کلام الٰہی ہو۔

ایک سوال کا جواب:

جب غیر اللہ کی قسم ناجائز ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر کی کیوں قسم کھائی؟ الجواب: اس سے مراد قسم نہیں بلکہ کلام عرب کے دستور کے موافق ہے یہ لفظ اہل عرب اپنے کلام میں استعمال کرتے ہیں جو کہ ان کی عادت ثانیہ ہے۔ نمبر۳: پہلے یہ قسم منع نہیں تھی بعد میں ممانعت کی گئی۔ (۳) طیبی کہتے ہیں ممکن ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت ہو اس اعتبار سے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہوئی۔

مزدور کو اس کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دینی چاہئے

۷/۲۹۴۲ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطُوا الْاَجِيْرَ اَجْرَهٗ قَبْلَ اَنْ يَّجِفَّ عَرَقُهٗ۔ (رواه ابن ماجة)

اخرجه ابن ماجه فی فی السنن ۸۱۷/۲ الحديث رقم ۲۴۴۳ (۳) لم اجده عند ولا غيره والله تعالى اعلم۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مزدور کو اس کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دینی چاہئے۔ یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔

مانگنے والے کا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے

۸/۲۹۴۳ وَعَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلسَّائِلِ حَقٌّ وَاِنْ جَاءَ عَلٰى فَرَسٍ۔

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۳۰۶/۲ الحديث رقم ۱۶۶۵ ومالك فی الموطأ ۹۹۶/۲ الحديث رقم ۳ من كتاب الصدقة واحمد فی المسند ۲۰۱/۱۔

ترجمہ: حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مانگنے والے کا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔ یہ احمد وابوداؤد کی روایت ہے مصابیح میں اس کو مرسل کہا گیا ہے۔

تشریح ۞ (۱) قاضی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ سائل تمہارے پاس ایسی حالت میں آئے کہ اسکا ظاہر حال غنا پر دلالت کرتا ہو۔ یہ گمان کرنا چاہیے کہ اگر اس کو حاجت نہ ہوتی تو وہ سوال نہ کرتا اور تمہارے سامنے اپنے آپ کو ذلیل نہ کرتا۔ یہ جو کچھ اسے دیا جا رہا ہے یہ گویا اس کے سوال کی اجرت ہے۔ اسی وجہ سے اس روایت کو باب الاجارہ میں لائے۔

(۲) سند حدیث:

اس حدیث کی اسناد میں کلام کیا گیا ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا اس کی کوئی اصل نہیں یہ بازاری روایت ہے۔ ابو داؤد نے اس سے خاموشی اختیار کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں یہ قابل استدلال ہے۔ مصابیح میں اس کو مرسل

قرار دیا گیا۔ مگر اس کا مسند ہونا صحیح ہے' یہی وجہ ہے کہ مصابیح کے بعض نسخوں میں مرسل کا لفظ موجود نہیں ہے۔ (ع۔ح)

الفصل الثالث:

مذکورہ حدیث کی بابت ایک فقہی اختلاف

۹/۲۹۴۴ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ الْمُنْذِرِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ طٰسٓمٓ حَتّٰى بَلَغَ قِصَّةَ مُوْسٰى قَالَ اِنَّ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اٰجَرَ نَفْسَهٗ ثَمَانَ سِنِيْنَ اَوْ عَشْرًا عَلٰى عِفَّةِ فَرْجِهٖ وَطَعَامِ بَطْنِهٖ۔ (رواه احمد وابن ماجة)

اخرجه ابن ماجه فى السنن ۲/۸۱۷ الحديث رقم ۲۴۴۴۔

ترجمہ: حضرت عتبہ بن منذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ نے سورۂ طٰسٓمٓ تلاوت فرمائی یہاں تک کہ آپ ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ تک پہنچے تو ارشاد فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت اور پیٹ کے کھانے کی خاطر آٹھ سال یا دس سال تک اپنی ذات کو مزدوری میں لگایا۔ یہ احمد وابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ سورۂ طٰسٓمٓ یہ سورۃ قصص ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ تفصیل سے مذکور ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام مدین تشریف لے گئے اور وہاں ملاقات کی حضرت شعیب علیہ السلام (شیخ کبیر) سے اور ان کی بیٹی سے نکاح ہوا اور آپ نے مزدوری میں آٹھ سال گزارے۔ جب آپ تلاوت کرتے ہوئے اس مقام تک پہونچے تو یہ کلام ارشاد فرمایا۔ حفاظت شرمگاہ سے مراد نکاح ہے۔

حاصل یہ ہے کہ ان کی بیٹی سے اس شرط پر نکاح کیا کہ آٹھ یا دس سال تمہاری بکریاں چراؤں گا۔ اور اس کو مہر ٹھہرایا گیا۔ ان کی شریعت میں درست تھا کہ آزاد آدمی کی خدمت کو بطور مہر مقرر کیا جاسکتا تھا۔ یا مہر اس کے علاوہ ہو اور یہ خدمت بطور احسان ہو۔

فقہی اختلاف:

نمبرا احناف کہتے ہیں کہ کسی عورت کا نکاح کسی مرد سے اس شرط پر جائز نہیں کہ وہ برس دو برس اپنی بیوی کی خدمت کرے گا۔ البتہ یہ درست ہے کہ کوئی آدمی عورت سے اس شرط پر نکاح کرے کہ اس کا غلام اس کی بیوی کی ایک دو سال خدمت کرے گا۔

(۲) امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں مزدوری کے عوض نکاح درست ہے مگر وہ بعض کاموں میں درست ہے۔ اور خدمت کے عوض بھی درست ہے جب کہ مستاجر لہ یعنی وہ کام جو مزدور نے کرنا ہے یا مخدوم فیہ یعنی وہ خدمت جو وہ بجالائے گا' امر معلوم ہو۔ (ح۔ع)

دینی تعلیم دینے پر اجرت کا مختلف فیہ مسئلہ

۱۰/۲۹۴۵ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَجُلٌ اَهْدٰى اِلَيَّ قَوْسًا مِّمَّنْ كُنْتُ اُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْقُرْاٰنَ وَلَيْسَتْ بِمَالٍ فَاَرْمِيْ عَلَيْهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ اِنْ كُنْتَ تُحِبُّ اَنْ تُطَوَّقَ طَوْقًا مِنْ نَارٍ فَاقْبَلْهَا۔ (رواه ابوداود وابن ماجة)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۳/۷۰۱ الحديث رقم ۳۴۱۶ وابن ماجه فی ۲/۷۳۰ الحديث رقم ۲۱۵۷ واحمد فی المسند ۵/۳۱۵۔

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص نے مجھے بطور تحفہ کمان بھیجی ہے۔ میں اس شخص کو کتاب یعنی قرآن مجید سکھاتا تھا۔ یہ کمان مال نہیں ہے۔ میں اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیراندازی کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو پسند کرتا ہے کہ تجھے آگ کا طوق پہنایا جائے تو تم اس کو قبول کر لو۔ یہ ابن ماجہ اور ابوداؤد کی روایت ہے۔

① یہ روایت ان لوگوں کی دلیل ہے جو تعلیم قرآن پر اجرت کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ روایت کا ظاہر ان کا مؤید ہے۔

② دوسروں کے ہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ کمان مال نہیں اور اس سے تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے گا۔ مگر تیرے اس کمان کو قبول کر لینے کی وجہ سے تیرے کمال اخلاص میں زوال آئے گا۔ اس لئے اس کو قبول نہ کر۔

بَابُ اِحْيَاءِ الْمَوَاتِ وَالشُّرْبِ

بنجر زمین کی آبادکاری اور پانی پلانے کے حق کے بیان میں

نہایہ میں لکھا ہے کہ موات اس زمین کو کہا جاتا ہے جس میں نہ زراعت ہو نہ مکان ہو اور نہ ہی اس کا کوئی مالک ہو۔

صاحبِ ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ:

فرماتے ہیں موات وہ زمین ہے جس کا پانی منقطع ہو جانے کی وجہ سے پانی کے غالب آنے کی وجہ سے یا سیم تھور وغیرہ کی وجہ سے اس سے فائدہ نہ اٹھایا جاتا ہو۔ پس جو زمین کہ پرانے زمانے سے چلی آ رہی ہے اور اس کا کوئی مالک نہیں یا زمانہ اسلام کی مملوکہ ہے مگر اس کا کوئی مالک معلوم نہیں اور بستی سے اتنے فاصلے پر ہو کہ بستی کے کنارہ پر کھڑے ہو کر آواز دینے سے اس زمین تک آواز نہ پہنچے تو یہ زمین موات کہلائے گی۔

احیاءِ موات:

اس سے مراد اس زمین کی آبادکاری ہے خواہ وہاں مکان بنائے جائیں یا درخت لگائے جائیں یا کھیتی کی جائے یا اس

میں ہل چلایا جائے۔ (الدر المختار)

احیاء کا حکم:

اس زمین کو آباد کرنے والا اس کا مالک بن جائیگا مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک امام سے اجازت لینا شرط ہے۔
(۲) امام شافعی اور صاحبین رحمہم اللہ کے ہاں اجازت شرط نہیں ہے۔

شرب:

شرب سے مراد پانی کا وہ حصہ جو زمین سے متعلق ہے البتہ شرعی لحاظ سے پانی سے فائدہ حاصل کرنے کی وہ باری جس میں وہ اپنی کھیتی کو پانی دے اور اپنے جانوروں کو پلائے پانی میں لوگوں کا بھی حق ہے اس لئے لوگوں کو اس سے روکنا نہیں چاہئے۔

پانی کے سلسلے میں تفصیل:

دریا کا پانی نہروں نالوں اور تالابوں میں جمع کیے گئے پانی کے تفصیلی احکام فقہ میں موجود ہیں۔ تفصیل وہاں دیکھ لی جائے۔

مسلکِ احناف:

دریا کے پانی میں تمام لوگوں کا حق ہے اس پانی کو پینے اور زمین کو پلانے اور نہر کھود کر اپنی زمین تک لے جانے کا ہر ایک کو حق ہے۔ دریا کے پانی سے فائدہ اٹھانا سورج چاند اور ہوا سے فائدہ اٹھانے کی طرح ہے کہ کسی کو کوئی خصوصیت حاصل نہیں اس میں سب شریک ہیں۔ کنوئیں اور ندی کے پانی میں سب کو حق ہے لیکن اگر کوئی یہ چاہتا ہو کہ اس پانی سے افتادہ زمین کو آباد کرے اور قابلِ زراعت بنائے۔ جنہوں نے نہر کھودی ہے وہ اس سے روک سکتے ہیں خواہ اس کے پانی لینے سے ان کو نقصان ہوتا ہو یا نہ۔ کیونکہ نہر پر ان کو خاص حق حاصل ہے۔ جو پانی ٹب میں بھر لیا جائے وہ بھرنے والے کا مملوک بن جاتا ہے اور دوسروں کا حق اس سے منقطع ہو جاتا ہے اس کی مثال اس طرح ہے جیسے کوئی آدمی شکار کا جانور پکڑ لے تو وہ اس کی ملک میں آجاتا ہے۔ (۲) اگر کنواں نہر یا چشمہ کسی کی ملکیت ہو تو وہ دوسروں کو اس بات سے روک سکتا ہے کہ وہ اس کی ملکیت میں مداخلت کریں۔ یہ اس وقت ہے جب کہ اس پانی کے قریب اور پانی موجود ہو جو کہ کسی کی ملک نہ ہو۔ (۳) اگر وہ قریب پانی نہ پائے تو نہر کے مالک کو کہا جائے گا یا تو تو خود پانی لادے یا اس کو اجازت دے تاکہ یہ پانی لے لے۔ لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ وہ کنوئیں کے کنارے کو نقصان نہ پہنچائے۔ (۴) اگر وہ کنواں زمین موات کے اندر کھودا ہے تو پھر اس کے پانی لینے سے منع نہیں کیا جا سکتا۔ جس طرح کہ زمین اس کی ملک ہوتی ہے لیکن پانی اس کی ملک نہیں ہوتا۔
(۵) اگر وہ منع کرے تو یہ پانی لینے والا شخص اگر اپنے ہلاک ہونے یا سواری کے ہلاک ہونے کا خطرہ محسوس کرے تو ہتھیار کے ساتھ اس سے لڑ سکتا ہے۔ (۶) غیر مملوک کنوئیں کا پانی مباح ہے۔ اسی طرح مملوک کنوئیں کا پانی بھی مباح ہے۔ اس

لئے کہ کنواں اس کا مملوک ہے۔ پانی مملوک نہیں ہے جبکہ وہ مباح عام ہے البتہ اگر وہ کسی ٹب وغیرہ میں بھر کر رکھ لے تو بے شک وہ پانی بھی اس کا مملوک ہوگا۔ ٹب میں بھرا ہوا پانی ہو اور اس کو ہلاکت کا خطرہ ہو تو بغیر ہتھیار کے اس کے ساتھ لڑسکتا ہے اس کی مثال اسی طرح ہے جیسے شدت بھوک کے وقت بقدر ضرورت کھانا۔ (۷) بعض نے کہا کنوئیں کا پانی نہ دینے والے سے بھی بغیر ہتھیار کے لڑے کیونکہ وہ پانی نہ دے کر گناہ کا مرتکب ہے اور تعزیر کا مستحق ہے۔ یہ تمام مسائل ہدایہ سے لئے گئے ہیں۔ (ع)

الفصل الاول:

بنجر وویران زمین کو آباد کرنے والے کا بیان

۱/۲۹۴۶ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ عَمَّرَ اَرْضًا لَيْسَتْ لِاَحَدٍ فَهُوَ اَحَقُّ قَالَ عُرْوَةُ قَضٰى بِهٖ عُمَرُ فِيْ خِلَافَتِهٖ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵/۱۸ الحدیث رقم ۲۳۳۵ واحمد فی المسند ۶/۱۲۰

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی ایسی زمین کو آباد کرے جو کسی کی ملک نہیں تو وہ اس کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔ عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں یہی حکم نافذ فرمایا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم جاری کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ روایت منسوخ نہیں ہے۔ (ع)

چراگاہوں کو خاص کرنے کی ممانعت کا بیان

۲/۲۹۴۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ الصَّعْبَ بْنَ جَثَّامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا حِمٰى اِلَّا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵/۴۴ الحدیث رقم ۲۳۷۰ واحمد فی المسند ۴/۳۸۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ صعب بن جثامہ کہنے لگے میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ چراگاہ صرف اللہ اور اس کے رسول کیلئے ہے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ حمی اس زمین کو کہتے ہیں جس میں گھاس جانوروں کیلئے روکی جائے اس کو چراگاہ کہا جاتا ہے۔ روایت کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو اللہ اور اس کے رسول کے اذن کے بغیر اپنے لئے چراگاہ مخصوص کرنا جائز نہیں۔ (۲) زمانہ جاہلیت میں سرداران عرب اپنے مویشیوں کیلئے پانی اور گھاس والی زمین کو مخصوص کر لیتے تھے آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ (۳) آپ ﷺ نے ان گھوڑوں اور اونٹوں کیلئے جو جہاد میں استعمال ہوتے تھے اس کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اسی طرح وہ جانور جو زکوۃ کے بیت المال سے متعلق ہوں ان کے لئے بھی اجازت دی۔

(۴) اس بارے میں اختلاف ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کسی حاکم کو ذاتی چراگاہ بنانے کی اجازت ہے یا نہیں اگر وہ

اکثر مسلمانوں کیلئے روکی جائے تو اس کو بعض علماء نے درست کہا ہے۔ جب کہ دیگر علماء نے یہ کہا کہ اس کا روکنا شہر والوں کیلئے تکلیف کا باعث ہے اس لئے یہ جائز نہیں۔ (ع۔ح)

کھیتوں میں پانی سینچنے میں ایک تنازعہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تصفیہ

۳/۲۹۴۸ وَعَنْ عُرْوَةَ قَالَ خَاصَمَ الزُّبَيْرُ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ فِيْ شِرَاجٍ مِنَ الْحَرَّةِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ اَرْسِلِ الْمَاءَ اِلٰى جَارِكَ فَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ اَنْ كَانَ ابْنُ عَمَّتِكَ فَتَلَوَّنَ وَجْهُهُ ثُمَّ قَالَ اِسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ احْبِسِ الْمَاءَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَى الْجِدَارِ ثُمَّ اَرْسِلِ الْمَاءَ اِلٰى جَارِكَ فَاسْتَوْعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ حَقَّهُ فِيْ صَرِيْحِ الْحُكْمِ حِيْنَ اَحْفَظَهُ الْاَنْصَارِيُّ وَكَانَ اَشَارَ عَلَيْهِمَا بِاَمْرٍ لَهُمَا فِيْهِ سَعَةٌ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵/۳۴ الحدیث رقم ۲۳۵۹ ومسلم فی ۴/۱۸۲۹ الحدیث رقم (۱۲۹۔۲۳۵۷) وابوداوٗد فی السنن ۴/۵۱ الحدیث رقم ۳۶۳۷ والترمذی فی ۳/۶۴۴ الحدیث رقم ۱۳۶۳ والنسائی فی ۸/۲۳۸ الحدیث رقم ۵۴۰۷ وابن ماجه فی ۲/۸۲۹ الحدیث رقم ۲۴۸۰ واحمد فی المسند ۴/۵

ترجمہ: حضرت عروہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری شخص کا پانی کی ان نالیوں میں جو پتھر کے علاقے سے گزر کر آتی تھیں' تنازعہ ہوا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے زبیر! تم اپنی کھیتی کو سیراب کرو پھر ہمسایہ کی زراعت کی طرف چھوڑ دو۔ اس انصاری کے منہ سے یہ بات نکلی کہ یہ حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے دیا ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کا بیٹا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک یہ بات سن کر متغیر ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے زبیرؓ اپنی کھیتی کو پانی دو پھر اس کو روک کر رکھو یعنی زراعت کی طرف مت چھوڑو۔ یہاں تک کہ پانی منڈیر تک پہنچ جائے یعنی تمام زمین میں پانی پہنچ جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندازہ فرمایا کہ منڈیر تک پہنچنے سے پانی زبیرؓ کی تمام زمین میں پہنچ جائے گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر پانی اپنے ہمسایہ کیلئے چھوڑ دو۔ جب اس انصاری نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ دلایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر کا خالص حق پورا پورا دلایا۔ اور شروع میں حضرت نے ان دونوں کو ایک ایسا مشورہ دیا تھا جس میں دونوں کیلئے وسعت تھی۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یہ عروہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں جلیل القدر تابعین میں سے ہیں۔ یہ مدینہ کے سات فقہاء میں سے ایک ہیں۔ ان کی والدہ کا نام اسماء رضی اللہ عنہا ہے جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں اور ان کے والد زبیرؓ ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صفیہؓ کے بیٹے ہیں۔ سولہ برس کی عمر میں یہ اسلام لے آئے۔ اسلام لانے پر ان کے چچا نے ان کو دھوئیں کی سزا دی مگر یہ ثابت قدم رہے یہ تمام غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ (۲) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا ایک انصاری کے ساتھ کھیتوں کو سیراب کرنے والی پانی کی ایک نالی میں جھگڑا ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے زبیرؓ تم اپنے کھیت کو پانی دیکر پھر ہمسایہ کی زمین میں پانی چھوڑ دو۔ حضرت زبیرؓ کی زمین بلند تھی اور نالی سے متصل تھی تو اس پر اس انصاری

نے کہا کہ زبیرؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کے بیٹے ہیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ حکم دے رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور زبیرؓ کو فرمایا کہ تم اپنے کھیت کو خوب بھر کر پانی دے دو جو کہ تیرا حق ہے پھر اس پانی کو انصاری کی طرف چھوڑ دو۔ (۳) صریح حکم کا مطلب یہ ہے کہ اپنا پورا پورا حق لے لو۔ (۴) '' وکان اشار علیھما '' یعنی شروع میں حضرتؐ نے زبیرؓ کو جو حکم فرمایا تھا تو اس میں بطور احسان کے اپنا کچھ حق چھوڑنے کا اور ہمسایہ کو دینے کا اشارہ تھا جب انصاری نے نادانی کی وجہ سے اسے قبول نہ کیا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ کو اپنا پورا پورا حق وصول کرنے کا حکم دیا۔ (۵) اس گستاخانہ انداز کا سبب کیا تھا بعض نے کہا کہ وہ شخص منافق تھا اور انصاری اس کو اس لئے کہا کہ وہ انصار کے قبیلہ ہی سے تھا قبائل انصار میں سے بعض لوگ منافق تھے جیسے کہ عبداللہ بن ابی۔ (۶) اور اس کا قتل اس کی تالیف قلب کیلئے نہیں کیا گیا یا منافقین کی ایذاؤں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبر کرنے والے تھے تاکہ لوگوں کے اس پروپیگنڈہ سے حفاظت رہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔ (۷) بعض علماء کا کہنا یہ ہے کہ یہ پکا مؤمن تھا اور غصہ کے جوش میں اس گستاخانہ انداز میں بات کہہ بیٹھا۔ واللہ اعلم۔ (ع۔ح)

زائد پانی سے منع مت کرو تا کہ اس سے زیادہ گھاس سے روکنے والے نہ بن جاؤ

۴/۲۹۴۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوْا فَضْلَ الْمَاءِ لِتَمْنَعُوْا بِهٖ فَضْلَ الْکَلَاءِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۱/۵ الحدیث رقم ۲۳۵۴ ومسلم فی ۱۱۹۸/۳ الحدیث رقم (۳۷۔۱۵۶۶) وابوداوٗد فی السنن الحدیث رقم ۷۴۷/۳ الحدیث رقم ۳۴۷۳ فی والترمذی فی ۵۷۲/۳ الحدیث رقم ۱۲۷۲ وابن ماجه فی ۸۲۸/۲ الحدیث رقم ۲۴۷۸ واحمد فی المسند ۲۴۴/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم زائد پانی سے منع مت کرو تا کہ اس سے زیادہ گھاس سے روکنے والے نہ بن جاؤ۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ مویشیوں کو گھاس وہاں چرائی جاتی ہے جہاں پانی ہو جب جانوروں کو پانی پلانے سے منع کرو گے تو کسی نے گھاس کیا چرانی ہے۔ پس پانی سے منع کرنے والا گھاس سے روکنے والا ہے اور مویشیوں کو گھاس کی ضرورت پڑتی ہے اور اس سے منع کرنا درست نہیں۔ پس پانی سے منع کرنا بھی یہی حکم رکھتا ہے۔

۵/۲۹۵۰ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ رَجُلٌ حَلَفَ عَلٰی سِلْعَةٍ لَقَدْ اُعْطِیَ بِهَا اَکْثَرَ مِمَّا اُعْطِیَ وَهُوَ کَاذِبٌ وَرَجُلٌ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ کَاذِبَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ لِیَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ وَرَجُلٌ مَنَعَ فَضْلَ مَاءٍ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ اَلْیَوْمَ اَمْنَعُكَ فَضْلِیْ کَمَا مَنَعْتَ فَضْلَ مَاءٍ لَمْ تَعْمَلْ یَدَاكَ۔ (متفق علیه) وَذُکِرَ حَدِیْثُ جَابِرٍ فِیْ بَابِ الْمَنْهِیِّ عَنْهَا مِنَ الْبُیُوْعِ۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۳/۵ الحدیث رقم ۲۳۶۹ ومسلم فی ۱۰۳/۱ الحدیث رقم (۱۷۳۔۱۰۳)

وابو داؤد فی السنن ۳/۷۴۹ الحدیث رقم ۳۴۷۴ والنسائی فی ۷/۲٤٦ الحدیث رقم ٤٤٦٢وابن ماجه فی ۲/۷٤٤ الحدیث رقم ۲۲۰۷ واحمد فی المسند ۲/۲۵۳۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں کہ ان سے اللہ تعالیٰ رحمت کا کلام نہیں فرمائیں گے اور نہ ان کی طرف نظر عنایت سے توجہ فرمائیں گے۔(۱) ایک وہ شخص جو اس بات پر قسم کھائے کہ اس چیز کے زیادہ پیسے تمہاری بنسبت مجھے مل رہے تھے یعنی اگر میں یہ سامان کسی اور کو بیچتا تو وہ مجھے اس سے زیادہ پیسے دیتا حالانکہ وہ قسم کھانے میں جھوٹا ہے۔(۲) وہ آدمی جو عصر کے بعد جھوٹی قسم اٹھائے تا کہ اس قسم سے کسی مسلمان کا مال حاصل کرے۔(۳) تیسرا وہ آدمی جو اپنے زائد پانی سے لوگوں کو روکتا ہو تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ آج کے دن میں تم سے اپنے فضل کو روک لونگا کیونکہ تم نے وہ زائد پانی جس کے نکالنے میں تمہارے ہاتھوں کا دخل نہیں تھا اس سے لوگوں کو منع کیا۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ (۱)"بَعْدَ الْعَصْرِ" عصر کی تخصیص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ سخت قسمیں اس وقت میں کھائی جاتی ہیں۔(۲) اس وقت کا تذکرہ عظمت کیلئے کیا کہ اس وقت کی قسم بہت بڑی ہوگی۔

(۳)"مَالَ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ" مسلمان کے مال کا یہ حکم ہے ذمی کا مال بھی یہی حکم رکھتا ہے۔(۴)"لَمْ تَعْمَلْ يَدَاكَ" کا مطلب یہ ہے کہ تیری محنت سے نہیں نکلا۔ اگرچہ کنواں اور نہر آدمی کی مشقت سے بنتے ہیں' مگر وہاں سے پانی کا نکلنا تو محض قدرت الٰہی سے ہے۔(ع)

(۵) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت باب المنھی عنھا من البیوع میں گزری ہے۔ وہ روایت یہ ہے نھٰی رسول اللہ ﷺ عن بیع فضل الماء۔ صاحب مصابیح نے اس روایت کو یہاں ذکر کیا۔ البتہ ہم نے اس کو وہاں ذکر کیا ہے۔(ع)

الفصل الثانی:

جس نے کسی اُفتادہ (ویران وبنجر) زمین پر احاطہ بنالیا وہ اسی کی ہے

۶/۲۹۵۱ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَحَاطَ حَائِطًا عَلَى الْاَرْضِ فَهُوَ لَهُ۔(رواہ ابو داؤد)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۳/٤٥٦ الحدیث رقم ۳۰۷۷ واحمد فی المسند ۵/۲۱۔

ترجمہ: حضرت حسن نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ جس نے کسی (افتادہ) زمین پر احاطہ بنالیا وہ اسی کی ہے۔ یہ روایت ابوداؤد نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ جو آدمی افتادہ زمین پر چاردیواری کر کے اس کو گھیرئے وہ اسی کی ملک ہوجاتی ہے۔(۲) اس روایت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ افتادہ زمین میں صرف دیوار بنانا کافی ہے اور امام احمد کا یہی مذہب ہے۔(۳) ائمہ ثلاثہؒ کے ہاں افتادہ زمین پر

ملکیت کے ثبوت کیلئے اس کومکان وزراعت وغیرہ سے آباد کرنا ضروری ہے' جیسا کہ فوائد الباب میں گزرا۔اسکے مطابق روایت کامفہوم یہ ہے کہ رہائش کیلئے دیوار کھینچے۔(ح۔ع)

۷/۲۹۵۲ وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْطَعَ لِلزُّبَيْرِ نَخِيْلاً۔ (رواه ابوداود)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۳/۴۵۱ الحدیث رقم ۳۰۶۹۔

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر ؓ کو کچھ کھجوریں (یعنی کھجور کے درخت) بطور جاگیر عنایت فرمائیں۔یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس میں دواحتمال ہیں نمبر۱ یہ درخت زمین خمس سے عنایت فرمائے جو کہ ان کا حق تھا نمبر۲ افتادہ زمین کو انہوں نے آباد کیا تو آپ ﷺ نے عنایت فرمادی۔(ح)

۸/۲۹۵۳ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْطَعَ لِلزُّبَيْرِ حُضْرَ فَرَسِهٖ فَاَجْرٰى فَرَسَهٗ حَتّٰى قَامَ ثُمَّ رَمٰى بِسَوْطِهٖ فَقَالَ اَعْطُوْهُ مِنْ حَيْثُ بَلَغَ السَّوْطُ۔ (رواه ابوداود)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۳/۴۵۳ الحدیث رقم ۳۰۷۲ واحمد فی المسند ۲/۱۵۶۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر کو ایک گھوڑے کی دوڑ کے برابر جاگیر عنایت فرمائی یعنی ایک دن میں جہاں تک دوڑ کر ٹھہرے اتنی وسیع زمین دی۔زبیر نے اپنا گھوڑا دوڑایا پھر اپنا کوڑا اگلی جانب پھینکا تو آپ ﷺ نے فرمایا زبیر کو ان کے کوڑے تک کا حصہ زمین دے دو۔یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

۹/۲۹۵۴ وَعَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْطَعَهٗ اَرْضًا بِحَضْرَ مَوْتَ قَالَ فَاَرْسَلَ مَعِیَ مُعَاوِيَةَ قَالَ اَعْطِهَا اِيَّاهُ۔ (رواه الترمذی والدارمی)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۳/۴۴۳ الحدیث رقم ۳۰۵۸ والترمذی فی ۳/۶۶۵ الحدیث رقم ۱۳۸۱ والدارمی فی ۲/۳۴۷ الحدیث رقم ۲۶۰۹ واحمد فی المسند ۶/۳۹۹۔

ترجمہ: علقمہ بن وائل نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرموت میں ان کو ایک جاگیر عنایت فرمائی۔آپ ﷺ نے میرے ساتھ معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ وہ مجھے زمین کی پیمائش کر کے دیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ زمین وائل کو پیمائش کر کے دیدو۔یہ ترمذی' دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ حضرموت ایک شہر ہے یہ وائل وہیں کے رہائشی تھے۔(ح)

حضرت وائل کو یہ قطعہ زمین عطا کرنا کس حیثیت سے تھا۔تو اس میں دواحتمال ہیں:

① اس جگہ بالفعل باغ وغیرہ کچھ نہ تھا البتہ باغ کی صلاحیت تھی یا کھجور کے جھنڈ تھے۔اگر ان کی دیکھ بھال کی جاتی تو وہ پھل دینا شروع کر دیتے گویا یہ دینا احیاء موات کے طور پر تھا۔

② یا یہ عطا خمس میں سے تھی اور نبی کریم ﷺ کے لئے خمس میں سے عطا کرنا جائز تھا۔

وہ زمین جہاں اونٹوں کے پاؤں نہ پہنچیں

۱۰/۲۹۵۵ وَعَنْ اَبْيَضَ بْنِ حَمَّالِ الْمَارِبِيِّ اَنَّهُ وَفَدَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَقْطَعَهُ الْمِلْحَ الَّذِىْ بِمَارِبَ فَاَقْطَعَهُ اِيَّاهُ فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا اَقْطَعْتَ لَهُ الْمَاءَ الْعِدَّ قَالَ فَرَجَعَهُ مِنْهُ قَالَ وَسَاَلَهُ مَاذَا يُحْمٰى مِنَ الْاَرَاكِ مَا لَمْ تَنَلْهُ اَخْفَافُ الْاِبِلِ۔

(رواه الترمذى و ابن ماجة و الدارمى)

اخرجه الترمذى فى السنن ٣/٦٦٤ الحديث رقم ١٣٨٠ و ابن ماجه فى ٢/٨٢٧ الحديث رقم ٢٤٧٥ و الدار مى فى ٢/٣٤٧ الحديث رقم ٢٦٠٨۔

ترجمہ: حضرت ابیض بن حمال ماربی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ سے سوال کیا کہ مجھے مارب میں پائی جانے والی نمک کی کان بطور جاگیر دی جائے تو آپ ﷺ نے نمک کی کان ان کو بطور جاگیر عنایت فرما دی۔ جب وہ واپس لوٹنے لگے تو ایک شخص یعنی اقرع بن حابس تمیمی رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہؐ! آپ ﷺ نے اس کو نمک کا تیار پانی دے دیا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے وہ نمک کی کان واپس لے لی۔ راوی کہتے ہیں کہ اس شخص نے سوال کیا کہ یارسول اللہؐ! پیلوؤں والی کون سی زمین گھیری جائے آپ ﷺ نے فرمایا جہاں اونٹوں کے پاؤں نہ پہنچیں۔ یہ ترمذی وابن ماجہ اور دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ مارب ایک علاقہ کا نام ہے جو یمن کی سرزمین میں ہے۔ (۲) "الماء العد" کا معنی ہمیشہ تیار و میسر ہونے والا جو کبھی منقطع نہ ہو۔ (۳) "فرجعه منه" آپ ﷺ نے پہلے گمان فرمایا کہ وہ قطعہ زمین اس کان کی طرح ہے جہاں سے مشقت کے ساتھ نمک تیار ہوتا ہے جب آپ ﷺ کو بتلایا گیا کہ وہاں تو ہر وقت تیار نمک بلا محنت و مشقت ملتا ہے۔ جیسا کہ پانی اور گھاس جو ہر گھڑی موجود ہو۔ تو آپ ﷺ نے اس سے واپس لے لیا کیونکہ اس سے تو تمام لوگوں کا حق متعلق ہے۔ پس حق کی رعایت اور کام کی درستگی کے پیش نظر واپس لوٹانا بہتر سمجھا گیا جب آپ ﷺ کو بتلایا گیا وہ تو بلا مشقت حاصل ہونے والے پانی کی طرح ہے۔

حاصل یہ کہ کانوں کی دو قسمیں ہیں: بعض وہ کانیں ہوتی ہیں جس سے مال بلا مشقت نکالا جا سکتا ہے۔ دوسری وہ جن سے مال نکالنے کے لئے محنت کرنا پڑتی ہے۔ دوسری قسم کی کان امام کسی کو دے سکتا ہے۔ پہلی قسم کی نہیں دے سکتا۔ ابیض بن حمال کو جو کان دی تھی اس کے بارے میں پہلے نبی کریم ﷺ نے یہ سمجھا تھا کہ شاید وہ کان دوسری قسم کی ہے اس لئے ان کو دی تھی لیکن جب پتہ چلا کہ وہ تو پہلی قسم کی ہے تو پھر واپس لے لی۔

اس سے معلوم ہوا کہ گاؤں بطور جاگیر دینا درست ہے۔ جب کہ وہ دور دراز ہوں اور ان سے بلا مشقت کوئی چیز حاصل نہ ہوتی ہو۔ (۳) جو گاؤں قریب اور نظر آنے والے ہوں اور ان سے لوگوں کے مفادات وابستہ ہوں اور خاص تدبیر ومحنت کی ضرورت نہ ہو تو ان کو کسی کو جاگیر میں دینا درست نہیں ہے بلکہ اس میں لوگوں کا اسی طرح حصہ ہے جیسا کہ پانی کے

نالے اور گھاس میں حصہ ہے۔

(۴) اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر حاکم کوئی حکم کرے اور پھر اس کو معلوم ہو کہ حق اس کے برعکس ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنا فیصلہ ساقط کر دے اور اپنی بات سے رجوع کر لے۔ "لَمْ تَنَلْهُ اَخْفَافُ الْاِبِلِ" کا مطلب یہ ہے کہ وہ مقام چراگاہ اور عمارات سے الگ اور دور ہو۔

(۵) اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ احیاء موات آبادی کے قریب جائز نہیں اگر کوئی ایسا کرے گا تو وہ اس کی ملک شمار نہ ہوگی۔ کیونکہ وہاں گاؤں کے جانور وغیرہ چرتے ہیں۔ (ع۔ح)

۱۱/۲۹۵۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُسْلِمُوْنَ شُرَكَاءُ فِيْ ثَلَاثٍ فِي الْمَاءِ وَالْكَلَاءِ وَالنَّارِ۔ (رواہ ابوداود وابن ماجة)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۳/ ۷۵۰ الحدیث رقم ۳۴۷۷ وابن ماجه فی ۲/ ۸۲۶ الحدیث رقم ۲۴۷۲ واحمد فی المسند ۵/ ۳٦٤۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تین چیزوں میں تمام مسلمان شریک ہیں۔

تشریح ۞ (۱) پانی (۲) گھاس (۳) آگ۔ یہ ابوداؤد، ابن ماجہ کی روایت ہے۔

"اَلْمَاءِ" سے مراد نہر یا کنوئیں کا پانی ہے۔ ٹب یا اپنے برتن میں بھرا ہوا پانی مراد نہیں ہے۔ اس کی وضاحت فوائد الباب کے عنوان سے ہو چکی (۲) الکلاء اس سے جنگل میں اگنے والی گھاس مراد ہے۔ (۳) النار ' اس سے جلانے والی آگ مراد ہے۔ یعنی کسی کے پاس آگ ہو تو دوسرے کو اس سے منع کرنے کا اسے حق نہیں پہنچتا۔ خواہ اس سے چولھا جلائے یا چراغ روشن کرے اسی طرح آگ کی روشنی میں بیٹھنے سے منع نہیں کر سکتا۔ (۴) آگ والے کو یہ حق ہے کہ وہ آگ سے سلگتی لکڑی لینے سے منع کر سکتا ہے کیونکہ اس سے آگ کی حرارت وتپش میں کمی واقع ہوگی اور وہ بجھ جائے گی۔

(۵) بعض نے کہا کہ اس سے مراد سنگ چقماق ہے یعنی وہ پتھر کہ جس کے مارنے سے آگ روشن ہو جاتی ہے کہ اگر کسی کی افتادہ زمین میں پایا جائے تو وہ اسے لینے سے روک نہیں سکتا۔ افتادہ زمین میں پائے جانے کی وجہ سے اس پر تمام لوگوں کا حق ہے۔ (ح۔ع)

مباح چیز جو آدمی پہلے پائے وہ اس کی مِلک ہو جائے گی

۱۲/۲۹۵۷ وَعَنْ اَسْمَرَ بْنِ مُضَرِّسٍ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْتُهُ فَقَالَ مَنْ سَبَقَ اِلٰى مَاءٍ لَّمْ يَسْبِقْهُ اِلَيْهِ مُسْلِمٌ فَهُوَ لَهُ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۳/ ۳۵۲ الحدیث رقم ۳۰۷۱

ترجمہ: حضرت اسمر بن مضرس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ

کی بیعت کی یعنی اسلام لایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی اس پانی تک سب سے پہلے پہنچ جائے کہ اس سے پہلے وہاں کوئی نہ پہنچا ہو تو وہ اسی کا شمار ہوگا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❁ مطلب یہ ہے کہ جو شخص مباح پانی میں سے کچھ پانی اپنے برتن میں لے لے تو وہ پانی اس کی ملکیت ہے۔ اور جو پانی وہاں موجود ہے وہ کسی کی ملک نہیں ہے (۲) دیگر مباح اشیاء لکڑی، خودرو گھاس وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے (۳) کافر سبقت کرنے سے مالک نہ بنے گا۔ (اشعۃ اللمعات)

جہاں لاچاروں کے حقوق محفوظ نہ ہوں وہ جگہ کیسے امن والی ہو سکتی ہے

۲۹۵۸/۱۳ وَعَنْ طَاؤُسٍ مُرْسَلاً اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَحْيَا مَوَاتًا مِّنَ الْاَرْضِ فَهُوَ لَهٗ عَادِيُّ الْاَرْضِ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ هِيَ لَكُمْ مِّنِّيْ رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَرُوِيَ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْطَعَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ الدُّوْرَ بِا لْمَدِيْنَةِ وَهُوَ بَيْنَ ظَهْرَانِيْ عِمَارَةِ الْاَنْصَارِ مِنَ الْمَنَازِلِ وَالنَّخْلِ فَقَالَ بَنُوْ عَبْدِ بْنِ زُهْرَةَ نَكِّبْ عَنَّا ابْنَ اُمِّ عَبْدٍ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلِمَ ابْتَعَثَنِيَ اللّٰهُ اِذًا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُقَدِّسُ اُمَّةً لَا يُؤْخَذُ لِلضَّعِيْفِ فِيْهِمْ حَقُّهٗ۔

اخرجه الشافعي في الام ٤/٤٥ كتاب احكام الهبة باب عمارة ماليس معمورا۔

ترجمہ: حضرت طاؤس رحمہ اللہ نے بطور ارسال روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی افتادہ زمین کو آباد کرے وہ اسی کی ہے۔ اور پرانی زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے اور پھر وہ میری طرف سے تمہارے لئے ہے۔ یہ روایت امام شافعی رحمہ اللہ نے نقل کی ہے۔ شرح السنہ میں روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو انصار کی آبادی کے درمیان بطور جاگیر گھر عنایت فرمائے تھے۔ یعنی وہ مکان انصار کے مکانات اور کھجوروں کے درمیان واقع تھے۔ بنو عبد بن زہرہ کہنے لگے کہ ام عبد کے بیٹے کو ہم سے دور رکھا جائے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے کیوں مبعوث فرمایا ہے؟ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس امت کو پاک نہیں کرتے جس میں کمزور کا حق (طاقتور سے) نہ لیا جائے۔ (شرح السنہ)

تشریح ❁ "عادی الارض" اس سے مراد وہ قدیم زمین ہے جس کا مالک معلوم نہ ہو۔ پرانے ہونے کی وجہ سے اس کی نسبت حضرت ھود علیہ السلام کی قوم عاد کی طرف ہے۔ کیونکہ ان کا زمانہ بہت پہلے کا ہے گویا قدامت میں مبالغہ کرنے کے لئے ان کی طرف نسبت کر دی اور اس سے مراد افتادہ زمین ہے۔ (۲) "ورسولہ" کا مطلب یہ ہے کہ اصل مالک تو اللہ تعالیٰ ہیں میں اس کا رسول اس کے حکم سے تصرف و تقسیم کرتا ہوں اور جس کو چاہتا ہوں دیتا ہوں اور جسے چاہتا ہوں اس کی آبادکاری کی اجازت دیتا ہوں۔ (۳) قاضی کہتے ہیں کہ "ثم ھی......" کا جملہ ظاہر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی تمہیدی طور پر لایا گیا ہے۔ تاکہ رسول کی عظمت شان ظاہر ہو۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے۔ (۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مکان حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو دیا تھا وہ انصار کی عمارات اور درختوں کے درمیان واقع تھا۔ اس لئے بعض انصار کو یہ ناگوار ہوا

کہ عبداللہ کا مکان ان کے مکانات کے درمیان میں ہو۔ (۵) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے والد زمانہ جاہلیت میں عبد بن زہرہ کے حریف یعنی مدمقابل تھے اوران کی والدہ ان کے خدام میں سے تھی اس لئے عبد بن زہرہ نے کہا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو ہم سے الگ رکھیں۔ تو یہ جملہ بطور حقارت تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے کیوں مبعوث فرمایا ہے؟ یعنی میرا بھیجنا اسی مقصد کیلئے ہے کہ میں ضعفاء اور مساکین کی مدد کروں۔ اور اللہ تعالیٰ تو اس قوم کو پاک نہیں کرتے جس میں ضعفاء کا حق (طاقتوروں سے) نہ لیا جاتا ہو۔ یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ اگرچہ کمزور ہیں مگر میری ذمہ داری ہے کہ میں ان کو تقویت دوں (تاکہ ان کا حق انہیں مل جائے) (ع۔ح)

نہر سے کھیتوں اور باغوں کو سیراب کرنے کے طریقہ کار کا بیان

۱۴/۲۹۵۹ وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى فِي السَّيْلِ الْمَهْزُوْرِ اَنْ يُّمْسَكَ حَتّٰى يَبْلُغَ كَعْبَيْنِ ثُمَّ يُرْسِلَ الْاَعْلٰى عَلَى الْاَسْفَلِ۔

(رواه ابو داود و ابن ماجة)

اخرجه ابوداؤد في السنن ٤/٥٣ الحديث رقم ٣٦٣٩ وابن ماجه في ٢/٨٣٠ الحديث رقم ٢٤٨٢ ومالك في الموطأ ٢/٨٤٤ الحديث رقم ٢٨ من كتاب الاقضية

ترجمہ: عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہزور کے پانی کے سلسلہ میں حکم فرمایا کہ اس کو اس وقت بند کیا جائے جب کہ پانی ٹخنوں تک پہنچ جائے۔ پھر بلندی والا نیچے کی طرف پانی چھوڑ دے۔ یہ ابوداؤد اور ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ☼ مہزور کے پانی'' سے مراد وہ پانی ہے جو قریظہ کے مہزور نالہ سے بہتا ہوا باغات اور کھیتوں کو سیراب کرتا تھا۔ مہزور درحقیقت مدینہ کی ایک وادی کا نام ہے جو بنوقریظہ کے علاقہ میں واقع تھی۔ بنوقریظہ کے باغات اور کھیت وغیرہ اسی وادی سے آنے والے پانی سے سیراب ہوتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی کی زمین نالے سے متصل ہو اول اس کا حق ہے کہ وہ اپنی زراعت اور باغات کو پلائے یہاں تک کہ پانی ٹخنوں تک بلند ہو جائے پھر وہ پانی کو نیچے والے کیلئے چھوڑ دے۔ (۲) ہر نہر اور نالہ جس کا پانی جاری ہو اس کا یہی حکم ہے۔ کہ بغیر کسی عمل ومحنت کے بلند زمین والا اپنی کھیتی کو سیراب کرے یہاں تک کہ پانی ٹخنوں تک بلند ہو جائے۔ پھر وہ پانی چھوڑ دے تاکہ نیچے والے کو پہنچ جائے۔ (ع)

اگر اللہ نے صاحب جائیداد کیا ہے تو اپنے سے کمتر کو تکلیف مت پہنچاؤ

۱۵/۲۹۶۰ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّهٗ كَانَتْ لَهٗ عَضُدٌ مِنْ نَخْلٍ فِيْ حَائِطِ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَمَعَ الرَّجُلِ اَهْلُهٗ فَكَانَ سَمُرَةُ يَدْخُلُ عَلَيْهِ فَيَتَاَذّٰى بِهٖ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَطَلَبَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَبِيْعَهٗ فَاَبٰى فَطَلَبَ اَنْ يُّنَاقِلَهٗ فَاَبٰى قَالَ فَهَبْهُ لَهٗ وَلَكَ كَذَا اَمْرًا

رَغْبَةً فِيْهِ فَاَبٰى فَقَالَ اَنْتَ مُضَارٌّ فَقَالَ لِلْاَنْصَارِيِّ اِذْهَبْ فَاقْطَعْ نَخْلَهُ وَذُكِرَ حَدِيْثُ جَابِرٍ مَّنْ اَحْيٰى اَرْضًا فِيْ بَابِ الْغَصَبِ بِرِوَايَةِ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ اَبِيْ صِرْمَةَ مَنْ ضَارَّا ضَرَّ اللّٰهُ بِهٖ فِيْ بَابِ مَا يُنْهٰى مِنَ التَّهَاجُرِ۔

اخرجه ابوداؤد فی السنن ٤ / ٥٠ الحديث رقم ٣٦٣٦

:حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے کچھ درخت ایک انصاری کے باغ میں تھے۔ وہ انصاری اس باغ میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ رہتے تھے۔ جب سمرہ باغ میں آتے تو انصاری کو اس کی وجہ سے تکلیف ہوتی چنانچہ انصاری جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمرہ کو بلایا تاکہ وہ یہ درخت انصاری کے ہاتھ فروخت کر دیں تاکہ وہ ایذاء سے بچ جائے۔ مگر سمرہ نے اس بات سے انکار کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے یہ درخت انصاری کے دوسرے درختوں سے بدل لو جو دوسری جگہ واقع ہیں مگر سمرہ نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ درخت انصاری کو بطور ہدیہ بخش دو اور تمہارے لیے اس بخشش کے بدلے جنت کی نعمتیں ملیں گی یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور ترغیب فرمائی۔ مگر سمرہ نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو انصاری کو ضرر پہنچانے والا ہے۔ اور جو کوئی کسی کو ضرر پہنچاتا ہے تو اس کے ضرر کو دفع کرنا لازم ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری کو حکم فرمایا کہ جاؤ اور اس کے درخت کاٹ ڈالو۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ (۱) بعض نے اس انصاری کا نام مالک بن قیس ذکر کیا ہے۔ (۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمرہ کے درختوں کو بدلنے' فروخت کرنے' ہبہ کرنے کا حکم فرمایا تو یہ بات بطور سفارش تھی یہ امر بطور وجوب نہ تھا۔ اسی لئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رغبت دلائی۔ (۳) سمرہ نے یہ درخت بطور عاریت لگائے تھے اب ان کا فروخت' تبدیلی اور ہبہ سے انکار کرنا دلالت کرتا تھا کہ وہ انصاری کو ضرر پہنچانا چاہتے ہیں پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم جاری فرمایا کہ ان درختوں کو کاٹ ڈالا جائے تاکہ ضرر کا ازالہ ہو۔ (ح۔ع) (اب اس حکم کے سامنے سمرہ کو دم مارنے کی مجال نہ تھی) (۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت (من حینی ارضًا) باب غصب میں گزر چکی ہے جس کو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ ابوصرمہ انصاری کی روایت: ''من ضار اضر اللہ بہٗ باب ماینھٰی من التھاجر'' میں ان شاء اللہ مذکور ہوگی۔

الفصل الثالث:

روزمرہ کی عام اشیاء سے انکار نہ کرو

۱۶/۲۹۶۱ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الشَّيْءُ الَّذِيْ لَا يَحِلُّ مَنْعُهٗ قَالَ الْمَاءُ وَالْمِلْحُ وَالنَّارُ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا الْمَاءُ قَدْ عَرَفْنَاهُ فَمَا بَالُ الْمِلْحِ وَالنَّارِ قَالَ يَا حُمَيْرَاءُ مَنْ اَعْطٰى نَارًا فَكَاَنَّمَا تَصَدَّقَ بِجَمِيْعِ مَا اَنْضَجَتْ تِلْكَ النَّارُ وَمَنْ اَعْطٰى مِلْحًا فَكَاَنَّمَا تَصَدَّقَ بِجَمِيْعِ مَا طَيَّبَتْ تِلْكَ الْمِلْحُ وَمَنْ سَقٰى مُسْلِمًا شَرْبَةً مِنْ مَّاءٍ حَيْثُ يُوْجَدُ الْمَاءُ فَكَاَنَّمَا

اَعْتَقَ رَقَبَةً وَمَنْ سَقٰى مُسْلِمًا شَرْبَةً مِّنْ مَّاءٍ حَيْثُ لَا يُوْجَدُ الْمَاءُ فَكَاَنَّمَا اَحْيَاهَا۔ (رواه ابن ماجة)

اخرجه ابن ماجه فى السنن ۲/۸۲۶ الحديث رقم ۲۴۷۴

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے ایک دن جناب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا وہ کونسی چیزیں ہیں جن کو دینے سے انکار درست نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا پانی' نمک' آگ۔ حضرت عائشہ ؓ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! پانی کے انکار کی بات تو سمجھ آتی ہے کہ اس کی انسانوں اور حیوانات سب کو ضرورت ہے۔ اور اس کے انکار کی وجہ سے ضرر پہنچتا ہے۔ مگر نمک اور آگ تو دو معمولی اشیاء ہیں یعنی انکا ضرر نہ دینے میں پانی جیسا نہیں ہے۔ ان کے دینے اور نہ دینے کا کیا اعتبار ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ (اے حمیراء (یہ آپ ﷺ کا دیا ہوا لقب ہے جس سے آپ ﷺ حضرت عائشہ کو آواز دیتے تھے) جو شخص کسی کو آگ دے تو گویا اس نے ان تمام چیزوں کا صدقہ کیا جو اس آگ سے پکائی گئیں اور جس نے نمک دیا تو اس نے گویا وہ تمام چیزیں صدقہ کیں جن کو نمک نے مزیدار بنادیا۔ جس نے مسلمان کو ایک بار پانی پلایا۔ جہاں پانی وافر مقدار میں پایا جاتا ہے تو گویا اس نے ایک غلام آزاد کیا۔ اور جس نے کسی ایسی جگہ کسی مسلمان کو پانی پلایا جہاں پانی میسر نہیں تو اس نے گویا اس کو زندہ کیا۔ یہ روایت ابن ماجہ نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ زندہ کیا یعنی مسلمان کی جان کو بچایا۔

دراصل حضرت عائشہ ؓ نے پانی کے بارے میں یہ دعویٰ کیا کہ اس کی ضرورت و اہمیت مجھے معلوم ہے تو نبی کریم ﷺ نے پانی پلانے کی فضیلت آخر میں بیان کر کے گویا حضرت عائشہ ؓ کو یہ سمجھایا کہ تمہیں صرف پانی کی اہمیت اور ضرورت ہی کا علم ہے' اس کے ثواب و اجر کا علم نہیں ہے وہ تمہیں بتاتا ہوں۔

بَابُ الْعَطَايَا

عطیات کا بیان

اس باب میں عطیات کی مختلف اقسام وقف' ہبہ' عمریٰ' رقبی وغیرہ کا ذکر ہوگا۔ کذا ذکر الشیخ

ملا علی قاری رحمہ اللہ کا ارشاد:

کہ عطایا سے مراد وہ بخششیں ہیں جو امراء کی طرف سے بطور انعام ملتی ہیں۔

امام غزالی رحمہ اللہ:

بادشاہوں کے انعامات اور سرکاری ہدایا کو قبول کرنے میں اختلاف ہے۔

① علماء کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ جس مال کے حرام ہونے کا یقین نہ ہو (بلکہ احتمال ہو) تو اس کا لینا درست ہے۔

② دوسرے علماء کہتے ہیں کہ ایسے اموال کا بھی نہ لینا اولیٰ ہے جب تک کہ اس کے حلال ہونے کا یقین نہ ہو جائے کیونکہ آجکل سلاطین و ملوک کے ہاں اکثر مال حرام ہی ہوتا ہے۔

③ بادشاہوں کے عطیات حلال ہیں۔ اور غنی اور فقیر دونوں لے سکتے ہیں جب تک کہ یہ یقین نہ ہو کہ یہ حرام ہے اور باقی حرام مال دینے کا وبال دینے والے پر ہوگا۔ ان کی دلیل (۱) یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے شاہ اسکندریہ مقوقس کا ہدیہ قبول فرمایا۔ نمبر۲ آپ ﷺ نے یہودی سے قرض لیا باوجود یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا: اکالون للسحت...... کہ وہ بہت زیادہ حرام خور ہیں۔

④ بعض علماء کا کہنا ہے کہ جس مال کے حرام ہونے کا یقین نہ ہو وہ فقیر کیلئے حلال ہے۔ مگر غنی کیلئے جائز نہیں۔ اور فقیر سلطان کے مال سے ہدیہ وغیرہ قبول کرے تو اس کے لئے اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ کیونکہ اگر وہ مال بادشاہ کی ملک ہے تو تب بھی اس کو لینا بلا ریب درست ہے۔ اور اگر وہ مال فئی یا خراج یا عشر کی قسم سے ہے تو یہ خالص حق فقراء کا ہے۔

⑤ اسی طرح بیت المال کے مال میں اہل علم کا بھی حق ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا جو شخص اسلام میں برضاء ورغبت داخل ہو اور وہ قرآن مجید یاد کرے تو اس کے لئے بیت المال میں سے ہر سال دو سو درہم کا عطیہ ہے۔ اگر وہ اس کو دنیا میں نہ لے گا تو آخرت میں اس کو مل جائے گا۔'' پس ظاہر ہوا کہ فقیر اور عالم بیت المال سے اپنا حق لے سکتے ہیں۔

(منہاج العابدین غزالی)

الفصل الاول:

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جانب سے خیبر والی زمین کا وقف کیا جانا

۱/۲۹۶۲ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ اَصَابَ اَرْضًا بِخَيْبَرَ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ اَصَبْتُ اَرْضًا بِخَيْبَرَ لَمْ اُصِبْ مَالاً قَطُّ اَنْفَسَ عِنْدِىْ مِنْهُ فَمَا تَاْمُرُنِىْ بِهٖ قَالَ اِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ اَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا فَتَصَدَّقَ بِهَا عُمَرُ اَنَّهٗ لَا يُبَاعُ اَصْلُهَا وَلَا يُوْهَبُ وَلَا يُوْرَثُ وَتَصَدَّقَ بِهَا فِى الْفُقَرَاءِ وَفِى الْقُرْبٰى وَفِى الرِّقَابِ وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَالضَّيْفِ لَا جُنَاحَ عَلٰى مَنْ وَلِيَهَا اَنْ يَّاْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوْفِ اَوْ يُطْعِمَ غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ قَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ غَيْرَ مُتَاَثِّلٍ مَالاً۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۵٤/٥ الحدیث رقم ۲۷۳۷ومسلم فی صحیحه ۱۲٥٥/۳ الحدیث رقم (۱٥۔۱٦۳۲) والنسائی فی السنن الحدیث رقم ۳٥۹۷وابن ماجه فی ۸۰۱/۲ الحدیث رقم ۲۳۹٦ أحمد فی المسند ۱۲/۲

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک زمین خیبر کی غنیمت کے حصہ کے طور پر ملی۔ اس زمین میں کھجوریں ہوتی تھیں۔ وہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! مجھے خیبر میں جو زمین ملی ہے۔ میرے ہاں وہ نفیس ترین مال ہے۔ آپ ﷺ اس کے متعلق کیا حکم فرماتے ہیں؟ یعنی میں چاہتا ہوں کہ اس کو اللہ تعالیٰ کیلئے مقرر کروں۔ اور مجھے معلوم نہیں کہ اس کو کس طرح مقرر کروں آپ ﷺ اپنے طور پر مقرر فرما دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہو تو اس زمین کی اصل وقف کر دو اور اس میں سے جو آمدنی آئے وہ صدقہ کر دیا کرو۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ زمین اس شرط پر وقف کی کہ اصل زمین کو نہ فروخت کیا جا سکتا ہے اور نہ ہبہ کی جا سکتی ہے۔ اور نہ اس میں میراث چلے گی۔ اور اس کی آمدنی کو فقراء، قرابتداروں اور آزاد کروانے پر صرف کیا جائے یعنی جس طرح مکاتبوں کو زکوٰۃ دی جاتی ہے تاکہ وہ بدل کتابت ادا کر کے آزاد ہو جائیں اور راہ خدا میں یعنی غزاۃ و حجاج کیلئے صرف کیا جائے اور مسافروں کیلئے یعنی اگرچہ وہ اپنے گھروں میں مالدار ہوں اور مہمانوں کیلئے۔ اور جو اس زمین پر نگران ہو اس کو بھی دیا جائے یعنی وہ نگران جو اس زمین کی خبر گیری کرے اور اس کی آمدنی ان مصارف پر خرچ کرنے کی نگرانی کرے اگر وہ معروف طریقہ سے اس میں سے نگرانی کی رقم لے تو اس پر کچھ حرج نہیں یعنی خوراک کی مقدار لے یا اپنے اہل و عیال کا خرچہ لے بشرطیکہ خود مالدار نہ ہو۔ اور نہ اس کی آمدنی کو اپنے ہاں جمع کرنے والا ہو۔ ابن سیرین نے غیر متمول کا معنی یہ بیان کیا کہ وہ مال جمع کرنے والا نہ ہو۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

① یہ روایت وقف کے درست ہونے کی دلیل ہے۔

② وقف کی درستی اور جواز پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔

③ یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ وقف شدہ شئے کو فروخت نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہبہ کیا جا سکتا ہے اور نہ اس میں میراث جاری ہوتی ہے۔

④ یہ وقف کی فضیلت کو ثابت کرتی ہے۔ اور یہ کہ وہ صدقہ جاریہ ہے۔

⑤ خیبر کو عنوۃً فتح کیا گیا اور مال غنیمت لینے والے اس کے مالک بن گئے اور آپ ﷺ نے اس کو غزاۃ میں تقسیم فرما دیا۔

⑥ شرح السنہ میں لکھا ہے کہ اس روایت میں دلیل ہے کہ وقف کرنے والا اس وقف سے خود بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے کیونکہ آپ ﷺ نے متولی وقف کیلئے کھانا مباح کیا اور وقف کرنے والا سب سے پہلے اس کا متولی ہوتا ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیر رومہ کو کون خریدے گا کہ اس کا ڈول بھی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ برابر ہو۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو خرید لیا (اور وقف کر دیا) (ع)

۲/۲۹۶۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعُمْرٰی جَائِزَةٌ۔ (متفق علیه)

اخرجه فی صحیحه ٥/٢٣١ الحدیث رقم ٢٦٢٦ ومسلم فی صحیحه ٣/٢٤٨ الحدیث رقم (٣٢-١٦٢) وابوداوٗد فی السنن ٣/٨١٦ الحدیث رقم ٣٥٤٨ والنسائی فی ٦/٢٧٧ الحدیث رقم ٣٥٤٨ واحمد فی المسند ٢/٣٤٧

تَرْجَمَہٗ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا عمریٰ جائز ہے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

عمریٰ: اس کو کہا جاتا ہے کہ کوئی شخص اپنا مکان کسی کو دے اس طرح کہ یہ مکان میں نے تجھے تیری زندگی تک دیا۔ یہ جائز اور درست ہے۔ جب تک وہ زندہ ہے یہ شخص اس سے واپس نہیں لے سکتا۔

(۲) زندگی کے بعد ورثاء کو یہ مکان ملے گا یا نہیں اس میں اختلاف ہے اس کی تین حیثیتیں ہیں نمبر ا مالک اس طرح کہے کہ یہ مکان تیرا ہے اور میں نے تجھے دے دیا جب تک کہ تو زندہ ہے اور جب تو مر جائے گا تو یہ تیرے ورثاء کا ہو گا اس کے

متعلق تمام علماء کا اتفاق ہے کہ یہ ہبہ ہے۔اس سے وہ مکان مالک کی ملک سے نکل جاتا ہے۔ اور جس کو دیا اس کی ملکیت میں آجاتا ہے۔اور وہ اس کی موت کے بعد اس کے ورثاء کی مِلک میں آجاتا ہے اور اگر اس کا کوئی وارث نہ ہو تو وہ بیت المال میں داخل کیا جائے گا۔

نمبر۲ اس طرح کہے کہ یہ مکان تیری موت تک تیرا ہے اور اس کے ساتھ کوئی قید ذکر نہیں کرتا نہ یہ کہتا ہے کہ تیرے مرنے کے بعد تیرے ورثاء کا ہوگا' نہ یہ کہتا ہے کہ میرا ہوگا۔جمہور علماء کے ہاں اس کا حکم بھی وہی ہے جو نمبر ا کا ہم نے لکھا ہے۔ اور احناف کا مسلک بھی یہی ہے اور امام شافعی کا صحیح ترین قول یہی ہے۔بعض علماء کے ہاں اس کے مرنے کے بعد ورثاء کو نہ ملے گا بلکہ مالک کی طرف لوٹ جائے گا۔

نمبر۳ یہ مکان مدت العمر تک تیرے لئے ہے اور اگر تو مر جائے تو یہ میری ملک ہوگا۔حنفیہ کے نزدیک اس کا حکم بھی پہلی دونوں صورتوں والا ہے۔ ہمارے نزدیک اس میں لگائی گئی شرط فاسد ہے۔ اور یہ معاہدہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا۔اور امام شافعی رحمہ اللہ کا صحیح قول اسی طرح ہے۔البتہ امام احمد رحمہ اللہ کے ہاں اس کا عمریٰ فاسد ہے۔کیونکہ اس میں فاسد شرط لگادی گئی ہے۔اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ان تمام صورتوں کا حکم یہ ہے کہ عمری میں صرف منافع کا مالک بنایا گیا ہے اصل کا نہیں۔(ح) (وہ اصل مالک کی ہے اور اسی کی رہے گی)

۲۹۶۴/۳ وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْعُمْرٰى مِيْرَاثٌ لِاَ هْلِهَا۔

(رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۲۴۷/۳ الحدیث رقم (۳۱۔۱۶۲۵)۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عمریٰ میراث ہوتا ہے اس کے اھل کیلئے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یعنی جس کو عمر بھر کے لئے مکان دے دیا جائے تو وہ اس کی ملک ہو جاتا ہے اور اس کی موت کے بعد اس کی اولاد اس کی وارث ہوتی ہے۔اس حدیث کا ظاہر جمہور علماء کا مؤید ہے۔(ح)

۲۹۶۵/۴ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا رَجُلٍ اُعْمِرَ عُمْرٰى لَهٗ وَلِعَقِبِهٖ فَاِنَّهَا لِلَّذِيْ اُعْطِيَهَا لَا يَرْجِعُ اِلَى الَّذِيْ اَعْطَاهَا لِاَنَّهٗ اَعْطٰى عَطَاءً وَقَعَتْ فِيْهِ الْمَوَارِيْثُ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۳۸/۵ الحدیث رقم ۲۶۲۵ ومسلم فی ۱۲۴۵/۳ الحدیث رقم (۲۰۔۱۶۲۵) وابو داؤد فی السنن ۸۱۹/۳ الحدیث رقم ۳۵۵۳ والترمذی فی ۶۳۲/۳ الحدیث رقم ۱۳۵۰ وابن ماجه فی ۷۹۶/۲ الحدیث رقم ۲۳۸۰۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کیلئے عمریٰ کیا گیا اور اس کے ورثاء کیلئے عمریٰ کیا گیا۔پس بے شک وہ عمریٰ اس کے لئے ہے۔کہ جس کو دیا گیا۔یعنی اس کی ملک ہوگا۔وہ دینے والے کی طرف یعنی اصل مالک کی طرف نہیں لوٹایا جاتا یعنی اس لئے کہ دینے والے نے اسے اس طرح دے دیا کہ اس

میں اس کی میراث واقع ہوگی۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ (۱) عمریٰ جس کو دیا جائے وہ اس کی ملک ہو جاتا ہے اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء کو ملے گا اور دینے والے کی طرف واپس نہ لوٹے گا (۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں عمریٰ کی تین اقسام ذکر کی گئی ہیں اس روایت میں ان میں سے قسم اول پائی جاتی ہے۔ اختلاف مذاہب سابقہ فوائد میں ذکر کر دیا گیا ہے۔(ع)

۵/۲۹۶۶ وَعَنْهُ قَالَ اِنَّمَا الْعُمْرٰى الَّتِىْ اَجَازَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يَّقُوْلَ هِىَ لَكَ وَلِعَقِبِكَ فَاَمَّا اِذَا قَالَ هِىَ لَكَ مَا عِشْتَ فَاِنَّهَا تَرْجِعُ اِلٰى صَاحِبِهَا۔ (متفق عليه)

اخرجه مسلم فی صحيحه ۳/۱۲۳۶ الحديث رقم (۲۳ـ۱۶۲۵) وابو داؤد فی ۳/۸۲۰ الحديث رقم ۳۵۵۱ واحمد فی المسند ۳/۲۹۴

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس عمریٰ کو جائز قرار دیا کہ جس میں معمر کہے کہ یہ عمریٰ تیرے لیے اور تیرے ورثاء کیلئے ہے۔ پس جب وہ مطلقاً کہے کہ یہ عمریٰ تیرے لئے ہے تیری زندگی تک تو یہ عمریٰ اس کی زندگی تک کیلئے ہے جب وہ مر جائے تو عمریٰ اصل مالک کی طرف لوٹ آئے گا۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یہ روایت مذہب جمہور کے مخالف ہے۔ جمہور علماء کا مذہب روایت ابو ہریرہ کے فوائد کے تحت مذکور ہوا۔ (۲) اس روایت کا جمہور کی طرف سے جواب یہ ہے کہ یہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا اجتہادی قول ہے۔ مرفوع روایت نہیں ہے۔ (روایت ابو ہریرہ تو مرفوع روایت ہے فتدبر)

الفصل الثانی:

نبی کریم ﷺ کا عمریٰ اور رقبیٰ سے منع کرنے کا بیان

۶/۲۹۶۷ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُرْقِبُوْا وَلَا تُعْمِرُوْا فَمَنْ اُرْقِبَ شَيْئًا اَوْ اُعْمِرَ فَهِىَ لِوَرَثَتِهٖ۔ (رواه ابوداود)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۳/۸۲۰ الحديث رقم ۳۵۵۶، والنسائی فی ۶/۲۷۳ الحديث رقم ۳۷۳۱۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہ رقبیٰ کرو اور نہ عمریٰ۔ پس جس نے رقبیٰ کیا یا عمریٰ کیا پس وہ اس کے ورثاء کیلئے ہے۔ یہ روایت ابوداؤد نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ رقبیٰ: کوئی شخص کسی کو اس طرح کہے کہ یہ مکان تجھے اس شرط پر دیتا ہوں کہ اگر میں تجھ سے پہلے مروں تو یہ مکان تیرے ہی پاس رہے گا۔ اور اگر تو مجھ سے پہلے مر گیا تو پھر یہ مکان میری طرف آ جائے گا۔ رقبیٰ کا لفظ ارقاب سے مشتق ہے جس کا معنی مراقبہ یعنی انتظار کرنا ہے۔ یعنی ان میں سے ہر ایک دوسرے کی موت کا منتظر رہتا ہے۔ (۲) اس روایت میں رقبیٰ اور عمریٰ سے منع کیا گیا ہے جبکہ دیگر روایات سے ان کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ بظاہر ان احادیث میں تعارض ہے اس کا حل یہ ہے یہاں نہی

ارشادی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عمریٰ اور رقبیٰ نہ کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ وہ تمہاری ملک سے نکل کر دوسرے کی ملک میں چلے جائیں گے اور اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء کی ملکیت ہوں گے تو یہ تمہاری مصلحت کے خلاف ہے لیکن اگر کوئی کرے تو وہ نافذ ہو جائے گا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ نہی والی حدیث منسوخ ہو۔ (کذا ذکر الشیخ)

(۳) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد:

امام ابوحنیفہؒ اور محمدؒ کے نزدیک رقبیٰ صحیح نہیں۔ البتہ امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح ہے۔

(۴) ہمارے بعض علماء نے اس کو نہی ارشادی بنایا ہے یعنی اپنے مالوں کو ایک مدت تک کیلئے ہبہ نہ کرو۔ کیونکہ اس ہبہ والی چیز سے تمہاری ملک زائل ہو جاتی ہے اور وہ تمہاری طرف دوبارہ نہیں لوٹے گی۔ خواہ لفظ ہبہ کے ساتھ ہو یا عمریٰ یا رقبیٰ کے ساتھ ہو۔

۷/۲۹۶۸ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعُمْرٰى جَائِزَةٌ لِاَهْلِهَا وَالرُّقْبٰى جَائِزَةٌ لِاَهْلِهَا۔

اخرجه ابوداؤد في السنن ۸۲۱/۳ الحديث رقم ۳۵۵۷ والترمذي في ۶۳۳/۳ الحديث رقم ۱۳۵۱ والنسائي في ۲۷۴/۶ الحديث رقم ۳۸۳۹ وابن ماجه في ۷۹۷/۲ الحديث رقم ۲۳۸۳ واحمد في المسند ۳۰۳/۳

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمریٰ جائز ہے عمریٰ والوں کیلئے یعنی جن کو بطور عمریٰ کے دے دیا۔ اور رقبیٰ بھی جائز ہے رقبیٰ والوں کیلئے۔ اس روایت کو احمد ترمذی اور ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔

الفصل الثالث:

جوازِ عمریٰ کی مخالفت کا بیان

۸/۲۹۶۹ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْسِكُوْا اَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ لَا تُفْسِدُوْهَا فَاِنَّهٗ مَنْ اَعْمَرَ عُمْرٰى فَهِيَ لِلَّذِيْ اُعْمِرَ حَيًّا وَمَيِّتًا وَلِعَقِبِهٖ۔ (رواه مسلم)

اخرجه في صحيحه ۱۲۴۶/۳ الحديث رقم (۲۶-۱۶۲۵) واحمد في المسند ۳۱۲/۳۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مالوں کو اپنے پاس رکھو۔ ان کو خراب مت کرو بیشک جو شخص کسی کو بطریق عمریٰ کوئی چیز دیتا ہے پس وہ عمریٰ یعنی وہ زمین جس کے متعلق عمریٰ کیا گیا ہے وہ چیز حالت زندگی میں اور حالت موت میں اسی کیلئے ہوگا اور اس کی اولاد کیلئے ہوگا جس کیلئے عمریٰ کیا گیا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس کی تاویل بھی وہی ہے جو فصل ثانی کی حدیث جابرؓ میں کی گئی ہے کہ یہ نہی ارشادی ہے۔

باب

یہ باب سابقہ باب سے متعلق ہے

الفصل الاول:

۲۹۷۰/۱ عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ رَيْحَانٌ فَلَا يَرُدُّهُ فَاِنَّهُ خَفِيْفُ الْمَحْمَلِ طَيِّبُ الرِّيْحِ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ٤/١٧٦٦ الحديث رقم (٢٠-٢٢٥٣) وابو داوٗد فی ٤/٤٠٠ الحديث رقم ٤١٧٢ والترمذی فی السنن ٥/١٠٠ الحديث رقم ٢٧٩١ والنسائی ٨/١٨٩ الحديث رقم ٥٢٥٩

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس آدمی کو خوشبودار پھول دیا جائے وہ اس کو واپس نہ کرے اس کا احسان ہلکا پھلکا ہے اور خوشبو عمدہ ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یہی حال ہر اس تحفے کا ہے کہ جو احسان کے اعتبار سے ہلکا پھلکا ہو لیکن خوشگواری اور فرحت کے اعتبار سے مفید ہو تو اس کو واپس نہ کرے تاکہ بھیجنے والے کو رنج نہ ہو۔ بسا اوقات ہدیہ اس لئے قبول نہیں کیا جاتا کہ یہ مجھ پر احسان جتلائے گا اور عرف میں پھول دے کر کوئی عام طور پر احسان نہیں جتلاتا' اس لئے آپ ﷺ نے اس کو رد نہ کرنے کا حکم دیا۔ (ع)

عطر کے (ہدیہ) کو لوٹانا نہیں چاہیے

۲/۲۹۷۱ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيْبَ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحيحه ١٠/٣٧٠ الحديث رقم ٥٩٢٩۔ والنسائی فی السنن ٨/١٨٩ الحديث رقم ٥٢٥٨۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ خوشبو (کے ہدیہ) کو واپس نہ کرتے تھے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تحفہ دے کر واپس لینے والے کی کتے سے مثال

۳/۲۹۷۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَائِدُ فِیْ هِبَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِیْ قَيْئِهٖ لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السَّوْءِ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحيحه ٥/٢٣٤ الحديث رقم ٢٦٢٢ ومسلم فی ٣/١٢٤٠ الحديث رقم (٥/١٦٢٢) وابو داوٗد فی السنن ٣/٨٠٨ الحديث رقم ٣٥٣٨ والنسائی فی ٦/٢٦٧ الحديث رقم ٣٧٠١ وابن ماجه فی

٢/٧٩٧ الحديث رقم ٢٣٨٥

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہبہ کو واپس لوٹانے والا یعنی کسی کو کوئی چیز دیکر واپس لینے والا اس کتے کی طرح ہے جو اپنی قے کر کے چاٹ لیتا ہے" ہمیں بری مثال کی پیروی نہیں کرنی چاہیے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یعنی ہمارے لئے یہ بات مناسب نہیں کہ کسی ایسی چیز کو اپنائیں جس کی بری تمثیل دی گئی ہے۔(۲) ہبہ اور صدقہ سے قبضے کے بعد رجوع کرنا ہمارے نزدیک جائز ہے لیکن مکروہ ہے۔ مگر بعض صورتیں ایسی ہیں جن میں ہمارے نزدیک بھی رجوع جائز نہیں۔ ان کا تذکرہ ہم دوسری فصل کی پہلی روایت کے تحت کریں گے۔ اور اس بارے میں ایک روایت اس باب میں آ رہی ہے۔(۳) اور یہ روایت کراہت اور بے برکتی کو بیان کر رہی ہے۔ گویا حنفیہ کے نزدیک یہ حدیث کراہت پر محمول ہے جبکہ تینوں ائمہ کے نزدیک اس حدیث کی بنیاد پر رجوع جائز نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اس کو حرمت پر محمول کیا ہے۔(۴) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمدؒ کی ایک روایت میں والد کیلئے اس ہبہ کے لوٹانے کا جواز لکھا ہے جو وہ اپنے بیٹے کو دے۔ آئندہ بعض روایات اس پر دلالت بیان کرتی ہیں۔ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ان روایات کے معنی جو بیان کیے ہیں وہ اگلی سطور میں مذکور ہوں گے۔(ع۔ح)

چیز دینے میں اولاد کے درمیان امتیاز نہیں برتنا چاہئے

٤/٢٩٧٣ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ اَنَّ اَبَاهُ اَتٰى بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ نَحَلْتُ ابْنِیْ هٰذَا غُلَامًا فَقَالَ اَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَ مِثْلَهٗ قَالَ لَا قَالَ فَارْجِعْهُ وَفِیْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ قَالَ اَيَسُرُّكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا اِلَيْكَ فِی الْبِرِّ سَوَاءً قَالَ بَلٰى قَالَ فَلَا اِذًا وَفِیْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ قَالَ اَعْطَانِیْ اَبِیْ عَطِيَّةً فَقَالَتْ عَمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ لَا اَرْضٰى حَتّٰى تُشْهِدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اِنِّیْ اَعْطَيْتُ ابْنِیْ مِنْ عَمْرَةَ بِنْتِ رَوَاحَةَ عَطِيَّةً فَاَمَرَتْنِیْ اَنْ اُشْهِدَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَعْطَيْتَ سَائِرَ وَلَدِكَ مِثْلَ هٰذَا ؟ قَالَ لَا قَالَ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ قَالَ فَرَجَعَ فَرَدَّ عَطِيَّتَهٗ وَفِیْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ قَالَ لَا اُشْهِدُ عَلٰى جَوْرٍ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخارى فى صحيحه ٥/٢١١ الحديث رقم ٢٥٨٧ ومسلم فى صحيحه ٣/١٢٤١ الحديث رقم (١٦٢٣/٩) والترمذى فى السنن ٣/٦٤٩ الحديث رقم ١٣٦٧ ولنسائى فى ٦/٢٥٨ الحديث رقم ٣٦٧٢ وابن ماجه فى ٢/٧٩٥ الحديث رقم ٢٣٧٥ ومالك فى الموطأ ٢/٧٥١ الحديث رقم ٣٩ من كتاب الاحكام واحمد فى المسند ٤/٢٦٩

ترجمہ: حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میرے والد مجھے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر آئے اور کہنے لگے میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام بخشا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے اپنے تمام بیٹوں

کو اسی بیٹے جیسا غلام دیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس غلام کو واپس کر لے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم پسند کرتے ہو کہ تمہارے سب بیٹے تمہارے ساتھ نیکی میں برابر ہوں یعنی تیرے ساتھ تمام اچھا سلوک کرنے والے ہوں اور تیری فرمانبرداری اور تعظیم کرنے والے ہوں تو انہوں نے کہا جی ہاں: پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ مناسب نہیں کہ تم اپنے اس اکیلے لڑکے کو غلام دو۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ میرے والد نے مجھے ایک چیز دی تو میری والدہ عمرہ بنت رواحہ کہنے لگیں کہ میں اس چیز کے دینے پر اس وقت تک راضی نہیں ہوسکتی یہاں تک کہ اس پر تم رسول اللہ ﷺ کو گواہ بناؤ یعنی اس ہبہ پر۔ پس میرے والد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میں نے اس بیٹے کو جو عمرہ بن رواحہ سے ہے ایک چیز دی ہے تو عمرہ کہنے لگی کہ اس پر آپ ﷺ کو گواہ بناؤں تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے اپنے تمام بیٹوں کو اسی طرح چیز دی ہے؟ اس نے کہا نہیں تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں انصاف کرو نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرے والد واپس آئے اور وہ دی ہوئی چیز واپس پھیر لی اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ ''تمام فرزندوں سے'' تو اس سے معلوم ہوا کہ بیٹوں اور بیٹیوں کو برابر دینا مستحب ہے اور حضور ﷺ کا نعمان کو ہدیہ واپس لینے کا حکم اولویت کی وجہ سے ہے یعنی بہتر یہ ہے کہ ہدیہ واپس لے لیا جائے۔ امام شافعیؒ امام مالک اور ابوحنیفہ رحمہم اللہ نے کہا۔ اگر اپنی اولاد میں سے کسی کو دے اور دوسروں کو نہ دے تو یہ صحیح ہے لیکن اس میں کراہت ہے امام احمد ترمذی اسحاق وغیرہ نے اس کو حرام قرار دیا اور آپ ﷺ کے ارشاد: **لا اشهد علی جور علی الزور** یعنی میں گناہ ظلم پر گواہ نہیں بنتا کو دلیل بنایا ہے اور دیگر علماء نے ایک اور روایت سے استدلال کیا: **اشهدعلی هذا غیری**۔ یعنی میرے علاوہ کسی اور کو گواہ بنالو۔ پس یہ ہبہ اگر حرام یا باطل ہوتا تو آپ ﷺ یہ کیوں فرماتے۔

الفصل الثانی:

۵/۲۹۷۴ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَرْجِعُ اَحَدٌ فِیْ هِبَتِهٖ اِلَّا الْوَالِدَ مِنْ وَلَدِهٖ۔ (رواه النسائی و ابن ماجة)

اخرجه النسائی فی السنن ٦/٢٦٤ الحدیث رقم ٣٦٨٩ وابن ماجه فی ٢/٧٩٦ الحدیث رقم ٢٣٧٨ واحمد فی المسند ٢/١٨٢۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمرو سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی ہبہ کرنے والا اپنے ہبہ سے رجوع نہ کرے یعنی اس کو مناسب نہیں مگر باپ اپنے بیٹے سے۔ یہ نسائی اور ابن ماجہ کی روایت ہے

تشریح ❁ یہ روایت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات پر دلیل ہے کہ ہبہ سے کسی کا رجوع درست نہیں مگر باپ اپنے بیٹے کے ہبہ سے رجوع کرسکتا ہے۔ (۲) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں باپ کا اپنے بیٹے کے ہبہ سے رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو بوقت ضرورت اپنے نفقہ میں خرچ کرنے کا اختیار ہے جیسا کہ دیگر تمام اموال کا حکم ہے۔ (ح)

(۳) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہبہ میں کراہت کے ساتھ رجوع درست ہے مگر سات مقامات ایسے ہیں کہ

جن میں ان کے نزدیک بھی رجوع درست نہیں یہ حروف اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ **دمع خزقه**
نمبر۱ حرف ''د'' سے مراد زیادتی متصلہ ہے یعنی ہبہ میں کسی ایسی چیز کا اضافہ ہو گیا ہو اور اس میں کوئی دوسری چیز ملالی گئی ہو تو ایسے ہبہ سے رجوع درست نہیں مثلاً کسی نے کسی کو زمین کا ایک قطعہ ہبہ کیا جو بالکل خالی تھا دوسرے نے اس زمین میں عمارت یا درخت لگا لئے تو اس صورت میں ہبہ کرنے والے کو اپنے ہبہ سے رجوع درست نہیں۔ نمبر۲ حرف ''م'' اس سے واھب موھوب لہٗ کی موت کی طرف اشارہ ہے مثلاً ہبہ کرنے کے بعد واھب کا انتقال ہو گیا تو اس کے ورثاء کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ موھوب لہ سے ہبہ کی واپسی کا مطالبہ کریں اسی طرح اس کا عکس کہ اگر موھوب لہٗ مرجائے تو واھب کو حق نہیں پہنچتا کہ اس کے ورثاء سے ہبہ کی واپسی کا مطالبہ کرے۔ (ع) نمبر۳ حرف ''ع'' عین سے مراد عوض ہے یعنی اگر کوئی چیز کسی کو ہبہ کرے اور وہ ہبہ کسی عوض کے بدلہ میں ہو تو ہبہ کرنے والے کو ہبہ واپس لینے کا حق نہیں پہنچتا۔ نمبر۴ حرف ''خ'' اس سے خروج کی طرف اشارہ ہے کہ ہبہ کی ہوئی چیز موھوب لہٗ کی ملک سے نکل گئی خواہ اس نے بیچ ڈالی یا کسی کو دیدی تو ہبہ کرنے والے کو اس سے واپسی کا تقاضا کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔ نمبر۵ حرف ''ز'' اس سے مراد زوجین ہیں کہ زوجین ایک دوسرے کو اگر کوئی چیز ہبہ کریں تو واپس نہیں لے سکتے۔ نمبر۶ حرف ''ق'' اس سے قرابت کی طرف اشارہ ہے کہ اگر ہبہ کرنے والے اور موھوب لہٗ میں محرمیت کا تعلق ہے تو وہ ایک دوسرے کو ہبہ کے بعد رجوع نہیں کر سکتے۔ اور نمبر۷ حرف ''ہ'' اس سے ہلاکت کی طرف اشارہ ہے کہ ہبہ کی ہوئی چیز اگر ہلاک ہو گئی تو ہبہ کرنے والے کو موھوب لہٗ سے رجوع کا حق نہیں۔ (مولانا)

۶/۲۹۷۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَحِلُّ لِلرَّجُلِ اَنْ یُّعْطِیَ عَطِیَّۃً ثُمَّ یَرْجِعُ فِیْھَا اِلَّا الْوَالِدُ فِیْمَا یُعْطِیْ وَلَدَہٗ وَمَثَلُ الَّذِیْ یُعْطِی الْعَطِیَّۃَ ثُمَّ یَرْجِعُ فِیْھَا کَمَثَلِ الْکَلْبِ اَکَلَ حَتّٰی اِذَا شَبِعَ قَاءَ ثُمَّ عَادَ فِیْ قَیْئِہٖ۔

(رواه ابوداود والترمذی والنسائی وابن ماجة وصححه الترمذی)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن۳/۸۰۸ الحدیث رقم ۳۵۳۹ والترمذی فی ۴/۳۸۴ الحدیث رقم ۲۱۳۲ والنسائی فی ۶/۲۶۵ الحدیث رقم ۳۶۹۰ وابن ماجه فی ۲/۷۹۵ الحدیث رقم ۲۳۷۷ واحمد فی المسند ۱/۲۳۷

ترجمہ: حضرت ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حلال نہیں یعنی آدمی کی مروت کے لائق نہیں کہ وہ ہبہ کر کے پھر اس سے رجوع کرے۔ البتہ اس چیز میں باپ کا رجوع کرنا درست ہے جو وہ اپنے بیٹے کو دے۔ اور جو کوئی ہبہ کر کے رجوع کرتا ہے تو اس کی مثال کتے جیسی ہے۔ کہ جو کھاتا رہتا ہے جب سیر ہو گیا تو قے کر ڈالی پھر اس قے کو چاٹنے لگا۔ یہ ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ کی روایت ہے۔ ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

امیر کو ہر کس وناکس کا ہدیہ قبول نہیں کر لینا چاہیے

۷/۲۹۷۶ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ اَعْرَابِیًّا اَھْدٰی لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَکْرَۃً فَعَوَّضَہٗ مِنْھَا سِتَّ بَکَرَاتٍ فَتَسَخَّطَ فَبَلَغَ ذٰلِکَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ

فُلَانًا اَهْدٰى اِلَيَّ نَاقَةً فَعَوَّضْتُهٗ مِنْهَا سِتَّ بَكَرَاتٍ فَظَلَّ سَاخِطًا لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ لَّا اَقْبَلَ هَدِيَّةً اِلَّا مِنْ قُرَشِيٍّ اَوْ اَنْصَارِيٍّ اَوْ ثَقَفِيٍّ اَوْ دَوْسِيٍّ۔ (رواه الترمذی وابوداود والنسائی)

اخرجه ابوداؤدفی السنن ۳/۸۰۷ الحدیث رقم ۳۵۳۷ والترمذی فی ۵/۶۸۶ الحدیث رقم ۳۹۴۵ والنسائی فی ۶/۲۸۰ الحدیث رقم ۳۷۵۹ (۳) کذا مرره فی المخطوطة۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی جناب رسول اللہ ﷺ کیلئے ایک جوان اونٹنی بطور تحفہ لایا۔ آپ ﷺ نے اس اونٹنی کے بدلے اسے چھ جوان اونٹنیاں عنایت فرمائیں مگر وہ پھر بھی راضی نہ ہوا جب یہ بات جناب رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے خطبہ دیا پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بجالائے یعنی جیسا کہ خطبہ اور کلام کی ابتداء میں آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ فلاں شخص بطور تحفہ میرے پاس ایک اونٹنی لایا پس اس کے بدلے میں نے اسے جوان اونٹیناں جوان دیں۔ مگر وہ شخص راضی نہ ہوا پس میں نے قصد کیا ہے کہ میں قریشی' انصاری یا ثقفی یا دوسی کے علاوہ کسی کا ہدیہ قبول نہ کروں یہ ترمذی' ابوداؤد' نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ آپ ﷺ کو اس آدمی کا یہ طرزِ عمل ناگوار ہوا تبھی آپ ﷺ نے یہ بات فرمائی۔ اس شخص نے اپنے طرزِ عمل سے ظاہر کر دیا کہ وہ اپنے ہدیہ میں مخلص نہیں تھا بلکہ ہدیہ کے بدلے کا خواہاں تھا اور ذہن میں بدلے کی کوئی خاص مقدار بٹھا رکھی ہوگی جب وہ خواہش اور سوچ پوری نہ ہوئی تو اس نے ناراضگی کا اظہار کر دیا۔ (۲) ثقیف اور دوس دو قبائل کے نام ہیں ان قبائل کا نام ان کی سخاوت اور بلند ہمتی کی وجہ سے لیا (ع۔ ح)

۸/۲۹۷۷ وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اُعْطِيَ عَطَاءً فَوَجَدَ فَلْيَجْزِ بِهٖ وَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيُثْنِ فَاِنَّ مَنْ اَثْنٰى فَقَدْ شَكَرَ وَمَنْ كَتَمَ فَقَدْ كَفَرَ وَمَنْ تَحَلّٰى بِمَا لَمْ يُعْطَ كَانَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُوْرٍ۔

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۵/۱۵۸ الحدیث رقم ۴۸۱۳ والترمذی فی ۴/۳۳۲ الحدیث رقم ۲۰۳۴۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس آدمی کو کوئی ہدیہ دے۔ اگر وہ بدلے کی قدرت رکھتا ہو تو مناسب یہ ہے کہ وہ اس کا بدلہ دے اور جس کو طاقت نہ ہو تو اسے ہبہ کرنے والے کی تعریف کر دینی چاہیے اور اس کے عطیے کو لوگوں پر ظاہر کرے۔ کیونکہ جس نے اپنے محسن کی تعریف کی تو اس نے واقعتاً شکر یہ ادا کیا یعنی کچھ بدلہ اتارا۔ اور جس نے کسی کے احسان کو چھپایا یعنی نہ اس کا بدلہ اتارا نہ اس کی تعریف کی۔ تو اس نے اس کی نعمت کی ناشکری کی۔ اور جو شخص اپنے کو کسی ایسی چیز سے آراستہ کرے کہ جو اس کو حاصل نہیں ہے تو وہ اس طرح ہے جیسے کوئی جھوٹ کے دو کپڑے زیب تن کرنے والا ہو۔ یہ ترمذی اور ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ففقد شکر: اس نے گویا شکر ادا کیا کیونکہ شکر کے افراد میں سے ایک فرد تعریف بھی ہے۔ شکر کا معنی یہ ہے کہ دل میں محبت محسن ہو اور زبان سے اس کی تعریف کرے اور ہاتھوں سے اس کی خدمت بجالائے (۲) "من تحلی" یعنی جو شخص کوئی دینی یا دنیوی ایسا کمال ظاہر کرے جو اس میں نہ ہو۔ (۳) کلابس ثوبی زور نمبرا جھوٹ کی چادر پہننے کا مطلب یہ

کہ وہ لباس تو زاہدوں کا پہننے والا ہے مگر واقع میں وہ ان جیسا نہیں ہے نمبر۲ بعض نے کہا کہ اس میں اس کو اس کپڑا پہننے والے سے تشبیہ دی گئی ہے' جس کی دو آستینیں ہوں تو اوپر والی آستین کو دیکھ کر سمجھیں کہ یہ دو لباس پہننے والا ہے۔

نمبر۳ بعض کہتے ہیں کہ عرب مین ایک آدمی عمدہ کپڑے پہنتا تھا تا کہ لوگ اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں اور کوئی اس کو جھوٹا خیال نہ کرے اور جو بات کہے اس کو سچا مان لیا جائے تو اس آدمی کو جس میں اچھی صفت نہ ہو مگر وہ جھوٹ موٹ ظاہر کرے اس کپڑے پہننے والے سے تشبیہ دی۔ (ح۔ع)

جس پر احسان کیا جائے اور وہ اپنے محسن کو جزاک اللہ خیراً کہے

۹/۲۹۷۸ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صُنِعَ اِلَيْهِ مَعْرُوْفٌ فَقَالَ لِفَاعِلِهٖ جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا فَقَدْ اَبْلَغَ فِى الثَّنَاءِ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤/٣٣٣ الحديث رقم ٢٠٣٥۔

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس پر احسان کیا جائے اور وہ اپنے محسن کو جزاک اللہ خیراً کہے تو اس نے گویا اپنے محسن کی مکمل تعریف کردی۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

اس نے شکر کی ادائیگی میں مبالغہ کیا کیونکہ اس نے اپنی کوتاہی اور عجز کا اعتراف کرلیا کہ میں تیرا بدلہ اتار نہیں سکتا اور نہ تیری کماحقہ تعریف کرسکتا ہوں پس اپنا بدلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا دنیا و آخرت میں وہی تمہیں پورا بدلہ دے سکتا ہے میں بدلہ نہیں دے سکتا۔

شیخ عبدالوھاب متقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

صوفی کیلئے مناسب یہ ہے کہ وہ مخلوق کو دینے اور نہ دینے میں استقامت کے دائرہ سے نہ نکلے اور راہ حق سے باہر قدم نہ رکھے۔ جب کوئی فاسق اور نااہل کوئی چیز دے تو اس کی اتنی تعریف نہ کرے کہ اس کو صالح ولی قرار دے بلکہ اس طرح کہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عنایت فرمائے اور اگر کسی صالح کی طرف سے دکھ پائے تو اس کے نیک ہونے کی نفی نہ کرے اور نہ اسے برا کہے بلکہ اس طرح کہے: "غفر الله له ولنا" اہل استقامت کا یہی راستہ ہے۔ (ع۔ح)

۱۰/۲۹۷۹ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ۔ (رواہ احمد والترمذی)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ٥/١٥٧ الحديث رقم ٤٨١١ والترمذی فی ٤/٢٩٩ الحديث رقم ١٩٥٥ واحمد فی المسند ٢/٢٥٨

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتا۔ یہ احمد' ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اللہ تعالیٰ کے شکر کی تکمیل فرمان برداری سے ہوتی ہے اور اس کے احکام کو بجالانے سے ہوتی ہے۔ وہ اس طرح کہ

لوگوں کا شکر یہ ادا کرنے کا اللہ پاک نے حکم دیا ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں پہنچانے کا واسطہ ہیں۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کی وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والا نہیں۔ (۲) جو لوگوں کا شکر ادا نہ کرے گا اور ان کی نعمتوں کا اقرار نہ کرے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا کیونکہ نعمتوں کی ناشکری اس کی عادت ثانیہ بن چکی ہے۔ (ع۔ ح)

نعمت کا شکر ادا کرنے کا بیان

۲۹۸۰/۱۱ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ اَتَاهُ الْمُهَاجِرُوْنَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا رَاَيْنَا قَوْمًا اَبْذَلَ مِنْ كَثِيْرٍ وَلَا اَحْسَنَ مَوَاسَاةً مِّنْ قَلِيْلٍ مِنْ قَوْمٍ نَزَلْنَا بَيْنَ اَظْهُرِهِمْ لَقَدْ كَفُوْنَا الْمُؤْنَةَ وَاَشْرَكُوْنَا فِي الْمَهْنَا حَتّٰى لَقَدْ خِفْنَا اَنْ يَّذْهَبُوْا بِالْاَجْرِ كُلِّهٖ فَقَالَ لَا مَادَعَوْتُمُ اللّٰهَ لَهُمْ وَاَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِمْ۔ (رواه الترمذى وصححه)

اخرجه ابوداوٗد فى السنن ۵/۱۵۷ الحديث رقم ۴۸۱۱ والترمذى فى ۴/۲۹۹ الحديث رقم ۱۹۵۵ واحمد فى المسند ۲/۲۵۸

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے یعنی ہجرت کر کے آئے تو مہاجرین نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم جن لوگوں کے ہاں اترے ہیں ان سے زیادہ مال خرچ کرنے والا اور کم مال سے عمدہ مدد کرنے والا کسی کو نہیں پایا یعنی انصار مدینہ۔ انہوں نے محنت و مشقت سے ہمیں کفایت کر کے منفعت میں ہمیں شریک بنایا۔ یہاں تک کہ ہمیں یہ خطرہ ہوا کہ یہ تمام ثواب لے جائیں گے آپ ﷺ نے فرمایا نہیں یعنی وہ تمام ثواب نہیں لے جائیں گے۔ جب تک کہ تم اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے دعا کرو گے اور ان کی تعریف کرو گے یعنی نعمت کا شکر ادا کرو گے۔ یہ ترمذی روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

تشریح ۞ (۱) جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو انصار نے مہاجرین کی بہت خدمت کی کہ اپنے باغات و مکانات نصف نصف بانٹ دیے۔ اور طرح طرح سے خاطر داری کی تو اس پر مہاجرین نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے ان کے برابر کسی کو بہت خرچ کرنے والا نہیں دیکھا۔ انہوں نے تھوڑا بہت جتنا مال تھا اس سے ہماری خبر گیری کی جیسا ان کو قدرت تھی اس سے انہوں نے دریغ نہیں کیا۔ اور اس حد تک غم خواری کی کہ ہمیں محنت سے باز رکھا۔ یعنی درختوں کی نگرانی کی اور مکانات وغیرہ کے بنانے کی ذمہ داری خود اٹھائی مگر ان کی منفعت میں ہمیں شریک کیا۔ کہ جو درختوں سے پھل حاصل ہوتا ہے وہ آدھا بانٹ کر دیتے ہیں۔ پس ہمیں تو یہ خطرہ ہو گیا کہ تمام ثواب تو یہی لے جائیں گے یعنی اللہ تعالیٰ ہماری ہجرت اور تمام عبادات کا ثواب ان کو دے دیں گے کیونکہ انہوں نے ہم پر بہت احسان کیے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ تمام ثواب نہیں لے جائیں گے اللہ تعالیٰ کا فضل تو بہت وسیع ہے۔ تمہیں عبادت کا ثواب ملے گا اور ان کو تعاون و مددگاری کا بدلہ ملے گا جب تک کہ تم ان کیلئے بھلائی کی دعاء کرتے رہو گے تمہاری یہ دعا ان کے احسان کا بدلہ بنے گی اور تمہاری عبادات کا ثواب تمہیں ملے گا۔ (ع)

۱۲/۲۹۸۱ وَعَنْ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَهَادُوْا فَإِنَّ الْهَدِيَّةَ تُذْهِبُ الضَّغَائِنَ۔

(رواه الترمذی)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ٥/١٥٧ الحدیث رقم ٤٨١١ والترمذی فی ٤/٢٩٩ الحدیث رقم ١٩٥٥ واحمد فی المسند ٢/٢٥٨

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپس میں تحفہ بھیجا کرو کیونکہ تحفہ کینے کو دور کرتا ہے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ بغض وعداوت اس سے ختم ہو جاتی ہے اور الفت ومحبت اس کی جگہ لے لیتی ہے۔ (۲) مشکوٰۃ کے اصل نسخہ میں رواہ کے بعد جگہ خالی تھی بعد میں کسی نے الترمذی کا لفظ لکھ دیا ہے۔ (ع)

ہدیہ سینے کی کدورت یعنی بغض وعداوت کو دور کرتا ہے

۱۳/۲۹۸۲ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَهَادُوْا فَإِنَّ الْهَدِيَّةَ تُذْهِبُ وَحْرَ الصَّدْرِ وَلَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْشِقَّ فِرْسِنِ شَاةٍ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤/٣٨٣ الحدیث رقم ٢٠٣٠ واحمد فی المسند ٢/٢٦٤۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپس میں ہدیہ بھیجا کرو کیونکہ ہدیہ سینے کی کدورت یعنی بغض وعداوت کو دور کرتا ہے اور کوئی پڑوسن دوسری پڑوسن کی طرف بکری کے پائے کا ٹکڑا بھیجنے کو حقیر نہ سمجھے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے

تشریح ۞ بھیجنے والے کو تھوڑی سی چیز ہمسایہ کی طرف بھیجنے کو حقیر نہ سمجھنا چاہئے بلکہ تھوڑی سی چیز بھی اس کی طرف بھیج دے اور لینے والے ہمسایہ کو اس تھوڑی سی کو حقیر قرار دے کر ٹھکرانا نہیں چاہئے اس سے لینی چاہئے اگرچہ وہ تھوڑی اور معمولی ہی کیوں نہ ہو۔

۱۴/۲۹۸۳ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ لَا تُرَدُّ الْوَسَائِدُ وَالدُّهْنُ وَاللَّبَنُ (رواه الترمذی وقال هذا حدیث غریب) قِيْلَ اَرَادَ بِالدُّهْنِ الطِّيْبَ۔

اخرجه الترمذی فی السنن ٥/١٠٠ الحدیث رقم ٢٧٩٠۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین چیزوں کو واپس نہ کیا جائے۔ نمبر ۱ تکیہ نمبر ۲ تیل نمبر ۳ دودھ یہ ترمذی کی روایت ہے۔ یہ روایت غریب ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ تیل سے مراد یہاں خوشبو ہے۔

تشریح ۞ یعنی اگر کوئی کسی مہمان کی تکیے کے ذریعے یا تیل یا دودھ پلا کر خدمت کرے تو اسے مسترد کرنا مناسب نہیں۔

(۲) بعض نے تیل سے خوشبو مراد لی ہے مگر ظاہر روایت سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس سے تیل ہی مراد ہے کیونکہ عرب

کے لوگ سر پر تیل کثرت سے لگاتے تھے۔ (ع)

معمولی احسان والے ہدایہ سے انکار نہیں کرنا چاہیے

۱۵/۲۹۸۴ وَعَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ النَّهْدِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُعْطِیَ اَحَدُكُمُ الرَّیْحَانَ فَلَا یَرُدُّهٗ فَاِنَّهٗ خَرَجَ مِنَ الْجَنَّةِ۔ (رواہ الترمذی مرسلا)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵/ ۱۰۰ الحدیث رقم ۲۷۹۱

ترجمہ: حضرت ابوعثمان نہدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تمہیں کوئی خوشبودار پھول پیش کرے تو اسے واپس نہ کرو کیونکہ وہ جنت سے آیا ہے۔ ترمذی نے ارسال سے یہ روایت کی ہے۔

تشریح ❁ پھول کی اصل بہشت سے نکلی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے بہشت کی خوشبو آتی ہے۔ (۲) اور یہ معمولی سا احسان ہے اس لئے واپس نہ کیا جائے۔ (ع)

اپنی اولاد میں کسی ایک کو ہدایہ دینے میں مخصوص نہ کر لینا

۱۶/۲۹۸۵ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَتِ امْرَاَةُ بَشِیْرٍ اِنْحَلِ ابْنِیْ غُلَامَكَ وَاَشْهِدْ لِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ ابْنَةَ فُلَانٍ سَاَلَتْنِیْ اَنْ اَنْحَلَ ابْنَهَا غُلَامِیْ وَقَالَتْ اَشْهِدْ لِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلَهٗ اِخْوَةٌ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَفَكُلَّهُمْ اَعْطَیْتَهُمْ مِثْلَ مَا اَعْطَیْتَهٗ قَالَ لَا قَالَ فَلَیْسَ یَصْلُحُ هٰذَا وَاِنِّیْ لَا اَشْهَدُ اِلَّا عَلٰی حَقٍّ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۳/ ۱۲۴۴ الحدیث رقم (۱۹-۱۶۲۴) واحمد فی المسند ۳/ ۳۲۶

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت بشیر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے کہا کہ تم میرے اس بیٹے کو غلام دو۔ اور اس پر رسول اللہ ﷺ کو گواہ بناؤ تو بشیرؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ فلاں کی بیٹی یعنی عمرہ بنت رواحہ جو کہ میری بیوی ہے اس نے مجھے کہا تھا کہ میں اس کے بیٹے کو غلام بخش دوں اور اس پر آپ ﷺ کو گواہ بناؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہارے اس بیٹے کے اور بھی بھائی ہیں؟ انہوں نے کہا جی ہاں آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے اپنے سب بیٹوں کو اسی طرح کی چیز دی ہے جیسا اس بیٹے کو دینا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں آپ ﷺ نے فرمایا پھر یہ میرے مناسب نہیں، میں تو حق پر ہی گواہی دیتا ہوں یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ حق پر کا مطلب یہ ہے کہ یعنی جو خالص کسی کا حق بنتا ہے اس میں کراہت وغیرہ نہ ہو یا یہ مراد ہے کہ حق پر گواہی دیتا ہوں نہ کہ باطل پر لیکن یہ بات علی العموم فرمائی ہے۔ فصل اول میں اس کا تذکرہ ہو چکا۔ (ع)

نئے پھل کو کھانے سے پہلے کا سنت طریقہ

۲۹۸۶/۱۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُتِیَ بِبَاكُوْرَةِ الْفَاكِهَةِ وَضَعَهَا عَلٰی عَيْنَيْهِ وَعَلٰی شَفَتَيْهِ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ كَمَا اَرَيْتَنَا اَوَّلَهٗ فَاَرِنَا اٰخِرَهٗ ثُمَّ يُعْطِيْهَا مَنْ يَّكُوْنُ عِنْدَهٗ مِنَ الصِّبْيَانِ۔

اخرجه مسلم فی صحيحه ۳/۱۲۴۴ الحديث رقم (۱۹۔۱۶۲۴) واحمد فی المسند ۳/۳۲۶

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی نیا پھل لا کر پیش کیا جاتا آپ ﷺ اسے اپنی آنکھوں پر اور اپنے ہونٹوں پر رکھتے اور پھر یہ دعائیہ کلمات ارشاد فرماتے: "اَللّٰهُمَّ كَمَا اَرَيْتَنَا اَوَّلَهٗ فَاَرِنَا اٰخِرَهٗ" (اے اللہ جس طرح تو نے اس کا ابتدائی پھل ہمیں دکھلایا اس کا انتہائی پھل بھی ہمیں دکھلا) پھر جو چھوٹا بچہ آپ ﷺ کے پاس موجود ہوتا آپ ﷺ اسے یہ پھل عنایت فرماتے۔ یہ روایت بیہقی نے دعوات کبیر میں نقل کی ہے۔

تشریح ۞ آنکھوں پر رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی تازہ نعمت کی تعظیم فرماتے۔ (۲) آخرہ کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں اس کا آخری پھل دکھلا گویا یہ درازی عمر کی دعاء ہے۔ (۳) یا پھر آخرت مراد ہے پھر اس سے یہ اشارہ نکلے گا کہ دنیا کی کیا حقیقت ہے آخرت میں ہمیں یہ نعمت نصیب فرمادے جو کہ حقیقی نعمت ہے۔ (ع)

بَابُ اللُّقْطَةِ

لقطہ کا بیان

یہ لفظ لام کے ضمہ کے ساتھ عموماً استعمال ہوا ہے جب کہ قاف پر جزم پڑھی جائے لیکن محدثین کے ہاں ق پر فتحہ زیادہ مشہور ہے۔ لقطہ کا معنی اُچکنا اور اٹھانا ہے۔

لقطہ کی تعریف:

لقطہ اس چیز کو کہتے ہیں جو گری پڑی اٹھائی جائے اور اس کا مالک معلوم نہ ہو۔

حکم لقط:

اگر کسی شخص کو اپنے اوپر اعتماد ہو کہ وہ اس کی تشہیر کر سکے گا تو پھر اس کا اٹھالینا مستحب ہے ورنہ اس کا چھوڑ دینا بہتر ہے۔ (۲) اگر وہ ایسی چیز ہے کہ اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے تو پھر اس کا اٹھانا لازم ہے کیونکہ اگر وہ چھوڑ دے گا تو وہ چیز ضائع ہو جائے گی تو وہ اس سے گنہگار ٹھہرے گا۔ (ح۔ درمختار) (۳) لقطہ ایک امانت ہے اگر اٹھانے والے نے اٹھاتے وقت کسی کو گواہ بنالیا کہ میں مالک تک پہنچانے کیلئے اسے اٹھا رہا ہوں پھر وہ لقطہ ہلاک ہو گیا تو اس صورت میں ضمان لازم نہ

آ ئے گا۔(۴) اور اگر کسی کو گواہ نہ بنایا اور پھر لقطہ ہلاک ہو گیا تو ضمان دینا پڑے گا اگر مالک اس بات کا انکار کرے کہ اس نے مجھے واپس کرنے کیلئے نہیں اٹھایا تھا۔ (۵) لقطہ کی تعریف کا مطلب یہ ہے کہ جہاں یہ پایا گیا وہاں لوگوں کو بتلایا جائے اور لوگوں کے جمع ہونے کے مقامات میں اتنی مدت تک بتلایا جائے کہ جس کے بعد یہ سمجھے کہ مالک اس چیز کو طلب نہیں کیا کرتے اور صاحبین کے ہاں ایک سال تک اس کی تشہیر کی جائے۔

(۶) جو چیز کہ خراب ہونے والی ہو تو خراب ہونے سے پہلے تک اس کی تشہیر کرے جب خراب ہونے کا خطرہ محسوس ہو تو اللہ کی راہ میں اسے صرف کر دے۔ اگر اس کے بعد اس کا مالک آ جائے اور وہ اس صدقہ کی اجازت دے تو ثواب ملے گا اور اگر چاہے تو اٹھانے والے سے ضمان لے لے یا فقیر سے ضمان لے لے اور یہی حکم ہے اس صورت کا کہ تشہیر کے بعد مالک نہ آئے جیسا کہ پالے ہوئے جانور کا حکم ہے کہ اس پر حاکم کی اجازت کے بغیر جو خرچ کیا جائے تو اسے مالک سے لینے کا حق نہیں پہنچتا۔ اور حاکم کی اجازت سے خرچ کیا جائے تو اسے مالک سے لینے کا حق نہیں پہنچتا۔ اور اگر حاکم کی اجازت سے خرچ کرے اور اس میں یہ شرط لگائی ہو کہ مالک سے خرچہ لے گا تو پھر یہ مالک کے ذمہ قرض ہے۔(۷) اگر وہ بھاگا ہوا غلام ہے تو قاضی اسی کو کمائی کا حکم دے گا اور وہ اس پر خرچ کی جائے گی۔ اور اگر وہ ایسی چیز ہے کہ جس میں اٹھانے والے کو کوئی فائدہ نہیں تو پھر قاضی اس پر خرچ کرنے کا حکم دے اور یہ شرط لگائے کہ مالک سے یہ خرچہ دلوایا جائے گا اور یہ اس وقت ہے جب کہ وہ چیز مالک کے لئے فائدہ مند ہو ورنہ اس کو فروخت کر ڈالے اور اس اصل مال کو محفوظ رکھے۔(۸) خرچ کرنے والا یہ حق رکھتا ہے کہ اپنے خرچ کو وصول کرنے کیلئے اس چیز کو روک لے۔ اگر مدعی اس کی علامت بتلا دے تو اس کو دے دینا جائز ہے بغیر گواہوں کے بھی لیکن اگر علامات نہ بتا سکے تو پھر بغیر گواہوں کے دینا جائز نہیں ہے۔(۹) اگر محتاج ہو تو لقطہ سے فائدہ اٹھائے ورنہ اللہ کی راہ میں خرچ کر دے خواہ اپنے اصول کو دے یا فروع کو یا بیوی کو جب کہ وہ فقیر ہوں۔(۱۰) اگر بھاگا ہوا غلام ہو تو اسے پکڑ لینا مستحب ہے جو کہ اسے قابو میں رکھ سکتا ہو۔(۱۱) اگر غلام راستہ بھول گیا ہو تو اس کو رکھ لینا مناسب ہے۔ بھاگے ہوئے غلام کو لانے والے کو مدت سفر کے لحاظ سے چالیس درہم دیئے جائیں جبکہ پکڑتے وقت اس نے گواہ بنا لیا کہ میں مالک تک پہنچانے کیلئے پکڑ رہا ہوں اگر چہ وہ چالیس درہم کا نہ ہو۔(۱۲) اور اگر ایسی جگہ سے غلام لائے جو سفر کی مقدار نہیں بنتی تو پھر اس کے حساب سے اس کو خرچہ دیا جائے گا۔ مثلاً ڈیڑھ منزل سے پکڑ کر لائے تو بیس درہم دیئے جائیں اور اگر غلام اس سے بھاگ جائے تو اس پر ضمان لازم نہیں آئے گا۔(۱۳) اگر اس نے غلام کو پکڑتے وقت گواہ نہیں بنایا تو اس پر اس کو کچھ دینا بھی لازم نہیں آئے گا۔ اور اگر وہ بھاگ جائے تو اسے ضمان دینا پڑے گا۔

لقیط کی تعریف:

لقیط سے مراد وہ بچہ ہے جو پڑا ہوا پایا جائے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو اس کا اٹھا لینا مستحب ہے اور اگر ہلاک ہو جانے کا خوف ہو تو پھر واجب ہے۔ اسی طرح جب تک اس کا مملوک ہونا ثابت نہ ہو تو اس وقت تک وہ آزاد ہی سمجھا جائے گا۔

حکم لقیط:

لقیط کا خرچہ اور خون بہا بیت المال سے دیا جائے گا اور اس کی میراث بھی بیت المال کی طرف لوٹے گی۔ لقیط کو اس پالنے والے سے واپس نہ لیا جائے گا اور اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ یہ بچہ میرا ہے تو قسم لے کر اس کا قول معتبر سمجھا جائے گا۔ اس کا نسب اس سے ثابت ہو جائیگا اور اگر دو شخص معاً دعویٰ کریں تو پھر نسب اس سے ثابت ہوگا جو اس کے بدن میں کوئی علامت بیان کرے مثلاً

(۲) اگر ان دونوں میں سے ایک یہ نشانی بیان کرے کہ مثلاً اس کی پیٹھ پر مسہ ہے اور وہ درست نکلے یا ان میں سے ایک پہلے دعویٰ کرے تو وہی اس کا زیادہ حقدار ہے۔ (۳) اگر اس کا مدعی غلام ہو تو اس سے نسب ثابت ہو جائے گا لیکن لقیط حر یعنی آزاد ہوگا۔ (۴) اگر ذمی دعویٰ کرے تو اس سے بھی نسب ثابت ہو جائے گا لیکن یہ مسلمان ہوگا کیونکہ وہ ذمیوں کی بستی میں نہیں پایا گیا اور اگر وہ ان کی بستی سے اٹھایا گیا تو پھر یہ بھی ذمی ہوگا۔ (۵) اس لقیط پر جو زیور وغیرہ پایا جائے گا تو قاضی کے حکم سے وہ اسی کے اوپر خرچ کیا جائے گا اور بعض علماء نے کہا کہ قاضی کے حکم کے بغیر بھی اس پر خرچ کیا جائے گا۔ (۶) اٹھانے والے کیلئے جائز ہے کہ وہ کسی فن کے سکھانے کیلئے کسی فن والے کے سپرد کرے۔ البتہ اس کا نکاح کر دینا اور اس کے مال میں تصرف کرنا اور اس سے مزدوری کروانا جائز نہیں۔ صحیح تر روایت یہی ہے۔ (۷) ایک شخص نے اپنے جوتے کسی جگہ رکھے ایک اور شخص آیا اور اس نے بھی اپنے جوتے اسی جگہ رکھ دیئے پہلا شخص آیا اور اس نے دوسرے کے جوتے اٹھالئے اور پہن کر چلا گیا کیا دوسرے کو یہ مناسب ہے کہ پہلے کے جوتے پہن لے۔

مختار قول یہی ہے کہ اس کیلئے یہ جائز نہیں جب کہ دونوں کی جوتیاں ایک جیسی ہوں یا پہلے شخص کی جوتیاں ان سے بہتر ہوں اور اگر اس کی جوتیوں سے ناقص ہوں تو پھر ان سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ اس میں کچھ کلام نہیں۔ **کذا فی الظهيرية**۔

(۸) جو آدمی کسی دوسرے کا مال پائے تو اس کی دو قسمیں ہیں۔

نمبرا اگر وہ مال اس قسم کا ہے جس کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ مالک اس کو تلاش نہیں کرے گا مثلاً گٹھلیاں یا انار کے چھلکے اگر متفرق جگہوں پر پائے جائیں تو ان کو لے لے اور ان سے نفع اٹھائے البتہ وہ اس کی ملک نہیں بنیں گے اگر مالک ان کو لینا چاہے تو لے سکتا ہے جب کہ اسے اپنی ملکیت کا پتہ ہو۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اس طرح کی چیز اٹھا لینے سے وہ چیز اٹھانے والے کی مِلک ہو جاتی ہے۔

نمبر۲ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر وہ اس طرح کا مال ہو جس کو اٹھانے والا جانتا ہے کہ مالک اس کو طلب کرے گا مثلاً سونا چاندی اور دیگر اسباب وغیرہ تو مناسب یہ ہے کہ اس کو لے کر رکھ چھوڑے اور اس کی تشہیر کرے یہاں تک کہ مالک کے ملنے پر اس کو پہنچا دے۔

(۹) اگر وہ روٹی یا اس سے کم ہے تو فراخی کے حالات میں بھی اسے کھا لینا مباح ہے۔ (۱۰) اگر کسی نے گندم چکی میں پسوائی اور چکی کا باقی ماندہ آٹا اس کے آٹے سے مل گیا تو اس کے لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (۱۱) اگر کسی کی جھاڑو میں سے

خلال کے لئے تنکا لے لیا تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ (۱۲) سرائے میں جو گوبر یا لید وغیرہ کر جائیں تو مالک کے جانے کے بعد اس کو جو آدمی لے لے وہ اس کی ملک ہے سرائے والے کی ملک نہیں ہے۔ مولینا شیخ عبدالعزیزؒ

الفصل الاول:

گری پڑی چیز پائے تو اس کا حکم

۲۹۸۷/۱ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَئَالَهُ عَنِ اللُّقْطَةِ فَقَالَ اَعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَ هَا ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً فَاِنْ جَاءَ صَاحِبُهَاوَاِلَّا فَشَاْنُكَ بِهَا قَالَ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ قَالَ هِيَ لَكَ اَوْلِاَ خِيْكَ اَوْلِلذِّئْبِ قَالَ فَضَالَّةُ الْاِ بِلِ قَالَ مَا لَكَ وَلَهَا مَعَهَا سِقَاءُ هَاوَحِذَاءُ هَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَاْ كُلُ الشَّجَرَ حَتّٰى يَلْقَاهَا رَبُّهَا متفق عليه وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ فَقَالَ عَرِّ فْهَا سَنَةً ثُمَّ اَعْرِفْ وِكَاءَ هَا وَعِفَاصَهَا ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا فَاِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَاَدِّهَا اِلَيْهِ۔

اخرجه البخاری فی صحيحه ۹۱/۵ الحديث رقم ۲۴۲۹ ومسلم فی صحيحه ۱۳۴۶/۳ الحديث رقم (۱۔۱۷۲۲) وابو داؤد فی السنن ۳۳۱/۲ الحديث رقم ۱۷۰۴ والترمذی فی ۶۵۵/۳ الحديث رقم ۱۳۷۲ وابن ماجه فی ۸۳۶/۲ الحديث رقم ۲۵۰۴ ومالك فی الموطأ ۷۵۷/۲ الحديث رقم ۴۶ من كتاب الاقضية واحمد فی المسند ۱۱۶/۴

ترجمہ: حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ ﷺ سے لقطہ کے احوال دریافت کیے تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کے برتن کو پہچان کر رکھ لو یعنی جس برتن میں لقطہ خواہ چمڑے کا ہو خواہ کپڑے کا اور اس کا سربند بھی اچھی طرح پہچان کر رکھو۔ پھر ایک سال تک اس کی مشہوری کرو اگر مالک آ جائے تو اس کو دیدو اور اگر مالک نہ آئے تو اس کو اپنے کام میں لاؤ۔ اس آدمی نے پوچھا گمشدہ بکری کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ تیرے لئے یا تیرے بھائی کیلئے یا بھیڑیئے کیلئے ہے۔ اس نے پوچھا اگر اونٹ گم ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تجھے اس سے کیا غرض ہے یعنی اس کو چھوڑ دو اس کو پکڑنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ ضائع ہونے والا نہیں۔ اس کی مشک اور موزہ ساتھ ہے وہ گھاٹ پر خود وارد ہو سکتا ہے اور درختوں کے پتے کھا سکتا ہے' یہاں تک کہ اس کا مالک اسے پالے۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔ مسلم کی روایت میں اس طرح ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کی سال تک مشہوری کرو پھر اس کا سربند اور برتن پہچان کر رکھو اور اس کو خرچ کر لو اگر اس کا مالک نہ آئے' اگر اس کا مالک آ جائے تو اس کو دے دو۔ اگر وہ چیز باقی نہ رہی ہو تو اس کی قیمت ادا کر دو۔

① ابن مالک کہتے ہیں کہ سربند اور ظرف کی پہچان کا اس لئے حکم فرمایا تا کہ سچے جھوٹے کا علم ہو سکے۔

② شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ علماء کا اس کے متعلق اختلاف ہے کہ اگر کوئی شخص آیا اور اس نے اس کا سربند ظرف پہچان لیا تو آیا اس کو دینا واجب ہے یا نہیں نمبر ا امام مالک اور احمد رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ بغیر گواہوں کے اس کو دینا واجب ہے۔

کیونکہ سر بند اور ظرف پہچاننے کا مقصد یہی ہے۔ نمبر ۲ امام ابو حنیفہ اور شافعی رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ جب سر بند اور ظرف کو پہچان لے اور عدد اور وزن کو پہچان لے اور اس پر اس کا دل مطمئن ہو جائے تو واپس کرنا جائز ہے۔ اور گواہوں کے بغیر جبر کا حق نہیں اب رہی یہ بات کہ پھر ظرف و سر بند کی پہچان کا کیا فائدہ؟ تو جواب یہ ہے تا کہ لقطہ اس کے مال میں اس طرح نہ مل جائے کہ مالک کی آمد پر اس کی تمیز نہ ہو سکے۔

۳ تعریف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو اس بات سے آگاہ کیا جائے کہ فلاں چیز فلاں جگہ پائی گئی ہے۔ بازاروں، مساجد اور احتمال کے مقامات میں اس طرح اعلان کیا جائے کہ جس کی کوئی چیز گم ہوئی ہو وہ آ کر اس کی علامات بتلا کر وصول کر لے۔

۴ امام شافعی، امام محمد امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے ایک سال مدت بتلائی ہے۔

۵ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے ہاں یہ قید مدت کی تعیین کیلئے نہیں ہے۔ اور روایت میں سال کا تذکرہ بر سبیل اتفاق یا غالب کے اعتبار سے کیا گیا ہے۔

۶ صاحب ہدایہؒ نے لکھا ہے کہ دس درہم سے کم ہوں تو چند دن مشہوری کی جائے اور اگر دس درہم ہوں تو ایک ماہ تک اعلان کرائیں۔ اگر سو یا زیادہ ہوں تو ایک سال تک مشہوری کی جائے۔ اور یہ امام صاحب کی ایک روایت ہے۔

۷ بعض علماء نے کہا ان مذکورہ بالا مقادیر میں ایک بھی لازم نہیں ہے (مرقات وغیرہ میں اسی کو صحیح قرار دیا گیا ہے)

۸ اصل دار و مدار لقطہ اٹھانے والے کی رائے پر ہے کہ وہ اس کی شہرت کرے یہاں تک کہ یہ گمان غالب ہو جائے کہ اب کوئی نہ آئے گا اور نہ مطالبہ کرے گا۔ انہوں نے مسلم کی روایت کو دلیل بنایا کیونکہ اس میں عرفہا بلا قید واقع ہوا ہے۔

۹ کھانے اور میوہ جات میں اس وقت تعریف کی جائے یہاں تک کہ خراب نہ ہونے پائیں جب ایسا اندیشہ ہو تو استعمال کر لیے جائیں۔

۱۰ اگر کوئی حقیر و معمولی چیز جیسے گٹھلیاں، چھلکہ انار، شاخہائے انار وغیرہ جن کو درخت سے الگ کر دیا گیا ہو پائی جائیں تو بلا تشہیر ان سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے اگر مالک پائے تو ان کو لے سکتا ہے۔ اگر مالک اپنی ملکیت پر گواہ بھی پیش کر دے تو پھر واپس کرنا لازم ہے ورنہ جائز ہے۔ اگر مالک نہ آئے تو اپنے کام میں لا سکتا ہے۔

۱۱ اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ تشہیر کرا دینے کے بعد اگر مالک نہ آئے تو یہ شخص مالک بن جائے گا خواہ یہ غنی ہو یا فقیر۔ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں وہ مالک نہیں بنتا پھر اگر وہ غنی ہے تو صدقہ کرے اور فقیر ہے تو خود نفع اٹھانے کی اجازت ہے۔ البتہ مالک نہ بنے گا یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، سفیان ثوری، ابن المبارک و ابو حنیفہ رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔

۱۲ اگر استعمال کے بعد مالک آ جائے تو اس کو اختیار ہے کہ وہ اس کو جائز قرار دے تو اس کی طرف سے صدقہ و ثواب بن جائے گا۔ اور اگر وہ چاہے تو ضمان لے غنی سے یا فقیر سے۔

⑬ اگر مالک کی آمد تک وہ چیز ہلاک ہو چکی ہو تو دونوں یعنی لقطہ اٹھانے والا اور وہ فقیر جس کو لقطہ بطور صدقہ دیا گیا ہے میں سے جو ضمان دے وہ دوسرے پر رجوع نہ کرے یعنی ایک کو دوسرے پر دعویٰ کا حق نہیں پہنچتا۔

⑭ اگر وہ چیز بعینہ موجود ہے۔ تو بعینہ وہی چیز لے۔ ضمان کا حق تو چیز کی ہلاکت کی صورت میں ہے۔

⑮ صاحب نہایہ کا قول: کہ تشہیر کے بعد صدقہ کرنا جائز ہے۔ عزیمت یہ ہے کہ اس چیز کو بعینہ رکھ چھوڑے۔

(کذا فی حواشی الوقایہ)

⑯ "ھی لک" اگر بکری پکڑی تو اس کی تشہیر کرے۔ اگر مالک نہ ملے تو اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے۔

⑰ اولاخیک" یعنی اگر تم نے پکڑی اور اس کا مالک آ گیا تو وہ لے لے گا یا اگر اسے چھوڑ دے گا تو اس کا مالک پالے گا تو تب مالک تک پہنچ گئی یا اس کا معنی یہ ہے کہ اگر تو نہ لے گا تو کوئی اور مسلمان بھائی لے گا اور اگر نہ تم نے پکڑ کر سنبھالی اور نہ کسی دوسرے نے تو پھر وہ بھیڑیے کا شکار ہے۔ اس ارشاد کا مقصد اس بات سے مطلع فرمانا ہے کہ اس کا لینا جائز ہے اور فائدہ اٹھانا درست ہے تاکہ وہ ضائع نہ ہو جائے اور اسے بھیڑیا نہ کھا جائے۔

⑱ اس روایت میں اگرچہ بکری کا ذکر ہے مگر اس کا حکم ہر ایسے جانور کیلئے عام ہے جو چرواہے کے بغیر ضائع ہو جاتی ہو۔

⑲ "سقاء ھا" کا مطلب یہ ہے اس کا پیٹ بمنزلہ مشک ہے۔ اس میں رطوبت کی اتنی مقدار ہوتی ہے کہ کئی روز تک کیلئے کافی ہے وہ کئی روز تک پیاس کو برداشت کر سکتا ہے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ پندرہ پندرہ روز تک وہ پیاس برداشت کر سکتا ہے (بلکہ سردیوں میں ایک ایک ماہ تک پانی نہیں پیتا واللہ اعلم)

⑳ "حذاؤھا" یعنی اس کے تلوے مضبوط ہیں وہ پانی، گھاس کیلئے راستہ طے کرنے کی اور درندوں سے حفاظت کرنے کی خوب طاقت رکھتا ہے۔ اس ارشاد مبارک میں اونٹ کو اس مسافر سے مشابہت دی گئی ہے جس کا سامان سفر ساتھ ہو۔

㉑ علماء کہتے ہیں کہ اگرچہ تذکرہ تو اونٹ کا ہے مگر اسی طرح کے دیگر تمام حیوانات جو چرواہے کی حفاظت کے محتاج نہیں وہ اسی حکم میں شامل ہیں مثلاً گھوڑا۔ گدھا، خچر، گائے وغیرہ۔

㉒ امام مالک وشافعی رحمہما اللہ نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ اگر جنگل میں ہوں تو ان جانوروں کو نہ پکڑا جائے اور اگر دیہاتوں اور شہروں میں پائے جائیں تو پھر ان کا التقاط جائز ہے۔ بلکہ ہمارے ہاں تمام جانوروں کا تمام جگہوں پر التقاط مستحب ہے۔

㉓ درحقیقت التقاط اور تعریف کا مقصود لوگوں کے اموال کی حفاظت ونگہبانی ہے اور حنفیہ کی طرف سے اس روایت زید رضی اللہ عنہ کی یہ تاویل کی گئی کہ یہ حکم اس زمانے میں تھا جب کہ لوگوں میں اصلاح وامانت کا غلبہ تھا۔ اگر اس وقت کوئی نہ پکڑتا تو تب بھی خائن کا ہاتھ ان تک نہ پہنچتا تھا اور آج کل خیانت کی کثرت ہے۔ پس ان کو پکڑنے میں حفاظت زیادہ ہے تاکہ مالک کا مال محفوظ رہے (ع)

۲/۲۹۸۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰوٰى ضَالَّةً فَهُوَ ضَالٌّ مَالَمْ يَعْرِفْهَا۔

(رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۳/۱۳۵۱ الحدیث رقم (۱۲_۱۷۲۵) واحمد فی المسند ۱۱۷/٤۔

ترجمہ: حضرت زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص گمشدہ چیز کو ٹھکانہ دے وہ گمراہ ہے جب تک کہ اس کی تشہیر نہ کرے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ جس کو گمشدہ چیز ملے وہ اس کی مشہوری کرے اور اگر اسی طرح رکھ چھوڑی تو یہ خیانت اور گمراہی ہے۔

۳/۲۹۸۹ وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عُثْمَانَ التَّيْمِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ لُقْطَةِ الْحَاجِّ. (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۳/۱۳۵۱ الحدیث رقم (۱_۱۷۲٤)وابوداوٗد فی ۳٤۰/۲ الحدیث رقم ۱۷۱۹ واحمد فی المسند ۴۹۹/۳

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حجاج کے لقطہ سے منع فرمایا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ حرم کی سرزمین میں تشہیر کے بعد بھی لقطہ کا مالک نہ بنے گا۔ اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ اس چیز کو وہیں پڑا رہنے دے یہاں تک کہ اس کا مالک خود آ کر لے لے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول یہی ہے۔

(۲) احناف کے ہاں حرم وغیر حرم کا لقطہ برابر ہے۔ اس کی پوری وضاحت حرم مکہ کے باب میں کر دی گئی ہے۔ فلیراجع (ح)

الفصل الثانی:

غیر آباد زمین سے برآمد ہونے والے دفینہ کی بابت ایک مسئلہ

۴/۲۹۹۰ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنِ الثَّمَرِ الْمُعَلَّقِ فَقَالَ مَنْ اَصَابَ مِنْهُ مِنْ ذِىْ حَاجَةٍ غَيْرَ مُتَّخِذٍ خُبْنَةً فَلَا شَىْءَ عَلَيْهِ وَمَنْ خَرَجَ بِشَىْءٍ مِّنْهُ فَعَلَيْهِ غَرَامَةُ مِثْلَيْهِ وَالْعُقُوْبَةُ وَمَنْ سَرَقَ مِنْهُ شَيْئًا بَعْدَ اَنْ يُّؤْوِيَهُ الْجَرِيْنُ فَبَلَغَ ثَمَنَ الْمِجَنِّ فَعَلَيْهِ الْقَطْعُ وَذَكَرَ فِىْ ضَالَّةِ الْاِبِلِ وَالْغَنَمِ كَمَاذَكَرَ غَيْرُهٗ قَالَ وَسُئِلَ عَنِ اللُّقْطَةِ فَقَالَ مَاكَانَ مِنْهَا فِى الطَّرِيْقِ الْمِيْتَاءِ وَالْقَرْيَةِ الْجَامِعَةِ فَعَرِّفْهَا سَنَةً فَاِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَادْفَعْهَا اِلَيْهِ وَاِنْ لَّمْ يَاْتِ فَهُوَ لَكَ وَمَاكَانَ فِى الْخَرَابِ الْعَادِىِّ فَفِيْهِ وَفِى الرِّكَازِ الْخُمُسُ (رواه النسائی وروی ابوداود) عَنْهُ مِنْ قَوْلِهٖ وَسُئِلَ عَنِ اللُّقْطَةِ اِلٰى اٰخِرِهٖ.

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۳۳٦/۲ الحدیث رقم ۱۷۱۰ والترمذی فی ۵۸٤/۳ الحدیث رقم ۱۲۸۹ والنسائی فی ۸۵/۸ الحدیث رقم ٤۹۵۸ وابن ماجه فی ۸٦۵/۲ الحدیث رقم ۲۵۹٦ واحمد فی المسند ۱۸۰/۲

ترجمہ: حضرت عمرو نے اپنے والد اور انہوں نے اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ درخت پر لٹکے ہوئے پھل کا کیا حکم ہے؟ تو فرمایا جو شدید بھوک والا اس کو اس حالت میں استعمال کرے کہ اس سے پس انداز نہ کرنے والا ہو تو اس کے کھالینے میں گناہ نہیں۔ اور جو شخص کچھ میوے کھائے بھی اور جھولی باندھ کر ساتھ لے لے تو اس پر دو مثل بدلہ اور ساتھ سزا ہے۔ اور جو شخص ایسے میوے کو چرائے جو کھلیان میں پڑا ہوا اور اس کی قیمت ڈھال کے برابر ہو تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور راوی نے گمشدہ اونٹ اور بکری کے متعلق اسی طرح ذکر کیا جیسا کہ دیگر رواۃ نے ذکر کیا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ سے لقطہ کا حکم دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا جو لقطہ آمد ورفت والے راستہ میں پایا گیا اور آباد اور رہائشی گاؤں کے راستہ سے ملا تو اس کی تشہیر سال بھر تک کی جائے۔ پھر اگر مالک آجائے تو لقطہ کو اس کے حوالہ کرے اور اگر نہ آئے تو وہ تمہارے لیے ہے یعنی تم اس کو اپنے کام میں لا سکتے ہو۔ اور وہ لقطہ جو پرانے اور ویران جنگل سے ملے۔ تو اس میں اور دفن ہوئے خزانے میں پانچواں حصہ اللہ کی راہ میں صرف کریں گے۔ یہ نسائی کی روایت ہے ابو داؤد کی روایت میں "سئل عن اللقطة" سے آخر تک ہے۔

① "صاحب حاجة" سے مراد یا تو وہ فقیر ہے جو ابھی حد اضطرار کو نہ پہنچا ہو۔ نمبر ۲ یا وہ شخص مراد ہے جو حد اضطرار کو پہنچنے والا ہے یعنی جب بھوک سے قریب المرگ ہو۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جو کوئی ضرورت سے درخت کا پھل کھائے اور وہاں سے جھولی بھر کر نہ نکلے اس پر کچھ گناہ نہیں۔

② ابن ملک کہتے ہیں کہ گنہگار نہیں ہوتا لیکن ضمان ہے یعنی اس کی قیمت دینی لازم آتی ہے۔

③ یا عدم ضمان کا یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا پھر منسوخ ہو گیا۔

④ جو آدمی کچھ میوے نکالے اس پر بدلہ اس کے دو مثل ہو گا یعنی دو گنا قیمت ادا کرے۔ ابن ملک کہتے ہیں یہ بطور تنبیہ فرمایا ورنہ اس کی قیمت سے زیادہ دینا لازم نہیں آتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دو گنا قیمت کا حکم فرماتے جیسا کہ حدیث کا ظاہر ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے۔

⑤ بعض نے کہا کہ یہ حکم ابتداء میں تھا پھر منسوخ ہوا۔

⑥ اس پر سزا ہے یعنی تعزیر ہو گی ہاتھ کاٹنا لازم نہیں آتا کیونکہ اس زمانے میں باغ چار دیواری کے بغیر ہوتے تھے۔

⑦ اور جو شخص کھلیان میں رکھے ہوئے پھل چرائے اور اس کی قیمت ڈھال کی قیمت کو پہنچ جائے تو اس کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔ سپر اور ڈھال کی قیمت تین چار درہم ہوا کرتی تھی۔ امام شافعیؒ کے ہاں چوری کا یہی نصاب ہے۔

⑧ ہمارے نزدیک چوری کا نصاب دس درہم ہے۔ بقول شمنیؒ ڈھال کی قیمت اس زمانے میں دس درہم تھی۔

⑨ جو لقطہ آمد ورفت کے راستہ سے ملے' یعنی جو لقطہ آبادی کے کسی ایسے راستہ سے ملے جس پر کثرت سے لوگوں کی آمد ورفت رہتی ہو۔ تو اس کی تشہیر ضروری ہے۔ کیونکہ غالب گمان یہ ہے کہ وہ کسی مسلمان کا ہو گا۔

⑩ جو لقطہ کسی ویران وسنسان جگہ یا سنسان گاؤں سے ملے کہ وہاں اہل اسلام کی کسی عمارت کے نشانات نہیں ہیں اور وہ زمین کسی مسلمان کی ملکیت بھی نہیں اور وہ لقطہ سونا چاندی یا اس کے ظروف زیورات ہوں یا مدفون خزانہ ملے تو اس کا پانچواں حصہ فی سبیل اللہ یعنی بیت المال کو دیا جائے گا۔ (ح۔ع)

لقطہ استعمال کرلیا بعدازاں مالک مل گیا تو اس کا بدل دینا چاہیے

۵/۲۹۹۱ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ وَجَدَ دِیْنَارًا فَاَتٰی بِهٖ فَاطِمَةَ فَسَأَلَ عَنْهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا رِزْقُ اللّٰهِ فَاَكَلَ مِنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَكَلَ عَلِیٌّ وَفَاطِمَةُ فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ اَتَتِ امْرَاَةٌ تَنْشُدُ الدِّیْنَارَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا عَلِیُّ اَدِّ الدِّیْنَارَ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۲/۳۳۷ الحدیث رقم ۱۷۱٤۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب علی رضی اللہ عنہ کو ایک دینار بطور لقطہ ملا تو وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کے پاس لائے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا حکم دریافت کیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا رزق ہے۔ پس اسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال فرمایا اور علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما نے استعمال کیا کچھ دیر گزری تو ایک عورت دینار تلاش کرتی ہوئی آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی اس کو دینار دے دو۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

(۱) روایت سے معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس دینار کی تشہیر نہیں کی۔ زیادہ احتمال یہ ہے کہ تشہیر کی پھر حضرت نے استعمال فرمایا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقط اس عورت کے کہنے پر دینار اس عورت کو دلوادیا اس سے کوئی علامت دریافت نہیں فرمائی ممکن ہے اس نے اس کی کوئی علامت بتلائی ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی اور ذریعہ سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ یہ دینار اس کا ہے۔ (ع)

۶/۲۹۹۲ وَعَنِ الْجَارُوْدِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ضَالَّةُ الْمُسْلِمِ حَرَقُ النَّارِ۔

(رواہ الدارمی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤/٢٦٥ الحدیث رقم ١٨٨١ والدارمی فی ٢/٣٤٤ الحدیث رقم ٢٦٠١ واحمد فی المسند ٥/٨٠

ترجمہ: حضرت جارودؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کی گمشدہ چیز آگ کا شعلہ ہے۔ یہ دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ❁ اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی لقطہ کو اس غرض سے لے کہ وہ اس کا مالک بن جائے گا اور وہ اسکے متعلق احکام شرع کا لحاظ نہ کرے یعنی تشہیر وغیرہ نہ کرائے تو وہ لقطہ اس کو آگ میں ڈالنے والا ہے۔ (طیبی)

عادل کو گواہ کرنے کا مطلب

۷/۲۹۹۳ وَعَنْ عِیَاضِ بْنِ حِمَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَجَدَ لُقَطَةً فَلْیُشْهِدْ

ذَاعَدْلٍ اَوْذَوَیْ عَدْلٍ وَلَا یَکْتُمْ وَلَا یُغَیِّبْ فَاِنْ وَجَدَ صَاحِبَھَا فَلْیَرُدَّھَا عَلَیْہِ وَاِلَّا فَھُوَ مَالُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ۔ (رواہ احمد وابو داود والدارمی)

أخرجه أبو داؤد في السنن ٢/٣٣٥ الحديث رقم ١٧٠٩۔ وابن ماجه في ٢/٨٣٧ الحديث رقم ٢٥٠٥ واحمد في المسند ٤/١٦١۔

ترجمہ: حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو لقطہ ملے وہ اس پر ایک عادل کو گواہ بنالے یا دو عدل والوں کو فرمایا اور تشہیر کو ترک کر کے لقطہ نہ چھپائے اور نہ اس کو غائب کرے یعنی کسی اور مکان پر نہ بھیجے۔ پھر اگر اس کا مالک مل جائے تو اس کو واپس کردے اور اگر مالک نہ ملے تو وہ اللہ تعالیٰ کا مال ہے جس کو چاہتا ہے وہ دیتا ہے۔ یہ احمد ابوداؤد دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ عادل کو گواہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو بتلائے کہ یہ چیز اس حالت کی میں نے پائی ہے۔ تاکہ پانے والا اس پر تہمت یا اور کمی بیشی کا دعویٰ نہ کر سکے (۲) اور اس میں ایک حکمت یہ ہے کہ بعض اوقات اپنا نفس بھی طمع کرنے لگتا ہے کہ گواہ موجود نہیں مالک کو دینا کونسا لازم ہے۔ جب گواہ کر لیا جائے گا تو یہ طمع ختم ہو جائے گی کیونکہ چاہے نہ چاہے دینا پڑے گا۔ (۳) ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اچانک موت کی صورت میں ورثاء اس کو داخل میراث نہ کریں گے۔ (۴) گواہ بنانے کا یہ حکم بعض نے استحبابی قرار دیا اور دوسروں نے اس کو بطور وجوب کہا ہے۔

(۵) وہ مال ہے اللہ کا'' اوپر والی روایت میں اس کو اللہ کا رزق کہا۔ تو دونوں روایات کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسا حلال مال ہے کہ مالک نہ آنے کی صورت میں وہ اللہ کا رزق ہے جو اس کو دیا گیا اور مالک کے آنے پر اس کا بدلہ دینا ہوگا جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ (ح۔ع)

۸/۲۹۹۴ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ رَخَّصَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْعَصَا وَالسَّوْطِ وَالْحَبْلِ وَاَشْبَاھِہٖ یَلْتَقِطُہُ الرَّجُلُ یَنْتَفِعُ بِہٖ (رواہ ابو داود) وَذُکِرَ حَدِیْثُ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیْ کَرِبَ اَلَا لَا یَحِلُّ فِیْ بَابِ الْاِعْتِصَامِ۔

اخرجه ابو داود في السنن ٢/٣٣٩ الحديث رقم ١٧١٧۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے لاٹھی' کوڑے اور رسّی اور اسی طرح کی چیزیں جن کو عرف میں حقیر قرار دیا جاتا ہے' اٹھانے کی رخصت دی ہے۔ ان کو جو اٹھالے وہ ان سے فائدہ حاصل کرے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ لقطہ اٹھانے والا ان اشیاء سے فائدہ حاصل کرے۔ یعنی ان کی تشہیر کرنے کی چنداں حاجت نہیں جب کہ فقیر محتاج ہو (۲) شرح السنہ میں لکھا ہے کہ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ قلیل لقطہ پر تعریف کی حاجت نہیں۔ البتہ قلیل کی حد بندی میں کلام ہے۔ بعض نے دس درہم سے کم کو قلیل قرار دیا جب کہ دوسروں نے دینار اور اس سے کم کو قلت کی حد قرار دیا ہے۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ (ع)

(۳) حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ کی روایت باب الاعتصام بالکتاب والسنہ میں ذکر ہو چکی جس کی ابتداء الا لا یحل سے ہوتی ہے۔

بَابُ الْفَرَائِضِ

فرائض کا بیان

فرائض فریضہ کی جمع ہے جس کا معنی ہے مقرر کردہ چیز یہاں فرائض سے مراد المقدرات الشرعیة فی المتروکات المالیة یعنی وہ حصے جو شریعت نے میراث میں ورثاء کے لئے مقرر فرمائے ہیں۔

(۱) اس باب میں ان حصوں کو بیان کیا گیا ہے جو قرآن وسنت سے میراث میں ثابت ہیں علماء فرماتے ہیں ترکہ میت سے چار حقوق متعلق ہوتے ہیں جن کی ترتیب اس طرح ہے نمبرا میت کی تجہیز وتکفین کا انتظام یعنی اس کے غسل، کفن کا انتظام کیا جائے پھر نماز جنازہ ادا کر کے قبرستان میں لے جا کر قبر میں دفن کیا جائے اس سلسلہ میں جہاں مال خرچ کرنے کی ضرورت ہو وہاں بلا تنگی واسراف خرچ کیا جائے (۲) پھر اگر میت کے ذمہ قرض ہو تو اس کی ادائیگی کی جائے۔ادائیگی دین کے بعد جو مال بچ جائے اس میں تیسرے حصہ تک وصیت اگر ہو تو اس کو پورا کیا جائے۔(۳) اس کے بعد جو مال بچ جائے وہ ورثاء کے مابین تقسیم کیا جائے۔جس کا طریق کار یہ ہے نمبرا :سب سے پہلے اصحاب فرائض کہ جن کے حصص قرآن وحدیث میں متعین کر دیئے گئے ہیں ان کو دیا جائے۔نمبر۲:اس سے جو مال بچ رہے وہ عصبات نسبیہ کو دیا جائے کیونکہ اصحاب فروض سے جو کچھ بچتا ہے وہ عصبات لے جاتے ہیں۔نمبر۳:اگر اصحاب فروض نہ ہوں تو تمام تر میراث عصبات کو جاتی ہے۔ نمبر۴ اگر عصبات نسبیہ نہ ہوں جو کچھ اصحاب فروض سے بچے گا وہ میت کے آزاد کرنے والے کو دیا جائے اگر میت غلام ہو جس کو آزاد کیا گیا تھا۔(۵) اگر آزاد کرنے والا مر چکا تو اس کے عصبات کو دیا جائے اور اگر وہ بھی نہ ہوں تو زوجین کے علاوہ دیگر اصحاب فروض پر لوٹایا جائے گا۔زوجین پر رد نہیں ہے۔رد کا مطلب یہ ہے کہ اصحاب فروض کے معینہ حصص سے جو بچا وہ اصحاب فروض میں سے ہر ایک کو بقدر حصہ دوبارہ دیا جائے۔

(۶) اگر کسی کے نہ تو اصحاب فروض ہوں، نہ عصبات نسبی اور نہ عصبات سببی تو پھر ذوی الارحام کو دیا جائے اور اگر وہ بھی نہ ہوں تو مولیٰ موالات کو دیا جائے۔

(۷) مولیٰ موالات: اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی لاوارث کہے کہ تو میرا مولیٰ ہے۔ جب میں مر جاؤں تو تو میرا وارث ہوگا اور اگر مجھ پر خون بہا کی چٹی پڑ جائے تو تُو میری طرف سے دے گا۔اس نے قبول کر لیا تو یہ عقد ہمارے ہاں درست ہے۔اور اس عقد کو قبول کرنے والا مولیٰ موالات کہلاتا ہے۔اگر وہ دوسرا شخص بھی لاوارث تھا اور اس نے بھی اس سے اسی طرح کا عہد و پیمان کر لیا اور اس نے قبول کر لیا تو یہ آپس میں ایک دوسرے کے مولیٰ موالات بن گئے یہ ایک دوسرے کے مرنے پر وارث بنیں گے۔

(۸) اگر مولیٰ موالات بھی نہ ہوں تو پھر میراث اس کو دی جائے گی کہ میت نے جس کے نسب کا اقرار کیا اور وہ غیر تھا مثلاً مرنے والے نے اس طرح کہا یہ میرے باپ کا بیٹا ہے۔ حالانکہ اور کسی طریق پر اس کا نسب ثابت نہ ہو۔ سوائے اس بات کے کہ میت نے اقرار کیا ہو۔

(۹) اگر وہ بھی نہ ہو تو پھر میت نے جس کے متعلق تمام مال کی وصیت کی ہو تو سارا مال اس کو دے دے۔

(۱۰) اگر وہ بھی نہ ہوں تو اس کا مال بیت المال میں رکھا جائے گا' اگر بیت المال نہ ہو (جیسا آجکل ہے) تو مصارف بیت المال میں لگا دیں یعنی فقراء وغیرہ کو دے دیا جائے۔

(۱۱) اصحاب فروض:

اصحاب الفروض کل بارہ ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں (۱) اب' (۲) جد صحیح' (۳) اخ خیفی' (۴) زوج' (۵) زوجہ' (۶) بنت صلبیہ' (۷) بنت الابن' (۸) اخت عینیہ' (۹) اخت علاتیہ' (۱۰) اخت خیفیہ' (۱۱) ام' (۱۲) جدہ صحیحہ۔

(۱۲) باپ کا حصہ:

نمبرا: باپ کو چھٹا حصہ ملتا ہے اگر اس کے ساتھ میت کا بیٹا یا پوتا ہو اگر چہ نیچے کے درجہ سے ہو یعنی پڑپوتا نمبر۲: اگر باپ کے ساتھ یہ دونوں نہ ہوں اور اس کے ساتھ بیٹی یا پوتی میت کی ہو۔ اگر چہ نیچے کے درجہ کی ہو تب بھی اس کو چھٹا حصہ ملے گا اور عصبہ بھی ہوگا۔ نمبر۳ اگر میت کی اولاد نہ ہو اور اس کے بیٹے کی بھی اولاد نہ ہو' یعنی نہ بیٹے' بیٹیاں اور نہ پوتے پوتیاں وغیرہ' اگر چہ نچلے درجہ تک تو باپ عصبہ ہوگا۔

حاصل یہ ہے کہ پہلی صورت میں باپ صرف صاحب فرض ہے۔ اور دوسری صورت میں وہ صاحب فرض بھی ہے اور عصبہ بھی اور تیسری صورت میں صرف عصبہ ہے۔ اگر میت کا باپ نہ ہو بلکہ دادا موجود ہو تو ان تینوں صورتوں میں وہ باپ کا حکم رکھتا ہے۔ میت کا اگر باپ ہو تو دادا محروم رہے گا۔

(۱۳) اخیافی' بہن بھائی کا حصہ:

بھائی اخیافی یا بہن اخیافیہ کا چھٹا حصہ ہے اگر اخیافی بھائی' بہن ایک سے زائد ہوں تو ان کو ثلث ملے گا' مرد اور عورت پر برابر تقسیم کیا جائے گا' جب میت کی اولاد ہو تو اخیافی بہن بھائی محروم ہوتے ہیں۔ اور میت کی بیٹی کی اولاد کے ہوتے ہوئے بھی محروم ہوں گے۔ اسی طرح جب میت کا باپ دادا موجود ہو تو تب بھی محروم رہیں گے۔

(۱۴) میاں بیوی کا حصہ:

نمبرا: اگر بیوی مر جائے اور نہ اولاد ہو اور نہ بیٹے کی اولاد ہو تو خاوند کو نصف حصہ میت کی وراثت سے ملے گا اور اگر اولاد یا پوتے پوتیاں ہوں تو خاوند کو بیوی کی وراثت سے چوتھا حصہ ملے گا۔ نمبر۲ اگر خاوند مر جائے اور اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد نہ ہو تو بیوی اس کی وراثت سے چوتھا حصہ پائے گی اور اگر اولاد یا پوتے پوتیاں موجود ہوں تو بیوی کو اس کی وراثت سے

آٹھواں حصہ ملے گا۔

خاص تنبیہ:

مرنے والے کی ایک بیوی ہو یا ایک سے زائد تو اولاد ہونے کی صورت میں اسے آٹھواں حصہ ملے گا اور اس کو باہمی تقسیم کریں گی اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں چوتھا حصہ باہمی تقسیم کرلیں گی۔ یعنی ایک سے زائد بیویوں کو صرف ایک بیوی کا حصہ ملے گا جو ان میں برابر تقسیم ہوگا۔

(۱۵) ماں کا حصہ:

مرنے والے کا بیٹا یا پوتا یا ان کی اولاد ہو یا میت کے دو بھائی یا ایک بہن یا دو یا دو سے زائد بہنیں یا بھائی موجود ہوں خواہ وہ حقیقی ہوں یا سوتیلے یا اخیافی بہرصورت ماں کا حصہ چھٹا ہوگا۔ اگر بالفرض ان میں سے کوئی بھی نہ ہو ماں کو تمام مال کا تہائی ملے گا۔

اگر ماں کے ساتھ باپ اور خاوند یا بیوی موجود ہوں تو اس صورت میں ان تینوں کا حصہ نکال کر جو باقی بچ جائے ماں کو اس کا تہائی حصہ ملے گا۔ اگر باپ کی بجائے دادا موجود ہو تو پھر ماں کو کل ترکہ کا تہائی ملے گا کیونکہ اس صورت میں دادا باپ کا قائم مقام نہیں بن سکتا۔

(۱۶) جدہ کا حصہ:

دادی یا نانی ایک ہوں یا کئی ان کا چھٹا حصہ ہوگا۔ بشرطیکہ رشتہ میں سب برابر ہوں ورنہ دور والی جدہ قرابت والی کے ہوتے ہوئے محروم ہوگی۔ اور ماں کے ہوتے ہوئے جدات یعنی دادیاں نانیاں سب محروم ہوں گی۔ اگر میت کا دادا موجود ہو تو صرف باپ کی جدات محروم ہوں گی البتہ دادا کی بیوی یعنی باپ کی ماں محروم نہ ہوگی۔

(۱۷) بیٹی کا حصہ:

میت کی بیٹی اگر ایک ہو تو کل میراث کا نصف حصہ اسے ملے گا۔ اگر دو یا دو سے زیادہ ہوں تو دو تہائی میراث پائیں گی۔ یہ اس صورت میں ہے جب کہ اس کے ساتھ حقیقی یا سوتیلا بھائی موجود نہ ہو۔ اگر بھائی موجود ہو تو بیٹی عصبہ ہوگی۔ اس کا حصہ بھائی کے مقابلے میں نصف ہوگا۔ یعنی جب متعدد بیٹے بیٹیاں ہوں تو ان میں میراث ۲/۱ کی نسبت سے تقسیم ہوگی۔

(۱۸) پوتا' پوتی کا حصہ:

میت کا اگر بیٹا' بیٹی یا پوتا موجود نہ ہو بلکہ صرف ایک پوتی ہو۔ تو اس کو میراث میں آدھا حصہ ملے گا اور اگر دو یا دو سے زیادہ پوتیاں ہوں تو کل ترکہ میں سے دو تہائی دیا جائے گا۔ جس کو وہ باہم تقسیم کرلیں گی۔ نمبر۲ میت کا بیٹا' پوتا نچلے درجے تک موجود نہ ہو۔ بلکہ صرف ایک بیٹی ہو تو پوتی کو چھٹا ملے گا خواہ پوتی ایک ہو یا متعدد ہوں نمبر۳ اگر میت کی دو یا دو سے زائد بیٹیاں

ہوں تو اس صورت میں پوتی بالکل محروم ہوگی۔ البتہ اگر کوئی پوتی کے ساتھ پوتا ہو خواہ نچلے درجے کا پوتا ہو اور خواہ یہ پوتا اس پوتی کا حقیقی بھائی یا سوتیلا بھائی ہو یا تایا زاد ہو تو پھر خواہ مرنے والے کی متعدد بیٹیاں ہوں یا صرف ایک بیٹی ہو بہر حال وہ پوتی عصبہ بن جائے گی۔ یعنی ذوالفروض کے حصص دینے کے بعد جو بھی بچے گا وہ پوتے اور پوتی کے درمیان عصبہ ہونے کی حیثیت سے ۲/۱ کی نسبت سے تقسیم ہوگا۔

نمبر۴: اگر میت کا بیٹا موجود ہو تو پھر پوتا پوتی بہر صورت محروم ہوں گے۔

نمبر۵ : اگر میت کا نہ بیٹا ہو نہ بیٹی ہو اور نہ بیٹے کی اولاد ہو تو پھر پوتی ان سب کے قائم مقام ہوگی۔ نمبر۶ اگر بیٹی موجود ہے تو اس کے

ہوتے ہوئے اس کی اولاد محروم رہے گی اور اگر پوتی ہے تو اس کی موجودگی میں اس کی اولاد بھی محروم ہوگی۔

(۱۹) بہن بھائی کا حصہ:

نمبر۱: میت کی اولاد ہو یا اولاد کی اولاد ہو تو اخیافی بہن بھائی کو کچھ نہ ملے گا نمبر۲ اگر میت کا باپ یا دادا موجود ہو تب بھی اخیافی بہن بھائی محروم قرار پاتے ہیں۔ نمبر۳ میت کا بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی نچلے درجہ تک موجود نہیں بلکہ صرف ایک حقیقی بہن ہو تو وہ بہر حال بیٹی کی جگہ شمار ہوگی ایک ہو تو کل ترکہ کا نصف اور دو یا دو سے زیادہ ہوں تو کل ترکہ کا دو تہائی دیا جائے گا۔ جو باہم تقسیم کر لیں گی۔ نمبر۴ اگر حقیقی بہن نہ ہو تو سوتیلی بہن مذکورہ صورت نمبر۳ میں اصلی کا حکم رکھتی ہے۔ نمبر۵ اگر میت کی بیٹی یا پوتی نچلے درجے تک موجود ہو خواہ کئی ہوں یا ایک اس صورت میں حقیقی بہن اور اگر وہ نہ ہو تو سوتیلی بہن عصبہ بن جائے گی۔ یعنی ذوی الفروض سے جو بچے گا وہ اس کو مل جائے گا۔ نمبر۶ میت کا حقیقی بھائی موجود ہے تو حقیقی بہن اس کے ساتھ مل کر عصبہ بن جائے گی نمبر۷ اور اگر حقیقی بھائی تو نہیں مگر سوتیلا موجود ہے تو اس صورت میں حقیقی بہن ذوی الفروض میں شامل ہوگی۔ نمبر۸ میت کا ایک حقیقی بھائی ہے اور اس کے ساتھ اس کے سوتیلے بہن بھائی موجود ہیں تو حقیقی بھائی کے ہوتے ہوئے وہ سوتیلے بھائی بہن محروم رہیں گے۔

نمبر۹: اگر مرنے والے نے ایک حقیقی بہن چھوڑی تو اس کے ہوتے ہوئے سوتیلی بہن کو چھٹا حصہ ملے گا خواہ ایک ہو یا زیادہ۔

نمبر۱۰: حقیقی بہنیں تعداد میں ایک سے زائد ہوں تو سوتیلی بہن محروم رہے گی اور اگر اس کے ساتھ سوتیلا بھائی بھی ہو تو پھر یہ محروم نہ ہوگی۔ بلکہ حقیقی بہن ایک ہو یا زیادہ بہر صورت سوتیلے بھائی کی وجہ سے وہ سوتیلی بہن عصبہ بن جائے گی۔ یعنی ذوی الفروض کے بعد بقیہ ترکہ ان دونوں کو عصبہ ہونے کی وجہ سے مل جائے گا۔ نمبر۱۱ اگر میت کی حقیقی بہن یا بیٹی یا پوتی نیچے تک عصبہ ہو جائے گی تو اس صورت میں سوتیلے بھائی بہن محروم ہوں گے۔

ضروری وضاحت:

جب کہ میت کا بیٹا، پوتا نچلے درجہ تک موجود ہو تو اس صورت میں حقیقی یا سوتیلے بھائی بہن سب ہی محروم ہوتے ہیں۔

بالکل اسی طرح میت کے باپ یا دادا کے ہوتے ہوئے میت کے حقیقی و سوتیلے بھائی بہن تمام محروم ہوتے ہیں۔

دوسرے درجہ کے ورثاء یعنی عصبات

پہلا درجہ ورثاء میں ذوی الفروض کا ہے اگر ان سے کچھ بچ جائے تو وہ ان دوسرے درجہ کے ورثاء کو ملے گا ان کو عصبات کا نام دیا جاتا ہے۔ عصبات چار قسم پر مشتمل ہیں نمبرا: جزء المیت یعنی میت کی بالواسطہ یا بلاواسطہ اولاد مثلاً بیٹا' پوتا خواہ وہ نچلے درجہ کا ہو۔ نمبر۲: جزء اصل المیت یعنی میت کے اصول مثلاً باپ' دادا' اگرچہ اوپر کے درجہ کے ہوں۔

نمبر۳ حقیقی و سوتیلا بھائی اور ان کے بیٹے خواہ نچلے درجہ کے ہوں۔

نمبر۴ جزء جد المیت یعنی میت کے دادا کی اولاد مثلاً میت کا چچا' میت کے باپ کا چچا' میت کے دادا کا چچا اور ان تمام چچاؤں کے بیٹے' پوتے نچلے درجہ تک۔

ان درجات کا حکم:

انّ چاروں درجات میں نمبرا بیٹے مقدم ہیں پھر پوتے خواہ نچلے درجہ تک ہوں نمبر۲ پھر باپ پھر دادا اگرچہ اوپر کے درجہ سے ہوں نمبر۳ پھر بھائی بھتیجے خواہ نچلے درجہ کے ہوں۔ نمبر۴ پھر چچا پھر ان کی اولاد نچلے درجہ تک۔ ان میں ایک قسم اول سے ہوگا تو باقی ہر سہ اقسام محروم رہیں گی۔ اور اگر دوسری قسم کے لوگ ہوں تو پچھلی دونوں قسمیں محروم ہوں گی۔ اور اگر تیسری قسم موجود ہو تو چوتھی محروم رہے گی۔ نمبر۲ پھر ان اقسام میں قریب بعید سے مقدم ہوگا قریب کی موجودگی میں بعید محروم رہے گا۔ ۳ حقیقی سوتیلے سے اولیٰ ہے۔ نمبر۴ میت کے پوتے' میت کے چچاؤں اور اس کے باپ کے چچاؤں سے مقدم ہوں گے۔ نمبر۵ میت کے باپ کے پوتے باپ کے چچاؤں اور دادا کے چچاؤں سے اولیٰ ہیں۔

ذوی الارحام اور ان کی اقسام

میت کے ورثاء میں جب مذکورہ بالا دو اقسام یعنی ذوالفروض و عصابات موجود نہ ہوں تو پھر اس کی وراثت ذوی الارحام کی طرف جائے گی۔ یہ ورثاء کا سب سے نچلا تیسرا طبقہ کہلاتا ہے ان میں درجات کی تقسیم اس طرح ہے نمبرا: میت کی بیٹی کی اولاد یعنی نواسہ' نواسی اور اس کی پوتی کی اولاد یعنی میت کے بیٹے کا نواسہ' نواسی اور پڑپوتی کی اولاد خواہ نچلے درجہ کے ہوں۔ نمبر۲ فاسد دادا' فاسد دادی اگرچہ اوپر کے درجہ سے ہوں۔

جد فاسد:

جس کے اور میت کے درمیان عورت کا واسطہ ہو مثلاً میت کا نانا اور میت کی دادی یا نانی کا باپ۔

جدہ فاسدہ:

میت اور جس کے درمیان جد فاسد کا فاصلہ وواسطہ ہومثلاً نانا کی ماں اور دادی یا نانی کے باپ کی ماں۔ یہ سب ذوی الارحام ہیں۔

جد اصلی:

میت اور اس کے درمیان عورت کا واسطہ نہ ہومثلاً دادا اور دادا کا باپ اوپر تک

جدہ اصلیہ:

میت اور اس کے مابین جد فاسد کا واسطہ نہ ہومثلاً دادی اور دادی کی ماں یا نانی اور اس کی ماں خواہ اوپر کے درجے سے ہوں اور یہ ذوالفروض سے ہیں۔ کماذکرقبلہ"

نمبر۳ حقیقی بہنوں کی اولاد اور سوتیلی بہنوں اور اخیافی بہنوں کی اولاد اسی طرح اخیافی بھائی کی اولاد اور حقیقی بھتیجیاں

نمبر۴ پھوپھی حقیقی، سوتیلی، اخیافی اسی طرح اخیافی چچا اور ماموں اور خالائیں۔

ان اقسام کا حکم:

ان اقسام میں ترتیب کا لحاظ لازم ہے نمبر۱ جب قسم اول میں سے کسی نچلے درجہ تک کوئی موجود ہو بعد والی تینوں اقسام محروم رہیں گی۔ نمبر۲ جب دوسری قسم سے نچلے درجہ تک کوئی موجود ہوتو آخری دوقسمیں محروم رہیں گی۔ نمبر۳ اسی طرح قسم ثالث میں سے نچلے درجہ تک جب کوئی موجود ہوگا چوتھی قسم محروم رہے گی۔ نمبر۴ پہلی تینوں اقسام نہ ہوں گی تو تب چوتھے درجہ میں میراث جائے گی۔

ان میں ہر قسم میں قریب کے ہوتے ہوئے بعید کو کچھ نہ ملے گا۔ بقیہ مسائل کتب فرائض میں ملاحظہ کر لیے جائیں۔

موانع ارث اور ان کی اقسام

سابقہ بیان سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ میراث کا حصہ رشتہ داری اور قرابت کی بنیاد پر ہے۔ اگر کوئی ایسی چیز پیدا ہو جائے جو اس رشتہ داری کو منقطع کردے تو حصہ میراث بھی منقطع ہو جائے گا۔ وہ چار چیزیں ہیں جو اس سلسلہ میں میراث کے انقطاع کا سبب بنتی ہیں نمبر۱ غلامی نمبر۲ قتل نمبر۳ اختلاف دین نمبر۴ اختلاف دارین۔

(۱) غلامی:

جس طرح کوئی آزاد کسی غلام کا وارث نہیں بن سکتا اسی طرح کوئی غلام کسی آزاد کا وارث نہیں بن سکتا کیونکہ غلام کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا اور میراث تو ملکیت میں ہوتی ہے۔

(۲) قتل:

وہ قتل وراثت کے حصہ سے محرومی کا باعث بنتا ہے جس قتل سے قصاص یا کفارہ لازم ہوتا ہے۔ ان کی تفصیل آئندہ حدود وقصاص میں آئے گی ان شاءاللہ پانچ اقسام قتل میں سے چار قسمیں ایسی ہیں کہ کسی میں قصاص لازم ہے یعنی قتل عمد اور کسی میں کفارہ اور دیت لازم آتی ہے مثلاً قتل شبہ عمد' قتل خطاء' قتل جاری مجریٰ خطاء تو یہ چاروں اقسام ایسی ہیں کہ ان میں قاتل میراثِ مقتول سے ہمارے ہاں محروم ہو جائے گا بشرطیکہ اس نے ناحق قتل کیا ہو اور اگر اپنے مورث کو قصاص یا حد یا دفاع کے طور پر قتل کرے تو میراث کے حصہ سے محروم نہ ہوگا۔

قتل بالسّبب:

اس قسم میں نہ قصاص لازم ہے اور نہ ہی کفارہ لازم آتا ہے بلکہ دیت یعنی خون بہا دینا لازم آتا ہے۔ اس قتل سے قاتل وراثت سے محروم نہیں ہوتا۔

قتل بالسبب کی تعریف:

ایک آدمی نے غیر کی زمین میں کنواں کھودا یا غیر کی ملک میں بلا اذن پتھر رکھے اس میں گر کر کوئی آدمی مر جائے تو یہ قتل بالسبب کہلاتا ہے۔ اسی طرح اگر نابالغ بیٹے نے باپ کو قتل کر دیا یا مجنون نے اپنے مورث کو قتل کیا تو یہ احناف کے ہاں مورث کی وراثت سے محروم نہ ہوں گے۔

(۳) اختلافِ ادیان:

مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا۔

(۴) اختلافِ دارین:

ایک شخص دارالاسلام میں ہو اور دوسرا دارالحرب میں ہو تو وہ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے مگر یہ حکم غیر مسلموں کیلئے ہے۔ مسلمان ایک دوسرے کے وارث ہوں گے خواہ اختلاف دارین رکھتے ہوں۔

ماخوذ از مغنی الطالب' سراجی' شریفیہ' بسیط۔ (مولانا)

الفصل الاول:

میت کا ترکہ پر کس کا حق اولیٰ ہے

۱/۲۹۹۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَا اَوْلٰی بِا لْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ فَمَنْ مَاتَ وَعَلَیْهِ دَیْنٌ وَلَمْ یَتْرُكْ وَفَاءً فَعَلَیَّ قَضَاؤُهٗ وَمَنْ تَرَكَ مَالاً فَلِوَرَثَتِهٖ وَفِیْ رِوَایَةٍ مَنْ تَرَكَ دَیْنًا

اَوْضِیَاعًا فَلْیَاْتِنِیْ فَاَنَا مَوْلَاہُ وَفِیْ رِوَایَةٍ مَنْ تَرَکَ مَالاً فَلِوَرَثَتِهٖ وَمَنْ تَرَکَ کَلًّا فَاِلَیْنَا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٥/٦١ الحدیث رقم ٣٩٩ ومسلم فی ٣/١٢٣٧ الحدیث رقم (١٥۔١٦١٩)وابو داؤد فی السنن ٣/٣٦١ الحدیث رقم ٢٩٥٥والنسائی فی ٤/٦٦ الحدیث رقم ١٩٦٣وابن ماجه فی ٢/٨٠٧ الحدیث رقم ٢٤١٥ واحمد فی المسند ٢/٤٥٦

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں مسلمانوں کی جانوں کے ان کی نسبت زیادہ نزدیک ہوں۔ (یعنی دین و دنیا کے معاملات میں میری شفقت مسلمانوں پر ان کی اپنی جانوں پر شفقت سے بڑھ کر ہے۔) پس جو شخص اس حال میں فوت ہو کہ اس کے ذمہ قرض ہو اور وہ اتنا مال نہ چھوڑے جو اس کے قرضہ کی ادائیگی میں پورا ہو تو میرے ذمہ اس قرض کی ادائیگی ہے اور جو شخص مال چھوڑے یعنی قرض و وصیت کی ادائیگی کے بعد وہ اس کے ورثاء کیلئے ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جو شخص قرض یا عیال چھوڑ جائے تو میرے پاس آئے یعنی اس کا وکیل یا وصی میرے پاس آئے میں اس کا ذمہ دار ہوں یعنی میں اس کا قرض ادا کرونگا اور اس کے اہل و عیال کی خبر گیری کرونگا۔ ایک روایت میں ہے کہ جو شخص مال چھوڑ جائے وہ تو اس کے ورثاء کیلئے ہے۔ اور جو شخص بھاری چیز چھوڑ جائے یعنی قرض اور عیال تو وہ میری طرف رجوع کرنے والا ہے یعنی میں اس کی ادائیگی کرونگا۔ اس روایت کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ ابتداء میں آپ ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ اگر کوئی مرجاتا اور اس کے ذمہ قرض ہوتا تو آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھتے (۲) جب اللہ تعالیٰ نے فراغت و فراوانی عنایت فرمائی اور غنائم کا سلسلہ شروع ہوا تو صاحب قرض کا قرض اپنے ذمہ لے لیتے اور اس کی نماز جنازہ ادا فرماتے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت جو باب الافلاس والانظار کی فصل اول میں گزری اس کے مطابق اس روایت کا یہی مطلب ہے۔ (۳) یہ امت پر آپ ﷺ کی کمال شفقت و رحمت تھی۔ (ح)

۲/۲۹۹۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْحِقُوْا الْفَرَائِضَ بِاَھْلِھَا فَمَابَقِیَ فَھُوَ لِاَوْلٰی رَجُلٍ ذَکَرٍ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ١٢/٤٩و الحدیث رقم ٦٧٣٢ومسلم فی صحیحه ٣/١٢٣٣ الحدیث رقم (٢۔١٦١٥)وابوداؤد فی السنن ٣/٣١٩ الحدیث رقم ٢٨٩٨ والترمذی فی السنن ٤/٣٦٤ الحدیث رقم ٢٠٩٨والدارمی فی ٢/٤٦٤ الحدیث رقم ٢٩٨٧۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کتاب اللہ میں میراث کا جو حصہ معین ہے وہ صاحب حق کو دو پھر جو اس سے بچ جائے تو وہ اس شخص کیلئے ہے جو میت کے مردوں میں سے سب سے زیادہ نزدیک ہو۔ مردوں میں میت کے نزدیک تر کو عصبہ کہا جاتا ہے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

① کتاب اللہ میں جن کا حصہ معین ہے ان کو ذوی الفروض کہتے ہیں۔ سب سے پہلے ان کو دیا جائے پھر جو ان سے بچ رہے وہ عصبات کو دیا جائے۔ ان میں قریب و بعید کا لحاظ رکھنا ضروری ہے قریب کے ہوتے ہوئے بعید کو میراث نہ دی جائے گی۔ چنانچہ فوائد الباب میں ذوی الفروض و عصبات کی تفصیل ذکر کر دی گئی ہے۔

② شرح السنہ میں لکھا ہے کہ اس روایت میں اس بات کی دلیل ہے کہ بعض ورثاء دوسروں کیلئے حاجب بن جاتے ہیں۔

③ حجب کا معنی ہے کسی اور وارث کی وجہ سے دوسرے کو میراث بالکل نہ ملنا یا اس کا مقررہ حصہ کم ہو جانا' حجب کی دو قسمیں ہیں: نمبر۱: حجب نقصان نمبر۲ حجب حرمان۔ ان کا تفصیلی بیان فرائض میں ہوگا۔

④ روایت میں ''ذکر'' کا لفظ تاکید کیلئے لایا گیا یا اس کا مقصد خنثیٰ سے احتراز کرنا ہے۔ نیز رجل کا اطلاق بعض اوقات صرف بالغ مرد پر ہوتا ہے ذکر کا اضافہ کر کے بتادیا کہ اصل حکم کا مدار مذکر ہونے پر ہے خواہ بالغ ہو یا نابالغ۔ دراصل زمانہ جاہلیت میں صرف بڑے مرد کو حصہ دیا جاتا تھا نابالغ محروم رہتے تھے۔ اس لئے اس لفظ کے اضافہ کی ضرورت پیش آئی' واللہ اعلم۔

مسلمان کافر کا وارث نہیں اور نہ کافر مسلمان کا

۲۹۹۷/۳ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخارى فى صحيحه ١٢/١١ الحديث رقم ٦٧٦٤ومسلم فى ٣/١٢٣٣ الحديث رقم (١/١٦١٤)وابوداوٗد فى السنن ٣/٣٢٦ الحديث رقم ٢٩٠٩ والترمذى فى ٤/٣٦٩ الحديث رقم ٢١٠٧وابن ماجه فى ٢/٩١٠ الحديث رقم ٢٧٢٩ والدارمى فى ٢/٤٦٦ الحديث رقم ٣٠٠٠ومالك فى الموطأ٢/٥١٩ الحديث رقم ١٠من كتاب الفرائض واحمد فى المسند ٥/٢٠٩

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کافر کا' وارث نہیں ہوتا اور نہ کافر مسلمان کا وارث بنتا ہے۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ علامہ نووی کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا البتہ اس میں اختلاف ہے کہ مسلمان کافر کا وارث ہوتا ہے یا نہیں جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ وہ بھی وارث نہیں ہوتا۔ البتہ بعض صحابہ اور تابعین کا قول یہ ہے۔ کہ مسلمان کافر کا وارث ہو سکتا ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کا یہی مسلک ہے۔

(۲) مرتد بالا جماع مسلمان کا وارث نہیں ہوتا اور مسلمان مرتد کا وارث ہوتا ہے یا نہیں' اس میں بھی اختلاف ہے۔ چنانچہ امام مالک' شافعی' ربیعہ' ابن ابی لیلیٰ رحمہم اللہ وغیر ہم کے ہاں مسلمان مرتد کا وارث نہیں بن سکتا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جو کچھ اس نے حالت ارتداد میں کمایا وہ تو بیت المال میں جمع ہوگا اور جو کچھ اس نے زمانہ اسلام میں کمایا وہ مسلمان ورثاء کو ملے گا۔

۲۹۹۸/۴ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ (رواه البخارى)

اخرجه البخارى فى صحيحه ١٢/٤٨ الحديث رقم ٦٧٦١۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قوم کا مولیٰ اسی قوم سے شمار ہوتا

ہے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح: اس روایت میں مولیٰ سے مراد آزاد کرنے والا ہے یعنی آزاد کرنے والا اپنے آزاد کردہ غلام کا وارث ہوگا۔ جب کہ اس غلام کا کوئی نسبی عصبہ موجود نہ ہو۔ البتہ غلام جس کو آزاد کر دیا گیا وہ اپنے آزاد کرنے والے آقا کا وارث نہیں ہوتا۔

(۲) بعض علماء کہتے ہیں کہ مولیٰ سے یہاں آزاد کردہ غلام مراد ہے۔ یعنی جس قوم نے کسی کو آزاد کیا ہو اس غلام کا حکم اس قوم والا ہے۔ مثلاً اگر بنی ہاشم نے آزاد کیا تو زکوٰۃ کے سلسلہ میں اس غلام کا حکم بنی ہاشم والا ہوگا کہ جس طرح ان پر زکوٰۃ نہیں لگتی اور ان کے لئے زکوٰۃ کا استعمال حرام ہے اسی طرح ان کے اس غلام کو جس کو انہوں نے آزاد کیا ہے اس پر بھی زکوٰۃ حرام ہے۔ (ع)

ذوی الارحام کا مسئلہ

۵/۲۹۹۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنُ اُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ (متفق عليه) وَذُكِرَ حَدِيْثُ عَائِشَةَ اِنَّمَا الْوَلَاءُ فِيْ بَابٍ قَبْلَ بَابِ السَّلَمِ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ الْبَرَاءِ الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْاُمِّ فِيْ بَابِ بُلُوْغِ الصَّغِيْرِ وَحَضَانَتُهُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۹/۱۲ الحدیث رقم ۶۷۶۲ ومسلم فی صحیحه ۷۳۵:۲ الحدیث رقم (۱۰۵۹-۱۳۳)۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قوم کا بھانجا انہی میں سے ہے۔ یہ بخاری، مسلم کی روایت ہے۔

تشریح: (۱) بھانجا ماموں کا وارث ہوتا ہے اور وہ ذوی الارحام سے ہے (۲) اور ذوی الارحام صرف امام ابوحنیفہ اور امام احمد رحمہما اللہ کے ہاں وارث ہوتے ہیں جبکہ میت کے ذوی الفروض اور عصبات نہ ہوں۔ ذوی الارحام کی تفصیل فوائد الباب میں گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ کر لیں۔ (۳) علامہ طیبی لکھتے ہیں کہ ذوی الارحام کے وارث بننے کی احناف کے ہاں یہی حدیث دلیل ہے۔ (ع۔ح)

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت "انما الولاء" باب السلم سے پہلے باب میں ذکر کی جا چکی ہے اور ہم حضرت براء رضی اللہ کی روایت: "الخالة بمنزلة الام" آئندہ "باب بلوغ الصغير و حضانته" میں ان شاء اللہ ذکر کر دیں گے۔

(۵) بمنزلۃ الام: کا مطلب یہ ہے خالہ میراث میں ماں کی طرح ہے۔ اگر خالہ اور پھوپھی میراث میں جمع ہو جائیں تو دو ثلث پھوپھی کو مل جائیں گے اور خالہ کو ایک ثلث ملے گا۔ (ع)

الفصل الثانی:

دو الگ دین والوں کے مابین وراثت نہیں

۶/۳۰۰۰ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَوَارَثُ اَهْلُ الْمِلَّتَيْنِ شَتّٰى ۔ (رواہ ابوداود وابن ماجۃ ورواہ الترمذی عن جابر)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۳/۳۲۷ الحدیث رقم ۲۹۱۱ وابن ماجه فی ۲/۹۱۲ الحدیث رقم ۲۷۳۱ واحمد فی المسند ۲/۱۹۵۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو الگ دین والوں کے مابین وراثت نہیں ہوتی۔ یہ ابوداؤد وابن ماجہ کی روایت ہے۔ ترمذی نے اس کو جابر سے نقل کیا ہے۔

تشریح ❀ نہ کافر مسلمان کا وارث ہوتا ہے اور نہ مسلمان کافر کا وارث ہوتا ہے۔ اس حدیث سے جمہور کے مذہب کی تائید ہوتی ہے کہ جس طرح کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا اسی طرح مسلمان بھی کافر کا وارث نہیں ہوتا۔ (ح)

۷/۳۰۰۱ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْقَاتِلُ لَا يَرِثُ۔

اخرجه الترمذی فی السنن ۴/۳۷۰ الحدیث رقم ۲۱۰۹ وابن ماجه فی ۲/۹۱۳۰ الحدیث رقم ۲۷۳۵

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قاتل وارث نہیں ہوتا۔ یہ ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ❀ جو شخص اپنے مورث کو ناحق قتل کر دے تو وہ اس کی میراث سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس کی تفصیل فوائد الباب میں گزر چکی ہے۔ (امام مالک کے ہاں قتل خطاء اس حکم سے مستثنیٰ ہے اور امام ابوحنیفہؒ قتل سببی کو بھی مستثنیٰ مانتے ہیں۔)

۸/۳۰۰۲ وَعَنْ بُرَيْدَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ لِلْجَدَّةِ السُّدُسَ اِذَا لَمْ تَكُنْ دُوْنَهَا اُمٌّ۔

(رواہ ابوداود)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۳/۳۱۷ الحدیث رقم ۲۸۹۵ والدارقطنی فی ۴/۹۱ الحدیث رقم ۷۴ من کتاب الفرائض

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے جدہ کیلئے چھٹا حصہ مقرر فرمایا ہے بشرطیکہ ماں اس کو حاجب نہ ہو۔ یہ روایت ابوداؤد کی ہے۔

تشریح ❀ اگر میت کی والدہ زندہ ہو تو وہ جدہ کو محروم کر دے گی اور جدہ سے یہاں نانی اور دادی ہر دو مراد ہیں۔ (ع۔ مولانا)

''ناقص'' بچے کی وراثت کا مسئلہ

۹/۳۰۰۳ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَهَلَّ الصَّبِيُّ صُلِّيَ عَلَيْهِ

وَوَرِثَ۔ (رواہ ابن ماجۃ والدارمی)

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۲/ ۹۱۹ الحدیث رقم ۲۷۵۰ والدارمی فی ۲/ ۶۸۵ الحدیث رقم ۳۱،۲۶۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب لڑکا (پیدائش کے بعد) چیخ مارے تو اس پر نماز (جنازہ) پڑھی جائے گی اور وہ وارث بھی بنایا جائے گا۔ یہ ابن ماجہ اور دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ❁ یہاں آواز سے مراد زندگی کی علامت ہے۔ یعنی پیدائش کے وقت آدھے سے زیادہ باہر آیا اور اس میں زندگی کی علامت معلوم ہوئی خواہ اس نے چیخ ماری یا سانس لیا خواہ اس کو چھینک آئی خواہ اس نے اپنے کسی عضو کو ہلایا اور پھر وہ مر گیا۔ تو اس پر نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی اور اس کو وارث بھی ٹھہرایا جائے گا اور اس کا ترکہ اور میراث بھی تقسیم ہوگی۔

(۲) اگر کوئی شخص فوت ہوا اور اس کا وارث پیٹ میں تھا تو اس کے لئے میراث بانٹی جائے گی یعنی اس کا حصہ رکھا جائے گا اگر وہ زندہ پیدا ہوا اور میراث اس سے اپنے ورثاء کی طرف منتقل ہوگی اور وہ وارث ہوگا۔ اور اگر وہ زندہ پیدا نہ ہوا تو وہ میراث دوسرے وارث لیں گے۔ (ع)

۳۰۰۴/۱۰ وَعَنْ كَثِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْهُمْ وَحَلِيْفُ الْقَوْمِ مِنْهُمْ وَابْنُ اُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ۔ (رواہ الدارمی)

اخرجه الدارمی فی السنن ۲/ ۳۱۷ الحدیث رقم ۲۵۲۷۔

ترجمہ: کثیر نے اپنے والد سے انہوں نے کثیر کے دادا سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قوم کا مولیٰ اسی قوم میں سے ہے اور قوم کا حلیف اس قوم میں سے ہے اور قوم کا بھانجا اس قوم میں سے ہے۔ یہ دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ❁ مولیٰ کے متعلق گزشتہ روایت میں ذکر کر دیا گیا ''قوم کا حلیف اسی قوم میں سے ہے'' عرب میں یہ عادت تھی کہ آپس میں قسمیں کھا لیتے کہ تیرا خون میرا خون ہے اور تیری صلح میری صلح ہے اور تیری لڑائی میری لڑائی شمار ہوگی۔ اور میں تیرا وارث ہوں گا اور تو میرا وارث ہوگا۔ آیت میراث سے اس عادت کو ختم کر دیا گیا۔ بھانجا قوم کا'' اس کا بیان سابقہ فوائد الحدیث کے تحت کر دیا گیا ہے۔ (ح)

اللہ ورسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہر مؤمن پر اس کی جان سے زیادہ حق رکھتے ہیں

۳۰۰۵/۱۱ وَعَنِ الْمِقْدَامِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوْلٰى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهٖ فَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا اَوْ ضَيْعَةً فَاِلَيْنَا وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهٖ وَاَنَا مَوْلٰى مَنْ لَّا مَوْلٰى لَهٗ اَرِثُ مَالَهٗ وَاَفُكُّ عَانَهٗ وَالْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَّا وَارِثَ لَهٗ يَرِثُ مَالَهٗ وَيَفُكُّ عَانَهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَاَنَا وَارِثُ مَنْ لَّا وَارِثَ لَهٗ اَعْقِلُ عَنْهُ وَاَرِثُهٗ وَالْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَّا وَارِثَ لَهٗ يَعْقِلُ عَنْهُ وَيَرِثُهٗ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۳/ ۳۲۰ الحدیث رقم ۲۹۰۰ وابن ماجه فی ۲/ ۹۱٤ الحدیث رقم ۲۷۳۸

ترجمہ: حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ہر مؤمن پر اس کی جان

سے زیادہ حق رکھتا ہوں۔ پس جو شخص اپنے ذمہ قرض یا اہل وعیال چھوڑ جائے تو اس کے قرض کی ادائیگی میرے ذمہ اور اس کے اہل وعیال کی پرورش بھی میرے ذمہ ہے۔ اور جو شخص مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے ورثاء کا ہے اور میں ذمہ دار ہوں جس کا کوئی کفیل وذمہ دار نہ ہو۔ اور اس کے مال کا میں وارث ہوتا ہوں کہ اس کو بیت المال میں رکھتا ہوں۔ اور انبیاء علیہم السلام کسی کے وارث نہیں ہوتے اور نہ ان کا کوئی وارث ہوتا ہے اور مسلمانوں کے قیدی کو چھڑاتا ہوں' یعنی اگر قیدی پر دیت لازم ہو جاتی ہے کہ جس کی وجہ سے اس کا نفس عالم برزخ میں مقید ومعذب ہوتا ہے تو اس کو دیت کی ادائیگی کر کے اس عذاب سے چھڑاتا ہوں۔' ماموں وارث'' جس شخص کا کوئی وارث ذوی الفروض وعصبات سے نہ ہو تو اس کا وارث ماموں ہوگا کیونکہ وہ ذوی الارحام میں سے ہے اور مسلمانوں کے قیدی کو چھڑاتا ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ میں اس کا وارث ہوں کہ جس کا کوئی وارث نہیں یعنی اس کی طرف سے خون بہا ادا کرتا ہوں اور اس کا وارث ہوتا ہوں۔ اور ماموں اس کا وارث ہے جس کا کوئی وارث نہ ہو وہ اس کی طرف سے خون بہا ادا کرتا ہے اور اس کا وارث ہوتا ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

۳۰۰۶/۱۲ وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحُوْزُ الْمَرْأَةُ ثَلَاثَ مَوَارِيْثَ عَتِيْقَهَا وَ لَقِيْطَهَا وَوَلَدَهَا الَّذِیْ لَاعَنَتْ عَنْهُ۔ (رواہ الترمذی وابوداود)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۳/۳۲۵ الحديث رقم ۲۹۰۶ والترمذی فی السنن ٤/۳۷۳ الحديث رقم ۲۱۱۵ وابن ماجه فی ۲/۹۱٦ الحديث رقم ۲۷٤۲ واحمد فی المسند ۳/٤۹۰

ترجمہ: حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت تین اشخاص کی میراث جمع کر لیتی ہے نمبر۱ اپنے آزاد کردہ غلام کی نمبر۲ اپنے لقیط کی نمبر۳ اپنے اس بچے کی کہ جس کے متعلق لعان کیا گیا۔ یہ ترمذی اور ابوداؤد کی روایت ہے۔ اور ابن ماجہ نے اس کو نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ **عَتِيْقَهَا**: یعنی ایک عورت اگر غلام آزاد کرے اور غلام مر جائے اور اس غلام کا عصبہ نسبی نہ ہو تو یہ آزاد کرنے والی عورت اس کی وارث بنے گی۔ (جیسا کہ مرد کا یہی حکم ہے۔)

(۲) **لَقِيْطَهَا**: یعنی اگر کوئی عورت راستہ میں پڑا ہوا بچہ اٹھا لیتی ہے اور اس کو پال لیتی ہے' تو یہ عورت اس کی موت کے بعد اس کی وارث ہوتی ہے۔ یہ اسحاق بن راہویہ کا مذہب ہے۔ دیگر علماء کہتے ہیں کہ اٹھائے ہوئے بچے کا ولاء نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ نے ولاء کو آزاد کردہ غلام کے ساتھ خاص کیا ہے۔ ارشاد: ''لا ولاء الا ولاء العتاقة'' ممکن ہے کہ ان علماء کے ہاں یہ روایت منسوخ ہو۔

(۳) قاضی کہتے ہیں کہ روایت کا معنی یہ ہے کہ اس کا مال بیت المال کو جائے گا۔ اور یہ عورت اس مال کی دوسرے مسلمانوں کے مقابلے میں زیادہ حقدار ہے کہ اس پر وہ مال صرف کیا جائے جو اس لڑکے نے چھوڑا ہے۔

(۴) لعان یہ ہے کہ کوئی مرد اپنی بیوی پر تہمت لگائے کہ اس کا یہ حمل مجھ سے نہیں ہے اور پیدائش پر بچے کا انکار کر دے کہ یہ میرا نہیں ہے۔ وہ آپس میں ایک دوسرے پر شہادت کے لفظ سے لعان کریں۔ اس کا تفصیلی بیان باب اللعان میں آ رہا ہے ان شاء اللہ تو جس بچے کی پیدائش پر لعان کیا گیا اس بچے کا نسب باپ سے تو ثابت نہ ہوگا اور نہ وہ ایک دوسرے کے

وارث بن سکتے ہیں کیونکہ توارث کا سبب نسب ہے اور وہ یہاں نہیں پایا جارہا۔ پس میراث اس کی طرف تو جانہیں سکتی البتہ ماں سے نسب ثابت ہو جائے گا۔ پس وہ ایک دوسرے کے وارث بنیں گے۔ ولد الزنا کا بھی یہی حکم ہے۔ (ح۔ع)

زانی کا وارث کے مسئلہ کا بیان

۳۰۰۷/۱۳ وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا رَجُلٍ عَاهَرَ بِحُرَّةٍ اَوْ اَمَةٍ فَالْوَلَدُ وَلَدُ زِنًا لَايَرِثُ وَلَا يُوْرَثُ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجہ الترمذی فی السنن ٤/٣٧٢ الحدیث رقم ٢١١٣ وابن ماجہ فی ٢/٩١٧ الحدیث رقم ٢٧٤٥۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے دادا سے نقل کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی آزاد یا لونڈی کے ساتھ زنا کرے اور اس سے جولڑکا پیدا ہو وہ ولد الزنا کہلائے گا۔ وہ وارث نہیں ہوتا اور نہ اس کی میراث کسی کو ملتی ہے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ❁ یعنی وہ لڑکا زانی کا وارث نہیں ہوتا اور نہ اس کے اقارب کا وارث بنتا ہے۔ کیونکہ وراثت نسب کی وجہ سے ملتی ہے اور زانی اور اس کے درمیان کوئی نسبی واسطہ نہیں ہے۔ اور زانی بھی اس لڑکے کا وارث نہیں بن سکتا اور نہ زانی کے اقرباء اس کے وارث بن سکتے ہیں۔ البتہ ماں اس بچے کی وارث ہوتی ہے اور وہ اپنی ماں کا وارث ہوتا ہے۔ کیونکہ ماں سے رحم کا رشتہ ہے۔

۳۰۰۸/۱۴ وَعَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ مَوْلًی لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ وَتَرَكَ شَيْئًا وَلَمْ يَدَعْ حَمِيْمًا وَلَا وَلَدًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطُوْا مِيْرَاثَهٗ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ قَرْيَتِهٖ (رواہ ابوداود والترمذی) اِنَّا مَعَاشِرُ الْاَنْبِيَاءِ لَا نُوْرِثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ۔

اخرجہ ابو داوٗد فی السنن ٣/٣٢٢ الحدیث رقم ٢٩٠٢ وابن ماجہ فی ٢/٩١٣ الحدیث رقم ٢٧٣٣۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آزاد کردہ غلام مر گیا اور اس نے کچھ مال چھوڑا مگر اس کا کوئی رشتہ دار نہ پایا گیا اور نہ اس نے کوئی بیٹا چھوڑا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی میراث اس کی بستی کے ایک شخص کو دے دو۔ یہ ابوداؤد و ترمذی کی روایت ہے

تشریح ❁ کیونکہ اس نے کوئی وارث نہیں چھوڑا اب اس کا مال بیت المال کیلئے تھا اور بیت المال کا مصرف فقراء ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بستی والے کو دینا مناسب خیال فرمایا کیونکہ وہ ضرورت مند محتاج تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی وراثت اس لئے نہیں پہنچی کہ انبیاء وارث نہیں ہوتے اور نہ ان کا کوئی وارث ہوتا ہے۔ (انبیاء چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے)(ع)

۳۰۰۹/۱۵ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ مَاتَ رَجُلٌ مِّنْ خُزَاعَةَ فَاُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِيْرَاثِهٖ فَقَالَ اِلْتَمِسُوْا لَهٗ وَارِثًا اَوْ ذَارَحِمٍ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهٗ وَارِثًا وَلَا ذَا رَحِمٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطُوْهُ الْكُبْرَ مِنْ خُزَاعَةَ۔ [رواہ ابوداود وفی روایۃ لہ قال انظروا اکبر رجل من خزاعۃ]

اخرجہ ابو داوٗد فی السنن ٣/٣٢٤ الحدیث رقم ٢٩٠٤ واحمد فی المسند ٥/٣٤٧۔

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنوخزاعہ کے ایک شخص کا انتقال ہوا پس اس کی میراث آپ ﷺ کی خدمت میں لائی گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کا وارث تلاش کرو۔ یعنی ذوی الفروض عصبات یا پھر ذوی الارحام۔ جب ان میں سے کوئی بھی نہ ملا یعنی نہ ورثاء صلبیہ سے اور نہ ذی رحم سے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی میراث خزاعہ کے بڑے کو دے دو۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔ اور ابوداؤد کی دوسری روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ بنوخزاعہ کے کسی بوڑھے شخص کو دیکھو یعنی اس کو دے دو (کہ اس سے رحم کا رشتہ تو ہے)

تشریح ۞ اس حدیث کی تاویل سابقہ روایت کی طرح ہے۔ اس کا ترکہ بیت المال کا حق بن گیا۔ آپ ﷺ نے بڑے کو دینے کا اس لئے حکم دیا کیونکہ وہ بیت المال کے مال کا مصرف ہے۔ اور قبیلے کا بڑا ہونے اور بڑھاپے کی وجہ سے وہ بیت المال کے مال کا زیادہ حقدار ہے۔ (ح)

تقدیم وصیت کی حکمت

۱۶/۳۰۱۰: وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ اِنَّكُمْ تَقْرَؤُنَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَا اَوْ دَيْنٍ وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بِالدَّيْنِ قَبْلَ الْوَصِيَّةِ وَاَنَّ اَعْيَانَ بَنِى الْاُمِّ يَتَوَارَثُوْنَ دُوْنَ بَنِى الْعَلَّاتِ الرَّجُلُ يَرِثُ اَخَاهُ لِاَبِيْهِ وَاُمِّهٖ دُوْنَ اَخِيْهِ لِاَبِيْهِ (رواہ الترمذی وابن ماجۃ: وفی روایۃ الدارمی) قَالَ الْاِخْوَةُ مِنَ الْاُمِّ يَتَوَارَثُوْنَ دُوْنَ بَنِى الْعَلَّاتِ اِلٰى اٰخِرِهٖ.

اخرجه الترمذی فی السنن ٤/٣١٩ الحدیث رقم ٢٠٩٥ وابن ماجه فی ٢/٩١٥ الحدیث رقم ٢٧٣٩ والدارمی فی ٢/٤٦٤ الحدیث رقم ٢٩٨٤ واحمد فی المسند ١/١٤

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اس آیت: مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَا اَوْ دَيْنٍ ...... پڑھتے ہو اور آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ تم دین کو وصیت سے پہلے ادا کرو اور آپ ﷺ نے یہ بھی حکم فرمایا کہ حقیقی بھائی وارث ہوتا ہے سوتیلا نہیں یعنی حقیقی بھائیوں کی موجودگی میں سوتیلا وارث نہیں اور آدمی اپنے حقیقی بھائی کا تو وارث ہوتا ہے نہ کہ سوتیلے کا۔ اس روایت کو ترمذی ابن ماجہ اور دارمی نے ذرا اختلاف سے اس طرح روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بھائی وہ وارث ہوتا ہے جو ماں اور باپ دونوں میں شریک ہو وہ وارث نہیں جو فقط باپ میں شریک ہو۔ یعنی سوتیلا۔ بقیہ روایت اسی طرح ہے۔

تشریح ۞ (۱) تم یہ آیت پڑھتے ہو'' اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ میراث وصیت کے جاری کرنے یا قرض کی ادائیگی کے بعد ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ تم اس آیت کو فقط پڑھتے ہی ہو یا اس کا مطلب بھی سمجھتے ہو۔ فرمایا آیت میں وصیت دین سے مقدم واقع ہوئی ہے مگر آپ ﷺ نے قرض کی ادائیگی کو وصیت پر مقدم فرمایا ہے۔ لوگوں کو آپ ﷺ کے فعل اور آیت کے مابین منافات خیال نہ کرنا چاہیے بلکہ آیت کو اسی طرح سمجھنا چاہیے کہ اگرچہ آیت میں وصیت کو مقدم کیا گیا مگر حکم کے لحاظ سے دین مقدم ہے اگرچہ وہ لفظاً مؤخر ہے۔ اور الفاظ میں وصیت مقدم ہے مگر وہ حکم کے لحاظ سے مؤخر ہے۔

(۲) تقدیم وصیت کی حکمت یہ ہے کہ ورثاء پر وصیت کا نفاذ گراں گزرتا ہے۔ اس کو وہ معمولی خیال کر کے ترک نہ

کردیں اس لئے دین سے ذکراً مقدم کر کے اس کے اہتمام اجراء کی طرف اشارہ کر دیا۔

(۳) وارث ہوتا ہے'' یہ پہلے کلام کی تاکید اور تفسیر ہے۔ (ح۔ع)

مسئلہ مذکورہ میں ترکہ کے چوبیں حصے

۱۷/۳۰۱۱ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ جَاءَ تِ امْرَأَةُ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ بِابْنَتَيْهَا مِنْ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَاتَانِ ابْنَتَا سَعْدِبْنِ الرَّبِيْعِ قُتِلَ اَبُوْهُمَا مَعَكَ يَوْمَ اُحُدٍ شَهِيْدًا وَاِنَّ عَمَّهُمَا اَخَذَ مَالَهُمَا وَلَمْ يَدَعْ لَهُمَا مَالًا وَلَا تُنْكَحَانِ اِلَّا وَلَهُمَا مَالٌ قَالَ يَقْضِى اللّٰهُ فِىْ ذٰلِكَ فَنَزَلَتْ اٰيَةُ الْمِيْرَاثِ فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى عَمِّهِمَا فَقَالَ اَعْطِ لِابْنَتَىْ سَعْدِ الثُّلُثَيْنِ وَاَعْطِ اُمَّهُمَا الثُّمُنَ وَمَا بَقِىَ فَهُوَ لَكَ۔

(رواه الترمذی و ابوداود و ابن ماجة وقال الترمذی هذا حديث غريب)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۳/۳۱۶ الحديث رقم ۲۸۹۲ والترمذی فی ۴/۳۶۱ الحديث رقم ۲۰۹۲ وابن ماجه فی ۲/۹۰۸ الحديث رقم ۲۷۲۰ واحمد فی المسند ۳/۳۵۲۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی بیوی اپنی دونوں بیٹیوں کو لے کر حاضر ہوئی جو سعد کی طرف سے تھیں۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! یہ سعد بن ربیع کی بیٹیاں ہیں ان کا والد آپ ﷺ کے ساتھ غزوہ احد میں جام شہادت نوش کر گیا اور اس کا تمام مال ان کے چچا نے اپنے قبضہ میں کر لیا یعنی ان کے والد سعد کی جو میراث ان کو پہنچتی تھی وہ اس نے قبضہ میں کر لی ہے جیسا کہ جاہلیت میں رواج تھا کہ عورتوں کو جائیداد سے محروم کر دیا جاتا تھا۔ ان کے والد نے اس کے علاوہ کوئی مال نہیں چھوڑا کہ جس سے ان کا نکاح کیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم صبر کرو تاکہ اس سلسلہ میں وحی سے کوئی حکم نازل ہو چنانچہ میراث کی آیت نازل ہوئی یعنی: یوصیکم اللّٰہ فی اولا دکم ...... آپ ﷺ نے ان کے چچا کی طرف کسی کو بھیجا اور ان کو یہ پیغام دیا کہ تم سعد کی بیٹیوں کو کل جائیداد کے دو تہائی دے دو اور ان کی والدہ کو آٹھواں حصہ دے دو اور جو کچھ باقی بچ جائے پس وہ تمہارا ہے۔ یہ احمد ترمذی ابوداؤد اور ابن ماجہ کی روایت ہے ترمذی نے اس روایت کو حسن غریب کہا ہے۔

تشریح ۞ کل ترکہ کے چوبیں حصے کر کے تقسیم ہوگی۔ چوبیں میں سے آٹھ آٹھ حصے دونوں لڑکیوں کو ملے اور تین حصے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بیوی کو اور پانچ حصے ان کے بھائی کو ملے۔

۱۸/۳۰۱۲ وَعَنْ هُزَيْلِ بْنِ شُرَحْبِيْلَ قَالَ سُئِلَ اَبُوْ مُوْسٰى عَنِ ابْنَةٍ وَبِنْتِ ابْنٍ وَاُخْتٍ فَقَالَ لِلْبِنْتِ النِّصْفُ وَلِلْاُخْتِ النِّصْفُ وَاْتِ ابْنَ مَسْعُوْدٍ فَسَيُتَابِعُنِىْ فَسُئِلَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَاُخْبِرَ بِقَوْلِ اَبِىْ مُوْسٰى فَقَالَ لَقَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ اَقْضِىْ فِيْهَا بِمَا قَضَى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْبِنْتِ النِّصْفُ وَلِابْنَةِ الْاِبْنِ السُّدُسُ تَكْمِلَةَ الثُّلُثَيْنِ وَمَا بَقِىَ فَلِلْاُخْتِ فَاَتَيْنَا اَبَا مُوْسٰى فَاَخْبَرْنَاهُ بِقَوْلِ

ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ لَا تَسْأَلُوْنِیْ مَا دَامَ هٰذَا الْحِبْرُ فِیْكُمْ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۲/ ۱۷ الحدیث رقم ۶۷۳۶ والترمذی فی السنن ۴/ ۳۶۲ الحدیث رقم ۲۰۹۳ وابن ماجه فی السنن ۲/ ۹۰۹ الحدیث رقم ۲۷۲۱ والدارمی فی ۲/ ۴۴۷ الحدیث رقم ۲۸۹۰ واحمد فی المسند ۱/ ۳۸۹

ترجمہ: حضرت ہزیل بن شرحبیل کہتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا کہ میت کی وارث ایک بیٹی' ایک پوتی اور ایک بہن ہو۔ تو اس کی میراث کس طرح تقسیم ہوگی؟ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ بیٹی کو نصف ملے گا اور باقی نصف بہن کو مل جائے گا یعنی پوتی محروم رہے گی۔ پھر ابوموسیٰ نے سائل کو کہا کہ تم ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ ان سے مسئلہ دریافت کرو وہ میری موافقت کریں گے یعنی وہ بھی یہی جواب دیں گے۔ چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا اور ان کو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے جواب کی بھی اطلاع دی گئی تو ابن مسعودؓ کہنے لگے اگر میں ایسا فتویٰ دوں تو میں غلط راہ پر پڑنے والا بنوں گا اور سیدھا راستہ پانے والا نہ بنوں گا۔ سنو! میں تو اس مسئلہ میں وہی حکم دوں گا جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اس طرح ہے کہ نصف بیٹی کا اور پوتی کو چھٹا حصہ تاکہ دوتہائی پورا ہو جائے۔ یعنی دو بیٹیوں کا حصہ دوتہائی بنتا ہے۔ اسی طرح دو سے زائد کا بھی دوتہائی بنتا ہے۔ جب ایک بیٹی کو آدھا مل گیا تو چھٹا حصہ پوتی کو دیکر دوتہائی پورا کر دیں گے اور جو باقی بچ رہے گا وہ بہن کو ملے گا یعنی اس روایت کے مطابق کہ بیٹیوں کے ساتھ بہن کو عصبہ بناؤ'' جمہور کا مذہب یہی ہے۔ پھر ہم ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور ان کو اس بات کی اطلاع دی جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہی تھی' تو انہوں نے فرمایا جب تک یہ عالم تمہارے مابین ہے تم مجھ سے نہ پوچھا کرو۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ❁ یہ مسئلہ چھ میں تقسیم ہوگا ۳ بیٹی' ایک پوتی کو اور ۲ حصے بہن کو ملیں گے۔

۳۰۱۳/ ۱۹ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ ابْنِیْ مَاتَ فَمَا لِیْ مِنْ مِیْرَاثِهٖ قَالَ لَكَ السُّدُسُ فَلَمَّا وَلّٰی دَعَاهُ قَالَ لَكَ سُدُسٌ اٰخَرُ فَلَمَّا وَلّٰی دَعَاهُ قَالَ اِنَّ السُّدُسَ الْاٰخَرَ طُعْمَةٌ لَّكَ۔

(رواه حمد والترمذی وابوداود وقال الترمذی هذا حدیث حسن صحیح)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۳/ ۳۱۸ الحدیث رقم ۲۸۹۶ والترمذی فی ۴/ ۳۶۵ الحدیث رقم ۲۰۹۹۔

ترجمہ: حضرت عمران حصین بن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ میرا پوتا مر گیا ہے مجھے اس کی میراث میں سے کیا ملے گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چھٹا حصہ تمہارا ہے۔ جب وہ شخص واپس ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دوبارہ بلایا اور پھر فرمایا تمہارے لیے دوسرا چھٹا حصہ بھی ہے۔ پھر جب وہ پیٹھ پھیر کر چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور ارشاد فرمایا یقیناً آخر کا چھٹا حصہ بھی تمہارا رزق ہے۔ یہ روایت احمد' ترمذی اور ابوداؤد نے نقل کی ہے اور ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

تشریح ❁ ''رزق ہے'' یعنی دوسرا چھٹا تمہیں بطور عصبہ کے ملا ہے اور پہلا چھٹا حصہ بطور ذوی الفروض کے ملا ہے۔

آپ ﷺ نے تہائی حصہ یکبارگی عنایت نہیں فرمایا۔

(۲) حکمت:

یک بارگی عنایت نہ کرنے کی حکمت یہ ہے کہ وہ یہ نہ سمجھ لے کہ میرا تہائی حصہ بطور ذوی الفروض کے بنتا ہے۔

(۳) اس مسئلہ کی صورت یہ ہوگی کہ ایک آدمی مرا اس نے ورثاء میں دو بیٹیاں اور دادا چھوڑا اب اس کے مال میں سے اس کی دو بیٹیوں کو دو تہائی پہنچے گا باقی ایک تہائی بچ گیا تو اس میں سے چھٹا حصہ تو دادا کو ذوی الفروض میں سے ہونے کی وجہ سے مل گیا اور بقیہ چھٹا حصہ اس کو عصبہ ہونے کی وجہ سے ملے گا۔ (ع)

کل مال کے چھ حصے کر کے چار دو بیٹیوں کو جائیں گے ایک چھٹا دادا کو ذوی الفرض ہونے کی وجہ سے ملا دوسرا چھٹا عصبہ کی وجہ سے ملے گا۔

جدہ کا بیان

ترجمہ: ۲۰/۳۰۴ وَعَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ قَالَ جَاءَ تِ الْجَدَّةُ اِلٰى اَبِىْ بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِيْرَاثَهَا فَقَالَ لَهَا مَالَكِ فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ شَيْءٌ وَمَالَكِ فِىْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ فَارْجِعِىْ حَتّٰى اَسْأَلَ النَّاسَ فَسَأَلَ فَقَالَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَاهَا السُّدُسَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ هَلْ مَعَكَ غَيْرُكَ فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ مِثْلَ مَا قَالَ الْمُغِيْرَةُ فَاَنْفَذَهُ لَهَا اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ جَاءَ تِ الْجَدَّةُ الْاُخْرٰى اِلٰى عُمَرَ تَسْأَلُهُ مِيْرَاثَهَا فَقَالَ هُوَ ذٰلِكَ السُّدُسُ فَاِنِ اجْتَمَعْتُمَا فَهُوَ بَيْنَكُمَا وَاَيَّتُكُمَا خَلَتْ بِهٖ فَهُوَ لَهَا۔ (رواه مالك واحمد والترمذى وابوداود والدارمى وابن ماجة)

اخرجه ابوداؤد فى السنن ۳۱۶/۳ الحديث رقم ۲۸۹۴ والترمذى فى ۳۶۵/۴ الحديث رقم ۲۱۰۰ و اخرجه ابن ماجه فى ۹۰۹/۲ الحديث رقم ۲۸۲۴ والدارمى فى ۴۵۶/۲ الحديث رقم ۲۹۳۹ ومالك فى الموطأ ۵۱۳/۲ الحديث رقم ۴ من كتاب الفرائض واحمد فى المسند ۲۲۵/۴

حضرت قبیصہ بن ذویبؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک جدہ آئی اور اس نے اپنی میراث کا ان سے مطالبہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تیرے لئے نہ تو کتاب اللہ میں کوئی حصہ ہے اور نہ سنت رسول یعنی احادیث میں وہ احادیث جو مجھے یاد ہیں ان میں سے کسی حدیث میں جدہ کے حصے کا کوئی ذکر نہیں ہے تم واپس جاؤ یہاں تک کہ میں لوگوں سے اس سلسلہ میں دریافت کروں یعنی علماء صحابہ سے دریافت کروں شاید کہ ان میں سے کوئی جانتا ہو۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ نے لوگوں سے دریافت کیا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں موجود تھا۔ آپ ﷺ نے جدہ کو چھٹا حصہ دلوایا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ فرمانے لگے کہ کیا تیرے ساتھ اور شخص بھی تھا جس نے یہ بات سنی ہو یعنی احتیاط کے طور پر انہوں نے یہ دریافت کیا تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ نے اس طرح کی بات کہی جو مغیرہ نے کہی تھی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جدہ کیلئے اس حکم کو جاری فرمایا۔ چنانچہ دوسری جدہ حضرت عمر رضی

اللہ عنہ کی خدمت میں آئی اور ان سے اپنی میراث کا مطالبہ کرتی تھی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہی چھٹا حصہ تمہارے درمیان تقسیم ہوگا۔ اور ایک جدہ کو وہ چھٹا حصہ ملے گا۔ یہ احمدؒ مالکؒ ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ دارمی اور ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ جدہ دادی اور نانی دونوں پر بولا جاتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آنے والی نانی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ کے پاس آنے والی دادی تھی۔ اور ان کا تعلق ایک ہی میت سے تھا۔ (۲) چنانچہ ایک روایت میں اسی طرح وارد ہے آخری جملہ کا حاصل یہ ہے کہ جدہ کی میراث تو چھٹا حصہ ہی ہے خواہ وہ ایک ہو یا دو ہوں۔ پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک جدہ کیلئے چھٹے حصے کا حکم دیا کیونکہ دوسری کا ہونا معلوم نہ تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب دوسری جدہ کا علم ہوا تو انہوں نے حکم فرمایا کہ دونوں کو چھٹا حصہ ملے گا یعنی دونوں اس میں شریک ہوں گی۔ (ع)

۲۱/۳۰۱۵ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ فِي الْجَدَّةِ مَعَ ابْنِهَا اَنَّهَا اَوَّلُ جَدَّةٍ اَطْعَمَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُدُسًا مَعَ ابْنِهَا وَابْنُهَا حَيٌّ۔ (رواه الترمذی والدارمی والترمذی ضعفه)

اخرجه الترمذی فی ٤/٣٦٧ الحديث رقم ٢١٠٢ والدارمی فی ٢/٤٥٥ الحديث رقم ٢٩٣٢۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جدہ اپنے بیٹے کے ساتھ وہ پہلی جدہ ہے جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھٹا حصہ اس حال میں کہ اس کا بیٹا زندہ ہے۔ یہ ترمذی اور دارمی کی روایت ہے۔ ترمذی نے اس کو ضعیف قرار دیا۔

تشریح ۞ اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص فوت ہوا اس کے ورثاء میں باپ اور دادی دونوں موجود تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کو چھٹا حصہ دلوایا باوجودیکہ میت کا باپ موجود تھا (اس کے ہوتے ہوئے دادی کو کچھ نہیں ملتا)۔ علماء کا مذہب یہ ہے کہ میت کا باپ موجود ہو تو میت کی دادی محروم ہوگی یعنی دادی کو پوتے کی میراث میں سے کچھ نہیں ملتا جب کہ میت کا باپ موجود ہو۔

(۲) اس روایت پر علماء نے عمل اس لئے نہیں کیا کیونکہ یہ روایت ضعیف ہے اور قابل حجت نہیں ہے۔ دلیل کیلئے صحیح حدیث چاہیے۔ (۳) یا یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدہ کو تبرعاً بطور احسان کے دلوایا' بطور حصہ میراث نہ تھا۔ (گویا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے)۔ (ع۔مولانا)

۲۲/۳۰۱۶ وَعَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ سُفْيَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اِلَيْهِ اَنْ وَرِّثِ امْرَاَةَ اَشْيَمِ الضِّبَابِيِّ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا۔ (رواه الترمذی وابوداود وقال الترمذی هذا حديث حسن صحيح)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ٣/٣٣٩ الحديث رقم ٢٩٢٧ والترمذی فی السنن ٤/٣٧١ الحديث ٢١١٠ وابن ماجه فی ٢/٨٨٣ الحديث رقم ٢٦٤٢ ومالك فی الموطأ ٢/٨٦٦ الحديث رقم ٩ من كتاب العقول واحمد فی المسند ٣/٤٥٢۔

ترجمہ: حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف خط لکھا کہ اشیم ضبابی کی بیوی کو اس کے خاوند کے خون بہا میں سے میراث دی جائے۔ یہ ترمذی اور ابوداؤد کی روایت ہے۔ یہ ترمذی نے

حسن صحیح کیا ہے۔

① حضرت اشیم ضبابی خطا کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قتل ہوئے۔

② شرح السنہ میں لکھا ہے کہ اس روایت میں دلیل ہے کہ اول دیت مقتول کیلئے لازم ہوتی ہے اور اس سے پھر وہ ورثاء مقتول کی طرف منتقل ہوتی ہے' جس طرح دیگر املاک منتقل ہوتے ہیں۔ اکثر اہل علم کا یہی قول ہے۔

③ حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ عورت خاوند کی دیت سے وارث نہیں ہوتی۔ تو حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے یہ روایت بیان کی۔ (طیبی)

۲۳/۳۰۱۷ وَعَنْ تَمِيْمِ ِالدَّارِيِّ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا السُّنَّةُ فِي الرَّجُلِ مِنْ اَهْلِ الشِّرْكِ يُسْلِمُ عَلٰى يَدَىْ رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ هُوَ اَوْلَى النَّاسِ بِمَحْيَاهُ وَمَمَاتِهٖ۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤٥/١٢ معلقا فی کتاب الفرائض باب اذا اسلم علی یدیه ابوداؤد فی السنن ٣٣٣/٣ الحدیث رقم ٢٩١٨ والترمذی فی ٣٧٢/٤ الحدیث رقم ٢١١٢ وابن ماجه فی ٩١٩/٢ الحدیث رقم ٢٧٥٢ والدارمی فی ٤٧١/٢ الحدیث رقم ٣٠٣٣ واحمد فی المسند ١٠٣/٤

ترجمہ: حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اس مشرک کا کیا حکم ہے جو ایک مسلمان کے ہاتھ پر اسلام لایا؟ یعنی وہ مسلمان اس نو مسلم کا وارث ہوگا یا نہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص کہ جس کے ہاتھ پر اسلام لایا وہ اس کی زندگی اور موت میں اس کے نزدیک تر ہے یعنی اس کا مولیٰ ہے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے اور ابن ماجہ اور دارمی نے بھی نقل کی ہے۔

تشریح ❁ تمیم داری مشہور صحابی ہیں یہ نصاریٰ میں سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ یہ ۹ھ میں اسلام لائے۔ یہ شب بیدار تھے۔ رات میں ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کرتے اور کبھی ایک آیت بار بار پڑھتے ہوئے صبح کر دیتے۔ ایک رات ان کی تہجد کی نماز رہ گئی تو ایک سال تک رات کو نیند نہ کی۔ مسجد نبوی میں سب سے پہلے یہی چراغ جلانے والے ہیں۔ (۲) موالی یہ مولیٰ کی جمع ہے۔ شروع اسلام میں یہ ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا۔

(۳) بعض نے کہا زیادہ لائق کا مطلب یہ ہے کہ اس کی زندگی میں مدد کرنے اور موت کے بعد اس کی معاونت یعنی نماز جنازہ پڑھنے کا زیادہ حقدار ہے۔ (طیبی)

۲۴/۳۰۱۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا مَاتَ وَلَمْ يَدَعْ وَارِثًا اِلَّا غُلَامًا كَانَ اَعْتَقَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَهٗ اَحَدٌ قَالُوْا لَا اِلَّا غُلَامٌ لَهٗ كَانَ اَعْتَقَهٗ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِيْرَاثَهٗ لَهٗ۔ (رواه ابوداود والترمذی وابن ماجة)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ٣٥٤/٣ الحدیث رقم ٢٩٠٥ والترمذی فی ٣٨٦/٤ الحدیث رقم ٢١٠٦ وابن ماجه فی ٩١٥/٢ الحدیث رقم ٢٧٤١ واحمد فی المسند ٢٢١/١۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی فوت ہوگیا۔ اس کا کوئی وارث موجود نہ تھا صرف

ایک غلام تھا جس کو اس نے آزاد کر دیا تھا۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اس کا کوئی وارث ہے؟ تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اس کا کوئی وارث نہیں فقط ایک آزاد کردہ غلام ہے۔ تو جناب نبی اکرم ﷺ نے اس آزاد کردہ غلام کو اس میت کی میراث دلوائی یعنی یہ ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ❁ یہ میراث آپ ﷺ نے بطور تبرع اور احسان دلوائی۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں گزرا کہ آپ ﷺ نے فرمایا اس مرنے والے کی میراث اس کی بستی اور گاؤں کے ایک شخص کو دے دو۔ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

(۲) اور طاؤس نے ظاہر حدیث کے مطابق قول کیا کہ آزاد کردہ غلام اپنے معتق کا وارث بنتا ہے جیسا کہ آزاد کرنے والا وہ اپنے آزاد کردہ غلام کا وارث بنتا ہے۔ (ع)

۲۵/۳۰۱۹ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَرِثُ الْوَلَاءَ مَنْ يَّرِثُ الْمَالَ۔ (رواه الترمذی وقال هذا حديث اسناده ليس با لقوى)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤ / ٣٧٣ الحديث رقم ٢١١٤۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت نقل کی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ولاء کا وہی وارث ہوتا ہے جو مال کا وارث ہوتا ہے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔ اور انہوں نے کہا اس حدیث کی سند کمزور ہے۔

تشریح ❁ ولاء: آزاد کردہ غلام کے مال کو ولاء کہا جاتا ہے۔ یعنی مثلاً والد کی وفات کے بعد ایک شخص کا آزاد کردہ غلام فوت ہوا خواہ وہ باپ کا آزاد کردہ غلام ہو یا دادا کا آزاد کردہ غلام ہو تو بیٹا جس طرح اپنے باپ کی میراث کا مالک بنے گا اسی طرح اپنے باپ کے ولاء کا بھی وارث ہوگا لیکن یہ حکم عصبہ کے ساتھ خاص ہے۔ تو جو عصبہ کے لحاظ سے مال کا وارث ہے وہی آزاد کردہ غلام کے ولاء کا بھی وارث ہوگا۔

(۲) بیٹی ولاء کی وارث نہیں ہوتی اگرچہ وہ اپنے والد کے مال کی تو وارث ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ بیٹی عصبہ نہیں اور حقیقی عصبہ تو مرد ہیں نہ کہ عورتیں' اس لئے وہ باپ کو حاصل ہونے والی ولاء کی حقدار نہ ہوگی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ عورت وارثِ میراث تو ہوگی مگر ولاء کی وارث نہ بنے گی۔ مگر صرف اس صورت میں جب کہ عورت خود کسی غلام کو آزاد کرے یا اس کا آزاد کردہ غلام کسی کو آزاد کرے اور وہ مر جائے تو اس کی ولاء عورت کو ملے گی۔ (ح)

الفصل الثالث:

جو میراث زمانہ جاہلیت میں تقسیم کی گئی وہ اس تقسیم پر رہے گی

۲۶/۳۰۲۰ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا كَانَ مِنْ مِيْرَاثٍ قُسِمَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَهُوَ عَلٰى قِسْمَةِ الْجَاهِلِيَّةِ وَمَا كَانَ مِنْ مِيْرَاثٍ اَدْرَكَهُ الْاِسْلَامُ فَهُوَ عَلٰى قِسْمَةِ الْاِسْلَامِ۔ (رواه ابن ماجة)

اخرجه ابن ماجه في السنن ۲/ ۹۱۸ الحديث رقم ۲۷۴۹۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو میراث زمانہ جاہلیت میں تقسیم کی گئی وہ اس تقسیم پر رہے گی اور جس میراث نے زمانہ اسلام پایا وہ اسلام کے طریقہ پر تقسیم ہوگی۔ یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح: قُسِمَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ :یعنی زمانہ جاہلیت میں تقسیم ہوئی کسی کو کم اور کسی کو زائد ملی اس کو واپس نہیں کیا جائے گا۔ اور اگر کسی کو کم ملا تو اب اس کو باقی لینے کا دعویٰ کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ (۲) اگر اسلام لانے کے بعد تقسیم کی گئی تو پھر اسلام کے حکم کے مطابق تقسیم کی جائے گی۔ (مولانا)

۳۰۲۱/۲۷ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِی بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَاهُ كَثِيْرًا يَقُوْلُ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ عَجَبًا لِلْعَمَّةِ تُوْرِثُ وَلَا تَرِثُ۔ (رواه مالك)

اخرجه مالك في الموطا ۲/ ۵۱۷ الحديث رقم ۹ من كتاب الفرائض۔

ترجمہ: محمد بن ابی بکر بن حزمؒ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے اکثر یہ سنا کہ جناب عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اس پھوپھی پر تعجب ہے کہ جس کا بھتیجا وارث بنتا ہے اور وہ بھتیجے کی وارث نہیں بن سکتی۔ یہ مالک کی روایت ہے۔

تشریح: (۱) یہ اظہار تعجب عقل و قیاس کے لحاظ سے فرمایا اور جب حکم شرع کی طرف نظر ڈالی اور اللہ تعالیٰ کی بے پایاں حکمت پر نظر دوڑائی تو کچھ بھی قابل تعجب نہیں رہا۔

حاصل روایت:

یہ ہے کہ اگر پھوپھی مر جائے اور اس کا کوئی حقیقی وارث نہ ہو تو بھتیجا اس کا وارث ہوتا ہے۔ اور اگر یہ مر جائے تو پھوپھی اس کی وارث نہیں بن سکتی۔ اس کا دار و مدار اس پر ہے کہ ذوی الارحام وارث اصلی نہیں ہیں۔ کیونکہ پھوپھی ذوی الارحام میں سے ہے۔ جو حضرات ذوی الارحام کی وراثت کے قائل نہیں ان کے ہاں اس کو وراثت نہ ملے گی۔ اور جن کے ہاں ذوی الارحام وارث ہیں ان کے ہاں دیگر اصل ورثاء کی غیر موجودگی میں یہ وارث بن جائے گی۔ اس حدیث کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ اس روایت میں ذوی الفروض اور عصبہ ہونے کی حیثیت سے میراث نہ ملنے کی نفی ہے کہ پھوپھی کو ذوی الفروض اور عصبہ ہونے کی وجہ سے میراث میں سے حصہ نہیں ملتا۔ علم فرائض میں تفصیل موجود ہے۔ (طیبی)

۳۰۲۲/۲۸ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَزَادَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَالطَّلَاقَ وَالْحَجَّ قَالَا فَاِنَّهٗ مِنْ دِيْنِكُمْ۔

(رواه الدارمی)

اخرجه الدارمی فی السنن ۲/ ٤٤١ الحديث رقم ۲۸۵۱

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے احکام فرائض سیکھو اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ تو ساتھ یہ بھی فرماتے تھے کہ احکام فرائض اور طلاق اور حج کے احکام سیکھو۔ یہ بات ان دونوں حضرات نے اس لئے فرمائی کیونکہ یہ احکام ضروریاتِ دین میں سے ہیں یہ دارمی کی روایت ہے۔

بَابُ الْوَصَایَا

وصیتوں کا بیان

وصایا وصیۃ کی جمع ہے جیسے خطایا خطیئۃ کی جمع ہے۔ وصیت اس بات کو کہتے ہیں کوئی آدمی اپنی زندگی میں کہہ جائے کہ میرے مرنے کے بعد اس طرح کرنا' عرف عام میں اس کو وصیت کہا جاتا ہے۔ (۲) وصیت کا لفظ نصیحت کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

حکم وصیت:

علماء ظواہر کے ہاں وصیت واجب ہے البتہ دیگر علماء کے ہاں یہ مستحب ہے واجب نہیں۔

(۳) نزول حکم میراث سے پہلے وصیت واجب تھی جب آیت میراث نازل ہوئی پھر اس کے وجوب کا حکم منسوخ ہوگیا۔ اسی وجہ سے وارث کیلئے وصیت نہیں ہے۔ (۴) علماء نے یہ لکھا ہے کہ جس آدمی کے ذمہ قرض ہو یا امانت ہو تو اسے وصیت کر جانا ضروری ہے تاکہ اس کی ادائیگی ہو سکے۔ وصیت لکھ کر اس پر گواہیاں ڈلوادی جائیں۔ (ح)

الفصل الاول:

۳۰۲۳/۱ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا حَقُّ امْرِءٍ مُسْلِمٍ لَہٗ شَیْءٌ یُوْصٰی فِیْہِ یَبِیْتُ لَیْلَتَیْنِ اِلاَّ وَوَصِیَّتُہٗ مَکْتُوْبَۃٌ عِنْدَہٗ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۵۵/۵ الحدیث رقم ۲۷۳۸ومسلم فی صحیحه ۱۲۴۹/۳ الحدیث رقم (۱۶۲۷/۱)وابوداوٗدفی ۲۸۲/۳ الحدیث رقم ۲۸۶۲ والترمذی فی السنن ۳۷۵/٤ الحدیث رقم ۲۱۱۸ والنسائی فی ۲۳۸/٦ الحدیث رقم ۳٦۱۵وابن ماجه فی ۹۰۲/۲ الحدیث رقم ۲۷۰۲ والدارمی فی ٤۹۵/۲ الحدیث رقم ۳۱۷۵ومالك فی الموطأ۷٦۱/۲ الحدیث رقم ۱من کتاب الوصیه واحمد فی المسند ٤/۲

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کسی مسلمان کو یہ مناسب نہیں کہ جس کے پاس کوئی ایسی چیز ہو کہ جس میں وصیت کرنی چاہئے۔ (یعنی لوگوں کے مال اور معاملات) تو وہ دو راتیں ایسی گزارے کہ وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی موجود نہ ہو۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یعنی جس آدمی کے ذمہ کسی کا حق یا معاملہ ہو تو اسے مناسب یہ ہے کہ دو راتیں بھی اپنے اوپر ایسی نہ گزرنے دے کہ وصیت نامہ اس کے پاس لکھا ہوا نہ ہو۔ دو راتوں سے مراد یہاں قلیل زمانہ ہے۔ (۲) علماء ظواہر نے اسی روایت کو وصیت کے واجب ہونے کی دلیل بنایا ہے (۳) اس روایت میں وجوبِ وصیت کی کوئی دلیل نہیں۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ اگر کسی پر قرضہ یا امانت رکھی ہو تو اس کو وصیت کرنا ضروری ہے۔ (۴) وصیت جلد کرنی چاہئے اور اسی طرح یہ بھی مناسب ہے کہ اس کو

لکھوا کر اس پر گواہیاں ثبت کرادی جائیں۔ (ح۔ع۔س)

اہل وعیال پر خرچ کرنے کا ثواب سب سے زیادہ

۲/۳۰۲۴ وَعَنْ سَعْدِبْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ مَرِضْتُ عَامَ الْفَتْحِ مَرَضًا اَشْفَیْتُ عَلَی الْمَوْتِ فَاَتَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُنِیْ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِیْ مَالاً کَثِیْرًا وَلَیْسَ یَرِثُنِیْ اِلاَّ ابْنَتِیْ اَفَاُوْصِیْ بِمَالِیْ کُلِّهٖ قَالَ لَا قُلْتُ فَثُلُثَیْ مَالِیْ قَالَ لَا قُلْتُ فَالشَّطْرُ قَالَ لَا قُلْتُ فَالثُّلُثُ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ کَثِیْرًا اِنَّكَ اَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ اَغْنِیَاءَ خَیْرٌ مِنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً یَتَکَفَّفُوْنَ النَّاسَ وَاِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِیْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلاَّ اُجِرْتَ بِهَا حَتَّی اللُّقْمَةَ تَرْفَعُهَا اِلٰی فِیِّ امْرَاَتِكَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۶۳/۵ الحدیث رقم ۲۷۴۲ومسلم فی صحیحه ۱۲۵۰/۳ الحدیث رقم ۱۶۲۸/۵ والترمذی فی ۳۷۴/٤ الحدیث رقم ۲۱۱٦ والنسائی ۲٤۱/٦ الحدیث رقم ۳٦۲٦وابن ماجه فی ۹۰۳/۲ الحدیث رقم ۲۷۰۸۔

ترجمہ: حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں فتح مکہ والے سال سخت بیمار ہوا یہاں تک کہ موت کے کنارہ تک پہنچ گیا تو جناب رسول اللہ ﷺ میری عیادت کیلئے تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس بہت سا مال ہے اور میری بیٹی کے علاوہ میرا کوئی وارث نہیں ہے تو کیا میں اپنے تمام مال کے بارے میں وصیت کر جاؤں آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا دو تہائی مال کے بارے میں وصیت کر جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں پھر میں نے کہا کیا آدھے مال کے بارے میں وصیت کر جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے کہا تہائی مال کے بارے میں وصیت کر جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا تہائی کے بارے میں وصیت کر جاؤ اور تہائی بھی بہت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اپنے ورثاء کو غنی چھوڑ دینا اس سے بہتر ہے کہ تو ان کو مفلس چھوڑ جائے کہ وہ دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں اور مانگتے پھریں۔ یقیناً تم جو مال بھی رضائے الٰہی کیلئے خرچ کرو گے اس کا ثواب دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ لقمہ جس کو تو اٹھا کر اپنی بیوی کے منہ میں ڈالے یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ✿ میرا کوئی وارث نہیں یعنی ذوی الفروض میں سے یا ایسے ورثاء مراد ہیں جن کے بارے میں یہ خطرہ ہو کہ وہ میرا مال ضائع کر دیں گے سوائے ایک بیٹی کے میرا کوئی وارث نہیں ہے۔ (۲) یہ تاویل اس لئے کی گئی ہے کہ ان کے ورثاء عصبات میں سے بہت تھے۔ (۳) اس روایت سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ مال کا جمع کرنا مباح ہے اور ورثاء کے حق میں عدل کرنا چاہئے۔ (۴) اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ جس میت کا کوئی وارث ہو تو وصیت اس کے تہائی مال میں نافذ ہوگی البتہ اگر ورثاء اس سے زائد کو جائز قرار دیں تو درست ہے پھر وصیت جاری ہو جائے گی یہاں تک کہ تمام مال کے متعلق وصیت تو بھی جائز ہے۔ (۵) جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ جس میت کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کی وصیت بھی تہائی مال سے زائد میں نافذ نہیں ہوگی۔ (۶) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس کو جائز قرار دیا ہے اسی طرح اسحٰق اور امام احمد رحمہما اللہ کی ایک روایت بھی یہی ہے۔ (۷) اس روایت میں رشتے

داروں سے بھلے سلوک کی رغبت دلائی گئی ہے اور ورثاء پر شفقت کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ (۸) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرابت داروں سے اچھا سلوک کرنا غیروں کو دینے سے زیادہ افضل ہے۔

(۹) یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اپنے اہل وعیال پر مال خرچ کرنے سے بھی ثواب ملتا ہے۔ جب اس غرض سے مقصود رضائے الٰہی ہو۔

(۱۰) اور ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ مباح کام میں اگر رضائے الٰہی کا ارادہ کرلیا جائے تو وہ بھی طاعت اور نیکی بن جاتا ہے۔ جیسے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی بیوی کے منہ میں نوالہ ڈالنا جو کہ ہنسی خوشی کے وقت ہوتا ہے اور دنیاوی لذت کی خاطر ڈالا جاتا ہے اگر اس میں بھی رضائے الٰہی کی نیت کر لی جائے تو اس سے بھی ثواب ملتا ہے اس کے علاوہ دیگر حلقوں میں بطریق اولیٰ ثواب ملے گا۔ (طیبی)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ فتح مکہ کا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے' فتح مکہ کا نہیں ہے۔ نیز دیگر روایات میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا تھا کہ اے سعد! مجھے اُمید ہے کہ تیری زندگی لمبی ہوگی اور اللہ تعالیٰ تیری وجہ سے مسلمانوں کو نفع اور کفار کو نقصان پہنچائیں گے۔ چنانچہ فارس حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوا۔

الفصل الثانی:

جانکنی میں مبتلا کو وصیت کی ''وصیت'' کرنا

۳/۳۰۲۵ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ عَادَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مَرِیْضٌ فَقَالَ اَوْصَیْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِکَمْ قُلْتُ بِمَالِیْ کُلِّہٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ فَمَا تَرَکْتَ لِوَلَدِکَ قُلْتُ ھُمْ اَغْنِیَاءُ بِخَیْرٍ فَقَالَ اَوْصِ بِالْعُشْرِ فَمَا زِلْتُ اُنَاقِصُہٗ حَتّٰی قَالَ اَوْصِ بِالثُّلُثِ وَالثُّلُثُ کَثِیْرٌ۔

(رواہ الترمذی)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۳/ ۳۰۵ الحدیث رقم ۹۷۵ والنسائی فی السنن ۶/ ۲۴۳ الحدیث رقم ۳۶۳۱

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ میری عیادت کیلئے تشریف لائے۔ میں اس وقت بیمار تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے وصیت کا ارادہ کیا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا تم نے کسی قدر مال کی وصیت کا ارادہ کیا ہے؟ میں نے کہا میں تو تمام مال کی وصیت کا ارادہ رکھتا ہوں کہ اسے میں اللہ کی راہ میں دے دوں آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اپنی اولاد کیلئے کیا چھوڑا ہے؟ تو میں نے کہا وہ مال کے اعتبار سے غنی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم دسویں حصے کی وصیت کر دو تو میں آپ ﷺ کی بتلائی ہوئی مقدار کو کم تصور کرتا ہوں۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ثلث کی وصیت کرو اور ثلث بھی بہت ہے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

۴/۳۰۲۶ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِیْ خُطْبَتِہٖ عَامَ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَعْطٰی کُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّہٗ فَلَا وَصِیَّۃَ لِوَارِثٍ (رواہ ابوداود وابن ماجۃ وزاد

الترمذی) وَالْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ حَجَرٌ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ وَيُرْوٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ الْوَرَثَةُ مُنْقَطِعٌ هٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِيْحِ وَفِيْ رِوَايَةِ الدَّارِ الْقُطْنِيِّ قَالَ لَا تَجُوْزُ وَصِيَّةٌ لِوَارِثٍ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ الْوَرَثَةُ۔

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۳/ ۲۹۰ الحدیث رقم ۲۸۷۰ والترمذی فی ۴/ ۳۷۶ الحدیث رقم ۲۱۲۰ وابن ماجه فی ۲/ ۹۰۵ الحدیث رقم ۲۷۱۳ و اخرجه احمد فی المسند ۵/ ۲۶۷

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو حجۃ الوداع کے خطبہ میں یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کو اس کا حق دیا ہے پس وارث کے حق میں وصیت نہیں ہے۔ یہ ابوداؤد اور ابن ماجہ کی روایت ہے۔ ترمذی نے یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ لڑکا صاحب فراش کا ہے اور زانی کیلئے محرومی ہے اور ان کا حساب اللہ پر ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وارث کیلئے وصیت نہیں ہے مگر یہ کہ ورثاء پسند کریں۔ یہ روایت منقطع ہے۔ یہ مصابیح کے لفظ ہیں البتہ دار قطنی کی روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا وارث کیلئے وصیت جائز نہیں ہے مگر یہ کہ ورثاء اس کو پسند کریں۔

تشریح ۞ (۱) اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَعْطٰى یعنی اللہ تعالیٰ نے ورثاء کیلئے حصہ مقرر فرمایا ہے خواہ وہ ذوی الفروض میں سے ہوں یا عصبہ میں سے ہوں پس وارث کو وصیت کی ضرورت ہی نہیں اگر میت کسی وارث کیلئے وصیت کر جائے اور دوسرے ورثاء سے اسے زیادہ حصہ دلائے تو شرعی لحاظ سے اس کا اعتبار نہیں البتہ اگر تمام ورثاء بالغ ہوں اور وہ ایک وارث کو اس کے حصہ سے میت کی وصیت کے مطابق اسے زیادہ دیں تو تب کوئی حرج نہیں۔ میراث کی آیت اترنے سے پہلے اقرباء کیلئے وصیت فرض تھی، آیت میراث کے نزول کے بعد وصیت کی فرضیت منسوخ ہوگئی۔ (۲) اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ :یہاں عورت کو فراش قرار دیا گیا ہے اور فراش والے سے مراد یہاں عورت کا خاوند ہے یعنی جو شخص کسی عورت سے زنا کرے اور پھر اس سے بچہ پیدا ہو جائے تو وہ صاحب فراش کی طرف منسوب ہوتا ہے خواہ وہ خاوند ہو یا آقا یا شبہ سے صحبت کرنے والا (۳) زانی کیلئے پتھر ہیں یعنی وہ محروم رہے گا کیونکہ لڑکے کا نسب اس سے ثابت نہیں ہو سکے گا اور نہ اس کی میراث پہنچے گی۔ یہاں پتھر سے مراد سنگسار کیا جانا ہے اور (۴) ان کا حساب اللہ پر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر شخص کو اس کے اچھے برے فعل کے مطابق بدلہ دے گا۔ اس عبارت کو دوسرے معنوں سے بہت زیادہ مناسبت ہے۔ یعنی ہم زنا کرنے والوں پر حد قائم کرتے ہیں اور باقی رہا آخرت کا معاملہ تو ان کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے خواہ وہ ان سے مواخذہ کرے یا انہیں بخش دے۔ (۵) ایک احتمال یہ بھی ہے کہ جو کوئی زنا کرے یا اور کوئی گناہ کرے اور اس پر حد قائم نہ ہو تو اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے خواہ وہ اس کو بخش دے خواہ اس کو عذاب دے۔ (طیبیؒ)

وصیت میں سستی کرنے والے کی قباحت

۵/۳۰۲۷ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ وَالْمَرْاَةُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ سِتِّيْنَ سَنَةً ثُمَّ يَحْضُرُ هُمَا الْمَوْتُ فَيُضَارَّانِ فِي الْوَصِيَّةِ فَتَجِبُ لَهُمَا النَّارُ ثُمَّ قَرَاَ اَبُوْهُرَيْرَةَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَا اَوْدَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔

(رواہ احمد والترمذی وابوداود وابن ماجۃ)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۳/۲۸۸ الحدیث رقم ۲۸٦۷ والترمذی فی ٤/۳۷٥ الحدیث رقم ۲۱۱۷ وابن ماجه فی ۲/۹۰۲ الحدیث رقم ۲۷۰٤

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک مرد اور عورت اللہ تعالیٰ کی ساٹھ سال بندگی کرتے ہیں پھر ان کو موت یعنی اس کی علامات ظاہر ہوتی ہیں پھر وصیت کرنے میں ضرر پہنچاتے ہیں پس ان کیلئے دوزخ لازم ہو جاتی ہے پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی: مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَا اَوْدَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ اس روایت کو احمد ترمذی ابوداؤد اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ✿ فَيُضَارَّانِ یعنی ورثاء کو تکلیف پہنچاتے ہیں کہ اجنبی کے حق میں تہائی سے زیادہ وصیت کر جاتے ہیں یا اپنا تمام مال ایک وارث کو ہبہ کر جاتے ہیں تا کہ دوسرے وارث کو کچھ بھی مال نہ پہنچے۔ پس ایسا کرنا مکروہ ہے۔ یہ اللہ کے حکم سے بھاگنے والی بات ہے اسی کے سبب سے وہ دوزخ کے لائق ہو جاتے ہیں۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس روایت کی تائید اور اپنے بیان کی وضاحت کیلئے یہ آیت پڑھی۔ ''من بعد وصیۃ) اس آیت سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ وصیت کرنے میں ضرر نہ پہنچایا جائے کہ وہ ایک تہائی سے زیادہ میں وصیت کر جائے۔ (ع)

الفصل الثالث:

وصیت کر کے مرنے والے کے لئے تعریفی کلمات

۳۰۲۸/٦ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ عَلٰى وَصِيَّةٍ مَاتَ عَلٰى سَبِيْلٍ وَّسُنَّةٍ وَمَاتَ عَلٰى تُقًى وَّشَهَادَةٍ وَمَاتَ مَغْفُوْرًا لَّهٗ۔ (رواہ ابن ماجۃ)

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۲/۹۰۲ الحدیث رقم ۲۷۰۱

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو آدمی وصیت کر کے مرا یعنی مرتے وقت اس نے فقراء کو کچھ مال دینے کی وصیت کی تو وہ طریق مستقیم اور پسندیدہ طریقے پر مرا اور اس کی موت تقویٰ پر آئی اور شہادت پر آئی یعنی اس کو متقین اور شہداء میں داخل کیا جائے گا اور اس حالت میں اس کی موت آئی کہ اس کی بخشش کر دی گئی۔ یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔

کفار کو نیک اعمال کا ثواب نہیں

۳۰۲۹/۷ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ الْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ اَوْصٰى اَنْ يُّعْتَقَ عَنْهُ مِائَةُ رَقَبَةٍ فَاَعْتَقَ ابْنُهٗ هِشَامٌ خَمْسِيْنَ رَقَبَةً فَاَرَادَ ابْنُهٗ عَمْرٌو اَنْ يُّعْتِقَ عَنْهُ الْخَمْسِيْنَ الْبَاقِيَةَ فَقَالَ حَتّٰى اَسْاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَبِيْ اَوْصٰى اَنْ يُّعْتَقَ عَنْهُ مِائَةُ رَقَبَةٍ وَاِنَّ هِشَامًا اَعْتَقَ عَنْهُ خَمْسِيْنَ وَبَقِيَتْ عَلَيْهِ

خَمْسُوْنَ رَقَبَةً اَفَاُعْتِقُ عَنْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُ لَوْ كَانَ مُسْلِمًا فَاَعْتَقْتُمْ عَنْهُ اَوْ تَصَدَّقْتُمْ عَنْهُ اَوْحَجَجْتُمْ عَنْهُ بَلَغَهُ ذٰلِكَ ۔ (رواه ابوداود)

اخرجه ابو داوٗدفی السنن ۳/۳۰۲ الحدیث رقم ۲۷۰۱۔

ترجمہ: عمرو بن شعیبؒ نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے نقل کیا کہ عاص بن وائل نے یہ وصیت کی کہ میری طرف سے سو غلام آزاد کیے جائیں اس کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کئے پھر اس کے دوسرے بیٹے عمرو نے ارادہ کیا کہ وہ پچاس غلام آزاد کرے تا کہ سو پورے ہو جائیں پھر عمرو نے اپنے دل میں یہ سوچا کہ میں اس وقت تک آزاد نہیں کروں گا جب تک کہ میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت نہ کرلوں کہ آیا ان کی طرف سے میرا غلاموں کو آزاد کرنا جائز بھی ہے یا نہیں اور ان کے حق میں فائدہ مند بھی ہے یا نہیں' تو عمرو رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ! بلاشبہ میرے والد عاص نے وصیت کی تھی کہ ان کی طرف سے پچاس غلام آزاد کیے جائیں اور میرے بھائی ہشام نے اس کی طرف سے پچاس غلام آزاد کیے ہیں اب بقیہ پچاس کی ذمہ داری مجھ پر ہے یا عاص پر؟ تو کیا میں پچاس غلام اس کی طرف سے آزاد کروں؟ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر وہ مسلمان ہوتا اور تم اس کی طرف سے غلام آزاد کرتے یا صدقہ دیتے یا حج کرتے تو وہ اس کو پہنچتا۔ (یہ ابوداؤد کی روایت ہے)۔

تشریح ❀ عاص بن وائل نے اسلام کا زمانہ تو پایا مگر مسلمان نہیں ہوا اس کے دونوں بیٹے ہشام اور عمرو اسلام لائے اور جلیل القدر صحابہ ؓ میں سے تھے آپ ﷺ کے جواب کا حاصل یہ تھا کہ اگر عاص مسلمان ہوتا تو مذکورہ عبادات کا ثواب اس کو پہنچتا لیکن چونکہ وہ مسلمان نہیں ہوا اس لئے اس کو اس کا کچھ بھی ثواب نہیں ملا۔

(۲) اس روایت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ کافر کیلئے صدقے کا فائدہ نہیں اس کی وجہ سے اسے ہرگز عذاب سے چھٹکارا نہ ہوگا البتہ مسلمان کیلئے اس کا فائدہ ہے۔ (ح۔ع)

جو شخص اپنے وارث کی میراث ''کاٹے''

۸/۳۰۳۰ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَطَعَ مِيْرَاثَ وَارِثِهٖ قَطَعَ اللّٰهُ مِيْرَاثَهُ مِنَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔ (رواه ابن ماجة ورواه البيهقي في شعب الا يمان عن ابي هريرة)

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۲/۹۰۲ الحدیث رقم ۲۷۰۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو شخص اپنے وارث کی میراث کو کاٹے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جنت والی میراث کاٹ دے گا۔ یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔ اور بیہقی نے شعب الایمان میں اس کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

تشریح ❀ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ...... میں بہشت کی جس میراث کا وعدہ فرمایا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنے وارث کو اس سے محروم کرے گا تو اللہ قیامت کے دن اس کو بہشت کی وراثت سے محروم کر دے گا یعنی بہشت میں داخل نہیں فرمائے گا۔ یعنی بہشت میں پہلے پہل نجات پانے والوں میں سے نہیں ہوگا۔

نکاح کا بیان

(۱) فوائد الباب:

نکاح کا معنی ملنا اور جمع ہونا ہے نکاح کا اطلاق عقد نکاح اور صحبت دونوں پر ہوتا ہے کیونکہ اس میں بھی جمع ہونا پایا جاتا ہے۔اس بات میں اختلاف ہے کہ ان میں سے حقیقی معنی کونسا ہے اور مجازی کونسا ہے؟ بعض نے کہا کہ یہ لفظ دونوں معنوں میں مشترک ہے۔امامِ لغت ازہری نے کہا ہے کہ اس کا حقیقی معنی وطی ہے اور عقد والا معنی مجازی ہے۔احناف کا زیادہ رجحان اسی طرف ہے۔

(۲) حیثیتِ نکاح:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں غلبۂ شہوت کے وقت نکاح واجب ہے اور اگر اس کو یقین ہو کہ بلا نکاح زنا کا ارتکاب کر بیٹھوں گا تو اس وقت فرض ہے۔نمبر۲ یہ وجوب وفرضیت اس وقت ہے جب کہ مہر کا مالک ہو اور خرچہ دینے کی قدرت ہو۔اگر وہ نان نفقہ کی قدرت اور مہر دینے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کے ترک کرنے میں کچھ گناہ نہیں۔نمبر۳ حالت اعتدال میں یہ سنت مؤکدہ ہے اور اگر یقین ہے کہ نکاح کر کے حقوقِ زوجیت ادا نہ کر سکونگا تو نکاح حرام ہے۔

(۳) جنت کی عبادت:

اگر کسی کو مہر، نان نفقہ اور وطی کی قدرت حاصل ہو تو ترک نکاح سے گناہ گار ٹھہرے گا اور اگر نکاح سے اس کی غرض زنا سے حفاظت ہو تو پھر عظیم ثواب کا کام ہے۔بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر کوئی ایسی عبادت مشروع نہیں ہوئی جو اب تک باقی رہی ہو اور جنت میں بھی باقی رہے سوائے ایمان اور نکاح کے۔

(۴) کراہت وحرمت کا نکاح:

جب اپنی طبیعت سے ظلم وزیادتی کا خطرہ ہو اور وہ سمجھتا ہو کہ بد مزاجی کی وجہ سے اس پر ظلم کروں گا اور اس کی خبر گیری نہ

کر سکوں گا تو مکروہ ہے اور جب ظلم کا یقین ہو تو پھر نکاح حرام ہے۔

(۵) مستحباتِ نکاح:

نکاح کا اعلان کرنا' خطبہ نکاح پڑھنا نکاح کا مسجد میں منعقد ہونا' جمعہ کا دن ہونا' نکاح پڑھانے والے کا نیک ہونا' گواہوں کا عادل ہونا' نکاح سے پہلے بیوی کو ایک نظر دیکھ لینا۔ خاوند کی نسبت بیوی کا کم عمر ہونا اور حسب' عزت اور مال میں خاوند سے کم ہونا' اخلاق' ادب جمال اور ورع میں خاوند سے بیوی کا بڑھ کر ہونا۔''

نکاح کا انعقاد:

نمبر ا ایجاب وقبول ماضی کے الفاظ سے ہو مثلاً مرد کہے کہ میں نے تجھ سے یا فلاں عورت سے نکاح کیا اور عورت کہے کہ میں نے قبول کیا یا عورت کہے میں نے اپنا نفس تیری زوجیت میں دیا۔ مرد کہے میں نے قبول کیا۔

نمبر ۲ یا ایجاب وقبول میں سے ایک لفظ ماضی کا ہو مثلاً عورت کہے کہ نکاح کر مجھ سے اور مرد کہے میں نے نکاح کیا یا اس کا برعکس ہو۔

نمبر ۳ مرد کہے کہ تو نے اپنا نفس دیا یا تو نے قبول کیا اور عورت کہے دیا یا کہے قبول کیا۔ اگرچہ ''میں نے'' کے لفظ استعمال نہ کرے تب بھی نکاح درست ہے۔

نمبر ۴ اگر دو گواہوں کے سامنے مرد اور عورت کہیں ہم میاں' بیوی ہیں تو اس سے نکاح نہ ہوگا۔

الفاظِ نکاح:

نمبر ا لفظ نکاح سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے نمبر ۲ لفظ تزویج سے بھی منعقد ہو جاتا ہے۔ نمبر ۳ اسی طرح نکاح ان تمام الفاظ سے منعقد ہو جاتا ہے جو کسی عین کی تملیک کے لئے فی الحال بنائے گئے اور استعمال ہوتے ہیں مثلاً بیع' شراء (خرید وفروخت) ہبہ' صدقہ' تملیک وغیرہ کے الفاظ البتہ ان الفاظ سے نکاح ہرگز منعقد نہیں ہوتا جو اجارہ' عاریت اور اباحت اور وصیت کے لئے مستعمل ہوتے ہیں۔

شروطِ نکاح:

میاں بیوی میں سے ہر ایک کا ان الفاظ کو دو گواہوں کی موجودگی میں ادا کرنا ضروری ہے' خواہ وہ گواہ دو مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔ نیز گواہوں کا ان الفاظ کو سننا شرط ہے اور یہ بھی شرط ہے کہ دونوں گواہ مکلّف (بالغ) مسلمان ہوں اور دونوں گواہ بیک وقت سنیں۔ (۲) اگر ان دونوں گواہوں نے متفرق طور پر سنا تو نکاح منعقد نہ ہوگا۔

(۳) البتہ یہ جائز ہے کہ دونوں گواہ فاسق ہوں یا محدود بالقذف ہوں یا اندھے ہوں یا دونوں میاں بیوی کے اپنے بیٹے ہوں یا دونوں میں سے ایک کے بیٹے ہوں۔

(۴) اگر ایک شخص نے کسی کو کہا کہ میرے چھوٹے بیٹے کا تم نکاح کر دو پس اس نے اس کے بیٹے کا نکاح ایک آدمی

اور اس کے باپ کے سامنے کر دیا تو یہ دو گواہ کافی ہو گئے اور نکاح درست ہو گیا۔

(۵) اگر چھوٹے بیٹے کا نکاح اس شخص نے باپ کی عدم موجودگی میں دو گواہوں کے سامنے کیا تو یہ درست نہیں ہو گا (ج (ملتقی از در مختار)

نکاح کے فوائد:

نمبر ا شہوت کا کم ہونا (جو تمام برائیوں کی جڑ ہے) نمبر ۲ گھر کا انتظام ہونا نمبر ۳ کنبہ میں کثرت و ترقی کا ہونا نمبر ۴ بیوی اور عیال کی خبر گیری کرنے میں نفس کا ایک گنا مجاہدہ نمبر ۵ نیک صالح اولاد کا تولد (جو موت کے بعد عمل صالح اور نیک نامی کا باعث ہے)

نکاح کے مصائب و معائب:

(۱) طلب حلال سے عجز (۲) حرام میں فراخی کی تلاش (۳) عورتوں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی (۴) عورت کی بداخلاقی پر صبر کرنا پڑتا ہے (۵) عورت کی طرف سے ایذاء کو برداشت کرنا (۶) بیوی اور اولاد کی مشغولیت میں حقوق اللہ کی ادائیگی میں بہت کچھ کوتاہی کرنا۔

حاصل کلام: اگر مرد مندرجہ بالا فوائد سے نکاح کو خالی پائے اور ہجوم آفات کا خطرہ دامن گیر ہو تو نکاح نہ کرنا افضل ہے اور اگر دونوں امور فوائد و آفات برابر ہوں تو پھر یہ دیکھا جائے کہ جس جانب سے امور دینیہ میں تقویت ملتی ہو وہ قابل ترجیح ہو گا مثلاً نکاح کرنے سے شہوت میں کمی ہوتی ہے مگر دوسری طرف نکاح کرنے میں یہ دینی خلل ہے کہ عورت کی بداخلاقی پر صبر نہ کر سکے گا۔ تو اس صورت میں نکاح کو ترجیح دی جائے گی۔ کیونکہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں وہ زنا میں مبتلا ہو جائے گا۔ جو پہلے سے زیادہ شدید دینی نقصان ہے۔

خصائل منکوحہ:

جس عورت سے نکاح کرنا چاہے تو اس میں مندرجہ ذیل خصلتیں ہونا پسندیدہ قرار دی گئی ہیں نمبر (۱) دیندار ہو۔ (۲) نیک اخلاق رکھتی ہو (۳) حسین ہو (۴) مہر کم ہو (۵) اولاد جننے کے قابل ہو (۶) کنواری ہو (۷) اچھے خاندان سے ہو (۸) بہت قریبی رشتہ والی نہ ہو (کہ وہ احترام کم کرتی ہے) (ع)

الفصل الاول:

۳۰۳۰/۱ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَاِنَّهُ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱۲/۹ الحدیث رقم ۵۰۶۶ ومسلم فی ۱۰۱۸/۲ الحدیث رقم (۱-۱۴۰۰)

وابو داوٗد فی السنن ۲/۵۳۸ الحدیث رقم ۲۰۴٦ والترمذی فی ۳/۳۹۲ الحدیث رقم ۱۸٤۵ والنسائی فی ٤/۱۷۰ الحدیث رقم ۲۲٤۲وابن ماجه ۱/۵۹۲ الحدیث رقم ۱۸٤۵ والدارمی فی ۲/۱۷۷ الحدیث رقم ۲۱٦۵ واحمد فی المسند ۱/٤۳۲

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے نوجوانوں کے گروہ! جو شخص تم میں سے جماع کے موجبات ولوازم یعنی مہر اور نان ونفقہ کی طاقت رکھتا ہو۔ پس اس کو نکاح کرنا چاہیے کیونکہ یہ نکاح اجنبی عورت پر نظر پڑنے سے نظر کو نیچا کرنے والا ہے۔ اور شرمگاہ کو محفوظ کرنے والا ہے یعنی حرام کاری سے بچانے والا ہے اور جو شخص تم میں سے جماع کے موجبات ولوازم کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کو روزہ رکھنا چاہیے پس روزہ اس کے لئے خصی کرنے کا فائدہ دے گا یعنی جس طرح خصی کرنے سے جوشِ شہوت کم ہو جاتا ہے اسی طرح یہ بھی شہوت کے جوش کو کم کرنے کا ذریعہ ہے۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ بلوغت کے بعد والی عمر کا حصہ جوانی ہے امام شافعی رحمہ اللہ نے تیس برس تک کی عمر کو حد جوانی قرار دیا ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے چالیس سال تک کی عمر کو جوانی کی حد قرار دیا ہے۔ (ح)

۲/۳۰۳۱ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ رَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ اَلتَّبَتُّلَ وَلَوْاَذِنَ لَـهٗ لَا خْتَصَيْنَا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۹/۱۱۷ الحدیث رقم ۵۰۷۳ ومسلم فی ۲/۱۰۲۰ الحدیث رقم (٦-۱٤۵۲) والترمذی فی السنن ۳/۳۹٤ الحدیث رقم ۱۰۸۳ والنسائی فی ٦/۵۸ الحدیث رقم ۳۲۱۳وابن ماجه فی ۲/۵۹۳ الحدیث رقم ۱۸٤۸ والدارمی فی ۲/۱۷۸ الحدیث رقم ۲۱٦۷ واحمد فی المسند ۱/۱۷۵

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو تبتل یعنی ترک نکاح کی ممانعت فرما دی تھی اگر آپ ان کو اجازت دیتے تو ہم بھی خصی ہو جاتے یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

(۱) خصی ہونے کی شدت سے ممانعت:

① تبتل کا لغوی معنی علیحدگی اختیار کرنا اور عورتوں سے بالکل الگ ہونا اور نکاح کو یکسر چھوڑ دینا ہے۔ نصاریٰ کے ہاں اس کو بڑی عبادت قرار دیا جاتا تھا ورهبانية ابتدعوها ...... حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کو ترک کرنے اور عورتوں سے مکمل انقطاع کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نہ صرف ممانعت فرمائی بلکہ اس کو انقطاع نسل قرار دیا۔ آپ نے اس کی ممانعت اس لئے فرمائی تا کہ نسل بڑھے اور جہاد جاری رہے۔

② حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو تبتل کی اجازت مرحمت فرماتے تو ہم سب اپنے کو خصی کر ڈالتے تا کہ عورتوں کی طرف میلان ہی ختم ہو جاتا۔

(۳) علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

کلام کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت سعدؓ اس طرح کہتے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان کو تبتل کی اجازت مرحمت فرماتے تو ہم بھی تبتل اختیار کرتے مگر حضرت سعد نے اس کی بجائے یہ فرمایا کہ ہم اپنے آپ کو خصی کر لیتے یا خصی ہو جاتے دراصل کلام میں مبالغہ کے لئے یہ انداز اختیار فرمایا جس کا تقاضہ یہ تھا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اجازت مرحمت فرماتے تو ہم تبتل وترک میں مبالغہ کرتے ہوئے خصی ہو جاتے تا کہ شہوت کا عنصر ہی ختم ہو جاتا۔ اس سے حقیقت میں خصی ہونا قطعاً مراد نہیں ہے کہ کوئی اس کو جواز کی دلیل بنائے کیونکہ وہ تو ناجائز ہے۔

(۴) علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ بات اس گمان کے پیش نظر فرمائی کہ خصی ہونا درست ہے۔ مگر ان کا گمان موقع کے موافق نہ تھا کیونکہ خصی ہونا آدمی کے لئے ناجائز وحرام تھا۔ ہر چھوٹے بڑے کے لئے یہی حکم ہے۔ (مگر علامہ طیبی کی بات ان سے زیادہ بہتر اور شان صحابیت کے لائق ہے)۔

جانوروں کو خصی کرنے کا حکم:

وہ جانور جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا ان کو خصی کرنا حرام ہے البتہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کو چھوٹی عمر میں خصی کرنا درست ہے۔ بڑی عمر میں خصی کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ تفصیل امام نووی وشافعیؒ نے بیان فرمائی ہے۔

جبکہ فقہ حنفی کی کتابوں مثلاً درمختار، ہدایہ وغیرہ میں مطلقاً یہ مسئلہ لکھا ہے کہ جانوروں کو خصی کرنا جائز ہے اس میں چھوٹی عمر اور بڑی عمر کی کوئی قید نہیں۔

(۵) کون افضل؟

امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں بغیر نکاح کے زندگی گزارنا افضل ہے۔ (ع)۔۔۔۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقات میں امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف سے بہت سے دلائل نقل کیے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں نکاح کرنا افضل ہے۔ دلائل مرقات میں ملاحظہ کرلیں۔

۳/۳۰۳۲ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تُنْکَحُ الْمَرْاَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِیْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاكَ ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۳۲/۹ الحدیث رقم ۵۰۹۰ ومسلم فی ۱۰۸٦/۲ الحدیث رقم (۵۳-۱۴٦٦) وابو داوٗد فی السنن ۵۳۹/۲ الحدیث رقم ۲۰۴۷ والنسائی فی ٦۸/٦ الحدیث رقم ۳۲۳۰ وابن ماجه فی ۵۹۷/۱ الحدیث رقم ۱۸۵۸ والدارمی فی ۱۷۹/۲ الحدیث رقم ۲۱۷۰ واحمد فی المسند ۴۲۸/۲

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت سے چار چیزوں کو سامنے

رکھ کر نکاح کیا جاتا ہے۔ نمبرا مالداری کی وجہ سے (۲) حسب ونسب کے سبب (۳) حسن وجمال کی وجہ سے (۴) دینداری کی وجہ سے۔ اے ابوہریرہ! تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں! تم دین والی کو تلاش کرنا۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ (۱) حسب ونسب کا مطلب یہ ہے کہ وہ عورت کسی بڑے خاندان سے تعلق رکھتی ہے اور ناکح چاہتا ہے کہ اس کو خاندانی شرافت حاصل ہو جائے چنانچہ لوگ اس بات کے خواہش مند ہوتے ہیں کہ عورت اعلیٰ اور شریف خاندان سے ہوتا کہ اولاد کی نسبت سے اس کو شرف ومرتبہ میسر ہو۔

(۲) عام لوگوں کی عادت اور دین دار کا طریق:

روایت کا حاصل یہ ہے کہ عام طور پر لوگوں کی عادت تو عورتوں سے نکاح کے سلسلے میں یہ ہے کہ وہ ان چار چیزوں کو سامنے رکھتے ہیں۔ مگر دیندار کا طرزِ عمل ہونا چاہئے کہ وہ پہلی تینوں رغبتوں سے صرف نظر کر کے چوتھی چیز کو اختیار کرے کہ وہ عورت دیندار ہو۔

(۳) تَرِبَتْ یَدَاکَ:

عرب میں یہ کلمہ بددعا اور دعا دونوں مواقع پر استعمال ہوتا ہے۔ یہاں رغبت دلانے کے لئے دعا کے مقام پر استعمال ہوا ہے کہ تمہیں بہرصورت دیندار عورت کی طلب وتلاش ہونی چاہیے۔ (ع)

صالح عورت دُنیا کی بہترین متاع ہے:

۳۰۳۳/۴ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا كُلُّهَا مَتَاعٌ وَ خَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه فی صحیحه ۱۰۹۰/۲ الحدیث رقم (۶۴-۱۴۶۷) والنسائی فی ۱۹۵۹/۶ الحدیث رقم ۳۲۳۲ واحمد فی المسند ۱۶۸/۲۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمام کی تمام دنیا متاع یعنی فائدہ کی چیز ہے اور دنیا کی سب سے بہتر متاع نیک وصالح عورت ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

فوائد الحدیث: مَتَاع!

وہ چیز جس کا فائدہ قلیل ہو اور فنا ہونے والا ہو۔ اس ارشاد میں دنیا کو متاع اسی لئے فرمایا کہ اس کا نفع قلیل وحقیر اور جلد مٹ جانے والا ہے۔

خَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا:

یعنی سب سے بہتر چیز کہ جس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے وہ نیک صالح عورت ہے۔ کیونکہ وہ آخرت کے معاملات کے

لئے بہترین مدد و معاون ہے (ع) (صالح اولاد کا ذریعہ ہے جو جاری رہنے والا عمل ہے)

قریشی عورتوں کی افضلیت

۳۰۳۴/۵وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُ نِسَاءٍ رَکِبْنَ الْاِبِلَ صَالِحُ نِسَاءِ قُرَیْشٍ اَحْنَاهُ عَلٰی وَلَدٍ فِیْ صِغْرِهٖ وَاَرْعَاهُ عَلٰی زَوْجٍ فِیْ ذَاتِ یَدِهٖ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۲۵/۹ الحدیث رقم ۵۰۸۲ومسلم فی (۱۹۵۹/٤ واحمد فی المسند ۲۶۹۰/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اونٹوں پر سوار ہونے والی عورتوں میں سے بہترین قریش کی نیک وصالح خواتین ہیں کہ اپنے چھوٹے بچے پر سب سے زیادہ شفقت کرنے والی ہیں اور اپنے خاوندوں کے ہاتھ میں جو مال ہے اس کی تمام عورتوں سے زیادہ حفاظت کرنے والی ہیں۔ یہ بخاری مسلم کی روایت ہے۔

رَکِبْنَ الْاِبِلَ :

اس سے مراد عرب کی عورتیں ہیں کہ عربوں کی عام عادت خاوندوں کے ساتھ سفر وحضر میں سواری کی تھی۔ اس ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ عرب کی بہترین نیک وصالح خواتین میں سب سے زیادہ بہتر قریش کی نیک وپارسا خواتین ہیں۔ (ح)

عورت کا فتنہ

۳۰۳۵/۶وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا تَرَکْتُ بَعْدِیْ فِتْنَةً اَضَرَّ عَلَی الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۳۷/۹ الحدیث رقم ۵۰۹٦ومسلم فی ۲۰۹۷/٤ الحدیث رقم (۹۷۔۲۷٤۰) والترمذی فی السنن ۹۵/۵ الحدیث رقم ۲۷۸۰وابن ماجه فی ۱۳۲۵/۲ الحدیث رقم ۳۹۹۸ واحمد فی المسند ۲۰۰/۵۔

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں مردوں کے لئے سب سے زیادہ ضرر رساں فتنہ اپنے جانے کے بعد عورتوں کو پاتا ہوں۔ یہ بخاری مسلم کی روایت ہے۔

تشریح (۱) عام طور پر مردوں کی طبائع عورتوں کی خواہش کرتی ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ حرام میں مبتلا ہوتے ہیں (۲) عورتوں کی وجہ سے قتل وعداوت کا سلسلہ قائم ہوتا ہے۔ (۳) عورتیں مردوں کو دنیا کی طرف رغبت دلاتی اور اپنے ناز وانداز سے فریفتہ کرتی ہیں اور دنیا سے بڑھ کر اور کیا چیز مضر ہو سکتی ہے کہ اس کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حب الدنیا راس کل خطیئة دنیا کی محبت تو ہر غلطی کی جڑ ہے۔ (۴) اور یہ جو فرمایا میرے بعد'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے فتنہ کا ظہور

آپ ﷺ کے بعد ہوا۔ آپ کے زمانہ میں تو خیر اور بھلائی کا غلبہ تھا۔ بعد میں اس امت کے زمانہ خیر القرون گزرنے پر جھوٹ 'شر برائی کا زور ہوگیا (ع) (۵) آج کل جدید میڈیا کے سارے فریب کا دارومدار عورت پر ہے۔ ہر تجارتی اشتہار سے لے کر ہر فحش سے فحش تر چیز کے لئے اس کو استعمال کیا جارہا ہے۔ یورپین اقوام عورت کے ہتھیار سے امت مسلمہ کو اس کے اصل مقصد سے ہٹا کر قعر مذلت میں پھینکنے کے لئے کوشاں ہے۔ (یااسفی علیہ)

دُنیا کی شیرینی اور بنی اسرائیل کا اولین فتنہ

۳۰۳۶/۷ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الدُّنْیَا حُلْوَۃٌ خَضِرَۃٌ وَاِنَّ اللّٰہَ مُسْتَخْلِفُکُمْ فِیْھَا فَیَنْظُرُ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ فَاتَّقُوا الدُّنْیَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ فَاِنَّ اَوَّلَ فِتْنَۃِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ کَانَتْ فِی النِّسَاءِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجہ مسلم فی صحیحہ ۲۰۹۸/۴ الحدیث رقم (۹۹-۲۷۴۲) والترمذی فی السنن ۴۱۹/۴ الحدیث رقم ۲۱۹۱ وابن ماجہ فی ۱۳۲۵/۲ الحدیث رقم ۴۰۰۰ واحمد فی المسند۲۲/۳۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا میٹھی اور سرسبز ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں نائب بنانے والا ہے۔ وہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ تم اس میں کس طرح عمل کرتے ہو۔ اے لوگو! دنیا سے بچو اور عورتوں سے بچو۔ بلاشبہ بنی اسرائیل کا اولین فتنہ عورتوں کے باعث پیش آیا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اَلدُّنْیَا حُلْوَۃٌ خَضِرَۃٌ : یعنی جس طرح طبیعت کا میلان شرینی کی طرف ہوتا ہے اور سبزہ آنکھوں کو بھاتا ہے بالکل اسی طرح دنیا دلوں میں محبوب اور آنکھوں کو پسند آنے والی ہے اور بھلی معلوم ہوتی ہے (۲) مُسْتَخْلِفُکُمْ: اللہ تعالیٰ تم کو دنیا میں خلیفہ بنانے والے ہیں۔ یعنی دنیا کو استعمال کرنے میں تم وکیل اور نائب کی طرح ہو اور یہ دنیا فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے وہ اس بات کو جانچتے ہیں کہ تم اس میں کس طرح تصرف کرتے ہو۔ (۳) یا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان لوگوں کے بعد بھیجا جو تم سے پہلے تھے۔ جو انعامات ان پر کیے وہی انعامات تم پر کیے تاکہ یہ آزمایا جائے کہ تم ان کے حالات سے کس قدر عبرت پکڑتے ہو اور اس کے مال میں کس طرح تدبیر و تصرف کرتے ہو۔

(۴) فَاتَّقُوا الدُّنْیَا :

دنیا سے بچنے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے مال و جاہ پر فریفتہ نہ ہونا کیونکہ وہ فنا کے گھاٹ اترنے والا ہے۔ اس کے حلال پر حساب ہوتا ہے اور اس کے حرام پر عذاب ہوتا ہے۔

(۵) وَاتَّقُوا النِّسَاءَ :

عورتوں سے بچو اور ڈرو یعنی عورتوں کی وجہ سے ممنوعات کی طرف میلان اختیار نہ کرو۔ کہ گناہ میں مبتلا ہو کر اللہ تعالیٰ کے مجرم بن جاؤ۔

(٦)اوّل فتنہ:

حکایات بنی اسرائیل میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص کا نام بلعم باعور تھا وہ بڑا مستجاب الدعوات تھا اس کو اسم اعظم معلوم تھا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جبارین کے خلاف جہاد کے لئے سرزمین شام کے علاقہ کنعان میں اترے تو اس کی قوم اس کے پاس آ کر کہنے لگی کہ موسیٰ علیہ السلام بہت سا لشکر لیے ہمیں ہمارے اس علاقے سے نکالنے کے درپے ہیں۔ تم یہ دعا کرو کہ وہ یہاں سے فرار اختیار کریں۔ بلعم کہنے لگا مجھے جو کچھ معلوم ہے کہ وہ تمہارے علم میں نہیں ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور ایمان والوں کے خلاف بددعا نہیں کر سکتا۔ اگر بالفرض میں بددعا کروں تو میری دنیا و آخرت دونوں برباد ہو جائیں گی۔ اس کی قوم نے شدید اصرار الحاح وزاری کی مگر بلعم نہ مانا بالآخر کہنے لگا میں استخارہ کرتا ہوں تاکہ رضائے الٰہی کا مقام و موقع معلوم ہو جائے۔ وہ بلا استخارہ کوئی کام نہ کرتا تھا۔ جب اس نے استخارہ کیا تو خواب میں یہ ہدایت دی گئی کہ پیغمبر علیہ السلام اور ایمان والوں کے متعلق بددعا نہ کرنا۔ بلعم نے اپنی قوم کو یہ خواب سنایا۔ اس کی قوم کے لوگوں نے دیگر راستہ اختیار کیا وہ اس کے لئے تحفہ لائے اور بڑے الحاح وزاری اور منت سماجت سے بار بار بددعا کا مطالبہ کرنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی قوم کے ہاتھوں فتنے میں مبتلا ہو گیا۔

بلعم بددعا کرنے کے لئے اپنے گدھے پر سوار ہو کر چلا تاکہ جبل جستان جس کے قریب موسیٰ علیہ السلام کا لشکر ڈیرے ڈالے ہوئے تھا پہنچ کر بددعا کرے۔ راستہ میں اس کا گدھا کئی مرتبہ گرتا رہا وہ اس کو بار بار مار مار کر اٹھاتا رہا آخر کار اللہ تعالیٰ کے حکم سے گدھا اس سے گفتگو کرنے لگا۔ اے بلعم! کیا تو نہیں دیکھتا کہ تو کدھر جا رہا ہے۔ بار بار ملائکہ میرے سامنے آ کر مجھے واپس موڑ رہے ہیں۔

اب بلعم نے گدھے کو وہیں چھوڑا اور پیدل چل کر اس پہاڑ پر پہنچا اور بددعا کرنے لگا۔ مگر حال یہ تھا کہ بنی اسرائیل کے متعلق جو بددعائیہ کلمہ اپنی زبان سے نکالنا چاہتا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بنی اسرائیل کی بجائے اپنی قوم کا نام نکلتا تھا۔ قوم کے لوگ کہنے لگے اے بلعم! تو ہمارے حق میں دعا کی بجائے بددعا کر رہا ہے۔ بلعم کہنے لگا اللہ تعالیٰ مجھ سے کہلوا رہا ہے اور یہ میرے ارادہ کے بغیر نکل رہا ہے۔

پھر بلعم کی زبان منہ سے نکل کر سینہ پر لٹک گئی اور پکار اٹھا کہ میری تو دنیا و آخرت دونوں برباد ہو گئیں اب جو ہونا تھا ہو چکا تم ان بنی اسرائیل پر کامیابی حاصل کرنے کے لئے اپنی عورتوں کو آراستہ کر کے کچھ چیزیں تحائف کی صورت میں دے کر ان کے لشکر میں داخل کر دو۔ وہ اشیاء کو فروخت کرنے کے بہانے ان کے لشکر گاہ میں گھس جائیں اور عورتوں کو تاکید کر دو کہ تمہیں بنی اسرائیل کا جو لشکری اپنے خیمے کی طرف بلائے وہ اس سے انکار نہ کرے اگر ان میں سے ایک شخص بھی زنا میں مبتلا ہو گیا تو تمہاری قوم کو ان پر برتری حاصل ہو جائے گی۔

بلعم کی قوم نے یہی حیلہ اختیار کیا جب وہ عورتیں مسلمانوں کی لشکر گاہ میں داخل ہوئیں۔ ایک عورت جس کا نام کسی بنت صور تھا وہ بنی اسرائیل کے ایک سردار جس کا نام زمزم بن سالوم تھا اس کے خیمہ کے پاس سے گزری تو وہ اسے دیکھ کر اس پر

فریفتہ ہوگیا اور اس کو بازو سے پکڑ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لے گیا اور کہنے لگا تم کہتے ہو کہ یہ مجھ پر حرام ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہاں یہ تم پر حرام ہے ہرگز اس کے پاس نہ جانا۔ زمزم کہنے لگا میں اس سلسلہ میں تمہاری بات ہرگز نہ مانوں گا۔

چنانچہ وہ اس عورت کو لے کر اپنے خیمہ میں داخل ہوا اور اس کے ساتھ زنا میں مبتلا ہوا۔ حق تعالیٰ کی طرف سے اسی وقت اس گناہ کی پاداش میں وبا بصورت عذاب نازل ہوئی اور ایک گھڑی میں ستر ہزار آدمی ہلاک ہوگئے۔

حضرت ہارون علیہ السلام کا پوتا جس کا نام فخاص تھا وہ نہایت طاقتور نوجوان تھا وہ موسیٰ علیہ السلام کا محافظ مقرر تھا جب اس کو زمزم کی اس حرکت کی اطلاع ملی تو اپنا ہتھیار لے کر آیا اور زمزم کو اس کے خیمہ میں عورت سمیت موت کے گھاٹ اتار دیا اور اس عمل سے فارغ ہو کر بارگاہ الٰہی میں اس طرح دعا کی اے اللہ! اس آدمی کی نافرمانی کی وجہ سے ہمیں ہلاک نہ فرما۔ چنانچہ اسی لمحہ وبا رک گئی۔ تو روایت میں اول فتنہ کا مصداق یہی واقعہ ہے جس میں بنی اسرائیل کی آزمائش کی گئی۔ (ع بحر العلوم)

صاحب اشعۃ اللمعات:

(شاہ عبدالحق رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک آدمی نے اپنے چچا کی لڑکی سے شادی کی اور اس لڑکی کی خاطر اپنے چچا کو قتل کر دیا۔ یہ اول فتنہ بنی اسرائیل تھا۔ ج۔م)

٨/٣٠٣٧ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّؤْمُ فِى الْمَرْاَةِ وَالدَّارِ وَالْفَرَسِ (متفق عليه وفى رواية) الشُّؤْمُ فِىْ ثَلَاثَةٍ فِى الْمَرْاَةِ وَالْمَسْكَنِ وَالدَّابَّةِ۔

اخرجه البخارى فى صحيحه ١٣٧/٩ الحديث رقم ٥٠٩٣ ومسلم فى ١٧٤٥/٤ الحديث رقم (١١٥-٢٢٢٥) وابو داؤد فى السنن ٢٣٧/٤ الحديث رقم ٣٩٢٢ والترمذى فى ١١٦/٥ الحديث رقم ٢٨٢٤ والنسائى فى ٢٢٠/٦ الحديث رقم ٣٥٦٩ ومالك فى الموطأ ٩٧٢/١ الحديث رقم ٢٢ من كتاب الاستئذان

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نحوست عورت' گھر اور گھوڑے میں ہوتی ہے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔ ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں نحوست تین چیزوں میں یعنی عورت' رہائش اور جانور میں ہوتی ہے۔

تشریح ۞ **الشُّؤْمُ**: یہ یمن کی ضد ہے اس کا معنی بے برکتی ہے اس کو نحوست سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ ان تین چیزوں میں نحوست سے کیا مراد ہے؟ اس میں مندرجہ ذیل اقوال ہیں۔ نمبر۱ نحوست کے گھر میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ گھر تنگ ہو اور ہمسائے اچھے نہ ہوں بلکہ برے ہوں اور عورت کی نحوست کا مطلب یہ ہے کہ عورت کا مہر تو بہت ہو اور عورت بداخلاق' بدزبان اور بانجھ ہو اور گھوڑے کی نحوست سے مراد یہ ہے کہ گھوڑا شوخ ہو مگر رفتار میں سست ہو کہ جہاد میں کام آنے کے قابل نہ ہو۔

نمبر۲: ان میں نحوست سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی چیز نحوست کے قابل ہوتی تو یہ تین چیزیں ہوتیں تو معلوم ہوا کہ نحوست کسی چیز میں نہیں۔ کیونکہ یہ تین چیزیں آدمی کے ساتھ سائے کی طرح رہتی ہیں۔ جب ان میں نحوست نہیں تو کسی چیز میں نہیں اور یہ روایت اسی طرح ہے جس طرح دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی چیز تقدیر سے آگے بڑھنے والی

ہوتی تو نظر ہوتی۔

نمبر۳: اس ارشاد میں درحقیقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو یہ تعلیم دی کہ جس کسی کا گھر ہو اور وہ اس میں رہائش کو ناپسند سمجھتا ہو یا اس کی بیوی ہو اور اس کے ساتھ رہنا اس کو ناگوار ہو یا اس کے پاس گھوڑا ہو کہ اس کو رکھنا وہ پسند نہ کرتا ہو تو ان کو اپنے سے جدا کر دے اس گھر سے رہائش ختم کر دے عورت کو طلاق دیدے اور گھوڑے کو فروخت کر دے اور ان چیزوں سے اپنی جان چھڑانا طیرہ یعنی بدشگونی سے نہیں ہے جس سے منع کیا گیا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یہ بات جو لوگوں میں مشہور ہے کہ یہ مکان برا ہے یا اس گھوڑے کا میرے پاس آنا برا ہے یا اس عورت کا میرے گھر میں آنا نامبارک ہے وہ اس روایت میں مراد نہیں ہے۔
(ع۔مولانا)

۹/۳۰۳۸ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةٍ فَلَمَّا قَفَلْنَا كُنَّا قَرِيْبًا مِنَ الْمَدِيْنَةِ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ قَالَ تَزَوَّجْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَبِكْرٌ اَمْ ثَيِّبٌ قُلْتُ بَلْ ثَيِّبٌ قَالَ فَهَلاَّ بِكْرًا تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ فَلَمَّا قَدِمْنَا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ فَقَالَ اَمْهِلُوْا حَتّٰى نَدْخُلَ لَيْلاً اَيْ عِشَاءً لِكَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيْبَةُ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاری فی صحيحه ۳۴۲/۹ الحديث رقم ۵۲۴۷ ومسلم فی ۱۰۸۸/۲ الحديث رقم (۵۷۔۱۴۶۶) وابو داوٗد فی السنن ۵۴۰/۳ الحديث رقم الحديث رقم ۲۰۴۸ النسائی فی ۶۵/۶ الحديث رقم ۳۲۲۶ وابن ماجه فی ۵۹۸/۱ الحديث رقم ۱۸۶۰ والدارمی فی ۱۹۷/۲ الحديث رقم ۲۲۱۶۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جہاد میں تھے اس سے واپس لوٹتے ہوئے جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری نئی شادی ہے اگر حکم ہو تو میں پہلے گھر چلا جاؤں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کیا تم نے شادی کی ہے؟ میں نے کہا جی ہاں آپ علیہ السلام نے فرمایا کیا کنواری سے شادی کی ہے یا ثیبہ سے؟ میں نے عرض کیا کنواری سے نہیں بلکہ ثیبہ سے شادی کی ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے کیوں کنواری سے شادی نہ کی؟ تو اس سے کھیلتا اور وہ تجھ سے کھیلتی۔ پس جب ہم مدینہ منورہ پہنچ گئے تو ہم نے اپنے گھروں میں داخل ہونے کی اجازت چاہی۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا تم رات کے قریب داخل ہونا یعنی شام کے وقت داخل ہونا تا کہ پراگندہ بالوں والی عورت کنگھی کر لے اور جس کا خاوند گھر سے غائب تھا وہ زیر ناف بالوں کو صاف کر لے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ تُلَاعِبُهَا: مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ کمال الفت اور بے تکلفی ہوتی تو جو عورت پہلے خاوند دیکھ چکی ہو اس کا دل بعض اوقات پہلے خاوند سے معلق ہوتا ہے۔ اس لئے وہ میل جول اور صحبت میں تکلف کرتی ہے جب کہ وہ دوسرے خاوند کو پہلے کی طرح نہیں پاتی اور کنواری کے اندر یہ باتیں نہیں ہوتیں۔ (۲) حدیث کے آخری حصے میں یہ ہے کہ تم گھر جانے سے اس وقت تک رکے رہو یہاں تک کہ عورتیں ضروری بناؤ سنگھار کر لیں اور تمہاری صحبت کے لئے مستعد اور تیار ہو جائیں۔

سوال: (۳) ایک روایت میں سفر سے واپسی پر رات کے وقت گھر میں داخل ہونے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی جب کہ

ں روایت میں رات کے وقت داخل ہونے کا حکم فرمار ہے ہیں۔

فائدہ: یہ ممانعت اس صورت میں ہے کہ بغیر اطلاع کے یکا یک گھر میں چلا جائے۔ اگر خبر ہو جائے یا اطلاع کر دی جائے جیسا ان کی آمد کی اطلاع ہو چکی تھی تو پھر رات کو داخلہ ممنوع نہیں ہے۔ (ح)

الفصل الثانی:

جن کے لئے اللہ کی مدد لازم ہے

۳۰۳۹/۱۰ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ عَوْنُهُمْ الْمُكَاتَبُ الَّذِیْ يُرِيْدُ الْاَدَاءَ وَالنَّاكِحُ الَّذِیْ يُرِيْدُ الْعَفَافَ وَالْمُجَاهِدُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

(رواه الترمذی والنسائی وابن ماجة)

اخرجه الترمذی فی السنن ١٥٧/٤ الحديث رقم ١٦٥٥ والنسائی فی ٦١/٦ الحديث رقم ٣٢١٨ وابن ماجه فی ٨٤١/٢ الحديث رقم ٢٥٨١

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ کی مدد اس وعدے کے مطابق جو اس نے فرما رکھا ہے لازم ہے۔ نمبر ا وہ مکاتب جو اپنا بدل کتابت ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ نمبر ۲ ایسا نکاح کرنے والا جو نکاح کے ذریعے زنا سے بچنا چاہتا ہے۔ نمبر ۳ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔ یہ ترمذی نسائی اور ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ مکاتب اس غلام کو کہا جاتا ہے جس کا مالک اس سے آزادی کا بدلہ طے کر لے کہ جب تو مجھے اتنے کما کر دیدے گا تو تو آزاد ہے ایسے غلام کو مکاتب کہا جاتا ہے۔

بدل کتابت سے مراد وہ مال ہے جو مالک اور اس غلام کے درمیان آزادی کے سلسلے میں طے ہوا۔

دینی اعتبار سے پسندیدہ شخص کا پیغام نکاح نہ ٹھکرانا چاہئے

۳۰۴۰/۱۱ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ اِلَيْكُمْ مَّنْ تَرْضَوْنَ دِيْنَهٗ وَخُلُقَهٗ فَزَوِّجُوْهُ اِنْ لَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِی الْاَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيْضٌ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٣٩٤/٣ الحديث رقم ١٠٨٤ وابن ماجه فی ٦٣٢/١ الحديث رقم ١٩٦٧

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تمہیں کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کے دین واخلاق کو تم پسند کرتے ہو اس کا پیغام نکاح مسترد نہ کرو اگر تم ایسا کرو گے تو اس سے زمین میں بڑا فتنہ اور فساد پھیل جائے گا۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس روایت میں اولیا کو مخاطب کر کے یہ بات فرمائی گئی ہے کہ جب نکاح کا پیغام بھیجنے والا جو کہ تم سے تمہاری بیٹی یا

بہن وغیرہ کے نکاح کا مطالبہ کر رہا ہے اگر وہ شخص دین واخلاق کے لحاظ سے تمہارے ہاں پسندیدہ ہے تو ایسے شخص سے تمہیں نکاح کر دینا چاہئے اگر تم اس کی بجائے مال وجاہ پر نظر کرو گے جیسا کہ عام دنیا داروں کی عادت ہے تو اکثر عورتیں بلا نکاح رہ جائیں گی۔یعنی ان کو خاوند نہیں ملے گا اور اکثر مرد بغیر بیویوں کے رہ جائیں گے جن کو کوئی بیوی نہیں ملے گی۔جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ زنا کی کثرت ہو جائے گی اور اولیاء غیرت اور عار محسوس کریں گے جس کی وجہ سے عار دلانے والے کو قتل کر دیں گے۔اس سے بڑا فتنہ اور باہمی شدید نزاع پیدا ہو جائے گا۔

(۲) علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اِس حدیث میں امام مالک رحمہ اللہ کے اس قول کی دلیل ہے کہ کفو ہونے میں فقط دین کا اعتبار کیا جائے گا۔نمبر۲ جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ کفو میں چار باتوں کا لحاظ کیا جائے گا نمبر ا حریت' نمبر۲ دین' نمبر۳ حسب ونسب' نمبر۴ صنعت۔چنانچہ کسی مسلمان عورت کا نکاح کافر سے نہ کیا جائے اور نہ ہی نیک صالح عورت کا نکاح فاسق سے اور نہ حرہ کا نکاح غلام سے اسی طرح مشہور نسب والی کا نکاح گمنام سے نہ کیا جائے اور عورت سوداگر اور اچھے پیشے والے کی بیٹی کا نکاح اس شخص سے نہ کیا جائے کہ جس کا پیشہ حرام یا مکروہ ہو (۳) پھر اگر عورت اور اس کا ولی غیر کفو والے سے نکاح کرنے پر راضی ہو جائے تو نکاح درست ہو جائے گا۔(ع)

نکاح کے متعلق خاص ہدایت

۱۲/۳۰۴۱ وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَاِنِّيْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْاُمَمَ۔ (رواه ابوداود والنسائی)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۲/۵۴۲ الحديث رقم ۲۰۵۰ والنسائی فی ۶/۶۵ الحديث رقم ۳۲۲۷

ترجمہ: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم خاوندوں سے محبت کرنے والی اور اولاد جننے والی عورتوں سے نکاح کرو۔بلاشبہ میں دوسری امتوں کے مقابلے میں تمہاری کثرت پر فخر کرونگا۔اس روایت کو ابوداؤد ونسائی نے نقل کیا ہے۔

① اس روایت میں دو قیود کا تذکرہ کیا گیا ہے ان کے لگانے کا مقصد یہ ہے کہ اگر عورت بہت زیادہ جننے والی تو ہو مگر خاوند کو پسند نہ کرتی ہو تو خاوند کو اس سے چنداں رغبت نہیں ہوتی اور خاوند سے محبت کرنے والی عورت اگر بچے نہ جنتی ہو تو مقصود حاصل نہیں ہوتا اور وہ مقصود کثرتِ امت ہے اور تکثیر تو بچوں کے زیادہ پیدا ہونے سے ہوگی اور یہ دونوں صفات کنواری عورتوں میں جو اس کی قرابت میں ہوں گی ضرور پائی جائیں گی۔کیونکہ اقرباء کے طبعی اثرات ایک دوسرے میں ضرور سرایت کیے ہوتے ہیں اور اقرباء عادات وخو میں ایک دوسرے کے شریک ہوتے ہیں۔اس لئے کسی عورت میں یہ صفات معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس عورت کے خاندان کی عورتوں کو دیکھ لیا جائے۔

② اس روایت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایسی عورت سے نکاح کرنا جو خوب بچے جننے والی اور شوہر سے محبت کرنے والی ہو مستحب ہے۔

③ اولاد کا زیادہ ہونا بہتر ہے کیونکہ اس سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود حاصل ہوگا کہ آپ کثرتِ امت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر فرمائیں گے۔

④ نکاح کرنے سے یہ مراد ہوسکتا ہے کہ ان عورتوں کو نکاح میں برقرار رکھنے اور قائم رکھنے کی تاکید مقصود ہو جن میں یہ صفات پائی جائیں واللہ اعلم۔ (ع۔طیبی)

کنواری عورت سے نکاح کی ترغیب

۱۳/۳۰۴۲ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَالِمِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ عُوَيْمِ بْنِ سَاعِدَةَ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالْاَبْكَارِ فَاِنَّهُنَّ اَعْذَبُ اَفْوَاهًا وَاَنْتَقُ اَرْحَامًا وَاَرْضٰى بِالْيَسِيْرِ۔ (رواه ابن ماجة مرسلاً)

اخرجه ابن ماجه فی ۱/۵۹۸ الحديث رقم ۱۸۶۱

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن سالم بن عتبہ بن عویم بن ساعدہ انصاری اپنے والد سالم سے اور وہ عبدالرحمٰن کے دادا حضرت عتبہ بن عویم انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کنواریوں سے نکاح کرو کیونکہ وہ منہ سے شیریں یعنی خوبصورت کلام کرنے والیاں ہوتی ہیں اور بدزبان اور فحش گو نہیں ہوتیں اور وہ بہت بچے جنتی ہیں اور تھوڑے مال پر بہت خوش ہو جاتی ہیں یعنی تھوڑا سا مال دینے اور جماع کرنے سے راضی وخوش رہتی ہیں۔ یہ ابن ماجہ کی مرسل روایت ہے۔

① کنواری عورت کا رحم نطفہ کو اکثر اس لئے قبول کر لیتا ہے کہ ان کے رحم میں حرارت بہت ہوتی ہے۔

② بچے کی پیدائش کا معاملہ تو بغیر امر الٰہی کے محض ظاہری اسباب سے نہیں ہوتا۔

③ وہ معمولی مال پر راضی رہتی ہیں کیونکہ انہوں نے پہلے سے کسی خاوند کا کچھ دیکھا نہیں ہوتا کہ زیادہ کا مطالبہ کریں (ع)

الفصل الثالث:

نکاح ذریعہ محبت

۱۴/۳۰۴۳ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ تَرَ لِلْمُتَحَابَّيْنِ مِثْلَ النِّكَاحِ۔

اخرجه ابن ماجه فی ۱/۵۹۸ الحديث رقم ۱۸۶۱

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے مخاطب! تم نے نکاح کے سوا کوئی

ایسی چیز نہ دیکھی ہوگی جو دو شخصوں کے درمیان اتنے درجے کی محبت پیدا کر دے (جتنی محبت نکاح سے پیدا ہوتی ہے)۔

(ابن ماجہ)

تشریح ۞ (۱) قرابت کے تعلق کے بغیر میاں اور بیوی کے مابین صرف نکاح کی وجہ سے شدید ترین محبت ہو جاتی ہے۔ حتی کہ یہ محبت قرابت سے پیدا ہونے والی محبت سے بھی بڑھ جاتی ہے' (مولانا)

نجاست زنا سے پاکیزگی کا ذریعہ نکاح

۳۰۴۴/۱۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّلْقَى اللّٰهَ طَاهِرًا مُطَهَّرًا فَلْيَتَزَوَّجِ الْحَرَائِرَ۔

اخرجه ابن ماجه فی ۱/۵۹۷ الحدیث رقم ۱۸۶۲

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی اللہ تعالیٰ سے نجاست زنا سے پاکیزگی کی حالت میں ملنا چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ آزاد عورتوں سے نکاح کرے۔ (ابن ماجہ)

تشریح ۞ آزاد عورتیں لونڈیوں کی نسبت زیادہ پاک باز ہوا کرتی ہیں۔ وہ پاکیزگی صحبت و مخالطت کی وجہ سے خاوندوں میں سرایت کرتی ہے آزاد عورتیں اپنی اولاد کو ادب سکھاتی ہیں اور لونڈیوں میں یہ بات نہیں ہوتی ان کی اکثریت ذلیل و آوارہ ہوتی ہے اور وہ ذلت و آوارگی ان کی زندگی کا حصہ بن چکی ہوتی ہے۔ (طیبی۔ ح)

تقویٰ کے بعد سب سے بہتر انعام

۳۰۴۵/۱۶ وَعَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ يَقُوْلُ مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَى اللّٰهِ خَيْرًا لَّهُ مِنْ زَوْجَةٍ صَالِحَةٍ اِنْ اَمَرَهَا اَطَاعَتْهُ وَاِنْ نَظَرَ اِلَيْهَا سَرَّتْهُ وَاِنْ اَقْسَمَ عَلَيْهَا اَبَرَّتْهُ وَاِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ فِىْ نَفْسِهَا وَمَالِهٖ (رواه ابن ماجة الا حا ذيث الثلاثة)

اخرجه ابن ماجه فی ۱/۵۹۶ الحدیث رقم ۱۸۵۷۔

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمن کو تقویٰ کے بعد اللہ کی طرف سے ملنے والی سب سے بہتر چیز نیک صالح اور خوبصورت بیوی ہے وہ جب اس کو حکم دے تو اس کی فرمانبرداری کرے جب اس کی طرف دیکھے تو وہ اس کو خوش کرے جب وہ اس کو قسم دے تو اس کو پورا کرے جب اس کا خاوند موجود نہ ہو تو اپنے نفس کے معاملے میں اس سے خیر خواہی کرے۔ یعنی زنا اور فسق کی طرف نگاہ بھی نہ کرے اس کے مال کے اندر خیر خواہی کرے یعنی نہ اس کو ضائع ہونے دے اور نہ ہی اس میں خیانت کرے۔ یہ تینوں روایات ابن ماجہ نے نقل کی ہیں۔

تشریح ۞ تقویٰ احکام الٰہی کو بجا لانے اور اس کی ممنوعات سے پرہیز کرنے اور اس کی کامل فرمانبرداری کرنے کا نام ہے۔

(۲) اَطَاعَتْهُ یعنی جو چیزیں گناہ نہیں ان میں خاوند کی مکمل اطاعت کرے البتہ جن چیزوں میں خالق کی نافرمانی

ہے ان میں اطاعت جائز نہیں۔ (۳) سَرَّتْهُ :اس کو خوش کرے یعنی اپنے حسن وخوبصورتی اور خوب سیرتی کے ساتھ اس کو خوش کرے۔

(۴) وَاِنْ اَقْسَمَ عَلَيْهَا : یعنی اگر وہ اس کو قسم دے کسی ایسے معاملے میں جس کے کرنے یا نہ کرنے کو وہ عورت ناپسند کرتی ہو اور خاوند کی مرضی یہ ہو کہ اس کام کو کرے یا نہ کرے اور اس کے لئے وہ عورت کو قسم دے تو وہ عورت اس قسم کو پورا کرے یعنی اس کی مرضی کے مطابق کرے یعنی اگر اس کے کرنے کی قسم اٹھائی ہے تو اسے کر ڈالے اور اگر ترک کی قسم کھائی ہے تو اسے چھوڑ ڈالے۔ (ع)

تکمیل دین کا ذریعہ

۳۰۴۶/۱۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ نِصْفَ الدِّيْنِ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ فِي النِّصْفِ الْبَاقِيْ۔

اخرجه ابن ماجه في ١/ ٥٩٦ الحديث رقم ١٨٥٧۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب بندے نے نکاح کر لیا تو اس نے آدھا دین مکمل کر لیا تو بندے کو چاہئے بقیہ نصف کے بارے میں وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔

تشریح ۞ دین میں عام طور پر بگاڑ کا سبب شہوت اور پیٹ بنتا ہے۔ نکاح کی وجہ سے شہوت کے بگاڑ سے نجات ملتی ہے تو اب پیٹ کے بگاڑ کو زائل کرنے کے لئے تقویٰ اختیار کرنا چاہئے۔ تاکہ دین کی بھلائیاں مکمل طور پر حاصل ہوں۔ (ح)

سب سے بڑھ کر برکت والا نکاح

۳۰۴۷/۱۸ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً اَيْسَرُهُ مُؤْنَةً۔

روا هما البيهقي في شعب الا يمان۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے زیادہ برکت والا نکاح وہ ہے جس کی مشقت کم ہو۔ یہ دونوں روایتیں بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کی ہیں۔

تشریح ۞ ايسره مؤنة: محنت کے آسان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بیوی کا مہر کم ہو وہ روٹی کپڑا بھی بہت نہ مانگے بلکہ جو کچھ دے دیا جائے اسی پر راضی اور خوش رہے۔ (ع)

بَابُ النَّظْرِ اِلَی الْمَخْطُوْبَةِ وَبَیَانُ الْعَوْرَاتِ

مخطوبہ کوایک نظر دیکھنے اور ستر کا بیان

مخطوبہ سے مراد وہ عورت ہے جس کو پیغامِ نکاح دیا ہو۔ستر سے مراد وہ اعضاء ہیں جن کا چھپانا شرعاً ضروری ہے
(۲) نکاح سے پہلے مخطوبہ کو ایک نگاہ دیکھنا امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام احمد اور اکثر علماء رحمہم اللہ کے نزدیک جائز ہے۔خواہ مخطوبہ کی طرف سے اس کی اجازت ہو یا نہ ہو۔لیکن ایک نظر سے زیادہ دیکھنا یا کلام کرنا یا چھونا یا خلوت وغیرہ کرنا ناجائز ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مخطوبہ کے اذن سے اس کو دیکھنا جائز ہے بلکہ ایک روایت کے مطابق ان کے ہاں دیکھنا مطلقاً ممنوع ہے۔(۳) اگر ماہر اور امانت دار عورت کو اس سلسلے میں بھیجا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔(ح)

الفصل الاول:

مشورے میں اظہارِ عیب گناہ نہیں

۳۰۴۸/ا عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَ فَانْظُرْ اِلَیْهَا فَاِنَّ فِیْ اَعْیُنِ الْاَنْصَارِ شَیْئًا۔ (رواہ مسلم)

اخرجه فی صحیحه ۲/ ۱۰٤۰ الحدیث رقم (۷٤۔۱٤۲٤) واحمد فی المسند ۲/ ۲۹۹۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا میں ایک انصاری عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو دیکھ لینا اس لئے کہ انصار کی آنکھوں میں یعنی بعض کی آنکھوں میں کچھ خلل ہوتا ہے یعنی خلقی خلل ہے۔یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ شَیْئًا یعنی کچھ خلل ہے کہ بعض طبائع اس سے نفرت کرتی ہیں۔(۲) امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان کی آنکھیں کیری یا کرنجی ہوتی ہیں۔اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خیرخواہی کے لئے عیب کا ذکر کر دینا جائز ہے۔
(۳) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغامِ نکاح سے پہلے اس عورت کو دیکھ لینا مستحب ہے اگر دیکھنا ممکن نہ ہو تو پھر ایک قابلِ اعتماد عورت کو بھیجا جائے جو اس کو دیکھ کر پوری صورتحال کو واضح کر دے۔
(۴) اس کے منہ اور ہتھیلیوں کا دیکھ لینا مباح ہے خواہ شہوت سے امن نہ ہو۔کیونکہ یہ اس کے حق میں ستر نہیں ہے۔

ایک عورت کا دوسری عورت سے ننگا جسم لگانا باعثِ فتنہ ہے

۲/۳۰۴۹ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُبَاشِرُ الْمَرْاَةُ الْمَرْاَةَ

فَتَنْعَتَهَا لِزَوْجِهَا كَاَنَّهٗ يَنْظُرُ اِلَيْهَا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۹/۳۳۸ الحدیث رقم ۵۲٤۰، وابوداوٗد فی السنن ۲/٦۱۰ الحدیث رقم ۲۱۵۰ والترمذی فی ٥/۱۰۱ الحدیث رقم ۲۷۹۲ واحمد فی المسند ۱/۳۸۷۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی عورت دوسری عورت کے ساتھ برہنہ ہو کر اپنا جسم نہ لگائے کہ پھر وہ عورت اس عورت کا حال اپنے خاوند کو اس طرح بیان کرے گی کہ گویا وہ اس کو دیکھ رہا ہے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ ایک عورت کو اپنا جسم ننگا کر کے دوسری عورت کے ساتھ لگانے سے منع فرمایا ہے کہ پھر اپنے خاوند سے اس کے بدن کی نرمی وغیرہ کا حال بیان کر ڈالے گی اس سے خاوند کا دل خراب ہوگا اور فتنہ برپا ہونے کا خطرہ ہے اس لئے اس سے روک دیا گیا ہے۔

۳۰۵۰/۳ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ اِلٰى عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْاَةُ اِلٰى عَوْرَةِ الْمَرْاَةِ وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ اِلَى الرَّجُلِ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَلَا تُفْضِي الْمَرْاَةُ اِلَى الْمَرْاَةِ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱/۲٦٦ الحدیث رقم (۷٤-۳۳۸) والترمذی فی السنن ٥/۱۰۱ الحدیث رقم ۲۷۹۳ واحمد فی المسند ۳/٦۳

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرد دوسرے مرد کے ستر کو نہ دیکھے اسی طرح ایک عورت دوسری عورت کے ستر کو نہ دیکھے اسی طرح دو ننگے مرد ایک کپڑے میں جمع نہ ہوں اور نہ دو ننگی عورتیں ایک کپڑے میں جمع ہوں۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ مرد کا ستر زیر ناف سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک ہے۔ اس حصے کو بلا ضرورت دیکھنا جائز نہیں۔ یہ مرد اور عورت دونوں کے حق میں ایک ہی جیسا حکم رکھتا ہے البتہ اس کی بیوی یا لونڈی کو اس کے دیکھنے میں حرج نہیں۔ البتہ مرد کا بقیہ بدن دیکھنا جائز ہے۔ عورت کے لئے اس کے دیکھنے میں شہوت سے امن ہونے کی صورت میں جواز ہے اور اگر شہوت پر اطمینان نہ ہو تو دیکھنا بالکل جائز نہیں۔ (۲) عورت کا عورت کے سامنے ستر زیر ناف سے رانوں تک ہے اور عورت کو بھی عورت کا یہ ستر دیکھنا درست نہیں۔ (۳) اجنبی مرد کے لئے آزاد عورت کا تمام بدن ستر ہے۔ مگر چہرہ اور دونوں ہاتھ اور دونوں قدم جیسا کہ ایک روایت میں ہے۔

(۴) درمختار کے باب شروط الصلوٰۃ میں لکھا ہے کہ جوان عورت کو مردوں کے درمیان منہ کھلا رکھنے سے روکا جائے گا۔

(۵) ان اعضاء کا دیکھنا اس وقت درست ہے جب کہ شہوت سے امن ہو اور اگر شہوت سے امن نہ ہو تو جائز نہیں ہے۔

(٦) حاکم کو بوقت حکم اور شاہد کو بوقت شہادت ان اعضاء کا دیکھنا بہر حال جائز ہے (۷) اور ان اعضاء کا چھونا شہوت سے امن کے باوجود جائز نہیں جب کہ عورت جوان ہو۔ (۸) اگر بوڑھی عورت ہو کہ اس پر امکان شہوت نہیں یا بوڑھا آدمی اپنے

نفس پر پورا قابو رکھنے والا ہو تو ان اعضاء کا چھونا بھی درست ہے۔

(۹) اپنی بیوی اور لونڈی کہ جس سے صحبت جائز وحلال ہو اس کے تمام بدن کا دیکھنا درست ہے۔(۱۰) محرم کے لئے عورت کا ستر وہی ہے جو مرد کا ستر ہے البتہ اس میں پیٹ اور پیٹھ زائد ہیں۔محرم کے لئے بھی اس ستر کا دیکھنا اور چھونا ناجائز ہے خواہ شہوت کا خوف نہ ہو۔(۱۱) پنڈلی بازو سینہ اور چہرہ اور سر محرم کے لئے ستر نہیں بس ان کا دیکھنا اس کے لئے درست ہے جب کہ شہوت کا خوف نہ ہو اسی طرح اگر شہوت سے امن ہو تو ان اعضاء کا چھونا بھی جائز ہے۔

(۱۲) اور غیر لونڈی کا ستر وہ محرمہ کے ستر کی طرح ہے اس کے دیکھنے اور چھونے کا حکم بھی محرمہ کے دیکھنے اور چھونے کی طرح ہے

(۱۳) خوبصورت مرد کو شہوت کے ساتھ دیکھنا حرام ہے۔(۱۴) لونڈی کو خریدتے وقت ہاتھ لگانا اور دیکھنا باوجود خوف شہوت کے جائز ہے۔اسی طرح جب نکاح کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تب بھی دیکھنا جائز ہے۔

(۱۵) غلام سے مالکہ کو اسی طرح پردہ کرنا ضروری ہے جیسا اجنبی سے۔(۱۶) خواجہ سرا اور ہیجڑا ان کا حکم مرد والا ہے۔ (۱۷) دوسرے کی عورت کو خواہ بشہوت ہو یا بلا شہوت ہو بہرصورت دیکھنا حرام ہے۔(۱۸) والا یفضی الرجل۔یعنی ایک مرد کا دوسرے مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں جمع ہونا ممنوع ہے۔اسی طرح عورت کا دوسری عورت کے ساتھ ننگے ہو کر ایک کپڑے میں جمع ہونا شرم وحیاء کے خلاف ہونے کی وجہ سے ممنوع اور مکروہ ہے۔(ح۔ع مولانا)

غیر محرم سے تنہائی کی شدید ممانعت

۴/۳۰۵۱ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْ لُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا لَا يَبِيْتَنَّ رَجُلٌ عِنْدَ امْرَاَةٍ ثَيِّبٍ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ نَاكِحًا اَوْ ذَا مَحْرَمٍ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه فی صحیحه ٤/ ١٧١٠ الحدیث رقم (١٩-٢١٧١)

تَرْجَمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی آدمی ثیبہ عورت کے پاس رات نہ گزارے سوائے اسکے کہ وہ اس سے نکاح کرنے والا ہو یا اس کا محرم ہو۔یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ لَا يَبِيْتَنَّ :رات نہ گزارنے کا مطلب یہ ہے کہ خلوت وعلیحدگی اختیار نہ کرے یعنی ثیبہ عورت اور مرد ایک مکان میں تنہا نہ ہوں خواہ رات کا وقت ہو یا دن کا۔

ثَيِّبٍ سے یہاں مراد جوان سال عورت ہے۔

مَحْرَمٍ :اس شخص کو کہا جاتا ہے جس سے نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہو۔خواہ حرمت نسبی ہو یا رضاعت کی وجہ سے ہو۔

دیور کو موت سے تعبیر فرمایا

۵/۳۰۵۲ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى

النِّسَاءِ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اَرَاَیْتَ الْحَمْوَ قَالَ الْحَمْوُ الْمَوْتُ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۹/ ۳۳۰ الحدیث رقم ۵۲۳۲ ومسلم فی ٤/ ۱۷۱۱ الحدیث رقم (۲۰۔۲۱۷۲) والترمذی فی السنن ۳/ ٤۷٤ الحدیث رقم ۱۱۷۱ والدارمی فی ۲/ ۳٦۱ الحدیث رقم ۲٦٤۲ واحمد فی المسند ٤/ ۱٤۹۔

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم عورتوں پر داخل ہونے سے بچو یعنی اجنبی عورتوں کے ہاں تخلیہ میں مت جاؤ۔ یا اس وقت میں ان کے ہاں مت جاؤ جب وہ ننگی بیٹھی ہوں۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! دیور کے عورتوں کے ہاں داخل ہونے کا کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا دیور تو موت ہے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اَلْحَمْوَ :خاوند کے والد اور بیٹے کے علاوہ اس کا ہر قریبی رشتہ دار مرد حمو کہلاتا ہے۔ (۲) قریبی رشتہ کو داخلہ کی چھٹی دینے کو موت کی طرح ہلاک کرنے والا قرار دیا یعنی وہ بڑے فتنہ کا باعث ہے جس کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں نمبر ۱ اس کا داخل ہونا لوگ معمولی اور ہلکا سمجھتے ہیں اس میں کچھ حرج خیال نہیں کرتے نمبر ۲ اس کی آمد و رفت کثرت سے رہتی ہے اور اس کا ملنا جلنا بالکل آسان ہوتا ہے۔ نمبر ۳ اس کو میل جول کی وجہ سے برائی پر زیادہ اور آسانی سے قدرت ہوتی ہے۔

(۳) اہل عرب اس جملہ کو خوف و خطرہ کے مقام پر استعمال کرتے ہیں جیسے عربی کا محاورہ ہے شیر مرگ ہے' سلطان آگ ہے' یعنی شیر کے قریب جانا' موت کو گلے لگانے کے مترادف ہے اور بادشاہ کی قربت آگ کی طرح تباہ کن ہے' اس کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تم اس سے بچ جاؤ۔ یہاں بھی جناب رسول اللہ ﷺ نے اس سے بچانے کی خاطر اس کو موت سے تعبیر فرمایا۔

طبیب کا متاثرہ حصہ پر نظر ڈالنا

۳۰۵۳/٦ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ اسْتَاذَنَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْحِجَامَةِ فَاَمَرَ اَبَاطَیْبَةَ اَنْ یَّحْجَمَهَا قَالَ حَسِبْتُ اَنَّهٗ کَانَ اَخَاهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ اَوْ غُلَامًا لَمْ یَحْتَلِمْ۔ (رواه مسلم)

اخرجه فی صحیحه ٤/ ۱۷۳۰ الحدیث رقم (۷۲۔۲۲۰٦)۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے اس بات کی اجازت طلب کی کہ میں سینگی لگوالوں۔ تو آپ نے ابوطیبہ کو حکم فرمایا کہ وہ ان کو سینگی لگائے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ ابوطیبہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دودھ شریک بھائی تھے یا پھر وہ نابالغ لڑکے تھے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ قَالَ حَسِبْتُ : حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس تاویل کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو سینگی کی چنداں ضرورت نہ تھی ورنہ بوقت ضرورت تو اجنبی سے بھی بطور علاج سینگی لگوانا جائز ہے اور علاج کے لئے بدن کے اس حصہ کو دیکھنا درست ہے بلکہ بیماری کا اثر پورے جسم پر ہو تو دیانتدار طبیب کے لئے اس کو بھی دیکھنا جائز ہے۔ (طیبی' ع)

۳۰۵۴/۷ وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَظَرِ الْفُجَاءَ ةِ فَأَمَرَنِيْ اَنْ اَصْرِفَ بَصَرِيْ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه فی صحيحه ۱٦۹۹/۳ الحديث رقم ٤٥-۲۱٥۹ وابوداوٗد فی السنن ٦۰۹/۲ الحديث رقم ۲۱٤۸ والترمذی فی ۹۳/٥ الحديث رقم ۲۷۷٦ واحمد فی لمسند ۳٥۸/٤۔

ترجمہ: حضرت جریر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے اجنبی عورت پر اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی نظر کو فوراً پھیر لو۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

(۱) اچانک نظر کا حکم:

اچانک نظر پڑ جانا راستہ وغیرہ میں دیکھنے کی غرض سے مجبوری ہے۔ مگر مسلسل دیکھنے کی ممانعت ہے بلکہ فوراً نظر ہٹا لینے کا حکم ہے۔ (۲) دوبارہ نہ دیکھے کیونکہ پہلی نظر قصداً نہ ہونے کی وجہ سے معاف ہے اور اگر وہ بھی قصداً بلا ضرورت ہو تو جائز نہیں۔ (۳) اگر یہ مسلسل دیکھتا رہا تو گنہگار رہے۔ پھر پہلی مرتبہ کا نگاہ ڈالنا بھی قصد میں شمار ہو کر گناہ شمار ہوگا (۴) اصرف۔ ''فوراً اپنی نگاہ کو ہٹالو۔ جیسا کہ اسی سلسلہ میں یہ ارشاد وارد ہے: ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ﴾ (النور: ۳۰) آپ ایمان والوں کو فرما دیں کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں' (٥) نکاح وغیرہ کے لئے جس طرح دیکھنا درست ہے اسی طرح زخم یا فصد کھلوانے اور کسی ضرورت کے لئے بدن دکھانا پڑے تو جائز ہے لیکن صرف بقدرِ ضرورت اور متاثرہ حصہ دکھائے بقیہ جسم کو کپڑے سے ڈھانپے اور چھپائے۔ (طیبی۔ ع)

صحبتِ غلط کی خواہش کا علاج

۳۰٥٥/۸ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَرْاَةَ تُقْبِلُ فِيْ صُوْرَةِ شَيْطَانٍ وَتُدْبِرُ فِيْ صُوْرَةِ شَيْطَانٍ اِذَا اَحَدُكُمْ اَعْجَبَتْهُ الْمَرْاَةُ فَوَقَعَتْ فِيْ قَلْبِهٖ فَلْيَعْمِدْ اِلَى امْرَاَتِهٖ فَلْيُوَاقِعْهَا فَاِنَّ ذٰلِكَ يَرُدُّ مَا فِيْ نَفْسِهٖ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه فی صحيحه ۱۰۲۱/۲ الحديث رقم (۹-۱٤۰۳) واحمد فی المسند ۳٤۱/۳۔

ترجمہ: حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عورت شیطان کی صورت میں آتی اور شیطان کی صورت میں جاتی ہے۔ اچانک (نظر پڑنے سے) اگر کوئی عورت تمہارے دل کو بھا جائے اور اس کی محبت کا اثر دل میں محسوس ہو تو اپنی بیوی سے صحبت کر لے. بلا شبہ یہ یعنی جماع اس چیز کو دور کر دے گا جو اس کے دل میں پیدا ہوئی ہے یعنی خواہش نفسانی۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

① جناب رسول اللہ ﷺ نے وسوسہ پیدا کرنے اور گمراہ کرنے میں عورت کو شیطان سے تشبیہ دی ہے یعنی جس طرح شیطان گمراہ کرتا اور وسوسہ اندازی کرتا ہے۔ اسی طرح عورت پر نظر ڈالنا وسوسے کا باعث ہے۔

② اس سے استنباط کیا جاتا ہے کہ عورت کو گھر سے نکلنا جائز ہے مگر وہ بناؤ سنگار کر کے نہ نکلے نمبر۲ مرد کو عورت کے چہرے کی طرف جس طرح دیکھنا جائز نہیں اسی طرح اس کے کپڑوں کو بھی دیکھنا جائز نہیں ہے۔

③ مرد اپنی بیوی کو دن کے اوقات میں اگر جماع کے لئے بلائے تو اس میں کچھ حرج نہیں جب کہ وہ کسی ایسے کام میں مشغول نہ ہو کہ جس کا ترک ناممکن ہو اور حرج کا باعث ہو کیونکہ بعض اوقات مرد پر شہوت کا غلبہ ہوتا ہے اور اس وقت تاخیر جماع سے مادہ منویہ رک کر جسم کے کسی اور عضو کے نقصان وضرر کا باعث بن جاتا ہے یا دل میں بے جا گمان کا باعث بنتا ہے۔ (ع)

الفصل الثانی:

نکاح سے پہلے منکوحہ کو دیکھنے کی اجازت

۳۰۵۶/۹ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ اَحَدُكُمُ الْمَرْاَةَ فَاِنِ اسْتَطَاعَ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى مَا يَدْعُوْهُ اِلٰى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۲/ ۵٦٥ الحديث رقم ۲۰۸۲

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو پیغام نکاح دے۔ اگر ممکن ہو سکے تو وہ اس کے ان اعضاء کو دیکھ لے جو اس کے نکاح کی طرف اس کو دعوت دینے والے ہوں یعنی منہ اور ہاتھ۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ (۱) پیغام نکاح بھیجنے سے پہلے مخطوبہ عورت کو دیکھ لینا مستحب ہے۔ اس لئے کہ اگر وہ طبیعت میں مرغوب ہوگی تو نکاح کے بعد اس کی وجہ سے زنا سے محفوظ رہے گا۔ اور نکاح کا اصل مقصود یہی ہے۔

سوال: گزشتہ اوراق میں روایت گزری کہ عورت سے اس کے حسن وجمال کی وجہ سے نکاح مناسب نہیں:

جواب: اس ارشاد سے یہ غرض نہیں کہ حسن وجمال کی قطعاً رعایت نہ کرے۔ بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ دین وجمال میں تقابل آجائے تو اس وقت جمال کو ترجیح نہ دے بلکہ دین کو ترجیح دے۔ کیونکہ ایسی حالت میں جمال کو ترجیح دینا دین کی تباہی کا باعث بنے گا۔ (اعاذنا اللہ منہ)۔ (ع)

پیغامِ نکاح سے پہلے دیکھنا مناسب ہے

۳۰۵۷/۱۰ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ خَطَبْتُ امْرَاَةً فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ نَظَرْتَ اِلَيْهَا قُلْتُ لَا قَالَ فَانْظُرْ اِلَيْهَا فَاِنَّهٗ اَحْرٰى اَنْ يُّؤْدَمَ بَيْنَكُمَا۔

(رواہ احمد والترمذی والنسائی وابن ماجة والدارمی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۳۹۷/۳ الحدیث رقم ۱۰۸۷ والنسائی فی ۶۹/۶ الحدیث رقم ۳۲۳۵ وابن ماجه فی ۵۹۹/۱ الحدیث رقم ۱۸۶۵ والدارمی فی ۱۸۰/۲ الحدیث رقم ۲۱۷۲ واحمد فی المسند ۲۴۶/۴۔

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک عورت کو پیغام نکاح دینے کا ارادہ کیا تو مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے اس عورت کو دیکھا ہے میں نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا تم اسے دیکھ لو دیکھ لینا زیادہ مناسب ہے تا کہ تمہارے مابین الفت کا باعث ہو۔ یہ احمد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ' دارمی کی روایت ہے۔ (صحیح نسخہ میں دارمی کا لفظ موجود ہے)۔

تشریح ۞ (۱) دیکھنے کے بعد جو نکاح کرے گا تو الفت ومحبت زیادہ ہوگی (۲) اور دیکھنے کے بعد نکاح کی صورت میں عمر بھر بعد کی ندامت سے بھی بچا رہے گا۔ (ع)

وقتی وسوسے کا فوری علاج

۳۰۵۸/۱۱وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَاَةً فَاَعْجَبَتْهُ فَاَتٰى سَوْدَةَ وَهِيَ تَصْنَعُ طِيْبًا وَعِنْدَهَا نِسَاءٌ فَاَخْلَيْنَهُ فَقَضٰى حَاجَتَهُ ثُمَّ قَالَ اَيُّمَا رَجُلٍ رَاٰى امْرَاَةً تُعْجِبُهُ فَلْيَقُمْ اِلٰى اَهْلِهٖ فَاِنَّ مَعَهَا مِثْلَ الَّذِيْ مَعَهَا۔ (رواه الدارمی)

اخرجه الدارمی فی ۱۹۶/۲ الحدیث رقم ۲۲۱۵۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو دیکھا وہ آپ کو اچھی لگی تو آپ اسی وقت ام المؤمنین حضرت سودہ کے ہاں آئے وہ اس وقت خوشبو تیار کر رہی تھیں ان کے پاس اس وقت اور عورتیں موجود تھیں۔ آپ کی آمد پر وہ عورتیں باہر چلی گئیں اور آپ کے لئے سودہ سے خلوت کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سودہ سے حاجت کو پورا کیا یعنی ان سے صحبت کی اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مرد کسی عورت کو دیکھے اور وہ اس کی نگاہ میں پسند آئے تو اسے اپنی بیوی کی طرف رجوع کرنا چاہئے یعنی اس سے صحبت کرے تا کہ شہوت منقطع ہو اور دل میں پیدا ہونے والا وسوسہ ختم ہو جائے۔ کیونکہ بیوی کے پاس بھی اسی طرح کی چیز یعنی شرمگاہ ہے جیسی اس عورت کے پاس ہے۔ یہ دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اَعْجَبَتْهُ: اس عورت کا اچھا لگنا یہ تقاضائے طبیعت کی وجہ سے تھا اور یہ پہلی نگاہ میں تھا کہ جس میں کوئی حرج نہیں۔ (ح) (اس حد تک یہ فطرت انسانی ہے جیسا کہ آیت میں فرمایا: ﴿ولو اعجبك حسنهن......﴾

عورت ستر ہے

۳۰۵۹/۱۲وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَرْاَةُ عَوْرَةٌ فَاِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ۔

(رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۳/۴۷۶ الحدیث رقم ۱۱۷۳۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عورت ستر ہے جب یہ اپنے پردے سے نکلتی ہے تو اس کو شیطان خوبصورت کر کے مردوں کو دکھاتا ہے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **عورة**: یعنی عورت ستر ہے جس طرح ستر کو ڈھانپنا ضروری ہے اسی طرح اسے بھی پردے میں رہنا چاہیے جس طرح ستر کا لوگوں کے سامنے کھلنا برا اور عیب کا باعث ہے اسی طرح عورت کا لوگوں کے سامنے ہونا برا ہے۔ (ع)

دوبارہ نظر کی ممانعت

۳۰۶۰/۱۳ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ يَا عَلِيُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَإِنَّ لَكَ الْأُوْلٰى وَلَيْسَتْ لَكَ الْآخِرَةُ۔ (رواہ احمد والترمذی وابوداود)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۲/۶۱۰ الحدیث رقم ۲۱۴۹ والترمذی فی ۵/۹۴ الحدیث رقم ۲۷۷۷ والدارمی فی ۲/۳۸۶ الحدیث رقم ۲۷۰۹ واحمد فی المسند ۵/۳۵۳۔

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا اے علی! نظر کے بعد نظر دوبارہ مت ڈال یعنی اگر اچانک اجنبی عورت پر نگاہ پڑ گئی تو دوبارہ مت ڈال اس لئے کہ پہلی نگاہ (اچانک پڑنے والی) تو تیرے لئے جائز ہے۔ جب کہ وہ بلا قصد ہو اور دوسری نظر تیرے لئے جائز نہیں (کہ وہ بالقصد ہے)۔ یہ احمد ترمذی ابو داؤد اور دارمی کی روایت ہے۔

کسی اور سے باندی کا نکاح کر دینے سے وہ مالک کے لئے حرام ہو جاتی ہے

۳۰۶۱/۱۴ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا زَوَّجَ اَحَدُكُمْ عَبْدَهٗ اَمَتَهٗ فَلَا يَنْظُرَنَّ اِلٰى عَوْرَتِهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ فَلَا يَنْظُرَنَّ اِلٰى مَا دُوْنَ السُّرَّةِ وَفَوْقَ الرُّكْبَةِ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۴/۳۶۲ الحدیث رقم ۴۱۱۳ واحمد فی المسند ۲/۱۸۷۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے غلام کا اپنی باندی سے نکاح کر دے تو پھر اس باندی کے ستر کو نہ دیکھے یعنی وہ باندی اب مالک کے لئے حرام ہو گئی ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ وہ باندی کے زیر ناف پر نگاہ نہ ڈالے اور نہ زانو کے اوپر۔ یہ ابو داؤد کی روایت ہے۔

① اپنے غلام سے باندی کا نکاح کرنے کے بعد جب اپنی باندی سے جماع حرام ہے۔ تو غلام اگر کسی اور باندی سے نکاح کرے تو وہ تو مالک پر بہ درجہ اولیٰ حرام ہے۔

② اس سے معلوم ہوا کہ جب اپنی لونڈی کا کسی سے نکاح کر دیا جائے تو مالک کیلئے اس کے زیر ناف اور زانو سے اوپر یعنی ستر والے حصہ پر نگاہ ڈالنا حرام ہو جاتا ہے۔

③ امام اعظمؒ کے ہاں جب کسی نے اپنی باندی کی شادی کر دی تو وہ اس کے لئے اجنبی باندی کی طرح ہو جائے گی۔

④ باندی کے ستر کا بیان حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں گزرا۔

⑤ امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں باندی کا ستر مرد کے ستر کی طرح ہے ہر دو ائمہ کے دلائل کتب فقہ میں ملاحظہ کریں (مولانا۔ح)

ران ستر ہے

۳۰۶۲/۱۵ وَعَنْ جَرْهَدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْفَخِذَ عَوْرَةٌ۔

(رواه الترمذی وابوداود)

اخرجه البخاری تعليقا ۱/۴۷۸ کتاب الصلاۃ باب ما يذکر فی الفخذ وابوداؤد فی السنن ۴/۳۰۳ الحديث رقم ۴۰۱۴ والترمذی فی ۵/۱۰۲ الحديث رقم ۲۷۹۵ واحمد فی المسند ۳/۴۷۸۔

ترجمہ: حضرت جرہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ ران ستر ہے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ❀ حضرت جرہد رضی اللہ عنہ بھی مسجد میں تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسجد میں تھے آپ نے ان کی ران کو کھلا دیکھا تو یہ ارشاد فرمایا کہ اپنی ران کو ڈھانپو کہ وہ ستر ہے۔

(۲) اس روایت میں ان لوگوں کے خلاف دلیل ہے جو ران کو ستر نہیں مانتے جیسا کہ امام مالک اور امام احمد رحمہ اللہ کی ایک روایت یہ ہے کہ ان کے ہاں ران ستر میں داخل نہیں ہے۔ (ح)

زندہ اور مُردہ کا ستر ایک جیسا ہے

۳۰۶۳/۱۶ وَعَنْ عَلِیٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ یَا عَلِیُّ لَا تُبْرِزْ فَخِذَكَ وَلَا تَنْظُرْ اِلٰی فَخِذِ حَیٍّ وَلَا مَیِّتٍ۔ (رواه ابوداود وابن ماجة)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۳/۵۰۱ الحديث رقم ۳۱۴۰ وابن ماجه فی ۱/۴۶۹ الحديث رقم ۱۴۶۰ واحمد فی المسند ۳/۵۰۱

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے علی! ران مت کھولو اور کسی زندہ اور مردہ کی ران پر نگاہ مت ڈالو۔ یہ ابوداؤد و ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ❀ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ستر کے اعتبار سے جو زندہ کا حکم ہے وہی مردہ کا حکم ہے۔ (ح)

۳۰۶۴/۷اوَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَحْشٍ قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مَعْمَرٍ وَفَخِذَاهُ مَكْشُوْفَتَانِ فَقَالَ يَا مَعْمَرُ غَطِّ فَخِذَيْكَ فَاِنَّ الْفَخِذَيْنِ عَوْرَةٌ۔

رواه فی شرح السنة

اخرجه احمد فی المسند ۵/۲۹۰

ترجمہ: حضرت محمد بن جحش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر معمر کے پاس ایسی حالت میں ہوا کہ ان کی دونوں رانیں کھلی ہوئی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معمر! اپنی رانوں کو ڈھانپ لے اس لئے کہ یہ دونوں رانیں ستر کا حصہ ہیں۔ یہ شرح السنۃ کی روایت ہے۔

عام حالات میں بھی ستر کھولنے کی ممانعت

۳۰۶۵/۸اوَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكُمْ وَالتَّعَرِّىَ فَاِنَّ مَعَكُمْ مَنْ لَا يُفَارِقُكُمْ اِلَّا عِنْدَ الْغَائِطِ وَحِيْنَ يُفْضِ الرَّجُلُ اِلٰى اَهْلِهٖ فَاسْتَحْيُوْهُمْ وَاَكْرِمُوْهُمْ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵/۱۰۴ الحدیث رقم ۲۸۰۰۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ننگے ہونے سے بچو خواہ تم اکیلے ہو۔ اس لئے کہ تمہارے ساتھ وہ ہیں جو تم سے جدا نہیں ہوتے یعنی نگہبان فرشتے اور کراماً کاتبین مگر پاخانہ اور بیوی سے صحبت کے وقت یعنی صرف ان دو اوقات میں وہ ساتھ نہیں ہوتے۔ پس تمہیں ان کی حیاء اور تعظیم کرنی چاہیے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

① فرشتوں کی تعظیم و تکریم یہ ہے کہ ستر کو ڈھانپ کر رکھا جائے بلا مجبوری نہ کھولا جائے اور اچھے کام اختیار کیے جائیں اور بری اور لغو باتوں سے گریز کیا جائے۔

② ابن مالک کہتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مجامعت اور قضائے حاجت جیسی ضروریات کے علاوہ ستر کا کھولنا جائز نہیں ہے۔ (ح)

کیا عورت مرد کو دیکھ سکتی ہے؟

۳۰۶۶/۹اوَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَيْمُوْنَةَ اِذْ اَقْبَلَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجِبَا مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَيْسَ هُوَ اَعْمٰى لَا يُبْصِرُنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَعَمْيَاوَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهٖ۔ (رواه احمد والترمذی وابوداود)

اخرجه اهو داوٗد فی المسند ۴/۳۶۱ الحدیث رقم ۴۱۱۲ والترمذی فی ۵/۹۴ الحدیث رقم ۲۷۷۸ واحمد فی

المسند ٦/٢٩٦

ترجمہ: حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ ایک دن وہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھیں۔ اچانک ابن ام مکتوم نابینا صحابی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان دونوں ازواج کو اس سے پردہ کا حکم فرمایا۔ ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا وہ نابینا نہیں ہے؟ وہ ہمیں نہیں دیکھتا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم دونوں اندھی ہو؟ کیا تم دونوں اس کو نہیں دیکھتیں یعنی اگر وہ اندھا ہے تو تم دونوں تو اندھی نہیں ہو۔ یہ احمد و ترمذی' ابوداؤد کی روایت ہے۔

① اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح مرد کیلئے عورت کو دیکھنا حرام ہے اسی طرح عورت کیلئے مرد کو دیکھنا حرام ہے۔

② بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ ورع و تقویٰ پر محمول ہے۔

③ صحیح تر قول یہ ہے کہ عورت کو مرد کا دیکھنا زیر ناف اور رانوں سے اوپر جائز ہے جب کہ بقصد شہوت نہ ہو) اس لئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ میں حبشیوں کو نیزہ بازی کرتے ہوئے دیکھتی تھیں۔ یہ دیکھنا ۹ھ کی بات ہے جب کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت سولہ برس تھی اور پردہ کا حکم ۵ھ میں اترا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو ستر کے علاوہ مرد کو دیکھنا جائز ہے۔ اور یہ اسی صورت میں ہے کہ شہوت سے امن ہو ورنہ تو بالکل جائز نہیں۔ (ع) (موجودہ دور کی بے پردگی کے لئے اس میں کوئی دلیل نہیں ہے)

اللہ تعالیٰ حیاء کا زیادہ حقدار ہے

۲۰/۳۰۶۷ وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْفَظْ عَوْرَتَكَ اِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ اَوْمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَرَاَيْتَ اِذَا كَانَ الرَّجُلُ خَالِيًا قَالَ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ يُّسْتَحْىٰ مِنْهُ۔ (رواه الترمذی وابوداود وابن ماجة)

اخرجه ابوداؤدفی السنن ٤/٣٠٤ الحديث رقم ٤٠١٧ والترمذی فی ٥/١٠٢ الحديث رقم ٢٧٩٤ وابن ماجه فی ١/٦١٨ الحديث رقم ١٩٢٠ واحمد فی المسند ٥/٣

ترجمہ: حضرت بہز نے اپنے والد حکیم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور حکیم نے اپنے والد معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے ستر کو ڈھانپ کر رکھو سوائے اپنی بیوی اور باندی کے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر میں تنہائی میں ہوں تو وہاں ڈھانپنے کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے شرم کرنے کا زیادہ حق ہے۔ یہ ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ کی روایت ہے۔

① اگر آدمی تنہائی میں ہو تو وہاں بھی ستر ڈھانپنا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو اسے دیکھ رہا ہے۔

② البتہ ضرورت میں ستر کھولنا مباح اور جائز ہے جس کی تفصیل ذکر کر دی گئی۔

(۳) مِنْ زَوْجَتِكَ :

اس سے معلوم ہوا کہ نکاح اور ملک ستر پر نگاہ کو حلال کر دیتے ہیں اور یہ حکم جانبین کا ہے۔(ع)

۲۱/۳۰۶۸ وَعَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ ثَالِثُهُمَا الشَّيْطَانُ۔

(رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۳/٤٧٤ الحديث رقم ١١٧١ واحمد فی المسند ١/٢٦

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرتا ہے تو وہاں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔(ترمذی)

تشریح ۞ (۱) یعنی مرد و عورت جو تنہائی میں بیٹھے ہوں ان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔ جو ان کی شہوتوں میں جوش پیدا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ دونوں کو زنا میں مبتلا کر دیتا ہے۔(ع)

شیطان کا رگ وپے میں سرایت کرنا

۲۲/۳۰۶۹ وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَلِجُوْا عَلَى الْمُغِيْبَاتِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنْ اَحَدِكُمْ مَجْرَى الدَّمِ قُلْنَا وَمِنْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَمِنِّيْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَعَانَنِيْ عَلَيْهِ فَاَسْلَمَ۔

(رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۳/٤٧٥ الحديث رقم ١١٧٢ واحمد فی المسند ۳/۳۰۹۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن عورتوں کے خاوند گھر سے غائب ہوں تم ان کے ہاں مت داخل ہو۔ کیونکہ شیطان تمہاری رگ وپے میں سرایت کر کے خون کی طرح تمام جسم میں دوڑتا ہے۔ یعنی اس کا تصرف اور وساوس تمام رگ وپے میں سرایت کر جاتے ہیں۔ ہم نے عرض کیا کیا وہ آپ کے رگ وپے میں بھی جاری ہوتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھ میں بھی جاری ہوتا اور دوڑتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے شیطان کے خلاف میری مدد فرمائی ہے۔ پس میں سلامت رہتا ہوں۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ (۱) جن عورتوں کے خاوند گھروں سے غائب ہوں اس کا تذکرہ خصوصیت سے فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ وہ جماع کی خواہش مند ہوتی ہیں۔ ان کے ہاں فتنہ کا خوف شدید تر تھا اس لئے ان کا ذکر کر دیا۔ (۲) "مَجْرَى الدَّمِ" کا ترجمہ شیخ نے مولانا والا ہی اختیار کیا ہے۔

(۳) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

شیطان چلتا ہے جس طرح خون تمہاری رگوں میں چلتا ہے۔ وہ اس طرح کہ تم شیطان کو نہیں دیکھتے اور وہ تم پر مسلط

ہے۔جس طرح کہ خون تمہارے بدن میں جاری رہتا ہےاورتم نہیں دیکھتے۔'' دونوں اقوال کا حاصل ایک ہی ہے۔

(۴) اسلم کا لفظ صیغہ ماضی اور مضارع متکلم دونوں سے پڑھا گیا ہے۔دونوں روایتیں درست ہیں۔مضارع کا ترجمہ تواوپر ذکر کردیا گیا۔ماضی کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ مسلمان ہوگیااوراب وہ وساوس والانہیں رہابلکہ خیر کی طرف دعوت دینے والا بن گیا ہے۔(ح۔ع) یہ معنی زیادہ شاندار ہے: **وللناس فیما یعشقون مذاهب۔**

مالکہ کے لئے اپنے غلام حکم

۳۰۷۰/۲۳وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتٰی فَاطِمَةَ بِعَبْدٍ قَدْ وَهَبَهٗ لَهَا وَعَلٰی فَاطِمَةَ ثَوْبٌ اِذَا قَنَّعَتْ بِهٖ رَأْسَهَا لَمْ يَبْلُغْ رِجْلَيْهَا وَاِذَا غَطَّتْ بِهٖ رِجْلَيْهَا لَمْ يَبْلُغْ رَأْسَهَا فَلَمَّا رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَلْقٰی قَالَ اِنَّهٗ لَيْسَ عَلَيْكِ بَأْسٌ اِنَّمَا هُوَ اَبُوْكِ وَغُلَامُكِ۔ (رواه ابوداود)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ٤/٣٥٩ الحدیث رقم ٤١٠٦

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں اس موقع پر تشریف لے گئے کہ حضرت فاطمہ کے پاس وہ غلام بیٹھا تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عنایت فرمایا تھا۔اوراس وقت حضرت فاطمہ کے پاس چھوٹا کپڑا تھا جس سے تمام جسم ڈھانپا نہیں جا سکتا تھا۔اگر سر ڈھانپتیں تو وہ کپڑا پاؤں تک نہ پہنچتا تھا اور جب پاؤں ڈھانپتیں تو سر تک نہ پہنچتا تھا۔جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس مشقت کو دیکھا جس میں وہ بدن ڈھانپنے کے سلسلہ میں حیاء کی وجہ سے مبتلا تھیں تو آپ نے ارشاد فرمایا۔تم پر کچھ حرج نہیں یعنی جس سے تو حیاء میں یہ تکلیف کر رہی ہے وہ تیرا والد اور تیرا غلام ہے۔یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح: (۱) اس روایت کو امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنے استدلال میں پیش کیا ہے کہ عورت کا غلام اس کے لئے بمنزلہ محرم کے ہے۔(۲) امام حنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں غلام اجنبی کے حکم میں ہے۔اس کو اپنی مالکہ کے متعلق اتنی اجازت ہے جتنی اجنبی کو اجازت ہے۔(۳) اس روایت کا جواب یہ ہے کہ اس سے امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک ثابت نہیں ہوتا ممکن ہے وہ غلام بالغ نہ ہو۔(ع)

الفصل الثالث:

مخنث کے گھروں میں آنے کی ممانعت

۳۰۷۱/۲۴ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَهَا وَفِی الْبَيْتِ مُخَنَّثٌ فَقَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِی اُمَيَّةَ اَخِیْ اُمِّ سَلَمَةَ يَا عَبْدَاللّٰهِ اِنْ فَتَحَ اللّٰهُ لَكُمْ غَدًا الطَّائِفَ فَاِنِّیْ اَدُلُّكَ عَلٰی ابْنَةِ غَيْلَانَ فَاِنَّهَا تُقْبِلُ بِاَرْبَعٍ وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلَنَّ هٰؤُلَاءِ عَلَيْكُمْ۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه الحدیث رقم ٤٣٢٤ ومسلم فی صحیحه ٤/ ١٧١٥ الحدیث رقم (٣٢۔ ٢١٨٠)

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے اس وقت گھر میں میرے پاس کوئی مخنث تھا اس نے عبداللہ بن امیہ کو جو کہ ام سلمہ کا بھائی تھا کہا کہ اے عبداللہ! اگر کل اللہ نے تمہارے لئے طائف فتح کر دیا تو میں یقیناً غیلان کی بیٹی کے بارے میں بتلاؤں گا جو چار کے ساتھ آتی ہے اور آٹھ کے ساتھ جاتی ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مخنث تمہارے پاس ہرگز نہ داخل ہوا کرے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ مخنث کا لفظ زیادہ مشہور ہے اور فصاحت کے لحاظ سے مخنث زیادہ صحیح ہے۔ مخنث اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کے اخلاق، گفتگو، حرکات وسکنات عورتوں کے مشابہ ہوں اردو میں اس کو زنانہ بھی کہا جاتا ہے۔

(۲) عورتوں کے ساتھ یہ مشابہت بعض تو خلقی ہوتی ہے یہ نہ بری ہے اور نہ باعث گناہ ہے۔ مگر بعض اوقات یہ مشابہت بتکلف اختیار کی جاتی ہے یہ بری بھی ہے اور لعنت کا باعث بھی ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت اختیار کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ان مردوں پر لعنت ہے جو عورتوں سے مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ (۳) حضرت ام سلمہ کے پاس جو مخنث آتا تھا ان کا گمان اس کے متعلق یہ تھا اس کو عورتوں کی طرف نہ رغبت ہے نہ ان کی حاجت ہے اور یہ اولی الاربۃ میں سے ہے جن کا تذکرہ قرآن مجید میں ہے اولی الاربۃ وہ ہیں کہ جن کو بالکل عورتوں کی حاجت نہ ہو جیسے نہایت بوڑھے۔ تو ایسے لوگوں سے پردہ واجب نہیں (۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس مخنث کی بات سنی تو اس سے یہ ظاہر ہوا کہ وہ اولی الاربۃ میں سے نہیں ہے۔

اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ یہ عورتوں کے پاس ہرگز نہ آیا کرے۔ (۵) خصی یعنی جس کے خصیتین کوٹ دیئے گئے ہوں یا نکال دیئے گئے ہوں اور مجبوب جس کا آلہ تناسل کاٹ دیا گیا ہو ان دونوں کا حکم یہی ہے کہ ان کو گھروں میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔

(۶) "چار کے ساتھ آتی اور آٹھ کے ساتھ جاتی" اس کا مطلب اس عورت کے موٹاپے کو بیان کرنا ہے کیونکہ موٹی عورت کے پیٹ پر موٹائی کی وجہ سے چار شکن پڑتے ہیں اور جب وہ واپس لوٹتی ہے تو ان شکنوں کے سرے دونوں پہلوؤں کی طرح ظاہر ہوتے ہیں تو گویا چار شکنوں کے آٹھ شکن پڑ جاتے ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ وہ بڑی موٹی ہے۔ عربوں کے ہاں اس زمانے میں موٹی عورت کی طرف بہت میلان ہوتا تھا۔ اسلئے مخنث نے اس کے موٹے پن کا تذکرہ کیا۔ (۷) غیلان کی اس بیٹی کا نام بادیہ تھا اور اس مخنث کا نام ہیئت یا ماطع تھا۔

(ع۔ ح)

بلا ستر چلنے کی ممانعت

۳۰۷۲/۲۵ وَعَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ حَمَلْتُ حَجَرًا ثَقِيْلاً فَبَيْنَا اَنَا اَمْشِيْ سَقَطَ عَنِّيْ ثَوْبِيْ فَلَمْ

اَسْتَطِعْ اَخْذَہٗ فَرَاٰنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِیْ خُذْ عَلَیْکَ ثَوْبَکَ وَلَا تَمْشُوْا عُرَاۃً۔

(رواہ مسلم)

اخرجہ مسلم فی صحیحہ ١/٢٦٨ الحدیث رقم (٧٨-٣٤١)وابوداوٗد فی السنن ٤/٣٠٤ الحدیث رقم ٤٠١٦۔

ترجمہ: حضرت مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ میں ایک بھاری پتھر اٹھا کر چل رہا تھا اسی دوران میرے بدن سے کپڑا ہٹ گیا اور میرا ستر کھل گیا اور میں اپنے کپڑے کو قابو نہ کر سکا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ننگا دیکھ کر فرمایا تم اپنے کپڑے کو لازم پکڑو تم میں سے کوئی بھی ننگا نہ چلے۔

کمالِ حیاء

۲۶/۳۰۷۳ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ مَا نَظَرْتُ اَوْمَا رَاَیْتُ فَرْجَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَطُّ۔

(رواہ ابن ماجۃ)

اخرجہ ابن ماجہ فی فی السنن ١/٦١٩ الحدیث رقم ١٩٢٢ واحمد فی المسند ٦/٦٣۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ستر کبھی نہ دیکھا تھا۔ یہ ابن ماجہ میں ہے۔ راوی کو مارایت اور مانظرت کے لفظ میں شک ہے کہ انہوں نے کونسا لفظ استعمال کیا۔

تشریح ۞ راوی نے او کا لفظ اپنے شک کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال کیا ہے یہ یاد نہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مارایت کا لفظ بولا یا مانظرت کا لفظ بولا۔ معنی دونوں الفاظ کا ایک ہی ہے مگر راوی کی کمال احتیاط کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ (۲) ایک روایت میں وارد ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نہ تو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ستر کبھی دیکھا اور نہ آپ نے صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ستر دیکھا (۳) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تقاضائے ادب وشرم وحیاء یہ ہے کہ مرد اور عورت ایک دوسرے کا ستر نہ دیکھیں۔ (ح)

عبادت کا مزہ پانے والا

۲۷/۳۰۷۴ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَنْظُرُ اِلٰی مَحَاسِنِ امْرَاَۃٍ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ثُمَّ یَغُضُّ بَصَرَہٗ اِلَّا اَحْدَثَ اللّٰہُ لَہٗ عِبَادَۃً یَجِدُ حَلَاوَتَھَا۔ (رواہ احمد)

مسند احمد۔

اخرجہ احمد فی المسند ٥/٢٦٤

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان کی نگاہ پہلی مرتبہ کسی عورت کے حسن پر اچانک بلا قصد پڑ جائے پھر اس سے اپنی نگاہ کو جھکا لے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک ایسی عبادت

پیدا فرماتے ہیں جس کی مٹھاس وہ پائے گا۔ یہ احمد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یَجِدُ حَلَاوَتَهَا ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے حکم کی فرمانبرداری کی وجہ سے اس صبر کے بدلے میں جو نگاہ ہٹا کر اس نے کیا اس کے دل میں عبادت میں مٹھاس اور مزہ پیدا کر دیتے ہیں۔ (ع)

نظر بازی کرنے والے پر اللہ عزوجل کی پھٹکار

۳۰۷۵/۲۸ وَعَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلاً قَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ۔

رواہ البیھقی فی شعب الا یمان

البیھقی فی شعب الایمان ٦/١٦٢ الحدیث رقم ٧٧٨٨

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے مرسلاً روایت نقل کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لعنت کرے دیکھنے والے پر اور اس پر جس کو دیکھا ہے۔

تشریح ۞ بیہقی نے شعب الایمان میں اس کو نقل کیا ہے۔

لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ : یعنی اللہ تعالیٰ اس دیکھنے والے پر لعنت کرے وہ اس چیز کو دیکھ رہا ہے جس کا دیکھنا اس کے لئے جائز نہیں خواہ اجنبی عورت ہو یا کسی کا ستر یا اور کچھ۔ (۲) اس پر بھی اللہ لعنت کرے جس کو دیکھا جائے اس پر لعنت اس صورت میں ہے جب وہ بغیر عذر و اضطرار کے قصداً اپنے آپ کو دکھلائے۔ (ع)

بَابُ الْوَلِیِّ فِی النِّکَاحِ وَاسْتِیْذَانِ الْمَرْأَۃِ

نکاح میں ولی اور عورت سے نکاح کی اجازت لینے کا بیان

ولی کا معنی ذمہ دار، کارساز اور دوست ہے یہاں ولی سے مراد وہ شخص ہے جو نکاح کے معاملے کا متولی اور مختار ہو۔ احادیث میں یہ مضمون وارد ہے کہ نکاح میں ولی کا اذن ضروری ہے اسی طرح عورت سے بھی نکاح میں اجازت ضروری ہے۔ (۲) یہ مضمون بھی وارد ہے کہ نکاح کی ولایت عصبات کو حاصل ہے۔ جن کی ترتیب باب الفرائض میں مفصل گزر چکی ہے۔

اور اگر عصبات نہ ہوں تو پھر ماں کو ولایت حاصل ہے ماں نہ ہو تو دادی۔ (۳) صاحب قنیہ نے دادی کو پہلے ذکر کیا اور ماں کو بعد میں اس کے بعد بیٹی کو ولایت حاصل ہے۔

پھر پوتی پھر نواسی پھر پوتی کی بیٹی پھر نواسی کی بیٹی پھر نانا پھر حقیقی بہن پھر سوتیلی بہن پھر ماں کی اولاد خواہ مرد ہوں یا عورتیں ان کا حق برابر ہے۔ (۴) پھر ذوی الارحام ان میں سب سے پہلے پھوپھیوں کو ولایت حاصل ہے اس کے بعد ماموں پھر خالہ پھر چچا کی بیٹیاں اسی ترتیب سے ان کی اولاد کو ولایت حاصل ہے۔

(۵) پھر مولیٰ موالات اس کے بعد سلطان پھر وہ قاضی جس کے علاقہ میں یہ عورت ہو۔ اگر قاضی نہ ہو تو اس کے نائب کو بشرطیکہ قاضی کو نائب بنانے کی اجازت ہو ورنہ نہیں۔ (۶) حریت عقل اور بلوغ اور اسلام ولایت کے لئے شرطیں ہیں اسی لئے غلام اور نابالغ دیوانہ اور کافران کو کسی مسلمان پر ولایت حاصل نہیں اس طرح مسلمان کو بھی کافر پر ولایت حاصل نہیں۔ سوائے اس صورت کے کہ جب کوئی عام سبب پایا جاتا ہو مثلاً مالک مسلمان ہے اور اس کی لونڈی کافرہ ہے تو اب اس مسلمان کو اس پر ولایت حاصل ہوگی اسی طرح مسلمان بادشاہ اور اس کے نائب کو بحیثیت حاکم عمومی ولایت حاصل ہوگی۔ (ح۔ درمختار)

الفصل الاول:

باکرہ بالغہ سے اجازت طلب کی جائے مگر......

۳۰۷۶/۱عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُنْكَحُ الْاَیِّمُ حَتّٰی تُسْتَأْمَرَ وَ لَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتّٰی تُسْتَاْذَنَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَیْفَ اِذْنُهَا قَالَ اَنْ تَسْكُتَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۲/۳۳۹ الحدیث رقم ۶۹۶۸ ومسلم فی ۲/۱۰۳۶ الحدیث رقم (۶۴۔۱۴۱۹) وابوداوٗد فی السنن ۲/۵۷۳ الحدیث رقم ۲۰۹۲ والترمذی فی ۳/۴۱۵ الحدیث رقم ۱۱۰۷ والنسائی فی ۶/۸۶ الحدیث رقم ۳۲۶۷ وابن ماجه فی ۲/۶۰۱ الحدیث رقم ۱۸۷۱ والدارمی فی ۲/۱۸۶ الحدیث رقم ۲۱۸۶ واحمد فی المسند ۲/۲۵۰

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ عورت جو پہلے خاوند دیکھ چکی ہو اس کا نکاح اس سے اجازت طلب کئے بغیر نہ کیا جائے۔ اسی طرح کنواری بالغہ کا نکاح اجازت طلب کرنے کے بغیر نہ کیا جائے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس سے اجازت کس طرح طلب کی جائے (یعنی باکرہ سے) حالانکہ وہ بڑی حیادار ہوتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا اس کا خاموش ہونا ہی اجازت ہے۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ✿ **الایم**: اس عورت کو کہا جاتا ہے جس کا خاوند نہ ہو خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو ثیبہ یعنی جس کا خاوند مر گیا یا اس نے طلاق دیدی اس روایت میں ایم سے مراد ثیبہ بالغہ ہے۔ (۲) ثیبہ اور باکرہ کے نکاح کے سلسلے میں الفاظ مختلف استعمال کیے گئے ہیں۔ چنانچہ ثیبہ کے سلسلے میں استیمار کا لفظ ہے یعنی جب تک اس کا حکم نہ حاصل کرلیا جائے کیونکہ وہ اپنے نکاح کا حکم دے گی اور باکرہ کے نکاح کے بارے میں استیذان کا حکم ہے یعنی اس سے اذن طلب کیا جائے گا کیونکہ وہ حیاء کی وجہ سے اشارہ کرے گی صراحۃ نہ کہے گی۔ اور اس کے بالمقابل ثیبہ واضح حکم دے گی کہ اس کا نکاح کر دیا جائے۔ (۳) اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ باکرہ کا اذن سکوت سے ثابت ہو جائے گا۔

(۴) اس روایت کے ظاہر سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورت کے حکم اور اذن کے بغیر نکاح درست نہیں۔ مگر فقہاء کے ہاں اس میں کچھ تفصیل ہے جو یہاں ذکر کی جاتی ہے۔ (۵) تمام عورتیں چار قسم پر مشتمل ہیں۔ نمبر ۱ ثیبہ: اس کے متعلق تمام

علماء کا اتفاق ہے کہ اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر بشرطیکہ وہ عاقلہ ہو یعنی دیوانی اور پاگل نہ ہو تو درست نہ ہوگا۔ اگر وہ پاگل ہے تو ولی کی اجازت سے نکاح درست ہوگا۔ نمبر۲ باکرہ صغیرہ: اس میں بھی تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اس سے اذن کی حاجت نہیں ولی اس کے اذن کے بغیر اس کا نکاح کر سکتا ہے۔ نمبر۳: ثیبہ صغیرہ: اس کا نکاح بھی احناف کے نزدیک اس کی اجازت کے بغیر جائز ہے البتہ شوافع کے ہاں جائز نہیں۔

نمبر۴ باکرہ بالغہ: اس کا نکاح ہمارے نزدیک اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں البتہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے۔ نمبر۶ مدار ولایت: نمبر۱ احناف کے ہاں ولایت کا مدار صغر یعنی بچپنا ہے خواہ ثیبہ ہو یا باکرہ ہو۔ نمبر۲ شوافع کے ہاں ولایت کا مدار بکارت پر ہے خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ ہو۔

(۷) ہمارے نزدیک اس روایت میں بالغہ مراد ہے خواہ وہ ثیبہ ہو یا باکرہ اور آپ ﷺ کا ارشاد: لَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ امام شافعی رحمہ اللہ کے خلاف حجت ہے۔ (ع۔ح)

ایم کو ولی سے زیادہ اپنے نفس پر حق حاصل ہے

۲/۳۰۷۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْاَیِّمُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَّلِیِّهَا وَالْبِكْرُ تُسْتَأْذَنُ فِیْ نَفْسِهَا وَاِذْنُهَا صُمَاتُهَا وَفِیْ رِوَايَةٍ قَالَ الثَّيِّبُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَّلِیِّهَا وَالْبِكْرُ تُسْتَاْمَرُ وَاِذْنُهَا سُكُوْتُهَا وَفِیْ رِوَايَةٍ قَالَ الثَّيِّبُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَّلِیِّهَا وَالْبِكْرُ يَسْتَاْذِنُهَا اَبُوْهَا فِیْ نَفْسِهَا وَاِذْنُهَا صُمَاتُهَا۔ (رواہ مسلم)

اخرجه فی صحیحه ۱۰۳۷/۲ الحدیث رقم (۶۶۔۱۴۲۱) وابو داوٗد فی السنن ۵۷۷/۲ الحدیث رقم ۲۰۹۸ والترمذی فی ۴۱۶/۳ والحدیث رقم ۱۱۰۸ والنسائی فی ۸۵/۶ الحدیث رقم ۳۲۶۵ وابن ماجه فی ۶۰۱/۲ الحدیث رقم ۱۸۷۰ والدارمی فی ۱۸۶/۲ الحدیث رقم ۲۱۹۰ ومالك فی الموطأ ۵۲۴/۲ الحدیث رقم ۴/من كتاب النكاح، واحمد فی المسند ۲۱۹/۱

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ عورت جو بیوہ ہو (عاقلہ بالغہ ہو) تو وہ اپنے ولی کی نسبت اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہے۔ کنواری لڑکی یعنی بالغہ سے اس کے اپنے بارے میں اجازت طلب کی جائے گی اور اس کا اذن یا اجازت خاموشی اختیار کرنا ہے یعنی کھلے طور پر اذن کی ضرورت نہیں بلکہ اس کی خاموشی پر اکتفاء کیا جائے گا اور اس کی وجہ حیاء کی کثرت ہے اور ایک روایت میں اس طرح فرمایا کہ وہ عورت جو پہلے خاوند دیکھے ہوئے ہو وہ ولی سے بڑھ کر اپنے نفس کی حقدار ہے اور کنواری لڑکی سے اجازت طلب کی جائے گی۔ اور اس کی اجازت اس کا خاموش رہنا ہے اور ایک روایت میں اس طرح فرمایا گیا ہے کہ وہ عورت جو خاوند دیکھے ہوئے ہو وہ اپنے ولی کی نسبت اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہے اور وہ عورت جو کنواری ہو تو اس سے اجازت طلب کی جائے گی اس کا والد اس کے نکاح کے سلسلے میں اجازت طلب کرے اور اس کی اجازت خاموش رہنا ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ "احق" کا مطلب لائق تر ہے یعنی جو عورت خاوند کو دیکھے ہوئے ہو اپنے بارے میں خود مختار ہے اس پر جبر نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں تک کہ اس کا اس وقت نکاح کیا جائے جب کہ وہ زبان سے اجازت دے۔ اس کی تشریح اوپر والی روایت میں گزری ہے۔ یہ روایات قریب المعنی ہیں۔ (ع۔ح)

ثیبہ کا بلا اذن نکاح رد کر دیا گیا

۳/۳۰۷۸ وَعَنْ خَنْسَاءَ بِنْتِ خِذَامٍ اَنَّ اَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذٰلِكَ فَاَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ نِكَاحَهَا (رواه البخاری وفی روایة ابن ماجة) نِكَاحَ اَبِيْهَا.

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۹۴/۹ الحدیث رقم ۵۱۳۸ وابو داؤد فی السنن ۵۷۹/۲ الحدیث رقم ۲۱۰۱ والنسائی فی ۷۶/۶ الحدیث رقم ۳۲۶۸ وابن ماجه فی ۶۰۲/۲ الحدیث رقم ۱۸۷۳ والدارمی فی ۱۸۷/۲ الحدیث رقم ۲۱۹۲ واحمد فی المسند ۳۲۸/۶۔

ترجمہ: حضرت خنساء بنت خذام رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے والد نے ان کا نکاح ان کی اجازت کے بغیر کر دیا جب کہ وہ ثیبہ تھیں۔ حالانکہ وہ بالغہ تھیں تو خنساء نے اس نکاح کو پسند نہ کیا چنانچہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح ختم کر دیا۔ یہ بخاری کی روایت ہے ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ نے والد کا کیا ہوا نکاح رد کر دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح کے وقت عمر

۴/۳۰۷۹ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَزُفَّتْ اِلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِيْنَ وَلُعَبُهَا مَعَهَا وَمَاتَ عَنْهَا وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانِيَ عَشَرَةَ ۔ (رواه مسلم)

اخرجه فی صحیحه ۱۰۳۹/۲ الحدیث رقم (۷۱۔۱۴۲۲)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا جب کہ وہ سات برس کی تھیں اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر نو برس کی عمر میں بھیجی گئیں۔ جب کہ کھیلنے کے کھلونے ان کے ساتھ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

سبع سنوات:

① امام نووی کہتے ہیں کہ اکثر روایات حدیث میں چھ برس مذکور ہے۔ اس روایت میں جو سال شروع تھا اس کو بھی شمار کر لیا تو اس طرح سات برس بتلائے۔

② اس روایت کی وجہ سے یہ بات اجماعی ہے کہ باپ اور دادا کو باکرہ صغیرہ کا نکاح کر دینا درست ہے اور اس صغیرہ کو بلوغ

کے بعد فسخ نکاح کا بھی حق نہیں ہے۔ البتہ بعض عراقی علماء نے اس سے اختلاف کیا ہے۔

③ امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ کے ہاں باپ دادا کے علاوہ اور کسی ولی کو صغیرہ کے نکاح کا حق حاصل نہیں۔ امام ابو حنیفہ' اوزاعی اور دیگر علماء کے ہاں دیگر اولیاء کو بھی نکاح کا حق حاصل ہے لیکن بلوغ کے بعد اس کو فسخ نکاح کا خیار حاصل ہوگا۔ البتہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تو اس صورت میں بھی فسخ کا اختیار نہیں مانتے۔

④ کھلونے سے یہاں مراد گڑیاں ہیں۔ حدیث میں وارد ہے کہ آپ نے ان کھلونوں کو دیکھا تو انکار نہ فرمایا یعنی برا اور غلط قرار نہ دیا اس سے معلوم ہوا کہ گڑیوں کا لڑکیوں کے لیے بنانا درست ہے

⑤ علماء نے اس کے جواز کا سبب یہ قرار دیا کہ لڑکیاں اس سے اولاد کی تربیت' سینا پرونا' گھر کی درستی سیکھتی ہیں۔

⑥ ممکن ہے کہ یہ تصاویر کی صورت بنی ہوئی نہ ہوں جیسا کہ حرام تصاویر میں ہوتا ہے۔ بلکہ کپڑے کے چیتھڑوں اور ٹکڑوں کی ایسی ہی بنائی ہوتی تھیں۔

⑦ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ واقعہ تصویر کی حرمت سے پہلے کا ہو۔ (ع۔طیبی۔ح)

الفصل الثانی:

حق ولایت

۵/۳۰۸۰ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ۔

(رواہ احمد والترمذی وابوداود وابن ماجة والدارمی)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۲/۵۶۸ الحدیث رقم ۲۰۸۵ والترمذی فی ۳/۴۰۷ الحدیث رقم ۱۱۰۱ وابن ماجه فی ۱/۶۰۵ الحدیث رقم ۱۸۸۱ والدارمی فی ۲/۱۸۵ الحدیث رقم ۳۱۸۳ واحمد فی المسند ۴/۳۹۴

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بغیر ولی کے نکاح نہیں ہوتا۔ یہ احمد و ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ' دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ نکاح نہیں کا مطلب یہ ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا ہمارے ہاں اس روایت میں غیر بالغہ اور غیر عاقلہ مراد ہے یعنی صغیرہ اور دیوانی عورت کا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر درست نہیں ہے۔

(۲) امام شافعی' امام احمد رحمہ اللہ نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے فرمایا کہ ولی کے بغیر عقد نکاح نہیں ہوتا اور عورتوں کی تعبیر سے نکاح نہیں ہوتا خواہ وہ اصل عورت ہو یا کسی کی وکیلہ۔

(۳) علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

جمہور علماء نے اس روایت کو صحتِ نکاح کی نفی پر محمول کیا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نے اس سے نفی کمال مراد لی ہے۔ (ع)

حقِ ولایت اور بطلانِ نکاح

۳۰۸۱/۶ وَعَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا امْرَاَةٍ نَكَحَتْ نَفْسَهَا بِغَيْرِ اِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَنِكَا حُهَا بَاطِلٌ فَاِنْ دَخَلَ بِهَا فَلَهَا الْمَهْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا فَاِنِ اشْتَجَرُوْا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَّا وَلِيَّ لَهٗ۔

(رواہ احمد والترمذی وابوداود وابن ماجۃ والدارمی)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۵٦٦/۲ الحدیث رقم ۲۰۸۳۔ والترمذی فی ۴۰۷/۳ الحدیث رقم ۱۱۰۲۔ وابن ماجه فی ۶۰۵/۱ الحدیث رقم ۱۸۷۹۔ والدارمی فی ۱۸۵/۲ الحدیث رقم ۲۱۸۴ واحمد فی المسند ۱٦٦/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے اس کا نکاح باطل ہے باطل ہے' باطل ہے۔ پھر اگر اس مرد نے اس عورت سے صحبت کر لی تو اس پر مہر واجب ہے کیونکہ اس نے اس کی شرم گاہ سے فائدہ اٹھایا۔ پھر اگر ولی اختلاف کریں تو بادشاہ اس کا ولی ہے' جس کا کوئی ولی نہیں ہے۔ یہ روایت احمد و ترمذی ابوداؤد' ابن ماجہ' دارمی نے نقل کی ہے۔

تشریح ❁ باطل۔'' نکاح کے ابطال کو ظاہر کرنے کے لئے یہ کلمہ تین مرتبہ فرمایا اس سے تاکید و مبالغہ مقصود ہے۔

(۲) یہ روایت اور اسی طرح کی روایات: "الایم احق بنفسها من ولیها" کے خلاف ہے۔ اسی وجہ سے احناف نے اس کی تاویل کی ہے۔ ان کے ہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ جو عورت غیر کفو میں ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرلے یا صغیرہ نکاح کرلے یا لونڈی یا مکاتبہ بلا اجازت نکاح کرلیں تو ان کا نکاح باطل قرار پائے گا۔

(۳) اس حدیث کی صحت میں کلام ہے۔ متنِ روایت میں اخیر جملہ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اولیاء کا اس نکاح کے بارے اختلاف ہو تو وہ تمام کالعدم ہو جائیں گے اس صورت میں ولایت کا حق بادشاہ کو پہنچے گا ورنہ تو یہ بات ظاہر و باہر ہے کہ ولی کی موجودگی میں بادشاہ ولی نہیں بن سکتا۔ (ع۔ ح)

(۴) (راویہ یعنی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمل خود اس روایت کے خلاف موجود ہے کہ انہوں نے اپنی بھیجتی کا نکاح کیا تھا' جو نسخ کی دلیل ہے)۔

نکاح میں شہادت کی ضرورت

۳۰۸۲/۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَغَا يَا اللَّاتِيْ يُنْكِحْنَ اَنْفُسَهُنَّ بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ وَالْاَصَحُّ اَنَّهٗ مَوْقُوْفٌ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۴۱۱/۳ الحدیث رقم ۱۱۰۳۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا وہ عورتیں جو گواہوں کے بغیر نکاح کرتیں ہیں وہ زنا کرنے والیاں ہیں۔ اصح یہ ہے کہ یہ روایت موقوف ہے اور ابن عباس کا قول ہے۔ یہ ترمذی میں ہے۔

تشریح ۞ اس سے معلوم ہوتا ہے گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ صحابہ تابعین اور تمام ائمہ رحمہما اللہ کا یہی مذہب ہے (ح)

اجازتِ نکاح کی حیثیت

۸/۳۰۸۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْیَتِیْمَةُ تُسْتَاْمَرُ فِیْ نَفْسِهَا فَاِنْ صَمَتَتْ فَهُوَ اِذْنُهَا وَاِنْ اَبَتْ فَلَا جَوَازَ عَلَیْهَا۔

(رواه الترمذی وابوداود والنسائی ورواه الدارمی عن ابی موسٰی)

اخرجه ابود اود فی السنن ۵۷۳/۲ الحدیث رقم ۲۰۹۳ والترمذی فی ٤۱۷/۳ الحدیث رقم ۱۱۰۹ والنسائی فی ۸۷/٦ الحدیث رقم ۳۲۷۰ واحمد فی المسند ۲۵۹/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کنواری بالغہ سے نکاح کی اجازت طلب کی جائے اگر وہ خاموش ہو جائے تو یہ اس کی طرف سے اجازت ہے اور اگر وہ انکار کر دے تو اس پر (نکاح کے سلسلہ میں) جبر نہیں۔ یہ ترمذی ابوداؤد نسائی کی روایت ہے دارمی نے اس کو ابوموسیٰ سے نقل کیا ہے۔

غلام کو اپنے نکاح کے لئے مالک کی اجازت لازم ہے

۹/۳۰۸۴ وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَیُّمَا عَبْدٍ تَزَوَّجَ بِغَیْرِ اِذْنِ سَیِّدِهٖ فَهُوَ عَاهِرٌ۔

(رواه الترمذی وابوداود والدارمی)

اخرجه ابوداوٗد فی ۵٦۳/۲ الحدیث رقم ۲۰۷۸ والترمذی فی ٤۱۹/۳ الحدیث رقم ۱۱۱۱ وابن ماجه فی ۳٦۰/۳ الحدیث رقم ۱۹۵۹ الحدیث رقم ۱۹٦۰' والدارمی فی ۲ / ۲۰۳ الحدیث رقم ۲۲۳ واحمد فی المسند ۳ / ۷۷' أخرجه ابن ماجه فی السنن ٦۳۰/۱

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا جو غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کرے گا وہ زانی ہے۔ یہ ترمذی' ابوداؤد' دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ غلام کا نکاح آقا کی اجازت کے بغیر درست نہیں ہے۔ اگر وہ بلا اذن نکاح کر کے صحبت کرے گا تو وہ زنا شمار ہوگا۔ امام شافعی' امام احمد رحمہما اللہ کا یہی مسلک ہے کہ غلام کا آقا کی اجازت کے بغیر عقد درست نہیں ہے اگر نکاح کے بعد وہ اجازت دے دے تو نئے سرے سے نکاح ضروری ہے۔

(۲) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں نکاح تو ہو جاتا ہے لیکن وہ نکاح نافذ نہ ہوگا بلکہ موقوف ہوگا۔ اگر آقا اجازت دے

تو نافذ ہو جائے گا ورنہ وہ نکاح ختم ہو جائے گا گویا وہ نکاحِ فضولی کی طرح ہے۔ (ع۔ ح)

الفصل الثالث:

فسخ نکاح کا اختیار

۳۰۸۵/۱۰ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ جَارِيَةً بِكْرًا اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ اَنَّ اَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رواه ابوداود)

اخرجه ابو داود فی السنن ۵۷۶/۲ الحدیث رقم ۲۰۹۶ وابن ماجه فی ۶۰۳/۱ الحدیث رقم ۱۸۷۵۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک کنواری لڑکی جو کہ بالغہ تھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور یہ بیان کرنے لگی کہ اس کے والد نے اس کا نکاح کر دیا ہے جس کو وہ ناپسند کرتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اختیار دیا۔ یہ ابو داؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ فَخَيَّرَهَا ۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی کو نکاح قائم رکھنے یا فسخ کرنے کا اختیار دیا اس سے معلوم ہوا کہ بالغہ پر ولی کو جبر کا حق حاصل نہیں ہے اگرچہ وہ باکرہ ہو۔ ولی خواہ باپ دادا ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے۔ (ع)

جبکہ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ کنواری لڑکی پر ولی کو ولایت اجبار حاصل ہوتی ہے یعنی ولی کو اس سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں، باکرہ خواہ بالغہ ہی ہو۔

ایک عورت دوسری عورت کا نکاح نہ کرے

۳۰۸۶/۱۱ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُزَوِّجِ الْمَرْاَةُ الْمَرْاَةَ وَلَا تُزَوِّجِ الْمَرْاَةُ نَفْسَهَا فَاِنَّ الزَّانِيَةَ هِيَ الَّتِيْ تُزَوِّجُ نَفْسَهَا۔ (رواه ابن ماجة)

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۶۰۶/۱ الحدیث رقم ۱۸۸۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عورت کسی دوسری عورت کا نکاح نہ کرے اور نہ عورت خود اپنا نکاح کرے۔ اگر وہ اپنا نکاح کرتی ہے تو وہ زنا کرنے والی ہے۔ یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ لَا تُزَوِّجُ ۔ یہ نکاح کی ممانعت تنزیہی ہے۔ احناف کے ہاں مستحب ہے کہ عورت کا ولی اس کا نکاح کرے۔

(۲) جس عورت کا کوئی ولی نہ ہو تو قاضی اس کا ولی ہے۔

(۳) عورت نکاح نہ کرے:

اس کا معنی ہمارے ہاں یہ ہے کہ بغیر گواہوں کے یا غیر کفو میں نکاح نہ کرے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں اس کا معنی

یہ ہے کہ بغیر ولی کے عورت اپنا نکاح نہ کرے اگر وہ کرے گی تو وہ زنا کرنے والی ہوگی اور احناف کے ہاں گواہوں کے بغیر جو عورت نکاح کرے وہ زنا کرنے والی ہے۔

(۴) امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں عورت کو ولایت عقد حاصل نہیں ہے۔خواہ اپنا عقد ہو یا دوسری عورت کا عقد ہو یعنی عورتوں کی تعبیر سے نکاح درست نہیں ہوگا۔

بلوغت کے بعد جلد نکاح کر دینا چاہئے

۳۰۸۷/۱۲ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ وُّلِدَ لَہٗ وَلَدٌ فَلْیُحْسِنِ اسْمَہٗ وَاَدَبَہٗ فَاِذَا بَلَغَ فَلْیُزَوِّجْہُ فَاِنْ بَلَغَ وَلَمْ یُزَوِّجْہُ فَاَصَابَ اِثْمًا فَاِنَّمَا اِثْمُہٗ عَلٰی اَبِیْہِ۔

اخرجه البيهقي في شعب الايمان ٤٠٠/٦ الحديث رقم ٨٦٦٦۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید اور ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے ہاں لڑکا پیدا ہو وہ اس کا اچھا نام رکھے اور اس کو ادب سکھائے یعنی آداب واحکام شریعت اور معیشت کے ایسے اسباب کی تعلیم دلائے جو دنیا وآخرت میں مفید ہوں۔پھر جب وہ بالغ ہو جائے تو وہ اس کا نکاح کر دے۔پھر اگر لڑکا بالغ ہوا (یعنی وہ فقیر محتاج تھا) اس کا نکاح اس کے والد نے نہ کیا حالانکہ وہ اس کا نکاح کر سکتا تھا پھر لڑکے سے کوئی گناہ یعنی زنا وغیرہ صادر ہوا زنا کے مقدمات پیش آئے۔تو اس کا گناہ اس لڑکے کے والد پر ہوگا۔

تشریح ۞ والد کو قصور وار اس لئے قرار دیا کہ اس کے گناہ کا سبب وباعث ہے۔اگر وہ نکاح کر دیتا تو یہ سلسلہ پیش نہ آتا

(۲) اس روایت میں تہدید وتاکید اور مبالغہ کے لئے ایسا فرمایا گیا ہے کہ والد کو ایسا نہ کرنا چاہیے (۳) لڑکے کا جب یہی حکم ہے تو غلام لونڈی بھی اسی حکم میں ہیں۔

بے توجہی میں والد گناہ کا ذمہ دار ہے

۳۰۸۸/۱۳ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِی التَّوْرَاۃِ مَکْتُوْبٌ مَنْ بَلَغَتِ ابْنَتُہٗ اثْنَتَیْ عَشَرَۃَ سَنَۃً وَلَمْ یُزَوِّجْھَا فَاَصَابَتْ اِثْمًا فَاِثْمُ ذٰلِكَ عَلَیْہِ۔

(رواهما البيهقي في شعب الايمان)

اخرجه البيهقي في شعب الايمان ٤٠٢/٦ الحديث رقم ٨٦٦٩٠۔٣١٤٠۔

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تورات میں لکھا ہے کہ جس شخص کی بیٹی بارہ سال کی عمر کو پہونچ جائے اور وہ کفو پانے کے باوجود نکاح نہ کرے پھر وہ لڑکی کسی گناہ کا ارتکاب کرے یعنی زنا وغیرہ میں مبتلا ہو جائے تو اس کا گناہ اس کے والد پر ہوگا۔یہ دونوں روایات بیہقی نے شعب الایمان میں درج کی ہیں۔

بَابُ اِعْلَانِ النِّكَاحِ وَالْخُطْبَةِ وَالشَّرْطِ

اعلانِ نکاح' خطبہ اور شرائطِ نکاح کا بیان

① نکاح کا اعلان مستحب ہے آپ نے فرمایا: اَعْلِنُوا النِّكَاحِ کہ نکاح کو علانیہ کرو اگرچہ دف بجانے سے اعلان ہو۔

② دف کے متعلق علماء کا اختلاف ہے نمبر ا بعض نے حرام قرار دیا نمبر ۲ دوسروں نے مطلق طور پر مکروہ کہا نمبر ۳ بعض نے مباح قرار دیا صحیح یہ ہے کہ ان تین اوقات میں مباح ہے اور اس کے علاوہ حرام ہے۔ مثلاً عید کے موقع پر' مسافر کی آمد پر' نکاح کے وقت۔

خطبہ: خطبہ اگر خاء کے کسرہ کے ساتھ ہو تو خطبہ پیغام نکاح بھیجنے کو کہتے ہیں اور اگر خاء کے ضمہ کے ساتھ ہو تو اس سے مراد وہ خطبہ ہوگا جو نکاح کے موقعہ پر پڑھا جاتا ہے۔ اس باب میں ضمہ خاء والا مراد ہے۔ صاحب قاموس کے ہاں خطبہ سے مراد ایسا کلام مسجع ہے جو بصورت نثر ہو اور وہ حمد' ثناء درود شریف' وعظ' نصیحت پر مشتمل ہو۔

خطبہ کی حیثیت:

نکاح میں خطبہ سنت ہے' امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں ہر عقد میں خطبہ سنت ہے مثلاً بیع' شراء وغیرہ۔

(۴) شرط:

شرائط سے مراد وہ شرائط ہیں جو نکاح میں ذکر کی جائیں خواہ وہ صحیح ہوں یا فاسد۔ (ح)

(۵) گزشتہ سطور میں خطبہ کا جو معنی ذکر کیا گیا وہ امام شافعی رحمۃ اللہ کے ہاں ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے ہاں خطبہ مطلق ذکر کو کہا جاتا ہے۔ خواہ وہ ایک مرتبہ تسبیح' تحمید یا تکبیر وغیرہ ہو اور صاحبین کے ہاں خطبہ طویل ذکر کو کہا جاتا ہے اور اس کی کم سے کم مقدار تشہد کی بقدر ہے۔ (در مختار)

(٦) صرف دف اگر نکاح کے موقعہ پر بجایا جائے تو کچھ حرج نہیں۔ اسی طرح عیدین کے مواقع پر دف بجانے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ یہ محققین نے ذکر کیا ہے۔

(۷) شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

ہمارے ائمہ کے نزدیک یہ تمام چیزیں مکروہ ہیں اور اجنبی عورت سے صرف گیت کا سننا اور اسی طرح مرد سے بھی سننا جائز نہیں اور اگر کسی گیت میں شباب کا تذکرہ' عورتوں کے محاسن' امردوں کی خوبیاں مذکور ہوں یا کلمات کفر مذکور ہوں وہ بھی حرام ہو جاتا ہے یعنی صرف گیت ہو۔ دف ساتھ نہ بھی ہو مگر اس گیت میں یہ خباثت پائی جائیں تو اس کا سننا حرام ہے۔

(۸) بدعاتِ نکاح:

باجے گاجے اور مزامیر کا استعمال' کھیل کی اشیاء' کٹھ پتلیوں کا ناچ کرانا' زینت کے لئے مکان کی دیواروں کا کپڑوں سے ڈھانپنا' گھوڑے پر سواری' بارات لے کر شہر میں بلاضرورت گھومنا کہ جس کے متعلق یہ ارشادِ الٰہی وارد ہے: لا تکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطرًا...... گویا یہ ان لوگوں کی مشابہت ہے۔"

اسی طرح بارات میں گانے والوں اور گانے والیوں کو شامل کرنا بڑی بے حیائی ہے۔ اسی طرح دولہا کا ڈھول اور باجے کے ساتھ بارات کا جلوس نکالنا۔ آتش بازی کرنا جس میں بے جا مال کو اڑانا اور جلانا ہے اور کاغذ کا ضیاع ہے۔ مردوں کے سامنے عورتوں کی جلوہ نمائی یہ تمام برائی کے کام اور حرام ہیں۔

(۹) مزید محرمات نکاح:

نکاح کی مجلس میں مستور چیزوں کو ظاہر کرنا دکھلاوے کے لئے مختلف اشیاء کا معاینہ کراتے پھرنا' دولہا کو ریشمی مسند پر بٹھانا' دولہا کی پگڑی یا قد کو ڈوری سے ناپ کر پھر مسافر اور ٹوٹکے والے کو دینا تاکہ وہ میاں بیوی میں محبت کا ٹوٹکہ کر دے۔ سونے' چاندی کے برتنوں میں پانی پینا یا کھانا کھلانا خاوند اور اس کے رشتہ داروں کی بہت تعریف کرنا' عورت کے قرابت داروں کی حد سے زیادہ تعریف کرنا جو کہ جھوٹ' خوشامد اور چاپلوسی میں داخل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے متعلق ارشاد فرمایا: یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا...... یعنی وہ ایسی بات پر تعریف چاہتے ہیں جو انہوں نے نہیں کی"

(۱۰) یہ بھی حرام ہے:

کہ دولہا کو ریشم یا زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہننا یا جائے نیز یہ شادی اور شادی کے علاوہ بھی پہننا حرام ہے۔ اسی طرح سر سے پگڑی اتار کر اس کو عورت کے سر پر رکھنا بھی حرام ہے۔ اسی طرح دولہا کا دلہن کے گرد سات چکر کاٹنا اور اجنبی عورتوں کا دولہا کے سامنے آنا اور اس سے گفتگو کرنا حرام ہے۔ اسی طرح دولہا کے ناک' کان کو چھونا اور بے حیائی کی باتوں کا اس کے سامنے ذکر کرنا حرام ہے۔ خاوند کے انگوٹھے کو عورت کے دودھ کے ساتھ دھلانا خاوند کو شکر و چینی کھلانا اور دولہا کو دودھ پلانا یہ سب حرام و ناجائز ہیں۔

اسی طرح مصری کی ڈلی عورت کے بدن پر رکھ کر دولہا کو منہ سے اس کے اٹھانے کے لئے کہنا ناجائز ہے۔ مرد عورت کی خلوت کے وقت عورتوں کا اس کے مکان کا گھراؤ یہ تمام باتیں بدعاتِ قبیحہ اور حرام ہیں ان سے اپنے آپ کو بچانا ضروری ہے۔

(۱۱) ان بدعات پر مزید روشنی کے لئے قاضی ضیاء الدین سنامی کا رسالہ نکاح اور سید آدم بنوری رحمہ اللہ کی کتاب علم الہدیٰ کو ملاحظہ کرلیں۔

سیّد آدم بنوری کا ارشاد:

نکاح میں کئی مروجہ اشیاء کفر ہیں اور بعض ایسی اشیاء ہیں کہ جن میں کفر کا خطرہ ہے اور بعض ایسی چیزیں ہیں جو بدعت ہیں۔

پس ان رسومات کو اختیار کرنے والا نکاح کرنے کے باوجود علاقہ زوجیت سے محروم رہے گا۔ ایسا نکاح اہل اسلام کا نہیں اس سے پیدا ہونے والی اولاد کا نسب اس سے ثابت نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ حرام کی اولاد ہوگی۔ ایسی رسومات میں سے ایک رسم یہ ہے:

① سرسوں اور ہرمل کے چند دانے اور ہلدی لوہے کا چھلا کپڑے میں باندھ کر دولہا اور دلہن کے ہاتھ پر باندھ دیتے ہیں اسے ہندی میں کنگنا کہتے ہیں اس رسم کو کرنے والا صریح کفر کا مرتکب ہے اور اس کو پسند کرنے والا بھی کافر ہو جاتا ہے۔

② چھوٹے مٹکے پر پھول باندھے جاتے ہیں پھر صندل پیس کر اس پر لگاتے ہیں یہ آتش پرستوں کی رسومات سے ہونے کی بناء پر ممنوع ہے کہ تشبہ بالکفار ہے۔

③ دلہن اپنی جلوہ نمائی کرتی ہے۔ جو بہت سی قباحتوں اور فضیحتوں کا مجموعہ ہے۔

④ دولہا کے سر پر ماں یا بہن یا اور عورتیں آنچل ڈالتی ہیں اور دلہن کے سر پر پگڑی رکھتی ہیں۔ یہ دونوں حرکتیں لعنت کا باعث ہیں کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی لعنت و پھٹکار ہو ان مردوں پر جو عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والے ہیں اور ان عورتوں پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہو جو مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والیاں ہیں۔

⑤ دلہن کا انگوٹھا دودھ اور پانی میں دھو کر دولہا کو پلایا جاتا ہے۔ یہ آتش پرستوں کی رسومات سے ہے اس میں کفر کا خطر ہے۔

⑥ مصری کی ڈلیاں دلہن کے بدن پر رکھ دولہا کو چننے کے لئے کہنا یہ فسق ہے۔ آتش پرستوں کی رسومات میں سے ہے اور چارپایوں سے مشابہت ہے۔

⑦ دولہا کے جلوہ کے وقت ازار بند لایا جاتا ہے اور کنگھی پٹی کرنے والی عورت دولہا کو تخت پر بٹھا کر اس کے آلہ تناسل کو ناپتی ہے اور دوسری عورتیں اس پر ہنستی ہیں۔ یہ افعال قبیحہ سے ہے جو کہ لعنت کا سبب ہے۔

⑧ عورتیں بے نقط سناتی ہیں جس میں مسجد، محراب اور پگڑی کی توہین کے کلمات بھی ہوتے ہیں ان چیزوں کی تحقیر کفر ہے۔

⑨ دولہا کا دلہن کے ساتھ پھیرے دینا یہ رسم کفار ہے جس سے کفر کا خطرہ ہے۔

⑩ عورت کی شرم گاہ کو شربت سے دھویا جاتا ہے اور بسا اوقات عورتیں اس میں پیشاب بھی کر دیتی ہیں وہ مشروب مرد کو پلایا جاتا ہے۔ اس میں بھی کفر کا خطرہ ہے

⑪ مرد کو عورتیں کاجل لگاتی ہیں یہ بالاتفاق مکروہ ہے۔

⑫ عورتیں گاتی' دف بجاتی' رباب' شہنائی بجاتی' اور تالیاں پیٹتی اور ناچ گانا کرتی ہیں یہ بالاتفاق حرام ہے اور کفر کی راہ پر چلنا ہے۔

⑬ دولہا کے ہولے بند باندھنا بھی حرام ہے۔

⑭ کاغذ کے پھول اور کئی چیزیں بنائی جاتی ہیں جو کہ کاغذ کا ضیاع ہے۔ یہ لوگ قیامت کے دن عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

⑮ دولہا کے سر پر پھولوں کی پٹی باندھنا بدعت ہے اور آتش پرستوں کا طریقہ ہے۔

⑯ مردوں کو چاندی کا زیور اور عورتوں کا لباس پہنانا بدعت سیہ ہے (مختلف علاقوں میں مختلف رسومات قبیحہ مروج ہیں کچھ پرانی مٹ کر نئی اس کی جگہ پکڑ رہی ہیں اس قسم کی چیزیں جو سابقہ دور میں تھیں یا نئی رائج ہوئیں وہ درجہ بدرجہ ان تین اقسام میں شامل ہونے کی وجہ سے غلط اور ناجائز ہیں)

مثلاً پیسوں کے ہار ڈالنا' بارات بازاروں میں سج دھج سے لے جانا مسجد کے قریب مصنوعی ذکر کرنا' فلم بنانا' بڑی دکھلاوے والی دعوتیں' وغیرہ ان گنت رسومات) اعاذنا اللہ منہا۔

الفصل الاول:

حضرت ربیع رضی اللہ عنہا پر شفقتِ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

۳۰۸۹/۱ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ قَالَتْ جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ حِيْنَ بُنِيَ عَلَيَّ فَجَلَسَ عَلٰى فِرَاشِيْ كَمَجْلِسِكَ مِنِّيْ فَجَعَلَتْ جُوَيْرِيَاتٌ لَنَا يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ وَيَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ اٰبَائِيْ يَوْمَ بَدْرٍ اِذْ قَالَتْ اِحْدَاهُنَّ وَفِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَافِيْ غَدٍ فَقَالَ دَعِيْ هٰذِهٖ وَقُوْلِيْ بِالَّذِيْ كُنْتِ تَقُوْلِيْنَ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۰۲/۹ الحدیث رقم ۵۱۴۷ وابن ماجه فی ۶۱۱/۱ الحدیث رقم ۱۸۹۷۔

ترجمہ: حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ہمارے گھر تشریف لائے جب میں اپنے خاوند کے گھر لائی گئی۔ پھر آپ میرے بستر پر اسی طرح تشریف فرما ہوئے جس طرح تم میرے بستر پر بیٹھے ہو۔ تو ہمارے خاندان کی چھوٹی چھوٹی بچیاں دَف بجانے اور ہمارے آباء کی صفات اور شجاعت کے واقعات ذکر کرنے لگیں جو بدر کے دن شہید ہوئے تھے۔ کہ اچانک ایک بچی کے منہ سے یہ جملہ نکلا ہم میں ایک ایسا پیغمبر ہے جو کل کی بات جانتا ہے تو آپ نے فرمایا اس بات کو چھوڑ دو اور وہی کہو جو تم پہلے کہہ رہی تھی۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

① عفراء رضی اللہ عنہا یہ حضرت معوذ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں یہ معوذ رضی اللہ عنہ وہی ہیں جنہوں نے ابوجہل لعین کو جہنم رسید کیا تھا۔ (شاید یہ اور معوذ ہیں کیونکہ وہ چھوٹے بچے تھے ان کی شادی نہ ہوئی تھی)

٢ جویریات سے انصار کی چھوٹی بچیاں مراد ہیں جو کہ نابالغ تھیں اور اپنی قوم کے محاسن وخوبیوں کے گیت گا رہی تھیں۔
٣ مگر اکمل الدین نے اس سے لونڈیاں مراد لی ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نکاح کے وقت اور زفاف کے لئے دف بجانا درست ہے۔
٤ بعض علماء نے اجتہاد سے ختنہ اور عیدین اور سفر سے واپس لوٹنے والے احباب کے خوشی کے مجمع میں دف بجانے کا جواز لکھا ہے اور خوشی کے مجمع سے نکاح مراد ہے۔
٥ دف سے مراد وہ ہے جو جھانج کے بغیر ہو' جھانج والا مکروہ ہے۔ اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔
٦ "قُوْلِی بِالَّذِیْ" اس کا مطلب یہ ہے کہ شہداء بدر کا تذکرہ کرتی رہو اور اس بات کو ترک کر دو جو تم نے اب کہی ہے۔ اس کی ممانعت کی وجہ یہ تھی کہ علم غیب کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی جا رہی تھی۔ آپ کو یہ بات ناگوار گزری اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا البتہ وحی کے ذریعہ وہ اپنے رسولوں کو جس چیز کی چاہتا ہے اطلاع کر دیتا ہے۔
٧ اس روایت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایسے اشعار کا پڑھنا درست ہے جن میں جھوٹ اور فحش کی ملاوٹ نہ ہو۔ (ع)

شادی کے موقعہ پر دِل بہلاوے کے گیت

۳۰۹۰/۲ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ زُفَّتِ امْرَاَةٌ اِلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَاکَانَ مَعَکُمْ لَهْوٌ فَاِنَّ الْاَنْصَارَ یُعْجِبُهُمُ اللَّهْوُ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۲۵/۹ الحدیث رقم ۵۱٦۲

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک انصاریہ عورت کسی انصاری کے ہاں بیاہی آ گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تمہارے ساتھ دل بہلانے کی چیز نہ تھی کیونکہ انصار کو خوشی کے موقعہ پر دل بہلاوے کے گیت بہت پسند ہوتے ہیں۔ (بخاری)

ماہِ شوال میں نکاح کا متبرک ہونا

۳۰۹۱/۳ وَعَنْهَا قَالَتْ تَزَوَّجَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ شَوَّالٍ وَبَنٰی فِیْ شَوَّالٍ فَاَیُّ نِسَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اَحْظٰی عِنْدَهٗ مِنِّیْ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۰۳۹/۲ الحدیث رقم (۷۳-۱۴۲۳) والترمذی فی السنن ۴۰۱/۳ الحدیث رقم ۱۰۹۳ وابن ماجه فی ٦٤١/١ الحدیث رقم ۱۹۹۰ والدارمی فی ۱۹۵/۲ الحدیث رقم ۲۲۱۱ واحمد فی المسند ٥٤/٦

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح ماہ شوال میں کیا اور شوال

کے مہینہ میں آپ مجھے اپنے گھر لائے یعنی تین برس کے بعد پس جناب رسول اللہ ﷺ کے ہاں مجھ سے بڑھ کر نصیب والی اور کون تھی۔ یہ مسلم میں ہے۔

① اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ شوال میں نکاح کو منحوس کہتے ہیں وہ خود منحوس ہیں ان کا یہ عقیدہ باطل ہے۔

② اس حدیث سے شوال میں نکاح اور زفاف کا استحباب ثابت ہو رہا ہے۔

③ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اہل عرب کے جاہلیت کے اس عقیدہ کی تردید کے لئے یہ بات ارشاد فرمائی جو یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ماہِ شوال میں نکاح اور رخصتی منحوس ہے (یہاں کے جہلاء کی بھی تردید ہوگئی)۔ (ح)

شرائط لائق وفاء

۳۰۹۲/۴ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّرُوْطِ اَنْ تُوْفُوْا بِهٖ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوْجَ۔ (متفق علیه)

/اخرجه البخاری فی صحيحه ۲۱۷/۹ الحديث رقم ۵۱۵۱ ومسلم فی ۱۰۳۵/۲ الحديث رقم (۶۳-۱۴۱۸) وابو داؤد فی السنن ۲۵۴/۲ الحديث رقم ۲۱۳۹ والترمذی فی ۴۳۴/۳ الحديث رقم ۱۱۲۷ والنسائی فی ۹۲/۶ الحديث رقم ۳۲۸۱ وابن ماجه فی ۲۸/۱ الحديث رقم ۱۹۵۴۔ احمد فی المسند ۱۴۴/۴۔

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جن شرائط پر تم نے عورتوں کی شرم گاہوں کو حلال کیا وہ وفا کے لائق تر ہیں۔ یہ بخاری، مسلم میں ہے۔

تشریح ۞ (۱) شرط سے مراد یا تو مہر ہے یا بیوی کے تمام حقوق جن کے پورا کرنے کی ذمہ داری اٹھائی ہے یعنی عورتوں کے مہر ان کو خوشی سے ادا کرو ان کو کھانے پینے کا خرچہ دو اور رہائش کے لئے مکان دو اور ان کے ساتھ اچھی طرح رہن سہن کرو۔ ان کو شرط سے اس لئے تعبیر فرمایا کیونکہ ان چیزوں کو پورا کرنا شرط کی طرح لازم ہے۔ جس کی خاوند نے ذمہ داری لی ہے (ح)

کسی کے پیغامِ نکاح پر پیغام بھیجنا درست نہیں

۳۰۹۳/۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ حَتّٰى يَنْكِحَ اَوْيَتْرُكَ۔ (متفق عليه)

أخرجه البخاری فی صحيحه ۱۹۹/۹ الحديث رقم ۵۱۴۴۔ ومسلم فی ۱۰۳۳/۲ الحديث رقم (۵۲-۱۴۱۳) وأبو داؤد فی السنن ۵۶۴/۲ الحديث رقم ۲۰۸۰ والترمذی فی ۴۴۰/۳ الحديث رقم ۲۱۷۵ والنسائی فی ۷۳/۶ الحديث رقم ۳۲۴۱ وابن ماجه فی ۶۰۰/۱ الحديث رقم ۱۸۶۷ والدارمی فی ۱۸۱/۲ الحديث رقم ۲۱۷۵ ومالك فی الموطأ ۵۲۳/۲ الحديث رقم ۱ من كتاب النكاح واحمد فی المسند۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی مسلمان دوسرے مسلمان

کے پیغام نکاح پر پیغام نکاح نہ بھیجے یہاں تک کہ وہ چھوڑ دے یا نکاح کرلے۔ یہ بخاری ومسلم میں ہے۔

① پیغام بھیجنے کی ممانعت اس صورت میں ہے جب وہ دونوں ہر بات طے کر کے راضی ہو چکے ہوں۔
② اگر اس حالت میں دوسرا شخص اس عورت سے پہلے شخص کی رضامندی کے بغیر نکاح کرے گا تو نکاح تو درست ہو جائے گا مگر یہ شخص گناہ گار ہوگا۔ (کیونکہ ایک مسلمان کا حق توڑا) (ح۔ع)

کسی عورت کو طلاق دلوانا قابلِ مذمت ہے

۳۰۹۴/۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْأَلِ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا وَلِتَنْكِحَ فَاِنَّ لَهَا مَا قُدِّرَ لَهَا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۱۹/۹ الحدیث رقم ۵۱۵۲ ومسلم فی ۱۰۲۹/۲ الحدیث رقم (۳۸۔۱۴۰۸) وابوداؤد فی ۶۳۰/۲ الحدیث رقم ۲۱۷۶ والترمذی فی ۴۹۵/۴ الحدیث رقم ۱۱۹۰ والنسائی فی ۷۱/۶ وابن ماجه فی ۶۰۶/۱ الحدیث رقم ۳۲۳۹

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی عورت کسی شخص سے اپنی مسلمان بہن کو طلاق دینے کا مطالبہ نہ کرے تاکہ اپنی اس بہن کا پیالہ انڈیل لے یعنی اس کا حق اپنے لئے سمیٹ لے اور تاکہ یہ اس کے خاوند سے نکاح کرے پس بے شک اس کے لئے وہ ہے جو اللہ کی طرف سے اس کے حق میں مقدر ہو چکا ہے۔ یہ بخاری ومسلم میں ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کے دو مطلب ہو سکتے ہیں:
① اگر کوئی شخص نکاح میں ایک عورت رکھتا ہے اور وہ ایک دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور وہ دوسری عورت یہ شرط لگاتی ہے کہ پہلی بیوی کو طلاق دے دو۔
② دو عورتیں ایک شخص کے نکاح میں ہوں اور ان میں سے ہر ایک کی کوشش یہ ہو کہ دوسری کو طلاق دلوائے تو اس سے منع فرما دیا گیا ہے کیونکہ ہر ایک اپنا مقدر ساتھ لائی ہے۔

(لِتَنْكِحَ) پہلے معنی کے اعتبار سے اس کا معنی ہے تاکہ وہ نکاح کرے اور دوسرے مطلب کے اعتبار سے اس کا ترجمہ یہ ہے تاکہ وہ سوکن کسی اور خاوند سے نکاح کرے۔ (ح۔ع)

نکاحِ شغار کی مذمت

۳۰۹۵/۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ الشِّغَارِ وَالشِّغَارُ اَنْ تُزَوِّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهٗ عَلٰی اَنْ یُّزَوِّجَهُ الْاٰخَرُ ابْنَتَهٗ وَلَیْسَ بَیْنَهُمَا صَدَاقٌ (متفق علیه وفی روایة لمسلم) قَالَ لَاشِغَارَ فِی الْاِسْلَامِ.

اخرجه البخاری فی الصحیحة ۱۶۲/۵ الحدیث رقم ۵۱۱۲ و مسلم فی ۱۰۳٤/۲ الحدیث رقم (۵۷_۱٤۱۵) و ابوداؤد فی ۵٦۰/۲ الحدیث رقم ۲۰۷٤ والنسائی فی ۱۱۲/٦ الحدیث رقم ۳۳۳۷ وابن ماجه فی ۹۰٦/۱ الحدیث رقم ۱۸۸۳ والدارمی فی ۸۳/۲ الحدیث رقم ۲۱۸۰ ومالك فی الموطأ ۵۳۵/۲ الحدیث رقم ۲٤ من کتاب النکاح، واحمد فی المسند ۱۹/۲

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع فرمایا شغار یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیٹی کا اس شرط پر نکاح کرے کہ دوسرا اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کردے اور ان کے مابین مہر بھی نہ ہو۔ یہ بخاری و مسلم میں ہے اور مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام میں شغار نہیں۔

تشریح ۞ زمانۂ جاہلیت میں ایک دوسرے کے نکاح کو بدل بنا کر اس طرح نکاح کرتے تھے کہ کوئی شخص اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح یہ شرط قرار دے کر کرتا کہ وہ بھی اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح اس سے کردے گا اور یہ نکاح ہی ایک دوسرے کا مہر ہوگا۔ اسلام نے اس قسم کے نکاح سے منع کیا ہے۔ (۲) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس شرط پر کیئے جانے والا نکاح تو جائز ہے البتہ مہر مثل لازم ہوگا خواہ اس کا تذکرہ نہ کیا جائے مگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوگا۔ طرفین کے دلائل کتب فقہ میں موجود ہیں۔

متعہ کی بزبان علی رضی اللہ عنہ ممانعت

۸/۳۰۹٦ وَعَنْ عَلِیٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ اَكْلِ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاِنْسِيَّةِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤۸۱/۷ الحدیث رقم ٤۲۱٦ ومسلم فی صحیحه ۱۰۲۷/۲ الحدیث رقم (۲۹_۱٤۰۷) والترمذی فی السنن ٤۲۹/۳ الحدیث رقم ۱۱۲۱ والنسائی فی ۱۲٦/٦ الحدیث رقم ۳۳٦٦ والدارمی فی ۱۸۹/۲ الحدیث رقم ۲۱۹۷ ومالك فی الموطأ ۵٤۲/۲ الحدیث رقم ٤۱۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے ساتھ متعہ اور گھریلو گدھے کے گوشت کھانے کی ممانعت فرمائی۔ یہ بخاری و مسلم میں ہے۔

تشریح ۞ متعہ کہتے ہیں کسی عورت سے اس شرط پر نکاح کرنا کہ تجھ سے اتنے دنوں تک فائدہ اٹھاؤں گا اور اس کا عوض اتنے روپے ہوں گے۔ شروع اسلام میں اس کی اجازت رہی اس کے بعد اس کو حرام کر دیا گیا۔

تحقیقی بات یہ ہے کہ متعہ کی حلت و حرمت دو بار ہوئی۔ خیبر سے پہلے یہ حلال تھا پھر خیبر کے دن اس کے حرام ہونے کا اعلان کیا گیا پھر یہ فتح مکہ کے دن مباح ہوا پھر ابد الآباد کے لئے اس کو حرام کر دیا گیا۔ اس کا منسوخ ہونا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ (۲) ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ ہے کہ متعہ کی اجازت ابتدائے اسلام میں تھی اور اس اجازت کی نوعیت بھی اضطراروالی تھی کہ جس طرح کسی کو حالت اضطرار میں مردار کھانے کی اجازت ہوتی ہے۔

(۴) اس کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اجماع ہوا کہ نکاح متعہ کو باطل قرار دیا جائے۔ چنانچہ تمام علماء کا اس کی حرمت پر اجماع ہے۔ رافضیوں کے علاوہ کسی کا بھی اس میں اختلاف نہیں۔

سوال: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی اباحت مشہور ہے۔

جواب: ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس قول سے رجوع ثابت ہے۔ (۵) علامہ ابن ہمام کا قول: صاحب ہدایہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق متعہ کے جواز کا جو قول نقل کیا ہے اس کی نسبت امام مالک رحمہ اللہ کی طرف غلط ہے۔ (۶) علامہ نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں اس مسئلہ کی خوب تفصیل لکھی ہے: فليراجع اليه۔

(۷) الحمر الانسية: اس سے مراد گھریلو گدھے ہیں ان کا گوشت حرام ہے اس کی ممانعت فرمائی گئی ہے البتہ جنگلی گدھا جس کو گورخر کہتے ہیں اس کا گوشت حلال ہے۔ (ع)

۹/۳۰۹۷ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ اَوْطَاسٍ فِي الْمُتْعَةِ ثَلَاثًا ثُمَّ نَهٰى عَنْهَا۔ (رواه مسلم)

اخرجه فی صحیحه ۱۰۲۳/۲ الحدیث رقم (۱۸۰-۱۴۰۵) واحمد فی المسند ۵۵/۴

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اوطاس والے سال تین دن تک متعہ کی اجازت دی پھر اس سے منع فرما دیا۔ یہ مسلم میں ہے۔

ہوازن کے علاقہ سے متعلق ایک جنگل کا نام اوطاس ہے جہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوازن کے غنائم کو تقسیم فرمایا۔ یہ فتح مکہ سے متصل پیش آیا اسی لحاظ سے گزشتہ روایت میں اجازت کی نسبت کو فتح کے دن کی طرف منسوب کیا ہے۔ (ح)

الفصل الثانی:

خطبہ نکاح

۱۰/۳۰۹۸ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّشَهُّدَ فِي الصَّلَاةِ وَالتَّشَهُّدَ فِي الْحَاجَةِ قَالَ التَّشَهُّدُ فِي الصَّلٰوةِ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَالتَّشَهُّدُ فِي الْحَاجَةِ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَيَقْرَاُ ثَلَاثَ آيَاتٍ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ

ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا (رواه احمد والترمذی وابوداود والنسائی وابن ماجة والدارمی وفی جامع الترمذی فسر الآيات الثلاث سفيان الثوری وزاد ابن ماجة) بَعْدَ قَوْلِهٖ اَنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَبَعْدَ قَوْلِهٖ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا وَالدَّارِمِيُّ بَعْدَ قَوْلِهٖ عَظِيْمًا ثُمَّ يَتَكَلَّمُ بِحَاجَتِهٖ (وروى فی شرح السنة) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فِيْ خُطْبَةِ الْحَاجَةِ مِنَ النِّكَاحِ وَغَيْرِهٖ.

اخرجه ابود اود فی السنن ۵۹۱/۲ الحديث رقم ۲۱۱۸ ولترمذی فی ۴۱۳/۳ الحديث رقم ۱۱۰۵ والنسائی فی ۸۹/۶ الحديث رقم ۳۲۷۷ وابن ماجه فی ۶۰۹/۱ الحديث رقم ۱۸۹۲ والدارمی فی ۱۹۱/۲ الحديث رقم ۲۲۰۲ واحمد فی المسند ۳۹۲/۱

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز میں تشہد پڑھنا سکھایا اور اسی طرح حاجت میں بھی تشہد کی تعلیم دی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نماز کا تشہد یہ ہے ''التحیات للہ الخ''، جس کا ترجمہ یہ ہے تمام قولی بدنی اور مالی عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور اے نبی تم پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکت ہو اور ہم پر سلام پر ہو اور اللہ کے نیک بندوں پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ حاجت والا تشہد یہ ہے ''**الحمد لله نستعينه**...... کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں ہم اسی سے مدد کے طالب اور اسی سے بخشش کے چاہنے والے ہیں۔ ہم اپنے نفوس کی برائیوں سے اس کی پناہ مانگتے ہیں۔ جس کو اللہ توفیق ھدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں یعنی نہ نفس نہ شیطان اور نہ انسان اور جس کو وہ گمراہ کر دے تو اس کو کوئی راہ پر لانے والا نہیں ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ یہ تین آیات تلاوت فرماتے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۔

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہاری موت اسلام کی حالت میں آنی چاہئے۔''

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۔

''اے ایمان والو اس اللہ سے ڈرو کہ جس کے نام کا واسطہ دے کر ایک دوسرے سے مانگتے ہو۔ یعنی یہ کہتے ہو کہ اللہ کے لئے ہم تم سے یہ چیز مانگتے ہیں اور رحموں کو قطع کرنے سے بچو۔ پس بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے۔''

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۔

''اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور درست بات کہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے نیک اعمال کو قبول کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا۔ وہ بڑی کامیابی پائے گا'' یہ روایت احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے نقل کی ہے۔ ترمذی میں یہ عبارت بھی موجود ہے کہ یہ تینوں آیتیں سفیان ثوری رحمہ اللہ نے بیان کی ہیں۔''

ابن ماجہؒ کہتے ہیں کہ الحمد للہ کے بعد نحمدہ کا لفظ زائد ہے اور من شرور انفسنا کے بعد من سیئات اعمالنا کا اضافہ ہے اور دارمی نے عظیما کے بعد یہ لکھا ہے کہ پھر اپنی حاجت مانگے اور شرح السنۃ میں حاجت کے بعد من النکاح کی عبارت بڑھادی ہے۔

تشہد کا مطلب ایمان کی گواہی کو ظاہر کرنا ہے۔

(۲) زین العرب کہتے ہیں کہ تشہد سے مراد یہاں ایک ایسی عبارت ہے جس میں اللہ کی تعریف اور دونوں کلمات شہادت پائے جائیں۔

(۳) تشہد حاجت کا مطلب خطبہ نکاح پڑھنا ہے۔(۴) امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ خطبہ تمام عقودِ مالیہ میں بھی سنت ہے۔(۵) دوسری آیت میں : یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کا لفظ ہے مشکوٰۃ کے تمام نسخوں میں ہے شاید کہ مصحف ابن مسعودؓ میں اسی طرح ہو۔ ورنہ مصحف عثمانیؓ میں یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے بغیر وَاتَّقُوا اللّٰہَ پایا جاتا ہے اور یہ آیت سورت نساء کی ابتدائی آیت ہے۔

حصن حصین سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوداؤد میں ''ورسولہ'' کے لفظ کے بعد یہ الفاظ ارسلہ بالحق بشیراً و نذیراً بین یدی الساعۃ من یطع اللہ ورسولہ فقد رشدو من یعصھما فلا یضر الانفسہ ولا یضر اللہ شیئاً بھی وارد ہیں جو شخص نکاح پڑھے پہلے یہ خطبہ پڑھے پھر ایجاب وقبول کرائے جیسا کہ کتاب النکاح کے شروع میں ذکر کیا گیا ہے۔

بلا خطبہ نکاح بے برکت ہے

۳۰۹۹/۱۱وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ خُطْبَۃٍ لَیْسَ فِیْھَا تَشَھُّدٌ فَھِیَ کَالْیَدِ الْجَذْ مَاءِ۔ (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن غریب)

اخرجہ ابود اود فی السنن ۱۷۳/۵ الحدیث رقم ۴۸۴۱، والترمذی فی ۴۱۴/۳ الحدیث رقم ۱۱۰۶ واحمد فی المسند ۳۴۳/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس خطبہ میں تشہد نہ ہو یعنی حمد وثناء اور شہادتیں وغیرہ نہ ہوں تو وہ کٹے ہوئے ہاتھ کی مانند ہے۔ یہ ترمذی میں ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح ۞ ہاتھ کٹے ہوئے سے مراد ہے کہ جس طرح ہاتھ والے کے لئے کٹا ہوا ہاتھ بے فائدہ ہے اس طرح بغیر خطبہ کے نکاح بے فائدہ ہے یعنی خیر و برکت سے خالی ہے۔(ع)

(۲) ملا علی قاری نے یہاں لفظ خطبہ کو ترجیح دی ہے۔ جس کا معنی پیغامِ نکاح دینا ہے یا نکاح کرنا ہے۔ مگر مولانا نے فرمایا ہم نے اپنے اساتذہ سے یہاں خطبہ کا لفظ ہی سنا ہے اور حضرت شیخ کے کلام سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

(۳) شاہ عبدالحق رحمہ اللہ نے جذماء کا معنی مرض جذام والا لکھا ہے۔

شان والے کام کو حمد باری تعالیٰ سے شروع کیا جائے

۳۱۰۰/۲وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَا يُبْدَأُ فِيْهِ بِالْحَمْدِ لِلّٰهِ فَهُوَ اَقْطَعُ ۔ (رواہ ابن ماجة)

اخرجه ابود اود فی السنن ١٧٢/٥ الديث رقم ٤٨٤٠ وابن ماجه فی ٦١٠/١ الحديث رقم ١٨٩٤ واحمد فی المسند ٣٥٩

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر شان والا کام جو اللہ تعالیٰ کی حمد سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہے۔ یہ ابن ماجہ میں ہے۔

۳۱۱۱/۳وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْلِنُوْا هٰذَا النِّكَاحَ وَاجْعَلُوْهُ فِي الْمَسَاجِدِ وَاضْرِبُوْا عَلَيْهِ بِالدُّفُوْفِ ۔ (رواہ الترمذی وقال هذا حديث غريب)

اخرجه الترمذی فی السنن ٣٩٨/٣ الحديث رقم ١٠٨٩ وابن ماجه فی ٦١١/١ الحديث رقم ٢٨٩٠

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نکاح کا اعلان کرو اور اس کو اپنی مساجد میں کرو اور نکاح کے وقت دف بجاؤ۔ یہ ترمذی میں ہے یہ حدیث غریب ہے۔

اعلان کرنے کا مطلب یہ ہے کہ گواہوں کو گواہ بنا کر اظہار کراؤ۔ پس اس صورت میں امر وجوب کے لئے ہے۔ (۲) یا یہ مطلب ہے کہ نکاح کی مشہوری کر کے ظاہر کرو تو اس صورت میں امر استحباب کے لئے ہے (۳) مسجد میں نکاح مستحب ہے' اسی طرح جمعہ کا دن نکاح کے لئے مقرر کرنا بھی مستحب ہے۔ مسجد میں جمعہ کے دن نکاح سے نکاح میں برکت حاصل ہوتی ہے۔

شہرتِ نکاح کی حدود

۳۱۱۲/۱۴ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَاطِبٍ الْجُمَحِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَصْلُ مَا بَيْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ الصَّوْتُ وَالدُّفُّ فِي النِّكَاحِ ۔ (رواہ احمد والترمذی والنسائی وابن ماجة)

اخرجه الترمذی فی السنن ٣٩٨/٣ الحديث رقم ١٠٨٨ والنسائی ١٢٧/٦ الحديث رقم ٣٣٦٩ وابن ماجه فی ٦١١/١ الحديث رقم ١٨٩٦ واحمد فی المسند ٢٥٩/٤

ترجمہ: حضرت محمد بن حاطب جمحی رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا حلال وحرام میں فرق آواز کرنا اور نکاح میں دف بجانا ہے۔ یہ احمد و ترمذی' نسائی' ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ آواز کرنے سے مراد گیت گانا یا تذکرہ کر کے نکاح کو مشہور کرنا ہے تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ اس روایت کا یہ مقصد نہیں کہ دف اور آواز کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ نکاح تو دو گواہوں کے سامنے بھی ہو جاتا ہے۔

(۲) اس روایت سے مقصود نکاح کے ظاہر کرنے اور مشہور کرنے کی طرف رغبت دلانا ہے۔ (۳) مشہور کرنے کی حد بھی اس روایت سے معلوم ہوئی کہ جس مکان میں نکاح ہو ساتھ والے مکان میں ظاہر ہو جائے اور یہ دف بجانے اور آواز کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔ (۴) مشہور کرنے کا ہرگز یہ معنی نہیں ہے کہ محلوں اور بازاروں اور شہروں میں باجے بجائے جائیں۔ (مولانا)

انصار کے ہاں بوقت نکاح گیت کا رواج تھا

۳۱۱۳/۱۵ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ عِنْدِيْ جَارِيَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ زَوَّجْتُهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا عَآئِشَةُ اَلَا تُغَنِّيْنَ فَاِنَّ هٰذَا الْحَيَّ مِنَ الْاَنْصَارِ يُحِبُّوْنَ الْغِنَاءَ۔ (رواه ابن حبان فی صحيحه)

اخرجه الترمذی فی السنن ۳۹۸/۳ الحديث رقم ۱۰۸۸ والنسائی ۱۲۷/۶ الحديث رقم ۳۳۶۹ وابن ماجه فی ۶۱۱/۱ الحديث رقم ۱۸۹۶ واحمد فی المسند ۲۵۹/۴

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میرے ہاں ایک انصاری لڑکی رہتی تھی۔ میں نے اس کا کسی سے نکاح کر دیا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ! کیا تو گیت نہیں گاتی اس لئے کہ یہ قبیلہ انصار گیت گانے کو پسند کرتا ہے۔ یہ ابن حبان کی روایت ہے۔

تشریح ۞ عِنْدِيْ جَارِيَةٌ ۔ یہ لڑکی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ان کے قرابت داروں سے تھی۔ جیسا کہ اگلی روایت سے معلوم ہوتا ہے (۲) یا یہ کوئی یتیم بچی تھی جس کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پرورش کی تھی۔ (۳) ابن حبان کا حوالہ بعد میں لکھا گیا اصل کتاب میں رواہ کے بعد جگہ خالی تھی۔ (ع)

نمونہ گیت

۳۱۱۴/۱۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَنْكَحَتْ عَائِشَةُ ذَاتَ قَرَابَةٍ لَهَا مِنَ الْاَنْصَارِ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَهَدَيْتُمُ الْفَتَاةَ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اَرْسَلْتُمْ مَعَهَا مَنْ تُغَنِّيْ قَالَتْ لَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاَنْصَارَ قَوْمٌ فِيْهِمْ غَزَلٌ فَلَوْ بَعَثْتُمْ مَعَهَا مَنْ يَقُوْلُ اَتَيْنَاكُمْ اَتَيْنَاكُمْ فَحَيَّانَا وَحَيَّاكُمْ۔ (رواه ابن ماجة)

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۶۱۲/۱ الحديث رقم ۱۹۰۰ واحمد فی المسند ۳۹۱/۳۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ایک انصاریہ قرابت دار کا نکاح کیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کیا تم نے لڑکی کو کہ جس کا نکاح کیا گیا ہے (اس کے خاوند کے گھر) بھیج دیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا جی ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا اس کے ساتھ جو بیاہی گئی کسی گیت گانے والی عورت کو بھی بھیجا ہے۔ تو حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ ہم نے تو نہیں بھیجا تو آپ ﷺ نے فرمایا انصار ایک ایسی قوم ہے جس میں گانے کی طرف میلان ہے۔ پس

تمہیں چاہئے تھا کہ تم اس کے ساتھ کسی ایسے شخص کو بھیجتے جو اس طرح کہتا: اَتَیْنَاکُمْ اَتَیْنَاکُمْ فَحَیَّانَا وَ حَیَّاکُمْ! ہم تمہارے پاس آئے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں زندہ و سلامت رکھے۔ یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ❁ یہ پورا کلام اس طرح ہے:

اَتَیْنَاکُمْ اَتَیْنَاکُمْ فَحَیَّانَا وَحَیَّاکُمْ ☆ وَلَوْ لَا الْحِنْطَۃُ السَّمْرَآءُ لَمْ تَسْمُنْ عَذَارَاکُمْ
وَلَوْ لَا الْعَجْوَۃُ السَّوْدَاءُ مَا کُنَّا بِوَادِیْکُمْ

ہم تمہارے پاس آئے ہیں، ہم تمہارے پاس آئے اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمہیں زندہ و سلامت رکھے۔ اگر سرخ گندم نہ ہوتی تو تمہاری کنواریاں موٹی نہ ہوتیں یا اگر عجوہ نہ ہوتی تو ہم تمہارے ہاں ٹھکانہ نہ کرتے۔

(۲) یہ وہ گیت ہے جس کی جنس کے گیت قبیلہ انصار والے شادیوں پر گاتے تھے۔ (ع۔ مولانا) (آج کل کے فحش گانوں سے اس کا کیا تعلق۔ حاشا و کلا۔)

۳۱۱۵/۱۷ وَعَنْ سَمُرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَیُّمَا امْرَاَۃٍ زَوَّجَھَا وَلِیَّانِ فَھِیَ لِلْاَوَّلِ مِنْھُمَا وَمَنْ بَاعَ بَیْعًا مِنْ رَجُلَیْنِ فَھُوَ لِلْاَوَّلِ مِنْھُمَا۔ (رواہ الترمذی وابوداود والنسائی والدارمی)

اخرجه ابود اود ٥٧١/٢ الحديث رقم ٢٠٨٨ والترمذی فی ٤١٨/٣ الحديث رقم ١١١٠ والنسائی فی ٣١٤/٧ الحديث رقم ٤٦٨٢ وابن ماجه فی ٧٣٨/٢ الحديث رقم ٢١٩٠ والدار می فی ١٨٧/٢ الحديث رقم ٢١٩٣ واحمد فی المسند ٨/٥

ترجمہ: حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس عورت کے دو ولی اس کا نکاح کر دیں تو وہ عورت دونوں میں سے پہلے خاوند کے لئے ہے۔ اسی طرح جو شخص ایک سودا دو آدمیوں کے ہاتھ فروخت کر دے تو وہ پہلے خریدار کا ہوگا۔ یہ ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ❁ دو اولیاء کے نکاح کا مطلب یہ ہے کہ ایک ولی نے ایک شخص سے نکاح کیا۔ اس کے بعد دوسرے ولی نے دوسرے شخص سے کر دیا تو وہ عورت پہلے خاوند کی ہے جس سے پہلے ولی نے نکاح کیا وہ اسی کی بیوی شمار ہوگی۔ یہ حکم صرف اس صورت میں ہوگا جب کہ دونوں اولیاء ایک درجہ کے ہوں اگر درجہ میں مختلف ہوں گے تو ولی اقرب کا فیصلہ نافذ ہوگا۔ یعنی قریبی قرابت والا مقدم ہوگا اور دور والے کا فیصلہ کالعدم ہوگا۔ (۲) اگر دو برابر درجہ کے اولیاء ایک ہی وقت میں نکاح کریں اور دونوں نے الگ الگ اشخاص سے نکاح کیا ہو تو ایسا نکاح بالاتفاق باطل ہے۔ (ح۔ع)

الفصل الثالث:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جوازِ متعہ کے ایک موقعہ کا بیان

۳۱۱۶/۱۸ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ کُنَّا نَغْزُوْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ مَعَنَا نِسَاءٌ فَقُلْنَا

اَلَا نَخْتَصِیْ فَنَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ ثُمَّ رَخَّصَ لَنَا اَنْ نَسْتَمْتِعَ فَكَانَ اَحَدُنَا يَنْكِحُ الْمَرْاَةَ بِالثَّوْبِ اِلٰى اَجَلٍ ثُمَّ قَرَاَ عَبْدُاللّٰهِ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ.

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱۷/۹ الحدیث رقم ۵۰۷۵ومسلم فی ۱۰۲/۲ الحدیث رقم (۱۱-۱٤۰٤) واحمد فی المسند ۱/٤۳۲

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک جہاد کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تھے۔ ہمارے ساتھ ہماری بیویاں اور لونڈیاں نہ تھیں ہمیں ان کی خواہش ہوئی تو ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا ہم اپنے کو خصی نہ کرادیں تاکہ اس شہوت سے جو نفس میں پیدا ہوئی اور شیطان کی وسوسہ اندازی میں ممد بنتی ہے مستقل نجات پا جائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع فرمایا پھر ہمیں متعہ کی اجازت دی۔ چنانچہ ہم میں سے بعض ایک کپڑے کے بدلے ایک مدت تک نکاح کرتے تھے یعنی متعہ کرتے تھے پھر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی اے ایمان والو! تم پاکیزہ چیزوں کو حرام مت قرار دو کہ اللہ تعالیٰ نے جن کو تمہارے لیے حلال کیا ہے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

① اس روایت سے متعہ کی رخصت معلوم ہوتی ہے۔ تو اس رخصت کا تعلق ابتداء اسلام سے ہے۔ بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا جیسا کہ اگلی روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ ہم پہلے بھی کئی روایات نقل کر آئے ہیں جو تنسیخ متعہ پر دلالت کرتی ہیں۔

② حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ان آیات کو پڑھنا اس طرف مشیر ہے کہ وہ بھی اباحت متعہ کے قائل تھے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ مگر ابن عباس رضی اللہ عنہما کا رجوع ان کے شاگرد خاص سعید بن جبیرؒ کے بیان سے ثابت ہوتا ہے۔

③ ممکن ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی رجوع کر لیا ہو یا وہ ناسخ نص نہ پہنچنے کی وجہ سے اسی قول کو اختیار کرنے والے ہوں۔ (ع)

متعہ سے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما کا رجوعی قول

۳۱۱۷/۱۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّمَا كَانَتِ الْمُتْعَةُ فِیْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ كَانَ الرَّجُلُ يَقْدَمُ الْبَلْدَةَ لَيْسَ لَهٗ بِهَا مَعْرِفَةٌ فَيَتَزَوَّجُ الْمَرْاَةَ بِقَدْرِ مَا يُرٰى اَنَّهٗ يُقِيْمُ فَتَحْفَظُ لَهٗ مَتَاعَهٗ وَتُصْلِحُ لَهٗ شَيَّهٗ حَتّٰى اِذَا نَزَلَتِ الْاٰيَةُ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَكُلُّ فَرْجٍ سِوَاهُمَا فَهُوَ حَرَامٌ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۴۳۰/۳ الحدیث رقم ۱۱۲۲

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ متعہ ابتداء اسلام میں مباح تھا۔ کہ کوئی آدمی کسی شہر میں داخل ہوتا اور اس شہر میں اس کی کوئی واقفیت لوگوں کے ساتھ نہ ہوتی اور نہ اس کا کوئی رہائشی ٹھکانہ ہوتا تو وہ وہاں کسی ایک عورت سے ایک مقدار رقم پر ایک مدت کے لئے نکاح کر لیتا جتنے دنوں کے لئے اس نے وہاں قیام کرنا ہوتا۔ وہ عورت اس کے مال اسباب کی نگرانی کرتی اور اس کے لئے کھانا وغیرہ پکاتی۔ یہاں تک کہ آیت نازل ہوئی: اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ

اَیْمَانُھُمْ ......ابن عباس رضی اللہ عنہما کہنے لگے کہ آیت میں بیان کردہ دونوں شرمگاہوں کے علاوہ ہر شرمگاہ حرام ہے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

① آیت کا حاصل یہ ہے کہ جولوگ اپنے ستر کی حفاظت کرتے ہیں ان کو غلط مقام پر استعمال نہیں کرتے مگر اپنی بیویوں اور لونڈیوں سے محافظت نہیں کرتے یعنی ان سے صحبت کرتے ہیں۔ ان پر کوئی ملامت نہیں ہے۔

② متعہ والی عورت بیوی نہیں کیونکہ وہ وارث نہیں ہوتی۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔ اگر وہ بیوی ہوتی تو وہ بھی میراث کی مالک بنتی۔ اسی طرح وہ مملوکہ بھی نہیں بلکہ وہ تو اپنے نفس کو چند روز اجرت پر دینے والی ہے۔ پس وہ مملوکہ کے حکم میں شامل نہ ہوئی۔

(۳) امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

متعہ کی عورت اس کی بیوی نہیں ہے اس لئے ضروری ہے کہ وہ حلال نہ ہو اور اہل تشیع پر تعجب ہے کہ وہ ابن عباس کے قول کو لے کر اس کے جواز کی دلیل بناتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مذہب کو چھوڑتے ہیں جو کہ صحیح مسلم کی روایت میں اس طرح منقول ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابن عباس کے متعلق سنا کہ وہ متعہ کو جائز قرار دیتے ہیں۔ تو آپ نے ان کو اس فتویٰ سے منع کیا اور فرمایا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود فرماتے سنا کہ آپ نے خیبر کے دن متعہ اور گھریلو گدھے کے گوشت کی ممانعت فرمائی۔ (ع)

گانے کی حرمت کا علم بعض کو تھا اور بعض کو نہیں

۳۱۱۸/۲۰ وَعَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی قَرَظَةَ بْنِ كَعْبٍ وَاَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیِّ فِیْ عُرْسٍ وَاِذَا جَوَارٍ يُغَنِّيْنَ فَقُلْتُ اَیْ صَاحِبَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَهْلَ بَدْرٍ يُفْعَلُ هٰذَا عِنْدَكُمْ فَقَالَا اجْلِسْ اِنْ شِئْتَ فَاسْمَعْ مَعَنَا وَاِنْ شِئْتَ فَاذْهَبْ فَاِنَّهٗ قَدْ رُخِّصَ لَنَا فِی اللَّهْوِ عِنْدَ الْعُرْسِ ۔

(رواہ النسائی)

اخرجه النسائی فی السنن ۱۳۴/۶ الحدیث رقم ۳۳۸۳

ترجمہ: حضرت عامر بن سعد سے روایت ہے کہ میں قرظہ بن کعب اور ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہما کی خدمت میں پہنچا وہ ایک شادی میں شریک تھے۔ اچانک چھوٹی۔۔۔۔ بچیاں گیت گانے لگیں۔ تو میں نے کہا اے پیغمبر کے صحابیو! تم اہل بدر میں ہو اور تمہارے سامنے یہ گیت گایا جارہا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا اگر تمہاری مرضی ہے تو بیٹھ کر سنو اور اگر پسند نہیں تو چلے جاؤ۔ اس لئے کہ شادی وغیرہ کے موقع پر گیت کی اجازت دی گئی ہے یہ نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں گانے کی حرمت اور کراہت معروف تھی اور اس کا نسخ بعض کو معلوم تھا جب کہ دوسروں کو اس کا علم نہ تھا۔ واللہ اعلم۔ (ح)

بَابُ الْمُحَرَّمَاتِ

مرد پر حرام عورتوں کا بیان

اسباب حرمت نو ہیں جن کی تفصیل فتاویٰ عالمگیری سے نقل کی جاتی ہے۔

نمبر(۱) حرمت کا پہلا سبب نسب ہے۔ نسبی رشتہ سے حرام ہونے والی عورتیں مندرجہ ذیل ہیں۔ ماں' بیٹی' بہن' پھوپھی' خالہ' بھتیجی' بھانجی۔''

ان کا حکم:

ان سے نکاح' جماع اور جماع کو تحریک دینے والے افعال مثلاً بوس وکنار وغیرہ سب ہمیشہ کے لئے حرام ہیں

ماں:

ماں سے جہاں اپنی حقیقی ماں مراد ہے وہاں دادی اور نانی خواہ اوپر کے درجہ سے ہوں وہ سب اس میں داخل ہیں اور حرام ہیں۔

بیٹی:

اس سے حقیقی بیٹی تو مراد ہے ہی مگر اس میں پوتی' نواسی اور نیچے کے درجہ تک سب شامل ہیں

بہن:

جس طرح حقیقی بہن مراد ہے اسی طرح سوتیلی بہن خواہ صرف باپ شریک خواہ اخیافی بہن صرف ماں شریک ہو یہ سب شامل ہیں اور حرمت میں برابر ہیں۔

بھتیجی' بھانجی:

اس میں جس طرح حقیقی بھتیجیاں اور بھانجیاں شامل ہیں وہ دوسری دونوں قسم کے بھائی بہن کی اولاد بھی مراد ہے خواہ وہ نچلے درجہ سے ہو۔ یہ سب ہی حرام ہیں

پھوپھی:

حقیقی پھوپھی کے ساتھ' سوتیلی یعنی باپ شریک بہن اور ماں شریک بہن بھی شامل ہے۔ اسی طرح اوپر کے درجہ میں باپ کی پھوپھی' دادا کی پھوپھی' دادی کی پھوپھی بھی اس میں شامل ہیں اس طرح نانی اور ماں کی پھوپھی بھی اس حرمت میں

داخل ہے۔

ایک اختلافی صورت:

پھوپھی کی پھوپھی کی حرمت میں تفصیل ہے۔ اگر کسی کی پھوپھی اس کے والد کی حقیقی بہن ہو یا سوتیلی تو اس پھوپھی کی پھوپھی بھی اس مرد پر حرام ہوگی اور اگر اس کی پھوپھی اس کے والد کی اخیافی یعنی ماں شریک بہن ہو تو پھر اس پھوپھی کی پھوپھی اس شخص کے لئے حرام نہ ہوگی۔

خالہ:

حقیقی خالہ، سوتیلی خالہ، اخیافی خالہ ماں کی باپ شریک بہن یا صرف ماں شریک بہن اسی طرح باپ کی خالہ اور ماں کی خالہ۔ یہ تمام خالائیں بھی حرام ہیں۔

اختلافی صورت:

خالہ کی خالہ میں تفصیل ہے۔ نمبر ۱ اگر خالہ اس شخص کی ماں کی حقیقی بہن ہے یا اخیافی بہن ہے تو اس خالہ کی خالہ اس شخص کے لئے حرام رہے گی۔ نمبر ۲ اگر خالہ اس شخص کی ماں کی سوتیلی یعنی فقط باپ شریک بہن ہے تو اس خالہ کی خالہ مذکور شخص پر حرام نہ ہوگی۔ بلکہ حلال ہوگی۔

حرمت کا دوسرا سبب مصاہرت ہے:

نمبر ۲ حرمت کا دوسرا سبب سسرالی رشتہ داری ہے۔ اس سسرالی رشتہ کی وجہ سے حرام ہونے والی عورت کو چار قسموں میں تقسیم کرسکتے ہیں نمبر ۱ ساس نمبر ۲ بیوی کی بیٹیاں نمبر ۳ بہو نمبر ۴ باپ کی بیویاں۔

(۱) ساس:

بیوی کی ماں، بیوی کی دادی، بیوی کی نانی خواہ اس سے اوپر کے درجہ سے ہو مثلاً بیوی کے ماں باپ کی دادی و نانی وغیرہ اور بیوی کی ماں، دادی وغیرہ صرف نکاح کرنے سے ہی حرام ہو جاتی ہیں۔

(۲) بیٹی جو بیوی سے ہو:

بیوی کی دوسرے خاوند سے بیٹی اور بیوی کے دوسرے خاوند کے بیٹوں کی اولاد خواہ نچلے درجہ سے ہو مثلاً بیوی کی نواسی وغیرہ۔ یہ سب عورتیں حرام ہیں۔

مگر اس میں شرط یہ ہے کہ بیوی سے جماع کرلیا ہو۔ اگر بیوی سے جماع نہیں کیا تو اس کو طلاق دے کر اس کی بیٹی سے نکاح کرسکتا ہے۔ بیوی کی بیٹی کے لئے اس کی پرورش میں ہونے کی پابندی نہیں ہے۔

مسلکِ احناف:

علماء احناف نے بیوی کی بیٹی کی حرمت کے لئے جماع کو ضروری قرار دیا ہے۔ فقط خلوت صحیحہ پر اکتفاء نہیں کیا۔ اگر خلوت تو ہوئی مگر جماع کا موقعہ نہیں ملا تو بیوی کی بیٹی اس کے لئے حرام نہیں ہوئی۔

(۳) بہو:

اپنے بیٹے کی بیوی یا پوتے کی بیوی' نواسے کی بیوی خواہ نچلے درجہ سے ہو۔ انہوں نے اپنی بیویوں سے جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو بہر صورت حرام ہیں۔

لے پالک:

کی بیوی حرام نہیں بشرطیکہ حرمت کی اور کوئی وجہ نہ ہو۔ اس کے طلاق دینے پر اس سے نکاح ہو سکتا ہے۔

(۴) باپ کی بیوی:

سوتیلی ماں اسی طرح دادا اور نانا کی بیویاں یعنی سوتیلی دادی' نانی خواہ اوپر کے درجہ سے ہوں محرمات ابدیہ سے ہیں ان سے نکاح و جماع ہر صورت میں حرام ہے۔

حرمت مصاہرت کا ثبوت:

سسرالی رشتہ سے حرمت کا ثبوت اس وقت ہو سکتا ہے جب کہ نکاح صحیح ہو اگر نکاح ہی فاسد ہو تو حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔ فاسد نکاح میں فقط عقد سے اس کی ماں حرام نہ ہوگی بلکہ وطی کے سبب حرام ہوتی ہے

نمبر ۲ حرمت مصاہرت صحبت کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے

خواہ وہ صحبت حلال ہو یا حرام۔ وہ صحبت شبہہ سے ہو یا زنا سے۔ پس جس شخص نے کسی عورت سے زنا کر لیا تو زانی کے لئے مزنیہ کی اصول و فروع یعنی ماں' دادی' نانی اور بیٹی' پوتی' نواسی سب حرام ہو جائیں گی۔

اسی طرح اس مزنیہ کے لئے اس شخص زانی کے اصول و فروع یعنی باپ دادا' نانا اور اس زانی کا بیٹا' پوتا' نواسہ نچلے درجہ تک سب حرام ہو جاتے ہیں۔

ایک صورت:

اگر کسی شخص نے کسی عورت سے جماع کیا جس کی وجہ سے درمیان والا پردہ پھٹ کر عورت کا پیشاب و پائخانہ کا مقام ایک ہو گیا تو اس صورت میں اس عورت کی ماں اس جماع کرنے والے پر حرام نہ ہوگی۔ کیونکہ اس حالت میں یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ اس شخص نے اس عورت کے مقام بول میں جماع کیا ہے یا پائخانہ والے مقام میں۔

البتہ اگر جماع کے بعد عورت حاملہ ہو گئی اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ حمل اسی شخص کے نطفہ سے ہوا ہے تو اس صورت

میں اس عورت کی ماں حرام ہو جائے گی کیونکہ اب بالیقین معلوم ہو گیا کہ جماع بول والے راستے سے ہوا ہے۔

نمبر۳ جس طرح یہ حرمت مصاہرت صحبت سے ثابت ہو جاتی ہے اسی طرح یہ شہوت کے ساتھ اس عورت کو چھونے' شہوت سے اس کا بوسہ لینے اور شہوت سے اس کی شرمگاہ کو دیکھنے سے بھی ثابت ہو جاتی ہے۔

علمائے احناف:

یہ چھونا وغیرہ نکاح کی صورت میں ہو یا ملک یمین کی صورت یا گناہ سے ہو۔ تینوں حالتوں کا حکم یکساں ہے کہ اس سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔ البتہ شوافع کے ہاں گناہ سے چھونے یا بوسہ لینے کی صورت میں حرمت ثابت نہ ہوگی۔ ثیبہ اور غیر ثیبہ کا کوئی فرق نہیں دونوں برابر ہیں۔

شہوت سے مرد و عورت کا ایک دوسرے سے جسم ملانا بوسے کا حکم رکھتا ہے اسی طرح معانقہ کا بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح شہوت کے ساتھ دانتوں سے اس کو کاٹا تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ ان تمام صورتوں میں حرمت ثابت ہو جائے گی۔

ایک دوسری صورت:

اگر کسی عورت نے شہوت کے ساتھ کسی مرد کے مخصوص عضو کو دیکھا یا شہوت سے مرد کو چھوا یا ہاتھ لگایا یا اس کا بوسہ لیا تو اس سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔

بقیہ اعضاء جسمانی کو شہوت کے ساتھ دیکھنے سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی اس میں سب کا اتفاق ہے۔ اگر شہوت کے بغیر دیگر اعضاء جسمانی کی طرف نظر کی تو اس سے حرمت ثابت نہ ہوگی۔

ایک صورت:

علماء کہتے ہیں کہ عورت کی شرمگاہ کے ظاہری حصہ کو دیکھنے کا اعتبار نہیں بلکہ فرج داخل کو دیکھنے سے حرمت ثابت ہو جائے گی۔ علماء کہتے ہیں کہ اگر کوئی مرد عورت کی شرمگاہ کو اس حالت میں دیکھے کہ وہ کھڑی ہو تو اس سے حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی کیونکہ اس سے فرج داخل پر نگاہ نہیں پڑتی۔ فرج داخل پر اس وقت نگاہ پڑتی ہے جب کہ وہ تکیہ لگائے بیٹھی ہو۔

ایک صورت:

اگر کوئی شخص عورت کی فرج داخل کو باریک پردے کے پیچھے یا شیشے کے پیچھے سے دیکھے اور اس میں اس کی فرج نظر آ جائے تو حرمت ثابت ہو جائے گی۔

دوسری صورت:

اگر کسی نے آئینہ دیکھا اور اس میں اس نے عورت کی فرج داخل کو دیکھا اور اس پر شہوت سے نگاہ ڈالی تو اس سے حرمت ثابت نہ ہوگی کیونکہ اس نے فرج نہیں بلکہ اس کا عکس دیکھا ہے۔ اس کی وجہ سے اس عورت کی ماں' بیٹی اس پر حرام نہ ہوگی۔

ایک صورت:

اگر عورت حوض کے کنارے پر یا پل پر کھڑی ہو اس کی فرج کو اگر مرد شہوت کے ساتھ پانی میں دیکھے تو اس سے حرمت ثابت نہ ہوگی۔

برعکس صورت:

اگر کوئی عورت پانی کے اندر کھڑی ہو پس مرد اس کی فرج کو شہوت کے ساتھ دیکھے تو اس سے حرمت مصاہرت ثابت ہوجائے گی۔

کوئی فرق نہیں:

جس چھونے سے حرمت ثابت ہوتی ہے اس چھونے میں قصد' نسیان یا زبردستی یا خطا یا سوتے ہوئے تمام حالتوں کا حکم برابر ہے۔ مثلاً بیوی کو جماع کے لئے جگانے لگا کہ اس کا ہاتھ بیٹی کی طرف پہنچ گیا تو حرمت ثابت ہوجائے گی۔

نمبر۲ اگر اس نے جماع کے لئے بیوی کو جگایا۔ بیٹی پر ہاتھ پڑا اس کی چٹکی اس گمان سے بھرلی کہ یہ اس کی بیوی ہے۔ تو بیوی حرام ہوگئی بشرطیکہ وہ لڑکی قابل شہوت یعنی جوان ہو۔ تو بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی۔

نمبر۳ اگر کسی مرد نے شہوت سے عورت کے ان بالوں کو ہاتھ لگایا جو سر سے متصل ہوں تو اس سے حرمت ثابت ہو جائے گی اور لٹکے ہوئے بالوں کو چھونے سے ثابت نہ ہوگی۔

علامہ ناطفی کا قول:

بالوں کو مطلقاً چھونے سے حرمت ثابت ہوجائے گی خواہ لٹکے ہوئے ہوں یا متصل ہوں۔

نمبر۴ اگر عورت کے ناخن کو شہوت کے ساتھ چھوئے تب بھی حرمت ثابت ہوجائیگی۔

چھونے کی نوعیت:

حرمت مصاہرت میں جس چھونے کا تذکرہ ہے اس سے مراد وہ چھونا ہے جو براہ راست ہو۔ اگر درمیان میں کپڑا حائل ہو اور بدن کی حرارت محسوس نہ ہو تو حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ خواہ مرد کے عضو میں ایستادگی کیوں نہ پیدا ہوجائے اور اگر کپڑا اس قدر باریک ہے کہ چھونے سے ہاتھ کو بدن کی حرارت پہنچ گئی تو اس سے حرمت ثابت ہوجائیگی۔

نمبر۵ اگر کسی مرد نے عورت کے موزے کا نیچے والا اندرونی حصہ چھوا تو حرمت ثابت ہوجائیگی البتہ اگر موزہ چمڑے کا ہو جس کی وجہ سے چھونے والے کو عورت کے قدم کی نرمی محسوس نہ ہو تو حرمت ثابت نہ ہوگی۔

نمبر۶ اگر کسی مرد نے عورت کا اس حال میں بوسہ لیا کہ درمیان میں کپڑا حائل تھا اور بوسہ لینے والے کو عورت کے دانتوں یا ہونٹوں کی ٹھنڈک محسوس ہوئی تو حرمت ثابت ہوجائیگی ورنہ نہیں۔

ثبوت حرمت کے لئے دوام شرط نہیں:

چھونے کے لئے دیر تک چھونا ضروری نہیں چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ
نمبر ا اگر کسی نے شہوت کے ساتھ اپنی بیوی کی طرف ہاتھ اٹھایا مگر وہ ہاتھ بیوی کی بجائے لڑکی کے ناک پر لگ گیا اور اس سے اس کی شہوت میں اضافہ ہو گیا خواہ اس نے اپنا ہاتھ فوراً اٹھالیا تب بھی اس کی بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی۔

ثبوتِ حرمت کی شرط:

جس عورت کو ہاتھ لگایا جائے یا بوسہ وغیرہ لیا جائے وہ قابل شہوت ہو مفتیٰ بہ قول یہی ہے۔ شہوت کی عمر کم از کم نو ۹ سال بتائی گئی ہے اس سے کم نہیں۔ چنانچہ:
نمبر ا اگر کسی مرد نے کسی نابالغہ لڑکی سے جماع کیا جو قابل شہوت نہ تھی تو حرمت ثابت نہ ہوگی۔ اس کے برعکس اگر کوئی عورت اس قدر بوڑھی ہوگئی کہ قابل شہوت نہ رہی تو اس سے جماع کر لینے سے حرمت ثابت ہو جائیگی کیونکہ وہ حدود حرمت میں آچکی ہے۔
بڑھاپے کے عذر کی وجہ سے اس سے خارج نہ ہوگی۔ اس کے برخلاف نابالغہ حرمت کے حکم میں ابھی داخل ہی نہیں ہوئی۔

ثبوت حرمت کے لئے مرد کا قابل شہوت ہونا بھی ضروری ہے:

اگر چار سال کے بچہ نے اپنے باپ کی منکوحہ سے جماع کر لیا تو اس سے حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔
اور اگر جماع کرنے والا بچہ اتنی عمر کا ہے کہ جس عمر کے بچے جماع کے قابل ہو جاتے ہیں تو اس کا حکم بالغ والا ہوگا۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ وہ جماع پر قدرت رکھتا ہو اور عورت کی طرف اس کا میلان ہو اور عورتیں اس سے شرم کرتی ہوں۔

وجود شہوت شرط ہے:

ہاتھ لگانے، بوسہ لینے، فرج داخل کی طرف دیکھنے سے حرمت اس وقت ثابت ہوگی جب شہوت سے دیکھے۔ اگر پہلے دیکھا اور شہوت بعد میں پیدا ہوئی تو حرمت ثابت نہ ہوگی۔

مرد کے لئے معیارِ شہوت:

مرد کے لئے شہوت اس طرح ہے کہ اس کے عضو خاص میں تناؤ پیدا ہو جائے اور اگر پہلے سے تناؤ ہو تو اس میں اضافہ ہو جائے۔ یہی مفتیٰ بہ قول ہے۔
اور اگر کسی مرد کے عضو خاص میں تناؤ تھا اس حالت میں اس نے اپنی بیوی کو اپنے پاس بلایا اسی دوران کسی طرح اس کا عضو لڑکی کی رانوں کے اندر داخل ہوا تو اس صورت میں اگر عضو میں تناؤ زیادہ نہیں ہوا لڑکی کی ماں اس کے لئے حرام نہیں ہوگی۔

جوان یا بوڑھے مرد کے لئے معیار شہوت یہ ہے کہ خواہش کے وقت اس کے دل میں حرکت پیدا ہو جب کہ پہلے سے حرکت نہ تھی یا پہلے سے حرکت تھی لیکن اب اس میں اضافہ ہو گیا تو اس کو شہوت آنا شمار کیا جائے گا۔

عورت وغیرہ کے لئے معیار شہوت:

عورت یا مجبوب (یعنی وہ شخص جس کا عضو مخصوص کٹا ہوا ہو اس) کے لئے معیار شہوت یہ ہے کہ دل میں خواہش پیدا ہو اور ہاتھ لگانے سے جنسی لذت حاصل ہو جب کہ وہ خواہش پہلے موجود نہ تھی اور اگر پہلے سے موجود تھی تو اس میں اضافہ ہو جائے۔ ثبوت شہوت کے لئے دونوں میں سے کسی ایک میں شہوت کا ہونا حرمت کے لئے کافی ہے۔

ہاتھ لگانے یا بوسہ وغیرہ سے ثبوت حرمت کی شرط:

یہ ہے کہ انزال نہ ہو اگر ہاتھ لگانے یا شرمگاہ کی طرف دیکھنے سے انزال ہو گیا تو حرمت مصاہرت ثابت نہ ہو گی کیونکہ انزال سے یہ بات ثابت ہو جائیگی کہ یہ چھونا جماع کی طرف بلانے کے لئے نہیں۔

نمبر ۱ اور اگر کسی مرد نے اپنی عورت کے ساتھ لواطت کی تو بھی حرمت ثابت نہ ہو گی۔ اسی طرح مرد کے ساتھ جماع کے افعال کئے تو بھی حرمت ثابت نہیں ہو گی۔ مردہ سے جماع کرنے سے بھی حرمت ثابت نہیں ہوتی

اقرارِ حرمت:

اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کے ساتھ حرمت مصاہرت کا اقرار کیا تو اس کا اعتبار کر کے ان کے درمیان جدائی کروائی جائیگی۔

نمبر ۱ اور اگر مرد اپنی بیوی کو زمانہ نکاح سے پہلے کی بات کہے کہ میں نے تمہارے ساتھ نکاح سے پہلے تمہاری ماں سے جماع کیا تھا تب بھی دونوں میں جدائی کر دی جائیگی۔ لیکن مرد پر عورت کا متعینہ مہر واجب ہو جائے گا۔ البتہ عقد لازم نہ ہو گا۔ اس اقرار پر ہمیشگی ضروری نہیں بلکہ ایک مرتبہ کا اقرار بھی کافی ہے بار بار اقرار لازم نہیں۔ اسی وجہ سے اگر کوئی شخص ایک مرتبہ اقرار کر کے رجوع کر لے تو قاضی اس نکاح کو صحیح تسلیم نہیں کرے گا اور قاضی ان کے درمیان جدائی کرا دے گا اگرچہ غلط اقرار کی صورت میں وہ عند اللہ اس کی بیوی رہے گی۔

نمبر ۲ اور اگر کسی نے اپنی بیوی کے بارے میں کہا کہ یہ تو میری رضاعی ماں ہے اور نکاح کے وقت اس بات سے مکر جائے تو اس عورت سے نکاح استحساناً جائز ہے۔

نمبر ۳ اور اگر کسی شخص نے عورت کا بوسہ لیا پھر کہنے لگا کہ یہ شہوت کے ساتھ نہیں تھا یا عورت کو چھوا ہو یا اس کی شرمگاہ کو دیکھا اب کہنے لگا یہ شہوت سے نہیں۔ تو بوسے کی صورت میں حرمت کا فوراً حکم لگا دیا جائے گا جب تک کہ عدم شہوت کا یقین نہ ہو جائے اور دوسری دونوں صورتوں میں حرمت کا فتویٰ اسی وقت دیا جائے گا جب شہوت سے چھونے کا ثبوت مل جائے۔

وجہ فرق:

یہ ہے کہ بوسہ عموماً شہوت سے لیا جاتا ہے اور اس کی بنیاد ہی شہوت پر ہے اور چھونا اور دیکھنا شہوت اور بلاشہوت دونوں طرح سرزد ہوتے ہیں۔ مگر یہ یادرہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ شرمگاہ کے علاوہ کسی اور عضو کو چھوئے اگر کسی شخص نے عورت کی شرمگاہ کو چھوا اور پھر کہنے لگا کہ شہوت کے ساتھ نہیں تھا تو اس کی بات کا اعتبار نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر عورت کی چھاتی کو پکڑا اور کہنے لگا کہ یہ شہوت کے ساتھ نہیں تو اس کی بات کو سچا نہ سمجھا جائے گا۔

نمبر۴ اور اگر عورت کے ساتھ جانور پر سوار ہوا اور پھر دعویٰ کیا کہ شہوت کے ساتھ سوار نہیں ہوا تو اس کی بات کا اعتبار نہیں ہوگا۔ اس کے برعکس اگر دریا کو عبور کرنے کے لئے عورت کی پشت پر سوار ہوا اور اس نے کہا کہ میں شہوت سے سوار نہیں ہوا تھا تو اس کی بات کا اعتبار کیا جائے گا۔

نمبر۵ اور اگر ایک شخص نے لوگوں کے سامنے اعتراف کیا کہ میں نے فلاں عورت کو شہوت کے ساتھ چھوا یا اس کا بوسہ لیا اور لوگوں نے اس کے اقرار کی گواہی بھی دی تو گواہی کو قبول کر لیا جائے گا اور حرمت مصاہرت ثابت ہو جائیگی۔

نمبر۶ اور اگر اسی طرح گواہ یہ کہیں کہ فلاں شخص نے فلاں عورت کو شہوت کے ساتھ چھوا یا بوسہ لیا تو ان کی گواہی کو تسلیم کر لیا جائے گا کیونکہ عضو کے تناؤ کی حرکت یا دیگر علامات سے شہوت معلوم کی جا سکتی ہے۔

قاضی علی سعدی کا قول:

اگر نشہ میں چور شخص نے اپنی لڑکی کو پکڑ کر بدن سے لپٹایا پھر اس کا بوسہ لیا جب جماع کا ارادہ کیا تو لڑکی نے کہا میں تمہاری بیٹی ہوں تو اس نے اسے چھوڑ دیا اس صورت میں بھی اس کی بیوی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس پر حرام ہوگئی۔

اور اگر کسی شخص سے پوچھا گیا کہ تم نے اپنی ساس کے ساتھ کیا کیا؟ اس نے کہا میں نے جماع کیا تو اس اقرار سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی خواہ سوال کرنے والے نے مذاقاً سوال کیا اور اس نے بھی بطور مذاق جواب دیا اس کے بعد یہ شخص اپنے اقرار سے رجوع بھی کرے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور اگر کسی نے اپنی مملوکہ لونڈی کے بارے میں یہ کہا کہ میں نے اس سے جماع کیا تو وہ لونڈی اس کے لڑکے کے لئے حرام ہو جائے گی۔ اور اگر کسی کی مملوکہ لونڈی کے بارے میں جماع کا اقرار کیا تو وہ لڑکے کے لئے حرام نہ ہوگی۔

اور اگر کسی شخص کو باپ کی وراثت میں لونڈی ملی وہ اس کے ساتھ جماع کر سکتا ہے جب تک کہ یقین سے معلوم نہ ہو جائے کہ باپ نے اس لونڈی سے جماع کیا۔

اور اگر کسی شخص نے کسی عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ وہ باکرہ ہے لیکن نکاح کے بعد جماع کے وقت معلوم ہوا کہ وہ باکرہ نہیں عورت سے پوچھنے پر کہ تمہارا پردہ بکارت کیسے زائل ہوا تو عورت نے جواب دیا کہ تمہارے باپ نے زائل کیا۔ اب اگر یہ شخص اس کی بات کا اعتبار کرے تو نکاح ختم ہو جائے گا اور عورت مہر کی حقدار بھی نہ ہوگی اور اگر یہ اس عورت کی تکذیب کر دے تو نکاح باقی رہے گا۔

اور اگر کسی عورت نے اپنے شوہر کے لڑکے کے بارے میں کہا کہ اس نے مجھے شہوت سے چھوا ہے تو اس میں عورت کی بات کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ شوہر کے لڑکے کا قول معتبر ہوگا۔

اور اگر کسی شخص نے اپنے باپ کی بیوی کا شہوت کے ساتھ زبردستی بوسہ لیا یا کسی سسر نے بہو کا شہوت کے ساتھ زبردستی بوسہ لیا اور پھر یہ کہا کہ یہ عمل شہوت کے ساتھ نہیں ہے تو شوہر کی بات کا اعتبار کیا جائے گا اور وہ عورت اسی کی بیوی رہے گی۔ لیکن اگر شوہر نے اس بوسے کو شہوت والا بوسہ قرار دیا تو میاں بیوی میں جدائی ہو جائے گی اور شوہر پر مہر لازم ہوگا۔ مگر وہ شوہر یہ مہر کی رقم فتنہ پھیلانے والے سے وصول کرے گا اور اگر بوسہ کی بجائے باپ نے اپنی بہو سے یا لڑکے نے اپنی سوتیلی ماں سے جماع کر لیا تو اس صورت میں شوہر مہر میں دی گئی رقم کسی طرح وصول نہیں کر سکتا ہے کیونکہ اس صورت میں حد واجب ہوتی ہے حد کے ساتھ کوئی جرمانہ واجب نہیں ہو سکتا۔

اگر کسی شخص نے دوسرے کی مملوکہ سے نکاح کیا تو خاوند کے جماع سے قبل شوہر کے لڑکے کا بوسہ شہوت سے لیا ہے مگر لونڈی کے مالک نے کہا کہ یہ غلط ہے لیکن یہ کہتا ہے کہ یہ بوسہ شہوت کے ساتھ تھا تو اس صورت میں نکاح ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ شوہر نے اس بات کا اقرار کیا کہ میری بیوی نے شہوت سے بوسہ لیا ہے لیکن شوہر پر پورا مہر واجب نہیں ہوگا۔ بلکہ نصف مہر واجب ہوگا کیونکہ باندی کے مالک نے اس کی بات کو رد کر دیا ہے۔ اس بارے میں لونڈی کا قول معتبر نہ ہوگا کہ میں نے شہوت کے ساتھ بوسہ لیا تھا لہٰذا پورا مہر ادا کرو۔

اور اگر کسی عورت نے لڑائی جھگڑے کے دوران اپنے دادا کے عضو مخصوص کو پکڑ لیا اور کہا کہ میں نے شہوت کے ساتھ نہیں پکڑا تو اس کی بات معتبر ہوگی۔

حرمت مصاہرت یا حرمت رضاعت کی وجہ سے نکاح باطل نہیں ہوتا بلکہ فاسد ہو جاتا ہے اس لئے جماع تو حرام ہوتا ہے شوہر کو چاہیئے کہ اس کو طلاق دے یا قاضی اس کے درمیان جدائی کرے۔ چنانچہ جدائی سے پہلے شوہر نے جماع کر لیا تو اس پر حد لازم نہیں ہوگی۔ خواہ جماع شبہ میں مبتلا ہو کر کیا یا بغیر شبہ کے۔ اگر کسی شخص نے ایک عورت سے زنا کیا یا ایسا کوئی بھی فعل کیا جس سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے مثلاً چھونا وغیرہ۔ اگر یہ توبہ بھی کرے تو یہ شخص اس عورت کی لڑکی کا محرم ہی رہے گا۔ اس لئے کہ اس لڑکی سے نکاح کرنا اس کے حق میں حرام ہے یہ اس بات کی دلیل ہوگئی کہ حرمت زنا سے بھی ثابت ہو جاتی ہے اور ان چیزوں سے بھی ثابت ہوتی ہے جن سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے مثلاً چھونا وغیرہ۔

اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ اگر کوئی شخص نکاح کرے اور اس کا بیٹا اسی عورت کی بیٹی سے یا اس کی ماں سے نکاح کر لیتا ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنے عضو پر کپڑا وغیرہ لپیٹ کر اپنی بیوی سے جماع کیا تو یہ دیکھا جائے گا کہ وہ کپڑا کیسا تھا۔ اگر درمیان میں ایسا کپڑا تھا جو ستر تک حرارت پہنچنے سے مانع نہیں تھا تو یہ عورت خاوند اول کے لئے حلال ہو جائے گی اور اگر کپڑا ایسا تھا کہ اس سے حرارت نہیں پہنچتی تھی تو یہ عورت خاوند اول کے لئے حلال نہ ہوگی۔

حرمت کا تیسرا سبب' رضاعت ہے:

رضاعت کی وجہ سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب اور سسرال کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔

اگر کسی عورت نے کسی بچہ کو اس کی شیر خوارگی کی عمر میں دودھ پلایا تو ان دونوں میں ماں بیٹے کا تعلق پیدا ہو جائے گا اور دودھ پلانے والی عورت کا خاوند دودھ پینے والے بچے کا رضاعی والد بن جائے گا۔ اس بنیاد پر رضاعی ماں باپ کے وہ تمام رشتے اس بچے پر حرام ہو جائیں گے۔ جو حقیقی ماں باپ کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔

ثبوتِ رضاعت:

شیر خوارگی کی عمر میں مطلقاً رضاعت سے یہ حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔ خواہ دودھ کم پیا ہو یا زیادہ کم کی آخری حد یہ ہے کہ مطلقاً دودھ کا پیٹ میں پہنچنا یقین سے معلوم ہو جائے۔

مدتِ شیر خوارگی:

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک مدت شیر خوارگی تیس ماہ یعنی اڑھائی سال ہے اور صاحبین رحمہما اللہ کے ہاں دو برس ہے۔

اور اگر کسی بچہ نے شیر خوارگی کی عمر میں دودھ پینا بند کر دیا پھر اس زمانہ شیر خوارگی میں دودھ پیا تو یہ رضاعت کے حکم میں داخل ہوگا۔ کیونکہ یہ دودھ شیر خوارگی کے زمانہ میں پیا گیا۔ رضاعت کا زمانہ گزرنے پر اگر دودھ پیا تو رضاعت ثابت نہ ہوگی۔

مدتِ رضاعت برائے اجرت:

اجرت پر دودھ پلانے والی عورت کو اجرت دینے کے سلسلہ میں مدت دو سال ہی مسلمہ ہے چنانچہ مطلقہ نے دو سال کے بعد والے زمانہ کی اجرت کا مطالبہ کیا تو اس کا مطالبہ قابل تسلیم نہ ہوگا۔ عرصہ دو سال کی اجرت پر تو باپ کو مجبور کیا جائے گا۔ مگر اس سے زائد کی اجرت نہ دی جائے گی۔

حرمت رضاعت کا اثر ماں اور باپ دونوں میں ہے:

حرمت جہاں ماں کے رشتہ داروں میں ثابت ہوگی وہاں باپ کے رشتہ داروں میں بھی ثابت ہوگی کیونکہ دودھ اترنے کا سبب وہ خاوند ہے۔

دودھ پینے والے بچے کے لئے رضاعی ماں باپ اور ان کے اصول اوپر کے درجہ تک اور ان کے فروع نچلے درجہ تک خواہ ان کا تعلق نسب کی وجہ سے ہو یا رضاعت کی وجہ سے ہر دو حرام ٹھہریں گے

رضاعی ماں کی وہ اولاد جو اس رضیع سے پہلے پیدا ہوئی اور جو بعد میں پیدا ہوئی سب حرمت میں برابر ہیں اور وہ اولاد خواہ اس کے رضاعی باپ سے ہو خواہ اس کی رضاعی ماں کے کسی دوسرے شوہر سے ہو یا اس کی رضاعی ماں نے کسی دوسرے شخص کے بچے کو دودھ پلایا ہو۔ یا اس کے رضاعی باپ کی کسی دوسری بیوی کا ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا تو یہ دودھ پینے والے کے رضاعی بہن

بھائی شمار ہوں گے۔ اور ان کی اولاد اس کے بھتیجے اور بھانجے شمار ہوں گے۔

رضاعی باپ کا بھائی اس کا چچا کہلائے گا اور رضاعی باپ کی بہن اس کی پھوپھی کہلائے گی اور رضاعی ماں کا بھائی اس کا ماموں اور رضاعی ماں کی بہن اس کی خالہ ہوگی۔ رضاعی باپ کا باپ اس کا دادا اور اس کی بیوی اس کی دادی ہوگی رضاعی ماں کی ماں دودھ پینے والے کی نانی شمار ہوگی۔

رضاعت سے حرمت مصاہرت:

رضاعت سے نسبی رشتوں کی حرمت ثابت ہوتی اسی طرح رضاعت سے سسرالی الشہوت کی حرمت بھی ثابت ہوتی ہے۔ یہ رضاعی باپ کی بیوی اس رضاعی بیٹے پر حرام ہے شیر خوار بچے کی بیوی رضاعی باپ پر حرام ہوگی۔ دوسرے تمام رشتوں کو اسی پر قیاس کرلیا جائے مگر اس میں سے یہ دو صورتیں مستثنیٰ ہیں۔

پہلی صورت:

نسبی رشتہ میں تو نسبی بیٹے کی بہن سے نکاح جائز نہ تھا مگر رضاعت میں رضاعی بیٹے کی بہن سے نکاح درست ہے۔

وجہ فرق:

کیونکہ نسبی بیٹے کی بہن اگر اس کے اپنے نطفہ سے ہو تو وہ اس کی حقیقی بیٹی بنے گی اور اگر اس کے نطفہ سے نہ ہو پھر یہ سوتیلی بیٹی بن جائیگی اس لئے حرمت قائم رہی مگر رضاعت میں یہ دونوں باتیں نہیں پائی جاتیں اس لئے رضاعی بیٹے کی بہن حرام نہیں ہے۔ چنانچہ نسبی رشتہ میں بھی اگر ان دونوں باتوں میں سے ایک بھی بات ثابت نہ پائی جائے تو نکاح درست ہوگا مثلاً کسی لونڈی کے ہاں بچہ پیدا ہوا وہ لونڈی دو آدمیوں میں مشترک ہے وہ دونوں شریک اس بچے کے متعلق دعویٰ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس بچے کا نسب ان دونوں سے ثابت ہوگیا ادھر ان کی اپنی بیویوں سے ایک ایک بیٹی ہے اب ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے درست ہے کہ دوسرے شریک کی بیٹی سے اپنا نکاح کر لے۔ کیونکہ اس صورت میں دونوں باتوں میں سے ایک بھی نہیں پائی جاتی۔ باوجودیکہ ان میں سے جس نے بھی دوسرے کی بیٹی سے نکاح کیا ہے تو اس نے گویا اپنے نسبی بیٹے کی بہن سے نکاح کیا۔

دوسری صورت:

اپنے نسبی بھائی کی ماں سے نکاح کسی شخص کو جائز نہیں مگر دودھ کے رشتہ میں یہ جائز ہے۔

وجہ فرق:

نسبی رشتہ میں وہ اخیافی بھائی بنیں گے جبکہ دونوں کی ماں ایک ہوگی یا پھر باپ شریک بھائی بنیں گے۔ تو بھائی کی ماں اس کے باپ کی منکوحہ ہوگی۔ مگر دودھ کے رشتہ میں ہر دو باتیں نایاب ہیں۔ اس لئے بھائی کی ماں سے نکاح کرنا جائز ہے۔

ایک صورت:

دودھ شریک بھائی کی بہن سے نکاح جائز ہے جس طرح کہ نسبی رشتہ میں درست ہے مثلاً زید اور سوتیلے بھائی ہیں عمرو کی ایک اخیافی بہن ہے یعنی صرف ماں شریک تو اس سے زید کا نکاح درست ہے۔

ایک اور صورت:

دودھ شریک بھائی کی ماں محرمات سے نہیں ہے اسی طرح رضاعی چچا' رضاعی ماموں' رضاعی پھوپھی اور رضاعی خالہ کی ماں بھی محرمات سے نہیں ہے۔

ایک صورت:

رضاعی پوتی کی ماں سے نکاح کرنا جائز ہے۔ جب کہ اسی طرح رضاعی بیٹے کی دادی اور نانی سے بھی نکاح درست ہے۔ رضاعی بیٹے کی پھوپھی اس کی بہن کی ماں اس کی بھانجی اور اس کی پھوپھی کی بیٹی سے بھی نکاح جائز ہے۔

ایک صورت:

عورت کو اپنی رضاعی بہن کے باپ سے رضاعی بیٹے کے بھائی سے رضاعی پوتے کے باپ سے اور اپنے رضاعی بیٹے کے دادا اور ماموں سے نکاح درست ہے۔ حالانکہ نسبی رشتہ میں یہ سب محرمات ہیں۔ ان سے نکاح جائز نہیں۔

ایک اور صورت:

اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو جس کو دودھ اترا ہوا طلاق دے دی۔ مطلقہ نے عدت کے بعد ایک دوسرے شخص سے نکاح کر لیا۔ دوسرے خاوند نے اس سے جماع کیا اور دوسرے خاوند سے بچہ پیدا ہوا تو اس عورت کے دودھ سے پہلے خاوند کا تعلق نہیں رہے گا۔ اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

البتہ اگر دوسرے خاوند سے وہ عورت حاملہ نہ ہوئی تو پھر دودھ پہلے خاوند ہی سے سمجھا جائے گا۔ یا حاملہ تو ہوئی مگر بچہ پیدا نہ ہوا تب بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے ہاں دودھ پہلے خاوند کا ہی شمار ہوگا۔ بچہ جننے کے بعد دوسرے خاوند کا شمار ہوگا۔

ایک صورت:

ایک آدمی نے کسی عورت سے نکاح کیا لیکن اس سے کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی۔ اس عورت سے دودھ اتر آیا تو دودھ اس نے کسی دوسرے بچے کو پلایا تو وہ دودھ اسی عورت کا شمار ہوگا۔ خاوند کا اس سے تعلق نہ ہوگا۔ یعنی اس دودھ پینے والے بچے اور اس شخص کی دوسری اولاد جو دوسری بیوی سے ہے ان کے درمیان حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔

ایک صورت:

ایک شخص نے کسی عورت سے زنا کیا جس سے بچہ پیدا ہوا اس عورت نے کسی دوسری لڑکی کو دودھ پلایا تو زانی کو اور اس کے باپ دادا اور اس کی اولاد کو اس دودھ پینے والی لڑکی سے نکاح جائز نہیں ہے۔ البتہ زانی کا چچا یا اس کا ماموں نکاح کر سکتا ہے یہ اسی طرح ہے جیسا کہ زنا کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی لڑکی سے زانی کا چچا اور ماموں نکاح کر سکتا ہے۔

ایک صورت:

اگر کسی نے ایک عورت سے شبہ میں جماع کیا جس سے حمل ٹھہر گیا۔ پھر اس عورت نے کسی بچے کو دودھ پلایا تو یہ بچہ جماع کرنے والے کا رضاعی بیٹا شمار ہوگا۔

ایک قاعدہ:

جن صورتوں میں بچے کا نسب جماع کرنے والے سے ثابت ہوتا ہے انہی صورتوں میں رشتہ رضاعت بھی ثابت ہوتا ہے اور جن صورتوں میں بچے کا نسب جماع کرنے والے سے ثابت نہیں ہوتا ان صورتوں میں رضاعت کا رشتہ صرف رضاعی ماں سے ثابت ہوگا۔ مثلاً:

ایک صورت:

ایک شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا۔ اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ اس عورت نے اپنے بچے کو دودھ پلایا بعد میں دودھ خشک ہو گیا کچھ عرصہ بعد دودھ پھر اتر آیا اس عورت نے پھر دودھ دوسرے لڑکے کو پلایا تو اس دوسرے لڑکے کو اس ناکح کی دوسری بیوی کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد سے نکاح جائز ہوگا۔

ایک صورت:

کسی کنواری لڑکی کو دودھ اتر آیا وہ دودھ اس نے کسی بچی کو پلایا اب یہ لڑکی اس بچی کی رضاعی ماں ہے۔ رضاعت کے تمام احکام اس پر لاگو ہوں گے۔

اگر کسی شخص نے اس کنواری لڑکی سے نکاح کیا پھر جماع سے پہلے طلاق دے دی تو اب اس شخص کو دودھ پینے والی لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے۔ اور اگر جماع کے بعد طلاق دی تو پھر اس لڑکی سے نکاح جائز نہیں۔

ایک اور صورت:

اگر کسی لڑکی کو نو برس سے کم عمر میں دودھ اتر آیا اس نے وہ دودھ ایک لڑکے کو پلایا تو اس سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی کیونکہ حرمتِ رضاعت کے لئے دودھ نو برس یا اس سے زائد میں اترنا شرط ہے۔

ایک اور صورت:

کسی کنواری لڑکی کی چھاتی میں زرد رنگ کا پانی آ گیا تو اس کے پلانے سے بھی حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔

ایک اور صورت:

کسی عورت نے بچہ کے منہ میں اپنی چھاتی داخل کر دی لیکن بچہ کا دودھ چوسنا معلوم نہ ہوا تو فقط شک کی وجہ سے حرمت رضاعت کا حکم نہ لگائیں گے البتہ بطور احتیاط حرمت ثابت کی جائے گی۔

ایک صورت:

عورت کی چھاتی سے زرد رنگ کی صورت میں بہنے والی پتلی مائع چیز بچے کے منہ میں پہنچ جائے تو اسے معتبر رنگ کا دودھ شمار کر کے حرمت ثابت کر دی جائے گی۔

رضاعت کا حکم دار الحرب اور دار الاسلام میں:

دار الاسلام اور دار الحرب دونوں میں رضاعت کا حکم برابر ہے۔ اگر کسی عورت نے حالت کفر میں دار الحرب میں دودھ پلایا ہوگا تو مسلمان ہو کر دار الاسلام میں آنے پر رضاعت کے تمام احکام اس پر نافذ ہوں گے۔

ثبوتِ رضاعت کی مختلف شکلیں:

(۱) جس طرح عورت کی چھاتی سے دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے اسی طرح بچے کے منہ میں دودھ ڈالنے یا ناک میں دودھ نچوڑ دینے سے حرمت ثابت ہو جائے گی۔ البتہ کان میں ٹپکانے سے یا عضو مخصوص کے سوراخ میں ڈالنے سے یا حقنہ کے طور پر استعمال کرنے یا دماغ یا پیٹ کے زخم میں ڈالنے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔ خواہ دودھ ان زخموں کے ذریعہ پیٹ میں پہنچ جائے۔ البتہ امام محمد رحمۃ اللہ کے ہاں حقنہ سے رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ (۲) اگر غذا کی کسی چیز میں دودھ ڈال دیا گیا پھر اس کو آگ پر رکھ کر پکایا گیا جس کی وجہ سے دودھ کی حقیقت بدل گئی تو اس کو کھانے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ اگرچہ دودھ غالب ہو یا مغلوب۔ اگر دودھ سے ملی ہوئی چیز کو آگ پر نہیں پکایا گیا اس صورت میں بھی اس کھانے سے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ بشرطیکہ دودھ غالب نہ ہو۔ اگر دودھ غالب ہو یا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حرمت ثابت نہیں ہو گی۔ کیونکہ بہنے والی چیز جب جمی ہوئی چیز میں خلط ملط ہوگئی تو بہنے والی چیز اس جمی ہوئی چیز کے تابع بن گئی اور مشروبات میں سے نہ رہی اس وجہ سے علماء نے فرمایا کہ جس چیز میں دودھ مل جائے اگر وہ غالب نہیں مگر بہنے کے قابل ہے تو اس کے بہنے سے حرمت ثابت ہو جائے گی۔ (۳) اگر عورت کا دودھ کسی جانور کے دودھ میں مل گیا اور عورت کا دودھ غالب ہے تو اسے پینے سے حرمت ثابت ہو جائے گی۔

(۴) اگر عورت نے اپنے دودھ میں روٹی بھگوئی۔ روٹی میں دودھ جذب ہو گیا یا دودھ میں ستو ملایا پھر وہ ستو یا روٹی

کسی بچے کو کھلا دی اگر دودھ کا ذائقہ موجود ہو تو حرمت ثابت ہو جائے گی۔ ذائقہ کی شرط اس صورت میں ہے۔ جب کہ بچے کو ایک ایک لقمہ کر کے کھلایا جائے اگر گھونٹ گھونٹ کر کے پلانے کے قابل تھا تو پھر ذائقہ کی شرط کے بغیر حرمت ثابت ہو جائے گی۔

(۵) عورت کا دودھ پانی یا دوا یا جانور کے دودھ میں مل گیا تو اس میں غالب کا اعتبار ہوگا۔ اگر عورت کا دودھ غالب ہو گا تو حرمت ثابت ہوگی اور اگر پانی کا غلبہ ہوگا تو حرمت ثابت نہ ہوگی۔

(۶) اگر کسی عورت کا دودھ کسی تلی چیز میں مل گیا یا جمی ہوئی چیز میں مل گیا تو بھی غالب کا اعتبار ہوگا۔

غالب کا مطلب:

اس کا رنگ، بو، ذائقہ تینوں چیزیں یا ان میں سے ایک ظاہر باہر معلوم ہو۔ اگر دونوں چیزیں برابر مل جائیں تب بھی دودھ کو غالب قرار دیکر حرمت ثابت کر دی جائے گی۔

(۷) اگر دو عورتوں کا دودھ باہم مل گیا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اس عورت سے حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ جس کا دودھ غالب ہوگا، مگر امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ دونوں سے حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ایک قول جو زیادہ صحیح ہے وہ اسی طرح ہے۔

(۸) دونوں عورتوں کا دودھ برابر ہونے کی صورت میں تینوں ائمہ کے ہاں رضاعت دونوں عورتوں سے ثابت ہو جائے گی۔

(۹) اگر کسی عورت نے اپنے دودھ کا دھی یا لسی یا پنیر وغیرہ بنا کر کسی بچے کو کھلا دیا تو اس سے حرمت ثابت نہ ہوگی کیونکہ اس پر پلانے کا اطلاق نہیں ہوتا۔

(۱۰) گاؤں کی کسی عورت نے ایک بچی کو دودھ پلایا مگر بعد میں کسی کو بھی نہ یاد رہا نہ معلوم رہا کہ وہ مرضعہ کون تھی پھر اس بستی کے کسی شخص نے اس لڑکی سے نکاح کر لیا تو یہ نکاح درست ہو جائے گا۔

عورتوں کا فرض:

عورتوں کو بلا ضرورت کسی بچے کو اپنا دودھ نہ پلانا چاہئے اگر پلائیں تو اس کو یاد رکھیں بلکہ لکھ لیا کریں۔ تاکہ حرمت رضاعت کے حکم کی خلاف ورزی نہ ہونے پائے۔

(۱۱) پہلے بعد کا فرق نہیں:

دودھ خواہ پہلے پلایا جائے یا بعد میں حرمت رضاعت بہر صورت ثابت ہو جاتی ہے۔ پہلے بعد سے فرق نہیں پڑتا۔

(۱) رضاعی رشتہ کے اعتراف کی چند صورتیں:

نمبر ۱ اگر کسی شخص نے شیر خوار بچی سے نکاح کر لیا پھر بعد میں اس شخص کی نسبی یا رضاعی ماں، بہن یا لڑکی نے آکر اس بچی کو اپنا دودھ پلایا تو یہ بچی اس شخص پر حرام ہو جائے گی اور اس پر نصف مہر بھی لازم ہوگا۔ مگر نصف مہر کی یہ رقم وہ مرضعہ سے

وصول کرے گا (کیونکہ وہ نکاح توڑنے کا باعث بنی) لیکن مرضعہ سے وصول اس صورت میں کریگا جب بطور شرارت پلایا ہو اور اگر شرارت کے طور پر نہیں پلایا بلکہ ہمدردی اور شدید ضرورت وحاجت کی وجہ سے پلایا تو پھر یہ خاوند اس سے رقم کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔

نمبر۲ ایک شخص نے دو شیر خوار بچیوں سے نکاح کیا۔ کسی اجنبی عورت نے آ کر دونوں کو بیک وقت یا یکے بعد دیگرے دودھ پلایا تو دونوں شوہر پر حرام ہو گئیں۔ پھر وہ اس کے بعد ان دونوں میں سے کسی ایک سے نکاح کر سکتا ہے

نمبر۳ اگر شیر خوار تین بچیاں ہوں ان سے کوئی نکاح کرے اور اس عورت نے ان تینوں کو ایک ساتھ دودھ پلایا ہو تو وہ تینوں حرام ہو جائیں گی۔ اس کے بعد وہ تینوں میں سے جس کو پسند کرے ایک سے نکاح کر سکتا ہے اور اگر تینوں کو یکے بعد دیگرے پلایا تو پہلی دو حرام ہوں گی اور تیسری اس کی بیوی باقی رہے گی۔

نمبر۴ اگر پہلے دو بچیوں کو ایک ساتھ پلایا اور اس کے بعد تیسری کو پلایا تو بھی یہی حکم ہو گا۔

نمبر۵ اگر پہلے ایک لڑکی کو پلایا اور بعد میں دو کو بیک وقت پلایا تو تینوں حرام ہو جائیں گی اور ان میں سے ہر بچی کا آدھا مہر اس پر لازم ہو جائے گا۔ یہ مہر دودھ پلانے والی سے اس شرط پر وصول کیا جائے گا کہ اگر اس نے شرارت سے دودھ پلایا ورنہ نہیں' خود ادا کرے۔

نمبر۶ اگر چار بچیوں سے نکاح کیا اور اس عورت نے ان چاروں کو ایک ساتھ یا یکے بعد دیگرے یا ایک ایک کر کے دودھ پلایا تو چاروں حرام ہو جائیں گی۔ اگر پہلے ایک کو اور پھر تین کو ایک ساتھ پلایا تو بھی حکم حرمت کا ہو گا۔ اور اس کا عکس کیا کہ تین کو ایک ساتھ اور چوتھی کو الگ پلایا تو چوتھی حرام نہ ہو گی۔ پہلی تین رضاعت سے حرام ہو جائیں گی۔

نمبر۷ اگر کسی شخص نے ایک بڑی عورت اور ایک شیر خوار بچی سے نکاح کیا۔ پھر بڑی عورت نے بچی کو دودھ پلا دیا تو شوہر پر دونوں حرام ہو جائیں گی۔ اگر بڑی سے جماع نہیں کیا تھا تو اس کو کچھ مہر نہ ملے گا اور چھوٹی کو نصف مہر ملے گا۔ جس کو وہ بڑی سے وصول کرے گا۔ جب کہ اس نے یہ شرارت کی غرض سے کیا ہو۔ اگر شرارت کی بنیاد پر نہیں پلایا تو پھر اس سے کچھ وصول نہ کیا جائے گا' خواہ بڑی یہ جانتی ہو کہ یہ میرے شوہر کی بیوی ہے۔

ثبوتِ رضاعت:

دو باتوں میں سے ایک بات سامنے آنے پر رضاعت کا ثبوت ہو جاتا ہے۔ نمبر۱ اقرار یعنی عورت کہے کہ میں نے فلاں بچے یا بچی کو دودھ پلایا نمبر۲ گواہی۔ یعنی کوئی گواہ کہہ دے کہ فلاں عورت نے فلاں بچے کو دودھ پلایا۔ گواہی میں دو عادل مرد یا دو عورتیں اور ایک عادل مرد ہوں۔

حق تفریق:

حرمتِ رضاعت' اگر گواہی سے ثابت ہو یعنی جب دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں سے ثابت ہو جائے تو قاضی ان میں تفریق کر دے گا۔ عورت کو جماع نہ ہونے کی صورت میں کچھ نہیں ملے گا اور اگر جماع ہو چکا تو مہر مثل اور مہر متعین میں سے کم

مقدار والا مہر خاوند پر واجب ہوگا۔ نفقہ و سکنیٰ کا خرچہ لازم نہ ہوگا۔ نمبر ا اگر شہادت عادلہ نے نکاح کے بعد شادی شدہ عورت کے سامنے گواہی دی کہ تمہارے درمیان رشتہ رضاعت ہے تو ان کو شہادت عادلہ کی صورت میں عورت کے لئے شوہر کے ساتھ رہنا درست نہیں ہے۔ جیسا کہ قاضی کے سامنے شہادت عادلہ کا یہی حکم تھا۔ ان کے مابین تفریق کرادی جائے گی۔

نمبر ۲ اگر رضاعت کی خبر دینے والا ایک آدمی ہے مگر اس عورت کے دل میں یہ بات پیدا ہوگئی کہ یہ آدمی سچا ہے۔ تو شوہر سے اعراض بہتر ہے واجب نہیں۔

نمبر ۳ ایک شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا۔ دوسری عورت نے آکر ان دونوں کو کہا کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ تو اس کی چار صورتیں ہونگی۔

پہلی صورت:

دونوں میاں بیوی اگر اس عورت کا اعتبار کرلیں تو نکاح فاسد ہو جائے گا اور عورت کو کچھ مہر نہ ملے گا۔ بشرطیکہ جماع نہ ہوا ہو۔

دوسری صورت:

دونوں نے اعتبار نہیں کیا تو نکاح باقی رہے گا۔ اگر وہ عورت عادل ہے تو احتیاط جدائی میں ہے اور خاوند نصف مہر دے مگر عورت کچھ نہ لے۔ جب کہ یہ جدائی جماع سے پہلے ہوا گر جماع ہو چکا تو مرد کو پورا مہر دینا چاہئے اور ایام عدت کا نفقہ و سکنیٰ بھی دے اور عورت کو مہر مثل پر اکتفاء کرنا چاہئے اور نفقہ و سکنیٰ بھی چھوڑ دے۔ اگر خاوند نے عورت کو طلاق دیکر نہیں چھوڑا تو بیوی کو اس کے ہاں رہنا جائز ہے۔ اگر شہادت تو پوری ہے مگر غیر عادلہ ہے اور رضاعت کی گواہی دیں تب بھی یہی حکم ہے یعنی تفریق بہتر ہے۔

تیسری صورت:

خاوند نے اس عورت پر اعتبار کیا مگر بیوی نے اعتبار نہ کیا تب بھی نکاح فاسد ہو جائے گا اور مہر واجب ہوگا

چوتھی صورت:

اگر بیوی نے اعتبار کرلیا مگر خاوند نے نہ کیا تو نکاح برقرار رہے گا۔ مگر عورت خاوند سے قسم لے کہ وہ حقیقت میں اس عورت کی بات کا اعتبار نہیں کرتا۔ اگر وہ نکاح کرے تو پھر دونوں میں تفریق کردی جائے گی۔

نمبر ۴: ایک مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا پھر کہنے لگا کہ یہ میری رضاعی بہن ہے یا اسی قسم کے کسی رضاعی رشتے کا دعویٰ کیا۔ پھر کہنے لگا مجھے وہم ہے میں نے غلط کہا تو استحساناً ان کے مابین تفریق نہ کی جائے گی بشرطیکہ وہ اپنی بعد والی بات پر قائم ہو۔ اور اگر وہ پہلی بات پر قائم ہو اور یہ کہے کہ میں نے درست کہا ہے تو دونوں میں تفریق کرادی جائے گی۔ اب اگر وہ پہلی بات کا انکار کرلے یہ پس مرگ واویلا ہے اب اس کا کوئی فائدہ نہیں اگر عورت نے خاوند کی اسی بات کی تصدیق کردی تو اسے کچھ مہر

نہ ملے گا بشرطیکہ جماع نہ ہوا ہو۔ اور اگر عورت اپنے خاوند کی اس بات کو غلط قرار دیتی ہے تو مرد پر نصف مہر لازم ہوگا بشرطیکہ کے جماع نہ ہوا ہو' اگر جماع ہوا تو پھر اس صورت میں خاوند پر پورا مہر لازم ہوگا۔

نمبر۵ اگر مرد نے کسی عورت کے متعلق نکاح سے پہلے یہ کہا کہ یہ میری رضاعی بہن ہے یا رضاعی ماں ہے' پھر بعد میں کہنے لگا مجھے تو وہم ہوگیا تھا اور مجھ سے غلطی ہوئی تو اس شخص کا اس عورت سے نکاح درست ہے اور اگر وہ سابقہ بات پر قائم ہو کہ اس نے صحیح کہا تھا تو نکاح جائز نہ ہوگا اور اگر اس کے باوجود کرلے تو دونوں میں جدائی کرادی جائے گی اور اگر وہ اپنے بیانِ سابق سے مکر جائے اور دو گواہ اس کے بیان پر موجود ہوں تو ان کے مابین نکاح کی صورت میں تفریق کرادی جائے گی۔

نمبر۶ اگر کسی عورت نے کسی مرد کے متعلق اقرار کیا کہ وہ میرا رضاعی بھائی یا رضاعی بھتیجا ہے مگر مرد نے انکار کردیا اور پھر عورت نے بھی اپنے قول کی تردید کردی اور کہنے لگی کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے تو اس عورت سے نکاح جائز ہوجائے گا اور اگر عورت کی تردید و اعتراف سے پہلے مرد نے اس سے نکاح کرلیا تو وہ درست ہوگا۔

نسبی رشتے کا اعتراف:

نمبر۱: اگر کسی مرد نے اپنی منکوحہ کے ساتھ اپنے نسبی رشتہ کا اعتراف کیا کہ یہ عورت میری حقیقی ماں بہن یا بیٹی ہے اور یہ عورت مجہول النسب ہے اور مرد بھی اس انداز کا ہے کہ یہ عورت اس کی ماں یا بیٹی وغیرہ ہوسکتی ہے' تو اس مرد سے اس بیان کی تصدیق کرائی جائے گی اگر وہ کہے کہ مجھے تو وہم ہوگیا تھا اور میں نے غلطی کی ہے۔ تو استحساناً ان کا نکاح برقرار رہے گا اور اگر دوبارہ دریافت کرنے پر اس نے اپنے سابقہ بیان کی تصدیق پر اصرار کیا تو ان میں تفریق کرادی جائے گی۔

اور اگر مرد اس صلاحیت کا مالک نہیں یعنی عمر میں تفاوت ظاہر کرتا ہے کہ اس عمر کی عورت اس کی ماں یا حقیقی بیٹی نہیں ہو سکتی تو نسب ثابت نہ ہوگا اور ان دونوں میں تفریق نہ ہوگی۔

نمبر۲ اگر مرد نے اپنی بیوی کے متعلق کہا کہ یہ میری حقیقی لڑکی ہے پھر بعد میں اپنے اس بیان کی تردید نہیں کی بلکہ اس پر مصر رہا حالانکہ لوگوں کو اس لڑکی کا نسب معلوم ہے کہ لڑکی اس کی نہیں ہے بلکہ فلاں کی ہے تو دونوں میں جدائی نہ کرائی جائے گی۔

نمبر۳ اگر خاوند نے کہا کہ یہ میری حقیقی ماں ہے۔ حالانکہ لوگوں کو اس عورت کا نام و نسب معلوم ہے تو اس صورت میں بھی تفریق نہ کرائی جائے گی۔ (بلکہ اس بات کو بکواس قرار دیا جائے گا)

چوتھا سبب۔ ان دو عورتوں کا جمع کرنا جو جمع ہو کر باہمی محرمات بن جاتی ہیں:

ان کو دو قسموں میں تقسیم کرسکتے ہیں نمبر۱ اجنبی عورتوں کو جمع کرنا نمبر۲ ذوات الارحام کو جمع کرنا۔

نمبر۱ اجنبی عورتوں کو جمع کرنا:

اس کا مطلب یہ ہے کہ شرع نے آزاد مرد کو بیک وقت چار عورتوں سے نکاح کی اجازت دی ہے اور غلام کو بیک وقت دو عورتوں سے نکاح کی اجازت ہے۔ پس اس قاعدہ سے کسی آزاد کو چار سے زائد عورتوں کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنا اور غلام

کو دو سے زائد عورتوں کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ آزاد کو کثیر تعداد میں باندی رکھنے کی اجازت ہے۔

مگر غلام کو بلا نکاح باندی رکھنے کی بھی اجازت نہیں ہے خواہ اس کا آقا اجازت بھی دے۔

آزاد شخص بیک وقت چار آزاد یا دو آزاد اور دو منکوحہ باندیاں رکھ سکتا ہے۔

① اگر کسی شخص نے پانچ عورتوں سے یکے بعد دیگرے نکاح کیا تو پہلی چار کا نکاح درست ہوا اور پانچویں کا باطل ہے۔

② اگر پانچوں کو ایک ہی عقد میں قبول کیا تو پانچوں کا نکاح باطل ہے۔

③ اگر کسی غلام نے تین عورتوں سے نکاح کیا تو یہی تفصیل ملحوظ رہے گی۔ یکے بعد دیگرے نکاح کرے تو آخری سے نکاح نہ ہوا اور تینوں نے بیک وقت نکاح کیا تو تینوں کا نکاح باطل ہو گیا۔

④ اگر کسی حربی کافر نے پانچ عورتوں سے نکاح کیا پھر وہ اپنی بیویوں سمیت مسلمان ہوا۔ تو اگر یہ نکاح یکے بعد دیگرے ہوئے تو پہلی چار جائز رہیں گی پانچویں سے جدائی کرادی جائے گی اور اگر پانچوں سے بیک وقت ہوا تو پانچوں کا نکاح باطل ہوا پانچوں سے جدائی کرادی جائے گی۔

⑤ اگر کسی نے ایک عورت سے پہلے نکاح کیا پھر چار عورتوں سے ایک ساتھ نکاح کیا تو صرف پہلی سے نکاح درست ہو گا بعد والی چاروں سے نکاح درست نہ ہو گا۔

⑥ اگر کسی عورت نے ایک عقد میں دو مردوں سے نکاح کیا اور ان میں سے ایک شخص کے نکاح میں پہلے چار عورتیں موجود تھیں تو اس کا نکاح اس دوسرے شخص کے ساتھ درست ہو گا یعنی جس کے ہاں پہلے سے چار نہ تھیں۔

⑦ اگر دونوں کے پاس پہلے چار چار موجود ہیں تو کسی سے بھی نکاح درست نہ ہو گا اور اگر کسی ایک کے بھی نکاح میں چار عورتیں نہ تھیں تو یہ نکاح بھی کسی سے درست نہ ہو گا۔

نمبر ۲ ذوات الارحام کا جمع کرنا:

اس کا مطلب یہ ہے کہ دو ایسی عورتوں کو بیک وقت نکاح میں رکھنا جن میں آپس میں ذی رحم والا رشتہ ہو مثلاً دونوں بہنوں سے بیک وقت نکاح حرام ہے۔ اسی طرح باندیاں بنا کر دونوں سے جماع حرام ہے' خواہ حقیقی یا اخیافی' علاتی یا رضاعی بہنیں ہوں۔

ایک اہم اصول:

ایسی دو عورتوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا درست نہیں کہ جن کے مابین ایسا رشتہ ہو کہ اگر ان میں سے ایک کو مرد فرض کریں اور دوسری کو عورت تو ان کا نکاح آپس میں نہ ہو سکتا ہو۔ خواہ یہ رشتہ نسبی ہو یا رضاعی۔

نمبر ۱ تو جس طرح دو حقیقی یا رضاعی بہنوں کو جمع کرنا حرام ہے اسی طرح لڑکی اور اس کی نسبی پھوپھی یا رضاعی پھوپھی کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔

نمبر ۲ کسی لڑکی اور اس کی حقیقی یا رضاعی خالہ یا اسی قسم کی کسی اور رشتہ دار کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھنا جائز نہیں ہے

نمبر۳ البتہ کسی عورت اور اس کے پہلے خاوند کی لڑکی جو اس عورت کے بطن سے نہ ہو۔ان دونوں کو بیک وقت ایک نکاح میں رکھا جاسکتا ہے۔ کیونکہ ان میں سے عورت کو مرد اور لڑکی کو عورت شمار کریں تو نکاح میں کوئی رکاوٹ نہیں البتہ اس کا عکس جائز نہیں کہ اگر اس لڑکی کو مرد فرض کریں تو اس عورت یعنی باپ کی منکوحہ سے نکاح جائز نہیں ہوگا۔

نمبر۴ اسی طرح کسی عورت اور اس کی باندی کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھنا جائز ہے۔ بشرطیکہ اس باندی سے نکاح پہلے کیا ہو۔

نمبر۵ اگر کسی شخص نے دو بہنوں سے ایک عقد میں نکاح کیا تو نکاح باطل ہوگا۔ دونوں کو شوہر سے جدا کرایا جائے گا۔ اگر جدائی قبل الدخول ہے تو دونوں کو بطور مہر کچھ نہ ملے گا۔

اور اگر دخول کے بعد جدائی ہو تو مہر مثل اور مقررہ مہر میں سے کمتر دیا جائے گا اور یہ مہر ہر ایک کو دیا جائے گا۔

نمبر۶ اگر کسی نے دو بہنوں سے مختلف اوقات میں عقد کیا ہو یعنی یکے بعد دیگرے کیا تو پہلا نکاح درست دوسرا باطل ہو گا اور شوہر کو اس سے جدائی اختیار کرنا لازم ہے۔

اگر وہ خود جدائی اختیار نہیں کرتا اور قاضی کو اس کا علم ہو جائے تو قاضی ان میں جدائی کرا دے۔ اگر یہ جدائی جماع سے پہلے واقع ہوگی تو احکام علیحدگی مہر وعدت وغیرہ میں سے کوئی نافذ نہ ہوگی اور اگر دخول کے بعد جدائی واقع ہوگی تو مہر مثل اور مہر متعین میں سے جس کی مقدار کم ہو وہ مہر دیا جائے گا اور اس پر عدت لازم ہوگی اور اس شخص کو اپنی بیوی سے اس وقت تک علیحدہ رہنا ہوگا جب تک کہ اس کی بہن کی عدت پوری نہیں ہوتی۔

نمبر۷ اگر کسی شخص نے دونوں بہنوں سے علیحدہ علیحدہ عقد میں نکاح کیا مگر یہ بات یاد نہیں کہ کس بہن سے پہلے اور کس سے بعد میں نکاح کیا تھا تو اس صورت میں شوہر کو کہا جائے گا کہ وہ اس کی وضاحت کرے اگر وہ ایک کے متعلق پہلے ہونے کی نشاندہی کر دے تو اس کے مطابق عمل کیا جائے گا اور پہلی کا نکاح برقرار رہے گا اور دوسری کا باطل قرار پائے گا اور اگر شوہر بیان سے عاجز رہے تو پھر قاضی ان میں تفریق کرا دے۔ علیحدگی کے بعد دونوں کو نصف مہر ملے گا جب کہ دونوں کا مہر برابر اور متعین ہوا ہو اگر علیحدگی جماع سے پہلے عمل میں آئی ہو۔

اور اگر دونوں کا مہر برابر نہ تھا تو ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کے مہر کا چوتھائی حصہ ملے گا اور اگر بوقت عقد مہر متعین نہ ہوا تو آدھے مہر کی بجائے ایک ایک جوڑا کپڑا دونوں کو دیا جائے گا

نمبر۸ اگر یہ علیحدگی جماع کے بعد ہو تو ہر ایک کو اس کا پورا مہر ملے گا۔

علامہ ہندوانی کا قول:

علامہ فرماتے ہیں کہ مسئلہ مذکور بالا میں یہ حکم اس وقت ہوگا جب کہ ان دونوں میں سے ہر ایک عورت کا دعویٰ یہ ہو کہ اس سے نکاح پہلے ہوا مگر گواہ کسی کے پاس نہ ہو تو دونوں کو نصف مہر ملے گا اور اگر دونوں اس بات کا اقرار کریں کہ ہمیں معلوم نہیں کہ کس کا نکاح پہلے ہوا تو ان کے متعلق فیصلے کو اس وقت تک معلق رکھا جائے جب تک دونوں اتفاق کر کے صلح نہ کریں اور قاضی

کے پاس یہ نہ کہیں کہ ہم دونوں کا مہر ہمارے خاوند پر واجب ہے اور ہمارے اس دعویٰ پر کوئی دعویدار شریک نہیں کسی تیسری بیوی کا حق نہیں ہے۔ فلہذا ہم دونوں اس پر اتفاق و صلح رکھتی ہیں کہ نصف مہر لے لیں اس کے بعد قاضی فیصلہ دے گا۔

نمبر۱۹ اگر ان دونوں عورتوں میں سے ہر ایک اپنا نکاح پہلے ہونے پر گواہ پیش کر دے تو مرد پر نصف مہر ہوگا جو دونوں میں تقسیم ہوگا۔ اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

تنبیہ:

دو بہنوں کے سلسلہ میں جو احکام بیان کیے گئے ہیں وہ ان تمام عورتوں پر جاری ہوں گے جن کا بیک وقت نکاح میں جمع کرنا حرام ہے

نمبر۱۰ وہ شخص کہ جس نے دو بہنوں سے بیک وقت نکاح کیا پھر وہ باطل ہو کر ان میں جدائی کر دی گئی۔ اگر بعد میں ان دونوں میں سے کسی ایک سے نکاح کو پسند کرے تو کر سکتا ہے مگر اس کی شرط یہ ہے کہ جماع سے پہلے علیحدگی پیش آئی ہو اور اگر یہ علیحدگی جماع کے بعد پیش آئی ہو تو اس صورت میں دونوں کی عدت گزر جانے پر نکاح کر سکتا ہے اگر ایک عدت میں ہو اور دوسری کی عدت پوری ہو گئی تو خاوند کو اس عورت سے نکاح کرنا درست ہے جو عدت میں ہے۔ دوسری سے جائز نہیں اگر وہ دوسری سے نکاح کا خواہاں ہے تو جب تک عدت والی کی عدت پوری نہ ہو دوسری سے نکاح نہیں کر سکتا۔

نمبر۱۱ اگر اس نے ان میں سے ایک سے صحبت کی ہے تو خاوند کو اس سے نکاح کرنا جائز ہے دوسری جو بلا صحبت ہے اس سے نکاح جائز نہیں۔ دوسری سے نکاح کرنا اس صورت میں درست ہے جب کہ معتدہ کی عدت پوری ہو جائے۔

نمبر۱۲ اگر اس کی عدت بھی پوری ہو گئی تو خاوند جس سے چاہے نکاح کر سکتا ہے۔

نمبر۱۳ دو بہنوں کو جو لونڈیاں ہوں تمتع کے لئے جمع کرنا اسی طرح ناجائز ہے جیسا آزاد دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا۔ پس جو شخص دو بہنوں کا مالک بن گیا تو اسے ایک سے فائدہ اٹھانا درست ہے۔ جب ان میں سے ایک سے فائدہ اٹھایا تو دوسری سے فائدہ اٹھانا جائز نہ ہوگا' جب تک کہ پہلی کو اپنے اوپر حرام نہ کر لے (کسی سے نکاح کر دے وغیرہ)

نمبر۱۴ اگر کسی نے ایک لونڈی خریدی اور اس سے صحبت کر لی پھر اس نے اس کی بہن خریدی۔ اسے پہلی لونڈی سے صحبت تو جائز ہے دوسری سے صحبت جائز نہیں جب تک کہ پہلی کو اپنے اوپر حرام نہ کر دے۔

لونڈی کے حرام کرنے کی چند صورتیں:

کسی سے اس لونڈی کا نکاح کر دیا' آزاد کر کے مِلک سے فارغ کر دیا' مِلک سے نکال دیا ہبہ کر کے یا فروخت کر کے 'اللہ کی راہ میں دے دیا یا مکاتب بنا دے۔

آزادی کا حکم:

بعض حصہ آزاد کرنا کل آزاد کرنے کی طرح ہے۔ بعض کا مِلک کرنا کل مِلک کر دینے کی طرح ہے۔

نمبر۱۱۵اگر کوئی اپنی لونڈی کے متعلق کہے کہ وہ مجھ پر حرام ہے۔ تو یہ کافی نہیں جیسا کہ دوسری کا حیض' نفاس' احرام وصیام میں ہونا ثبوت حرمت کے لئے کافی نہیں بلکہ یہ توقتی عوارض ہیں۔ حرمت سے مستقل حرمت مراد ہے

نمبر۱۱۶اگر کسی کی ملکیت میں دو لونڈیاں بہنیں ہوں اور دونوں سے صحبت کر چکا ہو۔ اب اس کو صحبت کی حرمت معلوم ہوئی تو آئندہ ان میں سے کسی ایک سے اس وقت تک صحبت جائز نہیں جب تک وہ دوسری کو اپنے اوپر حرام نہ کر لے جیسا اوپر مذکور ہوا۔

نمبر۱۱۷اگر اس نے دونوں میں سے ایک کا نکاح کر دیا یا ہبہ کیا مگر وہ عیب کی وجہ سے اس کی طرف لوٹا دی گئی یا اس نے اپنے ہبہ سے رجوع کر لیا یا جس لونڈی کا نکاح کیا تھا اس کے خاوند نے اسے طلاق دے دی اور اس کی عدت پوری ہو چکی تو تب بھی ان میں سے جو لونڈی اس کے پاس ہے اس سے صحبت کی اجازت نہیں کہ جب تک اس دوسری کو دوبارہ حرام نہ کر لے۔

نمبر۱۱۸اگر کسی شخص نے ایک لونڈی سے نکاح کیا ابھی تک صحبت نہ کرنے پایا تھا کہ اس کی بہن کو خرید لیا تو اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں کیونکہ نفس نکاح سے پہلی کا بیوی ہونا ثابت ہو چکا۔ اب اگر خرید کردہ لونڈی سے صحبت کر لی تو اس نے دو فراش کو جمع کر لیا جو کہ حرام ہے۔

نمبر۱۱۹اگر کسی شخص نے اپنی لونڈی کی بہن سے نکاح کر لیا۔ اپنی لونڈی سے پہلے صحبت کر چکا تھا' لونڈی کی بہن سے نکاح تو صحیح ہو گیا البتہ اپنی لونڈی سے صحبت حرام ہے اور اس منکوحہ سے بھی صحبت حرام ہے۔ اب یا تو لونڈی کو اسباب مذکورہ میں سے کسی سبب کے ذریعہ حرام کر لے تب منکوحہ سے صحبت درست ہوگی اور اگر لونڈی سے صحبت نہ کی ہو تو اس منکوحہ سے صحبت کر سکتا ہے۔ البتہ لونڈی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا بلکہ اسے اپنے اوپر حرام کرنا پڑے گا۔

نمبر۱۲۰اگر کسی نے اپنی لونڈی کی بہن سے نکاح فاسد کیا تو وہ لونڈی جس سے صحبت کرتا تھا اس وقت تک حرام نہ ہوگی جب تک کہ منکوحہ سے صحبت نہ کرے گا۔ اگر منکوحہ سے صحبت کر لی تو وہ لونڈی جس سے صحبت کرتا تھا حرام ہو گئی۔

نمبر۱۲۱اگر ایک مرد کو دو بہنوں نے کہا کہ ہم نے اتنے مہر کے بدلے تجھ سے نکاح کیا اور دونوں نے ایک ساتھ یہ کلام کہا' مرد نے ان میں سے ایک کے نکاح کو قبول کیا تو وہ نکاح درست ہو جائے گا۔

نمبر۱۲۲اگر مرد نے اس طرح دو بہنوں کو کہا کہ میں نے تم دونوں میں سے ایک سے نکاح کیا جب کہ مہر ایک ہزار درہم ہوگا۔ ان میں سے ایک نے اپنی رضامندی ظاہر کر دی مگر دوسری نے انکار کر دیا تو دونوں کے ساتھ نکاح باطل ہے۔

نمبر۱۲۳امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد:

اگر کسی شخص نے کسی کو ایک عورت کے ساتھ نکاح کا وکیل بنا دیا پھر ایک اور شخص کو کسی عورت سے نکاح کا وکیل بنایا۔ ان وکلاء نے ایک ایک عورت سے اس کا نکاح کر دیا مگر وہ دونوں عورتیں بہنیں نکلیں۔ اب اگر دو وکلاء کا کلام بیک وقت صادر ہوا تو نکاح باطل ہوگا اور اسی طرح حکم ہے جب کہ یہ نکاح ایک کی رضامندی سے ہوئے یا دونوں نکاح دونوں کی رضامندی سے ہوئے۔

نمبر۱۲۴ اگر کسی شخص نے دو بہنوں سے اس حالت میں نکاح کیا کہ دونوں میں سے ایک عدت میں تھی یا کسی کے نکاح میں تھی۔ تو جو خالی تھی اس کا نکاح درست ہو گیا لیکن دوسری کا نکاح درست نہیں۔

نمبر۱۲۵ اگر کسی نے بیوی کو طلاق رجعی یا بائن یا مغلظہ دی اور وہ عدت میں ہے یا نکاح فاسد کی عدت یا وطی بالشبہہ کی عدت میں ہے تو اس کی بہن سے دوران عدت نکاح نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح عورت کے کسی ایسے محرم سے نکاح جائز نہیں کہ جن دو کو جمع نہ کیا جا سکتا ہو۔ مثلاً پھوپھی بھتیجی اور اسی طرح زمانہ عدت میں اس عورت کے علاوہ چار عورتوں سے نکاح درست نہیں۔

نمبر۱۲۶ اگر کسی شخص نے اپنی ام ولد کو آزاد کر دیا تو اس کی عدت مکمل ہونے تک اس کی بہن سے نکاح حلال نہیں۔

نمبر۱۲۷ اگر کسی خاوند نے کہا کہ میری مطلقہ بیوی نے مجھے بتلایا ہے کہ اس کی عدت کا وقت پورا ہو چکا ہے پس اس کی بہن سے نکاح کر سکتا ہوں تو اس صورت میں دیکھنا ہوگا کہ زمانہ طلاق کس قدر ہے اگر وہ زمانہ اسقدر ہے کہ عدت کا زمانہ گزرنے کا امکان نہیں تو خاوند کی بات کو رد کر دیا جائے گا۔ اسی طرح اس کی مطلقہ عورت کا یہ قول بھی ناقابل اعتبار شمار ہوگا کہ میری عدت گزر چکی ہے۔

نمبر۱۲۸ اگر معتدہ نے ایسی صورت بیان کی جس میں عدت کے مکمل ہونے کا احتمال ہے مثلاً یہ کہتی ہے کہ طلاق کے دوسرے دن میرا وہ حمل جس کے اعضاء پورے ہو چکے تھے وہ ساقط ہو گیا تو اس صورت میں اس کا قول معتبر شمار ہوگا اور اگر طلاق کو اتنا عرصہ ہو چکا ہو کہ جس میں عدت کے مکمل ہو جانے کا احتمال ہو اس صورت میں عورت اپنے شوہر کے بیان کی تصدیق کر دے یا خاموش رہے یا اس مجلس سے غائب رہے تو خاوند کے قول کا اعتبار کرنا درست ہے۔ اس کو بیک وقت چار عورتوں سے نکاح کرنا یا اسکی بہن سے نکاح درست ہے بلکہ ہمارے علماء کے ہاں تو اگر عورت اس کی بات رد بھی کر دے تب بھی اور سے نکاح درست ہے۔

نمبر۱۲۹ اگر کوئی عورت مرتدہ ہو کر دار الحرب میں چلی گئی تو خاوند کو اس کی بہن سے نکاح جائز ہے خواہ عدت مکمل نہ ہوئی ہو جیسا کہ اس کے مرجانے کی صورت میں اس کی بہن سے نکاح درست ہے۔

نمبر۱۳۰ اگر وہ مرتدہ مسلمان ہو کر دار الحرب سے اس حالت میں لوٹی کہ اس کا خاوند اس کی بہن سے نکاح کر چکا تھا تو لوٹنے سے اس کی بہن کا نکاح فاسد نہ ہوگا اور اگر بہن کے نکاح سے پہلے ہی لوٹ آئے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اس صورت میں بھی وہ اس کی بہن سے نکاح کر سکتا ہے مگر صاحبین رحمہما اللہ کے ہاں اس صورت میں وہ نکاح نہیں کر سکتا۔

نمبر۱۳۱ ایسی دو عورتوں کو ایک وقت نکاح میں لانا جائز نہیں جن کے مابین دونوں طرف سے پھوپھی یا خالہ کا رشتہ ہو کہ ہر ایک دوسرے کی پھوپھی وغیرہ لگتی ہو۔ مثلاً نمبر۱ ایک شخص نے دوسرے کی ماں سے نکاح کیا اور اس دوسرے نے اس کی ماں سے نکاح کیا ان دونوں کے ہاں لڑکیاں پیدا ہوئیں تو ان میں ہر ایک لڑکی دوسرے کی پھوپھی بنتی ہے۔

نمبر۲ ایک شخص نے دوسرے کی لڑکی سے نکاح کیا اور اس نے اس کی لڑکی سے نکاح کیا۔ اب دونوں کے بطن سے لڑکیاں پیدا ہوئیں تو ہر لڑکی دوسری لڑکی کی خالہ ہے اب ان دونوں کو ایک نکاح میں رکھنا درست نہیں۔

نمبر۱۳۲ اگر کسی شخص نے ایسی دو عورتوں سے نکاح کیا جن میں سے ایک اس کے لئے حرام تھی خواہ اس کا سبب محرم ہونا

یا شادی شدہ ہونا یا بت پرست ہونا تھا جب کہ دوسری عورت ایسی تھی کہ جس سے اس کا نکاح کرنا جائز تھا تو اس صورت میں اس عورت سے اس کا نکاح درست ہے' جو اس کے لئے حلال ہے اور دوسری عورت سے اس کا نکاح باطل ہوگا کہ جو اس کے لئے حرام تھی۔ مقررہ مہر اسی عورت کو ملے گا جس سے درست نکاح ہوا ہے۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے قول کے مطابق ہے اور اگر اس شخص نے اس عورت سے نکاح کے بعد جماع کر لیا جس سے نکاح حرام تھا تو اس کو مہر مثل ملے گا خواہ اس کی مقدار کچھ ہی ہو اور مقررہ مہر اسی عورت کو ہی ملے گا جس سے نکاح حلال تھا۔

پانچواں سبب' لونڈیاں ہونا:

آزاد عورت کے ہوتے ہوئے باندی سے نکاح حرام ہے۔ اسی طرح آزاد عورت اور باندی سے ایک ساتھ نکاح حرام ہے۔ مدبرہ (یعنی وہ لونڈی جس کو آقا کہہ دے کہ تم میری موت کے بعد آزاد ہو) اور ام ولد (یعنی وہ لونڈی جس سے آقا کی اولاد ہو جائے) اس کا یہی حکم ہے۔

نمبر ۱ اگر کسی شخص نے ایک عقد میں آزاد عورت اور باندی سے نکاح کیا تو آزاد عورت کا نکاح درست ہے' باندی کا نہیں۔ بشرطیکہ وہ آزاد عورت ان میں سے ہو جن سے نکاح حرام نہیں۔ مثلاً اگر کسی نے باندی سے نکاح کیا اور اسی عقد میں اپنی پھوپھی یا خالہ سے نکاح کیا تو باندی سے نکاح باطل نہیں ہوا کیونکہ محرمات سے تو نکاح ہوتا ہی نہیں۔

نمبر ۲ اگر کسی شخص نے پہلے باندی سے نکاح کیا پھر آزاد عورت سے نکاح کیا تو ہر دو سے نکاح درست ہو جائے گا۔

نمبر ۳ اپنی بیوی کو طلاق بائنہ یا مغلظہ دی اور وہ عورت ابھی عدت میں تھی کہ اس نے باندی سے نکاح کر لیا تو امام ابو حنیفہؒ کے ہاں اس کا نکاح درست نہیں' البتہ امام ابو یوسف و محمد رحمہما اللہ کے ہاں نکاح درست ہے۔ البتہ اگر اپنی بیوی کو طلاق رجعی دی اور وہ اس کی عدت میں ہے تو بالاتفاق باندی سے نکاح دوران عدت جائز نہیں ہے۔

نمبر ۴ اگر کسی شخص نے کسی ایسی عورت سے نکاح کیا جو نکاح فاسد یا وطی بالشبہ کی عدت گزار رہی تھی تو باندی کا نکاح درست ہے۔

نمبر ۵ اگر کسی شخص نے اپنی منکوحہ باندی کو طلاق رجعی دی اس کی عدت کا زمانہ باقی تھا کہ اس نے آزاد عورت سے نکاح کر لیا۔ پھر اپنی اس منکوحہ باندی سے بھی رجوع کر لیا تو یہ درست ہے۔

نمبر ۶ غلام نے آقا سے اجازت نہ لی اور ایک آزاد عورت سے نکاح کیا اور اس سے صحبت بھی کر لی پھر آقا کی اجازت کے بغیر کسی باندی سے بھی نکاح کر لیا اور اس کے بعد اس کے آقا کو اطلاع ملنے پر اس نے دونوں کی اجازت دے دی تو آزاد عورت سے نکاح ثابت رہے گا اور باندی سے نکاح باطل ہوگا۔

نمبر ۷ اگر کسی شخص نے دوسرے کی باندی سے اس کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیا مگر جماع کی نوبت نہ آئی تھی کہ کسی آزاد عورت سے بھی نکاح کر لیا۔ اس کے بعد باندی کے مالک نے نکاح کی اجازت بھی دے دی تب بھی باندی کا نکاح درست نہ ہوگا اور اگر کسی نے ایک باندی سے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کیا پھر اس باندی کی لڑکی سے جو آزاد تھی نکاح کر لیا

اس کے بعد باندی کے مالک نے باندی کے نکاح کی اجازت دے دی تو لڑکی کا نکاح درست ہو جائے گا مگر باندی کا درست نہ ہوگا۔

نمبر ۸ ایک شخص کی ایک بالغہ لڑکی اور بالغہ لونڈی ہے۔ اس نے ایک شخص کو کہا کہ میں نے دونوں کا نکاح اتنے مہر کے بدلے تمہارے ساتھ کر دیا۔ اس شخص نے باندی کا نکاح قبول کر لیا تو یہ نکاح باطل ہے۔ اگر اس کے بعد اس شخص نے آزاد لڑکی کا نکاح قبول کر لیا تو وہ درست ہو جائے گا۔

نمبر ۹ اگر کوئی شخص آزاد عورت سے نکاح کی طاقت رکھتا ہے مگر اس کے باوجود وہ باندی سے نکاح کر لیتا ہے تو وہ باندی مسلمان ہو یا اہل کتاب ہو نکاح درست ہو جائے گا۔ مگر آزاد عورت سے نکاح کی وسعت ہونے کے باوجود باندی سے نکاح میں کراہت ضرور ہے۔

نمبر ۱۰ اگر کسی نے ایک عقد میں چار باندیوں اور پانچ آزاد عورتوں سے نکاح کیا تو صرف باندیوں کے ساتھ نکاح درست ہوگا۔ آزاد عورتوں سے نکاح درست نہ ہوگا۔

چھٹا سبب: ان عورتوں سے دوسرے کے حق کا متعلق ہونا:

جن عورتوں سے دوسرے مردوں کا حق متعلق ہو ان سے نکاح حرام ہے مثلاً کسی کی منکوحہ یا معتدۃ الغیر ہ خواہ وہ عدت طلاق کی ہو یا موت یا فساد نکاح کی ہو جس میں جماع ہو چکا یا وطی بالشبہہ والی عورت کی عدت ہو ان عورتوں سے نکاح جائز نہیں ہے۔

نمبر ۱۱ اگر کسی شخص نے کسی دوسرے کی منکوحہ سے نادانستگی میں نکاح کر لیا اور اس سے جماع بھی کر لیا' تو جدائی کے بعد عورت پر عدت لازم ہوگی۔

نمبر ۱۲ اگر وہ شخص جان بوجھ کر نکاح کرتا ہے حالانکہ اس کا منکوحۃ الغیر ہونا اس کو معلوم ہے تو اس صورت میں جدائی کے بعد عورت پر عدت نہ ہوگی مگر خاوند کو اس سے صحبت کرنا ناجائز نہ ہوگا اور اگر اس کا خاوند اس کو طلاق دے دے تو جس کی وہ عدت گزار رہی ہے اس کے زمانہ عدت میں نکاح درست ہے مگر شرط یہ ہے کہ عدت کے علاوہ کوئی اور رکاوٹ نہ ہو۔

نمبر ۱۳ جو عورت زنا سے حاملہ ہوا اس سے نکاح تو جائز ہے مگر تادم ولادت ناکح کو اس سے جماع درست نہیں ہے۔ اسی طرح اسباب جماع یعنی بوس وکنار وغیرہ بھی درست نہیں اور مزنیہ سے اس زانی کا نکاح کر دیا گیا تو اسے وضع حمل سے پہلے بھی جماع کی رخصت ہے اور وہ عورت نفقہ کی بھی حقدار ہے۔

نمبر ۱۴ اگر کسی شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا کچھ عرصہ بعد اس عورت کا حمل ساقط ہو گیا۔ اس حمل کے اعضاء وغیرہ بن چکے تھے۔ اب اس بات کو دیکھنے کی حاجت ہوگی کہ یہ اسقاط کتنے عرصہ میں ہوا اگر چار ماہ یا اس سے زائد عرصہ میں ساقط ہوا تو اس عورت کا اس مرد سے نکاح جائز ہے اور اگر چار ماہ سے قبل حمل کا اسقاط ہوا تو اس کا نکاح جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ حمل کے اعضاء چار ماہ سے پہلے ظاہر نہیں ہوتے مطلب یہ ہے کہ اعضاء کا ظاہر ہونا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہ حمل اسی شخص کا ہے جس نے

نکاح کیا ہے اور چار ماہ سے کم عرصہ میں اسقاط ہوا مگر اعضاء ظاہر تھے تو اس کا معنی یہ ہے کہ عورت پہلے کسی شخص کے نکاح میں تھی اور یہ حمل اسی کا ہے۔ اس سے یہ ظاہری فرق نکلا کہ نکاح ہی سرے سے درست نہ ہوا۔

نمبر۵ وہ حاملہ عورت جس کے متعلق معلوم ہو کہ یہ فلاں کے جائز نطفہ سے ہے تو اس صورت میں بالاتفاق ایسی عورت سے نکاح جائز نہیں ہے۔ خود امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر کوئی عورت حربی کافر سے حاملہ ہو اور وہ ہجرت کر کے دارالاسلام میں داخل ہوگئی یا باندی بنا کر لائی گئی تو اس سے نکاح جائز ہے لیکن ولادت تک اس سے جماع جائز نہ ہوگا۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قول کو پسند کیا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

جو انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ جس طرح ایسی حاملہ عورت سے جماع جائز نہیں نکاح بھی جائز نہیں۔ امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کو زیادہ صحیح کہا ہے۔

نمبر۶ اگر کسی شخص نے اپنی حاملہ ام ولد کا نکاح کسی سے کر دیا تو یہ نکاح باطل ہوگا۔ اگر وہ حاملہ نہ ہوئی تو نکاح درست ہے۔

نمبر۷ اگر کسی نے اپنی باندی سے جماع کیا اور اس کے بعد اس کا نکاح کسی سے کر دیا' یہ نکاح تو درست ہو گیا مگر آقا کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے نطفہ کی حفاظت کے لئے اس باندی سے استبراء رحم کروائے یعنی حیض کے بعد جماع کرنے دے مگر جب نکاح درست ہے تو خاوند کو جماع کی اجازت ہے۔ یہ شیخین کا قول ہے البتہ امام محمد رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ میرے ہاں استبراء کے بغیر خاوند کا جماع پسندیدہ نہیں ہے۔ بقول ابواللیث امام محمد رحمۃ اللہ کا قول نہایت محتاط ہے۔

اس اختلاف کی نوعیت:

یہ اختلاف اس وقت ہے جب کہ آقا نے باندی کا نکاح استبراء رحم کے بغیر کر دیا اگر استبراء ہو چکا تو پھر بالاتفاق اس باندی سے اس کے خاوند کو جماع کی اجازت ہے۔

نمبر۸ ایک عورت کو کسی نے زنا کرتے دیکھا پھر بعد میں اس سے نکاح کر لیا تو شیخین رحمہما اللہ کے ہاں استبراء کے بغیر بھی اس سے جماع درست ہے۔

نمبر۸ اپنے لڑکے کی باندی سے نکاح کو احناف نے جائز قرار دیا ہے۔

نمبر۹ کسی عورت کو دارالاسلام میں قید کر کے لایا گیا۔ اس کا خاوند اس کے ساتھ نہ تھا اس عورت پر عدت لازم نہیں اس سے کوئی بھی نکاح کر سکتا ہے۔

نمبر۱۰ اگر کوئی عورت مسلمان ہو کر دارالحرب سے دارالاسلام میں آ گئی تو بقول امام ابوحنیفہ اس پر بھی عدت لازم نہ ہو گی۔ اس سے جو چاہے نکاح کرے مگر صاحبین کے ہاں اس پر عدت لازم ہوگی اور عدت کے مکمل ہونے تک اس سے نکاح جائز نہ ہوگا۔ مگر استبراء کے لئے ایک حیض کے آنے تک اس کے ساتھ جماع کا کوئی قائل نہیں۔

ساتواں سبب' اختلافِ مذاہب ہے:

یعنی وہ عورتیں کہ جن سے مشرکہ ہونے کی بنیاد پر نکاح حرام ہے مثلاً آتش پرست اور بت پرست عورتوں سے نکاح درست نہیں اگر چہ وہ آزاد ہوں یا باندیاں' ستارہ پرست' سورج کے پجاری' پسندیدہ تصاویر کو پوجنے والے یا یونانیوں کی طرح اللہ تعالیٰ کو معطل اور بے کار ماننے والے' زندیق' باطنی' اباحت پسند گروہ وغیرہ کا یہی حکم ہے۔ (یہ تمام مشرکوں میں شمار ہیں)۔ اسی طرح باطنیہ یہ شیعہ کا ایک گروہ ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ قرآن مجید کا ایک باطنی معنی ہے جو امام ہی جانتا ہے انہوں نے بہت خرافات بکے ہیں۔

اسی طرح اباحیہ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ دنیا کا ہر اچھا برا کام مباح ہے۔ اسی طرح وہ عورتیں جو کسی ایسے مذہب کی قائل ہیں جس کا ماننا کفر ہے وہ بھی آتش پرست مشرکہ باندیوں کے حکم میں ہیں اور اپنی آتش پرست مشرکہ باندی سے ان سے جماع ناجائز و حرام ہے۔

نمبر۲ مسلمان کو اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے جو کہ دار الحرب میں رہائش پذیر ہوں نکاح کرنا درست ہے اور ذمیہ کافرہ (ذمی۔ وہ کافر جو مسلمان ملک میں مسلمانوں کی حکومت کو تسلیم کر کے خراج ادا کرتا ہے) سے بھی شادی کر سکتا ہے۔ خواہ وہ آزاد ہو یا باندی مگر بہتر یہی ہے کہ ان سے بھی شادی نہ کی جائے اور بلا ضرورت ان کا ذبیحہ بھی استعمال میں نہ لایا جائے۔

نمبر۳ اگر کسی مسلمان نے کسی اہل کتاب کی عورت سے شادی کر لی تو اب اس کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ان کے عبادت خانہ (گرجا گھر) سے منع کرے اور اس کو اپنے گھر شراب بنانے سے منع کرے۔ مگر اس کو حیض و نفاس اور جنابت کے غسل کے لئے مجبور نہیں کر سکتا۔

نمبر۴ دار الحرب میں کتابیہ سے بھی نکاح کیا گیا تو جائز ہے مگر اس میں کراہت ضرور ہے۔

نمبر۵ اگر کوئی مسلمان اپنی کتابیہ بیوی کو لے کر دار الحرب سے دار الاسلام میں داخل ہوا تو نکاح باقی رہا اور اگر مسلمان خود وہاں سے نکل آیا مگر عورت کو وہیں چھوڑ آیا تو تباین دارین کی وجہ سے ان میں فرقت ہو جائے گی۔

اہل کتاب:

وہ لوگ جو کسی آسمانی دین کا اعتقاد رکھتے ہوں مثلاً مصاحف ابراہیم' شیث' زبور داؤد' صحفِ موسوی' تورات و انجیل کو ماننے والے لوگ اہل کتاب ہیں۔ ان کی عورتوں سے نکاح کرنا اور ان کے ذبیحہ کو کھانا درست ہے۔

نمبر۱ وہ لوگ جن کے ماں باپ میں سے ایک اہل کتاب میں سے ہوا اور دوسرا مجوسی ہو تو اس کا حکم اہل کتاب والا ہی ہوگا۔

نمبر۲ کسی مسلمان نے کتابیہ سے نکاح کیا پھر وہ مجوسیہ ہوگئی تو وہ مسلمان پر حرام ہوگئی اور اس کا نکاح ٹوٹ گیا۔

نمبر۳ اگر کسی یہودیہ سے نکاح کیا پھر اس نے نصرانیت اختیار کی یا اس کا عکس کہ نصرانیہ سے نکاح کیا اور اس نے یہودیت اختیار کر لی تو اس صورت نکاح فاسد نہ ہوگا۔

ایک قاعدہ واصول:

میاں بیوی میں سے کوئی ایک جب ایسا مذہب اختیار کرلے کہ جس سے نکاح نہ ہوسکتا ہوتو نکاح باطل ہو جاتا ہے۔
نکاح کا فساد کس کی طرف سے ہوا ہے اس کو دیکھا جائے گا۔ اگر عورت نے مجوسیت اختیار کرلی جس کی وجہ سے نکاح کا فساد ہوا تو ان میں تفریق ہو جائے گی اور عورت کو مہر دینا لازم نہ آئے گا اور نہ ہی اس کو جوڑا دیا جائے گا۔ مگر اس میں شرط یہ ہے کہ یہ فساد صحبت سے قبل ہوا ہو اور اگر صحبت کے بعد فساد لازم ہوا تو تمام مہر لازم آئے گا۔ اور اگر فساد نکاح خاوند کی طرف سے ہوا کہ اس نے مجوسیت اختیار کرلی' اب اس کی بھی دو صورتیں ہیں کہ اگر یہ صحبت سے پہلے ہوا تو خاوند پر نصف مہر لازم آئے گا جب کہ مہر کی رقم متعین تھی۔ اگر مہر کی رقم متعین نہ تھی تو کپڑوں کا جوڑا دینا لازم ہوگا۔
اور اگر صحبت کے بعد فساد نکاح کا معاملہ پیش آیا تو تمام مہر دینا پڑے گا۔
نمبر۴ مرتد کو مرتدہ سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح مرتد کا مسلمہ اور کافرہ اصلیہ سے بھی نکاح درست نہیں۔
نمبر۵ مرتدہ کا نکاح کسی مرتد سے یا اصلی کافر یا مسلمان سے درست نہیں ہے
نمبر۶ کسی مسلمان عورت کا نکاح کسی مشرک' کتابی سے جائز نہیں۔
نمبر۷ کافرہ عورت کا فرہ مشرک کے ساتھ نکاح جائز ہے خواہ یہ عورت مجوسیہ ہو مشرکہ ہو البتہ مرتد کے لئے جائز نہیں۔
نمبر۸ ذمیوں کا باہمی مناکحہ جائز ہے۔ خواہ مختلف ہوں مثلاً ایک مجوسی دوسرا یہودی۔
نمبر۹ کتابیہ سے نکاح اس صورت میں بھی جائز ہے جب کہ پہلے مسلمہ سے نکاح کیا ہو اور مسلمہ سے نکاح بھی جائز جب کہ پہلے کتابیہ نکاح میں ہو۔ ان کی باری میں بھی برابری ہوگی۔

آٹھواں سبب' ملک کی وجہ سے حرمت:

(یعنی وہ عورتیں مالکہ ہونے کی وجہ سے مملوک پر حرام ہیں) کسی مالکہ کو اپنے غلام سے نکاح درست نہیں ہے۔ اسی طرح مشترک غلام سے بھی نکاح جائز نہیں۔
نمبر۱ اگر نکاح ہو جانے کے بعد میاں بیوی میں سے ایک دوسرے بعض یا کل کا مالک بن گیا تو نکاح باطل ہو گیا۔
نمبر۲ اگر کسی شخص نے اپنی لونڈی سے نکاح کرلیا یا اس لونڈی سے نکاح کیا جس کے بعض حصہ کا وہ مالک ہے تو یہ نکاح درست نہ ہوگا۔
نمبر۳ آج کل لونڈی' غلام کا یہ سلسلہ سمٹ گیا۔ بالفرض اگر کہیں لونڈی پائی جائے تو اس سے نکاح کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ لونڈی بننے کی شرائط نادر دہیں۔ اب نکاح کا فائدہ یہ ہوگا کہ نکاح کی بناء پر اس عورت سے صحبت حلال ہو جائے گا۔
نمبر۴ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کو (جو باندی ہے) خیار شرط کے ساتھ خریدا تو نکاح باطل نہ ہوگا۔

نواں سبب: طلاق ہے:

ایسی عورتیں جن کو طلاق مغلظہ دی گئی ہو اور اس کی وجہ سے حرام ہوگئیں تو ان سے اسی حالت میں نکاح درست نہیں۔

نمبر ۱ کسی آزاد عورت کو مرد اگر تین طلاقیں دے دے تو اب اس عورت سے اس کا نکاح حرام ہے یہاں تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح کے بعد صحبت کرے اور وہ اپنی مرضی سے طلاق دے پھر وہ عورت عدتِ طلاق گزرے تو تب نکاح درست ہے۔

نمبر ۲ جس لونڈی کو دو طلاقیں ملی ہوں تو اس سے دوبارہ نکاح اس وقت تک جائز نہیں جب تک دوسرا نکاح کر کے اس سے صحبت نہ کرے اور اس کو طلاق نہ دے اور اس کی عدت نہ گزر جائے۔ پہلا شوہر اس لونڈی کو اگرچہ خرید کر آزاد بھی کر دے تب بھی نکاح درست نہیں جب تک کہ دوسرا نکاح کر کے اس کا دوسرا شوہر اس سے صحبت نہ کرے اور پھر طلاق پا کر وہ عدت نہ گزارے۔ اسی طرح شوہر کے لئے اس لونڈی کو بطور ملک یمین استعمال کرنا بھی درست نہیں۔ یعنی دو طلاقیں دے کر اس کو خرید لے تو خریدنے کے بعد بھی اس سے وطی نہیں کر سکتا۔

مسائل متفرقہ:

نمبر ۱ نکاح متعہ باطل ہے۔ جب یہ جائز ہی نہیں تو اس کی وجہ سے نہ تو جماع حلال ہے اور نہ اس پر طلاق واقع ہو گی اسی طرح ایلاء اور ظہار کے احکام بھی نافذ نہ ہوں گے اور نہ ہی ان کے مابین وراثت کا سلسلہ ہوگا۔

متعہ:

کوئی مرد کسی ایسی عورت سے جس میں مندرجہ بالا موانع نہ ہوں مال کی ایک مقدار پر ایک مدت کے لئے فائدہ اٹھانا طے کر لیں۔ مثلاً دس روز یا چند روز ہو۔ یہ سب متعہ کی صورتیں ہیں۔

نکاح موقت:

متعہ کی طرح نکاح موقت بھی ناجائز ہے۔ خواہ مدت زیادہ ہو یا کم اور متعین ہو یا غیر متعین بہر صورت نکاح درست نہ ہوگا۔ البتہ اگر وہ ایسی مدت متعین کریں کہ جب تک دونوں کا زندہ رہنا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں وہ نکاح موقت میں داخل نہ ہوگا مثلاً ایک ہزار سال تک کے لئے نکاح کرتا ہوں۔ یہ نکاح درست ٹھہرے گا اور شرط باطل ہوگی۔ جیسا کہ کوئی شخص نکاح کو وقوع قیامت یا خروج دجال یا نزول عیسیٰ علیہ السلام وخروج دابہ وغیرہ تک کی مدت تک موقوف کرے تو نکاح صحیح اور شرط باطل ہو گی۔

نمبر ۲ اگر کسی شخص نے نکاح کا وقت متعین نہیں کیا مگر دل میں اس کی مدت متعین تھی مثلاً نکاح کرنے والے کا خیال تھا کہ میں اسے ایک یا دو سال تک رکھوں گا اور پھر اسے چھوڑ دوں گا تو اس صورت میں نکاح درست ہو جائے گا اور خیال کا اعتبار نہ ہوگا۔

نمبر۳ اگر کسی شخص نے کسی عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ میں ایک ماہ بعد طلاق دے دوں گا تو نکاح درست ہو جائے گا اور شرط باطل ہوگی۔

نمبر۴ اگر کسی نے نکاح کرتے ہوئے عورت سے یہ شرط طے کی کہ میں دن میں تمہارے ساتھ رہوں گا مگر رات نہ رہوں گا تو یہ نکاح درست ہے۔

نمبر۵ اگر مرد وعورت دونوں حالت احرام میں ہوں تو ان کا نکاح درست ہے۔

نمبر۶ کسی عورت کا ولی اس عورت کے حالت احرام میں اس کا نکاح کر سکتا ہے۔

نمبر۷ اگر عورت نے قاضی کی عدالت میں دعویٰ دائر کیا کہ فلاں شخص نے مجھ سے نکاح کیا ہے اور نکاح کے ثبوت کے لئے اس نے دو گواہ بھی پیش کر دیے اور قاضی نے اس شخص کو اس عورت کا شوہر قرار دے دیا حالانکہ اس نے واقعۃً اس عورت سے نکاح نہیں کیا تھا تو قاضی کے فیصلہ کے بعد اس عورت کے لئے جائز ہے کہ وہ زید کے ساتھ رہے اور اس شخص کو جائز ہوگا کہ اگر وہ عورت اس سے صحبت کا مطالبہ کرے تو وہ اس سے صحبت کرے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابو یوسف کا پہلا قول ہے۔ قاضی کا فیصلہ اور ہر دو کا دو گواہوں کے سامنے تسلیم کرنا بمنزلہ عقد ہوگا بشرطیکہ عورت قابل عقد ہو اور گواہ بھی درست ہوں۔

امام محمد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں اس مرد کو اس عورت سے جماع جائز نہیں ہے۔

نمبر۸ اگر قاضی کے فیصلہ کے موقعہ پر عورت کسی دوسرے شخص کے نکاح میں ہو یا پہلے شوہر کے طلاق دینے کی وجہ سے عدت میں ہو یا خود اس آدمی نے اس کو طلاق مغلظہ دیکر پہلے الگ کیا ہو تو ان صورتوں میں موانع کی وجہ سے قاضی کا فیصلہ نافذ العمل نہ ہوگا اور یہ عورت اس شخص کی بیوی نہ بن سکے گی۔

نمبر۹ علماء کی اکثریت اس مسئلہ مذکورہ میں اس بات کی قائل ہے کہ قاضی کا فیصلہ اس وقت نافذ العمل ہوگا جب فیصلہ کے وقت گواہ حاضر ہوں۔

نمبر۱۰ اگر کسی شخص نے عدالت میں دعویٰ کیا کہ فلاں عورت اس کی منکوحہ ہے اور ثبوت دعویٰ کے لئے گواہ پیش کر دے تو اس کا حکم بھی وہی ہوگا جو اوپر مذکور ہوا۔

نمبر۱۱ اگر کوئی عورت قاضی کے ہاں دعوی کرے کہ میرے فلاں شوہر نے مجھے طلاق دے دی ہے اور اس نے فیصلہ صادر کر دیا باوجودیکہ وہ عورت جانتی ہے کہ میں نے جھوٹ بولا تھا۔ فلہٰذا قاضی کا فیصلہ بمنزلہ حکم طلاق شمار ہوگا اور اس عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ اس طلاق کے بعد وہ عورت ایام عدت گزار کر کسی اور مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔ ان گواہوں میں سے کسی کو اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہے۔

یہ عورت اپنے پہلے خاوند کے لئے حلال نہ ہوگی۔ اس کو اس سے نکاح کرنا جائز نہ ہوگا۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

وہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی اس سے اس کا نکاح درست نہیں اور نہ کسی دوسرے سے نکاح جائز ہوگا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اس عورت کا خاوند ثانی جب تک جماع نہ کرے اس وقت تک یہ پہلے شوہر کے لئے حلال رہے گی۔ اگر دوسرے مرد نے جماع کر لیا تو اب جب تک اس کی عدت نہ گزرے عدت واجب ہونے کی وجہ سے پہلے شوہر کے لئے یہ حرام رہے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ کے ہاں دوسرے مرد سے اس کا نکاح جائز نہیں ہے۔

نمبر۱۲ اگر کسی شخص نے دعویٰ کیا کہ فلاں عورت کا میرے ساتھ نکاح ہوا تھا کہ مگر عورت اس سے انکاری ہے۔ پھر اس شخص نے اس عورت سے مصالحت چاہی اور یہ لالچ دی کہ اگر تم اقرار کر لو تو تمہیں اتنی رقم دوں گا۔ اس عورت نے اقرار کر لیا تو اب اس شخص پر لازم ہے کہ اس عورت کو متعینہ مال ادا کرے۔ اب اس عورت کا یہ اقرار بمنزلہ نکاح شمار ہوگا۔ اب اگر یہ اقرار گواہوں کی موجودگی میں ہے تو نکاح کو درست قرار دیا جائے گا اور دونوں کا بطور میاں بیوی رہنا درست ہوگا اور اگر اقرار کے وقت کوئی گواہ موجود نہ تھا تو انعقاد نکاح نہ ہوگا اور دونوں کا میاں بیوی ہونے کی حیثیت سے رہنا ناجائز ہوگا۔

(فتاویٰ عالمگیریہ بیان المحرمات)

الفصل الاول:

پھوپھی بھتیجی، خالہ بھانجی کو ایک نکاح میں جمع کرنے کی ممانعت

۳۱۱۹/۱عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْاَةِ وَعَمَّتِهَا وَلَا بَيْنَ الْمَرْاَةِ وَخَالَتِهَا. (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۶۰/۹ الحدیث رقم۵۱۰۹ ومسلم فی ۱۰۸۲/۲ الحدیث رقم (۳۳-۱۴۰۸) و ابوداؤد فی السنن ۵۵۴/۲ الحدیث رقم ۲۰۶۶ وابن ماجه فی ۶۲۱/۱ الحدیث رقم ۱۹۲۹، والدارمی فی ۱۸۳/۲ الحدیث رقم ۲۱۷۹، ومالك فی الموطأ ۵۳۲/۲ الحدیث رقم ۲۰ من کتاب النکاح

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت اور اس کی پھوپھی کو اور عورت اور اس کی خالہ کو (ایک عقد میں) جمع نہ کیا جائے۔ یہ بخاری و مسلم میں ہے۔

تشریح ❁ پھوپھی خالہ سے یہاں مراد عام ہے کہ وہ اس کی حقیقی پھوپھی ہو خواہ مجازی یعنی اوپر کے درجہ کی مثلاً دادا کی بہن، نانی کی بہن، اسی طرح اس سے اور اوپر کے درجہ کی۔ (۲) یہاں پھوپھی اور خالہ کا اتفاقی تذکرہ آ گیا ہے اس وجہ سے ان کو خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے انہی کے متعلق پوچھا گیا ہوگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں یہ بات ارشاد فرمادی ہوگی۔ اسی طرح اور عورتوں کو جمع کرنا بھی حرام ہے جیسا فوائد الباب میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ (ع۔ح)

نسب اور رضاعت حرمت میں برابر ہیں

۲/۳۱۲۰ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ۔

(رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۳۹/ الحديث رقم ۵۰۹۹ ومسلم فی ۱۰۶۸/۲ الحديث رقم (۲-٤٤٤) والدارمی فی السنن ۲۰۸/۲ الحديث رقم ۲۲٤۹ ومالك فی الموطأ ۶۰۱/۲ الحديث رقم ۱ من كتاب الرضاع

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دودھ کی وجہ سے بھی وہ چیز حرام ہوجاتی ہے جو ولادت سے حرام ہوجاتی ہے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ دودھ پینے سے وہی رشتے حرام ہوتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔ اس میں بعض صورتیں مستثنیٰ ہیں۔ جن کی تفصیل فوائد الباب میں ذکر کردی گئی ہے۔

(۲) علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد:

اس ارشاد میں اس طرح دلیل ہے کہ دودھ کے تعلق کی وجہ سے نکاح کرنا حرام ہوجاتا ہے اور نظر کرنا اور خلوت' اور مسافرت حلال ہوجاتی ہیں لیکن نسب کے تمام احکامات اس پر مرتب نہیں ہوتے۔ مثلاً وراثت اسی طرح ان میں سے ایک کا نفقہ دوسرے پر واجب نہیں ہوتا اور رضاعی رشتے داروں کے مالک ہوجانے کی صورت میں وہ آزاد نہیں ہوتے۔ اسی طرح اگر بچے کو اس کا رضاعی باپ قتل کردے تو وہ قصاص سے نہیں بچ سکتا۔ ان تمام احکامات میں وہ اجنبیوں کی طرح ہے۔

رضاعی چچا محرم ہے

۳/۳۱۲۱ وَعَنْهَا قَالَتْ جَاءَ عَمِّيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَاسْتَأْذَنَ عَلَيَّ فَاَبَيْتُ اَنْ اٰذَنَ لَهٗ حَتّٰى اَسْاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْتُهٗ فَقَالَ اِنَّهٗ عَمُّكِ فَأْذَنِيْ لَهٗ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا اَرْضَعَتْنِي الْمَرْاَةُ وَلَمْ يُرْضِعْنِي الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ عَمُّكِ فَلْيَلِجْ عَلَيْكِ وَذٰلِكَ بَعْدَ مَا ضُرِبَ عَلَيْنَا الْحِجَابُ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۳۸/۹ الحديث رقم ۵۲۳۹ ومسلم فی ۱۰۷۰/۲ الحديث رقم (۷-۱٤٤۵) وابو داؤد فی السنن ۵٤۷/۲ الحديث رقم ۲۰۵۷ والترمذی فی ٤۵۳/۳ الحديث رقم ۱۱٤۸ وابن ماجه فی ۶۲۷/۱ الحديث رقم ۱۹٤۹ والدارمی فی ۲۰۷/۲ الحديث رقم ۲۲٤۸ ومالك فی الموطأ ۶۰۱/۲ الحديث رقم ۲ من كتاب النكاح، واحمد فی المسند ۱۹٤/۶

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میرے رضاعی چچا آئے اور انہوں نے گھر آنے کی اجازت مانگی تو میں نے انکار کردیا جب تک کہ میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت نہ کرلوں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے

آئے تو میں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ یقیناً تمہارا چچا ہے اس کو اپنے ہاں آنے کی اجازت دو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے تو عورت نے دودھ پلایا ہے مرد نے تو نہیں پلایا تو اس کے جواب میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ یقیناً تیرا چچا ہے وہ تیرے پاس آ سکتا ہے اور یہ واقعہ پردے کے نزول کے بعد کا ہے۔ یعنی اجنبیوں سے پردہ ہے قرابت والوں سے نہیں۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی چچا کا نام افلح تھا یہ ابوالقیس کے بھائی تھے جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی باپ تھے۔

(۲) اَرْضَعَتْنِی الْمَرْاَةُ :یعنی مجھے عورت نے دودھ پلایا ہے یعنی دودھ براہ راست عورت سے پیا ہے گویا انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ عورت کے دودھ پلانے کا اثر عورت تک ہے مردوں میں وہ سرایت نہیں کرتا۔ تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ وہ تیرا چچا ہے شوق سے تیرے پاس آ سکتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ دودھ کی حرمت جس طرح دودھ پلانے والی عورت میں ثابت ہوتی ہے اسی طرح اس کے خاوند اور دیگر رشتہ داروں میں بھی ثابت ہوتی ہے۔ (ع)

دودھ کی حرمت نسب کی طرح ہے

۳۱۲۲/۴ وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ لَكَ فِي بِنْتِ عَمِّكَ حَمْزَةَ فَاِنَّهَا اَجْمَلُ فَتَاةٍ فِي قُرَيْشٍ فَقَالَ لَهٗ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ حَمْزَةَ اَخِيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَاَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا حَرَّمَ مِنَ النَّسَبِ۔

(رواہ مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ١٠٧١/٢ الحديث رقم (١١-١٤٤٦)۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ ﷺ کو اپنے چچا حمزہؓ کی بیٹی کی طرف رغبت ہے، وہ خوبصورت بھی ہے اور قریش کی جوان عورتوں میں سے بھی ہے۔ آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اے علی! تم نہیں جانتے کہ حمزہ میرے دودھ شریک بھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے دودھ کی وجہ سے بھی وہ رشتے حرام کیے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام کیے ہیں۔

تشریح ۞ ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے پہلے حضرت حمزہؓ کو دودھ پلایا تھا اور اس واقعہ کے چار سال بعد آپ ﷺ کو بھی اس نے دودھ پلایا۔ ثویبہ نے جب حضرت ﷺ کے پیدا ہونے کی اطلاع ابولہب کو دی تو ابولہب نے اسی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کر دیا۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ ابولہب کو پیر کے دن عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے کیونکہ یہ دن آپ ﷺ کی ولادت کا ہے۔ (۲) آپ ﷺ کو چار عورتوں نے دودھ پلایا۔ نمبر ۱ آپ ﷺ کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ، نمبر ۲ ثویبہ، نمبر ۳ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نمبر ۴ ام ایمنؓ جو آپ ﷺ کے والد کی لونڈی تھیں۔ (ح۔ مولانا)

ایک' دوبار دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی

۳۱۲۳/۵وَعَنْ اُمِّ الْفَضْلِ قَالَتْ اِنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الرَّضْعَةُ اَوِالرَّضْعَتَانِ وَفِیْ رِوَایَةِ عَائِشَةَ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَالْمَصَّتَانِ وَفِیْ اُخْرٰی لِاُمِّ الْفَضْلِ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الْاِ مْلَاجَةُ وَالْاِ مْلَاجَتَانِ هٰذِهٖ رِوَایَاتٌ لِمُسْلِمٍ۔

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۰۷۳/۲ الحدیث رقم (۲۱۔۱۴۵۱)ابن ماجه فی السنن ۶۲۴/۱ الحدیث رقم ۱۹۴۰۔

ترجمہ: حضرت ام فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک بار کا دودھ پینا یا دوبار دودھ پینا ایک بار چوسنا یا دوبار چوسنا (نکاح کو) حرام نہیں کرتا۔ دوسری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت بھی اسی طرح ہے کہ ایک چوس یا دو چوس حرام نہیں کرتے اور ام فضل کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا پستان کا ایک یا دوبار منہ میں داخل کرنا (نکاح کو) حرام نہیں کرتا یعنی نکاح کو۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ان احادیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دودھ کے ایک دو بار چوسنے سے نکاح حرام نہیں ہوتا۔ البتہ تین یا زیادہ بار چوسنے سے تو حرام ہو جاتا ہے۔ بعض علماء نے انہی روایات پر عمل کیا ہے لیکن احناف اور اکثر علماء کے ہاں دودھ کی قلیل اور کثیر مقدار برابر ہے بشرطیکہ دو برس کے دوران دودھ پیا جائے۔ (۲) اکثر کے نزدیک دودھ کی مدت دو سال ہے مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اڑھائی سال ہے۔ (۳) امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَاُمَّهٰتُكُمُ اللّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَكُمْ﴾ (النساء: ۲۳) یہ آیت مطلق ہے اور خبر واحد میں یہ صلاحیت نہیں کہ کتاب اللہ کے مطلق کو مقید کرے پس مطلق اپنے اطلاق پر باقی رہے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ حرمت رضاعت ثابت ہونے کے لئے دودھ کی کوئی خاص مقدار متعین نہیں ہے۔

اسی طرح ان کی دلیل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گزشتہ روایت بھی ہے اور وہ بھی مطلق وارد ہے: "یحرم من الرضاعة مایحرم من الولادة" الحدیث۔ (۵) امام شافعی رحمہ اللہ پانچ بار سے کم پینے کو حرمت کا سبب قرار نہیں دیتے۔ ان کی دلیل اگلی روایت ہے۔ (ح۔ع)

۳۱۲۴/۶وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ فِيْمَا اُنْزِلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُوْمَاتٍ يُحَرِّ مْنَ ثُمَّ نُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَعْلُوْمَاتٍ فَتُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِیَ فِيْمَا يُقْرَاُ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۰۷۵/۲ الحدیث رقم (۲۴۔۱۴۵۲)وابوداؤد فی السنن ۵۵۱/۲ الحدیث رقم ۲۰۶۲، والنسائی فی ۱۰۰/۶ الحدیث رقم ۳۳۰۷ والدارمی فی ۲۰۹/۲ الحدیث رقم ۲۲۵۳۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ قرآن مجید میں یہ حکم نازل ہوا تھا کہ دس چوس جن کا پینا معلوم ہو جائے وہ (نکاح کو) حرام کر دیتا ہے۔ پھر یہ حکم "پانچ چوس جو کہ معلوم ہو جائیں" ان سے منسوخ ہو گیا۔ پھر رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور یہ قرآن مجید میں اسی طرح پڑھا جاتا تھا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ پہلا حکم یہی تھا کہ دس بار دودھ پینا حرام کرتا ہے پھر یہ حکم منسوخ ہوا اور اس کی تلاوت بھی منسوخ ہوگئی اور پانچ بار پینا یا پانچ گھونٹ پینا یہ حکم اترا اور یہ حکم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی قراءت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک پڑھا جاتا رہا اور دیگر تمام صحابہؓ کے نزدیک اس کا پڑھنا منسوخ ہوگیا۔

(۲) امام شافعیؒ کے نزدیک اس کی تلاوت تو منسوخ کر دی گئی لیکن اس کا حکم باقی ہے۔ (۳) اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء کے نزدیک اس کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوگئے۔ اس کی ناسخ: ﴿وَاُمَّهٰتُكُمُ اللّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَكُمْ﴾ (النساء: ۲۳) ہے۔ جو کہ مطلق وارد ہوئی ہے۔ (مولانا)

۳۱۲۵/۷ وَعَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَ هَا رَجُلٌ فَكَاَنَّهٗ كَرِهَ ذٰلِكَ فَقَالَتْ اِنَّهٗ اَخِیْ فَقَالَ انْظُرْنَ مَنْ اِخْوَانُكُنَّ فَاِنَّمَا الرَّضَا عَةُ مِنَ الْمَجَا عَةِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۴۶/۹ الحدیث رقم ۵۱۰۲ومسلم فی ۱۰۷۸/۲ الحدیث رقم (۳۲_۱۴۵۵)وابوداؤد فی السنن ۵۴۸/۲ الحدیث رقم ۲۰۵۸ والنسائی فی ۱۰۲/۶ الحدیث رقم ۳۳۱۲ والدارمی فی ۲۱۰/۲ الحدیث رقم ۲۲۵۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس وقت ان کے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات ناگوار گزری تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ میرا رضاعی بھائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذرا غور سے پہچان لیا کرو کہ تمہارا بھائی کون ہے۔ بے شک بھوک میں دودھ پلانا معتبر ہے۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یعنی دودھ پلانا وہ معتبر ہے جو طعام کے قائم مقام ہو اور بھوک کو دور کرنے والا ہو اور یہ بات بچپن یعنی چھوٹی عمر میں ہوتی ہے۔ جو کہ اکثر علماء کے نزدیک دو برس اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اڑھائی برس ہے۔ اس زمانہ میں بچہ کھانے سے سیر نہیں ہوتا بلکہ دودھ سے سیر ہوتا ہے۔ بڑی عمر میں دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ (۲) وہ شخص جس کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنا دودھ شریک بھائی کہا تھا اور اس وقت ان کے قریب بیٹھا ہوا تھا اس نے بڑی عمر میں دودھ پیا تھا۔ بعض نے یہ کہا کہ ان کے نزدیک دودھ کی حرمت بڑی عمر میں بھی حاصل ہو جاتی تھی۔ (ح) (۳) بڑی عمر میں دودھ پلانے سے ان کے ہاں کلام کرنا اور سامنے آنا درست ہوتا تھا۔ ورنہ حرمت نکاح کے لئے ان کے ہاں بھی دو سال کی عمر ضروری تھی۔ ورنہ اس کے خلاف یہ روایت کیونکر نقل کرتیں۔

رضاعت کے شبہ پر جدائی کا فیصلہ

۳۱۲۶/۸ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّهٗ تَزَوَّجَ ابْنَةً لِاَبِیْ اِهَابِ بْنِ عَزِيْزٍ فَاَتَتِ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ قَدْ اَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالَّتِیْ تَزَوَّجَ بِهَا فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ مَا اَعْلَمُ اَنَّكِ قَدْ اَرْضَعْتِنِیْ وَلَا اَخْبَرْتِنِیْ فَاَرْسَلَ اِلٰى اٰلِ اَبِیْ

اِھَابٍ فَسَأَلَھُمْ فَقَالُوْا مَا عَلِمْنَا اَرْضَعَتْ صَاحِبَتَنَا فَرَكِبَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ وَقَدْ قِيْلَ فَفَارَقَهَا عُقْبَةُ وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ۔

(رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٥/٢٥١ الحدیث رقم ٢٦٤٠

ترجمہ: حضرت عقبہ بن حارثؓ کہتے ہیں کہ میں نے ابواھاب بن عزیز کی بیٹی سے نکاح کیا' پھر ایک عورت آئی وہ کہنے لگی کہ میں نے عقبہ اور اس عورت کو جس سے اس نے نکاح کیا ہے دودھ پلایا ہے۔ عقبہ نے اس عورت کو کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ تو نے مجھے دودھ پلایا ہے اور تو نے مجھے اس سے پہلے اس کی اطلاع بھی نہیں دی۔ پھر انہوں نے ایک شخص کو ابوہاب کے پاس بھیجا اور اس سے پوچھا کہ تمہاری لڑکی کو کیا اس عورت نے دودھ پلایا ہے انہوں نے جواب دیا ہمیں معلوم نہیں کہ اس عورت نے ہماری لڑکی کو دودھ پلایا ہے یا نہیں۔ چنانچہ عقبہ اسی وقت سوار ہو کر مدینہ منورہ حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور اس کا حکم آپ ﷺ سے دریافت کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اس عورت کو کس طرح نکاح میں رکھے گا جب کہ اس کے بارے میں یہ کہہ دیا گیا کہ وہ تیری دودھ شریک بہن ہے' تو عقبہ نے اس عورت کو جدا کر دیا۔ اس عورت نے دوسرے خاوند سے نکاح کر لیا یہ بخاری کی روایت ہے۔

① اس روایت سے امام احمد رحمہ اللہ نے استدلال کیا ہے کہ دودھ کے سلسلہ میں ایک عورت کی گواہی کافی ہے

② امام ابوحنیفہ اور اکثر علماء کے ہاں دودھ کے لئے بھی دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی جو کہ عادل ہوں ضروری ہے۔

③ اس روایت میں جو کچھ مذکور ہے وہ احتیاط کی وجہ سے ہے اور تقویٰ کا تقاضہ یہی ہے کہ وہ جمع نہ رہیں بلکہ جدائی اختیار کر لیں۔ اس لئے کہ ساری زندگی دل میں یہ اندیشہ اور خلش رہے گی کہ کہیں یہ میری رضاعی بہن نہ ہو' اس طرح زندگی بے لطف اور بے کیف ہو جائے گی۔ (ح)

دارالحرب سے قید کی جانے والی عورتیں خاوندوں کے باوجود مجاہدین پر حلال ہیں

۳۱۲۷/۹ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ بَعَثَ جَيْشًا اِلَى اَوْطَاسٍ فَلَقُوْا عَدُوًّا فَقَاتَلُوْهُمْ فَظَهَرُوْا عَلَيْهِمْ وَاَصَابُوْا لَهُمْ سَبَايَا فَكَاَنَّ نَاسًا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَرَّجُوْا مِنْ غِشْيَانِهِنَّ مِنْ اَجْلِ اَزْوَاجِهِنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ ذٰلِكَ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اَيْ فَهُنَّ لَهُمْ حَلَالٌ اِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهُنَّ۔

(رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ١٠٧٩/٢ الحدیث رقم (٣٣-١٤٥٦) وابوداوٗد فی السنن ٦١٢/٢ الحدیث رقم ٢١٥٥ ولترمذی فی ٤٣٨/٣ الحدیث رقم ١١٣٢ ولنسائی فی ١٠/٦ الحدیث رقم ٣٣٣٣

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کے دن اوطاس کی طرف ایک لشکر بھیجا۔ یہ طائف کے قریب ایک جگہ ہے۔ لشکر کا دشمنوں سے مقابلہ ہوا' وہ دشمن کے خلاف لڑکر اس پر غالب آئے۔ ان کو وہاں قیدی ملے۔ بعض اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باندیوں سے صحبت کرنے سے گریز کیا کیونکہ ان کے خاوند حالت شرک میں موجود تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ......﴾ تم پر خاوندوں والی عورتیں حرام ہیں۔ سوائے ان عورتوں کے کہ جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوئے یعنی وہ دارالحرب سے پکڑ کر لائی گئیں اور ان کے خاوند دارالحرب میں موجود ہوں۔ پس یہ لونڈیاں ان کے لئے حلال ہیں جب کہ ان کی عدت گزر جائے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ جو عورت کسی کے نکاح میں ہو اس سے اور کسی کو نکاح کرنا اور تصرف میں لانا جائز نہیں۔ مگر کفار کی وہ عورتیں جو قید ہو کر آئیں اور ان کے خاوند دارالحرب میں موجود ہوں' اس کے باوجود ان کو اپنے تصرف میں لانا درست ہے۔ جب کہ ان کی عدت گزر جائے اور اس عدت سے مراد استبراء رحم ہے۔ یعنی اگر وہ حاملہ ہوں تو بچے کی ولادت تک اور اگر غیر حاملہ ہوں تو ایک حیض گزر جانے پر وہ حلال ہو جائیں گی۔ اگر ان کو حیض نہ آتا ہو تو ایک ماہ گزارنا ہوگا۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ خاوند والی لونڈی جب فروخت کر دی جائے تو اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور خریدنے والے کو صحبت کرنا استبراء کے بعد اس آیت کے عموم کے مطابق حلال ہو جاتا ہے۔

دیگر علماء کا قول:

اس عورت کا نکاح نہیں ٹوٹتا اور آیت کا نزول صرف دارالحرب سے قید کی جانے والی عورتوں سے متعلق ہے۔ واللہ اعلم۔ (ع)

چھوٹے اور بڑے حقیقی رشتہ والی عورتوں کو جمع نہ کیا جائے

۳۱۲۸/۱۰ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ تُنْكَحَ الْمَرْاَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا اَوِالْعَمَّةُ عَلٰى بِنْتِ اَخِيْهَا وَالْمَرْاَةُ عَلٰى خَالَتِهَا اَوِ الْخَالَةُ عَلٰى بِنْتِ اُخْتِهَا لَا تُنْكَحُ الصُّغْرٰى عَلَى الْكُبْرٰى وَلَا الْكُبْرٰى عَلَى الصُّغْرٰى (رواہ الترمذی وابوداود والدارمی والنسائی وروایته الی قوله) بِنْتِ اُخْتِهَا.

اخرجه ابود اود فی السنن ۵۵۳/۲ الحدیث رقم ۲۰۶۵ والترمذی فی ۴۳۳/۳ الحدیث رقم ۱۱۲۶ والنسائی فی ۹۷/۶ الحدیث رقم ۳۲۹۶ والدارمی فی ۱۸۳/۲ الحدیث رقم ۲۱۷۸

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی عورت سے اس کی پھوپھی

پر نکاح نہ کیا جائے یا پھوپھی سے اس کی بھتیجی پر نکاح نہ کیا جائے اور نہ نکاح کیا جائے کسی عورت سے اس کی خالہ پر اور نہ نکاح کیا جائے کسی کی بھانجی پر اس کی خالہ سے اور نہ نکاح کیا جائے چھوٹے رشتہ والی کا بڑے رشتہ والی پر اور نہ بڑے رشتہ والی کا چھوٹے رشتہ والی پر۔ یہ ترمذی' ابوداؤد' دارمی' نسائی کی روایت ہے۔ نسائی کی روایت میں بِنْتِ اُخْتِهَا تک ہی ہے۔

تشریح ۞ لَا تُنْكَحُ الصُّغْرٰى ۔ یہ حصہ ارشاد روایت کے پہلے حصہ کی تاکید ہے اور چھوٹے رشتہ سے مراد بھتیجی اور بھانجی ہے۔

اور بڑے رشتہ سے مراد پھوپھی اور خالہ ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ خالہ کو بھانجی پر اور بھانجی کو خالہ پر اور بھتیجی کو پھوپھی پر اور پھوپھی کو بھتیجی پر جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ ان میں سے ایک کو طلاق دینے کے بعد دوسری سے نکاح میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

باپ کی منکوحہ سے نکاح کو حلال قرار دینے والا واجب القتل ہے

۳۱۲۹/۱۱ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ مَرَّبِیْ خَالِیْ اَبُوْبُرْدَةَ بْنُ نِیَارٍ وَمَعَهٗ لِوَاءٌ فَقُلْتُ اَیْنَ تَذْهَبُ فَقَالَ بَعَثَنِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی رَجُلٍ تَزَوَّجَ اِمْرَاَةَ اَبِیْهِ اٰتِیْهِ بِرَأْسِهٖ (رواه الترمذی وابوداؤد وفی روایة له وللنسائی وابن ماجة والدارمی) فَاَمَرَنِیْ اَنْ اَضْرِبَ عُنُقَهٗ وَاٰخُذَ مَالَهٗ (وفی هذه الروایة قال) عَمِّیْ بَدَلَ خَالِیْ ۔

اخرجه ابوداود فی السنن ۶۰۲/۴ الحدیث رقم ۴۴۵۶ والترمذی فی ۶۴۳/۳ الحدیث رقم ۱۳۶۲ والنسائی فی ۱۰۹/۶ الحدیث رقم ۳۳۳۱ وابن ماجه فی ۹۶۹/۲ الحدیث رقم ۲۶۰۷ واحمد فی المسند ۲۹۲/۴

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے ماموں ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کا میرے پاس سے گزر ہوا۔ وہ ایک نشان ہاتھ میں لے کر جا رہے تھے' میں نے دریافت کیا آپ کدھر کو جاتے ہیں؟ وہ کہنے لگے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے شخص کی طرف روانہ فرمایا ہے کہ جس نے اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح کیا ہے۔ مجھے حکم ملا ہے کہ میں اس کا سر لے کر آؤں۔ یہ ترمذی اور ابوداؤد کی روایت ہے اور ابوداؤد کی ایک روایت اور نسائی اور ابن ماجہ اور دارمی کی روایت میں اس طرح ہے کہ مجھے آپ نے حکم فرمایا ہے کہ میں اس شخص کی گردن اتار کر آپ کی خدمت میں پیش کروں اس کا مال بھی پیش کروں اور اس روایت میں ماموں کی بجائے چچا کا ذکر ہے۔

تشریح ۞ اس میں اختلاف ہے کہ حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ یہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے چچا ہیں یا ماموں ہیں۔

(۲) ان کے پاس نشان اس لئے تھا تاکہ وہ اس بات کی علامت ہو کہ ان کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ کام کے لئے بھیجا ہے۔ (۳) علامہ طیبی کا قول: جس شخص کی گردن اڑانے کا حکم فرمایا اس کا اعتقاد یہ تھا کہ باپ کی بیوی سے نکاح حلال ہے۔ جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اسی طرح کا عقیدہ رکھتے تھے۔ جو شخص اسلام کی حرام کردہ چیز کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھتا

ہو وہ کافر ہے اور اس کا قتل اور مال سب حلال ہو جاتا ہے۔ (ع)

رضاعت دودھ چھڑانے کی عمر تک ثابت ہوتی ہے

۳۱۳۰/۲ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُحَرِّمُ مِنَ الرَّضَاعِ اِلَّا مَا فَتَقَ الْاَمْعَاءَ فِي الثَّدْيِ وَكَانَ قَبْلَ الْفِطَامِ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۴۵۸/۳ الحدیث رقم ۱۱۵۲

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ دودھ حرمت پیدا کرتا ہے جو چھاتی سے پیتے وقت انتڑیوں کو کھولے اور یہ دودھ چھڑانے سے پہلے پہلے ہے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **فَتَقَ الْاَمْعَاءَ**: کا مطلب یہ ہے لڑکے کی انتڑیوں کو کھانے کی طرح خوراک دے اور اور پیٹ میں غذاء کی جگہ پائے اور یہ شیر خوارگی کے زمانہ میں ہوتا ہے جو کہ دو سال کا زمانہ یا اڑھائی سال کا عرصہ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ دو برس یا اڑھائی برس کے بعد کسی ماں کا دودھ رضاعت کو ثابت نہیں کر سکتا۔

نمبر۲ فِي الثَّدْيِ:

کہہ کر دودھ پلانے کی عمومی صورت کو ذکر فرمایا ہے۔ کیونکہ عموماً چھاتیوں سے دودھ پلایا جاتا ہے' ورنہ حرمت رضاعت کے لئے دودھ کا چھاتی سے پینا لازم نہیں' صرف دودھ کا پیٹ میں جانا ضروری ہے خواہ کسی چیز میں نکال کر پلایا جائے مثلاً فیڈر' چمچہ' وغیرہ ہر طرح سے حرمت ثابت ہو جائے گی۔

(۳) قَبْلَ الْفِطَامِ:

یہ جملہ ماقبل کی تاکید کے لئے ہے۔ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ وقت سے پہلے دودھ چھڑانے کا اعتبار نہیں البتہ دودھ پلانا مدت رضاعت کے اندر ہونا چاہئے اس سے باہر نہ ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دودھ آدمی کے بدن کا جزو ہے اور انسانی جزو سے بلاضرورت فائدہ اٹھانا حرام ہے اور ضرورت تو پوری ہو چکی۔ اسی وجہ سے علماء نے لکھا ہے کہ آدمی کے دودھ کو بطور دوائی کے استعمال کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ (مگر بضرورت جائز ہے' مولانا) اہل طب نے لکھا ہے لڑکیاں جننے والی عورت کا دودھ آنکھ کے امراض میں آنکھوں میں بطور قطرات ٹپکانے سے کئی امراض کا ازالہ کرتا ہے۔ مشائخ کے اس سلسلہ میں دو قول ہیں بعض نے ظن غالب کی صورت میں جائز قرار دیا (اور دوسروں نے اس کو ناجائز ہی کہا ہے)۔ (ع۔ درمختار)

خدمت کا بدل خادم

۳۱۳۱/۳ وَعَنْ حَجَّاجِ بْنِ حَجَّاجٍ الْاَسْلَمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يُذْهِبُ عَنِّيْ مَذِمَّةَ الرَّضَاعِ فَقَالَ غُرَّةٌ عَبْدٌ اَوْ اَمَةٌ۔ (رواه الترمذی وابوداود والنسائی والدارمی)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۵۵۳/۲ الحدیث رقم ۲۰۶٤ والترمذی فی ٤۵۹/۳ الحدیث رقم ۱۱۵۳ والنسائی فی ۱۰۸/٦ الحدیث رقم ۳۳۲۹ والدارمی فی ۲۰۹/۲ الحدیث رقم ۲۲۵٤ واحمد فی المسند ٤۵/۳

ترجمہ: حضرت حجاج بن حجاج اسلمی رضی اللہ عنہ نے نقل کیا کہ میں نے آپ سے دریافت کیا کہ دودھ پلانے کے حق کو ادا کرنے کی کیا صورت ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اس کو غلام یا ایک لونڈی ہدیہ میں دینا۔ یہ ترمذی' ابوداؤد' نسائی اور دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ سائل نے حق رضاعت کو ادا کرنے کی صورت دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ اس کو غلام ولونڈی دینے سے اس کا حق رضاعت ادا ہو جائے گا۔ کیونکہ دودھ پلانے والی دودھ پینے والے کی خدمت کرتی ہے تو اس کا صلہ خدمت سے پورا ہو سکتا ہے اور غلام خدمت کے لئے ہی ہوتا ہے۔ (ح)

مرضعہ کی تعظیم وتکریم

۳۱۳۲/۱٤ وَعَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ الْغَنَوِیِّ قَالَ کُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَبَلَتِ امْرَاَةٌ فَبَسَطَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رِدَاءَهٗ حَتّٰی قَعَدَتْ عَلَیْهِ فَلَمَّا ذَهَبَتْ قِیْلَ هٰذِهٖ اَرْضَعَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ (رواہ ابو داود)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۳۵۳/۵ الحدیث رقم ۵۱٤٤۔

حضرت ابوطفیل غنوی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ اچانک ایک عورت سامنے آئی تو جناب نبی اکرم ﷺ نے اس کی تعظیم کے لئے اپنی چادر مبارک بچھادی وہ اس پر بیٹھ گئی۔ پھر جب وہ چلی گئی تو یہ کہا جانے لگا کہ اس عورت نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

اسلام لانے پر چار عورتوں سے زائد نکاح میں نہیں رکھ سکتا

۳۱۳۳/۱۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ غَیْلَانَ بْنَ سَلَمَةَ الثَّقَفِیَّ اَسْلَمَ وَلَهٗ عَشْرُ نِسْوَةٍ فِی الْجَاهِلِیَّةِ وَاَسْلَمْنَ مَعَهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَمْسِكْ اَرْبَعًا وَفَارِقْ سَائِرَهُنَّ۔ (رواہ احمد والترمذی وابن ماجة)

خرجه الترمذی فی السنن ٤۱۵/۳ الحدیث رقم ۱۱۲۸ وابن ماجه فی ٦۲۸/۱ الحدیث رقم ۱۹۵۳ واحمد فی المسند ٤٤/۲

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ غیلان بن سلمہ ثقفی اس حالت میں مسلمان ہوا کہ اس کے ہاں دس عورتیں زمانہ جاہلیت میں تھیں اس کی بیویاں بھی اس کے ساتھ اسلام لائیں تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم چار عورتوں کو رکھ لو یعنی اپنے نکاح میں برقرار رکھو اور باقی کو اپنے سے جدا کر دو۔ یہ احمد' ترمذی ابن ماجہ کی روایت ہے۔

① کفار کا نکاح جو حالت کفر میں کیا وہ اسی طرح درست اور برقرار رہے گا ایمان لانے پر تجدید کا حکم نہ کیا جائے گا۔

② اگر انکے نکاح میں ایسی عورتیں ہوں جن کا جمع کرنا حرام ہے۔ (تو پھر ان میں سے ایک کو رکھے اور تجدید نکاح کرے۔)
③ چار عورت سے زائد عورتیں نکاح میں رکھنا جائز نہیں ہے۔
④ مرد عورت میں سے ایک کا اسلام تفریق کو اس طرح فی الفور لازم نہیں کرتا جیسا کہ ارتداد لازم کرتا ہے۔ احناف کا قول یہی ہے۔

چار سے زائد میں سے کسی ایک سے علیحدگی کر لی جائے

۳۱۳۴/۶ وَعَنْ نَوْفَلِ بْنِ مُعَاوِيَةَ قَالَ اَسْلَمْتُ وَتَحْتِىْ خَمْسُ نِسْوَةٍ فَسَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ فَارِقْ وَاحِدَةً وَاَمْسِكْ اَرْبَعًا فَعَمِدْتُ اِلٰى اَقْدَمِهِنَّ صُحْبَةً عِنْدِىْ عَاقِرٍ مُنْذُ سِتِّيْنَ سَنَةً فَفَارَقْتُهَا۔ (رواه فی شرح السنة)

اخرجه البغوی فی شرح السنة ۹۰/۹ الحديث رقم ۲۲۸۹۔

ترجمہ: حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں اسلام لایا تو اس وقت میرے نکاح میں پانچ عورتیں تھیں میں نے جناب نبی کریم ﷺ سے اس کا حکم دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا: ایک کو چھوڑ دو اور بقیہ چار کو برقرار رکھو۔ میں نے ان میں سے سب پہلی بیوی جو ساٹھ سال سے چلی آرہی تھی اور بانجھ تھی اس کو جدا کر دیا۔ یہ شرح السنۃ کی روایت ہے۔

۳۱۳۵/۷ وَعَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ فَيْرُوْزَ الدَّيْلَمِىِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّىْ اَسْلَمْتُ وَتَحْتِىْ اُخْتَانِ قَالَ اخْتَرْ اَيَّتَهُمَا شِئْتَ۔ (رواه الترمذی وابو داود وابن ماجة)

اخرجه ابو داود فی السنن ۶۷۸/۲ الحديث رقم ۲۲۴۳ والترمذی فی ۴۳۶/۳ الحديث رقم ۱۱۳۰ وابن ماجه فی ۶۲۷/۱ الحديث رقم ۱۹۵۱۔

ترجمہ: حضرت ضحاک بن فیروز دیلمی اپنے والد حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں' میرے نکاح میں دو بہنیں ہیں۔ آپ نے فرمایا ان دونوں میں سے ایک کو اختیار کرلو۔ یہ ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ مظہر کہتے ہیں کہ امام مالک' امام شافعی' امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کوئی شخص اسلام لے آئے اور اس کے نکاح میں دو حقیقی بہنیں ہوں اور وہ بھی اسلام لے آئیں تو اسے ان دونوں میں سے کسی ایک کے چناؤ کا اختیار ہے۔ (۲) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک اگر دونوں کا نکاح اکٹھا ہوا تو ان دونوں میں چناؤ کا اختیار نہ ہوگا اور اگر دونوں سے نکاح یکے بعد دیگرے کیا ہے تو ان میں سے پہلے بیوی کو رکھ سکتا ہے' دوسری کے بارے میں اس کو اختیار نہیں ہے۔ (ع)

کس خاوند کو ملے گی؟

۱۸/۳۱۳۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَسْلَمَتِ امْرَأَةٌ فَتَزَوَّجَتْ فَجَاءَ زَوْجُهَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ قَدْ اَسْلَمْتُ وَعَلِمَتْ بِاِسْلَامِيْ فَانْتَزَعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَوْجِهَا الْاٰخِرِ وَرَدَّهَا اِلٰى زَوْجِهَا الْاَوَّلِ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّهَا اَسْلَمَتْ مَعِيَ فَرَدَّهَا عَلَيْهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَرُوِيَ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ اَنَّ جَمَاعَةً مِّنَ النِّسَاءِ رَدَّهُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنِّكَاحِ الْاَوَّلِ عَلٰى اَزْوَاجِهِنَّ عِنْدَ اجْتِمَاعِ الْاِسْلَامَيْنِ بَعْدَ اخْتِلَافِ الدِّيْنِ وَالدَّارِ مِنْهُنَّ بِنْتُ الْوَلِيْدِ بْنِ مُغِيْرَةَ كَانَتْ تَحْتَ صَفْوَانَ ابْنِ اُمَيَّةَ فَاَسْلَمَتْ يَوْمَ الْفَتْحِ وَهَرَبَ زَوْجُهَا مِنَ الْاِسْلَامِ فَبَعَثَ اِلَيْهِ ابْنُ عَمِّهٖ وَهْبَ بْنَ عُمَيْرٍ بِرِدَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَانًا لِصَفْوَانَ فَلَمَّا قَدِمَ جَعَلَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْيِيْرًا اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ حَتّٰى اَسْلَمَ فَاسْتَقَرَّتْ عِنْدَهٗ وَاَسْلَمَتْ اُمُّ حَكِيْمٍ بِنْتِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ امْرَأَةُ عِكْرِمَةَ بْنِ اَبِيْ جَهْلٍ يَوْمَ الْفَتْحِ بِمَكَّةَ وَهَرَبَ زَوْجُهَا مِنَ الْاِسْلَامِ حَتّٰى قَدِمَ الْيَمَنَ فَارْتَحَلَتْ اُمُّ حَكِيْمٍ حَتّٰى قَدِمَتْ عَلَيْهِ الْيَمَنَ فَدَعَتْهُ اِلَى الْاِسْلَامِ فَاَسْلَمَ فَثَبَتَا عَلٰى نِكَاحِهِمَا۔ (رواہ مالک عن ابن شہاب مرسلًا)

اخرجه ابوداؤدفی السنن ٦٧٤/٢ الحديث رقم ٢٢٣٨ والترمذی فی ٤٤٩/٣ الحديث رقم ١١٤٤ وابن ماجه فی ٦٤٧/١ الحديث رقم ٢٠٠٨۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت مسلمان ہوئی پھر اس نے نکاح کر لیا پھر خاوند آ گیا اور اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ دعویٰ کرتے ہوئے کہا کہ میں بھی اس کے ساتھ مسلمان ہوا تھا اور اس کو میرا اسلام بخوبی معلوم تھا پھر بھی اس نے نیا نکاح کر لیا ہے تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو دوسرے خاوند سے الگ کر کے پہلے خاوند کے حوالہ کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ پہلے خاوند نے کہا کہ یہ عورت میرے ساتھ مسلمان ہوئی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ عورت پہلے خاوند کے ہی حوالے کی۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔ شرح السنۃ میں یہ روایت لکھی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے نکاح کے سبب بہت سی عورتوں کو ان کے پہلے خاوندوں کی طرف پھیر دیا۔ جو دین اور ملک کے فرق کے بعد ان کے ساتھ اسلام کی صفت میں شامل ہو گئے تھے ان عورتوں میں سے جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے نکاح کی وجہ سے ان کے خاوندوں کی طرف پھیر دیا ان میں سے ایک ولید بن مغیرہ کی بیٹی تھی جس کا نکاح صفوان بن امیہ سے ہوا تھا وہ فتح مکہ کے دن (اپنے خاوند سے پہلے) مسلمان ہوئی اور اس کا خاوند اسلام لے آنے کی بجائے بھاگ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے چچازاد بھائی وہب بن عمیر کو اپنی چادر عنایت فرما کر واپس لانے کے لئے بھیجا۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفوان کو امان دے چکے تھے۔ جب صفوان واپس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چار ماہ سوچنے کی اجازت دی یہاں تک کہ صفوان مسلمان ہو گیا یعنی بیوی کے مسلمان ہونے کے دو مہینے بعد اسلام لایا۔ تو اس کی بیوی اسی کے نکاح میں رکی رہی اور ان عورتوں میں جو

مسلمان ہوئیں ان میں حکیم بنت حارث بن ہشام بھی ہیں۔ یہ عکرمہؓ کی بیوی تھی۔ عکرمہؓ فتح مکہ کے بعد مکہ سے بھاگ کھڑا ہوا یہاں تک کہ یمن پہنچا۔ ام حکیم اس کو تلاش کرتی ہوئی یمن پہنچی اور اس کو اسلام کی طرف بلایا اور وہ مسلمان ہو گئے۔ ان دونوں کو آپ ﷺ نے پہلے نکاح پر باقی رکھا۔ یہ ابن شہاب نے مرسل نقل کی ہے۔

دین اور ملک کا مختلف ہونا:

مظہر کہتے ہیں کہ جب خاوند اور بیوی میں سے کوئی ایک اسلام لے آئے بیوی کی عدت گزرنے سے پہلے دوسرا اسلام لے آئے تو دونوں کا نکاح برقرار رہتا ہے۔ خواہ وہ دونوں ایک دین پر تھے جیسے دونوں کتابی تھے یا ایک ان میں سے ایک دین پر تھا اور دوسرا دوسرے دین پر تھا خواہ وہ دار اسلام میں تھے یا دار الحرب میں یا ایک ان میں سے دار الاسلام میں اور دوسرا دار الحرب میں' ان کے متعلق امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کا یہی مذہب ہے۔ (۲) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا ان دونوں میں تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز پائے جائے تو جدائی ہو جائے گی۔ نمبر ۱ عدت پوری ہو گئی ہو۔

نمبر ۲ یا ان میں سے جو مسلمان ہوا وہ دوسرے پر اسلام پیش کرے اور وہ اسے قبول کرنے سے انکار کر دے۔ نمبر ۳ یا دونوں میں سے کوئی ایک دار الاسلام سے دار الحرب کی طرف چلا جائے یا دار الحرب سے دار الاسلام میں آ جائے نیز امام صاحب کے نزدیک وطی سے پہلے اسلام لانا یا وطی کے بعد اسلام لانا دونوں برابر ہے۔

(۳) چار مہینے تک پھر و اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان چار مہینے تک پھرو تا کہ ان کے خصائل تمہارے سامنے آئیں وہ چند روز ہی مسلمانوں میں رہے یہاں تک کہ اللہ۔ نے ان کو دولتِ ایمان سے مالا مال کر دیا۔ (ع)۔

الفصل الثالث:

محرماتِ نسبیہ اور صہریہ

۱۹/۳۱۲۷ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حُرِّمَ مِنَ النَّسَبِ سَبْعٌ وَمِنَ الصِّهْرِ سَبْعٌ ثُمَّ قَرَأَ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ الْاٰيَةُ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۵۳/۹ الحدیث رقم ۵۱۰۵

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نسب سے حرام کی جانے والی عورتیں سات ہیں اور مصاہرت سے حرام ہونیوالی عورتیں بھی سات ہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ ...... تم پر تمہاری مائیں حرام کی گئی ہیں۔ یہ روایت بخاری نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ نسب سے جو سات عورتیں حرام کی گئی ہیں وہ یہ ہیں: ① ماں ② بہن ③ بیٹی ④ پھوپھی ⑤ خالہ ⑥ بھتیجی ⑦ بھانجی۔ مصاہرت اس قرابت کو کہتے ہیں جو نکاح کی وجہ سے قائم ہو۔ مصاہرت کی وجہ سے چار عورتیں تو ہمیشہ کے لئے حرام ہیں: ① بیوی کی ماں ② بیٹے اور پوتے کی بیویاں اگرچہ نچلے درجے کی ہوں ③ باپ اور دادا کی بیویاں خواہ اوپر کے درجہ میں

سے ہوں ﴿۴﴾ اپنی اس بیوی کی بیٹی جس سے جماع کر چکا ہو اور تین عورتیں مصاہرت کے تعلق کی وجہ سے بیوی کی موجودگی میں حرام ہیں بعد میں نہیں۔ بیوی کی بہن اور اس کی پھوپھی اور خالہ۔ (۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت بطور دلیل کے پڑھی کیونکہ تمام نسبی محرمات اس میں مذکور ہیں۔ مصاہرت کی وجہ سے عورتیں حرام ہیں ان کی اکثریت بھی اس میں مذکور ہے۔ آیت یہ ہے:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنَاتُ الْاَخِ وَبَنَاتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ اللّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ اللّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ اللّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

(النساء ٤: ٢٣)

ترجمہ: ''حرام کی گئی ہیں تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور تمہاری بھتیجیاں اور تمہاری بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور تمہاری دودھ شریک بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری بیویوں کی وہ بیٹیاں جو ان کے پہلے شوہر سے ہیں اور تمہاری پرورش میں ہیں اور جو تمہاری ان بیویوں سے ہیں جن سے تم نے جماع کیا ہے اور اگر تم نے ان بیویوں سے جماع نہیں کیا ہے تو تمہارے لئے اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم ان کی بیٹیوں سے نکاح کرو اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں (بھی حرام ہیں) جو تمہاری نسل سے ہوں اور یہ بھی حرام ہے کہ تم دو بہنوں کو ایک ساتھ اپنے نکاح میں رکھو لیکن جو پہلے ہو چکا (وہ معاف ہے) بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے اور بڑے رحمت والے ہیں''۔

بیوی سے صحبت کے بعد اُس کی بیٹی ابدی محرمات میں سے ہو جاتی ہے

۲۰/۳۱۳۸ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اَيُّمَا رَجُلٍ نَكَحَ امْرَاَةً فَدَخَلَ بِهَا فَلَا يَحِلُّ لَهٗ نِكَاحُ ابْنَتِهَا وَاِنْ لَّمْ يَدْخُلْ بِهَا فَلْيَنْكِحِ ابْنَتَهَا وَاَيُّمَا رَجُلٍ نَكَحَ امْرَاَةً فَلَا يَحِلُّ لَهٗ اَنْ يَّنْكِحَ اُمَّهَا دَخَلَ بِهَا اَوْ لَمْ يَدْخُلْ (رواه الترمذی وقال هذا حدیث لا یصح من قبل اسناده وانما رواه ابن لهيعة والمثنی بن الصباح عن عمرو بن شعيب وهما یضعفان فی الحدیث)

اخرجه الترمذی فی السنن ٣/ ٤٢٥ الحديث رقم ١١١٧۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی کسی عورت سے نکاح کرے پھر اس سے صحبت کرے تو اس کو اس کی بیٹی سے نکاح کرنا درست نہیں اور اگر عورت سے صحبت نہیں کی تو پھر اس صورت میں اس کی بیٹی سے نکاح جائز ہوگا۔ جب کہ اس کو طلاق دیدے یا وہ مر جائے' بغیر طلاق دینے کے ماں اور بیٹی کا جمع کرنا درست نہیں۔ (۲) جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے تو

اس کی ماں سے نکاح اس کو حلال نہیں۔ خواہ اس نے اس سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ اس میں ابن لہیعہ ہے جو کہ انتہائی کمزور راوی ہے۔

تشریح ❁ بیٹی کے متعلق جو کچھ اس روایت میں مضمون وارد ہوا ہے وہ اس آیت سے ثابت ہے:

﴿وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ﴾ (النساء٤: ٢٤)

''اور حرام ہیں تم پر تمہاری بیویوں کی وہ بیٹیاں جو ان کے لئے پہلے شوہر سے ہیں اور تمہاری پرورش میں ہیں اور جو تمہاری ان بیویوں سے ہیں جن سے تم جماع کر چکے ہو اور اگر تم نے ان بیویوں سے جماع نہیں کیا ہے تو اس میں کوئی گناہ نہیں کہ تم ان کی بیٹیوں سے نکاح کرو''۔

اور ماں کے متعلق جو فرمایا وہ اس آیت کے مطابق ہونے کی وجہ سے ثابت ہوتا ہے۔

﴿وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ﴾

''اور حرام ہیں تم پر تمہاری بیویوں کی مائیں''۔

یہ روایت سَند کے لحاظ سے درست نہیں اگرچہ معنی کے اعتبار سے درست ہے کیونکہ آیت مذکورہ سے مضمون ملتا جلتا ہے۔ (ع)

بَابُ الْمُبَاشَرَةِ

عورتوں سے صحبت کا بیان

الفصل الاول:

قولِ یہود کی تردید

٣١٣٩/١عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَتِ الْيَهُوْدُ تَقُوْلُ اِذَا اَتَى الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ مِنْ دُبُرِهَا فِیْ قُبُلِهَا كَانَ الْوَلَدُ اَحْوَلَ فَنَزَلَتْ نِسَآءُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ۔(متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ١٨٩/٨ الحدیث رقم ٤٥٢٨ ومسلم فی ١٠٥٨/٢ الحدیث رقم (١١٧-١٤٣٥) وابو داوٗد فی السنن ٦١٨/٢ الحدیث رقم ٢١٦٣ والترمذی فی ١٩٩/٥ الحدیث رقم ٢٩٧٨ وابن ماجه فی ٦٢٠/١ الحدیث رقم ١٩٢٥ والدارمی فی ١٩٦/٢ الحدیث رقم ٢٢١٤

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہودی کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے اس کو الٹا کر

اس کی شرمگاہ میں صحبت کرے تو اس سے لڑکا بھینگا پیدا ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ''تمہاری عورتیں یعنی بیویاں اور لونڈیاں تمہارے لئے بمنزلہ کھیتی کے ہیں پس تم اپنی کھیتی کے پاس آؤ جس طریقے سے چاہو'' یہ روایت بخاری و مسلم میں ہے۔

تشریح ۞ یہود کہا کرتے تھے جو شخص اپنی بیوی کو الٹا لٹا کر یا پیچھے کھڑا ہو کر اگلے حصے میں جماع کرے تو اس سے لڑکا بھینگا پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس وہم کی تردید کے لئے یہ آیت نازل فرمائی ''تمہاری عورتیں تمہارے لئے بمنزلہ کھیتی کے ہیں'' یعنی اولاد پیدا ہونے میں کھیتی پیدا کرنے والی زمین کی طرح ہے اور اولاد پیدا ہونے کی جگہ شرمگاہ ہے نہ کہ مقعد۔ کیونکہ مقعد پائخانہ کی جگہ ہے کھیتی کی جگہ نہیں۔ پس تمہیں اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو کھڑے' بیٹھے' سیدھا یا الٹا لٹا کر فائدہ حاصل کر سکتے ہو کر لو۔ حاصل کلام یہ ہے صحبت جس طریقے سے بھی کی جائے درست ہے اس میں کچھ بھی ضرر نہیں مگر شرط یہ ہے کہ وہ شرمگاہ میں ہو۔ اغلام سب ادیان میں حرام چلا آ رہا ہے۔

جوازِ عزل

۲/۳۱۴۰ وَعَنْهُ قَالَ كُنَّا نَعْزِلُ وَالْقُرْاٰنُ يَنْزِلُ متفق عليه وزاد مسلم فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَنْهَنَا .

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۰۵/۹ الحدیث رقم ۵۲۰۸ومسلم فی ۱۰۶۵/۲ الحدیث رقم (۱۳۸۔۱۴۴۰) و اخرجه الترمذی فی السنن ۴۴۳/۳ الحدیث رقم ۱۱۳۷وابن ماجه فی ۶۲۰/۱ الحدیث رقم ۱۹۲۷ واحمد فی المسند ۳۰۹/۳

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم عزل کرتے تھے اس حال میں کہ قرآن مجید اترتا تھا یعنی حضور ﷺ کے زمانے میں وحی اترتی تھی۔ ہم عزل کرتے تھے اور اس کی ممانعت نہیں کی جاتی تھی۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔ مسلم میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ اس کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو پہنچی مگر آپ ﷺ نے ممانعت فرمائی۔

تشریح ۞ عزل کا مطلب یہ ہے کہ مرد عورت سے صحبت کرے مگر انزال کے وقت مادہ منویہ رحم کی بجائے باہر ڈال دے۔

علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اکثر علماء کے نزدیک عزل جائز ہے صحابہؓ کی ایک جماعت نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔ صاحب درمختار لکھتے ہیں کہ لونڈی سے بغیر اذن کے عزل جائز ہے اور آزاد منکوحہ سے اس کے اذن سے جائز ہے۔ اگر بیوی کسی آقا کی لونڈی ہو تو اس کے مالک کی اجازت سے جائز ہے۔ سید نے لکھا ہے کہ شافعی رحمہ اللہ نے بھی عزل کو درست قرار دیا ہے خواہ منکوحہ ہو یا مملوکہ لیکن آزاد عورت سے اجازت سے عزل جائز ہوگا۔ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ مکروہ ہے کیونکہ یہ قطع نسل کا سبب ہے۔ (ع)

اباحتِ عزل

۳/۳۱۴۱ وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ رَجُلًا اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ لِىْ جَارِيَةً هِىَ خَادِمَتُنَا وَاَنَا اَطُوْفُ عَلَيْهَا وَاَكْرَهُ اَنْ تَحْمِلَ فَقَالَ اِعْزِلْ عَنْهَا اِنْ شِئْتَ فَاِنَّهٗ سَيَأْتِيْهَا مَا قُدِّرَ لَهَا فَلَبِثَ الرَّجُلُ ثُمَّ اَتَاهُ فَقَالَ اِنَّ الْجَارِيَةَ قَدْ حَبِلَتْ فَقَالَ قَدْ اَخْبَرْتُكَ اَنَّهٗ سَيَأْتِيْهَا مَا قُدِّرَ لَهَا ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فى صحيحه ۱۰٦٤/۲ الحديث رقم (۱۳٤-۱٤۳۹)وابود اود فى السنن ٦۲٥/۲ الحديث رقم ۲۱۷۳ واحمد فى المسند ۳۱۲/۳ (۳) فتح القدير ۲۷۳/۳۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ میری ایک لونڈی ہے جو ہماری خدمت کرتی ہے میں اس سے صحبت کرتا رہتا ہوں مگر اس کا حاملہ ہونا پسند نہیں کرتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس سے چاہو تو عزل کر سکتے ہو مگر جو چیز مقرر ہوگی وہ پیدا ہو کر رہے گی۔ چنانچہ وہ شخص ایک عرصہ کے بعد آیا اور کہنے لگا کہ میری لونڈی حاملہ ہوگئی ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے تمہیں خبر دی تھی جو چیز مقدر میں ہے وہ پیدا ہو کر رہے گی۔ یہ مسلم میں ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد:

یہ روایت دلالت کر رہی ہے کہ عزل کے باوجود اگر حمل ٹھہر جائے تو نسب ثابت ہو جائے گا۔

ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

اگر کوئی شخص اجازت یا بلا اجازت عزل کرے اور حمل ظاہر ہو جائے تو آیا اس کی نفی کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اگر اس نے عورت سے پیشاب کرنے کے بعد دوبارہ صحبت کی تو اس حمل کی نفی جائز ہے اور اگر اس نے پیشاب نہیں کیا تھا اور اس نے دوبارہ صحبت کی تو اس صورت میں نفی جائز نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ منی کا بقیہ حصہ عضو خاص میں موجود تھا وہ رحم کے اندر گر پڑا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس شخص کے بارے میں جو غسل جنابت کرے اور اس کے بعد پیشاب کرے اور اس پیشاب میں منی نکل آئے تو اس پر غسل کرنا دوبارہ واجب ہے۔

بنو مصطلق کے عرب قیدی

۴/۳۱۴۲ وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِىِّ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ غَزْوَةِ بَنِى الْمُصْطَلِقِ فَاَصَبْنَا سَبْيًا مِّنْ سَبْيِ الْعَرَبِ فَاشْتَهَيْنَا النِّسَاءَ وَاشْتَدَّتْ عَلَيْنَا الْعُزْبَةُ وَاَحْبَبْنَا الْعَزْلَ فَاَرَدْنَا اَنْ نَعْزِلَ وَقُلْنَا نَعْزِلُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَظْهُرِنَا قَبْلَ اَنْ نَسْاَلَهٗ فَسَاَلْنَاهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ مَا عَلَيْكُمْ اَنْ لَّا تَفْعَلُوْا مَا مِنْ نَسَمَةٍ كَائِنَةٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِلَّا وَهِىَ كَائِنَةٌ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۲۸/۷ الحدیث رقم ۴۱۳۸ومسلم فی ۱۰۶۱/۲الحدیث رقم (۱۲۵۔۱۴۲۸)وابود اود فی السنن ۶۲۴/۲ الحدیث رقم ۲۱۷۲ومالك فی الموطأ۵۹۴/۲ الحدیث رقم ۹۵من کتاب الطلاق۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم غزوہ بنو مصطلق کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے ہمیں عرب کے قیدی ملے۔ ہم نے عورتوں کی طرف میلان اختیار کیا یعنی ان سے صحبت کی طرف رجحان ہوا۔ ہمارے لئے عورتوں سے الگ رہنا مشکل ہوا۔ ہم نے بخوف حمل ان لونڈیوں سے عزل کرنا چاہا ہم نے خیال کیا یا ایک دوسرے کو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے کے بغیر عزل نہ کریں گے یعنی اس کا جواز عدم جواز پہلے دریافت کریں گے۔ (چنانچہ ہم نے آپ سے دریافت کیا) تو آپ نے فرمایا عزل کرنے میں کچھ حرج نہیں۔ جو جان قیامت تک آنے والی ہے وہ آ کر رہے گی۔ یہ بخاری و مسلم ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اس میں دلیل ہے کہ عرب کے لوگوں کو بھی قیدی بنایا جا سکتا ہے۔ یعنی ان کے قیدیوں میں بھی غلام ولونڈی کا سلسلہ درست ہے جب کہ مشرک ہوں۔ قبیلہ بنو مصطلق کا تعلق قبیلہ خزاعہ سے ہے۔ جو کہ خالص عرب قبیلہ ہے۔ یہ امام مالک وشافعی رحمہما اللہ کا مذہب ہے۔ (۲) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی کے قدیم قول کے مطابق عربوں میں رقیت کا سلسلہ نہ ہوگا اس کی وجہ ان کی شرافت نسبی ہے۔ (۳) اَنْ تَفْعَلُوْا بقول امام نووی رحمہ اللہ اس کا معنی یہ کرتے ہیں کہ ترک عزل میں تمہارا کچھ نقصان نہیں ہے۔ کیونکہ جو نفس اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے وہ اسے پیدا کرے گا خواہ تم عزل کرو یا نہ کرو۔ (۴) اس روایت سے جواز عزل ثابت ہوا۔ (ع)

فیصلہ تقدیر ہر چیز پر غالب

۳۱۴۳/۵وَعَنْهُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ مَامِنْ كُلِّ الْمَاءِ يَكُوْنُ الْوَلَدُ وَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ خَلْقَ شَیْءٍ لَمْ يَمْنَعْهُ شَیْءٌ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۰۶۴/۲ الحدیث رقم (۱۳۳۔۱۴۳۸)۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے متعلق دریافت کیا گیا کہ جائز ہے یا نہیں تو ارشاد فرمایا ہر منی کے پانی سے لڑکا پیدا نہیں ہوتا اور جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو کائنات کی کوئی چیز اس سے باز نہیں رکھ سکتی۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

سوال: یہ جواب سوال کے مطابق نہیں۔

جواب: لوگوں کے سوال کا مفہوم یہ تھا کہ انہوں نے عزل کی اجازت خطرہ اولاد کے پیش نظر مانگی تو آپ نے فرمایا ہر نکلنے والی منی ولادت کے لائق نہیں ہوتی اکثر اوقات منی گرتی ہے اور اس سے بچہ پیدا نہیں ہوتا اور بعض اوقات بچہ پیدا ہو جاتا ہے بچے کی

ولادت ارادۂ الٰہی پر موقوف ہے منی کے گرانے پر موقوف نہیں ہے اور ولادت کا نہ ہونا بھی اس کے ارادہ سے متعلق ہے عزل پر اس کا مدار نہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی عادت یہ ہے کہ اولاد نطفہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے عین ممکن ہے کہ عزل کی صورت میں بلا اختیار نطفہ کا کچھ حصہ رحم میں پہنچ جائے اور بچہ بن جائے۔ اگر تقدیر الٰہی کا فیصلہ پیدا کرنے میں ہے تو بغیر نطفہ کے بھی وہ پیدا کر سکتا ہے۔

(۲) اس روایت سے عزل کی اجازت سمجھی جاتی ہے مگر اس سے اس کی کراہت کا پہلو بھی نکل رہا ہے۔ ہمارے اکثر علماء کا مسلک یہی ہے جیسا روایت جابر کے فوائد میں گزرا (یہ علامہ طیبی نے نقل کیا ہے)

حمل سے دودھ کو کچھ نقصان نہیں

۳۱۴۴/۶ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَنَّ رَجُلاً جَاءَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ اَعْزِلُ عَنِ امْرَاَتِیْ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِمَ تَفْعَلُ ذٰلِكَ فَقَالَ الرَّجُلُ اُشْفِقُ عَلٰی وَلَدِهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ ذٰلِكَ ضَارًّا ضَرَّ فَارِسَ وَالرُّوْمَ ۔(رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۰۶۷/۲ الحدیث رقم (۱۴۳-۱۴۴۳) واحمد فی المسند ۲۰۳/۵

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا میں اپنی بیوی سے عزل کرتا ہوں۔ آپ نے دریافت فرمایا تو کیوں عزل کرتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں شیر خوار بچے پر شفقت کرتا ہوں تا کہ بچہ کو نقصان نہ ہو جائے آپ نے فرمایا اگر اس کا کچھ ضرر ہوتا تو فارس و روم کو ہوتا (جو کافر ہیں) یہ مسلم کی روایت ہے۔

اُشْفِقُ عَلٰی وَلَدِهَا :

میری بیوی بچے کو دودھ پلاتی ہے' مجھے خطرہ ہے کہ اگر عزل نہ کروں تو وہ حاملہ ہو جائے گی اور حمل میں بچے کو دودھ پلانا نقصان دہ ہوگا۔ یہ بات اس لئے فرمائی کہ عرب میں یہ اعتقاد تھا کہ دودھ پلانے کی حالت میں جماع نقصان دہ ہے اور حمل ہو جاتا تو اور زیادہ مضر ہے۔ دودھ خراب ہو جاتا ہے اور بوقت حمل دودھ کی مقدار بھی کم ہو جاتی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اگر یہ چیز ضرر رساں ہوتی تو فارس روم کو نقصان پہنچاتی کیونکہ ان کے ہاں حالت حمل میں جماع کی عادت عام ہے۔ ان کا ضرر نہ پہنچنا یہ عدم ضرر کی علامت ہے۔ پس تم حمل کے خطرہ کے پیش نظر عزل مت کرو۔ (۲) اس اندازِ مبالغہ سے عزل کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ (ح)

عزل زندہ درگور کے مترادف ہے

۳۱۴۵/۷ وَعَنْ جُدَامَةَ بِنْتِ وَهْبٍ قَالَتْ حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اُنَاسٍ وَهُوَ

يَقُوْلُ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَنْهٰى عَنِ الْغِيْلَةِ فَنَظَرْتُ فِي الرُّوْمِ وَفَارِسَ فَاِذَا هُمْ يُغِيْلُوْنَ اَوْ لَادَهُمْ فَلَا يَضُرُّ اَوْلَادَهُمْ ذٰلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَاَلُوْهُ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ الْوَاْدُ الْخَفِيُّ وَهِيَ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ١٠٦٧/٢ الحديث رقم (١٤١-١٤٤٢)وابو داود في السنن٢١١/٤ الحديث رقم ٢١١/٤ الحديث رقم ٣٨٨٢ والنسائي في ١٠٦/٦ الحديث رقم ٣٣٢٦وابن ماجه في ٦٤٨/١ الحديث رقم ٢٠١١ والدارمي في ١٩٧/٢ الحديث رقم ٢٢١٧ومالك في الموطأ ٦٠٧/٢ الحديث رقم ١٦من كتاب الرضاع واحمد في المسند ٤٣٤/٦

ترجمہ: وہب کی بیٹی جدامہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی جب کہ لوگ بیٹھے تھے۔ آپ اس وقت یہ فرما رہے تھے کہ میں نے غیلہ سے روکنے کا ارادہ کیا۔ پھر میں نے روم وفارس کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنی اولاد کے سلسلہ میں غیلہ کرتے ہیں اس سے ان کی اولاد کو ضرر نہیں پہنچتا پھر لوگوں نے آپ سے عزل کے سلسلہ میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ یہ عزل کرنا خفیہ زندہ درگور کرنے کے مترادف ہے پھر فرمایا یہ خصلت: وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ...... ہے۔ (ترجمہ) جب زندہ درگور کی گئی لڑکی سے سوال ہوگا'' میں داخل ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

غیلہ:

حالت حمل میں بچے کو دودھ پلانا۔

صاحب نہایہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

بچے کو دودھ پلانے کے دوران عورت سے جماع کرنے کو غیلہ کہا جاتا ہے۔ اہل عرب غیلہ سے گریز کرتے' ان کا خیال یہ تھا کہ اس سے بچے کو ضرر پہنچتا ہے۔ آپ نے بھی اس سے منع کرنے کا ارادہ فرمایا پھر فارس وروم کو دیکھا کہ وہ غیلہ کرتے ہیں مگر ان کی اولاد کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا تو آپ نے اس کی ممانعت نہیں فرمائی۔

(۲) وأد:

زندہ درگور کرنا۔ اہل عرب جاہلیت میں بیٹیوں کو زندہ درگور کرتے تھے اور اس کا سبب تنگدستی کا خطرہ اور عار کا لاحق ہونا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عزل کو پوشیدہ زندہ درگور قرار دیا' یہ ان لوگوں کی دلیل ہے جو اس کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔

(۳) جو اس کے جواز کے قائل ہیں وہ اسے منسوخ مانتے ہیں یا اس کو تہدید کے لئے قرار دیتے ہیں یا بیان اولویت پر محمول کرتے ہیں۔ اس بات کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے۔

واقعہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت علی حضرت زبیر اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم بیٹھے تھے اور دیگر صحابہ کرام بھی

تھے۔ صحابہ کرام نے آپس میں عزل کا تذکرہ کیا۔ بعض نے کہا اس میں کچھ حرج نہیں۔ ایک شخص کہنے لگا کہ بعض لوگ اس کو چھوٹا زندہ درگور قرار دیتے ہیں۔ تو اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا وأد اس وقت کہلائے گا جب اس میں جان پڑ جائے گی یعنی اگر جان پڑنے کے بعد حمل کو ساقط کرے یا بچہ صحیح سالم پیدا ہو مگر اس کو زندہ دفن کر دے تو یہ وأد ہے اور اس کو موؤدہ کہا جائے گا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے بالکل درست فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری عمر دراز کرے۔ جب تک بچے میں جان نہ پڑے اس کا اسقاط جائز ہے اور ایک سو بیس دن کے بعد بچے میں جان پڑتی ہے۔

(۳) بعض نے کہا اس سے حرمت عزل پر استدلال نہیں ہو سکتا بس زیادہ سے زیادہ کراہت مراد لی جا سکتی ہے۔ کیونکہ یہ حقیقی وأد نہیں ہے کیونکہ اس میں تو ہلاکت جان ہے۔ اور اس میں ہلاکت جان تو کیا ہوتی ابھی جان بھی نہیں پڑتی۔

(۴) وأد خفیہ کہنے کی وجہ:

وأد پوشیدہ اس لئے کہ اس میں اس نطفہ کو ضائع کرنا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اولاد کی ولادت کے لئے بنایا ہے۔ پس اس کو ایک گونہ لڑکے کو ہلاک کرنے اور زندہ درگور کرنے سے مشابہت دی ہے۔

(۵) ابن ہمام کا قول:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت منقول ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عزل چھوٹا زندہ درگور کرنا ہے۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ان سے عزل کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کوئی مسلمان تو یہ نہیں کر سکتا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عزل کرنے پر بعض لوگوں کو مارا۔ اسی طرح حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما عزل سے منع فرماتے تھے۔

(۶) ان تمام باتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عزل ممنوع ہے لیکن یہ ممانعت تنزیہ پر محمول ہے۔ (ع)

اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بدترین آدمی

۳۱۴۶/۸ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَعْظَمَ الْاَمَانَۃِ عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اِنَّ مِنْ اَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰہِ مَنْزِلَۃً یَوْمَ الْقِیَامَۃِ الرَّجُلُ یُفْضِیْ اِلَی امْرَاَتِہٖ وَتُفْضِیْ اِلَیْہِ ثُمَّ یَنْشُرُ سِرَّھَا۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۰۶۱/۲ الحدیث رقم (۱۲۴۔۱۴۳۸) وابو داود فی السنن ۱۹۰/۵ الحدیث رقم ۴۸۷۰ واحمد فی المسند ۶۹/۳

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ہاں قیامت کے دن سب سے بڑی امانت اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں قیامت کے دن لوگوں میں مرتبہ کے لحاظ سے بدترین وہ شخص ہو گا۔ جو اپنی بیوی کے قریب جائے یعنی صحبت کرے اور عورت اس سے ملاپ کرے پھر وہ اپنا بھید لوگوں پر ظاہر کر دے۔

یہ مسلم کی روایت ہے۔

اَعْظَمَ الْاَمَانَةِ ' علامہ طیبی کہتے ہیں:

بلاشبہ بڑی امانت کہ جس میں خیانت کی وجہ سے آدمی سے قیامت کے دن سوال ہوگا۔ وہ امانت ہے کہ اپنی بیوی سے صحبت کرے پھر اس کے بھید اور راز کو افشاء کردے۔

(۲) اشرف کا قول:

اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قیامت کے دن اس شخص کی خیانت بہت بڑی ہے کہ جس نے بیوی سے صحبت کی پھر اس کے راز کو افشاء کردیا۔ افشاء سے مراد یہ کہ لوگوں سے وہ گفتگو اور افعال بیان کرتا پھرے جو اس کے اور بیوی کے مابین پیش آتے ہیں جیسا کہ بے حیاء لوگوں کی عادت ہے یا اس کے عیوب میں سے کسی عیب کو لوگوں کے سامنے ظاہر یا اس کی خوبیوں میں سے کسی خوبی کو لوگوں سے کہتا پھرے جس کا چھپانا ضروری ہو۔

(۳) ابن مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اس کا مطلب یہ ہے کہ خاوند بیوی کے افعال واقوال ایک دوسرے کے پاس امانت ہیں تو میاں بیوی میں جو کوئی اس عیب کو افشاء کرے کہ جو دوسرے کو برا محسوس ہو تو یہ خیانت ہے۔

ایک ادیب کا واقعہ:

ادیب نے لوگوں سے کہا کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہوں۔ لوگوں نے پوچھا کہ تو کیوں طلاق دینا چاہتا ہے تو وہ کہنے لگا کہ میں اپنی بیوی کا عیب لوگوں پر کس طرح ظاہر کروں؟ (چنانچہ اس نے وجہ نہ بتلائی) جب طلاق دے دی تو لوگوں نے کہا تو نے کیوں طلاق دی ہے۔ تو وہ کہنے لگا میں اجنبی عورت کے عیب کیوں بیان کروں۔''

بعض کا قول:

یہ مکروہ ہے جب کہ اس کا کوئی فائدہ نہ ہو اور اگر عورت خاوند کے خلاف دعویٰ کرے کہ وہ جماع سے عاجز ہے یا مجھ سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے یا اسی طرح کی دیگر باتیں' تو ایسے مواقع میں کسی عیب کے تذکرہ میں گناہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ﴾

''اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کسی بری بات کو اعلانیہ بیان کیا جائے ہاں اگر کسی پر ظلم کیا گیا ہے (تو وہ اسے اعلانیہ بھی بیان کرسکتا ہے)''۔

الفصل الثانی:

۹/۳۱۴۷عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اُوْحِیَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نِسَاءُ کُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ فَأْتُوْا حَرْثَکُمُ الْاٰیَةَ اَقْبِلْ وَاَدْبِرْ وَاتَّقِ الدُّبُرَ وَالْحِیْضَةَ ۔ (رواہ الترمذی و ابن ماجة والدارمی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۲۰۰/۵ الحدیث رقم ۲۹۸۰ واحمد فی المسند ۲۹۷/۱ سورة البقرہ آیة رقم ۲۲۳۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف وحی کی گئی کہ تمہاری عورتیں تمہارے لئے بمنزلہ کھیتی کے ہیں پس تم اپنی کھیتیوں کے پاس آ ؤ......)اگلی طرف سے یا پچھلی طرف سے مگر اگلی جانب میں اور مقعد سے اور حالت حیض میں قریب جانے سے پرہیز کرو۔ یہ ترمذی ابن ماجہ اور دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یعنی حیض کی حالت میں قبل میں بھی صحبت مت کرو کیونکہ یہ حرام ہے اور مقعد میں کبھی نہ کرو یہ بھی حرام ہے اور اقبل اور ادبر کا لفظ بطور بیان تفسیر کے ذکر کیا گیا یعنی یہ حرث کی تفسیر ہے۔ (ع مولانا)

۱۰/۳۱۴۸وَعَنْ خُزَیْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیِیْ مِنَ الْحَقِّ لَا تَاْتُوا النِّسَاءَ فِیْ اَدْبَارِھِنَّ ۔ (رواہ احمد والترمذی و ابن ماجة والدارمی)

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۶۱۹/۱ الحدیث رقم ۱۹۲۴ والدارمی فی ۱۹۶/۲ الحدیث رقم ۲۲۱۳ واحمد فی المسند ۲۱۳/۵

ترجمہ: حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے حیا نہیں فرماتا یعنی حق کو بیان کرنا نہیں چھوڑتا۔ فرمایا کہ تم عورتوں کے پاس مقعدوں میں مت آ ؤ یعنی بدفعلی نہ کرو۔ یہ احمد ترمذی ابن ماجہ اور دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ حیا اس تبدیلی کو کہتے ہیں جو عیب لگنے کے خطرے سے یا برا کہا جانے کے ڈر سے انسان کے چہرے پر ظاہر ہو اور ذات باری تعالیٰ کے لئے تغیر محال ہے پس حیا سے یہاں مجازی معنی مراد ہے یعنی ترک کرنا اور حیا کا یہی مقصود ہے۔ اب مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ حق کہنا نہیں چھوڑتے اور اس کے ظاہر کرنے کو ترک نہیں فرماتے درحقیقت یہ بات بعد والی کے لئے تمہید ہے۔ اصل میں اس روایت میں اس فعل بد کی برائی پر انتہائی تاکید اور تنبیہ مقصود ہے گویا یہ ایسی بات ہے جس کا تذکرہ بھی مکروہ ہے اور اس کو ممانعت کے طور پر بھی زبان پر نہ لانا چاہئے لیکن حکم شرعی کی وضاحت ضروری ہے تاکہ بتلا دیا جائے کہ عورتوں سے لواطت ناجائز ہے جب اپنی بیویوں کے سلسلے میں یہ حکم ہے تو مردوں کے سلسلے میں ان کی ممانعت بطریق اولیٰ ثابت ہوگی۔

نمبر۲ علامہ طیبی کا قول ہے ظاہر تو اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس طرح فرماتے ہیں کہ میں حق سے باز نہیں آتا لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف اس بات کی نسبت کر کے اس بات کے مبالغہ میں اضافہ کر دیا۔

نمبر۳ اس روایت میں اس بات کی دلیل ہے کہ اپنی بیویوں اور لونڈیوں سے لواطت حرام ہے اور جنہوں نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے انہوں نے شدید غلطی کی۔

نمبر۴ علامہ طیبی فرماتے ہیں اگر کسی اجنبی عورت کے ساتھ لواطت کا ارتکاب کرے تو وہ حکم زنا میں ہے اور اگر اپنی بیوی یا لونڈی کے ساتھ کرے تو یہ حرام ہے لیکن اس کو اس وجہ سے نہ تو سنگسار کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی حد لگ سکتی ہے' البتہ تعزیر کا مستحق ہوگا۔

نمبر۵ علامہ نووی کا قول ہے کہ اگر اپنے غلام سے لواطت کرے اس کا حکم اجنبی سے لواطت کی طرح ہے اور جس شخص نے یہ فعل بد کسی چھوٹے یا دیوانہ یا مکرہ سے کیا تو مفعول پر حد لازم نہیں ہے نیز لواطت پر حد نہیں بلکہ اس پر تعزیر ہے جو کہ فاعل مفعول کے حالات کے مطابق ان دونوں پر لگائی جائے گی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ (ع۔ مولانا)

ملعون شخص

۳۱۴۹/۱۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَلْعُوْنٌ مَنْ اَتٰى امْرَاَتَهٗ فِیْ دُبُرِهَا۔

(رواہ احمد وابوداود)

اخرجه ابو داود فی السنن ۶۱۸/۲ الحدیث رقم ۲۱۶۲ واحمد فی المسند ۴۴۴/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس آدمی کو ملعون قرار دیا جو اپنی بیوی کی مقعد میں بدفعلی کرنے والا ہے۔ یہ احمد وابوداؤد کی روایت ہے۔

نگاہِ رحمت سے محروم

۳۱۵۰/۱۲ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الَّذِیْ يَأْتِیْ امْرَاَتَهٗ فِیْ دُبُرِهَا لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَيْهِ۔

(رواہ فی شرح السنة)

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۶۱۹/۱ الحدیث رقم ۱۹۲۳ والبغوی فی شرح السنة ۱۰۷/۹ الحدیث رقم ۲۲۹۷۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنی بیوی سے لواطت کرنے والا ہو اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر نہیں فرمائیں گے یعنی رحمت وعنایت کی نظر نہیں فرمائیں گے۔ یہ شرح السنۃ کی روایت ہے۔

نظرِ شفقت سے محرومی

۳۱۵۱/۱۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلٰى رَجُلٍ اَتٰى رَجُلًا اَوِ امْرَاَةً فِی الدُّبُرِ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۴۶۹/۳ الحدیث رقم ۱۱۶۵۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر نہیں

فرماتے یعنی رحمت کی نظر نہیں فرماتے جو کسی مرد یا عورت سے لواطت کرنے والا ہو یہ ترمذی کی روایت ہے۔

غیلہ کا طبعی اثر

۳۱۵۲/۱۴ وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ سِرًّا فَاِنَّ الْغَيْلَ يُدْرِكُ الْفَارِسَ فَيُدَعْثِرُهُ عَنْ فَرَسِهِ۔ (رواہ ابو داود)

اخرجه ابو داود في السنن ٢١١/٤ الحديث رقم ٣٨٨١ وابن ماجه في ٦٤٨/١ الحديث رقم ٢٠١٢ واحمد في المسند ٤٥٨/٦۔

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تم اپنی اولاد کو پوشیدہ طور پر ہلاک مت کرو بلاشبہ غیل شہسوار پر اثر انداز ہو کر اس کو گھوڑے سے پچھاڑ دیتا ہے یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❁ اولاد کو پوشیدہ نہ مارو یعنی غیلہ کر کے غیلہ یہ ہے کہ بچے کو دودھ پلانے کی حالت میں عورت سے صحبت کی جائے یا دودھ پلانے کے دوران وہ حاملہ ہو جائے اہل عرب کے ہاں مشہور یہ تھا کہ غیل کا اثر لڑکے کے مزاج کی خرابی اور اس کی قویٰ کی کمزوری کا باعث ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ حد بلوغ کو پہنچنے کے بعد جب وہ لڑائی میں مقابلے کے لئے آتا ہے تو وہ سست ہوتا ہے اور گھوڑے کی پیٹھ سے گر جاتا ہے اس لئے غیلہ قتل کی طرح ہے حاصل کلام یہ ہے کہ غیلہ نہ کرو یہ لڑکے کی ہلاکت کا باعث ہے۔ اس روایت سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ غیلہ کا اثر بچے پر پڑتا ہے جب کہ گزشتہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ غیلہ کے اثر کی کوئی حقیقت نہیں۔

(۲) علامہ طیبی کا قول: جن روایات میں غیلہ کے اثر کی نفی کی گئی ہے ان میں درحقیقت جاہلیت کے اعتقاد کو باطل کرنا مقصود ہے کیونکہ وہ لڑکے کے سوئے مزاج میں اس کو موثر حقیقی سمجھتے تھے اور جن روایات میں اس کا اثبات کیا گیا تو اس کو من جملہ اسباب کے ایک سبب کی حیثیت سے ثابت کیا گیا کہ اس میں حقیقی مؤثر اللہ تعالیٰ کی ذات ہے

(۳) یا اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ ممانعت سے مراد نہی تنزیہی ہے اور روایت: **لقد هممت انهى** سے مراد تحریم ہے پس دونوں روایات میں کوئی منافات نہیں۔

(۴) اس طرح بھی کہا جا سکتا ہے کہ پہلے اس کی ممانعت اس لئے فرمائی کہ عرب میں غیلہ کی وجہ سے بچے کمزور و ناتواں ہو جاتے تھے اسی طرح متعارف تھا اس کے بعد فارس کا حال دیکھا کہ غیلہ ان کو نقصان نہیں کرتا تو اس نہی کو ترک کر دیا جیسا کہ حدیث جذامہ رضی اللہ عنہا اس پر دلالت کرتی ہے تو گویا ممانعت اور ترک ممانعت اپنے اپنے موقع پر دونوں درست ہیں واللہ اعلم۔ (ع ح)

الفصل الثالث:

حرہ کی اجازت پر عزل کا جواز

۳۱۵۳/۵ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يُعْزَلَ عَنِ الْحُرَّةِ اِلَّا بِاِذْنِهَا۔
(رواه ابن ماجة)

اخرجه احمد فی المسند ۳۱/۱۔

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حرہ سے بلا اجازت عزل کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یعنی آزاد عورت سے عزل نہ کیا جائے کیونکہ اس سے اس کا حق متعلق ہے، حق سے مراد یا تو حق جماع ہے یا حصولِ اولاد۔

(۲) اس روایت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آزاد عورت سے اس کی اجازت کے ساتھ عزل درست ہے اور لونڈی سے اجازت کی ضرورت نہیں۔ یہی احناف کا مذہب ہے۔ (ع ح)

بابٌ

گزشتہ باب سے متعلق ہے

بریرہ کا خاوند غلام تھا

۳۱۵۴/۱ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا فِیْ بَرِيْرَةَ خُذِيْهَا فَاَعْتِقِيْهَا وَكَانَ زَوْجُهَا عَبْدًا فَخَيَّرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا وَلَوْ كَانَ حُرًّا لَمْ يُخَيِّرْهَا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۹۰/۵ الحدیث رقم ۲۵۳٦ ومسلم فی ۱۱٤۲/۲ الحدیث رقم (۸-۱۵۰٤) وابو داوٗد فی السنن ٦۷۲/۲ الحدیث رقم ۲۲۳۳ والترمذی فی ٤٦۰/۳ الحدیث رقم ۱۱۵٤ والنسائی فی ۱٦۳/٦ الحدیث رقم ۳٤٤۹ وابن ماجه فی ٦۷۰/۱ الحدیث رقم ۲۰۷٤ والدارمی فی ۲۲۲/۲ الحدیث رقم ۲۲۸۹ ومالك فی الموطأ ۵٦۲/۲ الحدیث رقم ۲۵ من کتاب الطلاق واحمد فی المسند ٤۲/٦

ترجمہ: حضرت عروہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے بریرہ رضی

اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا کہ تم اس کو خرید کر آزاد کر دو کیونکہ حضرت بریرہؓ کا خاوند غلام تھا اس لئے آنحضرت ﷺ نے بریرہؓ کو اختیار دیا۔ بریرہؓ نے اپنے آپ کو اس سے الگ کر لیا۔ اگر ان کا خاوند آزاد ہوتا تو آپ ﷺ اس کو یہ اختیار نہ دیتے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا ایک یہودی کی لونڈی تھیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خرید لیا۔ ان کا واقعہ کتاب البیوع میں گزر چکا۔ آپ ﷺ نے ان کی خریداری کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ اس کے مالکوں سے خرید کر اسے آزاد کر دیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔ بریرہؓ کا خاوند غلام تھا آپ ﷺ نے آزاد کرنے کے بعد اس کو اختیار دیا کہ خواہ وہ اس کے نکاح میں رہے یا نکاح کو فسخ کر دے۔ اسی کو خیار عتق کہا جاتا ہے۔

(۲) اگر لونڈی کسی کے نکاح میں ہو اور وہ لونڈی آزاد ہو جائے تو اس کو اختیار حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ خاوند کے نکاح میں رہے یا نہ رہے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اختیار کو استعمال کر کے خاوند سے علیحدگی اختیار کر لی۔ (۳) اگر خاوند ان کا آزاد ہوتا الخ بظاہر یہ کلام عروہ کا ہے اور تینوں ائمہ یہی کہتے ہیں کہ عورت کو اختیار آزاد ہونے کے بعد اس صورت میں حاصل ہوگا جب کہ اس کا خاوند غلام ہو اور یہ اختیار اس کو اس لئے حاصل ہوگا تا کہ اس سے اس عار کو دور کیا جائے کہ وہ خود آزاد ہے غلام کے نکاح میں کیونکر رہے اور اگر خاوند اس کا آزاد ہو تو پھر اختیار حاصل نہیں ہوگا۔ (۴) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کو اختیار ہر صورت میں حاصل ہوگا خواہ اس کا خاوند غلام ہو یا آزاد۔ اس کے دلائل کتب فقہ میں مذکور ہیں۔ (۵) اگر میاں بیوی دونوں اکٹھے آزاد ہوں تو پھر عورت کے لئے خیار ثابت نہیں ہوگا اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔ (۶) اگر خاوند کو آزاد کیا جائے تو پھر بھی اختیار حاصل نہیں ہوگا خواہ اس کی بیوی آزاد ہو یا غلام۔ (ع۔ح)

مغیث رضی اللہ عنہ کا حال

۲/۳۱۵۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ زَوْجُ بَرِيْرَةَ عَبْدًا اَسْوَدَ يُقَالُ لَهٗ مُغِيْثٌ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ يَطُوْفُ خَلْفَهَا فِيْ سِكَكِ الْمَدِيْنَةِ يَبْكِيْ وَدُمُوْعُهٗ تَسِيْلُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبَّاسِ يَا عَبَّاسُ اَلَا تَعْجَبُ مِنْ حُبِّ مُغِيْثٍ بَرِيْرَةَ وَمِنْ بُغْضِ بَرِيْرَةَ مُغِيْثًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ رَاجَعْتِيْهِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَأْمُرُنِيْ قَالَ اِنَّمَا اَشْفَعُ قَالَتْ لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْهِ۔

(رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤٠٨/٩ الحدیث رقم ٥٢٨٣ وابو داود فی السنن ٦٧٠/٢ الحدیث رقم ٢٢٣١ والترمذی فی ٤٥١/٣ الحدیث رقم ١١٥٥ والدرمی فی ٢٢٣/٢ الحدیث رقم ٢٢٩٢ واحمد فی المسند ٢١٥/١۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت بریرہؓ کا خاوند سیاہ رنگ کا غلام تھا اس کو مغیث کہا جاتا تھا۔ گویا اب بھی یہ منظر میری نگاہوں میں ہے کہ وہ بریرہؓ کے پیچھے مدینہ کی گلیوں میں روتا پھر رہا ہے اور اس کے آنسو اس کی داڑھی پر

بہہ رہے ہیں تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عباسؓ کو فرمایا اے عباسؓ! تم حیران نہیں ہوتے ہو کہ مغیث کو بریرہؓ سے کتنی محبت اور بریرہؓ کو مغیث سے کس قدر نفرت ہے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہؓ سے فرمایا اگر تم اس کی طرف رجوع کرلو یعنی مغیث سے نکاح کرلو تو مناسب ہے تو اس پر بریرہؓ کہنے لگیں یارسول اللہ! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حکم فرماتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو بس سفارش کرتا ہوں (یعنی تمہیں حکم نہیں کرتا)۔ تو بریرہؓ کہنے لگیں مجھے اس کی طرف رجوع کرنے کی پھر ضرورت نہیں۔ (یعنی مجھے اس کے پاس رہنا پسند نہیں ہے)۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ سیاہ غلام اس کا ایک معنی تو یہ ہے کہ وہ بدصورتی میں سیاہ غلام کی طرح تھا۔ (۲) دوسرا معنی یہ ہے پہلے وہ غلام تھا پھر آزاد کرنے سے وہ آزاد ہو گیا۔ پس اس طرح دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ ایک روایت میں ہے کہ مغیث آزاد تھا۔ (۳) اس روایت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ امام کو اپنی رعایا کے معاملات میں کسی اچھی بات کے لئے سفارش کرنا درست ہے۔ (۴) سفارش کا قبول کرنا واجب نہیں اور اس کے قبول نہ کرنے پر حاکم کو مواخذے کا اختیار نہیں۔ (۵) یہ بھی معلوم ہوا کہ بدخلقی اور بدسلوکی کے سبب عداوت وبغض ناجائز نہیں۔ (ع)

الفصل الثانی:

خاوند کو پہلے آزاد کرنا بہتر ہے

۳۱۵۶/۳ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا اَرَادَتْ اَنْ تُعْتِقَ مَمْلُوْكَيْنِ لَهَا زَوْجٌ فَسَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهَا اَنْ تَبْدَأَ بِالرَّجُلِ قَبْلَ الْمَرْاَةِ۔ (رواہ ابوداود والنسائی۔)

اخرجه ابو داود فی السنن ۶۷۳/۲ الحدیث رقم ۲۲۳۷ والنسائی فی ۱۶۱/۶ الحدیث رقم ۳۴۴۶ وابن ماجه فی ۸۴۶/۲ الحدیث رقم ۲۵۳۲۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے دو غلام آزاد کرنے کا ارادہ کیا جو کہ میاں بیوی تھے۔ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم عورت سے پہلے مرد کو آزاد کرو۔ یہ ابوداؤد اور نسائی میں ہے۔

تشریح ۞ ''مرد کو پہلے آزاد کرو'' اس کا مقصد یہ ہے کہ عورت کو نکاح کے سلسلے میں اختیار نہ رہے۔ اگر عورت کو پہلے آزاد کر دیا تو آزاد عورت غلام کے نکاح میں ہوگی اور اس صورت میں عورت کو اختیار حاصل ہوگا کہ خواہ خاوند سے نکاح کو باقی رکھے یا نہ رکھے۔ جیسا کہ تینوں ائمہ کا یہی مسلک ہے۔ اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مرد کو پہلے آزاد کرو تا کہ عورت کو اختیار نہ رہے۔ زیادہ ظاہر بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے مرد کو آزاد کرنے کا اس لئے فرمایا کیونکہ مرد کامل اور افضل ہے۔ یا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم فرمایا کہ آزاد شوہر منکوحہ باندی کو تو برداشت کر لیتا ہے جبکہ عموماً عورتیں اپنے غلام خاوند سے بیزار ہوا کرتی ہیں۔ اگر عورت کو پہلے آزاد کر دیں تو کہیں بیوی شوہر سے بیزاری میں مبتلا نہ ہو جائے'' واللہ اعلم۔ (ع)

بریرہ رضی اللہ عنہا کے لئے ثبوتِ خیار

۳۱۵۷/۴وَعَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ بَرِيْرَةَ عَتَقَتْ وَهِيَ عِنْدَ مُغِيْثٍ فَخَيَّرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ لَهَا اِنْ قَرِبَكِ فَلَا خِيَارَ لَكِ ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه ابو داود فی السنن ۶۷۳/۲ الحدیث رقم ۲۲۳۶

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے بریرہؓ کو اس حالت میں آزادی ملی کہ وہ مغیث کے نکاح میں تھی آپ علیہ السلام نے بریرہؓ کو نکاح قائم رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار دیا اور فرمایا کہ اگر تیرا خاوند تجھ سے جماع کرے گا تو پھر تیرا اختیار باقی نہیں رہے گا۔ کیونکہ اس سے تمہاری طرف سے اس کی زوجیت پر رضامندی کا اظہار ہوگا۔ یہ ابوداوٗد میں ہے۔

تشریح ۞ (۱) صاحب ہدایہ نے لکھا ہے اگر کوئی لونڈی اپنے آقا کے اذن سے یا خود اس کا مولیٰ اس کی رضامندی سے یا بغیر رضامندی کے نکاح کرے اور پھر وہ لونڈی آزاد ہو جائے تو اس کو نکاح میں رہنے یا نہ رہنے کا اختیار حاصل ہوگا۔ خواہ اس کا خاوند آزاد ہو یا غلام۔ (۲) اور اگر لونڈی اپنا نکاح خود کرے آقا کا اذن اس میں شامل نہ ہو پھر مولیٰ اس کو آزاد کر دے تو اس کا نکاح صحیح ہو جاتا ہے اور اس کو اختیار نہیں رہتا۔ ائمہ ثلاثہ اس مسئلے میں ہمارے خلاف ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ اگر اس کا خاوند آزاد ہو تو اس کو اختیار نہیں رہتا۔

علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ بریرہؓ کے خاوند کے بارے میں دو متعارض روایتیں صحیحین میں وارد ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہؓ کو اس حال میں اختیار دیا کہ ان کا خاوند غلام تھا اسی طرح صحیحین کی دوسری روایت میں وارد ہے کہ اس کا خاوند آزاد تھا جب ان کو آزادی دی گئی اور سنن اربعہ میں اسی طرح ہے۔ اور ترمذی نے کہا کہ یہ روایت حسن صحیح ہے' ائمہ ثلاثہ نے پہلی روایت کو اختیار کیا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری روایت کو اختیار کیا ہے۔ جس کی مؤید سنن کی یہ روایات بھی ہیں۔ ابن ہمام کے قول کی پوری تفصیل ملا علی قاریؒ نے مرقات میں نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہاں ذکر کر دیا گیا ہے۔

بَابُ الصَّدَاقِ

مہر کا بیان

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم ہے اور امام مالک کے ہاں چوتھائی دینار ہے اور امام شافعی' امام احمد رحمہما اللہ کے ہاں جو چیز ثمن بننے کی صلاحیت رکھتی ہو اسے مہر قرار دینا درست ہے۔ (۲) صاحب شرح وقایہ

نے دس درہم کا وزن سات مثقال بتایا ہے اور ایک مثقال کا وزن ساڑھے چار ماشے ہے اس حساب سے دس درہم کا وزن ساڑھے اکتیس ماشے ہوگا اور روپیہ اگر بارہ ماشے کا ہو تو وہ دس درہم کے دو روپے دس آنے بنتے ہیں (لیکن یہاں روپے سے مراد چاندی کا روپیہ ہے) اور دینار دس درہم کا ہوتا ہے۔

(۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج رضی اللہ عنہن کا مہر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیٹیوں کا مہر سوائے حضرت فاطمہؓ کے پانچ سو درہم تھا۔ جو چاندی کے روپے کے حساب سے ایک سو اکیس روپے بنتا ہے اور اگر روپیہ بارہ بارہ ماشے کا ہو تو ایک سو چھتیس روپے پندرہ آنے بنے گا۔

حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر:

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر چار ہزار درہم یا چار سو دینار تھا جو کہ ایک ہزار پچاس روپیہ بنتا ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر چار سو مثقال نقرہ مقرر ہوا تھا۔ چار سو مثقال اٹھارہ سو ماشہ یعنی ایک کلو ۵.۷ گرام چاندی بنتی ہے جس کی قیمت اس وقت کے لحاظ سے ایک ہزار پچاس روپیہ ہے۔ نوٹ: یہ مؤلفؒ نے اپنے زمانہ کے حساب سے لکھا ہے چاندی کا موجودہ ریٹ معلوم کر کے روپوں کا تعین کیا جا سکتا ہے۔ (مصحح)

الفصل الاول:

ہبہ کرنے والی عورت کا حکم

۳۱۵۸/اوَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَتْهُ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّي وَهَبْتُ نَفْسِيْ لَكَ فَقَامَتْ طَوِيْلاً فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زَوِّجْنِيْهَا اِنْ لَّمْ تَكُنْ لَكَ فِيْهَا حَاجَةٌ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ تُصْدِقُهَا قَالَ مَا عِنْدِيْ اِلاَّ اِزَارِيْ هٰذَا قَالَ فَالْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِّنْ حَدِيْدٍ فَالْتَمَسَ فَلَمْ يَجِدْ شَيْئًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ شَيْءٌ قَالَ نَعَمْ سُوْرَةُ كَذَا وَسُوْرَةُ كَذَا فَقَالَ قَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ انْطَلِقْ فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا فَعَلِّمْهَا مِنَ الْقُرْاٰنِ ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخارى فى صحيحه ١٩٠/٩ الحديث رقم ٥١٣٥ ومسلم فى ١٠٤٠/٢ الحديث رقم (٧٦-١٤٢٥) وابوداؤد فى السنن ٥٨٦/٢ الحديث رقم ٢١١١ والترمذى فى ٤٢١/٣ الحديث رقم ١١١٤ والنسائى فى ١١٣/٦ الحديث رقم ٣٣٣٩ وابن ماجه فى ٦٠٨/١ الحديث رقم ١٨٨٩ والدارمى فى ١٩٠/٢ الحديث رقم ٢٢٠١ ومالك فى الموطأ ٥٢٦/٢ الحديث رقم ٨ من كتاب النكاح واحمد فى المسند ٣٣٠/٥

ترجمہ: حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت نے حاضر ہو کر یہ کہا کہ یا رسول اللہ! میں نے اپنی جان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بخش دی۔ وہ کافی دیر کھڑی رہی یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی

اختیار فرمائی اور اس کی بات کا جواب نہ دیا۔ پھر ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہؐ! اس کا میرے ساتھ نکاح کر دیں یعنی اس کو میرے ساتھ نکاح کا حکم فرمائیں اگر آپ ﷺ کو اس کی ضرورت نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے جس کو تو مہر میں دے سکے تو وہ شخص کہنے لگا میرے پاس میرے اس تہبند کے علاوہ کچھ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور کوئی چیز تلاش کر کے لاؤ اگر چہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو اس نے تلاش کیا اور کوئی چیز نہ پائی تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تیرے پاس قرآن ہے؟ یعنی تجھے قرآن یاد ہے یا نہیں۔ اس نے کہا مجھے فلاں فلاں سورت یاد ہے آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تیرا نکاح اس چیز کے سبب کر دیا جو تیرے ساتھ قرآن مجید میں سے ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جا میں نے تیرا نکاح اس سے کر دیا پس تو اس کو قرآن سکھلا۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ بخش دیا یعنی آپ ﷺ کے ساتھ یہ حکم خاص تھا اگر کوئی عورت اپنے آپ کو آپ ﷺ کے لئے ہبہ کر دے تو آپ ﷺ کے لئے اس کا مہر واجب نہیں تھا اس کے بغیر ہی وہ آپ ﷺ کے لئے حلال تھی۔ امت کے لئے یہ بات درست نہیں۔ چنانچہ قرآن مجید کی اس آیت میں مذکور ہے:

﴿وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (النساء: ۵۰)

ترجمہ: اگر کوئی مؤمنہ عورت اپنا نفس محمد ﷺ کو ہبہ کر دے یعنی مہر نہ مانگے اور پیغمبر ﷺ بھی اس سے نکاح کرنا چاہئیں تو آپ ﷺ کے لئے اس سے نکاح حلال ہے۔ یہ نکاح آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہے اور مومنوں کے لئے نہیں۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے۔

(۱) امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ہبہ کے لفظ سے نکاح جو بغیر مہر کے ہو آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ خاص ہے اور کسی کے لئے جائز نہیں۔ (۲) احناف کے نزدیک ہبہ کے لفظ سے نکاح تو سب کو جائز ہے مگر مہر کا واجب نہ ہونا یہ آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ خاص تھا اوروں کے لئے جائز نہیں دوسروں کو مہر مثل واجب ہوگا خواہ نکاح کے وقت مہر کا نام لیا جائے یا سرے سے اس کی نفی کی جائے۔

تشریح ۞ (۳) خَالِصَةً لَّكَ۔ اس آیت میں اس کا معنی یہ ہے مہر کے لازم ہونے کے بغیر وہ عورت خاص آپ ﷺ ہی کے لئے جائز ہے اوروں کے لئے بغیر مہر کے جائز نہیں خواہ اس مہر کی مقدار ایک لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو۔

(۴) اس سے معلوم ہوا کہ اگر زوجین راضی ہوں تو مال کی قسم میں سے کم سے کم مقدار مہر باندھنا جائز ہے۔ یہی امام شافعی اور جمہور علماء کا مذہب ہے۔ (۵) امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک مہر کی قلیل ترین مقدار دس درہم ہے۔ احناف کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا عورتوں کے اولیاء آگاہ رہیں وہ عورتوں کا نکاح کفو میں کریں اور نکاح صرف اولیاء کریں اور مہر کی کم ترین مقدار دس درہم ہو۔ اس روایت کو دار قطنی اور بیہقی رحمہما اللہ نے نقل کیا ہے اور اس کی تائید حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس مقولہ سے بھی ہوتی ہے۔ ''دس درہم سے کم مہر نہیں ہے'' اس روایت کو دار قطنی اور بیہقی رحمہما اللہ نے نقل کیا ہے۔

حدیث سہل کی تاویل:

اس حدیث میں مہر سے مراد مہر معجّل ہے اس لئے کہ ان کی عادت یہ تھی کہ مہر کا کچھ حصہ جلدی ادا کرتے جو صحبت سے پہلے دیا جاتا ہے اور بقیہ حصہ بعد میں ادا کرتے۔ بعض علماء نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ جب تک کچھ مہر بیوی کو نہ دے اس وقت تک اس سے صحبت نہ کرے حضرت ابن عباسؓ وزہریؒ کا یہی مسلک ہے' ان کا استدلال اس سے ہے کہ حضرت علی ؓ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو انہوں نے ان سے صحبت کرنا چاہی تو آپ ﷺ نے ان کو اس سے منع فرمایا یہاں تک کہ وہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مہر کا کچھ حصہ ادا نہ کرلیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنی زرہ اسے دے دو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنی زرہ دے دی پھر ان سے صحبت کی اور یہ بات تو معروف و معلوم ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر چار سو مثقال چاندی تھی۔ پس اس میں سے اس قدر دینے کا حکم دیا اور یہ اتنی مقدار دینا ان کے نزدیک واجب ہے اور احناف کے ہاں مستحب ہے۔ (۷) کیا تیرے ساتھ قرآن مجید میں سے کچھ ہے''؟ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے تعلیم قرآن کو مہر ٹھہرایا ہے۔ بعض ائمہ نے اس کو جائز قرار دیا ہے مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مہر مثل اس صورت میں بھی لازم ہوگا اور بما معک میں لفظ با یہاں مقابلہ کے لئے نہیں بلکہ سببیت کا معنی دے رہا ہے۔ یعنی میں نے تمہارا نکاح کر دیا بسبب اس قرآن کے جو تیرے پاس ہے اور تیرے اس کے ساتھ جمع ہونے کا سبب تیرے پاس قرآن کا پایا جانا ہے۔ اس لئے تمہاری اس فضیلت کی بناء پر تمہارے ساتھ اس کا نکاح بغیر مہر معجّل کے کیا جاتا ہے۔ اور اگر باء کو مقابلہ اور عوض کے لئے مان لیا جائے تو جواب یہ ہوگا کہ یہ اسی شخص کی خصوصیت تھی چنانچہ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: ((زوج رسول الله صلی الله علیه وسلم امرأة علی سورة من القراٰن و قال لا یکون لاحد بعدك مهرًا)) یعنی ایک عورت کا آپ ﷺ نے قرآن کی ایک سورت کے بدلے نکاح فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ یہ قرآن تیرے بعد کسی کے لئے مہر نہیں بن سکتا۔

جیسا کہ حضرت ابوطلحہ کا واقعہ مذکور ہے کہ انہوں نے امّ سلیمؓ سے اسلام پر نکاح کیا''۔ (۸) اور آپ ﷺ نے اس شخص کو فرمایا کہ اس کو قرآن مجید سکھلاؤ۔ یہ امر استحباب کے لئے ہے۔ اس میں کوئی دلالت نہیں کہ تعلیم بذات خود مہر تھی۔

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا عمومی مہر

۳۱۵۹/۲ وَعَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ كَمْ كَانَ صَدَاقُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ صَدَاقُهٗ لِاَ زْوَاجِهٖ ثِنْتَیْ عَشْرَةَ اَوْ قِیَّةً وَنَشٌّ قَالَتْ اَتَدْرِیْ مَا النَّشُّ قُلْتُ لَا قَالَتْ نِصْفُ اَوْ قِیَّةٍ فَتِلْكَ خَمْسُمِائَةِ دِرْهَمٍ (رواہ مسلم) وَنَشٌّ بِالرَّفْعِ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَفِیْ جَمِیْعِ الْاُصُوْلِ۔

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۰۴۲/۲ الحدیث رقم (۷۸-۱۴۲۶) وابوداوٗد فی السنن ۵۸۲/۲ الحدیث رقم ۲۱۰۵ وابن ماجه فی ۶۰۷/۱ الحدیث رقم ۱۸۸۶ والدارمی فی ۱۸۹/۲ الحدیث رقم ۲۱۹۹

ترجمہ: حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ ازواج مطہرات کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہر کتنا تھا؟ تو وہ فرمانے لگیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہر ازواج کے لئے بارہ اوقیہ چاندی اور ایک نش۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ نش کیا ہے؟ میں نے کہا نہیں تو آپؓ نے فرمایا یہ نصف اوقیہ ہے۔ پس یہ تمام پانچ سو درہم ہوئے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔ نش کا لفظ شرح السنۃ اور اصول کی تمام کتابوں میں نون کے ضمہ کے ساتھ ہے۔

تشریح ۞ اس روایت کو شوافع نے اس بات کے لئے دلیل قرار دیا کہ پانچ سو درہم باندھنا مستحب ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ امّ حبیبہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ تھیں ان کا مہر چار ہزار درہم یا چار سو دینار تھا اس کا جواب اگلی روایات کے اندر آ رہا ہے۔ اصول ان کتابوں کو کہا جاتا ہے جن میں احادیث کی مکمل اسناد درج ہوتی ہیں۔ (ع)

الفصل الثانی:

بھاری مہر کوئی فضیلت کی بات نہیں

۳/۳۱۶۰ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ اَلَا لَا تُغَالُوْا صَدُقَةَ النِّسَاءِ فَاِنَّهَا لَوْ كَانَتْ مَكْرُمَةً فِي الدُّنْيَا وَتَقْوًى عِنْدَ اللّٰهِ لَكَانَ اَوْلَاكُمْ بِهَا نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عَلِمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَكَحَ شَيْئًا مِنْ نِسَائِهٖ وَلَا اَنْكَحَ شَيْئًا مِنْ بَنَاتِهٖ عَلٰى اَكْثَرَ مِنِ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اُوْقِيَّةً۔

(رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ والدارمی)

اخرجه ابود اود فی السنن ۵۸۲/۲ الحدیث رقم ۲۱۰۶ والترمذی فی السنن ۴۲۲/۳ الحدیث رقم ۱۱۱۴ والنسائی فی ۱۱۷/۶ الحدیث رقم ۳۳۴۹ وابن ماجه فی ۶۰۷/۱ الحدیث رقم ۱۸۸۷ والدارمی فی ۱۹۰/۲ الحدیث رقم ۲۲۰۰۔

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خبردار! تم عورتوں کے بھاری مہر نہ باندھو۔ اگر یہ چیز دنیا میں بزرگی کا سبب اور اللہ کے ہاں تقویٰ کا ذریعہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ حقدار تھے اور جہاں تک میں جانتا ہوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نکاح اور اپنی بیٹیوں کے نکاح بارہ اوقیہ سے زائد (مہر) پر نہیں کیے۔ یہ احمد ترمذی ابوداؤد نسائی ابن ماجہ اور دارمی نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ وَتَقْوًى عِنْدَ اللّٰهِ۔ ''یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں جو جتنا زیادہ تقویٰ والا ہوگا اس کا مرتبہ اتنا بلند ہوگا' جو آخرت میں بڑائی کا باعث بنے گا۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ﴾

''اللہ کے ہاں تم میں سب سے زیادہ مرتبہ والا وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے''۔

تو زیادہ مہر باندھنے سے نہ دنیا میں فائدہ ہے اور نہ ہی آخرت میں تو اس کو اختیار نہ کیا جائے۔

(۲) بارہ اوقیہ چار سو درہم کے برابر ہے آگے ایک روایت آ رہی ہے جس میں حضرت ام حبیبہ کا مہر مذکور ہے۔ جس کی مقدار چار ہزار درہم ہے وہ حضرت عمرؓ کے اس ارشاد سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ مہر حبشہ کے بادشاہ نے باندھا تھا۔ اس سے اس کا مقصد آپ کی تعظیم و تکریم تھی۔

(۳) اوپر حضرت عائشہؓ کی روایت گزری۔ اس میں آپ کی ازواج کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ بتلایا گیا تھا۔ اور اس روایت میں بارہ اوقیہ کا ذکر ہے ان دونوں روایتوں میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عدد کو ذکر کیا اور کسر کو چھوڑ دیا۔ جیسا کہ عرب کی عام عادت تھی۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت زیادہ مہر کی مذمت فرما رہے تھے۔ اس لئے کسر کے ذکر کی ضرورت نہیں سمجھی۔ ایک اور بات یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے افضل اور ادنیٰ کا ذکر کیا۔ باقی اس سے زائد کے جائز ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔

(۴) شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں جو اضافہ ہے اس کا علم نہ ہو اور انہوں نے اپنے علم کے مطابق خبر دی ہو۔ (ع)

مہر معجّل میں باہمی رضامندی سے معمولی چیز بھی دی جاسکتی ہے

۳۱۶۱/۴ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَعْطٰى فِي صَدَاقِ امْرَاَتِهٖ مِلْءَ كَفَّيْهِ سَوِيْقًا اَوْ تَمْرًا فَقَدِ اسْتَحَلَّ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه ابو داود فی السنن ۲/۵۸۵ الحديث رقم ۲۱۱۰ واحمد فی المسند ۳/۳۵۵۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنی عورت کے مہر میں ستو یا کھجور سے دو چلو بھر کر دیا۔ یعنی مہر معجّل میں سے تو اس نے اس عورت کو اپنے لئے حلال کر لیا۔ اس روایت کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔

مہر معجّل کے طور پر ایک جوتوں کا جوڑا

۳۱۶۲/۵ وَعَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ اَنَّ امْرَاَةً مِّنْ بَنِيْ فَزَارَةَ تَزَوَّجَتْ عَلٰى نَعْلَيْنِ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَضِيْتِ مِنْ نَفْسِكِ وَمَالِكِ بِنَعْلَيْنِ قَالَتْ نَعَمْ فَاَجَازَهٗ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۳/۴۲۰ الحديث رقم ۱۱۱۳ وابن ماجه فی ۱/۶۰۸ الحديث رقم ۱۸۸۸ واحمد فی المسند ۳/۴۴۵

ترجمہ: حضرت عامر بن ربیعہ نقل کرتے ہیں کہ بنو فزارہ کی ایک عورت نے جوتے کے جوڑے پر نکاح کیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کیا تو نے اپنے نفس کو اپنی مالداری کے باوجود صرف دو جوتیوں کے بدلے حوالے کر دیا اور

اسی پر راضی ہوگئی اس نے کہا جی ہاں تو آپ ﷺ نے نکاح کو جائز رکھا اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا۔

تشریح ❁ روایات سے رفع تعارض کے لئے یہ کہا جائے گا کہ جوتیوں کا جوڑا اس عورت کا مہر معجّل تھا اور اس سے بھی پسندیدہ اور لائق تسلیم بات یہ ہے کہ درحقیقت اس عورت کا مہر صرف جوتیوں کا جوڑا مقرر کیا گیا تھا' لیکن اس کو مہر مثل کے مطالبے کا حق تھا۔ پھر جب حضور اکرم ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا تو گویا اس نے مہر مثل میں سے صرف جوتیوں کے جوڑے پر رضامندی ظاہر کی اور باقی مہر کو معاف کر دیا۔

اس لئے جناب نبی اکرم ﷺ نے اس کو جائز رکھا اور اس کے جواز میں کسی کو اختلاف نہیں۔ اس لئے شوافع کی اس میں کوئی دلیل نہ بنی۔

(۲) نیز سند کے اعتبار سے یہ روایت ضعیف ہے۔ (ع)

خاوند بیوی کو چھونے سے پہلے مرجائے تو مہر مثل لازم ہے

۳۱۶۳/۶ وَعَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَاَةً وَلَمْ يَفْرِضْ لَهَا شَيْئًا وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا حَتّٰى مَاتَ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ لَّهَا مِثْلُ صَدَاقِ نِسَائِهَا لَا وَكَسَ وَلَا شَطَطَ وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ وَلَهَا الْمِيْرَاثُ فَقَامَ مَعْقِلُ بْنُ سِنَانٍ الْاَشْجَعِیُّ فَقَالَ قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بِرْوَعَ بِنْتِ وَاشِقٍ امْرَاَةٍ مِّنَّا بِمِثْلِ مَا قَضَيْتَ فَفَرِحَ بِهَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ۔

(رواہ الترمذی وابوداود والنسائی والدارمی)

اخرجه ابو داود فی السنن ۵۸۹/۲ الحدیث رقم ۲۱۱۵ والترمذی فی ۴۵۰/۳ الحدیث رقم ۱۱۴۵ والنسائی فی ۱۲۱/۶ الحدیث رقم ۳۳۵۵ وابن ماجه فی ۶۵۹/۱ الحدیث رقم ۱۸۹۱ والدارمی فی ۲۰۷/۲ الحدیث رقم ۲۲۴۶ واحمد فی المسند ۲۷۹/۴

ترجمہ: حضرت علقمہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا' جس نے ایک عورت سے نکاح کیا مگر اس کا مہر مقرر نہ ہوا اور نہ ہی اس کو اپنی بیوی سے قربت یعنی صحبت کا موقع ملا اور نہ خلوت صحیحہ ہو سکی' یہاں تک کہ وہ آدمی مر گیا تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک مہینہ کے غور و فکر کے بعد اپنے اجتہاد سے فرمایا کہ اس عورت کو اس کی قوم کی دوسری عورتوں کی طرح مہر مثل ملے گا' نہ کمی ہوگی نہ اضافہ۔ اور اس کو وفات کی عدت گزارنی ہوگی اور اس عورت کو میراث بھی ملے گی اس بات کو سن کر حضرت معقل بن سنان اشجعی کھڑے ہوئے اور کہنے لگے بروع بنت واشق کے متعلق جناب رسول اللہ ﷺ نے یہی حکم فرمایا تھا۔ یہ ہمارے قبیلے کی ایک عورت تھی اور اس کے متعلق اسی چیز کا حکم کیا جیسا تم نے کیا ہے۔ تو اس بات کو سن کر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے۔ یہ ترمذی ابوداؤد' نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ❁ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے خوش ہونے کی وجہ یہ تھی کہ ان کا اجتہادی فیصلہ جناب رسول اللہ ﷺ کے

فیصلہ کے موافق نکلا تھا۔

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ اور صحابہؓ کی ایک جماعت کا اس مسئلہ میں یہ مسلک ہے کہ اس عورت کو عدم دخول کی وجہ سے مہر نہیں ملے گا البتہ اس پر عدت لازم ہے اور اس کو میراث ملے گی۔

(۳) امام شافعی رحمہ اللہ کے اس سلسلے میں دو قول ہیں ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے موافق اور دوسرا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے موافق۔ البتہ امام ابوحنیفہ اور امام احمد کا مذہب حضرت ابن مسعودؓ کے قول کے مطابق ہے۔

(۴) مہر مثل کا مطلب ہے والد کی قوم میں قریبی عورتوں کا جو مہر ہے وہ اس لڑکی کا مہر مثل کہلاتا ہے مثلاً پھوپھیاں، بہنیں، چچا کی بیٹیاں بشرطیکہ یہ دونوں عورتیں عمر، مال، جمال، عقل، دین شہر زمانہ، باکرہ اور ثیبہ ہونے میں برابر ہوں۔ (ع)

الفصل الثالث:

اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر چار ہزار درہم تھا

۳۱۶۴/۷ عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ اَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَحْشٍ فَمَاتَ بِاَرْضِ الْحَبْشَةِ فَزَوَّجَهَا النَّجَاشِيُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمْهَرَهَا عَنْهُ اَرْبَعَةَ الَافٍ وَفِىْ رِوَايَةٍ اَرْبَعَةَ الَافِ دِرْهَمٍ وَبَعَثَ بِهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ شُرَحْبِيْلِ ابْنِ حَسَنَةَ۔ (رواه ابوداود والنسائی)

اخرجه ابو داود فی السنن ۵۸۳/۲ الحدیث رقم ۲۱۰۷ والنسائی فی ۱۱۹/۶ الحدیث رقم ۳۳۵۰۔

ترجمہ: حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ میں عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھی۔ عبداللہ حبشہ کی سرزمین میں مرگیا تو حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میرا نکاح کردیا۔ نجاشی نے ام حبیبہؓ کا مہر حضور کی طرف سے چار ہزار درہم دیا۔ ایک روایت میں فقط چار ہزار ہے درہم کا لفظ نہیں ہے اور اس نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیج دیا۔ یہ داؤد و نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ (۱) مشکوٰۃ کے تمام نسخوں میں عبداللہ بن جحش کا نام درج ہے مگر یہ غلط ہے صحیح وہ ہے جو سنن ابی داؤد اور اصول کی دوسری کتابوں میں وارد ہے یعنی عبیداللہ بن جحش یہ اسلام لایا پھر مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ گیا اور وہاں جا کر عیسائیت اختیار کرلی اور اسی ارتداد کی حالت میں موت آئی۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اسلام پر ثابت قدم رہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو اصحمہ شاہ نجاشی کے پاس پیغام نکاح دے کر بھیجا شاہ حبشہ نے ام حبیبہؓ کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیغام نکاح بھیجا اور چار سو سرخ دینار مہر باندھا۔

واقعہ نکاح:

نجاشی نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ہاں اپنی ابرہہ نامی لونڈی کو بھیج کر اس طرح پیغام نکاح دیا کہ جناب

رسول اللہ ﷺ نے میری طرف لکھا ہے کہ میں تمہارا نکاح حضور ﷺ سے کردوں۔ یہ سن کرام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے خوشی میں ابرہہ کو ایک جوڑا کپڑے اور چاندی کی انگوٹھی بطور ہدیہ عنایت کی اور خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی طرف سے نکاح کا وکیل بنایا۔ جب شام کا وقت ہوا تو شاہ حبشہ نے جعفر ابن ابی طالب اور دیگر مسلمانوں کو جو وہاں موجود تھے حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب وہ حاضر ہو گئے تو شاہ نجاشی نے اس طرح خطبہ پڑھا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ السَّلَامِ الْمُؤْمِنِ الْمُهَيْمِنِ الْعَزِيْزِ الْجَبَّارِ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔

پھر اس کے بعد یہ کہا کہ میں نے اس بات کو قبول کیا جس کا نبی اکرم ﷺ نے مجھے حکم فرمایا اور میں نے چار سو سرخ دینار مہر مقرر کیا۔ چنانچہ اس نے لوگوں کے سامنے وہ چار سو دینار پیش کئے۔ پھر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے وکیل خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اس طرح خطبہ پڑھا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ السَّلَامِ الْمُؤْمِنِ الْمُهَيْمِنِ الْعَزِيْزِ الْجَبَّارِ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔

''میں نے اس چیز کو قبول کیا جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائی اور میں نے آپ ﷺ کا نکاح ام حبیبہ بنت ابی سفیان ؓ سے کر دیا۔'' اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے اس نکاح میں برکت عطاء فرمائے پھر وہ دینار اٹھا کر خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیئے گئے۔ لوگوں نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو نجاشی نے کہا بیٹھے رہو۔ انبیاء علیہم السلام کی سنت یہ ہے کہ نکاح کے بعد کھانا کھلایا جاتا ہے۔ پھر اس نے کھانا منگوایا اور سب لوگوں نے کھانا کھایا اور پھر منتشر ہو گئے۔ یہ نکاح سنہ ۷ھ میں ہوا۔ یہ خالد ابن سعید رضی اللہ عنہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد کے چچا کے بیٹے تھے۔ ابوسفیان اس وقت رسول اللہ ﷺ کے دشمن اور مشرک تھے فتح مکہ کے بعد اسلام لے آئے۔ (ع)

کیا اسلام لانا مہر بن سکتا ہے؟

۸/۳۱۶۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ تَزَوَّجَ اَبُوْ طَلْحَةَ اُمَّ سُلَيْمٍ فَكَانَ صَدَاقُ مَا بَيْنَهُمَا الْاِسْلَامُ اَسْلَمَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ قَبْلَ اَبِیْ طَلْحَةَ فَخَطَبَهَا فَقَالَتْ اِنِّیْ قَدْ اَسْلَمْتُ فَاِنْ اَسْلَمْتَ نَكَحْتُكَ فَاَسْلَمَ فَكَانَ صَدَاقُ مَا بَيْنَهُمَا۔ (رواه نسائی)

اخرجه النسائي في السنن ٦/ ١١٤ الحديث رقم ٣٣٤٠

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا اور اسلام لانا مہر مقرر ہوا۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا پہلے مسلمان ہو چکی تھی۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کو پیغام نکاح بھیجا تو ام سلیم کہنے لگیں میں تو مسلمان ہوں اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو تم سے نکاح کر لوں گی (یعنی تم سے مہر کا مطالبہ بھی نہ کروں گی)۔ پس ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے۔ تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا ہی ان کے مابین مہر مقرر

ہوا۔ یہ نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ام سلیم رضی اللہ عنہا کے والد کا نام ملحان ہے' یہ خادم رسول انس بن مالکؓ کی والدہ ہیں۔ انہوں نے پہلے مالک بن نصر سے نکاح کیا' وہ حالت کفر میں مرگیا۔ اسلام کی آمد پر ام سلیم رضی اللہ عنہا مسلمان ہوگئیں۔ ابوطلحہ اس وقت مشرک تھے انہوں نے پیغام نکاح بھیجا۔ تو ام سلیم رضی اللہ عنہا نے یہ شرط رکھی کہ اگر تم اسلام لے آؤ تو میں تم سے نکاح کرلوں گی اور تمھارے اسلام لانے پر تم سے مہر کا مطالبہ بھی نہ کروں گی۔ چنانچہ ابوطلحہ مسلمان ہوگئے اور انہوں نے ام سلیم رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیا۔

(۲) **فَكَانَ صَدَاقُ مَا بَيْنَهُمَا** ۔ وہی مہر ان کے درمیان مقرر ہوا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے اسلام لانے کی وجہ سے اپنے وعدہ کے مطابق ام سلیمؓ نے حضرت ابوطلحہ کو ان کا مہر بخش دیا۔ گویا اسلام ہی ان کے درمیان مہر مقرر ہوا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مہر اسلام تھا۔ یہ احناف کا قول ہے اور امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ ظاہر روایت پر عمل کرتے ہیں یعنی اسلام کے مہر قرار دینے کو درست قرار دیتے ہیں۔ واللہ اعلم (ع۔ح)

بَابُ الْوَلِيمَةِ

ولیمہ کا بیان

ولیمہ التیام سے بنا ہے اور التیام کا معنی اجتماع ہے اور چونکہ میاں بیوی کے اجتماع کے وقت یہ کھلایا جاتا ہے اسی وجہ سے اس کو ولیمہ کہا جاتا ہے۔ (۲) اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ ولیمہ سنت ہے۔ بعض نے اس کو مستحب اور بعض نے اس کو واجب قرار دیا ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ صحبت کے بعد ہے جب کہ دوسروں نے عقد کے بعد قرار دیا۔ بعض نے عقد اور دخول کے بعد قرار دیا۔ (۳) دو روز سے زائد ولیمے کو علماء کی ایک جماعت نے مکروہ قرار دیا ہے۔ جب کہ مالکیہ نے ایک ہفتہ تک اس کو مستحب قرار دیا ہے

(۴) بہتر یہی ہے کہ خاوند کی مالی حالت کا اعتبار کیا جائے۔

(۵) صاحب مجمع البحار کا قول:

نمبر ۱ ولیمہ:۔ یہ نکاح کے موقع پر کیا جاتا ہے نمبر ۲ خرس:۔ وہ کھانا جو بچے کی پیدائش پر کھلایا جائے۔ نمبر ۳ اعذار: وہ کھانا جو ختنہ کے وقت کھلایا جاتا ہے۔ نمبر ۴ وکیرہ:۔ وہ کھانا جو مکان بننے کی خوشی میں کھلایا جاتا ہے نمبر ۵: نقیعہ وہ کھانا جو مسافر کی آمد پر اس کو کھلایا جائے اور اس کے لئے تیار کیا جائے۔ نمبر ۶:۔ وضیمہ:۔ جو مصیبت کے وقت کھلایا جائے تاکہ مصیبت کا ازالہ ہو جائے۔

نمبر ۷ عقیقہ:۔ بچے کا نام رکھنے کے موقع پر جو کھانا کھلایا جائے۔

نمبر ۸ مادبۃ:۔ جو بلا سبب محض ضیافت کے لئے کھلایا جائے۔ یہ تمام اقسام مستحب ہیں مگر ولیمہ کو بعض لوگوں نے

واجب لکھا ہے(ح.وزین العرب)

الفصل الاول:

ولیمہ کا استحباب

۳۱۶۶/۱ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی عَلٰی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَثَرَ صُفْرَةٍ فَقَالَ مَا هٰذَا قَالَ اِنِّیْ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً عَلٰی وَزْنِ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ اَوْلِمْ وَلَوْبِشَاةٍ۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۰۴/۹ الحدیث رقم ۵۱۴۸ومسلم فی ۱۰۴۲/۲ الحدیث رقم (۷۹ـ۱۴۲۷) وابو داوٗد فی السنن ۵۸۴/۲ الحدیث رقم ۲۱۰۹ والترمذی فی ۴۰۲/۳ الحدیث رقم ۱۰۹۴وابن ماجه فی ۹۱۵/۱ الحدیث رقم ۱۹۰۷ والدارمی فی ۱۹۲/۲ الحدیث رقم ۲۲۰۴ومالك فی الموطأ۵۴۵/۲ الحدیث رقم ۴۷من کتاب النکاح واحمد فی المسند ۲۰۵/۳

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف پر زردی کا نشان ان کے جسم یا کپڑے پر دیکھا۔ یعنی ان کے بدن یا کپڑے کو زعفران لگی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیا ہے؟ وہ کہنے لگے میں نے ایک عورت سے نوات کی مقدار کے برابر سونے پر نکاح کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تمہیں برکت دے۔ ولیمہ کرو خواہ ایک بکری سے ہو یعنی کھانا پکا کر لوگوں کو کھلاؤ خواہ ایک بکری ہو۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ مَا هٰذَا! ''یعنی اس رنگ کا کیا سبب ہے۔ اس میں احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد خلوق کا لگانا ہو جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم منع فرمایا کرتے تھے خلوق اس زمانے میں ایک خوشبو کا نام تھا جو کہ زعفران ڈال کر تیار کی جاتی تھی۔ حضرت عبدالرحمٰن نے جواب دیا کہ یہ خوشبو میں نے نہیں لگائی بلکہ دلہن کے ساتھ مخالطت کی وجہ سے بلا قصد لگ گئی ہے۔

(۲) قاضی کہتے ہیں کہ نوات پانچ درہموں کے برابر ہوتا ہے۔ جیسا کہ نش بیس درہموں کے برابر ہوتا ہے اور اوقیہ چالیس درہموں کے برابر ہوتا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس کا مہر پانچ درہم سونے کے برابر باندھا جس کی مقدار پونے سولہ ماشے ہے۔ ۳) بعض نے کہا کہ نوات سے مراد کھجور کی گٹھلی ہے۔ (۴) ظاہر اور متبادر یہی معنی ہے کہ میں نے کھجور کی گٹھلی کی مقدار سونا اس کا مہر مقرر کیا۔ (۵) اَوْلِمْ وَلَوْبِشَاةٍ۔ محاورہ میں اس قسم کی عبارت تقلیل وتکثیر دونوں کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ یہاں کثرت مراد ہے مطلب یہ ہوا کہ اگرچہ زیادہ خرچ ہو جائے تب بھی ولیمہ کرو۔ بکری کا اس زمانے میں کم مقدار ہونا بعید بات ہے۔ احادیث میں مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ستوؤں وغیرہ کے ساتھ بھی ولیمہ کرتے تھے اور عبد الرحمٰن رضی اللہ اس زمانے میں غنی بھی نہ تھے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس سے کثرت مراد ہے۔ (ع۔ح)

عظیم الشان ولیمہ

۲/۳۱۶۷ وَعَنْهُ قَالَ مَا اَوْلَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْ نِسَائِهٖ مَا اَوْلَمَ عَلٰى زَيْنَبَ اَوْلَمَ بِشَاةٍ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۳۲/۹ الحدیث رقم ۵۱۶۸ ومسلم فی ۱۰۴۹/۲۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے کسی بھی زوجہ محترمہ کا اس قدر ولیمہ نہیں کیا جتنا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا کیا۔ آپ ﷺ نے ایک بکری ذبح کر کے ولیمہ کیا۔ یہ بخاری و مسلم میں ہے۔

تشریح ۞ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بکری کے ساتھ ولیمہ کرنا بہت بڑا ولیمہ ہے۔ (ح)

شبِ زفاف کے بعد ولیمہ

۳/۳۱۶۸ وَعَنْهُ قَالَ اَوْلَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ بَنٰى بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَاَشْبَعَ النَّاسَ خُبْزًا وَلَحْمًا۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۲۸/۸ الحدیث رقم ۴۷۹۴۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش سے شب زفاف گزارنے کے بعد لوگوں کو اتنا زیادہ ولیمہ کھلایا کہ روٹی اور گوشت سے لوگوں کے پیٹ بھر گئے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

حیس (حلوہ) سے ولیمہ

۴/۳۱۶۹ وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَعْتَقَ صَفِيَّةَ وَتَزَوَّجَهَا وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا وَاَوْلَمَ عَلَيْهَا بِحَيْسٍ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۳۲/۹ الحدیث رقم ۵۱۶۹ ومسلم فی ۱۰۴۳/۲ الحدیث رقم ۸۴-۱۳۶۵) وابو داؤد فی السنن ۵۴۳/۲ الحدیث رقم ۲۰۵۴ والترمذی فی ۴۲۳/۳ الحدیث رقم ۱۱۱۵ والنسائی فی ۱۱۴/۶ الحدیث رقم ۳۳۴۲ وابن ماجه فی ۶۲۹/۱ الحدیث رقم ۱۹۵۸ واحمد فی المسند ۹۹/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ کو آزاد کر کے ان سے نکاح کیا اور ان کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا اور ان کا ولیمہ حیس نامی کھانے سے فرمایا۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ حضرت صفیہ غزوہ خیبر کے قیدیوں میں سے تھیں۔ یہ بنو قریظہ کے سردار حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں۔ بعض نے ان کو بنونضیر سے شمار کیا ہے۔ (۲) علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ باندی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کیا جائے تو اس کی آزادی کو مہر بنایا جا سکتا ہے یا کہ نہیں۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت اور بعد والے علماء میں سے بعض نے اس حدیث کے

ظاہر پر عمل کرتے ہوئے آزادی کو مہر قرار دینے کو جائز رکھا ہے۔ جب کہ علماء کی دوسری جماعت نے اس کو ناجائز کہا ہے اور اس روایت کی تاویل یہ کی ہے کہ یہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی۔

شرح ہدایہ میں یہ بات لکھی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی لونڈی کو آزاد کرے اور اس کی آزادی کو مہر قرار دے اور اس طرح کہے کہ میں نے تجھے اس شرط پر آزاد کیا ہے کہ تو مجھ سے آزادی کے بدلے نکاح کرے گی اور اس لونڈی نے قبول کر لیا تو یہ آزاد کرنا درست ہے اور اس کو نکاح کرنے میں اختیار ہے۔ اگر اس نے نکاح کیا تو اس کو مہر مثل ادا کرنا ہوگا۔ (۳) حیس ایک کھانے کا نام ہے جو حلوے کی طرح ہوتا ہے جو کہ کھجور پنیر اور گھی سے بنتا ہے۔ (ع)

کھجور، پنیر و گھی سے ولیمہ

۳۱۷۰/۵ وَعَنْهُ قَالَ اَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ خَيْبَرَ وَالْمَدِيْنَةِ ثَلَاثَ لَيَالٍ يُبْنٰى عَلَيْهِ بِصَفِيَّةَ فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِيْنَ اِلٰى وَلِيْمَتِهٖ وَمَا كَانَ فِيْهَا مِنْ خُبْزٍ وَلَا لَحْمٍ وَمَا كَانَ فِيْهَا اِلَّا اَنْ اَمَرَ بِالْاَنْطَاعِ فَبُسِطَتْ فَاُلْقِيَ عَلَيْهَا التَّمْرُ وَالْاِقِطُ وَالسَّمْنُ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحيحه ٤٧٩/٧ الحديث رقم ٤٢١٣ والنسائی فی ١٣٤/٦ الحديث رقم ٣٣٨٢ واحمد فی المسند ٢٦٤/٣۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ خیبر اور مدینہ کے درمیان قیام پذیر رہے وہاں آپ نے حضرت صفیہ کے ساتھ شب زفاف گزاری پھر آپ نے مسلمانوں کو ولیمے کے لئے بلایا۔ اس میں نہ روٹی تھی نہ گوشت۔ اس وقت آپ نے چمڑے کے دستر خوان بچھانے کا حکم دیا۔ وہ بچھائے گئے ان پر کھجوریں، پنیر اور گھی رکھا گیا یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ❁ اوپر کی روایت میں لفظ حیس گزرا ہے اس روایت میں اس کی تشریح کی گئی کہ وہ کھانے کی قسم ان تین چیزوں سے مل کر بنتی ہے۔ (ع) اقط کہ جس کا دوسرا نام قروط ہے پنیر کی طرح ہوتا ہے اور اسی سے بنایا جاتا ہے۔

دو کلو جَو سے ولیمہ

۳۱۷۱/۶ وَعَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ قَالَ اَوْلَمَ النَّبِيُّ عَلٰى بَعْضِ نِسَائِهٖ بِمُدَّيْنِ مِنْ شَعِيْرٍ۔

(رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحيحه ٢٣٨/٩ الحديث رقم ٥١٧٢ واحمد فی المسند ١١٣/٦

ترجمہ: صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بعض ازواج کا ولیمہ دو کلو جَو سے کیا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ❁ شاید کہ یہ زوجہ محترمہ جن کا ولیمہ دو کلو جَو سے کیا ام سلمہ تھیں۔ (ع)

ولیمہ کی دعوت قبول کرنی چاہیے

۲/۳۱۷۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَا دُعِيَ اَحَدُكُمْ اِلَى الْوَلِيْمَةِ فَلْيَاْتِهَا (متفق عليه وفی رواية لمسلم) فَلْيُجِبْ عُرْسًا كَانَ اَوْ نَحْوَهٗ۔

اخرجه البخاري في صحيحه ٢٤٠/٩ الحديث رقم ٥١٧٣ ومسلم في ١٠٥٢/٢ الحديث رقم (١٦-١٤٢٩) وابو داؤد في السنن ١٢٣/٤ الحديث رقم ٣٨٣٦ وابن ماجه في ٦١٦/١ الحديث رقم ١٩١٤ والدارمي في ١٩٢/٢ الحديث رقم ٢٢٠٥ ومالك في ٥٤٦/٢ الحديث رقم ٤٩ من كتاب النكاح، واحمد في المسند ٢٢/٢ الجامع الصغير ٤٣/١ الحديث رقم ٦٠٦۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی شخص کو ولیمہ کے لیے بلایا جائے تو اسے جانا چاہیے یہ بخاری اور مسلم کی روایت ہے۔ مسلم کی ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ نکاح یا اسی طرح کی دعوت کو قبول کرنا چاہیے۔

تشریح ۞ (اس کی طرح کی دعوت) سے مراد عقیقہ ختنہ وغیرہ ہے۔ گویا ولیمہ میں ان روایتوں سے مراد مطلق خوشی کا کھانا ہے۔
(۲) بعض علماء نے فرمایا کہ دعوت کا قبول کرنا واجب ہے۔ اور اس کو بغیر عذر کے قبول نہ کرنے والا اس روایت کے مطابق گنہگار ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

مَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔

''جس شخص نے دعوت قبول نہ کی اس نے اللہ ورسول ﷺ کی نافرمانی کی''۔

(۳) دوسرے علماء نے فرمایا کہ یہ مستحب ہے اور یہ بات واضح رہے کہ یہ واجب یا مستحب دعوت میں حاضر ہونا ہے کھانا کھانا مستحب ہے بشرطیکہ روزے سے نہ ہو اور نکاح کے علاوہ اور دعوتوں کو قبول کرنا مستحب ہے۔ (طیبی وابن الملک)

ان دونوں نے یہ بھی فرمایا کہ اس دعوت کا وجوب کئی چیزوں سے ساقط ہو جاتا ہے۔ (۱) کھانا مشتبہ ہو (۲) مالداروں کو خاص کیا گیا ہو۔ (۳) وہاں کوئی ایسا شخص موجود ہو کہ اس سے کوئی ایذاء پہنچنے کا خطرہ ہو یا اس کے ساتھ بیٹھنا مناسب نہ ہو یا کسی آدمی کے شر کو دفع کرنے کے لئے اس کی دعوت کی گئی ہو یا اس کے ہاں مرتبہ پانے کے لئے اس کی دعوت کی گئی ہو یا اس کی دعوت اس غرض سے کی گئی ہو کہ وہ ان کے غلط کاموں میں مدد کرے یا وہاں کوئی ممنوع چیز مثلاً شراب ناچ رنگ یا سانگ کا تماشا ہو یا پتلیوں کا تماشا ہو یا گانے بجانے کی محفل ہو یا ریشم کے فرش بچھائے گئے ہوں وغیر ذلک۔ آج کی مجالس ان خرافات سے پُر ہیں۔ بہت کم ایسی مجالس ہیں جو ان باتوں سے خالی ہوں اس لئے صوفیاء نے کہا کہ ایسی محفلوں سے علیحدگی حلال ہے بلکہ اس طرح کہنا چاہیے کہ ایسی مجالس سے علیحدگی واجب ہے۔ (ع)

نکاح کی دعوت میں حاضری دی جائے

۸/۳۱۷۳وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دُعِيَ اَحَدُكُمْ اِلٰى طَعَامٍ فَلْيُجِبْ فَاِنْ شَاءَ طَعِمَ وَاِنْ شَاءَ تَرَكَ ۔ (رواه مسلم)

اخرجه في صحيحه ١٠٥٤/٢ الحديث رقم (١٠٥-١٤٣٠)وابو داوٗد في السنن ١٢٤/٤ الحديث رقم ٣٧٤٠۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی ایک کو کھانے کی طرف یعنی نکاح کے کھانے کی طرف بلایا جائے تو چاہیے کہ وہ قبول کرے یعنی وہاں حاضری دے۔ پھر اس کی مرضی ہے کہ کھائے یا نہ کھائے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس روایت سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ درحقیقت حاضری سنت یا واجب ہے کھانا سنت یا واجب نہیں۔ بلکہ کھانا مستحب ہے۔ ابن ملک کا قول یہ ہے کہ (۲) یہ امر وجوب کے لیے ہے اور اس شخص کے متعلق ہے جس کو کوئی عذر نہ ہو لیکن اگر کوئی عذر ہو مثلاً راستہ دور ہو کہ وہاں پہنچنے میں مشقت ہو تو ایسی دعوت کے قبول نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (ع)(ح)

بدترین ولیمہ

۹/۳۱۷۴وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ يُدْعٰى لَهَا الْاَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ وَمَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاري في صحيحه ٢٤٤/٩ الحديث رقم ٥١٧٧ومسلم في ١٠٥٤/٢ الحديث رقم (١٠٧-١٤٣٢)وابو داوٗد في السنن ١٢٥/٤ الحديث رقم ٣٧٤٢وابن ماجه في ٦١٦/١ الحديث رقم ١٩١٣ والدارمي في ١٤٣/٢ الحديث رقم ٢٠٦٦ومالك في المطوطا ٥٤٦/٢ الحديث رقم ٥٠من كتاب النكاح ، واحمد في المسند ٢٤١/٢

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بدترین ولیمہ وہ ہے جس میں دولت مندوں کو بلایا جائے اور فقراء کو چھوڑ دیا جائے۔ جس آدمی نے دعوت کو (بغیر عذر) کے چھوڑ دیا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ شَرُّ الطَّعَامِ یعنی برے کھانوں میں سے ایک وہ کھانا بھی ہے جو روایت میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض کھانے اس سے بھی زیادہ برے ہیں اور وہ جو روایت میں وارد ہے کہ شر الناس من اکل وحدہ اس سے یہی مراد ہے کہ یہ بھی بری بات ہے کہ آدمی اکیلا کھائے مگر اس سے بھی اور زیادہ بری باتیں ہیں۔ اب روایت کا مطلب یہ ہوا کہ نکاح کا کھانا مطلقاً برا نہیں بلکہ اس میں بری باتیں شامل ہونے سے برا ہو جاتا ہے اور وہ بری بات یہ ہے کہ نکاح کے کھانے میں فقط اغنیاء کو بلایا جائے اور فقراء کو نہ بلایا جائے۔ اس زمانہ میں لوگوں کی یہ عادت تھی کہ وہ اغنیاء کو کھانے پر بلاتے اور ان کو اچھے اچھے کھانے

کھلاتے اور فقراء کو کوئی نہ پوچھتا تو اس طرح کی بری رسم سے منع فرمایا۔

(۲) مَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ : یعنی دعوت قبول نہ کرنے کو نافرمانی اس لیے کہا کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت ہے اس روایت کے ظاہر سے دعوت کو واجب کہنے والوں نے استدلال کیا مگر جمہور کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ اس ارشاد میں استحباب کی تاکید مقصود ہے جمہور کا یہی قول ہے۔ (ع)

دعوت میں بِن بلائے مہمان کا حکم

۳۱۷۵/۱۰وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ يُكْنٰى اَبَا شُعَيْبٍ كَانَ لَهٗ غُلَامٌ لَحَّامٌ فَقَالَ اِصْنَعْ لِیْ طَعَامًا يَكْفِیْ خَمْسَةً لَعَلِّیْ اَدْعُوا النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَامِسَ خَمْسَةٍ فَصَنَعَ لَهٗ طُعَيِّمًا ثُمَّ اَتَاهُ فَدَعَاهُ فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَااَ بَا شُعَيْبٍ اِنَّ رَجُلًا تَبِعَنَا فَاِنْ شِئْتَ اَذِ نْتَ لَهٗ وَاِنْ شِئْتَ تَرَكْتَهٗ قَالَ لَا بَلْ اَذِنْتُ لَهٗ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحح ۵۸۳/۹ الحدیث رقم ۵٤٦۱ ومسلم فی ۱٦۰۸/۳ الحدیث رقم (۱۳۸-۲۰۳٦) والترمذی فی السنن ٤۰۵/۳ الحدیث رقم ۱۰۹۹ والدارمی فی ۱٤۳/۲ الحدیث رقم ۲۰٦۸ واحمد فی المسند ۱۲۱/٤۔

ترجمہ: حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انصار میں ایک شخص کی کنیت ابوشعیب تھی' اس کا ایک غلام گوشت فروش تھا۔ اس نے کہا کہ تم میرے لئے اتنا کھانا تیار کرو جو پانچ آدمیوں کے لئے کفایت کر جائے کہ [illegible] کے لئے حضور علیہ السلام کو بلاؤں۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلائے جانے والوں میں پانچویں ہوں۔ یعنی آپ کے [illegible] ساتھ اور چار آدمی ہوں۔ اس غلام نے اس کے کہنے کے مطابق تھوڑا سا کھانا تیار کیا۔ پھر وہ شخص حضور علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور آپ کو کھانے کی دعوت دی اور آپ کے ساتھ چار اور اصحاب کو بھی دعوت دی تو ان کے ساتھ ایک اور آدمی بھی چل دیا۔ چنانچہ جب آپ اس کے گھر کے دروازے کے قریب پہنچ گئے۔ تو آپ نے فرمایا بے شک یہ آدمی ہمارے پیچھے آ گیا ہے اے ابو شعیب! اگر آپ چاہو تو اس کو چھوڑ دو یا چاہو تو اجازت دو تو اس نے کہا کہ میں اس کو اجازت دیتا ہوں۔

تشریح ۞ اس سے یہ ثابت ہوا کہ کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ بلا اجازت کسی کی دعوت میں جائے (۲) مہمان کے لیے بھی یہ جائز نہیں کسی کو اندر آنے کی اجازت میزبان کے صریح حکم کے بغیر دے یا ایسی دعوت ہو کہ جہاں اذنِ عام ہو یا مہمان کو یہ یقین ہو کہ اس بن بلائے شخص کو ساتھ لے جانے پر میزبان ناراض نہیں ہوگا بلکہ خوش ہوگا تو اس صورت میں اس کو دعوت میں ساتھ لے جا سکتا ہے۔ (۳) اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ کسی شخص کو کسی کے گھر میں بلا اجازت جانا جائز نہیں (۴) یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی خاص آدمی کی دعوت کی جائے اور کوئی آدمی اس کے ساتھ چل دے تو مہمان کے لیے مستحب ہے کہ وہ صاحب خانہ سے اجازت طلب کرے اور صاحب خانہ کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ اس کو داخلے سے منع نہ کرے مگر یہ کہ اس کے داخلے میں حاضرین کے فساد اور بگاڑ کا خطرہ ہو (۵) اگر اس کو نرمی سے واپس کر دے یا کھانے میں سے کچھ دے کر واپس

کر دے تو یہ زیادہ مناسب ہے (۶) صاحب شرح السنۃ نے لکھا ہے کہ اس روایت سے یہ صاف معلوم ہو رہا ہے کہ بن بلائے شخص کو ضیافت کا کھانا جائز نہیں۔ (۷) بعض علماء کا یہ قول ہے کہ جب کسی شخص کے سامنے کھانا رکھ دیا جائے اور اس کی ملک کر دیا جائے تو اس کو اختیار ہے کہ خواہ کھانا کھائے خواہ کسی کو کھلائے خواہ اپنے گھر اٹھا کر لے جائے اور اگر وہ دستر خوان پر بیٹھے اور وہ کھانا اس کی ملک نہ کیا جائے تو پھر اس کی مرضی ہے کہ اس میں سے عرف عام اور رواج کے مطابق کھائے۔ مگر اس میں سے کچھ بھی اٹھا کر نہ لے جائے اور نہ کسی اور کو کھلائے۔ بعض اہل علم نے اس بات کو مناسب قرار دیا کہ دستر خوان پر بیٹھنے والے ایک دوسرے کو کوئی چیز دیں لیکن اگر وہ دو الگ دستر خوانوں پر ہوں تو پھر ایک دوسرے کی چیز دینا جائز نہیں۔ (ع ح)

الفصل الثانی:

ستو و کھجور کا ولیمہ

۳۱۷۶/۱۱ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْلَمَ عَلٰى صَفِيَّةَ بِسَوِيْقٍ وَتَمْرٍ۔

(رواه احمد والترمذي وابوداود وابن ماجة)

اخرجه ابوداود في السنن ۱۲۶/٤ الحديث رقم ۳۷٤٤ والترمذي في ٤۰۳/۳ الحديث رقم ۱۰۹۵ وابن ماجه في ٦٥۱/۱ الحديث رقم ۱۹۰۹ واحمد في المسند ۱۱۰/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کا ولیمہ ستو اور کھجور سے کیا۔ یہ احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ کی روایت ہے

تشریح ۞ (۱) اوپر والی روایت میں گزرا کہ حضرت صفیہ کا ولیمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیس سے کیا اور اس روایت میں ہے کہ ستو اور کھجور سے ولیمہ کیا، اس میں تطبیق اس طرح ہے کہ ولیمہ میں یہ دونوں چیزیں دستر خوان پر رکھی ہوں گی جس نے جو دیکھا اس نے وہ ذکر کر دیا۔ (ع)

۳۱۷۷/۱۲ وَعَنْ سَفِيْنَةَ اَنَّ رَجُلًا ضَافَ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ فَصَنَعَ لَهٗ طَعَامًا فَقَالَتْ فَاطِمَةُ لَوْ دَعَوْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَكَلَ مَعَنَا فَدَعَوْهُ فَجَاءَ فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى عِضَادَتَيِ الْبَابِ فَرَاَى الْقِرَامَ قَدْ ضُرِبَ فِيْ نَاحِيَةِ الْبَيْتِ فَرَجَعَ قَالَتْ فَاطِمَةُ فَتَبِعْتُهٗ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَا رَدَّكَ قَالَ اِنَّهٗ لَيْسَ لِيْ اَوْ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّدْخُلَ بَيْتًا مُزَوَّقًا۔ (رواه احمد وابن ماجة)

اخرجه ابوداوٗد في السنن ۱۳۳/٤ الحديث رقم ۳۷٥٥ وابن ماجه في ۱۱۱٥/۲ الحديث ۳۳٦۰ واحمد في المخطوطة (الى)

ترجمہ: حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک مہمان آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے کھانا تیار کرایا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کہ اگر ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بلا لیں تو مناسب

ہو گا تا کہ وہ بھی ہمارے ساتھ کھانا کھالیں۔ چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ کو بلایا۔ آپ تشریف لائے۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دروازے کے دونوں بازوں پر رکھے تو آپ ﷺ کو گھر کے کونے میں پردہ لٹکا ہوا نظر آیا۔ آپ وہیں سے واپس ہو گئے۔ حضرت فاطمہؓ کہتی ہیں کہ میں آپ کے پیچھے گئی اور میں نے کہا یارسول اللہ آپ کو گھر میں داخلے سے کس چیز نے روک دیا آپ نے فرمایا میرے لائق نہیں یا کسی نبی کے یہ لائق نہیں کہ وہ زینت والے گھر میں داخل ہو۔ یہ احمد وابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اَلْقِرَامَ: باریک منقش پردہ" (۲) بعض نے کہا کہ وہ پردہ منقش تو نہ تھا مگر اس سے دیوار کو اس طرح ڈھانپ رکھا تھا جس طرح دلہن کی مسہری کو ڈھانپا جاتا ہے اور یہ متکبر لوگوں کی عادت ہے آپ کو یہ چیز پسند نہ آئی کیونکہ یہ بہتر نہیں اور دنیا کی محض زینت آخرت کے لئے باعث نقصان ہے۔ اس پر تنبیہ کرنے کے لئے آپ ﷺ واپس تشریف لے گئے۔ (ع)

بِن بلائے دعوت میں جانے والا چور ہے

۱۳/۳۱۷۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دُعِيَ فَلَمْ يُجِبْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَمَنْ دَخَلَ عَلٰى غَيْرِ دَعْوَةٍ دَخَلَ سَارِقًا وَخَرَجَ مُغِيْرًا۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۱۲۵/٤ الحدیث رقم ۳۷٤۱۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کی دعوت کی جائے اور پھر وہ قبول نہ کرے پس اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور جو شخص کھانے کی مجلس میں بغیر بلائے داخل ہو جائے تو وہ چوروں کی طرح آیا اور مال لوٹ کر واپس ہوا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ دَخَلَ سَارِقًا: اس آنے والے کو چور اس لئے کہا کہ یہ گھر والے کی اجازت کے بغیر آیا گویا کہ چھپ کر چور کی طرح آیا اور اس سے اسی طرح گناہ گار ہوا جیسے چور اس چوری کی وجہ سے گناہ گار ہوتا ہے۔ (۲) حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی امت کو اچھے اخلاق کی تعلیم دی اور خصائل قبیحہ سے منع کیا (۳) عدم قبولیت دعوت تکبر نفس کی علامت ہے اور عدم الفت کو ظاہر کرتا ہے۔ (۴) کسی کے ہاں بن بلائے جانا شدید حرصِ نفس پر دلالت کرتا ہے جو کہ ایک بری عادت ہے۔ (ع)

مقدم کا حق مقدم

۱۴/۳۱۷۹ وَعَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اجْتَمَعَ الدَّاعِيَانِ فَاَجِبْ اَقْرَبَهُمَا بَابًا وَاِنْ سَبَقَ اَحَدُهُمَا فَاَجِبِ الَّذِيْ سَبَقَ۔

(رواہ احمد وابوداود)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۱۳۳/٤ الحدیث رقم ۳۷۵٦ واحمد فی المسند ٤۰۸/۵۔

ترجمہ: ایک صحابی رسول اللہ کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب دو دعوت دینے والے جمع

ہو جائیں تو ان میں سے قریب دروازے والے کا حق مقدم ہے اور اگر ان میں سے ایک نے دعوت میں پہل کی ہو تو جس نے پہل کی اس کی دعوت قبول کرو۔ یہ روایت احمد وابوداؤد نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ یہ بظاہر اس صورت کا حکم ہے کہ دعوت کا وقت ایک ہی ہو اور اگر مختلف ہو تو دونوں کو قبول کرے' یہ ہمسایہ کا حکم ہے۔ یعنی اگر دو ہمسایوں کی طرف سے دعوت ہو تو جس کا دروازہ زیادہ قریب ہے اس کی دعوت کو ترجیح دی جائے گی' اگر شہر والے دعوت کریں تو وہاں ان چیزوں کی بنیاد پر ترجیح ہوگی مثلاً جان پہچان' صلاح' حقوق وغیرہ یعنی ہمسایہ کے علاوہ اہل شہر میں سے دو آدمی دعوت کرنے والے ہوں تو ایسے شخص کی دعوت قبول کی جائے گی جو زیادہ نیک' خوب جان پہچان والا ہو۔ (۲) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو طالب یا فتویٰ پوچھنے والا کسی عالم کے ہاں پہلے آئے تو وہ بعد میں آنے والے سے فائق ہے۔ پہلے اسی کو پڑھایا اور مسئلہ بتلایا جائے۔ (ح۔ع)

شہرت کی دعوت

۱۵/۳۱۸۰ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامُ اَوَّلِ يَوْمٍ حَقٌّ وَطَعَامُ يَوْمِ الثَّانِىْ سُنَّةٌ وَطَعَامُ يَوْمِ الثَّالِثِ سُمْعَةٌ وَمَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۳/ ۴۰۳ الحديث رقم ۱۰۹۷۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے دن کا کھانا تو حق ہے اور دوسرے دن کا کھانا سنت ہے اور تیسرے دن کا کھانا شہرت ہے اور جو کوئی سنانے کے لئے کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں میں سنائے گا' یعنی مشہور کر دے گا۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ حق'' کا مطلب یہ ہے کہ نکاح کے موقعہ پر پہلے دن کا کھانا کھلانا اور اس کی دعوت کو قبول کرنا واجب ہے یا سنت مؤکدہ ہے جیسا کہ علماء کا اختلاف اس کو ظاہر کرتا ہے کہ بعض وجوب اور دوسرے بعض سنیت کے قائل ہیں۔

(۲) دوسرے دن کا کھانا سنت اور مستحب ہے اور تیسرے دن کا کھانا شہرت کے لئے ہوتا ہے تاکہ لوگ کہیں کہ فلاں نے تین دن دعوت ولیمہ کھلائی۔ جو شخص فخر و مباہات اور ریاء کاری کے لئے سخاوت کرے گا اللہ تعالیٰ اسی طرح مشہور کر دیں گے اور قیامت کے دن بھی میدان حشر میں یہ اعلان کر دیا جائے گا کہ اس شخص نے دکھانے اور سنانے کے لئے کھانا کھلایا' یہ اپنے قول میں جھوٹا اور مفتر ہے' اس کی وجہ سے وہ لوگوں میں رسوا ہوگا۔

(۳) علامہ طیبی کا قول:

جب اللہ تعالیٰ بندے کو کچھ نعمت دے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ شکر یہ ادا کرے اور پہلے دن میں جو کمی رہ جائے اس کو پورا کرنے کے لئے دوسرے دن سنت ہے کیونکہ سنت واجب کو مکمل کرتی ہے اور تیسرے روز تو دکھلانے کے لئے ہوتا ہے۔ نمبر۲ جس آدمی کو دعوت کے لئے پہلے روز بلایا جائے تو اس کا قبول کرنا واجب ہے اور دوسرے دن مستحب ہے اور تیسرے

روز تو مکروہ بلکہ حرام ہے۔

(۴) اس روایت سے مالکیہ کی اس بات کی واضح تردید ہوگئی کہ ولیمہ سات دن تک کرنا مستحب ہے۔ (ح۔ع)

(۵) تیسرے دن کھلانا اس صورت میں ممنوع ہے، جب کہ بار بار انہی کو کھلائے جن کو پہلے کھلا چکا ہے یا نمود ونا موری کی خاطر کھلائے اور اگر کسی نے بہت سے آدمیوں کو کھلایا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل ہو اور ایک روز وہ تمام کو نہ کھلا سکا، باقی کو دوسرے اور تیسرے روز کھلایا تو ممنوع نہیں۔ غرضیکہ نام ونمود کی نیت ہو تو ممنوع ہوگا کیونکہ یہ بری نیت ہے اور اگر مخلوق کی نفع رسانی مقصود ہو تو کچھ حرج نہیں۔ واللہ اعلم۔ (مولانا)

دعوت میں مقابلہ کرنے والوں کی دعوت مت قبول کرو

۳۱۸۱/۶ وَعَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ طَعَامِ الْمُتَبَارِيَيْنِ اَنْ يُّؤْكَلَ۔

(رواہ ابوداود وقال محی السنة والصحیح انه عن عکرمة عن النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مرسلاً)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۱۳۴/۴ الحدیث رقم ۳۷۵۴۔

ترجمہ: عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت میں مقابلہ کرنے والوں کا کھانا کھانے سے منع فرمایا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔ صاحب محی السنۃ کہتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ یہ روایت بطور ارسال عکرمہ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے۔ یعنی ابن عباس کا واسطہ نہیں ہے۔

تشریح ۞ صحیح یہ ہے کہ یہ عکرمہ سے مرسل روایت ہے اس کو ابن عباس سے مرفوع قرار دینا درست نہیں ہے۔

(۲) اَلْمُتَبَارِيَيْنِ اس سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جو مقابلے کے لئے پکائیں اور ایک دوسرے سے کھانے میں بڑھنے کی کوشش کریں۔

(۳) مطلب یہ ہے کہ جو لوگ فخر ومباہات اور دکھلاوے کے لئے دعوت کریں ان کی دعوت قبول نہ کی جائے۔ بالخصوص ذمہ دار لوگ قبول نہ کریں۔

الفصل الثالث:

۳۱۸۲/۷ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَبَارِيَانِ لَا يُجَابَانِ وَلَا يُؤْكَلُ طَعَامُهُمَا قَالَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ يَعْنِي الْمُتَعَارِضَيْنِ بِالضِّيَافَةِ فَخْرًا وَرِيَاءً۔

اخرجه البیهقی فی شعب الایمان ۱۲۹/۵ الحدیث رقم ۶۰۶۸۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ فخر ومباہات کے لئے کھانا تیار کریں ان کی دعوت قبول نہ کی جائے اور ان کا کھانا نہ کھایا جائے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ متباریان سے مراد وہ لوگ ہیں جو ریاکاری اور فخر کے لئے کھانا تیار کریں اور کھلائیں۔

۳۱۸۳/۸ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اِجَابَةِ طَعَامِ الْفَاسِقِيْنَ.

اخرجه البيهقى فى الايمان ٦٨/٥ الحديث رقم ٥٨٠٣۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسقوں کی دعوت قبول کرنے سے منع فرمایا۔

فاسقین:

یہ فاسق کی جمع ہے اس سے مراد مطلق فاسق ہے خواہ کسی طرح کا ہو۔ اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ عموماً فاسق لوگ حلال وحرام میں امتیاز نہیں کرتے اور بعض اوقات فاسق ظالم بھی ہوتے ہیں وہ لوگوں کا مال بطور ظلم و جبر وصول کرتے ہیں ایسے فساق کی دعوت بالاتفاق حرام ہے۔

(۲) فاسق کی دعوت قبول کرنے میں اس کی تکریم وتطییب ہوتی ہے جو ممنوع ہے۔ (ح)

۳۱۸۴/۹ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمْ عَلٰى اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ فَلْيَأْكُلْ مِنْ طَعَامِهٖ وَلَا يَسْاَلْ وَيَشْرَبْ مِنْ شَرَابِهٖ وَلَا يَسْاَ لْ رَوَى الْاَحَادِيْثَ الثَّلَاثَةَ الْبَيْهَقِىُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَقَالَ هٰذَا اِنْ صَحَّ فَلِاَنَّ الظَّاهِرَ اَنَّ الْمُسْلِمَ لَا يُطْعِمُهٗ وَلَا يَسْقِيْهِ اِلَّا مَا هُوَ حَلَالٌ عِنْدَهٗ۔

اخرجه البيهقى فى شعب الايمان ٦٧/٥ الحديث رقم ٨٥٠١۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی مسلمان بھائی دوسرے مسلمان کے ہاں جائے تو اسے اس کا کھانا کھالینا چاہئے۔ آنے والے کو اس سے یہ دریافت نہ کرنا چاہئے کہ یہ کھانا کیسا ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ اسی طرح اس کا مشروب استعمال کرے اور یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں کہ کہاں سے آیا ہے۔ یہ تینوں روایات بیہقی نے شعب الایمان میں درج کی ہیں اور بیہقی کہتے ہیں کہ اگر یہ روایت ثانیہ درست ہے تو اس کی وجہ مسلمان کے ظاہری حال پر اعتبار واعتماد کرنا ہے کیونکہ ایک مسلمان دوسرے کو حرام نہیں کھلاتا بلکہ حلال ہی کھلاتا ہے۔

تشریح ۞ مسلمان سے کامل مسلمان مراد ہے یعنی کہ فاسق نہ ہو۔ نیک گمان کی وجہ سے اس کے کھانے کا حال دریافت نہ کرے کیونکہ پوچھنے اور کریدنے سے اس کو ایذاء پہنچے گی (۲) اگر کوئی ایسا شخص ہے کہ جس کے متعلق معلوم ہے کہ اس کا کھانا حرام کمائی سے ہے تو نہ کھائے اور اگر ایک شخص کے کھانے میں حرام مال کی کثرت ہو تو وہ بھی نہ کھائے۔ (ع۔ح)

بَابُ الْقَسْمِ

تقسیم کا حکم

اس باب میں ایک سے زائد بیویوں کے مابین تقسیم اوقات کو ذکر کیا ہے مطلب یہ ہے کہ ان کے ہاں رات کو باری

باری رہے۔ یہ باری کا تقرر ضروری ہے جب کہ دو یا زیادہ بیویاں ہوں اور ایک بیوی کی باری میں دوسری کے ہاں ٹھہرنا جائز نہیں ہے اور دو عورتوں کو ایک رات میں جمع کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ البتہ وہ خود اجازت دیں یا رضامندی کا اظہار کریں تو جائز ہے۔

(۲) باقی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک رات میں اپنی تمام ازواج رضی اللہ عنہن سے صحبت کرنا اس وقت کی بات ہے جب کہ باری لازم نہ تھی۔ نمبر۲ یا تمام ازواج رضی اللہ عنہن کی اجازت سے ایسا کیا تھا۔ (۳) مسلک احناف تو یہ ہے کہ آپ پر باری مقرر کرنا واجب نہ تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہربانی وشفقت اور بطور تفضل باری مقرر فرما رکھی تھی۔ واللہ اعلم

حالت سفر میں خاوند پر لازم نہیں ہے کہ عورتوں کے مابین باری مقرر کرے بلکہ جس بیوی کو چاہے ساتھ لے جا سکتا ہے۔ البتہ اولیٰ یہ ہے کہ ان کے مابین قرعہ اندازی کرے اور جس کا نام قرعہ میں نکلے اس کو ساتھ لے جائے۔ (۵) مقیم کے حق میں باری کا اصل تعلق رات سے ہے دن اس کے تابع ہے۔ اگر کوئی شخص رات کو کسی کام میں مشغول رہتا ہو مثلاً چوکیداری وغیرہ کرتا ہے تو اس کے حق میں دن کی باری کا اعتبار ہے۔ کتب فقہ میں باری کے مفصل احکام مذکور ہیں۔ (ع۔ ہدایہ) (۶) عورتوں کے پاس رات کے رہنے' لباس اور کھانے میل جول میں برابری کرنا ضروری ہے البتہ جماع اور محبت میں برابری ضروری نہیں بلکہ مستحب ہے۔ (۷) عورت کا حق ایک بار جماع سے ساقط ہو جاتا ہے۔ (۸) دیانتاً کبھی کبھی جماع کرنا واجب ہے۔ (۹) ایلاء کی مدت (یعنی چار ماہ) کی مقدار جماع کو ترک نہ کرے البتہ اگر کثرت جماع بیوی کے لئے ضرر رساں ہو تو پھر اس کی طاقت سے زیادہ جماع نہ کیا جائے۔ (۱۰) ایک بیوی کے ہاں ایک دن رات رہے مگر رات میں برابری ضروری ہے' یہاں تک کہ اگر کسی شخص نے باری والی بیوی کے علاوہ دوسری بیوی سے غروب کے بعد جماع کیا اور دوسری کے پاس عشاء کے بعد گیا تو اس نے باری کی تقسیم کے سلسلہ میں خلاف ورزی کا ارتکاب کیا (۱۱) جس بیوی کی باری ہو اس کے علاوہ دوسری سے اس کی باری میں جماع نہ کرے۔ اور دوسری بیوی کے پاس اس کی باری کے بغیر رات کو عیادت کے علاوہ نہ جائے یعنی اگر بیوی بیمار ہو تو عیادت کے لئے اس کی باری کے بغیر بھی اس کے پاس جا سکتا ہے اور بیماری کی شدت ہو جانے پر اگر اسی بیوی کے ہاں حصول شفاء تک رہے تو کچھ حرج نہیں (۱۲) اسی طرح اشتداد مرض میں وفات تک اس کے ہاں رہ سکتا ہے اور یہ بیماری میں زیادہ قیام والی بات اس صورت میں ہے۔ جب کہ اس کا کوئی اور تیماردار نہ ہو (۱۳) اگر کوئی خاوند اپنے گھر بیمار ہو تو ہر بیوی کو اس کی باری میں بلائے (درمختار)

الفصل الاول:

حرم نبوت میں باری کی تقسیم

۳۱۸۵/۱عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قُبِضَ عَنْ تِسْعِ نِسْوَةٍ وَكَانَ يَقْسِمُ مِنْهُنَّ لِثَمَانٍ۔

(متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱۲/۹ الحدیث رقم ۵۰۶۷ ومسلم فی ۱۰۸۶/۲ الحدیث رقم (۵۱-۱٤٦۵)

والنسائی فی ٦/٥٣ الحدیث رقم ٣١٩٧ واحمد فی المسند ٢٣١/١۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کی نو بیویاں موجود تھیں۔آپ ان میں آٹھ کے مابین باری کو تقسیم کرتے تھے۔یہ بخاری ٗمسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ آپ کی ازواج نو سے زائد تھیں مگر آپ کی وفات کے وقت نو زندہ موجود تھیں۔جن کے اسماء گرامی یہ ہیں: ① عائشہ ② حفصہ ③ ام حبیبہ ④ ام سلمہ ⑤ صفیہ ⑥ میمونہ ⑦ زینب بنت جحش اور ⑧ جویریہ رضی اللہ عنہن۔ان تمام کے لئے باری مقرر تھی نمبر ۹ سودہ رضی اللہ عنہا کے لئے باری مقرر نہ تھی۔کیونکہ انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سونپ دی تھی۔ان کی باری کے روز آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں قیام فرماتے تھے۔جیسا کہ اگلی روایت میں مذکور ہے۔(ح)

عورت اپنی باری سوکن کو ہبہ کر سکتی ہے

۲/۳۱۸٦وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ سَوْدَةَ لَمَّا كَبُرَتْ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَعَلْتُ يَوْمِىْ مِنْكَ لِعَائِشَةَ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ لِعَا ئِشَةَ يَوْمَيْنِ يَوْمَهَا وَيَوْمَ سَوْدَةَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٣١٢/٩ الحدیث رقم ٥٢١٢ومسلم فی ١٠٨٥/٢ الحدیث رقم (٤٧-١٤٦٣)
وابن ماجه فی السنن ٦٣٤/١ الحدیث رقم ١٩٧٢ واحمد فی المسند ٧٦/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سودہ رضی اللہ عنہا بوڑھی ہوگئیں تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنی باری کا دن عائشہ کو دے دیا تو آپ دیگر ازواج کے لئے ایک دن اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے دو دن مقرر فرماتے تھے۔ایک دن ان کی اپنی باری کا اور ایک حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا۔یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے مکہ میں نکاح ہوا تھا یہ اس موقع کی بات ہے جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابھی نکاح نہیں ہوا تھا۔(۲) اگر کوئی بیوی اپنی باری کسی سوکن کو بخش دے تو یہ جائز ہے۔بشرطیکہ خاوند کی طرف سے اس پر جبر وغیرہ نہ ہو۔اگر اپنی باری بخشنے والی اپنی باری کو رجوع کر کے لوٹانا چاہے تو درست ہے۔(ح۔ع)

باری عائشہ رضی اللہ عنہا کا انتظار

۳/۳۱۸۷وَعَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْأَلُ فِىْ مَرَضِهِ الَّذِىْ مَا تَ فِيْهِ اَيْنَ اَنَا غَدًا اَيْنَ اَنَا غَدًا يُرِيْدُ يَوْمَ عَائِشَةَ فَاَذِنَ لَهٗ اَزْوَاجُهٗ يَكُوْنُ حَيْثُ شَاءَ فَكَانَ فِىْ بَيْتِ عَائِشَةَ حَتّٰى مَاتَ عِنْدَهَا۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٣١٧/٩ الحدیث رقم ٥٢١٧ومسلم فی ١٨٩٤/٤ الحدیث رقم (٨٤-٢٤٤٣)۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مرض الوفات میں آپ اپنی ازواج سے دریافت فرماتے کہ کل میں کہاں ہوں گا' میں کل کہاں ہوگا۔ یعنی ہر روز بیویوں سے یہ بات پوچھنے کا مقصد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا دن تھا کیونکہ ان سے سب سے زیادہ محبت تھی (ازواج مطہرات اس اشارے کو سمجھ گئیں) تو انہوں نے اس بات کی آپ کو اجازت دے دی یعنی آپ کی مرضی پر چھوڑ دیا کہ آپ جہاں چاہیں رہیں۔ چنانچہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں ہی وفات تک قیام پذیر رہے۔ یہ بخاری میں ہے۔

تشریح ۞ **يُرِيْدُ يَوْمَ عَائِشَةَ** : یہ پہلے قول کی تفسیر ہے۔ آپ کا یہ استفسار اجازت کے لئے تھا چنانچہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے آپ کو عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں قیام فرمانے کی اجازت دے دی اور اس پر **فَاَذِنَّ لَهٗ اَزْوَاجُهٗ** دلالت کرتا ہے۔ (ع)

ازواج رضی اللہ عنہن میں سفر کے لئے قرعہ اندازی

۳۱۸۸/۴ **وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ سَفَرًا اَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهٖ فَاَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهٗ.** (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۹۳/۵ الحدیث رقم ۲۶۸۸ ومسلم فی ۲۱۲۹ الحدیث رقم (۵۶-۲۷۷۰) وابن ماجه فی السنن ۶۳۳/۱ الحدیث رقم ۱۹۷۰ والدارمی فی ۱۹۴/۲ الحدیث رقم ۲۲۰۸ واحمد فی المسند ۲۶۹/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کا ارادہ فرماتے تو ازواج مطہرات کے مابین قرعہ اندازی فرماتے۔ پس جس کسی کا نام نکلتا اسی کو سفر میں ساتھ لے جاتے۔ یہ بخاری' مسلم میں ہے۔

باکرہ' ثیبہ میں باری کا طریقہ

۳۱۸۹/۵ **وَعَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ اِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ اَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا وَقَسَمَ وَاِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ اَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ قَسَمَ قَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ وَلَوْ شِئْتُ لَقُلْتُ اِنَّ اَنَسًا رَفَعَهٗ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.** (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۱۴/۹ الحدیث رقم ۵۲۱۴ ومسلم فی ۱۸۴/۲ الحدیث رقم (۴۴-۱۴۶۱) وابوداؤد فی السنن ۵۹۵/۲ الحدیث رقم ۲۱۲۴ والترمذی فی ۴۴۵/۳ الحدیث رقم ۱۱۳۹ والدارمی فی ۱۹۴/۲ الحدیث رقم ۲۲۰۹ ومالك فی الموطأ ۵۳۰/۲ الحدیث رقم ۱۵ من کتاب النکاح، واحمد فی المسند ۱۷۸/۲۔

ترجمہ: ابوقلابہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ اگر کوئی مرد ثیبہ کے بعد باکرہ لڑکی سے شادی کرے تو باکرہ کے ہاں سات رات قیام کرے پھر نئی اور پرانی بیوی میں باری کو تقسیم کرے اور جب (باکرہ

کے بعد) ثیبہ سے نکاح کرے تو اس کے ہاں تین رات قیام کرے پھران میں باری تقسیم کرے۔ابوقلابہ کہنے لگے اگر میں چاہوں تو کہہ سکتا ہوں کہ یہ روایت انس نے مرفوعاً بیان کی ہے۔یہ بخاری‘ مسلم میں ہے۔

فوائدالحدیث:اَلْبِکْرَ عَلَی الثَّیِّبِ :

(۱) باکرہ: کنواری عورت کو کہا جاتا ہے جس نے پہلے خاوند نہ دیکھا ہو۔ثیبہ: اس عورت کو کہا جاتا ہے جو پہلے خاوند کر چکی ہو۔(۲) امام شافعی رحمہ اللہ نے اس روایت پر عمل کرتے ہوئے فرمایا اگر کسی کے نکاح میں کئی عورتیں ہوں یا ایک عورت ہو۔پھر وہ ایک اور عورت سے نکاح کرے۔اگر وہ عورت باکرہ ہو تو اس کے پاس سات رات قیام کرے اور اگر ثیبہ ہو تو اس کے ہاں تین رات قیام کرے پھر اس کے بعد باری تقسیم کرے۔

(۳) امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں باکرہ‘ ثیبہ اور نئی اور پرانی تقسیم میں برابر ہیں چنانچہ انہوں نے ان دو روایات کو پیش نظر رکھا ہے جو دوسری فصل میں آ رہی ہیں۔وہ دونوں روایات مطلق ہیں۔

(۴) اس روایت کا معنی ان کے ہاں اس طرح ہے کہ باکرہ کے پاس سات رات رہے تو اوروں کے پاس بھی سات رات رہے اور ثیبہ کے پاس تین رات رہے تو اوروں کے ہاں بھی تین رات رہے۔

(۵) ابوقلابہ کا قول لَوْ شِئْتُ :’’مطلب یہ ہے کہ صحابی کا یہ کہنا یہ سنت ہے مرفوع کا حکم رکھتا ہے اور مرفوع روایت وہ ہوتی ہے جس کو صحابی آپ ﷺ سے بذاتِ خود نقل کرے۔(مولانا۔ح)

اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو تین یا سات راتوں کی باری میں اختیار

۶/۳۱۹۰ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرِبْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ تَزَوَّجَ اُمَّ سَلَمَۃَ وَاَصْبَحَتْ عِنْدَہٗ قَالَ لَھَا لَیْسَ بِكِ عَلٰی اَھْلِكِ ھَوَانٌ اِنْ شِئْتِ سَبَّعْتُ عِنْدَكِ وَسَبَّعْتُ عِنْدَھُنَّ وَاِنْ شِئْتِ ثَلَّثْتُ عِنْدَكِ وَدُرْتُ قَالَتْ ثَلِّثْ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَنَّہٗ قَالَ لَھَا لِلْبِکْرِ سَبْعٌ وَلِلثَّیِّبِ ثَلَاثٌ۔

(رواہ مسلم)

اخرجہ مسلم فی صحیحہ ۱۰۸۳/۲ الحدیث رقم (۴۲۔۱۴۶۰) وابوداوُدفی السنن ۵۹۴/۲ الحدیث رقم ۲۱۲۲ والدارمی فی ۱۹۴/۲ الحدیث رقم ۲۲۱۰ ومالك فی الموطأ ۵۲۹/۲ الحدیث رقم ۱۴ من کتاب النکاح۔

ترجمہ: حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپ کے ہاں ایک رات گزار چکیں تو آپ نے فرمایا تیری وجہ سے تیرے خاندان پر کوئی ذلت نہیں ہے۔اب اگر تو پسند کرے تو تیرے ہاں سات رات قیام کروں اور سات سات راتیں دیگر ازواج کے ہاں رہوں اور اگر تو پسند کرے تو تیرے ہاں تین رات رہوں اور تین تین راتیں دیگر ازواج کے ہاں رہوں۔تو ام سلمہؓ نے کہا کہ تین راتیں میرے ہاں قیام فرمائیں اور ایک روایت میں یہ الفاظ وارد ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اے ام سلمہ! باکرہ کے ہاں قیام سات رات اور ثیبہ کے ہاں قیام تین رات ہے۔یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ لَيْسَ بِكِ عَلٰى اَهْلِكِ ۔ یعنی تمہارے ہاں میں جو تین رات کا قیام کروں گا تو اس کی وجہ سے تمہارے خاندان والوں کے دلوں میں تمہارے متعلق کوئی حقارت پیدا نہ ہوگی۔ اس لئے کہ یہ قیام کی مدت بے رغبتی کی بناء پر نہیں بلکہ حکم شریعت کی وجہ سے ہے۔ درحقیقت یہ کلام تین دن قیام کے عذر کی تمہید ہے اور اگر تم پسند کرو تو سات رات قیام کرتا ہوں جیسا کہ باکرہ کا حکم ہے مگر بقیہ ازواج کے پاس بھی پھر سات سات رات کا قیام ہوگا اور اگر تمہاری پسند تین رات کی ہو جیسا کہ ثیبہ کا حکم ہے تو ان کے ہاں بھی تین تین رات کا قیام ہوگا۔ (ح۔ع)

الفصل الثانی:

حتی الامکان باری کا لحاظ

۳۱۹۱/۷ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْسِمُ بَيْنَ نِسَائِهٖ فَيَعْدِلُ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ هٰذَا قَسْمِىْ فِيْمَا اَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِىْ فِيْمَا تَمْلِكُ وَلَا اَمْلِكُ ۔ (رواہ الترمذی وابوداود والنسائی وابن ماجۃ والدارمی)

اخرجہ ابوداوٗد فی السنن ۶۰۱/۲ الحدیث رقم ۲۱۳۴ والترمذی فی السنن ۴۴۶/۳ الحدیث رقم ۱۱۴۰ والنسائی فی ۶۳/۷ الحدیث رقم ۳۹۴۳ وابن ماجہ فی ۶۳۳/۱ الحدیث رقم ۱۹۷۱ والدارمی فی ۱۹۳/۲ الحدیث رقم ۲۲۰۷ واحمد فی المسند ۱۴۴/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے مابین باری تقسیم کرتے یعنی تفضل یا وجوب کے طور پر اور عدل کرتے یعنی برابری کرتے رات کے رہنے میں اور فرماتے: اَللّٰهُمَّ هٰذَا قَسْمِىْ فِيْمَا اَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِىْ فِيْمَا تَمْلِكُ وَلَا اَمْلِكُ ۔ اے میرے اللہ! یہ میری تقسیم تو ان چیزوں کے معاملے میں ہے جن پر مجھے اختیار ہے پس اس چیز پر مجھے ملامت نہ کریں جس کا آپ کو اختیار ہے میں اس پر اختیار نہیں رکھتا۔ یہ ترمذی ابوداود نسائی اور ابن ماجہ اور دارمی نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ فِيْمَا اَمْلِكُ کا مطلب یہ ہے کہ باری مقرر کرنا نفقہ میں برابری کا میں اختیار رکھتا ہوں البتہ دل کی محبت کا میں مالک نہیں تو مالک ہے میں اس میں برابری نہیں کرسکتا۔ کسی سے محبت زیادہ اور کسی سے کم ہے (۲) اس سے یہ معلوم ہوا کہ رات کے قیام اور خرچہ میں برابری کرنا ضروری ہے۔ محبت صحبت اور بوس و کنار میں نہیں۔ (ع)

۳۱۹۲/۸ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَتْ عِنْدَ الرَّجُلِ امْرَاَتَانِ فَلَمْ يَعْدِلْ بَيْنَهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهٗ سَاقِطٌ ۔ (رواہ الترمذی وابوداود والنسائی وابن ماجۃ والدارمی)

اخرجہ ابوداوٗد فی السنن ۶۰۰/۲ الحدیث رقم ۳۱۳۳ والترمذی فی ۴۴۷/۳ الحدیث رقم ۱۱۴۱ والنسائی فی ۶۳/۷ الحدیث رقم ۳۹۴۲ وابن ماجہ فی ۶۳/۱ الحدیث رقم ۱۹۶۹ والدارمی فی ۱۹۳/۲ الحدیث رقم ۲۲۰۶ واحمد فی المسند ۳۴۷/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان

کے مابین انصاف نہ کرتا ہو۔ تو وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ گرا ہوا ہوگا۔ یہ ترمذی ابوداؤد نسائی ابن ماجہ دارمی میں ہے۔

تشریح ✿ یہ سزا دو عورتوں کے مابین بے انصافی پر موقوف نہیں بلکہ تین اور چار کے مابین بے انصافی کی بھی یہی سزا ہے۔ پس ضروری ہے کہ ان کے مابین رات کی باری اور خرچہ میں برابری کرے۔ صحبت میں برابری ضروری نہیں۔ (۲) اس برابری کے حکم میں باکرہ ثیبہ جدیدہ قدیمہ مسلمان اور کتابیہ تمام برابر ہیں۔ البتہ لونڈی مکاتبہ مدبرہ ام ولد کے لئے باری آزاد عورت کے مقابلے میں نصف ہوگی۔ جب کہ وہ اس کی منکوحہ ہوں۔ (ع۔ ملتقی مولانا)

الفصل الثالث:

۹/۳۱۹۳ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ حَضَرْنَا مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ جَنَازَةَ مَيْمُوْنَةَ بِسَرِفٍ فَقَالَ هٰذِهٖ زَوْجَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا رَفَعْتُمْ نَعْشَهَا فَلَا تُزَعْزِعُوْهَا وَلَا تُزَلْزِلُوْهَا وَارْفُقُوْا بِهَا فَإِنَّهٗ كَانَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعُ نِسْوَةٍ كَانَ يَقْسِمُ مِنْهُنَّ لِثَمَانٍ وَلَا يَقْسِمُ لِوَاحِدَةٍ قَالَ عَطَاءٌ الَّتِيْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ لَهَا بَلَغَنَا أَنَّهَا صَفِيَّةُ وَكَانَتْ اٰخِرَهُنَّ مَوْتًا مَاتَتْ بِالْمَدِيْنَةِ (متفق عليه وقال رزين قال غير عطاء) هِيَ سَوْدَةُ وَهُوَ أَصَحُّ وَهَبَتْ يَوْمَهَا لِعَائِشَةَ حِيْنَ أَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَاقَهَا فَقَالَتْ لَهٗ أَمْسِكْنِيْ قَدْ وَهَبْتُ يَوْمِيْ لِعَائِشَةَ لَعَلِّيْ أَنْ أَكُوْنَ مِنْ نِسَائِكَ فِي الْجَنَّةِ۔

اخرجه البخاري في صحيحه ۱۱۲/۹ الحديث رقم ۵۰۶۷ ومسلم في ۱۰۸۶/۲ الحديث رقم (۱۴۶۵-۵۱) والنسائي في ۵۳/۶ الحديث رقم ۳۱۹۶ واحمد في المسند ۳۴۸/۱۔

ترجمہ: حضرت عطاء بن ابی رباح نقل کرتے ہیں کہ ہم ابن عباس رضی اللہ عنہما کی معیت میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں مقام سرف میں حاضر ہوئے۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمانے لگے یہ ام المؤمنین ہیں جب ان کا جنازہ اٹھاؤ تو نہ زیادہ ہلانا اور نہ جنبش دینا بلکہ اس کو آہستگی اور تعظیم و تکریم سے اٹھانا۔ اس لئے کہ یہ جناب رسول اللہ ﷺ کی ان نو ازواج میں سے ہیں جن میں سے آٹھ کے لئے آپ باری تقسیم کرتے تھے اور ایک بیوی کے لئے باری کی تقسیم نہ کرتے تھے۔ عطاء کہتے ہیں کہ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ وہ زوجہ جن کے لئے باری تقسیم نہ فرماتے تھے وہ آپ کی زوجہ محترمہ صفیہ تھیں۔ وہ تمام ازواج مطہرات میں سے سب سے آخر میں فوت ہوئیں۔ ان کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی۔ یہ بخاری، مسلم میں ہے۔ رزین کہتے ہیں کہ عطاء کے علاوہ دیگر راویوں نے کہا ہے کہ وہ عورت جس کے لئے باری تقسیم نہ فرماتے تھے وہ سودہ تھیں اور یہی درست ترین ہے کیونکہ انہوں نے اپنا باری والا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بخش دیا تھا۔ جب کہ آپ نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا تو وہ کہنے لگیں کہ آپ مجھے اپنے نکاح میں رہنے دیں میں نے اپنا دن عائشہ کو بخش دیا۔ میں اس امید سے آپ کے نکاح میں رہنا چاہتی ہوں کہ کل جنت میں میں آپ کی بیویوں میں سے شمار ہوں۔

تشریح ✿ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے تھیں وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ تھیں۔ (۲) سرف: یہ مکہ

سے ایک منزل کے فاصلہ پر جگہ ہے۔ یہاں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی قبر ہے' ان کا نکاح بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی جگہ ہوا اور آپ نے ان کے ساتھ شب زفاف بھی یہیں گزاری اور یہیں ولیمہ کیا اور ان کا انتقال بھی اسی مقام پر ہوا۔ (۳) لَا تُزَلْزِلُوْهَا: ''اس نہی کی یہ علت ہے کہ ان کی چارپائی کو زیادہ مت ہلانا تاکہ تعظیم میں فرق نہ پڑے کیونکہ یہ ان ازواج میں سے ہیں جن کی باری آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کر رکھی تھی۔

(۴) خطابی کا قول:

کہ یہ کہنا کہ وہ عورت جس کی باری آپ تقسیم نہ کرتے تھے وہ صفیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ یہ کسی راوی کا وہم ہے۔ درست بات یہی ہے کہ وہ سودہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

(۵) كَانَتْ اٰخِرُهُنَّ مَوْتًا:

حضرت صفیہ کا انتقال رمضان سنہ ۵۰ھ میں ہوا۔

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے اسماء گرامی اور ان کی تاریخ وفات آسانی کے لئے نقشہ کی صورت درج کی جارہی ہے تاکہ اس سے ان کی تواریخ وفات کا صحیح علم جائے۔ (مواہب)

نمبر شمار	اسمائے گرامی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن	سنہ وفات	مقام وفات و دفن
①	حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا	سنہ ۱۰ نبوت	مکہ مکرمہ
②	حضرت زینب بنت خزیمہ	سنہ ۳ھ	مدینہ منورہ بقیع
③	حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	سنہ ۲۰ھ	مدینہ منورہ بقیع
④	حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا	سنہ ۴۴ھ	مدینہ منورہ بقیع
⑤	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا	۵۰ھ	مدینہ منورہ بقیع
⑥	حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا	۵۰ھ	مدینہ منورہ بقیع
⑦	حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا	۵۱'۶۳'۶۶	سرف جو مکہ کے قریب ہے
⑧	حضرت سودہ رضی اللہ عنہا	۵۴ھ	مدینہ منورہ بقیع
⑨	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	۵۷'۵۸ھ	مدینہ منورہ بقیع
⑩	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا	۵۹ھ	مدینہ منورہ بقیع
⑪	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا	۵۰'۵۲'۵۵ھ	مدینہ منورہ بقیع

مندرجہ بالا نقشہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ کہنا چنداں درست نہیں ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ازواجِ مطہرات میں سب سے آخر میں ہوا۔ كانت اخرهن موتا میں ضمیر کا مرجع حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو بنانا بھی درست نہیں کیونکہ ان کی وفات سرف میں ہوئی پس یہ مقام اشکال سے خالی نہیں۔ واللہ اعلم بالحال۔ (ح۔ع)

بَابُ عِشْرَةِ النِّسَاءِ وَمَا لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنَ الْحُقُوْقِ

عورتوں کے ساتھ رہن سہن اور ہر ایک عورت کے حقوق کا بیان

ہرایک عورت کا مطلب یہ ہے کہ تمام اقسام کی عورتیں یعنی باکرہ، ثیبہ، خوش اخلاق، بداخلاق، مالدار، فقیرہ وغیرہ ورنہ بہتر یہ تھا کہ اس طرح کہتے اس میں عورتوں کے حقوق کو بیان کیا گیا ہے (ح)

الفصل الاوّل:

عورت ٹیڑھی پسلی

۳۱۹۴/اعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَاِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ وَاِنَّ اَعْوَجَ شَیْءٍ فِی الضِّلَعِ اَعْلَاهُ فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهٗ كَسَرْتَهٗ وَاِنْ تَرَكْتَهٗ لَمْ يَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۵۳/۹ الحدیث رقم ۵۱۸۶ ومسلم فی ۱۰۹۱/۲ الحدیث رقم (۶۰-۱۴۶۸)۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کے بارے میں بھلائی کی بات قبول کرو اس لئے کہ عورتیں پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور سب سے زیادہ ٹیڑھی پسلی اوپر والی ہے۔ اگر تم پسلی کو سیدھا کرنے کا ارادہ کرو گے تو پسلی توڑ دو گے اور اگر تم پسلی کو اپنے حال پر چھوڑ دو تو ٹیڑھی ہی رہے گی پس عورت کے معاملے میں خیر خواہی کی بات کو قبول کرو۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ حضرت حواء علیہا السلام جو تمام عورتوں کی اصل ہیں ان کو آدم علیہ السلام کی اوپر والی پسلی سے پیدا کیا گیا یہ پسلی تمام پسلیوں میں سب سے زیادہ ٹیڑھی ہوتی ہے۔ پس ان کی اصل میں ٹیڑھا پن ہے اس کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ ٹیڑھی پسلی کا حال یہ ہے کہ اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو تو وہ ٹوٹ جائے گی۔ عورتوں کا حال بھی اسی طرح ہے کہ ان کے اعمال واخلاق میں کجی اور ٹیڑھا پن خلقی لحاظ سے پایا جاتا ہے اگر مرد یہ چاہیں کہ ان کو سیدھا اور بالکل درست کریں تو وہ توڑ ڈالیں گے اور توڑنے سے مراد طلاق دینا ہے۔ جیسا کہ آئندہ روایت میں مذکور ہے۔ پس عورتوں سے فائدہ اٹھانا تبھی ممکن ہے کہ جب ان کو ان کے ٹیڑھے پن پر اس حد تک چھوڑا جائے جب تک گناہ لازم نہ آئے اور اگر گناہ لازم آئے تو پھر ٹیڑھے پن پر ہرگز تغافل برتا نہیں جا سکتا۔

حاصل یہ ہے کہ ان سے معاملہ درست رکھو اور ان کے ٹیڑھے پن پر صبر کرو اور یہ توقع مت رکھو کہ وہ تمہاری مرضی کے مطابق ہر کام کریں گی۔ (ح۔ع)

عورت ٹیڑھی پسلی کی طرح ہے سیدھا کرنے سے ٹوٹ جائے گی

۲/۳۱۹۵وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ لَنْ تَسْتَقِیْمَ لَكَ عَلٰی طَرِیْقَةٍ فَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَبِهَا عِوَجٌ وَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِیْمُهَا كَسَرْتَهَا وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا۔ (رواہ مسلم)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٢٥٢/٩ الحدیث رقم ٥١٨٤ومسلم فی ١٠٩١/٢ الحدیث رقم (٥٩-١٣٦٨) والترمذی فی السنن ٤٩٣/٣ الحدیث رقم ١١٨٨ والدارمی فی ١٩٩/٢ الحدیث رقم ٢٢٢٢ واحمد فی المسند ٥٣٠/٢۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً عورت (اس کی اصل اور ماں حضرت حوا علیہا السلام) کو پسلی سے پیدا کیا گیا (یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے) پس یہ تیرے لئے ہرگز ایک راہ پر سیدھی نہ ہوگی۔ اگر تم اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو اسی حالت کجی کے ساتھ فائدہ اٹھاؤ اگر تم اس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ ڈالو گے اور اس کا توڑنا طلاق دینا ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ لَنْ تَسْتَقِیْمَ: یعنی ہرگز حالت مستقیمہ پر ثابت قدم نہ رہے گی بلکہ شکر سے ناشکری وراطاعت سے نافرمانی کی طرف بدلتی چلی جائے گی اور قناعت سے طمع کی طرف جائے گی وغیرذالک۔ (ع)

میاں بیوی باہمی بغض سے باز رہیں

۳/۳۱۹۶وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَفْرَكُ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً اِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِیَ مِنْهَا اٰخَرَ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ١٠٩١/٢ الحدیث رقم (٦١-١٤٦٩) واحمد فی المسند ٣٢٩/٢۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مسلمان مرد مسلمان عورت سے بغض نہ رکھے اگر اس کو اس کی ایک عادت ناخوش کرنے والی ہے تو دوسری پسند آجائے گی۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ آدمی کے تمام اخلاق وافعال برے نہیں ہوتے۔ اگر بعض برے ہیں تو کچھ اچھے بھی ہوتے ہیں۔ پس اس کے اچھے اخلاق واعمال پر نظر کرنی چاہئے اور اس پر راضی ہونا چاہئے۔ اس کے ناپسندیدہ افعال واخلاق پر صبر کرے کیونکہ اس سے مقصود عورتوں کے ساتھ خوش اسلوبی کے ساتھ رہنے کی ترغیب اور اس میں مبالغہ کی حد تک لحاظ کرنے اور ان کی طرف سے چھوٹی موٹی ایذاء پر صبر کرنے اور درگزر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(۲) اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کوئی دوست جس میں کوئی عیب نہ ہو میسر نہیں آئے گا۔ اگر ایسا دوست تلاش کرے کہ جس میں کوئی عیب نہ ہو تو ڈھونڈنے والا ناکام ہو جائے گا اور مؤمن میں کوئی نہ کوئی تو اچھی خصلت ہوگی پس اس اچھی

خصلت کا لحاظ رکھے اور بری خصلت سے چشم پوشی کرے۔(ح۔ع)

گوشت سڑنے کی ابتداء

۳۱۹۷/۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَوْلَا بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ لَمْ یَخْنَزِ اللَّحْمُ وَلَوْلَا حَوَّاءُ لَمْ تَخُنْ اُنْثٰی زَوْجَهَا الدَّهْرَ۔(متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۳۰/۶ الحدیث رقم ۳۳۹۹ ومسلم فی ۱۰۹۲/۲ الحدیث رقم (۶۳۔۱۴۷۰) واحمد فی المسند ۳۰۴/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت نہ سڑتا اور اگر حوا نہ ہوتی تو کوئی عورت اپنے خاوند سے خیانت نہ کرتی۔(بخاری، مسلم)

تشریح ۞ بنی اسرائیل کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جنگل میں من وسلویٰ اترتا تھا۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے بقدر ضرورت لینے کا حکم تھا اور ذخیرہ کرنے کی ممانعت تھی انہوں نے نہایت حرص سے کام لیا اور اس کو جمع کرنے لگے جس سے جمع شدہ سڑ جاتا تو یہ سڑنا ان کے فعل بد کی سزا تھی یعنی حرص کی وجہ سے ذخیرہ کیا اور اللہ تعالیٰ پر توکل کو چھوڑ دیا۔اس کے بعد گوشت کا سڑنا ہمیشہ کے لئے مقرر ہوگیا۔اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر بنی اسرائیل گوشت کو جمع نہ کرتے تو وہ نہ سڑتا (۲) خیانت کا معنی یہاں ٹیڑھا پن اختیار کرنا اور سیدھا نہ چلنا ہے وہ اس طرح کہ حضرت آدم علیہ السلام کو درخت کھانے کی طرف رغبت حضرت حواء علیہا السلام نے دلائی جو کہ ارشاد الٰہی کے خلاف تھی۔اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر حضرت حواء ٹیڑھا پن اختیار نہ کرتیں تو کوئی بیوی اپنے خاوند کے حکم سے کجی اختیار نہ کرتی۔(ح)

بیوی کی زیادہ مار پیٹ اور عیب جوئی سے گریز کرو

۳۱۹۸/۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَجْلِدُ اَحَدُکُمْ اِمْرَاَتَهٗ جَلْدَ الْعَبْدِ ثُمَّ یُجَامِعُهَا فِیْ اٰخِرِ الْیَوْمِ وَفِیْ رِوَایَةٍ یَعْمِدُ اَحَدُکُمْ فَیَجْلِدُ اِمْرَاَتَهٗ جَلْدَ الْعَبْدِ فَلَعَلَّهٗ یُضَاجِعُهَا فِیْ اٰخِرِ یَوْمِهٖ ثُمَّ وَعَظَهُمْ فِیْ ضَحْکِهِمْ مِنَ الضَّرْطَةِ فَقَالَ لِمَ یَضْحَكُ اَحَدُکُمْ مِمَّا یَفْعَلُ۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۰۲/۹ الحدیث رقم ۵۲۰۴ ومسلم فی ۲۱۹۱/۴ الحدیث رقم (۴۹۔۲۸۵۵) والترمذی فی السنن ۴۰۰/۵ الحدیث رقم ۳۳۴۳ وابن ماجه ۶۳۸/۱ الحدیث رقم ۱۹۸۳ والدارمی فی ۱۹۸/۲ الحدیث رقم ۲۲۲۰ واحمد فی المسند ۱۷/۴۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص اپنی بیوی کو غلام کی طرح نہ مارے۔پھر وہ اس سے دن کے آخر میں صحبت کرے گا۔ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ تم اس طرح کی

حرکت کرتے ہو کہ بیوی کو غلام کی طرح پیٹتے ہو (حالانکہ یہ نہیں سوچتے) تمہیں دن کے آخر میں شاید اسی سے ہم خواب ہونا پڑے یعنی اس کو مار پیٹ سے شرم کرنی چاہئے۔ پھر آپ ﷺ نے ان کو ہوا خارج ہونے پر ہنسی کے سلسلہ میں نصیحت فرمائی اور فرمایا تم دوسروں کی اس چیز پر کیوں ہنستے ہو جو خود بھی کرتے ہو یعنی ایسا مت کرو۔ یہ بخاری و مسلم میں ہے۔

تشریح ۞ یعنی تم خود بتلاؤ کہ جس سے مجامعت بھی کرتے ہو اور اس کو اس قدر پیٹتے بھی ہو کیا یہ مناسب بات ہے۔ اگر نافرمانی پر کچھ مارنے کی ضرورت پیش آجائے تو وہ مناسب اور بقدر ضرورت ہو نہ کہ اس انداز سے کہ جیسے غلام کو پیٹا جاتا ہے۔ یہ انتہائی غیر مہذب وخلافِ مروت کام ہے۔

(۲) یَضْحَكُ:

ہنسا تو کسی عجیب بات پر ہوا کرتا ہے جو عام عادت میں نہ ملتی ہو، تو جب ایک چیز اپنے اندر پائی جاتی ہے تو دوسرے سے سرزد ہو جانے پر ہنسی چہ معنی دارد۔ اس سے ثابت ہوا کہ کسی سے گوز سرزد ہو تو اس سے تغافل ظاہر کرے تاکہ اس سے اس کو رنج نہ پہنچے۔

حاتم اصم رحمہ اللہ کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ دراصل بہرے نہ تھے۔ ایک مرتبہ ایک عورت ان کے ہاں کوئی مسئلہ دریافت کرنے کے لئے آئی اور دریافت کے دوران اس سے گوز سرزد ہوا تو انہوں نے اس کی شرمندگی کے ازالہ کے لئے فرمایا تم بات زور سے کہو تاکہ مجھے سن جائے وہ خوش ہوئی اور اس نے خیال کیا کہ یہ بہرے ہیں پھر انہوں نے اپنی اس بات کو پورا کرنے کے لئے اپنے آپ کو ہمیشہ بہرا ظاہر کیا۔

(۳) علامہ طیبیؒ کا قول:

اس روایت میں اس بات پر خبردار کرنا مقصود ہے کہ اگر وہ کسی مسلمان بھائی کی عیب جوئی کرنا چاہتا ہے تو اسے اپنے بارے میں پہلے دیکھ لینا چاہئے کہ مجھ میں تو یہ عیب نہیں پایا جاتا یا اسی طرح کا کوئی اور عیب تو مجھ میں نہیں ہے پس جب وہ خود اس عیب سے اپنے کو پاک نہیں پارہا تو دوسرے کی عیب گیری پر کیوں کرتلا ہے کسی نے بہت اچھی بات کہی ہے کہ بہت سے لوگ دوسروں کے عیب دیکھتے ہیں اور وہ اپنے عیب سے اندھے ہیں۔ (ع)

خوش اسلوبی کا اعلیٰ نمونہ

۶/۳۱۹۹ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ لِي صَوَاحِبُ يَلْعَبْنَ مَعِيَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَادَخَلَ يَنْقَمِعْنَ مِنْهُ فَيُسَرِّ بُهُنَّ اِلَيَّ فَيَلْعَبْنَ مَعِيَ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۵۲۶ الحدیث رقم ۶۱۳۰ ومسلم فی ۴/۱۸۹۰ الحدیث رقم (۸۱۔۲۴۴۰) واحمد فی المسند ۶/۲۳۴۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں گڑیوں کے ساتھ حضور علیہ السلام کے گھر میں کھیلتی تھی اور میرے ساتھ میری سہیلیاں بھی کھیلتی تھیں آپ تشریف لاتے تو میری سہیلیاں شرم کے باعث چھپ جاتیں تو آپ ﷺ ان کو میری طرف بھیجتے پس وہ میرے ساتھ کھیلتیں تھیں۔ یہ بخاری، مسلم ہے۔

تشریح ۞ اس روایت میں بیوی کے ساتھ خوش اسلوبی کے ساتھ رہنے کو بیان فرمایا اور گڑیوں سے کھیلنے کے متعلق باب الولی میں لکھا جا چکا (وہاں ملاحظہ ہو) (ع)

شاندار گزران

۳۲۰۰/۷ وَعَنْهَا قَالَتْ وَاللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ عَلٰى بَابِ حُجْرَتِیْ وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ بِالْحِرَابِ فِی الْمَسْجِدِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِیْ بِرِدَائِهٖ لِاَنْظُرَ اِلٰى بَعْضِهِمْ بَيْنَ اُذُنِهٖ وَعَاتِقِهٖ ثُمَّ يَقُوْمُ مِنْ اَجْلِیْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَنَا الَّتِیْ اَنْصَرِفُ فَاقْدُرُوْا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيْثَةِ السِّنِّ الْحَرِيْصَةِ عَلَى اللَّهْوِ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخارى فى صحيحه ٣٣٦/٩ الحديث رقم ٥٢٣٦ ومسلم فى ٦٠٩/٢ الحديث رقم (١٨-٨٩٢) وابوداوٗد في السنن ٢٢١/٥ الحديث رقم ٤٩٢٣ والنسائى فى ١٩٥/٣ الحديث رقم ١٥٩٥ واحمد فى المسند ١٦٦/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کی قسم! میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ میرے حجرہ کے دروازہ پر کھڑے ہیں اور مسجد میں حبشہ کے لوگ نیزوں سے کھیل رہے ہیں اور حضور اکرم ﷺ نے اپنی چادر سے پردہ کرلیا تاکہ میں بھی ان کا کھیل آپ ﷺ کے کان اور مونڈھے کے درمیان سے دیکھتی رہوں۔ آپ ﷺ اس وقت تک میری خاطر کھڑے رہے جب تک میں کھڑی رہی اس سے تم اندازہ کرلو کہ ایک نوجوان لڑکی جو کھیل تماشے کی شائق ہو کتنی دیر کھڑی رہ سکتی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ حضرت نے دیر تک نیزہ بازی کا یہ منظر دکھلایا۔ یہ بخاری، مسلم کی روایت ہے۔

فِی الْمَسْجِدِ:

اس سے مراد مسجد کے قریب کھلی جگہ مراد ہے جہاں اصحاب صفہ کے لئے چبوترہ بنا ہوا تھا۔ (۲) نفس مسجد کا صحن مراد ہو تو بھی اس میں کوئی مضائقہ نہیں اس لئے کہ یہ جہاد کی تیاری کا حصہ ہے تیراندازی کی طرح یہ بھی عبادت ہے۔ (۳) لِاَنْظُرَ اِلٰى بَعْضِهِمْ: یہ نزولِ حجاب سے پہلے کی بات ہے جیسا کہ تورپشتی نے ذکر کیا ہے (۴) اس سے آپ کی خوش اخلاقی، بہترین گزران اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے خصوصی محبت وشفقت کا اندازہ ہوتا ہے (ع)

ناراضئ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شناخت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذہانت

۸/۳۲۰۱ وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ اِذَا كُنْتِ عَنِّيْ رَاضِيَةً وَاِذَا كُنْتِ عَلَيَّ غَضْبٰى فَقُلْتُ مِنْ اَيْنَ تَعْرِفُ ذٰلِكَ فَقَالَ اِذَا كُنْتِ عَنِّيْ رَاضِيَةً فَاِنَّكِ تَقُوْلِيْنَ لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ وَاِذَا كُنْتِ عَلَيَّ غَضْبٰى قُلْتِ لَا وَرَبِّ اِبْرَاهِيْمَ قَالَتْ قُلْتُ اَجَلْ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَهْجُرُ اِلَّا اسْمَكَ ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۲۵/۹ الحدیث رقم ۵۲۲۸ ومسلم فی ۱۸۹۰/٤ الحدیث رقم (۸۰-۲٤۳۹) واحمد فی المسند ٦١/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اچھی طرح معلوم ہے جب تو مجھ پر خوش ہوتی ہے اور جب تو مجھ پر ناراض ہوتی ہے۔ (یعنی دنیاوی بات کی وجہ سے جیسا کہ میاں بیوی میں باہم ناراضگی ہوتی ہے)۔ میں نے پوچھا آپ کس طرح اس کو پہچانتے ہیں تو آپ نے فرمایا جب تو خوش ہوتی ہے تو کہتی ہے نہیں قسم ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ربّ کی! ایسا نہیں ہے اور جب تو مجھ پر ناراض ہوتی ہے تو تو کہتی ہے نہیں رب ابراہیم علیہ السلام کی قسم ایسا نہیں۔ عائشہ صدیقہ کہنے لگیں بالکل اسی طرح ہے اللہ کی قسم یا رسول اللہ۔ میں (ناراضگی میں بھی) صرف آپ کا اسم گرامی چھوڑتی ہوں (نہ کہ آپ کو) یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے

تشریح ۞ غصہ کی حالت میں جب غصہ عقل چھین لیتا ہے تو اس وقت بھی صرف آپ کا نام چھوڑتی ہوں باقی دل آپ کی محبت میں اس وقت بھی مستغرق ہوتا ہے۔ (ح)

خاوند کو ناراض کرنے والی عورت فرشتوں کی لعنت کی حقدار ہے

۹/۳۲۰۲ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَى الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَاَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ (متفق علیه وفی روایة) لَهُمَا قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا مِنْ رَجُلٍ يَدْعُوْ امْرَاَتَهٗ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَتَاْبٰى عَلَيْهِ اِلَّا كَانَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ سَاخِطًا عَلَيْهَا حَتّٰى يَرْضٰى عَنْهَا ۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۱٤/٦ الحدیث رقم ۳۲۳۷ ومسلم فی صحیحه ۱۰٦۰/۲ الحدیث رقم (۱۲۲-۱٤۳٦) وابوداود فی السنن ٦۰۵/۲ الحدیث رقم ۲۱٤۱ والدارمی فی ۲۰۱/۲ الحدیث رقم ۲۲۲۸ واحمد فی المسند ٤۳۹/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے اور وہ انکار کرے اور خاوند اس کے ساتھ ناراضگی میں رات گزارے تو فرشتے اس عورت پر صبح تک لعنت کرتے

رہتے ہیں۔ یہ بخاری، مسلم میں ہے۔ بخاری، مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ جو شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے اور عورت اس کا انکار کر دے تو اس پر آسمانوں والا ناراض ہوتا ہے یہاں تک کہ خاوند اس سے راضی ہو۔

تشریح ۞ **فَاَبَتْ** : یعنی شرعی عذر کے بغیر انکار کرے۔ بعض نے کہا کہ حیض انکار کے لئے عذر نہیں کیونکہ خاوند کو اس چیز سے فائدہ اٹھانا جائز ہے جو ازار کے اوپر والا حصہ ہے۔ یہ جمہور علماء کا مسلک ہے۔

(۲) بعض علماء کے ہاں سوائے شرمگاہ کے اوپر کے بدن سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ (۳) **حَتّٰی تُصْبِحَ** : یہ غالب حالت کے اعتبار سے کہا کیونکہ ایسا معاملہ عموماً رات کو ہوتا ہے۔ اگر دن کے موقعہ پر خاوند کا اس سے یہی مطالبہ ہو اور وہ انکار کرے تو شام تک کا بھی یہی حکم ہے۔

(۴) كَانَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ :

یعنی وہ جس کا حکم آسمان میں ہے یا جو کہ آسمان میں معبود ہے یعنی اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ تو آسمان و زمین دونوں کا معبود ہے۔ جیسا کہ اس آیت کریمہ میں فرمایا:

﴿وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ......﴾

''اور وہ (ذات باری) ایسی ہے کہ جو آسمانوں میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی''۔

تو اس روایت میں صرف آسمان کا ذکر کیا کیونکہ آسمان زمین کے مقابلے میں اشرف ہے تو گویا اس روایت میں اشرف و اعلیٰ پر اکتفاء کیا (یا عظمت باری تعالیٰ کو ذہن میں بٹھانے کے لئے بلندی کی طرف نسبت کی) نمبر۲ یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے فرشتے مراد ہوں۔

(۵) اس روایت سے معلوم ہوا کہ خاوند کی ناراضگی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہے۔ جب قضاء خواہش نفسانی کے سلسلہ میں اس کی ناراضگی کا یہ حال ہے۔ تو دینی معاملے میں اس کی ناراضگی کا حال تو ناقابل بیان ہے۔ (ع)

جھوٹ کے لباس والا

۳۲۰۳/۱۰ وَعَنْ اَسْمَاءَ اَنَّ امْرَاَةً قَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيْ ضَرَّةً فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ اِنْ تَشَبَّعْتُ مِنْ زَوْجِيْ غَيْرَ الَّذِيْ يُعْطِيْنِيْ فَقَالَ الْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُوْرٍ ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۱۷/۹ الحدیث رقم ۵۲۱۹ومسلم فی ۱۶۸۱/۳ الحدیث رقم ۱۲۷-۲۱۳۰)وابوداوٗد فی السنن ۲۶۹/۵ الحدیث رقم ۴۹۹۷۔

ترجمہ : حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ! میری ایک سوکن ہے کیا اس پر مجھے گناہ ملے گا میں اس کے سامنے کسی ایسی چیز کے خاوند کی طرف سے ملنے کا اظہار کروں جو مجھے خاوند نے واقعہ میں نہ دی ہو

یعنی جو کچھ وہ دیتا ہے اس سے زائد سوکن کو بتلا دوں تا کہ وہ جلے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی اس چیز کو ظاہر کرے جو اس کو نہیں ملی اس کی مثال اس طرح ہے جیسے کوئی شخص جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والا ہو۔ یہ بخاری، مسلم میں ہے۔

تشریح: دو کپڑوں سے مراد چادر اور تہبند ہے۔

(۲) ثَوْبَیْ زُوْرٍ:

جھوٹے کپڑے پہننے والے سے مراد وہ شخص ہے کہ جو امانت اور عاریت کے کپڑے پہن کر ظاہر کرے کہ یہ اس کے ذاتی ہیں۔ نمبر۲ یا وہ شخص مراد ہے جو نیک صالح لوگوں کا لباس پہنے اور واقع میں وہ ایسا نہ ہو۔ نمبر۳ اس شخص کو اس سے تشبیہ دی ہے۔ جو لباس پہنے اور اس میں دو آستین لگائے اور اس کے نیچے اور آستین لگائے تا کہ دیکھنے والا خیال کرے کہ یہ دو لباس پہنے ہوئے ہے۔ نمبر۴ بعض کہتے ہیں کہ عرب میں ایک شخص ایسا تھا کہ دو بڑے نفیس کپڑے پہنتا تا کہ لوگ اس کو عزت و شرف والا سمجھیں اور وہ جھوٹی گواہی دے تو کوئی اسے جھوٹا خیال نہ کرے۔ تو اس شخص کے ساتھ اس کو تشبیہ دی۔ (ع)

ایک ماہ کا ایلاء اور بالا خانہ میں قیام

۳۲۰۴/۱۱ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اٰلٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نِسَائِهٖ شَهْرًا وَّكَانَتِ انْفَكَّتْ رِجْلُهٗ فَاَقَامَ فِیْ مَشْرُبَةٍ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ نَزَلَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اٰلَيْتَ شَهْرًا فَقَالَ اِنَّ الشَّهْرَ يَكُوْنُ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی ۹/۳۰۰ الحديث رقم ۵۲۰۱ واحمد فی المسند۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے ایک ماہ کے لئے ایلاء کیا اور اسی زمانہ میں آپ کے پاؤں میں موچ آ گئی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتیس راتوں تک بالا خانہ میں ہی مقیم رہے۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے تشریف لائے تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے تو ایک مہینہ تک ایلاء کیا تھا۔ (اور مہینے کے تیس دن ہوتے ہیں اور آپ انتیس دن کے بعد اتر آئے) آپ نے فرمایا مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح: لغت میں ایلاء قسم اٹھانے کو کہا جاتا ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں ایلاء اس بات کو کہا جاتا ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس چار یا اس سے زیادہ مہینہ تک نہ جانے کی قسم کھائے یعنی اس کے ساتھ صحبت نہ کرنے کی قسم کھائے پس اگر قسم پوری کر لی تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی اگر قسم توڑ دے یعنی چار ماہ سے پہلے پہلے بیوی کے پاس آ جائے تو ایلاء ساقط ہو جائے گا اور اس کو قسم توڑنے کا کفارہ یا جزاء ادا کرنا لازم ہے۔

(۲) اگر کسی کے نکاح میں لونڈی ہو یعنی اس کی بیوی آزاد عورت نہ ہو بلکہ کسی کی لونڈی ہو اور اس نے اس سے ایلاء کیا تو اس کی کل مدت دو ماہ ہو گی۔

(۳) اگر کسی شخص نے آزاد عورت کے متعلق چار ماہ سے کم اور لونڈی کے متعلق دو ماہ سے کم مدت کی قسم اٹھائی تو یہ

ایلاء شرعی نہ بنے گا۔ چنانچہ اس روایت میں جس ایلاء کی نسبت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہے وہ ایلاء شرعی نہیں ہے بلکہ ایلاء لغوی ہی ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کے ہاں ایک ماہ تک نہ جانے کی قسم اٹھائی۔

وجہ ایلاء!

اس کی وجہ یہ تھی کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے آپ سے زیادہ خرچہ کا مطالبہ کیا۔ دنیا کے اس مطالبہ پر آپ کو ناگواری ہوئیتو آپ نے قسم کے ساتھ یہ عہد کرلیا کہ میں ایک ماہ تک ازواج کے ہاں نہ جاؤں گا۔ انہی دنوں میں یہ حادثہ بھی پیش آ گیا کہ گھوڑے سے گرنے کی وجہ سے آپ کے پاؤں میں چوٹ آ گئی آپ ایک ماہ کے لئے بالا خانہ میں اقامت گزین رہے اور نیچے تشریف نہیں لائے۔ وہ مہینہ غالباً انتیس یوم کا تھا۔ اس لئے آپ نے انتیس دنوں پر اکتفاء فرمایا۔

آیتِ تخییر کا شانِ نزول

۳۲۰۵/۲ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ دَخَلَ اَبُوْبَكْرٍ يَسْتَاْذِنُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ النَّاسَ جُلُوْسًا بِبَابِهٖ لَمْ يُؤْذَنْ لِاَحَدٍ مِّنْهُمْ قَالَ فَاُذِنَ لِاَبِیْ بَكْرٍ فَدَخَلَ ثُمَّ اَقْبَلَ عُمَرُ فَاسْتَاْذَنَ فَاُذِنَ لَهٗ فَوَجَدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا حَوْلَهٗ نِسَاءُهٗ وَاجِمًاسَاكِتًا قَالَ فَقُلْتُ لَاَ قُوْلَنَّ شَيْئًا اُضْحِكُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْرَاَيْتَ بِنْتَ خَارِجَةَ سَاَلَتْنِی النَّفَقَةَ فَقُمْتُ اِلَيْهَا فَوَجَاْتُ عُنُقَهَا فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ هُنَّ حَوْلِیْ كَمَا تَرٰى يَسْاَلْنَنِی النَّفَقَةَ فَقَامَ اَبُوْبَكْرٍ اِلٰى عَائِشَةَ يَجَاُ عُنُقَهَا وَقَامَ عُمَرُ اِلٰى حَفْصَةَ يَجَاُ عُنُقَهَا كِلَاهُمَا يَقُوْلُ تَسْاَلِيْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَيْسَ عِنْدَهٗ فَقُلْنَ وَاللّٰهِ لَا نَسْاَلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا اَبَدًا لَيْسَ عِنْدَهٗ ثُمَّ اعْتَزَلَهُنَّ شَهْرًا اَوْتِسْعًا وَعِشْرِيْنَ ثُمَّ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ حَتّٰى بَلَغَ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا قَالَ فَبَدَاَ بِعَائِشَةَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اِنِّیْ اُرِيْدُ اَنْ اَعْرِضَ عَلَيْكِ اَمْرًا اُحِبُّ اَنْ لَّا تَعْجَلِیْ فِيْهِ حَتّٰى تَسْتَشِيْرِیْ اَبَوَيْكِ قَالَتْ وَمَاهُوَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَتَلَا عَلَيْهَا الْاٰيَةَ قَالَتْ اَفِيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَسْتَشِيْرُ اَبَوَیَّ بَلْ اَخْتَارُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَاَسْاَلُكَ اَنْ لَّا تُخْبِرَ امْرَاَةً مِنْ نِسَائِكَ بِالَّذِیْ قُلْتُ قَالَ لَا تَسْاَلُنِیْ امْرَاَةٌ مِنْهُنَّ اِلَّا اَخْبَرْتُهَا اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَبْعَثْنِیْ مُعَنِّتًا وَلَا مُتَعَنِّتًا وَلٰكِنْ بَعَثَنِیْ مُعَلِّمًامُيَسِّرًا. (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی ۲/۱۱۰۲ الحديث رقم (۲۹-۱۴۷۸)۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے آپ کے ہاں داخلے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے آپ کے دروازے پر بہت سے لوگوں کو بیٹھا ہوا پایا ان میں سے کسی کو بھی داخلہ کی اجازت نہ ملی تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو داخلہ کی اجازت مل گئی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ

آئے اور اجازت طلب کی تو ان کو بھی اجازت مل گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو اس حال میں پایا کہ آپ کی ازواج آپ کے ارد گرد بیٹھی ہیں اور آپ غمگین اور خاموش ہیں۔ جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا (اپنے دل میں) کہ میں ایسی بات کہوں جس سے میں جناب رسول اللہ ﷺ کو ہنساؤں اور خوش کروں۔ چنانچہ عمرؓ کہنے لگے یا رسول اللہ! اگر خارجہ کی بیٹی یعنی میری بیوی مجھ سے زیادہ خرچ کا مطالبہ کرے یعنی جو معمول و عادت سے زائد ہو تو میں اٹھ کر اس کی گردن کوٹ دوں گا اس پر جناب رسول اللہ ﷺ کو ہنسی آ گئی اور فرمایا یہ عورتیں میرے گرد بیٹھی ہیں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ اور مجھ سے خرچ کا مطالبہ کرتی ہیں یعنی عادت و معمول سے زیادہ کی طالب ہیں۔ اسی وقت ابوبکرؓ عائشہؓ کی طرف کھڑے ہوئے اور عمرؓ حفصہؓ کی طرف کھڑے ہو کر ان کی گردن کوٹنے لگے۔ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں نے کہا کیا تم جناب رسول اللہ ﷺ سے اس چیز کو طلب کرتی ہو جو آپ کے پاس نہیں ہے۔ چنانچہ ازواج نے قسم اٹھا کر عہد کیا کہ آئندہ ہم حضرت ﷺ سے اس چیز کا مطالبہ نہ کریں گی جو آپ کے پاس نہیں ہے۔ پھر آپ ﷺ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے ایک ماہ یا انتیس دن کے لئے علیحدگی اختیار کر لی۔ یعنی اس سابقہ قسم کی وجہ سے یہ راوی کو شک ہے (کہ ماہ کہا یا انتیس دن) پھر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ حَتّٰى بَلَغَ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس آیت کی تلاوت کی ابتداء آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمائی اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ افضل اور سب سے بڑھ کر عقلمند تھیں۔ آپ نے فرمایا اے عائشہ میں تمہیں ایک بات کہنا چاہتا ہوں تم اس میں جلدی نہ کرنا یعنی اس کا جواب دینے میں جلدی نہ کرنا۔ یہاں تک کہ تم اپنے والدین سے مشورہ کر لو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ وہ کیا بات ہے۔ پس آپ نے ان کے سامنے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (آیت سن کر) حضرت عائشہ کہنے لگیں یا رسول اللہ! کیا آپ کے معاملے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں یعنی مشورہ تو ان امور میں ہوتا ہے جہاں تردد ہو مجھے تو اس میں کچھ تردد نہیں۔ میں نے تو اختیار کیا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو اور آخرت والے گھر کو۔ میری آپ سے ایک گزارش ہے کہ آپ میری اس بات کی کسی زوجہ کو اطلاع نہ دیں۔ آپ نے فرمایا مجھ سے جو عورت اس معاملے میں پوچھے گی میں اسے ضرور خبر دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی کو رنج پہنچانے والا اور کسی کو خواہ مخواہ تکلیف دینے والا بنا کر نہیں بھیجا مجھے تو اللہ تعالیٰ نے احکام دین سکھانے والا اور سہولت مہیا کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

فوائد الحدیث فَوَجَدَ النَّبِيَّ ﷺ:

شاید یہ واقعہ پردہ کے احکام اترنے سے پہلے کا ہو۔ آپ کو ہنسانے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسی بات کروں جس سے آپ کی طبیعت خوش ہو جائے اور آپ کی طبیعت کا ملال و حزن دور ہو جائے۔

(۲) اس سے معلوم ہوا کہ جب آدمی اپنے کسی دوست کو غمگین دیکھے تو ایسی بات کہے جس سے وہ ہنسے اور خوش ہو جائے اور وہ اس میں مشغول ہو جائے۔ چنانچہ روایات میں وارد ہے کہ آپ ﷺ اپنے کسی صحابی کو غمگین دیکھتے تو اس کو خوش طبعی کی بات سنا کر خوش کرتے۔ مکمل آیت اس طرح ہے:

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ

سَرَاحًا جَمِيلًا وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيمًا﴾۔ (الاحزاب: ۲۸ '۲۹)

حاصل آیت:

اس آیت میں یہ فرمایا گیا کہ اے محمدؐ! آپ اپنی ازواج کو فرمادیں کہ میں نے دنیا میں فقر کو اختیار کیا ہے۔ اگر تم میرے فقر پر راضی نہیں تو مجھے بتلاؤ تا کہ میں کپڑوں کا جوڑا دیکر تمہیں رخصت کر دوں اور اگر تم میرے فقر پر راضی ہو اور اللہ اور اس کے رسول کی رضا مندی کو چاہنے والی ہو اور اس مشقت کے بدلے جنت کی خواہاں ہو تو اللہ تعالیٰ تم کو بڑا ثواب دے گا۔

(۳) لَا تَعْجِلِيْ فِيْهِ حَتّٰى :

یہ بات آپ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمائی کیونکہ وہ نو عمر تھیں۔ ممکن ہے کہ نو عمری کی وجہ سے دنیا کو اختیار کرنے کی طرف مائل ہوں اور آخرت کو اختیار نہ کریں اور میری جدائی کا فیصلہ کریں جس سے وہ بھی نقصان میں مبتلا ہوں اور ان کی وجہ سے ان کے والدین کو بھی ضرر پہنچے اور اگر وہ ماں باپ سے مشورہ کریں گی تو وہ ہرگز جدائی کا مشورہ نہ دیں گے بلکہ وہی مشورہ دیں گے جس میں آخرت کی بھلائی ہو۔

(۴) لَا تُخْبِرِ امْرَأَةً :

کسی عورت کو خبر نہ دینے کا سبب یہ تھا کہ شاید کوئی بیوی دنیا کو اختیار کر کے جدائی اختیار کرے اور آپ کے نکاح سے فارغ ہو جائے یہ بات آپ سے شدت محبت اور سوکن پنے کی غیرت سے کہی۔ مگر حضرت ﷺ نے فرمایا یہ بات مجھ سے نہیں ہو سکتی۔ جو بیوی مجھ سے تمہارا جواب پوچھے گی میں اس کو بتلاؤں گا' کیوں کہ اس میں ان کا بھلا ہے اور میرا ان کو نہ بتلانا شفقت کے خلاف ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے کسی کو دکھ پہنچانے اور تکلیف دینے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ مخلوق کا معلم بنا کر یعنی ان کو تعلیم دینے والا آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ (ع۔ح)

باری کے سلسلہ میں آپ کو اختیار

۳۲۰۶/۱۳وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَغَارُ عَلَى اللَّاتِيْ وَهَبْنَ اَنْفُسَهُنَّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اَتَهَبُ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا فَلَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى تُرْجِيْ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِيْ اِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَاجُنَاحَ عَلَيْكَ قُلْتُ مَااَرٰى رَبَّكَ اِلَّا يُسَارِعُ فِيْ هَوَاكَ ۔(متفق علیه)

اخرجه البخاري فی صحیحه ۵۲۴/۸ الحدیث رقم ۴۷۸۸ومسلم فی ۱۰۸۵/۲ الحدیث رقم (۴۹-۱۴۶۴) والنسائی فی السنن ۵۴/۶ الحدیث رقم ۳۱۹۹وابن ماجه فی ۶۴۴/۱ الحدیث رقم ۲۰۰۰ واحمد فی المسند ۱۳۴/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھے ان عورتوں پر غیرت آتی تھی جو کہ اپنے نفوس جناب رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کرتی تھیں۔ میں کہا کرتی تھی کہ کیا عورت بھی اپنا نفس ہبہ کر دیتی ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِیْٓ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ وَمَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَاجُنَاحَ عَلَیْكَ ...... ﴾ ان میں سے جس کو پسند کریں الگ کریں اور جس کو چاہیں آپ ٹھکانہ دیں اپنے ہاں اور جن عورتوں کو تو نے علیحدہ کر دیا ہے اگر ان میں سے بھی کسی کو تو بلا لے تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں' میں نے کہا میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا پروردگار آپ کی رضامندی اور خواہش کے سلسلہ میں جلدی کرتا ہے یعنی جلدی پورا کر دیتا ہے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

کُنْتُ اَغَارُ :

میں ان عورتوں پر غیرت کھاتی اور ان کو ذلیل سمجھتی ہوں جو اپنے نفوس آپ کو ہبہ کرتی تھیں اور یہ ہبہ کرنا بظاہر حرص اور قلت حیاء پر دلالت کرتا ہے مگر واقع میں یہ بات اچھی تھی کہ وہ اپنے نفوس حضرت محمد ﷺ کو ہبہ کرتی تھیں اور یہ اپنے نصیب کو آزمانے کے لئے ہوتا ہے کہ شاید آپ اپنی زوجیت کے لئے قبول فرمالیں۔

(۲) فَقُلْتُ اَتَهَبُ :

میں ازراہِ انکار کہتی کہ کیا عورت اپنا آپ بھی بخشا کرتی ہے۔'' ایک روایت میں اس طرح ہے کیا عورت کو اس سے حیاء نہیں آتی کہ وہ مرد کو اپنا نفس بخشے۔

(۳) تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ :

ان میں سے جس کو چاہیں اپنے بستر پر سلانا ترک کر دیں اور جس کو چاہیں اپنے بستر پر ٹھکانہ دیں یعنی اپنے ساتھ ہم خواب کریں یا آپ جس کو چاہیں طلاق دیں اور جس کو چاہیں نکاح میں رکھیں۔

(۴) آیت کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ آپ جس سے چاہیں نکاح کو ترک کر دیں اور جس سے چاہیں امت کی عورتوں میں سے نکاح کر لیں۔

(۵) نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

یہ آیت دوسری آیت: لَا یَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ...... کے لئے ناسخ ہے۔ اس لئے کہ صحیح تر بات یہ ہے کہ آپ ﷺ کی وفات سے قبل آپ کی ان ازواج کے علاوہ دیگر عورتوں کے ساتھ نکاح کو حلال کر دیا گیا۔

(۶) علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

صحیح ترین قول یہ ہے کہ یہ آیت آپ کی ازواج کی باری کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے کہ شروع میں آپ پر باری کو لازم کیا گیا' جب یہ آیت اتری تو وجوب ساقط ہو گیا اور حضرت محمد ﷺ کو اختیار حاصل ہوا کہ جس کے پاس چاہیں رہیں اور جس

کو چاہیں دوسری کی باری میں طلب کریں اور اپنی ہم خواب بنائیں اور جن کو باری سے الگ کیا ان کو بلائیں اس میں آپ پر کچھ گناہ نہیں۔

(۷) اللہ تعالیٰ نے یہ اباحت اس لئے کی تا کہ تمام مردوں پر آپ کو بزرگی اور برتری دی جائے کہ بقیہ سب پر تو باری لازم ہے مگر آپ کو باری کے سلسلہ میں اختیار دیا گیا کہ جس کو چاہیں ہم خواب بنائیں اور جس کو چاہیں باری میں ہم خواب نہ بنائیں۔

(۸) مَا اَرٰی رَبَّكَ :

یہاں دیکھنا گمان کے معنی میں ہے کہ میرا گمان یہ ہے کہ آپ کا پروردگار آپ کی خواہش کو جلد پورا کرتا ہے۔

نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

يُسَارِعُ فِيْ هَوَاكَ کا معنی تخفیف کرنا اور امور میں فراخی کرنا ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام میں فراخی اور نرمی عطا کرتا ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو باری کے معاملے میں اختیار دیا۔

نفس کو ہبہ کرنے والیاں:

بعض نے کہا اس سے مراد حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ہیں اور بعض نے کہا کہ ام شریک رضی اللہ عنہا ہیں اور بعضوں نے زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا نام لیا ہے اور دوسروں نے خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا کا نام لیا ہے۔

راجح قول:

لیکن اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہبہ کرنے والی صرف ایک عورت نہ تھی بلکہ ایسی کئی عورتیں تھیں اور اس باب سے متعلق حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت: اتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَاءِ...... حجۃ الوداع کے قصہ میں میں گزر چکی ہے۔

الفصل الثانی:

باہمی تسابق کا حکم

۳۲۰۷/۱۴ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّهَا كَانَتْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ قَالَتْ فَسَابَقْتُهٗ فَسَبَقْتُهٗ عَلٰى رِجْلَيَّ فَلَمَّا حَمَلْتُ اللَّحْمَ فَسَابَقْتُهٗ فَسَبَقَنِيْ قَالَ هٰذِهٖ بِتِلْكَ السَّبْقَةِ ۔ (رواہ ابو داود)

اخرجه ابوداؤد في السنن ٦٥/٣ الحديث رقم ٢٥٧٨ وابن ماجه في ٦٣٦/١ الحديث رقم ١٩٧٩، واحمد في المسند ٣٩/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ ایک سفر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ وہ فرماتی

ہیں کہ میں آپ کے ساتھ دوڑی تو میں دوڑ میں سبقت کر گئی۔ جب میرے جسم میں فربہی بڑھ گئی تو پھر ایک سفر میں دوڑنے کا اتفاق ہوا۔ اس میں نبی کریم ﷺ دوڑ میں سبقت کر گئے۔ آپ نے فرمایا یہ بڑھ جانا اس کے بدلے میں ہے جو کہ تو مجھ سے بڑھ گئی تھی۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

عَلٰی رِجْلَیَّ:

یہ دوڑ پیدل چلنے میں لگائی تھی' سواری پر نہیں

نمبرا علامہ طیبی کا قول:

اس کلمہ سے اصل تاکید مقصود ہے کہ جیسے کہتے ہیں کہ لکھا میں نے اپنے ہاتھ سے' اس نے دیکھا اپنی آنکھ سے۔
(۲) اس روایت سے آپ کے ازواج کے ساتھ حسن خلق کا پتہ چلتا ہے تاکہ اس بارے میں آپ کی اتباع اور پیروی کی جائے۔

(۳) قاضی خان کا قول:

چار چیزوں میں مقابلہ کرنا جائز ہے۔ ① اونٹ' ② گھوڑے' ③ تیراندازی' ④ پیدل دوڑنے میں اور ایک طرف سے بدل انعام ہو تو قباحت نہیں مثلاً اس طرح کہا جائے اگر میں تجھ سے بڑھ جاؤں' تو مجھے اس قدر انعام ملے گا اور اگر تو بڑھ گیا تو مجھے کچھ بھی نہیں ملے گا۔ اور اگر دونوں طرف سے بدل کی شرط لگائی جائے تو حرام ہے' اس لئے کہ یہ جوا ہے۔ اگر یہ دونوں اپنے درمیان ایک محلل کو ڈال لیں یعنی حلال کرنے والے کو ڈال دیں ہر ایک اس طرح کہے اگر تم مجھ سے بڑھ گئے تو تجھے اس قدر انعام ملے گا اور اگر میں بڑھ جاؤں تم سے تو مجھے اس قدر مال ملے گا اور اگر تیسرا بڑھ جائے تو اس کو کچھ نہ ملے گا۔ پس اس صورت میں یہ جائز اور حلال ہے اور جائز کا مطلب یہ ہے کہ جیتنے کی صورت میں جو مال اس کو ملے گا وہ مال حلال وطیب ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ استحقاق رکھتا ہے اور اس کا مستحق ہو گیا۔ وہ مستحق نہ بنے گا۔

(۴) امراء وحکام اگر دوڑنے والوں کو کہیں تم میں جو آگے نکل جائے اس کو اس قدر مال ملے گا یہ جائز ہے۔

(۵) ان چار چیزوں میں مقابلہ اس لئے درست ہے کہ ان کے سلسلہ میں احادیث وارد ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ اور کسی کے متعلق روایت وارد نہیں ہوئی۔ (ع)

سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل کے لئے بہتر ہے

۳۲۰۸/۵ وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ وَاِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوْهُ (رواه الترمذی والدارمی ورواه ابن ماجة عن ابن عباس الی قوله) لِاَهْلِيْ۔

اخرجه الترمذی فی السنن ٥/٦٦٦ الحديث رقم ٣٥٩٥ والدارمی فی ٢/٢١٢ الحديث رقم ٢٢٦٠۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں بہترین وہ ہے جو اپنے اہل کے معاملے میں بہترین ہے اور میں اپنے اہل کے لئے تم سب میں بہترین ہوں۔ اور جس وقت تمہارا ساتھی مر جائے تو تم اس کو چھوڑ دو۔ یہ ترمذی' دارمی کی روایت ہے ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے لِاَهْلِيْ تک نقل کی ہے۔

خَيْرُكُمْ:

یعنی تم سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ بھلائی کرنے والا ہو اور نیک سلوک برتنے والا ہو۔ یہ چیز اس کی خوش اخلاقی پر دلالت کرتی ہے۔ اہل: سے یہاں مراد میاں' بیوی' اقرباء اور خدام ہیں نمبرا: صاحبکم: یعنی جب تم میں سے کوئی مر جائے تو اس کا تذکرہ برائی سے مت کرو یعنی مرنے والوں کی غیبت نہ کرو جیسا کہ دوسری روایت میں وارد ہوا ہے اپنے مرنے والے کو خیر سے یاد کرو (۲) بعض نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اس کی محبت اور اس پر رونا چھوڑ دو اور یہ سمجھ لو کہ اب اس سے جسمانی تعلق ختم ہو گیا ہے۔

نمبر۳ بعض حضرات فرماتے ہیں صاحب سے مراد یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے یعنی جب میں انتقال کر جاؤں تو مجھ پر تاسف وتحسر مت کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے۔

نمبر۴ بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے چھوڑ دو یعنی ایذاء مت دو بلکہ مجھے اس چیز سے الگ رکھو یعنی میرے اہل بیت' صحابہ اور متبع شریعت لوگوں کو ایذاء پہنچا کر مجھے ایذاء نہ دو۔ (ع)

عورت کے ذمہ چار کام

۳۲۰۹/۶ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْاَةُ اِذَا صَلَّتْ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَاَحْصَنَتْ فَرْجَهَا وَاَطَاعَتْ بَعْلَهَا فَلْتَدْخُلْ مِنْ اَيِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ ۔

رواه ابو نعيم فى الحلية۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی عورت پانچوں وقت کی نمازیں پڑھے یعنی اپنے ایام طہارت میں اور رمضان المبارک کے روزے رکھے یعنی قضاء وادا اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے یعنی اپنے نفس کو فواحش سے دور رکھے اور اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرے یعنی جن باتوں میں اسے فرماں برداری کرنے کا حکم ہے تو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔ یہ حلیہ ابی نعیم کی روایت ہے۔

وجوبِ اطاعت میں مبالغہ

۳۲۱۰/۷ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ اٰمِرُ اَحَدًا اَنْ يَسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا . (رواه الترمذى)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤٦٥/٣ الحديث رقم ١١٥٩۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو کسی کے آگے سجدہ کا حکم کرتا تو میں عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے ترمذی کی روایت ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ سجدہ کسی کو روا نہیں۔ اگر کسی اور کو سجدہ روا ہوتا تو میں بیوی کو کہتا کہ وہ خاوند کو سجدہ کرے کیونکہ بیوی پر خاوند کے حقوق بہت ہیں اور وہ حقوق کا شکر ادا کرنے سے عاجز ہے۔

(۲) اس روایت میں خاوند کی اطاعت کے لزوم پر مبالغہ کیا گیا ہے۔ (ع)

خاوند کی اطاعت کا بدلہ

۳۲۱۱/۱۸ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا امْرَاَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤٦٦/٣ الحديث رقم ١١٦١ وابن ماجه فی ٥٩٥/١ الحديث رقم ١٨٥٤۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ نے فرمایا جو عورت اس حالت میں فوت ہو کہ اس کا خاوند اس سے راضی تھا تو وہ جنت میں جائے گی۔ یہ ترمذی میں ہے

تشریح ❁ جو خاوند عالم، متقی ہو اس کی اطاعت کا یہ حکم ہے، جاہل وفاسق کی اطاعت کا یہ حکم نہیں۔ (ع)

خاوند کی حاجت کا پورا کرنا بیوی کا فریضہ

۳۲۱۲/۱۹ وَعَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا الرَّجُلُ دَعَا زَوْجَتَهٗ لِحَاجَتِهٖ فَلْتَاْتِهٖ وَاِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّوْرِ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤٦٥/٣ الحديث رقم ١١٦٠ وابن ماجه فی المسند ٢٣/٤۔

ترجمہ: حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنی حاجت کے لئے یعنی جماع کے لئے اپنی بیوی کو بلائے تو اسے حاضر ہو جانا چاہئے اگرچہ وہ تنور پر ہو۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ❁ خواہ عورت کسی کام میں مشغول ہو اور مال کے ضائع ہونے کا بھی خدشہ ہو مثلاً روٹی پکا رہی ہو اور اس حالت میں خاوند صحبت کے لئے بلائے تو اسے اس کی اطاعت کرنا چاہئے (ع۔ح)

حور کی بددعا

۳۲۱۳/۲۰ وَعَنْ مُعَاذٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُؤْذِي امْرَاَةٌ زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا اِلَّا قَالَتْ

زَوْجَتُهُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ لَا تُؤْذِيْهِ قَاتَلَكِ اللّٰهُ فَاِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِيْلٌ يُوْشَكُ اَنْ يُفَارِقَكِ اِلَيْنَا۔

(رواه الترمذی وابن ماجة وقال الترمذی هذا حديث غريب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۴۷۶/۳ الحديث رقم ۱۱۷۴ وابن ماجه فی ۶۴۹/۱ الحديث رقم ۲۰۱۴ واحمد فی المسند ۲۴۲/۵۔

ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب کوئی عورت اپنے خاوند کو دنیا میں ایذاء دیتی ہے تو بڑی آنکھوں والی حور جو اس کی بننے والی بیوی ہے وہ کہتی ہے کہ تجھے اللہ تعالیٰ ہلاک کر دے اس کو مت ایذاء دو (یعنی ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تمہیں جنت اور رحمت سے دور ہٹائے) بس یہ تو تیرے ہاں مہمان ہے۔ عنقریب جدا ہو کر ہمارے پاس آئے گا یعنی بہشت میں پہنچے گا۔ یہ ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت ہے۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے

تشریح ❁ ایک روایت میں ہے: **لعن الملائكة لعاصية الزوج** ان دونوں روایات میں اس بات پر دلالت ہے کہ ملاء اعلیٰ یعنی آسمان پر رہنے والے دنیا کے اعمال پر مطلع ہوتے رہتے ہیں۔ (ع)

بیوی کے حقوق

۳۲۱۴/۲۱ وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْقُشَيْرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا حَقُّ زَوْجَةِ اَحَدِنَا عَلَيْهِ قَالَ اَنْ تُطْعِمَهَا اِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوْهَا اِذَا اكْتَسَيْتَ وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلَا تُقَبِّحْ وَلَا تَهْجُرْ اِلَّا فِي الْبَيْتِ۔ (رواه احمد وابوداود وابن ماجة)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۶۰۶/۲ الحديث رقم ۲۱۴۲ وابن ماجه فی ۵۹۳/۱ الحديث رقم ۱۸۵۰ واحمد فی المسند ۴۴۶/۴۔

ترجمہ: حکیم بن معاویہ قشیری نے اپنے والد سے نقل کیا کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے کسی ایک کی بیوی کا خاوند پر کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا جب تو خود کوئی چیز کھائے تو اس کو کھلائے اور جب تو پہنے تو اس کو بھی پہنائے اور نہ تو اس کے منہ پر مارے اور نہ برا کہے اور نہ اس طرح بددعا دے کہ اللہ تعالیٰ تیرا برا کرے اور اس سے مت جدائی اختیار کر مگر صرف گھر میں۔ یہ احمد ابوداؤد ابن ماجہ کی روایت ہے۔

لَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ:

نمبر۱ منہ پر مارنے کی ممانعت اس لئے ہے کیونکہ وہ اعضاء جسم میں افضل ترین ہے۔

نمبر۲ اس سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اگر اس سے فحش غلطی سرزد ہو یا وہ فرائض کو ترک کر دے یا بے ادبی کا انداز اختیار کرے اور مارنے میں مصلحت ہو تو مارنا جائز ہے اور بہرحال منہ پر مارنا منع ہے۔

(۲) قاضی خان کا قول:

خاوند اپنی بیوی کو چار باتوں پر مار سکتا ہے۔
نمبر ا خاوند چاہے کہ وہ اس کے لئے زینت کرے مگر وہ اس کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جائز زینت کو ترک کرے نمبر ۲ عورت کے پاس صحبت کے سلسلہ میں کوئی شرعی و طبعی عذر بھی نہ ہو مگر وہ صحبت سے گریز اور انکار کرے۔ نمبر ۳ نماز کو ترک کرے اور جنابت اور حیض سے فراغت کا غسل نہ کرے یہ بھی ترک صلوٰۃ کی طرح ہے۔
نمبر ۴ گھر سے خاوند کی اجازت کے بغیر نکلے۔ تو اس پر اس کو مارا جا سکتا ہے۔

(۳) لَا تَهْجُرْ :

بیوی سے جدائی میں اگر مصلحت ہو تو ہمیشہ کے لئے جدائی اختیار نہ کرو بلکہ گھر میں جدائی اختیار کرو یعنی بستر الگ کر لو یا رات کو گھر میں نہ رہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ﴾ (النساء ۳۴:۴)

"اگر جو عورتیں ایسی ہوں کہ تم کو ان کی نافرمانی کا اندیشہ ہو تو ان کو (ابتداءً) زبانی نصیحت کرو اور پھر ان کو ان کے بستروں پر تنہا چھوڑ دو اور (پھر اعتدال سے) ان کو مارو"۔

(ع۔ ح)

زبان دراز بیوی کو نصیحت کا حکم

۲۲/۳۲۱۵ وَعَنْ لَقِيْطِ بْنِ صَبِرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِیَ امْرَاَةً فِیْ لِسَانِهَا شَیْءٌ يَعْنِی الْبَذَاءَ قَالَ طَلِّقْهَا قُلْتُ اِنَّ لِیْ مِنْهَا وَلَدًا وَلَهَا صُحْبَةٌ قَالَ فَمُرْهَا يَقُوْلُ عِظْهَا فَاِنْ يَكُ فِيْهَا خَيْرٌ فَسَتَقْبَلُ وَلَا تَضْرِبَنَّ ظَعِيْنَتَكَ ضَرْبَكَ اُمَيَّتَكَ ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۹۷/۱ الحدیث رقم ۱۴۲ واحمد فی المسند ۳۳/۴۔

ترجمہ: حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری ایک بیوی ہے اور اس کی زبان میں کچھ ہے یعنی زبان دراز ہے اور فحش بکتی ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو طلاق دے دو یعنی اگر اس کی زبان درازی پر صبر نہیں کر سکتے ہو تو اسے طلاق دیدو۔ (یہ امر اباحت کے لئے ہے) میں نے عرض کیا میری اس سے اولاد ہے اور پرانی صحبت ہے یعنی پرانی موافقت ہے۔ آپ نے فرمایا پھر اس کو حکم کرو یعنی نصیحت کرو کہ وہ خوش خلقی اختیار کرے۔ پھر اگر اس میں کچھ بھی بھلائی ہوگی تو وہ نصیحت قبول کرے گی اور اپنی بیوی کو لونڈی کی طرح مت مارو۔

تشریح ۞ يقول: یہ راوی کا کلام ہے جو آپ کے بیان کی وضاحت کے لئے لایا گیا ہے کہ فَمُرْهَا اس سے حضرت کی مراد نصیحت کرنا ہے۔ اس روایت سے بھی اشارہ نکلتا ہے کہ اگر وہ نصیحت قبول نہ کرے تو کچھ مارو۔ (ع)

بدخلقی پر صبر وتحمل ان کی پٹائی سے بہتر ہے

۳۲۱۶/۲۳وَعَنْ اِيَاسِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَضْرِبُوْا اِمَاءَ اللّٰهِ فَجَاءَ عُمَرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذَئِرْنَ النِّسَاءُ عَلٰى اَزْوَاجِهِنَّ فَرَخَّصَ فِىْ ضَرْبِهِنَّ فَاَطَافَ بِاٰلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءٌ كَثِيْرٌ يَشْكُوْنَ اَزْوَاجَهُنَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ طَافَ بِاٰلِ مُحَمَّدٍ نِسَاءٌ كَثِيْرٌ يَشْكُوْنَ اَزْوَاجَهُنَّ لَيْسَ اُولٰئِكَ بِخِيَارِكُمْ ۔ (رواه ابوداود وابن ماجة والدارمى)

اخرجه ابوداوٗد فى السنن ۶۰۸/۲ الحديث رقم ۲۱۴۶ وابن ماجه ۶۳۸/۱ الحديث رقم ۱۹۸۵ والدارمى فى ۱۹۸/۲ الحديث رقم ۲۲۱۹۔

ترجمہ: حضرت ایاس بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی لونڈیوں کومت مارو یعنی اپنی بیویوں کو نہ مارو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ عورتیں اپنے خاوندوں پر دلیر ہوگئی ہیں یعنی اس وجہ سے کہ آپ نے ان کو مارنے کی ممانعت کر دی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے مردوں کو مارنے کی رخصت دی تو کئی عورتیں ازواجِ مطہرات کے ہاں جمع ہوئیں اور انہوں نے اپنے خاوندوں کی مار پٹائی کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا آل محمد کے ہاں بہت سی عورتیں جمع ہو کر اپنے خاوندوں کی شکایت کر رہی ہیں۔ جو لوگ (اپنی بیویوں کی پٹائی کرتے ہیں وہ) تم میں سے بہتر لوگ نہیں ہیں۔ یہ ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی کی روایت ہے۔

فوائدالحدیث: لَيْسَ اُولٰئِكَ بِخِيَارِكُمْ:

یعنی جو لوگ اپنی عورتوں کی بہت زیادہ مار پٹائی کرنے والے ہیں وہ تم میں سے بہتر نہیں ہیں یا مطلق بہتر نہیں بلکہ بہتر لوگ وہ ہیں جو ان کی بات برداشت کرتے ہیں اور مارتے نہیں یا اگر مارتے بھی ہیں تو بطور تادیب معمولی مار پیٹ سے کام لیتے ہیں۔ زیادہ نہیں مارتے کہ جس سے شکوہ وشکایت کا موقعہ ملے۔

(۲) صاحب شرح السنۃ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:

اگر عورتیں حقوق نکاح کی ادائیگی میں کوتاہی کریں تو ان کو مارنا درست ہے مگر زیادہ نہ ماریں۔

(۳) ایک سوال:

حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ والی روایت کے فوائد میں آیت: **واهجروهن فى المضاجع واضربوهن......** سے معلوم ہوتا ہے کہ تادیب کے لئے عورتوں کو مارنا جائز ہے اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مارنا منع ہے۔ الجواب: نمبرا آپ ﷺ نے عورتوں کو مارنے سے ممانعت فرمائی وہ آیت مذکورہ کے نزول سے پہلے کی بات ہے۔ جب عورتیں زیادہ دلیر

ہوئیں تو مارنے کی اجازت دی۔ اور یہ آیت آپ کے حکم کے موافق اتری پھر جب لوگوں نے مارنے میں مبالغہ کیا تو آپ نے فرمایا مارنا اگرچہ ان کی بداخلاقی پر مباح ہے لیکن ان کی بداخلاقی پر صبر وتحمل سے کام لینا اور نہ مارنا ہی افضل وبہتر ہے۔ یہ معنی ومفہوم امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ (ع)

بیوی کو خاوند کے خلاف برانگیختہ کرنا حرام ہے

۳۲۱۷/۲۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ امْرَاَةً عَلٰى زَوْجِهَا اَوْ عَبْدًا عَلٰى سَيِّدِهٖ۔ (رواه ابوداود)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۱۹۸/۲ الحدیث رقم ۵۱۷۰، واحمد فی المسند ۳۹۷/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی عورت کو خاوند کے خلاف بھڑکایا یا غلام کو آقا کے خلاف آمادہ کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ جو شخص کسی عورت کے دل میں ایسے وساوس ڈالے کہ جس سے اس کا دل خاوند کے بارے میں برا ہو وہ ہم میں سے نہیں ہے مثلاً وہ اس کے سامنے اس کے خاوند کی برائیاں ذکر کرے یا کسی غیر آدمی کے محاسن بتلائے تاکہ خاوند سے اس کا دل ٹوٹ جائے اور اس کو خاوند کے متعلق بھڑکائے کہ تم اپنے خاوند سے زیادہ مطالبہ کرو اور اس کی خدمت اتنی ست کیا کرو یا اسی طرح غلام کو آقا کے خلاف بھڑکا کر بھاگنے پر آمادہ کرے یا اس کو ترغیب دے کہ ان کے کام اچھی طرح نہ کیا کرو۔ اسی طرح خاوند کو بیوی کے خلاف بھڑکانا اور مالک کو غلام کے خلاف آمادہ کرنا بھی اسی حکم میں شامل ہے۔ (ع)

اعلیٰ اخلاق والا

۳۲۱۸/۲۵ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَكْمَلِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَاَلْطَفُهُمْ بِاَهْلِهٖ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۰/۵ الحدیث رقم ۲۶۱۲ واحمد فی المسند ۴۷/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کامل ترین ایمان والا وہ مؤمن ہے جو اعلیٰ اخلاق والا ہو اور اپنے اہل وعیال پر مہربان ہو۔ یہ ترمذی میں ہے۔

تشریح ۞ کمال ایمان ہی خوش اخلاقی اور احسان کا باعث ہے۔ خاص طور پر وہ آدمی جو اپنے اہل وعیال پر احسان کرنے والا ہو۔ (ع)

تم میں بیویوں سے بہتر سلوک کرنے والے افضل ہیں

۳۲۱۹/۲۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا

اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ (رواه الترمذى وقال هذا حديث حسن صحيح (رواه ابو داود الى قوله) خُلُقًا۔

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۵/ ۶۰۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کامل ایمان والا وہ مؤمن ہے جس کے اخلاق اعلیٰ ہوں یعنی تمام مخلوقات کے ساتھ اور تم میں سے بہت بہتر وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے لئے اچھے ہوں یعنی اس لئے کہ وہ قابل رحم ہیں۔ ان میں طبعی ضعف و عجز پایا جاتا ہے۔ یہ ترمذی میں ہے۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابو داؤد نے اسے خلقا تک نقل کیا ہے۔

گڑیاں اور پروں والا گھوڑا

۳۲۲۰/۲۷ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ اَوْحُنَيْنٍ وَفِى سَهْوَتِهَا سِتْرٌ فَهَبَّتْ رِيْحٌ فَكَشَفَتْ نَاحِيَةَ السِّتْرِ عَنْ بَنَاتٍ لِعَائِشَةَ لُعَبٍ فَقَالَ هٰذَا يَا عَائِشَةُ قَالَتْ بَنَاتِيْ وَرَاٰى بَيْنَهُنَّ فَرَسًا لَهٗ جَنَاحَانِ مِنْ رِقَاعٍ فَقَالَ مَا هٰذَا الَّذِىْ اَرٰى وَسْطَهُنَّ ؟قَالَتْ فَرَسٌ قَالَ وَمَا الَّذِىْ عَلَيْهِ قَالَتْ جَنَاحَانِ قَالَ فَرَسٌ لَهٗ جَنَاحَانِ؟ قَالَتْ اَمَا سَمِعْتَ اَنَّ لِسُلَيْمَانَ خَيْلاً لَهَا اَجْنِحَةٌ قَالَتْ فَضَحِكَ حَتّٰى رَاَيْتُ نَوَاجِذَهٗ۔ (رواه ابو داود)

اخرجه ابداوٗد فی السنن ۵/ ۲۲۷ الحديث رقم ۴۹۳۲۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک یا حنین سے تشریف لائے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے دریچہ میں ایک پردہ پڑا تھا' ہوا چلی تو اس نے پردہ کا کونہ کھول یا اس دریچہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کھیل کی گڑیاں تھیں۔ آپ نے فرمایا اے عائشہ! یہ کیا ہیں؟ تو حضرت عائشہؓ نے جواب دیا یہ میری گڑیاں ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے گڑیوں کے درمیان ایک گھوڑا دیکھا جس کے دو کپڑے یا کاغذ کے پر لگے تھے۔ آپ نے فرمایا یہ گڑیوں کے مابین کیا چیز ہے۔ عائشہؓ کہنے لگیں یہ گھوڑا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تعجب فرمایا کیا گھوڑوں کے بھی پر ہوتے ہیں؟ عائشہؓ کہنے لگیں کیا آپ نے نہیں سنا کہ سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے پر ہوتے تھے۔ اس پر آپ اس قدر ہنسے کہ آپ کی کچلیاں میں نے دیکھیں۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ تبوک ایک مقام ہے جو شام کے متعلقات سے ہے۔ غزوہ تبوک سنہ ۹ھ میں پیش آیا۔

حنین:

مکہ سے چند منزل پر ایک مقام ہے جہاں فتح مکہ کے بعد حنین کا مشہور معرکہ پیش آیا یہ ۸ھ شوال کی بات۔ لڑکیوں کا گڑیوں سے کھیلنا اس کے متعلق باب الولی میں تفصیل گزر چکی ہے۔ (ح)

الفصل الثالث:

سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے کسی مخلوق کا نہیں

۲۸/۳۲۲۱ وَعَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ أَتَيْتُ الْحِيرَةَ فَرَأَيْتُهُمْ يَسْجُدُونَ لِمَرْزُبَانٍ لَهُمْ فَقُلْتُ لِرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَقُّ أَنْ يُسْجَدَ لَهُ فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنِّي أَتَيْتُ الْحِيرَةَ فَرَأَيْتُهُمْ يَسْجُدُونَ لِمَرْزُبَانٍ لَهُمْ فَأَنْتَ أَحَقُّ بِأَنْ يُسْجَدَ لَكَ فَقَالَ لِي أَرَأَيْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِي أَكُنْتَ تَسْجُدُ لَهُ قُلْتُ لَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوا لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ النِّسَاءَ أَنْ يَسْجُدْنَ لِأَزْوَاجِهِنَّ لِمَا جَعَلَ اللَّهُ لَهُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ حَقٍّ۔

(رواہ ابوداود وارواہ احمد عن معاذ بن جبل)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۶۰۴/۲ الحديث رقم ۲۱۴۰ والدارمی فی ۴۰۶/۱ الحديث رقم ۱۴۶۳۔

ترجمہ: حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں کوفہ کے قریب حیرہ شہر میں پہنچا۔ میں نے وہاں دیکھا کہ لوگ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں۔ میں نے کہا یعنی دل میں سوچا کہ جناب رسول اللہ ﷺ اس کے سب سے زیادہ لائق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ چنانچہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں واپس آیا اور عرض کیا کہ میں حیرہ گیا تھا میں نے وہاں لوگوں کو دیکھا۔ وہ لوگ اپنے سرداروں کو سجدہ کرتے ہیں آپ اس بات کے زیادہ لائق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ آپ نے فرمایا مجھے بتلاؤ کہ اگر تیرا گزر میری قبر پر سے ہو تو کیا تو میری قبر کو سجدہ کرے گا؟ میں نے کہا نہیں پھر آپ نے فرمایا اگر میں کسی غیر کے لئے سجدہ کا حکم کرتا تو عورتوں کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں پر عورتوں کا بہت حق مقرر کیا ہے۔ یہ ابوداود کی روایت ہے اور امام احمد نے اس کو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ نبی کریم ﷺ نے حضرت قیس کو سمجھایا کہ جس قبر پر سجدہ کرنے کو تم جائز نہیں سمجھتے اسی طرح زندگی کی حالت میں بھی سجدہ نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی کے علاوہ کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ ذات ایسی نہیں ہے کہ انسان اپنی مقدس جبین اس کے سامنے ٹیکے۔ صرف اللہ پاک کی ذات ہی اس لائق ہے کہ اس کے سامنے سجدہ ریزی کی جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ﴾

(فصلت ۴۱: ۳۷)

"نہ (تو) سورج کو سجدہ کرو نہ چاند کو بلکہ صرف اللہ ہی کو سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا ہے اگر تم اللہ کی عبادت کرتے ہو"۔

نافرمانی کے باعث مارنے پر مواخذہ نہیں

۲۹/۳۲۲۲ وَعَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُسْئَلُ الرَّجُلُ فِيمَا ضَرَبَ امْرَأَتَهُ عَلَيْهِ۔

(رواہ ابوداود وابن ماجة)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۶۰۹/۲ الحدیث رقم ۲۱۴۷ وابن ماجه فی ۶۳۹/۱ الحدیث رقم ۱۹۸۶۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد سے اس چیز کے بارے میں سوال نہ کیا جائے گا جس پر اس نے اپنی بیوی کو مارا۔ یہ ابوداؤد وابن ماجہ کی روایت ہے۔

لَا يُسْئَلُ :

یعنی مرد پر گناہ لازم نہیں آتا کہ جس پر قیامت کے دن باز پرس ہو۔ بشرطیکہ جائز وجہ سے مارا ہو اور مارنے کی حدود کا لحاظ کیا ہو اس سے تجاوز نہ کیا ہو۔ علیہ کی ضمیر کا مرجع ما ہے۔ جس سے مراد نشوز ہے۔ جو کہ اس آیت میں وارد ہے: وَالّٰتِي تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ...... پس اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ خاوند اپنی بیوی کو نافرمانی پر مارنے کی صورت میں گنہگار نہیں ہوتا۔

۳۲۲۳/۳۰ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ جَاءَتِ امْرَاَةٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ عِنْدَهُ فَقَالَتْ زَوْجِيْ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ يَضْرِبُنِيْ اِذَا صَلَّيْتُ وَيُفَطِّرُنِيْ اِذَا صُمْتُ وَلَا يُصَلِّي الْفَجْرَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ قَالَ وَصَفْوَانُ عِنْدَهُ قَالَ فَسَاَلَهُ عَمَّا قَالَتْ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا قَوْلُهَا يَضْرِبُنِيْ اِذَا صَلَّيْتُ فَاِنَّهَا تَقْرَاُ بِسُوْرَتَيْنِ وَقَدْ نَهَيْتُهَا قَالَ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَتْ سُوْرَةً وَاحِدَةً لَكَفَتِ النَّاسَ قَالَ وَاَمَّا قَوْلُهَا يُفَطِّرُنِيْ اِذَا صُمْتُ فَاِنَّهَا تَنْطَلِقُ تَصُوْمُ وَاَنَا رَجُلٌ شَابٌّ فَلَا اَصْبِرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصُوْمُ امْرَاَةٌ اِلَّا بِاِذْنِ زَوْجِهَا وَاَمَّا قَوْلُهَا اِنِّيْ لَا اُصَلِّيْ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَاِنَّا اَهْلُ بَيْتٍ قَدْ عُرِفَ لَنَا ذَاكَ لَا نَكَادُ نَسْتَيْقِظُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ قَالَ فَاِذَا اسْتَيْقَظْتَ يَا صَفْوَانُ فَصَلِّ۔ (رواه ابو داود وابن ماجة)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۸۲۷/۲ الحدیث رقم ۲۴۵۹، واحمد فی المسند ۸۰/۳۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس حالت میں آئی جب کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے اور اس نے کہا میرا خاوند صفوان بن معطل مجھے مارتا ہے۔ جب میں نماز پڑھتی ہوں (یعنی نفلی) اور افطار کرا دیتا ہے جب کہ میں (نفلی) روزہ رکھتی ہوں اور وہ (خود) فجر کی نماز سورج نکلنے پر پڑھتا ہے۔ سورج واقعۃً نکل آتا ہے یا نکلنے کے قریب پہنچ جاتا ہے راوی کہتے ہیں کہ صفوان اس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے پس آپ نے صفوان سے عورت کی کہی گئی باتوں کے سلسلہ میں دریافت کیا تو صفوان کہنے لگے یا رسول اللہ! اس نے کہا کہ میں اسے نماز پر مارتا ہوں" (تو حضرت عرض یہ ہے) کہ جس وقت یہ نماز پڑھتی ہے تو یہ دو سورتیں پڑھتی ہے یعنی ایک رکعت میں لمبی دو سورتیں یا دو رکعتوں میں لمبی سورتیں پڑھتی ہے۔ حالانکہ میں نے اسے منع کیا ہے یعنی لمبی قراءت سے۔ راوی کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق کے لئے فرمایا اگر فاتحہ کے بعد ایک سورت کی قراءت ہو تو وہ لوگوں کے لئے کفایت کرنے والی ہے۔ صفوان کہنے لگے اس کی یہ بات کہ میں اس سے روزہ (نفلی) افطار کروا دیتا ہو جب کہ میں روزہ رکھتی ہوں۔ پس جب یہ روزے رکھتی ہے تو مسلسل رکھتی چلی جاتی ہے۔ یعنی ہمیشہ رکھتی ہے اور میں نوجوان آدمی ہوں۔ (پس میں صبر نہیں کر سکتا یعنی دن کے وقت جماع سے باز نہیں رہ سکتا (رات کو کام میں مشغول رہتا ہوں۔ جیسا

کہ آگے مذکور ہے) تو آپ ﷺ نے اس عورت کو فرمایا کوئی عورت خاوند کی اجازت کے بغیر روزہ یعنی نفلی روزہ نہ رکھے۔ اور عورت کی یہ بات کہ میں فجر کی نماز سورج نکلنے پر پڑھتا ہوں۔ حضرت اس کا سبب یہ ہے کہ ہم کام والے لوگ ہیں یعنی رات گئے تک کھیتوں اور باغات کو پانی دیتے ہیں اور نیند میسر نہیں ہوتی اور ہماری قوم کی یہ جانی پہچانی عادت ہے کہ ہم سورج نکلنے کے وقت جاگتے ہیں یعنی رات کو دیر سے سوتے ہیں اس لئے صبح سورج نکلنے پر آنکھ کھلتی ہے۔ یعنی سورج نکل چکا ہوتا ہے یا نکلنے کے قریب ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے صفوان! جب تم جاگو تو نماز پڑھ لیا کرو۔ یہ ابو داؤد کی روایت ہے اور ابن ماجہ نے بھی نقل کی ہے۔

تشریح ۞ حضرت صفوان کھیتوں اور باغات کو رات گئے تک پانی دیتے اور رات وہیں پڑ کر سو رہتے اور وہاں کوئی جگانے والا نہ تھا اس بناء پر معذور تھے۔ واللہ اعلم (ع)

عبادت ربّ کی، تعظیم محمد ﷺ کی

۳۲۲۴/۳۱ وَعَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِىْ نَفَرٍ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ فَجَاءَ بَعِيْرٌ فَسَجَدَلَهٗ فَقَالَ اَصْحَابُهٗ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ تَسْجُدُ لَكَ الْبَهَائِمُ وَالشَّجَرُ فَنَحْنُ اَحَقُّ اَنْ نَسْجُدَلَكَ فَقَالَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَاَكْرِمُوْا اَخَاكُمْ وَلَوْكُنْتُ اٰمُرُ اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَلِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا وَلَوْ اَمَرَهَا اَنْ تَنْقُلَ مِنْ جَبَلٍ اَصْفَرَ اِلٰى جَبَلٍ اَسْوَدَ وَمِنْ جَبَلٍ اَسْوَدَ اِلٰى جَبَلٍ اَبْيَضَ كَانَ يَنْبَغِىْ لَهَا اَنْ تَفْعَلَهٗ. (رواہ احمد)

اخرجه احمد فی المسند ٧٦/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ مہاجرین وانصار کی ایک جماعت کے ساتھ تھے کہ ایک اونٹ آیا اور اس نے آپ کو سجدہ کیا تو صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو چوپائے سجدہ کرتے ہیں اور اسی طرح درخت بھی یعنی باوجود یکہ وہ ناسمجھ اور غیر مکلّف ہیں مگر آپ کی اس طرح تعظیم کرتے ہیں۔ تو ہم تو اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم اپنے رب کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کی تعظیم کرو یعنی میری تعظیم کرو اگر میں کسی کو مخلوق کے لئے سجدہ کی اجازت دیتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے اور اگر خاوند اسے حکم دے کہ وہ زرد پہاڑ کے پتھر سیاہ پہاڑ پر اور سیاہ کے سفید پر منتقل کرے تو عورت کو اس کا حکم پورا کرنا ضروری ہے۔ یہ امام احمد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ: اس میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے کہ:

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلُ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّىْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبَّانِيِّيْنَ﴾ (آل عمران۳: ۷۹)

''کسی شخص کو زیبا نہیں کہ اللہ تو اسے کتاب، فہم دین اور نبوت عطا کرے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے

بندے ہو جاؤ۔ بلکہ (وہ تو یہ کہے کہ) تم اللہ والے بن جاؤ''۔

(۲) اونٹ کا سجدہ یہ خرق عادت کے طور پر تھا اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بجالانے کا حکم ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے فعل میں کوئی دخل نہ تھا اور خود اونٹ تو معذور تھا کیونکہ اس کو پروردگار کی طرف سے یہ حکم ملا تھا۔ اس کی نظیر فرشتوں کا سجدہ ہے جس کا حکم ان کو براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا تھا کہ وہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں واللہ سبحانہ اعلم۔

(۳) تعظیم کرو: یعنی میری محبت دل میں رکھ کر میری اطاعت کرو ان کاموں میں جن کا تعلق فلاح آخرت سے ہے۔

(۴) زرد پہاڑ: پہاڑوں کے رنگوں کا ذکر ان کے مابین امتیاز اور مبالغہ کی غرض سے ہے کہ مختلف رنگوں کے پہاڑوں کے مابین بہت فاصلے پائے جاتے ہیں۔ اس طرح کے پہاڑ اکٹھے نہیں پائے جاتے ہیں یعنی اگر پہاڑوں کا فاصلہ بھی زیادہ ہو اور خاوند عورت کو حکم دے کہ اس کے پتھر اٹھا کر اس پر جاؤ اور اس کے پتھر دوسرے پہاڑ پر لے جاؤ تو عورت پر اس کے حکم کی تعمیل لازم ہے۔ غرض یہ ہے کہ خاوند عورت کو مشکل ترین کام کا حکم بھی دے تو اس کا حق بنتا ہے کہ وہ اس کو بجالائے۔
(ع۔ح)

تین شخصوں کی نماز غیر مقبول ہے

۳۲/۳۲۲۵ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا تُقْبَلُ لَهُمْ صَلَاةٌ وَلَا تُصْعَدُ لَهُمْ حَسَنَةٌ اَلْعَبْدُ الْاٰبِقُ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلٰى مَوَالِيْهِ فَيَضَعَ يَدَهُ فِىْ اَيْدِيْهِمْ وَالْمَرْاَةُ السَّاخِطُ عَلَيْهَا زَوْجُهَا وَالسَّكْرَانُ حَتّٰى يَصْحُوَ۔ رواه البيهقى فى شعب الا يمان

اخرجه البيهقى فى شعب الايمان ٣٨٣/٦ الحديث رقم ٨٦٠٠۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں کی نماز قبول نہیں کی جاتی اور نہ ان کی نیکی چڑھتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لئے نمبر ۱ بھاگا ہوا غلام جب تک کہ وہ مالک کے ہاں واپس نہ آجائے اور اپنے آپ کو ان کی اطاعت میں نہ دے دے یعنی جب تک ان کی پوری اطاعت اختیار نہ کرے۔ نمبر ۲ وہ عورت جس پر اس کا خاوند خفا اور ناراض ہو (یہاں تک کہ وہ راضی ہو جائے۔) نمبر ۳ نشے والا شخص یہاں تک کہ وہ نشہ سے ہوش میں آئے۔ یہ بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کی ہے۔

مَوَالِيْهِ :

یہ لفظ جمع ذکر فرمایا گیا ہے۔ غلام کو مالک سے بھی وفاداری ضروری ہے اور اس کی اولاد سے بھی وفاداری ضروری ہے۔

(۲) زوجہا کے لفظ کے بعد بعض روایات میں حتّٰی یرضی عنہا بھی آیا ہے یعنی جس عورت کا خاوند ناراض ہو اس کے راضی ہونے تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ اس روایت میں یہ لفظ موجود نہیں ہے۔ اس لئے کہ مفہوم سے خود ظاہر ہے اور مراد یہ ہے کہ خاوند اس سے راضی ہو یا طلاق دے کر الگ کردے۔ (ع)

بہترین عورت کی علامات

۳۳/۳۲۲۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ النِّسَاءِ خَيْرٌ قَالَ الَّتِیْ تَسُرُّهٗ اِذَا نَظَرَ وَتُطِيْعُهٗ اِذَا اَمَرَ وَلَا تُخَالِفُهٗ فِیْ نَفْسِهَا وَلَا فِیْ مَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ۔

رواه النسائی والبیهقی فی شعب الایمان

اخرجه النسائی فی السنن ۶۸/۶ الحدیث رقم ۳۲۳۱۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سی عورت بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا وہ عورت جب خاوند اس کی طرف دیکھے وہ اس کو خوش کرے اور جب وہ کوئی حکم دے تو یہ اس کا حکم بجالائے۔ یعنی بشرطیکہ وہ حکم شریعت کے مخالف نہ ہو اور اپنی ذات کے معاملے میں اس کی خلاف ورزی نہ کرے اور نہ اس کے مال میں ایسی چیز اختیار کرے جو اسے ناخوش کرے یہ نسائی، بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کی ہے۔

اِذَا اَمَرَ:

یعنی اس کی خوش اخلاقی اور خوش پوشا کی اس کو خوش کرے۔ اگر صورت و سیرت دونوں اچھے ہوں تو نور علیٰ نور ہے اور سرور علیٰ سرور ہے اور وہ اپنے مال میں اس کے حکم کی خلاف ورزی نہ کرے یعنی جو مال حقیقت میں اس کا ہے۔ اس کو بھی خاوند کی مرضی کے بغیر خرچ نہ کرے یا مراد مال سے یہاں مجازی معنی ہے۔ یعنی خاوند کا مال ہے جو اس کے قبضہ و تصرف میں ہے اس میں خیانت کا ارتکاب نہ کرے اور اس مال کو خاوند کی مرضی کے علاوہ خرچ نہ کرے۔ (ع۔ مولانا)

چار چیزوں میں دُنیا و آخرت کی بھلائیاں

۳۴/۳۲۲۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ مَنْ اُعْطِيَهُنَّ فَقَدْ اُعْطِیَ خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ قَلْبٌ شَاكِرٌ وَلِسَانٌ ذَاكِرٌ وَبَدَنٌ عَلَى الْبَلَاءِ صَابِرٌ وَزَوْجَةٌ لَا تَبْغِيْهِ خَوْنًا فِیْ نَفْسِهَا وَلَا مَالِهٖ ۔ رواه البیهقی فی شعب الایمان

اخرجه البیهقی فی شعب الایمان ۲۳۳/۴ الحدیث رقم ۴۹۰۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کو چار چیزیں مل گئیں وہ دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں پا گیا۔

تشریح ۞ نمبر ۱ شکر کرنے والا دل یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا زبان و دل سے تذکرہ کرے یعنی خوشی و غمی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے نمبر ۲ ذکر کرنے والی زبان، ۳ مصائب پر صبر کرنے والا بدن۔

اور نمبر ۴ ایسی عورت جو اپنے نفس اور مال کے سلسلہ میں خاوند سے خیانت کرنے والی نہ ہو۔ یہ بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کی ہے۔

بَابُ الْخُلْعِ وَالطَّلَاقِ

خلع اور طلاق کا بیان

خلع:

خلع: خا کے ضمہ سے خا کا فتحہ ہو تو کسی چیز کا نکالنا اور دوسرا معنی پھٹی ہوئی چیز کو بدن سے اُتارنا مثلاً کپڑا موزہ وغیرہ شرع میں خلع کا معنی ہے کہ خلع کے لفظ سے مال کے بدلے میں ملکیت نکاح کو زائل کر دینا۔

مظہر کہتے ہیں کہ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو کہے میں نے اتنے مال کے عوض تجھ سے خلع کیا اور عورت اس کو قبول کرے اور ان کے درمیان فرقت و جدائی حاصل ہو جائے تو آیا یہ طلاق ہے یا فسخ

امام مالک و ابو حنیفہ و شافعی رحمہم اللہ کا قول یہ ہے کہ یہ طلاق بائن ہے۔ امام احمد' شافعی رحمہما اللہ کا ایک قول یہ ہے کہ یہ فسخ ہے اور جہاں تک شوہر کے لئے بدل خلع لینے کا حکم ہے تو اس پر تفصیل ہے کہ اگر عورت خلع لینے پر شوہر کی سرکشی' زیادتی' ظلم وغیرہ کی وجہ سے مجبور ہوئی ہے تو اس صورت میں شوہر کے لئے بدل خلع لینا مکروہ ہے اور اگر خلع عورت کی سرکشی یا غلط حرکت کی وجہ سے ہو رہا ہے تو اس صورت میں شوہر صرف مہر کی حد تک بدل خلع لے سکتا ہے' اس سے زائد لینا مکروہ ہے۔

طلاق: کا معنی لغت میں کھولنا اور چھوڑنا ہے اور شریعت میں طلاق کا معنی ہے عورت کو قید نکاح سے آزاد کرنا۔

الفصل الاول:

خلع میں مہر کے باغ کی واپسی

۳۲۲۸/اوعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ امْرَاَةَ ثَابِتِ ابْنِ قَيْسٍ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ مَا اَعْتِبُ عَلَيْهِ فِىْ خُلُقٍ وَلَا دِيْنٍ وَلٰكِنِّىْ اَكْرَهُ الْكُفْرَ فِى الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَرُدِّيْنَ عَلَيْهِ حَدِيْقَتَهٗ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْبَلِ الْحَدِيْقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيْقَةً۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۹/۳۹۵ الحدیث رقم ۵۲۷۳ والنسائی فی السنن ۶/۱۶۹ الحدیث رقم ۳۴۶۳ وابن ماجه فی ۱/۶۶۳ الحدیث رقم ۲۰۵۶ واحمد فی المسند ۳/٤۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور عرض کرنے لگی میں ثابت بن قیس پر نہ ناراض ہوتی ہوں اور نہ میں ان کے اخلاق اور دین میں عیب لگاتی ہوں۔ وہ اخلاق و دین میں اچھے ہیں مگر میں اسلام میں ناشکری کو ناپسند کرتی ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا تو اس کا مہر میں

دیا ہوا باغ واپس کر دے گی؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! جی ہاں میں واپس کر دوں گی۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ثابت کو فرمایا تم اپنا باغ لے لو اور اس کو ایک طلاق دے دو۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

مَا اَعْتِبُ عَلَيْهِ :

یعنی اس سے میں جدائی اس بناء پر نہیں چاہتی کہ اس کے اخلاق یا دین میں خرابی ہے' مگر مجھے کفران نعمت یا گناہ ناپسند ہے یعنی میں اس سے محبت نہیں کرتی بلکہ طبعی طور پر اس سے نفرت ہے۔ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ کہیں مجھ سے کوئی ایسی چیز نہ واقع ہو جائے جو اسلام کے خلاف ہو یعنی نافرمانی وغیرہ۔ ثابت بن قیس بدصورت اور ٹھگنے قد والے تھے اور ان کی بیوی حبیبہ یا جمیلہ جس کا نام تھا وہ نہایت درجہ خوب صورت تھیں۔ اس وجہ سے وہ اسے برے معلوم ہوتے تھے اس کے عرض کرنے کی وجہ سے آپ نے ثابت کو ایک طلاق دینے کا مصلحتاً حکم فرمایا اس سے یہ معلوم ہوا کہ طلاق دینے والے کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ ایک طلاق دے تا کہ اگر رجوع کی طرف میلان ہو تو رجوع ہو سکے۔

(۲) اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ خلع طلاق ہے فسخ نہیں اور صاحب ہدایہ نے ایک روایت بھی اس سلسلہ میں نقل کی ہے۔ اَلْخُلْعُ تَطْلِيْقَةٌ بَائِنَةٌ یعنی خلع طلاق بائن ہے۔ (ع۔ح)

طلاق ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ان کا رجوع

۲/۳۲۲۹ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ طَلَّقَ امْرَاَةً لَهٗ وَهِيَ حَائِضٌ فَذَكَرَ عُمَرُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَغَيَّظَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لِيُرَاجِعْهَا ثُمَّ يُمْسِكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيْضَ فَتَطْهُرَ فَاِنْ بَدَا لَهٗ اَنْ يُّطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا قَبْلَ اَنْ يَّمَسَّهَا فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِيْ اَمَرَ اللّٰهُ اَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ وَفِيْ رِوَايَةٍ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا اَوْ حَامِلًا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦٥٣/٨ الحدیث رقم ٤٩٠٨ ومسلم فی فی صحیحه ١٠٩٣/٢ الحدیث رقم (١٤٧١/١). وابوداوٗد فی السنن ٦٣٢/٢ الحدیث رقم ٢١٧٩ والترمذی فی ٤٧٨/٣ الحدیث رقم ١١٧٥ والنسائی ١٣٧/٦ الحدیث رقم ٣٣٨٩ وابن ماجه فی ٦٥١/١ الحدیث رقم ٢٠١٩ والدارمی فی ٢١٣/٢ الحدیث رقم ٢٢٦٢ ومالك فی الموطأ ٥٧٦/٢ الحدیث رقم ٥٣ من کتاب الطلاق واحمد فی المسند ٢٦/٢۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی۔ اس بات کا تذکرہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کیا۔ آپ ﷺ اس بات پر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ عبداللہ کو اس عورت سے رجوع کرنا چاہئے۔ یعنی اس طرح کہے کہ میں نے اس کو اپنے نکاح کی طرف پھیر لیا تا کہ اس سے اس گناہ کا تدارک ہو جائے۔ پھر اس عورت کو اپنے پاس رکھے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے۔ پھر حیض آئے اور پھر اس سے پاک ہو۔ پھر اگر طلاق دینا چاہے تو طلاق دے مگر اس پاکیزگی میں طلاق دے جس میں صحبت نہ کی ہو پس یہی وہ عدت ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ عورتوں کو عدت کے وقت کے لئے طلاق دی جائے اور ایک روایت میں

اس طرح ہے کہ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تم عبداللہ کو کہو کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کرے پھر جب پاکیزگی کے دن ہوں۔تو طلاق دے یعنی جب کہ اسے حیض آتا ہو یا حالت حمل میں ہو۔ یہ بخاری کی روایت ہے اور مسلم نے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔

فوائد الحدیث' فتغیظ فیه:

آپ ناراض ہوئے اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ حالت حیض میں طلاق دینا حرام ہے۔اس لئے کہ آپ حرام کے بغیر غصہ میں نہ آتے۔ نمبر۲ حالت حیض میں حرام ہونے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ اس میں یہ احتمال ہوتا ہے کہ شاید طلاق کراہت طبع کے سبب سے دی ہو اس مصلحت کی بناء پر نہ ہو جس کی وجہ سے طلاق دینے کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ جب کہ حالت طہر میں یہ احتمال نہیں ہوتا۔

(۲) اس سے معلوم ہوا کہ باوجودیکہ حیض میں طلاق دینا حرام ہے مگر طلاق واقع ہو جاتی ہے۔اسی وجہ سے آپ نے رجوع کا حکم فرمایا اور رجوع وقوع طلاق کے بعد ہوتا ہے۔

(۳) علماء فرماتے ہیں کہ طہر ثانی تک تاخیر کرانے اور پہلے ہی طہر میں طلاق نہ دینے کی کئی وجوہ ہیں نمبر ۱ ان میں سے وجہ یہ ہے کہ شاید تطویل مدت کے ساتھ اس کا غصہ فرو اور دور ہو جائے پھر دوبارہ طلاق دینے سے باز ہی آجائے شریعت کو پسند یہی ہے کہ طلاق نہ دی جائے۔ نمبر۲: بعض نے کہا ہے کہ اگر پہلے طہر میں ہی پھر طلاق دیدے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے رجوع ہی طلاق دینے کے لئے کیا تھا اب لمبا کرنے سے یہ سمجھ آجائے گا کہ اس نے شریعت کے لئے ایسا کیا تھا۔ نمبر۳ پہلا طہر اس حیض سے متصل ہے جس میں طلاق دی تو یہ گویا بمنزلہ ایک چیز کے ہیں۔ پس اگر اول طہر میں طلاق دی جاتی تو گویا یہ حیض ہی میں طلاق ہوتی۔

(۴) ان مندرجہ بالا وجوہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دوسرے طہر تک طلاق کو مؤخر کرنا واجب نہیں ہے بلکہ اولیٰ ہے واللہ اعلم۔

طلاق کی اقسام ثلاثہ:

نمبر ۱ احسن نمبر۲ حسن اس کو سنی بھی کہتے ہیں نمبر۳ طلاق بدعی۔

نمبر ۱ احسن وہ ایک طلاق ہے کہ جو اس طہر میں دی جائے جس میں صحبت نہ کی ہو اور پھر عورت کو عدت گزرنے تک چھوڑ دیا جائے۔

حسن: تین طلاقیں تین ایسے طہروں میں دی جائیں جن میں جماع نہ کیا ہو جب کہ وہ عورت مدخول بہا ہو اور اگر عورت غیر مدخول بہا ہو تو ایک طلاق ہی اس کے لئے حسن ہے خواہ حیض میں ہو۔

آئسہ وصغیرہ کا حکم: اور وہ عورت جو آئسہ یا صغیرہ یا حاملہ ہو اس کی سنت طلاق یہ ہے کہ ہر ماہ میں اسے ایک طلاق دی جائے اور ان کو جماع کے بعد بھی طلاق دینا درست ہے۔

بدعی: تین طلاق دے یا دو ایسی طلاق ایک دفعہ یا ایک طہر میں دے کہ جس میں رجوع نہ ہو سکتا ہو جب کہ وہ عورت مدخول بھا ہو۔ یا اس طہر میں طلاق دے جس میں جماع کیا ہو یا حیض میں طلاق دے یعنی یہ بھی بدعی ہے اس سے رجوع واجب ہے۔ اگر وہ مدخول بھا ہو صحیح تر روایت یہ ہے۔ بعض نے رجوع کو مستحب قرار دیا ہے۔ پس جب یہ مطلقہ حیض سے پاک ہو پھر حائضہ ہو پھر پاک ہو تو اگر طلاق دینا چاہتا ہو تو پھر طلاق دے۔

طلاق کی دیگر اقسام......طلاقِ رجعی، طلاقِ بائن

طلاقِ رجعی:

اپنی بیوی کو کوئی شخص ایک بار یا دو بار انت طالق یا طلقتك یا اسی طرح کے صریح الفاظ کہے تو اس طرح طلاق دینے سے طلاقِ رجعی واقع ہوتی ہے، جس کا حکم یہ ہے کہ ایام عدت میں بلا نکاح رجوع کر لینا جائز ہے۔

رجوع کی صورتیں:

اگر اس طرح کہے کہ میں نے تجھ سے رجوع کیا یا اس کو ہاتھ لگائے یا مس کرے یا جماع کرے۔ تو رجوع ہو جائے گا اور نکاح جدید کی ضرورت نہ ہوگی لیکن افضل یہ ہے کہ رجوع زبان سے کرے یعنی یہ کہے کہ میں نے اپنی طلاق سے رجوع کر لیا۔

طلاقِ بائن:

طلاق بائن الفاظ کنایات سے ثابت ہوتی ہے۔ تین الفاظ ایسے ہیں جن کو کنایات کے باوجود صریح کے حکم میں رکھا گیا ہے وہ کتب فقہ میں مذکور ہیں۔

بائن کا حکم:

طلاق بائن سے بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے جب تک نیا نکاح نہ کرے اس کو بیوی بنا کر رکھنا جائز نہیں ہے۔ نکاحِ عدت میں بھی کر سکتا ہے اور عدت کے بعد بھی۔

حکم کے لحاظ سے طلاق کی اقسام

نمبر ۱: طلاقِ مغلظہ، نمبر ۲: طلاقِ مخففہ۔

طلاقِ مغلظہ:

تین طلاقیں یکبارگی دے یا متفرق طور پر تین طلاق دے اس کو طلاقِ مغلظہ کہا جاتا ہے۔ اس طلاق کے بعد اس خاوند سے نکاح کی اور کوئی شکل نہیں سوائے اس کے کہ عورت عدت گزرنے پر دوسرے خاوند سے نکاح کرے اور وہ ہم بستری کرنے

کے بعد اپنی مرضی سے طلاق دے اور اس کی عدت گزرنے پر پہلے خاوند سے نکاح حلال ہوگا۔ دوسرے خاوند کا نکاح کر کے صحبت کرنا اور پھر مرضی سے طلاق دینے پر عدت کا گزرنا ضروری ہے۔

طلاقِ مخففہ:

یہ ہے کہ ایک طلاق یا دو طلاقیں صریح یا کنایہ دے۔ اگر ایک یا دو صریح ہوں تو عدت میں رجوع درست ہوگا اور اگر بائن ہو تو دوبارہ نکاح سے اس کی بیوی بن سکے گی۔

کن کی طلاق واقع ہوتی ہے:

ایسا خاوند جو عاقل، بالغ ہو اپنی مرضی سے دے یا جبر و اکراہ سے دے، ہوش کی حالت میں دے یا نشہ کی حالت میں۔ اسی طرح گونگا اگر مقررہ اشارہ سے دے تو تب بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

کن کی طلاق واقع نہیں ہوتی:

نابالغ لڑکے، دیوانے، سونے والے، مالک کی اپنے غلام کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوتی۔

طلاق کی تعداد میں اعتبار:

طلاق میں اعتبار عورت کا ہے۔ پس آزاد عورت کی طلاق تین ہیں خواہ وہ غلام کے نکاح میں ہو یا آزاد کے نکاح میں ہو۔ وہ تین طلاق سے مغلظہ ہوگی اور لونڈی کی طلاقیں دو ہیں اگرچہ اس کا خاوند آزاد ہو یا غلام۔ (ح۔ع منتقی مولانا)

مطلق تخییر سے کچھ واقع نہیں ہوتا

۳۲۳۰/۳ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ خَيَّرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَرْنَا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَلَمْ يَعُدَّ ذٰلِكَ عَلَيْنَا شَيْئًا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۶۷/۹ الحدیث رقم ۵۲۶۲ومسلم فی صحیحه ۱۱۰۳/۲ الحدیث رقم (۲۴-۱۴۷۷) وابوداؤد فی السنن ۶۵۳/۲ الحدیث رقم ۲۲۰۳ والترمذی فی ۴۹۳/۳ الحدیث رقم ۱۱۷۹ والنسائی فی ۱۶۰/۶ الحدیث رقم ۳۴۴۱وابن ماجه فی ۶۶۱/۱ الحدیث رقم ۲۰۵۲ والدارمی فی ۲۱۵/۲ الحدیث رقم ۲۲۶۹ واحمد فی المسند ۴۵/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اختیار دیا پس ہم نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کیا۔ پس اس کو ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ شمار نہیں کیا یعنی اقسام طلاق سے نہ ایک نہ دو نہ تین نہ بائن نہ رجعی۔ یہ بخاری، مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اختیار دیا ہم کو کہ اگر ہم دنیا یا اس کی زینت چاہتی ہوں تو کچھ فائدہ دے کر تمہیں چھوڑ دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے

رسول اور آخرت کو چاہتی ہو تو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں ثواب عظیم ہے۔

(۲) اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر خاوند اپنی بیوی کو اس طرح کہے کہ تو اپنے نفس کو اختیار کر' یا مجھ کو اختیار کر اور وہ عورت خاوند کو اختیار کرے تو اس سے کسی طرح کی طلاق واقع نہیں ہوتی امام ابوحنیفہ اور شافعی رحمہما اللہ کا یہی مذہب ہے۔

(۳) اگر عورت اپنے نفس کو اختیار کرے تو امام شافعی' احمد رحمہما اللہ کے ہاں ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ جب کہ امام مالک رحمہ اللہ کے ہاں تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں۔

(۴) حضرت علی اور زید رضی اللہ عنہما کے اقوال

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول:

خاوند نے اگر بیوی کو اختیار دے دیا تو فقط اختیار دینے سے ہی عورت کو طلاق رجعی ہو جائیگی خواہ وہ خاوند کو اختیار کرے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا قول:

حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔

(۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کا مطلب:

یہ ہے کہ مطلق اختیار سے عورت پر کوئی چیز واقع نہیں ہوتی جیسا کہ حدیث تخییر میں واضح ہے۔ اس سے ان تمام اقوال کی تردید ہوگئی۔ (ع۔ح)

حرام کر لینے سے کفارہ ہے

۳۲۳۱/۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فِي الْحَرَامِ يُكَفِّرُ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦٥٦/٨ الحدیث رقم٤٩١١ومسلم فی ١١٠٠/٢ الحدیث رقم (١٨-١٤٧٣)وابن ماجه فی ٦٧٠/١ الحدیث رقم ٢٠٧٣۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حرام کر لینے میں کفارہ دے اور اس میں تمہارے لئے آپ کی ذات گرامی بہترین نمونہ ہے۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ☼ یعنی اگر کوئی کسی چیز کو قسم کھا کر حرام کرے خواہ بیوی ہو یا اور چیز تو اس پر قسم کا کفارہ لازم آئے گا اور وہ چیز حرام نہ ہو گی اور یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔ احناف بھی اسی کے قائل ہیں کہ اگر کوئی قسم کھا کر کسی چیز کو اپنے اوپر حرام کرے اگر چہ وہ چیز پہلے ہی حرام ہے خواہ حرمت کی وجہ سے یا غیر کی ملک ہونے کی وجہ سے مثلاً اس طرح کہے کہ مجھ پر شراب حرام ہے یا

فلاں کا مال مجھ پر حرام ہے تو یہ قسم ہے۔ بشرطیکہ اس کا مقصود ان چیزوں کی حرمت کی خبر دینا نہ ہو

نمبر۲ لہٰذا اگر ان چیزوں کی حرمت کا ذکر کر کے ان کی حرمت کی خبر دینا مقصود نہ ہو اور اس نے ان میں سے کسی چیز کو کھالیا یا استعمال میں لے آیا تو اس پر قسم کا کفارہ لازم آئے گا۔

نمبر۳ اور اگر جو کہا اس پر پورا اترا آیا اس چیز کو ہبہ کر دیا تو وہ بھی قسم میں حانث نہ ہوگا۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی بات کی تقویت کے لئے یہ آیت تلاوت فرمائی: لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة۔ یعنی آپ کی پیروی کرنا تمہارے لئے زیادہ مناسب ہے۔ کہ آپ نے اپنے اوپر شہد کو حرام کرلیا تو آپ پر ادائیگی کفارہ کا حکم اترا: یایها النبی لم تحرم ما احل الله لك...... اس کی وضاحت آئندہ روایت میں آ رہی ہے پس تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کرو۔

(۳) اگر کوئی شخص اس طرح کہے کہ تمام حلال مال مجھ پر حرام ہے یا اس طرح کہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام حلال کردہ چیزیں مجھ پر حرام ہیں تو فتویٰ یہی ہے کہ اس کہنے سے اس کی بیوی پر بلانیت طلاق واقع ہو جائے گی۔

نمبر۲ اور اگر یہ کہے بیوی کو کہ تو مجھ پر حرام ہے۔ تو یہ حرام کی نیت کرے یا کچھ بھی نیت نہ کرے تب بھی ایلاء بن جائے گا۔

نمبر۳ اور اگر وہ ظہار کی نیت کرے تو ظہار ہو جائے گا۔

اور اگر وہ کہے کہ میں نے جھوٹ بولا ہے تو یہ لغو ہے اور کچھ بھی واقع نہ ہوگا اور یہ حکم عند اللہ ہے مگر حاکم وقت ظاہر کا اعتبار کرتے ہوئے ایلاء قرار دے گا اور اگر طلاق کی نیت کی تو اس کے کہتے ہی طلاق بائن پڑ جائے گی۔

نمبر۴ اور اگر تین طلاق کی نیت کرے تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور فتویٰ اسی پر ہے کہ طلاق بائن واقع ہو گی خواہ طلاق کی نیت نہ کرے۔ (ح۔ درمختار)

تحریم شہد کا تفصیلی واقعہ

۳۲۳۲/۵ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْكُثُ عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَشَرِبَ عِنْدَهَا عَسَلاً فَتَوَاصَيْتُ اَنَا وَحَفْصَةُ اَنَّ اَيَّتَنَا دَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْتَقُلْ اِنِّیْ اَجِدُ مِنْكَ رِيْحَ مَغَافِيْرَ اَكَلْتَ مَغَافِيْرَ ؟ فَدَخَلَ عَلٰی اِحْدَاهُمَا فَقَالَتْ لَهٗ ذَالِكَ فَقَالَ لَا بَأْسَ شَرِبْتُ عَسَلاً عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَلَنْ اَعُوْدَلَهٗ وَقَدْ حَلَفْتُ لَا تُخْبِرِیْ بِذَالِكِ اَحَدًا يَبْتَغِیْ مَرْضَاةَ اَزْوَاجِهٖ فَنَزَلَتْ يَآ اَيُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ الْاٰيَةُ۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦٥٦/٨ الحدیث رقم ٤٩١٢ ومسلم فی ١١٠٠/٢ الحدیث رقم (٢٠-١٤٧٣) وابو داوٗد فی السنن ١٠٥/٤ الحدیث رقم ٣٧١٤) والنسائی فی ١٥١/٦ الحدیث رقم ٣٤٢١۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہرتے اور شہد نوش فرماتے۔ میں نے اور حفصہ نے باہم یہ طے کیا کہ جب ہم میں سے کسی کے ہاں آپ تشریف لائیں تو وہ اس طرح کہے کہ آپ ﷺ کے مُنہ سے مغافیر کی بو محسوس ہوتی ہے کیا آپ نے مغافیر استعمال کی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ ان میں سے ایک کے ہاں تشریف لائے یعنی عائشہ یا حفصہ کے پاس راوی کو یہ یاد نہیں رہا کہ کس کے ہاں تشریف لائے۔ (تو جس کے ہاں تشریف لائے) اس نے کہی وہی (طے شدہ بات) تو حضرت نے فرمایا میں نے زینب کے ہاں سے شہد پیا ہے۔ پس آئندہ ہرگز شہد نہ پیوں گا اور میں نے یہ قسم کھالی ہے۔ تم اس کی اطلاع کسی کو مت دینا یعنی تا کہ ان کا دل نہ ٹوٹے اس بات سے کہ حضرت نے میرے ہاں سے شہد پینا چھوڑ دیا۔ آپ کا مقصد اس حرام کرنے سے اپنی ان دو بیویوں کی خوشی مقصود تھی یعنی بعض بیویوں کی۔ تو یہ آیت نازل ہوئی: يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ...... (یعنی اے نبی! آپ محض اپنی ازواج کی خوشنودی کے لئے اپنے اوپر اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہیں جس کو اللہ نے حلال کیا ہے)''۔ یہ بخاری و مسلم میں ہے۔

يَمْكُثُ :

یہ باری کے دن کا معاملہ نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ جب آپ بیویوں کے ہاں تھوڑی دیر کے لئے تشریف لاتے تو اس دوران حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں شہد کے لئے کچھ دیر زیادہ ٹھہرنا ہوتا۔

مَغَافِيْرَ :

یہ ایک درخت کے پھل کا نام ہے جو گوند کی طرح ہوتا ہے اور اس کی بو بری ہوتی ہے اور شہد کی مہک کے کسی قدر مشابہ ہوتی ہے۔

(۲) حاصل روایت:

آپ ﷺ کو شہد مرغوب تھا۔ جب آپ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لاتے تو وہ شہد پیش کرتی تھیں اور اس کی وجہ سے ان کے ہاں ذرا توقف لمبا ہو جاتا۔ یہ بات (سوکن کے طور پر) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ناگوار ہوتی انہوں نے حضرت حفصہ کو بھی اس سلسلہ میں ساتھ ملایا ان دونوں کا مشورہ عموماً ایک ہی ہوتا تھا۔ تو باہم طے کر کے یہ بات بنائی تا کہ آپ ان کے ہاں شہد پینا اور زیادہ توقف ختم کر دیں۔ چنانچہ اسی طرح ہوا جیسا مذکور ہے۔ (ح)

الفصل الثانی:

بلا عذر طلاق کا مطالبہ کرنے والی عورت پر جنت حرام

۳۲۴۳/۶ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا امْرَاَةٍ سَاَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقًا فِيْ

غَیْرِ مَا بَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَیْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ۔ (رواه احمد والترمذی وابن ماجة والدارمی)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۶۶۷/۲ الحدیث رقم ۲۲۲۶ والترمذی فی ۴۹۳/۳ الحدیث رقم ۱۱۸۷ وابن ماجه فی ۶۶۲/۱ الحدیث رقم ۲۰۵۵ واحمد فی المسند ۲۷۷/۵ والدارمی فی ۲۱۶/۲ الحدیث رقم ۲۲۷۰۔

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اپنے خاوند سے بلا عذر طلاق مانگے اس پر جنت حرام ہے۔ (جب کہ مقربین وابرار کو جنت کی ہوا موقف میں بھی پہنچے گی تو یہ لوگ محروم ہوں گے)۔ یہ روایت احمد ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ دارمی نے نقل کی۔

طلاق حلال چیزوں میں سے مبغوض ترین چیز ہے

۳۲۳۴/۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَی اللّٰهِ الطَّلَاقُ۔

(رواه ابوداود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۶۳۱/۲ الحدیث رقم ۲۱۷۸ وابن ماجه فی ۶۵۰/۱ الحدیث رقم ۲۰۲۸۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں حلال چیزوں میں سے مبغوض ترین چیز طلاق ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❁ یعنی اگرچہ طلاق مباح اور حلال ہے مگر یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مبغوض ومکروہ ہے۔ بہت سی اشیاء ہیں کہ جو واقع میں مباح ہیں مگر مکروہ ہیں مثلاً فرض نماز گھر میں ادا کرنا جب کہ کوئی عذر نہ ہو۔ اسی طرح مغصوب زمین پر نماز مباح ہے۔ یعنی فرض کی ادائیگی تو ہو جائیگی لیکن مکروہ ہے قبولیت نماز میں فرق آجائے گا۔ (ح)

پانچ کام اپنے وقت پر

۳۲۳۵/۸ وَعَنْ عَلِیٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا طَلَاقَ قَبْلَ نِکَاحٍ وَلَا عِتَاقَ اِلَّا بَعْدَ مِلْکٍ وَلَا وِصَالَ فِیْ صِیَامٍ وَلَا یُتْمَ بَعْدَ اِحْتِلَامٍ وَلَا رِضَاعَ بَعْدَ فِطَامٍ وَلَا صُمْتَ یَوْمٍ اِلَی اللَّیْلِ۔

(رواه فی شرح السنة)

اخرجه البغوی فی شرح السنة ۱۹۸/۹ الحدیث رقم ۲۳۵۰۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نکاح سے پہلے طلاق نہیں اور ملکیت سے پہلے غلام کا آزاد کرنا نہیں مسلسل (نفلی) روزے جائز نہیں (یعنی وہ اس طرح کہ رات کو بھی افطار نہ کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جائز تھا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے) اور بلوغ کے بعد یتیمی نہیں ہے۔ (یعنی بالغ ہونے کے بعد وہ یتیم نہ کہلائے گا) اور دودھ چھڑانے کے بعد رضاعت ثابت نہیں ہوتی (یعنی دودھ چھڑانے کی مدت دو یا اڑھائی برس ہے اس کے بعد دودھ پلانے سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی) اور دن سے رات تک خاموش رہنا (کہ اس کو عبادت سمجھا جائے) جائز نہیں ہے۔ یہ شرح السنۃ کی روایت ہے۔

فوائدالحدیث:لَا طَلَاقَ :

اگرکوئی نکاح سے پہلے کسی عورت کوطلاق دے تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ کیونکہ طلاق کا دارومدار ثبوت نکاح پر ہے اور جب نکاح ہی نہیں ہوا تو طلاق کیسے واقع ہوگی۔

(۲)وَلَا عِتَاقَ :

اگرکسی غلام کا مالک بننے سے پہلے آزاد کرے تو غلام آزاد نہ ہوگا۔ یہ روایت امام شافعی احمد رحمہما اللہ کی دلیل ہے۔

مسلکِ احناف:

جب طلاق یا عتاق کی نسبت مِلک یا سبب ملک کی طرف ہو تو طلاق وعتق درست ہوگا۔ مثلاً کوئی شخص اجنبی عورت کو کہے کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق ہے یا اس طرح کہے کہ میں جس عورت سے نکاح کروں اسے طلاق ہے تو وہ اس مخاطبہ عورت یا جس بھی عورت سے نکاح کرے گا اس کو طلاق ہو جائے گی۔

نمبر۲ اسی طرح اگر کوئی آزادی کی اضافت ملک کی طرف کرے جیسے اس طرح کہے کہ اگر میں اس غلام کا مالک بن جاؤں تو وہ آزاد ہے یا جس غلام کا بھی میں مالک بنوں وہ آزاد ہے جب اس غلام کا یا کسی غلام کا مالک بنے گا وہ آزاد ہو جائے گا۔

روایت کامفہوم:

اس روایت میں تنجیز (فی الفور نافذ ہونے) کی نفی کی گئی ہے تعلیق کی نفی نہیں ہے۔ یعنی فی الفور طلاق نہ ہوگی رہا یہ کہ معلق طلاق ہوگی یا نہیں یہ اس کی نفی نہیں۔

نمبر۳ خاموشی،، بعض امتوں میں عبادت تھی۔ ہماری شریعت میں خاموشی کا روزہ درست نہیں اور اس سے کچھ ثواب نہیں ملتا مگر لایعنی کلام سے حفاظت کے لئے خاموش رہنا یقیناً ثواب ہے۔ (ح۔ع)

جس چیز کا مالک نہیں اس کی نذر نہیں

۹/۳۲۳۶ وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْرَ لِابْنِ اٰدَمَ فِيْمَا لَا يَمْلِكُ وَلَا عِتْقَ فِيْمَا لَا يَمْلِكُ وَلَا طَلَاقَ فِيْمَا لَا يَمْلِكُ (رواہ الترمذی وزاد ابوداود) وَلَا بَيْعَ اِلَّا فِيْمَا يَمْلِكُ۔

اخرجه ابوداؤد فی السنن ٢/ ٦٤٠ الحدیث رقم ٢١٩٠ والترمذی فی ٣/ ٤٩٦ الحدیث رقم ١١٨١ وابن ماجه فی ١/ ٦٦٠ الحدیث رقم ٢٠٤٧ واحمد فی المسند ٢/ ١٩٠۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت نقل کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ ابن آدم کی نذر اس چیز سے متعلق درست نہیں جس کا وہ مالک نہیں اور جس کا وہ مالک نہیں اس کو آزاد نہیں کرسکتا اور جس پر ملک نکاح نہیں اس پر طلاق نہیں۔ یہ ترمذی کی روایت ہے اور ابوداؤد میں اس پر اضافہ ہے کہ جس پر چیز کا مالک نہیں اس کا فروخت کرنا درست نہیں یعنی جس چیز کا اصالۃً یا وکالۃً یا ولایۃً مالک نہیں اس پر اس کا تصرف نہ چلے گا۔

لَا نَذْرَ :

یعنی اگر کوئی کسی غلام کے سلسلہ میں کہے کہ اللہ کے لئے میں نذر مانتا ہوں کہ یہ غلام آزاد ہے حالانکہ نذر کے وقت وہ غلام اس کی ملکیت میں نہیں تو یہ نذر درست نہیں۔ اگر بعد میں مالک ہوگیا تو بھی وہ آزاد نہ ہوگا اور طلاق اور آزادی کا حکم گزشتہ فوائد میں بیان ہو چکا (ع)

حضرت رُکانہ نے طلاقِ بتہ دی

۳۲۳۷/۱۰ وَعَنْ رُكَانَةَ بْنِ عَبْدِ يَزِيْدَ اَنَّهٗ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ سُهَيْمَةَ الْبَتَّةَ فَاُخْبِرَ بِذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ وَاللّٰهِ مَا اَرَدْتُ اِلَّا وَاحِدَةً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ مَا اَرَدْتَّ اِلَّا وَاحِدَةً ؟ فَقَالَ رُكَانَةُ وَاللّٰهِ مَا اَرَدْتُ اِلَّا وَاحِدَةً فَرَدَّهَا اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَلَّقَهَا الثَّانِيَةَ فِيْ زَمَانِ عُمَرَ وَالثَّالِثَ فِيْ زَمَانِ عُثْمَانَ ۔

(رواہ ابوداود والترمذی وابن ماجة والدارمی الا انهم لم یذکروا الثانية والثالثة)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن فی ٦٥٥/١ الحدیث رقم ٢٢٠٦ والترمذی فی ٤٨٠/٣ الحدیث رقم ١١٧٧ وابن ماجه فی ٦٦١/١ الحدیث رقم ٢٠٥١ والدارمی فی ٢١٦/٢ الحدیث رقم ٢٢٧۔

تَرجَمہ: حضرت رکانہ بن عبد یزید کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بیوی سہیمہ رضی اللہ عنہا کو طلاق بتہ دی۔ پھر میں نے اس کی اطلاع جناب رسول اللہ ﷺ کو دی اور میں نے قسم کھا کر کہا کہ میں نے ایک طلاق کا اردہ کیا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے قسم دے کر دریافت کیا کہ تو نے ایک ہی کا ارادہ کیا۔ رکانہ کہتے ہیں کہ میں نے قسم کھا کر کہا کہ میں نے ایک ہی کا ارادہ کیا رکانہ کہتے ہیں کہ میں نے قسم کھا کر کہا کہ میں نے ایک ہی کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے اس عورت کو رکانہ کی طرف لوٹا دیا۔ پھر رکانہ نے اس عورت کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں دوسری طلاق دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تیسری طلاق دی۔ یہ ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ اور دارمی کی روایت ہے۔ البتہ ترمذی' ابن ماجہ اور دارمی نے دوسری اور تیسری طلاق کا ذکر نہیں کیا۔

طلاقِ بتہ:

یہ بت' یبت سے ہے جس کا معنی کاٹنا ہے۔ یعنی ایسی یہ طلاق ہے جو تعلق کو منقطع کر دیتی اور توڑ دیتی ہے۔ عورت کو نکاح سے نکال دیتی ہے۔

(۲) فردھا الیہ:

نمبرا اس کا معنی امام شافعی رحمہ اللہ کے مطابق یہ ہے۔ کہ حضور ﷺ نے رکانہ کو رجوع کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے گویا ان الفاظ سے رجوع کیا فرجعتها الی نکاحی۔ یعنی میں نے اس کو اپنے نکاح میں واپس کرلیا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں طلاق بائن' طلاق بتہ کے حکم میں ہے البتہ اگر طلاق بتہ میں دو یا تین کی نیت کرے تو یہ نیت درست ہوگی (اور وہ واقع ہو جائیں گی)

نمبر۲' امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ:

طلاق بتہ سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے جو اور نکاح ختم ہو جاتا ہے۔ اس میں خواہ ایک کی نیت کرے یا دو کی یا کچھ بھی نیت نہ کرے صرف ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر تین کی نیت کرلی تو تین واقع ہو جائیں گی۔ پس فردھا کا معنی ہے : **فردھا بالنکاح الجدید**۔(ع)

تین ایسی چیزوں کا بیان جو سنجیدگی و مذاق میں یکساں ہیں

۳۲۳۸/۱۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ اَلنِّکَاحُ وَالطَّلَاقُ وَالرَّجْعَةُ۔ (رواہ الترمذی وابوداود وقال الترمذی هذا حدیث حسن غریب)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ٦٤٣/٢ الحدیث رقم ٢١٩٤ والترمذی فی ٤٩٠/٣ الحدیث رقم ١١٨٤ وابوماجه فی ٦٥٨/١ الحدیث رقم ٢٠٣٩۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کو قصد وارادہ سے کرنا بھی قصد شمار ہوتا ہے اور مذاق ہنسی کے طور پر کرنا بھی قصد شمار ہوتا ہے۔ نمبرا نکاح کرنا نمبر۲ طلاق دینا نمبر۳ رجوع کرنا۔ یہ ترمذی اور ابوداوٗد کی روایت ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے۔

تشریح ۞' اغلاق: کا معنی اکراہ ہے اور اکراہ زبردستی کو کہا جاتا ہے۔ اگر کوئی کسی سے زبردستی طلاق دلوائے' زبردستی غلام کو آزاد کروالے تو نہ طلاق پڑے گی اور نہ غلام آزاد ہوگا۔

(۲) نمبرا ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ نے اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا یہ دونوں چیزیں زبردستی واقع نہیں ہوتیں۔

نمبر۲ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں یہ دونوں حالت اکراہ میں بھی واقع ہو جاتی ہیں۔ اور امام صاحب ان کو ہزل پر قیاس کیا ہے۔ ان کے دلائل اصول فقہ میں ملاحظہ کرلئے جائیں۔

(۳) اکراہ سے ثابت ہونے والی گیارہ اشیاء ہیں: ① نکاح' ② طلاق' ③ رجعت' ④ ایلاء' ⑤ ظہار' ⑥ عتاق ⑦ غیر عفو قصاص ⑧ قسم' ⑨ نذر ⑩ ایلاء سے رجوع ⑪ اسلام۔(ع)

بے عقل کی طلاق واقع نہیں ہوتی

۲/۳۲۳۹ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا طَلَاقَ وَلَا عِتَاقَ فِيْ اِغْلَاقٍ۔ (رواه ابوداود وابن ماجة قيل معنى الاغلاق الاكراه)

اخرجه ابوداوٗد في السنن ٦٤٢/٢ الحديث رقم ٢١٩٣ وابن ماجه في ٦٦٠/١ الحديث رقم ٢٠٤٦ واحمد في المسند ٢٧٦/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ طلاق وعتاق زبردستی میں نافذ نہیں ہوتی' یہ ابوداؤد اور ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یہ روایت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک کے موافق ہے۔ المعتوہ۔ سے مراد وہ شخص ہے جس کی عقل میں نقص وخلل ہو۔ کبھی اس کی عقل ٹھکانے ہو اور کبھی نہ ہو بعض صعتوہ کا معنی ہے دیوانہ۔

صاحبِ قاموس کا قول' عتہ:

عتہ عقل وہوش کے نقصان کو کہا جاتا ہے۔

صاحبِ صراح:

معتوہ دل الٹے ہوئے اور بے عقل ہونے کو کہتے ہیں کتب فقہ میں اس کا یہی معنی بیان کیا جاتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ والمغلوب علی عقلہ کے جملہ کا ماقبل پر عطف عطف تفسیری ہے۔ چنانچہ بعض روایات اس کی تائید کرتی ہیں جن میں یہ جملہ بغیر واؤ کے آیا ہے۔ پس جب معتوہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی تو بالکل شعور سے خالی یعنی مجنون کی طلاق تو بدرجہ اولیٰ واقع نہ ہوگی۔

زین العرب کا قول:

کہ معتوہ ناقص العقل اور مغلوب العقل دونوں پر بولا جاتا ہے اور یہ مجنون مطلق اور سونے والا اور وہ مریض کہ مرض سے جس کی عقل جاتی رہی ہو اور غشی والا وغیرہ ان سب کو یہ حکم شامل ہے اور تمام ائمہ کے ہاں ان کی طلاق واقع نہیں ہوتی اسی طرح نابالغ لڑکے کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

بعض نے معتوہ کی تعریف یہ کی ہے کہ جس کی سمجھ کم ہو اور بے عقلی اور ناسمجھی کی باتیں کرتا ہو اور اس کی تدبیر فاسد ہو یعنی بے عقلی کے کام کرتا ہو لیکن وہ نہ مارتا ہو اور نہ گالیاں بکتا ہو بخلاف مجنون کے کہ مجنون لوگوں کو مارتا بھی ہے اور گالیاں بھی بکتا ہے۔

اس روایت کا راوی اگر چہ کمزور ہے مگر اس کی مؤید یہ روایت ہے جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: کل طلاق جائز الا طلاق المعتوہ۔ (ع)

تین مرفوع القلم اشخاص

۳۲۴۱/۴ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَبْلُغَ وَعَنِ الْمَعْتُوْهِ حَتّٰى يَعْقِلَ۔

(رواہ الترمذی وابوداود والدارمی عن عائشة وابن ماجة عنهما)

اخرجه ابوداوٗد فی ۵۶۰/۴ والترمذی فی ۲۴/۴ الحدیث رقم ۱۴۲۳ واحمد فی المسند ۱۵۵/۱۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمی مرفوع القلم ہیں یعنی اس حالت میں ان کا قول وفعل معتبر نہیں اور اس وجہ سے مواخذہ کے لئے ان کے اعمال لکھے نہیں جاتے۔

تشریح: نمبر۱: سونے والا یہاں تک کہ وہ بیدار ہو۔ نمبر۲: لڑکا یہاں تک کہ وہ بالغ ہو نمبر۳ بے عقل یہاں تک کہ وہ عاقل ہو۔ یہ ترمذی اور ابوداوٗد کی روایت ہے۔ دارمی نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور ابن ماجہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔

لونڈی کی دو طلاقیں اور عدت دو حیض ہے

۳۲۴۲/۵ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ طَلَاقُ الْاَمَةِ تَطْلِيْقَتَانِ وَعِدَّتُهَا حَيْضَتَانِ۔

(رواہ الترمذی وابوداود وابن ماجة والدارمی)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۶۳۹/۲ الحدیث رقم ۲۱۸۰ والترمذی فی ۴۸۸/۳ الحدیث رقم ۱۱۸۲ وابن ماجه فی ۶۷۲/۱ الحدیث رقم ۲۰۸۰ والدارمی ۲۲۴/۲ الحدیث رقم ۲۲۹۴۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لونڈی کی کل دو طلاقیں ہیں اور اس کی عدت دو حیض ہے۔ یہ ترمذی، ابوداوٗد، ابن ماجہ، دارمی کی روایت ہے۔

تشریح: یعنی لونڈی دو طلاقوں سے مغلظہ ہو کر حرام ہو جاتی ہے۔ جیسے کہ آزاد عورت تین طلاقوں سے حرام ہوتی ہے پس دو طلاقیں اس کے حق میں بمنزلہ تین طلاق کے ہے اور اس کی عدت دو حیض ہے جیسا کہ آزاد عورت کی عدت تین حیض ہے اور اگر اس کو حیض نہ آتا ہے تو اس کی عدت تین ماہ ہوگی اور لونڈی کی ڈیڑھ ماہ ہوگی۔

(۲) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ طلاق وعدت میں اعتبار عورت کا ہے۔ مرد کا نہیں پس اگر عورت آزاد ہوگی تو وہ تین طلاق سے حرام ہوگی اور اس کی عدت تین حیض ہوگی۔ اگر چہ وہ کسی غلام کے نکاح میں ہو اور اگر لونڈی ہو تو طلاقیں اس کی دو ہوں گی اور اس کی عدت بھی دو حیض ہوگی اگر چہ اس کا خاوند آزاد ہو۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول اسی کے موافق ہے۔

(۳) امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں طلاق وعدت میں مرد کا اعتبار ہوگا۔ اگر مرد آزاد ہوگا تو وہ تین طلاقوں سے مغلظہ ہو گی اور اس کی عدت تین حیض ہوگی اگر چہ وہ عورت لونڈی ہو۔ اور اگر مرد غلام ہوگا تو اس کی بیوی دو طلاقوں سے مغلظہ ہو جائے گی اور اس کی عدت دو حیض ہوگی اگر چہ بیوی آزاد ہو۔

(۴) یہ روایت اس پر بھی دال ہے کہ عدت حیض سے شمار ہوگی نہ کہ طہر سے جیسا کہ ہمارا مذہب ہے۔

(۵) اور اس روایت سے اس پر بھی دلالت ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "ثلاثة قروء" میں قروء سے حیض مراد ہیں نہ کہ طہر۔ (ع۔ح)

الفصل الثالث:

دو قسم کی عورتیں منافق ہیں

۱۶/۳۲۴۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُنْتَزِعَاتُ وَالْمُخْتَلِعَاتُ هُنَّ الْمُنَافِقَاتُ۔ (رواه النسائی)

اخرجه النسائی فی السنن ۱۶۸/۶ الحدیث رقم ۳۴۶۱ واحمد فی المسند ۴۱۴/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نافرمانی کرنے والیاں (اپنے خاوندوں کی) اور خلع طلب کرنے والیاں منافق ہیں۔ یہ نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ✿ جو عورتیں اپنے خاوندوں سے بلا سبب طلاق اور خلع طلب کرتی ہیں وہ منافق ہیں یعنی ظاہر میں فرماں بردار اور باطن میں عاصی اور نافرمان ہیں اور منافق اسی طرح ہوتا ہے (ع)

خلع کا جواز

۱۷/۳۲۴۴ وَعَنْ نَافِعٍ عَنْ مَوْلَاةٍ لِصَفِيَّةَ بِنْتِ اَبِیْ عُبَيْدٍ اَنَّهَا اخْتَلَعَتْ مِنْ زَوْجِهَا بِكُلِّ شَیْءٍ لَهَا فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ۔ (رواه مالك)

اخرجه مالك فی الموطأ ۵۶۵/۲ الحدیث رقم ۳۲ من کتاب الطلاق۔

ترجمہ: نافع نے صفیہ بنت ابی عبید رضی اللہ عنہ کی لونڈی سے روایت نقل کی ہے کہ صفیہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ہر اس چیز کے ساتھ خلع کیا جو اس کے پاس تھی تو ابن عمر نے اس کا انکار نہ کیا۔ یہ مالک کی روایت ہے۔

فوائد الحدیث فَلَمْ يُنْكِرْ:

انہوں نے انکار نہ کیا کیونکہ خلع جائز ہے اگر چہ بیوی کے سارے مال کے بدلے خلع کرنا مکروہ ہے۔ اس لئے یہ بات

پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ اگر نشوز عورت کی طرف سے پایا جائے تو شوہر صرف مہر کی حد تک بدل خلع لے سکتا ہے اس سے زائد لینا مکروہ ہے۔ (ح)

اکٹھی تین طلاق دینے والا زجر کا مستحق ہے

۳۲۴۵/۱۸وَعَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ قَالَ اُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ ثَلَاثَ تَطْلِيْقَاتٍ جَمِيْعًا فَقَامَ غَضْبَانَ ثُمَّ قَالَ اَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاَنَا بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ حَتّٰى قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا اَقْتُلُهٗ۔ (رواہ النسائی)

اخرجه النسائی فی ۱٤٢/٦ الحديث رقم ٣٤٠١۔

ترجمہ: محمود بن لبید روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق اکٹھی دی ہیں آپ غصہ میں کھڑے ہوئے اور پھر ارشاد فرمایا کیا اللہ تعالیٰ کی کتاب کا مذاق کیا جا رہا ہے اس حال میں کہ میں تمہارے مابین موجود ہوں۔ ایک شخص کھڑے ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ! کیا میں اس کو قتل نہ کر دوں۔ یہ نسائی کی روایت ہے۔

اَیُلْعَبُ:

یہاں لعب استہزاء کے معنی میں ہے۔ یہاں کتاب اللہ سے مراد قرآن مجید کی یہ آیت ہے: اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ...... وَلَا تَتَّخِذُوْا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا یعنی شرعی طلاق دینی چاہئے اور وہ ایک طلاق کے بعد متفرق طور پر دوسری اور پھر تیسری طلاق دینی ہے نہ کہ اکٹھی۔

(۲) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ:

کے ہاں تین طلاق اکٹھی دینا حرام اور بدعت ہے۔ چنانچہ اس روایت سے بھی اکٹھی تین طلاق کی حرمت معلوم ہوتی ہے کیونکہ آپ ﷺ اس وقت خفا ہوتے تھے جب کوئی شدید گناہ کا کام ہوتا۔

(۳) امام شافعی رحمہ اللہ:

کے ہاں تین طلاق اکٹھی دینا خلاف اولیٰ ہے۔

متفرق طلاق کا فائدہ:

شاید ایک طلاق کے بعد اللہ تعالیٰ خاوند کا دل مائل کر دے اور وہ بیوی سے رجوع کر لے۔

(۴) ایک اختلافی مسئلہ:

علماء کا اس سلسلہ میں اختلاف ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو انت طالق ثلاثا'' کہے تو اس کا کیا حکم ہے۔
ائمہ اربعہ و جمہور علماء کے نزدیک اس کو تین طلاق پڑ جائیں گی۔
طاؤس اور بعض اہل ظاہر کے نزدیک ایک طلاق پڑتی ہے۔

(۵) اَلَا اَقْتُلُهٗ:

کیا میں اس کو قتل نہ کروں اس لئے کہ کتاب اللہ کا مذاق اڑانا کفر ہے۔ اس نے یہ اس لئے کہا کیونکہ اس نے آپ کی مراد زجر و توبیخ کو نہ سمجھا اور یہ نہ سمجھ سکا کہ کلام کی حقیقت مراد نہیں تھی۔ (ع۔ح)

تین یا اس سے زائد طلاق دینے والا قرآن کا مذاق اُڑانے والا ہے

۳۲۴۶/۱۹ وَعَنْ مَالِكٍ بَلَغَهٗ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اِنِّىْ طَلَّقْتُ امْرَاَتِىْ مِائَةَ تَطْلِيْقَةٍ فَمَا ذَا تَرٰى عَلَىَّ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طُلِّقَتْ مِنْكَ بِثَلَاثٍ وَسَبْعٌ وَتِسْعُوْنَ اتَّخَذْتَ بِهَا اٰيَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا۔

(رواه فی الموطا)

اخرجه مالك فی الموطا ۲/ ۵۵۰ الحديث رقم ۱ من كتاب الطلاق

ترجمہ: امام مالک کو یہ بات پہنچی کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے کہا میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیں۔ آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں کیا طلاق ہوئی یا نہیں؟ ابن عباس نے فرمایا وہ عورت تین طلاق سے ہی تجھ سے جدا ہوگئی اور ستانوے باقی رہیں ان سے تو نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اڑایا ہے۔ یہ مؤطا میں ہے۔

تشریح ۞ اس میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ...... وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا...... کی طرف اشارہ ہے۔ اس کی وضاحت پچھلی روایت میں ہو چکی ہے۔

محبوب ترین اور مبغوض ترین حلال چیزیں

۳۲۴۷/۲۰ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مُعَاذُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ شَيْئًا عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الْعِتَاقِ وَلَا خَلَقَ اللّٰهُ شَيْئًا عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَبْغَضَ اِلَيْهِ مِنَ الطَّلَاقِ۔ (رواه الدارقطنی)

اخرجه الدارقطنی فی السنن ۴/ ۳۵ الحديث رقم ۹۴ من كتاب الطلاق (۴) فی المخطوطة (لما)۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے معاذ! غلام کو آزاد کرنا اللہ تعالیٰ کو روئے زمین پر جتنی چیزیں پیدا کی ہیں ان تمام چیزوں (مستحبات میں) سے زیادہ محبوب ہے اور حلال

چیزوں میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ روئے زمین پر مبغوض چیز طلاق ہے۔ یہ دار قطنی کی روایت ہے۔

العتاق:

غلام کی آزادی اللہ تعالیٰ کو اس لئے پسند ہے کیونکہ اس سے وہ مخلوق کی غلامی سے چھوٹ جاتا ہے جو کہ مخلوق کی بندگی کی طرح ہے اور مولاء کائنات کی عبادت کے لئے فارغ ہو جاتا ہے نمبر ۲ اور اس کی آزادی سے اس کے مالک کو دوزخ کی آگ سے رہائی مل جاتی ہے۔

(۲) الطلاق:

بلا وجہ طلاق دینا برا ہے۔ بلا حاجت کا مطلب یہ ہے کہ ویسے تو طلاق انتہائی ناپسندیدہ چیز ہے لیکن بعض اوقات طلاق دینا مستحب ہے مثلاً وہ عورت جو بے نماز اور بدکار رہو اسے طلاق دیکر چھٹکارا حاصل کرنا ہی بہتر ہے۔

(۳) قاضی خان کا قول:

اگر کسی کی بیوی نماز نہ پڑھتی ہو تو اس کو طلاق دینا مناسب ہے اگرچہ اس کے پاس مہر ادا کرنے کے لئے مال نہ ہو

(۴) ابوحفص بخاری کا قول:

اگر کوئی بندہ اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملے کہ بیوی کا مہر اس کے ذمہ قرض ہو وہ میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہے کہ وہ ایسی بیوی سے صحبت کرے جو نماز نہ پڑھتی ہو۔

(۵) اس روایت سے یہ بھی معلوم ہو کہ گوشہ نشینی کی بنسبت نکاح کرنا افضل ہے۔ (ع)

بَابُ الْمُطَلَّقَةِ ثَلٰثًا

تین طلاق والی عورت

اس باب میں ان عورتوں کا تذکرہ ہے جن کو تین طلاقیں دے دی جائیں۔ وہ پہلے خاوند کے لئے اس وقت تک حلال نہیں جب تک کہ وہ دوسرے خاوند سے نکاح کر کے ہم بستر نہ ہو جائیں۔ بعض نسخوں میں بَابُ الْمُطَلَّقَةِ ثَلٰثًا کے بعد یہ عبارت درج ہے: وَفِيْهِ ذکر الظھار والایلاء یعنی اس باب میں طلاق کے علاوہ ظہار و ایلاء کا بھی بیان ہے۔ ان کے مسائل بھی ان شاء اللہ آئیں گے۔ (ع)

الفصل الاول:

مطلقہ ثلاثہ بلا حلالہ پہلے خاوند کے لئے حلال نہیں ہوتی

۳۲۴۸/اوَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَ تِ امْرَأَةُ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنِّيْ كُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَنِيْ فَبَتَّ طَلَاقِيْ فَتَزَوَّجْتُ بَعْدَهُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الزَّبِيْرِ وَمَا مَعَهُ إِلَّا مِثْلُ هُدْبَةِ الثَّوْبِ فَقَالَ أَتُرِيْدِيْنَ أَنْ تَرْجِعِيْ إِلَى رِفَاعَةَ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ لَا حَتّٰى تَذُوْقِيْ عُسَيْلَتَهُ وَيَذُوْقَ عُسَيْلَتَكِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاري في صحيحه ٢٤٩/٥ الحديث رقم ٢٦٣٩ومسلم في ١٠٥٥/٢ الحديث رقم (١١١-١٤٣٣) والترمذي في السنن ٤٢٧/٣الحديث رقم ١١١٨ والنسائي في ١٤٦/٦ الحديث رقم ٣٤٠٨وابن ماجه في ٦٢١/١ الحديث رقم ١٩٣٢ والدارمي في ٢١٥/٢ الحديث رقم ٢٢٦٨ومالك في الموطأ٥٣١/٢ الحديث رقم ١٧من كتاب النكاح واحمد في المسند ٤٢/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رفاعہ قرظی کی بیوی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی میں رفاعہ کے ہاں تھی یعنی اس کی زوجیت میں پس اس نے مجھے تین طلاقیں دیں اور میں نے رفاعہ کے بعد عبدالرحمان بن زبیر سے نکاح کیا اور اس کے ساتھ اس کا عضو کپڑے کے پھندے کی طرح ہے یعنی عبدالرحمان نامرد ہے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو رفاعہ کی طرف دوبارہ لوٹ جانا چاہتی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔آپ نے فرمایا تو اس کی طرف رجوع نہیں کر سکتی یہاں تک کہ تو اس کا مزہ چکھے اور وہ تیرا مزہ چکھے۔یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

زبیر:

یہ اس روایت میں زاء کے زبر اور باء کے کسرہ سے ہے بقیہ تمام روایات میں زا کے ضمہ اور با کے فتح کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔(۲) حتی تذوقی: اس سے مراد خاوند کا صحبت کرنا ہے۔طلاق ثلاثہ والی عورت کا نکاح پہلے خاوند سے اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ دوسرا خاونداس سے جماع نہ کرے۔دخول کافی ہے انزال شرط نہیں۔

الفصل الثانی:

محلل اور محلل لہ مستحق لعنت ہیں

۳۲۴۹/۲وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ

(رواه الدارمي و رواه ابن ماجة عن علي و ابن عباس وعقبة بن عامر)

اخرجه الترمذی فی السنن ۴۲۸/۳ الحدیث رقم ۱۱۲۰ والنسائی فی ۱۴۹/۶ الحدیث رقم ۳۴۱۶ والدارمی فی ۲۱۱/۲ الحدیث رقم ۲۲۵۸ واحمد فی المسند ۴۴۸/۱۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محلل (بیوی کو پہلے خاوند کے لئے حلال کرنے والا) اور محلل لہ جس کے لئے حلال کی گئی' دونوں پر لعنت فرمائی یہ دارمی کی روایت ہے۔ ابن ماجہ نے اس کو حضرت علی' ابن ماجہ' ابن عامر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

محلل:

کوئی شخص مطلقہ ثلاثہ سے اس لئے نکاح کرے تا کہ وہ صحبت کے بعد طلاق دے دے یا اس شرط سے نکاح کرے کہ صحبت کے بعد طلاق دیدے۔ تا کہ وہ عورت اپنے شوہر کے لئے حلال ہو جائے۔

(۲) محلل۔لہ۔ اس سے پہلا خاوند مراد ہے۔ ان دونوں کو لعنت کا حقدار قرار دیا گیا۔

(۳) اس روایت سے اس عقد کے بطلان کا ثبوت نہیں ملتا بلکہ اس کے درست ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ وہ محلل تبھی بن سکتا ہے جب کہ عقد درست ہو عقد فاسد محلل بنتا ہی نہیں۔

(۴) شمنی کا قول:

دوسرے خاوند یعنی مُحلل کو لعنت کا مستحق اس لئے گردانا گیا کیونکہ اس نے نکاح کو فراق کی غرض سے کیا حالانکہ نکاح کی مشروعیت دوام کے لئے ہے۔ اس کا حکم تو مستعار لیے ہوئے بکرے کی طرح ہے جیسا کہ ایک روایت میں وارد ہے۔

محلل لہ کو یعنی پہلے خاوند کو اس لئے لعنت کی گئی کہ وہ اس نکاح کا باعث بنا ہے۔ اور اصل مقصود دونوں کی خساست کو ظاہر کرنا ہے کیونکہ طبیعت سلیم ایسے فعل سے نفرت کرتی ہے۔ حقیقت لعنت مراد نہیں ہے۔

(۵) صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

نمبر ۱ اگر حلال کرنے کے لئے زبانی یہ شرط لگائیں مثلاً محلل اس عورت کو کہے کہ میں تجھ سے اس لئے نکاح کرتا ہوں تا کہ تو پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جائے یا عورت نکاح کے وقت کہے کہ میں تو تجھ سے اس لئے نکاح کر رہی ہوں تا کہ میں پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جاؤں تو یہ مکروہ تحریمی ہے۔

نمبر ۲ اگر زبان سے تو نہیں کہتے مگر نیت میں محلل کے یہ بات ہو تو وہ لعنت کا حقدار نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کو اصلاح مقصود ہے۔

(۶) ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اگر مطلقہ ثلاثہ نے نکاح کیا مگر غیر کفو میں اور ولی کی اجازت کے بغیر کیا اور پھر اس دوسرے خاوند نے صحبت بھی کر لی تو وہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال نہ ہوگی۔ وعلیہ الفتویٰ۔

ایلاء کا حکم

۳۲۵۰/۳وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ اَدْرَكْتُ بِضْعَةَ عَشَرَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَقُوْلُ يُوْقَفُ الْمُوْلِيْ ـ

رواه فی شرح السنة

اخرجه البغوی فی شرح السنة ۲۳۷/۹ الحديث رقم ۲۳۶۳ والدارقطنی فی السنن ۶۱/۴ الحديث رقم ۱۴۸ من كتاب الطلاق

ترجمہ: سلیمان بن یسار تابعی نقل کرتے ہیں کہ میں نے دس سے زیادہ صحابہ کرام کو یہ کہتے پایا کہ ایلاء کرنے والے کو ٹھہرایا جائے۔ یہ شرح السنۃ میں ہے۔

ایلاء:

یہ ہے کہ کوئی مرد یہ قسم اٹھائے کہ وہ اپنی بیوی سے چار ماہ یا اس سے زائد صحبت نہ کرے گا۔ پھر اگر اس نے صحبت نہ کی اور چار ماہ گزر گئے۔ تو فقط چار ماہ گزر جانے سے طلاق واقع نہیں ہوتی اکثر صحابہ یہی کہتے ہیں۔ بلکہ ایلاء کرنے والے کو ٹھہرایا جائے کہ یا تو اپنی عورت سے رجوع کرو اور قسم کا کفارہ ادا کرو اور یا اس کو طلاق دو۔ ائمہ ثلاثہ کا یہی مذہب ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر وہ طلاق نہ دے تو حاکم اس کو طلاق دے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک:

اگر چار ماہ کے اندر صحبت کر لی تو قسم کا کفارہ لازم ہوگا اور ایلاء ساقط ہو جائے گا اور اگر اس نے صحبت نہ کی اور چار ماہ گزر گئے تو اس پر ایک طلاق بائن پڑ جائے گی۔ ایلاء کے مسائل کتب فقہ میں ملاحظہ کر لیں (ع۔س)

کفارۂ ظہار سے پہلے صحبت کا حکم

۳۲۵۱/۴وَعَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ اَنَّ سُلَيْمَانَ ابْنَ صَخْرٍ وَيُقَالُ لَهٗ سَلَمَةُ ابْنُ صَخْرِ الْبَيَاضِىُّ جَعَلَ امْرَاَتَهٗ عَلَيْهِ كَظَهْرِ اُمِّهٖ حَتّٰى يَمْضِىَ رَمَضَانُ فَلَمَّا مَضٰى نِصْفٌ مِنْ رَمَضَانَ وَقَعَ عَلَيْهَا لَيْلًا فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْتِقْ رَقَبَةً قَالَ لَا اَجِدُهَا قَالَ فَصُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا اَسْتَطِيْعُ قَالَ اَطْعِمْ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا قَالَ لَا اَجِدُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِفَرْوَةَ بْنِ عَمْرٍو اَعْطِهٖ ذٰلِكَ الْعَرَقَ وَهُوَ مِكْتَلٌ يَاْخُذُ خَمْسَةَ عَشَرَ صَاعًا اَوْ سِتَّةَ عَشَرَ صَاعًا لِيُطْعِمَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا (رواه الترمذی وروی ابوداود وابن ماجة

والدارمی عن سلیمان بن یسار عن سلمة بن صخر نحوه قال کنت امرأ اصیب من النساء ما لا یصیب غیری وفی روایتهما اعنی ابا داود والدارمی) **فَأَطْعِمْ وَسْقًا مِنْ تَمْرٍ بَيْنَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا** ۔

اخرجه الترمذی فی السنن ۵۰۳/۳ الحدیث رقم ۱۲۰۰

ترجمہ: حضرت ابوسلمہ نے سلمان بن صخر سے روایت کی ان کو سلمہ بن صخر بیاضی کہا جاتا تھا۔انہوں نے اپنی بیوی کو کہا: "انت علی کظھر امی "یعنی تو میرے لئے میری ماں کی پشت کی طرح ہے (اس کو ظہار کہا جاتا ہے) یہاں تک کہ ماہ رمضان گزرے یعنی رمضان کے گزرنے تک بیوی کو اپنے اوپر حرام کیا۔جب نصف رمضان گزرا۔تو سلمان اپنی بیوی پر نہ پڑا یعنی اس نے صحبت کر لی۔پھر وہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ کی خدمت میں یہ معاملہ ذکر کیا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک غلام آزاد کرو۔اس نے کہا میرے پاس آزاد کرنے کے لئے غلام نہیں ہے یعنی میرے پاس اتنی مالی وسعت نہیں۔آپ نے فرمایا پھر دو ماہ کے روزے رکھو جو کہ مسلسل ہوں۔اس نے کہا میں اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا (یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جماع سے پہلے وہ دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے اور میں کثرت شہوت کی وجہ سے دو ماہ کے مسلسل روزے نہیں رکھ سکتا)۔آپ نے فرمایا۔ساٹھ مساکین کو کھانا کھلاؤ۔اس نے کہا میں ساٹھ مساکین کو کھلانے کے لئے کھانا نہیں پاتا۔پھر آپ نے خروہ بن عمرو صحابی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اس کو وہ ایک عرق کھجوروں کا دے دو جو کوئی آدمی لایا تھا اور عرق کھجور کے پتوں کا ایک تھیلا ہے جس میں ساٹھ کلو یا چونسٹھ کلو کھجور آتی ہے۔یہ تھیلا اس کو دے دو تاکہ یہ مساکین کو کھلا دے۔یہ ترمذی نے روایت کی ہے اور ابوداؤد ابن ماجہ اور دارمی نے اس کو سلمان بن یسار سے نقل کیا ہے اور انہوں نے سلمہ بن صخر سے نقل کی ہے۔اس میں بھی نقل کیا کہ میں اپنی عورتوں سے اس قدر جماع کیا کرتا تھا کہ اور کوئی اس قدر طاقت نہ رکھتا ہوگا۔اسی لئے رمضان کے دوران صحبت کرنے سے نہ رک کر سکا اور ابوداؤد اور دارمی کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ایک وسق کھجور مساکین کو کھلا دو۔

ظہار:

اپنی بیوی کے کل کو یا ایسے عضو کو جو کل پر دلالت کرتا ہے یا جز وشائع کو اپنی محرماتِ ابدیہ کے ایسے عضو کے ساتھ تشبیہ دینا کہ جس کی طرف دیکھنا حرام ہے' مثلاً بیوی کو کہے کہ تو مجھ پر اس طرح حرام ہے جس طرح میری ماں کی پیٹھ یا تیرا سر میرے لئے میری ماں کی پشت کی طرح ہے یا تیرا نصف میرے لئے میری ماں کی پشت یا اس کے پیٹ یا پیٹھ کی مانند ہے۔یا میری ماں کی ران یا بہن کی پشت یا پھوپھی کی پشت یا مانندان کے دیگر محرمات کے متعلق اسی طرح کی بات کہنے سے بیوی سے صحبت اور متعلقات صحبت مساس' بوسہ وغیرہ حرام ہو جاتے ہیں جب تک کہ وہ کفارۂ ظہار ادا نہ کرے۔اگر اس نے کفارہ کی ادائیگی سے پہلے صحبت کر لی تو اس پر کفارہ ظہار جو پہلے واجب ہوا تھا وہی واجب ہوگا اور کوئی چیز لازم نہیں ہوتی۔اسے چاہئے کہ کفارہ کی ادائیگی سے پہلے صحبت نہ کرے۔ظہار بیوی سے ہوتا ہے۔لونڈی سے نہیں۔بقیہ مسائل فقہ میں دیکھیں

(۲) حَتّٰی یَمْضِیَ رَمَضَانُ، علامہ طیبی کہتے ہیں:

اس سے اس بات کی دلیل مل گئی کہ ظہار موقت ہو سکتا ہے۔

قاضی خان کا قول:

اگر کوئی ظہار موقت کرے تو فی الحال ظہار کرنے والا بن جائے گا اور جب اس کا وقت گزر جائے تو ظہار باطل ہو جاتا ہے۔

ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

نمبر ا اگر کوئی شخص ظہار کرے اور اس میں سے جمعہ کا دن مستثنیٰ کرے تو یہ جائز نہیں ہے۔

نمبر ۲ اور اگر ایک دن کا ظہار کرے یا ایک ماہ کا ظہار کرے تو اس کی قید لگانا درست ہے۔ جب مدت گزر جائے گی تو ظہار باقی نہ رہے گا۔

کفارۂ ظہار:

کفارۂ ظہار میں یہ تفصیل ہے کہ اولاً اس کے ذمہ غلام آزاد کرنا ضروری ہے اگر یہ ممکن نہ ہو تو ساٹھ دن کے مسلسل روزے رکھے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ ساٹھ مساکین کو پیٹ بھر کر کھلایا جائے یا ہر مسکین کو فطرانے کی مقدار دے دیا جائے یا اس کی قیمت صحبت کرنے سے پہلے ادا کرے جیسا کہ غلام کا آزاد کرنا اور روزہ رکھنا صحبت سے پہلے ضروری ہے۔ اسی طرح کھانا کھلانے کا بھی حکم ہے۔

یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ اس روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی کو پندرہ یا سولہ صاع کھجوریں عنایت فرمائیں اور یہ ارشاد فرمایا کہ یہ ساٹھ مسکینوں کو کھلاؤ حالانکہ کتب فقہ میں یہ مسئلہ مصرح ہے کہ اگر ساٹھ مسکینوں کو کھجوریں دینی ہوں تو صدقۂ فطر کی طرح ہر مسکین کو ایک ایک صاع کھجوریں دی جائیں جبکہ اس روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف پندرہ یا سولہ صاع کھجوریں دے کر ساٹھ مسکینوں کو کھلانے کا حکم دیا ہے؟ تو اس حدیث اور فقہی مسئلہ میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ ان کھجوروں کے ذریعے اپنا کفارہ ادا کرنے میں مدد حاصل کرو یعنی باقی کھجوریں اپنے پاس سے ملا کر کفارہ ادا کرو۔ اس لئے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف پندرہ یا سولہ صاع کھجوریں ساٹھ مسکینوں کو کھلانے کا حکم دیا ہے۔

نیز ابوداؤد اور دارمی کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ ساٹھ مسکینوں کو ایک وسق کھجوریں کھلاؤ' اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ ان پندرہ یا سولہ صاع کھجوروں کے ساتھ مزید کھجوریں ملاؤ اور ایک وسق کی مقدار کر کے ساٹھ مسکینوں کو کھلاؤ یعنی ہر مسکین کو ایک صاع کھجوریں دو کیونکہ ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔

ظہار کا کفارہ ہے

۵/۳۲۵۲ وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ صَخْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُظَاهِرِ يُوَاقِعُ قَبْلَ اَنْ يُّكَفِّرَ قَالَ كَفَّارَةٌ وَاحِدَةٌ ۔ (رواه الترمذی و ابن ماجة)

اخرجه الترمذی فی السنن ۲/۳ ۵۰ الحدیث رقم ۱۱۹۸ و اخرجه ابن ماجه فی ۱/۶۶۶ الحدیث رقم ۲۰٦٤ فی المخطوطة (السنة)۔

ترجمہ: سلیمان بن یسار تابعی نے سلمہ بن صخر سے نقل کیا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس ظہار کرنے والے شخص کے متعلق فرمایا جو اپنی بیوی سے کفارہ کی ادائیگی سے پہلے صحبت کرے تو آپ نے فرمایا کفارہ ایک ہی لازم ہوگا۔ یہ ترمذی ' ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ تمام علماء کا یہی مذہب ہے کہ اس پر ایک کفارہ لازم ہے۔ مگر بعض علماء کہتے ہیں کہ اگر کفارہ سے پہلے صحبت کر لی تو اس پر دو کفارے لازم ہوں گے۔

(۲) اور اگر کسی نے اپنی کئی بیویوں سے ظہار کیا مثلاً اس طرح کہا کہ تم میرے لئے ماں کی پشت کی طرح ہو اب یہ مظاہر تو بن گیا اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے

(۳) لیکن ہمارے احناف اور شوافع کے ہاں کئی کفارے لازم آئیں گے اور ان میں سے جس سے صحبت کا ارادہ کرے گا تو پہلے کفارہ ادا کرنا لازم ہوگا حسن بصری' زہری' ثوری رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

(۴) امام مالک اور احمد رحمہما اللہ کے ہاں متعدد بیویوں سے اکٹھا ظہار کرنے سے ایک ہی کفارہ لازم ہوگا۔ (ع)

الفصل الثالث:

کفارہ کی ادئیگی صحبت سے پہلے

٦/۳۲۵۳ وَعَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا ظَاهَرَ مِنِ امْرَاَتِهٖ فَغَشِيَهَا قَبْلَ اَنْ يُّكَفِّرَ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ مَا حَمَلَكَ عَلٰى ذٰلِكَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ بَيَاضَ حَجْلَيْهَا فِي الْقَمَرِ فَلَمْ اَمْلِكْ نَفْسِيْ اَنْ وَقَعْتُ عَلَيْهَا فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَرَهٗ اَنْ لَّا يَقْرَبَهَا حَتّٰى يُكَفِّرَ (رواه ابن ماجة وروی الترمذی نحوه وقال هذا حد يث حسن صحصح غريب وروی ابوداود والنسا ئی نحوه مسند ا ومرسلا وقا ل النسائی المرسل اولی با لصواب من المسند)

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۱/۶۶۶ الحدیث رقم ۲۰٦٥۔

ترجمہ: حضرت عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے ظہار کیا پھر کفارہ کی ادائیگی سے پہلے اس سے صحبت کر لی پھر وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی خدمت میں اپنا معاملہ ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا تمہیں اس حرکت پر کس چیز نے آمادہ کیا اس نے کہا یا رسول اللہ! میں نے اس کے پازیب کی سفیدی چاندنی رات میں دیکھی تو میں نہ رہ سکا اور نفس کو صحبت سے نہ روک سکا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور فرمایا اب کفارہ کی ادائیگی سے پہلے صحبت نہ کرنا۔ یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔ ترمذی نے اس کے ہم معنی روایت نقل کر کے کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے ابوداؤد و نسائی نے مسند مرسل دونوں طرح روایت نقل کی اور نسائی نے کہا کہ مسند کی بنسبت مرسل صحیح تر ہے۔

بَابٌ

یہ باب پہلے باب سے متعلق ہے

الفصل الاول:

یہ مؤمنہ ہے اس کو آزاد کر دو

۳۲۵۴/اوَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيْ جَارِيَةً كَانَتْ تَرْعٰى غَنَمًا فَجِئْتُهَا وَقَدْ فَقَدْتُ شَاةً مِنَ الْغَنَمِ فَسَاَلْتُهَا عَنْهَا فَقَالَتْ اَكَلَهَا الذِّئْبُ فَاَسِفْتُ عَلَيْهَا وَكُنْتُ مِنْ بَنِيْ اٰدَمَ فَلَطَمْتُ وَجْهَهَا وَعَلَيَّ رَقَبَةٌ اَفَاُعْتِقُهَا فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْنَ اللّٰهُ؟ فَقَالَتْ فِي السَّمَاءِ فَقَالَ مَنْ اَنَا فَقَالَتْ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْتِقْهَا رَوَاهُ مَالِكٌ وَفِيْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ قَالَ كَانَتْ لِيْ جَارِيَةٌ تَرْعٰى غَنَمًا لِّيْ قِبَلَ اُحُدٍ وَالْجَوَّانِيَّةِ فَاطَّلَعْتُ ذَاتَ يَوْمٍ فَاِذَا الذِّئْبُ قَدْ ذَهَبَ بِشَاةٍ مِنْ غَنَمِنَا وَاَنَا رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ اٰدَمَ اٰسَفُ كَمَا يَاْسَفُوْنَ لٰكِنْ صَكَكْتُهَا صَكَّةً فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَظَّمَ ذٰلِكَ عَلَيَّ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُعْتِقُهَا قَالَ ائْتِنِيْ بِهَا فَاَتَيْتُهُ بِهَا فَقَالَ لَهَا اَيْنَ اللّٰهُ قَالَتْ فِي السَّمَاءِ قَالَ مَنْ اَنَا قَالَتْ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَعْتِقْهَا فَاِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ۔

اخرجه مسلم فی صحیحه ۳۸۲/۱ الحدیث رقم (۳۳-۳۷) ومالك فی الموطأ ۷۷۶/۲ الحدیث رقم ۸ من کتاب العتق۔

ترجمہ: حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے اپنا واقعہ اس طرح ذکر کیا کہ میری ایک لونڈی ہے جو کہ میرا ریوڑ چراتی ہے میں اس کے ہاں اس حال میں پہنچا کہ ایک

بکری ریوڑ میں موجود نہ تھی۔ میرے دریافت کرنے پر اس نے کہا اسے بھیڑیے نے کھالیا ہے۔ مجھے اس پر افسوس ہوا۔ آخر میں انسان ہوں مجھے غصہ آیا اور میں نے اس کے منہ پر طمانچہ مار دیا۔ میرے ذمہ ایک غلام کی آزادی لازم ہے (یعنی ظہار یا قسم یا کسی اور وجہ سے۔ تو کیا میں اس کو آزاد کر سکتا ہوں کہ جس سے کفارہ بھی ادا ہو اور طمانچہ مارنے کی پشیمانی سے بھی چھوٹ جاؤں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس لونڈی سے فرمایا اللہ کہاں ہے۔ اس نے کہا آسمان میں۔ پھر آپ نے فرمایا میں کون ہوں؟ اس نے کہا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا اس کو آزاد کر دو۔ یہ مالک کی روایت ہے۔ مسلم کی روایت میں اس طرح ہے کہ معاویہ نے اس طرح کہا کہ احد کے دامن میں اور مقام جوانیہ پر میری ایک لونڈی میری بکریاں چراتی تھی۔ میں نے ایک دن ریوڑ کا جائزہ لیا تو ان میں سے ایک بکری کو بھیڑیا لے گیا تھا۔ میں اولاد آدم میں سے ہوں مجھے غصہ آتا ہے جیسے آدم کی اولاد کو آتا ہے یعنی میرا ارادہ تھا کہ اسے خوب ماروں جیسا کہ غصہ کا تقاضا تھا مگر میں نے اسے ایک طمانچہ مارا۔ پھر میں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی خدمت میں میں نے پورا حال بیان کیا۔ آپ ﷺ کو یہ بات ناپسند ہوئی تو آپ نے فرمایا تم نے بڑا گناہ کیا ہے۔ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں اسے آزاد نہ کر دوں۔ آپ نے فرمایا اس کو میرے پاس بلا لاؤ' میں اس کو آپ کی خدمت میں بلا لایا۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا اللہ کہاں ہے۔ اس نے کہا۔ آسمان میں پھر آپ نے فرمایا میں کون ہوں؟ اس نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو آزاد کر دو اس لئے کہ یہ مؤمنہ ہے۔

این اللہ؟

اس سوال سے آپ کی مراد مکان کے متعلق سوال نہیں تھا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مکان و زمان سے پاک ہے۔ بلکہ آپ کی مراد یہ تھی کہ اس کے حکم کی جگہ کہاں ہے اور جگہ سے بادشاہت اور قدرت ظاہر ہوتی ہے۔

سوال کی وجہ:

اس طرح سوال کرنے کی وجہ یہ تھی اس وقت کفارہ بتوں کو معبود مانتے تھے اور جہلائے عرب کے ہاں ان بتوں کے سواء اور کوئی معبود نہیں تھا آپ نے اس سے یہ معلوم کرنا چاہا کہ آیا یہ موحدہ ہے یا مشرکہ تو حاصل یہ ہوا کہ اس سوال سے مقصود آپ کا زمین کے بے شمار معبودوں کی نفی تھی یہ مقصود نہیں کہ آسمان اللہ کے رہنے کی جگہ ہے جب اس نے وہ جواب دیا تو اس سے معلوم ہو گیا کہ وہ موحدہ ہے۔

کیا میں اس کو آزاد نہ کروں؟ مسلم کی روایت کے یہ الفاظ ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ آزاد کرنے کی اجازت اس لئے طلب کر رہے تھے کہ انہوں نے باندی کو تھپڑ امارا تھا' جب کہ دوسری روایت میں یہ ہے کہ مجھ پر غلام کا ازاد کرنا لازم ہے کیا میں اس کو آزاد کر دوں کہ وہ کفارہ بھی اداء ہو جائے۔

اور اس کو طمانچہ مارنے والی پشیمانی کا ازالہ بھی ہو جائے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ کفارہ اور مارنے کی پشیمانی کی وجہ سے اس کو آزاد کرنا چاہتے تھے۔

الجواب پہلی روایت میں یہ بات صراحتاً آ گئی کہ غلام کا آزاد کرنا کسی وجہ سے مجھ پر لازم ہے اور اس مارنے کی وجہ

سے بھی مجھ پر لازم ہے کہ میں ضرور اس کو آزاد کردوں تو آیا اس ایک غلام کی آزادی دونوں معاملات میں کفایت کر جائیگی یا نہیں دوسری روایت مطلق ہے اس میں دونوں باتوں کا احتمال ہے پس مطلق کا مفہوم مقید والا لیا جائے گا کہ مقصد یہ تھا کہ آیا دونوں معاملات کے لئے۔ اس کی آزادی کفایت کر جائے گی یا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کفایت کر جائے گی۔

اس باب میں اس روایت کو لانے کا مقصد یہ ہے کہ کفارہ ظہار میں مؤمن یا مومنہ غلام آزاد کرنا ضروری ہے جیسے کہ امام شافعی کا مسلک ہے۔ احناف کا مسلک اس سلسلہ میں یہ ہے کہ مومنہ لونڈی یا غلام کا آزاد کرنا افضل ہے ورنہ کافر غلام یا باندی کو آزاد کرنے سے بھی کفارۂ ظہار ادا ہو جائے گا' بقیہ تحقیق کتب فقہ سے معلوم کر لی جائے۔

کفارۂ ظہار مذہب احناف:

کفارۂ ظہار میں بردہ کا آزاد کرنا لازم ہے خواہ مسلمان ہو یا کافر' مرد ہو یا عورت' چھوٹا ہو یا بڑا' کانا ہو یا صحیح سالم اسی طرح ایسا بہرا کہ جب زور سے آواز دی جائے تو سن لے اسی طرح جس کا ایک ہاتھ کٹا ہوا ہو اور جانب مخالف سے ایک پاؤں کٹا ہوا ہے مثلاً داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں وہ بھی جائز ہے اور ایک مکاتب بھی جائز ہے جس نے ابھی تک کچھ نہ ادا کیا ہو البتہ اندھا اور وہ بہرہ جس کو بالکل سنائی نہ دے یا گونگا یا دونوں ہاتھ کٹا ہوا یا وہ کہ جس کے دونوں پاؤں کے دونوں انگوٹھے کٹے ہوں یا دونوں پاؤں کٹے ہوئے یا ہاتھ اور پاؤں ایک ہی طرف سے کٹے ہوئے ہوں یا مجنون مطلق ہے یعنی جس کو جنون سے کبھی بھی افاقہ نہ ہوتا ہو یا مدبر' ام ولد' وہ مکاتب جو کچھ بدل کتابت ادا کر چکا ہے۔ ان میں سے کسی کی بھی آزادی سے کفارہ ادا نہ ہوگا بقیہ تفصیلات کتب فقہ میں ملاحظہ کر لی جائیں۔

نمبر ۲ اگر بردہ میسر نہ ہو تو دو ماہ کی مسلسل روزے رکھے ان دو مہینوں میں رمضان المبارک عیدین اور ایام تشریق کے دن نہ ہوں اور نہ ہی ان دنوں میں بیوی کے قریب جائے۔ چنانچہ اگر کسی شخص نے ان دو مہینوں کی کسی رات میں قصداً یا دن کے وقت بھول کر صحبت کر لی تو اس کو نئے سرے سے روزے رکھنے پڑیں گے اسی طرح کسی عذر یا بلا عذر ایک روزے کو افطار کر دیا تو تب بھی نئے سرے سے روزے رکھنے ہونگے۔

نمبر ۳ اگر روزے نہ رکھ سکتا ہے تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے کہ جس میں ہر مسکین کو فطرانے کی مقدار دو دو سیر گندم' چار چار سیر جو یا کھجوریں یا ان کی قیمت ادا کرے اور اس طرح یہ بھی درست ہے کہ ایک سیر گندم دو سیر جو یا کھجوریں دیدے۔

کفارات اور فدیہ میں اباحت بھی درست ہے اور البتہ صدقات واجبہ میں اباحت کافی نہیں۔ بلکہ مالک بنانا ضروری ہے

اباحت کا مطلب یہ ہے کہ کھانا پکا کر فقراء کے سامنے رکھ دیا جائے وہ اس میں سے جس قدر چاہیں استعمال کر لیں کفارات اور فدیہ میں یہ درست ہے چنانچہ اگر مساکین کو ایک دن میں صبح اور شام یا دو دن تک صرف صبح کے وقت یا دو دن تک شام کے وقت پیٹ بھر کر کھلا دیا خواہ تھوڑے کھانے سے ان کا پیٹ بھر گیا تو کفارہ کی ادائیگی ہو جائے گی جو کی روٹی کے ساتھ سالن کا ہونا ضروری ہے۔ گندم کی روٹی کے ساتھ ضروری نہیں اسی طرح اگر کسی فقیر کو ساٹھ روز تک کھلا دیا تو یہ جائز ہے اور اگر ایک ہی فقیر کو ساٹھ دن کا ایک ہی دن میں دے دیا تو درست نہیں اس صورت میں ایک ہی دن کا اداء ہوگا۔ اگر کسی شخص نے

کھانا کھلانے کے دوران بیوی سے صحبت کر لی تو نئے سر سے کھلانا ضروری نہیں اگر کسی شخص نے ظہار کے دو کفاروں میں ساٹھ فقراء کو ایک ایک صاع گندم دے دی تو ظہار کا ایک ہی کفارہ اداء ہوگا اور کفارہ ظہار اور افطار میں ایک ایک صاع گندم ساٹھ فقراء کو دے دی تو دونوں کفارے ادا ہو جائیں گے۔ باقی تفصیلات کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ (ع)

بَابُ اللِّعَانِ

لعان کا بیان

لعان اور ملاعنت کا معنی ایک دوسرے پر لعنت کرنا ہے۔

شرع میں لعان یہ ہے کہ کوئی مرد اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور عورت اس کا انکار کرتے ہوئے کہے کہ تو مجھ پر تہمت لگاتا ہے وہ عورت قاضی کے پاس جائے۔ قاضی اس کے خاوند کو بلا کر اس سے چار گواہوں کا مطالبہ کرے اگر وہ چار گواہوں سے اپنی بات ثابت کر دے تو قاضی اس کی بیوی پر حد زنا قائم کرے اور وہ گواہوں سے ثابت نہ کر سکے پھر قاضی مرد کو چار مرتبہ ان کلمات کے ساتھ گواہی دینے کے لئے کہے۔ میں اللہ کو حاضر ناظر جان کر گواہی دیتا ہوں کہ میں اس بات میں سچا ہوں جو بات میں نے اپنی بیوی کی نسبت زنا کی کہی ہے اور پانچویں مرتبہ وہ اس طرح کہے۔ اگر میں اس بات کے کہنے میں یعنی زنا کی اس عورت کی طرف نسبت کرنے میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت و پھٹکار ہو۔ گواہی کے وقت مرد ہر بار عورت کی طرف اشارہ کرے پھر قاضی عورت سے یہ کہے کہ وہ چار مرتبہ اس طرح گواہی دے کہ میں اللہ کے نام سے گواہی دیتی ہوں کہ میرا خاوند میری طرف زنا کی نسبت میں جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ اس طرح کہے کہ اگر یہ مرد میری طرف زنا کی نسبت میں سچا ہے تو مجھ پر اللہ کا غضب ٹوٹے۔

عورت بھی ہر بار گواہی کے موقع پر مرد کی طرف اشارہ کرے پس جب دونوں یہ بات کہہ چکیں گے تو اس کو لعان یا ملاعنت کہتے ہیں۔

ملاعنت کے بعد احناف کے نزدیک قاضی ان میں تفریق کرا دے گا اور جمہور علماء کے نزدیک ان میں فرقت خود بخود واقع ہو جائے گی۔

احناف کے ہاں یہ طلاق بائن ہے اور وہ عورت اس کے لئے ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے سوائے اس صورت کے کہ خاوند اپنی بات کا انکار کر دے اور اس پر حد قذف لگے اس کے بعد نکاح کرنا درست ہے مگر امام ابو یوسف کے ہاں وہ عورت ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی خواہ کسی وقت خاوند اپنے آپ کو جھٹلا بھی دے۔ (ح)

الفصل الاول:

عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کے لعان کا واقعہ

۳۲۵۵/ا عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ قَالَ إِنَّ عُوَيْمِرَ الْعَجْلَانِيَّ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ رَجُلاً وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلاً اَيَقْتُلُهُ فَيَقْتُلُوْنَهُ اَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُنْزِلَ فِيْكَ وَصَاحِبَتِكَ فَاذْهَبْ فَأْتِ بِهَا قَالَ سَعْدٌ فَتَلَاعَنَا فِي الْمَسْجِدِ وَاَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا فَرَغَا قَالَ عُوَيْمِرٌ كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ اَمْسَكْتُهَا فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْظُرُوْا فَاِنْ جَاءَتْ بِهِ اَسْحَمَ اَدْعَجَ الْعَيْنَيْنِ عَظِيْمَ الْاِلْيَتَيْنِ خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ فَلَا اَحْسِبُ عُوَيْمِرَ اِلَّا قَدْ صَدَقَ عَلَيْهَا وَاِنْ جَاءَتْ بِهِ اُحَيْمِرَ كَاَنَّهُ وَحَرَةٌ فَلَا اَحْسِبُ عُوَيْمِرًا اِلَّا قَدْ كَذَبَ عَلَيْهَا فَجَاءَتْ بِهِ عَلَى النَّعْتِ الَّذِيْ نَعَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَصْدِيْقِ عُوَيْمِرٍ فَكَانَ بَعْدُ يُنْسَبُ اِلٰى اُمِّهِ ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاري في صحيحه ٤٤٦/٩ الحديث رقم ٥٣٠٨ ومسلم في ١١٢٩/٢ الحديث رقم ١٤٩٢/١ وابوداؤد في السنن ٦٧٩/٢ الحديث رقم ٢٢٤٥ والنسائي في ١٧٠/٦ الحديث رقم ٣٤٦٦ وابن ماجه في ٦٦٧/١ الحديث رقم ٢٠٦٦ ومالك في الموطأ ١٥٦٦/٢ الحديث رقم ٣٤ من كتاب الطلاق واحمد في المسند ٣٣٤/٥۔

ترجمہ: سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کہنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کا کیا حکم ہے جو اپنی بیوی کے پاس کسی اجنبی شخص کو پائے یعنی اسے یقین ہو کہ اس نے اس کی عورت سے زنا کیا ہے۔ کیا یہ اس قتل کر دے یعنی کیا اس کا قتل جائز ہے۔ (اگر وہ قتل کرے) تو مقتول کے ورثاء اس قاتل کو قتل کر دیں گے۔ وہ کیا کرے یعنی اس عار پر صبر کرے یا کچھ اور کرے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے اور تیری عورت کے سلسلہ میں وحی اتار دی ہے تو اپنی بیوی کے ہاں جا کر اس کو بلا لا۔

تشریح ۞ سہل کہتے ہیں کہ اس کے بعد دونوں یعنی میاں بیوی نے مسجد میں لعان کیا۔ اس وقت میں بھی دیگر لوگوں کے ساتھ مسجد میں موجود تھا۔ جب دونوں لعان سے فارغ ہو گئے تو عویمر کہنے لگے اگر اب میں اس کو بیوی بنا کر رکھوں تو پھر میں اس پر جھوٹا الزام لگانے والا بنوں گا۔ اس کے بعد انہوں نے اس عورت کو تین بار طلاق دیدی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس عورت نے اس حمل سے سیاہ رنگ بچے کو جنم دیا یعنی جس کی آنکھیں بہت سیاہ ہوں اور کولہے بڑے اور پنڈلیاں پر گوشت ہو تو میں گمان کروں گا کہ عویمر سچا ہے یعنی اس نے جس شخص کی طرف زنا کی نسبت کی تھی وہ اسی انداز کا تھا پس اگر بچہ اسی انداز کا پیدا ہوگا۔ تو معلوم ہوگا کہ یہ اسی کے نطفہ سے ہے اور اگر عورت نے سرخ رنگ بچہ جنا گویا کہ وہ جامنی رنگ کا ہے۔ تو پھر میرے گمان

میں عویمر جھوٹ بولنے والا ہے۔ یعنی عویمر سرخ رنگت والا تھا۔ اگر بچہ سرخ رنگ ہوا تو وہ عویمر ہی کا ہوگا۔ پس اس سے معلوم ہوگا کہ وہ اپنی بیوی پر جھوٹا بہتان باندھنے والا ہے۔ چنانچہ اس عورت نے اسی طرح کا بچہ جنا جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی تھی عویمر کی سچائی پہچاننے کے لئے اسی زانی کی صورت والا جنا۔ وہ لڑکا اس کی ماں کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔ یعنی اس وجہ سے کہ آپ نے فرمایا: **الولد للفراش وللعاهر الحجر**۔ (بچے کی نسبت تو ماں کی طرف ہوگی اور زانی کو محرومی کے سواء کچھ نہ ملے گا) یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

اَیُقۡتُلُہٗ:

اس شخص کے متعلق علماء کا اختلاف ہے کہ جس نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی شخص کو زنا کرتے پایا اور قتل کر دیا۔ جمہور علماء کہتے ہیں کہ اس کو قصاص میں قتل کیا جائے مگر اس صورت میں وہ قتل سے بچ جائے گا جب کہ وہ زنا پر چار گواہ پیش کرے یا مقتول کے ورثاء اس کے متعلق اقرار کر لیں تو پھر قاتل کو قتل نہ کیا جائے گا۔ اگر وہ سچا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں گناہ گار نہ ہوگا۔

(۲) قَدْ اُنْزِلَ فِیْكَ:

یعنی یہ آیات نازل ہوئیں:

﴿وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَیْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ الایة﴾ (النساء: ٦'٧)

''اور جو لوگ اپنی ازواج پر (زنا کی) تہمت لگائیں اور ان کے پاس ماسوا اپنے (ہی دعویٰ کے) اور کوئی گواہ نہ ہو تو ان کی شہادت (جو کہ ان کو حد قذف سے بچا سکتی ہے) یہی ہے کہ وہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر یہ کہہ دے بے شک میں سچا ہوں اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر اللہ کی لعنت اگر میں جھوٹا ہوں تو......''۔

بعض علماء نے کہا کہ یہ آیات شعبان سہ۹ھ میں نازل ہوئیں

ابن ملک رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

نمبر ۱ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ لعان والی آیت عویمر کے حق میں نازل ہوئی۔ اسلام میں یہ پہلا لعان تھا۔

نمبر ۲ بعض علماء نے کہا کہ آیت لعان ہلال بن امیہ کے متعلق نازل ہوئی اور سب سے پہلا لعان بھی ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔ چنانچہ حدیث ابن عباس رضی اللہ جو آگے آ رہی ہے اس سے اسی طرح معلوم ہوتا ہے۔ پس اس صورت میں اس ارشاد کا مطلب یہ ہوگا کہ ''**قد انزل فیك**'' یعنی تیرے جیسے ہونے والے معاملے میں یہ آیت اتری ہے۔''

ایک احتمال:

دونوں کے سلسلہ میں آیت اتری ہو۔ ممکن ہے کہ دونوں نے الگ الگ وقت میں سوال کیا۔ پھر ان دونوں کے حق میں آیت اتری۔ اور ہلال نے لعان میں سبقت کی۔

كَذَبْتُ عَلَيْهَا :

یہ تین طلاق دینے کی تمہید ہے۔یعنی اگر اب میں اس عورت کو نکاح میں رکھوں اور طلاق نہ دوں تو پھر میرے ذمہ یہ بات آتی ہے کہ میں نے اس پر زنا کی جھوٹی تہمت لگائی ہے کیونکہ اس کو نکاح میں باقی رکھنا اس کے زنا سے پاک ہونے اور میرے جھوٹے الزام کی دلیل بن جائے گی۔(ع۔ح)

لعان کرنے سے وہ اولاد ماں کی طرف منسوب ہوتی ہے

۳۲۵۶/۲وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لاَ عَنْ بَیْنَ رَجُلٍ وَّامْرَاَتِہٖ فَانْتَفٰی مِنْ وَلَدِ ھَا فَفَرَّقَ بَیْنَھُمَا وَاَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْمَرْاَۃِ (متفق علیه وفی حدیثه لهما) اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَظَہٗ وَذَکَّرَہٗ وَاَخْبَرَہٗ اَنَّ عَذَابَ الدُّنْیَا اَھْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْاٰخِرَۃِ ثُمَّ دَعَا ھَا فَوَعَظَھَا وَذَکَّرَھَا وَاَخْبَرَھَا اَنَّ عَذَابَ الدُّنْیَا اَھْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْاٰ خِرَۃِ۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤٦٠/٩ الحدیث رقم ٥٣١٥ومسلم فی ١١٣٢/٢ الحدیث رقم (٨-١٤٩٤) وابوداوٗد فی السنن ٦٩٣/٢ الحدیث رقم ٢٢٥٩ والترمذی فی ٥١٨/٣ الحدیث رقم ١٢٠٣ والنسائی فی ١٧٨/٦ الحدیث رقم ٣٤٧٧وابن ماجه فی ٦٦٩/١ الحدیث رقم ٢٠٦٩ ومالك فی الموطأ ٥٦٧/٢ الحدیث رقم ٣٥من کتاب الطلاق واحمد فی المسند ۔

ترجمہ :حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کرایا۔پس وہ شخص لعان کی وجہ سے) عورت کے اس لڑکے سے دور ہوا یعنی ملاعنت کی وجہ سے اس لڑکے کا نسب اس آدمی سے ثابت نہ ہوا۔آپ نے مرد وعورت کے مابین جدائی کرادی اور لڑکے کو عورت کے ساتھ ملادیا۔یہ بخاری مسلم کی روایت ہے۔ابن عمر کی وہ روایت جس کو بخاری نے نقل کیا اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے اس میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کو نصیحت فرمائی اور آخرت کا عذاب یاد دلایا یعنی تا کہ وہ جھوٹ نہ بولے اور عورت کے متعلق غلط اقرار نہ کرے اور آپ نے فرمایا کہ دنیا کا عذاب آسان ہے اور آخرت کا عذاب بہت شدید ہے۔پھر آپ نے عورت کو بلا کر اسے نصیحت کی اور آخرت کا عذاب یاددلایا اور اس کو بتلایا کہ دنیا کا عذاب آسان تر ہے اور اس کے مقابلے میں آخرت کا عذاب سخت اور شدید تر ہے۔

فَفَرَّقَ بَیْنَھُمَا :

نمبر ا یعنی اس کے مابین تفریق کا حکم فرمایا۔نمبر۲ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ ان میں فرقت حاکم کے حکم سے ہو گی۔بذات خود لعان سے فرقت نہیں ہوگی اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہی ہے۔ان کی بڑی دلیل یہ ہے کہ اگر لعان سے خود فرقت ہوجاتی ہے تو تین طلاق کے دینے کا کوئی معنی نہیں جیسا کہ اوپر والی روایت میں گزرا۔

(۲) عذابِ دنیا:

سے مراد قیام حد ہے تاکہ اگر مرد نے عورت پر بہتان باندھا ہو تو حد کے خوف سے جھوٹے گواہ پیش نہ کرے اور عورت سے اگر زنا سرزد ہوا ہو تو حد کے خوف سے اقرار نہ کرے۔ اس صورت میں ملاعنت کا طریقہ ہے اس میں آپ نے صاف فرمایا دنیا میں حد کی سزا سہنا آخرت کے اس عذاب سے جو خلاف حق جھوٹ بولنے پر ہوگا۔ آسان ہے۔ یعنی تم دونوں خلاف حق نہ کرو بلکہ سچ سچ کہہ دو اور یہاں کی آسان سزا اختیار کر لو وہاں کا عذاب بہت شدید ہے۔ (ع۔ح)

لعان میں مہر کی واپسی نہیں

۳/۳۲۵۷ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْمُتَلَاعِنَيْنِ حِسَابُكُمَا عَلَى اللّٰهِ اَحَدُكُمَا كَاذِبٌ لَا سَبِيْلَ لَكَ عَلَيْهَا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالِيْ قَالَ لَا مَالَ لَكَ اِنْ كُنْتَ صَدَقْتَ عَلَيْهَا فَهُوَ بِمَا اسْتَحْلَلْتَ مِنْ فَرْجِهَا وَاِنْ كُنْتَ كَذَبْتَ عَلَيْهَا فَذَاكَ اَبْعَدُ وَاَبْعَدُ لَكَ مِنْهَا۔

(متفق عليه)

اخرجه البخاري في صحيحه ۴۹۶/۹ ومسلم في صحيحه ۱۱۳۱/۲ الحديث رقم (۵-۱۴۹۳) وابو داؤد في السنن ۶۹۲/۲ الحديث رقم ۲۲۵۷ والنسائي في ۱۷۷/۶ الحديث رقم ۳۴۷۶ واحمد في المسند ۱۱/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والے مرد و عورت کو فرمایا کہ تمہارا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔ تم دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے یعنی حقیقت میں اور ہم تو ظاہر کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں۔ اب تمہارا اس عورت کے ساتھ رہنا مناسب نہیں بلکہ یہ تجھ پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی۔ اس نے عرض کیا کیا میرا دیا ہوا مال جاتا رہے گا آپ نے فرمایا تیرا مال تجھے نہیں مل سکتا یعنی مہر واپس لینے کا حق نہیں پہنچتا کیونکہ اس کی دو صورتیں ہیں نمبر ۱ اگر تو سچ بولتا ہے تو شرمگاہ کو حلال کرنے کے بدلے وہ مال چلا گیا نمبر ۲ اگر تو جھوٹ بولتا ہے تو پھر مہر کا واپس کرنا بعید تر ہے اور بہت بعید ہے۔ یعنی جب سچائی کی حالت میں پھیرنے کا حق نہیں تو حالت کذب میں بدرجہ اولیٰ پھیرنے کا حق نہ ہونا چاہئے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

حِسَابُكُمَا:

یعنی تمہارا محاسبہ اور اس معاملے کا حقیقی فیصلہ اور محاسبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہوگا۔

(۲) مَا اسْتَحْلَلْتَ:

اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ لعان کرنے والا مہر واپس نہیں لے سکتا اگر اس نے اس عورت سے دخول کیا ہو۔ اس پر تمام علماء متفق ہیں اور اگر دخول نہ کیا ہو تو امام ابو حنیفہ و شافعی و مالک رحمہم اللہ فرماتے ہیں اس کو آدھا مہر ملے گا۔ (ع)

آیت: ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ﴾ کا سبب نزول

۴/۳۲۵۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ هِلَالَ بْنَ اُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَاَتَهٗ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرِيْكِ ابْنِ سَحْمَاءَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيِّنَةُ اَوْحَدًّا فِيْ ظَهْرِكَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذَا رَاٰى اَحَدُنَا عَلٰى امْرَاَتِهٖ رَجُلًا يَنْطَلِقُ يَلْتَمِسُ الْبَيِّنَةَ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْبَيِّنَةُ وَاِلَّا حَدٌّ فِيْ ظَهْرِكَ فَقَالَ هِلَالٌ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ اِنِّيْ لَصَادِقٌ فَلَيُنْزِلَنَّ اللّٰهُ مَا يُبَرِّئُ ظَهْرِيْ مِنَ الْحَدِّ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ وَاَنْزَلَ عَلَيْهِ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ فَقَرَاَ حَتّٰى بَلَغَ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ فَجَاءَ هِلَالٌ فَشَهِدَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ اَنَّ اَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ ثُمَّ قَامَتْ فَشَهِدَتْ فَلَمَّا كَانَتْ عِنْدَ الْخَامِسَةِ وَقَّفُوْهَا وَقَالُوْا اِنَّهَا مُوْجِبَةٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَتَلَكَّاَتْ وَنَكَصَتْ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهَا تَرْجِعُ ثُمَّ قَالَتْ لَا اَفْضَحُ قَوْمِيْ سَائِرَ الْيَوْمِ فَمَضَتْ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْصِرُوْهَا فَاِنْ جَاءَتْ بِهٖ اَكْحَلَ الْعَيْنَيْنِ سَابِغَ الْاِلْيَتَيْنِ خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ فَهُوَ لِشَرِيْكِ ابْنِ سَحْمَاءَ فَجَاءَتْ بِهٖ كَذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا مَا مَضٰى مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ لَكَانَ لِيْ وَلَهَا شَاْنٌ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤٤٩/٨ الحدیث رقم ٤٧٤٧ وابوداوٗد فی السنن ٦٨٦/٢٢ الحدیث رقم ٢٢٥٤ والترمذی فی ٣٠٩/٥ الحدیث رقم ٣١٧٩ وابن ماجه فی ٦٦٨/١ الحدیث رقم ٢٠٦٧۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ہلال بن امیہؓ نے آپ ﷺ کے سامنے اپنی بیوی پر الزام لگایا۔ کہ اس نے شریک بن سحماءؓ کے ساتھ زنا کیا ہے۔ تو جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ یعنی ہلال کو۔ کہ تم گواہ لاؤ یا تہمت کی وجہ سے تمہاری پشت پر حد لگے گی۔ ہلال نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جب کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو بدکاری میں مبتلا دیکھے۔ تو کیا وہ گواہ تلاش کرنے جائے۔ یعنی ایسے وقت میں ایسی فرصت کہاں کہ وہ کسی کو گواہ بنائے اور یہ کونسی جگہ ہے گواہ بنانے کی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ تم گواہ ہی قائم کرو۔ ورنہ تم پر تہمت کی حد لگے گی۔ پھر ہلال کہنے لگے۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں یقیناً اپنی بات میں سچا ہوں پس اللہ کوئی ایسا حکم ضرور اتار دیں گے۔ جس سے میری پشت تہمت کی حد سے بچ جائے۔ پھر جبریل علیہ السلام آپ ﷺ پر یہ آیات لے کر اترے: وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ ...... یعنی وہ لوگ جو کہ اپنی بیویوں پر تہمت لگانے والے ہوں۔۔۔ آپ نے یہ آیت: اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ تک پڑھی پھر ہلال آئے اور انہوں نے گواہی دی۔ یعنی لعان کیا۔ اس میں پانچ گواہیاں ہوتی ہیں۔ جیسا کہ اوپر مفصل روایت میں آ چکا۔ جناب رسول اللہ ﷺ ہر بار یہی فرماتے تھے۔ کہ بلاشبہ وہ اللہ جانتا ہے۔ کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے۔ پس کیا تم میں سے کوئی ہے توبہ کرنے والا۔ پھر ہلال کی بیوی کھڑی ہوئی اور اس نے لعان کیا۔ جب وہ پانچویں گواہی پر پہنچی۔ تو اس کو روکا۔ یعنی صحابہ نے اور کہا کہ یہ پانچویں گواہی لازم کرنے والی ہے۔ یعنی تمہارے درمیان تفریق کو

لازم کرنے والی ہے۔ یا یہ کہ تم پر جھوٹ کی وجہ سے عذاب لازم کردے گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس پر وہ عورت رک گئی۔ یعنی اس نے تردد کیا۔ یعنی اس کی حالت سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ پانچویں گواہی نہ دیگی۔ یہاں تک کہ ہمیں گمان ہوا کہ وہ اپنی بات سے پھر جائے گی۔ پھر وہ کہنے لگی۔ ساری عمر کے لیے میں اپنی قوم کو رسوانہیں کرتی۔ یعنی لعان سے اعراض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ میں نے خاوند کی تصدیق کر دی۔ چنانچہ اس نے پانچویں گواہی بھی دے ڈالی اور لعان کو پورا کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان تفریق کا حکم دیا اور صحابہ کو خطاب کر کے فرمایا۔ کہ تم اس عورت کے معاملے کو دیکھو۔ کہ اگر اس کے ہاں سرگیں آنکھوں والا بھاری سرینوں اور موٹی پنڈلیوں والا بچہ پیدا ہو۔ تو شریک ابن سحماء کا ہی ہے۔ کیونکہ وہ اسی انداز کا تھا۔ چنانچہ اس عورت کے ہاں اسا ہی لڑکا پیدا ہوا۔ تو جناب رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اگر لعان کرنے والوں کے لئے تعزیر کی اجازت ہوتی تو تم دیکھتے کہ میں اس عورت کے لئے ایک کام کرتا یعنی بچے کی بہت زیادہ مشابہت کی وجہ سے تعزیر لگاتا۔ تاکہ دیکھنے والوں کو عبرت ہو۔

تشریح ۞ اس روایت سے یہ بات معلوم ہوئی۔ کہ اسلام میں پہلا لعان یہی ہوا اور آیت لعان اسی کے سلسلے میں اتری۔ چنانچہ گزشتہ سہل بن سعدؓ والی روایت میں اس کی تحقیق گزر چکی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ : یعنی نبی اکرم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ پاک حقیقت حال کو جانتے ہیں۔ یہ بات آپ نے لعان سے فراغت کے بعد فرمائی۔ مقصد یہ تھا کہ جھوٹے کو توبہ کرنی چاہیے۔ بعض نے کہا کہ آپ علیہ السلام نے یہ بات لعان سے پہلے فرمائی۔ تاکہ ان کو لعان کے انجام سے ڈرایا جائے۔

اس روایت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حاکم کو اپنے گمان، علامت اور قرائن کی طرف توجہ نہ کرنی چاہیے۔ بلکہ دلائل سے جو چیز ظاہر ہو اور جو دلائل کا تقاضا ہو اسی کے مطابق وہ حکم دے۔ (ع)

اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ غیرت والے ہیں

۵/۳۲۵۹ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ لَوْ وَجَدْتُ مَعَ اَهْلِىْ رَجُلًا لَمْ اَمَسَّهُ حَتّٰى اٰتِىَ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ قَالَ كَلَّا وَالَّذِىْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ اِنْ كُنْتُ لَاُعَاجِلُهُ بِالسَّيْفِ قَبْلَ ذٰلِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْمَعُوْا اِلٰى مَا يَقُوْلُ سَيِّدُكُمْ اِنَّهُ لَغَيُوْرٌ وَاَنَا اَغْيَرُ مِنْهُ وَاللّٰهُ اَغْيَرُ مِنِّىْ ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی ۲/ ۱۱۳۵ الحديث رقم (۱۶-۱۴۹۸)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہؓ کہنے لگے اگر میں کسی غیر مرد کو اپنی بیوی کے ہاں پاؤں۔ جب تک۔ چار گواہ نہ لے آؤں کیا میں اس آدمی کو کچھ نہ کہوں۔ یعنی نہ ماروں، نہ قتل کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں سعد کہنے لگے ہرگز نہیں قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں تو چار گواہوں کو تلاش کرنے کی بجائے تلوار سے فوراً اس کا خاتمہ کردونگا۔ آپ علیہ السلام نے نے فرمایا۔ سنو۔ تمہارا سردار کیا کہہ رہا ہے۔ بلاشبہ وہ غیرت مند ہے۔ میں اس

سے بڑھ کر غیرت والا ہوں اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ غیرت والے ہیں۔ (یہ مسلم کی روایت ہے۔)

تشریح ۞ حضرت سعد نے جو کلام کیا ہے یہ آپ علیہ السلام کے قول کی تردید اور آپ کی مخالفت نہیں۔ بلکہ دلی جذبات کا اظہار ہے اور اپنی غیرت اور غضب کا تذکرہ کیا ہے یعنی حکم شرع تو یہ ہے مگر میں کیا کر سکتا ہوں۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا سردار جو کچھ کہہ رہا ہے۔ اس کی بات غور سے سنو۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد ان کی غیرت کی تعریف کرنا تھا اور اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اشارہ فرما رہے تھے۔ کہ ان میں بزرگوں اور سرداروں والی عادات ہیں اگرچہ حکم شرع کا اور ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ آپ نے حضرت سعد کا عذر بیان فرمایا کہ شدید غیرت مندی کی وجہ سے ان سے یہ بات ہوئی ہے۔ آپ کا مقصد ان کے کلام کو ثابت کرنا نہیں ہے۔

حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت سعد نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس لیے عرض کی۔ کہ شاید اس طرح اس کے قتل کی اجازت مل جائے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا۔ تو انہوں نے اس پر خاموشی اختیار کر لی۔

غیرت:

غیرت حالت کی اس تبدیلی کو کہتے ہیں جو کسی ناگوار چیز کو اپنے اہل وعیال میں دیکھ کر اس میں پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف اس نسبت کا ہونا تو ناممکن ومحال ہے۔ پس اس کے لئے غیرت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو گناہوں سے اس لیے روکنے والے ہیں' تاکہ گناہوں کی وجہ سے وہ اس کے قرب سے دُور نہ ہٹ جائیں۔ (ع۔ح)

سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ میں سرداروں والی صفات

۶/۳۲۶۰ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ قَالَ سَعْدُبْنُ عُبَادَةَ لَوْرَاَيْتُ رَجُلاً مَعَ امْرَاَتِيْ لَضَرَبْتُهٗ بِالسَّيْفِ غَيْرَ مُصْفَحٍ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتَعْجَبُوْنَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ وَاللّٰهِ لَاَ نَا اَغْيَرُ مِنْهُ وَاللّٰهُ اَغْيَرُ مِنِّيْ وَمِنْ اَجْلِ غَيْرَةِ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَيْهِ الْعُذْرُ مِنَ اللّٰهِ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ بَعَثَ الْمُنْذِرِيْنَ وَالْمُبَشِّرِيْنَ وَلَا اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَيْهِ الْمِدْحَةُ مِنَ اللّٰهِ وَمِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ وَعَدَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحيحه ۳۹۹/۱۳ الحديث رقم ۷٤۱٦ ومسلم فی ۱۱۳٦/۲ الحديث رقم (۱۷-۱٤۹۹) والدارمی فی السنن ۲۰۰/۲ و الحديث رقم ۲۲۲۷ واحمد فی المسند ۲٤۸/٤۔

ترجمہ: حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہ کہنے لگے۔ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کوئی غیر مرد دیکھوں تو میں اس کو تلوار کی تیز دھار والی جانب سے ماروں گا۔ یعنی اس کی پشت والی جانب سے نہیں۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تم سعد کے کمال غیرت سے تعجب کر رہے ہو۔ اللہ کی قسم میں اس سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیرت والے ہیں اور اسی غیرت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمام گناہوں کو جو ظاہر ہوں یا پوشیدہ حرام

قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کو معذرت کرنی سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ڈرانے والے اور خوشخبری سنانے والوں کو بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی ایسا نہیں۔ کہ جس کو تعریف پسند ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بہشت کو بنایا۔ اور اس کا وعدہ فرمایا۔ (یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے)

تشریح ۞ مِنْ اَجْلِ غَيْرَةِ اللّٰهِ : یہ ارشاد در حقیقت غیرت اللہ کی تفسیر ہے۔ کہ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو حرام چیزوں سے منع فرمایا اور ان کے لئے اس پر عذاب مقرر فرمایا۔

حقیقتِ غیرت:

غیرت اصل میں یہ ہے کہ جب کوئی آدمی کسی کی ملکیت میں تصرف کرے۔ تو اس کی وجہ سے اس کو جو غصہ اور کراہت پیدا ہو۔ اس کا نام غیرت ہے۔ غیرت کا مشہور معنی یہ ہے کہ کسی آدمی کی بیوی سے کوئی آدمی زنا کرے۔ یا وہ دیکھے اپنی بیوی کو کسی کے ساتھ۔ تو اس وجہ سے اس کے دل میں جو غصہ آئے۔ اسی کو غیرت کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی غیرت یہ ہے کہ بندہ گناہ کرے تو وہ اس پر ناراض ہو۔

نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہاں عذر، اعذار، یعنی عذر کا ازالہ کرنا۔ کے معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عذر ختم کرنے کو جتنا پسند کرتے ہیں اور کوئی اتنا پسند نہیں کرتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا۔ تاکہ بندوں کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہے اور انبیاء کے ذریعے معذرت کی تمام صورتیں واضح کر دیں۔

جیسا کہ فرمایا: " ﴿لِئَلَّا يَكُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾ ولا احد احبّ الیه المدحة۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو اپنی تعریف سب سے زیادہ محبوب ہے اور کسی کو اتنی محبوب نہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی تعریف بھی فرمائی۔ اور اپنے دوستوں کی تعریف بھی فرمائی اور اسی لیے اللہ پاک نے اپنے دوستوں کے ساتھ جنت کا وعدہ کیا۔ تاکہ بندہ اسی کی تعریف اور اطاعت کرے۔

غیرتِ الٰہی کا تقاضا حرام کو حرام قرار دو

۳۲۶۱/۷ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُغَارُ وَاِنَّ الْمُؤْمِنَ يُغَارُ وَغَيْرَةُ اللّٰهِ اَنْ لَا يَاْتِيَ الْمُؤْمِنُ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۱۹/۹ الحدیث رقم ۵۲۲۳ ومسلم فی ۲۱۱۴/۴ الحدیث رقم (۳۶-۲۷۶۱) والترمذی فی السنن ۴۷۱/۳ الحدیث رقم ۱۱۶۸ واحمد فی المسند ۳۴۳/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ بے شک اللہ پاک غیرت والے ہیں اور بلاشبہ مؤمن غیرت مند ہے۔ یعنی غیرت اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ اس لیے بندہ مؤمن بھی وہ صفت رکھتا ہے اور غیرت

کی صفت کا تقاضا یہ ہے کہ مؤمن وہ کام نہ کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ (یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے)۔

اعرابی کا کالا لڑکا

۸/۳۲۶۲ وَعَنْهُ اَنَّ اَعْرَابِيًّا اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ امْرَاَتِىْ وَلَدَتْ غُلَامًا اَسْوَدَ وَاِنِّىْ اَنْكَرْتُهٗ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكَ مِنْ اِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا اَلْوَانُهَا قَالَ حُمْرٌ قَالَ هَلْ فِيْهَا مِنْ اَوْرَقَ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لَوُرْقًا قَالَ فَاَنّٰى تُرٰى ذٰلِكَ جَاءَهَا قَالَ عِرْقٌ نَزَعَهَا قَالَ فَلَعَلَّ هٰذَا عِرْقٌ نَزَعَهٗ وَلَمْ يُرَخِّصْ لَهٗ فِى الْاِنْتِفَاءِ مِنْهُ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۹٦/۱۳ الحدیث رقم ۷۳۱٤ ومسلم فی ۱۱۳۷/۲ الحدیث رقم (۱۸۔۱۵۰۰) وابوداؤد فی السنن ٦۹٤/۲ الحدیث رقم ۲۲٦۰ والترمذی فی ۳۸۲/٤ الحدیث رقم ۲۱۲۸ والنسائی فی ۱۷۸/٦ الحدیث رقم ۳٤۷۸ وابن ماجه فی السنن ٦٤۵/۱ الحدیث رقم ۲۰۰۲ واحمد فی المسند ۲۳۳/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے جناب رسول اللہؐ کی خدمت میں عرض کیا۔ میری بیوی کے ہاں کالے رنگ کا لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اور میں نے اس کا انکار کر دیا ہے۔ یعنی میں نے کہہ دیا ہے کہ یہ میرا لڑکا نہیں۔ کیونکہ وہ میرا ہم رنگ نہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ کیا تیرے ہاں کچھ اونٹ ہیں۔ اس نے کہ جی ہاں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ ان کے کیا رنگ ہیں۔ اس نے کہا سرخ رنگ۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ کیا ان میں خاکستری رنگ کا اونٹ بھی ہے۔ اس نے کہا یقیناً ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ تیرے خیال کے مطابق وہ رنگ کہاں سے آیا ہے۔ حالانکہ اس کے ماں باپ تو اس رنگ کے نہیں۔ وہ کہنے لگا۔ کہ کوئی رگ ہے جس نے اس کو کھینچ لیا۔ یعنی ان کی اصل میں کوئی اس رنگ کا اونٹ ہوگا۔ تو یہ رنگ میں اس کے مشابہ ہوا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ شاید یہ تمہارا لڑکا اس رگ کے کھینچ لینے کی وجہ سے ہو۔ جس نے اس کو اپنے سے مشابہ کر دیا۔ یعنی اس کی اصل میں بھی کوئی کالا ہوگا۔ جس کے یہ مشابہ ہے۔ آپ علیہ السلام نے اس دیہاتی کو اس بات کی رخصت نہ دی۔ کہ وہ اپنے سے لڑکے کی نفی کرے۔

تشریح ✿ علامہ طیبیؒ لکھتے ہیں۔ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ کمزور علامات کی وجہ سے اپنے سے لڑکے کی نفی کرنا جائز نہیں ہے۔ یعنی یہ کہنا جائز نہیں کہ یہ میرا لڑکا نہیں ہے۔ بلکہ اس کے لیے تو قوی دلیل کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ بیوی سے اس نے صحبت نہ کی ہو اور بچہ پیدا ہو جائے۔ یا صحبت تو کی مگر صحبت کے بعد چھ ماہ سے پہلے ولادت ہو جائے۔ تو ایسے بچے کی نفی کرنا جائز ہے۔ (ع)

فقط قرائن سے نسب نہیں بدلتا

۹/۳۲۶۳ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ عُتْبَةُ بْنُ اَبِىْ وَقَّاصٍ عَهِدَ اِلٰى اَخِيْهِ سَعْدِ بْنِ اَبِىْ وَقَّاصٍ اَنَّ ابْنَ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ مِنِّىْ فَاقْبِضْهُ اِلَيْكَ فَلَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ اَخَذَهٗ سَعْدٌ فَقَالَ اِنَّهُ ابْنُ اَخِىْ وَقَالَ عَبْدُ بْنُ

زَمْعَةَ اَخِیْ فَتَسَا وَقَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَعْدٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَخِیْ كَانَ عَهِدَ اِلَیَّ فِیْهِ وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ اَخِیْ وَابْنُ وَلِیْدَةَ اَبِیْ وُلِدَ عَلٰی فِرَاشِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ یَا عَبْدَ ابْنَ زَمْعَةَ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ احْتَجِبِیْ مِنْهُ لِمَا رَاٰی مِنْ شِبْهِهٖ بِعُتْبَةَ فَمَا رَاٰهَا حَتّٰی لَقِیَ اللّٰهَ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ هُوَ اَخُوْكَ یَا عَبْدَ ابْنَ زَمْعَةَ مِنْ اَجْلِ اَنَّهٗ وُلِدَ عَلٰی فِرَاشِ اَبِیْهِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۷۱/۵ الحدیث رقم ۲۷۴۵ ومسلم فی ۱۰۸۰/۲ الحدیث رقم (۳۶-۱۴۵۷) وابوداؤد فی السنن ۷۰۳/۲ الحدیث رقم ۲۲۷۳ والترمذی فی السنن ۴۶۳/۳ الحدیث رقم ۱۱۵۷ والنسائی فی ۱۸۱/۶ الحدیث رقم ۳۴۸۷ وابن ماجه فی ۶۴۶/۱ الحدیث رقم ۲۰۰۴ والدارمی فی ۲۰۳/۲ الحدیث رقم ۲۲۳۶ ومالك فی الموطأ ۷۳۹/۲ الحدیث رقم ۲۰ من كتاب الاضحیة واحمد فی المسند ۱۲۹/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص کو وصیت کی تھی۔ کہ زمعہ کی لونڈی کا لڑکا مجھ سے ہے۔ اس لیے اس کو اپنے ساتھ ملا لینا۔ جب مکہ فتح ہوا۔ تو سعد نے اس کو قبضہ میں لے لیا اور کہا کہ یہ میرا بھتیجا ہے۔ تو عبد بن زمعہ نے کہا کہ یہ میرا بھائی ہے۔ چنانچہ وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنا معاملہ لے گئے اور سعد کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے بھائی نے مرنے سے پہلے وصیت کی تھی۔ کہ یہ لڑکا میرا ہے۔ اس کو تم لے لینا۔ عبد بن زمعہ کہنے لگے کہ یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی لونڈی سے پیدا ہوا ہے اور اسی کے فراش پر پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے عبد بن زمعہ یہ تیرے لیے ہے۔ کیونکہ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ یعنی لڑکا بچھونے والے کا اور زانی کے لیے محرومی۔ یعنی نہ اس کو میراث ملے گی نہ نسب ثابت ہوگا۔ یا زانی کے لئے سنگساری ہے۔ پھر آپ ﷺ نے زمعہ کی بیٹی حضرت سودہ کو فرمایا کہ آئندہ تم اس سے پردہ کیا کرو۔ کیونکہ اس کی عتبہ کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت سودہ نے وفات تک اس کو نہ دیکھا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے عبد بن زمعہ وہ تیرا بھائی ہے۔ اس لیے کہ وہ تیرے باپ کے بچھونے پر پیدا ہوا ہے۔ (یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے)۔

تشریح ☼ یہ عتبہ وہی شخص ہے۔ جس نے غزوۂ احد میں آپ ﷺ کے چہرہ پر پتھر مارا۔ اس سے آپ کا دندان مبارک شہید ہو گیا۔ یہ غزوہ احد کے بعد کفر کی حالت میں مرا۔ زمعہ حضرت سوداء کے والد محترم کا نام ہے۔ یہ سوداء آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں۔ عتبہ نے زمعہ کی لونڈی سے زنا کیا اور اس سے یہ بچہ پیدا ہوا۔ عتبہ کا خیال یہ تھا۔ کہ جس طرح جاہلیت کے زمانہ میں زنا کے لڑکے نسب زانی سے ثابت ہوتا تھا۔ جب کہ وہ زانی اس کا دعویدار ہو اور ایام جاہلیت میں یہ عام رواج تھا۔ اس لیے مرتے وقت اس نے اپنے بھائی سعد کو وصیت کی۔ کہ یہ لڑکا مجھ سے ہے۔ اس لیے اس کو اپنے ہاں لے کر پرورش کرنا۔ چنانچہ فتح مکہ کے سال حضرت سعد نے اپنے بھائی کی وصیت کے مطابق اسے لے لیا اور کہا کہ یہ میرا بھتیجا ہے۔ زمعہ کے بیٹے عبد کہنے لگے۔ کہ یہ میرا بھائی ہے۔ کیونکہ میرے والد کی لونڈی سے پیدا ہوا ہے۔ یہ واقعہ جب آپ ﷺ سے ذکر کیا گیا۔ تو آپ ﷺ نے فیصلہ فرمایا۔ کہ یہ لڑکا عبد بن زمعہ کے حوالہ ہوگا اور اس کا بھائی کہلائے گا۔ کیونکہ اس کے والد کے بچھونے پر پیدا ہوا ہے۔ اس جملے کا مفہوم

باب الوصایا فصل اول میں حضرت ابوامامہ کی روایت کے تحت تفصیل سے ذکر کر دیا گیا۔

اُحْتَجِبِی :

اگر چہ وہ شریعت کے حکم سے تو تیرا بھائی ہے اور مشابہت اور قیافہ کا شرع میں اعتبار نہیں۔لیکن ظاہری اعتبار سے لڑکا عتبہ کے مشابہ ہے۔اس لیے تورع اور احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ تم اس کے سامنے مت آنا۔" انه ولد علی فراش ابیه" یہ راوی کا کلام ہے۔یعنی آپ ﷺ نے یہ حکم اس لیے فرمایا۔کہ وہ لڑکا عبد بن زمعہ کے والد کے بستر پر پیدا ہوا تھا۔(ع۔ح)

اُسامہ رضی اللہ عنہ کے متعلق مجزز مدلجی کا قیافہ

۳۲۶۴/۱۰ وَعَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ وَهُوَ مَسْرُوْرٌ فَقَالَ اَیْ عَائِشَةُ اَلَمْ تَرَیْ اَنَّ مُجَزِّزًا الْمُدْلِجِیَّ دَخَلَ فَلَمَّا رَاٰی اُسَامَةَ وَزَیْدًا وَعَلَیْهِمَا قَطِیْفَةٌ قَدْ غَطَّیَا رُؤُوْسَهُمَا وَبَدَتْ اَقْدَامُهُمَا فَقَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْاَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۶/۱۲ الحدیث رقم ۶۷۷۱ومسلم فی ۱۰۸۲/۲ الحدیث رقم (۳۸-۱۴۵۹)وابوداؤد فی السنن ۶۹۸/۲ الحدیث رقم ۲۲۶۷ والنسائی فی ۱۸۴/۶ الحدیث رقم ۳۴۹۴وابن ماجه فی ۷۸۷/۲ الحدیث رقم ۲۳۴۹ واحمد فی المسند ۲۲۶/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے ایک دن آپ ﷺ خوش خوش میرے ہاں تشریف لائے اور فرمایا۔اے عائشہ تمہیں معلوم ہے کہ مجزز مدلجی داخل یعنی مسجد میں آیا اور اس نے اسامہ اور زید کو چادر اوڑھے اور سر ڈھانکے لیٹے ہوئے پایا۔جب کہ ان کے قدم ظاہر ہو رہے تھے۔تو مجزز کہنے لگا کہ یہ پاؤں ایک دوسرے سے ہیں۔(یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے)۔

تشریح ۞ اِنَّ هٰذِهِ الْاَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ۔یعنی ان دونوں پاؤں میں پسری و پدری مناسبت ہے۔حاصل کلام یہ ہے کہ زید بن حارثہ جن کو آپ نے متبنّیٰ بنایا تھا۔ان کا رنگ گورا اور چہرہ نہایت خوبصورت تھا اور ان کا بیٹا اسامہ اس کا رنگ سیاہ تھا۔وہ اپنی والدہ کے مشابہ تھا۔وہ سیاہ رنگ کی لونڈی تھی۔جن کا نام ام ایمن تھا۔منافقین اسامہ کے نسب میں طعن کرتے تھے۔کہ ایسے باپ کا بیٹا ایسا نہیں ہوسکتا جب مشہور قیافہ شناس مجزز مدلجی جو اپنے فن میں یگانہ روزگار تھا اور آدمی کی صورت دیکھ کر اس کی صفات واحوال معلوم کر لیتا تھا۔اس نے ان کو دیکھا اور یہی فیصلہ کیا کہ یہ دونوں باپ بیٹا ہیں۔تو آپ ﷺ کو اس سے خوشی ہوئی۔کیونکہ اہل عرب کے ہاں قیافہ شناسوں کی بات بڑی معتبر سمجھی جاتی تھی۔گویا اس سند سے اسامہ کی اپنے والد کی طرف نسبت کو اور پختگی مل گئی۔

اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ احکام شریعت میں یا ثبوت نسب کے لئے قیافہ شناس کا قول معتبر ہو۔احناف کا یہی مسلک ہے۔ائمہ ثلاثہ کے ہاں قیافہ شناس کا قول معتبر مانا جائے گا۔چنانچہ اگر کوئی مشترک لونڈی کوئی بچہ جنے اور دونوں شریک اس کے

دعویدار ہوں۔ تو ان کے ہاں قیافہ شناس کے قول کا اعتبار ہوگا۔ ہمارے نزدیک وہ بچہ دونوں کا شمار ہوگا۔ حکم شرع میں اگرچہ حقیقی اعتبار سے ایک کا ہے۔ مگر وہ لونڈی دونوں کی ام ولد کہلائے گی۔ (ع۔ح)

غیر باپ کی طرف نسبت کرنے والے پر جنت حرام

۳۲۶۵/۱ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ وَاَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْہِ وَھُوَ یَعْلَمُ اَنَّہٗ غَیْرُ اَبِیْہِ فَالْجَنَّۃُ عَلَیْہِ حَرَامٌ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۲/۵۴ الحدیث رقم ۶۷۶۶ ومسلم فی ۱/۸۰ الحدیث رقم (۱۱۵-۶۳) وابن ماجه فی السنن ۲/۸۷۰ الحدیث رقم ۲۶۱۰ والدارمی فی ۲/۴۴۲ الحدیث رقم ۲۸۶۰ واحمد فی المسند ۵/۴۶۔

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابوبکرہ دونوں سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ شخص جو اپنی نسبت غیر باپ کی طرف کرے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس کا باپ نہیں۔ پس اس پر جنت حرام ہے۔ (بخاری و مسلم)

فوائد الحدیث: حَرَامٌ :

یعنی اگر وہ اس کو حلال یقین کرے اور اس کا اعتقاد رکھے تو اس پر جنت حرام ہے کیونکہ حرام کو حلال سمجھنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے اور کافر پر جنت حرام ہے یا یہ مطلب ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر باپ کے علاوہ کی طرف اپنی نسبت کرے تو اس پر جنت حرام ہے یا حرام کا مطلب یہ ہے کہ شروع میں داخل ہونے والوں میں سے نہیں ہوگا۔ گناہ کی مقدار سے اس کو سزا دی جائے گی یا بطور تنبیہ اور زجر کے ایسی حرکات سے روکنے کے لئے آپ ﷺ نے شدید لفظ سے تعبیر فرمایا۔ (ح)

غیر باپ کی طرف نسبت کفرانِ نعمت ہے

۳۲۶۶/۲ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَرْغَبُوْا عَنْ اٰبَائِکُمْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ اَبِیْہِ فَقَدْ کَفَرَ۔ (متفق علیہ)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۱۲/۴۵ الحدیث رقم ۶۷۶۸ ومسلم فی ۱/۸۰ الحدیث رقم (۱۳-۶۲) واحمد فی المسند ۲/۵۲۶۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے باپوں سے اعراض نہ کرو یعنی ان کی طرف نسبت ترک کر کے۔ پس جس شخص نے اپنے باپ سے اعراض کیا۔ اس نے واقعتاً کفران نعمت کیا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ جاہلیت کے زمانہ میں لوگ اپنے باپوں سے اعرض کر کے دوسروں کو اپنا باپ ٹھہرا لیتے تھے۔ آپ علیہ السلام نے اس سے منع فرمایا اور جان بوجھ کر ایسا کرنے کو حرام قرار دیا اور اگر کسی نے اعتقاداً اس کو مباح قرار دیا تو وہ کافر ہو گیا۔ کیونکہ اس نے

اجماع کی مخالفت کی اور جس نے اس کے مباح ہونے کا اعتقاد تو نہیں کیا۔ پھر اس کے لیے لفظ کفر کے دو معنی ہیں۔ (۱) اس نے کفار کے فعل کی مشابہت اختیار کی۔ (۲) اس نے کفرانِ نعمت کیا۔ (ع)

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت: مَا مِنْ اَحَدٍ اَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ بَابُ صَلٰوةِ الْخُسُوْفِ میں گزر چکی ہے۔

الفصل الثانی:

خاوند کی طرف بچہ منسوب کرنے والی جنت میں نہ جائے گی

۳۲۶۷/۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَمَّا نَزَلَتْ اٰیَةُ الْمُلَاعَنَةِ اَیُّمَا امْرَاَةٍ اَدْخَلَتْ عَلٰی قَوْمٍ مَنْ لَیْسَ مِنْهُمْ فَلَیْسَتْ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ وَلَنْ یُدْخِلَهَا اللّٰهُ جَنَّتَهٗ وَاَیُّمَا رَجُلٍ جَحَدَ وَلَدَهٗ وَهُوَ یَنْظُرُ اِلَیْهِ احْتَجَبَ اللّٰهُ مِنْهُ وَفَضَحَهٗ عَلٰی رُؤُوْسِ الْخَلَائِقِ فِی الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ۔

(رواہ ابوداود والنسائی والدارمی)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۶۹۵/۲ الحدیث رقم ۲۲۶۳ والنسائی فی ۱۷۹/۶ الحدیث رقم ۳۴۸۱ وابن ماجه ۹۱۶/۲ الحدیث رقم ۲۷۴۳ والدارمی فی ۲۰۴/۲ الحدیث رقم ۲۲۳۸۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت لعان اتری میں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو عورت کسی قوم میں اس کو داخل کرے جو ان میں سے نہیں یعنی عورت نے زنا کر کے بچہ جنا اور اس کو اپنے خاوند کے ذمہ لگا دیا۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی حیثیت نہیں رکھتی اور اللہ تعالیٰ اسے ہرگز جنت میں داخل نہ کرے گا یعنی مقربین اور نیکوں کے ساتھ۔ جو شخص اپنے بیٹے کا انکار کرے یعنی اس کی بیوی نے بچہ جنا وہ کہتا ہے میرا نہیں بلکہ وہ حرامی ہے۔ حالانکہ وہ اس کی طرف دیکھتا ہے یعنی جانتا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے حجاب کریں گے یعنی اس کو دیدار نصیب نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کو تمام اولین و آخرین کے سامنے رسوا کرے گا یعنی تمام مخلوق کے سامنے میدان قیامت میں محشر کے دن جب کہ اگلے پچھلے وہاں موجود ہوں گے۔ یہ ابوداؤد نسائی و دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ حاصل یہ ہے کہ عورت کو بدکاری سے بچنا چاہئے اور حرام کے بچے کو اپنے خاوند کی طرف منسوب نہ کرے۔ اسی طرح مرد کو دیدہ دانستہ بچے کا انکار اور اپنی بیوی پر تہمت نہ لگانی چاہئے۔ (ح)

بدکار عورت کو طلاق دیدو

۳۲۶۸/۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ لِیْ امْرَاَةً لَا تَرُدُّ یَدَ لَامِسٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَلِّقْهَا قَالَ اِنِّیْ اُحِبُّهَا قَالَ فَاَمْسِکْهَا اِذًا رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِیُّ وَقَالَ النَّسَائِیُّ رَفَعَهٗ اَحَدُ الرُّوَاةِ اِلَی ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَحَدُهُمْ لَمْ یَرْفَعْهُ قَالَ وَهٰذَا

اَلْحَدِيْثُ لَيْسَ بِثَابِتٍ۔

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۲/۵۴۱ الحديث رقم ۲۰۴۹ والنسائی فی ۶/۱۶۹ الحديث رقم ۳۴۶۴۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا میری ایک عورت ہے جو چھونے والے کے ہاتھ کو واپس نہیں پھیرتی یعنی جو کوئی اس سے بدکاری کا ارادہ کرتا ہے وہ اس سے انکار نہیں کرتی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کو طلاق دے دو۔ پھر وہ کہنے لگا مجھے اس سے محبت ہے۔ آپ نے فرمایا پھر اس کی نگہبانی کرو۔ یہ ابو داؤد و نسائی کی روایت ہے۔ نسائی کی سند ابن عباس تک متصل ہے جب کہ دوسری منقطع ہے۔ اس لئے نسائی نے اس کے اتصال کا انکار کیا ہے۔

تشریح ۞ فَاَمْسِكْهَا یعنی اس کو بدکاری سے روک کر رکھ نمبر۲ یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ بدکار عورت کو طلاق دے دینا اولیٰ ہے۔

نمبر۳ اگر اسے طلاق دینا مشکل ہو خواہ اس سبب سے کہ اس سے محبت ہو یا اس وجہ سے کہ اس سے اولاد ہو اور اولاد کو ماں کی جدائی برداشت نہیں یا اس عورت کا اس کے ذمہ قرض ہے جس کی ادائیگی سے یہ قاصر ہے۔ تو ان صورتوں میں اس شرط پر طلاق نہ دے کہ اس کو بدکاری سے روکے اور اگر اسے بدکاری سے نہیں روکتا تو طلاق نہ دینے کی وجہ سے سخت گناہ گار ہے۔

الحاقِ نسب کا شاندار ضابطہ

۱۵/۳۲۶۹ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى اَنَّ كُلَّ مُسْتَلْحَقٍ اسْتُلْحِقَ بَعْدَ اَبِيْهِ الَّذِيْ يُدْعٰى لَهٗ اِدَّعَاهُ وَرَثَتُهٗ فَقَضٰى اَنَّ كُلَّ مَنْ كَانَ مِنْ اَمَةٍ يَمْلِكُهَا يَوْمَ اَصَابَهَا فَقَدْ لَحِقَ بِمَنِ اسْتَلْحَقَهٗ وَلَيْسَ لَهٗ مِمَّا قُسِمَ قَبْلَهٗ مِنَ الْمِيْرَاثِ شَيْءٌ وَمَا اَدْرَكَ مِنْ مِيْرَاثٍ لَمْ يُقْسَمْ فَلَهٗ نَصِيْبُهٗ وَلَا يُلْحَقُ اِذَا كَانَ اَبُوْهُ الَّذِيْ يُدْعٰى لَهٗ اَنْكَرَهٗ فَاِنْ كَانَ مِنْ اَمَةٍ لَمْ يَمْلِكْهَا اَوْ مِنْ حُرَّةٍ عَاهَرَبِهَا فَاِنَّهٗ لَا يَلْحَقُ وَلَا يَرِثُ وَاِنْ كَانَ الَّذِيْ يُدْعٰى لَهٗ هُوَ الَّذِيْ اِدَّعَاهُ فَهُوَ وَلَدُ زِنْيَةٍ مِنْ حُرَّةٍ كَانَ اَوْ اَمَةٍ۔ (رواه ابو داود)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۲/۶۹۶ الحديث رقم ۲۲۶۵ وابن ماجه فی ۲/۹۱۷ الحديث رقم ۲۷۴۶ والدارمی فی ۲/۴۸۳ الحديث رقم ۳۱۱۲ واحمد فی المسند ۲/۲۱۹۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا کہ جس بچے کا نسب اس کے والد کی وفات کے بعد اس کی طرف منسوب کیا گیا یا ملایا گیا۔ اور اس الحاق کا دعویٰ باپ کے ورثاء نے کیا مثلاً ایک شخص فوت ہوا۔ اس کی وفات کے بعد اس کے ورثاء نے ایک لڑکے کے متعلق یہ دعویٰ کیا کہ یہ میت کا بیٹا ہے اور ہماری طرح اس کا وارث ہے۔ پس آپ نے حکم فرمایا کہ جو لڑکا ایسی لونڈی سے ہو جس کا مرنے والا مالک تھا اور اس نے اس سے صحبت کی تھی یعنی یہ جماع طریقہ پر واقع ہوا ہے۔ تو یہ لڑکا نسب میں اسی کے ساتھ لاحق ہو

جائے گا یا جن ورثاء نے اس کو ملایا اور تسلیم کیا ان کا وارث بنے گا اگر تمام نے تسلیم کیا تو تمام کے حق میں ورثاء میں شامل ہو جائے گا اور شریک جائیداد ہوگا اور بعض نے ملایا تو ان کے حق میں وارث ہوگا جنہوں نے نہیں ملایا ان کے حق میں وارث نہ ہوگا اور اس وراثت میں اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا جو الحاق سے قبل تقسیم ہو چکی اور جو چیز الحاق کے بعد ہوگی اس میں اس کا حصہ ہوگا اور اگر اس لڑکے کا والد اپنی زندگی میں اس سے انکاری تھا تو مرنے کے بعد ورثاء کے الحاق سے اس کا نسب اس سے ملحق نہ ہوگا اور نہ یہ وارث بن سکے گا اور اگر یہ لڑکا اس لونڈی سے ہے کہ صحبت کے دن وہ مرنے والا اس کا مالک نہیں تھا بلکہ وہ غیر کی لونڈی تھی جس سے اس نے زنا کیا اور اس سے یہ پیدا ہوا یا اس حرہ سے پیدا ہوا جس سے اس نے زنا کیا پس یہ لڑکا نسب کے لحاظ سے مرنے والے کے ساتھ ملحق نہ ہوگا اور نہ وارث بن سکے گا۔ اگرچہ منسوب الیہ خود دعوی کرے۔ پس وہ بچہ حرہ سے ہو یا لونڈی سے وہ ولد الزنا ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

هُوَ الَّذِیْ اِدَّعَاهُ:

یہ ماقبل کی تاکید ہے۔ کہ زنا کی صورت میں لاحق کرنا جائز نہیں اگر زانی بھی الحاق کا دعویٰ کرے تب بھی الحاق درست نہیں چہ جائیکہ ورثاء الحاق کریں۔

خطابی کا قول:

یہ احکام ابتداء اسلام میں تھے۔ واقعہ یہ ہوا کہ ایک شخص مر گیا اس کے ورثاء نے ایک لڑکے کو اس کے ساتھ لاحق کیا۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں نمبر۱ اگر مرنے والے نے اپنی زندگی میں اس لڑکے کی نسبت سے انکار کیا کہ یہ میرا لڑکا نہیں ہے تو ورثاء کے الحاق سے وہ اس کے نسب سے ملحق نہ ہوگا اور نہ ہی وارث بن سکے گا۔ نمبر۲ اگر اس نے انکار نہیں کیا تھا اور یہ لڑکا اسی کی لونڈی کے بطن سے ہوا تو اسی سے لاحق ہوگا اور اس کا وارث بھی بن جائے گا۔ مگر یہ اس مال کا وارث ہوگا جو ابھی تک تقسیم نہیں ہوا۔ اس مال سے اس کا تعلق نہ ہوگا جو الحاق سے پہلے تقسیم ہو چکا۔

نمبر۳ اگر یہ لڑکا دوسرے کی لونڈی سے ہے جیسا کہ زمعہ کی لونڈی کا بچہ جس کو عتبہ اپنے ساتھ ملا رہا تھا۔ یا آزاد عورت سے زنا کے بعد پیدا ہوا تو پھر یہ نہ لاحق ہوگا نہ وارث بلکہ صحبت کرنے والا خود بھی لاحق کرے تب بھی لاحق نہ ہوگا ورثاء کس شمار و قطار میں کیونکہ زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا۔ (ح۔ع)

بعض تکبر و غیرت اللہ کو پسند اور بعض ناپسند

۳۲۷۰/۶ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَتِيْكٍ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنَ الْغَيْرَةِ مَا يُحِبُّ اللّٰهُ وَمِنْهَا مَا يُبْغِضُ اللّٰهُ فَاَمَّا الَّتِيْ يُحِبُّهَا اللّٰهُ فَالْغَيْرَةُ فِي الرِّيْبَةِ وَاَمَّا الَّتِيْ يُبْغِضُهَا اللّٰهُ فَالْغَيْرَةُ فِيْ غَيْرِ رِيْبَةٍ وَاِنَّ مِنَ الْخُيَلَاءِ مَا يُبْغِضُ اللّٰهُ وَمِنْهَا مَا يُحِبُّ اللّٰهُ فَاَمَّا الْخُيَلَاءُ الَّتِيْ يُحِبُّ اللّٰهُ فَاخْتِيَالُ الرَّجُلِ عِنْدَ

الْقِتَالِ وَاخْتِيَالُهُ عِنْدَ الصَّدَقَةِ وَاَمَّا الَّتِي يُبْغِضُ اللّٰهُ فَاخْتِيَالُهُ فِي الْفَخْرِ وَ فِي رِوَايَةٍ فِي الْبَغْيِ۔

(رواه أحمد وابوداود والنسائی)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۱۱٤/۳ الحديث رقم ۲٦٥۹ والنسائی فی ۷۸/٥ الحديث رقم ۲٥٥۸ والدارمی فی ۲۰۰/۲ الحديث رقم ۲۲۲٦ واحمد فی المسند٥/٤٤٥۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (یعنی اپنی بیوی اور لونڈی کے متعلق) بعض غیرت کو تو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں اور بعض غیرت کو ناپسند کرتے ہیں۔ چنانچہ جس غیرت کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں وہ شک وشبہ کی جگہ پیدا ہونے والی غیرت ہے۔ مثلاً بیوی یا لونڈی غیروں کے سامنے آتی ہو یا غیر مرد اس کے ہاں آتے ہوں اور وہ ان سے ہنسی مذاق کرتی ہو۔ تو اس موقع پر خاوند کے غیرت کرنے کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں۔ اور جس غیرت کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتے ہیں وہ ہے جو کسی شک وشبہ کی جگہ کے بغیر پیدا ہو۔ مثلاً بلاوجہ بیوی کے متعلق دل میں بدگمانی پیدا ہو کر جو غیرت پیدا ہو یہ بے جا ہے۔ اسی طرح بعض تکبر اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور بعض ناپسند ہے۔ چنانچہ جس تکبر اور بڑائی کو اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں وہ جہاد کے وقت آدمی کا تکبر اور بڑائی اختیار کرنا ہے۔ (یعنی کفار کے مقابلہ میں مسلمانوں کی برتری اور دبدبہ ظاہر کرنے کے لئے جو کیا جائے) اسی طرح وہ بڑائی بھی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے کے سلسلہ میں کی جائے (تاکہ دوسروں کو ترغیب ہو اور وہ خوشدلی سے صدقہ زیادہ مقدار میں کریں) اور جو تکبر و بڑائی اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں وہ (نسب پر) فخر وغرور ہے۔ ایک روایت میں الفخر کی بجائے الفقر ہے یا فی البغی ہے۔ یعنی ظلم و زیادتی میں تکبر یا فقیر ہو کر تکبر کرنا (یہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے یہ تکبر بلا سبب ہے) یہ احمد' ابوداؤد و نسائی کی روایت ہے

تشریح ❁ نسب پر فخر کرنا اور اس میں بڑائی ظاہر کرنا کہ میں نسب میں اعلیٰ ہوں اور میں بڑا ہوں کیونکہ میرے باپ دادا بڑے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑائی کا معیار تقویٰ ہے نہ کہ نسب۔ چنانچہ اللہ پاک کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ......﴾

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ بزرگ و بلند مرتبہ وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے''۔

مشکوٰۃ کے ایک نسخہ میں الفخر کی بجائے الفقر بھی وارد ہے۔ غنا میں بھی تکبر برا ہے تو حالت فقر میں بدترین ہے۔ متکبرین کے ساتھ تکبر صدقہ ہے اس سے ان کا تکبر ٹوٹتا ہے۔ (ع)

الفصل الثالث:

اسلام میں جاہلیت والا انتساب نہیں

۷/۳۲۷۱ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فُلَانًا ابْنِيْ عَاهَرْتُ بِاُمِّهٖ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا دِعْوَةَ فِي الْاِسْلَامِ ذَهَبَ اَمْرُ

الْجَاهِلِيَّةِ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۲/۷۰۶ الحديث رقم ۲۲۷٤۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے۔ کہ ایک شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا۔ فلاں میرا بیٹا ہے۔ میں نے زمانہ جاہلیت میں اس کی ماں سے زنا کیا تھا۔ آپ نے فرمایا زمانہ جاہلیت میں گزری بات کا اسلام میں دعویٰ نہیں ہے یعنی اس زمانے میں جو بچہ زنا سے پیدا ہوتا اگر زانی اس کا دعویٰ کرتا تو وہ اس کے ساتھ لاحق کر دیا جاتا مگر اسلام میں اس طرح نہیں بلکہ (اسلام میں یہ اصول ہے) اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ (یعنی بچہ صاحب فراش کا ہے اور زانی کے لئے پتھر ہیں)۔ (ابوداؤد)

فوائد الحدیث: لِلْفِرَاشِ:

سے مراد عورت ہے جو کہ کسی کے نکاح میں ہو یا کسی کی ملک میں ہو اور اس کے ہاں زنا سے بچہ پیدا ہو تو اس کا نسب اس کے مالک یا خاوند سے ثابت ہوگا اور اگر وہ کسی کی ملک یا نکاح میں نہ ہو تو بچہ ماں کی طرف منسوب ہوگا۔ زانی سے کسی صورت نسب ثابت نہ ہوگا۔ (مولانا)

چار قسم کی عورتوں پر لعان نہیں

۳۲۷۲/۱۸ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ مِنَ النِّسَاءِ لَا مُلَاعَنَةَ بَيْنَهُنَّ النَّصْرَانِيَّةُ تَحْتَ الْمُسْلِمِ وَالْيَهُوْدِيَّةُ تَحْتَ الْمُسْلِمِ وَالْحُرَّةُ تَحْتَ الْمَمْلُوْكِ وَ الْمَمْلُوْكَةُ تَحْتَ الْحُرِّ ۔

(رواه ابن ماجة)

اخرجه ابن ماجه فی ۱/۶۷۰ الحديث رقم ۲۰۷٦۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چار قسم کی عورتوں کے مابین لعان نہیں ہے یعنی ان کے اور ان کے خاوندوں کے مابین لعان نہیں ہے۔

تشریح ❁ نمبر۱ وہ نصرانیہ عورت جو کسی مسلمان کے نکاح میں ہو نمبر۲ یہودیہ جو کسی مسلمان کے نکاح میں ہو نمبر۳ وہ آزاد عورت جو کسی غلام کے نکاح میں ہو نمبر۴ جو لونڈی کسی آزاد کے نکاح میں ہو۔ یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔

یعنی اگر کوئی نصرانی عورت یا یہودیہ کسی مسلمان کے نکاح میں ہو اور اس کا خاوند اس پر زنا کی تہمت لگائے اور وہ انکار کرے تو اس صورت میں ان پر لعان نہیں آتا۔ اسی طرح اگر آزاد عورت کسی غلام کے نکاح میں ہو یا کوئی لونڈی کسی آزاد کے نکاح میں ہو ان کے مابین بھی لعان نہیں۔

اصل الاصول:

اس سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ لعان درحقیقت گواہی ہے۔ پس ضروری ہے کہ مرد و عورت دونوں گواہ بننے کی صلاحیت

رکھتے ہوں۔ کافر اور مملوک اہل شہادت میں سے نہیں اس لئے ان کے مابین لعان بھی نہیں۔ (مولانا۔ ح)

لعان کو حتی الامکان ٹالنے کی کوشش

۳۲۷۳/۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ رَجُلاً حِیْنَ اَمَرَ الْمُتَلَاعِنَیْنِ اَنْ یَتَلَاعَنَا اَنْ یَّضَعَ یَدَہٗ عِنْدَ الْخَامِسَۃِ عَلٰی فِیْہِ وَقَالَ اِنَّھَا مُوْجِبَۃٌ۔ (رواہ النسائی)

اخرجہ ابو داؤد فی السنن ۶۸۸/۲ الحدیث رقم ۲۲۵۵ والنسائی فی ۱۷۵/۶ الحدیث رقم ۳۴۷۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حکم فرمایا کہ جب یہ دونوں لعان کرنے والے پانچویں گواہی پر پہنچیں تو ان کے منہ پر ہاتھ رکھ دے اور فرمایا کہ پانچویں گواہی واجب کرنے والی ہے یہ نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یعنی ان دو مرد و عورت کے متعلق فرمایا جو لعان کا ارادہ رکھتے ہوں جب آپ نے لعان کرنے کا حکم فرمایا تو ایک شخص کو فرمایا کہ جب پانچویں گواہی کی باری آئے تو اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دینا تا کہ پانچویں گواہی دیکر لعان کو پورا نہ کر سکیں (اس سے تفریق زوجین واجب ہو جائے گی یا وہ گناہ کو لازم کرنے والی ہے۔ (اگر وہ جھوٹا ہو۔ اصل مقصود ڈرانا اور تنبیہ کرنا ہے تا کہ پانچویں قسم سے باز رہے اور اس دنیا کے عذاب کو یعنی حد خذف یا حد زنا کو اختیار کر کے آخرت کے شدید و نا قابل برداشت عذاب سے بچ جائیں)۔

(۲) بظاہر یہ باز رکھنے کے لئے تلقین ہے۔ (ع)

مجھے شیطان سے محفوظ کر دیا گیا ہے

۳۲۷۴/۲۰ وَعَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِھَا لَیْلاً قَالَتْ فَغِرْتُ عَلَیْہِ فَجَاءَ فَرَاٰی مَا اَصْنَعُ فَقَالَ مَالَكِ یَا عَائِشَۃُ اَغِرْتِ فَقُلْتُ مَا لِیَ لَا یَغَارُ مِثْلِیْ عَلٰی مِثْلِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَدْ جَاءَكِ شَیْطَانُكِ قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَعِیَ شَیْطَانٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَمَعَكَ یَا رَسُوْلَ للّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ وَلٰکِنْ اَعَانَنِی اللّٰہُ عَلَیْہِ حَتّٰی اَسْلَمَ۔ (رواہ مسلم)

اخرجہ مسلم فی صحیحہ ۲۱۶۸/۴ الحدیث رقم (۷۰-۲۸۱۵) واحمد فی المسند ۱۱۵/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں سے رات کے وقت نکلے یعنی پندرہ شعبان کی رات کو جیسا کہ دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ عائشہؓ کہتی ہیں کہ مجھے غیرت آئی جب آپؐ واپس تشریف لائے اور مجھے اس حالت میں دیکھا تو ارشاد فرمایا کیا تم نے مجھ پر غیرت کھاتی ہے تو میں نے کہا مجھ جیسی آپ جیسی ہستی پر کیوں غیرت نہ کھائے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا شیطان تمہارے پاس آیا یعنی شیطان نے تجھے ان وساوس میں

مبتلا کیا۔ عائشہؓ کہتی ہیں یارسول اللہ کیا میرے ساتھ بھی شیطان ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ میں نے پوچھا کیا آپ کے ساتھ بھی ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف میری مدد فرمائی پس میں اس سے محفوظ رہتا ہوں اس کے وسوسہ سے بچا رہتا ہوں یہاں تک کہ وہ وسوسہ نہیں ڈال سکتا یا وہ مسلمان ہو گیا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ میں نے حضرت پر غیرت کی کہ کہیں میری باری میں اور کسی بیوی کے ہاں نہ چلے گئے ہوں۔ اس سے میری حالت متغیر ہوگئی اور میں آپ کے پیچھے پیچھے گئی تو حضرت ﷺ کو جنت البقیع میں پایا۔ کہ آپ مرنے والوں کے لئے استغفار میں مشغول تھے۔ جب آپ وہاں سے واپس لوٹے تو میں دوڑ کر پہلے چلی آئی اور دوڑنے کی وجہ سے میرا سانس پھول گیا تو جناب رسول اللہ ﷺ جب واپس تشریف لائے تو آپ نے میرا سانس پھولا ہوا پایا اور شدید گھبراہٹ کی حالت میں پایا۔ اس سے آپ ﷺ سمجھ گئے کہ انہوں نے غیرت کی وجہ سے میرا پیچھا کیا ہے۔

(۲) مَالِيَ لَا يُغَارُ مِثْلِيْ :

آپ مجھ سے کامل محبت رکھتے ہیں لیکن میری سوکنیں بہت ہیں اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری جمال و کمال سے نوازا ہوا ہے جس سے آپ کی محبت دل میں جمی اور گڑھی ہوئی ہے پھر کیوں کر آپ پر رشک نہ کیا جائے۔ (ع)

عدت کا بیان

لغت میں عدت گننے اور شمار کرنے کو کہتے ہیں۔ مگر شریعت میں عورت کے اس ٹھہرنے کو کہا جاتا ہے جو خاوند کے مر جانے یا زوال نکاح یا طلاق کے بعد دوسری جگہ نکاح سے پہلے ٹھہرتی ہے اور عدت اس نکاح کے زوال پر ہوتی ہے جس میں صحبت یا اس کے قائم مقام خلوت صحیحہ واقع ہوئی ہو۔ یا اس چیز کے زوال پر وہ ٹھہرنا ہو جو نکاح کے مشابہ ہے۔

① ایام مقررہ: یعنی اگر آزاد عورت کو خاوند نے طلاق دی یا اس سے نکاح فسخ ہوا اور اس کو حیض آتا ہے تو اس کی عدت تین حیض ہوگی اسی طرح وہ عورت جس سے شبہ میں صحبت واقع ہوئی۔ یا نکاح فاسد جیسے نکاح موقت وغیرہ کی وجہ سے صحبت ہوئی اور اب تفریق کرادی گئی یا خاوند بلا تفریق مر گیا یا وہ ام ولد تھی مگر وہ آزاد کر دی گئی یا آقا کے مر جانے پر خود آزاد ہو گئی تو ان سب عورتوں کی عدت بھی تین حیض ہوگی جب کہ حیض آتا ہو۔ البتہ وہ حیض جس میں طلاق دی گئی وہ گنتی میں شامل نہ ہوگا۔

② اگر حیض نہیں آتا خواہ کم عمری کی وجہ سے یا زیادہ عمر کی وجہ سے یا بانجھ ہو جانے کی وجہ سے تو ان کی عدت تین ماہ ہوگی۔

③ جس کا خاوند فوت ہو جائے اس کی عدت چار ماہ دس دن ہوگی جب کہ وہ حاملہ نہ ہو۔

④ اگر خاوند اپنی بیوی کو جو کسی کی لونڈی ہو طلاق دے اور اسے حیض آتا ہو تو اس کی عدت دو حیض ہے اور اگر لونڈی کو حیض نہ

آتا ہو تو عدت ڈیڑھ ماہ ہوگی اور اگر اس کا خاوند مرجائے تو عدت دو ماہ پانچ دن ہوگی۔

۵ حاملہ عورت کی عدت مطلقاً وضع حمل ہے۔ خواہ خاوند نے طلاق دی یا فوت ہوا۔ عورت آزاد ہے یا لونڈی بچہ پیدا ہوتے ہی وہ عدت سے نکل جائے گی۔ خواہ طلاق کے بعد ذرا سی دیر گزری ہو۔ عدت کے باقی مسائل کتب فقہ میں ملاحظہ کر لئے جائیں۔ (ح۔ع)

الفصل الاول:

مطلقہ بائنہ سکنی اور نفقہ کی حقدار ہوگی یا نہ

۳۲۷۵/۱عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَیْسٍ اَنَّ اَبَا عَمْرِوبْنَ حَفْصٍ طَلَّقَهَا الْبَتَّةَ وَهُوَ غَائِبٌ فَاَرْسَلَ اِلَیْهَا وَکِیْلُهُ الشَّعِیْرَ فَسَخِطَتْهُ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا لَكِ عَلَیْنَا مِنْ شَیْءٍ فَجَاءَ تْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَتْ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ لَیْسَ لَكِ نَفَقَةٌ فَاَمَرَهَا اَنْ تَعْتَدَّفِیْ بَیْتِ اُمِّ شَرِیْكٍ ثُمَّ قَالَ تِلْكَ امْرَأَةٌ یَغْشَاهَا اَصْحَابِیْ اِعْتَدِّیْ عِنْدَ ابْنِ اُمِّ مَکْتُوْمٍ فَاِنَّهُ رَجُلٌ اَعْمٰی تَضَعِیْنَ ثِیَابَكِ فَاِذَا اَحْلَلْتِ فَاٰذِنِیْنِیْ قَالَتْ فَلَمَّا حَلَلْتُ ذَکَرْتُ لَهُ اَنَّ مُعَاوِیَةَ ابْنَ اَبِیْ سُفْیَانَ وَاَبَاجَهْمٍ خَطَبَانِیْ فَقَالَ اَمَّا اَبُو الْجَهْمِ فَلَا یَضَعُ عَصَاهُ عَنْ عَاتِقِهٖ وَاَمَّا مُعَاوِیَةُ فَصُعْلُوْكٌ لَا مَالَهُ اِنْکِحِیْ اُسَامَةَ بْنَ زَیْدٍ فَکَرِهْتُهُ ثُمَّ قَالَ اِنْکِحِیْ اُسَامَةَ فَنَکَحْتُهُ فَجَعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا وَ اغْتُبِطْتُ وَفِیْ رِوَایَةٍ عَنْهَا فَاَمَّا اَبُوْجَهْمٍ فَرَجُلٌ ضَرَّابٌ لِلنِّسَاءِ (رواه مسلم وفی روایة) اَنَّ زَوْجَهَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا فَاَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا نَفَقَةَ لَكِ اِلَّا اَنْ تَکُوْنِیْ حَامِلًا۔

اخرجه مسلم في صحيحه ١١١٤/٢ الحديث رقم (٣٦-١٤٨٠)وابوداؤدفي السنن ٧١٢/٢ الحديث رقم ٢٢٨٤ والنسائي في ٧٥/٦ الحديث رقم ٣٢٤٥ واحمد في المسند ٤١٣/٦ ومالك في الموطأفي ٥٨٠/٢ الحديث رقم ٦٧ من كتاب الطلاق

ترجمہ: حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ ابوعمرو بن حفص نے ان کو تین طلاقیں دیں۔ خود ابوعمرو وہاں موجود نہ تھے یعنی انہوں نے لکھ بھیجا یا کسی کی زبانی کہلوایا کہ میں نے تجھے طلاق دے دی ہے۔ تو ابوعمرو (کے وکیل) نے فاطمہ کی طرف کچھ جو بھیجے۔ فاطمہ اس کی مقدار کم سمجھ کر ناراض ہوئی۔ تو وکیل نے کہا اللہ کی قسم ہم پر کچھ بھی حق نہیں یعنی اس بناء پر کہ تجھے تین طلاقیں دی جا چکیں اور تین طلاق والی عورت کے لئے نفقہ کا حکم نہیں ہے۔ یہ جو تو احسان اور حسن سلوک کے طور پر دیے گئے ہیں۔ پھر فاطمہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ ﷺ سے یہ معاملہ ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تیرے لئے کچھ بھی نفقہ نہیں ہے اور فاطمہ کو آپ نے حکم فرمایا کہ وہ ام شریک کے ہاں عدت گزارے پھر آپ نے فرمایا کہ ام شریک کے ہاں تو میرے دوست یعنی جوان کے اقرباء اور اس کی

شہوت سے مامون ہو ورنہ تمام بدن کا دیکھنا حرام ہے۔

(۵) اَمَّا اَبُو الْجَھْمِ فَلَا یَضَعُ : یعنی ابوجہم سخت مزاج ہے وہ عورتوں کو پیٹتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا جس کو کسی مرد یا عورت کا عیب معلوم ہو وہ منگنی کے وقت ظاہر کر دے تا کہ وہ لوگ آئندہ مشقت میں نہ پڑیں۔

(۶) فَکَرِھْتُہٗ : میں نے اسامہ کو ناپسند کیا کیونکہ وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کا بیٹا تھا اس کا رنگ سیاہ تھا اور یہ قریشی اور خوبصورت خاتون تھیں۔ لیکن اسامہ آپ کے محبوب و مقرب تھے اس لئے آپ نے دوبارہ ان کی سفارش کی تو فاطمہ نے آپ کی خوشی کے سبب اس نکاح کو قبول کرلیا۔ اسی وجہ سے ان کو اس نکاح میں نہایت اطمینان اور چین نصیب ہوا اور عورتوں میں قابل رشک بن گئیں۔

(۷) طلاق بتہ والی عورت کے نفقہ و سکنیٰ میں اختلاف:

علماء کا اس سلسلہ میں اختلاف ہے کہ طلاق بتہ والی عورت کو نفقہ و سکنیٰ ملے گا یا نہیں نمبر ۱ حضرت عمر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسے نفقہ و سکنیٰ ملے گا۔ سکنی تو اس آیت سے ثابت ہے:

﴿اَسْکِنُوْھُنَّ مِنْ حَیْثُ سَکَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِکُمْ ......﴾

''تم ان (مطلقہ عورتوں) کو اپنی وسعت کے موافق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو''۔

اور نفقہ اس لئے کہ وہ اس کی وجہ سے آگے نکاح سے رکی ہوئی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ہم اپنے رب کی کتاب کو اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ایک عورت یعنی فاطمہ کے کہنے پر نہیں چھوڑ سکتے۔ شاید وہ بھول گئی یا اسے اشتباہ ہو گیا۔ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اس کے لئے نفقہ اور سکنیٰ ہے اور یہ بات آپ نے صحابہ کرام کے مجمع میں کہی تو بقول ابن الملک یہ بمنزلہ اجماع سکوتی کے ہے۔

نمبر ۲ امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اسے سکنیٰ ملے گا نفقہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس حدیث فاطمہ سے یہی بات ثابت ہوتی ہے۔

نمبر ۳ امام مالک اور شافعی رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ آیت: اسکنو ھن ...... کی وجہ سے اسے سکنیٰ تو دیں گے لیکن نفقہ نہیں ملے گا جیسا کہ اس روایت میں وارد ہوا ہے۔ اگر حاملہ ہو تو تب نفقہ بھی ہوگا جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ (ح۔ع)

خطرناک جگہ کی وجہ سے مکان بدلنے کا حکم دیا

۲/۳۲۷۶ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ اِنَّ فَاطِمَةَ کَانَتْ فِیْ مَکَانٍ وَحْشٍ فَخِیْفَ عَلٰی نَاحِیَتِھَا فَلِذٰلِكَ رَخَّصَ

اولاد ہیں وہ کثرت سے آتے جاتے ہیں۔ (یہ ام شریک وہی عورت ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو ہبہ کیا تھا۔) پس ام شریک کا مکان تیرے عدت بیٹھنے کے لئے مناسب نہیں۔ تم ابن ام مکتوم نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کے مکان میں عدت گزارو۔ تم اپنے زائد کپڑے اتاروگی (تو فرق نہ پڑے گا) جب تمہاری عدت ختم ہو جائے تو تم مجھے اطلاع دینا تاکہ میں تمہارے نکاح کی فکر کروں۔ فاطمہ کہتی ہیں جب میری عدت ختم ہوئی تو میں نے آپ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا اور یہ تذکرہ کیا کہ میری طرف معاویہ بن ابی سفیان، ابوجہم رضی اللہ عنہما نے پیغام نکاح بھیجا ہے آپ نے فرمایا ابوجہم تو اپنے کندھے سے لاٹھی نہیں رکھتا یعنی عورتوں کو بہت مارتا ہے اور معاویہ مفلس ہے اس کے پاس مال نہیں۔ پس تم اسامہ بن زید سے نکاح کرو۔ میں نے اس کو ناپسند کیا آپ نے پھر فرمایا تم اسامہ بن زید سے نکاح کرو۔ چنانچہ (آپ کے مشورہ کے مطابق) میں نے اسامہ سے نکاح کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسامہ کی صحبت میں بھلائی پیدا فرمائی اور مجھ پر رشک کیا جاتا تھا۔ یعنی اسامہ اور مجھ میں کمال موافقت ہوئی کہ لوگ مجھ پر رشک کرتے تھے اور ایک روایت فاطمہ سے اس طرح آئی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ ابوجہم عورتوں کو بہت زیادہ مارنے والا آدمی ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔ مسلم کی دوسری روایت یہ ہے کہ فاطمہ کے خاوند نے تین طلاق دی تھیں پھر وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے فرمایا تیرے لئے حاملہ ہونے کی صورت میں نفقہ ہے۔

فوائدالحدیث: تَضَعِیْنَ ثِیَابَكِ :

پردہ کی ضرورت نہ ہوگی کیونکہ وہ نابینا ہے اور اس کے گھر میں کسی کی آمد نہیں ہے۔ نمبر۲ یا یہ مطلب ہے کہ ایام عدت میں تو زینت کے کپڑے رکھ دے مت پہن۔ نمبر۳ اپنے کپڑے رکھ دو یعنی ایام عدت میں باہر مت نکلو۔

(۲) بعض لوگوں نے اس سے یہ دلیل بنائی ہے کہ عورت کو اجنبی مرد کی طرف دیکھنا درست ہے جب کہ مرد اس کو نہ دیکھے۔ نووی کہتے ہیں کہ ان کی یہ دلیل کمزور (اور قابل استدلال ہی نہیں) ہے۔ درست بات وہی ہے جو جمہور علماء نے فرمائی ہے کہ اجنبی مرد کے لئے عورت کو اور عورت کے لئے اجنبی مرد کو دیکھنا حرام ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم** ...... اے محمدؐ! آپ مؤمن مردوں کو فرما دیجئے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں۔ اسی طرح عورتوں کے متعلق بھی اللہ پاک نے ایسا ہی حکم فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہے: **وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارھن**۔ یعنی اے محمد! آپ مؤمن عورتوں سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں نیز آپ ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا جب کہ ابن ام مکتوم آئے: **افعمیا وان انتما** ...... کہ وہ تو نابینا ہے تم دونوں تو نابینا نہیں ہو۔

نیز یہ روایت فاطمہ بھی اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ آپ نے ان کے لئے ابن ام مکتوم کا دیکھنا جائز کر دیا بلکہ مقصود یہ ہے کہ ان کے مکان پر کسی کی آمد نہ ہونے کی وجہ سے تم امن واطمینان سے رہو گی اور تمہیں کوئی نہ دیکھے گا۔

(۳) فاطمہ رضی اللہ عنہا کو

وابو داؤد فی السنن ۷۱۸/۲ الحدیث رقم ۲۲۹۲۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا ویران مکان میں تھیں ان کے متعلق خطرہ محسوس کرتے ہوئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام عدت میں ان کو رہائش کو بدلنے کا حکم فرمایا اور ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا فاطمہ کو کیا ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ یہ تھا کہ وہ جو یہ کہتی ہے کہ مطلقہ بتہ کو نفقہ اور سکنیٰ نہ ملے گا۔ (یہ بات کرتے ہوئے وہ اللہ تعالیٰ سے کیوں نہیں بخاری میں ہے۔

فوائد الحدیث: فِیْ مَکَانٍ وَحْشٍ:

جس مکان میں فاطمہ رہائش رکھتی تھیں اس میں ویرانہ کی وجہ سے چوری کا خوف تھا۔ اس لئے آپ وہاں سے اٹھ جانے کا حکم دیا اور ابن ام مکتوم کے مکان میں عدت گزارنے کا حکم فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ غرض یہ تھی کہ دوسرے کے گھر میں عدت گزارنے سے کسی کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ مطلقہ بتہ کو سکنیٰ نہ ملے گا اور وہ جہاں میں رہائش اختیار کرے بلکہ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ مکان ویران جگہ میں تھا۔ (خاوند نے تو طلاق بھی بذریعہ وکیل موجود ہی نہ تھا)۔

نمبر۲ اَلَا تَتَّقِی اللّٰهَ: کا مطلب یہ ہے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا یہ نقل کرنا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو سکنیٰ و نفقہ نہیں دیا بلکہ اس سے محروم کیا ہے۔" اس کی تردید کرتے ہوئے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتیں صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نفقہ و سکنیٰ سے محرومی کی نسبت کرنا غلط ہے۔ اس معاملے میں غلط نسبت کرتے ہوئے تمہیں اللہ تعالیٰ چاہئے آپ نے اس طرح نہیں فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ والا مسلک میں صحابہ کرام کا اجماع سکوتی تھا اس سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے فقہی مسلک کو مزید تقویت ملی کہ مطلقہ بتہ کو نفقہ و (ع)

زبان درازی کی وجہ سے عدت دوسری جگہ گزاری جاسکتی ہے

۳/۳۲۷۷ وَعَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیِّبِ قَالَ اِنَّمَا نُقِلَتْ فَاطِمَةُ لِطُوْلِ لِسَانِهَا عَلٰی اَحْمَائِهَا۔

(رواه فی شرح السنة)

اخرجه البغوی فی شرح السنة ۲۹٤/۹ الحدیث رقم ۲۳۸٤۔

ترجمہ: حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو عدت کے گھر سے اس لئے اٹھایا گیا کیونکہ وہ اپنے دیوروں کے متعلق زبان درازی کرنے والی تھیں۔ یہ شرح السنۃ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس اثر میں فاطمہ کے خاوند کے گھر میں عدت نہ گزارنے کا دوسرا سبب ذکر کیا گیا ہے۔ (ح)

معتدہ ضرورت کی وجہ سے باہر نکل سکتی ہے

۴/۳۲۷۸ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ طُلِّقَتْ خَالَتِیْ ثَلَاثًا فَاَرَادَتْ اَنْ تَجُدَّ نَخْلَهَا فَزَجَرَهَا رَجُلٌ اَنْ تَخْرُجَ فَاَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَلٰی فَجُدِّیْ نَخْلَكِ فَاِنَّهٗ عَسٰی اَنْ تَصَدَّقِیْ اَوْ تَفْعَلِیْ مَعْرُوْفًا۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۱۲۱/۲ الحدیث رقم (۵۵-۱۴۸۳)وابوداوٗد فی السنن ۷۲۰/۲ الحدیث رقم ۲۲۹۷ والنسائی فی ۲۰۹/۶ الحدیث رقم ۳۵۵۰وابن ماجه فی ۶۵۶/۱ الحدیث رقم ۲۰۳۴ والدارمی فی ۲۲۲/۲ الحدیث رقم ۲۲۸۸۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری خالہ کو تین طلاقیں دی گئیں یعنی وہ عدت گزار رہی تھیں تو انہوں نے کھجور توڑنے کے لئے جانے کا ارادہ کیا تو ایک شخص نے ان کو نکلنے سے روکا۔ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور واقعہ بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نکل کر اپنی کھجور کا پھل توڑ سکتی ہو۔ شاید کہ اس کو تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے اور اس سے کسی پر احسان کرے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

عَسٰی اَنْ تَصَدَّقِیْ :

یعنی عین ممکن ہے کہ تمہارا مال نصاب کی مقدار کو پہنچے اور اس میں سے زکوٰۃ ادا کرے ورنہ صدقہ کر کے ہمسایوں اور اقرباء پر احسان کرے گی خواہ بطور نفلی صدقہ کے ہو یا بطور تحفہ ہو۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ تصدق نہ کرتیں تو نکلنا جائز نہ ہوتا۔

(۲) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کو طلاق بائن کی عدت میں ضرورت سے نکلنا جائز ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہی مسلک ہے۔ جیسا کہ آگے ام عطیہ رضی اللہ عنہا والی روایت کے فوائد میں بیان کیا جائے گا۔ (ع۔ مولانا)

حاملہ کی عدت وضع حمل ہے

۵/۳۲۷۹ وَعَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ اَنَّ سُبَيْعَةَ الْاَسْلَمِيَّةَ نُفِسَتْ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ فَجَاءَ تِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَاْذَنَتْهُ اَنْ تَنْكِحَ فَاَذِنَ لَهَا فَنَكَحَتْ ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۷۰/۹ الحدیث رقم ۵۳۲۰ والنسائی فی ۱۹۰/۶ الحدیث رقم ۳۵۰۶وابن ماجه فی ۶۵۴/۱ الحدیث رقم ۲۰۲۹ واحمد فی المسند ۳۲۷/۴۔

ترجمہ: حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں خاوند کی وفات کے چند دنوں بعد بچے کی پیدائش ہوگئی پس وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے نکاح کی اجازت طلب کی تو

آپ نے ان کو نکاح کی اجازت مرحمت فرمائی۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یعنی سبیعہ حاملہ تھیں، جب ان کا خاوند فوت ہوا تو چند دنوں بعد بچے کی پیدائش ہوگئی۔ تو آپ ﷺ نے ان کو نکاح کی اجازت مرحمت فرمائی۔

(۲) علماء نے لکھا ہے کہ اگر عورت خاوند کی وفات کے فوراً بعد بچہ جنے یا طلاق مل جانے کے فوراً بعد بچہ پیدا ہو جائے تو وہ عدت سے نکل جاتی ہے اور اس کو دوسرے خاوند سے نکاح کرنا درست ہو جاتا ہے خواہ خاوند کی طلاق کے ذرا سی دیر بعد پیدائش ہو جائے۔ (ع)

ایّامِ عدت میں زینت والی چیز اختیار کرنا درست نہیں

۳۲۸۰/۶ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ جَاءَ تِ امْرَأَةٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ بِنْتِيْ تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا وَقَدِ اشْتَكَتْ عَيْنُهَا اَفَنَكْحُلُهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا كُلُّ ذٰلِكَ يَقُوْلُ لَا ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا هِيَ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ وَعَشْرٌ وَقَدْ كَانَتْ اِحْدَاكُنَّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ تَرْمِيْ بِالْبَعْرَةِ عَلٰى رَأْسِ الْحَوْلِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحيحه ٤٨٤/٩ الحديث رقم ٥٣٣٦ ومسلم فی ١١٢٤/٢ الحديث رقم ١٤٨٨ وابو داوٗد فی السنن ٧٢١/٢ الحديث رقم ٢٢٩٩ والنسائی فی ٢٠٥/٦ الحديث رقم ٣٥٣٨ وابن ماجه فی ٦٧٣/١ الحديث رقم ٢٠٨٤۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ ﷺ میری لڑکی کا خاوند یعنی میرا داماد فوت ہوگیا۔ میری بیٹی کی آنکھیں دکھتی ہیں کیا میں اسے سرمہ لگا دوں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ اس نے دوبار یا تین دریافت کیا آپ ہر بار منع فرماتے رہے۔ پھر فرمایا عدت چار ماہ دس روز ہے اور فرمایا زمانہ جاہلیت میں تو تم ایک سال تک مینگنیاں پھینکتی تھیں۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ نمبر ۱ امام احمد رحمہ اللہ کی یہ روایت دلیل ہے کہ بیماری کی حالت میں اور اس کے بغیر ایام عدت میں سرمہ لگانا جائز نہیں۔

نمبر ۲ احناف کے ہاں اور امام مالک رحمہ اللہ کے ہاں آنکھ دکھنے کی صورت میں سرمہ لگانا جائز ہے۔

نمبر ۳ امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں رات کو دکھنے والی آنکھ میں سرمہ لگالے اور دن کو آنکھ کو صاف کرلے۔

بعض شارحین رحمۃ اللہ علیہم کا قول:

اس میں احتمال یہ ہے کہ اس عورت نے زینت کا ارادہ کیا ہو اور آنکھ دکھنے کا بہانہ کیا ہو آپ کو کسی طرح معلوم ہوگیا تھا اس لئے منع فرمایا۔

(۲) وَقَدْ كَانَتْ اِحْدَاكُنَّ :

اس سے جاہلیت کی مشہور رسم کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جس عورت کا خاوند مر جاتا تو وہ ایک تنگ گھر میں بیٹھ جاتی اور ٹاٹ اور کمبل کے موٹے جھوٹے کپڑے پہنتی اور زینت اور خوشبو والی چیز چھوڑ دیتی۔ اس طرح پورا سال گزرتا پھر ایک گدھا لایا جاتا یا بکری یا پرندہ وغیرہ وہ اسے اپنی شرمگاہ کے ساتھ رگڑتی اور پھر گھر سے نکلتی اور اس کے ہاتھ میں چند مینگنیاں ہوتیں جن کو اطراف میں پھینکتی جاتی اور اس طرح وہ عدت سے نکلتی۔ اس روایت میں اسی طرف اشارہ فرما کر یہ بتلایا کہ اسلام کی مقرر کردہ عدت کی مقدار چار ماہ دس دن ہے اور اتنی تنگیاں اور پابندیاں بھی نہیں اور نہ وہ خرابیاں اور دشواریاں ہیں جس کی بناء پر اتنے اضطراب کا اظہار کیا جائے۔ (ع۔ح)

خاوند کے علاوہ سوگ کی مدت میں تین روز

۳۲۸۱/۷ وَعَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ وَزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاری فی صحيحه ۴۸۴/۹ الحديث رقم ۵۳۳۴ ومسلم في ۱۱۲۳/۲ الحديث رقم (۵۸-۱۴۸۶) وابوداوٗد فی السنن ۷۲۱/۲ الحديث رقم ۲۹۹۹ والترمذي فی ۵۰۱/۳ الحديث رقم ۱۱۹۶ والنسائی فی ۱۹۹/۶ الحديث رقم ۳۵۳۷ والدارمی فی ۲۲۰/۲ الحديث رقم ۲۲۸۴ ومالك فی الموطأ ۵۹۶/۲ الحديث رقم ۱۰۱ من كتاب الطلاق۔

ترجمہ: حضرت ام حبیبہ اور زینب بنت جحش رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کسی بھی عورت کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔ البتہ اپنے خاوند کی وفات پر چار ماہ اور دس دن سوگ کرنا ہوگا۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ سوگ کا مطلب یہ ہے کہ وہ زینت کو ترک کرے اور خوشبو وغیرہ نہ لگائے۔

(۲) اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا :

عدت کی ابتداء خاوند کی وفات کے وقت سے ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں اس وقت سے شروع ہوگی جب خاوند کی موت کی اطلاع ملے۔ اگر خاوند سفر میں ہو اور وہیں وفات ہوگئی اور عورت کو چار ماہ دس دن گزرنے کے بعد اطلاع ملی تو اس کی عدت جمہور علماء کے نزدیک پوری ہوگئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں اطلاع کے بعد چار ماہ دس روز گزارے گی۔ (ع)

۳۲۸۲/۸ وَعَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُحِدُّ امْرَاَةٌ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ

ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰی زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا وَ لَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوْغًا اِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ وَلَا تَكْتَحِلُ وَلَا تَمَسُّ طِيْبًا اِلَّا اِذَا طَهُرَتْ نُبْذَةً مِنْ قُسْطٍ اَوْ اَظْفَارٍ (متفق علیه وزاد ابو داود) وَلَا تَخْتَضِبُ۔

اخرجه البخاری فی صحیحه۹/۴۹۲ الحدیث رقم ۵۳۴۱ ومسلم فی ۲/۱۱۲۸ الحدیث رقم (۶۶/۹۳۸) وابوداؤد فی السنن ۲/۷۲۵ الحدیث رقم ۲۳۰۲ والنسائی فی ۶/۲۰۴ الحدیث رقم ۳۵۳۶ واحمد فی المسند ۵/۸۵۔

ترجمہ: حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عورت اپنے خاوند کے علاوہ اور کسی پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے البتہ خاوند کی موت پر چار ماہ دس دن تک سوگ کرے' وہ رنگین کپڑے نہ پہنے یعنی عصب کے علاوہ کوئی رنگین کپڑا نہ پہنے اور نہ سرمہ اور خوشبو لگائے البتہ حیض سے پاکیزگی کے وقت اسے معمولی قسط یا اظفار کا استعمال درست ہے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے اور ابوداؤد میں یہ الفاظ زائد ہیں۔ وہ اپنے بالوں اور ہاتھوں کو مہندی سے نہ رنگے۔

لَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوْغًا:

یعنی کسم یا زعفران یا گرو کے رنگ کا کپڑا نہ پہنے یعنی جو رنگ نہایت شوخ ہیں۔

صاحب کافی کا قول:

اگر عورت کے پاس اور کوئی کپڑا میسر نہ ہو فقط رنگین کپڑا ہے تو اسے ستر عورت کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ زینت کی غرض سے استعمال جائز نہیں۔

عصب:

سوت کو کسم سے رنگ کر پھر اس کی چادر بنی جائے اور سوت کو جگہ جگہ سے باندھنے کی وجہ سے سرخ کپڑے میں سفید دھاریاں پڑ جاتی ہیں تو اس کپڑے کی اجازت ہے۔ اگر کپڑا بننے کے بعد رنگا جائے تو وہ کسم کا چمکدار سرخ بنتا ہے جو کہ شرعاً ممنوع ہے۔ (کذا قال بعض الشراح والطیبی)

ابن ہمام کا قول:

ہمارے ہاں عورت عصب کپڑا نہیں پہن سکتی۔ امام شافعیؒ موٹے اور باریک دونوں قسم کے عصبی کپڑوں کو جائز کہتے ہیں اور امام مالک نے باریک کو ممنوع کہا اور موٹے کو جائز قرار دیا۔

ابن ہمام کہتے ہیں سرمہ عذر کی بناء پر لگانا درست ہے۔ اس میں مذاہب کا اختلاف روایت ام سلمہؓ میں مذکور ہو چکا ہے۔

قسط واظفار:

یہ دوا دو یہ ہیں جن میں معمولی خوشبو ہوتی ہے۔ عرب عورتیں حیض سے پاکیزگی پر ان کو شرمگاہ سے بدبو کے ازالہ کے لئے استعمال کرتی تھیں۔ خوشبو کی تو ممانعت فرمائی مگر حائضہ کو حیض سے پاکی کے وقت معمولی مقدار میں ازالہ بدبو کے لئے اجازت دی۔

(۲) اس حدیث میں دلیل ہے کہ جس عورت کا خاوند مر جائے وہ چار ماہ دس روز تک لازماً سوگ کرے۔ اس پر تمام علماء کا اجماع ہے۔

اس کی تفصیل میں اختلاف کی نوعیت:

نمبر ا امام شافعی اور جمہور کے ہاں اس میں مدخول بہا اور غیر مدخول بہا' چھوٹی عمر والی یا بڑی عمر والی' باکرہ ہو یا ثیبہ' آزاد ہو یا باندی' مسلمہ ہو یا کتابیہ کافرہ سب برابر ہیں۔

سات مستثنیٰ عورتیں:

نمبر ۲ مسلک احناف یہ ہے کہ سات قسم کی عورتوں پر سوگ نہیں نمبر ا کافرہ' نمبر ۲ مجنونہ' نمبر ۳ صغیرہ نمبر ۴ معتدہ عتق یعنی وہ ام ولدہ کہ جس کا مولیٰ اسے آزاد کر دے یا اس کے مرنے پر وہ خود آزاد ہو گئی نمبر ۵ نکاح فاسد کی عدت گزارنے والی نمبر ۶ جس عورت سے وطی بالشبہ ہو جائے نمبر ۷ طلاق رجعی والی۔

(۳) عورت کو اپنے کسی قرابتدار پر تین دن سے زائد سوگ جائز نہیں ہے صرف خاوند کے مرنے پر چار ماہ دس دن سوگ کرے گی۔ تین دن تک بھی سوگ مباح ہے واجب نہیں اور تین روز کے بعد مباح نہیں اور اگر خاوند تین دن کے سوگ سے بھی منع کر دے تو بھی درست ہے۔ اس لئے کہ زینت خاوند کا حق ہے۔ اگر خاوند چاہے کہ بیوی زینت کرے اور وہ کہنا نہ مانے تو خاوند کو جائز ہے کہ وہ بیوی کو مارے کیونکہ سوگ رکھنے میں اس کا حق ٹوٹتا ہے۔ اس لئے خاوند عورت کو سوگ سے منع کر سکتا ہے۔ (ع۔ درمختار)

(۴) سوگ وہ عورت کرے جو طلاق بائن یا موت کی عدت گزار رہی ہو اور وہ عورت مکلفہ' مسلمہ ہو اور سوگ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ زینت اختیار نہ کرے اور زعفرانی اور کسمی کپڑے نہ پہنے اور خوشبو کو استعمال میں نہ لائے اور تیل' سرمہ مہندی کو استعمال کرنے سے گریز کرے سوائے اس کے کہ کوئی عذر ہو۔

نمبر ۲ وہ عورت جو آزادی کی عدت میں یا نکاح فاسد کی عدت میں ہو وہ سوگ نہ کرے۔ نمبر ۳ عدت والی عورت کو پیغام نکاح نہ دیا جائے البتہ کنایہ نکاح کرنے میں کچھ حرج نہیں مگر یہ اس معتدہ کے لئے ہے جو موت کی عدت گزارتی ہو۔ طلاق کی عدت والی عورت کو اشارۃً نہیں کہہ سکتا۔ نمبر ۴ جو عورت طلاق کی عدت میں ہو وہ گھر سے بالکل نہ نکلے البتہ معتدہ موت دن کے وقت نکل سکتی ہے۔ البتہ رات دوسرے مکان میں نہیں گزار سکتی۔ لونڈی اپنے آقا کی ضروریات کے لئے نکل سکتی ہے۔ نمبر

۵ معتدہ اسی مکان میں عدت گزارے جہاں وہ رہائش پذیر ہو اور فرقت و موت کے وقت جہاں قیام پذیر ہو البتہ جبراً نکالے جانے یا مال کے متعلق چوری کے خطرے یا مکان کے منہدم ہو جانے کے خطرہ یا کرایہ کی ادائیگی پر قدرت نہ ہونے کی صورتوں میں مکان کو بدلنا اور دوسری جگہ عدت بیٹھنا جائز ہے۔ نمبر ۶ اگرچہ طلاق بائن کی عدت ہو تو میاں بیوی کو ایک ہی مکان میں رہنے میں حرج نہیں بشرطیکہ درمیان میں پردہ ہو اور اگر خاوند فاسق و فاجر ہو تو باوجود پردہ کے ایک مکان میں رہنا درست نہیں نمبر ۷ اگر مکان تنگ ہو یا خاوند فاسق ہو تو عورت کا نکلنا جائز ہے لیکن خاوند کا نکلنا اولیٰ ہے اور اگر اپنے درمیان ایک ایسی عورت مقرر کریں جوان کے درمیان حائل ہو تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ نمبر ۸ اگر خاوند عورت کو طلاق بائن دے یا سفر میں فوت ہو جائے اور عورت اور اس کے شہر کے درمیان تین دن سے کم مسافت ہو تو پھر اپنے شہر میں آئے اور اگر اس میں اور اپنے شہر کی مسافت زیادہ ہو اور جس طرف جانے کا ارادہ تھا ادھر فاصلہ کم ہے تو وہیں چلی جائے اگر سفر دونوں طرف برابر ہو تو اس کو اختیار کہ جدھر جائے عدت گزارے خواہ ولی ساتھ ہو یا نہ ہو، مگر اس کا وطن واپس لوٹنا بہتر ہے تاکہ خاوند کے مکان میں عدت گزارے اور اگر کسی شہر میں ہو تو عدت کے مکمل کرنے تک وہاں سے نہ نکلے بشرطیکہ اس کا محرم موجود ہو۔ صاحبین کا قول یہ ہے کہ اگر محرم ساتھ ہو تو اسے عدت سے پہلے بھی نکلنا روا ہے۔ (ملتقی الابحر۔ درمختار)

الفصل الثانی:

حضرت فریعہ رضی اللہ عنہا کی عدت کا واقعہ

۳۲۸۳/۹ وَعَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ كَعْبٍ اَنَّ الْفُرَيْعَةَ بِنْتَ مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ وَهِىَ اُخْتُ اَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ اَخْبَرَتْهَا اَنَّهَا جَاءَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْأَلُهُ اَنْ تَرْجِعَ اِلٰى اَهْلِهَا فِىْ بَنِىْ خُدْرَةَ فَاِنَّ زَوْجَهَا خَرَجَ فِىْ طَلَبِ اَعْبُدٍ لَهُ اَبَقُوْا فَقَتَلُوْهُ قَالَتْ فَسَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَرْجِعَ اِلٰى اَهْلِىْ فَاِنَّ زَوْجِىْ لَمْ يَتْرُكْنِىْ فِىْ مَنْزِلٍ يَمْلِكُهُ وَلَا نَفَقَةٍ فَقَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ فَانْصَرَفْتُ حَتّٰى اِذَا كُنْتُ فِى الْحُجْرَةِ اَوْ فِى الْمَسْجِدِ دَعَانِىْ فَقَالَ اُمْكُثِىْ فِىْ بَيْتِكِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ اَجَلَهُ قَالَتْ فَاعْتَدَدْتُ فِيْهِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا۔

(رواه مالك والترمذی وابوداود والنسائی وابن ماجة والدارمی)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۷۲۳/۲ الحديث رقم ۲۳۰۰ والترمذی فی ۵۰۸/۳ الحديث رقم ۱۲۰٤ والنسائی فی ۲۰۰/۶ الحديث رقم ۳۵۳۲ وابن ماجه فی ۶۵٤/۱ الحديث رقم ۲۰۳۱ والدارمی فی ۲۲۱/۲ الحديث رقم ۲۲۸۷ ومالك فی الموطأ ۵۹۱/۲ الحديث رقم ۸۷ من كتاب الطلاق۔

ترجمہ: حضرت زینب بنت کعب سے روایت ہے کہ فریعہ بنت مالک بن سنان جو کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں انہوں نے بتلایا کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تاکہ آپ سے دریافت کروں کہ اپنے خاوند

مالک بن سنان کی عدت گزارنے کے لئے کیا میں اپنے قبیلہ بنو خدرہ کی طرف لوٹ جاؤں یا یہیں عدت گزاروں۔ ان کا خاوند بھاگنے والے غلاموں کو تلاش کرنے کے لئے ان کے پیچھے گیا' غلاموں نے پکڑ کر قتل کر دیا۔ فریعہ کہتی ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میں اپنے کنبہ میں واپس لوٹ جاؤں کیونکہ میرے خاوند نے میرے لئے کوئی ملکیتی مکان نہیں چھوڑا یعنی رہائشی مکان اس کی ملک میں نہیں ہے۔ فریعہ کہنے لگیں کہ میرے پاس خرچ بھی نہیں۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کنبہ کی طرف لوٹنے کی اجازت دے دی۔ میں ذرا رکی پھر میں ابھی مسجد یا صحن میں تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے واپس بلایا اور فرمایا تم اپنے گھر میں ٹھہری رہو (یعنی جس گھر میں تمہیں خاوند کی موت کی اطلاع پہنچی ہے) اگرچہ وہ تمہارے خاوند کی ملک نہیں ہے یہاں تک کہ لکھا ہوا اپنی مدت تک پہنچے (یعنی عدت پوری ہو)۔ فریعہ کہتی ہیں کہ میں نے اپنی عدت اسی گھر میں گزاری یعنی چار ماہ اور دس دن۔ یہ روایت مالک' ترمذی' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ دارمی نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ اس روایت سے معلوم ہوا کہ معتدہ کو بلاضرورت ایک مکان سے دوسرے میں منتقل ہونا جائز نہیں۔

(۲) شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ معتدہ وفات کے سکنیٰ میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے اس میں دو قول ہیں۔ صحیح تر قول لزوم سکنیٰ کا ہے اور حضرت عمر' عثمان' ابن مسعود' ابن عمر رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ فریعہ کو پہلے اجازت دینا پھر روکنا پہلے قول کے نسخ کی دلیل ہے۔

(۳) امکثی:

امام شافعی رحمہ اللہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے لئے سکنیٰ نہیں بلکہ وہ جہاں چاہے عدت گزارے اور یہی قول حضرت علی' ابن عباس اور عائشہ رضی اللہ عنہم کا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فریعہ کو اجازت دی کہ وہ مکان سے منتقل ہو جائے پھر ٹھہرنے کا حکم بطور استحباب کے فرمایا (ع) امام صاحب کا مسلک باب النفقات کے فوائد میں تفصیل سے ذکر کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے ایام عدت کا تذکرہ

۳۲۸۴/۱۰ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُفِّيَ اَبُوْ سَلَمَةَ وَقَدْ جَعَلْتُ عَلَيَّ صَبِرًا فَقَالَ مَا هٰذَا يَا اُمَّ سَلَمَةَ قُلْتُ اِنَّمَا هُوَ صَبِرٌ لَيْسَ فِيْهِ طِيْبٌ فَقَالَ اِنَّهٗ يَشُبُّ الْوَجْهَ فَلَا تَجْعَلِيْهِ اِلَّا بِاللَّيْلِ وَتَنْزَعِيْهِ بِالنَّهَارِ وَلَا تَمْتَشِطِيْ بِالطِّيْبِ وَلَا بِالْحِنَاءِ فَاِنَّهٗ خِضَابٌ قُلْتُ بِاَيِّ شَيْءٍ اَمْتَشِطُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ بِالسِّدْرِ تُغَلِّفِيْنَ بِهٖ رَاْسَكِ۔ (رواه ابوداود والنسائی)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۷۲۷/۲ الحدیث رقم ۲۳۰۵ والنسائی فی ۲۰۴/۶/۶ الحدیث رقم ۳۵۳۷ ومالك فی الموطأ ۶۰۰/۲ الحدیث رقم ۱۰۸ من کتاب الطلاق۔ (۳) فی المخطوطة (الجوهری)

ترجمہ: حضرت ام سلمہ عنہا رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب ابو سلمہ کی وفات ہوئی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے۔ میں نے اپنے منہ پر ایلوا لگا رکھا تھا آپ نے فرمایا: اے ام سلمہ! ایام عدت میں تو نے یہ کیا لگا رکھا ہے؟ میں نے بتلایا کہ یہ ایلوا ہے اس میں خوشبو نہیں کہ جس کی ان دنوں میں ممانعت ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ چہرے کو جوان

کرتا ہے اس سے چہرہ چمکنے لگتا ہے اور چہرے کا رنگ نکھر جاتا ہے۔ اس کو بھی رات کے وقت لگاؤ یعنی اس لئے کہ یہ مقصود زینت سے بہت دور ہے البتہ دن کو صاف کر دو۔ خوشبو سے آلودہ کنگھی مت کرو اور مہندی کے ساتھ کنگھی مت کرو کیونکہ مہندی رنگ ہے یعنی سرخ رنگ ہے جو کہ سوگ میں ممنوع ہے' اور مہندی میں خوشبو بھی ہوتی ہے۔ پھر میں نے سوال کیا یارسول اللہ میں کس چیز کے ساتھ کنگھی کروں تو آپ ﷺ نے فرمایا بیری کے پتوں کے غلاف کے ساتھ یعنی وہ اس قدر اپنے سر پر ڈالو کہ وہ تمہارے سر کو ڈھانپ لیں جیسا کہ غلاف ڈھانپتا ہے۔ یہ ابوداؤد نسائی نے روایت کی ہے

تشریح ۞ اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ سوگ والی عورت خوشبودار تیل نہ لگائے' البتہ سرسوں' تل وغیرہ غیر خوشبودار میں اختلاف ہے۔ ہمارے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں وہ بھی نہ لگائے مگر ضرورت کے وقت' کیونکہ من جملہ زینت تو ان سے بھی حاصل ہوتی ہے۔ امام مالک واحمد اور اہل ظواہر نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ (ع)

عدتِ وفات کی من جملہ ہدایات

۳۲۸۵/۱۱. وَعَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا لَا تَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ مِنَ الثِّيَابِ وَلَا الْمُمَشَّقَةَ وَلَا الْحُلِيَّ وَلَا تَخْتَضِبُ وَلَا تَكْتَحِلُ ۔ (رواہ ابوداود والنسائی)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۷۲۷/۲ الحدیث رقم ۲۳۰۴ والنسائی فی ۲۰۳/۶ الحدیث رقم ۳۵۳۵ واحمد فی المسند ۳۰۲/۶۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورت کا جب خاوند فوت ہو جائے تو وہ نہ کسم اور نہ گیرو سے رنگے کپڑے پہنے' اسی طرح زیور نہ استعمال کرے اور بالوں اور ہاتھ پاؤں کو مہندی نہ لگائے اور نہ ہی سرمے کا استعمال کرے۔ یہ ابوداؤد اور نسائی کی روایت ہے

تشریح ۞ سیاہ' خاکستری رنگ اور پرانے کسی رنگ کے کپڑے پہننے میں حرج نہیں کہ جن سے خوشبو نہ آتی ہو۔ (کذافی الدر)

صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

عورت کو ریشمی کپڑا خارش اور جوؤں اور کسی بیماری کی وجہ سے پہننا درست ہے۔ (ع)

الفصل الثالث:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا عدت سے متعلق فتویٰ

۳۲۸۶/۱۲ وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ الْاَحْوَصَ هَلَكَ بِالشَّامِ حِيْنَ دَخَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِي الدَّمِ مِنَ الْحَيْضَةِ الثَّالِثَةِ وَقَدْ كَانَ طَلَّقَهَا فَكَتَبَ مُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِيْ سُفْيَانَ اِلٰى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ يَسْاَلُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَكَتَبَ اِلَيْهِ زَيْدٌ اَنَّهَا اِذَا دَخَلَتْ فِي الدَّمِ مِنَ الْحَيْضَةِ الثَّالِثَةِ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ وَبَرِئَ مِنْهَا لَا يَرِثُهَا

وَلَاتَرِثُهُ۔ (رواه مالك)

اخرجه مالك في الموطأ ٢/٧٧٢ الحديث رقم ٥٦ من كتاب الطلاق۔

ترجمہ: سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ احوص شام میں فوت ہو گیا اس نے موت سے پہلے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی۔ اس کی بیوی جب تیسرے حیض میں داخل ہوئی تو اس کی موت واقع ہوئی پس حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابتؓ کی طرف اس مسئلہ کے سلسلہ میں تحریر کیا۔ تو حضرت زیدؓ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جواباً تحریر کیا کہ جب یہ عورت تیسرے حیض میں داخل ہوگئی تو وہ احوص سے الگ ہوگئی اور احوص اس سے الگ ہوا۔ نہ تو احوص اس کا وارث بن سکتا ہے اور نہ وہ اس کی وارث بن سکتی ہے۔ یہ مالک کی روایت ہے۔

طَلَّقَهَا :

یعنی اس کی بیوی عدت طلاق گزار رہی تھی اور طلاق کی عدت تین حیض ہے اور جب خاوند مر گیا تو عدت چار ماہ دس دن بیٹھنی چاہئے۔ پس یہ مسئلہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہما کو لکھا کہ آیا اس صورت میں عورت اپنے خاوند کی وارث ہوگی یا نہیں۔ تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ عورت جب تیسرے حیض میں داخل ہوگئی تو فقط حیض کے دیکھنے سے الگ ہوگئی اور مرد سے چھوٹ گئی اور مرد اس سے چھوٹ گیا یعنی عدت طلاق اکثر عدت گزرنے کی وجہ سے مکمل ہوگئی یا تیسرے حیض کے شروع ہونے سے عدت طلاق ختم ہوگئی اور عدت وفات ساقط ہوگئی۔ اس لئے نہ مرد اس کا وارث ہوگا اور نہ عورت اس کی وارث ہوگی۔

(۲) اس روایت میں مقصود میراث کا سوال تھا۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ ان کا سوال عدت سے متعلق تھا کہ وہ کونسی عدت گزارے؟ طلاق یا وفات (کذا ذکرہ الشیخ)

(۳) ملا علی قاری مرقات میں لکھتے ہیں کہ طیبی کہتے ہیں کہ اس روایت سے صراحۃً معلوم ہوا کہ

﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ﴾ (البقرہ: ۲۲۸)

''اور طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو روکے رکھیں تین حیض ختم ہونے تک''۔

میں قروء سے مراد طہر ہے۔ گویا طیبی نے اس حدیث کو شافعیہ کی دلیل قرار دیا گیا ہے۔ الجواب از ملا علی: یہ صحابی کا مذہب ہے۔ حالانکہ قول اس کے خلاف منقول ہے چنانچہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ باندی کی عدت دو حیض ہے' البتہ یہ بھی معلوم نہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس قول پر عمل کیا یا نہ۔ ہمارے ہاں قروء سے مراد حیض ہے' چنانچہ خلفاء راشدین اور اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ قول ہے۔ تیرہ صحابہ کرام سے منقول ہے کہ فرماتے تھے کہ آدمی اپنی بیوی کا زیادہ حقدار ہے۔ یہاں تک کہ وہ تیسرے حیض سے نہائے اور اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ قروء سے مراد حیض ہے اور تیسرے حیض کے ختم ہونے پر مکمل انقطاع ہوگا۔ مزید دلائل مشکوٰۃ کی شرح مرقات میں ملاحظہ ہوں۔

عدت کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول

۳۲۸۷/۱۳وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ قَالَ قَالَ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ اَيُّمَا امْرَأَةٍ طُلِّقَتْ فَحَاضَتْ حَيْضَةً اَوْحَيْضَتَيْنِ ثُمَّ رُفِعَتْهَا حَيْضَتُهَا فَاِنَّهَا تَنْتَظِرُ تِسْعَةَ اَشْهُرٍ فَاِنْ بَانَ بِهَا حَمْلٌ فَذٰلِكَ وَاِلاَّ اعْتَدَّتْ بَعْدَ التِّسْعَةِ الْاَشْهُرِ ثُمَّ حَلَّتْ ۔ (رواه مالك)

اخرجه مالك في الموطأ ۵۸۲/۲ الحديث رقم ۷۰ من كتاب الطلاق۔

ترجمہ: حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جس عورت کو طلاق ہوگئی پھر اس کو ایک حیض آیا یا دو حیض آئے پھر اس کا حیض موقوف ہوگیا۔ تو وہ عورت نو ماہ تک انتظار کرے پھر اگر حمل ظاہر ہو تو اس کا حکم ظاہر ہے جب بچہ پیدا ہوگا تو عدت پوری ہوگی۔ اگر حمل ظاہر نہ ہوا تو نو ماہ بعد تین ماہ عدت گزارے گی تو پھر حلال ہوگی یعنی عدت سے نکلے گی۔ یہ مالک کی روایت ہے۔

بَابُ الْاِسْتِبْرَاءِ

استبراء کا بیان

استبراء کا لغت میں معنی ہے براءت طلب کرنا اور شرع میں جس کسی لونڈی کا کوئی مالک بن جائے خواہ خرید کر یا وصیت سے یا ہبہ یا وراثت سے تو اس سے صحبت اور لوازمات صحبت بوس وکنار مساس وغیرہ حرام ہے جب تک اس کے رحم کے متعلق یہ معلوم نہ کرلیا جائے کہ وہ حمل سے خالی ہے۔ یہ ایک حیض آنے سے معلوم ہوگا۔ اس حیض کے آنے کو استبراء رحم کہا جاتا ہے یہ حکم اس وقت استبراء کا لگے گا جب کہ وہ عورت حیض والی ہے اور اگر اس کو حیض نہ آتا ہو تو پھر ایک ماہ گزرنے پر یا حاملہ ہونے کی صورت میں بچہ جننے پر استبراء حاصل ہوگا۔

(۲) استبراء ہر حال میں ضروری ہے۔ خواہ وہ لونڈی باکرہ ہو یا اس نے عورت سے خریدی ہو یا مرد سے خریدی ہو یا اس کو کسی نابالغ سے بطور میراث ملی ہو ان میں بھی استبراء لازم ہے۔ اگرچہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ان صورتوں میں استبراء لازم نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ استبراء کی حکمت یہ ہے کہ رحم کا نطفہ غیر سے پاک ہونا معلوم ہو۔ تاکہ اس کے نطفہ سے دوسرے کے نطفہ کا اختلاط ہوکر نسب مشتبہ نہ ہو جائے اور مندرجہ بالا صورتوں میں غیر کے نطفہ کا احتمال ہی نہیں مگر نص کے مقابلہ میں قیاس کو ترک کیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوطاس سے حاصل شدہ باندیوں کے متعلق فرمایا کہ حاملہ سے ہرگز صحبت نہ کرنا یہاں تک کہ ان کا حمل وضع ہو اور غیر حاملہ سے بھی ایک حیض کے گزر جانے تک صحبت نہ کرنا اور یہ ظاہر ہے کہ ان حاصل شدہ لونڈیوں میں باکرہ عورتیں بھی ضرور ہوں گی۔ (ح)

الفصل الاول:

استبراء رحم کے بغیر جماع کرنے والا مستحق لعنت ہے

۳۲۸۸/اعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِا مْرَاَ ۃٍ مُجِحٍّ فَسَاَلَ عَنْھَا فَقَالُوْا اَمَۃٌ لِفُلَانٍ قَالَ اَیُلِمُّ بِھَا قَالُوْا نَعَمْ قَالَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَلْعَنَهٗ لَعْنًا یَدْخُلُ مَعَهٗ فِیْ قَبْرِہٖ کَیْفَ یَسْتَخْدِمُهٗ وَهُوَ لَا یَحِلُّ لَهٗ اَمْ کَیْفَ یُوَرِّثُهٗ وَهُوَ لَا یَحِلُّ لَهٗ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۰۶۵/۲ الحدیث رقم ۱۳۹-۱۴۴۱وابوداوٗد فی السنن ۶۱۴/۲ الحدیث رقم ۲۱۵۶ والدارمی فی ۲۹۹/۲ الحدیث رقم ۲۴۷۸ واحمد فی المسند ۴۴۶/۶۔

ترجمہ: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک عورت کے پاس سے ہوا جو قریب الولادت تھی۔ آپ نے اس کے متعلق استفسار فرمایا (کہ یہ آزاد ہے یا لونڈی؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یہ فلاں شخص کی لونڈی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وہ اس سے صحبت کرتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں اس پر ایسی لعنت کروں جو اس کے ساتھ قبر میں داخل ہو (یعنی اس کا اثر موت کے بعد بھی باقی رہے) اور وہ کس طرح اپنے بیٹے کو غلام بنائے گا جب کہ اس کو غلام بنانا جائز نہیں اور کس طرح وہ اس کو وارث بنائے گا جب کہ غیر کے بیٹے کو وارث بنانا جائز نہیں ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

یَدْخُلُ مَعَهٗ:

یعنی اس لعنت کا اثر مرنے کے بعد بھی باقی رہے۔ آپ نے اس شخص پر لعنت کا قصد اس لئے فرمایا کیونکہ وہ حاملہ لونڈی کا مالک بنا اور اس سے صحبت کر رہا ہے اور اس نے اس پر استبراء کو ترک کر دیا حالانکہ استبراء اس پر لازم تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبب لعنت کی طرف اشارہ کیا جو کہ ترک استبراء ہے۔ فرمایا: کَیْفَ یَسْتَخْدِمُهٗ آپ کے اس ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ جب وہ بلا استبراء لونڈی سے صحبت کرتا رہا اور جب اس سے ایسا لڑکا پیدا ہوگا جس کے بارے میں احتمال ہے کہ وہ اس لونڈی کے سابقہ خاوند سے ہو جیسا کہ چھ ماہ کے اندر پیدا ہونے والا لڑکا۔ پس اگر یہ صحبت کرنے والا اس کے نسب کا اقرار کرے تو وہ اس کا وارث بن جائے گا مگر غیر کے لڑکے کا اپنی طرف منسوب کرنا اور اس کو وارث بنانا لازم آئے گا جو کہ حرام ہے۔ پس ارتکاب حرام کی وجہ سے لعنت کا مستحق ہوا اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اسی کا لڑکا ہو پس اگر اقرار نہ کیا تو اپنے آزاد لڑکے کو غلام بنانا لازم آئے گا جو کہ حرام ہے۔ اور قطع نسب بھی لازم آئے جو کہ حرام ہے پس یہ لعنت کا حقدار ہوا۔ اس لئے استبراء رحم ضروری ہے تاکہ حقیقت حال سامنے آجائے۔ (ح۔ع)

الفصل الثانی:

وضع حمل اور استبراء سے قبل کسی لونڈی سے صحبت نہ کرو

۲/۳۲۸۹ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَفَعَهُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ سَبَایَا اَوْطَاسٍ لَا تُوْطَاُ حَامِلٌ حَتّٰی تَضَعَ وَلَا غَیْرُ ذَاتِ حَمْلٍ حَتّٰی تَحِیْضَ حَیْضَةً۔ (رواہ احمد وابوداود والدارمی)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۶۱۴/۲ الحدیث رقم ۲۱۵۷ والدارمی فی ۲۲۴/۲ الحدیث رقم ۲۹۹۵ واحمد فی المسند ۶۲/۳۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوطاس کے گرفتار شدگان کے متعلق ارشاد فرمایا کہ کسی حاملہ عورت سے وضع حمل سے پہلے اور بلا حمل والی عورت سے ایک حیض آنے سے پہلے صحبت نہ کی جائے۔ یہ احمد' ابوداؤد اور دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اگر لونڈی کو نوعمری یا عمر ایاس کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو تو اس وقت استبراء ایک ماہ سے ہوگا۔ اس صورت کو قلیل الوجود ہونے کی وجہ سے ذکر نہیں کیا گیا۔

(۲) نمبر ۱ اگر کوئی شخص حالت حیض میں کسی لونڈی کا مالک بن گیا۔ تو وہ حیض شمار نہ کیا جائے گا بلکہ مستقل ایک حیض سے استبراء کیا جائے گا۔ نمبر ۲ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ لونڈی میں ملکیت کا تبدیل ہو جانا استبراء کو لازم کرتا ہے۔ چاروں ائمہ کا یہی مسلک ہے۔

نمبر ۳ اس میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ جب قیدی پکڑ لیے جائیں تو پہلا نکاح ختم ہو جاتا ہے نمبر ۴ اس حدیث کا ظاہر مطلق ہے خواہ اس کا خاوند ساتھ ہو یا نہ ہو اور امام مالک وشافعی رحمۃ اللہ علیہم کا یہی مذہب ہے۔ ہمارے نزدیک اگر میاں بیوی اکٹھے قید کر کے لائے جائیں تو نکاح باقی رہتا ہے ورنہ نہیں۔ (ح۔ع)

استبراء کے بغیر لونڈی اور تقسیم کے بغیر غنیمت کا استعمال جائز نہیں

۳/۳۲۹۰ وَعَنْ رُوَیْفِعِ بْنِ ثَابِتِ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ حُنَیْنٍ لَا یَحِلُّ لِامْرِءٍ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ یَسْقِیَ مَاءَهُ زَرْعَ غَیْرِهٖ یَعْنِیْ اِتْیَانَ الْحُبَالٰی وَلَا یَحِلُّ لِامْرِءٍ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ یَقَعَ عَلَی امْرَاَةٍ مِنَ السَّبْیِ حَتّٰی یَسْتَبْرِءَهَا وَلَا یَحِلُّ لِامْرِءٍ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ یَبِیْعَ مَغْنَمًا حَتّٰی یُقْسَمَ (رواہ ابوداؤد ورواہ الترمذی الی قوله زرع غیرہ)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۶۱۵/۲ الحدیث رقم ۲۱۵۸ والترمذی فی ۴۳۷/۳ الحدیث رقم ۱۱۳۱ واحمد فی المسند ۱۰۸/۴۔

ترجمہ: حضرت رویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے دن فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے پانی سے دوسرے کی کھیتی کو سیراب کرے اور (یعنی کسی غیر کی حمل والی عورت سے صحبت جائز نہیں) اور کسی ایسے شخص کو جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ یہ جائز نہیں کہ کسی قیدی عورت سے استبراء رحم کے بغیر صحبت کرے (یعنی ایک حیض یا ایک مہینہ گزارنے کے بغیر صحبت کرے) اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے مال غنیمت میں سے کسی چیز کی فروخت تقسیم کے بغیر جائز نہیں (یعنی کوئی مال غنیمت میں تصرف و خیانت نہ کرے)۔ یہ ابوداؤد اور ترمذی کی روایت ہے۔ مگر اس نے زرع غیرہ تک روایت نقل کی ہے۔

الفصل الثالث:

۴/۳۲۹۱ عَنْ مَالِكٍ قَالَ بَلَغَنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُ بِاسْتِبْرَاءِ الْإِمَاءِ بِحَيْضَةٍ اِنْ كَانَتْ مِمَّنْ تَحِيْضُ وَثَلَاثَةِ اَشْهُرٍ اِنْ كَانَتْ مِمَّنْ لَا تَحِيْضُ وَيَنْهٰى عَنْ سَقْيِ مَآءِ الْغَيْرِ۔

ترجمہ: امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لونڈیوں کو پاک کرنے کے لئے حیض والی لونڈی کو ایک حیض سے استبراء کا حکم فرماتے اور اگر حیض والی نہ ہو تو تین ماہ سے استبراء کا حکم فرماتے اور غیر کی کھیتی کو پانی پلانے سے منع فرماتے یہ امام مالک کی روایت ہے۔

تشریح ۞ سَقْيِ مَآءِ الْغَيْرِ کا مطلب یہ ہے کسی کی حاملہ لونڈی جب دوسرے کی ملکیت میں آئے تو وہ اس سے صحبت نہ کرے۔

نمبر۲ جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی لونڈی کو حیض نہ آتا ہو تو اس کے استبراء کے لئے ایک مہینہ ہے اور بعض علماء کا مذہب اس روایت کے پیش نظر یہ ہے کہ تین مہینہ سے استبراء کرے۔ (ع۔ح)

۵/۳۲۹۲ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا وُهِبَتِ الْوَلِيْدَةُ الَّتِيْ تُوْطَأُ اَوْ بِيْعَتْ اَوْ اُعْتِقَتْ فَلْتَسْتَبْرِئْ رَحِمَهَا بِحَيْضَةٍ وَلَا تَسْتَبْرِئُ الْعَذْرَاءُ۔

رَوَاهُمَا رَزِيْنٌ۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب ایسی لونڈی بخشی جائے جس سے صحبت کی جاتی تھی یا وہ فروخت کی جائے یا آزاد کی جائے پس لینے والے کو اپنے لئے اس کا رحم پاک کرنا چاہئے اور وہ ایک حیض سے پاک ہوگا اور کنواری کے رحم کو پاک کرنے کی حاجت نہیں۔ یہ دونوں رزین کی روایات ہیں۔

تشریح ۞ اس حدیث پر ابن شریح نے عمل کرتے ہوئے کہا کہ باکرہ لونڈی کے رحم کا استبراء واجب نہیں۔

نمبر۲ جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ تمام لونڈیوں کے رحم کا استبراء لازم ہے۔ کیونکہ روایات استبراء عام ہیں جیسے غزوہ اوطاس والی روایت۔

(۲) صاحب ہدایہ کا قول: جب ام ولد کا مولیٰ مر جائے یا وہ اس کو آزاد کر دے تو اس کی عدت تین حیض ہے اور اگر

حیض نہ آتا ہو تو ابن ہمام نے تین ماہ ذکر کیے ہیں۔ یعنی اگر حاملہ نہ ہو اور نہ کسی کے نکاح میں ہو۔ اور نہ کسی کی عدت میں ہو پس اگر وہ حاملہ ہو گی تو اس کی عدت وضع حمل ہو گی اور اگر کسی کے نکاح میں ہو گی یا عدت میں ہو گی تو اس پر مولیٰ کی طرف سے عدت لازم نہ ہو گی۔ کیوں اس کے لئے مالک کا فراش ہونا ہی ثابت نہیں۔ یہ احناف کا مسلک ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں ام ولد کی عدت ایک حیض ہے۔ امام مالک' امام محمد رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ (ع۔ ح)

بَابُ النَّفَقَاتِ وَحَقُّ الْمَمْلُوْكِ

خرچہ جات اور غلام کے حقوق کا بیان

نفقات یہ نفقہ کی جمع ہے' جس چیز کو خرچ کیا جائے اسے نفقہ کہا جاتا ہے۔ اس کی انواع واقسام کا لحاظ کر کے اس کو یہاں جمع لایا گیا ہے۔ مثلاً بیویوں کا نفقہ' اولاد ووالدین کا نفقہ' اعزہ واقربا کا نفقہ۔ ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں نفقہ سے واجب وغیرہ ہر ایک مراد ہے۔

مملوکہ اور مملوک کے خرچہ سے مراد ان کو کھلانا اور پہنانا اور ان کو ان کی طاقت سے باہر کام سپرد نہ کرنا ہے۔ جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ (ح)

(۲) بیوی کا نفقہ:

بیوی کے لئے لباس' مکان' خوراک واجب ہے' یہ خاوند کے ذمہ ہے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا اور بیوی مسلمان ہو یا کافرہ بڑی ہو یا چھوٹی کہ جس سے صحبت کی جاسکتی ہو اور عورت اپنے آپ کو خاوند کے مکان میں خاوند کے سپرد کر دے لیکن اگر اپنے حق کی وجہ سے سپرد نہ کیا یا خاوند کے مطالبہ نہ کرنے کی وجہ سے سپرد نہ کیا ہو تو بھی وہ نفقہ کی حقدار ہو گی۔ نفقہ تو ہر ماہ کا مقرر کیا جائے اور شوہر وہ نفقہ عورت کے حوالے کر دے۔ لباس ہر چھ ماہ کا مقرر ہو گا۔ نفقہ اور لباس بقدر کفایت ہونا چاہئے تاکہ اس مدت میں فضول خرچی اور تنگدستی کے بغیر کافی ہو سکے۔

میاں بیوی اگر دونوں مالدار ہوں تو مالداروں جیسا خرچہ اور اگر دونوں تنگدست ہوں تو تنگدستوں جیسا خرچہ لازم ہو گا۔ اور اگر بیوی تنگدست اور خاوند مالدار ہے یا خاوند محتاج وتنگدست ہے اور بیوی مالدار ہے تو متوسط انداز کا خرچہ ہو گا۔ بعض نے کہا کہ خاوند کے حال کا اعتبار ہے فقط۔ اگر دونوں کے مابین تنگدستی ووسعت میں اختلاف ہے۔ تو خاوند کا قول معتبر ہو گا اور اگر بیوی کے پاس گواہ ہوں گے تو ان کا اعتبار ہو گا اور اگر اس کے پاس گواہ نہ ہوں تو خاوند کا قول معتبر ہو گا۔ اگر خاوند صاحب حیثیت ہے تو ایک خادم کا خرچہ بھی معین کرے اور اگر مفلس ہو تو صحیح روایت کے مطابق اس پر خادم کا خرچہ لازم نہیں۔

اگر خرچہ خاوند کے افلاس کی حالت میں متعین ہوا پھر خاوند مالدار ہو گیا پھر بیوی مطالبہ کرے تو مالداری کا خرچہ اس کو

پورا کر کے دے۔ اور اگر مالداری میں خرچہ مقرر ہوا اور پھر وہ مفلس ہو گیا تو مفلسوں جیسا خرچہ لازم ہوگا۔

(۳) جس کے لئے خرچہ نہیں:

جو عورت نافرمان ہو اور خاوند کے گھر سے بلا اجازت نکل جائے اس کا خرچہ لازم نہیں اور اس عورت کا بھی خرچہ لازم نہیں جو قرض کے بدلے قید کی گئی ہو اور اس عورت کا جو بیماری کی وجہ سے خاوند کے گھر شادی کے بعد نہ بھیجی گئی ہو یا کسی نے اس کو غصب کر لیا ہو یا ایسی نو عمر ہو کہ اس سے صحبت نہ کی جا سکتی ہو یا خاوند کے بغیر حج کو گئی ہو اور اگر خاوند کے ساتھ حج کو گئی تو اس کے لئے حضر کا خرچہ تو ہوگا مگر سفر' سواری کا کرایہ لازم نہیں اگر خاوند کے گھر بیمار ہوئی تو نفقہ ہوگا اور اگر اپنے والدین کے گھر میں بیمار ہوئی اور نکاح کے بعد بیمار ہی خاوند کے گھر بھیجی گئی تو اس کا نفقہ بھی خاوند پر لازم نہ ہوگا۔

(۴) مکان:

خاوند پر لازم ہے کہ وہ بیوی کو ایسے مکان میں رکھے جو خود اس کے اہل سے خالی ہو اگر چہ وہ اہل اس کا کسی دوسری عورت سے بیٹا ہی ہو۔ اسی طرح وہ مکان بیوی کے اہل وعیال سے بھی خالی ہو۔ وہ مکان کفایت یہ ہے کہ عورت کے لئے مکان ہی میں ایک الگ حجرہ ہو یا جس کے کواڑ وغیرہ ہو تا کہ بموقعہ بند کیا جا سکے تو اس صورت میں عورت کا علیحدہ مکان کا مطالبہ پورا ہو جائے گا۔

(۵) خاوند کا حق:

خاوند کو حق پہنچتا ہے کہ وہ بیوی کو اس کے رشتہ داروں سے منع کرے اگر چہ وہ اس کا بیٹا ہو جو کسی اور خاوند سے ہو۔ یعنی داخل ہونے سے روک سکتا ہے گھر میں۔ البتہ اس کو محارم کے دیکھنے اور ان سے کلام کرنے سے جب وہ چاہے نہیں روک سکتا۔ صحیح یہ ہے کہ خاوند بیوی کو اپنے ماں' باپ کے ہاں جانے اور ان کے آنے سے منع نہ کرے اور یہ ہفتہ میں ایک مرتبہ ہو۔ اسی طرح والدین کے علاوہ محارم کو آنے جانے سے منع نہ کرے اور یہ سال میں ایک مرتبہ کافی ہے۔

(۶) کس کا سکنیٰ واجب:

طلاق رجعی یا بائن کی عدت گزارنے والی عورت کا خرچہ واجب ہے بشرطیکہ اس عورت کا جدا ہونا بلا معصیت و نافرمانی ہو مثلاً خیار عتق' خیار بلوغ اور وہ تفریق جو کفو نہ ہونے کی وجہ سے کرائی گئی ہو۔ جو عورت موت کی عدت میں ہو اس کے لئے نفقہ و سکنیٰ نہیں ہے۔ اسی طرح وہ عورت جو گناہ کی وجہ سے الگ اور جدا ہو اس کا نفقہ نہیں مثلاً مرتدہ ہو جائے یا اپنے خاوند کے بیٹے کے ساتھ ایسا کام کر لیا جس کی وجہ سے حرمت مصاہرت ثابت ہو گئی اور وہ عورت اپنے خاوند پر حرام ہو گئی مثلاً شوہر کے بیٹے کو اپنے اوپر قدرت دیدی یا شہوت سے اس کا بوسہ لے لیا یا چھو لیا وغیرہ۔ اگر کوئی عورت تین طلاقوں کی عدت گزارتے ہوئے مرتد ہو جائے تو نفقہ ساقط ہو جائے گا۔ اگر اس نے خاوند کے بیٹے سے زنا کر لیا تو نفقہ ساقط نہ ہوگا۔ فقیر کی لڑکی کا نفقہ اس کے باپ پر لازم ہے اگر چہ وہ فقیر ہو۔

(۷) رضاعت:

دودھ پلانے پر ماں کو مجبور نہیں کیا جا سکتا مگر جب کہ وہ معین ہو جائے مثلاً بچہ اور کسی عورت کا دودھ نہیں پیتا' یا ماں کے علاوہ دودھ پلانے والی ملتی ہی نہیں تو اس صورت میں ماں پر جبر کیا جائے گا لیکن اگر وہ دودھ پلانے کے لئے متعین نہ ہو تو باپ دودھ پلانے والی دائی رکھے جو ماں کے پاس رہ کر دودھ پلائے۔ اگر باپ لڑکے کی ماں ہی کو دائی رکھے تا کہ وہ بچے کو دودھ پلائے خواہ وہ اس کی بیوی ہو یا اس کی عدت میں ہو جو طلاق رجعی کی عدت ہو تو جائز نہیں اور اگر طلاق بائن کی عدت ہو تو بعض نے دودھ پلانے کے لئے اجرت پر رکھنے کو جائز قرار دیا ہے بعض نے اس صورت میں بھی اس کو جائز قرار نہیں دیا۔ البتہ عدت کے بعد جائز ہے بلکہ وہ تو اس کی زیادہ حقدار ہے جب کہ وہ غیر کے مقابلے میں زیادہ اجرت کا مطالبہ نہ کرے۔

اگر بیوی کو اس طور پر دائی بنائے کہ دوسری بیوی سے پیدا ہونے والے بچے کو وہ دودھ پلائے تو درست ہے۔ باپ پر لازم ہے کہ اپنی بالغہ محتاج بیٹی اور بالغ فقیر واپاہج بیٹے کا خرچہ ادا کرے اسی پر فتویٰ ہے۔ بعض نے کہا دو تہائی باپ پر اور ایک تہائی ماں پر لازم ہے۔

(۸) اصول کا خرچہ:

اصول یعنی ماں' باپ' دادا' دادی' نانا' نانی اگر چہ اوپر کے درجہ سے ہوں اور محتاج ہوں تو اولاد پر ان کا خرچہ واجب ہے۔ بشرطیکہ اولاد اس طرح کی مالدار ہو کہ ان پر صدقہ حرام ہو۔ پس یہ بیٹے اور بیٹی پر واجب ہے۔ اس میں قرب وجزئیت کا لحاظ ہے وراثت کا نہیں' مثلاً اگر کسی کی بیٹی اور پوتا دونوں ہوں تو خرچہ بیٹی پر لازم ہوگا اگر چہ میراث دونوں کو پہنچتی ہے۔

اگر نواسی اور بھائی ہو تو نفقہ نواسی پر لازم ہے باوجود یکہ کل میراث بھائی کو ملتی ہے۔

(۹) مالدار کی ذمہ داری:

مالدار پر اس کے ہر ذی رحم محرم کا خرچہ لازم ہے۔ وہ ذی رحم چھوٹا ہو یا عورت یا اپاہج اندھا یا نادانی کی وجہ سے اچھی طرح کما نہ سکتا ہو یا اس وجہ سے کہ اس کا خاندان مذکورہ بالا لوگوں میں سے ہو یا طالب علم ہو۔ اگر وہ خرچہ نہ دے تو اس پر جبر کیا جائے گا۔ ذی رحم محارم کا نفقہ میراث کی مقدار سے لازم ہوتا ہے یعنی محتاجی وتنگدستی کی وجہ سے اس کے ذی رحم محرم کا اس کا اتنا ہی نفقہ واجب ہوگا جس قدر وہ اس کی میراث میں سے اس کا وارث بنے گا۔ مثلاً اس کی متفرق بہنیں ہوں حقیقی' سوتیلی اور اخیافی تو اس کا خرچہ تینوں پر اس طرح لازم ہوگا کہ خرچے کے پانچ حصے بنائیں گے۔ تین تو حقیقی پر لازم ہوں گے اور دو حصے ایک ایک سوتیلی واخیافی کے ذمہ ہوں گے۔ یہ مقدار زید کی وراثت میں ان کے حصص کے مطابق ہے۔ وراثت کی مقدار کے ہر وقت متعین ومعلوم ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ وراثت کا اہل ہونا کافی ہے۔ مثلاً جو شخص ماموں اور چچا کا بیٹا ہے تو ماموں پر نفقہ لازم ہوگا اور باپ کی بیوی کا خرچہ اس کے بیٹے پر ہے اور بہو کا خرچہ سسر (لڑکے کا باپ) پر لازم ہے بشرطیکہ وہ لڑکا نابالغ یا اپاہج ہو۔

(۱۰) مفلس کا حکم:

جو آدمی خود محتاج و مفلس ہے' اس پر کسی کا خرچہ واجب نہیں خواہ اس کے ذی رحم رشتہ دار اور والدین ہی کیوں نہ ہوں البتہ بیوی اور اولاد کا خرچہ ہر صورت میں لازم ہے۔

(۱۱) اختلافِ دین:

دین و مذہب کے اختلاف کی صورت میں ایک دوسرے پر خرچہ لازم نہیں رہتا مگر بیوی' والدین اگر چہ اوپر کے درجہ کے ہوں اور بیٹا بیٹی خواہ نچلے درجہ کے ہوں ان کا خرچہ اختلاف دین کے باوجود لازم رہتا ہے۔

اگر والد اپنے خرچ کے لئے بیٹے کے اسباب و سامان کو فروخت کرے تو جائز ہے۔ مگر عقار یعنی غیر منقولہ اشیاء زمین' مکان' باغات کو فروخت کرنا جائز نہیں۔ البتہ والد اپنے قرضہ جات کے لئے جو اس کے بیٹے پر لازم ہوں۔ بیٹے کے سامان' اسباب کو فروخت نہیں کر سکتا۔ البتہ ماں کو بیٹے کی منقولہ و غیر منقولہ جائیداد کو اپنے خرچہ کے لئے فروخت کرنا جائز نہیں۔ صاحبینؒ کے نزدیک تو والد کو بھی جائز نہیں کہ وہ اولاد کی منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد کو اپنے خرچے کے لئے فروخت کرے۔

(۱۲) غلام کا خرچہ:

غلام کا نفقہ مالک پر لازم ہے خواہ وہ غلام کسی قسم کے ہوں۔ اگر مالک غلام کے خرچہ سے انکار کر دے تو غلام کمائی کر کے اپنے اوپر خرچ کریں اور اگر وہ کمانے پر قادر نہ ہو تو مالک کو ان کے فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔

(۱۳) جانور کا خرچہ:

اگر کسی نے جانور خریدا تو اس کے خرچہ پر اس کو مجبور تو نہیں کیا جا سکتا البتہ دیانۃً اور اخلاقی طور پر ان پر خرچہ کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ (ملتقی)

الفصل الاول:

معروف مقدار میں اولاد کا خرچہ بلا اجازت خاوند کے مال سے لیا جا سکتا ہے

۱/۳۲۹۳ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ هِنْدَ بِنْتَ عُتْبَةَ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيْحٌ وَّلَيْسَ يُعْطِيْنِيْ مَا يَكْفِيْنِيْ وَوَلَدِيْ اِلَّا مَا اَخَذْتُ مِنْهُ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ فَقَالَ خُذِيْ مَا يَكْفِيْكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوْفِ ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری البخاری فی ۵۰۷/۹ الحدیث رقم ۵۳٦٤ ومسلم فی ۱۳۳۸/۳ الحدیث رقم (۷-۱۷۱٤) وابوداوٗد فی السنن ۸۰۲/۳ الحدیث رقم ۲۲۵۹ وابن ماجه فی ۷٦۹/۲ الحدیث رقم ۲۲۹۳۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہندہ بنت عتبہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ! ابوسفیان یعنی میرا خاوند' بخیل آدمی ہے وہ مجھے اتنی مقدار میں خرچہ نہیں دیتا جو میرے اور میری اولاد کے لئے کفایت کر جائے مگر جب کہ میں اس کے مال سے اتنی مقدار میں لے لوں جو میرے اور میری اولاد کے لئے کفایت کر جائے اور اسے معلوم نہ ہو' تو آپ نے فرمایا تم دستور کے مطابق اس کے مال سے لے سکتی ہو یعنی اوسط درجہ کا خرچہ لیا جا سکتا ہے۔ یہ بخاری' مسلم میں ہے۔

تشریح ۞ اس سے معلوم ہوا کہ بقدرِ ضرورت خرچہ واجب ہے اور اس پر تمام علماء کا اجماع ہے۔

(۲) نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اس حدیث میں کئی فوائد ہیں چند درج کرتے ہیں' نمبر ۱ بیوی اور چھوٹی اولاد کا خرچہ خاوند پر لازم ہے۔ نمبر ۲ خرچہ بقدر استطاعت ہوگا نمبر ۳ فتویٰ کے وقت اجنبی عورت کا کلام و گفتگو سننا جائز ہے نمبر ۴ اس طرح حکم دینے کے وقت بھی اجنبی عورت کا کلام سنا جا سکتا ہے نمبر ۵ فتویٰ طلب کرتے وقت انکشافِ حقیقت کے لئے اس طرح کا تذکرہ بھی درست ہے جو سامنے اس کو ناگوار ہو۔ نمبر ۶ جس کا کسی پر حق ہو اور وہ اسے نہ دیتا ہو تو صاحب حق کو اس کے مال میں سے اپنے حق کی مقدار سے لینا جائز ہے خواہ اس کا اذن نہ بھی ہو۔ نمبر ۷ عورت کو کفالت اولاد میں اولاد پر بقدر کفایت ان کے باپ کے مال سے خرچ کرنے کا حق ہے۔ نمبر ۸ بیوی کو ضرورت کے لئے اپنے گھر سے نکلنا جائز ہے جب کہ خاوند اجازت دے یا وہ عورت خاوند کی رضا مندی اس سلسلہ میں جانتی ہو نمبر ۹ قاضی کو حق ہے کہ وہ اپنے علم کے مطابق حکم دے اور گواہ نہ طلب کرے۔ نمبر ۱۰ حق میں کمی کی شکایت اس کے سامنے جائز ہے جو اس کا ازالہ کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔ (ع)

مال کو اپنے اور اہل پر خرچ کرنا مال کا شکریہ ہے

۲/۳۲۹۴ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَعْطَى اللّٰهُ اَحَدَكُمْ خَيْرًا فَلْيَبْدَأْ بِنَفْسِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ١٤٥٣/٣ الحديث رقم (١٠/١٨٢٢)۔

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کو مال دے تو اسے چاہئے کہ وہ پہلے اپنے اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

مالک پر غلام کا حق روٹی کپڑا ہے

۳/۳۲۹۵ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمَمْلُوْكِ طَعَامُهٗ وَكِسْوَتُهٗ وَيُكَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَا يُطِيْقُ ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ١٢٨٤/٣ الحديث رقم (٤١-١٦٦٢) ومالك فی الموطأ ٩٨٠/٢ الحديث رقم ٤٠ من

کتاب الاستذان واحمد فی المسند ۲/۲۴۷۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مالک کے ذمے غلام کا کھانا اور لباس ہے اور اس کی طاقت سے زیادہ کام اس سے نہ لیا جائے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح: مالک پر لازم ہے کہ اپنے غلام لونڈی کو ضرورت کی مقدار کے مطابق روٹی کپڑا دے اور شہر کے دستور کے مطابق دے یعنی جیسے غلاموں کو وہاں کے لوگ دیتے ہوں۔ اور غلام کو اسی کام کا کہا جائے جو اس کی طاقت کے اندر ہو جس پر وہ مداومت کر سکے نہ کہ ایک دو دن کے بعد طاقت نہ رہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ایسے کام کرنے کو نہ کہا جائے جس سے اس کے بدن کو ضرر پہنچے۔ خیال تو کریں کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو بقدرِ استطاعت کاموں کا حکم دیا ہے پس مالک مجازی کو اپنے مملوکین پر انہیں کا طریقہ جاری کرنا چاہئے۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث مرفوع میں منقول ہے غلام کے لئے مالک پر تین باتیں لازم ہیں نمبر۱ اس کی نماز کے بارے میں جلدی نہ مچائے۔ نمبر۲ کھانا کھاتے ہوئے اپنی کسی کام کے لئے نہ اٹھائے نمبر۳ اور اس کو اتنا کھانا دے جس سے اس کا پیٹ اچھی طرح بھر جائے۔ (ع۔ح)

غلام تمہارے ماتحت انسانی بھائی ہیں

۳۲۹۶/۴ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِخْوَانُکُمْ جَعَلَھُمُ اللّٰہُ تَحْتَ اَیْدِیْکُمْ فَمَنْ جَعَلَ اللّٰہُ اَخَاہُ تَحْتَ یَدَیْہِ فَلْیُطْعِمْہُ مِمَّا یَاْ کُلُ وَلْیُلْبِسْہُ مِمَّا یَلْبَسُ وَلَا یُکَلِّفْہُ مِنَ الْعَمَلِ مَا یَغْلِبُہٗ فَاِنْ کَلَّفَہٗ مَا یَغْلِبُہٗ فَلْیُعِنْہُ عَلَیْہِ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤٦٥/١٠ الحدیث رقم ٦٠٥٠ ومسلم فی ١٢٨٢/٣ الحدیث رقم (٣٨-١٦٦١) وابوداؤد فی السنن ٣٦٠/٥ الحدیث رقم ٥١٥٨ والترمذی فی ٢٩٤/٤ الحدیث رقم ١٩٤٥ واحمد فی المسند ١٦١/٥۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (غلام) تمہارے انسانی بھائی ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں دین اور خلقت کے لحاظ سے تمہارے ماتحت بنایا ہے۔ (یعنی ان کو تمہارے امتحان کے لئے تمہارے تابع کیا)۔ پس جس کے تحت اللہ تعالیٰ اس کے بھائی کو کر دے تو وہ اس کو وہی کھلائے جو خود کھائے اور اس کو وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے اور اسے اس کام کی تکلیف نہ دے جو اس سے نہ ہو سکتا ہو پھر اگر ایسا کام جو اس سے نہ ہو سکتا ہو ذمہ لگا دے تو اس کی اس سلسلہ میں مدد کرے۔ یہ بخاری، مسلم کی روایت ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

اس روایت میں غلام کو وہی چیز کھلانے اور پہنانے کا حکم دیا جو خود کھائے اور پہنے تو یہ امر استحباب کے لئے ہے اور مالک پر مملوک کا وہ نفقہ واجب ہے جو کہ اس علاقہ کے مطابق ہو اور وہاں کے اشخاص کے لحاظ سے ہو۔ اس میں یہ بات برابر ہے

کہ وہ کھانے کی جنس سے ہو یا لباس کی قسم سے ہو اور خواہ وہ مالک کے طعام و لباس کے برابر ہو یا اس سے کم یا اس سے زیادہ ہو۔ اگر مالک خود اپنے اوپر اس طرح کی تنگی کرے جو اس کے ہم جنسوں کی عادت سے خارج ہو خواہ وہ زہد کی وجہ سے کرنے یا بخل کی بنا پر کرے تو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مملوک پر ایسی تنگی کرے بلکہ مملوک کو عرف و رواج کے مطابق دے اس کی مدد کرے یعنی خود معاونت کرے یا اور کسی سے معاونت کروائے بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ وہ اپنی لونڈیوں کی چکی پیسنے میں مدد کرتے اور ان کے ساتھ شریک ہوتے تھے۔ (ع۔ح)

غلام کی خوراک روک لینا بڑا گناہ ہے

۵/۳۲۹۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو جَاءَهُ قَهْرَمَانٌ لَهُ فَقَالَ لَهُ اَعْطَيْتَ الرَّقِيْقَ قُوْتَهُمْ قَالَ لَا قَالَ فَانْطَلِقْ فَاَعْطِهِمْ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَفٰى بِالرَّجُلِ اِثْمًا اَنْ يَحْبِسَ عَمَّنْ يَّمْلِكُ قُوْتَهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ كَفٰى بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ يُضَيِّعَ مَنْ يَقُوْتُ ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ٦٩٢/٢ الحديث رقم (٤٠-٩٩٦) وابو داوٗد فی السنن ٣٢١/٢ الحديث رقم ١٦٩٢ واحمد فی المسند ١٩٣/٢۔ (٣) فی المخطوطة (ليس) (٤) الرواية الثانية (عفی بالمرء انما ان يضيع من يقوت) ذكرها فی الجامع الصغير ٣٨٩/٢ الحديث رقم ٦٢٣٧ والاولی الحديث رقم ٦٢٤٧۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کے پاس ان کا مختار آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم نے غلام لونڈیوں کو ان کی خوراک دی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ تو عبداللہ کہنے لگے تم جا کر ان کی خوراک ان کو دو۔ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہی گناہ کافی ہے کہ آدمی مملوک کو ان کی خوراک نہ دے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا گناہ کے لحاظ سے یہی کافی ہے کہ اس کی خوراک کو ضائع کرے جس کی خوراک اس پر لازم ہو (یعنی اہل و عیال اور لونڈی، غلام)۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

بتقاضائے مروت غلام کو اپنے ساتھ کھلانا

۶/۳۲۹۸ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَنَعَ لِاَحَدِكُمْ خَادِمُهُ طَعَامَهُ ثُمَّ جَاءَهُ بِهِ وَقَدْ وَلِيَ حَرَّهُ وَدُخَانَهُ فَلْيُقْعِدْهُ مَعَهُ فَلْيَأْكُلْ فَاِنْ كَانَ الطَّعَامُ مَشْفُوْهًا قَلِيْلًا فَلْيَضَعْ فِيْ يَدِهِ مِنْهُ اُكْلَةً اَوْ اُكْلَتَيْنِ ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحيحه ٥٨١/٩ الحديث رقم ٥٤٦٠ ومسلم فی ١٢٨٤/٣ الحديث رقم (٤٢-١٦٦٣) وابو داوٗد فی السنن ١٨٥/٤ الحديث رقم ٣٨٤٦ والترمذی فی ٢٥٢/٤ الحديث رقم ١٨٥٣ والدارمی فی ١٤٦/٢ الحديث رقم ٢٠٧٤ واحمد فی المسند ٤٠٩/٢

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تمہارا خادم تمہارے لئے کھانا تیار کرے پھر وہ تمہارے پاس کھانا

لائے حالانکہ اس نے کھانا پکانے کی گرمی اور دھواں برداشت کیا ہے۔ اسے اپنے ساتھ بٹھائے اور کھلائے اور اگر کھانا مَشْفُوْہ یعنی اس کے کھانے والے بہت ہوں اور وہ تھوڑا ہو تو پھر اس کے ہاتھ پر ایک یا دو لقمے رکھ دے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یعنی اس کو اپنے ساتھ کھلانے میں عار محسوس نہ کرے جیسا کہ متکبرین کا طریقہ ہے۔ کیونکہ انسانی برادری کے لحاظ سے وہ تمہارا بھائی ہے۔ نیز اس میں یہ بھی فائدہ ہے کہ کھانے میں برکت پڑے گی اس لئے کہ دسترخوان پر جتنے لوگ زیادہ ہوں اتنی ہی کھانے میں برکت ہوتی ہے جیسا کہ روایت میں آیا ہے کہ افضل طعام وہ ہے جس میں ہاتھ بہت پڑیں اور خادم کو اپنے ساتھ کھلانے یا اس کو چند لقمے دینے کا حکم استحباب کے لئے ہے۔ (ع)

فرمانبردار غلام کو دوہرا اَجر ملے گا

۳۲۹۹/۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا نَصَحَ لِسَيِّدِهٖ وَاَحْسَنَ عِبَادَةَ اللّٰهِ فَلَهٗ اَجْرُهٗ مَرَّتَيْنِ ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۷۵/۵ الحدیث رقم ۲۵۴٦ ومسلم فی ۱۲۸٤/۳ الحدیث رقم (٤۳-۱٦٦٤) وابوداؤد فی السنن ۳٦۵/۵ الحدیث رقم ۵۱٦۹ ومالك فی الموطأ ۹۸۱/۲ الحدیث رقم ٤۳ واحمد فی المسند ۱۰۲/۲۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب غلام اپنے آقا کی خیرخواہی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اچھے طریقے سے انجام دیتا ہے تو اس کو دوہرا ثواب ملتا ہے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ایک ثواب تو اپنے آقا کی خدمت کا ملے گا اور دوسرا ثواب اللہ تعالیٰ کی عبادت کا (۲) اس سے معلوم ہوا کہ مالک کی خیرخواہی عبادت ہے کیونکہ اس پر بھی ثواب ملتا ہے اور حقیقت میں وہ بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے کیونکہ اسی کے فرمانے سے وہ کرتا ہے جیسا کہ ماں باپ کی فرمانبرداری (۳) بعض نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر عمل میں دوہرا ثواب ہے۔ (ع)

بہترین غلام

۳۳۰۰/۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعِمَّا لِلْمَمْلُوْكِ اَنْ يَّتَوَفَّاهُ اللّٰهُ بِحُسْنِ عِبَادَةِ رَبِّهٖ وَطَاعَةِ سَيِّدِهٖ نِعِمَّا لَهٗ ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۷۵/۵ الحدیث رقم ۲۵٤۹ ومسلم فی ۲۸۵/۳ الحدیث رقم (٤٦-٦٦۷) واحمد فی المسند ۲۷۰/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مملوک کے لئے بہت اچھا ہے کہ اس کی وفات اس حالت میں ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اچھے انداز سے عبادت کرنے والا اور اپنے مالک کی خوب فرماں برداری کرنے

والا ہو۔ یہ بخاری، مسلم کی روایت ہے۔ یعنی غلام کے لئے اسی میں خوبی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اچھی عبادت اور اپنے آقا کی فرمانبرداری میں فوت ہو۔

بھاگنے والے غلام کی نماز قبول نہیں

۹/۳۳۰۱ وَعَنْ جَرِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَبَقَ الْعَبْدُ لَنْ تُقْبَلَ لَهٗ صَلَاةٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْهُ قَالَ اَيُّمَا عَبْدٍ اَبَقَ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْهُ قَالَ اَيُّمَا عَبْدٍ اَبَقَ مِنْ مَّوَالِيْهِ فَقَدْ كَفَرَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْهِمْ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ۸۳/۱ الحديث رقم (۱۲٤-۷۰) والنسائي في السنن ۱۰۲/۷ الحديث رقم ٤۰٤۹ واحمد في المسند ۳٦٥/٤۔

ترجمہ: حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب غلام بھاگتا ہے تو اس کی کوئی نماز قبول نہیں کی جاتی اور ایک روایت میں ہے کہ جو غلام بھاگا وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری سے بری ہو گیا۔ ایک روایت میں اس طرح ہے کہ جو غلام اپنے مالکوں سے بھاگا وہ کافر ہوا یہاں تک کہ وہ اپنے مالکوں کی طرف واپس لوٹ آئے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

فَقَدْ بَرِئَتْ :

ذمہ سے بری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اسلام کا عہد و امان توڑ ڈالا یعنی وہ کفار کے شہر کی طرف بھاگے گا اور مرتد ہو جائے گا تو وہ اسلام کے عہد سے الگ ہو گیا اور اس نے اپنا خون حلال کر دیا اور اگر وہ کسی اسلامی شہر کی طرف بھاگا تو پھر اس کا قتل جائز نہیں ہے۔ بشرطیکہ ارتداد اختیار نہ کرے۔

اور اس صورت میں یہ روایت تہدید و زجر پر محمول ہوگی۔

(۳) کفر: کا مطلب یہ ہے کہ اگر بھاگنے کو حلال سمجھا تو کافر ہوا یا کفر کے قریب پہنچ گیا یا کافروں والا عمل کیا یا اس کے متعلق کفر کا خطرہ ہے یا اپنے مالک کی نعمت کا کفران و ناشکری کی۔ (ع۔ح)

اپنے غلام پر زنا کی تہمت لگانے والا قیامت کے دن کوڑے کھائے گا

۱۰/۳۳۰۲ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ قَذَفَ مَمْلُوْكَهٗ وَهُوَ بَرِيْئٌ مِمَّا قَالَ جُلِدَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ كَمَا قَالَ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاري في صحيحه ۱۸٥/۱۲ الحديث رقم ٦۸٥۸ ومسلم في ۱۲۸۲/۳ الحديث رقم (۳۷-۱٦٦۰) وابوداؤد في السنن ۳٦۳/٥ الحديث رقم ۳۱٦٥ والترمذي في ۲۹٥/٤ الحديث رقم ۱۹٤۷ واحمد في

المسند ۲/ ۵۰۰۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو اپنے غلام پر زنا کی تہمت لگائے حالانکہ وہ اس تہمت سے پاک تھا جو اس نے لگائی تو اس کے مالک کو قیامت کے دن کوڑے مارے جائیں گے سوائے اس صورت کے کہ غلام اسی طرح ہو جیسا اس نے کہا۔ یہ بخاری، مسلم کی روایت ہے۔

فوائد الحدیث، يَوْمَ الْقِيَامَةِ :

اگرچہ دنیا میں غلام پر بہتان لگانے کی صورت میں آقا کو کوڑے نہ لگیں گے، لیکن آخرت میں لوگوں کے سامنے اس مالک کی اس طرح ذلت و رسوائی ہوگی کہ اسے کوڑے لگیں گے۔ نمبر ۲ غلام پر بہتان سے آقا پر حد نہیں فقط تعزیر ہے۔ اسی پر اجماع ہے۔

(۳) اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ كَمَا قَالَ:

یعنی اگر غلام واقعتاً ایسا ہی تھا جیسا کہ مالک نے الزام لگایا تو تب آقا بچے گا۔ پس وہ لوگ نہایت درجہ قابل افسوس ہیں جو کہ اپنے غلاموں اور لونڈیوں کو گالیاں دیتے ہیں۔ وہ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں ڈرتے (ح۔ع)

غلام کو ناجائز مارنے کا کفارہ آزادی ہے

۳۳۰۳/۱وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ ضَرَبَ غُلَامًا لَّهُ حَدًّا لَمْ يَأْتِهِ اَوْ لَطَمَهُ فَاِنَّ كَفَّارَتَهُ اَنْ يُعْتِقَهُ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ۱۲۷۹/۳ الحديث رقم (۳۰۔۱۶۵۷) واحمد فی المسند ۶۱/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اپنے غلام کو حد لگائے جب کہ اس نے حد والا کام نہیں کیا (یعنی بے گناہ ہے، از راہِ تادیب درست ہے) یا اس نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا پس اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اسے آزاد کر دے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ منہ پر طمانچہ مارنا ہر کسی کو حرام ہے۔ (ع)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کا مارنے کے بدلے غلام آزاد کرنا

۳۳۰۴/۲وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ كُنْتُ اَضْرِبُ غُلَامًا لِيْ فَسَمِعْتُ مِنْ خَلْفِيْ صَوْتًا اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ لِلّٰهُ اَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ فَالْتَفَتُّ فَاِذَا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللّٰهِ فَقَالَ اَمَا لَوْلَمْ تَفْعَلْ لَلَفَحَتْكَ النَّارُ اَوْ لَمَسَّتْكَ النَّارُ۔

(رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۲۸۱/۳ الحدیث رقم (۳۵-۱۶۵۹)وابوداؤد فی السنن ۳۶۱/۵ الحدیث رقم ۵۱۵۹ والترمذی فی السنن ۲۹٦/٤ الحدیث رقم ۱۹٤۸۔

ترجمہ: حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ میں اپنے غلام کو مار رہا تھا میں نے اپنے پیچھے آواز سنی! خبردار ہو۔اے ابومسعود! اللہ تعالیٰ کو تم پر اس سے زیادہ قدرت ہے جتنی تمہیں غلام پر ہے (یعنی جیسی تم غلام پر قدرت رکھتے ہو اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو تم پر قدرت ہے) میں نے اچانک پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے پھر میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ اللہ کے لئے آزاد ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو اسے آزاد نہ کرتا تو تجھے دوزخ کی آگ جلاتی یا اس طرح فرمایا تجھ کو آگ لگتی۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

لَمَسَّتْكَ النَّارُ :

یعنی اگر تو نے ظلم کی وجہ سے مارا اور وہ معاف نہ کرے تو تیرا قصور آگ کا حقدار بنانے والا ہے۔

① امام نووی رحمہ اللہ نے کہا اس روایت میں ترغیب دی گئی کہ مملوک کے ساتھ نرمی برتنی چاہئے۔ ② اور مارنے کے بدلے اس کو آزاد کرنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے تا کہ وہ اس گناہ کا کفارہ بن جائے۔ (ع)

الفصل الثانی:

تُو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے

۳۳۰۵/۱۳وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَجُلاً اَتَى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ لِیْ مَالاً وَاِنَّ وَالِدِیْ يَحْتَاجُ اِلٰى مَالِیْ قَالَ اَنْتَ وَمَالُكَ لِوَالِدِكَ اِنَّ اَوْلَادَكُمْ مِنْ اَطْيَبِ كَسْبِكُمْ كُلُوْا مِنْ كَسْبِ اَوْلَادِكُمْ (رواہ ابوداود وابن ماجة)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۸۰۲/۳ الحدیث رقم ۳۵۳۰وابن ماجه فی ۷٦۹/۲ الحدیث رقم ۲۲۹۲ واحمد فی المسند ۲۱٤/۲۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ بلاشبہ میرے پاس مال ہے اور میرے والد کو میرے مال کی ضرورت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔ بیشک اولاد تمہاری بہترین کمائی ہے۔ اپنی اولاد کی کمائی کھاؤ۔ یہ ابوداؤد' نسائی اور ابن ماجہ کی روایت ہے۔

اَنْتَ وَمَالُكَ لِوَالِدِكَ :

یعنی تم پر لازم ہے کہ ماں باپ پر خرچ کر کے ان کی حاجت پوری کرو اور ان کو تمہارے مال میں تصرف جائز ہے۔

(۲) اس حدیث میں دلیل ہے کہ باپ کا نفقہ بیٹے پر واجب ہے اور اگر باپ بیٹے کے مال سے کچھ چرائے یا اس کی لونڈی سے

صحبت کرے تو اس پر حد لازم نہیں آتی کیونکہ مالک ہونے کا شبہ موجود ہے۔

(۳) اِنَّ اَوْلَادَکُمْ :

یعنی تمہاری تمام کمائیوں میں حلال ترین کمائی اور افضل کمائی اولاد ہے۔ پس اولاد جو کچھ کمائے وہ تمہارے لیے حلال ہے کیونکہ وہ باپ کے وجود کی وجہ سے حاصل ہوئی اور اس میں اس کے فعل اور کوشش کا بڑا دخل ہے۔ (ع)

متولی ضرورۃً یتیم کے مال سے بقدرِ کفایت استعمال کرسکتا ہے

۳۳۰۶/۴ وَعَنْهُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ فَقِيْرٌ لَيْسَ لِيْ شَيْءٌ وَلِيْ يَتِيْمٌ فَقَالَ كُلْ مِنْ مَّالِ يَتِيْمِكَ غَيْرَ مُسْرِفٍ وَّلَا مُبَادِرٍ وَّلَا مُتَأَثِّلٍ۔

(رواه ابوداؤد والنسائی وابن ماجة)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۲۹۲/۳ الحدیث رقم ۲۸۷۲ والنسائی فی ۲۵۶/۶ الحدیث رقم ۳۶۶۸ وابن ماجه فی ۹۰۷/۲ الحدیث رقم ۲۷۱۸۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا میں واقعۃً محتاج ہوں۔ میرے پاس کچھ نہیں اور میں ایک یتیم کی پرورش کرتا ہوں۔ کیا میں اس کے مال میں سے کھا سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھاؤ مگر حد سے مت نکلو یعنی بلا حاجت خرچ نہ کرو اور نہ جلدی جلدی مال کو ختم کرنے کی غرض سے صرف کرو اور نہ مال کو جمع کرنے غرض سے صرف کرو۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے اور نسائی وابن ماجہ نے بھی نقل کی ہے۔

فوائدالحدیث: وَلَا مُبَادِرٍ :

① اس کا مال لینے میں جلدی مت کرو سوائے اس کے کہ جب ضرورت ہو۔ اس خطرے کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ لڑکا بالغ ہو جائے تو مال چھین لے گا۔ ② اس سے یہ معلوم ہوا کہ متولی یتیم کو ضرورت کے وقت اس کے مال سے کھانا درست ہے اور مالدار کو درست نہیں اور فقر و تنگدست کو بھی بقدر حاجت لینے کی اجازت ہے۔ اسراف کی اجازت قطعاً نہیں ہے اور یہ مضمون قرآن مجید کی اس آیت میں موجود ہے: **فلیاکل بالمعروف**......۔

نماز اور ماتحتوں کا خیال رکھنا

۳۳۰۷/۵ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ مَرَضِهِ الصَّلَاةَ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔ (رواه البیهقی فی شعب الا یمان وروی احمد وابوداود عن علی نحوه)

اخرجه البیهقی فی شعب الایمان ۳۶۹/۶ الحدیث رقم ۸۵۵۳۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوفات میں فرمایا کہ نماز کو لازم پکڑو اور تمہارے دائیں ہاتھ جن کے مالک ہیں ان کا حق ادا کرو یعنی غلام اور لونڈیاں۔ یہ بیہقی کی روایت ہے جو شعب الایمان میں ہے احمد' ابوداؤد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح کی روایت نقل کی ہے۔

تشریح ❁ نماز کو لازم پکڑو اور حفاظت کرو یعنی ہمیشہ پڑھا کرو اور اس کے حقوق اچھی طرح ادا کرو۔ لونڈی غلام کا حق ان کو کھلانا' پہنانا ہے اور ناحق ان پر ظلم نہ کرنا اور ان کو برا نہ کہنا ہے' اسی طرح جانوروں کا بھی حق ہے۔

(۲) علماء نے لکھا ہے کہ ذمی اور جانوروں کا جھگڑا قیامت کے دن نپٹانا مشکل ہوگا جیسا کہ مسلمان کا مقدمہ۔ (ع)

غلاموں سے بدسلوکی کرنے والے کا بیان

۳۳۰۸/۶ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ سَیِّئُ الْمَلَکَۃِ۔

(رواہ الترمذی وابن ماجۃ)

اخرجه الترمذی فی السنن ۲۹۵/٤ الحدیث رقم ١٩٤٦ وابن ماجه فی ١٢١٧/٢ الحدیث رقم ٣٦٩١ واحمد فی المسند ٤/١۔

ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مملوک سے بدسلوکی کرنے والا جنت میں (ابتداءً) داخل نہ ہوگا۔ یہ ترمذی' ابن ماجہ کی روایت ہے۔

۳۳۰۹/۷ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ مَکِیْثٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ حُسْنُ الْمَلَکَۃِ یُمْنٌ وَسُوْءُ الْخُلُقِ شُؤْمٌ (رواہ ابوداؤد ولم ارفی غیر المصابیح ما زاد علیہ فیہ من قولہ) وَالصَّدَقَۃُ تَمْنَعُ مِیْتَۃَ السُّوْءِ وَالْبِرُّ زِیَادَۃٌ فِی الْعُمُرِ۔

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ٣٦١/٥ الحدیث رقم ٥١٦٢ واحمد فی المسند۔

ترجمہ: حضرت رافع بن مکیث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غلاموں سے نیکی و خوش اخلاقی باعث برکت ہے اور ان سے بدسلوکی بے برکتی کا باعث ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تنبیہ:

صاحب مشکوٰۃ کہتے ہیں کہ صاحب مصابیح نے یہ اضافہ نقل کیا ہے۔ ''صدقہ دینا بری موت سے بچاتا ہے اور نیکی عمر میں اضافے کا سبب بنتی ہے۔'' مگر یہ اضافہ اس روایت میں مجھے کہیں نہیں ملا۔

حُسْنُ الْمَلَکَۃِ :

اکثر و بیشتر ایسا ہوتا ہے کہ مالک جب غلام سے بھلائی اور خوش خلقی کا مظاہرہ کرتا ہے تو وہ تابعدار اور خیرخواہ بن جاتا ہے اور اس کے کام میں خوب محنت کرتا ہے جس سے اس کے دین میں برکت ہوتی ہے اور بداخلاقی نفرت کا باعث بنتی ہے تو

مملوک اس کی جان و مال کو ہلاک کرنے کے درپے ہو جاتے ہیں۔ (۲) میتۃ السوء: بری موت سے مفاجاتی 'موت مراد ہے یا پھر اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت و بے خبری والی موت ہے۔ مرگ مفاجات کے برا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اچانک آنے کی وجہ سے آدمی توبہ سے بھی محروم رہتا ہے۔ (۳) والبر زیادۃ: یعنی مخلوق پر احسان یا خالق کی اطاعت عمر میں اضافے کا باعث بنتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی عمر کو معلق کر دیتا ہے کہ فلاں کی عمر اتنے برس کی ہوگی اور اگر وہ نیکی یعنی طاعت اختیار کرے گا یا مخلوق سے اچھا سلوک کرے گا تو اس کی عمر اتنے برس بڑھا دی جائے گی' پس جب یہ نیکی کرتا ہے تو عمر بڑھ جاتی ہے۔ یہ حقیقت میں اضافہ ہے نمبر۲ یا معنوی اضافہ مراد ہے عمر میں برکت و خیر کثیر حاصل ہوتی ہے۔ اس کی زندگی میں اور اس کی موت کے بعد لوگ اس کو بھلائی سے یاد کرتے ہیں یہ حکماً اضافہ ہے۔

میرک کا قول:

جزری رحمہ اللہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح یہ روایت مصابیح میں ہے اس کو اسی طرح احمدؒ نے روایت کیا ہے واللہ اعلم۔ پس صاحب مشکوٰۃ کا اعتراض بے جا ہے۔ (ع)

غلام پر رحم کی ترغیب

۱۸/۳۳۱۰ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ضَرَبَ اَحَدُکُمْ خَادِمَهٗ فَذَکَرَ اللّٰهَ فَارْفَعُوْا اَیْدِیَکُمْ (رواه الترمذی والبیهقی فی شعب الایمان لکن عنده) فَلْیُمْسِكْ بَدَلَ فَارْفَعُوْا اَیْدِیَکُمْ.

اخرجه الترمذی فی السنن ۲۹۷/٤ الحدیث رقم ۱۹۵۰۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنے خادم کو مارے اور وہ غلام اللہ تعالیٰ کا نام لے دے تو تم مار سے ہاتھ اٹھا لو۔ (یعنی وہ غلام کہے کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے معاف کر دو تو تم مارنے سے اپنا ہاتھ ہٹا لو)۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔ بیہقی نے شعب الایمان میں فَارْفَعُوْا کی بجائے فَلْیُمْسِكْ کا لفظ ذکر کیا ہے۔ معنی دونوں کا ایک ہی ہے۔

فَارْفَعُوْا :

علامہ طیبیؒ کہتے ہیں یہ اس صورت میں ہے جب کہ ادب سکھانے کے لئے مار رہا ہو۔ اگر حد کے طور پر مار رہا ہے تو پھر ہاتھ نہ ہٹائے۔ (ع)

ماں بیٹے میں جدائی ڈالنا جائز نہیں

۱۹/۳۳۱۱ وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ وَالِدَةٍ

وَوَلَدِهَا فَرَّقَ اللّٰهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اَحِبَّتِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔ (رواه الترمذی والدارمی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵۸۰/۳ الحدیث رقم ۱۲۸۳ والدارمی فی ۲۹۹/۲ الحدیث رقم ۲۴۷۹ واحمد فی المسند ۴۱۳/۵۔

ترجمہ: حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جو آدمی ماں بیٹے میں جدائی ڈالے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے محبوبوں کے درمیان قیامت کے دن جدائی ڈال دے گا۔ یہ ترمذی اور دارمی کی روایت ہے۔

مَنْ فَرَّقَ :

جو غلام ماں بیٹے میں جدائی ڈالے گا یعنی پہلے وہ دونوں ماں بیٹا ایک مالک کی ملکیت میں تھے اب اس مالک نے ایک کو فروخت کر دیا یا ہبہ کر دیا یا دونوں کو الگ الگ لوگوں کے ہاتھوں فروخت کر ڈالا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس شخص اور اس کے محبوبوں میں جدائی ڈال دیں گے یعنی اس کی اولاد یا ماں باپ وغیرہ اقرباء میں قیامت کے دن جدائی ڈال دیں گے اور جہاں دیگر احباب موقف میں شفاعت کے لئے جمع ہوں گے اور رب العالمین سے شفاعت کریں گے وہاں پر ان کے ساتھ جمع نہ ہو سکے گا۔

(۲) ماں اور بیٹے کا تذکرہ اتفاقی ہے۔ ورنہ ہر ذی رحم نوعمر نابالغ کا یہی حکم ہے خواہ ماں باپ ہوں یا بہن بھائی یا دادا دادی یا ان کے علاوہ کوئی ذی رحم۔

(۳) چھوٹے کی قید:

نابالغ کی قید اس لئے لگائی جاتی ہے کہ بالغ کو جدا کرنے میں حرج نہیں ہے۔ احناف کے ہاں درست ہے۔ یہ قید اگرچہ روایت میں موجود نہیں ہے۔ دو بڑے بھائیوں میں تفریق کو احناف درست مانتے ہیں مگر دو چھوٹے یا ایک چھوٹا ہو تو ان دو بھائیوں میں تفریق کو وہ بھی جائز قرار نہیں دیتے۔

(۴) ایک اختلاف:

علماء نے بڑے کی حد عمر میں اختلاف کیا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں تو سات آٹھ برس کا بچہ بڑا کہلائے گا اور احناف کے ہاں بالغ بڑا کہلائے گا۔ اور اس طرح نابالغ کو اس کے ذی رحم محرم سے علیحدہ کر کے بیچنا امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے ہاں مکروہ ہے اور امام ابو یوسف کے ہاں قرابت ولادت ہو مثلاً ماں بیٹا باپ بیٹا تو الگ کر کے فروخت کرنا جائز نہیں جبکہ ان کی دوسری روایت میں تمام ذی رحم محرم کا یہی حکم ہے۔ (ع۔ح)

دو بھائیوں میں تفریق جائز نہیں

۳۳۱۲/۲۰وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ وَهَبَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غُلَامَیْنِ اَخَوَیْنِ فَبِعْتُ اَحَدَهُمَا فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاعَلِیُّ مَا فَعَلَ غُلَامُكَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ رُدَّهٗ رُدَّهٗ۔

(رواه الترمذی وابن ماجة)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵۸۰/۳ الحدیث رقم ۱۲۸۴ وابن ماجه فی ۷۵۵/۲ الحدیث رقم ۲۲۴۹ واحمد فی المسند ۹۷/۱۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دو غلام عنایت فرمائے جو کہ دونوں بھائی تھے۔ میں نے ان میں سے ایک کو فروخت کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! تیرا غلام کہاں ہے۔ تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فروخت کرنے کی اطلاع دی۔ تو آپ نے فرمایا اس کو واپس کرو' اس کو واپس کرو۔ یہ ترمذی' ابن ماجہ کی روایت ہے۔

رُدَّہٗ :

یعنی بیع کو فسخ کر کے اسے واپس کرنے کا حکم دیا تا کہ دو بھائیوں میں جدائی واقع نہ ہو۔ یہ امر وجوب کے لئے ہے اور غلام کو واپس کرنا ضروری ہے۔ یہ فروخت مکروہ تحریمی ہے۔

(۲) اس سے بھی یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ حکم ماں اور بیٹے کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ (بلکہ تمام ذی رحم کا یہی حکم ہے)۔ (ع۔ح)

ماں اور بیٹے میں تفریق درست نہیں

۳۳۱۳/۲۱وَعَنْهُ اَنَّهٗ فَرَّقَ بَیْنَ جَارِیَةٍ وَوَلَدِهَا فَنَهَاهُ النَّبِیُّ ﷺ عَنْ ذَالِكَ فَرَدَّ الْبَیْعَ۔

(رواه ابوداود منقطعا)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۱۴۴/۳ الحدیث رقم ۲۶۹۶۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک لونڈی اور اس کے بیٹے میں جدائی کی (یعنی ایک کو میں نے فروخت کر دیا) تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا' چنانچہ میں نے بیع کو فسخ کر دیا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے مگر منقطع ہے۔

تشریح ۞ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے ان دونوں روایات سے استدلال کیا کہ ان کی بیع جائز نہیں۔ امام محمد رحمہ اللہ کا مذہب تو یہ ہے کہ ماں بیٹے میں خواہ بیٹا بڑا ہی کیوں نہ ہو تفریق جائز نہیں)۔ (اشعۃ اللمعات)

آسان موت کے آسان اسباب

۲۲/۳۳۱۴وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ يَسَّرَ اللّٰهُ حَتْفَهٗ وَاَدْخَلَهٗ جَنَّتَهٗ رِفْقٌ بِا لضَّعِيْفِ وَشَفْقَةٌ عَلَى الْوَالِدَيْنِ وَاِحْسَانٌ اِلَى الْمَمْلُوْكِ۔

(رواه الترمذى وقال هذا حديث غريب)

اخرجه الترمذی فی السنن ٥٦٦/٤ الحديث رقم ٢٤٩٤۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں تین باتیں پائی جائیں اللہ تعالیٰ اس کے لئے موت کو آسان کردیں گے اور اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں نمبرا کمزور وضعیف سے نرمی نمبر۲: ماں باپ پر شفقت۔ نمبر۳: اور اپنے غلام پر احسان کرنا۔ یہ ترمذی نے روایت کی ہے اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

الضَّعِيْفِ:

جسامت کے لحاظ سے ضعیف ہو یا حالت وعقل کے لحاظ سے ضعیف ہو۔ (۲) احسان: مالک پر جو حقوق لازم ہیں اس سے زائد حسن سلوک کرنا۔ (ع)

نمازی غلام کو مارنے کی ممانعت

۲۳/۳۳۱۵ وَعَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَبَ لِعَلِيٍّ غُلَامًا فَقَالَ لَا تَضْرِبْهُ فَاِنِّىْ نُهِيْتُ عَنْ ضَرْبِ اَهْلِ الصَّلٰوةِ وَقَدْ رَاَيْتُهٗ يُصَلِّىْ هٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِيْحِ وَفِى الْمُجْتَبٰى لِلدَّارِقُطْنِىْ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ نَهَا نَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ضَرْبِ الْمُصَلِّيْنَ۔

اخرجه احمد فی المسند ٢٥٨/٥۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک غلام بخشا اور ارشاد فرمایا اس کو مت مارنا (یعنی حکم شرع کے بغیر)۔ اس لئے کہ مجھے اس بات سے منع کیا گیا ہے (یعنی میرے رب نے مجھے منع کیا ہے) کہ میں نمازیوں کو ماروں حالانکہ میں نے اس کو نماز پڑھتے دیکھا ہے یہ مصابیح کے الفاظ ہیں اور دارقطنی نے اپنی تصنیف مجتبیٰ میں اس کا ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ ہم نمازیوں کو ماریں۔

تشریح ۞ نمازیوں کو مارنے کی ممانعت ان کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرافت اور بزرگی کی وجہ سے ہے۔ دنیا میں جب امید ہے کہ وہ اپنے لطف وکرم سے رسوانہ کرے گا تو آخرت کے عذاب سے بھی ان شاءاللہ رسوانہ کرے گا۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

جب اللہ تعالیٰ نے نمازیوں کو دنیا میں مارنے سے منع کیا تو امید ہے کہ اپنے لطف وکرم سے آخرت میں بھی نمازیوں کو عذاب سے رسوانہ کرے گا۔ (ح)

غلام کو دن میں ستّر مرتبہ معاف کرو

۲۴/۳۳۱۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمْ نَعْفُوْ عَنِ الْخَادِمِ فَسَكَتَ ثُمَّ اَعَادَ عَلَيْهِ الْكَلَامَ فَصَمَتَ فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ قَالَ اُعْفُوْا عَنْهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعِيْنَ مَرَّةً۔ (رواه ابوداود ورواه الترمذى عن عبد الله بن عمرو)

اخرجه ابو داؤد فى السنن ٣٦٢/٥ الحديث رقم ٥١٦٤ واحمد فى المسند ١١١/٢۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! ہم خدام کی کوتاہیوں سے کتنی مرتبہ درگزر کریں؟ (یعنی اپنے لونڈی غلام کو کتنا معاف کریں)۔ (یہ سن کر) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے (یعنی کوئی جواب نہ دیا)۔ اس شخص نے حضرت سے دوبارہ یہی بات عرض کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر بھی خاموش رہے۔ پھر جب تیسری مرتبہ دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو ہر روز ستر مرتبہ معاف کرو۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے ترمذی نے اسے عبداللہ بن عمرو سے نقل کیا ہے۔

سَبْعِيْنَ مَرَّةً :

اس سے مراد کثرت ہے عدد خاص مراد نہیں ہے۔ جیسا کہ اس کے ستر عدد کے متعلق یہ بات معروف ہے۔

(۲) فَصَمَتَ :

خاموشی انتظار وحی میں اختیار فرمائی نمبر ۲ معافی چونکہ مستحب اور مطلق طور پر اچھی چیز ہے اس کا عدد کی بجائے مطلق رہنا آپ کو پسند تھا۔ تو سوال کی رکاکت کی وجہ سے آپ نے خاموش اختیار فرمائی۔ (ح)

مطیع غلاموں کی خبر گیری کرو

۲۵/۳۳۱۷ وَعَنْ اَبِىْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَا ئَمَكُمْ مِنْ مَمْلُوْكِكُمْ فَاَطْعِمُوْهُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ وَاكْسُوْهُ مِمَّا تَكْسُوْنَ وَمَنْ لَّا يُلَا ئِمُكُمْ مِنْهُمْ فَبِيْعُوْهُ وَلَا تُعَذِّبُوْا خَلْقَ اللّٰهِ۔

(رواه احمد وابوداؤد)

اخرجه ابو داؤد فى السنن ٣٥٩/٥ الحديث رقم ٥١٥٧ واحمد فى المسند ١٦٨/٥۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا جو غلام ولونڈی تمہارے ساتھ موافقت وملائمت کرے اور تمہاری اطاعت بجالائے (یعنی تمہارے مزاج کے موافق خدمت کرے جیسا تم پسند کرتے ہو) تو اس کو اس میں سے کھلاؤ جو خود کھاؤ اور اس کو وہ پہناؤ جو خود پہنتے ہو (یعنی جب وہ تمہیں راضی کریں تو تم بھی انکو راضی کرو) اور جو غلام تمہاری موافقت نہ کریں تو ان کو فروخت کردو اور مخلوق خدا کو عذاب نہ دو۔ یہ احمد، ابوداؤد کی روایت ہے۔

حیوانات کی قوت بھی واجب ہے

۳۳۱۸/۲۶وَعَنْ سَهْلِ بْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعِيْرٍ قَدْ لَحِقَ ظَهْرُهُ بِبَطْنِهِ فَقَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ فِيْ هٰذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ فَارْكَبُوْهَا صَالِحَةً وَاتْرُكُوْهَا صَالِحَةً۔

(رواہ ابوداود)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۴۹/۳ الحدیث رقم ۲۵۴۸ واحمد فی المسند ۱۸۰/۴۔

ترجمہ: حضرت سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک اونٹ کے پاس سے ہوا جس کی پیٹھ پیٹ سے لگی ہوئی تھی (یعنی شدید بھوک و پیاس کی وجہ سے اور بہت زیادہ سواری کی وجہ سے) تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان بے زبان حیوانات کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ ان پر اس حالت میں سواری کرو کہ وہ قوی اور سواری کے قابل ہوں اور ان کو اس حالت میں چھوڑو کہ درست وتنومند ہوں تھکے ماندے نہ ہوں۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ فِيْ هٰذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ: یہ بہائم جو کہ بول نہیں سکتے کہ اپنی بھوک و پیاس اور حاجت اپنے مالک کو بیان کریں۔ انکی ضروریات اور کھانے پینے کا تم خود خیال رکھو۔ (۲) اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ حیوانات کو خوراک دینا واجب ہے۔

فَارْكَبُوْهَا:

اس سے مقصود رغبت دلانا اور ان کے گھاس دانے اور پانی سے خدمت کرنے کی طرف متوجہ کرنا ہے۔ تاکہ اس کے جانور قوی ہوں اور سواری کے قابل ہوں اور حکم فرمایا کہ ان کو تھکنے سے پہلے چھوڑ دو اور گھاس دانہ ڈالو تاکہ فربہ رہیں پھر ان پر سواری کرو۔ (ع۔ ح)

الفصل الثالث:

۳۳۱۹/۲۷وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَ قَوْلُهُ تَعَالٰى وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ وَقَوْلُهُ تَعَالٰى اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا الْآيَةِ انْطَلَقَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ يَتِيْمٌ فَعَزَلَ طَعَامَهُ مِنْ طَعَامِهِ وَشَرَابَهُ مِنْ شَرَابِهِ فَاِذَا فَضَلَ مِنْ طَعَامِ الْيَتِيْمِ وَشَرَابِهِ شَيْءٌ حُبِسَ لَهُ حَتّٰى يَاْكُلَهُ اَوْ يَفْسُدَ فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ

اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فَخَلَطُوْا طَعَامَهُمْ بِطَعَامِهِمْ وَشَرَابَهُمْ بِشَرَابِهِمْ۔

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۲۹۱/۳ الحدیث رقم ۲۸۷۱ والنسائی فی ۲۵۶/۶ الحدیث رقم ۳۶۷۰۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے جب اللہ تعالیٰ کا فرمان: وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ ......اترا تم یتیم کے مال کے نزدیک مت جاؤ مگر اس خصلت وحالت کے ساتھ کہ وہ بہت خوب ہو۔ یعنی (دیانت وامانت کے ساتھ) اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول: اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا کہ جولوگ یتامیٰ کا مال ظلم سے کھاتے ہیں آخر تک۔ تو جن لوگوں کی پرورش میں یتامیٰ تھے انہوں نے ان کا کھانا اپنے کھانے سے الگ کر دیا اور ان کا پینا اپنے پینے سے جدا کر دیا۔ پھر یتیم کا کھانا اگر بچ جاتا اور پینے میں سے بچتا تو اس کو بھی رکھ چھوڑتے۔ پھر وہ درست رہتا تو یتیم کو وہی دیتے اور بگڑ جاتا (تو پھینک دیتے) اس طرح ان پر یہ چیز دشوار ہوئی۔ تو انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس دشواری کا تذکرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ ...... (لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یتیموں کے متعلق پوچھتے ہیں آپ فرمادیں کہ اصلاح کرنا ان کے لئے بہتر ہے۔ اگر تم ان کو ملا کر رکھو تو تمہارے بھائی ہیں۔ (یعنی ان کے اموال کو اپنے مال سے ملالو تو تمہارے بھائی ہیں یعنی جس طرح بھائی کا مال بھائی کے مال میں تھوڑا بہت ملنے میں مضائقہ نہیں) چنانچہ پرورش کرنے والوں نے ان کا کھانا اپنے کھانے سے ملا دیا اور ان کا پینا اپنے پینے سے ملالیا۔ یہ ابو داؤد ونسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ آیت یوں ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا﴾

(النساء: ۱۰)

''بلاشبہ جولوگ یتیموں کا مال بطورِ ظلم کھاتے (ہڑپ کر ڈالتے) ہیں وہ درحقیقت اپنے شکموں میں (جہنم) کی آگ بھر رہے ہیں اور جلد ہی وہ جلتی آگ میں داخل ہوں گے''۔

آخری آیت پوری یوں ہے:

﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ﴾ (البقرة: ۲۲۰)

''اور لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے یتیموں (کی بابت) حکم دریافت کرتے ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمادیجئے کہ ان کی مصلحت کی رعایت رکھنا بہت بہتر ہے اور اگر تم ان کے ساتھ خرچ شامل رکھو تو وہ یتیم تمہارے (دینی) بھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ مصلحت کے ضائع کرنے والے اور مصلحت کی رعایت رکھنے والے کو خوب جانتے ہیں اور اگر اللہ چاہتا تو سخت قانون مقرر کر کے تم کو مصائب میں مبتلا کر ڈالتا''۔

یتامیٰ کے اموال کو اپنے اموال سے الگ کرنے میں شدید دشواری تھی تو اللہ تعالیٰ نے مال کو ملانے کی بشرط اصلاح اجازت دی۔ یعنی یتامیٰ سے پوری خیر خواہی کا معاملہ کرو دغا فریب کر کے اموال کو خراب مت کرو۔ اللہ تعالیٰ کو بناؤ و بگاڑ والے سب معلوم ہیں۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ:

آپ کے ایک شاگرد کا انتقال ہوگیا۔انہوں نے اس کی کتاب فروخت کر کے اس کی تجہیز وتکفین میں خرچ کی۔لوگوں نے کہا اس نے اس کی وصیت تو نہ کی تھی تم نے ایسا کیوں کیا؟ تو آپؒ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَاللّٰہُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ۔(ح)

تفریق ڈالنے والا ملعون ہے

۳۳۲۰/۲۸وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ الْوَالِدِ وَوَلَدِہٖ وَبَیْنَ الْاَخِ وَبَیْنَ اَخِیْہِ۔ (رواہ ابن ماجۃ والدارقطنی)

اخرجہ ابن ماجہ فی السنن ۷۵٦/۲ الحدیث رقم ۲۲۵۰۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت فرمائی جو باپ اور بیٹے میں جدائی ڈالے اور اسی طرح دو بھائیوں میں جدائی کرے۔یہ ابن ماجہ اور دارقطنی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ جدائی ڈالنے سے مراد ایک کو فروخت کرنا یا بخش دینا ہے۔بشرطیکہ بیٹا چھوٹا ہو یا ایک بھائی چھوٹا ہو۔(۲) اور حدیث میں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ ایک دوسرے کی طرف چغلی کر کے ان میں خفگی اور ناراضگی پیدا کرنے والا بھی مراد ہے۔یعنی ایسا شخص ملعون ہے جو والد اور اس کی اولاد اور بھائی بھائی میں چغلی کر کے پھوٹ ڈال دے۔(مولانا)

ایک گھر کے قیدی ایک کے حوالے

۳۳۲۱/۲۹وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اُتِیَ بِالسَّبْیِ اَعْطٰی اَھْلَ الْبَیْتِ جَمِیْعًا کَرَاھِیَۃَ اَنْ یُّفَرِّقَ بَیْنَھُمْ۔ (رواہ ابن ماجۃ)

اخرجہ ابن ماجہ فی ۷۵۵/۲ الحدیث رقم ۲۲۴۸۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ایک گھر کے قیدی لائے جاتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مابین جدائی کو ناپسند کرنے کی وجہ سے وہ سب کے سب ایک شخص کو دے دیتے۔یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔

بروں کی علامات

۳۳۲۲/۳۰وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِشِرَارِکُمُ الَّذِیْ یَاْکُلُ وَحْدَہٗ وَیَجْلِدُ عَبْدَہٗ وَیَمْنَعُ رِفْدَہٗ۔

رواہ رزین

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تم میں شریر ترین آدمیوں کی نشاندہی نہ کردوں؟ ارشاد فرمایا براوہ شخص ہے جو اکیلا کھائے اور اپنے غلام کو پیٹے (یعنی بلا جواز) اور بخشش وسخاوت نہ کرے۔ یہ رزین کی روایت ہے۔

تشریح ۞ يَمْنَعُ رِفْدَهُ یعنی کسی کو کچھ نہ دے۔

حاصل روایت:

برے لوگ وہ ہیں جو بداخلاق اور بخیل ہوں۔ جامع صغیر میں ابن عساکر نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے' کیا میں تمہیں برے لوگوں کے بارے میں اطلاع نہ دے دوں؟ برے لوگ وہ ہیں جو اکیلے سفر کریں' اکیلے کھائیں اور اپنے غلام کو اور سخاوت نہ کریں اور کیا تم کو ان سے بھی برے لوگوں کی اطلاع نہ دے دوں؟ وہ جو لوگوں سے بغض رکھیں اور اس سے لوگ بغض رکھیں۔ کیا میں تم کو برے لوگوں کی خبر نہ دوں وہ وہ لوگ ہیں جن کی برائی سے لوگ ڈریں ان کی طرف سے کسی بھلائی کے امیدوار نہ ہوں۔ کیا میں تجھے برے کی اطلاع نہ دے دوں۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی آخرت دوسرے کی دنیا کے بدلے میں بیچ ڈالی کیا میں تجھے ان سے بھی برے کی خبر نہ دوں؟ وُہ وہ شخص ہے جو دین کو دنیا کے حصول کا ذریعہ بنائے۔ (ع)

غلام سے بداخلاقی کرنے والا جنت سے محروم ہے

۳۳۲۳/۳۱ وَعَنْ اَبِیْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ سَيِّئُ الْمَلَكَةِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَيْسَ اَخْبَرْتَنَا اَنَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ اَكْثَرُ الْاُمَمِ مَمْلُوْكِيْنَ وَيَتَامٰى قَالَ نَعَمْ فَاَكْرِمُوْهُمْ كَكَرَامَةِ اَوْلَادِكُمْ وَاَطْعِمُوْهُمْ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ قَالُوْا فَمَا تَنْفَعُنَا الدُّنْيَا قَالَ فَرَسٌ تَرْتَبِطُهٗ تُقَاتِلُ عَلَيْهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَمْلُوْكٌ يَكْفِيْكَ فَاِذَا صَلّٰى فَهُوَ اَخُوْكَ۔

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۱۲۱۷/۲ الحديث رقم ۳۶۹۱۔

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غلام اور لونڈی سے بدسلوکی کرنے والا جنت میں نہ جائے گا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ نے ہمیں خبر نہ دی کہ اس امت میں اگلی امتوں کے مقابلے میں زیادہ لونڈیاں اور غلام اور یتیم ہیں (یعنی اس کثرت کی وجہ سے تمام سے خوش اخلاقی کرنا اور بدخلقی سے بچنا بڑا مشکل ہے۔) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! (یعنی یقیناً یہ امت لونڈی' غلام کے لحاظ سے بہت ہے اور حسن خلق اس کثرت میں نہایت مشکل ہے۔ لیکن اگر تم جنت چاہتے ہو تو احسان کرو ان پر مختلف انداز سے تاکہ بدخلقی کا بدلہ بن جائے' وہ اس طرح کہ) ان کو اپنے عزیز واولاد کی طرح عزیز رکھو یعنی ان پر رحم کیا کرو اور ان کو ایسے کام نہ کہو جو ان کے بس میں نہ ہوں اور ان پر ظلم وزیادتی نہ کرو اور ان کو وہ چیز کھلاؤ جو خود کھاتے ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کونسی چیز ہمیں دنیا میں فائدہ دینے والی ہے۔ ارشاد فرمایا ایک گھوڑا جس پر سوار ہو کر تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے اور ایک غلام جو تیرے لئے کفایت کرے یعنی تیرے دنیاوی معاملات کو انجام دے تاکہ تیرے امور آخر بافراغت ادا ہو سکیں۔ پھر جب غلام نماز

پڑھے تو وہ تیرا مسلمان بھائی ہے یا تیرے بھائی کی طرح ہے۔ (پس اس سے ایسا سلوک کرو جیسا کہ بھائی اپنے بھائی سے کرتا ہے۔ یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس امت میں لونڈی غلام اور یتامیٰ کی کثرت ہوگی اس کی وجہ جہاد کی کثرت ہے۔ بہت سے قیدی گرفتار ہوں گے اور کئی لڑکوں کے والد شہید ہوں گے اور وہ یتیم رہ جائیں گے۔ (مولانا)

بَابُ بُلُوْغُ الصَّغِيْرِ وَحِضَانَتِهٖ فِى الصِّغْرِ

چھوٹے کا بلوغ اور پرورش

لڑکی اور لڑکے کے بالغ ہونے کی حدود و علامات کو اس باب میں ذکر کریں گے اور یہ بیان کریں گے کہ پرورش کا حق کس کو حاصل ہے؟

بلوغ ولد و بنت:

لڑکا احتلام سے بالغ ہوتا ہے یا اگر اس کی شادی کر دی جائے تو اس کی بیوی حاملہ ہو جائے یا اس کو انزال ہو جائے۔ لڑکی کا بلوغ بھی احتلام سے ہوتا ہے یا حیض کے آنے یا حمل ٹھہر جانے سے ہوتا ہے۔ پھر اگر یہ چیزیں نہ پائی جائیں تو جب ان کی عمر پندرہ برس کو پہنچے گی وہ بالغ شمار ہوں گے مفتیٰ بہ قول یہی ہے۔

لڑکے کے بلوغ کی کم از کم عمر بارہ سال اور لڑکی کی نو سال ہے۔ اگر دونوں قریب البلوغ ہوں اور وہ کہیں کہ ہم بالغ ہو گئے تو ان کی تصدیق کی جائے گی اور یہ دونوں بالغوں کے حکم میں شمار ہوں گے۔

حضانت و پرورش کا حق:

نمبر ۱ سب سے اول ماں کو بلا جبر حضانت کا حق ہے خواہ وہ مطلقہ ہو یا غیر مطلقہ نمبر ۲ پھر نانی کو حق حاصل ہوگا خواہ وہ اوپر کے درجہ سے ہو نمبر ۳ پھر دادی کو نمبر ۴ پھر حقیقی بہن کو نمبر ۵ پھر اخیافی بہن کو نمبر ۶ پھر سوتیلی بہن کو نمبر ۷ پھر اس کی خالہ کو نمبر ۸ پھر پھوپھی کو نمبر ۹ اسی طرح بھانجیاں بھتیجیوں سے اولیٰ ہیں اور بھتیجیاں پھوپیوں سے اولیٰ ہیں۔

شرطِ حضانت:

جن کو حق حضانت حاصل ہوتا ہے۔ ان کا آزاد ہونا شرط ہے۔ لونڈی اور ام ولد کو حق حاصل نہیں ہے۔ ذمیہ اور مسلمہ حق حضانت میں اس وقت تک برابر ہیں یہاں تک کہ لڑکا دین سمجھنے لگے۔

سقوطِ حق:

وہ عورت جس کو حضانت حاصل ہے اگر وہ بچے کے غیر محرم سے نکاح کرے تو اس کا حق حضانت ساقط ہو جاتا ہے اور

اگر محرم سے نکاح کرے تو پھر حق حضانت ساقط نہیں ہوتا۔ مثلاً اگر ماں لڑکے کے چچا سے نکاح کرے۔

عودِ حق:

اور اگر ایسا نکاح ختم ہو جائے جس کی وجہ سے حق ساقط ہوا تھا تو وہ حق واپس لوٹ آئے گا۔

زمانہ حضانت:

لڑکا ان عورتوں کے ہاں رہے گا یہاں تک کہ وہ کھانے، پینے کپڑے پہننے لگے اور خود استنجاء کرنے لگے اور اس کا اندازہ نو برس کی عمر یا سات برس سے کیا گیا ہے۔ پھر ان سے بچے کو زبردستی والد لے لے۔

لڑکی، ماں اور نانی کے پاس رہے یہاں تک کہ وہ حائضہ ہو اور امام محمد رحمہ اللہ کہتے ہیں یہاں تک کہ اسے مرد کی طرف میلان ہو۔ جیسا کہ ماں، نانی، دادی کے علاوہ اور کسی کے ہاں رہنے کی یہ شرط ہے اور فساد زمانہ کی وجہ سے اسی قول پر فتویٰ ہے۔

ثانوی حق:

اگر ان عورتوں میں سے کوئی نہ ہو تو پھر عصبات کو حق ہے اور اس میں میراث کی ترتیب کا لحاظ ہوگا۔ لیکن لڑکی غیر محرم عصبہ کو نہ دی جائے گی جیسے مولیٰ عتاقہ اور چچا کا بیٹا۔ اسی طرح لڑکی فاسق بے پرواہ کو حضانت کے لئے نہ دی جائے گی۔

(مولانا عبدالعزیز ملتقیٰ)

الفصل الاوّل:

جہاد میں شرکت یا انتہائی بلوغت کی عمر

۳۳۲۴/ ا وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ عُرِضْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ اُحُدٍ وَاَنَا ابْنُ اَرْبَعَ عَشَرَةَ سَنَةً فَرَدَّنِیْ ثُمَّ عُرِضْتُ عَلَيْهِ عَامَ الْخَنْدَقِ وَاَنَا بْنُ خَمْسَ عَشَرَةَ سَنَةً فَاَجَازَنِیْ فَقَالَ عُمَرُ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ هٰذَا فَرْقُ مَا بَيْنَ الْمُقَاتِلَةِ وَالذُّرِّيَّةِ ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاري في صحيحه ٢٧٦/٥ الحديث رقم ٢٦٦٤ ومسلم في ١٤٩٠/٣ الحديث رقم (٩١-١٨٦٨) والترمذي في ٦٤١/٣ الحديث رقم ١٣٦١ وابن ماجه في ٨٥٠/٢ الحديث رقم ٢٥٤٣۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا (یعنی جہاد میں جانے کے لئے)۔ یہ سن ۳ھ غزوہ احد والے سال کی بات ہے۔ اس وقت میری عمر چودہ برس تھی۔ آپ مجھے کم عمری کی وجہ سے ساتھ نہ لے گئے۔ پھر آپ کی خدمت میں میں غزوہ خندق والے سال پیش کیا گیا اس وقت میری عمر پندرہ سال تھی۔ تو آپ نے مجھے شرکت کی اجازت مرحمت فرمائی (اس لئے کہ پندرہ سال بلوغ کی عمر ہے) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا یہ میدان جہاد میں لڑنے والے اور نہ لڑنے والوں کے مابین تفریق کے لئے ہے۔ بخاری، مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے یہ حدیث سن کر یہ کلام فرمایا کہ پندرہ سال کی عمر میں جو لڑکا پہنچ جائے وہ مجاہدین کی جماعت میں شامل ہو جاتا ہے۔اس کا نام دفتر میں درج کیا جائے۔اور جو اس سے کم عمر ہو وہ لڑکوں میں شمار کیا جائے۔اس سے یہ معلوم ہوا کہ بالغ ہونے کی انتہائی حد پندرہ سال ہے۔(ع۔ح)

بیٹی کی پرورش کا حق ماں کے بعد خالہ کو ہے

۲/۳۳۲۵ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ صَالَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ عَلٰى ثَلَاثَةِ اَشْيَاءِ عَلٰى اَنَّ مَنْ اَتَاهُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ رَدَّهٗ اِلَيْهِمْ وَمَنْ اَتَاهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ لَمْ يَرُدُّوْهُ وَعَلٰى اَنْ يَدْخُلَهَا مِنْ قَابِلٍ وَيُقِيْمَ بِهَا ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَلَمَّا دَخَلَهَا وَمَضَى الْاَجَلُ خَرَجَ فَتَبِعَتْهُ ابْنَةُ حَمْزَةَ تُنَادِيْ يَاعَمِّ يَا عَمِّ فَتَنَا وَلَهَا عَلِيٌّ فَاَخَذَ بِيَدِهَا فَاخْتَصَمَ فِيْهَا عَلِيٌّ وَزَيْدٌ وَجَعْفَرٌ فَقَالَ عَلِيٌّ اَنَا اَخَذْتُهَا وَهِيَ بِنْتُ عَمِّيْ وَقَالَ جَعْفَرٌ بِنْتُ عَمِّيْ وَخَالَتُهَا تَحْتِيْ وَقَالَ زَيْدٌ بِنْتُ اَخِيْ فَقَضٰى بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَالَتِهَا وَقَالَ الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْاُمِّ وَقَالَ لِعَلِيٍّ اَنْتَ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْكَ وَقَالَ لِجَعْفَرٍ اَشْبَهْتَ خَلْقِيْ وَخُلُقِيْ وَقَالَ لِزَيْدٍ اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلَانَا ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۰۴/۵ الحدیث رقم ۲۷۰۰ ومسلم فی ۱۴۰۹/۳ الحدیث رقم (۹۰-۱۷۸۳) والترمذی فی السنن ۲۷۶/۴ الحدیث رقم ۱۹۰۴۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں پر حدیبیہ کے دن صلح فرمائی نمبر۱ جو مشرکوں میں سے مدینہ منورہ آ جائے اس کو مدینہ سے واپس کر دیا جائے گا نمبر۲ جو مشرکوں کے پاس مسلمانوں میں سے پھر جائے اسے واپس نہ کیا جائے گا۔نمبر۳ اس شرط پر صلح کی کہ آپ اگلے سال مکہ میں عمرہ کے لئے آئیں (یعنی مدینہ منورہ واپس ہو کر اپنے عمرے کو قضاء کریں اور اس دوران) صرف تین دن مکہ میں قیام کریں (یعنی طاعت واستراحت کی غرض سے) چنانچہ جب آپ آئندہ سال تشریف لائے تو مقررہ مدت پوری ہو چکی (یعنی تین دن) اور آپ نے مکہ سے نکلنے کا ارادہ فرمایا تو آپ کے پیچھے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی یاعم یاعم پکارتی ہوئی نکلی۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو لینے کا ارادہ کیا اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔پھر اس بچی کی پرورش کے بارے میں علی اور زید' جعفر رضی اللہ عنہم باہم جھگڑنے لگے پس علی رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔میں نے اس کو پہلے لیا ہے اور وہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔پس میرا حق سب سے زیادہ ہے۔ حضرت جعفر کہنے لگے یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے اور زید نے کہا یہ میری بھتیجی ہے پس آپ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے حق میں حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو لینے کا حکم فرمایا اس لئے کہ لڑکی کی خالہ حضرت جعفر کے نکاح میں تھی اور فرمایا خالہ بمنزلہ ماں کے ہے۔اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں (یعنی مجھ میں اور تم میں کمال اخلاص ہے) اور جعفر رضی اللہ عنہ کو فرمایا تو میرے ساتھ میری پیدائش اور اخلاق میں مشابہ ہے اور زید رضی اللہ عنہ کو فرمایا تو ہمارا بھائی اور محب و دوست ہے۔یہ بخاری' مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ حدیبیہ ایک جگہ ہے جو جدہ کی جانب نو دس کوس پر واقع ہے۔ (اس کا نام آج کل شمیشیہ ہے اس سے آگے حدود حرم شروع ہوتی ہیں) آپ ۶ ھ میں عمرہ کی غرض سے مکہ تشریف لا رہے تھے جب حدیبیہ میں پہنچے تو مشرکین مکہ نے روک لیا اور اس طرح صلح ہوئی جیسا کہ مذکور ہوا' باب الجہاد میں مزید تفصیل آئے گی۔ ان شاء اللہ۔

(۲) حمزہ رضی اللہ عنہ یہ آپ ﷺ کے جلیل القدر قدیم الاسلام چچا ہیں غزوہ احد میں جام شہادت نوش فرمایا۔ یہ آپ کے دودھ شریک بھائی بھی تھے' انہوں نے دو سال پہلے ثویبہ کا دودھ پیا تھا جو کہ ابولہب کی لونڈی تھی اور آپ نے دو سال پیا۔ اسی وجہ سے ان کی بیٹی نے آپ کو یا عمی یا عمی کہہ کر آواز دی۔

(۳) جعفر رضی اللہ عنہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی ہیں۔ یہ ان سے دس برس بڑے تھے۔ ان تمام بھائیوں میں دس دس سال کا فاصلہ تھا۔

(۴) زید رضی اللہ عنہ۔ یہ غلام تھے آپ نے آزاد کر کے متبنیٰ بنا لیا تھا اور حضرت حمزہ اور زید رضی اللہ عنہما میں بھائی چارہ کرا دیا تھا۔ اسی وجہ سے تینوں حضرات کا اصرار تھا کہ اس کی پرورش کا موقعہ ان کو میسر آئے' نبی کریم ﷺ نے خالہ کے سلسلہ میں حکم فرمایا اور بقیہ حضرات کو تسلی دے کر خوش کر دیا اور مدح کے کلمات فرمائے جو ان کے لئے باعث جاں افروز تھے۔ (ع)

الفصل الثانی:

مطلقہ جب تک آگے نکاح نہ کرے پرورش کی وہ سب سے زیادہ حقدار ہے

۳۳۲۶/۳ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ امْرَاَةً قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنِيْ هٰذَا كَانَ بَطْنِيْ لَهٗ وِعَاءً وَّثَدْيِيْ لَهٗ سِقَاءً وَّحِجْرِيْ لَهٗ حِوَاءً وَّاِنَّ اَبَاهُ طَلَّقَنِيْ وَاَرَادَ اَنْ يَّنْزِعَهٗ مِنِّيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْتِ اَحَقُّ بِهٖ مَا لَمْ تَنْكِحِيْ۔ (رواہ احمد وابوداود)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۲/۷۰۷ الحدیث رقم ۲۲۷۶ واحمد فی المسند ۲/۱۸۲۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت نقل کی ہے کہ ایک عورت کہنے لگی یا رسول اللہ! میرے بیٹے کے لئے میرا پیٹ برتن تھا (یعنی وہ مدت تک اس میں رہا) میری چھاتی اس کی مشک تھی (یعنی مدت تک اس نے دودھ پیا) اور ایک مدت تک میری گود اس کے لئے گہوارہ رہی (یعنی میری گود میں پلا) اب اس کے باپ نے مجھے طلاق دی اور اس بچے کو مجھ سے چھیننا چاہتا ہے۔ پس جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو اپنے بیٹے کی پرورش کی زیادہ حقدار ہے جب تک کہ تو کہیں اور نکاح نہ کرے۔ یہ احمد اور ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ شاید لڑکا سن تمیز تک نہ پہنچا ہو۔ اس لئے آپ نے ماں کو پرورش کا حکم فرمایا۔ اور بعد والی روایت میں جس لڑکے کو اختیار دیا تھا وہ سن تمیز کو پہنچا ہوا تھا (۲) مالم تنکحی: جب تک تو نکاح نہ کرے۔ یہ روایت مطلق نکاح کو ثابت کرتی ہے۔ علماء نے اسکے ساتھ غیر محرم کی قید کا اضافہ ذکر کیا ہے یعنی لڑکے کے غیر محرم سے اگر ماں نکاح کرے تو اس کا حق پرورش

ساقط ہو جاتا ہے اور محرم سے نکاح ہو مثلاً لڑکے کے چچا سے تو اس کو حق پرورش حاصل رہتا ہے کیونکہ شفقت سابقہ بحال ہے۔

سن شعور والے بچے کو چناؤ کا اختیار

۴/۳۳۲۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ خَيَّرَ غُلَامًا بَيْنَ اَبِيْهِ وَاُمِّهٖ ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۶۳۸/۳ الحدیث رقم ۱۳۵۷ واحمد فی المسند ۲۴۶/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکے کو اس کی ماں اور باپ کے مابین کسی ایک کو اختیار کرنے کا اختیار دیا۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ خَيَّرَ : ماں، باپ میں سے کسی ایک کے پاس رہنے کا اختیار دیا۔ یہ لڑکا سن بلوغ کو پہنچا ہوا تھا۔ اسی وجہ سے اسے اختیار دیا یہ حضانت سے متعلق نہ تھا۔ پہلی روایت چھوٹی عمر والے لڑکے کے بارے میں ہے جو تمیز نہ رکھتا تھا۔ وہ حضانت سے متعلق تھا پس ماں کو مقدم فرمایا۔ حضانت میں لڑکے کو اختیار نہیں ہے۔ یہ احناف کے ہاں ہے۔ البتہ امام شافعی رحمہ اللہ حضانت میں بھی اختیار مانتے ہیں۔ (ح)

بچے نے ماں کو اختیار کر لیا

۵/۳۳۲۸ وَعَنْهُ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنَّ زَوْجِیْ يُرِيْدُ اَنْ يَذْهَبَ بِابْنِیْ وَقَدْ سَقَانِیْ وَنَفَعَنِیْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا اَبُوْكَ وَهٰذِهٖ اُمُّكَ فَخُذْ بِيَدِ اَيِّهِمَا شِئْتَ فَاَخَذَ بِيَدِ اُمِّهٖ فَانْطَلَقَتْ بِهٖ ۔ (رواہ ابوداؤد والنسائی)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۷۰۸/۲ الحدیث رقم ۲۲۷۷ والنسائی فی ۱۸۵/۶ الحدیث رقم ۳۴۹۶ وابن ماجه فی ۷۸۷/۲ الحدیث رقم ۲۳۵۱ والدارمی فی ۲۲۳/۲ الحدیث رقم ۲۲۹۳۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک عورت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ میرے خاوند کا ارادہ یہ ہے کہ وہ میرے بیٹے کو لے جائے۔ حالانکہ وہ مجھے پانی پلاتا ہے اور نفع دیتا ہے یعنی ایسی عمر میں ہے کہ میں اس سے فائدہ حاصل کرتی ہوں وہ میری خدمت کرتا ہے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تیرا باپ اور یہ تیری ماں ہے، پس ان دونوں میں سے جس کا چاہے تو ہاتھ پکڑ لے۔ اس نے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑا پس وہ اس کو اپنے ساتھ لے گئی۔ یہ ابوداؤد، نسائی اور دارمی کی روایت ہے۔

الفصل الثالث:

بالغ بچے کو ماں، باپ میں سے کسی ایک کے پاس رہنے کا اختیار

۶/۳۳۲۹ وَعَنْ هِلَالِ بْنِ اُسَامَةَ عَنْ اَبِیْ مَيْمُوْنَةَ سُلَيْمَانَ مَوْلًى لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا جَالِسٌ

مَعَ اَبِیْ هُرَيْرَةَ جَاءَتْهُ امْرَأَةٌ فَارِسِيَّةٌ مَعَهَا ابْنٌ لَهَا وَقَدْ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا فَادَّعَيَاهُ فَرَطَنَتْ لَهُ تَقُوْلُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ زَوْجِيْ يُرِيْدُ اَنْ يَّذْهَبَ بِابْنِيْ فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ اسْتَهِمَا عَلَيْهِ رَطَنَ لَهَا بِذَالِكَ فَجَاءَ زَوْجُهَا وَقَالَ مَنْ يُّحَاقُّنِيْ فِيْ ابْنِيْ فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ لَا اَقُوْلُ هٰذَا اِلَّا اِنِّيْ كُنْتُ قَاعِدًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ زَوْجِيْ يُرِيْدُ اَنْ يَذْهَبَ بِابْنِيْ وَقَدْ نَفَعَنِيْ وَسَقَانِيْ مِنْ بِئْرِ اَبِيْ عِنَبَةَ وَعِنْدَ النَّسَائِيِّ مِنْ عَذْبِ الْمَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَهِمَا عَلَيْهِ فَقَالَ زَوْجُهَا مَنْ يُحَاقُّنِيْ فِيْ وَلَدِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا اَبُوْكَ وَهٰذِهٖ اُمُّكَ فَخُذْ بِيَدِ اَيِّهِمَا شِئْتَ فَاَخَذَ بِيَدِ اُمِّهٖ (رواہ ابوداؤد والنسائی) لٰكِنَّهٗ ذَكَرَ الْمُسْنَدَ۔

(رواہ الدارمی عن ھلال بن اسامة)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۲/ ۷۰۸ الحدیث رقم ۲۲۷۷ والدارمی فی ۲/ ۲۲۳ الحدیث رقم ۲۲۹۳۔

ترجمہ: ہلال بن اسامہ سے روایت ہے اس نے ابومیمونہ سے نقل کیا اس کا نام سلیمان تھا اس کو کسی مدینہ کے آدمی نے آزاد کیا تھا۔ کہنے لگا میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ان کی خدمت میں ایک عورت آئی جو کہ فارس کی رہنے والی تھی اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا تھا۔ حالانکہ اس کو اس کا خاوند طلاق دے چکا تھا۔ خاوند و بیوی دونوں نے اس لڑکے کا دعویٰ کیا۔ عورت فارسی زبان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگی کہ اے ابوہریرہ! یہ میرا خاوند میرے اس بیٹے کو لے جانا چاہتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اس پر قرعہ ڈال لو۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی فارسی میں کلام کیا۔ پھر اس کا خاوند آیا اور کہنے لگا میرے بیٹے کے بارے میں مجھ سے کون جھگڑتا ہے؟ حضرت ابوہریرہ کہنے لگے۔ یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ ایک موقع پر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ آپ کی خدمت میں ایک عورت آئی اور وہ کہنے لگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا خاوند ارادہ رکھتا ہے کہ میرا بیٹا مجھ سے لے جائے۔ حالانکہ وہ مجھے نفع دیتا ہے اور مجھے پانی پلاتا ہے۔ اور ابوعنبہ کے کنوئیں سے پانی لاتا ہے۔ (یہ کنواں مدینہ سے تین کوس پر واقع ہے) نسائی میں اس طرح ہے کہ مجھ کو شہر کے باہر سے میٹھا پانی پلاتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس پر قرعہ ڈالو۔ خاوند کہنے لگا مجھ سے میرے بیٹے کے بارے میں کون جھگڑتا ہے؟ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے کو فرمایا کہ یہ تیرا باپ اور یہ تیری ماں ہے۔ پس ان دونوں میں سے کسی کا ہاتھ پکڑ لے۔ لڑکے نے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑا۔ یہ روایت ابوداؤد نے نقل کی ہے اور نسائی اور دارمی میں بھی ہے۔

تشریح ۞ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فارسی میں کلام کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ اختلاطِ عجم کی وجہ سے ان کی زبانیں سیکھ گئے تھے اور یہ لڑکا بھی بالغ تھا اور بالغ کو اختیار ہے کہ وہ الگ رہے یا ماں' باپ میں سے کسی کو اختیار کر لے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس کو اختیار دیا تو اس نے ماں کے پاس رہنے کو اختیار کیا۔ اس کے بلوغ کی دلیل یہ ہے کہ وہ دور دراز کنوئیں سے پانی لاتا تھا۔ کسی نادان چھوٹے بچے کے یہ بس میں نہیں بلکہ اس کو کنوئیں پر جانے سے روکا جاتا ہے کیونکہ اس کے کنوئیں میں گرنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ (ع)

فوائد الباب:

آزادی کی چار اقسام ہیں:

① مستحب: غلام کا آزاد کرنا مستحب ہے۔

② واجب: کفارات وغیرہ میں غلام آزاد کرنا واجب ہے۔

③ مباح: زید کی صحت وغیرہ یا زید کو ثواب پہنچانے کے لئے غلام کو آزاد کرنا مباح ہے۔

④ عبادت: جو آزادی خالص رضائے الٰہی کے لئے ہو'یہ عبادت ہے۔

ایک اور قسم:

گناہ: اس غلام کا آزاد کرنا گناہ ہے جس کے متعلق یہ ظن غالب ہو کہ وہ دارالحرب کی طرف بھاگ جائے گا یا مرتد ہو جائے گا یا چوری اور ڈاکہ زنی کرے گا۔

آزادی کی شرط:

آزادی کے لئے یہ شرط ہے کہ آزاد کرنے والا شخص بالغ' عاقل' مالک ہو۔

الفصل الاول:

۳۳۳۰/اعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً مُسْلِمَةً اَعْتَقَ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنَ النَّارِ حَتّٰى فَرْجَهٗ بِفَرْجِهٖ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۹۹/۱۱ الحدیث رقم ۶۷۱۵ومسلم فی ۱۱۴۷/۲ الحدیث رقم ۲۳-۱۵۰۹ والترمذی فی السنن ۹۷/۴ الحدیث رقم ۱۵۴۱ واحمد فی المسند ۴۴۷/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسلمان غلام کو

آزاد کرے گا اللہ تعالیٰ غلام کے ہر عضو کے بدلے اس کا ہر عضو آگ سے آزاد کر دے گا یہاں تک کہ اس کی شرمگاہ کے بدلے شرمگاہ۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح: اسلام کی قید غلام میں اس لئے لگائی کیوں کہ اسلام کی وجہ سے وہ غلام افضل ہے۔ اس لئے اس غلام کو آزاد کرنے میں ثواب بھی زیادہ ہوگا' ستر کو خاص طور پر ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ خاص زنا کی جگہ ہے۔ وہ شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے۔ پس فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کو بھی نجات دیتا ہے۔

(۲) بعض علماء نے فرمایا اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو غلام آزاد کیا جائے وہ خصی نہ ہو اور نہ اس کا عضو مخصوص کٹا ہوا ہو اور عورت کو عورت آزاد کرنی چاہئے اور مرد کو مرد آزاد کرنا چاہئے پس یہ اولیٰ ہے۔ (ع)

۲/۳۳۳۱ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ ؟ قَالَ اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَجِهَادٌ فِیْ سَبِيْلِهٖ قَالَ قُلْتُ فَاَیُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ قَالَ اَغْلَاهَا ثَمَنًا وَاَنْفَسُهَا عِنْدَ اَهْلِهَا قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ قَالَ تُعِيْنُ صَانِعًا اَوْ تَصْنَعُ لِاَ خْرَقَ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ قَالَ تَدَعُ النَّاسَ مِنَ الشَّرِّ فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ تَصَدَّقُ بِهَا عَلٰی نَفْسِكَ۔ (متفق علیه)

اخرجه مسلم فی ۸۹/۱۰ الحدیث رقم (۱۳۶-۸٤)وابن ماجه فی السنن ۸٤۳/۲ الحدیث رقم ۲۵۲۳ واحمد فی المسند ۱۵۰/۵۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کون سا عمل بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔ پھر میں نے سوال کیا کہ کونسا غلام سب سے بہتر ہے کہ اسے آزاد کیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی قیمت زیادہ ہو اور اپنے مالک کو وہ بہت محبوب ہو۔ میں نے پوچھا اگر ایسا نہ کر سکوں یعنی غلام آزاد کرنے کی طاقت نہ ہو یا طبیعت میں سستی کی وجہ سے ایسا نہ کر سکوں (تو پھر کیا حکم ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کام کرنے والے کی مدد کرو یا کسی بدسلیقہ کا کام سنوار دو۔ میں نے عرض کی اگر ایسا نہ کر سکوں؟ تو آپ نے فرمایا لوگوں کو اپنے شر سے بچا کر رکھو یہ بھی ایک صدقہ ہے جس کو تو اپنے نفس کے ساتھ کرتا ہے۔ (یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے)۔

تشریح: اس روایت میں ایمان کا سب سے بہتر ہونا بتایا گیا اور اس کا بہتر ہونا تو ظاہر ہے کیونکہ کوئی عمل بھی ایمان کے بغیر قابل قبول نہیں اور جہاد کا افضل ہونا اس لحاظ سے ہے کہ وہ دین کی مضبوطی اور اسلام اور مسلمانوں کے غلبے کا ذریعہ ہے اور نماز اور روزہ کی افضلیت دیگر وجوہ کے لحاظ سے ہے۔

(۲) یا جہاد سے مراد مطلقاً مشقت اٹھانا ہے جو کہ جہاد اور تمام طاعات کو شامل ہے یعنی مامورات کی ادائیگی اور ممنوعات سے حفاظت کے لئے جو مشقت اٹھائی جائے اور اس کو جہاد اکبر فرمایا گیا ہے تو جواب کا حاصل یہ ہوا کہ بہترین عمل ایمان لا کر اس کے مقتضیٰ پر عمل کرنا ہے جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قل امنت باللّٰه ثم استقم۔

(۳) مدد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ آدمی جو کوئی کام بطور ذریعہ معاش کے کرتا ہو مثلاً صنعت و حرفت' تجارت اس

میں اس کی معاونت کر دینا وہ اس طرح کہ اس کی محنت سے حاصل ہونے والی کمائی اس کے عیال کے لئے کفایت نہ کرتی ہو یا وہ کام کرنے میں کمزور اور عاجز ہو تو اس کی معاونت کرو تا کہ وہ کام زیادہ کرے یا کام درست انداز سے کرے اور تمہاری معاونت کی وجہ سے اس کی کمائی اس کی اور اس کے اہل وعیال کی ضروریات کے لئے کافی ہو جائے۔

(۴) اَوْ تَصْنَعُ لِاَ خْرَقَ : یعنی کسی بدسلیقہ کا کام کر دو یعنی وہ آدمی سلیقہ مند نہ ہونے کی وجہ سے اپنے کام کو صحیح طور پر نہ کر رہا ہو تو یہ معاونت کر کے اس کے کام کو سنوار دے۔

(۵) تَدَعُ النَّاسَ مِنَ الشَّرِّ : اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کا بھلا نہیں کر سکتے تو برائی اور ایذاء تو نہ پہنچا خاص طور پر اس وقت جبکہ آدمی کو تکلیف پہنچانے کی پوری قدرت ہو جیسے فارسی میں کسی نے کہا ہے۔

ع براز خیر تو امید نسیت بد مرساں

ظاہری عبارت کے اعتبار سے تو یوں کہنا چاہئے تھا کہ لوگوں کو اپنی ایذاء سے بچانا یہ بھی خیر ہے جو کہ تو لوگوں کے ساتھ کرتا ہے لیکن اسلوبِ حکیم کے انداز سے فرمایا کہ یہ صدقہ ہے جو تو اپنی ذات پر کرتا ہے یعنی لوگوں کے ساتھ کی جانے والی بھلائی وہ حقیقت میں اپنے نفس کے ساتھ بھلائی ہے۔ (ع۔ح)

الفصل الثانی:

۳/۳۳۳۲ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلِّمْنِیْ عَمَلاً یُدْخِلُنِی الْجَنَّةَ قَالَ لَئِنْ کُنْتَ اَقْصَرْتَ الْخُطْبَةَ لَقَدْ اَعْرَضْتَ الْمَسْئَلَةَ اَعْتِقِ النَّسَمَةَ وَفُکَّ الرَّقَبَةَ قَالَ اَوَلَیْسَا وَاحِدًا قَالَ لَا عِتْقُ النَّسَمَةِ اَنْ تَفَرَّدَ بِعِتْقِهَا وَفَکُّ الرَّقَبَةِ اَنْ تُعِیْنَ فِیْ ثَمَنِهَا وَالْمِنْحَةُ الْوَکُوْفُ وَالْفَیْءُ عَلٰی ذِی الرَّحِمِ الظَّالِمِ فَاِنْ لَّمْ تُطِقْ ذٰلِکَ فَاَطْعِمِ الْجَائِعَ وَاسْقِ الظَّمْاٰنَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْکَرِ فَاِنْ لَّمْ تُطِقْ ذٰلِکَ فَکُفَّ لِسَانَکَ اِلَّا مِنْ خَیْرٍ۔ (رواه البیهقی فی شعب الایمان)

اخرجه احمد فی المسند ٤/٢٩٩ والبیهقی فی شعب الایمان ٤/٦٦ الحدیث رقم ٤٣٣٥٠۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کرنے لگا مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے کہ جو مجھے جنت میں داخل کروا دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگرچہ تم نے سوال تو بہت چھوٹا سا کیا مگر بات بڑی اہمیت والی دریافت کی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جان کو آزاد کرو اور گردن کو چھڑاؤ۔ دیہاتی کہنے لگا کیا یہ دونوں ایک ہی چیز نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں۔ جان کو آزاد کرنا یہ ہے کہ تو اکیلا ایک غلام آزاد کرے اور فک رقبہ یہ ہے کہ کسی غلام کی قیمت کی ادائیگی میں تو اس کا معاون بن جائے اور جنت میں داخل کرنے والے اعمال میں سے ایک عمل یہ ہے کہ تم دودھ دینے والا جانور کسی محتاج کو دودھ پینے کے لئے دے دو۔ (۲) اور زیادتی کرنے والے ذی رحم یعنی رشتہ دار کے ساتھ مہربانی اور احسان کرو اور اگر تم میں اس کی طاقت نہیں تو پھر بھوکے کو کھانا کھلاؤ پیاسے کو پانی پلاؤ اور بھلائی کا حکم دو۔ برائی سے لوگوں کو باز کرو اگر تم میں اس کی طاقت نہیں تو پھر اپنی زبان کو بھلائی کے علاوہ اور کہیں استعمال کرنے سے روک کر رکھو۔

تشریح ۞ کسی جان کو آزاد کرنے اور گردن چھڑانے میں جو فرق بتلایا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جان کا آزاد کرنا وہ اس طرح ہے کہ تم اپنے ذاتی غلام کو آزاد کردو اور گردن کا چھڑانا اس وقت کہلائے گا جب تم کسی دوسرے کے غلام کی آزادی کے لئے دوڑ دھوپ کرو یعنی اس کی قیمت کی ادائیگی کے لئے غلام کی معاونت کرو پس اگر کسی شخص نے اپنے غلام کے ساتھ بدل کتابت طے کرلیا کہ اتنی رقم دے دو تو تم آزاد ہو اب اس غلام کی روپے پیسے سے امداد کرنا تا کہ وہ معینہ رقم معینہ مدت میں ادا کرکے آزاد ہو سکے دوسرے آدمی کے غلام کی آزادی کے لئے کوشش کرنا اسی بات کو فک رقبہ قرار دیا گیا اسی قسم کا غلام مکاتب کہلاتا ہے۔

نمبر۲۔ المنحة : اس سے مراد وہ دودھ دینے والا جانور ہے جو کسی محتاج کو عارضی طور پر اس لئے دے دیا جائے کہ وہ اس کی خدمت کرے اور اس کے دودھ سے فائدہ اٹھائے یا اس کے بالوں سے فائدہ حاصل کرے۔

نمبر۳۔ الو کوف : اس جانور کو کہا جاتا ہے جو بہت زیادہ دودھ دے۔

نمبر۴۔ کف لسانك : یعنی اپنی زبان کو بند رکھو اس کا مفہوم وہی ہے؟

دوسری روایت میں اس طرح ذکر کیا گیا جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو اسے بھلی بات کہنی چاہئے یا پھر وہ خاموش رہے ان دونوں ارشادات کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنی زبان پر کنٹرول کرے بکواس بازی' بدکلامی اور بدگوئی سے گریز کرے اور بری بات کو زبان پر ہرگز نہ لائے۔ اگر اس کی زبان حرکت میں آئے تو اس سے بھلائی ہی کی بات نکلے یہ ایک ایسا زریں نکتہ ہے جس پر عمل پیرا ہو کر انسان دینی اور دنیاوی بہت سے نقصانات سے بچ سکتا ہے۔

نمبر۵۔ علماء کا فرمان یہ ہے کہ ان دونوں روایات میں بھلائی سے مراد ہر وہ چیز ہے جس پر ثواب ملے چنانچہ اس کے مطابق مباح کلام پر بھلائی کا اطلاق نہ ہوگا مگر زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ یہاں بھلائی سے مراد ہر وہ چیز ہے جو برائی کے مقابل ہو۔ اس صورت میں مباح کلام بھلائی کے زمرہ میں شامل ہو جائے گا ورنہ کلام میں حصر کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

۳۳۳۳/۴ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ بَنٰی مَسْجِدًا لِيُذْكَرَ اللّٰهُ فِيْهِ بُنِیَ لَهٗ بَيْتٌ فِی الْجَنَّةِ وَمَنْ اَعْتَقَ نَفْسًا مُسْلِمَةً كَانَتْ فِدْيَتُهٗ مِنْ جَهَنَّمَ وَمَنْ شَابَ شَيْبَةً فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَانَتْ لَهٗ نُوْرًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (رواه فی شرح السنة)

اخرجه النسائی فی السنن ۳۱/۲ الحديث رقم ٦٨٨ والبغوی فی الشرح ۳۵۵/۹ الحديث رقم ۲٤۲۰ واحمد فی المسند ۱۱۳/٤۔

ترجمہ : حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کوئی (چھوٹی سی) مسجد اللہ تعالیٰ کی یاد کے لئے بنائے تو اس کے لئے جنت میں ایک عظیم الشان مکان بنایا جائے گا۔ جو شخص کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے وہ اس کے لئے دوزخ سے آزادی کا باعث بنے گا۔ جس شخص نے اپنی جوانی اللہ تعالیٰ کی راہ میں گزار دی یہاں تک کہ بڑھاپا آ گیا تو وہ قیامت کے دن اس کے لئے نور ہوگا۔

اس کو شرح السنۃ میں نقل کیا گیا ہے۔ اس سے اشارہ کر دیا کہ صاحب مشکوٰۃ کو یہ روایت اور کسی کتاب میں نہ مل سکی۔

الفصل الثالث:

۵/۳۳۳۴ عَنِ الْغَرِيْفِ بْنِ عَيَّاشٍ الدَّيْلَمِيِّ قَالَ اَتَيْنَا وَاثِلَةَ بْنَ الْاَسْقَعِ فَقُلْنَا حَدِّثْنَا حَدِيْثًا لَيْسَ فِيْهِ زِيَادَةٌ وَلَا نُقْصَانٌ فَغَضِبَ وَقَالَ اِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَقْرَأُ وَمُصْحَفُهٗ مُعَلَّقٌ فِيْ بَيْتِهٖ فَيَزِيْدُ وَيَنْقُصُ فَقُلْنَا اِنَّمَا اَرَدْنَا حَدِيْثًا سَمِعْتَهٗ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَاحِبٍ لَنَا اَوْجَبَ يَعْنِى النَّارَ بِالْقَتْلِ فَقَالَ اَعْتِقُوْا عَنْهُ يُعْتِقِ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنْهُ مِنَ النَّارِ۔ (رواہ ابوداؤد والنسائی)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ٢٧٣/٤ الحديث رقم ٣٩٦٤۔ (٤) وهی نسخة المتن۔

ترجمہ: حضرت غریف بن عیاش دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے اور عرض کی ہمیں کوئی روایت بیان فرمائیں جس میں کوئی کمی وبیشی نہ ہو۔ تو حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ (یہ سن کر) غضبناک ہوئے اور کہنے لگے تم لوگ شب وروز قرآن مجید پڑھتے ہو اور تمہارا قرآن مجید تمہارے گھر میں لٹکا رہتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود (سہو ونسیان سے) کمی وبیشی ہو جاتی ہے یعنی ضبط وتکرار کے باوجود سہو ونسیان سے خطا ہو جاتی ہے۔ پس روایت کی نقل میں معمولی کمی بیشی ہونا ایسی بات نہیں) ہم نے عرض کیا کہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ آپ نے آپ ﷺ سے جو بات سنی ہے وہ ہمیں سنائیں تو حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ نے یہ روایت بیان فرمائی کہ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک دن ہم اپنے ایک دوست کا معاملہ لے کر آئے جس نے قتل (ناحق) سے اپنے آپ کو دوزخ کا حقدار بنا لیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے بدلے غلام آزاد کردو۔ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے قاتل کے ہر عضو کو دوزخ سے آزاد فرما دیں گے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ حضرت واثلہ کو غصہ اس لئے آیا کہ شاید غریف کی مراد یہ تھی کہ آپ ﷺ کے الفاظ بعینہٖ نقل کئے جائیں اس لئے انہوں نے یہ جواب دیا لیکن غریف کی مراد یہ تھی کہ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک اس طرح بیان کریں کہ مفہوم میں کوئی کمی وبیشی نہ ہونے پائے۔ (۲) اس سے معلوم ہوا کہ روایت کو اس طرح بیان کرنا کہ اس کا مفہوم بعینہٖ نقل ہو جائے مفہوم میں ذرا فرق نہ ہو الفاظ میں تفاوت ہو تو کوئی حرج نہیں۔

۶/۳۳۳۵ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ الشَّفَاعَةُ بِهَا تُفَكُّ الرَّقَبَةُ۔ (رواہ البیہقی فی شعب الا یمان)

اخرجه البيهقی فی شعب الايمان ١٢٤/٦ الحديث رقم ٧٦٨٢۔

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین صدقہ وہ سفارش ہے جس کے بدلے غلام کی جان چھوٹ جائے۔ یہ بیہقی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ کسی غلام کی سفارش کر کے اس کی گردن آزاد کرا دینا یا جو شخص غلام کو قتل کرنا چاہتا ہو یا اس کو شدید مار پیٹ کرتا ہو سفارش کر کے اس کو بچانا بہترین صدقہ میں شمار ہے۔

بَابُ اِعْتَاقِ الْعَبْدِ وَالْمُشْتَرَكِ وَشِرَاءُ الْقَرِيْبِ وَالْعِتْقِ فِي الْمَرَضِ

مشترک غلام کو آزاد کرنے' قرابتدار کو خریدنے اور ایام مرض الموت میں آزادی کا حکم

دو یا کئی آدمیوں میں مشترک غلام ہو۔ ایک حصہ دار اپنا حصہ آزاد کردے تو دوسرے کا حکم کیا ہے؟ چنانچہ یہ جزوی آزادی کہلائے گی۔ احناف کے اپنے اقوال اس سلسلہ میں مختلف ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں جزوی آزادی معتبر ہے۔ البتہ صاحبینؒ جزوی آزادی کے قائل نہیں۔ اس کی وجہ سے تمام مسائل واحکام میں اختلاف پایا جائے گا۔ (۲) قرابتدار غلام کو خریدنے سے ہی وہ آزاد ہو جائے گا خواہ وہ اس کو آزاد کرے یا نہ کرے یہ متفقہ قول ہے۔ البتہ اس قرابت سے کیا مراد ہے اور کون قرابت دار اس میں شامل ہوگا۔ یہ قابل تفصیل ہے جو احادیث کے ذیل میں بیان کی جائے گی۔ (۳) حالت مرض میں غلام کو آزاد کرنے کا کیا حکم ہوگا۔ (تفصیل روایات کے دوران آئے گی)۔

الفصل الاوّل:

۳۳۳۶/۱ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِي عَبْدٍ وَكَانَ لَهُ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ قُوِّمَ الْعَبْدُ عَلَيْهِ قِيْمَةَ عَدْلٍ فَاُعْطِيَ شُرَكَاءُهُ حِصَصَهُمْ وَعَتَقَ عَلَيْهِ الْعَبْدُ وَاِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاری فی صحيحه ۱۵۱/۵ الحديث رقم ۲۵۲۲ ومسلم فی ۱۱۳۹/۲ الحديث رقم (۱-۱۵۰۱) وابوداوٗد فی السنن ۲۵۶/۴ الحديث رقم ۳۹۴۰ والترمذی فی ۶۲۹/۳ الحديث رقم ۱۳۴۶ والنسائی فی ۳۱۹/۷ الحديث رقم ۴۶۹۹ وابن ماجه فی ۸۴۴/۲ الحديث رقم ۲۵۲۸۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی مشترک غلام کے اپنے ملکیتی حصہ کو آزاد کرے اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ اگر اس میں مالی حیثیت ہو تو غلام کے بقیہ حصوں کی قیمت لگائے اور ان کو ان کے حصوں کی قیمت ادا کردے تو یہ غلام اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا اور اگر اس کے پاس اتنا مال نہ ہو تو پھر اس غلام کا اس شخص کی ملکیت والا حصہ آزاد ہو جائے گا (اور دوسرے شرکاء کے حصے مملوک رہیں گے)۔ یہ بخاری ومسلم میں ہے۔

تشریح ۞ اس روایت کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اگر ایک غلام کے دو مالک ہوں اور ان میں سے ایک مالک اپنا حصہ آزاد کردے اور وہ صاحب حیثیت ہو تو وہ دوسرے شریک کو اس کے حصہ کی مقدار قیمت ادا کردے اس صورت میں غلام اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا اور اگر آزاد کرنے والا صاحب حیثیت نہ ہو یعنی دوسرے شریک کو قیمت نہ دے سکتا ہو تو اس صورت میں وہ غلام اس شخص کے حصہ کی بقدر آزاد ہو جائے گا اور دوسرے شریک کے حصہ کی بقدر مملوک رہے گا۔

(۲) اس روایت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ آزادی' غلامی کے حصے ہو سکتے ہیں یعنی کسی غلام کا کچھ حصہ آزاد اور

دوسرا حصہ غلام رہ سکتا ہے اور دوسرے حصہ دار کو اس کا حصہ آزاد کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا اور نہ اس غلام سے آزادی کے لئے استسعاء (مشقت کرانا) کرائی جائے۔امام شافعیؒ کا یہی مسلک ہے۔

(۳) امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ غلامی و آزادی میں حصے ہو سکتے ہیں لیکن آزاد کرنے والا صاحب مال ہو تو وہ دوسرے شریک کو اس کے حصہ کی قیمت ادا کر دے یا دوسرا شریک اپنے حصہ کی مقدار سے اس سے محنت کروالے یا پھر دوسرا فریق بھی اپنا حصہ آزاد کر دے۔ (۴) اگر آزاد کرنے والا صاحب مال نہیں تو پھر وہ اپنے شریک کو اس کا حصہ نہ واپس کرے بلکہ وہ شریک یا تو اس سے اپنے حصہ کی بقدر مشقت و محنت کرالے (اور اپنا حصہ وصول کرالے) یا پھر وہ بھی مفت میں آزاد کر دے۔ اس صورت میں ولاء کا حق مشترک طور پر دونوں کو ملے گا۔

(۵) صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ آزاد کرنے والا شخص اگر مال دار ہے تو دوسرے شخص کا حصہ واپس کرے اور اگر اس حیثیت میں نہیں تو دوسرا شخص اس سے محنت کرا کر اپنا حصہ وصول کرے کیونکہ آزادی میں تجزی نہیں ہوتی۔اس لئے حق ولاء صرف آزاد کرنے والے کو ہی ملے گا۔

۲/۳۳۳۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَعْتَقَ شِقْصًا فِیْ عَبْدٍ اُعْتِقَ كُلُّهٗ اِنْ كَانَ لَهٗ مَالٌ فَاِنْ لَّمْ یَكُنْ لَهٗ مَالٌ اُسْتُسْعِیَ الْعَبْدُ غَیْرَ مَشْقُوْقٍ عَلَیْهِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۳/۵ الحدیث رقم ۲۵۰۴ومسلم فی ۱۱۴۰/۲ الحدیث رقم (۳-۱۵۰۳)وابوداوٗد فی السنن ۲۵٤/٤ الحدیث رقم ۳۹۳۷ والترمذی فی ٦۳۰/۳ الحدیث رقم ۱۳٤۸وابن ماجه فی ۸٤٤/۲ الحدیث رقم ۲۵۲۷ واحمد فی المسند ۲۵۵/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص مشترک غلام کے اپنے والے حصہ کو آزاد کر دے گا تو وہ غلام آزاد ہو جائے گا (یہ اسی کی طرف سے آزادی شمار ہوگی) اگر اس شخص کے پاس مال ہو (کہ بقیہ کی قیمت ادا کر سکے تو دوسروں کو ان کی قیمت ادا کرے) اور اگر وہ اتنا مال نہ رکھتا ہو تو پھر وہ غلام (ان کے حصوں) کی مقدار سے محنت و مزدوری کرے یا دوسرے شرکاء کی خدمت پر مامور کر دیا جائے لیکن اس غلام سے ایسی مشقت نہ لی جائے جو طاقت سے باہر ہو۔ (بخاری، مسلم)

۳/۳۳۳۸ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ اَنَّ رَجُلاً اَعْتَقَ سِتَّةَ مَمْلُوْكِیْنَ لَهٗ عِنْدَ مَوْتِهٖ وَلَمْ یَكُنْ لَهٗ مَالٌ غَیْرُهُمْ فَدَعَا بِهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَجَزَّاَهُمْ اَثْلاَثًا ثُمَّ اَقْرَعَ بَیْنَهُمْ فَاَعْتَقَ اثْنَیْنِ وَاَرَقَّ اَرْبَعَةً وَقَالَ لَهٗ قَوْلاً شَدِیْدًا (رواه مسلم ورواه النسائی عنه وذكر) لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ لاَّ اُصَلِّیَ عَلَیْهِ بَدَلَ وَقَالَ لَهٗ قَوْلاً شَدِیْدًا(وفی روایة ابی داود قال) لَوْ شَهِدْتُّهٗ قَبْلَ اَنْ یُدْفَنَ لَمْ یُدْفَنْ فِیْ مَقَابِرِ الْمُسْلِمِیْنَ۔

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۲۸۸/۳ الحدیث رقم (۵٦-۱٦٦۸)وابوداوٗد فی السنن ۲٦٦/٤ الحدیث رقم ۳۹۵۸ والترمذی فی ٦٤۵/۳ الحدیث رقم ۱۳٦٤ والنسائی فی ٦٤/٤ الحدیث رقم ۱۹۵۸وابن ماجه فی

۷۸٦/۲ الحدیث رقم ۲۳٤٥ واحمد فی المسند ٤۲۸/٤۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے اپنی مرض الموت میں چھ غلام آزاد کئے۔ اس شخص کے پاس اور کوئی مال نہ تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا اور ان کے بارہ ثلث کر کے ان میں قرعہ اندازی کی گئی تو قرعہ اندازی کے مطابق دو کو آزاد کر دیا اور چار کی غلامی کو باقی رکھا اور اس کو سخت ڈانٹ پلائی۔ اس کو مسلم اور نسائی نے روایت کیا۔ نسائی نے ذکر کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ اس پر نماز جنازہ نہ پڑھوں اور آپ ﷺ نے اس سے سختی سے کلام فرمایا اور ابوداؤد کی روایت یہ ہے کہ اگر دفن کرنے سے پہلے میں موجود ہوتا تو اس کو مسلمانوں کے مقابر میں دفن نہ کیا جاتا۔

تشریح ۞ فَاَعْتَقَ اثْنَیْنِ: یعنی آپ نے حکم دیا کہ دو ان میں سے آزاد ہیں اور چار غلام ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرض الموت میں آزادی کا حکم جاری ہوتا ہے مگر ثلث مال کی حد تک نافذ العمل ہوگا۔ اس وجہ سے کہ اس مال سے ورثاء کے حقوق کا تعلق ہے۔ اسی طرح وصیت ہبہ اور صدقہ بھی تہائی مال میں جاری ہوگا۔

(۲) زین العرب کا قول: یہ حکم آپ ﷺ نے اس لئے جاری کیا کیونکہ ان کے اکثر غلام حبشی تھے اور ان کی قیمت عموماً برابر ہوتی تھی۔ اسی لئے قرعہ ڈالا۔

(۳) نووی کا قول: نووی کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ ہر ایک سے تیسرا حصہ آزاد ہوگا اور باقی دو تہائی کے لئے ان میں سے ہر ایک سے سعی کرائی جائے گی۔

(۴) ناراضگی کی وجہ: اس حرکت سے نفرت کرتے ہوئے آپ ﷺ نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ اس نے تمام غلاموں کو کیوں آزاد کیا ہے اور ورثاء کا لحاظ نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے یتامیٰ اور دیگر ورثاء پر شفقت و رحمت کرتے ہوئے ثلث میں اس کی وصیت کو نافذ فرمایا اور باقی میں باطل قرار دیا۔

(۵) اس سے معلوم ہوا کہ شریعت کے خلاف جو حکم ہو یا ظلم کیا ہو تو اسے بیان کیا جا سکتا ہے تاکہ لوگوں کو تنبیہ ہو اور یہ **اذکروا موتاکم بالخیر** کے خلاف نہیں ہے۔

۳۳۳۹/۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَجْزِیْ وَلَدٌ وَالِدَهٗ اِلَّا اَنْ یَّجِدَهٗ مَمْلُوْکًا فَیَشْتَرِیَهٗ فَیُعْتِقَهٗ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه فی صحیحه ۱۱٤۸/۲ الحدیث رقم (۲۵۔۱۵۱۰) وابو داوٗد فی السنن ۳٤۹/۵ الحدیث رقم ۵۱۳۷ والترمذی فی ۲۷۸/٤ الحدیث رقم ۱۹۰٦ وابن ماجه فی ۱۲۰۷/۲ الحدیث رقم ۳٦۵۹ واحمد فی المسند ۲۳۰/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی لڑکا اپنے والد کے احسان کو اتار نہیں سکتا سوائے اس صورت کے کہ وہ غلام ہو تو اس کو خرید لے اور آزاد کر دے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ فقط خریدنے سے آزاد نہ ہوگا جب آزاد کرے گا' تب آزاد ہوگا اصحاب ظواہر کا یہی

مذہب ہے۔

(۲) جمہور کا قول: فقط ملک میں آ جانے سے وہ آزاد ہو جائے گا۔ دوسری فصل کے شروع میں جو روایت آ رہی ہے' وہ اس سلسلہ میں صریح ہے' اس روایت کا بھی یہی معنی ہے۔ مظہر کہتے ہیں کہ فَيُعْتِقَهُ' میں فاء سببیہ ہے۔ یعنی خریدنے کے سبب اس کو آزاد کردے۔ پس خریدنے کے بعد یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ میں نے تمہیں آزاد کر دیا بلکہ وہ خریدنے سے ہی آزاد ہو جاتا ہے۔ (ح۔ع)

۵/۳۳۴۰ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَجُلاً مِنَ الْاَ نْصَارِ دَبَّرَ مَمْلُوْكًا وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ مَالٌ غَيْرُهٗ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ يَّشْتَرِيْهِ مِنِّيْ فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ النَّحَّامِ بِثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ (متفق علیہ وفی روایة لمسلم) فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْعَدَوِيُّ بِثَمَانِ مِا ئَةِ دِرْهَمٍ فَجَاءَ بِهَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَفَعَهَا اِلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِبْدَاْ بِنَفْسِكَ فَتَصَدَّقْ عَلَيْهَا فَاِنْ فَضَلَ شَيْءٌ فَلِاَهْلِكَ فَاِنْ فَضَلَ عَنْ اَهْلِكَ شَيْءٌ فَلِذِيْ قَرَابَتِكَ فَاِنْ فَضَلَ عَنْ ذِيْ قَرَابَتِكَ شَيْءٌ فَهٰكَذَا وَهٰكَذَا يَقُوْلُ فَبَيْنَ يَدَيْكَ وَعَنْ يَمِيْنِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ۔

اخرجه البخاری فی صحيحه ۶۰۰/۱۱ الحديث رقم ۶۷۱۶ ومسلم فی ۱۲۸۹/۳ الحديث رقم (۵۸-۹۹۷) والترمذی فی ۵۲۳/۳ الحديث رقم ۱۲۱۹۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنے ایک غلام کو مدبر بنایا اور اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی مال نہ تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع پہنچی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس غلام کو مجھ سے کون خریدے گا؟ چنانچہ اس غلام کو نعیم بن نحام رضی اللہ عنہ نے آٹھ سو دراہم کے بدلے خرید لیا۔ یہ بخاری کی روایت ہے اور مسلم کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ اس غلام کو نعیم بن عبداللہ عدوی نے آٹھ سو دراہم کے بدلے خرید لیا۔ نعیم وہ آٹھ سو درہم جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا آپ ﷺ نے وہ دراہم اس شخص کو دیئے اور فرمایا ان کو پہلے اپنے اوپر خرچ کرو اس سے تمہیں ثواب ملے گا اور اگر اس میں سے کچھ بچ جائیں تو اپنے اہل و عیال پر خرچ کرو پھر بھی اگر بچ جائیں تو پھر رشتہ داروں پر خرچ کرو اور اگر ان سے بھی بچ جائیں پھر اس طرح اور اُس طرح خرچ کرو یعنی دائیں بائیں خرچ کرو۔ راوی نے اس طرح اور اُس طرح کی تفسیر دائیں بائیں سے کی ہے یعنی سوال کرنے والوں کو دو جو تیرے آگے پیچھے دائیں بائیں جمع ہوں۔

تشریح ۞ مدبر وہ غلام ہوتا ہے جس کو آقا یہ کہے کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو۔ اس غلام کا فروخت کرنا امام شافعی' احمد کے نزدیک درست ہے۔ جیسا کہ ظاہر حدیث میں ہے۔

(۲) امام ابوحنیفہ کا قول: مدبر کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) مدبر مطلق۔ (۲) مدبر مقید۔

مدبر مطلق: وہ غلام جس کو آقا کہے کہ تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے۔

مدبر مقید: جس کو آقا کہے اگر میں اس بیماری میں مر گیا تو تو آزاد ہے۔

مدبر مطلق کا حکم: مالک اس کو اپنی ملک سے صرف آزاد کر کے نکال سکتا ہے اس کا فروخت کرنا اور ہبہ کرنا درست نہیں۔ البتہ آزاد کرنا درست ہے۔ اس سے آقا کیلئے خدمت کرانا جائز ہے اور اگر لونڈی ہو تو اس سے صحبت کرنا بھی جائز ہے اور اس کی رضامندی کے بغیر اس کا نکاح کرنا درست ہے اور جب مالک مرجائے تو وہ مالک کے تہائی مال سے آزاد ہو جاتا ہے اگر تہائی ترکہ سے اس کی قیمت نہ نکل سکے تو تہائی کے حساب سے آزاد ہوگا۔

مدبر مقید کا حکم: اس کو فروخت کرنا جائز ہے اور اگر شرط پائی جائیگی یعنی وہ اسی مرض میں مرجائے تو غلام آزاد ہو جائے گا جیسے مدبر مطلق آزاد ہوتا ہے۔

روایت کی تاویل: جس غلام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فروخت کیا وہ مدبر مقید تھا۔

غلطی کا ازالہ: مشکوۃ کے تمام نسخوں میں نعیم ابن نحام لکھا ہے علماء نے اس کو غلام قرار دیا ہے۔ درست عبارت **فاشتراہ نعیم النحام** ہے۔ اس لئے کہ خریدار نعیم ہے اور وہی نحام ہے۔ یعنی نعیم کا دوسرا نام نحام ہے۔ اس نام کی وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنت میں داخل ہوا۔ تو میں نے وہاں **نحمة نعیم** یعنی نعیم کی آواز سنی۔ (مولانا۔ع)

الفصل الثانی:

۶/۳۳۴۱ وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَلَكَ ذَارَحِمٍ مَحْرَمٍ فَهُوَ حُرٌّ۔ (رواہ الترمذی وابن ماجة)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۲۵۹/۴ الحدیث رقم ۳۹۴۹ والترمذی فی ۶۴۶/۳ الحدیث رقم ۱۳۶۵ وابن ماجه فی ۸۴۳/۲ الحدیث رقم ۲۵۲۴ واحمد فی المسند ۲۰/۵۔

ترجمہ: حضرت حسن بصری نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ذی رحم محرم کا مالک ہو (یعنی خریدنے کی وجہ سے ہبہ کے ذریعہ وراثت کی وجہ سے مالک ہو) تو وہ آزاد ہے۔ یہ ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ مثلاً کسی باپ نے بیٹے کو خریدا جو کسی غیر کی ملک میں تھا یا بیٹے نے باپ کو خرید لیا یا بھائی نے بھائی کو خرید لیا تو فقط خریدنے سے وہ آزاد ہو جاتا ہے۔

ذی رحم: وہ ہے کہ جس کے ساتھ ولادت کی قرابت ہو جو رحم کی وجہ سے حاصل ہوتی ہو اور یہ باپ' بیٹے اور بھائی اور چچا اور بھتیجے کو شامل ہے۔ محرم سے مراد وہ رشتہ دار ہیں کہ جن سے نکاح نہ ہو سکتا ہو۔ پس اس طرح اس قید سے چچا کا بیٹا اور اسی طرح کے دوسرے رشتہ دار نکل گئے کیونکہ ان سے نکاح حرام نہیں ہے بلکہ حلال ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اقرباء کی آزادی میں علماء کا اختلاف ہے جب کہ وہ ملک میں آجائیں۔ (۱) اہل ظاہر نے کہا فقط ملک میں آنے سے وہ آزاد نہیں ہوتے جب تک کہ ان کو آزاد نہ کیا جائے۔ ان کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی روایت ہے جو سطور بالا میں گزری ہے۔

(۲) جمہور علماء: فقط ملک سے اصول وفروع میں آزادی حاصل ہو جاتی ہے اگرچہ اصول اوپر والے درجہ سے ہوں اور فروع نیچے والے درجہ سے ہوں۔

اصول وفروع کے علاوہ میں علماء کا اختلاف:

(۱) امام شافعیؒ: اصول وفروع کے علاوہ دیگر رشتہ دار ملک کے ساتھ آزاد نہیں ہوتے ہیں۔
(۲) امام مالکؒ: اصول وفروع کے ساتھ بھائی بھی آزاد ہوتے ہیں اور ایک روایت میں تمام ذی رحم محرم آزاد ہوتے ہیں اور تیسری روایت امام شافعیؒ کی طرح ہے۔ اصول وفروع کے علاوہ باقی رشتہ دار محض ملک میں آنے سے آزاد نہیں ہوتے۔
(۲) امام ابوحنیفہؒ: تمام ذی رحم محرم آزاد ہوتے ہیں۔ (مولا۔ ح۔ ع)

۳۳۴۲/۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا وَلَدَتْ اَمَةُ الرَّجُلِ مِنْهُ فَهِيَ مُعْتَقَةٌ عَنْ دُبُرٍ مِنْهُ اَوْ بَعْدَهُ۔ (رواه الدارمی)

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۸٤۱/۲ الحديث رقم ۲۵۱۵ والدارمی فی ۳٤/۲ ۳ الحديث رقم ۲۲۷٤ واحمد فی المسند ۳۰۳/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جب کسی آدمی کی لونڈی اپنے مالک سے بچہ جنے تو وہ اس کے مرنے کے بعد آزاد ہو جائے گی۔ راوی نے بعدہ کے الفاظ بولے یا دبر منہ کے الفاظ بولے۔ یہ دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ جس لونڈی کے ہاں آقا سے اولاد ہو جائے وہ اس کی موت کے بعد آزاد ہو جاتی ہے اس کی زندگی میں آزاد نہیں ہوتی لیکن اسے فروخت نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس کو بخش سکتا ہے۔ اس پر تو تمام علماء کا اجماع ہے۔ اس کے مخالف روایت منسوخ ہے اور اس کی تفصیل آئندہ روایت میں مذکور ہے۔ (مولانا)

۳۳۴۳/۸ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ بِعْنَا اُمَّهَاتِ الْاَوْلَادِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاَبِيْ بَكْرٍ فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ نَهَانَا عَنْهُ فَانْتَهَيْنَا۔ (رواه ابوداود)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۲٦۲/٤ الحديث رقم ۳۹۵٤ وابن ماجه فی ۸٤۱/۲ الحديث رقم ۲۵۱۷۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ام ولد کو فروخت کیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اس سے منع کر دیا۔ چنانچہ ہم نے فروخت کرنا چھوڑ دیا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اُمَّهَاتِ الْاَوْلَادِ: سے مراد ام ولد ہیں۔

سوال: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب امّ ولد فروخت کی جاتی تھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیوں منع کیا۔

جواب: اس کا نسخ آپ ﷺ کے زمانہ میں ہو گیا تھا لیکن نسخ کی اطلاع عوام کو نہ پہنچی اور آپ ﷺ کو بھی اطلاع نہ ملی کہ لوگ ان کو فروخت کرتے ہیں۔ لوگوں کا فروخت کرنا جواز کی دلیل نہیں۔ یہ دلیل تب بنتی کہ آپ کو اطلاع ہوتی اور آپ اس کو جائز قرار دیتے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کی فروخت نسخ سے پہلے کی بات ہو البتہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تو زمانہ خلافت بہت قلیل تھا جہادی مہمات میں ان چھوٹے معاملات کی طرف توجہ نہ دی جا سکی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس لئے منع فرمایا کیونکہ ان کو اس کا نسخ پہنچا ہوا تھا اور وہ اس سے واقف تھے۔ (ع۔ح)

۹/۳۳۴۴ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ عَبْدًا وَلَهٗ مَالٌ فَمَالُ الْعَبْدِ لَهٗ اِلَّا اَنْ يَّشْتَرِطَ السَّيِّدُ۔ (رواہ ابوداود وابن ماجة)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ٤/ ٢٧٠ الحديث رقم ٣٩٦٢ وابن ماجه فی ٢/ ٨٤٥۔ الحديث رقم ٢٥٢٩

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی غلام کو آزاد کرے اور غلام کے پاس مال ہو تو غلام کا مال اس کے سابقہ مالک کا ہے۔ سوائے اس صورت کے کہ مالک شرط لگائے۔ یہ ابوداؤد، ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ فَمَالُ الْعَبْدِ لَهٗ: غلام تو مالک نہیں بن سکتا پس وہ مالک ہی کا مال ہے۔ مالک کی اجازت سے اس نے جو تجارت و کسب وغیرہ کیا ہے اور اس سے جو مال حاصل ہوا وہ مالک کی ملک ہے۔ اس لئے کہ جو کچھ غلام کے پاس ہوتا ہے وہ مولیٰ کی ملک ہے یعنی مالک کو یہ گمان کرنا درست نہیں کہ مال غلام کے پاس ہے اور وہ تو آزاد ہو گیا تو ملکیت کا حقدار بن گیا۔ یہ مال اس کی ملک بن گیا تو اس خیال کی تردید فرمائی گئی کہ مال مالک کی ملک رہے گا' غلام کا اس میں حصہ نہ ہوگا۔ البتہ اگر آزاد کرتے وقت مالک کہہ دے کہ جو تیرے پاس مال ہے' وہ تیرا ہے تو وہ مال بطور صدقہ یا ہبہ غلام کا بن جائے گا۔ (ح)

۱۰/۳۳۴۵ وَعَنْ اَبِي الْمَلِيْحِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَجُلًا اَعْتَقَ شِقْصًا مِنْ غُلَامٍ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَيْسَ لِلّٰهِ شَرِيْكٌ فَاَجَازَ عِتْقَهٗ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ٤/ ٢٥١ الحديث رقم ٣٩٣٣ واحمد فی المسند ٥/ ٧٤۔

ترجمہ: حضرت ابوالملیح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے والد نے بتلایا کہ ایک شخص نے غلام کا کچھ حصہ آزاد کیا تو نبی کریم ﷺ کے سامنے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں' پھر آپ ﷺ نے اس کے کامل آزاد ہونے کی اجازت دی۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ جو کام اللہ تعالیٰ کے لئے کیا جائے اور عبادت کی جنس سے ہو تو اس میں اپنا حصہ نہ رکھنا چاہئے (عبادت میں شریک ہونے کی طرح) پس بعض غلام آزاد کرنا اور بعض کا آزاد نہ کرنا مناسب نہیں۔

(۲) فَاَجَازَ عِتْقَهٗ: اس سے بظاہر اس پر دلالت ہوتی ہے کہ عتق میں تجزی نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس کے بقیہ حصہ کو آزاد کرنے کی رغبت دلائی۔ (ح)

۳۳۴۶/۱۱ وَعَنْ سَفِيْنَةَ قَالَ كُنْتُ مَمْلُوْكًا لِاُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ اُعْتِقُكَ وَاَشْتَرِطُ عَلَيْكَ اَنْ تَخْدُمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عِشْتَ فَقُلْتُ اِنْ لَّمْ تَشْتَرِطِيْ عَلَيَّ مَا فَارَقْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عِشْتُ فَاَعْتَقَتْنِيْ وَاشْتَرَطَتْ عَلَيَّ۔ (رواہ ابوداود و ابن ماجۃ)

اخرجه ابوداؤد في السنن ٤/ ٢٥٠ الحديث رقم ٣٩٣٢ وابن ماجه في ٢/ ٨٤٤ الحديث رقم ٢٥٢٦ واحمد في المسند ٥/ ٢٢١۔

ترجمہ: حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ابتداء میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا غلام تھا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں تمہیں اس شرط پر آزاد کرنا چاہتی ہوں کہ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرے جب تک تیری زندگی ہے۔ میں نے کہا اگر آپ شرط نہ بھی کرتیں تب بھی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوتا جب تک کہ میری زندگی باقی ہے (یعنی تمہاری شرط کی ضرورت نہیں میں تو خود خدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سعادت سمجھتا ہوں)۔ چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ شرط لگا کر مجھے آزاد کر دیا۔ یہ ابوداؤد، ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ یہ آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ بعض کا قول یہ ہے کہ یہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے۔ انہوں نے خدمت نبوی ﷺ کی شرط سے ان کو آزاد کیا۔ ان کا لقب سفینہ پڑنے کی وجہ یہ ہے ان کا اصل نام مہران یا رومان یا رماج تھا۔ یہ حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے قریبی صحابہ کی خدمت کرتے تھے۔ غزوات میں لوگوں کے سامان کا بوجھ اپنی پیٹھ پر لادتے تھے۔ اسی وجہ سے ان کا لقب سفینہ مشہور ہوا۔ جس کا معنی کشتی ہے یعنی جس طرح کشتی بوجھ اٹھاتی ہے یہ بھی اسی طرح بوجھ اٹھانے والے ہیں۔

ایک واقعہ:

ایک مرتبہ حضرت سعید رضی اللہ عنہ لشکر میں تھے۔ جنگل میں راستہ گم ہوگیا۔ ایک شیر ان کے سامنے آیا تو حضرت سفینہ نے اس کو مخاطب ہوکر فرمایا اے ابوالحارث! میں جناب رسول اللہ ﷺ کا خدمتگار ہوں۔ تو شیر ان کے سامنے گردن جھکائے منت کرنے لگا۔ پھر آگے چل دیا اور لشکر سامنے نظر آیا تو دھاڑا اور واپس چل دیا۔ (سبحان اللہ) (ح۔ع)

۳۳۴۷/۱۲ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُكَاتَبُ عَبْدٌ مَابَقِيَ عَلَيْهِ مِنْ مُكَاتَبَتِهٖ دِرْهَمٌ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه ابوداؤد في المسند ٤/ ٢٤٢ الحديث رقم ٣٩٢٦۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے۔ جناب رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مکاتب اس وقت تک غلام ہے جب تک بدل کتابت کا ایک درہم بھی اس کے ذمہ باقی ہے۔
یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ✿ مکاتب: وہ غلام جس کو مالک یہ تحریر لکھ دے کہ اتنی رقم ادا کر دو تو تم آزاد جب وہ ادا کر دے گا تو وہ آزاد ہو جائے گا پس اس روایت میں اس حد تک فرما دیا کہ ایک درہم بھی جب تک غلام کے ذمہ باقی ہے۔ وہ حسب سابق غلام ہے۔ جب رقم مکمل ادا کر دے گا تب وہ آزاد ہوگا۔ اس طرح نہیں کہ ادائیگی کے حساب سے اتنا حصہ آزاد ہو جائے۔ (ح)

۱۳/۳۳۴۸ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ عِنْدَ مُكَاتَبِ اِحْدَاكُنَّ وَفَاءٌ فَلْتَحْتَجِبْ مِنْهُ۔ (رواہ الترمذی وابوداود وابن ماجة)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۲۴۴/۴ الحدیث رقم ۳۹۲۸ والترمذی فی ۵۶۲/۳ الحدیث رقم ۱۲۶۱۱ وابن ماجه فی ۸۴۲/۲ الحدیث رقم ۲۵۲۰۔

ترجمہ: حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے مکاتب کے پاس اتنا روپیہ جمع ہو جائے کہ وہ بدل کتابت ادا کر سکتا ہو تو مالکہ کو اس سے پردہ کرنا چاہئے یعنی جو مالکہ ہو اسے اس سے پردہ کرنا چاہئے۔ یہ ترمذی ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ✿ جب تک غلام تمام بدل کتابت ادا نہ کرے وہ محرم ہے اس سے پردہ نہیں لیکن اگر اس قدر مال رکھتا ہو کہ بدل کتابت ادا کر سکتا ہو تو اس سے پردہ کرنا چاہئے اور یہ بطور احتیاط اور ورع ہے۔ جب اسے ادائیگی کی قدرت ہے تو گویا بالفعل ادائیگی کے قائم مقام قرار دیا جائے گا۔

(۲) یہ فقط ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے لئے حکم دیا گیا۔ دیگر عورتوں کے مقابلہ میں عظمت شان کی وجہ سے ان کو یہ خاص حکم دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ "یعنی تم دیگر عورتوں کی طرح نہیں ہو"۔ اس لئے ان کو پردے کا بھی خاص حکم دیا گیا۔ (ع)

۱۴/۳۳۴۹ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَاتَبَ عَبْدَهٗ عَلٰى مِائَةِ اُوْقِيَّةٍ فَاَدَّاهَا اِلَّا عَشْرَةَ اَوَاقٍ اَوْ قَالَ عَشْرَةَ دَنَانِيْرَ ثُمَّ عَجَزَ فَهُوَ رَقِيْقٌ۔

(رواہ الترمذی وابوداود وابن ماجة)

اخرجه ابوداوٗد فی ۲۴۴/۴ الحدیث رقم ۳۹۲۷ والترمذی فی ۵۶۲/۳ الحدیث رقم ۱۲۶۱ وابن ماجه فی ۸۴۲/۲ الحدیث رقم ۲۵۱۹ واحمد فی المسند ۱۷۸/۲۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے غلام کو سو اوقیہ چاندی پر مکاتب بنایا پھر وہ دس اوقیہ یا دس دینار (شک راوی ہے) سے عاجز ہو گیا تو وہ غلام ہے۔ یہ ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ✿ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو تمام تر بدل کتابت سے عاجز ہو اور وہ غلام جو بعض بدل کتابت سے عاجز ہو دونوں غلام

ہونے میں برابر ہیں۔اس کا آقا معاہدہ فسخ کر کے اس کو دوبارہ غلام بنا سکتا ہے۔

(۲) **فَهُوَ رَقِيْقٌ** :اس سے معلوم ہوتا ہے جو کچھ اس نے مالک کو دیا اس کا وہی مالک ہے(کیونکہ غلام تو کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا)(ع)

۱۵/۳۳۵۰ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَصَابَ الْمُكَاتَبُ حَدًّا اَوْ مِيْرَاثًا وَرِثَ بِحِسَابِ مَا عَتَقَ مِنْهُ (رواه ابوداؤد والترمذی وفی رواية له قال) **يُوْدِي الْمُكَاتَبُ بِحِصَّةِ مَا اَدّٰى دِيَةَ حُرٍّ وَمَا بَقِيَ دِيَةَ عَبْدٍ وَضَعَّفَهُ۔**

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۷۰٦/٤ الحديث رقم ٤٥٨٢ والترمذی فی ٥٦٠/٣ الحديث رقم ١٢٥٩ والنسائی فی ٤٦/٨ الحديث رقم ٤٨١١۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مکاتب دیت یا میراث کا حقدار ہوتا ہے تو وہ دیت یا میراث کا اسی قدر حق دار ہوتا ہے جس قدر وہ آزاد ہوتا ہے۔اس کو ابوداؤد' ترمذی نے نقل کیا۔ترمذی کی روایت میں ہے کہ جتنا بدل کتابت مکاتب نے دیا اس کی مقدار سے وہ دیت کا حقدار ہے۔ترمذی نے اس روایت کو ضعیف کہا۔

تشریح ۞ **وَرِثَ بِحِسَابِ** یعنی جب مکاتب کے لئے میراث یا دیت ثابت ہوگی تو جتنا حصہ آزاد ہوا ہے اس کے حساب سے دیت اور میراث کا حقدار ہوگا میراث کی مثال یوں سمجھیں کہ خالد جو کسی کا غلام تھا آقا نے اس کو مکاتب بنا دیا اس نے نصف بدل کتابت ادا کیا تھا پھر اس کا باپ مرگیا اس حال میں اس کا اس کے علاوہ کوئی وارث نہیں تو یہ مکاتب بیٹا' خالد اس کے نصف مال کا وارث ہوگا اور دیت کی مثال اسی طرح سمجھیں کہ خالد نے نصف بدل کتابت ادا کیا تھا اور اس کو کسی نے مار ڈالا تو قاتل کے ذمہ آدھی آزاد کی دیت ورثاء کے لئے واجب ہوگی کیونکہ وہ آدھا آزاد تھا اور اس کی آدھی قیمت غلام ہونے کی حیثیت سے مثلاً کتابت کا مال ایک ہزار درہم ہے اور اس کی قیمت سو درہم ہے اس نے پانچ سو ادا کر دیئے اور پھر وہ مارا گیا تو ورثاء غلام کے لئے وہی آدھی دیت (یعنی پانچ سو درہم) ہوگی اور مالک کو پچاس درہم دے کیونکہ اس کی آدھی قیمت رہتی ہے۔(۲) روایت سے معلوم ہوا کہ مکاتب بدل کتابت کی مقدار سے آزاد ہے۔اس پر فقط ابراہیم نخعی نے عمل کیا۔یہ روایت ضعیف ہے اور دو صحیح روایات کے خلاف ہے۔(پس یہ روایت متروک العمل ہے) مکاتب کچھ بھی بدل کتابت باقی رہنے تک غلام ہی ہوگا۔

(ع۔ح)

الفصل الثالث:

۱٦/۳۳۵۱ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ عُمْرَةَ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّ اُمَّهٗ اَرَادَتْ اَنْ تُعْتِقَ فَاَخَّرَتْ ذٰلِكَ اِلٰى اَنْ تُصْبِحَ فَمَاتَتْ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقُلْتُ لِلْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ اَيَنْفَعُهَا اَنْ اُعْتِقَ عَنْهَا فَقَالَ الْقَاسِمُ اَتٰى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اُمِّيْ هَلَكَتْ فَهَلْ يَنْفَعُهَا اَنْ اُعْتِقَ عَنْهَا

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَعَمْ۔ (رواہ مالک)

اخرجه مالك فی الموطأ ٧٧٩/٢ الحدیث رقم ١٣ من کتاب العتق۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ انصاریؒ سے روایت ہے کہ ان کی والدہ نے غلام آزاد کرنے کا ارادہ کیا پھر انہوں نے آزاد کرنے میں دیر کی یہاں تک کہ ان کو موت آ گئی۔ عبدالرحمٰن کہنے لگے میں نے قاسم بن محمدؒ سے مسئلہ دریافت کیا کہ اگر میں اپنی والدہ کی طرف سے آزاد کردوں تو کیا اس سے میری ماں کو فائدہ پہنچ جائے گا؟ قاسم کہتے ہیں کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے میری والدہ کا انتقال ہوا (یعنی اچانک جیسا کہ ایک روایت میں وارد ہے) تو کیا اگر میں غلام آزاد کروں تو اس کو فائدہ ہوگا؟ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں نفع پہنچے گا۔ یہ مالک کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یہ قاسم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں' مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ میں سے ہیں۔

اَیَنْفَعُھَا: یعنی کیا اس کا ثواب انہیں ملے گا؟ اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ عبادات مالیہ کا ثواب تو ضرور پہنچتا ہے۔ عبادات بدنیہ کے ثواب میں اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اس کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔

٣٣٥٢/١٧ وَعَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ قَالَ تُوُفِّیَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ فِیْ نَوْمٍ نَامَہٗ فَاَعْتَقَتْ عَنْہُ عَائِشَۃُ اُخْتُہٗ رِقَابًا کَثِیْرَۃً۔ (رواہ مالک)

اخرجه مالك فی الموطأ ٧٧٩/٢ الحدیث رقم ١٤ من کتاب العتق۔

ترجمہ: یحییٰ بن سعیدؒ سے روایت ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی وفات نیند ہی میں اچانک واقع ہوئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو کہ ان کی بہن تھیں انہوں نے ان کی طرف سے بہت سے غلام آزاد کئے۔ یہ مالک کی روایت ہے۔

تشریح ۞ غلام آزاد کرنے کی ایک وجہ تو یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ان پر کئی غلام آزاد کرنے لازم تھے مگر وہ وصیت نہ کر سکے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی طرف سے کئی غلام آزاد کر دیئے۔ (٢) اچانک موت ایک لحاظ سے نقصان دہ اور زیادہ تکلیف دہ ہے اس لئے تدارک نقصان کے لئے انہوں نے یہ غلام آزاد کئے۔ (ح)

٣٣٥٣/١٨ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنِ اشْتَرٰی عَبْدًا فَلَمْ یَشْتَرِطْ مَالَہٗ فَلَا شَیْءَ لَہٗ۔

(رواہ الدارمی)

اخرجه الدارمی فی السنن ٣٣٠/٢ الحدیث رقم ٢٥٦١۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے غلام خریدا اور غلام کے مال کی شرط نہیں لگائی تو غلام کا مال اس کو نہ ملے گا (یعنی اس لئے کہ جو مال اس کے پاس ہے وہ مالک کی ملکیت ہے)۔ یہ دارمی کی روایت ہے۔

بَابُ الْاَیْمَانِ وَالنُّذُوْرِ

قسموں اور نذروں کا بیان

قسم تین طرح کی ہے:

(۱) غموس:

کسی گزشتہ بات پر یا حالیہ بات پر قصداً جھوٹی قسم اٹھائے مثلاً کہے کہ اللہ کی قسم میں نے یہ کام کیا تھا یا نہ کیا تھا یا کہے کہ زید کے میرے ذمہ ایک ہزار درہم ہیں یا نہیں ہیں حالانکہ وہ جھوٹ بول رہا تھا۔

یمین غموس کا حکم:

اس قسم کا اٹھانے والا گنہگار ہوگا۔ البتہ اس پر کفارہ وغیرہ کچھ بھی نہ ہوگا۔ البتہ گناہ ہونے کی وجہ سے توبہ لازم ہے۔

(۲) یمین لغو:

ماضی یا حال پر اپنے گمان کے مطابق قسم اٹھائے کہ اسی طرح ہے حالانکہ حقیقت میں اس طرح نہ ہو مثلاً کہے کہ اللہ کی قسم میں نے اس طرح کیا حالانکہ اس نے اس طرح نہ کیا تھا۔ اس کا اپنا گمان اس کے متعلق قسم کے مطابق ہے۔ یا اس نے دور سے ایک شخص کو دیکھا اور کہنے لگا اللہ کی قسم یہ زید ہے اس کو اپنے گمان میں زید سمجھا حالانکہ وہ عمرو ہے۔

حکم: اس کے متعلق امید ہے کہ وہ پکڑا نہ جائے گا اور گناہ نہ ہوگا۔

(۳) یمین منعقدہ:

یہ ہے کہ زمانہ مستقبل میں ایک کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم اٹھائے کہ میں آئندہ یہ کام کروں گا یا یہ کام نہیں کرونگا۔

حکم: اگر قسم کے خلاف کرے گا تو کفارہ لازم ہوگا اور قسم پوری ہو جائے گی۔

یمین منعقدہ کی بعض اقسام کو پورا کرنا لازم ہے: مثلاً کوئی آدمی قسم کھائے کہ وہ فرائض ادا کرے گا یا گناہوں کو ترک کرے گا یا زنا نہ کرے گا تو اس قسم کا پورا کرنا فرض ہے۔

جن کا توڑنا واجب ہے: ان میں سے بعض قسموں کا توڑنا واجب ہے۔ مثلاً وہ قسم کھائے کہ وہ فلاں گناہ کرے گا یا فلاں واجبات کو ترک کرے گا تو ایسی قسموں کو توڑنا ضروری ہے۔

جن کا توڑنا بہتر ہے: مثلاً کسی نے قسم کھائی کہ میں فلاں مسلمان سے ملاقات نہ کروں گا حالانکہ وہ شخص اچھا مسلمان ہے تو ایسی قسموں کا توڑنا بہتر ہے۔

جن کا پورا کرنا افضل ہے: ان کے علاوہ باقی قسموں کا پورا کرنا افضل ہے تا کہ قسم کی حفاظت ہو اور اللہ تعالیٰ کے نام کی عظمت

دل میں قائم رہے۔

کفارہ کا حکم: قسم کھانے والا جان بوجھ کر قسم توڑے یا بھول کر یا زبردستی کی جائے خواہ قسم کھانے میں یا توڑنے میں کفارہ بہر صورت لازم ہوگا۔ قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس مساکین کو کپڑا دے ہر مسکین کو اتنا کپڑا دے جو اس کا تمام بدن ڈھانپ لے یہی صحیح ہے۔ فقط چادر دینا کافی نہیں ہے یا دس مساکین کو دو وقت کھانا کھلائے یا گردن آزاد کرے اگر ان تینوں سے عاجز ہو جائے تو پھر تین دن کے روزے رکھے جو کہ مسلسل ہوں۔

قسم کے توڑنے سے پہلے کفارہ دینا لازم نہیں' لہٰذا اگر کسی نے حانث ہونے سے پہلے کفارہ ادا کر دیا پھر وہ حانث ہوا تو اس کو نئے سرے سے کفارہ ادا کرنا لازم ہے۔ اگر کوئی کافر کفر کی حالت میں قسم اٹھائے پھر اسلام لے آئے اور قسم توڑ ڈالے تو اس پر کوئی کفارہ نہیں۔

جن کی قسم کا اعتبار نہیں ہے: لڑکے (نابالغ) دیوانے' سونے والے کی قسم کا اعتبار نہیں۔

حروف قسم: واؤ' باء' تاء ہیں مثلاً واللہ' باللہ' تاللہ۔

بعض اوقات حروف قسم مقدر ہوتے ہیں یعنی لفظوں میں موجود نہیں ہوتے مثلاً اللّٰہ افعلہ یعنی و اللّٰہ افعلہ۔

قسم کی شرط: (۱) اللہ تعالیٰ اور اس کے اسمائے گرامی میں سے کسی کے ساتھ قسم ہوتی ہے۔ مثلاً رحمان' رحیم' حق وغیرہ۔ قسم میں نیت کی حاجت نہیں۔ (۲) البتہ جو نام اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا اوروں پر بھی بولے جاتے ہیں ان میں نیت کی ضرورت ہوگی مثلاً علیم' حکیم' رؤف رحیم۔

(۳) اسی طرح ایسی صفات باری تعالیٰ سے بھی قسم ہو جاتی ہے جو عرفاً قسم کے لئے استعمال ہوتے ہیں مثلاً عزۃ اللہ' جلال اللہ' کبریائی باری تعالیٰ' عظمت اللہ' قدرت اللہ وغیرہ۔

(۴) ان صفات سے قسم نہیں ہوگی جن سے عرفاً قسم نہیں کھائی جاتی مثلاً رحمت' علم' رضا' غضب' عذاب اللہ وغیرہ۔

(۵) غیر اللہ کی قسم جائز نہیں مثلاً باپ' دادا' قرآن' انبیاء کرام' ملائکہ علیہم السلام' کعبہ' نماز' روزہ' زمزم' تمام شرائع اور ان کی مانند۔

نوٹ: قرآن کے متعلق درمختار میں لکھا ہے کہ اگر عرف میں قرآن مجید کی قسم کھائی جاتی ہے تو صفت باری تعالیٰ (کلام اللہ) کی حیثیت سے قسم تسلیم کی جائے گی۔ (مولانا ح)

چند الفاظ قسم: لعمر اللہ: قسم ہے اسی طرح یوں کہا جائے سوگند خدا' یا خدا کی سوگند کھاتا ہوں یا یوں کہے عہد اللہ' میثاق اللہ کی قسم کھاتا ہوں۔ حلف اٹھاتا ہوں' حلف کرتا ہوں۔ اشہد کا لفظ خواہ لفظ اللہ کے بغیر بولے۔ مجھ پر نذر ہے' یمین ہے یا عہد ہے اگرچہ ان کی اضافت لفظ اللہ کی طرف نہ کرے۔ اگر کوئی اس طرح کہے کہ اگر یہ کام وہ کرے تو وہ کافر ہو یا یہودی ہو یا عیسائی یا وہ اللہ تعالیٰ سے بیزار و بری ہو۔ اگر اس قسم کی خلاف ورزی کرے گا تو کافر نہ ہوگا (اس مسئلہ کی تفصیل حدیث کے فوائد میں لکھی جائے گی) خواہ وہ زمانہ گزشتہ کی قسم اٹھائے یا آئندہ کی اور اگر وہ جانتا ہے کہ یہ قسم ہے اور وہ سمجھتا ہو کہ اس کا کھانا کفر ہے۔ پھر بھی اس نے اٹھائی تو پھر کافر ہو جائے گا کیونکہ وہ کفر پر راضی ہوا۔

یہ کہنا قسم نہیں:

(۱) اگر فلاں کام کرے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے یا اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے یا وہ زانی ہے یا چور ہے یا شراب پینے والا ہو یا سود خور ہو۔ (۲) حقاً للہ یا حق اللہ یہ کام نہ کروں گا یہ قسم نہ بنے گا البتہ امام ابو یوسفؒ اس کو قسم مانتے ہیں۔ (۳) یہ بھی قسم نہیں کہ جو کہے میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاؤں یا بیوی پر طلاق کی قسم ہے یہ قسم نہ بنے گی۔ (۴) اگر کوئی شخص اپنی کسی مملوکہ چیز کو اپنے اوپر حرام کرلے تو وہ چیز حرام نہ ہوگی البتہ اس کو استعمال کرنے کی صورت میں اس پر کفارہ لازم ہو جائے گا مثلاً کسی نے کہا کہ میں نے اپنے اوپر روٹی حرام کرلی اس طرح کہنے سے روٹی تو حرام نہ ہو گی۔ لیکن اگر وہ روٹی کھائے گا تو قسم کا کفارہ لازم ہوگا۔ (۵) اگر کوئی شخص اس طرح کہے کہ تمام حلال اشیاء مجھ پر حرام ہیں تو اس کا اطلاق کھانے پینے کی جملہ اشیاء پر ہوگا یعنی اگر وہ کوئی حلال چیز استعمال کرلے گا تو اس پر قسم کا کفارہ لازم ہو جائے گا۔ (۶) اسی طرح کہنے سے اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔ خواہ اس نے نیت نہ کی ہو۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ (۷) اس طرح کہنا کہ حلال چیز مجھ پر حرام ہے۔ یا اس طرح کہنا کہ میں اپنے دائیں ہاتھ میں جو چیز لوں وہ مجھ پر حرام ہے۔ اس کا بھی اوپر والا حکم ہے۔ (۸) اگر کوئی شخص اپنی قسم کے ساتھ ان شاء اللہ کہے تو وہ قسم توڑنے والا نہ بنے گا یعنی وہ قسم ہی نہ بنی اس کی مخالفت سے قسم کا ٹوٹنا اور کفارہ لازم ہونا چہ معنی دارد۔ (ملتقی الابحر)

نذر کی حقیقت و حکم

معنی نذر: نذر و منت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں یعنی ایسی چیز کو اپنے اوپر واجب کر لینا جو واجب نہیں تھی مثلاً کوئی اس طرح کہے کہ اے اللہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں پانچ روزے رکھوں گا''۔ (اب کام ہونے کی صورت میں پانچ روزے لازم ہو جائیں گے)

بعض علماء کا قول: اہل علم تمام کے تمام اس بات پر متفق ہیں کہ نذر ماننا درست ہے اور اس کا پورا کرنا واجب ہے۔ بشرطیکہ وہ کسی گناہ کی چیز کی نذر نہ ہو اور نہ کسی گناہ کی نذر ہو۔ اگر کسی نے گناہ کی نذر مانی تو وہ نذر امام شافعیؒ جمہور علماء کے ہاں درست نہیں۔

امام ابو حنیفہ و احمد رحمہما اللہ کا قول: گناہ کی نذر درست نہ ہوگی البتہ ایسی نذر ماننے والے پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا کیونکہ آپ کا ارشاد گرامی ہے: **لا نذر فی معصیتو کفارتہ کفارة یمین**۔ معصیت کی نذر نہیں اور اس کا کفارہ قسم والا ہے۔

(کذا فی المرقات لعلی القاری)

صاحب ملتقیٰ کا قول: جس آدمی نے مطلق نذر مانی یعنی اپنی نذر کو کسی شرط سے مشروط نہیں کیا مثلاً اس طرح کہا ''میں رضائے الٰہی کے لئے روزے رکھوں گا یا اس طرح کی نذر مانی جو کسی شرط سے معلق ہو اور وہ شرط بھی اس طرح کی ہو کہ وہ اس کے پورا ہونے کی تمنا اور خواہش رکھتا ہو اور اس کا ارادہ ہو کہ وہ پوری ہو مثلاً یوں کہے کہ اگر میں صحت یاب ہوا تو روزے رکھوں گا''۔ پھر ارادہ پورا ہو جائے یعنی اسے صحت حاصل ہو جائے تو ان دونوں صورتوں میں حکم یکساں ہے کہ نذر کا پورا کرنا لازم ہے۔ اگر اس

نے اپنی نذر کو کسی ایسی شرط کے ساتھ معلق کیا ہے جس کے پورا ہونے کی وہ خواہش نہیں رکھتا مثلاً اس طرح کہتا ہے کہ اگر میں زنا کروں تو مجھ پر غلام آزاد کرنا لازم آئے۔ اس صورت میں اسے اختیار حاصل ہوگا کہ خواہ وہ قسم کا کفارہ ادا کرے یا نذر کو پورا کرے یعنی غلام آزاد کرے۔

نذر کے بقیہ مسائل و احکام تو کتب فقہ اور فتاویٰ جات میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں خصوصاً فتاویٰ عالمگیریہ میں تفصیل سے مذکور ہیں۔

مائۃ مسائل کا شاندار اقتباس

اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی کی نذر ماننا جائز نہیں ہے نہ کسی نبی کی، نہ فرشتے کی اور نہ اولیاء کرام اور نہ کسی اور کی مثلاً اس طرح کہنا کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو مولود پڑھاؤں گا یا فلاں کام ہو گیا تو فلاں بزرگ کے مزار پر چادر چڑھاؤں گا یا اگر فلاں کام ہو گیا تو مولیٰ مشکل کشا کا روزہ رکھوں گا وغیرہ۔ غیر اللہ کی نذر ماننا بڑا گناہ ہے۔ اس اہمیت کے پیش نظر مولانا شاہ محمد اسحاقؒ کی کتاب مائۃ مسائل کا ایک اقتباس ذیل میں زیب قرطاس کیا جا رہا ہے کیونکہ وہ اس سلسلہ میں نہایت جامع ہے۔

حضرت ارقام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس طرح نذر ماننا کہ اگر میرا فلاں کام پورا ہو گیا تو میں فلاں بزرگ کے مزار پر اتنے روپے یا اتنے کھانے چڑھاؤں گا یہ جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نذر ماننے میں چند شرائط کا پایا جانا ضروری ہے ورنہ وہ نذر شرائط کے پورا نہ ہونے کی وجہ سے صحیح نہ ہوگی۔

شرط اول: وہ نذر ایسی چیز کی ہو جس کی جنس شرعی طور پر لازم ہو (مثلاً نماز، روزہ وغیرہ) چنانچہ اگر کوئی شخص عیادت مریض کی نذر مان لے (کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں فلاں، فلاں مریض کی عیادت کروں گا) تو اس کی یہ نذر درست نہ ہوگی کیونکہ مریض کی عیادت یہ ایسی جنس سے نہیں ہے جو شرعی طور پر واجب ہو۔

دوسری شرط: جس چیز کی نذر مانی جائے وہ فی الحال بھی واجب نہ ہو اور نہ کسی دوسرے موقعہ پر واجب ہو مثلاً نماز پنجگانہ۔

تیسری شرط: جس چیز کی نذر مانی جائے وہ عبادت مقصودہ سے ہو، صرف دوسری عبادت کا ذریعہ ہی نہ ہو مثلاً وضو کرنا اس کی نذر درست نہیں کیونکہ وضو عبادت مقصودہ نہیں ہے بلکہ عبادتِ مقصودہ کا ذریعہ ہے۔

چوتھی شرط: جو چیز نذر کرے وہ گناہ نہ ہو۔ (فتاوی عالمگیری)

ان شرائط سے معلوم ہوا کہ (۱) اس طرح نذر کرنا کہ میں فلاں ولی کے مزار پر اتنی مقدار میں نقدی یا کھانا پکا کر پہنچاؤں گا یہ درست نہیں۔ اس لئے کہ نقد اور طعام کا کسی جگہ پہنچانا عبادت نہیں ہے۔ البتہ اگر اس طرح کہے گا کہ اگر اللہ تعالیٰ میری حاجت پوری کر دیں گے تو فلاں ولی کے خدام فقراء کو کھانا کھلاؤں گا تو اس صورت میں نذر صحیح ہوگی اور اس کا پورا کرنا لازم ہوگا لیکن ولی کے مزار کے خدام اور فقراء کی تخصیص لازم نہیں جس فقیر کو دے گا نذر ادا ہو جائے گی۔

(۲) اگر اس طرح کہے کہ اگر میری فلاں ضرورت پوری ہو گئی تو فلاں ولی کے نام پر یا فلاں بزرگ کے لئے اتنا نقد روپیہ یا اتنا کھانا دوں گا یہ نذر باطل ہے اور اس پر سب کا اجماع ہے اور اس کھانے کو استعمال کرنا حرام ہے چنانچہ صاحب بحر الرائق نے

اس طرح تحریر فرمایا ہے جس کا ترجمہ تحریر کیا جاتا ہے:

اور جہاں تک نذر کا تعلق ہے جیسا کہ عام دیکھنے میں آیا عام طور پر نادان لوگ اس طرح نذر مان لیتے ہیں کہ اگر کسی شخص کا کوئی عزیز غائب ہو یا بیمار ہو یا اس کی کوئی خاص حاجت ہو تو وہ کسی نیک صالح آدمی کے مزار پر آتا ہے اور مزار کا پردہ اپنے سر پر ڈال کر یا قبر کی چادر پکڑ کر اس طرح کہتا ہے اے میرے فلاں بزرگ! اگر میرا فلاں عزیز جو کہ گم ہو گیا ہے واپس آ گیا یا بیماری سے صحت یاب ہو گیا یا میرا فلاں مقصد پورا ہو گیا تو میں آپ کے مزار پر بطور نذر اتنی مقدار میں سونا یا اتنی مقدار میں چاندی چڑھاؤں گا یا اتنی مقدار میں کھانا بطور چڑھاوے کے یا پانی بطور چڑھاوے کے یا اتنی مقدار میں شمعیں یا ان کا تیل بطور چڑھاوے کے دوں گا تو اس طرح کی نذر باتفاق باطل ہے اور اس کے باطل ہونے کے کئی اسباب ہیں۔

پہلا سبب: یہ غیر اللہ کی نذر ہے اور غیر اللہ کی نذر جائز نہیں کیونکہ نذر تو عبادت ہے اور مخلوق عبادت کے لائق نہیں۔

دوسرا سبب: جس کے نام کی نذر مانی گئی ہے وہ بے جان ہے اور بے جان مالک نہیں ہوتا۔

تیسرا سبب: اگر ایسی نذر ماننے کے وقت یہ گمان تھا کہ اللہ کے علاوہ یہ صاحب مزار بندوں کے معاملات میں تصرف کا اختیار رکھتا ہے تو ایسا اعتقاد کفر ہے فلہٰذا اے اللہ! اس طرح نذر ماننے کی بجائے تو ہمیں اس طرح نذر ماننے کی توفیق دے کہ اے اللہ میں نذر مانتا ہوں کہ تو اگر میرے مریض کو شفا بخش دے گا یا گم ہونے والا عزیز واپس کرا دے گا یا میری فلاں مراد کو تو پورا کر دے گا تو میں ان فقراء و خدام کو جو سیدہ نفیسہ کے مزار پر رہتے ہیں یا ان فقراء و خدام کو جو امام شافعیؒ، امام ابواللیثؒ کی قبور کے پاس رہتے ہیں ان کو میں کھانا کھلاؤں گا یا ان کی مساجد کے لئے ٹاٹ' چٹائیاں' قالین یا ان کی مساجد کی روشنی کے لئے تیل خرید کر دوں گا یا میں ان لوگوں کو جو ان صالحین کی مسجدوں میں خدمت کرتے اور شعائر کو قائم رکھتے ہیں ان کو اتنے روپے دوں گا یا ان میں سے کسی ایسی چیز کا ذکر کرے جس میں فقراء اور مساکین کا نفع ہو وہ چیز میں فقراء و مساکین کو مہیا کروں گا۔ تو اس طرح کی نذر درحقیقت اللہ تعالیٰ کے لئے ہوگی اور بزرگ کا تذکرہ یا اس کے خدام کا تذکرہ نذر کے مصرف کے طور پر ہوگا۔

نذر کا مصرف وہ مستحق لوگ ہیں جو ان بزرگوں کی خانقاہ یا مسجد یا ان کی جامع مسجد میں رہتے ہیں۔ پس یہ نذر درست ہوگی کیونکہ نذر کا مصرف فقراء ہیں اور وہ مصرف یہاں موجود ہے۔

نذر کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا مصرف غیر محتاج لوگ نہ ہوں اور نہ ہی کسی قریشی ہاشمی پر خرچ کیا جائے کیونکہ جب تک وہ محتاج نہ ہوں اس وقت تک انہیں نذر کی چیز لینا جائز نہیں۔ نذر کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا مصرف منصب والا شخص نہ ہو۔ جب تک کہ وہ محتاج نہ ہو اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ اسے اہل علم پر ان کے علم کی وجہ سے نہ خرچ کیا جائے جب تک کہ وہ مستحق اور محتاج نہ ہوں۔

شریعت اسلام نے نذر کی ہوئی چیز کا صاحب استطاعت پر خرچ کرنا جائز قرار نہیں دیا نذر کے سلسلے میں اس بات پر علماء امت کا اجماع اور اتفاق ہے کہ مخلوق کی نذر ماننا حرام ہے اگر کوئی شخص کسی مخلوق یعنی بزرگ وغیرہ کی نذر مانے گا تو نہ وہ نذر صحیح ہے اور نہ اس کا پورا کرنا لازم ہے اور ایسی نذر صرف حرام ہی نہیں بلکہ رشوت کے حکم میں ہے اس لئے اس بزرگ کے خدام اور مجاورین کے لئے اس نذر کا لینا اور اس کا کھانا یا کوئی اور تصرف کرنا جائز نہیں۔

البتہ اگر خادم یا مجاور محتاج ہو اور اپنے ان نادار بچوں کے لئے کفالت کرنے والا ہو جو کمائی کے لائق نہیں اور وہ حالت اضطرار میں ہوں تب ان کو نذر کا مال ابتداءً صدقے کے طور پر لینا جائز ہے مگر اس میں بھی اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ اس مال کو اس وقت تک لینا مکروہ ہے جب تک نذر کرنے والے کی نیت اس بزرگ کی نذر سے قطع نظر تقرب الی اللہ اور فقراء پر خرچ کرنے کی نہ ہو۔

پس اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کے تقرب حاصل کرنے کی نیت سے جو روپے سے شمعیں اور تیل وغیرہ ان کی قبور پر چڑھایا جاتا ہے وہ تمام مسلمانوں کے ہاں متفقہ طور پر حرام ہے جب تک کہ نذر ماننے والے فقراء پر خرچ کرنے کی نیت نہ کریں النہر الفائق اور الدر المختار میں بھی یہ مضمون بالکل بحر الرائق کی طرح منقول ہے۔ حضرت شاہ اسحق رحمہ اللہ کے مائۃ مسائل کا اقتباس مکمل ہوا۔

اب اس موقع پر مزید افادہ کیلئے مولانا رشید الدین خان رحمہ اللہ کا لکھا ہوا ایک فتویٰ کا جواب مع سوال کے درج کیا جاتا ہے۔

سوال: وہ کھانا جو نذر و نیاز کے طور پر بزرگوں کے لئے مانا جاتا ہے اس کو کھانا اور ان کی نذر ماننا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کس طرح؟ نیز بعض نذر اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے مانی جاتی ہے اور بعض نذر بلا شرط مانی جاتی ہے ان دونوں میں فرق ہے کہ نہیں؟

جواب: شریعت کی نگاہ میں نذر کا مطلب یہ ہے کہ اپنے اوپر کسی ایسی چیز کو لازم کرلیا جائے جو اس پر لازم نہیں، چنانچہ جامع الرموز میں اس کی تعریف اس طرح لکھی ہے: **النذر ایجاب علی النفس ما لیس علیه** یعنی کسی ایسی چیز کو اپنے اوپر لازم کر لینے کو نذر کہتے ہیں کہ جس پر عمل پیرا ہونا اس پر لازم نہیں۔

امام رازی رحمہ اللہ کی بیان کردہ تعریف: تفسیر کبیر آیت: **او نذر تم من نذر** کے تحت امام رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **النذر ما الزمهم الانسان علی نفسه**۔ نذر وہ چیز ہے کہ جس کو انسان اپنے اوپر لازم کر لے۔

ان دونوں تعریفوں سے نذر کی مختصر وضاحت ہوگئی۔ بقیہ تفصیل اصول فقہ اور فقہ کی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں۔

نیاز: یہ فارسی کا لفظ ہے جو کئی معانی رکھتا ہے جن میں ایک معنی یہ بھی ہے تحفہ درویشاں (یعنی وہ چیز جو درویشوں کو بطور تحفہ کے دی جائے) کذا فی البرہان القاطع۔ ان دونوں الفاظ کو اور ان کے لغوی اور اصطلاحی معنی کو سامنے رکھ کر ان کا شرعی حکم ماننا اور جاننا چاہئے کہ نذر اللہ کے علاوہ اور کسی کے لئے جائز نہیں اور اگر کوئی آدمی غیر اللہ کی نذر مان بھی لے تو وہ درست نہیں۔ ایسی نذر کی چیز کو لینا اور استعمال میں لانا صحیح پختہ فقہی روایات کے مطابق قطعاً ناجائز ہے یہ نذر کا حکم ہے۔

اب رہا نیاز کا معاملہ تو جب نیاز کا لغوی معنی تحفہ درویشاں ہے اور وہ بروصلہ یعنی محض بخشش ہے تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ کوئی شخص کسی زندہ بزرگ کی خدمت میں بطور نیاز یعنی ہدیہ اور عطیہ کے کوئی چیز پیش کرے تو وہ نیاز درست ہے اور اس بزرگ کو اس چیز کا استعمال کرنا اور کھانا جائز ہے۔ اسی طرح اگر کسی مرنے والے بزرگ کی نیاز یعنی فاتحہ وایصال ثواب وغیرہ کیا جائے تو یہ نیاز بھی جائز ہے لیکن اس نیاز کی چیز کے متعلق کچھ تفصیل ہے کہ اگر نیاز دینے والے شخص نے مرنے والے بزرگ کو کھانے

کی چیز کا ثواب پہنچانے کی نیت سے دی ہے تو اسے صرف فقراء کھا سکتے ہیں' مالدار اور صاحب استطاعت کے لئے نیاز کا کھانا' کھانا جائز نہیں اور اگر نیاز دینے والے نے عام مسلمانوں کے لئے مباح کئے جانے والے کھانے کا ثواب اس بزرگ کو پہنچانے کی نیت کی ہے تو اس صورت میں بھی اس چیز کا کھانا ہر بھوکے کے لئے جائز ہے خواہ وہ مستطیع ہو یا فقیر۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ کسی بزرگ کا قرب حاصل کرنے کی نیت سے یا اپنی ضرورت کی شرط پوری ہونے کے ساتھ اس بزرگ کے لئے جو نذر مانی جاتی ہے وہ مندرجہ بالا منقولات کی روشنی میں ناجائز ہے اور ایسی نذر کی چیز کو کھانا یا استعمال کرنا ناجائز ہے۔

البتہ جس نذر میں نہ بزرگ کا تقرب حاصل کرنے کی نیت ہو اور نہ کسی ضرورت کو پورا کرانے کی نیت ہو بلکہ پہلے وہ چیز اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے صدقہ کی جاتی ہے اور پھر اس بزرگ کو اس کا ثواب پہنچایا جاتا ہے تو ایسی چیز کا استعمال صاحب حیثیت لوگوں کے لئے تو جائز نہیں۔ لیکن اس میں بھی شرط یہ ہے کہ نذر ماننے والے نے اس بزرگ کو اس کھانے والی چیز کا ثواب پہنچانے کی نیت کی ہو۔

اور اگر نذر ماننے والے نے اس بزرگ کے لئے اس کھانے والی چیز کے مباح ہونے کا ثواب پہنچانے کی نیت کی ہے تو اس چیز کا اغنیاء کے لئے اور فقراء کے لئے استعمال کرنا جائز ہے۔

اس تفصیل سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ نیاز کا مسئلہ بھی اسی طرح ہے کہ اگر بزرگوں کی نیاز صرف ثواب پہنچانے کی غرض سے ہو تو جائز ہے البتہ ان کا قرب حاصل کرنے یا ان کی خوشنودی حاصل کرنے کی نیت سے کسی چیز کو بھی ان کے نام پر اپنے اوپر لازم کرنا جائز نہیں خواہ وہ لازم کرنا اپنی کسی ضرورت سے متعلق ہو یا اس کے بغیر' کیونکہ یہ نذر ہے اور نذر اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے جائز نہیں پس اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ خواہ حاجت پوری کروانے کے لئے یا اس کے بغیر کسی چیز کو اگر اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام پر واجب کیا جائے گا تو یہ دونوں صورتیں ناجائز ہوں گی۔

ہاں بزرگوں کی نیاز اس مفہوم میں تو جائز ہے کہ اس سے کسی بزرگ کا تقرب یا اپنی حاجت پوری کرانے کی نیت نہ ہو بلکہ اس کا مقصد اللہ کی خوشنودی کو حاصل کرنا اور ثواب اس بزرگ کو پہنچانا مقصود ہو۔ نیاز کے طور پر دی ہوئی چیزوں کو بھی مندرجہ بالا تفصیلات کے مطابق استعمال کرنا جائز ہے۔

چنانچہ صاحب دلیل الضالین نے لکھا ہے کہ نذر صرف اللہ کے لئے ہوتی ہے اور کسی کے لئے نہیں ہوتی۔ پس اگر کوئی شخص کسی پیغمبر یا نبی یا ولی کے لئے نذر مان لے تو اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہو گی یعنی اس نذر کو پورا کرنا اس پر لازم نہیں ہو گا۔

نیز اگر وہ شخص اپنی اس نذر کی ہوئی چیز کو اپنی اسی نیت کے ساتھ کسی آدمی کو دے دے تو وہ چیز لینا اس کے لئے جائز نہیں اگر وہ کھانے کی چیز ہے تو اس کا کھانا حلال نہیں اور اگر وہ مذبوحہ جانور ہے تو وہ مردار کے حکم میں ہے اور اگر وہ بسم اللہ پڑھ کر کھالیں گے تو وہ سب کافر ہو جائیں گے اور اس کے بالمقابل اگر وہ اللہ کی نذر ہے تو پھر لوگوں کے لئے اس کا کھانا اور اس کے ثواب کا بخشنا ہر کسی کے لئے جائز ہے۔

الفصل الاول:

۱/۳۳۵۴ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَکْثَرُ مَا کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَحْلِفُ لَا وَمُقَلِّبُ الْقُلُوْبِ۔

(رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۱۳/۱۳ الحدیث رقم ۷۳۹۱ وابوداوٗد فی السنن ۵۷۷/۳ الحدیث رقم ۳۲۶۳ والدارمی فی السنن ۲۴۵/۲ الحدیث رقم ۲۳۵۰ واحمد فی المسند ۲۶/۲۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اس طرح قسم کھایا کرتے تھے: لَا وَمُقَلِّبُ الْقُلُوْبِ۔ قسم ہے دلوں کو پھیرنے والی ذات کی۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ صفات باری تعالیٰ کے ساتھ قسم کھانا جائز ہے۔ (ع)

۲/۳۳۵۵ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ یَنْهَاکُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِاٰبَائِکُمْ مَنْ کَانَ حَالِفًا فَلْیَحْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِیَصْمُتْ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۳۰/۱۱ الحدیث رقم ۶۶۴۶ ومسلم ۱۲۶۶/۳ الحدیث رقم (۱۶۴۶/۳) وابوداوٗد فی السنن ۵۶۹/۳ الحدیث رقم ۳۲۴۹ والترمذی فی ۹۳/٤ الحدیث رقم ۱۵۳٤ والنسائی فی ٤/۷ الحدیث رقم ۳۷۶۷ وابن ماجه فی ۶۷۷/۱ الحدیث رقم ۲۰۹٤ والدارمی فی ۲٤۲/۲ الحدیث رقم ۲۳٤۱ ومالك فی الموطأ ٤۸۰/۲ الحدیث رقم ۱٤ من کتاب النذور واحمد فی المسند ۷/۲۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے باپوں کی قسم اٹھانے سے منع فرماتا ہے۔ پس جس شخص کو قسم اٹھانا ہی ہو اُسے اللہ کی قسم اٹھانی چاہئے (یعنی اس کے اسماء وصفات کی) ورنہ وہ خاموش رہے۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اَنْ تَحْلِفُوْا بِاٰبَائِکُمْ :باپوں کی قسم کھانے سے منع کرنا بطور مثال کے ہے مقصود یہ ہے کہ غیر اللہ کی قسم نہ کھایا کرے البتہ باپوں کا تذکرہ اس لئے کیا کہ زمانہ جاہلیت میں عرب لوگ باپوں کی بہت قسم کھایا کرتے تھے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے نام کی قسم اٹھانے سے اس لئے منع کیا گیا کہ قسم ذات باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اس کے نام کی قسم اس کے کمال عظمت کی وجہ سے اٹھائی جاتی ہے تو کسی اور کے نام کی قسم اٹھانا کمالِ عظمت میں غیر کو اس کا مشابہ بنانا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ اگر میں سو دفعہ بھی قسم کھا کر توڑ دوں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھاؤں اور پھر اس کو پورا کروں۔ باقی اللہ تعالیٰ کو یہ بات لائق ہے کہ وہ اپنی مخلوق میں سے جس کی چاہے قسم کھائے۔ درحقیقت اس کے قسم کھانے کا مقصد لوگوں کو اس کی بزرگی سے آگاہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔

سوال: آپ کا ارشاد: وافلح وابیه یہ اس روایت کے خلاف ہے کیونکہ اس میں باپ کی قسم اٹھائی گئی ہے۔

جواب: یہ ممانعت آنے سے پہلے کی بات ہے یا یہ الفاظ حسب عادت بلا قصد زبان سے نکل گئے۔ (ع، مولانا)

۳/۳۳۵۶ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْلِفُوْا

بِالطَّوَاغِیْ وَلَا بِاٰبَائِکُمْ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ١٢٦٨/٣ الحديث رقم (١٦٤٨/٦) والنسائی فی السنن ٧/٧ الحديث رقم ٣٧٧٤ وابن ماجه فی ٦٧٨/١ الحديث رقم ٢٠٩٥ واحمد فی المسند ٦٢/٥۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نہ بتوں کی قسم کھاؤ اور نہ باپوں کی قسم کھاؤ۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ﴿﴾ جاہلیت کے زمانہ میں لوگ اکثر بتوں اور باپوں کے ناموں کی قسم اٹھایا کرتے تھے۔ اسلام لانے کے بعد آپ ﷺ نے منع فرمایا تا کہ لوگ اپنے آپ کو اس سے بچائیں کہ کہیں قدیم عادت کے مطابق بتوں اور باپوں کی قسمیں زبان پر نہ جاری رہیں۔

۴/۳۳۵۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِیْ حَلِفِهٖ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى فَلْيَقُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهٖ تَعَالَ اُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحيحه ٥٣٦/١١ الحديث رقم ٦٦٥٠ ومسلم فی ١٢٦٧/٣ الحديث رقم (٥-١٦٤٧) وابوداؤد فی السنن ٥٦٨/٣ الحديث رقم ١٢٤٧ والترمذی فی ٩٩/٤ الحديث رقم ١٥٤٥ والنسائی فی ٧/٧ الحديث رقم ٣٧٧٥ واحمد فی المسند ٣٠٩/٢۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قسم کھائے اور اپنی قسم میں اس طرح کہے کہ میں لات اور عزیٰ کے نام کی قسم کھاتا ہوں (یہ دو بتوں کے نام ہیں) اُسے لا الٰہ الا اللہ کہنا چاہئے اور جس شخص نے اپنے دوست سے کہا کہ آؤ تم سے ہم جوا کھیلیں تو اس کہنے والے کو صدقہ کرنا چاہئے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ﴿﴾ یعنی لا الٰہ الا اللہ کہے اس کے دو معنی ہیں (۱) اگر لات و عزیٰ کا نام کسی نومسلم کی زبان پر بھول کر سابقہ عادت کے مطابق جاری ہو تو اُسے کفارہ کے طور پر لا الٰہ الا اللہ کہہ کر تجدید ایمان کر لینی چاہئے پس یہ توبہ غفلت سے توبہ شمار ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ دوسرا یہ کہ لات اور عزیٰ کا نام اس کی زبان پر تعظیم کی غرض سے آیا تو وہ کافر و مرتد ہو گیا اُسے لا الٰہ الا اللہ کہہ کر نئے سرے سے ایمان لانا چاہئے اور یہ کفر سے توبہ ہے۔

(۲) فَلْيَتَصَدَّقْ یعنی اپنے مال میں سے اللہ کی راہ میں کچھ دے تا کہ اس بدزبانی کا کفارہ ہو جائے بعض علماء کا قول یہ ہے کہ جس مال کو وہ جوئے پر لگانا چاہتا تھا اسی کو اللہ کی راہ میں دے دے۔

(۳) یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ جو کوئی کسی کو غلط کھیل کی طرف دعوت دے تو اسے کفارہ دینا چاہئے جیسے جوئے کی طرف دعوت دینے والے کو حکم دیا گیا۔ (ع)

۵/۳۳۵۸ وَعَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى مِلَّةٍ غَيْرِ الْاِسْلَامِ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَلَيْسَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ نَذْرٌ فِيْمَا لَا يَمْلِكُ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ بِشَیْءٍ فِیْ

الدُّنْیَا بِهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَمَنْ لَعَنَ مُؤْمِنًا فَهُوَ كَقَتْلِهٖ وَمَنِ ادَّعٰى دَعْوٰى كَاذِبَةً لِیَسْتَكْثِرَ بِهَا لَمْ یَزِدْهُ اللّٰهُ اِلَّا قِلَّةً۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۴٦٤ الحدیث رقم ٦٠٤٧ومسلم فی ۱/۱۰٤۰ الحدیث رقم (۱۷٦-۱۱۰) والترمذی فی السنن ٤/۹۸ الحدیث رقم ۱۵٤۳ والنسائی فی ۷/۵ الحدیث رقم ۳۷۷۰وابن ماجه فی السنن ۱/٦۷۸ الحدیث رقم ۲۰۹۸ واحمد فی المسند ٤/۳۳۔

ترجمہ: حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اسلام کے علاوہ کسی اور دین پر جھوٹی قسم اٹھائی تو وہ اسی طرح بن گیا جیسے اس نے کہا۔ ابن آدم پر اس چیز کی نذر لازم نہیں ہوتی جس کا وہ مالک نہیں جو شخص اپنے آپ کو کسی چیز یعنی چھری وغیرہ سے دنیا میں قتل کردے اُسے آخرت میں اُسی چیز کے ساتھ عذاب دیا جائے گا (مثلاً اگر چھری سے مارا ہے تو قیامت کے دن چھری اس کے ہاتھ میں دے کر اپنے آپ کو مارنے کے لئے کہا جائے گا اور یہ عذاب اس کو اس وقت تک ہوتا رہے گا جب تک اللہ چاہیں گے) جس شخص نے کسی مسلمان کو لعنت کی تو یہ اسی طرح ہے جیسے اس نے اسے قتل کیا (یعنی گناہ ہونے کے اعتبار سے دونوں ایک جیسے ہیں) جو شخص کسی مسلمان مرد پر کفر کی تہمت لگائے وہ اسی طرح ہے جیسے اس نے اسے قتل کیا (یعنی کفر کی تہمت اسباب قتل میں سے ہے اس لئے کفر کی تہمت قتل جیسی ہوگی) اور جو شخص اس لئے جھوٹا دعویٰ کرے تاکہ اس کے ذریعے کسی مسلمان کا مال حاصل کرے تاکہ اس سے اس کے مال میں اضافہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے مال کی قلت میں اضافہ فرمائیں گے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **عَلٰى مِلَّةٍ غَیْرِ الْاِسْلَامِ** : جیسے کوئی اس طرح کہے اگر میں کوئی ایسا کام کروں تو یہودی ہوں یا نصرانی ہوں یا دین اسلام سے بیزار ہوں یا پیغمبر اور قرآن سے بیزار ہوں پھر وہ اسی کام کو کرتا ہے حالانکہ قسم اس لئے کھائی تھی کہ اپنے آپ کو اس کام سے باز رکھے نہ کرے اور سچ تو یہ تھا کہ وہ فعل یا کام نہ کرتا اگر اس نے کرلیا تو وہ جھوٹا ہو گیا اور جب وہ جھوٹا ہو گیا تو جو اس نے اپنے متعلق کہا تھا وہ سچ ہو گیا یعنی یہودی نصرانی یا زندیق وغیرہ۔

(۲) اس حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کی قسم اٹھانے والا قسم اٹھانے سے ہی کافر بن جاتا ہے یا قسم توڑنے کے بعد حرمت اسلام کو گرانے اور اس پر راضی ہونے کی وجہ سے وہ کافر ہو جاتا ہے۔

(۳) ممکن ہے کہ اس سے مراد تہدید اور وعید میں مبالغہ لیا جائے اور اس پر یہودی وغیرہ کا حکم نہ لگایا جائے پھر یہ معنی ہوگا کہ وہ یہود کی طرح عذاب کا حقدار بن جاتا ہے اور اس کی مثال رسول اللہ ﷺ کا وہ ارشاد ہے: **من ترك الصلوٰة فقد كفر** اس کا بھی یہی معنی ہے کہ نماز کا تارک کافر کے عذاب کا حقدار ہے۔

(۴) اس طرح کا کلام عرف شرع میں قسم بنتا ہے یا نہیں اور اس قسم توڑنے پر کفارہ لازم ہے یا نہیں؟ پس اس سلسلہ میں اختلاف ہے۔

اختلاف:

① امام ابوحنیفہؒ اور بعض علماء کا مسلک یہ ہے کہ یہ قسم ہے اور اس کے توڑنے پر کفارہ لازم ہے اور اس کے دلائل ہدایہ وغیرہ میں دیکھ لئے جائیں۔

② امام مالکؒ وشافعیؒ فرماتے ہیں نہ یہ قسم ہے اور نہ اس سے کوئی کفارہ لازم آتا ہے البتہ اس کے کہنے والا سچا ہو یا جھوٹا وہ سخت گناہگار ہے۔

صاحب درمختار کا قول یہ ہے کہ زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ ایسی قسم اٹھانے والا کافر نہیں ہوتا یعنی جب وہ قسم کی خلاف ورزی کرے اس میں یہ بات برابر ہے کہ اس کو گزشتہ زمانے سے معلق کیا جائے یا مستقبل سے معلق کیا جائے۔ اگر اس کے اعتقاد میں یہ صرف قسم ہے اور اگر وہ جاہل ہے اور اس کے اعتقاد میں یہ ہے کہ جھوٹی قسم کھانے والا کافر ہو جاتا ہے جبکہ وہ زمانہ گزشتہ سے متعلق ہے یا مستقبل کے ساتھ اس کو متعلق کرے تو ان دونوں صورتوں میں وہ کافر ہو جاتا ہے کیونکہ وہ کفر پر راضی ہے۔

③ لَيْسَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ یعنی اس طرح کہے کہ اگر میرے فلاں بیمار کو شفاء حاصل ہوگئی تو اپنے فلاں غلام کو آزاد کردوں گا حالانکہ وہ غلام اس کی ملکیت میں ہی نہیں تو ایسی نذر کا پورا کرنا لازم نہیں اگرچہ وہ اس کی ملک میں معلق کرنے کے بعد داخل ہو جائے۔

اگر کوئی شخص آزادی کو ملک کے ساتھ معلق کرے اور اس طرح کہے اگر میں فلاں غلام کو خریدوں یا فلاں غلام کا مالک بن جاؤں تو وہ آزاد ہے تو اس صورت میں غلام خریدنے اور ملک میں آنے کے بعد آزاد ہو جائے گا۔

④ لِيَسْتَكْثِرَ: اکثر لوگ دوسروں کے مال پر دعویٰ کرتے ہیں تاکہ اس کی وجہ سے مال میں کثرت حاصل ہو جائے اس ارشاد میں دعویٰ کرنے کی علت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے باعتبار اکثر کے۔ اکثر لوگ اسی نیت سے دوسروں کے مال پر دعویٰ کرتے ہیں اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ کثرت کے ارادے کے بغیر اس پر جزا مرتب نہ ہوگی بلکہ یہی حکم اس آدمی پر بھی جاری ہوتا ہے جو فضائل کمالات کا دعویٰ دار ہوتا کہ اس کا مرتبہ لوگوں کے ہاں بڑھ جائے حالانکہ ان میں سے کوئی چیز بھی اس میں نہیں پائی جاتی جیسے متشبہ یا طریقت کو بناوٹ سے ظاہر کرے۔ زوالا۔ اعاذنا الله من ذلك۔

(ع ح)

۶/۳۳۵۹ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ وَاللّٰهِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَا اَحْلِفُ عَلٰی يَمِيْنٍ فَاَرٰی غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا اِلَّا كَفَّرْتُ عَنْ يَمِيْنِیْ وَاٰتَيْتُ الَّذِیْ هُوَ خَيْرٌ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۶۰۱/۱۱ الحدیث رقم ۶۷۱۸ ومسلم فی صحیحه ۱۲۶۹/۳ الحدیث رقم (۷-۱۶۴۹) وابو داؤد فی السنن ۵۸۳/۳ الحدیث رقم ۳۲۷۶ والنسائی فی ۹/۷ الحدیث رقم ۳۷۸۰ وابن ماجه فی ۶۸۱/۱ الحدیث رقم ۲۱۰۷ واحمد فی المسند ۳۹۸/۴۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم اگر اللہ چاہتا ہے تو میں کسی قسم پر حلف نہیں اٹھاتا (جب کبھی اٹھالیتا ہوں اور پھر اس کے علاوہ کو اس سے بہتر پاتا ہوں تو میں اپنی

قسم کا کفارہ دیتا ہوں اور اس کام کو میں انجام دیتا ہوں جو ان دونوں میں زیادہ بہتر ہوتا ہو) یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح: حاصل یہ ہے کہ اگر میں کسی کام پر قسم کھا بھی بیٹھوں تو جب اس سے بہتر کام دیکھوں گا تو اپنی قسم کو توڑ ڈالوں گا اور اس بہتر کام کو کروں گا اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کروں گا۔ اس کی مثال اگلی روایات میں آرہی ہے۔

۳۳۶۰/۷ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ سَمُرَةَ لَا تَسْأَلِ الْاِمَارَةَ فَاِنَّكَ اِنْ اُوْتِيْتَهَا عَنْ مَسْئَلَةٍ وُكِلْتَ اِلَيْهَا وَاِنْ اُوْتِيْتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْئَالَةٍ اُعِنْتَ عَلَيْهَا وَاِذَا حَلَفْتَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَاَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِكَ وَائْتِ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاْتِ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ وَكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِكَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاري في صحيحه ۱۲۳/۱۳ الحديث رقم ۷۱۴۶ومسلم في صحيحه ۱۲۷۳/۳ الحديث رقم (۱۹-۱۶۵۲) وابوداوٗد في السنن ۵۸۴/۳ الحديث رقم ۳۲۷۷ والترمذي في ۴/۰۶ الحديث رقم ۱۵۲۹ والنسائي في ۱۰/۷ الحديث رقم ۳۷۹۱ والدارمي في ۲۴۴/۲ الحديث رقم ۲۳۴۶ واحمد في المسند ۶۲/۵۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو کوئی عہدہ مت طلب کر (کہ تجھے کہیں کا حاکم بنا دیا جائے) لیکن اگر تجھے کسی جگہ کا حاکم بنا دیا جائے اور طلب کر کے بنایا جائے تو تم کو اس کے سپرد کر دیا جائے گا اگر یہ بن مانگے مل جائے تو اس پر اللہ کی طرف سے مدد کی جائے گی اور جب تم کسی بات پر قسم کھا بیٹھو اور اس کے علاوہ کو اس سے بہتر پاؤ تو اپنی قسم کا کفارہ دو اور وہ کام کرو جو بہتر ہو اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ تم بہتر کام کرو اور اپنی قسم کا کفارہ دو۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

① **لَا تَسْأَلِ الْاِمَارَةَ** یعنی عہدہ مت مانگو کیونکہ عہدہ مشکل چیز ہے اس کے حق کی ادائیگی بعض لوگ ہی کر سکتے ہیں۔ پس تم نفسانی حرص کی بناء پر عہدہ مت مانگو اگر تم مطالبہ کر کے لو گے تو تمہیں تمہارے عہدے کے سپرد کر دیا جائے گا اور اللہ کی طرف سے اس عہدے میں تمہاری مدد نہ کی جائے گی اس صورت میں تمام شر و فساد برپا ہوں گے اور اگر عہدہ بغیر مانگے مل جائے تو اس میں اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کریں گے اور تمہارے تمام معاملات میں درستگی ہوگی۔

② **فَاْتِ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ**: یعنی اگر قسم گناہ کی کھا بیٹھے مثلاً کہے کہ نماز نہیں پڑھے گا یا فلاں کو ہلاک کرے گا یا اپنے والد سے کلام نہیں کرے گا تو ایسی قسم کا توڑنا ضروری ہے اور اپنی قسم کا کفارہ دے اور اگر قسم ایسی چیز پر کھائی ہو کہ اس کا خلاف اولیٰ ہے مثلاً وہ اپنی بیوی سے ایک ماہ صحبت نہ کرنے کی قسم کھالے تو اس کا توڑنا افضل ہے۔

قسم کی بقیہ اقسام شروع میں فوائد باب کے تحت گزر چکی ہیں۔

دونوں روایات کا فرق:

پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ کفارہ قسم توڑنے سے پہلے ادا کرے اور دوسری روایت سے معلوم ہو رہا ہے کہ کفارہ قسم توڑنے کے بعد ادا کرے۔ (۱) تینوں ائمہ قسم کا کفارہ قسم توڑنے سے پہلے جائز قرار دیتے ہیں۔ (۲) البتہ ان ائمہ ثلاثہ میں سے امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ روزے کے ساتھ اگر کفارہ ادا کرنا ہو تو قسم توڑنے سے پہلے جائز نہیں البتہ اگر غلام کا آزاد کرنا یا کھانا

کھلانا یا لباس دینا ہو تو قسم توڑنے سے پہلے بھی جائز ہے۔ (۳) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قسم توڑنے سے پہلے مطلقاً کفارہ دینا جائز نہیں۔ جن احادیث سے تقدیم کفارہ مفہوم ہوتا ہے۔ ان میں واؤ مطلق جمع کے لئے ہے۔ (ع ح)

۸/۳۳۶۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَاٰى خَيْرًا مِّنْهَا فَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَلْيَفْعَلْ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۲۷۲/۳ الحدیث رقم (۱۲۔۱۶۵۰) والترمذی فی السنن ۹۲/٤ الحدیث رقم ۱۵۳۲ ومالك فی الموطأ ٤٧٨/٢ الحدیث رقم ١١ من كتاب النذور۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی کسی چیز پر قسم کھا لے پھر اس کا خلاف اس سے بہتر پائے تو اسے اپنی قسم کا کفارہ دے کر اسکے خلاف کو کرنا چاہئے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

۹/۳۳۶۲ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَاَ نْ يَلَجَّ اَحَدُ كُمْ بِيَمِيْنِهٖ فِیْ اَهْلِهٖ اٰثَمُ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ اَنْ يُعْطِىَ كَفَّا رَتَهُ الَّتِیْ افْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٥١٧/١١ الحدیث رقم ٦٦٢٥ ومسلم فی ۱۲۷٦/۳ الحدیث رقم (۲٦۔۱٦٥٥) واحمد فی المسند ۳۱۷/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم! تم میں سے کسی کا اپنے اہل کے متعلق قسم پر اصرار کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کفارہ سے بڑھ کر گناہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس پر فرض کیا ہے۔ بخاری، مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یعنی اگرچہ قسم توڑنے میں بھی اللہ تعالیٰ کے نام کی بظاہر ہتک ہوتی ہے اور قسم کھانے والا اس میں گنہگار ہوتا ہے لیکن قسم پر اصرار کی صورت میں اہل حق کا حق فوت ہوتا ہے اور اس کا گناہ زیادہ ہے۔ اس مضمون کا حاصل بھی پہلی احادیث کی طرح ہے کہ اگر وہ بات جس کی قسم اٹھائی ہے اس کے خلاف زیادہ بہتر ہو تو قسم توڑ کر کفارہ دینا لازم ہے۔

۱۰/۳۳۶۳ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمِيْنُكَ عَلٰى مَا يُصَدِّقُكَ عَلَيْهِ صَاحِبُكَ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۲۷٤/۳ الحدیث رقم (۲۰۔۱٦٥۳) وابوداؤد فی السنن ٥٧٢/٣ الحدیث رقم ٣٢٥٥ والترمذی فی ٦٣٦/٣ الحدیث رقم ١٣٥٤ وابن ماجه فی ٦٨٦/١ الحدیث رقم ٢١٢١ والدارمی فی ٢٤٥/٢ الحدیث رقم ٢٣٤٩ واحمد فی المسند ٢٢٨/٢۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے تیری قسم اس چیز پر واقع ہوتی ہے کہ جس میں تمہارا صاحب یعنی قسم دینے والا تجھے سچا جانے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یعنی قسم کے سچا ہونے میں قسم دینے والے کی نیت کا اعتبار ہے۔ قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار نہیں اور نہ اس کا توریہ اور تاویل معتبر شمار ہوگی مگر اس حکم کا تعلق کسی تنازع کی صورت سے ہے جبکہ قسم دینے والے کا کوئی حق اور مطالبہ قسم کھانے

والے کے ذمہ ہو اور قسم کھانے والے کے توریہ اور تاویل کرنے سے اس کا حق ساقط ہوتا ہو۔ یہ اسی طرح ہے کہ جیسا کہ کسی مقدمہ کے سلسلہ میں اگر قاضی وحاکم مدعا علیہ کو قسم دلائے تو اس میں حاکم اور قاضی کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے اگر کسی کی حق تلفی کا سلسلہ نہ ہو یا کوئی قسم دینے والا نہ ہو تو پھر توریہ میں چنداں حرج نہیں خاص طور پر جبکہ توریہ پر کوئی فائدہ مرتب ہوتا ہو جیسا کہ اس ظالم کے پنجے سے بچنے کے لئے ابراہیم علیہ السلام نے سارہ کو اپنی بہن کہا اور وہ علاوہ بیوی کے ان کی چچازاد بہن اور دینی بہن تھیں۔

۳۳۶۴/۱۱ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْيَمِيْنُ عَلٰى نِيَّةِ الْمُسْتَحْلِفِ۔

(رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۲۷۴/۳ الحدیث رقم (۲۱-۱۶۵۳)وابن ماجه فی السنن ۶۸۵/۱ الحدیث رقم ۲۱۲۰۔

تَرْجَمَہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم تو قسم اٹھوانے والے کی نیت پر ہوتی ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

۳۳۶۵/۱۲ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِا للَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ فِي قَوْلِ الرَّجُلِ لَا وَاللّٰهِ وَبَلٰى وَاللّٰهِ ۔ (رواه البخاری وفی شرح السنة لفظ المصا بیح وقال رفعه بعضهم عن عائشة)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱/ الحدیث رقم۶۶۶۳وابو داوٗد فی السنن ۵۷۳/۳ الحدیث رقم ۳۲۵۴ومالك فی الموطأ ۴۷۷/۲ الحدیث رقم ۹من کتاب النذور۔

تَرْجَمَہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ یہ آیت: ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِا للَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ ......﴾ (اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں میں تم پر مواخذہ نہ کریں گے) اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی جو اس طرح کہے: لَا وَاللّٰهِ وَبَلٰى وَاللّٰهِ ۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔ شرح السنہ میں مصابیح والے الفاظ سے منقول ہے۔ صاحب شرح السنہ کہتے ہیں کہ بعض روات نے اس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔

تشریح ۞ عام اہل عرب کی عادت ہے کہ باہمی گفتگو کرتے وقت لَا وَاللّٰهِ وَبَلٰى وَاللّٰهِ ۔ اللہ کی قسم! ہم نے یہ کام نہیں کیا کے الفاظ استعمال کرتے ہیں اور یہ الفاظ کہتے وقت ان کے ہاں قسم مقصود نہیں ہوتی بلکہ صرف تاکید کلام مطلوب ہوتا ہے۔ پس اس طرح کے بلا قصد جاری ہونے والے کلمات سے قسم نہیں ہوتی اس کو یمین لغو کہا جاتا ہے۔ لغو کا معنی لغت میں بے ہودہ کلام ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یمین لغو وہ ہے جو بلا قصد زمانہ ماضی یا زمانہ مستقبل کے متعلق صادر ہو۔

احناف کے ہاں یمین لغو وہ ہے جس کو اپنے گمان سے حق سمجھ کر کھایا جائے واقعہ میں وہ اس طرح نہ ہو۔ فوائد الباب میں تفصیل مذکور ہو چکی ہے۔ (ح)

الفصل الثانی:

۱۳/۳۳۶۶ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْلِفُوْا بِاٰبَائِكُمْ وَلَا بِاُمَّهَاتِكُمْ وَلَا بِالْاَنْدَادِ وَلَا تَحْلِفُوْا بِاللّٰهِ اِلَّا وَاَنْتُمْ صَادِقُوْنَ۔ (رواه ابوداود والنسائی)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۵۶۹/۳ الحدیث رقم ۳۲۴۸ والنسائی فی ۵/۷ الحدیث رقم ۳۷۶۹۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم اپنے باپوں ٗ ماؤں اور بتوں کی قسم مت اٹھاؤ اور اللہ تعالیٰ کے نام کی بھی سچی قسم کھاؤ (یعنی خواہ زمانہ ماضی سے متعلق ہو یا مستقبل سے)۔ یہ ابوداؤد و نسائی کی روایت ہے۔

۱۴/۳۳۶۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۵۷۰/۳ الحدیث رقم ۳۲۵۱ والترمذی فی ۹۳/٤ الحدیث رقم ۱۵۳۰ واحمد فی المسند ۸٦/۲

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اگر غیر اللہ کی قسم اس کی تعظیم کا اعتقاد رکھ کر کھائی جائے تو یہ شرک جلی کا ارتکاب ہے۔ (۲) یا شرک خفی کا مرتکب ہوا کہ اس نے وہ تعظیم جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص تھی اس میں دوسرے کو شریک کر لیا۔

(۳) یہاں یہ عام رسم مروج ہے کہ کسی کی محبت یا اس کے عزیز ہونے کی وجہ سے اس کے سر یا جان کی قسم کھاتے ہیں یہ بھی گناہ ہے اگرچہ شرک نہیں۔ (۴) اگر زبان سے بلا قصد حسب عادت لااُبالی پن میں قسم نکل جائے تو نہ شرک ہے نہ گناہ۔ (ع۔ مولانا)

۱۵/۳۳۶۸ وَعَنْ بُرَیْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ بِالْاَمَانَةِ فَلَیْسَ مِنَّا۔ (رواه ابوداود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۵۷۱/۳ الحدیث رقم ۳۲۵۳ واحمد فی المسند ۳۵۲/۵۔

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص امانت کی قسم کھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ یہ ابوداؤد نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ جس نے صرف امانت کی قسم اٹھائی بغیر اس کے کہ اس کو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا پس وہ ہمارے تابعین اور پیروکاروں میں شامل نہیں ہے کیونکہ یہ اہل کتاب کی عادت ہے اور غیر اللہ کی قسم ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ امانت سے فرائض مراد ہیں یعنی تم نماز حج اور ان کی طرح دیگر فرائض کی قسم مت کھاؤ۔ تمام علماء کے ہاں ان قسموں کا کفارہ نہیں اور اگر امانت میں اللہ کی قسم کھائے تو اکثر علماء کے ہاں اس میں بھی کفارہ نہیں۔

(۲) امام ابوحنیفہؒ کے ہاں یہ قسم ہے اور اس کو توڑنے سے کفارہ لازم ہوتا ہے اس لئے کہ یہ صفات باری تعالیٰ سے ہے۔ اس لئے کہ ''الامین'' اسمائے الٰہی میں سے ہے۔

(۳) نیز یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ امانت سے مراد کلمہ توحید ہے۔ (ع۔ح)

۱۶/۳۳۶۹ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْءٌ مِّنَ الْاِسْلَامِ فَاِنْ كَانَ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَاِنْ كَانَ صَادِقًا فَلَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الْاِسْلَامِ سَالِمًا۔

(رواه ابوداؤد والنسائی وابن ماجة)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۳۷۷۲ وابن ماجه فی ۶۷۹/۱ الحديث رقم ۲۱۰۰ واحمد فی المسند ۳۵۵/۵۔

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ کہے کہ میں اسلام سے بیزار ہوں (یعنی اگر میں نے ایسا کیا یا نہ کیا) پس اگر وہ جھوٹا ہو تو ایسا ہی ہوگا جیسا اس نے کہا۔ اگر یہ سچا ہے تو اسلام کی طرف سلامت نہ لوٹے گا۔ یہ ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اگر کوئی اس طرح قسم کھاتا ہے کہ اگر میں نے یہ کام کیا ہو تو میں اسلام سے بیزار ہوں۔ اب اگر یہ شخص اس میں جھوٹ بولتا ہے یعنی واقعہ میں اس نے وہ کام کیا تھا تو وہ اسلام سے بیزار ہو گیا۔

(۲) اس میں اس قسم کے اقوال اور قسموں سے بطور مبالغہ روکا گیا ہے۔

(۳) اگر وہ واقعہ سچا ہے یعنی اس نے وہ کام نہیں کیا تو اس صورت میں بھی یہ گناہ سے خالی نہیں۔ ایسی قسم مسلمان کو نہیں کھانی چاہئے۔ گویا یہ یمین غموس ہے جبکہ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت میں ذکر کردہ قسم کو یمین منعقدہ شمار کیا ہے اور اس کی وضاحت حضرت ثابت کی روایت نمبر ۵ کے تحت ہو چکی ہے۔ (مولانا)

۱۷/۳۳۷۰ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اجْتَهَدَ فِي الْيَمِيْنِ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسُ اَبِي الْقَاسِمِ بِيَدِهٖ۔ (رواه ابوداود)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۵۷۷/۳ الحديث رقم ۳۲۶۴ واحمد فی المسند ۴۸/۳۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب شدید قسم اٹھاتے تو اس طرح فرماتے! اس اللہ کی قسم ہے کہ جس کے قبضہ قدرت میں ابوالقاسم کی جان ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ لا: یہ غیر اللہ کی نفی کے لئے ہے تاکہ قسم نفی واثبات پر مشتمل ہو۔

ابوالقاسم: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بیٹے کی وجہ سے تھی۔

(۲) اس قسم میں تاکید ومبالغہ اس طرح ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کمال قدرت اور آپ کے کمال تعظیم کو ظاہر کرتی ہے۔ (ع۔ح)

۱۸/۳۳۷۱ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَتْ يَمِيْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِذَا حَلَفَ لَا وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ ۔

(رواه ابوداود وابن ماجة)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۵۷۷/۳ الحدیث رقم ۳۲۶۵ وابن ماجه فی ۶۷۷/۱ الحدیث رقم ۲۰۹۳ واحمد فی المسند ۲۸۸/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح قسم اٹھاتے لا واستغفر اللہ۔ یہ الفاظ ابوداؤد وابن ماجہ میں ہیں۔

تشریح: اس عبارت کو مشابہت قسم کی وجہ سے قسم کہا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر معاملہ اس کے مخالف ہو تو میں اللہ تعالیٰ سے معافی کا طلب گار ہوں۔ یہ بات درحقیقت قسم کے مفہوم کو خوب پختہ کرنے والی ہے۔ (ح)

۱۹/۳۳۷۲ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَقَالَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَلَا حِنْثَ عَلَيْهِ

(رواه الترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجة والدارمی وذكر الترمذی جماعة وقفوه علی ابن عمر)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۵۷۵/۳ الحدیث رقم ۳۲۶۱ والترمذی فی ۹۱/٤ الحدیث رقم ۱۵۳۱ والنسائی فی ۲۵/۷ الحدیث رقم ۳۸۳۰ وابن ماجه فی ۶۸۰/۱ الحدیث رقم ۲۱۰۵ والدارمی فی ۲٤۲/۲ الحدیث رقم ۲۳٤۲ ومالك فی الموطأ ٤۷۷/۲ الحدیث رقم ۱۰ من كتاب النذور واحمد فی المسند ۱۰/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی چیز کی قسم کھائے اور ان شاء اللہ کہے (یعنی قسم سے متصل کہے) تو وہ قسم میں حانث نہ ہوگا۔ یہ ترمذی' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ' دارمی کی روایت ہے۔ ترمذی نے کہا کہ ایک جماعت نے اس روایت کو ابن عمر رضی اللہ عنہما پر موقوف کہا ہے۔

تشریح: حِنْثَ: اس کا معنی گناہ اور قسم توڑنا ہے۔ یعنی اگر قسم سے ملا کر ان شاء اللہ کہا تو قسم نہ ہوئی' جب قسم ہی نہیں تو ٹوٹنے کا کوئی مطلب نہیں۔

حاصل کلام: نہ وہ قسم ہے اور نہ اس کے توڑنے سے کفارہ لازم ہوتا ہے۔

(۲) اسی طرح ان شاء اللہ متصل کہنا تمام عقود کے انعقاد سے مانع ہے۔ اکثر علماء کا یہی مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسی کے قائل ہیں۔ مگر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہاں ان شاء اللہ منفصل کہہ لینے کا بھی یہی حکم ہے۔

حد اتصال:

متصل ہونے کی حد یہ ہے کہ کسی دوسری گفتگو میں مشغول نہ ہو۔ اگر قسم کھانے کے بعد کسی دوسرے کلام میں مشغول ہوا اور پھر ان شاء اللہ کہا تو وہ متصل شمار نہ ہوگا بلکہ وہ منفصل ہے۔ بعض نے اتصال کی اور حدود بیان کی ہیں۔ تفصیل مرقات میں دیکھی جا سکتی ہے۔

الفصل الثالث:

۲۰/۳۳۷۳ عَنْ اَبِی الْاَحْوَصِ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ اَرَاَيْتَ ابْنَ عَمٍّ لِيْ اٰتِيْهِ اَسْاَلُهٗ فَلَا يُعْطِيْنِيْ وَلَا يَصِلُنِيْ ثُمَّ يَحْتَاجُ اِلَيَّ فَيَاْتِيْنِيْ فَيَسْاَلُنِيْ وَقَدْ حَلَفْتُ اَنْ لَّا اُعْطِيَهٗ وَلَا اَصِلَهٗ فَاَمَرَنِيْ اَنْ اٰتِيَ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ وَّاُكَفِّرَ عَنْ يَمِيْنِيْ (رواه النسائی وابن ماجة وفی رواية) قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْنِيْ ابْنُ عَمِّيْ فَاَحْلِفُ اَنْ لَّا اُعْطِيَهٗ وَلَا اَصِلَهٗ قَالَ كَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِكَ ـ

اخرجه النسائی فی السنن ١١/٧ الحديث رقم ٣٧٨٨ وابن ماجه فی ٦٨١/١ الحديث رقم ٢١٠٩ واحمد ی فی المسند ١٣٦/٤ الحديث رقم ٢١٠٩ واحمد فی المسند ١٣٦/٤۔

ترجمہ: ابوالاحوص عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت ہے کہ وہ اپنے والد مالک سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے میرے چچا کے بیٹے کے متعلق بتلائیں کہ میں اس کے پاس جا کر اس سے کچھ مانگتا ہوں یعنی کچھ مال طلب کرتا ہوں وہ مجھے نہیں دیتا اور نہ مجھ سے وہ اچھا سلوک کرتا ہے پھر اس کو میری ضرورت پڑتی ہے وہ میرے ہاں آ کر مجھ سے مطالبہ کرتا ہے اور میں نے قسم اٹھائی ہے کہ میں اسے کچھ نہ دوں گا اور نہ اس سے اچھا سلوک کروں گا (یعنی اس کی اس حرکت کا بدلہ دینے کے لئے کہ خود کچھ نہیں دیتا اور مجھ سے معاونت کا طلبگار ہے۔ پس آپ ﷺ نے حکم فرمایا تم وہ کام کرو جو کہ بہتر ہو (یعنی اس کو دو اور اس سے بہتر سلوک کرو) اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرو۔ یہ نسائی' ابن ماجہ کی ایک روایت ہے۔ ابن ماجہ کی روایت میں اس طرح ہے۔ مالک کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس میرے چچا کا بیٹا آتا ہے اور میں قسم کھالیتا ہوں کہ میں اسے نہ دوں گا اور نہ اس سے بہتر سلوک کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنی قسم کا کفارہ دو (یعنی قسم توڑ دو)۔

نذر کا بیان

گزشتہ باب میں قسم و نذور دونوں کی احادیث کا تذکرہ ہے۔ اگرچہ مقصود قسم ہے اور اس باب میں ان روایات کو ذکر کیا گیا ہے جن کا تعلق نذور سے ہے۔ نذور یہ نذر کی جمع ہے اور یہ جمع اقسام کے لحاظ سے ہے۔ (ح)

الفصل الاول:

۳۳۷۴/۱ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنْذِرُوْا فَاِنَّ النَّذْرَ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْقَدَرِ شَيْئًا وَاِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهٖ مِنَ الْبَخِيْلِ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاری فی صحيحه ٤٩٩/١١ الحديث رقم ٦٦٠٩ ومسلم فی ١٢٦١/٣ الحديث رقم (٥-١٦٤٠) والنسائی فی ١٦/٧ الحديث رقم ٣٨٠٥ وابن ماجه فی ٦٨٦/١ الحديث رقم ٢١٢٣ واحمد فی المسند ١١٨/٢۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نذر مت مانو اس لئے کہ نذر تقدیر میں کسی چیز کا فائدہ نہیں دیتی البتہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ بخیل سے مال نکلواتا ہے۔ یہ بخاری' مسلم

کی روایت ہے۔

تشریح ⊛ یعنی سخی تو اللہ تعالیٰ کے نام پر اپنے اختیار سے نذر کی وساطت کے بغیر بھی دیتا ہے اور بخیل اس طرح کہتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے یہ چیز دے گا تو تب میں اس کے نام پر اس قدر دوں گا۔

(۲) اس روایت کے پیش نظر بعض نے کہا کہ نذر ماننا مکروہ ہے۔

قاضی کا قول: عام لوگوں کی عادت یہ ہے کہ وہ اپنی نذر کو منافع کے حصول سے متعلق کرتے ہیں یا پھر دفع مضرت سے۔ چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس لئے منع فرمایا کہ یہ کام بخلاء کا ہے کیونکہ سخی جب اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ جلدی کرتا ہے اور اس کو فی الحال کرتا ہے اور بخیل ہاتھ سے دینا نہیں چاہتا البتہ اپنی غرض کے عوض میں دیتا ہے کہ پہلے وہ غرض پوری ہو یا پھر کسی مضرت کے دور ہونے کو عوض بناتا ہے اور یہ چیز تقدیر کو مسترد نہیں کرتی۔ البتہ کبھی نذر تقدیر کے موافق ہوتی ہے اور بخیل سے وہ مال نکالتی ہے جو وہ نکالنا نہیں چاہتا تھا۔

(۳) بعض نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ممانعت کی غرض یہ ہے کہ نذر مان کر پھر اس میں سستی ہرگز نہ کیا کرو کیونکہ نذر سے ادائیگی لازم ہو جاتی ہے۔

(۴) بعض نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس گمان سے نذر مت مانو کہ جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری تقدیر میں نہیں لکھا وہ ہو جائے گا۔ پس اسی وجہ سے نذر کی ممانعت کی ہے، مطلق نذر کی ممانعت نہیں ہے۔ (ح۔ع)

۲/۳۳۷۵ وَعَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَذَرَ اَنْ يُطِيْعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ اَنْ يَّعْصِيَهٗ فَلَا يَعْصِهٖ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۸۱/۱۱ الحدیث رقم ۶۶۹۶ وابوداؤد فی السنن ۵۹۳/۳ الحدیث رقم ۳۲۸۹ والترمذی فی ۸۸/٤ الحدیث رقم ۱۵۲۶ والنسائی فی ۱۷/۷ الحدیث رقم ۳۸۰۶ وابن ماجه فی ۶۸۷/۱ الحدیث رقم ۲۱۲۸ والدارمی فی ۲٤۱/۲ الحدیث رقم ۲۳۳۸ ومالك فی الموطأ ٤۷۶/۲ الحدیث رقم ۸ من کتاب النذور۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر کرلے تو اسے اطاعت کرنی چاہئے اور جو شخص معصیت کی نذر کرلے وہ (نذر کی وجہ سے) گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

۳/۳۳۷۶ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِيْ مَعْصِيَةٍ وَّلَا فِيْ مَا لَا يَمْلِكُ الْعَبْدُ (رواه مسلم وفی روایة) **لَا نَذْرَ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ۔**

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۲۶۲/۳ الحدیث رقم ۱۶٤۱/۸ وابوداؤد فی السنن ۶۰۹/۳ الحدیث رقم ۳۳۱۶ وابن ماجه فی ۶۸۶/۱ الحدیث رقم ۲۱۲٤ والدارمی فی ۲٤۰/۲ الحدیث رقم ۲۳۳۷ واحمد فی المسند ٤۳۰/٤۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہ کی نذر کا پورا کرنا جائز نہیں اور اس چیز کی نذر کو پورا کرنا ضروری نہیں جس کا بندہ مالک نہیں۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔ مسلم کی ایک روایت اس طرح ہے کہ معصیت کی نذر کا پورا کرنا لازم نہیں ہے۔

تشریح ۞ لَا وَفَاءَ :یعنی اگر کوئی گناہ کی نذر مان لے تو اسے پورا کرنا جائز نہیں اور نہ اس پر کفارہ لازم ہے اور امام مالک و شافعی رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔

احناف کے ہاں اس میں قسم کا کفارہ لازم آتا ہے۔

(۲) لَا یَمْلِكُ :مثلاً کوئی دوسرے کے غلام کو کہے یا کسی اور چیز کو کہ میں نے اپنے اوپر لازم کیا ہے کہ اس شے کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں آزاد کروں گا یا دوں گا تو وہ شے اس کے ذمہ لازم نہیں ہوتی کیونکہ یہ ایسی چیز کی نذر ہے جو اس کی ملکیت میں نہیں ہے لہٰذا یہ نذر درست نہیں۔ (طیبی' مولانا)

۴/۳۳۷۷ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَفَّارَةُ النَّذْرِ كَفَّارَةُ الْيَمِيْنِ۔

(رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۲۶۵/۳ الحديث رقم (۱۳-۱۶۴۵) والترمذی فی السنن ۹۹/٤ الحديث رقم ۱۵۲۸ والنسائی فی ۲٦/۷ الحديث رقم ۳۸۳۲۔

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نذر کا کفارہ قسم کے کفارہ کی طرح ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اگر کوئی مطلق نذر مانے' مثلاً اس طرح کہے کہ مجھ پر نذر ہے اور کسی چیز کا نام نہ لے تو اس پر قسم کا کفارہ لازم ہے اور روزے کی نیت بلا عدد کرے تو اس پر تین روزے لازم ہیں اور اگر صدقہ کی نیت کی تو دس مساکین کا کھانا لازم ہے جیسا کہ فطرانہ میں ہے۔ (ع۔ درمختار)

۵/۳۳۷۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ اِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَائِمٍ فَسَاَلَ عَنْهُ فَقَالُوْا اَبُوْ اِسْرَائِيْلَ نَذَرَاَنْ يَقُوْمَ وَلَا يَقْعُدَ وَلَا يَسْتَظِلَّ وَلَا يَتَكَلَّمَ وَيَصُوْمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرُوْهُ فَلْيَتَكَلَّمْ وَلْيَسْتَظِلَّ وَلْيَقْعُدْ وَلْيُتِمَّ صَوْمَهٗ ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۸٦/۱۱ الحديث رقم ٦۷۰٤ وابوداوٗد فی السنن ۵۹۹/۳ الحديث رقم ۳۳۳۱ وابن ماجه فی ٦۹۰/۱ الحديث رقم ۲۱۳٦۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کھڑا دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام اور حالات دریافت کئے۔ لوگوں نے بتلایا کہ اس کا نام ابواسرائیل ہے۔ اس نے کھڑے ہونے کی نذر مان رکھی ہے کہ یہ بیٹھے گا نہیں اور اس نے نذر مانی ہے کہ وہ نہ سایہ لے

گا اور نہ گفتگو کرے گا اور یہ نذر اس نے بلا کسی قید کے مانی ہے اور یہ بھی نذر مان رکھی ہے کہ وہ ہمیشہ روزہ رکھے گا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو کہہ دو کہ وہ گفتگو کرے، سایہ میں آ جائے اور روزے کو پورا کرے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ وَلْيُتِمَّ صَوْمَهٗ: روزہ پورا کرلے یعنی ہمیشہ روزہ رکھتا رہے۔ اطاعت کی نذر ضروری ہے اور روزے کا رکھنا اس کے لئے فائدہ مند ہے، جبکہ اس کو قدرت ہو۔ اس میں سے پانچ روزے مستثنٰی ہوں گے، جن کا عرف و شرع میں رکھنا ممنوع ہے اور اگر ان پانچ دنوں کی بھی نیت کرتا ہے تو اسے ان دنوں میں افطار کرنا ضروری ہے اور افطار روزہ کی وجہ سے ان دنوں کا کفارہ لازم ہوگا۔ یہ احناف کا مسلک ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو گفتگو کرنے کا اس لئے حکم فرمایا کیونکہ بولنا کبھی واجب بھی ہوتا ہے جیسا کہ نماز کی قراءت، سلام کا جواب۔ پس گفتگو کا ترک گناہ ہوا۔ باقی نہ بیٹھنا اور سایہ میں نہ آنا یہ انسانی طاقت سے باہر ہے اس لئے بیٹھنے اور سایے میں آنے کا حکم دیا۔ (ع)

۶/۳۳۷۹ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى شَيْخًا يُهَادٰى بَيْنَ ابْنَيْهِ فَقَالَ مَا بَالُ هٰذَا قَالُوْا نَذَرَ اَنْ يَمْشِىَ اِلٰى بَيْتِ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى عَنْ تَعْذِيْبِ هٰذَا نَفْسَهٗ لَغَنِيٌّ وَاَمَرَهٗ اَنْ يَرْكَبَ (متفق علیه وفی روایة لمسلم عن ابی هریرة) قَالَ اِرْكَبْ اَيُّهَا الشَّيْخُ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكَ وَعَنْ نَذْرِكَ

اخرجه البخاری فی صحیحه ۷۸/۴ الحدیث رقم ۱۸۶۵ ومسلم فی ۱۲۶۳/۳ الحدیث رقم (۹-۱۶۴۲) والنسائی فی السنن ۳۰/۷ الحدیث رقم ۳۸۵۴ واحمد فی المسند ۱۱۴/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے کو دیکھا کہ وہ اپنے دو بیٹوں کے سہارے چل رہا ہے۔ (یعنی سہارے لگائے ہوئے ہے کیونکہ کمزوری کی وجہ سے وہ چل نہ سکتا تھا)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا کیا معاملہ ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اس نے یہ نذر مان رکھی ہے کہ وہ پیدل بیت اللہ کا حج کرے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو اس کی کچھ حاجت نہیں کہ وہ اپنی جان کو یہ تکلیف دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ وہ سوار ہو۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔ مسلم کی ایک روایت میں اس طرح ہے جس کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بوڑھے! سوار ہو جا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو تیری اور تیری نذر کی ضرورت نہیں۔

تشریح ۞ قَالَ اِرْكَبْ: سواری کا حکم فرمایا یعنی اس وجہ سے کہ وہ پیدل چلنے سے عاجز تھا۔

ابن مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اس روایت کے ظاہر پر امام شافعیؒ نے عمل کیا ہے کہ اس کے سوار ہونے سے کچھ لازم نہ آئے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اس پر ایک دم لازم ہے کیونکہ اس نے احرام کے التزام میں نقصان کیا۔ امام شافعیؒ کا دوسرا قول بھی یہی ہے۔

مظہر کہتے ہیں علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ جو شخص پیدل بیت اللہ کی طرف جانے کی نذر مانے تو اس کا کیا حکم ہے؟

(۱) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اگر وہ پیدل جاسکتا ہے تو پیدل جائے اگر عاجز ہو تو جانور ذبح کرے اور سوار ہو جائے۔

(۲) امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ:

وہ سوار ہو جائے اور دم دے خواہ پیدل چلنے کی طاقت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔

احناف کا قول:

یہ ہے کہ اگر کوئی اس طرح نذر مانے کہ میرے اوپر بیت اللہ کی طرف پیدل چلنا لازم ہے (یعنی میں نے لازم کرلیا) تو اس پر حج وعمرہ میں سے ایک لازم ہے۔ اب وضاحت کا مدار اس شخص پر ہے۔ (۲) اور اگر کوئی شخص کہے مجھ پر حرم یا مسجد حرام کی طرف پیدل چلنا لازم ہے تو اس پر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کچھ لازم نہیں آتا اور صاحبین کے نزدیک اس پر حج یا عمرہ لازم ہے۔

(۳) اور اگر کوئی اس طرح کہے کہ مجھ پر بیت اللہ کی طرف جانا لازم ہے تو یہ بالاجماع معتبر نہیں ہے۔

(۴) اور جو شخص پیدل حج کی نذر مان لے اس پر لازم ہے کہ وہ پیدل چلے اور سوار نہ ہو۔ یہاں تک کہ وہ طواف زیارت سے فارغ ہو۔

(۵) اور اگر عمرہ پیدل کرنے کی نذر مانی ہے تو سر منڈوانے تک پیدل چلنا اس پر لازم ہے اگر پورا راستہ یا نصف سے زائد سوار ہوا خواہ سواری عذر سے کی یا بلا عذر کی بہرصورت اس پر دم لازم ہے اور اگر نصف راستہ سے کم سواری کی تو بکری کی قیمت میں سے اس کی بقدر صدقہ کرے۔ (ع۔ح)

۳۳۸۰/۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ سَعْدَبْنَ عُبَادَةَ اسْتَفْتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَذْرٍ كَانَ عَلٰى اُمِّهٖ فَتُوُفِّيَتْ قَبْلَ اَنْ تَقْضِيَهٗ فَاَفْتَاهُ اَنْ يَّقْضِيَهٗ عَنْهَا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۸۳/۱۱ الحدیث رقم ۶۶۹۸ ومسلم فی ۱۲۶۰/۳ الحدیث رقم (۱-۱۶۳۸) والترمذی فی السنن ۸۹/٤ الحدیث رقم ۱۵٤٦ والنسائی فی ۲۰/۷ الحدیث رقم ۳۸۱۷ وابن ماجه فی ٦٨٩/١ الحدیث رقم ۲۱۳۲ واحمد فی المسند ۳۷۰/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ دریافت کیا کہ ان کی ماں پر نذر لازم تھی وہ اس کی ادائیگی سے پہلے فوت ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ والدہ کی طرف سے نذر کو ادا کرلو۔ یہ بخاری ومسلم میں ہے۔

اختلافِ علماء:

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ سعد کی والدہ کی نذر کیا تھی؟ (۱) بعض نے کہا ان کی نذر مطلق تھی۔ (۲) بعض کے نزدیک روزے کی نذر مان رکھی تھی۔ (۳) بعض نے کہا غلام آزاد کرنے کی نذر تھی۔ (۴) جبکہ بعض نے کہا صدقہ کی نذر مانی تھی۔

راجح قول:

ظاہر یہ ہے کہ مالی نذر مانی تھی یا نذر مبہم مانی تھی اور اس کی تائید دار قطنی کی یہ روایت کرتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کی طرف سے پانی پلاؤ۔

مسلکِ جمہور:

یہ ہے کہ وارث پر واجب نذر کا ادا کرنا لازم نہیں جو کہ میت کے ذمہ ہے جبکہ نذر غیر مالی ہو اور اگر نذر مالی ہو اور میت نے کچھ مال بھی نہ چھوڑا ہو اس صورت میں بھی ورثاء پر اس کی ادائیگی لازم نہیں ہے۔ البتہ مستحب ہے۔

علماء ظاہریہ:

کے نزدیک اس روایت کی بناء پر نذر لازم ہے۔ اس سلسلہ میں ہماری دلیل یہ ہے کہ وارث نے نذر لازم نہیں کی کہ اس پر اس کی ادائیگی لازم ہو اور حدیث حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا جواب یہ ہے کہ یہ احتمال ہے کہ ان کی والدہ نے ترکہ چھوڑا ہو اور اس میں سے انہوں نے ادا کیا ہو۔ (۲) یا حضرت سعد کو بطور تبرع ادائیگی کا حکم کیا گیا تھا کیونکہ اس حدیث میں وجوب پر کوئی دلالت نہیں پائی جاتی۔

۸/۳۳۸۱ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ تَوْبَتِیْ اَنْ اَنْخَلِعَ مِنْ مَّالِیْ صَدَقَةً اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْسِكْ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ فَاِنِّیْ اُمْسِكُ سَهْمِیَ الَّذِیْ بِخَيْبَرَ۔ (متفق عليه وهذا طرف من حديث مطول)

اخرجه البخاری فی صحيحه ٥٧٢/١١ الحديث رقم ٦٦٩٠ ومسلم فی ٢١٢٧/٤ الحديث رقم (٥٣-٢٧٦٩) وابوداؤدفی السنن ٦١٢/٣ الحديث رقم ٣٣١٧ والترمذی فی ٢٦٣/٥ الحديث رقم ٣١٠٢ والنسائی فی ٢٣/٧ الحديث رقم ٣٨٢٦ واحمد فی المسند ٤٥٤/٣۔

ترجمہ: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری توبہ کامل تبھی ہوتی ہے کہ میں اپنے تمام مال سے الگ ہو جاؤں اور اس کو اللہ اور اس کے رسول کے لئے صدقہ کر دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اپنا کچھ مال اپنے ہاں محفوظ رکھ وہ تیرے لئے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں اپنا خیبر والا حصہ رکھتا ہوں۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔ یہ ایک طویل روایت کا حصہ ہے۔

تشریح ۞ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کی طرف تشریف لے گئے تو کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے ساتھ روانہ نہ ہوئے اور وہاں نہ جا سکے جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو ان پر ناراض ہوئے اور لوگوں کو ان کے ساتھ گفتگو کرنے سے روک دیا۔ یہ بہت پریشان ہوئے اور بارگاہ الٰہی میں دعا، استغفار اور توبہ کرتے رہے پھر ان کی توبہ قبول ہوئی اور ان کے متعلق توبہ کی یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ......﴾ اس وقت کعب رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں توبہ کے شکریہ اور اس کی تکمیل کے لئے تمام مال کو صدقہ کرنے کی پیش کش کی۔ آپ ﷺ نے کچھ مال روک کر بقیہ کو صدقہ کرنے کی تلقین فرمائی۔ ظاہر یہ ہے کہ دو تہائی مال کو باقی رکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور اس حکم کی وجہ یہ ہے کہ کل ان کو ضرورت پڑ جائے اور پھر صبر نہ کر سکیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تمام مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دیا اور آپ ﷺ نے منع نہیں فرمایا کیونکہ وہ بڑے صابر اور راضی برضاء مولیٰ تھے۔

باب سے مناسبت:

یہ روایت نذر سے مشابہت معنوی کی وجہ سے لائی گئی کیونکہ یہاں بھی ایک معاملے کی وجہ سے کعب رضی اللہ عنہ نے اپنے اوپر وہ چیز لازم کر لی تھی جو ان پر لازم نہ تھی۔ (ح۔ع)

الفصل الثانی:

۳۳۸۲/۹ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا نَذْرَ فِيْ مَعْصِيَةٍ وَكَفَّارَتُهٗ كَفَّارَةُ الْيَمِيْنِ

(رواہ ابوداود والترمذی والنسائی)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۵۹۵/۳ الحدیث رقم ۳۲۹۲ والترمذی فی ۸۷/۴ الحدیث رقم ۱۵۲۵ والنسائی فی ۲۶/۷ الحدیث رقم ۳۸۳۴ واحمد فی المسند ۲۴۷/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گناہ کی نذر کا پورا کرنا جائز نہیں اور اس کا کفارہ قسم کے کفارہ کی طرح ہے۔ یہ روایت ابوداؤد، نسائی، ترمذی نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ یہ روایت امام ابوحنیفہؒ کی دلیل ہے اور امام شافعیؒ کے خلاف حجت ہے۔ (ع)

۳۳۸۳/۱۰ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَمْ يُسَمِّهٖ فَكَفَّارَتُهٗ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا فِيْ مَعْصِيَةٍ فَكَفَّارَتُهٗ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَا يُطِيْقُهٗ وَكَفَّارَتُهٗ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا اَطَاقَهٗ فَلْيَفِ بِهٖ۔ (رواہ ابوداود وابن ماجة ووقفه بعضهم علی ابن عباس)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۶۱۴/۳ الحدیث رقم ۳۳۲۲ وابن ماجه فی ۶۸۷/۱ الحدیث رقم ۲۱۲۸۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی بغیر معین

نذر مانے (مثلاً اس طرح کہے اللہ کے لئے مجھ پر نذر ہے اور جس چیز کی نذر مانی اس کو متعین نہ کرے تو اس پر روزہ لازم ہے یا صدقہ)۔پس اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے اور جو آدمی گناہ کی نذر مانے تو اس کا کفارہ بھی قسم کا کفارہ ہے اور جو شخص اس طرح کی نذر مانے جس کو پورا کرنے کی اس میں طاقت نہ ہو (مثلاً وہ نذر مانے کہ وہ پہاڑ کو اٹھا لے گا یا بیت اللہ کی طرف پیدل چلے گا یا اسی طرح کی اور چیزیں) تو اس کا کفارہ بھی قسم کا کفارہ ہے اور جو شخص ایسی نذر مانے جو اس کی طاقت میں داخل ہو تو اس کو اپنی نذر پوری کرنی چاہئے۔ یہ ابوداؤد وابن ماجہ کی روایت ہے۔بعض نے اس کو ابن عباسؓ پر موقوف مانا ہے۔

۱۱/۳۳۸۴ وَعَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَاكِ قَالَ نَذَرَ رَجُلٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَنْحَرَ اِبِلاً بِبُوَانَةَ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كَانَ فِيْهَا وَثَنٌ مِنْ اَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ قَالُوْا لَا قَالَ فَهَلْ كَانَ فِيْهَا عِيْدٌ مِنْ اَعْيَادِهِمْ قَالُوْا لَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْفِ بِنَذْرِكَ فَاِنَّهٗ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ وَلَا فِيْمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ اٰدَمَ۔ (رواه ابو داود)

اخرجه ابو داؤد في السنن ۶۰۷/۳ الحديث رقم ۳۳۱۳۔

ترجمہ: حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ نذر مانی کہ وہ مقام بوانہ (جو کہ مکہ کی نچلی جانب میں واقع ہے) وہاں اونٹ ذبح کرے گا پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نذر کی اطلاع دی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا اس مقام پر جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت تھا کہ جس کی پہلے پوجا کی جاتی تھی؟ صحابہؓ نے عرض کیا نہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کیا جاہلیت کی عیدوں میں سے وہاں کوئی عید منائی جاتی تھی۔صحابہؓ نے عرض کیا نہیں۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میاں تم اپنی نذر پوری کرو کیونکہ جس نذر میں گناہ ہو اس نذر کو پورا کرنا ضروری نہیں اور نہ ہی اس چیز کا نذر ماننا جائز ہے کہ جس چیز کا ابن آدم مالک نہ ہو۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ان باتوں کے متعلق استفسار کی غرض یہ تھی کہ اس نذر کو کفار کی نذور کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ اس جگہ ان میں سے کوئی بات نہیں پائی جاتی تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی رضی اللہ عنہ کو اپنی نذر کو پورا کرنے کی اجازت دیدی کیونکہ یہ نذر کفار کی نذروں کے مشابہ نہیں تھی۔

(ح۔ع)

۱۲/۳۳۸۵ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ امْرَاَةً قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ نَذَرْتُ اَنْ اَضْرِبَ عَلٰى رَأْسِكَ بِالدُّفِّ قَالَ اَوْفِيْ بِنَذْرِكِ (رواه ابوداودوزاد رزين) قَالَتْ وَنَذَرْتُ اَنْ اَذْبَحَ بِمَكَانِ كَذَا وَكَذَا مَكَانٌ يَذْبَحُ فِيْهِ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ هَلْ كَانَ بِذٰلِكَ الْمَكَانِ وَثَنٌ مِنْ اَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ قَالَتْ لَا قَالَ هَلْ كَانَ فِيْهِ عِيْدٌ مِنْ اَعْيَادِهِمْ قَالَتْ لَا قَالَ اَوْفِيْ بِنَذْرِكِ۔

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۳/۶۰۶ الحدیث رقم ۳۳۱۲۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت کہنے لگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے نذر مانی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے پاس (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے) جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد سے واپس تشریف لائیں تو میں دف بجاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنی نذر پوری کرلو۔ یہ ابو داؤد کی روایت ہے۔ رزین کی روایت میں یہ ہے کہ میں نے یہ نذر مانی ہے کہ میں فلاں فلاں مقام پر ذبح کروں یہ وہ مقامات تھے جہاں زمانہ جاہلیت میں لوگ ذبح کیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا ان مقامات پر زمانہ جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت تھا کہ جس کی پوجا کی جاتی تھی؟ اس عورت نے کہا نہیں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا پھر وہاں جاہلیت کے میلوں میں سے کوئی میلہ لگا کرتا تھا اس نے کہا نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی نذر پوری کرو۔

تشریح ❁ اس روایت سے معلوم ہوا کہ دف بجانا مباح ہے (جو اس کو مباح نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ ممانعت کے زمانے سے پہلے کی بات ہے) اور جو یہ کہتے ہیں کہ نذر خاص اطاعت کی ہونی چاہئے تو دف بجانا اگرچہ طاعت نہیں لیکن مباح ہے لیکن اس عورت نے نذر مانی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیر و عافیت سے تشریف لائیں گے تو میں دف بجاؤں گی تو اس لحاظ سے یہ من جملہ طاعت میں شامل ہوا۔ (ح)

۱۳/۳۳۸۶ وَعَنْ اَبِیْ لُبَابَةَ اَنَّهٗ قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ تَوْبَتِیْ اَنْ اَهْجُرَ دَارَ قَوْمِی الَّتِیْ اَصَبْتُ فِیْهَا الذَّنْبَ وَاَنْ اَنْخَلِعَ مِنْ مَالِیْ کُلِّهٖ صَدَقَةً قَالَ یُجْزِئُ عَنْكَ الثُّلُثُ۔ (رواه رزین)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۳/۶۱۳ الحدیث رقم ۱۳۱۹ ومالك فی الموطأ ۲/۴۸۱ الحدیث رقم ۱۶ من کتاب النذور و احمد فی المسند ۳/۵۰۲۔

ترجمہ: حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میری توبہ کی تکمیل یہی ہے کہ میں اپنی قوم کا وہ گھر چھوڑ دوں جس کی وجہ سے میں گناہ کو پہنچا اور میں اپنا تمام مال اللہ کی راہ میں صدقہ کر دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تجھے تہائی مال دینا کافی ہے۔ یہ رزین کی روایت ہے۔

تشریح ❁ اَهْجُرَ دَارَ قَوْمِیْ: یہ بات حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اس جگہ سے الگ ہونے کے لئے کہی کہ جس کی بناء پر شیطان نے غلبہ پا کر یہ گناہ کروا دیا تھا اس گناہ کا باعث بنو قریظہ کے ساتھ ان کا تعلق اور بنو قریظہ میں ان کے اموال و عیال کی موجودگی تھی۔ ان کا واقعہ اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ سے جو کہ یہود کا ایک قبیلہ تھا ایک معاہدہ کیا تھا اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہوا معاہدہ توڑ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ کرلیا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہہ کر ابولبابہؓ کو اپنے ہاں منگوایا کہ آپ ان کو بھیج دیں ہم ان سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست پر حضرت ابولبابہؓ کو ان کے ہاں بھیج دیا جب انہوں نے ابولبابہؓ کو دیکھا تو ان کے مرد اور عورتیں چھوٹے بڑے سب ان کے سامنے رونے لگے یہاں تک کہ ان کا دل پسیج گیا اور ان پر رحم آیا پھر انہوں نے کہا اے ابولبابہ تم یہ بتلاؤ اگر ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر اتر آئیں تو وہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا یعنی وہ تمہیں ذبح کر دیں گے۔ ابولبابہؓ کہتے ہیں کہ یہ اشارہ تو

میں کر بیٹھا لیکن وہاں سے ابھی قدم نہ ہٹنے پایا تھا کہ مجھے تنبہ اور ندامت ہوئی کہ میں نے خدا اور رسول ﷺ کی خیانت کی ہے اور انہی کے متعلق یہ آیت اتری: ﴿یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ ......﴾ ''اے ایمان والو! نہ تو اللہ اور رسول کی امانت (پیغام و احکام) میں خیانت کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو'' ۔ پھر ابولبابہؓ سیدھے مسجد میں گئے اور اپنے آپ کو مسجد کے ستون سے باندھ دیا اور یہ فیصلہ کیا کہ میں اس وقت تک کھانے پینے کی کوئی چیز نہ چکھوں گا جب تک کہ توبہ نہ کرلوں اور میری توبہ اللہ کی بارگاہ میں قبول نہ ہو جائے نماز کے وقت ان کے بیٹے آتے اور ان کو کھول دیتے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوتے تو وہ ان کو باندھ کر چلے جاتے جب لوگ ان کو کھولنے کے لئے آتے تو ان کو کھولنے کی اجازت نہ دیتے اور کہتے کہ جب تک رسول اللہ اللہ ﷺ مجھے آ کر نہ کھولیں گے میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ چنانچہ سات دن اسی طرح گزر گئے بھوک اور پیاس کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی۔ لوگوں نے کہا اللہ نے تمہاری توبہ قبول کر لی ہے تم اپنے آپ کو کھول دو تو انہوں نے کہا واللہ میں اپنے آپ کو نہیں کھولوں گا جب تک اللہ کے رسول ﷺ آ کر مجھے نہ کھولیں چنانچہ آپ ﷺ تشریف لائے اور اپنے دست اقدس سے ان کو کھولا تو اس موقع پر انہوں نے یہ بات کہی کہ میری توبہ کی تکمیل اسی میں ہے کہ میں اپنے تمام مال سے دستبردار ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمام مال دینے کی ضرورت نہیں تہائی مال کافی ہے۔ حدیث میں قوم کا گھر چھوڑنے کا ذکر نہیں کیا گیا۔ ظاہراً آپ ﷺ نے ان کے لئے اس کو جائز رکھا ہو کہ وہ طاعت کی قسم میں سے تھا۔ (ع ح) (البتہ مال کے تہائی حصے کو صدقہ کرنے کا حکم فرمایا جو کہ حصول مقصد کے لئے کافی تھا)۔

۱۴/۳۳۸۷ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَجُلًا قَامَ یَوْمَ الْفَتْحِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اِنْ فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْكَ مَكَّةَ اَنْ اُصَلِّیَ فِیْ بَیْتِ الْمَقْدِسِ رَكْعَتَیْنِ قَالَ صَلِّ هٰهُنَا ثُمَّ اَعَادَ عَلَیْهِ فَقَالَ صَلِّ هٰهُنَا ثُمَّ اَعَادَ عَلَیْهِ فَقَالَ شَانُكَ اِذًا ۔ (رواه ابوداود والدارمی)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ۳/۶۰۲ الحدیث رقم ۳۳۰۵ والدارمی فی ۲/۲٤۱ الحدیث رقم ۲۳۳۹ واحمد فی المسند ۳/۳۶۳۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی فتح مکہ کے دن کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے یہ نذر مانی ہے کہ اگر اللہ آپ پر مکہ کو فتح کر دیں گے تو میں بیت المقدس میں دو رکعت نماز ادا کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم اسی جگہ نماز پڑھو (یعنی مسجد حرام میں اس لئے کہ یہ افضل ہے اس کے آسان تر ہونے کی وجہ سے) اس نے دوبارہ وہی سوال کیا۔ آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا کہ تم اسی جگہ نماز پڑھو اس نے تیسری بار یہی بات دریافت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں اس وقت اختیار ہے (یعنی یہاں پر نماز پڑھنے سے اگر کوئی انکار کرتا ہے تو پھر تمہیں اختیار ہے کیونکہ بیت المقدس میں نماز ادا کرنے کی تو اس کو پورا کرو)۔ یہ ابوداؤد اور دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ شرح السنہ میں لکھا ہے اگر کوئی یہ نذر مانے کہ وہ مسجد نبوی میں نماز پڑھے گا تو مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے اس کی نذر پوری ہو جائے گی اور اگر وہ مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھے تو اس کی نذر پوری نہ ہوگی اور اگر کوئی شخص مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کی نذر مانے اور پھر مسجد حرام یا مسجد نبوی ﷺ میں نماز پڑھ لے تو اس کی نذر پوری ہو جائے گی۔ ہمارے علماء یہ کہتے ہیں کہ احناف

کے ہاں جو شخص ایک جگہ میں نماز پڑھنے کی نذر مانے پھر دوسری جگہ نماز پڑھ لے جو کہ درجہ میں اس سے کم ہو تو بھی اس کی نذر پوری ہو جائے گی۔(ع)

۱۵/۳۳۸۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ اُخْتَ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ مَاشِيَةً وَاَنَّهَا لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْ مَشْيِ اُخْتِكَ فَلْتَرْكَبْ وَلْتُهْدِ بَدَنَةً رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَبِيْ دَاوٗدَ فَاَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَرْكَبَ وَتَهْدِيَ هَدْيًا وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَصْنَعُ بِشِقَاءِ اُخْتِكَ شَيْئًا فَلْتَرْكَبْ وَلْتَحُجَّ وَتُكَفِّرْ يَمِيْنَهَا.

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۵۹۸/۳ الحدیث رقم ۳۹۷ والدارمی فی ۲٤٠/۲ الحدیث رقم ۲۳۳۵ واحمد فی المسند ۲۵۳/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بہن نے نذر مانی کہ وہ پیدل حج کرے گی اور وہ اس بات کی طاقت نہیں رکھتی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو تمہاری بہن کے پیدل چلنے کی کوئی پرواہ نہیں۔ پس اسے سوار ہو جانا چاہئے (یعنی پیدل چلنے کی اگر طاقت نہیں رکھتی) اور ایک بدنہ ذبح کرے۔ (ہمارے نزدیک بدنہ سے مراد گائے یا اونٹ میں سے کوئی ایک ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک فقط اونٹ)۔ اس روایت کو ابوداؤد اور دارمی نے نقل کیا ہے۔ ابوداؤد کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ وہ سوار ہو جائے اور ایک ہدی ذبح کرے اور ابوداؤد کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہاری بہن کی مشقت سے کچھ غرض نہیں یعنی اس قسم کی مشقت بے جا ہے اس کا کوئی ثواب نہیں۔ پس سواری پر اس کو حج کرنا چاہئے یعنی اگر وہ پیدل نہیں چل سکتی اور اپنی قسم کا کفارہ دے۔

تشریح ۞ ہدی: وہ جانور ہے جو بیت اللہ کی نیاز کے لئے بھیجا جائے۔ اس کا ادنیٰ درجہ بکری اور اعلیٰ درجہ بدنہ یعنی اونٹ یا گائے ہے۔ اس روایت میں بدنہ کا حکم بطور استحباب فرمایا گیا ہے۔

قاضی کہتے ہیں پیدل حج عبادت ہے۔ اس لئے نذر کرنے سے واجب ہوا اور یہ انہی اعمال کی طرح ہو گیا کہ جن کا ترک کرنا بغیر عجز کے جائز نہیں اور جن کے ترک کی وجہ سے فدیہ لازم آتا ہے اب اس بارے میں اختلاف ہے کہ اس کے بدلے میں کیا واجب ہے۔

حضرت علیؓ کا ارشاد یہ ہے کہ بدنہ واجب ہے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے بعض کا قول یہ ہے کہ بکری واجب ہے جیسا کہ کوئی آدمی بغیر احرام کے میقات سے آگے گزر جائے تو اس پر کم سے کم دم لازم آتا ہے۔

رہا یہ کہ اس روایت میں آپ ﷺ نے بدنہ کا حکم دیا تو وہ بطور استحباب ہے۔

امام مالکؒ کا یہی قول ہے اور امام شافعیؒ کا ظاہر تر قول یہی ہے۔

وہ اپنی قسم کا کفارہ دے یعنی قسم توڑنے کا کفارہ دے اور یہاں کفارہ سے مراد یہ ہے کہ کفارہ جنایت ادا کرے اور وہ

ہدی ہے یا اس کے قائم مقام روزہ ہے تا کہ یہ روایت اور دیگر روایت باہم مطابق ہو جائیں یہ قسم کا کفارہ نہیں ہے۔(ع)

٣٣٨٩/١٦ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ سَئَلَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اُخْتٍ لَهٗ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ حَافِيَةً غَيْرَ مُخْتَمِرَةٍ فَقَالَ مُرُوْهَا فَلْتَخْتَمِرْ وَلْتَرْكَبْ وَلْتَصُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ۔

(رواه ابوداوٗد والترمذی والنسائی وابن ماجة والدارمی)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ٥٩٦/٣ الحديث رقم ٣٢٩٣ والترمذی فی ٩٨/٤ الحديث رقم ١٥٤٤ والنسائی فی ٢٠/٧ الحديث رقم ٣٨١٥ وابن ماجه فی ٦٨٩/١ الحديث رقم ٢١٣٤ والدارمی فی ٢٤٠/٢ الحديث رقم ٢٣٣٤ واحمد فی المسند ١٤٩/٤۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عقبہ بن عامرؓ نے اپنی بہن کے متعلق سوال کیا جس نے پیدل ننگے پاؤں ننگے سر حج کرنے کی نذر مان رکھی تھی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو حکم دو کہ وہ اپنا سر ڈھانپے اور سوار ہو اور تین دن کے روزے رکھے۔اس روایت کو ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ اور دارمی نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ سر ڈھانپنے کا اس لئے اس کو حکم دیا کہ عورت کا اپنے سر کو کھلا رکھنا گناہ ہے اس لئے کہ عورت کا سر اور اس کے بال ستر کے حکم میں ہیں۔

(٢) سواری کا حکم اس لئے فرمایا کہ وہ پیدل چلنے کی مشقت سے عاجز تھی وَلْتَصُمْ یعنی وہ روزہ رکھے یعنی جب وہ ہدی کی ادائیگی سے عاجز ہو تو وہ روزے رکھے اس سے پہلی روایت میں گزر چکا کہ اس کے یہ روزے ہدی کے بدلے میں ہیں یا اس کی وجہ یہ ہے کہ قسم کا کفارہ تین قسموں پر مشتمل ہے اگر حالف ان سے عاجز ہو جائے تو پھر کفارہ کی صورت تین روزے رکھنا ہے اور تین دن کے روزے مسلسل رکھنے پڑیں گے جبکہ قسم کا کفارہ ہو ورنہ جس طرح چاہے رکھے۔(ع)

٣٣٩٠/١٧ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَخَوَيْنِ مِنَ الْاَنْصَارِ كَانَ بَيْنَهُمَا مِيْرَاثٌ فَسَئَلَ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ الْقِسْمَةَ فَقَالَ اِنْ عُدْتَّ تَسْئَلُنِی الْقِسْمَةَ فَكُلُّ مَالِیْ فِیْ رِتَاجِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ اِنَّ الْكَعْبَةَ غَنِيَّةٌ عَنْ مَالِكَ كَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِكَ وَكَلِّمْ اَخَاكَ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَمِيْنَ عَلَيْكَ وَلَا نَذْرَ فِیْ مَعْصِيَةِ الرَّبِّ وَلَا فِیْ قَطِيْعَةِ الرَّحِمِ وَلَا فِيْمَا لَا يَمْلِكُ۔ (رواه ابوداود)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ٥٨١/٣ الحديث رقم ٣٢٧٢۔

ترجمہ: حضرت سعید بن میسب رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ انصار میں سے دو بھائی تھے کہ جن کے درمیان میراث کا معاملہ تھا (یعنی ان کو کسی کی میراث پہنچی) ان دونوں میں سے ایک بھائی نے مطالبہ کیا کہ اُسے میراث بانٹ کر دے۔دوسرے بھائی نے کہا اگر تو مجھ سے میراث بانٹنے کا دوبارہ مطالبہ کرے گا تو وراثت کا سارا مال کعبۃ اللہ میں خرچ کر دوں گا۔حضرت عمرؓ کو ان کی یہ بات پہنچی تو آپؓ نے فرمایا اللہ کے گھر کو تیرے مال کی ضرورت نہیں اور یہ بات ضروری اور واجب نہیں اور اپنی قسم توڑ کر اس کا کفارہ دو اور اپنے بھائی سے کہو کہ وہ تمہیں میراث بانٹنے کے لئے دوبارہ کہے اور تم میراث کو بانٹ دو۔میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ یہ قسم تم پر یعنی تیرے جیسے آدمی پر لازم نہیں یعنی اس کا کفارہ ادا

کرنا چاہئے اور گناہ کی نذر کا اللہ کے لئے پورا کرنا لازم نہیں اور جس میں رحم کی خلاف ورزی ہوتی ہو وہ نذر بھی لازم نہیں اور نہ ایسی چیز کی نذر لازم ہے کہ جس کا وہ مالک نہیں۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ رِتَاج : بڑے دروازے کو کہا جاتا ہے یہاں رِتَاجِ الْكَعْبَةِ سے خود بیت اللہ شریف مراد ہے۔ دروازہ مراد نہیں یعنی جز بول کر کل مراد لیا ہے۔ (ع)

الفصل الثالث:

۱۸/۳۳۹۱ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ النَّذْرُ نَذْرَانِ فَمَنْ كَانَ نَذَرَ فِيْ طَاعَةٍ فَذٰلِكَ لِلّٰهِ فِيْهِ الْوَفَاءُ وَمَنْ كَانَ نَذَرَ فِيْ مَعْصِيَةٍ فَذٰلِكَ لِلشَّيْطَانِ وَلَا وَفَاءَ فِيْهِ وَيُكَفِّرُهُ مَايُكَفِّرُ الْيَمِيْنَ۔ (رواه النسائی)

اخرجه النسائی فی السنن ۲۸/۷ الحدیث رقم ۳۸٤٥۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ نذر دو قسم کی ہے جو شخص طاعت کی نذر کرلے (یعنی اللہ کی بندگی کی نذر کرلے) نذر اللہ کے لئے ہے ایسی نذر کو پورا کرنا چاہئے (یعنی اس کا پورا کرنا لازم ہے) اور جو شخص گناہ کی نذر کرے تو یہ شیطانی نذر ہے اسے نہ پورا کرنا چاہئے اور اس کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔ یہ نسائی کی روایت ہے۔

۱۹/۳۳۹۲ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ قَالَ اِنَّ رَجُلًا نَذَرَ اَنْ يَنْحَرَ نَفْسَهُ اِنْ نَجَاهُ اللّٰهُ مِنْ عَدُوِّهِ فَسَئَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَهُ سَلْ مَسْرُوْقًا فَسَئَالَهُ فَقَالَ لَهُ لَا تَنْحَرْ نَفْسَكَ فَاِنَّكَ اِنْ كُنْتَ مُؤْمِنًا قَتَلْتَ نَفْسًا مُؤْمِنَةً وَاِنْ كُنْتَ كَافِرًا تَعَجَّلْتَ اِلَى النَّارِ وَاشْتَرِ كَبْشًا فَاذْبَحْهُ لِلْمَسَاكِيْنِ فَاِنَّ اِسْحَاقَ خَيْرٌ مِّنْكَ وَفُدِيَ بِكَبْشٍ فَاَخْبَرَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ هٰكَذَا كُنْتُ اَرَدْتُّ اَنْ اُفْتِيَكَ۔

اخرجه رزین

ترجمہ: محمد بن منتشر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے یہ نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کو دشمن سے نجات دے گا تو وہ اپنے آپ کو ذبح کرے گا۔ اس شخص نے ابن عباسؓ سے اس کا حکم دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم مسروق سے پوچھو اس نے جا کر مسروق سے پوچھا وہ فرمانے لگے تو اپنی جان کو مت ذبح کر اس لئے کہ اگر تو مسلمان ہے تو پھر تو ایک مسلمان جان کو مار ڈالے گا اور اگر تو کافر ہے تو پھر تو جلد دوزخ پہنچ جائے گا۔ پس تم دنبہ خریدو اور مسکینوں کے لئے اس کو ذبح کردو کیونکہ حضرت اسحٰق علیہ السلام وہ تم سے بہتر تھے اور ان کا فدیہ ایک دنبہ کے ساتھ دیا گیا۔ اس آدمی نے آ کر مسروق کے فتویٰ کی ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اطلاع دی تو ابن عباسؓ کہنے لگے میرا ارادہ بھی یہی تھا کہ میں تجھے اسی طرح کا فتویٰ دوں۔ یہ رزین کی

روایت ہے۔

تشریح ۞ اِنْ نَجَاهُ اللّٰهُ : اس آدمی کو دشمن کے ہاتھوں مرنا زیادہ رسوا کن معلوم ہوتا تھا اس لئے اس نے بارگاہِ الٰہی میں کہا یا اللہ اصل موت مجھ پر مشکل نہیں میں اپنے اختیار سے اپنی جان تیرے حوالے کرتا ہوں لیکن دشمن کے ہاتھوں مرنا مجھ پر گراں ہے اس لئے اگر ان کے ہاتھ سے مجھے تو نجات دے دے گا تو میں تیری خاطر اپنے ہی ہاتھ سے مارا جاؤں گا اور اس نے یہ نہ سمجھا کہ اپنے نفس کو خود قتل کرنا سخت حرام ہے۔

(۲) مسروق بن اجدع یہ کبار تابعین میں سے تھے اور بڑے فقہاء اسلام میں سے تھے آپ ﷺ کی وفات شریف سے پہلے ہی اسلام لائے اور زیارت نصیب نہ ہوئی۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس مسئلہ کے سلسلے میں مسروق کی طرف رجوع کرنے کا اس لئے حکم دیا کیونکہ انہوں نے خلفاء اربعہ اور حضرت عائشہؓ سے علم حاصل کیا تھا اور یہ بات نہایت احتیاط' دیانت اور ابن عباسؓ کے صبر وسعت ظرفی کو ظاہر کرتی ہے۔

(۳) اس آدمی نے جب مسروق سے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے اپنے آپ کو ذبح کرنے سے منع کر دیا اور فرمایا کہ اگر تو مسلمان ہے اور اپنے آپ کو مارے گا تو یہ ایک مسلمان کو قتل کرنے کی طرح ہے اور ایک مسلمان کو قتل کرنے میں ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہنے کی وعید وارد ہے۔ اللہ نے فرمایا: ﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۔ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا﴾ اور اگر تو کافر ہے تو پھر تو جلد جہنم کی آگ کی طرف جائے گا دونوں ہی صورتوں میں قتل کرنا ناجائز اور غیر معقول ہے۔

(۴) اور حضرت اسحٰق کا بدلہ دنبہ سے دیا گیا یہ بعض کا قول ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے جو خواب دیکھا تھا وہ اسحٰق علیہ السلام سے متعلق تھا مگر مشہور اور مختار قول یہ ہے کہ وہ اسماعیل علیہ السلام تھے اور علامہ جلال الدین سیوطی نے یہاں تک لکھا ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے متعلق ذبیح کہنا یہ اہل کتاب کی تحریف ہے۔ کذا ذکرہ الشیخ۔

درمختار میں ہے اگر کسی نے یہ نذر مانی کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کرے گا تو اس پر بکری کا ذبح کرنا لازم ہے اس کی دلیل ابراہیم خلیل اللہ کا واقعہ ہے۔ امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ نے اس نذر کو لغو قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے اپنے آپ کو ذبح کرنے یا اپنے لڑکے یا غلام کو ذبح کرنے کی نذر مانی تو یہ نذر لغو ہے۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ بکری کا ذبح کرنا واجب ہے اور اگر کوئی شخص اپنے باپ یا دادا یا ماں کو ذبح کرنے کی نذر مان لے تو بالاجماع یہ نذر لغو ہے۔

قصاص کا بیان

(۱) قص اور قصص کا معنی کسی کے پیچھے جانا ہے کیونکہ مقتول کے اولیاء قاتل کو مارنے کے لئے اس کے پیچھے پڑتے ہیں' اسی وجہ سے اس کو قصاص کہا جاتا ہے۔ (۲) اور مقاصات کا معنی مساوات کا بھی آتا ہے۔ قصاص لینے سے قاتل اور مقتول کے ورثاء برابر ہو جاتے ہیں۔ (۳) نیز جو معاملہ قاتل نے مقتول سے کیا تھا قاتل سے بھی وہی کیا جاتا ہے' دونوں برابر ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اس کو قصاص کہا جاتا ہے اور اصطلاحِ شریعت میں قصاص کا معنی ہے قاتل کی جان لینا یعنی جس نے کسی کو ناحق قتل کیا ہے اس کو اس کے بدلے میں قتل کر دینا۔

الفصل الاول:

۳۳۹۳/اعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَحِلُّ دَمُ امْرِیٍٔ مُسْلِمٍ یَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَّا بِاِحْدٰی ثَلَاثٍ اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَالثَّیِّبُ الزَّانِیْ وَالْمَارِقُ لِدِیْنِہٖ التَّارِکُ لِلْجَمَاعَۃِ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۸۷/۱۲ الحدیث رقم ۶۸٦٤۔ ومسلم فی ۱۳۰٤/۳ الحدیث رقم (۲۸۔ ۱٦۷۸)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس مسلمان آدمی کا خون حلال نہیں ہے جو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک میں اللہ کا رسول ہوں مگر ان تین باتوں میں سے کسی ایک کے پائے جانے کے وقت جائز ہے۔ ایک یہ کہ جان کے بدلے جان یعنی اس نے عمداً کسی کو قتل کیا تو پھر جان کے بدلے قتل کیا جائے (اور یہ اولیاء مقتول کا حق ہے جو کہ شرع میں مقرر ہے) دوسرا شادی شدہ زانی ہے (یعنی مسلمان مکلّف آزاد شادی شدہ زنا کرنے پر سنگسار کیا جائے گا) تیسرا دین سے ارتداد اختیار کر کے مسلمانوں کی جماعت کو چھوڑ دینے والا ہے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یَشْھَدُ: اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دیتا ہو۔ یہ اسلام کی تاکید اور

بیان ہے۔(۲) اس سے اشارہ کردیا کہ شہادتین کا اقرار خون کے ناجائز اور حرام ہونے کے لئے کافی ہے۔

حاصل روایت: روایت کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان کا قتل ان تینوں صورتوں کے علاوہ روانہیں۔(۱) کسی کو ناحق قتل کردے یعنی جو کسی کو ناحق قتل کرے اس کا قتل جائز ہے۔(۲) شادی شدہ ہو کر زنا کرے اور وہ آزاد مکلف مسلمان ہو تو اسے سنگسار کیا جائے گا۔(۳) اپنے دین حق سے نکلنا یعنی ارتداد اختیار کرنا مبیح قتل ہے۔

التَّارِكُ لِلْجَمَاعَةِ: یہ مارق کی صفت مؤکدہ ہے۔ جو شخص مسلمانوں کی جماعت کو چھوڑ کر الگ ہو جائے تو اسے ارتداد کی بنا پر قتل کرنا ضروری ہے بشرطیکہ وہ توبہ نہ کرے اور حدیث میں پہلی حالت کی وجہ سے مجازاً مسلمان کا لفظ اس پر بولا گیا ہے۔

احناف کے نزدیک عورت مرتد ہو جائے تو اسے قتل نہ کیا جائے گا۔

۲/۳۳۹۴ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يَزَالَ الْمُؤْمِنُ فِيْ فُسْحَةٍ مِنْ دِيْنِهٖ مَالَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاری ۱۸۷/۱۲۔ الحديث رقم: ۲۸۶۲

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مسلمان اس وقت تک اپنے دین کی کشادگی اور وسعت میں رہتا ہے جب تک کہ وہ حرام خون کو نہ پہنچے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

یعنی جب تک وہ کسی کا ناحق خون نہیں کرتا اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی رحمت و بخشش کی وسعت میں رہتا ہے اور جب اس نے کسی کا ناحق خون کردیا تو اس پر تنگی ہو جاتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس لوگوں میں داخل ہو جاتا ہے۔(ع)

۳/۳۳۹۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحيحه ۱۸۷/۱۲ الحديث رقم ۶۸۶۴۔ ومسلم فی ۱۳۰۴/۳ الحديث رقم (۲۸۔ ۱۶۷۸)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں کے مابین قیامت کے دن سب سے پہلا فیصلہ ناحق خون کا ہوگا۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ بندوں کے حقوق میں سب سے پہلے خون کا مقدمہ پیش ہوگا اور حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز کا سوال ہوگا۔ (۲) زیادہ ظاہر بات یہ ہے کہ منہیات میں سب سے پہلے خون کا مقدمہ پیش ہوگا اور مامورات میں سب سے پہلے نماز کا سوال ہوگا۔ اس طرح ان روایات میں تطبیق ہو جاتی ہے کہ جن میں مختلف چیزوں کے بارے میں آتا ہے کہ قیامت میں سب سے پہلے ان کے بارے میں سوال ہوگا۔(ع)

۴/۳۳۹۶ وَعَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ اَنَّهٗ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ لَقِيْتُ رَجُلًا مِنَ الْكُفَّارِ فَاقْتَتَلْنَا فَضَرَبَ اِحْدٰى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَاذَمِنِّيْ بِشَجَرَةٍ فَقَالَ اَسْلَمْتُ لِلّٰهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَلَمَّا اَهْوَيْتُ لِاَ قْتُلَهٗ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَقْتُلُهٗ بَعْدَ اَنْ قَالَهَا قَالَ لَا تَقْتُلْهُ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ قَطَعَ اِحْدٰى يَدَيَّ

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْہُ فَاِنْ قَتَلْتَہٗ فَاِنَّہٗ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ اَنْ تَقْتُلَہٗ وَاِنَّكَ بِمَنْزِلَتِہٖ قَبْلَ اَنْ یَقُوْلَ كَلِمَتَہُ الَّتِیْ قَالَ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۲/۱۸۷ الحدیث رقم ۶۸۶۵۔ ومسلم فی صحیحه ۱/۹۵ الحدیث رقم (۱۵۵۔ ۹۵)۔

ترجمہ: حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سوال کیا کہ اگر میں کسی کافر سے لڑوں اور وہ مجھ سے لڑے پھر کافر میرے ایک ہاتھ پر تلوار مار کر اس کو کاٹ ڈالے اور پھر درخت کی اوٹ میں ہو کر پکارے کہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے مسلمان ہوا اور ایک روایت میں ہے کہ جب میں اس کے قتل کا قصد کروں تو وہ لا الٰہ الا اللہ پڑھ دے تو کیا میں اسے کلمہ پڑھنے کے بعد مار ڈالوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے مت قتل کرو۔ مقداد کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس نے میرا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے مت قتل کرو پس اگر اس کو تو قتل کر دے گا تو وہ تیرے مرتبہ میں ہو جائے گا۔ جہاں تو اس کو قتل کرنے سے پہلے تھا اور تو اس کے مرتبہ میں ہوگا جہاں وہ کلمہ کہنے سے پہلے تھا۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یعنی جس طرح مارنے سے پہلے تو معصوم الدم تھا۔ اب وہ اسلام کی وجہ سے معصوم الدم ہو گیا اور اس کو قتل کرنے کی وجہ سے تو غیر معصوم الدم ہو گیا جیسا کہ وہ کلمہ کہنے سے پہلے کافر حربی تھا جس کا مار دینا درست تھا اور اب تیرا مار ڈالنا درست ہوا کیونکہ تو نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا۔ (مولانا)

۵/۳۳۹۷ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی اُنَاسٍ مِنْ جُھَیْنَةَ فَاَتَیْتُ عَلٰی رَجُلٍ مِنْھُمْ فَذَھَبْتُ اَطْعَنُہٗ فَقَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَطَعَنْتُہٗ فَقَتَلْتُہٗ فَجِئْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُہٗ فَقَالَ اَقَتَلْتَہٗ وَقَدْ شَھِدَ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّمَا فَعَلَ ذٰلِكَ تَعَوُّذًا قَالَ فَھَلَّا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِہٖ متفق علیه وفی روایة جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الْبَجَلِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ كَیْفَ تَصْنَعُ بِلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِذَا جَاءَتْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ قَالَہٗ مِرَارًا۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ۱/۹۷ الحدیث رقم (۱۶۰۔ ۹۷)۔

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم قبیلہ جہینہ سے لڑنے گئے۔ چنانچہ میں ان میں سے ایک شخص کے پاس آیا اور میں نے اسے نیزہ مارنے کا ارادہ کیا تو اس نے لا الٰہ الا اللہ کہا۔ میں نے اس کے باوجود اسے نیزہ مار کر قتل کر ڈالا۔ پھر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کی خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اسامہ! کیا تم نے اسے قتل کر دیا؟ حالانکہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہنے والا تھا۔ میں نے عرض کیا اس نے اپنے آپ کو قتل سے بچانے کے لئے ایسا کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے اس کے دل کو چیرا؟ (کہ جس سے معلوم ہو گیا کہ اس نے ڈر کی وجہ سے پڑھا ہے) یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔ حضرت جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس طرح ہے تو کیا کرے گا اور کیا جواب دے گا جبکہ یہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ اس کی طرف سے قیامت کے دن جھگڑتا ہوا آئے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ کئی بار دہرایا یعنی (خوف دلانے کے لئے) یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ فَهَلاَّ شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِه: تو نے اس کا دل کیوں نہ چیرا تا کہ تجھے اس کے دل کا حال معلوم ہوتا کہ اس نے جان کو بچانے کے لئے پڑھا یا ہے اخلاص وصدق کے ساتھ پڑھا ہے یعنی اس کے باطن کا حال معلوم ہونا تو ممکن نہ تھا ظاہر کے لحاظ سے اسے مؤمن کا حکم دینا چاہئے تھا (علماء کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ صرف لا الٰہ الا اللہ کہنے پر اسلام کا حکم نہ لگانا چاہئے جب تک اس کے ساتھ محمد رسول اللہ کو نہ ملائے)

(۲) حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا گمان یہ تھا کہ ایسے وقت کا ایمان معتبر نہیں۔ آپ ﷺ نے ان کی غلطی واضح کی کہ تم نے اجتہاد میں غلطی کی اور مجتہد خطائے اجتہادی میں معذور ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اسامہ رضی اللہ عنہ پر دیت لازم نہ ہوئی اور آپ ﷺ اسامہ رضی اللہ عنہ پر اس لئے ناراض ہوئے کہ ان کو توقف کرنا چاہئے تھا یہاں تک کہ اس کا حال معلوم ہو جاتا۔ (ع ح)

۳۳۹۸/۶ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَاِنَّ رِيْحَهَا تُوْجَدُ مِنْ مَّسِيْرَةِ اَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ٢٦٩/٦ الحدیث رقم ٣١٦٦۔ وابن ماجه فی السنن ٨٩٦/٢ الحدیث رقم ٢٦٨٦۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو معاہدے والے کو قتل کر ڈالے وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا' حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس برس کے فاصلہ سے آجاتی ہے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ معاہد سے مراد وہ کافر ہے کہ جس سے خلیفہ نے لڑائی کے نہ کرنے کا معاہدہ کر رکھا ہو خواہ وہ ذمی ہو یا غیر ذمی۔

(۲) اَرْبَعِیْن: چالیس برس کا راستہ اور دوسری روایت میں ستر برس کا ذکر ہے اور ایک روایت میں سو برس اور مؤطا میں پانچ سو برس اور مسند فردوس میں ہزار برس منقول ہے۔ یہ فرق اشخاص کے لحاظ سے ہے اور اعمال اور تفاوت درجات کے باعث ہے۔ بعض لوگوں کو وہ خوشبو ہزار برس کی مسافت سے آئے گی اور بعض کو پانچ سو برس کی مسافت سے۔ وغیر ذلک

(۳) یہ بھی ممکن ہے کہ ان تمام سے طول مسافت مراد ہو تحدید مقصود نہ ہو' نیز جنت کی خوشبو نہ پانے کا مطلب یہ ہے کہ صالحین اور مقرب لوگ جو شروع شروع میں ہی جنت کی خوشبو پالیں گے۔ یہ اس سے محروم رہے گا' یہ معنی نہیں کہ ہمیشہ کے لئے جنت کی خوشبو سے محروم رہے گا۔

(۴) بعض نے کہا اس سے مراد تغلیظ وتہدید ہے۔ (ع ح)

۳۳۹۹/۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَدّٰى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَهُوَ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ يَتَرَدّٰى فِيْهَا خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيْهَا اَبَدًا وَمَنْ تَحَسّٰى سَمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَسَمُّهٗ فِیْ يَدِهٖ يَتَحَسَّاهُ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيْهَا اَبَدًا وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ بِحَدِيْدَةٍ فَحَدِيْدَتُهٗ فِیْ يَدِهٖ يَتَوَجَّأُ بِهَا فِیْ بَطْنِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيْهَا اَبَدًا۔ (متفق عليه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ٢٤٧/١٠۔ الحدیث رقم ٥٧٧٨۔ ومسلم فی صحیحه ١٠٣/١ الحدیث رقم

(۱۷۵۔ ۱۰۹)۔ والترمذی فی السنن ۳۳۸/٤ الحدیث رقم ۲۰٤٤۔ والنسائی فی ٦٦/٤ الحدیث رقم ۱۹٦٥۔
والدارمی ۲۵۲/۲ الحدیث رقم ۲۳٦۲ واحمد فی المسند ۲٥٤/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرایا اور اپنے آپ کو اس سے ہلاک کرڈالا وہ دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ گرتا رہے گا اور کبھی دوزخ سے نہ نکلے گا اور جس نے زہر پیا اور اس سے اپنے آپ کو ہلاک کیا' اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ دوزخ میں اسے پیتا رہے گا اور آتش دوزخ میں وہ ہمیشہ رہے گا کبھی اس سے نکلنے نہ پائے گا۔ جس نے اپنی جان کو تیز دھار آلے سے مارڈالا یعنی چھری وغیرہ سے۔ پس وہ تیز چیز اس کے ہاتھ میں ہوگی اور اس کو وہ اپنے پیٹ میں گھونپے گا اور دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا کبھی نکلنے نہ پائے گا۔ یہ بخاری و مسلم میں ہے۔

تشریح: (۱) ہمیشہ رہنے سے مدت دراز تک رہنا مراد ہے۔ (۲) مخلداً' ابداً یہ دونوں خالداً کی تاکیدیں ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ اپنے آپ کو مارنے والا اسی چیز سے معذب ہوگا جس سے اس نے اپنے کو دنیا میں قتل کیا تھا۔ ہمیشہ سے مراد ہیشگی اور عدم خروج قتل نفس کو حلال سمجھنے کی صورت میں ہوگا (کیونکہ حرام کو حلال سمجھنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے اور کافر ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔)(ع)

۳۴۰۰/۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَّذِیْ يَخْنِقُ نَفْسَهٗ يَخْنُقُهَا فِی النَّارِ وَالَّذِیْ يَطْعَنُهَا يَطْعَنُهَا فِی النَّارِ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحيحه ۲۳۷/۳۔ الحديث رقم ۱۳٦٥۔ واحمد فی المسند ٤۳٥/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے آپ کو گلا گھونٹ کر ہلاک کیا وہ دوزخ میں اپنا گلا گھونٹے گا اور جس نے اپنے کو نیزہ مارا وہ آگ میں اپنے کو نیزہ مارے گا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

۳۴۰۱/۹ وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِیْ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ بِهٖ جُرْحٌ فَجَزِعَ فَاَخَذَ سِكِّيْنًا فَحَزَّبِهَا يَدَهٗ فَمَارَقَأَ الدَّمُ حَتّٰى مَاتَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى بَادَرَنِیْ عَبْدِیْ بِنَفْسِهٖ فَحَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ۔ (متفق عليه)

أخرجه البخاری فی صحيحه ٤۹٦/٦۔ الحديث رقم ۳٤٦۳۔ ومسلم فی ۱۰۷/۱ الحديث رقم (۱۱۳/۱۸)۔

ترجمہ: حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص تھا جس کو زخم لگا اور اس نے بے صبری کا اظہار کرتے ہوئے چھری سے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا (یعنی زخمی ہاتھ کاٹ ڈالا) پس اس کا خون نہ رکا یہاں تک کہ وہ ہلاک ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے اپنے نفس کو ہلاک کرنے میں مجھ سے جلد بازی کی' پس میں نے اس پر جنت حرام کردی۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح: یعنی جس نے حلال سمجھ کر خودکشی کی اس کا داخلہ جنت میں حرام ہے۔ (۲) یا یہ مراد ہے کہ صالحین کے ساتھ ابتدائی داخلہ اس کا حرام ہوگیا۔ وہ اپنے فعل بد کی سزا بھگت کر جائے گا۔ (۲) قتل نفس شریعت میں حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ درحقیقت یہ

ملک غیر میں تصرف ہے کیونکہ بندے کا ظاہر و باطن اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اس کی مجال نہیں کہ غیر کی ملکیت میں تصرف کرے اور اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالے۔ (ع۔ح)

۳۴۰۲/۱۰ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ الطُّفَيْلَ بْنَ عَمْرٍو الدَّوْسِيِّ لَمَّاهَا جَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ هَاجَرَ اِلَيْهِ وَهَاجَرَ مَعَهُ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهٖ فَمَرِضَ فَجَزِعَ فَاَخَذَ مَشَاقِصَ لَهٗ فَقَطَعَ بِهَا بَرَاجِمَهٗ فَشَخَبَتْ يَدَاهُ حَتّٰى مَاتَ فَرَآهُ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو فِيْ مَنَامِهٖ وَهَيْئَتُهٗ حَسَنَةٌ وَرَاٰهُ مُغَطِّيًا يَدَيْهِ فَقَالَ لَهٗ مَا صَنَعَ بِكَ رَبُّكَ فَقَالَ غَفَرَلِيْ بِهِجْرَتِيْ اِلٰى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَالِيْ اَرَاكَ مُغَطِّيًا يَدَيْكَ قَالَ قِيْلَ لِيْ لَنْ نُّصْلِحَ مِنْكَ مَا اَفْسَدْتَ فَقَصَّهَا الطُّفَيْلُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰهُمَّ وَلِيَدَيْهِ فَاغْفِرْ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ١٠٨/١ الحديث رقم (١٨٤۔ ١١٦)۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تو طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ بھی ہجرت کر کے مدینہ آ گئے اور طفیل کے ساتھ ان کی قوم کے ایک اور شخص نے ہجرت کی۔ وہ آدمی بیمار پڑ گیا اور بے صبری کا اظہار کرتے ہوئے تیروں کی نوکیں اپنے ہاتھ میں لیں اور ایک نوک سے اپنے انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے۔ اس کی وجہ سے اس کے دونوں ہاتھوں سے خون بہنے لگا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے اسے خواب میں اچھی حالت میں دیکھا اور دیکھا کہ اس نے اپنے دونوں ہاتھ ڈھانپ رکھے ہیں۔ طفیل نے پوچھا تیرے رب نے تیرے ساتھ کیا معاملہ؟ کیا وہ کہنے لگا میرے ربّ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی وجہ سے مجھے معاف کر دیا۔ پھر طفیل کہنے لگے تم نے اپنے دونوں ہاتھ کیوں ڈھانپ رکھے ہیں۔ وہ شخص کہنے لگا۔ میرے اللہ نے مجھے فرمایا ہے کہ ہم اس چیز کو ہرگز درست نہ کریں گے جس کو تو نے خود خراب کیا ہے۔ یہ خواب طفیل نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیان کیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اَللّٰهُمَّ وَلِيَدَيْهِ فَاغْفِرْ۔ اے اللہ! اس کو اور اس کے دونوں ہاتھوں کو بخش دے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت و بخشش اور مغفرت حاصل ہوتی تھی اگر ہجرت کرنے والا کسی گناہ میں مبتلا ہوتا تو وہ بخشا جاتا تھا اس لئے کہ آپ ﷺ اس کے لئے استغفار فرماتے تھے۔

(۲) صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت آپ ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کی زیارت کی طرح ہے۔ پس اس نعمت کے حاصل ہونے کا امیدوار رہنا چاہئے۔

(۳) اس روایت سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ تو موجب کفر ہے اور نہ اس سے ہمیشہ کی دوزخ ہے۔ اہل سنت والجماعت کا یہی مذہب ہے۔ (ح)

۳۴۰۳/۱۱ وَعَنْ اَبِيْ شُرَيْحِ الْكَعْبِيِّ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثُمَّ اَنْتُمْ يَا خُزَاعَةُ قَدْ

قَتَلْتُم هٰذَا الْقَتِيْلَ مِنْ هُذَيْلٍ وَاَنَا وَاللّٰهِ عَاقِلُهُ مَنْ قَتَلَ بَعْدَهُ قَتِيْلاً فَاَهْلُهُ بَيْنَ خِيَرَتَيْنِ اِنْ اَحَبُّوْا قَتَلُوْا وَاِنْ اَحَبُّوْا اَخَذُوا الْعَقْلَ۔ (رواه الترمذی والشافعی وفی شرح السنة باسناده وصرح بانه ليس فی الصحيحين عن ابی شريح وقال واخرجاه من رواية ابی هريرة يعنی بمعناه)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ٦٤٣/٤ الحديث رقم ٤٥٠٤۔ والترمذی فی ١٤/٤ الحديث رقم ١٤٠٦۔ والشافعی فی مسند ص ٣٤٣۔ من كتاب الديات والقصاص۔ واحمد فی المسند ٢٣/٤۔

ترجمہ: حضرت ابوشریح کعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تم نے اے بنو خزاعہ ہذیل کے اس قتیل کو قتل کر ڈالا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اس کی دیت دوں گا' مگر سنو! جس نے آئندہ کسی کو قتل کیا۔ پس اس کے ورثاء کو اختیار ہوگا اگر وہ چاہیں تو قتل کرنے والے کو مار ڈالیں یعنی قصاص لے لیں یا دیت قبول کر لیں۔ یہ شافعیؒ اور ترمذی کی روایت ہے۔ شرح السنۃ نے اپنی اسناد سے ذکر کرتے ہوئے تصریح کی ہے کہ بخاری و مسلم میں ابوشریح سے یہ روایت مذکور نہیں البتہ اس کی ہم معنی روایت بخاری و مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ لیس فی الصحیحین: یہ بغوی پر اعتراض ہے کہ وہ فصل اول میں صحیحین کی روایت لاتے ہیں اور یہ روایت صحیحین میں سرے سے موجود نہیں جس کا بغوی کو اعتراف ہے۔

جواب بغوی: یہ بالکل درست ہے کہ ابوشریح کی روایت بخاری و مسلم میں نہیں مگر اس کے ہم معنی ابو ہریرہؓ کی روایت بخاری و مسلم میں مذکور ہے۔ پس اعتراض نہ رہا۔

(۲) اَنْتُمْ يَا خُزَاعَةُ: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کا حصہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز ارشاد فرمایا۔ اس خطبے کا ابتدائی حصہ باب حرم مکہ میں مذکور ہے۔ واقعہ اس طرح پیش آیا کہ بنو خزاعہ نے انہی دنوں میں بنو ہذیل کے ایک شخص کو اپنے ایک مقتول کے بدلے مار ڈالا یہ قتل زمانہ جاہلیت سے متعلق تھا۔ (جس کو ختم کرنے کا اعلان کیا جا چکا تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خون بہا (دیت) ادا کی تاکہ دو قبائل کے درمیان اٹھنے والا فتنہ ختم ہو جائے۔

(۳) وَاَنَا وَاللّٰهِ عَاقِلُهُ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید کے لئے قاعدہ عرب کے مطابق قسم اٹھا کر شرعی قانون کو بیان کیا کہ جو قتل کرے اس کے متعلق مقتول کے ورثاء کو دیت یا قصاص کا اختیار ہے۔

(۴) اس روایت میں اس بات کی دلیل ہے کہ ورثاء مقتول کو اختیار قصاص یا دیت میں ہوگا۔ امام شافعی و احمد رحمہما اللہ کا یہی مسلک ہے۔

(۵) امام ابو حنیفہؒ اور مالکؒ کے ہاں دیت قاتل کی رضا سے متعلق ہے۔ ورثاء مقتول دیت اس وقت لے سکتے ہیں جبکہ قاتل دیت دینے پر راضی ہو۔ امام شافعیؒ کا ایک قول یہ بھی ہے۔

تاویل روایت: ان حضرات کے نزدیک اس حدیث کی یہ تاویل ہے کہ مقتول کے وارث اختیار رکھتے ہیں کہ چاہیں تو قصاص لے لیں یا دیت وصول کر لیں' اگر ان کو دیت دی جائے۔ (ع۔ ح)

۳۴۰۴/۲ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ يَهُوْدِيًّا رَضَّ رَاْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجَرَيْنِ فَقِيْلَ لَهَا مَنْ فَعَلَ بِكِ هٰذَا اَفُلَانٌ؟

اَفُلَانٌ؟ حَتّٰی سُمِّیَ الْیَهُوْدِیُّ فَاَوْمَاَتْ بِرَأْسِهَا فَجِیْءَ بِالْیَهُوْدِیِّ فَاعْتَرَفَ فَاَمَرَبِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَرَضَّ رَأْسَهٗ بِالْحِجَارَةِ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۲۱۳/۱۲۔ الحدیث رقم ۶۸۸۴۔ ومسلم فی ۱۲۹۹/۳ الحدیث رقم (۱۵۔ ۱۶۷۲)۔ وابوداوٗد فی السنن ۶۶۳/٤ الحدیث رقم ٤۵۲۷ والترمذی فی ۹/٤ الحدیث رقم ۱۳۹٤۔ والنسائی فی ۲۲/۸ الحدیث رقم ۲۷٤۲۔ وابن ماجه فی ۸۸۹/۲ الحدیث رقم ۲۶۶۵۔ والدارمی فی ۲٤۹/۲ الحدیث رقم ۲۳۵۵۔ واحمد فی المسند ۱۹۳/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل ڈالا (یعنی ایک پتھر نیچے اور ایک پتھر اوپر سے مارا) لڑکی سے دریافت کیا گیا تیرے سر کو کس نے کچلا کیا؟ فلانے شخص نے (یعنی جن کے متعلق گمان تھا ان کا نام لیا گیا)۔ جب اس یہودی کا نام لیا تو لڑکی نے اپنے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں اس نے کیا ہے۔ پھر یہودی بلایا گیا اس نے اقرار کر لیا کہ یہ میں نے کیا ہے۔ اس وجہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اس یہودی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچلا جائے۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ بِالْحِجَارَةِ :روایت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ دو پتھروں کے درمیان سر کچلا جائے جیسا کہ لڑکی کا سر کچلا گیا۔ (۲) اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ مرد قاتل کو عورت مقتولہ کے بدلے قتل کیا جائے گا۔ جیسا کہ عورت مرد کے بدلے قتل کی جاتی ہے۔ اکثر اہل علم کا یہی قول ہے۔ (۳) اس میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ اتنا بڑا پتھر جس سے قتل واقع ہو سکتا ہو اس سے قصاص لازم آتا ہے۔ ائمہ ثلاثہ کا یہی مذہب ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے ہاں اس پر قصاص نہیں اس کی دلیل دیگر روایات ہیں۔ البتہ یہودی کا قتل بطریق سیاست تھا۔ (وہ آپ کے معاہد تھے اور یہ معاہدے کی خلاف ورزی تھی)۔

۱۳/۳۴۰۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَسَرَتِ الرُّبَیِّعُ وَهِیَ عَمَّةُ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ثَنِیَّةَ جَارِیَةٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فَاَتَوُا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ بِالْقِصَاصِ فَقَالَ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ عَمُّ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ لَا وَاللّٰهِ لَا تُكْسَرُ ثَنِیَّتُهَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا اَنَسُ كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ فَرَضِیَ الْقَوْمُ وَقَبِلُوا الْاَرْشَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَّوْاَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۲٤۶/۲۔ الحدیث رقم ۶۹۰۳۔ ومسلم فی ۱۳۰۲/۳ الحدیث رقم (۲٤۔ ۱۶۷۵)۔ وابوداوٗد فی السنن ۷۱۷/٤ الحدیث رقم ٤۵۹۵۔ والنسائی فی ۲۷/۸ الحدیث رقم ٤۷۵۷۔ واحمد فی المسند ۱۲۸/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انس بن مالک کی پھوپھی ربیع نے ایک انصاری لڑکی کے دانت توڑ ڈالے۔ اس لڑکی کے قرابتدار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ اس کے بدلے میں ربیع کے بھی دانت توڑے جائیں۔ اس پر انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے جو انس بن مالک کے چچا تھے یہ کہا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! اس کے دانت نہ توڑے جائیں گے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے

انس! بدلہ لینا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ پھر مضروب کے اولیاء دیت کی قبولیت پر رضا مند ہو گئے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو ضرور پورا کر دیتا ہے۔ یہ بخاری و مسلم میں ہے۔

تشریح ❁ مالک کے والد کا نام نضر ہے اور ربیع یہ نضر کی بیٹی ہے۔ مالک یہ انس (خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے والد ہیں اور انس یہ مالک کے بھائی اور انس خادم کے چچا ہیں۔ تو نضر کے بیٹوں کے نام انس، مالک اور بیٹی کا نام ربیع ہے۔

(۲) تو انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر کہا لا واللہ یہ آپ ﷺ کے ارشاد کی تردید اور انکار نہیں۔ بلکہ بارگاہِ الٰہی سے توقع اور امید کرتے ہوئے کہا کہ میرا اللہ مدعیوں کو دیت پر راضی کر دے گا اور ان کے دل میں معافی ڈال دے گا اور وہ قصاص سے دست بردار ہو جائیں گے چنانچہ ان کی امید بر آئی اسی لئے آپ ﷺ نے ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا جبکہ مدعیوں نے دیت کو قبول کر لیا کہ اللہ کے بعض بندے ایسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور پورا کر دیتے ہیں

(۳) **كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ** : اس سے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ﴾ کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔

(۴) اس کی قسم کو سچا کرے۔ اس کلام سے مقصود حنث نہیں ہے بلکہ انس بن نضر کی تعریف ہے کہ وہ اس طرح کا آدمی ہے۔

(۵) **نووی کا قول**: (۱) امام نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے چند باتیں ثابت ہوتی ہیں اس روایت سے ثابت ہوا کہ کسی ایسی چیز پر قسم اٹھانا جائز ہے کہ جس کے واقع ہونے کا گمان ہو۔ (۲) جس آدمی کے متعلق فتنہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو اس کی منہ پر تعریف جائز ہے۔ (۳) قصاص کا معاف کرنا مستحب ہے۔ (ع ح)

۳۴۰۶/۴ وَعَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَلِيًّا هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ لَيْسَ فِي الْقُرْآنِ فَقَالَ وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ مَا عِنْدَنَا إِلَّا مَا فِي الْقُرْآنِ إِلَّا فَهْمًا يُعْطَى رَجُلٌ فِي كِتَابِهِ وَمَا فِي الصَّحِيفَةِ قُلْتُ وَمَا فِي الصَّحِيفَةِ قَالَ الْعَقْلُ وَفِكَاكُ الْأَسِيرِ وَأَنْ لَا يُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ - (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۲۴۶/۱۲۔ الحدیث رقم ۶۹۰۳۔ والترمذی فی السنن ۱۷/۴ الحدیث رقم ۱۴۱۲۔ والنسائی فی ۲۳/۸ الحدیث رقم ۴۷۴۴۔ والدارمی فی ۲۴۹/۲ الحدیث رقم ۲۳۵۶۔

ترجمہ: حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا تمہارے پاس قرآن مجید کے علاوہ کوئی چیز ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر کہا مجھے اس ذات کی قسم ہے جو اناج کو اگانے اور جان کو پیدا کرنے والی ہے؟ ہمارے پاس سوائے قرآن کے اور کوئی چیز نہیں۔ سوائے اس فہم و بصیرت جو بندے کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے سلسلہ میں دی جاتی ہے اور جو چیز ان اوراق میں ہے۔ میں نے پوچھا ان اوراق میں کیا؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس میں دیت اور قیدی کی گردن چھڑانے کے احکامات یعنی اس کا ثواب وغیرہ لکھا ہے اور یہ کہ کسی مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے سوائے ذمی کے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ❁ **إِلَّا فَهْمًا** : اللہ تعالیٰ نے مجھے قرآن مجید کی سمجھ دی ہے کہ میں اس میں استنباط کرتا ہوں اور اشارات دریافت کرتا ہوں علوم پوشیدہ اور اسرار باطنہ کی معرفت پاتا ہوں۔ یہ خوبیاں علماء راسخین اور اربابِ یقین اور عارفین کو حاصل ہوتی ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سمجھ عنایت فرما رکھی ہے' جس کے ذریعہ میں قرآن مجید سے مسائل نکالتا ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تمام علوم قرآن میں ہیں مگر لوگوں کی فہم اس سے قاصر ہے۔

(۲) **وَمَا فِي الصَّحِيفَةِ** :اور وہ چیز جو اوراق اور کاغذوں میں ہے یعنی آپ نے دیت کے چند احکام وغیرہ لکھ کر ان کو تلوار کے پر تلے میں محفوظ کر رکھا تھا۔ علماء کہتے ہیں کہ ان کاغذوں میں ان تین چیزوں کے علاوہ جن کا تذکرہ ہوا اور بھی کئی احکامات تھے مگر ان کو یہاں بیان نہیں کیا اس لئے کہ اس باب میں قصاص و دیت کے احکامات کا تذکرہ مقصود ہے اور اسی طرح قیدی کو چھوڑنے کے احکام بھی ذکر کئے کیونکہ یہ بھی بعض اوقات قتل کے قریب تر ہوتا ہے۔

وَاَنْ لاَّ يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ : کسی مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے گا۔ اس کے متعلق صحابہ وتابعین و تبع تابعین کا اختلاف ہے۔ (۱) ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کا مذہب یہ ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کے بدلے نہ قتل کیا جائے خواہ وہ کافر ذمی ہی کیوں نہ ہو۔ (۲) امام ابوحنیفہؒ اور اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ ذمی کافر کے قصاص میں مسلمان قاتل کو قتل کیا جائے گا اور ان کی دلیل دوسری روایت ہے جو مرقات میں مذکور ہے۔

ابوجحیفہ کے سوال کا مقصد: شیعان علی کہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل بیت خصوصاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وحی کے اسرار کا خصوصی علم عنایت فرمایا تھا۔ وہ اسرار اور کسی کے سامنے بیان نہ کئے تھے۔ یا اس وجہ سے سوال کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت علیؓ کے برابر علم و تحقیق کسی میں نہ پائی جاتی تھی تو اس پر حیرانگی اور استیعاب کی وجہ سے سوال کیا۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر جواب دیا یہ بات نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ وارشاد سے مجھے خاص کیا اور کوئی ایسی بات بتلائی جو اور لوگوں کو نہیں بتلائی۔ میرے پاس تو قرآن مجید اور لکھے ہوئے کاغذ کے اور کوئی چیز نہیں۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ قرآن فہمی کی صلاحیتیں مختلف ہیں اور ہر ایک اپنی استعداد کے مطابق استنباط کرتا ہے۔ پس جس کو راسخ سمجھ اور فہم' ادراک اور قرآن کی سوجھ بوجھ میسر ہوتی ہے یہ علوم قرآن اسی پر کھلتے ہیں۔ (ع ح)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت لا تقتل نفسًا ظلما یہ کتاب العلم میں ذکر کر دی گئی ہے۔

الفصل الثانی:

۱۵/۳۴۰۷ **عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَزَوَالُ الدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ** رواه الترمذی والنسائی **وَوَقَّفَهُ بَعْضُهُمْ وَهُوَ الْاَصَحُّ۔**

(ورواه ابن ماجة عن البراء بن عازب)

أخرجه الترمذی فی السنن ۱۰/۴ الحدیث رقم ۱۳۹۵۔ والنسائی فی ۸۲/۷ الحدیث رقم ۳۹۸۶۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مسلمان آدمی کے قتل کے مقابلے میں ساری دنیا کا زوال اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ یہ ترمذیؒ نسائیؒ کی روایت ہے۔ بعض رواۃ نے اس کو مرفوع اور دوسروں نے موقوف نقل کیا ہے اور یہ زیادہ صحیح ہے۔ ابن ماجہ نے براء بن عازبؓ سے موقوف نقل کی ہے۔

تشریح ❁ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین غرض دنیا کی تمام نعمتیں مسلمانوں کے لئے پیدا کی ہیں تا کہ وہ اس کی عبادت کریں اور ان نعمتوں کو دیکھ کر اس کی قدرتوں پر کامل یقین کریں۔ پس جس نے مسلمان کو قتل کیا کہ دنیا اس کے لئے بنائی گئی گویا اس نے تمام دنیا کو فنا کر دیا چنانچہ اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے: ﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا﴾ یعنی جس کسی نے مسلمان جان کو بغیر جان کے یا زمین میں فساد کے لئے قتل کیا گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کیا۔ (ع)

۱۶/۳۴۰۸ وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ وَأَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْاَنَّ أَهْلَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ اشْتَرَكُوْا فِيْ دَمِ مُؤْمِنٍ لَا كَبَّهُمُ اللّٰهُ فِي النَّارِ۔ (رواه الترمذي وقال هذا حديث غريب)

أخرجه الترمذي في السنن ١١/٤ الحديث رقم ١٣٩٨۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمام آسمان اور زمین والے ایک مسلمان آدمی کے خون (ناحق) میں شریک ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو دوزخ میں اٹھا کر ڈال دے گا۔ ترمذی نے اسے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ❁ بعض شراح نے لکھا ہے کہ اکبھم لازم ہے اور کبھم یہ متعدی ہے پس کسی راوی نے سہواً اکبھم کو اکبھم نقل کر دیا۔

ملا علی قاری کا قول: قاموس میں لکھا ہے کہ: اکبھم کا لفظ لازم اور متعدی ہر دو طرح مستعمل ہے۔ پس راوی کی طرف خطاء کی نسبت کرنے کے بجائے بعض اہل لغت کے قول کو غلط کہنا بہتر ہے جنہوں نے اکبھم کو لازم کے ساتھ خاص کیا ہے۔ ثقہ راویوں کا قول اپنے مقام پر بالکل بے غبار اور درست ہے۔

تحقیقِ مقام:

جامع صغیر کی روایت میں صاف اکبھم الله عزوجل في النار وارد ہوا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۱۷/۳۴۰۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَجِيْءُ الْمَقْتُوْلُ بِالْقَاتِلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَاصِيَتُهٗ وَرَأْسُهٗ بِيَدِهٖ وَأَوْدَاجُهٗ تَشْخُبُ دَمًا تَقُوْلُ يَا رَبِّ قَتَلَنِيْ حَتّٰى يُدْنِيَهٗ مِنَ الْعَرْشِ۔

(رواه الترمذي والنسائي وابن ماجة)

أخرجه الترمذي في السنن ٢٢٤/٥ الحديث رقم ٣٠٢٩۔ والنسائي في ٨٥/٧ الحديث رقم ٣٩٩٩ وابن ماجه في ٨٧٤/٢ الحديث رقم ٢٦٢١۔ واحمد في المسند ٢٤٠/١۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مقتول قاتل کو قیامت کے دن اس حالت میں پکڑ کر لائے گا کہ قاتل کی پیشانی اور سر مقتول کے ہاتھ میں ہوگا اور اس کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا اور عرض کرے گا اس نے مجھے قتل کیا (یعنی اس شخص نے مجھے قتل کیا ہے) پس تو میری فریاد رسی فرما پھر مقتول قاتل کو عرش کے قریب لے جائے گا۔ یہ ترمذی نسائی ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یہ اس سے کنایہ ہے کہ مقتول اپنا پورا پورا حق مانگے اور اس بات سے کنایہ ہے کہ عدل الٰہی سے اس کو راضی کیا جائے گا۔(ع)

۳۴۱۰/۸ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ بْنِ سَھْلِ بْنِ حُنَیْفٍ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ اَشْرَفَ یَوْمَ الدَّارِ فَقَالَ اَنْشُدُکُمْ بِاللّٰہِ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ اِلَّا بِاِحْدٰی ثَلَاثٍ زِنًی بَعْدَ اِحْصَانٍ اَوْ کُفْرٍ بَعْدَ اِسْلَامٍ اَوْ قَتْلِ نَفْسٍ بِغَیْرِ حَقٍّ فَقُتِلَ بِہٖ فَوَاللّٰہِ مَا زَنَیْتُ فِیْ جَاھِلِیَّةٍ وَلَا اِسْلَامٍ وَلَا ارْتَدَدْتُ مُنْذُ بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا قَتَلْتُ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ فَبِمَا تَقْتُلُوْنَنِیْ۔ (رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجة وللدارمی لفظ الحدیث)

أخرجه ابوداوٗد فی السنن ٦٤٠/٤ الحدیث رقم ٤٥٠٢۔ والترمذی فی ٤٠٠/٤ الحدیث رقم ٢١٥٨ والنسائی ٩١/٧ الحدیث رقم ٤٠١٩۔ وابن ماجه ٨٤٧/٢ الحدیث رقم ٢٥٣٣۔ والدارمی فی ٣٠٥ الحدیث رقم ٢٤٩٧۔ واحمد فی المسند ٦١/١۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ یوم الدار کو اپنے مکان کے بلند حصہ پر چڑھے اور فرمایا میں تمہیں قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان کا خون بہانا تین وجوہ کے بغیر جائز نہیں۔ (۱) شادی شدہ ہو کر زنا کرے۔ (۲) اسلام لانے کے بعد ارتداد اختیار کرے۔ (۳) کسی کو ناحق قتل کر دے تو اس کے بدلے میں وہ قتل کیا جائے گا۔ پس اللہ کی قسم! میں نے نہ تو زمانہ جاہلیت میں زنا کیا اور نہ زمانہ اسلام میں اور جب سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی میں نے (بیعت توڑ کر) ارتداد اختیار نہیں کیا اور میں نے کسی جان کو جس کا قتل اللہ تعالیٰ نے حرام کیا قتل نہیں کیا۔ پس تم کس بناء پر مجھے قتل کرتے ہو؟ یہ ترمذی' نسائی' ابن ماجہ کی روایت ہے۔ یہ الفاظ دارمی کے ہیں۔

تشریح ۞ یَوْمُ الدَّار: اس سے مراد وہ دن ہے جس دن بلوائیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا گھراؤ کیا۔ انہی ایام میں آپ نے گھر کی چھت پر چڑھ کر یہ ارشادات فرمائے۔

(۲) زنی: شادی شدہ ہو کر زنا کرے' ایسے شخص کو سنگسار کیا جائے گا۔ محصن: جو آزاد مسلمان نکاح کے ذریعہ کسی عورت سے جماع کرے ایسا شخص محصن کہلاتا ہے۔

(۳) وللدارمی لفظ الحدیث: دارمی کی روایت میں صرف لا یحل دم امری مسلم ہے۔ اس کی روایت میں اشرف یوم الدار۔ یعنی یہ بطور واقعہ عثمان رضی اللہ عنہ کے مذکور نہیں ہے۔ (مولانا ح)

۳۴۱۱/۱۹ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَزَالُ الْمُؤْمِنُ مُعْنِقًا صَالِحًا مَا لَمْ یُصِبْ دَمًا حَرَامًا فَاِذَا اَصَابَ دَمًا حَرَامًا بَلَّحَ۔ (رواہ ابوداوٗد)

أخرجه ابوداوٗد فی السنن ٤٦٣/٤ الحدیث رقم ٤٢٧٠۔

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان نیکی کی طرف سبقت کرنے والا اور اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق ادا کرنے والا ہوتا ہے جب تک کہ وہ کسی حرام خون کو نہ پہنچے

جب وہ حرام خون کا ارتکاب کر لیتا ہے تو تھک جاتا ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مومن کو بھلائیاں کرنے اور ان کی طرف جلدی کرنے کی توفیق ملتی رہتی ہے جب تک کہ وہ کوئی ناحق خون نہیں کرتا' جب وہ خون ناحق سے اپنا دامن داغ دار کر لیتا ہے تو اس کی نحوست کی وجہ سے بھلائیاں حاصل کرنے سے باز رہتا ہے اور اس سے نیکی کی توفیق ہٹالی جاتی ہے۔ (۲) قتل کی خاصیت یہ ہے کہ دل سیاہ ہو جاتا ہے اور قاتل خیر کی توفیق سے محروم ہو جاتا ہے۔ اگرچہ تمام گناہوں کی نحوست کا یہی حاصل ہے مگر یہ دیگر گناہوں کے مقابلے میں زیادہ شدید ہے۔ (ع۔ح)

۲۰/۳۴۱۲ وَعَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ ذَنْبٍ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَغْفِرَهُ اِلَّا مَنْ مَاتَ مُشْرِكًا اَوْ مَنْ يَقْتُلُ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا۔ (رواه ابوداؤد ورواه النسائی عن معاویة)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ٤/٤٦٣ الحديث رقم ٤٢٧٠۔

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام گناہوں کے بارے میں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ بخش دے گا سوائے اس شخص کے جس کی موت شرک پر آئی ہو یا وہ آدمی جو کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔ نسائی نے اسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ شرک کی طرح قتل کا گناہ بھی بخشا نہیں جائے گا' لیکن اہل سنت کے ہاں قتل کا گناہ مدت دراز تک سخت عذاب دینے کے بعد بخش دیا جائے گا۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے: ﴿ان اللّٰه لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء﴾ اس روایت سے جو عدم بخشش مفہوم ہو رہی ہے وہ بطور تغلیظ اور تشدید کے ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ کسی مومن کو حلال سمجھ کر قتل کرے' متعمدًا کا یہ معنی ہے کہ مومن کو مومن ہونے کی وجہ سے جان بوجھ کر قتل کرے۔ (ع)

۲۱/۳۴۱۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقَامُ الْحُدُوْدُ فِي الْمَسَاجِدِ وَلَا يُقَادُ بِالْوَلَدِ الْوَالِدُ۔ (رواه الترمذی والدارمی)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/١٢ الحديث رقم ١٤٠١۔ وابن ماجه ٢/٨٨٨ الحديث رقم ٢٦٦١ والدارمی ٢/٢٥٠ الحديث رقم ٢٣٥٧ واحمد فی المسند ١/١٦۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مساجد میں حدود اور قصاص نہ لیا جائے اور بیٹے کا بدلہ باپ سے نہ لیا جائے (بلکہ باپ پر اس کی دیت آئے گی)۔ یہ ترمذی اور دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ الحدود اس سے مراد زنا' چوری اور اسی طرح کے دیگر جرائم کی شرعی سزائیں ہیں جن کے متعلق یہ حکم دیا گیا کہ ان کو مساجد میں نہ قائم کیا جائے۔ اسی طرح قصاص کے بارے میں یہ حکم دیا گیا کہ وہ مساجد میں نہ لیا جائے کیونکہ مساجد فرض نماز اور اس کے تابع نفل نمازیں' ذکر' علوم دینیہ پڑھنے پڑھانے کے لئے بنائی گئی ہیں۔

لَا يُقَادُ: اس بات پر ائمہ کا اتفاق ہے کہ اگر کوئی لڑکا اپنے ماں باپ میں سے کسی کو مار ڈالے تو اسے قصاص میں قتل کیا جائے گا البتہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ اگر باپ بیٹے کو مار ڈالے تو اس سے قصاص لیا جائے گا یا نہیں۔

(۱) چنانچہ ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ باپ کو بیٹے کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے گا۔
(۲) امام مالکؒ کہتے ہیں کہ اگر باپ بیٹے کو ذبح کر ڈالے تو اس کو قتل کیا جائے گا اور اگر تلوار سے مارے تو پھر قتل نہ کیا جائے اور ماں کا حکم باپ کی طرح ہے اور دادا' دادی' نانا' نانی ماں باپ کے حکم میں ہیں۔ (ح ع)

۲۲/۳۴۱۴ وَعَنْ اَبِیْ رِمْثَةَ قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَعَ اَبِیْ فَقَالَ مَنْ هٰذَا الَّذِیْ مَعَكَ قَالَ اِبْنِیْ اِشْهَدْ بِهٖ قَالَ اَمَا اِنَّهٗ لَا یَجْنِیْ عَلَیْكَ وَلَا تَجْنِیْ عَلَیْهِ (رواہ ابوداؤد والنسائی و زاد فی شرح السنۃ) فِیْ اَوَّلِهٖ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ اَبِیْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَرَاٰی اَبِی الَّذِیْ بِظَهْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعْنِیْ اُعَالِجُ الَّذِیْ بِظَهْرِكَ فَاِنِّیْ طَبِیْبٌ فَقَالَ اَنْتَ رَفِیْقٌ وَاللّٰهُ الطَّبِیْبُ۔

أخرجه ابوداؤد ٦٣٥/٤ الحديث رقم ٤٤٩٥۔ والنسائی فی ٥٣/٨ الحديث رقم ٤٨٣٢ والدارمی ٢٦٠/٢ الحديث رقم ٢٣٨٨۔ واحمد فی المسند ١٦٣/٤۔

ترجمہ: حضرت ابو رمثہؓ سے روایت ہے کہ میں اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور آپ ﷺ اس پر گواہ ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کے بارے میں خبردار ہو جاؤ اور گواہ رہو نہ تم اس کے متعلق جنایت کا ارتکاب کرو گے اور نہ وہ تمہارے متعلق جنایت کا ارتکاب کرے گا۔ یہ ابوداؤد و نسائی کی روایت ہے اور صاحب مصابیح نے شرح السنۃ میں اس روایت کے شروع میں یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ ابو رمثہؓ کہتے ہیں میں اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گیا۔ میرے والد نے آپ ﷺ کی وہ مہر نبوت دیکھی جو آپ ﷺ کی پشت پر تھی' تو میرے والد کہنے لگے مجھے چھوڑ دو یعنی مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس چیز کا علاج کروں جو آپ ﷺ کی پشت پر ہے اس لئے کہ میں طبیب ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا تو تو رفیق ہے طبیب تو اللہ تعالیٰ ہے۔

تشریح ۞ (۱) اِشْهَدْ گواہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ اس بات پر گواہ ہو جائیں کہ یہ میرا اصلی بیٹا ہے۔ مقصد گواہ کرنے سے یہ تھا کہ اگر مجھ سے کوئی قتل کا گناہ ہو جائے تو جاہلیت کی رسم کے مطابق اس سے مواخذہ کیا جائے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں رواج تھا کہ باپ بیٹے میں سے جو گناہ کرتا تو ایک کا مواخذہ دوسرے سے ہوتا اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(۲) لَا یَجْنِیْ عَلَیْكَ یعنی تیرے بیٹے نے اگر کچھ گناہ کی بات کی تو تجھ سے دنیا و آخرت میں باز پرس نہیں ہوگی اور اسی طرح اگر تجھ سے کوئی گناہ ہوا تو تیرا بیٹا اس کے بدلے میں دنیا اور آخرت میں نہ پکڑا جائے گا۔

حاصل یہ ہے کہ جاہلیت میں جو یہ رسم چلی آ رہی تھی کہ باپ بیٹے میں سے جو کوئی گناہ کرتا تو ایک کا مواخذہ دوسرے سے ہوتا تھا' شریعت اسلام نے اس رواج کو ختم کر دیا۔

(۳) فَاِنِّیْ طَبِیْبٌ چونکہ اس کلام میں طب دانی کا دعویٰ تھا تو آپ ﷺ کو ان کی جہالت اور بے ادبی پر مبنی بات پسند نہ آئی اس لئے آپ ﷺ نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے فرمایا کہ تو تو فقط رفیق ہے یعنی مریض پر نرمی اور مہربانی برتتا ہے اس

کئے لئے نسخہ اور دوا تجویز کرتا ہے جس کو تو اس کے لئے مفید سمجھتا ہے اور جس کو تو اس کے حال کے نامناسب اور مضر سمجھتا ہے اس سے پرہیز کرواتا ہے بس یہی تیرے بس میں ہے' حقیقت میں مرض کو سمجھنا اور مریض کو شفا دے دینا تیرے اختیار میں نہیں ہے' یہ اللہ وحدہٗ لاشریک کے قبضہ قدرت میں ہے جو بیماری کی حقیقت اور دوا کی حقیقت کو جانتا ہے اور اس کے علاوہ کوئی شفا نہیں دے سکتا' ہمیشہ کی بقا اسی کو حاصل ہے۔ (ع ح' مولانا)

۲۳/۳۴۱۵ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقِيْدُ الْاَ بَ مِنِ ابْنِهٖ وَلَا يُقِيْدُ الْاِ بْنَ مِنْ اَبِيْهِ ۔ (رواہ الترمذی وضعفہ)

أخرجه الترمذی ۱۱/٤ الحدیث رقم ۱۳۹۹۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے انہوں نے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باپ کا قصاص تو اس کے بیٹے سے لیتے تھے البتہ بیٹے کا قصاص اس کے باپ سے نہ لیتے تھے۔ ترمذی نے روایت نقل کر کے ضعیف کہا۔

تشریح ❁ یعنی اگر بیٹا باپ کو قتل کر دے تو اس سے قصاص لیا جائے گا اور اگر باپ بیٹے کو قتل کر ڈالے تو باپ سے قصاص نہ لیا جائے گا بلکہ دیت لی جائے گی۔ (ح)

۲۴/۳۴۱۶ وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَتَلَ عَبْدَهٗ قَتَلْنَاهُ وَمَنْ جَدَعَ عَبْدَهٗ جَدَعْنَاهُ (رواہ الترمذی وابوداوٗد وابن ماجة والدارمی وزاد النسائی فی روایة اخری) وَمَنْ خَصٰى عَبْدَهٗ خَصَيْنَاهُ .

أخرجه ابوداوٗد فی السنن ٦٥٤/٤ الحدیث رقم ٤٥١٦۔ والترمذی فی ١٨/٤ الحدیث رقم ١٤١٤۔ والنسائی ٢٠/٨ الحدیث رقم ٤٧٣٦۔ وابن ماجه فی ٨٨٨/٢ الحدیث رقم ٢٦٦٤۔ والدارمی فی ٢٥/٢ الحدیث قم ٤٧٣٦ واحمد فی المسند ١٠/٥۔

ترجمہ: حضرت حسن بصری نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے غلام کو قتل کرے گا ہم اس کو قتل کریں گے اور جو غلام کے اعضاء کاٹے گا (یعنی ناک' کان' ہاتھ' پاؤں کاٹے گا) تو ہم اس کے اعضاء کاٹیں گے۔ یہ ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ' دارمی کی روایت ہے اور نسائی کی روایت میں ہے کہ جو کوئی اپنے غلام کو خصی کرے گا ہم اس کو خصی کریں گے۔

تشریح ❁ مَنْ قَتَلَ عَبْدَهٗ : یہ بطریق زجر و توبیخ کے فرمایا تاکہ لوگ اپنے غلام کو مار ڈالنے سے باز رہیں۔ جیسا کہ چوتھی یا پانچویں بار شراب پینے والے کے متعلق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا حالانکہ جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل نہیں کیا۔

(۲) بعض نے کہا کہ اس حدیث میں غلام سے مراد وہ ہے جس کو آزاد کر دیا گیا ہو۔ اس کو غلام تو سابقہ حالت کے لحاظ سے کہا گیا ہے۔

(۳) بعض نے کہا یہ حدیث اس آیت کی وجہ سے منسوخ ہے ﴿الحر بالحر والعبد بالعبد﴾

(۴) مسلک احناف: آزاد کو غلام کے قتل کی صورت میں قتل کیا جائے گا جبکہ وہ غیر کے غلام کو قتل کرے۔ البتہ اپنے غلام کے بدلے قتل نہ کیا جائے گا۔

ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم:

آزاد کو غلام کے بدلے قتل نہ کیا جائے خواہ غیر کا غلام ہو یا اپنا غلام ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿الحر بالحر......﴾ ابراہیم نخعی وسفیان ثوری کہتے ہیں آزاد کو غلام کے بدلے قتل کیا جائے گا خواہ اپنا غلام ہی کیوں نہ ہو۔

(۵) وَمَنْ جَدَعَ: شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ تمام اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ آزاد کے اعضاء غلام کے اعضاء کے بدلے نہ کاٹے جائیں گے۔ پس اس اتفاق واجماع سے ثابت ہوا کہ اس حدیث کا محمل زجر وتوبیخ اور ممانعت ہے یا یہ حدیث منسوخ ہے۔ (ح۔ع)

۳۴۱۷/۲۵ وعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَتَلَ مُتَعَمِّدًا دُفِعَ اِلٰى اَوْلِيَاءِ الْمَقْتُوْلِ فَاِنْ شَاءُوْا قَتَلُوْا وَاِنْ شَاءُوْا اَخَذُوا الدِّيَةَ وَهِيَ ثَلَاثُوْنَ حِقَّةً وَثَلَاثُوْنَ جَذَعَةً وَاَرْبَعُوْنَ خَلِفَةً وَمَا صَالَحُوْا عَلَيْهِ فَهُوَ لَهُمْ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ٦/٤ الحديث رقم ١٣٨٧۔ وابن ماجه فی ٨٧٧/٢ الحديث رقم ٢٦٢٦۔ واحمد فی المسند ١٨٣/٢۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جان بوجھ کر قتل کرے اسے ورثاء مقتول کے حوالہ کیا جائے اگر وہ چاہیں تو قتل کر دیں اور اگر چاہیں تو دیت لے لیں۔ دیت کی تفصیل اس طرح ہے۔

① تیس اونٹنیاں جن کی عمر کا چوتھا سال ہو۔
② تیس اونٹنیاں جن کی عمر کا پانچواں سال ہو۔
③ چالیس اونٹنیاں جو حاملہ ہوں۔

میزان = ۱۰۰

(اس کے علاوہ) جس چیز پر وہ صلح کریں وہ ان کے لئے ہے۔ (یعنی دیت ورثاء مقتول کا حق ہے۔ اگر واجب دیت سے کم پر ورثاء صلح کرلیں تو وہی واجب ہے)۔

یہ ترمذی کی روایت ہے۔

① امام شافعی اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا یہی مسلک ہے۔ جو روایت میں مذکور ہے۔
② امام ابوحنیفہ اور ابویوسف رحمہما اللہ کے ہاں سو اونٹ جو چار قسم پر مشتمل ہوں۔

پچیس بنت مخاض (ایک سالہ)

پچیس بنت لبون (دوسالہ)

پچیس حقہ (تین سالہ)

پچیس جذعہ (چار سالہ)

اور اس کی دلیل روایت سائب بن یزید ہے کہ آپ ﷺ نے سو اونٹوں کا حکم فرمایا جن کی مندرجہ بالا اقسام ہوں۔

روایت کا جواب:

دیت میں اختلاف صحابہ رضی اللہ عنہم کی وجہ سے یہ حدیث غیر ثابت ہے۔ اگر یہ حدیث ثابت ہوتی تو دیت کے بارے میں صحابہؓ کا اختلاف نہ ہوتا۔ (ح)

۲۶/۳۴۱۸ وَعَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُوْنَ تَتَكَافَأُ دِمَاءُ هُمْ وَيَسْعٰى بِذِمَّتِهِمْ اَدْنَا هُمْ وَيَرُدُّ عَلَيْهِمْ اَقْصَا هُمْ وَهُمْ يَدٌ عَلٰى مَنْ سِوَاهُمْ اَلَا لَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ وَلَا ذُوْعَهْدٍ فِيْ عَهْدِهٖ ۔ (رواه ابوداوٗد والنسائی ورواه ابن ماجة عن ابن عباس)

أخرجه ابوداوٗد فی کتاب السنن ١٦٦/٤ الحديث رقم ٤٥٣٠۔ والنسائی فی ٢٤/٨ الحديث رقم ٤٧٤٦۔ واحمد فی المسند ١٢٢/١۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان باہم قصاص اور دیت میں برابر ہیں۔ ان میں ادنیٰ بھی ذمہ وعہد کی سعی کر سکتا ہے اور جو ان میں بہت دور ہے تو وہ انہی پر لوٹاتا ہے۔ مسلمان ایک ہاتھ کا حکم رکھتے ہیں (یعنی معاونت کرنے اور اتفاق رکھنے اور اختلاف نہ کرنے میں) ان لوگوں کے سلسلہ میں جو ان کے علاوہ ہیں یعنی کافر یعنی ایک ہاتھ کے اجزاء جس طرح ملنے اور پکڑنے میں ایک دوسرے سے جدا اور ایک دوسرے کے خلاف نہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کو چاہئے کہ آپس میں ایک دوسرے کی معاونت کو کفار کے مقابلہ میں برقرار رکھیں۔ سنو! کوئی مسلمان کافر کے بدلے نہ مارا جائے اور نہ عہد والا مارا جائے (یعنی ذمی) جو اپنے عہد میں ہو۔ یہ ابوداوٗد نسائی کی روایت ہے۔ ابن ماجہ نے ابن عباس سے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ **تَتَكَافَأُ**: یعنی عام خاص چھوٹے بڑے عالم وجاہل مرد وعورت ان مقدمات یعنی قصاص دیت لینے دینے میں تمام برابر ہیں۔ جو بڑے نسب والے کی دیت وہی کم درجہ نسب والے کی دیت ہوگی یا اس کا عکس ہو ان میں کچھ فرق نہیں ہے۔ اگرچہ زمانہ جاہلیت میں عالی نسب کو عام آدمی کے قتل کی صورت میں قتل نہ کیا جاتا تھا بلکہ اس کے بدلے اپنی قوم کے کم دست لوگوں کو قتل کر دیتے۔

(۲) **وَيَسْعٰى**: یعنی اگر کسی ادنیٰ مسلمان نے مثلاً عورت یا غلام نے کسی کافر کو امن دیا تو چاہئے کہ اس کو تمام مسلمان امن دیں اور اس ایک مسلمان کے کیے ہوئے عہد کو نہ توڑیں۔

(۳) **وَيَرُدُّ عَلَيْهِمْ**: اس عبارت کے دو معنی ہیں: (۱) کسی مسلمان نے کافروں کے علاقہ سے دور کسی کافر کو امن دیا ہے تو کسی مسلمان کو اس عہد کے توڑنے کا حق نہیں ہے۔ (۲) اسلامی لشکر جب کفار کے علاقہ میں داخل ہوا اور ایک دستہ اس فوج کا کسی طرف کا علاقہ فتح کرنے کے لیے بھیجا جائے اور ان کو فتح نصیب ہو اور وہ مال غنیمت لائیں تو وہ فقط انہی کا حق نہیں ہے بلکہ وہ

تمام لشکر میں بانٹا جائے گا اور لوٹایا جائے گا۔

(۴) وَلَا ذُوْعَهْدٍ فِیْ عَهْدِهٖ : جب تک کوئی کافر ذمی بن کر رہتا ہے اور ذمہ داری کے کسی اصول کی خلاف ورزی نہیں کرتا تو اسے قتل نہ کیا جائے گا۔ اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ ذمی کا قتل جائز نہیں اور اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کو قتل کردے گا تو اس مسلمان کو اس کے قصاص میں قتل کیا جائے گا' جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں۔

(۵) لَا یُقْتَلُ مُسْلِمٌ: اس میں کافر سے کافر حربی مراد ہے ذمی مراد نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ حربی کافر کے بدلے مسلمان کو قتل نہ کیا جائے اور ذمی کے بدلے اس کو مارا جائے گا۔ جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے۔ البتہ امام شافعیؒ کے ہاں کوئی مسلمان کسی کافر کے بدلے نہ مارا جائے خواہ وہ کافر حربی ہو یا ذمی۔ (کذا قال مولانا من الشروح)

۳۴۱۹/۲۷ وَعَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ الْخُزَاعِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ اُصِیْبَ بِدَمٍ اَوْ خَبَلٍ وَالْخَبَلُ الْجُرْحُ فَهُوَ بِالْخِیَارِ بَیْنَ اِحْدٰی ثَلَاثٍ فَاِنْ اَرَادَ الرَّابِعَةَ فَخُذُوْا عَلٰی یَدَیْهِ بَیْنَ اَنْ یَقْتَصَّ اَوْ یَعْفُوَا اَوْ یَاْخُذَ الْعَقْلَ فَاِنْ اَخَذَ مِنْ ذٰلِكَ شَیْئًا ثُمَّ عَدَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهُ النَّارُ خَالِدًا فِیْهَا مُخَلَّدًا اَبَدًا۔ (رواہ الدارمی)

أخرجه ابوداوٗد فی کتاب ٦٣٦/٤١ الحدیث رقم ٤٤٩٦۔ وابن ماجه فی ٨٧٦/٢ الحدیث رقم ٢٦٢٣۔ والدارمی فی ٢٤٧/٢ الحدیث رقم ٢٣٥١۔

ترجمہ: حضرت ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس شخص کو کسی خون کی مصیبت پہنچائی جائے یا زخم کی یعنی ان کے کسی آدمی کو قتل کردیا جائے یا زخمی کردیا جائے یعنی اس کے کسی عضو کو کاٹ ڈالا جائے۔ تو اس یعنی وارث کو اختیار ہے کہ تین چیزوں میں سے جس کو چاہے اختیار کرلے پھر اگر وہ ان تین کے علاوہ چوتھی چیز کا طالب ہو تو اس کا ہاتھ پکڑو یعنی اس سے منع کرو۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں: (۱) بدلہ و قصاص لے' (۲) معاف کردے' (۳) دیت قبول کرے۔ پھر اگر اس نے ان تین میں سے کوئی ایک چیز قبول کرلی پھر اس کے بعد زیادتی کی (یعنی مثلاً معافی کے بعد دیت کا مطالبہ کردیا یا قصاص لے لیا) تو اس کے لئے ہمیشہ کی آگ ہے اس میں ہمیشہ رکھا جائے گا کبھی نکلنا نہ ہوگا۔ یہ دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ہمیشہ رہنے کی وضاحت روایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے فوائد میں گزر چکی ہے۔ انسانی جان کا معاملہ بہت اہم ہے اس لئے تاکید در تاکید اور شدید وعید کے ساتھ ذکر کیا۔ (ع)

۳۴۲۰/۲۸ وَعَنْ طَاوُوْسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قُتِلَ فِیْ عِمِّیَّةٍ فِیْ رَمْیٍ یَکُوْنُ بَیْنَهُمْ بِالْحِجَارَةِ اَوْ جَلْدٍ بِالسِّیَاطِ اَوْضَرْبٍ بِعَصًا فَهُوَ خَطَأٌ وَعَقْلُهٗ عَقْلُ الْخَطَاِ وَمَنْ قَتَلَ عَمْدًا فَهُوَ قَوَدٌ وَمَنْ حَالَ دُوْنَهٗ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَغَضَبُهٗ لَا یُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ۔ (رواہ ابوداوٗد والنسائی)

أخرجه ابوداوٗد فی السنن ٦٧٧/٤ الحدیث رقم ٤٥٤٠۔ والنسائی فی ٣٩/٨ الحدیث رقم ٤٧٨٩۔ وابن ماجه

فی ۸۸۰/۲ الحدیث رقم ۲۶۳۵۔

ترجمہ: حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ جو شخص بلوے میں مارا گیا یعنی مشتبہ حالت میں مارا گیا اس کا قاتل اور پتھراؤ میں قاتل کا حال معلوم نہیں یا کوڑوں سے ہلاک کیا گیا یا لاٹھیوں سے مارا گیا۔ پس یہ قتل خطاء ہے (یعنی گناہ نہ ہونے کے لحاظ سے اس میں قتل خطاء کی دیت لازم ہوگی) اور جس کو جان بوجھ کر مارا گیا اس قتل کی وجہ سے قصاص ہوگا۔ جو شخص قصاص کی راہ میں رکاوٹ ڈالے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور غضب ہے۔ اس کی فرض و نفل عبادت قبول نہ ہوگی۔ یہ ابوداؤد و نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ❁ لوگ آپس میں پتھروں سے لڑ رہے تھے اتفاقاً ایک پتھر کسی کے لگ گیا اور وہ اس سے مر گیا۔ پتھر کی قید اتفاقی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بوجھل چیز کے ساتھ جو قتل ہوا اس میں دیت لازم ہوتی ہے نہ کہ قصاص۔ اس کی دیت قتل خطاء کی دیت ہے۔ فقہاء کی اصطلاح میں اسے شبہ عمد کہا جاتا ہے۔

شبہ عمد کی تعریف :

① تیز دھار آلہ کے علاوہ کسی ایسی چیز سے قتل کرنا جس سے عموماً قتل واقع ہو جاتا ہے۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کے ہاں تعریف ہے۔

② صاحبین وامام شافعی رحمہما اللہ: کے نزدیک شبہ عمد یہ ہے کہ کسی ایسی چیز سے قتل کرنے کا قصد کرے جس سے عموماً قتل نہ واقع ہوتا ہو اور جس چیز سے عموماً قتل واقع ہوتا ہو وہ من جملہ عمد سے شمار ہوتا ہے جیسے پتھر اور عصا یہ صاحبین کے نزدیک قتل کی تعریف میں شامل ہے۔

تاویل حدیث:

① اس حدیث میں مذکورہ پتھر اور عصا امام ابوحنیفہ کے ہاں مطلق ہیں خواہ وہ ہلکے ہوں یا بھاری۔

② صاحبین وشافعی رحمہم اللہ کے ہاں اس سے ہلکے پتھر مراد ہیں۔

حاصل کلام: بھاری چیز کے ساتھ قتل کرنے میں امام ابوحنیفہؒ کے ہاں قصاص نہیں کیونکہ یہ قتل عمد نہیں ہے' البتہ صاحبین وشافعی رحمہم اللہ کے ہاں مذکورہ تفصیل ہے۔

(۳) **وَمَنْ حَالَ دُوْنَہٗ:** ورثاء مقتول کی راہ میں قصاص کے حصول میں جو شخص رکاوٹ ڈالے۔ اس پر لعنت ہے۔ **لَا یُقْبَلُ اللّٰہُ:** یہ زجر' تہدید اور شدید وعید ہے۔ (ح)

فوائد الفوائد:

اقسام قتل: (۱) قتل عمد (۲) شبہ عمد (۳) قتل خطاء (۴) قائم مقام خطاء (۵) قتل بالسبب ۔ یہ پانچ قسمیں ہوئیں۔

(۱) **قتل عمد:** امام ابوحنیفہؒ کے ہاں کسی ایسی چیز سے مارنا جو اعضاء کو جدا کر دے خواہ وہ ہتھیار ہو یا کوئی تیز دھار چیز مثلاً پتھر'

لکڑی یا لکڑی کی کھپچی یا شعلہ آگ وغیرہ۔ مگر صاحبینؒ کے ہاں قتل عمد وہ شمار ہوگا کہ جس میں کسی ایسی چیز سے قتل کیا جائے کہ جس سے عموماً قتل ہو جاتا ہے اور اس کا حکم یہ ہے اس قتل سے آدمی گناہ گار رہتا ہے اور اس میں قصاص یا معافی یا ورثاء کی رضا مندی پر دیت لازم ہوتی ہے۔ اس میں کفارہ نہیں ہے۔

(۲) شبہ عمد: ان مذکورہ اشیاء کے علاوہ اور کسی چیز سے قتل کرنا یہ قتل شبہ عمد کہلاتا ہے۔ اور اس قتل سے بھی قتل کا مرتکب گناہ گار رہوتا ہے اور عاقلہ پر سخت دیت لازم ہوتی ہے' قصاص لازم نہیں ہوتا۔ البتہ قطع عضو کی صورت میں قصاص میں عضو کاٹا جائے گا۔ (یہ جزوی قصاص ہے)

(۳) قتل خطأ: اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) ارادہ میں خطأ ہو وہ یہ ہے کہ شکار سمجھ کر آدمی کو تیر مار دیا یا مسلمان کو حربی سمجھ کر تیر مار دیا۔ (۲) فعل میں خطا وہ یہ ہے کہ تیر تو نشانے پر مار رہا تھا وہ کسی آدمی کو لگ گیا۔

(۴) قتل قائم مقام خطأ: کوئی شخص سو رہا تھا وہ کسی پر نیند میں گر پڑا وہ نیچے دب کر مر گیا۔

ان دونوں کا حکم: ان میں کفارہ لازم ہوتا ہے اور عاقلہ پر دیت آتی ہے۔ عزیمت کو چھوڑنے کی وجہ سے گناہ بھی ہوگا۔

(۵) قتل بالسبب: کسی نے کنواں کھدوایا کسی غیر کی ملک میں اس کی اجازت کے بغیر پتھر رکھا اس کنویں میں گر کر کوئی مر گیا یا پتھر کی ٹھوکر لگنے سے مر گیا۔ اس سے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی۔ کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

پہلی چار قسموں میں یعنی قتل عمد' شبہ عمد' قتل خطأ اور قتل قائم مقام خطأ میں قاتل مقتول کی میراث سے محروم رہے گا اور پانچویں قسم یعنی قتل بالسبب میں وہ میراث سے محروم نہ ہوگا مختصراً یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جس قتل کی وجہ سے قصاص یا کفارہ لازم ہوتا ہے اس میں قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہوگا اور جس قتل کی وجہ سے نہ قصاص لازم ہو اور نہ ہی کفارہ اس میں وارث ہوگا۔ (ملتقی' ہدایہ)

۲۹/۳۴۲۱ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اُعْفِيْ مَنْ قَتَلَ بَعْدَ اَخْذِ الدِّيَةِ

(رواه ابو داوٗد)

أخرجه ابو داوٗد فی السنن ٤٦٤/٤ الحديث رقم ٤٥٠٧۔ واحمد فی المسند ٣٦٣/٣۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس شخص کو نہ چھوڑوں گا (بلکہ اس شخص سے ضرور قصاص لوں گا) جو دیت لینے کے باوجود (قاتل کو) قتل کر دے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

۳۰/۳۴۲۲ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ يُصَابُ بِشَيْءٍ فِيْ جَسَدِهٖ فَتَصَدَّقَ بِهٖ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهٖ دَرَجَةً وَحَطَّ عَنْهُ خَطِيْئَةً۔

(رواه الترمذی وابن ماجة)

أخرجه الترمذی فی ٨/٤ الحديث رقم ١٣٩٣۔ وابن ماجه فی السنن ٨٩٨/٢ الحديث رقم ٢٦٩٣۔ واحمد فی

المسند ٤٤٨/٦۔

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جس شخص کو زخمی کیا گیا پھر اس نے معاف کر دیا یعنی زخم کرنے والے سے بدلہ نہ لیا اور تقدیر الٰہی پر صابر ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کا درجہ بلند کرتے ہیں اور اس کے گناہ کو زائل کرتے ہیں۔ یہ ترمذی و ابن ماجہ کی روایت ہے۔

الفصل الثالث:

۳۱/۳۴۲۳ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ قَتَلَ نَفَرًا خَمْسَةً اَوْسَبْعَةً بِرَجُلٍ وَّاحِدٍ قَتَلُوْهُ قَتْلَ غِيْلَةٍ وَقَالَ عُمَرُ لَوْتَمَالاَ عَلَيْهِ اَهْلُ صَنْعَاءَ لَقَتَلْتُهُمْ جَمِيْعًا۔

(رواه مالك وروى البخارى عن ابن عمر نحوه)

أخرجه مالك في الموطا ٨٧١/٢ الحديث رقم ١٣ من كتاب العقول۔

ترجمہ: حضرت سعید بن المسیّب کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک پوری جماعت کو جس کے پانچ یا سات افراد تھے ایک آدمی کے قتل کی وجہ سے قتل کیا' جنہوں نے خفیہ دھوکا دہی سے اسے قتل کیا تھا اور آپؓ نے فرمایا اگر تمام صنعاء والے اس کے قتل میں مددگار ہوتے تو میں سب کو قتل کر دیتا۔ یہ مالک کی روایت ہے۔ بخاری نے ابن عمرؓ سے اسی طرح کی روایت نقل کی ہے۔

تشریح ۞ صنعاء یمن کا دار الحکومت ہے۔ صنعاء کو خصوصاً اس لئے ذکر فرمایا کیونکہ قاتلین وہیں کے باشندے تھے یا اہل عرب میں کثرت کو بیان کرنے کے لئے یہ ضرب المثل ہے۔

(۲) اس روایت میں دلیل ہے کہ اگر ایک آدمی کے قتل میں بہت سے لوگ شریک ہوں تو سب کو قتل کیا جائے گا۔ (ح)

۳۲/۳۴۲۴ وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ حَدَّثَنِىْ فُلَانٌ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَجِيْءُ الْمَقْتُوْلُ بِقَاتِلِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُوْلُ سَلْ هٰذَا فِيْمَ قَتَلَنِىْ فَيَقُوْلُ قَتَلْتُهٗ عَلٰى مُلْكِ فُلَانٍ قَالَ جُنْدُبٌ فَاتَّقِهَا۔ (رواه النسائى)

أخرجه النسائي في ٨٤/٧ الحديث رقم ٣٩٩٨۔

ترجمہ: حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فلاں (صحابی) نے مجھے بیان کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مقتول قیامت کے دن قاتل کو حاضر کر کے کہے (اللہ تعالیٰ سے) کہے گا کہ آپ اس سے پوچھیں کہ اس نے مجھے کیوں قتل کیا۔ وہ کہے گا میں نے اسے فلاں کے دباؤ کی وجہ سے قتل کیا۔ جندب نے (اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد) کہا تم اس سے بچو۔ یہ نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ قَتَلْتُهٗ: ایک سوال: جواب سوال کے مطابق نہیں کیونکہ اس نے سبب قتل دریافت کیا۔ الجواب: یعنی فلاں بادشاہ کے زمانہ میں اس کی مدد سے میں نے اسے قتل کیا۔ یہ معنی اس صورت میں ہے جب کہ مُلک پڑھا جائے اور اگر مِلک میم کے کسرہ سے پڑھا جائے تو پھر یہ معنی ہوگا کہ میں نے اسے جھگڑے کے دوران قتل کیا جو میرے اور اس کے درمیان تھا اور فلاں کی ماتحتی

میں تھا۔اس صورت میں بیان واقعہ ہے۔

(۲) فَاتَّقِهَا :یعنی قتل کرنے سے بچو یا قتل میں مدد سے پرہیز کرو یا جھگڑے سے بچو جو کہ باعث قتل ہے۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

کہ جندب ایک بادشاہ کو نصیحت کر رہے تھے اور اس کو یہ حدیث سنائی تا کہ وہ قتل میں کسی ظالم کی مدد نہ کرے۔

(ح۔ع)

۳۳/۳۴۲۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعَانَ عَلٰى قَتْلِ مُؤْمِنٍ شَطْرَ كَلِمَةٍ لَقِيَ اللّٰهَ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ اٰيِسٌ مِّنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ۔ (رواہ ابن ماجة)

أخرجه ابن ماجه فی ۸۷٤/۲ الحديث رقم ۲٦۲۰۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کے قتل میں آدھی بات سے بھی شرکت کرے (مثلاً قتل کا لفظ پورا نہیں بولا بلکہ قت کہا) تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملے گا کہ اس کے ماتھے پر آنکھوں کے مابین اٰيِسٌ مِّنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ (یعنی اللہ کی رحمت سے مایوس) لکھا ہوگا۔ یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اٰيِسٌ :یہ کفر سے کنایہ ہے۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَا يَيْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُوْنَ﴾ ''رحمت الٰہی سے تو فقط کافروں کی قوم ہی ناامید ہوتی ہے''۔اس کا مطلب یہ ہے کہ مخلوقات کے سامنے اس علامت کی وجہ سے رسوا ہوگا اور یہ اس کی نشانی ہے۔اس سے تغلیظ وزجر مراد ہے یا اس کو حلال سمجھ کر کرنا مراد ہے۔(ع)

۳۴/۳۴۲۶ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَمْسَكَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ وَقَتَلَهُ الْاٰخَرُ يُقْتَلُ الَّذِيْ قَتَلَ وَيُحْبَسُ الَّذِيْ اَمْسَكَ۔ (رواہ الدا رقطنی)

أخرجه الدارقطنی فی ۱٤۰/۳ الحديث رقم ۱۷٦۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص کسی کو پکڑے اور دوسرا اسے قتل کر دے تو جس نے قتل کیا اسے (قصاص میں) قتل کیا جائے اور پکڑنے والے کو قید کیا جائے۔ یہ دارقطنی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ مثلاً ایک شخص کسی عورت کو پکڑ لے دوسرا اس سے زنا کرے تو زنا والے پر حد ہے اور پکڑنے والے پر تعزیر ہے۔اسی طرح قصاص تو قاتل پر ہے اور پکڑنے والے کو بطور تعزیر قید کیا جائے گا اور قید کی مقدار حاکم کی رائے پر ہوگی جس قدر مناسب خیال کرے قید کرے' لیکن یہ بعض شراح نے لکھا ہے جبکہ دیگر احادیث کو سامنے رکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ معاونِ قتل پر بھی قصاص ہے اور یہ حدیث منسوخ ہے۔

شمنیؒ کا قول:

جس کو ملتقی نے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو شیر کے آگے ڈال دے یا کسی اور درندے کے سامنے ڈالے اور وہ اسے ہلاک کر دے تو ڈالنے والے پر نہ قصاص لازم ہے نہ دیت ہوگی بلکہ اس کو سخت تعزیر اور دردناک انداز سے مارا جائے گا اور قید کیا جائے' یہاں تک کہ توبہ کرلے۔ (ح ع)

بَابُ الدِّيَاتِ

دیتوں کا بیان

فوائد الباب ☆ دیات یہ دیت کی جمع ہے۔ دیت اس مال کو کہتے ہیں جو قتل نفس کے بدلے میں دیا جائے یا کسی کا عضو کاٹنے کے بدلے میں دیا جائے۔ دیات یہ جمع انواع دیت کے لحاظ سے ہے مثلاً دیت نفس' دیت اعضاء اور دیت مغلظہ' دیت مخففہ۔

دیت مغلظہ: سو اونٹنیاں ہیں جن کی تفصیل امام ابوحنیفہ وابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اس طرح ہے۔

① بنت مخاض (وہ اونٹنی جو ایک سال کی ہو کر دوسرے سال میں لگی ہو) ۲۵ عدد

② بنت لبون (وہ اونٹنی جو دو سال کی ہو کر تیسرے سال میں لگی ہو) ۲۵ عدد

③ حقہ (وہ اونٹنی جو تین سال کی ہو کر چوتھے سال میں لگی ہو) ۲۵ عدد

④ جذعہ (وہ اونٹنی جو چار سال کی ہو کر پانچویں سال میں لگی ہو) ۲۵ عدد۔

امام محمد و شافعی رحمہما اللہ کے ہاں اس طرح تفصیل ہے:

① حقہ (وہ اونٹنی جو تین سال کی ہو کر چوتھے سال میں لگی ہو) ۳۰ عدد

② جذعہ (وہ اونٹنی جو چار سال کی ہو کر پانچویں سال میں لگی ہو) ۳۰ عدد

③ مثنہ (وہ اونٹنی جو پانچ سال کی ہو کر چھٹے سال میں لگی ہو) ۴۰ عدد

یہ تمام حاملہ ہوں۔ یہ شبہ عمد کی دیت ہے۔

دیت مخففہ: یہ دیت اگر سونے کی قسم سے دی جائے تو ایک ہزار دینار ہوں گے اور چاندی سے دیں تو دس ہزار درہم ہوں گے اور اگر اونٹوں سے ادا کریں تو پانچ قسم کے اونٹ دیں۔ جو درج ذیل ہے:

① ابن مخاض ۲۰ عدد

② بنت مخاض ۲۰ عدد

③ بنت لبون ۲۰ عدد

④ حقہ ۲۰ عدد

⑤ جذعہ ۲۰ عدد

یہ قتل خطاء کی دیت ہے۔ اسی طرح وہ قتل جو خطاء کے قائم مقام ہو اور قتل بالسبب کی بھی یہی دیت ہے۔
(ح۔ ملتقی)

الفصل الاول:

۱/۳۴۲۷ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ هٰذِهٖ وَهٰذِهٖ سَوَاءٌ يَعْنِي الْخِنْصَرَ وَالْإِبْهَامَ۔

(رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی الصحیح ۲۲٦/۱۲ الحدیث رقم ٦۸۹٥۔ وابوداؤد فی السنن ٦۹۰/٤ الحدیث رقم ٤٥٥۸ ۔ والترمذی ۸/٤ الحدیث رقم ۱۳۹۲۔ والنسائی فی ۸/ ٥٦ الحدیث رقم ٤۸٤۷۔ وابن ماجه فی ۸۸٥/۲ الحدیث رقم ۲٦٥۲۔ والدارمی فی ۲٥٥/۲ الحدیث رقم ۲۳۷۰۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھنگلیا اور انگوٹھا (دیت کے لحاظ سے) برابر ہیں۔ جیسا کہ راوی نے بیان کیا یعنی انگوٹھے اور چھنگلیا میں کوئی فرق نہیں۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ❁ اگر دونوں ہاتھوں یا دونوں پاؤں کی انگلیاں کاٹی جائیں تو مکمل دیت لازم آتی ہے کیونکہ جنس منفعت کو ختم کر دیا چونکہ انگلیاں ایک دوسرے کی معاون ہیں۔ اس لئے ہر انگلی کاٹنے پر دیت کا دسواں حصہ لازم ہوتا ہے اور دسواں حصہ دس اونٹ ہیں اور انگوٹھے اور چھنگلیا کی دیت برابر ہے اگرچہ انگوٹھے کے دو جوڑ اور انگلی میں تین جوڑ ہیں کیونکہ دونوں فائدے میں برابر ہیں اس لئے جوڑ کے اعتبار سے زیادتی اور نقصان کا اعتبار نہیں۔ جیسا کہ دائیں بائیں میں فرق نہیں اور جب ہر انگلی میں دیت کا دسواں حصہ ہے تو ہر انگلی میں اس کے جوڑ کے حساب سے دیت ہوگی۔ یعنی انگلی کے ہر جوڑ میں دسویں حصہ کا ایک تہائی ہوگا اور انگوٹھے کے جوڑ میں دسویں حصہ کا نصف ہوگا۔ اس لئے کہ اس کے دو جوڑ اور انگلیوں کے تین تین جوڑ ہیں۔ (ح)

۲/۳۴۲۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَنِيْنِ امْرَاَةٍ مِنْ بَنِيْ لِحْيَانَ سَقَطَ مَيِّتًا بِغُرَّةٍ عَبْدٍ اَوْاَمَةٍ ثُمَّ اِنَّ الْمَرْاَةَ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا بِالْغُرَّةِ تُوُفِّيَتْ فَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَنَّ مِيْرَاثَهَا لِبَنِيْهَا وَزَوْجِهَا وَالْعَقْلَ عَلٰى عَصَبَتِهَا۔ (متفق علیه)

صحیح بخاری، کتاب الدیات، باب جنین المرأة، ح ٦۹۰۹۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی لحیان کی ایک عورت کے بچے کے سلسلہ میں جو مردہ گر پڑا ایک غلام یا لونڈی کا فیصلہ فرمایا (یعنی اس عورت کے عاقلہ پر غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا لازم ہے)۔ پھر وہ عورت جس کے عاقلہ پر غلام یا لونڈی لازم کی تھی وہ خود بھی مرگئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی میراث اس کے بیٹوں اور خاوند کے لئے ہے اور یہ بھی فرمایا اس کی دیت عصبات پر ہے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ❁ دو عورتیں آپس میں لڑ پڑیں۔ ان میں سے ایک نے دوسری عورت کو پتھر مارا۔ جس کو پتھر مارا وہ حاملہ تھی وہ پتھر اس کے پیٹ پر لگا اور بچہ مر کر پیٹ سے باہر گر پڑا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اس عورت کے خاندان پر ایک غلام یا لونڈی واجب ہے۔ اگر پیٹ سے زندہ بچہ نکلتا اور پھر وہ پتھر مارنے سے مر جاتا تو پھر پوری دیت لازم ہوتی۔

غرّہ: کا لغوی معنی ہے وہ سفیدی جو گھوڑے کی پیشانی میں ہو ایک معنی سفید رنگ بھی آتا ہے لیکن یہاں مطلقاً غلام یا لونڈی مراد ہے، فقہاء کے ہاں غرّہ سے دیت کا بیسواں حصہ یعنی پانچ سو درہم مراد ہیں اور یہ عصبات پر لازم ہوں گے اور عصبہ سے مراد عاقلہ ہے یعنی دیت عاقلہ کے ذمہ ہے لیکن عاقلہ پر دیت واجب ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس کے وارث بھی ہوں گے اس لئے کہ ثبوت دیت ثبوت ارث کو مستلزم نہیں ہے۔ ورثاء اور لوگ ہیں۔ روایت میں بیٹے اور خاوند کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ اس واقعہ میں صرف یہی وارث موجود تھے ورنہ یہ تو ظاہر ہے کہ میراث تو ورثاء کے لئے ہے جو موجود ہوں جیسا کہ اگلی روایت میں وارد ہے: وَرَّثَهَا وَوَلَدَهَا وَمَنْ مَعَهُمْ۔ (ح)

۳/۳۴۲۹ وَعَنْهُ قَالَ اقْتَتَلَتِ امْرَأَتَانِ مِنْ هُزَيْلٍ فَرَمَتْ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى بِحَجَرٍ فَقَتَلَتْهَا وَمَا فِيْ بَطْنِهَا فَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ دِيَةَ جَنِيْنِهَا غُرَّةٌ عَبْدٌ اَوْ وَلِيْدَةٌ وَقَضٰى بِدِيَةِ الْمَرْاَةِ عَلٰى عَاقِلَتِهَا وَرَّثَهَا وَوَلَدَهَا وَمَنْ مَعَهُمْ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ٢٥٢/١٢۔ الحديث رقم ٦٩٠٩۔ ومسلم في ٩/٣-١٣ الحديث رقم (٣٥-١٦٨١)۔ وابوداؤد في السنن ٧٠٤/٤ الحديث رقم ٢٥٧٧۔ والترمذي في ١٦/٤ الحديث رقم ١٤١٠۔ والنسائي في ٤٧/٨ الحديث رقم ٤٨١٧۔ وابن ماجه۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ بنو ہذیل کی دو عورتیں باہم لڑ پڑیں ان میں سے ایک نے دوسری کو پتھر مار کر جان سے مار ڈالا اور اس کے پیٹ میں جو بچہ تھا وہ بھی مر گیا۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے پیٹ میں مرنے والے بچے کی دیت ایک غلام یا لونڈی ہے اور مقتولہ عورت کے متعلق کامل دیت کا حکم فرمایا اور اس کی ادائیگی اس عورت کے قبیلہ پر لازم کی اور مرنے والی عورت کی دیت کا وارث اس کی اولاد اور ان لوگوں کو بنایا جو میراث میں ان کے ساتھ شریک تھے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یہ بات ظاہر ہے کہ پہلی روایت میں اور عورت کا واقعہ ہے اور اس روایت میں قصہ دوسری عورت کا ہے۔ پہلی روایت میں پتھر مارنے سے عورت مری تھی لہٰذا صرف اس کی موت کا حال اور اس کا حکم بیان کرنا مقصود تھا۔

(۲) اس روایت میں جس عورت کو پتھر مارا گیا وہ اور اس کا بچہ دونوں مر گئے لہٰذا اس کا حکم بیان فرمایا گیا ہے۔

(۳) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ پتھر سے قتل کرنا دیت کا موجب ہے نہ کہ قصاص کا یہ قتل عمد کی قسم سے نہیں بلکہ شبہ عمد ہے۔ جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ کا مسلک ہے اور دیگر علماء جو اس بات کے قائل ہیں کہ ایسے بڑے پتھر سے مارنا بھی قتل عمد میں داخل ہے جس سے عموماً موت واقع ہو جاتی ہے اس لئے وہ کہتے ہیں اس حدیث میں پتھر سے چھوٹا پتھر مراد ہے۔ (ع)

۴/۳۴۳۰ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ امْرَاَتَيْنِ كَانَتَا ضَرَّتَيْنِ فَرَمَتْ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى بِحَجَرٍ اَوْ عَمُوْدِ فُسْطَاطٍ فَاَلْقَتْ جَنِيْنَهَا فَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجَنِيْنِ غُرَّةً عَبْدٍ اَوْ اَمَةً وَجَعَلَهٗ عَلٰى عَصَبَةِ الْمَرْاَةِ هٰذِهٖ رواية الترمذي وفي رواية مسلم قَالَ ضَرَبَتِ امْرَاَةٌ ضَرَّتَهَا بِعَمُوْدِ فُسْطَاطٍ وَهِيَ حُبْلٰى فَقَتَلَتْهَا قَالَ وَاحِدٰهُمَا لِحْيَانِيَّةٌ قَالَ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دِیَةَ الْمَقْتُوْلَةِ عَلٰی عَصَبَةِ الْقَاتِلَةِ وَغُرَّةً لِمَا فِیْ بَطْنِھَا۔

أخرجه البخاری فی صحیحه ۲۵۲/۱۲ الحدیث رقم ۶۹۱۰۔ ومسلم فی ۱۳۰۹/۳ الحدیث رقم (۳۶۔ ۱۶۸۱)۔ وابوداؤد فی ۷۰۱/٤ الحدیث رقم ٤۵۷۶ والنسائی فی ٤۸/۸ الحدیث رقم ٤۸۱۸۔ والدارمی فی ۲۵۸/۲ الحدیث رقم ۲۳۸۲۔ ومالك فی الموطا ۸۵۵/۲ الحدیث رقم ۵ من کتاب العقول واحمد فی المسند ۵۳۵/۲۔

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دوعورتیں باہم سوتنیں تھیں۔ایک نے دوسری کو پتھر یا خیمہ کے بانس سے مارا جس سے اس کے پیٹ کا حمل ساقط ہو کر گر گیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کے متعلق غرہ غلام یا لونڈی کو مارنے والی عورت کے خاندان پر لازم کیا۔یہ ترمذی کی روایت ہے۔

ایک اعتراض: صاحب مصابیح پر اعتراض ہے کہ ترمذی کی روایت کو فصل اول میں ذکر کر دیا حالانکہ فصل اول میں صحیحین کی روایات ذکر کرنے کا التزام تھا۔جواب یہ ہے کہ مسلم کی روایت میں بھی اسی طرح ہے: مغیرہ کہتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنی سوکن کو خیمے کا بانس مارا وہ حاملہ تھی اس کا حمل ضائع ہو گیا اور وہ سوکن بھی ضرب سے ہلاک ہوگئی۔مغیرہ کہتے ہیں ان میں سے ایک کا تعلق بنولحیان سے تھا (یہ ہذیل قبیلہ کی ایک شاخ ہے)۔تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرنے والی عورت کی دیت قاتلہ کے خاندان پر ڈالی اور پیٹ کے اندر مرنے والے بچے کی دیت ایک غرہ ٹھہرائی۔

تشریح ۞ اس روایت سے امام ابوحنیفہ کا مذہب ثابت ہوتا ہے کیونکہ عادۃً خیمہ کے بانس سے قتل واقع ہو جاتا ہے لیکن پھر بھی اس کو قتل عمد شمار کر کے قصاص کا فیصلہ نہیں فرمایا گیا۔(۲) شوافع کے ہاں اس روایت میں بھی خیمے کی چھوٹی لکڑی مراد ہے جیسا کہ اوپر پتھر سے چھوٹا پتھر مراد لیا گیا ہے جس سے عموماً قتل کا قصد نہیں کیا جاتا۔(ح)

الفصل الثانی:

۵/۳۴۳۱ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اِنَّ دِیَةَ الْخَطَاِ شِبْهِ الْعَمْدِ مَاکَانَ بِالسَّوْطِ وَالْعَصَا مِائَةٌ مِنَ الْاِبِلِ مِنْهَا اَرْبَعُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهَا اَوْلَادُهَا

(رواہ النسائی وابن ماجة والدارمی ورواہ ابوداؤد عنه وعن ابن عمرو فی شرح السنة لفظ المصابیح عن ابن عمر)

أخرجه النسائی فی السنن ٤۲/۸ الحدیث رقم ٤۷۹۹۔ وابن ماجه فی ۸۷۸/۲ الحدیث رقم ۲۶۲۸۔ والدارقطنی فی ۱۰۵/۳ الحدیث رقم ۸ فی کتاب الدیات۔ واحمد فی المسند ۱۱/۲۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قتل خطا اور شبہ عمد وہ جو کہ عصا اور کوڑے کے ساتھ ہو۔اس کی دیت سو اونٹ ہیں جن میں چالیس ایسی اونٹنیاں ہوں جو حاملہ ہوں۔ نسائی، ابن ماجہ، دارمی نے اس کو نقل کیا ہے اور ابوداؤد نے اس روایت کو ابن عمرو اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا۔شرح السنۃ میں مصابیح کے لفظ ابن عمرؓ سے منقول ہیں۔

تشریح ۞ مصابیح کے الفاظ یہ ہیں: اَلَا اِنَّ دِیَةَ الْخَطَاءِ شِبْهِ الْعَمْدِ مَا کَانَ بِالسَّوْطِ وَالْعَصَا مِائَةٌ مِنَ الْاِبِلِ مُغَلَّظَةِ

مِنْهَا اَرْبَعُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهَا اَوْلَادُهَا۔ گویا قتل عمد خطا سے مراد قتل خطا شبہ عمد ہے۔

(۲) اقسام قتل: ارتکاب قتل میں یا تو عمد کا دخل ہوتا ہے یا شبہ عمد کا یا پھر خطا محض کا۔

قتل عمد: سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو جان بوجھ کر مار ڈالے اور یہ مارنا کسی ایسے آلے سے ہو جو اعضاء جسم کو جدا کرنے یا چیر ڈالنے والا ہے۔ (۲) شبہ عمد کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کو جان بوجھ کر قتل کیا جائے مگر تیز دھار آلے کی بجائے کسی ایسی چیز سے ہلاک کیا جائے جس سے عموماً ہلاکت واقع ہوتی ہے۔

(۳) قتل خطا کی حقیقت اس طرح ہے کہ کسی کو قتل کے قصد کے بغیر یا نشانہ میں غلطی کی وجہ سے ہلاک کر دیا۔ گزشتہ صفحات میں ان تینوں کا تذکرہ ہو چکا ہے اور یہ حدیث امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کے مطابق ہے۔ اسی وجہ سے وہ اس روایت میں مذکورہ لاٹھی کو مطلق قرار دیتے ہیں خواہ وہ پتلی ہو یا موٹی اور دیگر ائمہ کہتے ہیں کہ کسی ایسی چیز سے قتل کرنا جو بھاری ہو یہ قتل عمد کی قسم ہے اور اسی کے حکم میں ہے۔ اسی وجہ سے وہ لاٹھی سے چھوٹی لاٹھی مراد لیتے ہیں جس سے عموماً ہلاکت واقع نہیں ہوتی۔

بعض روایات کا فرق: بعض روایات میں دیت کے ساتھ مغلظہ کا لفظ منقول ہے جیسا کہ مصابیح کی روایت میں یہ لفظ موجود ہے۔

شبہ عمد میں تغلیظ: شبہ عمد میں حضرت ابن مسعودؓ امام ابوحنیفہؒ ابو یوسف اور احمد رحمہم اللہ کے نزدیک تغلیظ یہ ہے کہ چار قسم کے اونٹ واجب ہوں گے۔ جن کی تفصیل فوائد الباب میں گزر گئی ہے۔

(۲) امام شافعی و محمد رحمہما اللہ کے ہاں تغلیظ میں تین قسم کے اونٹ ہوں گے ان کی تفصیل بھی گزر چکی ہے۔

خطا محض کا حکم: یہ ہے کہ اس میں دیت مغلظہ نہیں ہوتی بلکہ اس میں پانچ قسم کے اونٹ لازم ہوتے ہیں اور اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔

(۳) دیت مغلظہ کے بارے میں یہ روایت امام شافعی و محمد رحمہما اللہ کی دلیل ہے۔

جوابِ احناف:

یہ روایت ابن مسعود اور سائب بن یزید رضی اللہ عنہما کی روایات کے معارض ہے پس ہم نے پختہ روایات پر عمل کیا ہے۔

۶/۳۴۳۲ وَعَنْ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِوبْنِ حَزْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اِلٰى اَهْلِ الْيَمَنِ وَكَانَ فِیْ كِتَابِهٖ اَنَّ مَنِ اعْتَبَطَ مُؤْمِنًا قَتْلًا فَاِنَّهٗ قَوَدُيَدِهٖ اِلَّا اَنْ يَّرْضٰى اَوْلِيَاءُ الْمَقْتُوْلِ وَفِيْهِ اَنَّ الرَّجُلَ يُقْتَلُ بِالْمَرْاَةِ وَفِيْهِ فِی النَّفْسِ الدِّيَةُ مِائَةٌ مِّنَ الْاِبِلِ وَعَلٰى اَهْلِ الذَّهَبِ اَلْفُ دِيْنَارٍ وَفِی الْاَنْفِ اِذَا اُوْعِبَ جَدْعُهُ الدِّيَةُ مِائَةٌ مِّنَ الْاِبِلِ وَفِی الْاَسْنَانِ الدِّيَةُ وَفِی الشَّفَتَيْنِ الدِّيَةُ وَفِی الْبَيْضَتَيْنِ الدِّيَةُ وَفِی الذَّكَرِ الدِّيَةُ وَفِی الصُّلْبِ الدِّيَةُ وَفِی الْعَيْنَيْنِ الدِّيَةُ وَفِی الرِّجْلِ الْوَاحِدَةِ نِصْفُ الدِّيَةِ وَفِی الْمَاْمُوْمَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ وَفِی الْجَائِفَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ وَفِی الْمُنَقِّلَةِ خَمْسَ

عَشَرَةَ مِنَ الْاِ بِلِ وَفِیْ كُلِّ اِصْبَعٍ مِّنْ اَصَابِعِ الْيَدِ وَالرِّجْلِ عَشْرٌ مِّنَ الْاِ بِلِ وَفِي السِّنِّ خَمْسٌ مِنَ الْاِبِلِ (رواه النسائي والدارمي وفي رواية مالك) وَفِي الْعَيْنِ خَمْسُوْنَ وَفِي الْيَدِ خَمْسُوْنَ وَفِي الرِّجْلِ خَمْسُوْنَ وَفِي الْمُوْضِحَةِ خَمْسٌ.

أخرجه النسائي في السنن ٥٧/٨ الحديث رقم ٤٨٥٣۔ والدارمي في ٢٥٣/٢ الحديث رقم ٢٣٦٦۔ مالك في الموطا ٨٤٩/٢ الحديث رقم ١ من كتاب العقول۔

ترجمہ: ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے اپنے والد (محمد) سے اور انہوں نے ان کے دادا (عمرو بن حزم) سے نقل کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن والوں کی طرف خط لکھا۔ اس نامہ مبارک میں یہ درج تھا کہ جس شخص نے کسی مسلمان کو بے گناہ جان بوجھ کر مار ڈالا وہ اپنے ہاتھ کے فعل کا بدلہ دے (یعنی قتل کے بدلے اسے قتل کیا جائے) البتہ اگر ورثاء مقتول راضی ہوں (یعنی وہ دیت پر راضی ہو جائیں یا معاف کر دیں تو پھر قتل نہ کیا جائے) اس مبارک خط میں یہ مضمون بھی تھا کہ مرد کو عورت کے بدلے قتل کیا جائے اور یہ بھی درج تھا کہ جان کو مار ڈالنے کی دیت سو اونٹ ہیں (جس کے پاس اونٹ ہوں وہ تفصیل مذکور کے ساتھ ادا کرے) اور جن کے پاس نقد ہو تو وہ ہزار دینار دے اور جب ناک پوری کاٹی جائے تو اس کی دیت سو اونٹ ہے' اسی طرح اگر تمام دانت توڑے جائیں تو پوری دیت ہوگی اور اگر ہونٹ کاٹے جائیں تب بھی پوری دیت ہوگی اور خصیتین کے کاٹ ڈالنے میں بھی کامل دیت ہے۔ اسی طرح آلہ تناسل کاٹ دینے میں کامل دیت ہوگی۔ ریڑھ کی ہڈی توڑنے' دونوں آنکھیں پھوڑنے میں مکمل دیت ہوگی۔

①	ایک پاؤں	نصف دیت
②	سر کے مغز کے چھلکا تک زخم میں	ثلث دیت
③	پیٹ کے زخم میں	ثلث دیت
④	ایسا زخم جس سے ہڈی سرک جائے	پندرہ اونٹ
⑤	ہاتھ پاؤں کی ہر ایک انگلی میں	دس دس اونٹ
⑥	ہر ہر دانت کے بدلے	پانچ پانچ اونٹ ہوں گے

یہ روایت نسائی اور دارمی نے نقل کی ہے۔ مؤطا امام مالک کی روایت میں یہ ہے کہ:

⑦	ہر ایک پاؤں کے بدلے	پچاس اونٹ ہیں
⑧	ہر ایک ہاتھ میں	پچاس اونٹ
⑨	ہر ایک آنکھ میں	پچاس اونٹ
⑩	جس زخم میں ہڈی کھل گئی	پانچ اونٹ

تشریح ۞ قتل نفس میں دیت ہے یعنی قتل عمد میں جب ورثاء کی طرف سے قصاص سے درگزر کیا جائے اور مقتول کے ورثاء دیت پر راضی ہوں اور قتل خطأ اور شبہ عمد میں تو شروع ہی سے دیت لازم ہوتی ہے۔ اگر سونے سے دیت ادا کی جائے تو اس کی

مقدار ایک ہزار دینار ہیں اور اگر چاندی سے ادا کی جائے تو اس کی مقدار دس ہزار درہم ہیں۔ چاندی کو اس لئے روایت میں ذکر نہیں کیا گیا کہ قیاس سے اسی کو مراد لیا جاسکتا ہے اس لئے فقط اونٹوں اور سونے کے ذکر پر اکتفاء کیا گیا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ مقتول کے ورثاء اور قاتل باہم جس چیز پر متفق ہو جائیں وہ ہی چیز بطور دیت واجب ہو جائے گی۔ اونٹ والے سے اونٹ لے لئے جائیں اور نقد والوں سے نقدی۔ یہ مطلب نہیں کہ اونٹ واجب ہیں اور اس کے علاوہ دوسری چیز نامقبول اور نا قابل اعتبار ہے۔ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ دیات کے اندر دراہم و دینار دیئے جائیں یا نہیں:

① امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک اونٹ کی موجودگی میں بھی دراہم کا لینا جائز ہے۔

② امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر فریقین رضامند ہوں تو پھر اونٹ کی موجودگی میں نقد لیا جاسکتا ہے خصوصاً جب دونوں آنکھوں کو پھوڑا جائے ورنہ اونٹوں کو چھوڑ کر نقدی جائز نہیں۔

قطع اعضاء کا قاعدہ:

اگر کسی عضو کی منفعت مکمل طور پر ختم ہوگئی یا اس سے جو جمال مقصود تھا وہ جاتا رہا تو اس صورت میں مکمل دیت لازم ہوگی' چونکہ یہ تلف نفس کی طرح ہے تو عظمت کی وجہ سے تلف نفس کے ساتھ اس کو لاحق کر دیا اس کے لئے بنیادی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد کہ پانچ چیزوں میں کامل دیت ہوگی جن کی وجہ سے انسان کا حسن و جمال اور عظمت مجروح ہوتے ہیں۔ ان میں زبان اور ناک بھی ہیں۔

اس اصول سے بہت ساری فروع اور ان کا حکم ملتا ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے شخص پر چار دیتیں واجب کی تھیں کہ جس کی ضرب سے دوسرے کی عقل' سمع' بصر اور کلام زائل ہوگیا تھا ان کو بھی ان کامل دیتوں میں شمار فرمایا ہے) اسی طرح اگر کسی کی داڑھی کو مونڈھ ڈالے اور پھر وہ دوبارہ نہ نکلے تو اس پر بھی کامل دیت آئے گی کیونکہ اس نے مکمل جمال کو زائل کر دیا اور سر کے بالوں کا بھی یہی حکم ہے۔ کذافی الہدایہ۔ (ع ح)

۳۴۴۳/۷ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَوَاضِحِ خَمْسًا خَمْسًا مِّنَ الْاِبِلِ وَفِي الْاَسْنَانِ خَمْسًا خَمْسًا مِّنَ الْاِبِلِ۔

(رواہ ابوداوٗد والنسائی والدارمی وروی الترمذی وابن ماجۃ الفصل الاول)

أخرجه ابوداوٗد فی السنن ١٩٥/٤ الحديث رقم ٤٥٦٦۔ والترمذی فی ٧/٤ الحديث رقم ١٣٩٠۔ والنسائی فی ٦٧/٨ الحديث رقم ٤٨٥٢۔ وابن ماجه فی ٨٨٦/٢ الحديث رقم ٢٦٥٥۔ والدارمی فی ٢٥٥/٢ الحديث رقم ٢٣٧٢۔ واحمد فی المسند ٢١٥/٢۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت نقل کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان زخموں کے بارے میں جن سے نیچے والی ہڈی ظاہر ہو جائے پانچ پانچ اونٹ کا فیصلہ فرمایا اور ہر دانت کے بدلے پانچ پانچ اونٹ کا۔ یہ ابوداؤد' نسائی اور دارمی کی روایت ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے پہلا جملہ جس میں زخموں کا تذکرہ ہے وہ نقل کیا ہے۔

سوال: اگر کسی شخص کے ذہن میں یہ بات آئے کہ تمام دانتوں میں تو کامل دیت لازم آتی ہے یہ تو ہر دانت کے بدلے پانچ اونٹ کیسے ہوئے کیونکہ دانت یا تو تیس ہوتے ہیں یا اٹھائیس۔

جواب: یہ شارع کی طرف سے مقرر کئے گئے احکام ہیں ان میں عقل کا دخل نہیں البتہ بعض اعضاء ایسے ہیں جن میں دونوں کے زائل ہونے میں کامل دیت ہے مثلاً آنکھیں تو ایک آنکھ میں نصف دیت لازم ہے لیکن اس میں بھی اصل چیز حکم شارع ہی ہے نہ کہ قیاس۔

۳۴۳۴/۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَصَابِعَ الْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ سَوَاءً۔ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں (کی دیت) کو برابر قرار دیا۔ یہ روایت ابوداؤد و ترمذی نے نقل کی ہے۔

تشریح ❁ انگوٹھا اور چھنگلیا اگرچہ دونوں جوڑوں کے لحاظ سے متفاوت ہیں مگر حکم کے لحاظ سے یکساں ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔(ع)

۳۴۳۵/۹ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَصَابِعُ سَوَاءٌ وَالْاَسْنَانُ سَوَاءٌ الثَّنِيَّةُ وَالضِّرْسُ سَوَاءٌ هٰذِهٖ وَهٰذِهٖ سَوَاءٌ۔ (رواه ابوداؤد)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ٦٩١/٤ الحديث رقم ٤٥٦١۔ واخرج الترمذی نحوه مختصراً ٨/٤ الحديث رقم ١٣٩١۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے انگلیاں (دیت میں) برابر ہیں اور دانت برابر ہیں (یعنی اگرچہ ظاہری طور پر ان میں چھوٹے بڑے کا فرق ہے مثلاً) اگلے دانت اور داڑھیں وغیرہ برابر ہیں (بعض داڑھیں اگرچہ اگلے دانتوں سے بڑی ہیں (اسی طرح چھنگلیا اور انگوٹھے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ) یہ اور یہ برابر ہیں۔ یہ روایت ابوداؤد نقل کی ہے۔

۳۴۳۶/۱۰ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ ثُمَّ قَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّهٗ لَا حِلْفَ فِي الْاِسْلَامِ وَمَا كَانَ مِنْ حِلْفٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَاِنَّ الْاِسْلَامَ لَا يَزِيْدُهٗ اِلَّا شِدَّةً الْمُؤْمِنُوْنَ يَدٌ عَلٰى مَنْ سِوَاهُمْ يُجِيْرُ عَلَيْهِمْ اَدْنَاهُمْ وَيَرُدُّ عَلَيْهِمْ اَقْصَاهُمْ يَرُدُّ سَرَايَاهُمْ عَلٰى قَعِيْدَتِهِمْ لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ دِيَةُ الْكَافِرِ نِصْفُ دِيَةِ الْمُسْلِمِ لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ وَلَا تُؤْخَذُ صَدَقَاتُهُمْ اِلَّا فِيْ دُوْرِهِمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ دِيَةُ الْمُعَاهِدِ نِصْفُ دِيَةِ الْحُرِّ ۔ (رواه ابوداؤد)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ٧١٧/٤ الحديث رقم ٤٥٨٣۔ واحمد فی المسند ١٨٠/٢۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ والے سال خطبہ ارشاد فرمایا (یعنی حمد وثناء کے بعد فرمایا) اے لوگو! بے شک عہد اور قسم کوئی اسلام پیدا نہیں کرتا۔ جاہلیت کے زمانے میں جو عہد اور قسم ہے اس کو اور زیادہ مضبوط کرتا ہے مسلمانوں کا حکم ایک ہاتھ جیسا ہے۔ اور

ایک ادنیٰ ترین مسلمان وہ تمام مسلمانوں کی طرف سے پناہ دے سکتا ہے اور جو مسلمان دوسرے مسلمانوں سے انتہائی دور رہنے والا ہے وہ بھی اس بات کا حق رکھتا ہے اور مسلمان لشکران مسلمانوں کو بھی غنیمت کا حقدار بناتا ہے جو لشکر کے ساتھ نہیں گئے بلکہ پڑاؤ میں بیٹھے رہے۔ اچھی طرح سنو! کوئی مسلمان کسی کافر (یعنی حربی) کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے (بلکہ امام شافعیؒ ذمی کافر کے بدلے میں بھی قتل کے قائل نہیں) ذمی کافر کی دیت مسلمان کی دیت سے نصف ہے۔ زکوٰۃ کی وصولی کرنے والا عامل زکوٰۃ کے مویشیوں کو اپنی طرف نہ منگوائے اور زکوٰۃ دینے والے بھی اپنے مویشیوں کو دور دور نہ ہٹائیں۔ مال کی زکوٰۃ ان کے گھروں پر ہی وصول کی جائے گی اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ معاہد کی دیت آزاد آدمی کی دیت سے آدھی ہے۔ اس کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ **لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ** اصل میں حلف کا معنی ہے عقد کرنا اور عہد باندھنا۔ جاہلیت کے زمانہ میں لوگ آپس میں عہد کرتے تھے کہ وہ ایک دوسرے کے وارث بنیں گے لڑائی اور فتنہ انگیزی میں ایک دوسرے کے مددگار ہوں گے اسی طرح واجب ضمانتوں کی ادائیگی میں ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے وغیرہ۔ آپ ﷺ نے اس قسم کے معاہدوں سے اسلام لانے کے بعد روک دیا اور اسی کے متعلق فرمایا **لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ**۔

زمانہ جاہلیت میں بعض قبائل باہم مظلوم کی مدد کرنے، رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرتے اور ان کے حقوق کی حفاظت کے معاہدے کرتے تھے۔ اسلام نے ان معاہدوں کو قائم اور ثابت رکھا اور اسی کو (**ما كان من حلف في الجاهلية**) سے ذکر فرمایا۔

(۲) **يَرُدُّ سَرَايَاهُمْ** : یہ سابقہ کلام کی وضاحت ہے اس کی تشریح کتاب القصاص کی دوسری فصل روایت علیؓ کے فائدہ میں گزر چکی ہے۔

(۳) **لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ** : اس کی وضاحت بھی اسی گزشتہ حوالے کے تحت درج ہو چکی۔

(۴) **دِيَةُ الْكَافِرِ نِصْفُ دِيَةِ الْمُسْلِمِ** : اس روایت سے امام مالکؒ نے استدلال کیا ہے کہ کافر کی دیت مسلمان سے آدھی ہے اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کی روایت میں کافر کی دیت مسلمان کی دیت کا تیسرا حصہ ہے اور احناف کے ہاں ذمی کی دیت مسلمان کے برابر ہے اور ہدایہ کے اندر ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ ہر ذی عہد کی دیت معاہدے کے دوران ایک ہزار دینار ہے اور ساتھ یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم نے اسی پر عمل کیا۔ جب حضرت امیر معاویہؓ کا زمانہ آیا تو انہوں نے معاہد کی دیت کو نصف کر دیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں وارد ہے کہ ذمی اس لئے جزیہ دیتے ہیں کہ ان کا خون ہمارے خونوں کے برابر اور ان کے اموال ہمارے اموال کی طرح ہوں اور یہ بھی کہا گیا کہ جو کچھ اس کے خلاف کسی صحابی سے روایت کی گئی ہے وہ ان آثار مشہورہ کے معارض نہیں بن سکتی۔

(۵) **لَا جَلَبَ** سے مراد یہ ہے کہ زکوٰۃ لینے والا وصولی زکوٰۃ کے لئے جائے اور گھروں سے کسی دور جگہ میں مقیم ہو کر ان کے مالوں کو وہاں منگوائے اور ان سے صدقات وصول کرے یہ درست نہیں۔

(۶) جنب : مویشیوں کے مالکان اپنے مویشیوں کو دور لے جائیں تا کہ زکوٰۃ لینے والے کو وہاں جانے کی مشقت اٹھانی پڑے

اس سے بھی منع فرمایا پہلی بات میں مویشیوں کے مالکوں پر مشقت ہے اور دوسری بات میں عاملین کے لئے پریشانی ہے۔اس کی تفصیل کتاب الزکوٰۃ میں گزر چکی ہے۔

(۷) ولا یوخذ یہ ماقبل کی تاکید اور تفسیر ہے۔(ع ح)

۱۱/۳۴۳۷ وَعَنْ خِشْفِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ دِيَةِ الْخَطَإِ عِشْرِيْنَ بِنْتَ مَخَاضٍ وَعِشْرِيْنَ ابْنَ مَخَاضٍ ذُكُوْرٍ وَعِشْرِيْنَ بِنْتَ لَبُوْنٍ وَعِشْرِيْنَ جِذْعَةً وَعِشْرِيْنَ حِقَّةً (رواه ابوداؤد والترمذی والنسائی والصحیح انه مو قوف علی ابن مسعود) وَخِشْفٌ مَجْهُوْلٌ لَا يُعْرَفُ اِلَّا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَرُوِیَ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْدٰی قَتِيْلَ خَيْبَرَ بِمِائَةٍ مِنْ اِبِلِ الصَّدَقَةِ وَلَيْسَ فِیْ اَسْنَانِ اِبِلِ الصَّدَقَةِ ابْنُ مَخَاضٍ اِنَّمَا فِيْهَا ابْنُ لَبُوْنٍ .

أخرجه ابوداؤد فی السنن ٤/ ٦٨٠ الحدیث رقم ٤٥٤٥۔ والترمذی فی ٤/ ٥ الحدیث رقم ١٣٨٦۔ والنسائی فی ٨/ ٤٣ الحدیث رقم ٤٨٠٢۔ وابن ماجه فی ٢/ ٨٧٩ الحدیث رقم ٢٦٣١۔

ترجمہ: خشف بن مالک نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطا کی دیت اس طرح مقرر فرمائی: بیس اونٹنیاں جو دوسرے سال میں ہوں اور بیس اونٹ جو دوسرے سال میں لگے ہوئے ہوں اور بیس اونٹنیاں جو تیسرے سال میں ہوں اور بیس اونٹنیاں جو پانچویں سال میں ہوں اور بیس اونٹنیاں جو چوتھے سال میں ہوں۔ یہ ترمذی، ابوداؤد اور نسائی کی روایت ہے۔صحیح یہ ہے کہ یہ روایت موقوف ہے یعنی ابن مسعودؓ کا قول ہے خشف نامی راوی معلوم ہے صرف اسی ایک روایت میں اس کا تذکرہ ہے۔شرح السنۃ میں علامہ بغوی نے نقل کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس شخص کی دیت دی تھی جو کہ خیبر میں مارا گیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دیت سو اونٹ زکوٰۃ کے اونٹوں میں سے دیئے تھے حالانکہ زکوٰۃ کے اونٹوں میں کوئی اونٹ بھی ایک سال کا نہیں تھا ان میں دو برس کے اونٹ تھے۔

تشریح ۞ فِیْ دِیَةِ الْخَطَاءِ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خطا کی دیت پانچ قسم کے اونٹ ہیں۔اکثر اہل علم کا یہی قول ہے صرف اختلاف ان اونٹوں کی تقسیم میں ہے۔احناف کا قول وہی ہے جو اس روایت میں مذکور ہے اور امام شافعیؒ کے ہاں ابن مخاض کی جگہ ابن لبون ہے۔ یہ روایت ان کے خلاف دلیل ہے۔بعض لوگوں نے اس حدیث پر تنقید و تبصرہ کیا ہے اس کے جوابات ملاعلی قاریؒ نے شرح مرقات میں دیئے ہیں ان جوابات کا حاصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دیت ادا فرمائی تھی وہ بطور تبرع اور احسان کے تھی بطور حکم کے نہ تھی۔آخر میں علامہ بغوی نے اس میں روایت کیا کہ یہ حدیث سابقہ حدیث کے خلاف ہے اس میں ابن مخاض کا ثبوت ہے اور اس روایت میں ابن لبون کا اور امام شافعیؒ نے اسی روایت کو لیا ہے اس کا جواب بھی ملاعلی قاریؒ نے مرقات میں خوب لکھا ہے اس کی طرف رجوع کیا جائے۔(ع ح)

۱۲/۳۴۳۸ وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ كَانَتْ قِيْمَةُ الدِّيَةِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانَ مِائَةِ دِيْنَارٍ اَوْ ثَمَانِيَةَ الَافِ دِرْهَمٍ وَدِيَةُ اَهْلِ الْكِتَابِ يَوْمَئِذٍ نِصْفٌ مِّنْ دِيَةِ الْمُسْلِمِيْنَ قَالَ فَكَانَ كَذٰلِكَ حَتّٰى اُسْتُخْلِفَ عُمَرُ فَقَامَ خَطِيْبًا فَقَالَ اِنَّ الْاِبِلَ قَدْ غَلَتْ قَالَ

فَفَرَضَهَا عُمَرُ عَلٰی اَهْلِ الذَّهَبِ اَلْفَ دِيْنَارٍ وَعَلٰی اَهْلِ الْوَرِقِ اِثْنَیْ عَشَرَ اَلْفًا وَعَلٰی اَهْلِ الْبَقَرِ مِائَتَیْ بَقَرَةٍ وَعَلٰی اَهْلِ الشَّاءِ اَلْفَیْ شَاةٍ وَعَلٰی اَهْلِ الْحُلَلِ مِائَتَیْ حُلَّةٍ قَالَ وَتَرَكَ دِيَةَ اَهْلِ الذِّمَّةِ لَمْ يَرْفَعْهَا فِيْمَا رَفَعَ مِنَ الدِّيَةِ۔ (رواہ ابو داؤد)

أخرجه ابو داوٗد فی السنن ٦٧٩/٤ الحديث رقم ٤٥٤٢۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت نقل کی ہے کہ دیت (کے اونٹ جن کی تعداد سو ہے ان) کی قیمت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آٹھ سو دینار یا آٹھ ہزار درہم تھی اور اہل کتاب کی دیت ان دنوں مسلمانوں کی دیت سے نصف تھی یہ حکم اسی طرح رہا یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور انہوں نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اونٹوں کی قیمت بڑھ گئی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے سونا رکھنے والوں کے لئے دیت ایک ہزار دینار اور چاندی والوں کے لئے بارہ ہزار درہم اور گائے والوں پر دو سو گائے اور بکری والوں پر دو ہزار بکریاں اور کپڑے والوں پر دو سو جوڑے مقرر فرمائی۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ذمیوں کی دیت اسی طرح چھوڑ دی (یعنی اسی حالت پر چھوڑ دی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی یعنی چار ہزار درہم) اس میں دوسری دیتوں کی طرح اضافہ نہیں فرمایا)۔ یہ ابو داؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **ثَمَانِيَةَ الْاٰفٍ**: اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دیت میں اصل اونٹ ہیں اور یہ اونٹ قیمت کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں جیسا کہ امام شافعیؒ کا جدید قول یہی ہے۔ ابن ملکؒ کہتے ہیں کہ جوڑے سے مراد یہاں تہبند اور چادر ہے جس طرح کے کپڑے ہوں۔

(۱) **ترك دية**: علامہ طیبیؒ کہتے ہیں جب مسلمان کی دیت بارہ ہزار درہم تک پہنچ گئی تو ذمی کی دیت تو چار ہزار درہم ہی رہی جو کہ مسلمان کی دیت کا ثلث بنتی ہے۔ اسی سے امام شافعیؒ نے اور ان کے موافقین نے یہ دلیل بنائی ہے کہ ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کا ثلث ہے اور ہمارے نزدیک ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔ شمنی کہتے ہیں سونے سے دیت ایک ہزار دینار ہے اور چاندی سے دس ہزار درہم۔ اونٹوں کی تعداد سو ہے اور امام شافعیؒ کے ہاں چاندی کی مقدار بارہ ہزار درہم ہے۔

۱۳/۳۴۳۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ جَعَلَ الدِّيَةَ اِثْنَیْ عَشَرَ اَلْفًا

(رواه الترمذی وابو داود والنسائی والدارمی)

أخرجه ابو داوٗد فی السنن ٦٨١/٤ الحديث رقم ٤٥٤٦، والترمذی فی ٦/٤ الحديث رقم ١٣٨٨۔ والنسائی فی ٤٤/٨ الحديث رقم ٤٨٠٣۔ وابن ماجه ٨٧٩/٢ الحديث رقم ٢٦٣٢۔ والدارمی ٢٥٢/٢ الحديث رقم ٢٣٦٣۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ ہزار درہم دیت مقرر فرمائی۔ (ترمذی، ابو داؤد، نسائی، دارمی)

۱۴/۳۴۴۰ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَوِّمُ دِيَةَ الْخَطَاءِ عَلٰی اَهْلِ الْقُرٰی اَرْبَعَ مِائَةِ دِيْنَارٍ اَوْعِدْلَهَا مِنَ الْوَرِقِ وَيُقَوِّمُهَا عَلٰی اَثْمَانِ الْاِبِلِ فَاِذَا

غَلَتْ رَفَعَ فِیْ قِیْمَتِھَا وَاِذَا ھَاجَتْ رُخْصٌ نَقَصَ مِنْ قِیْمَتِھَا وَبَلَغَتْ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا بَیْنَ اَرْبَعِ مِائَۃِ دِیْنَارٍ اِلٰی ثَمَانِ مِائَۃِ دِیْنَارٍ وَعِدْلُھَا مِنَ الْوَرِقِ ثَمَانِیَۃُ الْاٰفِ دِرْھَمٍ قَالَ وَقَضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَھْلِ الْبَقَرِ مِائَتَیْ بَقَرَۃٍ وَعَلٰی اَھْلِ الشَّاءِ اَلْفَیْ شَاۃٍ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَقْلَ مِیْرَاثٌ بَیْنَ وَرَثَۃِ الْقَتِیْلِ وَقَضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ عَقْلَ الْمَرْاَۃِ بَیْنَ عَصَبَتِھَا وَلَا یَرِثُ الْقَاتِلُ شَیْئًا ۔ (رواہ ابوداؤد والنسائی)

أخرجه ابو داؤد فی السنن ٦٩١/٤ الحديث رقم ٤٥٦٤۔ والنسائی فی ٤٢/٨ الحديث رقم ٤٨٠١ وابن ماجه ٤٧٨/٢ الحديث رقم ٢٦٣٠ واحمد فی المسند ٢٢٤/٢۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت نقل کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بستی والوں کی دیت چار سو دینار یا اس کے برابر یعنی چاندی کی قیمت یعنی چار ہزار درہم مقرر فرمائی اور دیت کی قیمت اونٹوں کی قیمت کے لحاظ سے تھی۔ جب اونٹ مہنگے ہو جاتے تو دیت کی قیمت میں اضافہ فرما دیتے اور جب اونٹوں کی قیمت میں ارزانی ہوتی تو دیت کی قیمت کم کر دیتے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں دیت چار سو دینار سے آٹھ سو دینار تک اور اس کے برابر چاندی آٹھ ہزار درہم تک پہنچی۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گائے کے مالکوں پر دو سو گائے اور بکری کے مالکوں پر دو ہزار بکریاں مقرر فرماتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیت مقتول کے ورثاء کی میراث ہوتی ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ عورت کی دیت عصبات پر ڈالی جائے گی اور قاتل مقتول کا وارث نہیں ہو سکتا (نہ دیت میں اور نہ کسی اور چیز میں)۔ یہ روایت ابوداؤد اور نسائی نے بھی نقل کی ہے۔

تشریح ۞ ثَمَانِیَۃُ الْاٰفِ: طیبیؒ کہتے ہیں کہ اس سے اس بات پر دلالت ہوتی ہے کہ دیت میں اصل اونٹ ہیں جب وہ نہ ملیں تو پھر اس کی قیمت واجب ہوتی ہے امام شافعیؒ کا قدیم قول یہی ہے۔

(۱) اِنَّ عَقْلَ الْمَرْاَۃِ: یعنی جس عورت نے کسی کو مار دیا اس کی دیت عصبات ادا کریں۔ جیسا کہ مرد کی دیت کا حکم ہے یعنی عورت غلام کی طرح نہیں کہ اس کی دیت اس کی گردن یعنی اس کی ذات سے متعلق ہو بلکہ عورت کی دیت اس کے عصبات اور خاندان والوں پر ہے۔

۱۵/۳۴۴۱ وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ عَقْلُ شِبْہِ الْعَمَدِ مُغَلَّظٌ مِثْلُ عَقْلِ الْعَمَدِ وَلَا یُقْتَلُ صَاحِبُہٗ ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابو داؤد فی السنن ٦٩٤/٤ الحديث رقم ٤٥٦٥۔ واحمد فی المسند ٢٢٤/٢۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شبہ عمد کی دیت عمد کی طرح سخت ہے البتہ شبہ عمد والے کو قصاص میں قتل نہ کیا جائے گا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ صَاحِبُہٗ: میں صاحب سے مراد قاتل ہے کہ جس نے شبہ عمد کے طور پر قتل کیا ہے اس کو قصاص میں قتل نہ کیا جا۔

گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات شبہ عمد میں قصاص میں جائز ہونے کے وہم کو دور کرنے کے لئے فرمائی یعنی اگر کسی شخص کو یہ وہم پیدا ہو جائے کہ جب یہ عمد کے مشابہ ہے تو چاہئے کہ اس کا حکم بھی عمد کا ہو تو اسی وہم کے ازالے کے لئے آپ ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی۔ باقی دونوں کا تفصیلی حکم اوپر بیان ہو چکا ہے۔ (ح)

۳۴۴۲/۱۶ وَعَنْهُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْعَيْنِ الْقَائِمَةِ السَّادَةِ لِمَكَانِهَا بِثُلُثِ الدِّيَةِ۔ (رواه ابوداوٗد والنسائی)

أخرجه ابو داوٗد فی ٦٩٥/٤ الحديث رقم ٤٥٦٧۔ والنسائی فی ٥٥/٨ الحديث رقم ٤٨٤٠۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آنکھ کے بارے میں جو اپنی جگہ تو موجود رہی مگر اس کی روشنی جاتی رہی' ثلث دیت کا فیصلہ فرمایا۔ یہ روایت ابوداؤد اور نسائی میں موجود ہے۔

تشریح ۞ یعنی کسی آدمی کی آنکھ زخمی ہوئی جس کی بناء پر اس کی روشنی ختم ہوگئی۔ آنکھ کے اپنی جگہ موجود ہونے کی وجہ سے چہرے کی خوبصورتی میں کوئی خلل نہ آیا اور یہ پہلے گزر چکا ہے کہ دونوں آنکھوں کے تلف ہو جانے کی صورت میں کامل دیت ہے جس کی مقدار سو اونٹ ہے اور ایک آنکھ کے تلف ہونے میں پچاس اونٹ ہیں۔ اس روایت سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ ایک آنکھ کے تلف ہونے میں تہائی دیت ہے اور بعض علماء کا یہی مذہب ہے۔ اکثر علماء نے حکومت عادلہ کو واجب قرار دیا کیونکہ آنکھ کا فائدہ بالکل ختم نہیں ہوا۔ پس اس کا حکم اسی طرح ہے کہ کسی نے ضرب لگائی اور آنکھ کی پتلی سیاہ ہوگئی ان دونوں کی دیت کا ایک ہی حکم ہے۔ حکومت عدل کا یہ مطلب ہے کہ اگر یہ زخمی غلام ہوتا تو زخم کی وجہ سے اس کی قیمت میں کس قدر کمی واقع ہوتی۔ پس اسی لحاظ سے واجب دیت میں اسی قدر کمی کی جائے گی۔ اس روایت میں ثلث دیت کا حکم حکومت عدل کی وجہ سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہائی دیت کا فیصلہ بطور حکومت عدل فرمایا۔ قاعدہ کلیہ کے طور پر نہیں فرمایا۔

علامہ تورپشتی کا کلام: اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس روایت کی صحت میں کلام ہے۔ واللہ اعلم۔

۳۴۴۳/۱۷ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْجَنِيْنِ بِغُرَّةِ عَبْدٍ اَوْ اَمَةٍ اَوْ فَرَسٍ اَوْ بَغْلٍ (رواه ابوداوٗد وقال روى هذا الحديث حمادبن سلمة وخالد الواسطى عن محمد بن عمرو ولم يذكر او فرس او بغل)

أخرجه ابو داوٗد فی السنن ٧٠٥/٤ الحديث رقم ٤٥٧٩۔ والترمذی فی ١٦/٤ الحديث رقم ١٤١٠۔ واحمد فی المسند ٤٩٨/٢۔

ترجمہ: محمد بن عمرو نے ابوسلمہ سے انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کے متعلق جو پیٹ میں مر گیا ایک غرہ کا حکم دیا۔ وہ غلام ہو یا لونڈی' گھوڑا ہو یا خچر۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے اور انہوں نے کہا کہ اس روایت کو حماد بن سلمہ اور خالد واسطی نے محمد بن عمرو کی سند سے نقل کیا ہے لیکن دونوں نے اَوْ فَرَسٍ اَوْ بَغْلٍ کا لفظ ذکر نہیں کیا۔ پس یہ زیادتی شاذ ہے اور حدیث ضعیف ہے۔ اس کو ابوداؤد اور نسائی نے نقل کیا

ہے۔

① علامہ نوویؒ کہتے ہیں کہ غرہ اہل عرب کے ہاں نفیس چیز کو کہا جاتا ہے اور انسان پر اس کا اطلاق اس لئے کیا جاتا ہے کہ انسان کو اللہ نے احسن تقویم میں پیدا فرمایا ہے۔

② بعض علماء کہتے ہیں بغل اور فرس یہ راوی کا وہم ہے کیونکہ غرہ کا اطلاق مملوک غلام ہی پر ہوتا ہے۔ (ع ح) لیکن یہ جواب کمزور ہے۔

۱۸/۳۴۴۴ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَطَبَّبَ وَلَمْ يُعْلَمْ مِنْهُ طِبٌّ فَهُوَ ضَامِنٌ۔ (رواہ ابو داود والنسائی)

أخرجه ابوداؤد فی ۷۱۰/٤ الحديث رقم ٤٥٨٦ والنسائی فی ٥٢/٨ الحديث رقم ٤٨٣٠ وابن ماجه فی ١١٤٨/٢ الحديث رقم ٣٤٦٦۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت نقل کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے آپ کو طب جاننے کے بغیر طبیب قرار دے یعنی طب میں مہارت اور شہرت نہ رکھتا ہو اور اسی حالت میں اس کے علاج سے کوئی مر گیا تو وہ ضامن ہے۔ یہ ابوداؤد ونسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یعنی جو شخص طب کا علم نہیں رکھتا اور اس کے قواعد سے واقفیت نہیں رکھتا پھر کسی کا اس نے علاج کیا مثلاً کسی کا فصد کھولا یا اس کے لئے نسخہ تجویز کیا جس سے مریض ہلاک ہو گیا تو اس پر اس کا ضمان ہے یعنی دیت اس کے عاقلہ پر لازم ہے۔ تمام علماء کے نزدیک اس پر قصاص نہیں کیونکہ اس میں مریض کی رضامندی اور اس کا اذن شامل ہے۔ (ع ح)

۱۹/۳۴۴۵ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ غُلَامًا لِاُنَاسٍ فُقَرَاءَ قَطَعَ اُذُنَ غُلَامٍ لِاُنَاسٍ اَغْنِيَاءَ فَاَتٰى اَهْلُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اِنَّا اُنَاسٌ فُقَرَاءُ فَلَمْ يَجْعَلْ عَلَيْهِمْ شَيْئًا۔ (رواہ ابو داؤد والنسائی)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ۷۱۲/٤ الحديث رقم ٤٥٩٠۔ والنسائی فی ٢٥/٨ الحديث رقم ٤٧٥١۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فقیروں کے ایک لڑکے نے مالداروں کے ایک لڑکے کا کان کاٹ دیا۔ اس کے (یعنی کان کاٹنے والے) رشتہ دار رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم محتاج ہیں۔ پس آپ ﷺ نے ان پر کوئی چیز مقرر نہ کی۔ یہ روایت ابوداؤد کی ہے۔

تشریح ۞ نابالغ لڑکے میں چونکہ اختیار صحیح جو شرعاً معتبر ہے نہیں پایا جاتا اس لئے اس سے سرزد ہونے والی جنایت خطاء کے حکم میں ہوگی اور اس کی ضمان اس کی عاقلہ پر لازم ہوگی۔ نیز نابالغ سے قصاص بھی نہیں لیا جاتا' اس لئے اس اصول کے مطابق اس کان کاٹنے والے لڑکے کی عاقلہ پر دیت لازم تھی لیکن چونکہ وہ فقیر تھے اس لئے آپ ﷺ نے ان پر بھی دیت کو لازم نہیں فرمایا۔

(۲) ظاہر یہ ہے کہ کان کاٹنے والا لڑکا آزاد تھا اگر وہ غلام ہوتا تو اس کی جنایت اس کے گردن کے متعلق ہوتی اور ایسی صورتوں میں مالک کا فقر اس سے دیت کو دفع نہیں کر سکتا۔ ابن ملک نے اسی طرح کہا ہے۔

الفصل الثالث:

٢٠/٣٤٤٦ وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّهٗ قَالَ دِيَةُ شِبْهِ الْعَمَدِ اَثْلَاثًا اَثْلَاثٌ وَثَلَاثُوْنَ حِقَّةً وَّثَلَاثٌ وَّثَلَاثُوْنَ جَذَعَةً وَاَرْبَعٌ وَّثَلَاثُوْنَ ثَنِيَّةً اِلٰى بَازِلِ عَامِهَا كُلُّهَا خَلِفَاتٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ فِي الْخَطَأِ اَرْبَاعًا خَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ حِقَّةً وَخَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ جَذَعَةً وَخَمْسٌ وَعِشْرُوْنَ بَنَاتُ لَبُوْنٍ وَخَمْسٌ وَعِشْرُوْنَ بَنَاتُ مَخَاضٍ ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابو داوٗد فی ٦٨٥/٤ الحديث رقم ٤٥٥١۔

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شبہ عمد کی دیت تین قسم کے اونٹوں سے ہوگی ۔(١) تینتیس اونٹنیاں جو چھٹے سال میں ہوں ۔(٢) تینتیس اونٹنیاں جن کو پانچواں برس شروع ہو چکا ہو۔(٣) اور چونتیس اونٹنیاں جن کو چھٹا برس شروع ہو چکا ہو یہ حاملہ ہونی ضروری ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت اس طرح ہے کہ قتل خطا میں چار طرح کی اونٹنیاں لازم ہوتی ہیں: (١) پچیس تین تین برس کی (٢) پچیس چار چار برس کی (٣) پچیس دو دو برس کی (٤) پچیس ایک ایک برس کی ۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

٢١/٣٤٤٧ وَعَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَضٰى عُمَرُ فِيْ شِبْهِ الْعَمَدِ ثَلَاثِيْنَ حِقَّةً وَثَلَاثِيْنَ جَذَعَةً وَاَرْبَعِيْنَ خَلِفَةً مَا بَيْنَ ثَنِيَّةٍ اِلٰى بَازِلِ عَامِهَا۔ (رواہ ابو داود)

أخرجه ابو داوٗد فی ٦٨٥/٤ الحديث رقم ٤٥٥٠ واحمد فی المسند ٤٩/١۔

ترجمہ: حضرت مجاہدؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قتل شبہ عمد میں اس طرح دیت کا حکم دیا کہ تیس اونٹنیاں تین تین برس کی، تیس چار چار برس کی اور چالیس حاملہ جو پانچ سے آٹھ برس کے درمیان ہوں ۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یہ روایت مذہب شافعیؒ کے مطابق ہے۔

٢٢/٣٤٤٨ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى فِي الْجَنِيْنِ يُقْتَلُ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ بِغُرَّةٍ عَبْدٍ اَوْ وَلِيْدَةٍ فَقَالَ الَّذِيْ قَضٰى عَلَيْهِ كَيْفَ اَغْرَمُ مَنْ لَّا شَرِبَ وَلَا اَكَلَ وَلَا نَطَقَ وَلَا اسْتَهَلَّ وَمِثْلُ ذٰلِكَ يُطَلُّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا هٰذَا مِنْ اِخْوَانِ الْكُهَّانِ ۔

(رواہ مالك والنسائی مرسلا ورواہ ابو داود عنه عن ابی هريرة متصلا)

أخرجه النسائی فی السنن ٤٩/٨ الحديث رقم ٤٨٢٠۔ ومالك فی الموطا ٨٥٥/٢ الحديث رقم ٦ من كتاب العقول۔

ترجمہ: حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے کے بارے میں جسے ماں کے پیٹ میں مارا گیا ہو دیت میں غرہ مقرر فرمایا۔ خواہ وہ غلام ہو یا لونڈی۔ اس شخص نے کہا جس کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ میں ایسے بچے کا تاوان کیسے ادا کروں کہ جس نے نہ کھایا نہ پیا نہ بولا نہ چلایا؟ اس طرح کا قتل تو ساقط کیا جاتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو تو کاہنوں کے بھائیوں جیسی باتیں کر رہا ہے۔ اس روایت کو مالک اور نسائی

نے مرسل نقل کیا ہے اس میں صحابی کا نام مذکور نہیں۔ابوداؤد نے اس کو سعید سے نقل کیا اور اس نے ابوہریرہؓ سے اس روایت کو اتصال کے ساتھ نقل کیا ہے۔

تشریح ❁ (۱) کاہن وہ شخص ہے جو غیب کی خبریں بتانے کا دعویدار ہو۔آپ ﷺ نے اس کو کاہنوں کا بھائی اس لئے کہا کہ وہ بھی اپنی چھوٹی بات مسجع اور مقفّٰی الفاظ سے بیان کرتا جارہا تھا تا کہ لوگ اس کی بات پر فریفتہ ہوں۔مطلقاً مسجع مقفّٰی عبارت قابل مذمت نہیں۔آپ ﷺ اکثر مسجع کلام فرماتے جس طرح اس دعا میں ہے: **اللھم انی اعوذبك من علم لا ینفع ومن قلب لا یخشع ومن نفس لا تشبع ومن دعاء لا یستجاب لھا۔** (الحدیث)

وہ مسجع عبارت قابل مذمت ہے جو تکلف سے بولی جائے اور باطل کے جواز دینے کے لئے ہو جیسا کہ اس آدمی نے کیا۔

(۲) شمنی کا قول: جو آدمی کسی عورت کے پیٹ پر مارے اور اس کے پیٹ سے مردہ بچہ نکلے اس پر غرہ واجب ہے یعنی پانچ سو درہم مارنے والے کے خاندان پر لازم ہوں گے۔ہم نے غرہ کی تعبیر پانچ سو درہم سے اس بناء پر کی ہے کہ اکثر روایات میں اسی طرح آیا ہے اور اگر زندہ بچہ پیٹ سے نکلے اور پھر مرجائے تو اس صورت میں پوری دیت لازم ہوگی۔(ع)

بَابُ مَالَا یَضْمَنُ مِنَ الْجِنَایَاتِ

جنایات کی ان صورتوں کا بیان جن میں تاوان واجب نہیں ہوتا

الفصل الاول:

۳۴۴۹/۱ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعُجْمَاءُ جُرْحُھَا جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَالْبِئْرُ جُبَارٌ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۲۵۶/۱۲ الحدیث رقم ۶۹۱۳۔ ومسلم فی ۱۳۳۴/۳ الحدیث رقم (۴۵۔ ۱۷۱)۔ وابوداوٗد فی السنن ۷۱۵/٤ الحدیث رقم ٤۵۹۳۔ والترمذی فی ٦٦۱/۳ الحدیث رقم ۱۳۷۷۔ والنسائی فی (٤۵/۵ الحدیث رقم ۲٤۹٦۔ وابن ماجه فی ۸۹۱/۲ الحدیث رقم ۲٦۷۳، والدارمی فی ٤۸۳/۲ الحدیث رقم ۱٦٦۸۔ ومالك فی الموطا ۸٦۸/۲ الحدیث رقم ۱۲ من کتاب العقول۔ واحمد فی المسند ۲۲۸/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چوپائے کا زخمی کردینا معاف ہے اور کان کے اندر ہلاکت بھی معاف ہے اور کنویں میں گر کر مرنا بھی معاف ہے۔یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ اَلْعُجْمَاءُ یعنی جانور کے منہ سے یادم یا پاؤں سے کوئی شخص مرگیا یا کوئی چیز ضائع ہوگئی تو اس کا بدلہ نہیں بشرطیکہ

اس کے ساتھ کوئی انسان نہیں تھا اور اگر اس کے ساتھ کوئی ہانکنے والا یا کھینچنے والا ہو یا اس پر کوئی سوار ہو اور اس جانور سے کوئی چیز ضائع ہو جائے تو اس جانور کے ساتھ جو شخص ہوگا اس کو تاوان دینا پڑے گا۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر دن میں کوئی چیز اس سے ضائع ہوگئی تو اس کے مالک پر کوئی چیز دینی لازم نہیں اور اگر رات کو کوئی چیز تلف ہوگئی تو اس کے مالک پر تاوان لازم ہے کیونکہ مالک کے لئے ضروری ہے کہ ان کی رات کو نگہبانی کرے اور دن کے وقت چیزوں اور باغات کی حفاظت ان کے مالکوں کے ذمہ لازم ہے۔ صاحب ہدایہؒ فرماتے ہیں کہ جانور کو جو شخص پیچھے سے ہانک رہا ہے تو اس پر اس تلف شدہ چیز کا تاوان لازم آئے گا جو کہ جانور کے اگلے یا پچھلے پاؤں سے تلف ہو یا کوئی کھینچنے والا تاوان ہے تو اس پر اس کا اگلے ہاتھ سے تلف ہونہ کہ پچھلے پاؤں سے اور سوار پر اس چیز کا تاوان لازم ہوگا جو جانور کے ہاتھ پاؤں سے تلف ہو یا جانور کے سر سے تلف ہو اور اگر سوار اور ہانکنے والا یا سوار اور کھینچنے والا دونوں ہی ساتھ ہوں تو پھر تاوان ان دونوں پر لازم آتا ہے۔

(۲) وَالْمَعْدِنُ: یعنی اگر کوئی شخص کان میں جائے یا اس کے اوپر کھڑا ہو اور کان گر جائے اور وہ شخص ہلاک ہو جائے تو کان کھودنے والے پر اس کا تاوان نہیں ہوگا یا کسی کو کان کے کھودنے کے لئے مزدوری پر لگایا اور کان گر گئی اور وہ ہلاک ہو گیا تو کان کے مالک پر تاوان نہیں۔ اس صورت کا تعلق کان ہی سے مخصوص نہیں بلکہ تمام اجاروں میں جاری ہوگا اور پہلی وجہ اس چیز کے موافق ہے جو وَالْبِئْرُ جُبَارٌ کے مفہوم میں پائی جاتی ہے یعنی کسی شخص نے اپنی زمین میں کنواں کھدوایا یا مباح زمین کے اندر کنواں کھدوایا اور اس میں کوئی گر کر مر گیا تو کنویں کے کھودنے والے پر کوئی تاوان نہیں۔ (ح)

۲/۳۴۵۰ وَعَنْ يَعْلَى بْنِ اُمَيَّةَ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ وَكَانَ لِيْ اَجِيْرٌ فَقَاتَلَ اِنْسَانًا فَعَضَّ اَحَدُهُمَا يَدَ الْاٰخَرِ فَانْتَزَعَ الْمَعْضُوْضُ يَدَهٗ مِنْ فِي الْعَاضِّ فَاَنْدَرَ ثَنِيَّتَهٗ فَسَقَطَتْ فَانْطَلَقَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَهْدَرَ ثَنِيَّتَهٗ وَقَالَ اَيَدَعُ يَدَهٗ فِيْ فِيْكَ تَقْضِمُهَا كَالْفَحْلِ۔ (متفق عليه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ٤٤٣/٤ الحديث رقم ٢٢٦٥۔ ومسلم فی ١٣٠١/٣ الحديث رقم (٢٣۔ ١٦٧٤)۔ والنسائی فی السنن ٣٠/٨ الحديث رقم ٦٧٦٤۔ وابن ماجه فی ٨٨٦/٢ الحديث رقم ٢٦٥٦۔ واحمد فی المسند ٢٢٣/٤۔

ترجمہ: حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ جیش العسرہ میں گیا (یعنی غزوہ تبوک میں)۔ میرے ساتھ میرا نوکر تھا۔ وہ کسی سے لڑ پڑا ان دونوں میں سے ایک نے دوسرے کے ہاتھ کو کاٹا اس نے اپنا ہاتھ بچانے کے لئے اس کے منہ سے کھینچا تو اس سے اس کے دانت ٹوٹ کر گر گئے۔ جس کے دانت گرے تھے وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا (تا کہ تاوان وصول کرے اور آپ ﷺ اس کے حق میں حکم فرمائیں)۔
آپ ﷺ نے اس کے تاوان کو ساقط قرار دیا اور فرمایا کیا وہ اپنا ہاتھ تیرے منہ میں چھوڑتا تا کہ تو اسے اونٹ کی طرح چباتا۔
یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح: اس سے بدلے کے ساقط ہونے کے سبب کی طرف اشارہ کیا کہ وہ معذور تھا کہ اپنا ہاتھ بچانے کے لئے اس کے

منہ سے کھینچا۔

(۲) بغوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول: شرح السنۃ میں لکھتے ہیں اگر کسی شخص نے کسی عورت سے بدکاری کا ارادہ کیا اور وہ عورت اپنے نفس سے دفع کرتے ہوئے اس کو مار ڈالے تو اس عورت پر کچھ بھی لازم نہیں۔

ایک واقعہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک معاملہ آیا کہ ایک لڑکی لکڑیاں کاٹ رہی تھی ایک اوباش شخص نے اس کا پیچھا کیا اور اس سے بدکاری کا ارادہ کیا۔ اس لڑکی نے اس کو ایک پتھر مارا جس سے وہ مر گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اللہ کی قسم! اس کی دیت کبھی نہ دلوائی جائے گی۔ امام شافعیؒ کا یہی قول ہے۔

اسی طرح جو شخص کسی کا مال لینے کا ارادہ کرے اور اس سے خون ریزی کا ارادہ رکھتا ہو تو اسے اس قتل کا قصد کرنے والے سے اپنا دفاع ضروری ہے۔ مناسب یہ ہے کہ پہلے اس کو مناسب انداز سے دفع کرے اگر وہ باز نہ آئے بلکہ آمادہ بہ پیکار ہو تو دفاع کرنے والا اگر اس کو قتل کر ڈالے تو اس کا خون ساقط ہے۔ (ع)

۳/۳۴۵۱ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ١٢٣/٥ الحديث رقم ٢٤٨٠، وأخرجه مسلم في ١٢٤/١ والحديث رقم (٢٢٦۔ ١٤١) وأخرجه ابوداوٗد في السنن ١٢٧/٥ الحديث رقم ٤٧٧١ بنحوه والترمذي في ٢١/٤ الحديث رقم ١٤١٩۔ والنسائي في ١١٥/٧ الحديث رقم ٤٠٨٧۔ واحمد في المسند ١٦٣/٢۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جو اپنے مال کے دفاع میں قتل ہوا وہ شہید ہے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یعنی مال کی حفاظت کر رہا تھا اور کسی نے مار ڈالا اسی طرح اہل کی حفاظت میں مارا جانے والا بھی شہید ہے۔

۴/۳۴۵۲ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ جَآءَ رَجُلٌ يُرِيْدُ اَخْذَ مَالِیْ قَالَ فَلَا تُعْطِهٖ مَالَكَ قَالَ اَرَاَيْتَ اِنْ قَاتَلَنِیْ قَالَ قَاتِلْهُ قَالَ اَرَاَيْتَ اِنْ قَتَلَنِیْ قَالَ فَاَنْتَ شَهِيْدٌ قَالَ اَرَاَيْتَ اِنْ قَتَلْتُهٗ قَالَ هُوَ فِی النَّارِ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في الصحيح ١٢٤/١ الحديث رقم (٢٢٥۔ ١٤٠)۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں) آ کر کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر کوئی شخص آئے اور وہ میرے مال کو لینے کا ارادہ رکھتا ہو۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بتلائیں کہ کیا میں اسے دوں یا نہ دوں؟)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اسے اپنا مال مت دو۔ اس نے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بتلائیں کہ اگر وہ مجھ سے لڑ پڑے تو میں کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس سے لڑو۔ اس نے کہا مجھے بتلائیں کہ اگر وہ مجھے مار ڈالے۔ فرمایا تو شہید ہے۔ وہ کہنے لگا اگر میں اسے مار ڈالوں؟ (یعنی اس کا کیا حکم ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دوزخ میں جائے گا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یعنی تم پر کچھ تاوان نہیں۔ اس روایت میں دلیل ہے کہ قاتل کو دفع کرنا اور اس کا ہلاک کرنا مباح ہے۔ (ع)

۵/۳۴۵۳ وَعَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوِاطَّلَعَ فِىْ بَيْتِكَ اَحَدٌ وَلَمْ تَاْذَنْ لَهٗ فَخَذَ فْتَهٗ بِحَصَاةٍ فَفَقَاْتَ عَيْنَهٗ مَا كَانَ عَلَيْكَ مِنْ جُنَاحٍ ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی ۲۱٦/۱۲ الحدیث رقم ٦۸۸۸۔ ومسلم فی ۱٦۹۹/۳ الحدیث رقم ۲۱۵۸/٤٤۔ والنسائی فی ٦۱/۸ الحدیث رقم ٤۸٦۱۔ واحمد فی المسند ۲٤۳/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا اگر تیرے گھر میں کوئی جھانکے یعنی دروازہ بند ہو وہ اس کی دراز سے جھانکے حالانکہ اس کو تم نے (گھر میں داخل ہونے کی) اجازت نہیں دی۔ پھر تم کنکری مارو اور اس سے اس کی آنکھ پھوٹ جائے تو اس کی آنکھ کا تجھ پر کوئی گناہ نہیں۔

تشریح ۞ اس روایت کے ظاہر پر امام شافعی رحمہ اللہ کا عمل ہے وہ اس پر سے ضمان کو ساقط قرار دیتے ہیں۔ (۲) امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ اس پر ضمان ہے اور حدیث شدید زجر و توبیخ پر محمول ہے۔ واللہ اعلم۔ (ع۔ح)

۶/۳۴۵۴ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَجُلًا اِطَّلَعَ فِىْ جُحْرٍ فِي بَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِدْرًى يَحُكُّ بِهٖ رَاْسَهٗ فَقَالَ لَوْ اَعْلَمُ اَنَّكَ تَنْظُرُنِىْ لَطَعَنْتُ بِهٖ فِىْ عَيْنَيْكَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِسْتِئْذَانُ مِنْ اَجْلِ الْبَصَرِ ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی ۲٤۳/۱۲ الحدیث رقم ٦۹۰۱۔ ومسلم فی ۱٦۹۸/۳ الحدیث رقم (٤۔ ۲۱۵٦) والترمذی فی السنن ٦/۵ الحدیث رقم ۲۷۰۹ والنسائی فی ٦۰/۸ الحدیث رقم ٤۸۵۹ والدارمی فی ۲۵۹/۲ الحدیث رقم ۲۳۸٤ واحمد فی المسند ۳۳۰/۵۔

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ کے سوراخ سے جھانکا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پشت کو کھجلانے والی لکڑی تھی۔ جس سے اپنا سر کھجلاتے تھے فرمایا اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ تو مجھے دیکھتا ہے (قصداً) تو میں یہ لکڑی تیری آنکھ میں چبھو دیتا۔ (شریعت نے دوسرے کے گھر میں داخلہ کے لئے اسی وجہ سے اجازت کا طریقہ مقرر فرمایا ہے تاکہ غیر محرم پر نگاہ نہ پڑے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔ (ح)

تشریح ۞ دوسرے کے گھر میں بلا اجازت نظر ڈالنا بلا اجازت داخلے کی طرح ہے۔ (ح)

۷/۳۴۵۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ اَنَّهٗ رَاٰى رَجُلًا يَخْذِفُ فَقَالَ لَا تَخْذِفْ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْخَذْفِ وَقَالَ اِنَّهٗ لَا يُصَادُ بِهٖ صَيْدٌ وَّلَا يُنْكَاُ بِهٖ عَدُوٌّ وَلٰكِنَّهَا قَدْ تَكْسِرُ السِّنَّ وَتَفْقَاُ الْعَيْنَ ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ٦۰۷/۹ الحدیث رقم ۵٤۷۹ ومسلم فی ۱۵٤۷/۳ الحدیث رقم (۵٤۔ ۱۹۲٤)۔ وابوداؤد فی السنن ٤۲۰/۵ الحدیث رقم ۵۲۷۰۔ والنسائی ٤۸/۸ الحدیث رقم ٤۸۱۵۔ وابن ماجه فی ۱۰۷۵/۲ الحدیث رقم ۳۲۲٦۔ والدارمی فی ۱۲۸/۱ الحدیث رقم ٤٤ واحمد فی المسند ۸٦/٤۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے انگوٹھے اور انگلی

سے کنکر پھینکتا تھا۔ انہوں نے کہا تم اس طرح کنکر نہ پھینکو اس لئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس طرح) کنکر پھینکنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا اس سے نہ شکار کیا جاتا ہے اور نہ اس سے دشمن کو زخمی کیا جا سکتا ہے (یعنی اس میں دین ودنیا کا کوئی فائدہ نہیں یہ محض لہو ولعب ہے اور اس کے ساتھ لوگوں کو ضرر بھی پہنچتا ہے) لیکن یہ کنکر پھینکنا دانت کو توڑتا اور آنکھ کو پھوڑتا ہے۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ ابن الملک کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس سے اس لئے منع فرمایا کہ اس میں کوئی خیر نہیں البتہ شر وفساد کا باعث ہے اور یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جس میں یہ صفت پائی جائے۔ (ع)

۸/۳۴۵۶ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَّ اَحَدُکُمْ فِیْ مَسْجِدِنَا وَفِیْ سُوْقِنَا وَمَعَهٗ نَبْلٌ فَلْیُمْسِكْ عَلٰی نِصَالِھَا اَنْ یُّصِیْبَ اَحَدًا مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْھَا بِشَیْءٍ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ٢٤/١٣۔ الحديث رقم ٧٠٧٥۔ ومسلم في ٢٠١٩/٤ الحديث رقم (١٢٤۔ ٢٦١٥)۔ وابوداوٗد في السنن ٧٠/٣ الحديث رقم ٢٥٨٧۔ وابن ماجه في ١٢٤١/٢ الحديث رقم ٣٧٧٨ واحمد في المسند ٤١٨/٤۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ہماری مسجد سے گزرے یا ہمارے بازار سے گزرے اور اس کے پاس تیر ہوں تو تیر کی پیکانوں کو بند رکھے یعنی ان پر اپنا ہاتھ رکھ لے تا کہ کوئی پیکان کسی مسلمان کو نہ لگ جائے۔ یہ بخاری ومسلم میں ہے۔

تشریح ❁ فِیْ مَسْجِدِنَا: ہماری مسجد اور بازار سے مراد مسلمانوں کی مساجد اور بازار ہیں اور دیگر ایسے مقامات جو اجتماع مسلمین کے ہیں وہ بھی انہی کے حکم میں ہیں۔ تیروں جیسے دیگر لوہے کے ہتھیار بھی یہی حکم رکھتے ہیں۔ ان کو مجامع میں اس انداز سے استعمال نہ کرے جس سے لوگوں کو ایذاء پہنچے۔ (ع)

۹/۳۴۵۷ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُشِیْرُ اَحَدُکُمْ عَلٰی اَخِیْہِ بِالسِّلَاحِ فَاِنَّهٗ لَا یَدْرِیْ لَعَلَّ الشَّیْطَانَ یَنْزَعُ فِیْ یَدِہٖ فَیَقَعُ فِیْ حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في ٢٣/١٣ الحديث رقم ٧٠٧٢۔ ومسلم في ٢٠٢٠/٤ الحديث رقم (١٢٦۔ ٢٦١٧)۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی ایک اپنے (مسلمان) بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے۔ اسے کیا معلوم کہ شیطان ہتھیار اس کے ہاتھ سے کھینچے (اور اس کو جا لگے) اور اس کی وجہ سے وہ (جہنم کے) گڑھے میں جا گرے۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ یعنی ممکن ہے کہ شیطان اس کے ہاتھ سے ہتھیار کو استعمال کرا دے اور وہ ہتھیار کسی مسلمان کو لگ جائے اور اس کے لگنے کی وجہ سے وہ دوزخ کا حقدار بن جائے۔ (ع)

۱۰/۳۴۵۸ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَشَارَ اِلٰی اَخِیْہِ بِحَدِیْدَةٍ فَاِنَّ الْمَلٰٓئِکَةَ تَلْعَنُهٗ حَتّٰی یَضَعَھَا وَاِنْ کَانَ اَخَاهُ لِاَبِیْہِ وَاُمِّهٖ۔ (متفق علیه)

أخرجه مسلم فی ٢٠٢٠/٤ الحديث رقم (١٢٥۔ ٢٦١٦)۔ والترمذی فی ٤٠٣/٤ الحديث رقم ٢١٦٢۔
واحمد فی المسند ٢٥٦/٢۔ وهذا الحديث ليس عندالبخاری عما ياتی۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کی طرف لوہے کی کسی چیز سے اشارہ کرے تو اس پر اس وقت سے لے کر ہتھیار رکھنے تک فرشتے لعنت کرتے ہیں خواہ اشارہ کرنے والا اس کا حقیقی بھائی کیوں نہ ہو۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ❁ حقیقی بھائی عمومی طور پر حقیقی بھائی کے قتل کا عزم نہیں کرتا بلکہ اس کا اشارہ مذاق کے طور پر ہی ہوتا ہے مگر اس کے باوجود اسے لعنت کا حقدار قرار دیا گیا۔ تو جو واقعۃً کسی مسلمان کو ایذا دینا چاہتا ہو وہ تو یقیناً لعنت کا حقدار ہوگا۔ دراصل اس میں مقصود نہی میں مبالغہ ہے۔ (ح)

۳۴۵۹/۱۱ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَیْنَا السَّلَاحَ فَلَیْسَ مِنَّا (رواه البخاری وزاد مسلم) **وَمَنْ غَشَّنَا فَلَیْسَ مِنَّا۔**

أخرجه البخاری فی صحيحه ٢٣/١٣ الحديث رقم ٧٠٧٠۔ ومسلم فی ٩٩/١ الحديث رقم (١٦٤۔ ١٠١) والنسائی فی السنن ١١٧/٧ الحديث رقم ٤١٠٠۔ وابن ماجه فی السنن ٨٦٠/٢ الحديث رقم ٢٥٧٥ وعن ابن عمر الحديث رقم ٢٥٧٦۔ واحمد فی المسند ٤١٧/٢ وعن ابن عمر ٣/٢۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے ہم پر ہتھیار کھینچا وہ ہم میں سے نہیں یعنی وہ ہمارے طریقے پر نہیں۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔ مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے جو آدمی ہمیں دھوکا دے (فروخت کرنے والی چیز کا عیب چھپائے) وہ ہم میں سے نہیں۔

۳۴۶۰/۱۲ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَ كْوَعِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَلَّ عَلَیْنَا السَّیْفَ فَلَیْسَ مِنَّا۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم فی الصحيح ٨٩/١ الحديث رقم (١١٢۔ ٩٩)۔ والترمذی فی ٣١٥/٢ الحديث رقم ٢٥٢٠ واحمد فی المسند ٤٦/٤۔

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے ہم پر تلوار سونتی (اگرچہ بطور مذاق ہو اور قتل کا قصد نہ ہو) وہ ہم میں سے نہیں۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

۳۴۶۱/۱۳ وَعَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ هِشَامَ بْنَ حَکِیْمٍ مَرَّ بِالشَّامِ عَلٰی اُنَاسٍ مِنَ الْاَ نْبَاطِ وَقَدْ اُقِیْمُوْا فِی الشَّمْسِ وَصُبَّ عَلٰی رُءُ وْسِهِمُ الزَّیْتُ فَقَالَ مَا هٰذَا قِیْلَ یُعَذَّبُوْنَ فِی الْخَرَاجِ فَقَالَ هِشَامٌ اَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ یُعَذِّبُ الَّذِیْنَ یُعَذِّبُوْنَ النَّاسَ فِی الدُّنْیَا۔ (رواه مسلم)

أخرجه فی صحيحه ٢٠١٨/٤ الحديث رقم (١١٨۔ ٢٦١٣)۔ والدارمی فی ٣١٥/٢ الحديث رقم ٢٥٢٠ واحمد فی المسند ٤٠٣/٤۔

ترجمہ: ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت نقل کی ہے کہ ہشام بن حکیم کا گزر سفر شام میں قوم نبط کے بعض لوگوں کے پاس سے ہوا جن کو دھوپ میں کھڑا کر کے ان کے سر پر گرم تیل ڈالا گیا تھا' انہوں نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ تو جواب دیا گیا۔ خراج کے دراہم مقررہ کی عدم ادائیگی کی وجہ سے ان کو عذاب دیا گیا ہے۔ ہشام کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دیگا جو لوگوں کو دنیا میں عذاب دیتے ہیں۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یُعَذِّبُوْنَ: یعنی ناحق عذاب دیتے ہیں ان کو اسی چیز سے عذاب دیا جائے گا جس سے وہ عذاب دیتے ہیں یعنی ان پر بھی گرم تیل ڈالا جائے گا۔ (ع۔ح)

١٤/٣٤٦٢ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ اِنْ طَالَتْ بِكَ مُدَّةٌ اَنْ تَرٰى قَوْمًا فِیْ اَيْدِيْهِمْ مِثْلُ اَذْنَابِ الْبَقَرِ يَغْدُوْنَ فِیْ غَضَبِ اللّٰهِ وَيَرُوْحُوْنَ فِیْ سَخَطِ اللّٰهِ وَفِیْ رِوَايَةٍ يَرُوْحُوْنَ فِیْ لَعْنَةِ اللّٰهِ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحيحه ٢١٩٣/٤ الحديث رقم (٥٣۔ ٢٨٥٧) واحمد فی المسند ٣٢٣/٢۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تیری عمر زیادہ ہوئی تو تو عنقریب ایک گروہ کو دیکھے گا جن کے ہاتھوں میں گایوں کی دموں کی مانند ایک چیز ہوگی (یعنی کوڑے) وہ ان کوڑوں سے لوگوں کو دھمکائیں گے اور ماریں گے۔ یہ لوگ غضب الٰہی میں صبح کریں گے اور اللہ کی ناراضی میں شام کریں گے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اللہ کی لعنت میں شام کریں گے۔

تشریح ۞ اس روایت میں وہ لوگ مراد ہیں جو حکمرانوں' ظالموں اور درباری قسم کے لوگ ہوتے ہیں جو ان کے ایماء پر اور ان کی خوشنودی کے لئے لوگوں کو ڈراتے' دھمکاتے اور غریب لوگوں کو مارتے ہیں اور شریف و باعزت لوگوں کو بے عزت و بے آبرو کرتے ہیں۔

١٥/٣٤٦٣ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِنْفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرَهُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَاَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيْلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُءُوْسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيْحَهَا وَاِنَّ رِيْحَهَا لَتُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ كَذَا وَكَذَا۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحيحه ٢١٩٢/٤ الحديث رقم (٥٢۔ ٢١٢٨) الحديث رقم ٣٥٦/٢۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو گروہ دوزخی ہیں ان کو میں نے نہیں دیکھا (یعنی وہ ابھی نہیں پیدا ہوئے آئندہ ہوں گے میں ان کو نہ دیکھوں گا)۔ ان میں سے ایک وہ ہے جن کے پاس گایوں کی دم کی طرح کوڑے ہوں گے جس سے وہ لوگوں کو ماریں گے (یعنی ناحق ماریں گے)۔ دوسری قسم کی وہ عورتیں ہیں جو ظاہر میں کپڑے پہننے والی ہونگی مگر حقیقت میں ننگی ہوں گی وہ دوسروں کو اپنی طرف مائل کرنے والیاں اور خود ان کی طرف مائل ہونے والی ہوں گی۔ ان کے سر بختی اونٹوں کے کوہان کی طرح ہلتے ہوں گے۔ وہ جنت میں داخل نہ ہوں

گی بلکہ اس کی خوشبو بھی نہ پائیں گی' حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے محسوس ہو جاتی ہے مثلاً سو برس۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ كَاسِيَاتٌ : وہ باریک کپڑے پہنتی ہیں جن میں سے ان کا بدن نظر آئے گا تو اگرچہ وہ ظاہر میں لباس پہننے والیاں ہیں مگر کپڑے سے مقصود ستر بدن ہے اور ان کا لباس ان کے کچھ جسم کو ظاہر اور کچھ کو چھپانے والا ہو گا تو گویا حقیقت میں وہ ننگی ہیں مثلاً دوپٹہ پیٹھ پر ڈال کر سینہ اور پیٹ جو مقامات شہوت ہیں ظاہر کرنے والی ہیں۔ (۲) یا اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں فاخرہ لباس پہننے والی ہیں اور لباس تقویٰ سے ننگی ہیں اور تقویٰ کی وجہ سے بہشت کا لباس ملے گا۔

(۲) مَائِلَاتٌ : مُمِيْلَاتٌ ۔ یعنی وہ زرق برق لباس پہن کر ایسی زینت بناتی ہیں کہ جس سے لوگ ان کی طرف مائل ہوں اور وہ خود ان کی طرف مائل ہونے والی ہیں یعنی خود ان کی رغبت کرنے والی ہیں۔

مُمِيْلَاتٌ : کا یہ معنی بھی ہے کہ وہ سر سے اوڑھنیاں اتارتی ہیں تا کہ لوگ ان کے چہروں کو دیکھیں اور مائلات کا معنی یہ بھی ہے کہ وہ مٹک کر ناز و انداز سے چلتی ہیں تا کہ لوگوں کے دل ان پر فریفتہ ہوں۔ شروحات میں اس کے اور معانی بھی درج ہیں۔

(۲) رُءُوْسُهُنَّ : وہ چوٹیاں اپنے سروں پر باندھ لیتی ہیں یعنی وہ جوڑا سر پر بندھ کر بختی اونٹوں کے کوہان کی طرح بلند ہو جاتا ہے اور وہ کوہان زیادہ موٹاپے کی وجہ سے اِدھر اُدھر جھکتے ہیں جیسا کہ زنانِ مصر کا معمول ہے۔

لَمْ اَرَهُمَا : اس قسم کی عورتیں اور مرد آپ کے زمانہ میں نہ تھے مگر آپ کا ان کی اطلاع دینا معجزات نبوت میں سے ہے۔

(۴) لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ : عورتوں کی حالت ذکر کی کہ وہ جنت میں نہ جائیں گی اور اختصار کرتے ہوئے مردوں کا ذکر نہیں کیا گیا۔

قاضی عیاض کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جنت میں نہ جائیں گی اور جب جائیں گی تو اس کی خوشبو سے محروم ہوں گی۔ پرہیز گار عورتیں جنت کی خوشبو پائیں گی۔ (۲) یا یہ حلال جاننے پر محمول ہے۔ (۳) یا مراد اس سے زجر و توبیخ ہے۔

۱۶/۳۴۶۴ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَاتَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ فَاِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۸۲/۵ الحدیث رقم ۲۵۵۹ ومسلم فی ۲۰۱۷/٤ الحدیث رقم (۱۱۵۔ ۲٦۲۲)۔ واحمد فی المسند ٤٦۳/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی دوسرے کو مارے تو وہ اس کے منہ کو بچائے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ عَلٰى صُوْرَتِهٖ یعنی آدم علیہ السلام کو اپنی صفات پر پیدا فرمایا اور اس کو اپنی صفات جمالیہ اور جلالیہ کا مظہر بنایا۔

(۲) یا یہ مراد ہے کہ آدم علیہ السلام کو خاص قسم کی صورت پر بنایا جو ان کے لئے ایجاد فرمائی۔ صورتہ کی اضافت

تشریف وتکریم کے لئے ہے جیسا اس آیت میں ﴿نفخت فیه من روحی﴾ جو روحی میں نسبت ہے۔

(۳) صورته کی ضمیر کا مرجع آدم علیہ السلام ہی ہیں یعنی آدم علیہ السلام کو ان کی اس صورت پر پیدا کیا جو آدم کے ساتھ مخصوص تھی جس کی وجہ سے وہ تمام مخلوقات میں ممتاز ہوئے جو کہ بہت سی خصوصیات اور کرامات پر مشتمل ہے۔

حاصل معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کو تمام مخلوقات سے اشرف واعلیٰ بنایا اور اس کا چہرہ اس کے اعضاء میں اعلیٰ ترین عضو ہے اور صورت وکمال کے ظہور کا مقام ہے۔ پس اس کے منہ پر مارنے سے پرہیز کیا جائے۔ علماء کہتے ہیں کہ یہ امر استحباب کے لئے ہے۔

الفصل الثانی:

۳۴۶۵/۱۷ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَشَفَ سِتْرًا فَاَدْخَلَ بَصَرَہٗ فِی الْبَیْتِ قَبْلَ اَنْ یُؤْذَنَ لَہٗ فَرَاٰی عَوْرَۃَ اَھْلِہٖ فَقَدْ اَتٰی حَدًّا لَایَحِلُّ لَہٗ اَنْ یَّاْتِیَہٗ وَلَوْ اَنَّہٗ حِیْنَ اَدْخَلَ بَصَرَہٗ فَا سْتَقْبَلَہٗ رَجُلٌ فَفَقَاَعَیْنَہٗ مَا عَیَّرْتُ عَلَیْہِ وَاِنْ مَرَّ الرَّجُلُ عَلٰی بَابٍ لَا سِتْرَلَہٗ غَیْرُ مُغْلَقٍ فَنَظَرَ فَلَا خَطِیْئَۃَ عَلَیْہِ اِنَّمَا الْخَطِیْئَۃُ عَلٰی اَھْلِ الْبَیْتِ۔ (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب)

أخرجه الترمذی فی السنن ۶۰/۵ الحدیث رقم ۲۷۰۷۔ واحمد فی المسند ۱۸۱/۵۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی کے گھر کا پردہ کھول کر اس میں اپنی نگاہ داخل کرے اس سے قبل کہ وہ اس کو اجازت دیں (یعنی داخلے اور پردہ ہٹانے کی)۔ پھر اس کی نگاہ اس کے اہل پر پڑے پس وہ ایک ایسی چیز کا مرتکب ہے جو حد کو لازم کرنے والی ہے (یعنی تعزیر کو)۔ اس کو یہ حرکت مناسب نہیں (یعنی بغیر اجازت پردہ ہٹانا اور دیکھنا)۔ اگر اس نے دیکھا اور اس وقت گھر والوں میں سے کوئی اس کے سامنے آ گیا اور اس نے اس کی آنکھ پھوڑ ڈالی تو میں اس کو کوئی ڈانٹ ڈپٹ نہ کروں گا (یعنی کوئی چیز لازم نہ کروں گا) اور اگر کوئی آدمی دروازہ کے سامنے سے گزرا اس وقت دروازہ پر پردہ نہ تھا اور دروازہ بند نہ تھا۔ اس صورت میں اس کی نگاہ گھر والوں پر پڑ گئی تو اس پر کچھ گناہ نہ ہوگا۔ گھر والوں پر گناہ ہوگا (کیونکہ انہوں نے دروازہ بند کر کے پردہ نہ ڈالا)۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ فَلَا خَطِیْئَۃَ عَلَیْہِ: یہ جملہ مستانفہ ہے۔ جو علت کو اپنے اندر سمیٹنے والا ہے۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دروازہ کو بند رکھنا اور اس پر پردہ ڈالنا واجب ہے۔ (ع)

۳۴۶۶/۱۸ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّتَعَاطَی السَّیْفُ مَسْلُوْلًا۔

(رواہ الترمذی و ابوداؤد)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ۷۰/۳ الحدیث رقم ۲۵۸۸۔ والترمذی فی ۴۰۳/۴۔ الحدیث رقم ۲۱۶۳۔ واحمد فی المسند ۳۰۰/۳۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار کو بے نیام کر کے ایک دوسرے کو دینے سے

منع فرمایا ہے۔ یہ ترمذی ٔابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❁ بے نیام ننگی تلوار پکڑنے کی ممانعت فرمائی کیونکہ ممکن ہے غلطی سے ہاتھ سے گر کر زخمی کر دے۔(ع)

۱۹/۳۴۶۷ وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يُّقَدَّ السَّيْرُ بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ۔ (رواه ابوداؤد)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ۷۱/۳ الحديث رقم ۲۵۸۹۔

ترجمہ: حضرت حسن نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو انگلیوں کے درمیان تسمے کو چیرنے سے منع فرمایا ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❁ منع فرمانے میں شفقت ہے تاکہ انگلیاں زخمی نہ ہوں۔ ان دونوں روایات میں نہی تنزیہی ہے۔

۲۰/۳۴۶۸ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ دِيْنِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ اَهْلِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ

(رواه الترمذی وابوداؤد والنسائی)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ۱۲۸/۵ الحديث رقم ۴۷۷۲۔ والترمذی فی ۲۲/۴ الحديث رقم ۱۴۲۱۔ والنسائی فی ۱۱۵/۷ الحديث رقم ۴۰۹۰ وابن ماجه فی ۸۶۱/۲ الحديث رقم ۲۵۸۰۔ واحمد فی المسند ۱۹۰/۱۔

ترجمہ: حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنے دین کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے اور جو شخص جان کی حفاظت میں مارا جائے وہ بھی شہید ہے اور جو مال کی حفاظت میں مارا جائے وہ بھی شہید ہے اور جو اپنے اہل کی حفاظت میں مارا جائے وہ بھی شہید ہے۔ یہ ترمذی ٔابوداؤد ٔنسائی کی روایت ہے۔

تشریح ❁ دین کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بدعتی یا کافر دین کی تحقیر کرتا ہے اور یہ اس کا مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا۔

(۲) اکثر علماء یہی کہتے ہیں کہ جو شخص کسی کے مال کا قصد کرے یعنی مال لوٹنے کا ارادہ کرے یا اس کو مار ڈالنا چاہتا ہو یا اس کے اہل وعیال پر دست درازی کرنا چاہتا ہو تو اسے دفاع کا حق پہنچتا ہے کہ وہ نرمی سے اسے ہٹائے اگر وہ پھر بھی باز نہ آئے بلکہ قتل وقتال پر آمادہ ہو اور اس کے ہاتھوں وہ مارا جائے تو اس پر کچھ بھی لازم نہ آئے گا اور اگر یہ مارا جائے تو شہید ہوگا۔ (ع۔ح)

۲۱/۳۴۶۹ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِجَهَنَّمَ سَبْعَةُ اَبْوَابٍ بَابٌ مِنْهَا لِمَنْ سَلَّ السَّيْفَ عَلٰى اُمَّتِيْ اَوْ قَالَ عَلٰى اُمَّةِ مُحَمَّدٍ۔ (رواه الترمذی وقال هذا حديث غريب)

أخرجه الترمذی فی ۲۷۷/۵ الحديث رقم ۳۱۲۳۔ واحمد فی المسند ۹۴/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ کے سات دروازے ہیں ان میں سے ایک دروازہ خاص اس کے لئے ہے جو میری امت پر یا فرمایا امت محمدیہ پر تلوار کھینچنے والا ہے یعنی ناحق قتل کرنے والا ہے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔ یہ حدیث غریب ہے اور باب غضب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر ہو چکی جس کی ابتداء اس طرح ہے۔ الرجل جبار۔

قسامت کا بیان

فوائدالباب ☆: قسامۃ فعالہ کے وزن پر مصدر ہے اس کا معنی ہے باہم قسم اٹھانا۔ اس کا شرعی معنی یہ ہے کہ محلے میں ایک مقتول پایا گیا جس کا قاتل معلوم نہیں۔ محلّہ کے لوگوں میں سے پچاس آدمی منتخب کئے جائیں۔ وہ قسم اٹھائیں کہ ہم نے اسے نہیں مارا اور نہ ہی ہم قاتل کو جانتے ہیں اور ان پچاس آدمیوں کا انتخاب ولی مقتول کرے گا (۱) یہ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے۔ اس کی دلیل وہ روایت ہے البینة علی المدعی و الیمین علی من انکر ...... اسی طرح فصل ثالث میں رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی روایت بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔ (۲) امام شافعی واحمد رحمہما اللہ کے ہاں اہل محلہ کے درمیان مقتول پایا گیا۔ اگر مقتول کی کسی سے عداوت ہو یا کوئی ایسی علامت مل جائے جس سے ظن غالب ہو جائے کہ انہوں نے مارا ہے جیسا کہ ان کے محلّہ میں پایا گیا ہے تو مقتول کے اولیاء کو قسم دی جائے گی وہ اس طرح قسم اٹھائیں گے۔ اللہ کی قسم! تم ہی نے مارا ہے۔ اور اگر وہ انکار کریں تو پھر ان کو قسم دی جائے کہ جن پر الزام ہے کہ انہوں نے قتل کیا ہے۔ جیسا کہ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی اول روایت اس پر دلالت کرتی ہے۔

(۲) قسامت میں قصاص لازم نہیں ہوتا خواہ قتل عمد کا دعویٰ ہو یا خطا کا اس میں دیت لازم ہوگی۔

امام مالک رحمہ اللہ کا قول: اگر قتل عمد کا دعویٰ ہے تو قصاص کا حکم لگایا جائے اور امام شافعی کا قدیم قول یہی ہے۔ کتب فقہ میں قسامت کے احکامات و مسائل مذکور ہیں۔

قسامت اگرچہ جاہلیت میں ایک رواج کے طور پر چلی آ رہی تھی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تسلیم کر کے نافذ فرمایا جیسا کہ عبداللہ بن سہل کے واقعہ میں مذکور ہے کہ انہوں نے خیبر کے یہود پر دعوائے قتل کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسامت سے فیصلہ فرمایا۔ (ح۔ع)

الفصل الاول:

۱/۳۴۷۰ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ وَسَهْلِ بْنِ اَبِیْ حَثْمَةَ اَنَّهُمَا حَدَّثَا اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةَ بْنَ مَسْعُوْدٍ اَتَيَا خَيْبَرَ فَتَفَرَّقَا فِی النَّخْلِ فَقُتِلَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَهْلٍ فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَهْلٍ وَحُوَيِّصَةُ وَمُحَيِّصَةُ ابْنَا مَسْعُوْدٍ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَكَلَّمُوْا فِیْ اَمْرِ صَاحِبِهِمْ فَبَدَاَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَكَانَ اَصْغَرَ الْقَوْمِ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبِّرِ الْكُبْرَ قَالَ يَحْيَی بْنُ سَعِيْدٍ يَعْنِیْ لِيَلِیَ الْكَلَامَ الْاَكْبَرُ فَتَكَلَّمُوْا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَحِقُّوْا قَتِيْلَكُمْ اَوْ قَالَ صَاحِبَكُمْ بِاَيْمَانِ خَمْسِيْنَ مِنْكُمْ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَمْرٌ لَمْ نَرَهُ قَالَ فَتُبْرِئُكُمْ يَهُوْدُ فِیْ اَيْمَانِ خَمْسِيْنَ مِنْهُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمٌ كُفَّارٌ فَفَدَاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قِبَلِهِ وَفِیْ رِوَايَةٍ تَحْلِفُوْنَ خَمْسِيْنَ يَمِيْنًا وَتَسْتَحِقُّوْنَ قَاتِلَكُمْ اَوْصَاحِبَكُمْ فَوَادَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهٖ بِمِائَةِ نَاقَةٍ۔ (متفق عليه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ٥٣٥/١٠ الحديث رقم ٦١٤٢۔ ٦١٤٣ ومسلم فی ١٢٩٢/٣ الحديث رقم (٢۔ ١٦٦٩)۔ والترمذی فی السنن ٢٢/٤ الحديث رقم ١٢٢۔ والنسائی فی ٧/٨ الحديث رقم ٤٧١٢۔ وأخرجه مالك فی الموطا ٨٧٧/٢ الحديث رقم ١ من كتاب القسامة واحمد فی ١٤٢/٤۔

ترجمہ: حضرت رافع بن خدیج اور سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عبداللہ بن سہل اور محیصہ بن مسعودؓ دونوں خیبر گئے وہاں کھجور کے درختوں میں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے (یعنی ایک ایک طرف چلا گیا اور دوسرا سیر کرتے ہوئے دوسری طرف چلا گیا) عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کو کسی نے قتل کر دیا اور عبدالرحمٰن بن سہل رضی اللہ عنہ یعنی مقتول کا بھائی اور حویصہ اور محیصہ یعنی مسعود کے بیٹے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے ساتھی کے قتل کے بارے میں بات شروع کی۔ عبدالرحمٰن جو کہ مقتول کا بھائی اور وفد میں سب سے چھوٹا تھا اس نے بات شروع کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑے کی بڑائی کا لحاظ کرو (یعنی جو بڑا ہے اس کو مقدم کرو)۔ یحییٰ بن سعید راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بڑا کلام کا ذمہ دار بنے۔ پس انہوں نے کلام کیا (یعنی ان میں سے بڑے نے بات چیت کی) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم مقتول کی دیت کے حقدار ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتیل کے بجائے دوست کا لفظ بولا اور اس کی صورت یہ ہے کہ تم میں سے پچاس آدمی قسم اٹھائیں گے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے نہیں دیکھا (یعنی نہیں جانتے کہ کس نے ان کو مارا ہے)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پچاس یہودی قسم کھا کر تم کو اس سے بری کر دیں گے۔ یعنی وہ اس بات کی قسم کھائیں گے کہ ہم نے اس کو قتل نہیں کیا اور اس طرح سے وہ اپنے آپ کو قتل کی لگائی گئی تہمت کا الزام زائل کریں گے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کافر لوگ ہیں (یعنی ان کی قسموں کا کیا اعتبار ہے)۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول کے رشتہ داروں کو اپنی طرف سے دیت عنایت فرمائی (تا کہ فتنہ ختم ہو جائے) اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ تم پچاس قسمیں کھاؤ اور قاتل کی دیت کے حقدار بن جاؤ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب کا لفظ فرمایا کہ اپنے صاحب کی دیت کے حقدار بن جاؤ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دیت سو اونٹ اپنے پاس سے عنایت فرمائی۔ بخاری و مسلم۔

تشریح ۞ (۱) اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ بڑا اکرام کے لائق ہے کہ وہ بات میں پہل کرے۔

(۲) حدود میں وکالت درست ہے۔

(۳) متولی کی موجودگی میں وکالت بھی درست ہے کیونکہ مقتول کے ولی عبدالرحمٰن بن سہل تھے جو کہ مقتول کے بھائی تھے اور حویصہ اور محیصہ اس کے چچا زاد تھے۔

(۴) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قسامت میں پہلے قسم مدعی پر آتی ہے اور ہمارے نزدیک قسم کی ابتداء مدعیٰ علیہ سے کی جائے گی۔ (ع)

وَهٰذَا الْبَابُ خَالٍ عَنِ الْفَصْلِ الثَّانِيْ

اِس باب میں دوسری فصل نہیں ہے

الفصل الثالث:

۲/۳۴۷۱ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ اَصْبَحَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ مَقْتُوْلاً بِخَيْبَرَ فَانْطَلَقَ اَوْلِيَاءُهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ اَلَكُمْ شَاهِدَانِ يَشْهَدَانِ عَلٰى قَاتِلِ صَاحِبِكُمْ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَمْ يَكُنْ ثَمَّ اَحَدٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّمَا هُمْ يَهُوْدُ وَقَدْ يَجْتَرِؤُنَ عَلٰى اَعْظَمَ مِنْ هٰذَا قَالَ فَاخْتَارُوْا مِنْهُمْ خَمْسِيْنَ فَاسْتَحْلِفُوْا هُمْ فَاَبَوْا فَوَدَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهٖ۔

(رواه ابو داوٗد)

أخرجه ابو داوٗد في السنن ٤/٦٦١ الحديث رقم ٤٥٢٤۔

ترجمہ: حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری (جن کا نام عبداللہ بن سہل تھا) خیبر میں مقتول ہوگئے۔ چنانچہ مقتول کے ورثاء (یعنی اس کا بیٹا اور اس کے دونوں چچا زاد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سارا حال ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے پاس دو گواہ موجود ہیں جو تمہارے صاحب کو قتل کرنے والے کے متعلق گواہی دیں۔ ورثاء نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں کوئی مسلمان موجود ہی نہیں اور وہ یہودی ہیں (یعنی جو ظلم وفساد، قتل، حیلہ گری میں ید طولیٰ رکھتے ہیں) وہ تو اس سے بہت بڑے کاموں پر بھی (یعنی قتل انبیاء اور تحریف کلام اللہ اور اللہ کے احکام نہ ماننے پر بھی) جرأت رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ان میں سے پچاس آدمیوں کو منتخب کرلو۔ مقتول کے ورثاء نے اس بات سے انکار کیا (یعنی یہود سے قسم لینے سے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے مقتول کی دیت دی۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ یہ روایت صراحۃً امام ابوحنیفہؒ کی دلیل ہے۔ چنانچہ انہوں نے اختلاف مذاہب اور اپنے مذہب کے دلائل اس موقع پر خوب بیان کئے۔

بَابُ قَتْلِ اَھْلِ الرِّدَّۃِ وَالسُّعَاۃِ بِالْفَسَادِ

مرتدین اور فساد پھیلانے والوں کے قتل کا بیان

مرتد کی تعریف:

مرتد کا لغوی معنی لوٹنے اور پھرنے والا ہے جب کوئی مسلمان اسلام سے پھر جائے تو اس کو مرتد کہتے ہیں۔

مرتد کا حکم:

ارتداد کے بعد اس پر اسلام کو پیش کیا جائے گا اور اگر اس کو کوئی اشتباہ ہو تو اس کا ازالہ کیا جائے گا لیکن یہ اسلام کا پیش کرنا اور اشتباہ کو دور کرنا یہ درجہ استحباب میں ہے۔ دعوت اسلام تو ہر جگہ پہنچ چکی ہے نئی دعوت کی ضرورت نہیں اور یہ بھی مستحب ہے کہ اس کو تین دن قید کیا جائے پھر اگر وہ مسلمان ہو جائے تو بہت مناسب ورنہ قتل کر دیا جائے۔

بعضوں نے کہا کہ اگر وہ مہلت طلب کرے تو اس کو مہلت دی جائے ورنہ ضرورت نہیں۔ امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ اس کو تین دن تک خلیفہ مہلت دے اور ظاہری طور پر آیت: اُقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ (مشرکوں کو قتل کردو) اور روایت: **من بدل دینه فاقتلوه** ...... جس نے اپنا دین (اسلام) بدلا اس کو قتل کردو۔ ان دونوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مہلت دینا ضروری نہیں۔

(۲) سعاۃ یہ ساعی کی جمع ہے ساعی کا معنی کوشش کرنے والا' یہاں اس سے مراد ڈاکو ہیں۔ جیسا کہ اس آیت میں فرمایا گیا:

﴿اِنَّمَا جَزَآءُ الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا﴾

''جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑتے ہیں اور زمین پر فساد برپا کرتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو قتل کر دیا جائے''۔

(۳) فتاویٰ عالمگیری میں مسائلِ مرتد کے بارے میں خوب تفصیل لکھی ہے چنانچہ ہم اس کا ترجمہ ذکر کئے دیتے ہیں تاکہ مسلمان اس سے آگاہ ہو جائیں۔

① مرتد کا لفظ اسم فاعل ہے جس کا معنی پھر جانے والا یعنی دین اسلام سے پھر جانے والا۔ ارتداد کا بڑا رکن یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد کوئی کلمہ کفر اپنی زبان پر لے آئے اور اس کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ آدمی عقلمند ہو پس مجنون اور نادان لڑکے کا ارتداد قابل اعتبار نہیں۔

② جس شخص کا جنون ختم ہو جاتا ہے اگر وہ حالت جنون میں مرتد ہو تو وہ مرتد شمار نہیں ہوگا اور اگر وہ افاقہ کی حالت میں مرتد ہو تو تب اس کا ارتداد درست شمار ہوگا۔

③ اسی طرح وہ آدمی جو حالت نشہ میں مرتد ہو جس نشہ میں عقل جاتی رہی ہو تو اس کے ارتداد کا شرعاً اعتبار نہ ہوگا۔
④ ارتداد کے درست ہونے کے لئے بلوغ شرط نہیں اسی طرح مرد ہونا بھی شرط نہیں۔
⑤ اس کے صحیح ہونے کے لئے کفر کی طرف اس کی رغبت کا ہونا شرط ہے اس لئے اگر کسی کو زبردستی مرتد کیا جائے گا تو وہ قابل اعتبار نہ ہوگا۔
⑥ لڑکے کے عقلمند ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ اس بات کو پہچانے کہ اسلام نجات کا سبب ہے اور اچھے برے' میٹھے کڑوے میں فرق کرے۔
بعضوں نے اس کے لئے عمر کی مقدار مقرر کی ہے کہ وہ سات برس کا ہو۔
⑦ جس آدمی کو برسام کی دماغی بیماری لاحق ہو جائے یا اس کو کوئی ایسی چیز کھلائی جائے جس سے اس کی عقل جاتی رہے اور وہ ہذیان بکنے لگے اور اسی کیفیت میں مرتد ہو جائے یہ ارتداد معتبر نہیں ہوگا۔
⑧ اگر کوئی شخص مجنون یا وسوسے میں مبتلا یا کسی لحاظ سے مغلوب العقل ہو اور اسی کیفیت میں وہ مرتد ہو جائے تو وہ بھی مرتد شمار نہیں ہوگا۔

مرتد کے واپس لوٹنے کی شرط:

① اس پر اسلام پیش کر کے شبہ کو دور کریں پھر وہ شہادتین کا اقرار کرے اور اسلام کے علاوہ تمام ادیان سے بیزاری کا اعلان کرے اور اگر وہ فقط اُسی دین سے جس کی طرف وہ مڑ گیا تھا بیزاری کا اظہار کر دے تو یہ بھی کافی ہے۔
② اگر مرتد نے توبہ کر لی اور اسلام کی طرف لوٹ کر پھر کفر کی طرف رجوع کیا اور یہ تین بار کیا اور ہر بار امام سے تین دن کی مہلت طلب کی پھر اگر چوتھی دفعہ کفر کی طرف لوٹ کر مہلت طلب کرے تو امام اس کو مہلت نہ دے اگر وہ اسلام قبول کر لے تو مناسب ہے ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے۔
③ جب عقل والا لڑکا مرتد ہو تو امام صاحبؒ کے نزدیک اس کا ارتداد معتبر ہے اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اسلام لانے کے بارے میں اس کو خبردار کیا جائے اور اس کو قتل نہ کیا جائے۔
④ قریب البلوغ لڑکا اگر مرتد ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔
⑤ مرتد ہونے والی عورت کو قتل نہ کیا جائے یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائے اور ہر تین دن کے بعد اس کی پٹائی کی جائے تاکہ وہ اسلام لے آئے اور اگر اسی دوران اس کو کوئی قتل کر دے تو اس پر شبہ ہونے کی وجہ سے کوئی چیز لازم نہ ہوگی۔
⑥ اور اگر لونڈی مرتد ہو جائے تو اس کا مالک اس کو گھر میں قید کر لے اور خدمت لینے کے باوجود اس کو سزا دی جاتی رہے البتہ اس کا مالک اس سے صحبت نہ کرے۔
⑦ عقل والی لڑکی جو بلوغ کے قریب ہے اور خنثیٰ مشکل ان دونوں کا حکم عورت جیسا ہے۔
⑧ آزاد عورت اگر مرتد ہو جائے تو اس کو باندی نہ بنایا جائے گا' جب تک کہ وہ دار الاسلام میں ہے پھر اگر وہ دار الحرب میں

بھاگ جائے تو دوبارہ پکڑے جانے کی صورت میں اس کو لونڈی بنایا جا سکتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کا قول صاحب نوادر نے اس طرح نقل کیا ہے کہ اس کو دارالاسلام میں بھی بطور باندی گرفتار کیا جا سکتا ہے بعض علماء نے یہ کہا کہ اگر اس روایت کے مطابق فتویٰ دیا جائے تو کچھ حرج نہیں اس عورت کے سلسلے میں جس کا خاوند موجود ہو۔ خاوند کو چاہئے کہ وہ درخواست کرے کہ اس عورت کو لونڈی بنا دیا جائے یا امام اس کو خاوند ہی کو ہبہ کر دے بشرطیکہ خاوند اس کا مصرف ہو تو خاوند مالک بن جائے گا اس صورت میں خاوند کو جبکہ وہ اسلام کا انکار کرتی رہے یہ اختیار ہے کہ وہ اس کو مارے یا قید اور اس کی توبہ کے لئے توحید کا اقرار اور رسول اللہ ﷺ کی معرفت اور دین اسلام کی حقانیت کا اقرار ضروری ہے۔

مِلک مرتد کا حکم:

مرتد کا مال ارتداد کی وجہ سے اس کی ملکیت سے نکل جاتا ہے اور یہ مِلک کا زوال موقوف ہے اگر وہ دوبارہ اسلام لے آئے تو اس کی ملک بحال ہو جائے گی اور اگر ارتداد کی حالت میں قتل ہو جائے یا ہلاک ہو جائے تو اس کی وہ کمائی جو اسلام کی حالت میں کی ہے اس کے وارث اس کے مسلمان ورثاء ہوں گے جبکہ وہ اسلام کے بعد والے قرضے کو ادا کر دیں اور جو ارتداد کے زمانہ میں اس نے کمائی کی ہے تو اس میں فقط قرضے کی ادائیگی ہی کافی ہے جو قرضہ ارتداد کی حالت میں اس کے ذمہ ہوا ہے باقی مال مالِ فئی ہو گا اور یہ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے۔

صاحبینؒ کے ہاں ارتداد سے مرتد کی ملک زائل نہیں ہوتی اب اس کے بعد اس کی میراث تقسیم کرنے کے متعلق امام ابوحنیفہؒ سے روایات مختلف ہیں۔ امام محمدؒ نے امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس کی وراثت مرتد کی موت یا اس کے قتل ہونے یا اس کے متعلق دارالحرب میں چلے جانے کا حکم ہو جانے کے بعد اس کے مسلمان وارثوں میں تقسیم ہو گی اور یہ زیادہ صحیح قول ہے۔ مرتد کی مسلمان بیوی اس کی وارث اس وقت ہو گی جبکہ وہ مرجائے یا قتل کیا جائے یا اس پر دارالحرب میں بھاگ جانے کا حکم لگ جائے اور وہ عورت حالت عدت میں ہو جیسا کہ کوئی شخص مرض الوفات میں اپنی بیوی کو طلاق دے تو اگر عدت کے دوران اس کا خاوند فوت ہو جائے تو بھی اس کی بیوی کو اس کی میراث میں سے حصہ ملتا ہے۔ مرض الوفات میں طلاق دینے والے شخص کو فقہ کی اصطلاح میں ''فار'' یعنی بیوی کے حصہ میراث سے بھاگنے والا کہا جاتا ہے تو مرتد ہونے والا شخص بھی گویا مرتد ہو کر اپنی بیوی کو میراث سے محروم کرنا چاہتا ہے اس لئے ارتداد کو مرض الوفات کی طرح شمار کر کے اس کی بیوی کو بھی میراث میں سے حصہ دیں گے بشرطیکہ وہ عدت میں ہو۔

مسلمان خاوند مرتدہ کا وارث نہیں ہوتا مگر صرف اس صورت میں کہ جب اس کی حالت میں مرتد اور اسی حالت میں مر جائے تو بیمار ہو تو اس وقت اس کا خاوند اور دیگر اقرباء بھی وارث ہوں گے یہاں تک کہ وہ مال جو حالت ردت میں کمایا وہ بھی اس کے ساتھ شامل ہو گا۔

اگر کوئی مرتد ہو کر دارالحرب میں چلا گیا یا حاکم نے اس کے بارے میں دارالحرب میں چلے جانے کا فیصلہ کر دیا تو اس کا مدبر غلام اور اس کی ام ولد آزاد ہو جائیں گے اور اس کے معجّل قرضہ جات فی الحال دیئے جائیں گے اور وہ مال جو کہ حالت اسلام میں کمایا گیا ہے وہ تینوں علماء کے نزدیک باتفاق مسلمان ورثاء کو ملے گا مرتد نے حالت اسلام میں جو وصیت کی تو ظاہر روایت یعنی

مبسوط وغیرہ کی روایت کے مطابق وہ مطلقاً باطل ہو جائے گی قطع نظر اس کے کہ وہ قریبی رشتہ دار کے حق میں ہے یا غیر قریبی کے حق میں اور جب تک مرتد دارالاسلام میں چلتا پھرتا ہے اس وقت تک قاضی ان احکام میں سے کسی کو بھی نافذ نہ کرے۔

تصرف مرتد:

مرتد کا تصرف اس کے ارتداد میں چار اقسام پر مشتمل ہے:

① وہ تصرف جو سب کے نزدیک نافذ ہو جاتا ہے مثلاً ہبہ کا قبول کرنا' ام ولد بنانا' اسی طرح جب اس کی لونڈی بچہ جنے اور وہ اس کے نسب کا دعویدار ہو تو لڑکے کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا اور دیگر ورثاء کے ساتھ وہ بھی وارث شمار ہوگا اور اس کی لونڈی ام ولد بن جائے گی۔ اسی طرح اس کا شفعہ اور غلام ماذون پر حجر بھی نافذ ہوگا۔

② دوسرا وہ تصرف ہے جو سب کے نزدیک باطل ہو جاتا ہے مثلاً نکاح۔ اُسے کسی مسلمان عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ نہ مرتدہ سے نہ ذمیہ اور نہ حرہ سے اور نہ مملوکہ سے' اس کا ذبیحہ حرام ہے۔ اسی طرح کتے' باز اور تیر کے ساتھ کیا گیا اس کا شکار بھی حرام ہے۔

③ تیسرا تصرف وہ ہے جو سب کے نزدیک موقوف ہوتا ہے اور یہ شرکت مفاوضہ ہے یعنی جب کوئی مرتد کسی مسلمان سے شرکت مفاوضہ کرلے تو وہ موقوف رہتی ہے اگر وہ مسلمان ہو جائے تو وہ نافذ ہو جاتی ہے اور اگر وہ مر جائے یا قتل کیا جائے یا دارالحرب میں بھاگ جائے یا قاضی اس کے دارالحرب میں جانے کی تصدیق کر دے تو شرکت مفاوضہ باطل ہو جاتی ہے اور شرکت مفاوضہ شرکت عنان بن جاتی ہے یہ صاحبینؒ کا قول ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے ہاں شرکت مفاوضہ قطعاً باطل نہیں ہوتی۔

④ چوتھا تصرف جس کے موقوف ہونے کے بارے میں اختلاف ہے وہ بیع اور شراء' اجارہ' آزاد کرنا' مدبر بنانا' مکاتب بنانا' وصیت کرنا اور قرضوں کا وصول کرنا ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے ہاں یہ تصرفات موقوف ہوتے ہیں اگر اسلام لے آئے تو نافذ ہو جاتے ہیں اور اگر ارتداد کی حالت میں مر جائے یا قتل کیا جائے یا دارالحرب کی طرف بھاگ جانے کی قاضی تصدیق کر دے تو باطل ہو جاتے ہیں۔

مکاتب کا تصرف اس کے مرتد ہونے کی صورت میں سب کے نزدیک نافذ ہے اگر کوئی شخص اپنے مرتد غلام کو فروخت کر دے یا مرتدہ لونڈی کو بیچ ڈالے تو بیع جائز ہے۔

یا مرتد تائب ہو کر لوٹ آئے اگر وہ قاضی کے حکم سے پہلے مسلمان ہو گیا تو اس کے مال کے متعلق مرتد ہونے کا حکم باطل ہو جائے گا اور گویا وہ کبھی مرتد ہوا ہی نہیں اور اس کی ام ولد اور مدبر بھی آزاد نہیں ہوں گے اور اگر قاضی کے حکم کے بعد وہ لوٹا تو ورثاء کے ہاتھوں میں جو چیز موجود ہو اس کو واپس لے سکتا ہے اور اگر انہوں نے وہ چیزیں اپنی ملک سے بیع کر کے یا ہبہ کر کے یا آزاد کر کے نکال ڈالیں تو اسے دعویٰ کرنے کا کوئی حق نہیں اور نہ ہی بدل لینا درست ہے۔

(۲) جو آدمی ماں باپ کے تابع ہونے کی وجہ سے مسلمان تھا جب مرتد ہو کر وہ بالغ ہوا تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ

ارتداد میں اسے قتل کیا جائے لیکن ازراہ استحسان اس کو قتل نہ کیا جائے کیونکہ اس کا اسلام ماں باپ کی تبعیت میں تھا یہی حکم اس شخص کا بھی ہے جو نوعمری میں مسلمان ہوا اور بلوغت کی عمر میں وہ مرتد ہو گیا تو اس کا حکم اسی طرح ہے۔

(۳) جو آدمی زبردستی اسلام لایا تھا اگر وہ مرتد ہو گیا تو بطور استحسان اس کو بھی قتل نہ کیا جائے گا اور ان تمام صورتوں میں اس کو اسلام لانے پر مجبور کیا جائے گا اور اگر کسی شخص نے اس کے مسلمان ہونے سے پہلے ہی اس کو مار دیا تو اس پر دیت و قصاص میں سے کوئی چیز لازم نہ آئے گی۔

(۴) لقیط یعنی (راستہ میں پڑا ہوا اٹھایا جانے والا بچہ) دارالاسلام میں مسلمان شمار ہوگا اگر بالغ ہونے کے بعد وہ مرتد ہو جائے تو اسلام لانے پر اس کو مجبور کیا جائے مگر قتل نہ کیا جائے گا۔

موجباتِ کفر:

یعنی جن باتوں سے آدمی کافر ہو جاتا ہے' اس کی کئی اقسام ہیں: (۱) ایسی چیزیں جن کا تعلق ایمان و اسلام کے ساتھ ہے۔

① مثلاً کوئی شخص اس طرح کہے مجھے یہ معلوم نہیں کہ میرا ایمان ہے یا نہیں۔ تو یہ بہت بڑی غلطی ہے مگر جب اس بات کا مقصد اپنے شک کی نفی ہو تو پھر خطائے عظیم بھی نہ بنے گی۔

② جس آدمی نے اپنے ایمان میں شک کیا اور یہ کہا کہ میں ان شاء اللہ مومن ہوں تو وہ کافر ہے۔ البتہ اگر وہ اس کی یہ تاویل کرے کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ میں اس دنیا سے ایمان کے ساتھ جاؤں گا یا نہیں' تو اس صورت میں وہ کافر نہ ہوگا۔

③ جس آدمی نے کہا کہ قرآن مخلوق ہے یا ایمان مخلوق ہے تو وہ کافر ہو گیا۔

④ جس شخص نے یہ عقیدہ بنایا کہ ایمان و کفر ایک چیز ہے تو وہ کافر ہے۔

⑤ جو آدمی ایمان پر راضی اور مطمئن نہ ہوا وہ کافر ہے۔

⑥ جو شخص اپنے نفس کے کفر پر راضی ہوا وہ کافر ہے۔

⑦ اور جو غیر کے کفر پر راضی ہوا' اس کے متعلق علماء کا اختلاف ہے اور فتویٰ اس قول پر ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے کے کفر پر اس لئے راضی ہوا تھا کہ وہ کافر ہمیشہ عذاب میں مبتلا ہو تو وہ کافر نہ ہوگا اور اگر وہ اس کے کفر پر اس بناء پر راضی ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس چیز کو ظاہر کرے جو اس کی صفات کے لائق نہیں تو وہ کافر ہو جائے گا۔

⑧ جس آدمی نے یہ کہا کہ میں اسلام کی صفات نہیں جانتا تو وہ کافر ہو گیا۔ علامہ شمس الائمہ حلوانی نے اس مسئلہ کو بڑے مبالغہ کے انداز میں ذکر کیا ہے اور یہ فرمایا کہ ایسے کہنے والے کی نہ نماز ہے اور نہ دین اور نہ روزہ نہ طاعت و عبادت اور نہ اس کا نکاح ہے۔ اس کی اولاد زنا سے پیدا ہونے والی اولاد ہے۔

⑨ اگر کسی مسلمان نے کسی نصرانیہ سے نکاح کیا جس کے ماں باپ عیسائی ہیں اور وہ لڑکی اس حالت میں بڑی ہوئی کہ وہ کسی مذہب و دین کو نہیں جانتی یعنی نہ وہ دین کو دل سے پہچانتی ہے اور نہ زبان سے اس کو بیان کر سکتی ہے اور وہ مجنونہ بھی نہیں ہے تو اس صورت میں اس کے اور اس کے شوہر کے درمیان تفریق ہو جائے گی۔

⑩ اگر اسی طرح کسی آدمی نے مسلمہ صغیرہ سے نکاح کیا جب وہ عقل کی حالت میں پہنچی اور بالغ ہوئی تو اس حالت میں نہ وہ اسلام کو دل سے پہچانتی ہے اور نہ بیان کر سکتی ہے اور وہ دیوانی اور پاگل بھی نہیں ہے تو اس صورت میں بھی اس کے اور اس کے خاوند کے مابین جدائی ہو جائے گی۔

⑪ اگر خاوند نے اپنی عورت سے پوچھا کیا تو توحید جانتی ہے؟ اس نے جواب میں کہا میں نہیں جانتی۔ پس اگر اس کے جواب کی مراد یہ ہو کہ مجھے وہ توحید یعنی کلمہ توحید یاد نہیں جو بچے مدرسہ میں پڑھتے ہیں تو اس بات میں اس کا کچھ نقصان نہیں اور اگر اس جواب سے اس کی مراد یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو نہیں پہچانتی تو اس صورت میں وہ مومنہ نہ رہے گی اور اس کا نکاح اپنے خاوند سے ٹوٹ جائے گا۔

⑫ جو شخص اس حالت میں مرا کہ وہ یہ نہیں پہچانتا کہ میرا کوئی خالق ہے اور اس دنیا کے گھر کے علاوہ اس کے ہاں ایک اور گھر بھی ہے اور ظلم حرام ہے تو یہ شخص مومن نہ تھا۔

⑬ ایک آدمی گناہ میں مبتلا ہے یہ کہتا ہے اپنے اسلام کو گناہ سے ظاہر کرنا چاہئے تو یہ کافر ہو جائے گا۔

⑭ اگر ایک آدمی نے کہا کہ میں مسلمان ہوں۔ سننے والے نے اس کے جواب میں کہا تجھ پر اور تیری مسلمانی پر لعنت ہو تو اس طرح کہنے سے وہ کافر ہو جائے گا۔

⑮ اگر کسی عیسائی نے اسلام قبول کیا اس کے بعد اس کا عیسائی باپ مر گیا تو یہ کہنے لگا کاش میں اس وقت مسلمان نہ ہوتا تو اپنے باپ کی وراثت کو پالیتا تو یہ نومسلم کافر ہو گیا۔

⑯ اگر کوئی عیسائی کسی مسلمان کے پاس آیا اور اس کو کہنے لگا میرے سامنے دعوت اسلام پیش کرو تا کہ میں تمہارے ہاتھ پر اسلام کو قبول کر لوں۔ اس مسلمان نے کہا کہ تم فلاں عالم کے ہاں چلے جاؤ تا کہ وہ تمہارے سامنے اسلام کو پیش کرے اور تم اس کے ہاتھ پر اسلام قبول کرو۔ علماء کے اس کے متعلق اختلافی اقوال ہیں۔ علامہ ابوجعفرؒ کہتے ہیں کہ اس طرح کہنے والا کافر نہ ہوگا۔

⑰ اگر کسی آدمی نے اسلام قبول کیا ایک مسلمان اس سے کہنے لگا تمہیں اپنے گزشتہ دین میں کون سی برائی نظر آئی یعنی جس کی وجہ سے تم نے اسلام کو پسند کیا تو یہ کہنے والا کافر ہو جائے گا۔

وہ موجبات کفر جن کا تعلق اللہ کی ذات یا صفات سے ہے:

(۱) وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی طرف ایسے وصف وصفت کی نسبت کرے جو اس کے شایان شان نہیں یا کسی کو اس کا شریک یا اس کا بیٹا یا بیوی بنائے تو وہ شخص کافر ہو جاتا ہے۔

(۲) اللہ کے اسماء میں سے یا اس کے اوامر میں سے کسی امر کا مذاق اڑائے یا اللہ کے وعدہ اور وعید کا انکار کرے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر اللہ کی طرف جہالت یا عاجزی یا نقص کی نسبت کرے تو یہ کہنے والا کافر ہو جائے گا مثلاً یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے جائز ہے کہ وہ ایسا فعل کرے جس میں کوئی حکمت نہ ہو یہ اللہ کی طرف نقص کی نسبت

کرنے کی وجہ سے کافر ہو جائے گا۔

(۳) جو آدمی یہ کہے یا اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ کفر پر راضی ہوتا ہے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔

(۴) اگر کوئی یہ کہے کہ اگر اللہ بھی مجھے یہ کام کرنے کا حکم دیں تب بھی میں یہ کام نہ کروں تو وہ کافر ہو جائے گا۔

(۵) قرآن مجید میں ید یا وجہ وغیرہ کے الفاظ اللہ کے لئے استعمال ہوئے ہیں اس حالت میں کہ وہ اعضاء جارحہ نہیں ہیں تو کیا کسی دوسرے زبان میں ان چیزوں کا اطلاق جائز ہے کہ نہیں؟ بعض علماء نے کہا کہ یہ جائز ہے بشرطیکہ ان چیزوں سے ان کا ظاہری مفہوم یعنی اعضاء وغیرہ کا اعتقاد نہ ہو۔ (اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے یہ اعضاء منہ اور ہاتھ ظاہری مراد نہیں اللہ تعالیٰ ان اعضاء سے منزہ ہے بلکہ یہ الفاظ متشابہات میں سے ہیں جن کی حقیقت اللہ ہی جانتے ہیں) اور اکثر علماء کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں اور اسی قول پر اعتماد ہے۔

(۶) اگر کسی شخص نے اس طرح کہا کہ فلاں میری نگاہ میں اس طرح کا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں یہودی تو جمہور علماء کے نزدیک یہ شخص کافر ہو جاتا ہے کیونکہ اس نے نگاہ کو نگاہ انسانی قرار دے کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہے لیکن بعض علماء یہ کہتے ہیں اگر اس جملہ کے کہنے والے کی مراد اس آدمی کے افعال وکردار کی برائی ظاہر کرنا ہو تو پھر وہ کافر نہیں ہوگا۔

(۷) اگر ایک آدمی مر گیا دوسرے آدمی نے کہا اللہ تعالیٰ کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا تو یہ کہنے والا کافر ہو جائے گا۔

(۸) اگر کسی آدمی نے اپنے دشمن کو کہا کہ میں تیرے ساتھ یہ معاملہ اللہ کے حکم سے کر رہا ہوں۔ دشمن کہنے لگا میں حکم خدا کو نہیں جانتا یا اس طرح کہا کہ اس جگہ اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں چلتا یا یوں کہا کہ اس جگہ کوئی حکم نہیں یا اس طرح کہا کہ خدا حکم کے لائق نہیں یا اس طرح کہا کہ اس جگہ دیو کا ہی حکم چلے گا یہ تمام جملے کفر کو لازم کرنے والے ہیں۔

(۹) حاکم عبدالرحمٰن سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ جو یہ کہے کہ میں فلاں کام رسم ورواج کے مطابق کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ کے حکم سے نہیں کرتا تو کیا ایسا شخص کافر ہو جائے گا۔ انہوں نے فرمایا اس جملہ سے اگر اس کی مراد حق بات کو بگاڑنا اور شریعت کو ترک کرنا اور رسم ورواج کی اتباع ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کو رد کرنا مقصود نہیں تو وہ کافر نہ ہوگا۔

(۱۰) اگر کوئی آدمی کسی ایسے شخص کو جو کہ کبھی بیمار نہیں ہوتا اس طرح کہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو بھول گیا ہے یا یوں کہے کہ یہ آدمی ان لوگوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ بھول گیا ہے تو یہ کفریہ کلمہ ہے۔

(۱۱) اگر کسی آدمی نے دوسرے شخص کو اس طرح کہا تیری زبان سے تو خدا بھی بچ نہیں سکتا۔ میں تیسرا کس طرح مقابلہ کروں گا تو وہ شخص کافر ہو جائے گا۔

(۱۲) اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو یہ کہا (نعوذ باللہ) تم مجھے خدا سے زیادہ محبوب ہو تو وہ کافر ہو جائے گا۔

(۱۳) اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں آدمی کو بری تقدیر پہنچی یہ بہت بڑی غلطی ہے۔

(۱۴) اللہ تعالیٰ کے لئے مکان کو ثابت کرنا کفر ہے چنانچہ اگر کوئی شخص اس طرح کہے اللہ تعالیٰ سے کوئی مکان خالی نہیں تو وہ

کافر ہو جاتا ہے۔

(۱۵) اگر کسی نے اس طرح کہا کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے اب دیکھیں گے کہ یہ بات اس نے کس ارادے سے کہی ہے؟ اگر اس کا مقصد اس چیز کو بطور حکایت بیان کرنا ہے جو ظاہری طور پر قرآن وسنت میں منقول ہے تو کافر نہ ہوگا اور اگر اس کا مقصد اللہ کی طرف مکانیت کی نسبت کرنا ہے تو پھر کافر ہو جائے گا اور اکثر علماء کے ہاں اگر ایسا کہنے سے اس کی کچھ بھی نیت نہ ہو تب بھی کافر ہو جائے گا اور اسی پر فتویٰ ہے۔

(۱۶) یہ کہنے والا بھی کافر ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ انصاف کے لئے بیٹھا ہے یا کھڑا ہے چونکہ اس جملے میں اس نے فوق اور تحت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی ہے حالانکہ وہ اس سے پاک ہے۔

(۱۷) یہ کہنا بھی کفر ہے کہ میرا آسمان پر مددگار خدا ہے اور زمین پر فلاں آدمی۔

(۱۸) اکثر علماء کے نزدیک اس طرح کہنا بھی کفر ہے کہ اللہ آسمان سے نیچے دیکھ رہا ہے یا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر سے دیکھ رہا ہے اور یہ کہنا کہ خدا عرش کے اوپر سے دیکھ رہا ہے مگر عربی کے اندر یطلع کہا یا اس طرح کہا کہ خدا اوپر عرش سے جانتا ہے تو یہ کفر نہیں اور اگر یہ کہا عرش کے نیچے سے جانتا ہے تو یہ کفر ہے۔

(۱۹) جس آدمی نے اللہ تعالیٰ کی طرف ظلم کی نسبت کی وہ کافر ہو گیا۔

(۲۰) اگر کسی نے اس طرح کہا اے میرے ربّ! یہ ظلم مت پسند کر تو بعض علماء کے نزدیک وہ کافر ہوتا ہے۔

(۲۱) اگر کسی شخص نے اس طرح کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن انصاف کیا تو مجھے تجھ سے انصاف ملے گا یہ شخص کافر ہو جائے گا البتہ اگر اس نے اگر کے لفظ کی بجائے جس وقت کا لفظ بولا تو کافر نہیں ہوگا۔

(۲۲) اگر کوئی اس طرح کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حق وعدل سے فیصلہ کرے گا تو میں تجھ سے اپنا حق لوں گا تو یہ کفر ہے۔

(۲۳) اگر ایک ظلم کر رہا تھا اور اس نے اس سے کہا یہ ظلم مت قبول کر اور اگر تو قبول کرے گا تو میں قبول نہیں کروں گا تو یہ کفر ہے گویا اس بات کا مطلب یہ ہے کہ اگر تو راضی ہوا تو میں راضی نہ ہوگا۔

(۲۴) اگر کسی شخص نے اس طرح کہا اے میرے رب! تو مجھ پر روزی فراخ کر یا میری تجارت کو جاری کر مجھ پر ظلم نہ کر ابونصر دبوسی کے بقول وہ کافر ہو گیا۔

(۲۵) اگر کسی نے دوسرے شخص کو کہا جھوٹ مت بول۔ اس نے کہا جھوٹ کس لئے ہے وہ بولنے ہی کے لئے ہے تو اسی وقت کافر ہو گیا۔

(۲۶) اگر کسی آدمی کو کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی طلب کر واس نے جواب میں کہا مجھے نہیں چاہئے' تو وہ شخص کافر ہو جائیگا۔

(۲۷) کسی نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے بہشت میں داخل کرے غارتگری یعنی لوٹ مار کرنے کے لئے تو وہ شخص کافر ہو جائیگا۔۔

(۲۸) کسی سے دوسرے نے کہا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی مت کر کیونکہ اگر نافرمانی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دوزخ میں ڈال دے گا۔ اس نے کہا میں دوزخ سے نہیں ڈرتا۔

(۲۹) اگر کسی نے کہا زیادہ مت کھاؤ اس لئے کہ زیادہ کھانے سے اللہ تعالیٰ تجھے اپنا دوست نہ بنائے گا۔ تو اس نے جواباً کہا میں تو ضرور کھاؤں گا خواہ اللہ تعالیٰ دوست رکھے یا دشمن یہ تمام باتیں جو ۲۶ سے ۲۹ تک مذکور ہوئیں ان سب سے کفر لازم ہوتا ہے۔

(۳۰) اگر کسی کو یہ کہا گیا کہ بہت زیادہ نہ ہنسو یا بہت زیادہ مت سوؤ۔ تو اس نے اس کے جواب میں کہا کہ میں اتنا سوؤں گا اور اتنا ہنسوں گا جتنا کہ میں چاہوں گا تو یہ کہنے سے کافر ہو جاتا ہے۔

(۳۱) اگر کسی آدمی نے دوسرے کو کہا کہ گناہ مت کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بہت شدید ہے تو اس نے کہا میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کو ایک ہاتھ سے اٹھا لوں گا تو اس سے وہ کافر ہو جاتا ہے۔

(۳۲) اگر کسی کو یہ کہا گیا کہ اپنے ماں باپ کو مت ستاؤ۔ وہ کہنے لگا ان کا مجھ پر کوئی حق نہیں ہے۔ اس سے کافر تو نہیں ہوتا مگر گناہ کبیرہ میں سے اکبر الکبائر کو کرنے والا ہے۔

(۳۳) اگر کسی شخص نے ابلیس کو کہا کہ اے ابلیس! تو میرا یہ کام بنا دے تو جو کچھ تو کہے گا میں کروں گا' اپنے ماں باپ کو ستاؤں گا اور جو کچھ تو نہ کہے وہ میں نہ کروں گا تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔

(۳۴) اگر کسی نے کہا اگر اللہ تعالیٰ دونوں جہاں نہ بناتا تو میں اپنا حق تجھ سے وصول کر لیتا۔ یہ کہنے سے وہ کافر ہو جاتا ہے۔

(۳۵) اگر کسی شخص نے کوئی جھوٹی بات کہی تو ایک سننے والے نے کہا کہ میرا اللہ تیرے اس جھوٹ کو سچ کر دے یا اس طرح کہا کہ اللہ تعالیٰ تیرے اس جھوٹ میں برکت کرے۔ بعض علماء نے اس کو کفر کے قریب مانا ہے۔

(۳۶) اسی طرح اگر کسی شخص نے جھوٹ بولا اور سننے والے نے کہا اللہ تعالیٰ تیرے جھوٹ میں برکت دے تو اس سے کافر ہو جاتا ہے۔

(۳۷) ایک شخص کہنے لگا کہ فلاں تیرے ساتھ سیدھا نہیں چلتا۔ اس نے جواب میں کہا کہ اس کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ بھی سیدھا نہ چلے گا تو یہ کہنے والا کافر ہو جائے گا۔

(۳۸) اگر کسی نے کہا اللہ تعالیٰ سونے کو پسند کرتا ہے اس نے مجھ کو سونا نہیں دیا اگر اس کلام سے مقصود اللہ تعالیٰ کی طرف بخل کی نسبت کرنا ہو تو کافر ہو جاتا ہے اور محض اس طرح کہنے سے کافر نہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ سونے (زر) کو پسند کرتا ہے۔

(۳۹) اگر کسی شخص کو کہا کہ تم ان شاء اللہ تعالیٰ یہ کام کرو تو وہ کہنے لگا میں ان شاء اللہ کے بغیر یہ کام کروں گا تو کافر ہو جاتا ہے۔

(۴۰) اگر کسی مظلوم نے کہا کہ میرے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے وہ تقدیر الٰہی سے ہے۔ ظالم نے یہ سن کر کہا کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں وہ تقدیر کے بغیر کر رہا ہوں تو یہ کافر ہو گیا۔

(۴۱) اگر کسی نے کہا اے میرے اللہ! مجھ پر رحمت کرنے میں دریغ نہ کر تو یہ کفریہ کلمہ ہے۔

(۴۲) میاں بیوی کی باہم لمبی چوڑی گفتگو ہوئی۔ جب بیوی کی طرف سے بات لمبی ہوئی تو خاوند نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو

اور تقویٰ اختیار کرو تو بیوی کہنے لگی میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتی پس اب دیکھا جائے گا کہ اگر خاوند نے عتاب کیا تھا اور بیوی کو ظاہری گناہ پر اور معصیت پر اللہ تعالیٰ سے ڈرا رہا تھا اور یہ جواب بیوی نے اس ڈرانے پر دیا تو بیوی یہ کہنے سے مرتدہ ہوگئی خاوند سے اس کا نکاح ختم ہوگیا اور اگر وہ چیز جس پر خاوند نے عتاب کیا تھا وہ ایسا امر تھا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی معصیت نہیں تھی تو وہ عورت کافرنہ ہوگی۔ البتہ اگر اس کی نیت تقویٰ اور خوفِ الٰہی کا استخفاف اور توہین کرنے کی تھی تو عورت کا نکاح ختم ہو جائے گا۔

(۴۳) اگر کسی شخص نے کسی کو مارنے کا ارادہ کیا۔ اس نے مارنے والے سے کہا کیا تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا؟ تو اس نے کہا نہیں تو اس سے کافر نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اس کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اس طرح کہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا سوال تو اس چیز میں ہوتا ہے کہ جس کو میں کرتا ہوں۔

(۴۴) اگر کسی کو گناہ میں پایا اس نے اس کو منع کیا اور کہا کہ کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے؟ اس نے کہا نہیں تو اس سے وہ کافر ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں تاویل کی گنجائش نہیں۔

(۴۵) اسی طرح اگر کسی اور شخص نے کہا کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے؟ اس نے غصہ کی حالت میں جواب دیا کہ نہیں! تو وہ کافر ہو جائے گا۔

(۴۶) اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے حکم یا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو پسند نہ کرے جیسے کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ نے چار بیویاں حلال کی ہیں تو وہ اس کے جواب میں کہے کہ میں اس حکم کو پسند نہیں کرتا تو یہ کفر ہے۔

(۴۷) جو شخص یہ کہے کہ صرف اللہ جل شانہٗ ہونے چاہئیں اور کسی چیز کو نہ ہونا چاہئے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

(۴۸) اگر کسی شخص نے اس طرح کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے حق میں تمام چیزیں بھلی بنائی ہیں اور بدی مجھ سے ہے یعنی میں نے بنائی ہے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

(۴۹) اگر کسی کو کہا گیا کہ تو بیوی کے ساتھ پورا نہیں اتر سکتا تو وہ کہنے لگا اللہ تعالیٰ ان عورتوں سے پورا نہیں اتر سکتا تو میں کس طرح پورا اتر سکتا ہوں تو کافر ہو جائے گا۔

(۵۰) اگر کسی نے دوسرے کو کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیکھتا ہوں اور تجھ سے دیکھتا ہوں یا اس طرح کہا میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں اور تجھ سے امید رکھتا ہوں تو یہ قبیح کلمات ہیں۔

(۵۱) اگر اس طرح کہا کہ خدا تعالیٰ سے دیکھتا ہوں اور اس کا سبب تجھے جانتا ہوں تو یہ اچھا کلمہ ہے۔

(۵۲) اگر کسی نے اپنے دشمن سے قسم کا مطالبہ کیا۔ دشمن نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں۔ اس پر قسم طلب کرنے والے نے کہا میں اللہ تعالیٰ کی قسم نہیں چاہتا بلکہ میں طلاق یا عتاق کی قسم چاہتا ہوں تو اس سے کافر ہوگیا بعض علماء کے ہاں اور بعض کے ہاں کافر نہ ہوگا اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

(۵۳) اگر کسی شخص نے دوسرے کو کہا اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں ہمیشہ تمہیں دعا سے یاد رکھتا ہوں تو اس کے کفر سے متعلق مشائخ کے اقوال مختلف ہیں۔

(۵۴) اگر کسی نے فارسی زبان میں بطور ہنسی مذاق کہا من خدا ایم مطلب اس کا یہ تھا من خود آیم۔ پس کافر ہوا۔

(۵۵) اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا تجھے ہمسایہ کے حق کی پرواہ نہیں۔ بیوی نے جواب دیا نہیں! تو خاوند نے کہا تمہیں خاوند کے حق کی پرواہ نہیں تو بیوی نے کہا نہیں! پھر خاوند نے کہا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے حق کی پرواہ نہیں تو بیوی نے اس کے جواب میں بھی کہا کہ نہیں تو وہ کافر ہو جائے گی۔

(۵۶) اگر ایک شخص نے اپنی بیماری اور تنگی معاش سے پریشان ہو کر کہا کہ نہ معلوم مجھے اللہ تعالیٰ نے کیوں پیدا کیا جبکہ دنیا کی لذتوں اور راحتوں سے میں محروم ہوں۔ بعض نے کہا کہ وہ کافر نہ ہوگا لیکن اس کی یہ بات شدید قسم کی غلطی ہے۔

(۵۷) اگر کسی کو ایک شخص نے کہا کہ تمہاری برائیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب میں مبتلا کرے گا اس نے جواب میں کہا کہ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کو مقرر کر رکھا ہے کہ خدا وہی کرے گا جو تم کہو گے تو اس طرح وہ کافر ہو جائے گا۔

(۵۸) اگر کسی نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ دوزخ بنانے کے سوا اور کیا کر سکتا ہے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

(۵۹) اسی طرح اگر کسی نے کسی بدنما جانور کو دیکھا یا کسی بدنما انسان کو دیکھ کر کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ کا کوئی کار پرداز نہیں کہ اس کو اس طرح پیدا کیا تو اس سے وہ کافر ہو جائے گا۔

(۶۰) اگر کسی فقیر نے شدت فقر میں کہا کہ فلاں شخص بھی تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے کہ جس کو اس قدر انعامات حاصل ہیں اور میں بھی اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں کہ اتنے رنج و دکھ میں مبتلا ہوں کیا یہ انصاف ہے؟ یہ کہنے سے وہ کافر ہو گیا۔

(۶۱) اگر کسی شخص نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ تو وہ کافر ہو گیا۔

(۶۲) اور اگر کسی نے یہ کہا کہ پیغمبر اپنی قبر میں نہیں ہے یا یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کا علم قدیم نہیں یا اس طرح کہا کہ معدوم کا علم اللہ تعالیٰ کو نہیں ہے تو وہ کافر ہو گیا۔

(۶۳) اگر کسی شخص کا نام عبد اللہ ہو اور دوسرا شخص اس کو آواز دیتے وقت لفظ عبد کے بعد ک کا اضافہ کر دے تو وہ کافر ہو جائے گا بشرطیکہ وہ بولنے والا عالم ہو۔

(۶۴) اسی طرح اگر کوئی لفظ خالق کی جان بوجھ کر تصغیر بنائے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

(۶۵) اگر کسی نے دوسرے کو کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دل پر رحمت کرے میرے دل پر نہیں اگر اس نے یہ بات رحمت الٰہی سے استغناء کے طور پر کہی تو وہ کافر ہو جائے گا اور اگر اس کا مطلب یہ ہو کہ میرا دل اللہ تعالیٰ کے اثبات کے ساتھ ہے مضطرب نہیں ہے تو وہ کافر نہیں ہوگا۔

(۶۶) اگر کسی نے اس طرح قسم کھائی کہ اللہ کی قسم اور تیرے خاک پا کی قسم تو وہ کافر ہو جائے گا۔ البتہ اگر کسی نے اس طرح قسم کھائی اللہ کی قسم اور تیرے سر اور تیری جان کی قسم تو اس سے متعلق علماء کے اختلافی اقوال ہیں۔

انبیاء علیہم السلام سے متعلق چند موجبات کفر:

(۱) جس شخص نے بعض انبیاء علیہم السلام کو نہ مانا یا ان کے کسی طریقہ پر وہ راضی نہ ہوا وہ کافر ہو گیا۔

(۲) ابن مقاتل سے دریافت کیا گیا کہ اگر کوئی شخص حضرت خضر علیہ السلام اور ذوالکفل کی نبوت کا انکار کرے تو انہوں نے فرمایا جو شخص اس طرح ہو کہ اس کی نبوت پر اجماع امت نہ ہو تو اس کی نبوت کے انکار میں کچھ نقصان نہیں۔

(۳) اگر کسی شخص نے اس طرح کہا کہ اگر فلاں پیغمبر ہوتا تو میں اس پر ایمان لاتا تو یہ کہنے سے وہ کافر ہو گیا۔

(۴) امام جعفر صادق کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس طرح کہے کہ میں تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لاتا ہوں مگر میں نہیں جانتا کہ آدم علیہ السلام نبی ہیں یا نہیں؟ تو اس سے کافر ہو جاتا ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص انبیاء علیہم السلام کی طرف فواحش کی نسبت کرے مثلاً کہ انہوں نے عزم زنا کیا جیسا کہ حشویہ فرقہ حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق کہتا ہے۔ امام جعفرؒ فرماتے ہیں کہ وہ کافر ہے کیونکہ اس میں انبیاء علیہم السلام کی مذمت اور ان کی توہین ہے۔

(۶) ابوذرؓ کہتے ہیں کہ جس آدمی نے یہ کہا کہ ہر معصیت کفر ہے اور کہنے لگا کہ اس کے باوجود انبیاء نے نافرمانی کی ہے تو وہ آدمی کافر ہو گیا اس لئے کہ اس نے انبیاء کی برائی کی ہے اور اگر اس نے کہا کہ انبیاء نے نافرمانی نہیں کی نہ نبوت سے پہلے اور نہ نبوت کے بعد تب بھی کافر ہو جائے گا اس لئے کہ اس نے نصوص یعنی قرآن پاک کی آیات وعصی ادم ربہ وغیرہ کی تردید کی۔

(۷) بعض علماء سے میں نے خود سنا جب کوئی آدمی یہ نہ پہچانے کہ حضرت محمد ﷺ خاتم الانبیاء ہیں پس وہ مسلمان نہیں۔

(۸) جس آدمی نے اپنے دل میں کسی پیغمبر کے ساتھ بغض کا ارادہ کیا تو وہ کافر ہوا اسی طرح اس آدمی کا بھی حکم ہے جس نے اس طرح کہا کہ اگر فلاں نبی ہوتا تو میں اس پر راضی نہ ہوتا اور اگر اس طرح کہا کہ اگر فلاں پیغمبر ہوتا تو میں اس کا گرویدہ نہ بنتا اگر اس کی مراد یہ ہے کہ اگر فلاں اللہ کا رسول ہوتا تو میں ایمان نہ لاتا تو یہ کافر ہوا جس طرح سے یہ بات کہنے سے کافر ہو جاتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو ایک بات کا حکم کرتے تو میں اُسے نہ کرتا۔

(۹) اگر اس نے اس طرح کہا کہ اگر انبیاء کی بات صحیح ہوتی تو ہم نجات پاتے' تو کافر ہو گیا۔

(۱۰) اگر یہ کہا کہ میں اللہ کا رسول ہوں یا فارسی میں کہا من پیغمبرؑ اور اس کی مراد یہ ہے کہ میں اللہ کا پیغام پہنچانے والا ہوں تو کافر ہو جائے گا۔ جس وقت اس نے یہ بات کہی تو کسی نے اس سے معجزہ کا مطالبہ کر دیا تو بعضوں نے کہا ہے کہ معجزہ کا مطالبہ کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ متاخرین علماء فرماتے ہیں کہ اگر طالب کی غرض اس کو عاجز کرنا اور اس کو ذلیل کرنا ہے تو پھر کافر نہیں ہوگا۔

(۱۱) اور اگر اس نے آپ ﷺ کے بال کو چھوٹا سا بال مبارک کہا تو بعضوں نے کہا کہ کافر ہو گیا' دوسرے حضرات نے کہا نہیں سوائے اس صورت کے کہ جب بطور توہین کہے۔

(۱۲) اگر کسی شخص نے کہا میں نہیں جانتا کہ وہ محمد ﷺ انسان تھے یا جن' تو وہ کافر ہو گیا۔

(۱۳) اور اگر کہا کہ فلاں آدمی پیغمبر ہے میں اپنا حق اس سے نہیں لوں گا تو کافر ہو جاتا ہے۔

(۱۴) اور اگر یہ کہا کہ محمد ﷺ درویشک بود یعنی محمد ﷺ چھوٹے سے درویش تھے یا یہ کہا کہ پیغمبر کا کپڑا بدبودار اور میلا کچیلا تھا یا

یہ کہا کہ ناخن بڑے رہتے تھے تو بعضوں نے کہا کہ وہ کافر ہو جاتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ تب کافر ہوتا جبکہ توہین کے طور پر کہے۔

(۱۵) اگر کسی ایسے شخص کو کہ جس کا نام محمد یا احمد ہے یا اس کی کنیت ابو القاسم ہے اس کو برا کہا یا اس کو ابن الزانیہ کہا پس اگر وہ اس دوران میں محمد ﷺ کا تذکرہ کرنے والا تھا تو کافر ہو جاتا ہے۔

(۱۶) اگر اس نے کہا کہ جو گناہ بھی ہے وہ کبیرہ ہے مگر انبیاء کے گناہ صغیرہ ہیں تو کافر نہیں ہوتا۔

(۱۷) جس نے یہ کہا کہ ہر کام قصداً کرنا گناہ کبیرہ ہے اور اس کا کرنے والا فاسق ہے اور کہنے لگا کہ انبیاء کے معاصی قصداً تھے تو وہ کافر ہو گیا اس لئے کہ انبیاء کو برا کہا اور اگر یہ کہا کہ انبیاء کے معاصی قصداً نہیں تھے تو یہ کفر نہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق موجبات کفر:

(۱) جو شخص شیخین کو برا کہے اور ان پر (نعوذ باللہ) لعنت کرے تو وہ کافر ہے۔

(۲) اور اگر حضرت علیؓ کو ابو بکر و عمرؓ پر فضیلت دیتا ہے وہ کافر نہیں بلکہ مبتدع ہے معتزلہ بھی بدعتی ہیں مگر اس وقت کافر ہیں جب وہ یہ کہیں کہ اللہ کا دیدار محال ہے۔

(۳) اگر حضرت عائشہ صدیقہؓ پر زنا کا بہتان لگاتا ہے تو وہ کافر ہے کیونکہ اس نے اللہ کی بات کا انکار کیا اور اگر دیگر ازواج پر بہتان لگایا تو کافر نہیں مگر لعنت کا حقدار ہے۔

(۴) اگر اس نے یہ کہا کہ عمر' عثمان' علی رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کے اصحاب نہیں تھے تو کافر نہیں ہوتا مگر لعنت کا حقدار بن جاتا ہے۔

(۵) جو شخص امامت ابو بکر ﷺ کا انکار کرے تو بعض علماء کے نزدیک وہ کافر ہے اور بعض کے نزدیک وہ کافر نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ وہ کافر ہے۔

(۶) جس نے خلافت عمر کا انکار کیا وہ بھی صحیح قول کے مطابق کافر ہے اور ان لوگوں کو کافر کہنا ضروری ہے جو کہ حضرت عثمان' علی' طلحہ' زبیر و عائشہ رضی اللہ عنہم کو کافر کہتا ہے۔

(۷) زیدیہ فرقہ کے لوگ کافر ہیں اس لئے کہ وہ اس بات کے منتظر ہیں کہ عجم میں سے پیغمبر آئے گا اور وہ اس آخری پیغمبر کے دین کو منسوخ کرے گا۔

(۸) ان رافضیوں کو کافر کہنا بھی ضروری ہے جو یہ کہتے ہیں کہ مردے دنیا کی طرف لوٹیں گے اور وہ تناسخ ارواح اور انتقال ارواح کے قائل ہیں اور وہ اس بات کے قائل ہیں کہ باطنی امام نکلیں گے اور امر و نہی اس وقت تک معطل رہے گی' یہاں تک کہ امام باطن نکلے۔

(۹) اور جبرئیلؑ نے وحی لانے میں غلطی کی ہے حضرت محمد ﷺ کی بجائے حضرت علیؓ پر وحی آنی تھی یہ لوگ ملت اسلام سے خارج ہیں ان کے احکام مرتدین کے ہیں۔

حضرت محمد ﷺ کے متعلق موجباتِ کفر:

(۱) اگر کسی آدمی کو اس بات پر مجبور کیا گیا کہ وہ محمد ﷺ کو برا کہے یہ تین قسم پر ہے: (۱) ایک تو یہ ہے کہ وہ آدمی یہ کہے کہ میرے دل میں کچھ خیال نہیں گزرا سوائے اس کے کہ میں نے محمد ﷺ کو صرف زبان سے برا کہا جیسا کہ انہوں نے مجھ سے مطالبہ کیا اور میں اس پر راضی نہیں تھا تو اس طرح کہنے سے وہ کافر نہیں ہوگا۔ اسی طرح سے اس پر جبر کیا جائے کہ وہ کلمہ کفر مُنہ سے نکالے اس نے کلمہ کفر کو زبان سے بولا اور دل ایمان سے مطمئن تھا تو یہ شخص بھی کافر نہیں ہوتا۔ (۲) دوسرا اس طرح کہ اگر وہ شخص کہے کہ میرے دل میں ایک شخص کا خیال گزرا جو نصرانی ہے اور اس کا نام محمد ﷺ ہے اور میں نے اس کو برا کہنے کا ارادہ کیا اس میں بھی کافر نہیں ہوتا۔ (۳) وہ اس طرح کہے کہ میرے دل میں ایک شخص کا خیال گزرا جو نصاریٰ میں سے ہے اور اس کا نام محمد ﷺ ہے پس میں نے اس نصرانی کو برا نہیں کہا بلکہ محمد ﷺ کو برا کہا تو اس طرح کافر ہو جاتا ہے۔ یہ قضاءً بھی کافر ہے اور عند اللہ بھی کافر ہے۔

(۲) جس نے یہ کہا کہ محمد ﷺ مجنون تھے وہ کافر ہو جائے گا اور اگر یہ کہا کہ آپ ﷺ بے ہوش ہو گئے تھے تو کافر نہ ہوگا۔

(۳) اگر کسی نے یہ کہا کہ اگر آدم گندم نہ کھاتے تو ہم بد بخت نہ ہوتے تو یہ کافر ہو جائے گا۔

(۴) جس نے متواتر روایت کا انکار کیا وہ بھی کافر ہے اور جس نے مشہور روایت کا انکار کیا تو بعض نے کہا وہ کافر ہو جاتا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ گمراہ ہے کافر نہیں ہے جس نے خبر واحد کا انکار کیا وہ کافر نہیں مگر گناہگار رہے۔

(۵) اگر کوئی یہ تمنا کرے کہ فلاں شخص پیغمبر نہ ہوتا۔ علماء نے کہا کہ اگر اس کی مراد یہ ہے کہ اگر اس کا نبی ہونا خارج از حکمت نہ ہوتا کافر نہیں ہوگا اور اگر اس سے عداوت اور توہین کا ارادہ کیا تو کافر ہو جائے گا۔

(۶) اگر ایک شخص نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کدو کو پسند کرتے تھے۔ سننے والے نے یہ کہا کہ میں اس کو پسند نہیں کرتا تو وہ کافر ہو جاتا ہے اس کو اسی طرح امام ابو یوسفؒ سے روایت کیا گیا ہے۔ بعض متاخرین کا قول یہ ہے کہ اگر بطریق اہانت کہا تو کافر ہوگا ورنہ نہیں۔

(۹) اگر کسی نے یہ کہا کہ آدم نے کپڑا بُنا تھا تو ہم سب جولاہے کی اولاد ہوئے تو یہ کفر ہے۔

(۱۰) اگر کسی نے کہا کہ حضور ﷺ جب کھانا کھاتے تھے تو اپنی تینوں انگلیاں چاٹ لیتے تھے سننے والے نے کہا کہ انگلیاں چاٹنا بے ادبی ہے تو یہ کفر ہے۔

(۱۱) اگر کسی نے یہ کہا کہ کسانوں کی رسم بڑی عجیب ہے کہ کھانا کھاتے ہیں اور ہاتھ نہیں دھوتے' اگر تحقیر سنت کے طور پر کہا تو کافر ہو گیا۔

(۱۲) اگر یہ کہا کہ یہ کیا طریقہ ہے کہ مونچھیں پست کرتے ہیں اور پگڑی گلے کے نیچے لاتے ہیں اگر اس شخص نے سنت پر طعن کرتے ہوئے کہا تو کافر ہو گیا۔

(۱۳) اگر کسی نے کچھ بات کی اس کو دوسرے نے کہا جھوٹ کہتا ہے اگر چہ سب بات پیغمبرانہ ہو تو اس سے کفر لازم آتا ہے۔

(۱۴) اگر اس نے کہا کہ میں اس کی بات نہیں مانوں گا اگر یہ سب پیغمبرانہ ہے یا اس طرح کہا کہ سب رسولوں کی بات ہے یا فرشتے مقربین کی ہے اگر وہ انجان ہے تو فی الحال کافر ہو جائے گا۔

(۱۵) ایک شخص نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے غلام کو مارے تو دوسرے شخص نے کہا اس کو نہ مارو تو یہ کہنے لگا کہ محمد بھی کہیں مت مارو تو بھی اس کو نہ چھوڑوں گا یا اس طرح کہا کہ اگر آسمان سے آواز آئے کہ مت مارو تو بھی میں ماروں گا تو اس سے کفر لازم آتا ہے۔

(۱۶) ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث پڑھی دوسرے نے فارسی میں اس طرح کہا ہمہ روز خلشہا خواند (کہ ہر روز خلش کی باتیں پڑھتے ہو) اگر اس نے پڑھنے والے کی طرف نسبت کی حضور ﷺ کی طرف نسبت نہیں کی تو پھر دیکھیں گے کہ وہ روایت جو پڑھی گئی اگر اس کا تعلق احکام شریعت سے تھا تو یہ شخص کافر ہو گیا اور اگر روایت ایسی ہے جس کا تعلق دین کے احکام یا عقائد سے نہیں تو پھر اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی بلکہ اس کے قول سے یہ مراد لیا جائے گا کہ اس کے علاوہ کا پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

(۱۷) اگر ایک شخص نے کہا بحرمت جوانک عربی اور اس سے مراد رسول اللہ ہیں تو وہ کافر ہو جائے گا۔

(۱۸) اگر ایک شخص نے کہا کہ حضور ﷺ ایک وقت میں پیغمبر ہوتے تھے اور ایک وقت میں پیغمبر نہ ہوتے تھے یا یہ کہا کہ میں نہیں جانتا کہ نبی اکرم ﷺ قبر میں مومن ہیں یا کافر' تو یہ کہنے والا کافر ہے۔

(۱۹) اگر ایک شخص نے بیوی کو یہ کہا کہ اس بات کے خلاف مت کہو تو وہ عورت کہنے لگی پیغمبروں نے بھی خلاف کہا ہے تو یہ کلمہ کفر کا ہے یہ شخص توبہ کرے اور تجدید نکاح کرے۔

فرشتوں کے متعلق موجبات کفر:

(۱) اگر کسی نے کہا کہ مجھے تیرا دیکھنا ملک الموت کی طرح ہے تو یہ بڑی عظیم غلطی ہے بعضوں نے اسے کافر قرار دیا اور اکثر نے کہا کہ یہ کافر نہیں اور فتاویٰ خانیہ میں لکھا ہے کہ اگر ملک الموت کی عداوت کی بنیاد پر جملہ کہا تو کافر ہو گیا اور اگر موت کی طبعی کراہت کی وجہ سے کہا تو پھر کافر نہیں ہوا۔

(۲) اگر کسی نے کہا کہ میں فلاں کے منہ کو اسی طرح دشمن رکھتا ہوں جیسا کہ ملک الموت کے منہ کو تو اکثر مشائخ اس کی تکفیر کے قائل ہیں۔

(۳) اگر اس طرح کہے کہ میں فلاں کی گواہی نہیں سنتا اگرچہ وہ جبرائیل و میکائیل ہی کیوں نہ ہوں' تو کافر ہو جاتا ہے۔

(۴) اگر ایک شخص نے فرشتوں میں سے ایک کو عیب لگایا تو وہ کافر ہو گیا۔

(۵) اگر اپنے متعلق کہا کہ میں فرشتہ ہوں تو کافر نہیں ہوتا۔

(۶) اگر اس طرح کہا کہ میں نبی ہوں تو کافر ہو جائے گا۔

(۷) اگر ایک شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا کہ گواہ موجود نہ تھے تو اس نے کہا میں خدا اور رسول کو گواہ بناتا ہوں یا اس طرح

کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کو گواہ بناتا ہوں تو وہ کافر ہو گیا۔

(۸) اگر اس طرح کہا کہ دائیں طرف والے فرشتے اور بائیں طرف والے فرشتہ کو گواہ بناتا ہوں تو کافر نہ ہوگا۔

قرآن مجید سے متعلقہ موجباتِ کفر:

(۱) جس نے قرآن مجید کو مخلوق کہا وہ کافر ہے۔

(۲) اگر کسی نے قرآن مجید کی کسی ایک آیت کا انکار کیا یا مذاق اڑایا یا قرآن پر عیب لگایا وہ کافر ہو گیا۔

(۳) جو کوئی قرآن مجید کی تلاوت دف بجا کر اور بانسری (ڈھولک کی) تھاپ پر کرے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

(۴) اگر ایک آدمی قرآن مجید پڑھتا تھا دوسرے نے کہا یہ کیا طوطی کی آواز ہے تو یہ کلمہ کفر ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص کہے میں نے بہت قرآن مجید پڑھا مگر ہمارے گناہ نہ بخشے گئے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔

(۶) اگر کسی نے کہا قل هو الله را پوست باز کردی۔ قل ہو اللہ کا تو نے چمڑہ اُدھیڑ دیا۔ یا اس طرح کہا الم نشرح را گریبان گرفتہ کہ تو نے الم نشرح کا گریبان پکڑ لیا یا اس شخص کو جو کسی بیمار کے پاس سورہ یٰسین پڑھتا ہے۔ کہا یٰسین را در دہان مرد منہ یٰسین کو مردہ کے منہ میں مت رکھو۔ یا کہا اے! کوتاہ تر از انا اعطیناك الكوثر کہ اے انا اعطیناك سے زیادہ کوتاہ اس قرآن مجید پڑھنے والے کو کہا جس کو ایک کلمہ بھی یاد نہیں تھا۔ والتفت الساق بالساق (کہ تیری تو پنڈلی پنڈلی سے لپٹ گئی) یا پیالہ بھر کر لایا اور کہنے لگا: كاسًا دهاقًا یا فكانت سرابًا۔ بطور مزاح کہا یا غلہ ماپنے اور تولنے کے وقت کہنے لگا: واذا كالوهم اووزنوهم يخسرون یہ بطریق مزاح کے کہا یا کسی سے اس نے اس طرح کہا کہ تو نے الم نشرح کی پگڑی باندھ لی ہے اور اس کی مراد یہ تھی کہ تو نے علم کا اظہار کیا ہے یا ایک جگہ کے لوگ جمع ہوئے تو اس نے کہا فجمعناهم جمعًا یا یہ کہا: وحشرناهم فلم نغادر منهم احدًا یا کسی سے کہا کہ تو والنازعات غرقًا: تو نون کے زبر یا پیش کے ساتھ کیوں پڑھتا ہے اور اس کا مقصد طنز کرنا تھا یا کسی گنجے آدمی سے کہا کہ میں تو تجھے اس لئے برا کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: كلا بل ران: یا کسی کو نماز باجماعت کے لئے بلایا گیا تو اس نے کہا کہ میں اکیلا اور تنہا نماز پڑھتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان الصلاة تنهى ......

تو ان تمام صورتوں میں کافر ہو جاتا ہے۔

(۷) اگر کسی نے کہا کہ تو نے گھر ایسا صاف کیا ہے جیسا : والسماء والطارق بعض نے کہا کہ وہ کافر ہو گیا مگر امام ابوبکر بن اسحٰق نے کہا کہ اگر یہ کہنے والا جاہل ہے تو کافر نہ ہوا اور اگر عالم ہے تو کافر ہو گیا۔

(۸) اور اگر کسی نے کہا کہ تو نے گھر صاف کیا جیسا کہ قاعًا صفصفًا تو کافر ہو گیا۔ یہ بڑا پُرخطر جملہ ہے۔

(۹) اگر دیگ میں کچھ لگا رہ گیا اس وقت کہنے لگا: والباقيات الصالحات۔ تو یہ بھی بڑا خطرناک کلمہ ہے۔

(۱۰) اگر کسی نے کہا کہ قرآن مجید عجمی ہے تو وہ کافر ہو گیا۔

(۱۱) اگر اس نے یہ کہا کہ قرآن مجید میں ایک کلمہ عجمی ہے تو یہ قابل غور بات ہے۔

(۱۲) اگر یہ کہا کہ تو قرآن مجید نہیں پڑھتا اس نے جواب میں کہا کہ میں قرآن مجید سے بیزار ہو چکا ہوں تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

(۱۳) اگر کسی آدمی کو قرآن مجید کی کوئی ایسی سورت یاد ہے جس کو وہ بکثرت پڑھتا رہتا ہے۔ کسی دوسرے نے اس کو کہا تو نے اس سورت کو بہت برا پکڑا ہے تو وہ اس کہنے سے کافر ہو گیا۔

(۱۴) اگر کسی شخص نے قرآن مجید کو فارسی میں نظم کیا تو اس کو قتل کیا جائے' اس لئے کہ وہ کافر ہو گیا۔

نماز' روزہ اور زکوٰۃ سے متعلق موجبات کفر:

(۱) اگر کسی نے کسی بیمار مسلمان سے کہا کہ تو نماز پڑھ لے اس نے اس کے جواب میں کہا واللہ میں نماز کبھی نہ پڑھوں گا اور موت تک اس نے نماز نہ پڑھی تو وہ کافر ہو گیا اور اگر اس نے یہ کہا کہ میں نماز نہیں پڑھتا تو اس میں چار احتمال ہیں: (۱) ایک یہ ہے کہ میں نماز نہیں پڑھتا کیونکہ میں پڑھ چکا ہوں۔ (۲) میں اس لئے تیرے حکم سے نہیں پڑھتا کیونکہ جو تجھ سے بہتر ہے وہ حکم کر چکا (۳) میں نماز نہیں پڑھتا یہ فسق میں بے باکی کی وجہ سے کہا تو ان تینوں صورتوں میں وہ کافر نہ ہوگا۔ (۴) میں نماز نہیں پڑھتا اس لئے کہ نماز مجھ پر واجب نہیں ہے اور نہ مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے۔ پس اس صورت میں وہ کافر ہو جائے گا اور اگر اس نے مطلق طور پر کہا کہ میں نماز نہیں پڑھتا تو ان وجوہ کی بناء پر کافر نہ ہوگا۔

(۲) اگر کسی کو کہا گیا کہ نماز پڑھ لے۔ اس نے جواب میں کہا کیا میں پاگل ہوں جو نماز پڑھوں اور اپنے اوپر کام کو بڑھاؤں یا اس نے کہا بہت عرصہ گزرا کہ میں نے بے کار کام نہیں کیا یا اس طرح کہا کہ یہ کام پورا کرنا کس کی طاقت ہے۔ یا اس طرح کہا کہ عقل مند کو تو ایسے کام میں نہ پڑنا چاہئے جس کو آخر تک نبھا نہ سکے یا یہ کہا کہ میرے لئے اور لوگ کر لیتے ہیں (یعنی نماز پڑھ لیتے ہیں) یا کہنے لگا نماز پڑھنے سے کچھ ذمے نہیں آتا یا کہا کہ تو نے نماز پڑھ لی کیا سر بلندی پالی یا کہا کہ میں نماز کس لئے پڑھوں میرے ماں باپ تو مر چکے ہیں یا کہنے لگا نماز پڑھنا نہ پڑھنا برابر ہے۔ یا کہنے لگا کہ نماز اس قدر پڑھ چکا کہ دل اکتا گیا۔ یا کہنے لگا کہ نماز چیزے نیست کہ اگر نماند گندہ شود۔ کہ نماز ایسی چیز نہیں کہ پڑی رہے تو خراب ہو جائے گی۔ یہ تمام کلمات کفریہ ہیں۔

(۳) اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ آؤ فلاں حاجت کے لئے ہم نماز پڑھیں۔ اس نے کہا میں نے بہت نماز پڑھی میری کوئی حاجت پوری نہیں ہوئی۔ اگر اس نے یہ بات بطور طنز و استخفاف کے کہی تو وہ کافر ہو جائے گا۔

(۴) اگر ایک فاسق آدمی نمازیوں کو خطاب کر کے کہے آؤ مسلمانی دیکھو اور فسق کی مجلس کی طرف اشارہ کرے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

(۵) اگر کوئی یہ کہے کہ بے نمازی ہونا بہت اچھا کام ہے تو اس سے وہ کافر ہو جائے گا۔

(۶) اگر کسی نے دوسرے کو کہا کہ نماز پڑھو تا کہ تمہیں طاعت کی مٹھاس میسر ہو یا فارسی میں کہے کہ نماز بخواں تا حلاوۃ نماز یابی۔ اس کے جواب میں اس نے کہا تو مکن کہ حلاوت بے نمازی بہ بینی۔ تو بھی نماز نہ پڑھ تا کہ بے نمازی ہونے کی تو

لذت دیکھے۔ تو اس طرح کہنے سے کافر ہو جائے گا۔

(۷) اگر کسی نے غلام کو کہا کہ نماز پڑھ اس نے کہا کہ میں نہیں پڑھتا اس لئے کہ اس کا ثواب میرے آقا کو ملے گا تو وہ اس طرح کہنے سے کافر ہو جائے گا۔

(۸) اگر ایک شخص سے کسی نے کہا کہ نماز پڑھ لے۔ اس نے جواب میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے مال کا نقصان کیا۔ پس میں اس کے حق میں کمی کروں گا تو یہ کلمہ کفر ہے۔

(۹) اگر ایک شخص صرف رمضان میں نماز پڑھتا ہے پھر بعد میں نہیں پڑھتا اور کہتا ہے کہ یہی بہت ہے یا کہتا ہے کہ یہ زیادہ ہو جائے گی۔ اس لئے کہ رمضان کی ہر نماز ستر نمازوں کے برابر ہے تو وہ اس طرح کہنے سے کافر ہو جائے گا۔

(۱۰) اگر کوئی جان بوجھ کر قبلہ کے علاوہ اور کسی طرف رخ کر کے نماز پڑھے مگر اتفاقاً وہ قبلہ تھا امام ابوحنیفہؒ کے ہاں وہ کافر ہوا۔ فقیہ ابواللیث کا عمل اسی پر ہے۔

(۱۱) اسی طرح اگر کوئی بلا وضو نماز پڑھے یا نجس و پلید کپڑوں میں قصداً نماز پڑھے تو کافر ہو جاتا ہے۔

(۱۲) اگر کسی نے تحری کی یعنی غور و فکر کیا کہ قبلہ کس طرف ہے؟ دل نے مان لیا کہ قبلہ اس طرف ہے پھر اس نے اس طرف کو چھوڑ کر دوسرے طرف منہ کر کے نماز پڑھی تو امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ میں اس کے متعلق کفر کا خوف رکھتا ہوں اس لئے کہ اس نے قبلہ سے اعراض کیا۔ دوسرے مشائخ کا اس کے کفر میں اختلاف ہے۔ شمس الائمہ حلوانی فرماتے ہیں کہ اگر اس نے قبلہ چھوڑ کر بطور استہزاء اور اہانتِ دوسری طرف نماز پڑھی تو ظاہر یہ ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا۔ اور اگر ایسی صورت میں کسی وجہ سے مبتلا ہو گیا مثلاً کچھ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتا تھا کہ اسے بے وضو کی حالت پیش آ گئی اور شرم کے مارے اس نے سوچا کہ ظاہر نہ ہو۔ چنانچہ چھپانے کے لئے بلا وضو نماز پڑھتا رہا یا دشمن کے پاس تھا اور اس نے کھڑے ہو کر اس حالت میں نماز ادا کی کہ وہ پاک نہ تھا۔ بعض مشائخ نے یہ کہا کہ اس صورت میں وہ کافر نہ ہوگا۔ اس لئے کہ اس نے ایسا بطور استہزاء نہیں کیا۔ اگر کوئی شخص ضرورت یا حیاء کی وجہ سے ایسی صورت میں مبتلا ہو جائے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے اس قیام سے نماز کے قیام کا ارادہ نہ کرے اور نہ کچھ پڑھے جب ان کے ساتھ رکوع میں جھکے تو وہ رکوع کا ارادہ نہ کرے اور نہ اس میں تسبیح پڑھے تاکہ بالاجماع وہ کافر نہ ہو۔

(۱۳) نجس کپڑوں میں نماز ادا کرنے سے بعض علماء کہتے ہیں کہ کافر نہیں ہوتا۔

(۱۴) اگر کسی شخص نے کہا کہ نماز تو فرض ہے مگر رکوع اور سجدہ فرض نہیں تو اس طرح کہنے سے کافر نہ ہوگا۔ اس لئے کہ اسے تاویل کی گنجائش ہے کہ نماز سے میری مراد نماز جنازہ تھی۔ جس میں رکوع اور سجدے فرض نہیں ہیں لیکن اگر کوئی رکوع اور سجدوں کی فرضیت کا بالکل ہی انکار کرے تو وہ کافر ہو جائے گا یہاں تک کہ وہ اگر صرف دوسرے سجدے کی فرضیت کا بھی انکار کرے گا تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اس نے اجماع اور تواتر کو رد کیا۔

(۱۵) اگر کسی نے کہا اگر کعبہ مکرمہ قبلہ نہ ہوتا اور اس کی جگہ بیت المقدس قبلہ ہوتا تو بھی میں کعبہ ہی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا اور بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نہ پڑھتا یا اس طرح کہا کہ اگر فلاں قبلہ ہوتا تو میں اس کی طرف منہ نہ کرتا یا

اس طرح کہا کہ اگر فلاں جانب کعبہ ہوتا تو میں اس طرف منہ نہ کرتا یا اس طرح کہا کہ قبلے دو ہیں ایک کعبہ دوسرا بیت المقدس تو ان تمام صورتوں میں وہ کافر ہو جائے گا۔ ابراہیم بن یوسف نے کہا اگر ریاکاری کے لئے نماز پڑھے تو اس کو ثواب نہ ملے گا بلکہ اس کے نامہ عمل میں گناہ لکھا جائے گا۔ بعضوں نے کافر کہا اور بعض نے کہا کہ اس صورت میں اس پر نہ گناہ ہے اور نہ اس کے لئے ثواب بلکہ وہ اس شخص کی طرح ہے کہ جس نے نماز نہ پڑھی ہو۔

(۱۶) اگر کوئی شخص کسی کافر کے پاس آیا اور ایک دو وقت کی نماز نہیں پڑھی۔ اگر اس نے یہ سب کافر کی تعظیم کی وجہ سے کیا ہے تو کافر ہو گا اور اس پر ان نمازوں کی قضاء نہیں ہے۔

اور اگر اس نے ایسا فسق و فجور کی وجہ سے کیا ہے تو وہ کافر نہ ہو گا اور اس پر ان نمازوں کی قضاء ہو گی۔

(۱۷) اگر ایک شخص نے دارالاسلام میں اسلام قبول کیا۔ ایک ماہ بعد اس سے پنج وقتہ نماز کے متعلق سوال کیا گیا۔ اس نے جواب میں کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ وہ مجھ پر فرض ہے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ البتہ اگر وہ نومسلموں میں رہتا ہے تو وہ کافر نہ ہو گا۔

(۱۸) اگر کوئی مؤذن سے اذان کے وقت کہے کہ تو نے جھوٹ کہا تو وہ کافر ہو جائے گا۔

(۱۹) اگر مؤذن کی اذان سن کر اس نے کہا کہ یہ شور وغل ہے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

(۲۰) اگر کوئی اذان سن کر کہے کہ یہ گھنٹی بجنے کی آواز ہے تو وہ کافر ہے۔

زکوٰۃ سے متعلق کلمات:

(۱) اگر کوئی شخص کہے کہ تم زکوٰۃ ادا کرو وہ یہ سن کر کہے کہ میں ادا نہیں کرتا تو وہ اس کہنے سے کافر ہو جائے گا۔ بعض علماء نے کہا کہ اس جواب سے مطلقاً کافر ہو جائے گا۔ بعض نے کہا کہ اموال ظاہرہ میں اس طرح کہنے سے کافر ہو جائے گا۔ مگر اموال باطنہ میں سے اس جواب سے وہ کافر نہ ہو گا۔

مناسب یہ ہے کہ یہاں بھی نماز کی طرح احتمال ہو۔ جن میں تین صورتوں میں کافر نہ ہو گا اور ایک صورت میں ہو جائے گا۔ (کذا فی الفصول العمادیہ)

رمضان کے متعلق کلماتِ کفر:

(۱) اگر کوئی شخص یہ کہے کہ کاش رمضان فرض نہ ہوتا تو اس سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ کہنے والے کی نیت پر موقوف ہو گا اگر اس نیت سے کہا کہ رمضان کے حقوق اس سے ادا نہیں ہو سکتے تو کافر نہیں ہو گا۔

(۲) اگر کوئی رمضان کی آمد پر یہ کہے کہ بھاری مہینہ یا بھاری مہمان آیا تو وہ کافر ہو گا۔

(۳) جب رجب کا مہینہ آیا اور کسی نے کہا کہ اس کے بعد خرابی میں مبتلا ہوں گے اگر اس نے محترم مہینوں کے لئے یہ حقارت کے طور پر کہا تو وہ کافر ہو جائے گا اور اگر اپنے نفس پر گرانی ظاہر کرنے کے لئے کہا ہے تو وہ کافر نہ ہو گا۔

(۴) اگر ایک شخص نے کہا کہ رمضان کا روزہ جلد گزر جائے تو بعض علماء کہتے ہیں کہ اس کہنے سے وہ کافر ہو جائے گا' بعض

علماء کہتے ہیں کہ کافر نہ ہوگا۔

(۵) اگر کوئی کہے کہ چنداز یں روزہ کہ مرادل بگرفت یعنی اتنے روزے کب تک! میرا تو دل اس سے اکتا گیا ہے تو اس کا یہ کہنا کفر ہے۔

(۶) اسی طرح کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ نے طاعت کو ہمارے لئے عذاب بنا دیا ہے اگر اس جملہ کی تاویل کی تو کافر نہ ہوگا۔ یا اسی طرح کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ ان طاعات کو ہمارے لئے فرض نہ کرتا تو بہتر ہوتا۔ اگر اس جملہ کی تاویل کی جائے تو کافر نہ ہوگا۔

(۷) اگر کوئی کہے کہ نماز میرے لائق نہیں یا حلال میرے مناسب نہیں یا اس طرح کہا کہ کس لئے میں نماز ادا کروں کہ بیوی بچے تو میں رکھتا ہی نہیں یا اس طرح کہے کہ نماز کو میں نے طاق پر رکھ دیا تو ان تمام صورتوں میں کافر ہو جائے گا۔

علم وعلماء سے متعلق موجباتِ کفر:

(۱) جس آدمی نے عالم سے کسی ظاہری سبب کے بغیر بغض رکھا اس پر کفر کا خطرہ ہے۔

(۲) صلح کرانے والے عالم کو کہا کہ میرے لئے اس کا دیکھنا سور کو دیکھنے کی طرح ہے اس پر بھی کفر کا خدشہ ہے اسی طرح وہ کسی عالم یا فقیہ کو برا کہے اس کی کوئی ظاہری وجہ نہ ہو تو اس کے کافر ہونے کا خطرہ ہے۔

(۳) اور اس طرح کہنے سے کہ "تیرے علم کی مقعد میں زید کا ذکر" علم سے اگر علم دین مراد ہے تو کافر ہو گیا۔

(۴) ایک جاہل علم سیکھنے والے سے کہنے لگا علم سیکھنے والے داستانیں سیکھتے ہیں یا جو کچھ یہ کہتے ہیں وہ میرے ہاں فریب ودھوکا ہے یا اس طرح کہا میں علم حیلہ کا منکر ہوں یہ سب کفر ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص بلند جگہ بیٹھا اور دوسرے لوگ بطور مذاق مسائل دریافت کریں اور پھر وہ اسے تکیوں سے ماریں اور ہنستے جائیں تو وہ تمام کافر ہو جاتے ہیں۔

(۶) اگر بلند جگہ تو نہیں بیٹھا مگر ایک شخص مجلس علم سے آرہا تھا اسے ایک اور شخص نے کہا کہ یہ بت خانے سے آرہا ہے تو کافر ہو جاتا ہے۔

(۷) اگر اس طرح کہا کہ مجھے مجلس علم سے کیا کام یا اس طرح کہا کہ کسی کو اس چیز کی ادائیگی پر قدرت ہے جو یہ علماء کہتے ہیں تو کافر ہو جاتا ہے۔

(۸) اگر اس طرح کہا کہ علم کو پیالہ اور جیب میں نہیں رکھ سکتا، یعنی علم اس لائق نہیں کہ کھانے کے برتن یا پیالہ وغیرہ میں رکھا جائے اور نہ ہی اس لائق ہے کہ پیسوں کی تھیلی میں رکھا جائے تو کافر ہو جائے گا۔

(۹) اس طرح کہنے لگا کہ میں نے علم کو کیا کرنا ہے مجھے تو جیب میں چاندی چاہئے تو کافر ہو جاتا ہے۔

(۱۰) اگر کوئی یہ کہے کہ مجھ کو اولاد اور بیوی میں اتنی مشغولیت ہے کہ مجلس علم میں میں نہیں جا سکتا تو یہ انتہائی خطرناک بات ہے۔ اگر اس کے ساتھ علم کی اہانت کا ارادہ کرتا ہے یا کوئی یوں کہے کہ علم کا جاننا اس وقت آسان ہے کہ جب کوئی علم کی

بات یا روایت یا کوئی حدیث صحیح صاحب علم ذکر کرے دوسرے نے یہ کہا کہ یہ کچھ نہیں تو روپیہ دے یا یہ کہا اس کلام کا کیا فائدہ آج کل تو عزت چاہئے اور وہ روپے کی ہے علم کس کام کا تو یہ کفر ہے۔

(۱۱) اگر یہ کہا کہ فساد کرنا بہتر ہے علم کی ان باتوں سے پس یہ کفر ہے۔

(۱۲) ایک عورت نے کہا کہ عقلمند علم والے خاوند پر لعنت تو وہ کافر ہوگئی۔

(۱۳) ایک آدمی نے یہ کہا کہ علماء کے افعال کا کھیل تو وہی ہیں جو کافروں کے ہیں تو وہ شخص کافر ہوا بعضوں نے کہا کہ یہ اس وقت کافر ہوتا ہے کہ جب اس کا ارادہ یہ ہو کہ تمام افعال ان کے مطابق یعنی کافروں کے مطابق ہیں۔

(۱۴) حق و باطل کی بات چیت چل رہی تھی تو ایک عالم نے کوئی شرعی وجہ بیان کی تو اس پر مخالف جھگڑنے والے نے یہ کہا کہ یہ کوئی عقلمندی کی بات نہیں کہ تو یہ پیش کرے یہ یہاں نہیں چلے گی تو اس پر کفر کا خوف ہے۔

(۱۵) اگر ایک عالم کو کہا اے دانشمندک (یعنی اے حقیر علم/ یا عقل والے) یا یہ کہا کہ اے علویک تو اس سے کافر نہ ہوگا بشرطیکہ اس کی نیت دین کی توہین کی نہ ہو۔

(۱۶) (واقعہ) ایک عالم نے ایک کتاب ایک دکان میں رکھی اور وہ چلا گیا پھر اس کا گزر اس دکان پر ہوا تو وہ دُکاندار اُسے کہنے لگا اپنا بسولہ یہیں بھول گیا (لکڑی چھیلنے کا آلہ) عالم نے کہا کہ میری کتاب تیری دکان میں ہے بسولہ نہیں تو دکاندار کہنے لگا کہ بڑھئی بسولے کے ذریعے لکڑی کو چھیلتا ہے اور کاٹتا ہے اور تم کتاب کے ذریعے سے لوگوں کے گلے کاٹتے ہو اس عالم نے امام ابوبکر بن فضل کے سامنے اس کا شکوہ کیا تو انہوں نے حکم دیا کہ اس آدمی کو قتل کیا جائے۔

(۱۷) ایک آدمی کو اپنی بیوی پر غصہ آتا ہے وہ اس طرح کہتا ہے تو اللہ کی اطاعت کر اور گناہ سے باز رہ۔ تو بیوی کہنے لگی میں اللہ اور علم کو کیا جانوں میں نے اپنے آپ کو دوزخ میں رکھا ہے تو وہ عورت کافر ہوئی۔

(۱۸) ایک آدمی سے کہا گیا کہ طالبعلم ملائکہ کے بازوں پر چلتے ہیں تو وہ کہنے لگا یہ جھوٹ ہے تو یہ شخص کافر ہوا۔

(۱۹) ایک شخص نے کہا کہ ابوحنیفہؒ کا قیاس برحق نہیں تو وہ کافر ہوا (کیونکہ اس نے مطلقاً قیاس کے غلط ہونے کا اقرار کیا ہے)

(۲۰) اگر ایک شخص نے کہا: کاس الثرید خیر من العلم (ثرید کا پیالہ علم سے بہتر ہے) تو وہ شخص کافر ہو جائے گا اور اگر یوں کہا کاس الثرید خیر من اللہ تو کافر نہیں ہوا اس لئے کہ اس کی تاویل ہوسکتی ہے کہ اس کا معنی کہ ثرید کا پیالہ اللہ کی طرف سے بہتر ہے جبکہ پہلے کی تاویل نہیں ہوسکتی۔

(۲۱) ایک شخص نے اپنے دشمن سے کہا کہ میرے ساتھ تم شریعت کی طرف چلو اس نے کہا کوئی سپاہی بلا لاؤ تب میں چلوں گا بغیر زبردستی کے مَیں نہیں جاسکتا تو وہ ایسا کہنے سے کافر ہوگیا کیونکہ اس نے شریعت کا مقابلہ کیا۔

(۲۲) اگر اس نے اس طرح کہا کہ تو میرے ساتھ قاضی کے پاس چل اس نے کہا کہ سپاہی لاؤ تو چلوں گا تو یہ کہنے سے کافر نہ ہوگا۔

(۲۳) اور اگر اس طرح کہا کہ میرے ساتھ شریعت اور یہ حیلے بازیاں نہ چلیں گی یا یہ کہا کہ یہ پیش نہ جائیں گی یا یہ کہا کہ میرے لئے کھجور کا حلوہ ہے میں شریعت کیا کروں گا تو یہ ساری صورتیں کفر کی ہیں (اس لئے کہ اس سے شریعت کا استخفاف

لازم آتا ہے)

(۲۴) اگراس طرح کہا جب تو نے چاندی لی تھی تو شریعت اور قاضی کہاں تھے تو کافر ہو جائے گا مگر بعض علماء متاخرین نے کہا کہ اگر شہر کا قاضی مراد لیا جائے تو کافر نہ ہوگا۔

(۲۵) اگر کسی نے کہا کہ شریعت کا حکم اس صورت میں یہ ہے تو سننے والے نے کہا میں تو رسم پر چلوں گا شریعت پر نہیں تو کافر ہو جائے گا بعض مشائخ کے ہاں۔

(۲۶) ایک آدمی نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو کیا کہتی ہے حکم شرع کا کیا ہے تو اس نے زور سے ڈکار ماری اور کہنے لگی اینک شرع را تو کافر ہو جائے گی اور اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔

(۲۷) ایک شخص کے مخالف کے سامنے ائمہ کا فتویٰ پیش کیا گیا تو وہ کہنے لگا چہ بارنامہ فتویٰ اوروی ای۔ بعض نے کہا کہ وہ کافر ہو جاتا ہے (تو کیا فتوؤں کا بوجھ اٹھا کر لے آیا) کیونکہ اس نے حکم شرع کو رد کیا ہے۔

(۲۸) اسی طرح اگر اس نے کچھ نہ کہا لیکن فتویٰ زمین پر پھینک دیا اور کہنے لگا یہ کیا شریعت ہے تو کافر ہو جائے گا۔

(۲۹) اگر ایک شخص نے کسی عالم سے اپنی بیوی کی طلاق کے متعلق فتویٰ پوچھا اس نے فتویٰ دیا کہ طلاق واقع ہوگئی تو فتویٰ لینے والے نے کہا میں طلاق ملاق کو کیا سمجھوں میرے گھر میں تو بچوں کے لئے ماں چاہئے تو ایسا کہنے سے کافر ہو جائے گا۔

(۳۰) دو جھگڑنے والے آئے اور ہر ایک کی طرف ائمہ کا فتویٰ ہے تو ایک کہنے لگا کہ اس طرح نہیں جیسے ائمہ نے فتویٰ دیا ہے یا اس طرح کہنے لگا کہ ہم اس پر عمل نہیں کرتے کہ جیسے انہوں نے فتویٰ دیا تو اس پر تعزیر آئے گی۔

حلال وحرام سے متعلق موجباتِ کفر:

(۱) جس کسی نے حرام کو حلال یا حلال کو حرام قرار دیا وہ کافر ہو گیا اور اگر حرام کو حلال اپنے سامان بیچنے کے لئے یا جہالت کے اعتبار سے کہہ دیا تو پھر کافر نہ ہوا مگر اس میں بھی شرط یہ ہے کہ وہ حرام بعینہ ہو اور وہ اس کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو یہاں تک کہ وہ کفر ہوا اور اگر وہ حرام لغیرہ تو پھر کفر نہیں۔

(۲) جو چیز حرام بعینہ ہے اس میں کافر اس وقت ہوتا ہے کہ جب اس چیز کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو اور اگر اس چیز کی حرمت دلیل قطعی سے نہیں بلکہ خبر واحد سے ثابت ہو تو پھر کافر نہ ہوگا۔

(۳) ایک شخص کو کہا گیا کہ فلاں حلال چیز تمہیں پسند ہے یا دو حرام چیزیں تمہیں پسند ہیں تو وہ کہنے لگا دونوں میں جو جلدی مل جائے تو اس آدمی کے متعلق کفر کا خطرہ ہے۔

(۴) اس طرح جب ایک آدمی نے کہا کہ مجھے تو مال چاہئے خواہ حلال ہو یا حرام' تو اس کے متعلق بھی کفر کا خطرہ ہے کہ اگر اس نے کہا کہ جب تک میں حرام پاؤں تو حلال کے پیچھے نہ جاؤں تو کافر نہیں ہوتا۔

(۵) اگر کسی فقیر کو حرام مال ثواب کی غرض سے دیا اور اس پر ثواب کی امید لگائی تو وہ کافر ہو گیا اور اگر فقیر کو بھی یہ معلوم تھا کہ یہ مال حرام ہے اور اس کے باوجود اس نے وہ مال لے لیا اور دینے والے کو دعا دی اور دینے والے نے آمین کہی تو وہ کافر

ہو گیا۔

(۶) اگر ایک شخص نے یوں کہا کہ حلال کھایا کرو تو اس نے جواب میں کہا کہ مجھے تو حرام بہت پسند ہے تو وہ کافر ہو جائے گا اور اگر اس کے جواب میں یہ کہا کہ اس دنیا میں کسی ایک حلال خور کو تو لاؤ تا کہ میں اس کو سجدہ کروں تو اس کہنے سے وہ کافر ہو جائے گا۔

(۷) اگر کسی شخص نے کہا کہ میاں حلال کھایا کرو تو اس نے جواب میں کہا مجھے تو حرام مطلوب ہے تو یہ کافر ہو گیا۔

(۸) اگر کسی فاسق کے لڑکے نے شراب نوشی کی پھر اس کے رشتہ دار آئے اور اس پر روپے نچھاور کئے وہ سب کافر ہو گئے اگر انہوں نے روپے نچھاور نہیں کئے بلکہ یہ کہا کہ تمہیں مبارک ہو تو تب بھی کافر ہو جائیں گے۔

(۹) اگر کسی نے یہ کہا کہ شراب کا حرام ہونا قرآن سے ثابت نہیں تو وہ کافر ہو جائے گا۔

(۱۰) اگر ایک شخص نے کہا کہ شراب کی حرمت تو قرآن سے ثابت ہے اس کے باوجود تو اسے پیتا ہے تو بہ کر لے تو اس نے جواب میں کہا کسے از شیر مادر شکیبد (کیا کبھی کوئی ماں کے دودھ سے بھی صبر کر سکتا ہے) تو اس کہنے سے کافر تو نہ ہو گا اس لئے کہ یا تو یہ استفہام ہے یا پھر شراب اور دودھ میں پسندیدگی کے لحاظ سے برابری کی گئی ہے

(۱۱) اگر کوئی شخص حالت حیض میں اپنی بیوی سے صحبت کو حلال سمجھے تو وہ کافر ہو جائے گا اسی طرح وہ بھی کافر سمجھا جائے گا جو اپنی بیوی کے ساتھ لواطت کو جائز قرار دے۔ کتاب نوادر میں امام محمدؒ سے منقول ہے کہ ان دونوں مسئلوں میں وہ کافر نہیں ہوتا اور زیادہ صحیح قول یہی ہے

(۱۲) اگر ایک شخص نے شراب پی اور پھر کہنے لگا خوشی تو اس شخص کو ہے کہ جو ہماری اس خوشی میں ہمارا شریک کار ہے اور جس کو ہماری اس خوشی کے اندر ناراضی ہے وہ نقصان میں ہے اور وہ آدمی خوش نہیں ہے تو یہ شخص کافر ہو جائے گا۔

(۱۳) اگر کوئی آدمی شراب پینے میں مشغول تھا اور اس وقت اپنے دوستوں سے یہ کہنے لگا بیا عید تا یک خوش بزیند (کہ آؤ ایک خوشی تو منالیں) تو ایسا کہنے سے یہ کافر ہو جائے گا۔

(۱۴) اس طرح اگر شراب پینے میں مشغول ہوا اور کہنے لگا میں تو مسلمانی کو ظاہر کر رہا ہوں یا یہ کہنے لگا کہ مسلمانی اس طرح ظاہر ہوتی ہے تو یہ کافر ہو جائے گا۔

(۱۵) ایک فاسق آدمی نے کہا کہ اگر اس شراب میں سے تھوڑی سے شراب گر پڑے تو جبرئیلؑ اس کو اپنے پر سے اٹھائے گا تو یہ کافر ہو گیا۔

(۱۶) اگر ایک فاسق آدمی کو یہ کہا گیا کہ تو ہر روز اس حالت میں صبح کرتا ہے کہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کو ایذا دیتا ہے تو اس نے کہا کہ میں تو بہت اچھا کرتا ہوں تو وہ کافر ہو گیا۔

(۱۷) اگر کسی شخص نے گناہوں کے بارے میں کہا کہ یہ بھی ایک مذہب اور راستہ ہے تو کہنے والا کافر ہو جائے گا۔ صاحب محیط نے تو یہی قول نقل کیا ہے البتہ علامہ ناطفیؒ نے تجنیس کے اندر اس بات کو ترجیح دی کہ وہ کافر نہیں ہوتا۔

(۱۸) اگر کوئی شخص گناہ صغیرہ کا مرتکب ہوا اس کو متوجہ کرتے ہوئے کسی نے کہا کہ اللہ سے توبہ کرو تو وہ کہنے لگا کہ میں نے کیا کیا

ہے کہ توبہ کروں تو اس سے وہ کافر ہو گیا۔

(۱۹) جس نے حرام کھانا کھایا اور کھانے کے وقت بسم اللہ پڑھی تو علامہ مشتملیؒ نے لکھا ہے کہ وہ کافر ہو جاتا ہے اور اگر فراغت کے بعد الحمد للہ کہا تو بعض متاخرین نے اس کے کافر نہ ہونے کا قول کیا ہے۔

(۲۰) اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی جامِ شراب لے اور بسم اللہ کہے اور پی جائے تو وہ کافر ہو جائے گا اور یہی حکم زنا کی مباشرت کے وقت یا قمار بازی کے وقت بسم اللہ کہنے والے کا ہے۔

(۲۱) اگر دو شخص آپس میں جھگڑا کریں ایک ان میں سے لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہے تو دوسرا اس کو کہے کہ لاحول کام نہیں آئے گا یا یہ کہا کہ لاحول کا میں کیا کروں یا اس طرح کہا کہ لاحول بھوک کے لئے کفایت نہیں کر سکتا یا اس طرح کہا کہ لاحول کو بکاسئہ اندر ثرید نہ تو اکرد (لاحول کو پیالہ کے ساتھ ثرید میں نہیں ڈالا جا سکتا) یا اس طرح کہا کہ لاحول بجائے نان سود ندارد تو ان تمام صورتوں مین کافر ہو جاتا ہے اور یہی حکم اس وقت بھی ہے جب کہ تسبیح وتہلیل کے سلسلے میں یہ باتیں کہے اور اس کا حکم بھی یہی ہے کہ کوئی شخص سبحان اللہ کہے تو دوسرا یوں کہے تو نے تو سبحان اللہ کی رونق ختم کر دی یا اس طرح کہا پوست بعض کردی (تو نے سبحان اللہ کی کھال اتار دی) یہ کفر ہے۔

(۲۲) جس وقت کسی کو کہا کہ تم لا الٰہ الا اللہ کہو اس نے کہا میں لا الٰہ الا اللہ نہیں کہتا بعض مشائخ نے اس کو کفر کہا ہے بعض نے اس کی تاویل کی ہے کہ اس کی مراد یہ ہو کہ میں تیرے حکم سے نہیں کہتا تو کافر نہ ہوا اور بعضوں نے مطلقاً کافر قرار دیا ہے۔

(۲۳) اگر اس نے کلمہ پڑھنے کے جواب میں یہ کہا بگفتنہ ایں کلمہ چہ برسر برآوردی تامن گویم (تجھے اس کلمہ سے کیا فائدہ ہوا کہ مجھے کہنے کی دعوت دیتا ہے) تو کافر ہو جائے گا۔

(۲۴) ایک بادشاہ کو چھینک آئی کسی نے اس کو یرحمک اللہ کہا تو کسی نے یرحمک اللہ کہنے والے کو یہ کہا کہ یہ یرحمک اللہ بادشاہ کے لئے نہیں ہے تو اس سے یہ کہنے والا کافر ہو جائے گا۔

قیامت کے دن سے متعلقہ امور میں موجباتِ کفر:

(۱) جس نے قیامت یا جنت یا دوزخ یا میزان یا صراط یا نامہ اعمال کا انکار کیا وہ کافر ہے۔ اسی طرح بعث بعد الموت کا انکار بھی کفر ہے۔

(۲) اگر ایک شخص نے یہ کہا کہ میں نہیں جانتا کہ یہود ونصاریٰ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے یا نہیں یا آگ کے ساتھ عذاب دیئے جائیں گے یا نہیں، تو وہ کافر ہو گیا۔

(۳) جنت میں داخلے کے بعد دیدار الٰہی کا انکار یا عذاب قبر کا انکار یا بنی آدم کے حشر کا انکار کرنے سے کافر ہو جاتا ہے۔ البتہ یہ کہنے کے ساتھ کہ عذاب وثواب تو روح کو دی جائے گی تو کافر نہیں ہو گا۔

(۴) اگر کسی شخص نے گناہ کرنے والے کو کہا کہ گناہ مت کرو کیونکہ اگلا جہان ہے تو اس نے جواب میں کہا اس جہان کا کس نے بتلایا؟ تو کافر ہو گیا۔

(۵) اگر کسی شخص کا کسی پر قرض ہو گیا اس نے کہا اگر تو نہیں دے گا تو قیامت کو لوں گا۔ اس نے کہا "قیامت بری تابید" کیا قیامت قائم ہوگی؟ اگر اس نے یہ جملہ قیامت کی تحقیر کے لئے کہا تو وہ کافر ہو گیا۔
(۶) اگر ایک شخص نے کسی پر ظلم کیا۔ مظلوم نے کہا "آخر قیامت ہست" یعنی آخر قیامت بھی ہے تو ظالم نے کہا "فلاں خر بقیامت اندر" فلاں گدھا قیامت میں ہوگا تو وہ اس سے کافر ہو گیا۔
(۷) اگر ایک شخص نے اپنے قرضدار کو کہا کہ میرے پیسے دنیا میں دے دو۔ قیامت میں روپیہ میسر نہ ہوگا تو قرض دار نے کہا کہ دس اور مجھے دے دو اور اس جہاں میں لے لینا یا اس جہاں میں میں تمہیں دے دوں گا تو وہ کافر ہو جائے گا۔
(۸) اگر اس نے اس طرح کہا کہ مجھے حشر سے کیا کام یا یہ کہا کہ میں قیامت سے نہیں ڈرتا تو وہ کافر ہو جائے گا۔
(۹) اگر اپنے دشمنوں سے یہ کہا کہ میں حشر میں تم سے اپنا حق لوں گا تو اس نے جواب میں کہا کہ اتنے بڑے ہجوم میں تو مجھے کہاں پائے گا تو اس کے متعلق مشائخ کے قول مختلف ہیں۔ چنانچہ ابواللیثؒ کہتے ہیں کہ کافر نہ ہوگا۔
(۱۰) اگر ایک آدمی نے یوں کہا کہ تمام بھلائیاں اس جہاں میں چاہئیں۔ اس جہاں میں جو ہوگا سو ہوگا۔ تو اس کہنے سے وہ کافر ہو جائے گا۔
(۱۱) اگر ایک شخص نے کہا کہ دنیا کو آخرت کے لئے چھوڑ دو تو اس نے جواب میں کہا کہ میں نقد کو اُدھار کے بدلے نہیں چھوڑ سکتا تو وہ شخص کافر ہو گیا۔
(۱۲) جو آدمی اس جہاں میں خیر و عافیت کے ساتھ ہو وہ اس جہاں میں جیب کترے کی طرح ہوگا۔ امام ابوبکر کہتے ہیں کہ یہ آخرت کے ساتھ تمسخر کے مترادف ہے اس لئے کہنے والے کے کفر کا باعث ہے۔
(۱۳) اگر کہا تیرے ساتھ دوزخ میں جاؤں گا لیکن اندر نہیں آؤں گا تو کافر ہو گیا۔
(۱۴) اگر اس طرح کہا کہ جب تک تو رضوان کے لئے کچھ نہ لے جائے گا تو وہ تیرے لئے بہشت کے دروازہ نہیں کھولے گا تو وہ کافر ہو گیا۔
(۱۵) کسی شخص نے امر بالمعروف کرنے والے کو کہا کہ تو نے کیا شور مچا رکھا ہے اگر بطور رد و انکار کے کہا تو اس کے بارے میں کفر کا خطرہ ہے۔
(۱۶) اگر ایک شخص نے کسی کو کہا کہ فلاں کے گھر جا اور اس کو امر بالمعروف کر اس نے کہا میرا اس نے کیا کیا ہے؟ یا اس طرح کہا مجھے اس سے دکھ اٹھانے کی کیا وجہ ہے۔ یا اس طرح کہا میں نے عافیت اختیار کی ہے مجھے اس فضولی سے کیا کام؟۔ تو یہ تمام الفاظ کفریہ ہیں۔
(۱۷) اگر تعزیت والے کو کہا "ہر چہ از جاں وے بکاست۔ برجاں تو زیادہ باد" یعنی جو کچھ اس کی جان سے گھٹا خدا کرے وہ تیری جان میں بڑھ جائے تو کہنے والے کے متعلق کفر کا خطرہ ہے۔
(۱۸) یا اس طرح کہا "برجان تو زیادہ کناد" تو یہ غلطی اور جہالت ہے اسی طرح "از جان فلاں بکاست و بجان تو پیوست"۔
(۱۹) اور اگر اس طرح کہا "وے مرد و جاں بتو سپرد" یعنی وہ تو مر گیا اور جان تیرے حوالے کر گیا تو اس سے کافر ہو جاتا ہے۔

(۲۰) اگر ایک شخص اپنی بیماری سے اچھا ہوا تو دوسرے شخص نے کہا "فلاں خر باز فرستاد" یعنی فلاں گدھا واپس بھیج دیا گیا تو یہ کفریہ کلام ہیں۔

(۲۱) ایک شخص شدید بیمار ہوا اور اس کی بیماری شدید تر ہو گئی اور بہت طویل ہوئی جس کی وجہ سے مریض کہنے لگا کہ اگر تو چاہے تو مجھے مسلمان مارے اور چاہے تو مجھے کافر مارے، تو یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والوں میں سے ہو جاتا ہے۔

(۲۲) ایک آدمی کئی مصیبتوں میں گرفتار رہا۔ پھر اللہ کو یوں کہنے لگا تو نے میرا مال بھی لے لیا، تو نے میرا بیٹا بھی لے لیا، تو نے ایسا ویسا بھی کر دیا۔ بس اب تو کیا کرتا ہے اور باقی کیا رہ گیا جو تو نے نہیں کیا تو یہ سب کفریہ الفاظ ہیں۔

تلقین کفر سے متعلق چند موجبات کفر

اس میں تلقین کفر، امر ارتداد، کلماتِ کفریہ سکھانے، مشابہت کفار، اقرارِ صریح یا کنائی وغیرہ کا تذکرہ ہے۔

(۱) ایک آدمی نے دوسرے کو کفر کا کلمہ سکھایا تو اس سے وہ کافر ہو جاتا ہے اگرچہ وہ بطور ہنسی مذاق کے سکھائے۔

(۲) اگر کوئی شخص کسی عورت کو مرتد ہونے کا حکم دے تا کہ وہ عورت اس سے علیحدگی اختیار کر لے تو یہ شخص کافر ہو جاتا ہے۔ یہ ابو یوسفؒ کی روایت ہے۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جس کسی نے کسی کو کافر ہونے کا حکم دیا تو وہ اسی وقت کافر ہو جاتا ہے خواہ اس کے کہنے سے مخاطب کافر ہو یا نہ ہو۔ ابو اللیثؒ کہتے ہیں اگر کسی نے دوسرے کو کلمہ کفر سکھایا یا مرتد ہونے کا حکم کیا تو یہ اسی وقت کافر ہو جاتا ہے۔

(۳) اسی طرح جس نے کسی عورت کو کفر کا کلمہ سکھایا تو وہ سکھانے والا اسی وقت کافر ہو جاتا ہے جب وہ عورت کو ارتداد کا حکم کرے۔

(۴) امام محمدؒ فرماتے ہیں اگر کسی کو مجبور کیا گیا کہ وہ کلمہ کفر زبان سے ادا کرے ورنہ ہلاک کر دیا جائے گا یا اسی طرح کی دھمکی دی۔ پس اس نے کفر کا کلمہ زبان سے بول دیا تو اس کی کئی قسمیں ہیں: (۱) اس کلمہ کفر کو تو زبان سے بول دیا مگر اس کا دل ایمان سے مطمئن ہے اور اس کے دل میں کوئی خیال تک بھی نہ آیا سوائے اس کلمہ کے جو بطور جبر کہلایا گیا تو اس صورت میں اس کے کفر کا حکم نہیں کیا جا سکتا نہ قضاءً اور نہ عند اللہ۔ (۲) وہ کہے کہ میرے دل میں یہ خطرہ آیا کہ میں ماضی سے متعلق کفر کی جھوٹی خبر دوں پھر میں نے ان کے کلام کو قبول کرتے ہوئے مستقبل کے کفر کا ارادہ کیا اس صورت میں قاضی اس کے کفر کا حکم دے گا اور اس کی بیوی سے اس کو الگ کر دیا جائے گا۔ (۳) وہ کہے کہ میرے دل میں خیال گزرا کہ ماضی کے متعلق کفر کی جھوٹی خبر دوں مگر میں نے ماضی سے متعلق کفر کی جھوٹی خبر دینے کے ارادہ کی بجائے ان کے قول کو قبول کر لیا جو مستقبل کے کفر سے متعلق تھا۔ اس صورت میں وہ قضاءً اور عند اللہ دونوں طرح کافر ہو جائے گا۔

(۵) اگر کسی پر جبر کیا گیا کہ وہ صلیب کا رخ کر کے نماز پڑھے پھر اس نے نماز پڑھی تو وہ تین حالتیں بن جائیں گی (۱) اگر کسی نے کہا کہ میرے دل میں عبادت صلیب کا کوئی خیال بھی نہیں گزرا اگرچہ میں نے صلیب کی طرف نماز پڑھی ہے مگر وہ بطور جبر ہے اس صورت میں وہ قضاءً اور عند اللہ کافر نہ ہوگا۔ (۲) اس نے کہا کہ میرے دل میں خیال گزرا کہ میں اللہ

تعالیٰ کے لئے نماز پڑھوں نہ کہ صلیب کے واسطے اس صورت میں نہ قضاء کافر ہوا نہ عنداللہ۔ (۳) اگر اس نے کہا کہ میرے دل میں خیال گزرا کہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے نماز پڑھوں پھر میں نے اس خیال کو ترک کر دیا اور میں نے صلیب کے لئے نماز پڑھی تو اس صورت میں ظاہر و باطن کے لحاظ سے کافر ہو گیا۔

(۶) اگر ایک مسلمان کو کہا گیا کہ بادشاہ کو سجدہ کرو ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے اس صورت میں افضل یہ ہے کہ نہ سجدہ کرے جبکہ اس نے کلمہ کفر قصداً کہا ہے مگر اعتقاد کفر کا نہیں رکھتا۔ ہمارے بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ اس طرح کافر نہیں ہوتا مگر صحیح قول یہ ہے کہ وہ کافر ہو جاتا ہے۔

(۷) اگر کسی شخص نے کلمہ کفر اس حال میں بولا کہ اسے معلوم نہ تھا کہ آیا یہ کلمہ کفر ہے یا نہیں، مگر اس نے اپنے اختیار سے بولا تھا تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اکثر علماء کے نزدیک اور جہل کی وجہ سے معذور شمار نہ ہوگا۔

(۸) بیہودہ گو اور مذاق اڑانے والا جب کفریہ کلمہ بطور استخفاف کے بولے تو ٹھٹھے اور خوش طبعی سے بھی سب کے ہاں کفر ہی شمار ہوگا۔

(۹) اگر کسی کی زبان سے بھول چوک کر کلمہ کفر نکلا جب کہ اس کا ارادہ یہ تھا کہ وہ ایسا کلمہ استعمال کرے جو کفریہ نہ ہو۔ پس اس کی زبان پر کلمہ کفر چوک کر نکلنے سے سب کے ہاں کافر نہیں ہوتا۔

(۱۰) مجوسیوں کی ٹوپی سر پر رکھنے کی وجہ سے صحیح روایت کے مطابق کافر ہو جاتا ہے اور اگر گرمی و سردی سے بچنے کے لئے رکھے تو کافر نہ ہوگا۔

(۱۱) زنار یعنی نیو پہننے سے مسلمان کافر ہو جاتا ہے لیکن اگر لڑائی میں جاسوسی کے لئے کرے تو کافر نہ ہوگا۔

(۱۲) اس طرح کہنے سے بھی کافر ہو جائے گا کہ مجوسی جو کچھ کر رہے ہیں وہ اس سے بہتر ہے کہ جس میں ہم مبتلا ہیں یعنی ان کے افعال ہمارے افعال سے بہتر ہیں اور اس طرح کہنے سے کہ نصرانیہ مجوسیہ سے بہتر ہے۔ البتہ اس طرح کہنے سے کافر نہ ہوگا کہ مجوسیہ بری ہے نصرانیہ سے۔

(۱۳) اور اس طرح کہنے سے کہ نصرانیہ بہتر ہے یہودیہ سے کافر ہو جاتا ہے۔

(۱۴) اس طرح کہنے سے بھی کافر ہو جاتا ہے کہ کفر کرنے والا اس سے بہتر ہے جو کچھ تو کرنے والا ہے بعض کے ہاں اس سے مطلقاً کافر ہوتا ہے۔ ابواللیثؒ کہتے ہیں اس وقت کافر ہوگا جب اس کا قصد کفر کو اچھا جاننا۔

(۱۵) جو کچھ مجوس نوروز کے دن کرتے ہیں اگر کوئی مسلمان ان کی موافقت میں نوروز کے دن نکلے اور وہ چیزیں خریدے جو کبھی نہ خریدتا تھا یہ خریداری نوروز کی تعظیم کے لئے ہو تو کافر ہو جائے گا اگر کھانے پینے اور ضروریات زندگی کے لئے ان چیزوں کو خریدا ہو تو کافر نہ ہوگا۔

(۱۶) اس دن کوئی مسلمان اگر مشرکین کو اس دن کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے کوئی تحفہ بھیجے خواہ وہ معمولی ہی کیوں نہ ہو تو وہ کافر ہو جائے گا اور اگر ان کی رسم بچوں کے بال منڈوانے میں جانے کی دعوت قبول کرے تو اس سے کافر نہ ہوگا۔

(۱۷) کفار کی باتوں اور معاملات کو اچھا جاننے والا کافر ہو جاتا ہے مثلاً یہ کہے کہ کھانے کے وقت مجوس کا یہ مذہب بہتر ہے کہ

اس وقت گفتگو نہ کی جائے یا ان کے ہاں یہ اچھا ہے کہ حالت حیض میں بیوی کے ساتھ لیٹنے بھی نہ دیا جائے۔اس طرح کہنے سے وہ کافر ہو جائے گا۔

(۱۸) کسی آدمی کی عزت و جاہ کی وجہ سے اس کے لباس پہننے کے وقت جانور ذبح کیا تو وہ کافر ہو جائے گا یا اسی طرح اس موقعہ پر اخروٹ یا اور کوئی چیز لی تو بھی یہی حکم ہے اور ذبیحہ مردار ہے اور اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔

(۱۹) اسی طرح غیر اللہ کی عظمت کے اظہار کے لئے گائے' اونٹ کا ذبح کرنا یا حجاج اور غزات کی واپسی پر ان کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے ایسا کرنا علماء کی ایک جماعت کے نزدیک باعث کفر ہے۔

(۲۰) جو جانور نامزد کر دیا گیا غیر اللہ کے نام پر اور اس کی تعظیم اور تقرب کے لئے اس کو شہرت دے دی جیسا کہ بدعقیدہ لوگ کوئی جانور مثلاً بکرا چھوڑ دیتے ہیں اور کہتے پھرتے ہیں کہ یہ بکرا شیخ سدو کے نام کا ہے یا یہ گائے احمد کبیر کے نام کی ہے یا یہ بکرا توپ کا ہے یا یہ مرغا مدار صاحب کا ہے یا یہ جانور بزرگوں کی قبروں پر ذبح کے لئے ہے یا دریا کے کنارہ پر جانور ذبح کرنا یا کسی دیوی دیوتا یا (بابا خضر خواج) کو بھوگ دینا یا جنات کے لئے ذبح کرنا یہ تمام کام ایسے ہیں کہ ان کے کرنے والا مرتد اور کافر ہو جاتا ہے اور ذبیحہ مردار اور حرام ہے اگرچہ ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا ہو یعنی بسم اللہ کہہ کر ذبح کیا ہو تو بھی حرام ہے۔اس لئے کہ پہلے سے یہ جانور غیر اللہ کے لئے نامزد ہو چکا اب ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔

(الاشباہ والنظائر' تنویر الابصار' درمختار' فتح الغفار' فتاویٰ عالمگیری' مطالب المؤمنین میں مذکور ہے) بلکہ درمختار میں شرح وہبانیہ اور ذخیرہ سے نقل کیا گیا ہے کہ ان افعال کا کرنے والا جمہور علماء کے نزدیک کافر ہے اور مطالب المؤمنین میں لکھا ہے کہ ابوحفص کبیر اور ابوعلی دقاق اور عبداللہ کاتب اور عبدالواحد' ابوالحسن نوری وغیرہ علماء معروف نے اس پر فتویٰ دیا ہے کہ اس کا ذبح کرنے والا کافر ہے اور اس کا ذبیحہ حرام ہے۔

تفسیر نیشاپوری میں مذکور ہے کہ تمام علماء کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ جو مسلمان کسی جانور کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے تقرب اور تعظیم کے لئے ذبح کرے وہ مرتد ہے اور اس کے ذبیحہ کا حکم مرتد کے ذبیحہ والا ہے۔اور صحیح حدیث میں وارد ہے کہ وہ شخص ملعون ہے جو غیر اللہ کے تقرب اور تعظیم کے لئے جانور ذبح کرے۔(مشکوٰۃ)

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے تفسیر عزیزی میں ماا ھل لغیر اللّٰہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ جانور جو غیر اللہ کے نام کے ساتھ شہرت دیا گیا ہو وہ خنزیر سے بدتر اور مردار ہے۔جن کو مزید تفصیل کی ضرورت ہو وہ تفسیر عزیزی کا مطالعہ کریں تو ان کو تسلی ہو جائے گی مگر انصاف شرط ہے۔باقی دل کا مالک اللہ تعالیٰ ہے' وہی ہدایت دینے والا ہے۔

(۲۱) اگر کسی عورت نے اپنی کمر پر رسی باندھ کر یہ کہا کہ یہ زنار یعنی جیسی ہے تو وہ کافر ہو گئی۔

(۲۲) اگر کسی شخص نے اس طرح کہا کہ خیانت کرنے سے بہتر کافر ہو جانا ہے' اکثر علماء کہتے ہیں کہ وہ اس کہنے سے کافر ہو جائے گا اور ابوالقاسم صغار کا فتویٰ اسی پر ہے۔

(۲۳) اگر ایک شخص نے کسی عورت کو مارا' اس عورت نے کہا کہ تو مسلمان نہیں ہے۔مرد نے یہ سن کر کہا کہ ہاں میں مسلمان نہیں

ہوں تو وہ اس کہنے سے کافر ہو جائے گا۔

(۲۴) ہمارے بعض علماء سے منقول ہے کہ اگر ایک شخص کو کہا گیا کہ کیا تو مسلمان نہیں' تو اس نے کہا نہیں! تو یہ کفر ہے۔

(۲۵) اگر عورت نے اپنے خاوند سے کہا کہ تم میں دینی حمیت وغیرت نہیں ہے کیونکہ تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ میں اجنبی مردوں سے خلوت اختیار کروں۔ خاوند نے جواب میں کہا کہ ہاں مجھ میں اسلامی غیرت اور دینی حمیت نہیں ہے تو وہ اس سے کافر ہو جائے گا۔

(۲۶) ایک مرد نے اپنی بیوی کو اس طرح مخاطب کیا اے یہودیہ! اے مجوسیہ! اے کافرہ! عورت نے یہ سن کر کہا میں ایسی ہی ہوں یا کہا ایسی ہی ہوں میں تم مجھے طلاق دے دو۔ یا کہا اگر ایسی نہ ہوتی تو تمہارے ساتھ نہ رہتی یا کہا اگر ایسی نہ ہوتی تو تمہارے ساتھ صحبت نہ کرتی یا کہا تو مجھے نہ رکھتا۔ تو اس کہنے سے وہ عورت کافرہ ہو جائے گی۔

(۲۷) اور اگر اس کے جواب میں اس طرح کہا کہ اگر میں ایسی ہوں تو تم مجھے نہ رکھو تو اس سے کافر نہ ہوگی۔

(۲۸) اگر کسی عورت نے اپنے خاوند سے کہا اے کافر' اے یہودی' اے مجوسی' تو شوہر نے اس کے جواب میں کہا اگر ایسا نہ ہوتا تو تم کو نہ رکھتا یا کہا کہ ایسا ہی ہوں میں۔ تو وہ کافر ہو گیا اور اگر اس نے اس طرح کہا کہ اگر ایسا ہوں میں تو میرے ساتھ مت رہ۔ صحیح یہ ہے کہ کافر نہیں ہوتا اور اگر کہا' یک راہ چنیم بامن مباش ایک راہ میں اختیار کرتا ہوں تو میرے ساتھ مت رہ۔ ظاہر تر یہ ہے کہ وہ کافر ہو جاتا ہے۔

(۲۹) اور اگر کسی اجنبی کو کہا اے کافر! اے یہودی! اس نے جواب میں کہا کہ میں ایسا ہی ہوں' میرے ساتھ تم مت رہو یا کہا کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو تمہارے ساتھ نہ رہتا تو اس کا حکم خاوند بیوی والے مسئلہ کی طرح ہے کہ کافر ہو جاتا ہے۔

(۳۰) اگر کسی شخص نے ایک کام کا ارادہ کیا تو اس کی بیوی نے کہا اگر تم یہ کام کرو گے تو کافر ہو جاؤ گے۔ خاوند نے اس کی بات کی طرف التفات نہ کیا اور وہ کام کر ڈالا تو وہ شوہر کافر نہ ہوگا۔ اگر کسی نے اپنی بیوی کو مخاطب کر کے کہا اے کافرہ! پھر عورت نے کہا میں نہیں بلکہ تو ہے یا عورت نے اپنے خاوند سے کہا اے کافر! تو خاوند نے کہا کہ میں نہیں بلکہ تو کافرہ ہے تو اس سے میاں بیوی کے درمیان جدائی واقع نہ ہوگی۔

(۳۱) اگر کسی مسلمان اجنبی کو کہا اے کافر! یا اجنبی عورت کو کہا اے کافرہ! اور مخاطب مرد و عورت نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔

(۳۲) یا کسی شوہر نے اپنی بیوی کو کہا اے کافرہ! مگر اس عورت نے اسے کچھ جواب نہ دیا یا عورت نے اپنے شوہر کو کہا اے کافر! اور خاوند نے کچھ جواب نہ دیا تو فقیہ ابو بکر اعمش بلخی کہتے ہیں کہ اس کا کہنے والا کافر ہے۔ دیگر علماء بلخ کا قول کافر نہ ہونے کا ہے۔ مختار جواب یہ ہے کہ اگر کہنے والے کا ارادہ برا بھلا کہنا ہے اور اس کے کافر ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتا تو وہ کافر نہیں ہوتا اگر اس کا اعتقاد بھی یہی ہے کہ یہ مسلمان کافر ہے اور پھر اس مسلمان کو کافر سے خطاب کرتا ہے تو وہ اس سے کافر ہو جائے گا۔ اگر کوئی عورت اپنے بچے کو اے کافر کے بچے کہہ کر خطاب کرے تو یہ باعث کفر نہیں ہے اور بعض نے کہا یہ کفر ہے اور یہی حکم ہے۔

(۳۳) اگر مرد نے اپنے بچے کو یہ الفاظ کہے تو علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ صحیح قول یہ ہے کہ وہ کافر نہیں ہوتا' اگر اپنے نفس

کے کفر کا ارادہ نہ کرے۔

(۳۴) اگر اپنے جانور کو کہا اے کافر خداوند (اے کافر مالک والے) تو کافر نہ ہوگا بالاتفاق۔

(۳۵) اگر اپنے علاوہ کسی دوسرے کو کہا اے کافر! یا اے یہودی! یا اے مجوسی! اور اس نے کہا لبیک تو وہ کافر ہو جائے گا۔

(۳۶) جس وقت کہے: آئی ہم چیں گیر۔ کافر ہو جائے گا

(۳۷) اگر اس طرح کہا توئی خود آ۔ اور کچھ نہیں کہا بلکہ خاموشی اختیار کی تو کافر نہیں ہوگا۔

(۳۸) کسی سے کہا کہ بیم بود کہ کافر شدی یا یہ کہا میں ڈرا کہ کافر ہو جاؤں تو اس سے کافر نہیں ہوتا۔ اگر کہا کہ تو نے اتنا ستایا ہے کہ میں نے کافر ہونا چاہا تو کافر ہو گیا۔

(۳۹) ایک شخص نے کہا کہ یہ زمانہ مسلمانی اختیار کرنے کا نہیں کافری کا ہے بعضوں نے کہا کہ یہ کافر ہوا مگر صاحب محیط کا قول یہ ہے کہ یہ کافر نہیں ہوا اور یہی درست ہے۔

(۴۰) ایک مسلمان اور ایک مجوسی ایک جگہ تھے ایک آدمی نے مجوسی کو آواز دی اے مجوسی تو مسلمان نے اس کو جواب دیا اگر دونوں ایک کام میں مصروف تھے جس میں کہنے والے نے ان دونوں کو لگا رکھا تھا اور مسلمان نے سمجھا کہ اُسے آواز دے رہا ہے تو پھر اس کام کی وجہ سے کفر لازم نہ آیا اور اگر دونوں الگ الگ کام میں تھے تو پھر اس کے بارے میں کفر کا خطرہ ہے۔

(۴۱) ایک مسلمان نے کہا انا ملحد یعنی میں ملحد ہوں تو یہ کافر ہو گیا اور اگر کہا کہ میں نہیں جانتا تھا کہ یہ کفر ہے تو اس میں معذور شمار نہ ہوگا کیونکہ ایک شخص نے ایک ایسا کلمہ بولا جس کو وہ لوگ کفر گمان کرتے تھے اور واقعہ میں کفر نہیں تھا اور اس کو بتلایا گیا کہ تو کافر ہو گیا اور تیری بیوی تجھ سے الگ ہو گئی یہ کہنے لگا کافر شدہ گیر بظن تا یک شدہ گیر تو اس سے کافر ہو جاتا ہے اور اس کی بیوی اس سے الگ ہو جاتی ہے۔

(۴۲) اگر ایک شخص نے کہا کہ میں فرعون ہوں یا ابلیس ہوں تو اس سے کافر ہو جاتا ہے۔

(۴۳) اگر ایک آدمی نے ایک فاسق آدمی کو نصیحت کی اور توبہ کے لئے بلایا تو اس نے کہا از پس ایں ہم کلاہ مغاں بر سر نہم (ان تمام پگڑیوں کے پیچھے ان کے سر پر شراب رکھتا ہوں) تو کافر ہو جاتا ہے۔

(۴۴) ایک عورت نے اپنے خاوند سے کہا کہ تیرے ساتھ رہنے سے کافر ہونا بہتر ہے تو وہ عورت کافر ہو گئی۔

(۴۵) ایک عورت نے کہا کافرم گر چنیں کار کنم (کافر ہوں اگر میں ایسا کام کروں) تو شیخ ابوبکر بن فضلؒ کہتے ہیں کہ وہ عورت کافر ہو گئی اور اس وقت ہی خاوند سے الگ ہو گئی اور قاضی امام علی نے فرمایا کہ یہ تعلیق اور یمین (قسم ہے) کفر نہیں۔

(۴۶) اگر ایک عورت نے اپنے خاوند سے کہا اگر تو آج کے بعد مجھ پر ظلم کرے گا یا میرے لئے فلاں چیز نہ خریدے گا تو میں کافر ہو جاؤں گی تو اسی وقت کافر ہو جائیگی۔

(۴۷) ایک شخص کہنے لگا کہ میں تو مجوسی تھا مگر میں مسلمان ہو گیا بطریق تمثیل میں نے اس کا اعتقاد اختیار نہیں کیا تو اس کے کفر کا حکم کیا جائے گا۔

(۴۸) اگر کسی نے کسی دوسرے آدمی کو تعظیمی سجدہ کیا تو اس سے کافر نہیں ہوگا۔

(۴۹) اگر کسی نے کسی مسلمان کو کہا کہ اللہ تیری مسلمانی ختم کر دے دوسرے نے کہا آمین۔ آمین کہنے والا کافر ہو گیا۔

(۵۰) ایک شخص نے دوسرے کو ایذا دی اس نے کہا میں مسلمان ہوں مجھے نہ ستا تو اس دکھ دینے والے نے کہا چاہے مسلمان رہو چاہے کافر، تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔

(۵۱) اگر کسی نے کہا کافر باشی چہ زیاں (میرے کافر ہونے میں کیا نقصان ہے) تو اس سے کفر لازم آتا ہے۔

(۵۲) ایک کافر مسلمان ہوا لوگوں نے اس کو چیزیں دیں تو ایک مسلمان کہنے لگا کاش میں بھی کافر ہوتا پھر مسلمان ہوتا تا کہ لوگ مجھے بھی کچھ دیتے یا اس کی دل میں تمنا کی تو یہ کافر ہو جائے گا۔

(۵۳) ایک آدمی نے یہ آرزو کی کہ اللہ تعالیٰ شراب کو حرام نہ کرتا تو اس سے کافر نہ ہوگا اور اگر یہ تمنا کی کہ اگر اللہ تعالیٰ ظلم، زنا، قتل نفس ناحق کو حرام نہ کرتا تو اس سے کافر ہو گیا کیونکہ یہ تینوں چیزیں کسی بھی شریعت میں حلال نہیں تھیں اور اس سے جو پہلی صورت میں ہے اس میں ایسی چیز کی تمنا ہے جو محال نہیں اور دوسری صورت میں محال کی تمنا ہے اور اسی بنیاد پر کوئی آرزو کرے کہ بہن بھائی کے درمیان نکاح حرام نہ ہوتا تو اس سے کافر نہیں ہوتا کیونکہ اس نے ایسی چیز کی آرزو کی جو محال نہیں بلکہ ابتدا میں حلال تھی۔ تو حاصل کلام یہ ہے کہ جو چیز ایک زمانے میں حلال ہو کر پھر حرام ہو گئی اور اس کے بارے میں حرام نہ ہونے کی آرزو کرتا ہے تو کافر نہیں ہوتا۔

(۵۴) ایک مسلمان نے ایک حسین و جمیل نصرانیہ عورت کو دیکھا اس کے دل میں تمنا پیدا ہوئی کہ یہ بھی نصرانی ہوتا تا کہ اس کافرہ سے نکاح کرتا تو یہ کافر ہو گیا۔

(۵۵) ایک آدمی نے کسی سے کہا کہ میری مدد کرو اس نے کہا کہ حق پر ہر کوئی مدد کرتا ہے میں تیرے ناحق پر مدد کروں گا تو کافر ہو جائے گا۔

(۵۶) اگر اس نے اس طرح کہا کہ میں نے اس درخت کو پیدا کیا ہے تو اس سے کافر نہیں ہوتا کیونکہ اس سے مجازی معنی بونا مراد لیا جاتا ہے اور اگر وہ حقیقی معنی مراد لے گا تو کافر ہو جائے گا۔

(۵۷) ایک آدمی نے کہا کہ جب تک پر جا (مخلوق) ہے یا کہا کہ جب تک میرے یہ بازو ہیں مجھ کو روزی کم نہ آئے گی۔ بعض مشائخ نے کہا کافر ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ کفر کا خطرہ ہے۔

(۵۸) اگر کسی نے یہ کہا کہ درویشی بدبختی ہے تو یہ بڑی غلطی ہے۔

(۵۹) اگر کسی نے چاند کے گرد دائرہ کو دیکھا اور کہنے لگا کہ بارش ہوگی اگر اس کو علم غیب کا دعویٰ ہے تو اس طرح کہنے سے کافر ہو گیا۔

(۶۰) اگر کسی نجومی نے کہا کہ تیری بیوی حاملہ ہے تو اس نے اس کے کہنے پر اعتقاد کر لیا تو یہ کافر ہو گیا۔

(۶۱) اُلو کے بولنے پر کسی نے کہا کہ بیمار مر جائے گا یا بڑی مصیبت آئے گی یا سیاہ کوا بولا تو اس نے کہا کوئی مسافر آیا ہے تو مشائخ نے اس کے کفر میں اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ یہ غلط بات ہے۔

(۶۲) ایک آدمی نے کوئی غلط بات کہی تو دوسرے نے سن کر کہا تو کیا کہہ رہا ہے تجھ پر کفر لازم آتا ہے تو وہ سن کر کہنے لگا میں کیا کروں اگر مجھ پر اس وقت کفر لازم آتا ہے تو آتا رہے' تو کافر ہو جاتا ہے۔

(۶۳) اگر کسی شخص نے ضاد کی بجائے زپڑھ دی اور اصحاب جنت کی جگہ اصحاب نار پڑھ دیا' اگر جان بوجھ کر کیا تو کافر ہو گیا ورنہ اس پر کفر کا خوف ہے اور ایسے آدمی کی امامت جائز نہیں۔

(۶۴) اس آدمی پر بھی کفر کا خطرہ ہے جو کہتا ہے میری زندگی کی قسم تیری زندگی کی قسم یا اسی طرح کے کلمات کہے' جب یہ کہے کہ رزق اللہ کی طرف سے ہے لیکن بندے کو حرکت کرنی چاہئے تو بعضوں نے کہا کہ یہ مشرک ہے۔

(۶۵) ایک شخص نے کہا میں عذاب وثواب سے بری الذمہ ہوں علماء نے کہا ہے کہ وہ کافر ہو جاتا ہے۔

(۶۶) ایک آدمی نے یہ کہا کہ فلاں آدمی جو کہے میں وہی کروں گا اگرچہ وہ کفر ہی کیوں نہ کہے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔

(۶۷) ایک آدمی نے کہا میں مسلمانی سے بیزار ہوں' علماء نے کہا وہ کافر ہو جاتا ہے۔ مامون کے زمانہ میں ایک فقیہ سے ایک شخص کے متعلق پوچھا گیا کہ جس نے ایک جولاہے کو قتل کیا تھا تو فقیہ نے کہا کہ تعزیر واجب ہے تو مامون نے حکم دیا کہ اس فقیہ کی پٹائی کی جائے یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ مامون کہنے لگا کہ اس نے شریعت کا مذاق اڑایا ہے اور احکام شرع کا مذاق کفر ہے۔

(۶۸) اگر کوئی فقیہ کو اس وقت مدثر کہے جب وہ کالا کمبل اوڑھنے والا ہو تو یہ کفر ہے۔

(۶۹) جس نے ہمارے زمانے کے ظالم بادشاہ کو عادل کہا وہ بھی کافر ہے کذا قال الامام ابومنصور ماتریدی۔ بعضوں نے کہا کہ کافر نہیں ہوتا۔

(۷۰) اگر ایک ظالم کو کہا اے خدائی (میرے خدا) تو کافر ہو جاتا ہے اور اگر اس طرح کہا اے بار خدا! تو کافر نہیں ہوتا اور یہی قول درست ہے۔

(۷۱) علامہ صغار سے ان خطباء کے بارے میں جو جمعہ کے دن یہ خطبہ پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں سلاطین کو العادل الاعظم شہنشاہ الاعظم مالک رقاب الامم سلطان ارض اللہ مالک بلاج اللہ معین خلیفۃ اللہ کیا یہ جائز ہے یا نہیں تو علامہ صغار فرمانے لگے اس کے بعض الفاظ کفار یہ ہیں اور بعض معصیت اور کذب ہیں مثلاً شہنشاہ کا لفظ یہ خصائص الٰہیہ میں سے ہے بغیر اعظم کی صفت کے اور انسانوں کیلئے وہ صفات بیان کرنی جائز نہیں جو اللہ کی صفات ہیں اسی طرح مالک رقاب الامم یہ محض جھوٹ ہے اسی طرح سلطان ارض اللہ یہ بھی جھوٹ ہے۔

(۷۲) امام ابومنصور نے کہا اگر کوئی کسی کے آگے زمین کو چومے یا اس کے واسطے جھکے یا اپنے سر کو جھکائے تو وہ کافر نہیں ہوتا کیونکہ اس کا ارادہ تعظیم کا ہے عبادت کا نہیں مگر ان کے علاوہ دیگر مشائخ نے یہ بات فرمائی کہ اگر کوئی ان جابر بادشاہوں کو سجدہ کرے تو اس کا یہ فعل بڑے کبیرہ گناہوں میں سے تو ہے البتہ اس کے کافر ہونے میں اختلاف ہے بعضوں نے مطلقاً کافر کہا ہے اور اکثر نے یہ کہا کہ اس کی کئی جہتیں ہیں اگر اس نے عبادت کا ارادہ کیا تو کافر ہوا اگر تعظیم کا ارادہ کیا تو کافر نہ ہوا مگر حرام کا ارتکاب کیا اور اگر اس کے لئے اس کے علاوہ کوئی ارادہ نہ ہو تو اکثر اہل علم کے ہاں وہ کافر ہو جاتا

ہے۔ زمین بوسی یہ سجدہ کے بالکل قریب ہے مگر یہ رخسار اور پیشانی رکھنے سے کم درجہ ہے یہ اعتقاد رکھنے کی صورت میں کافر ہو جائے گا کہ یہ خراج سلطان کی ملکیت ہے۔

(۷۳) اگر کوئی برائی کرے اور وہ کہے کہ میں یہ برائی تیری طرف سے سمجھتا ہوں حکم خدا سے نہیں تو یہ کافر ہو جاتا ہے۔

(۷۴) اگر بادشاہ کے جوڑا بدلنے کی مبارکبادی دیتے ہوئے اور اس کو خوش کرنے کے لئے کسی جانور کو ذبح کرے گا تو کافر ہو جائے گا اور یہ ذبیحہ مردار ہے اور اس کا کھانا بھی جائز نہیں۔

(۷۵) ہمارے زمانے میں اکثر مسلمان عورتیں چیچک نکلنے کے وقت اس کی ایک شکل مقرر کرتی ہیں اور اس شکل اور صورت کو وہ پوجتی ہیں اور اس سے اپنے بچوں کی شفا چاہتی ہیں اور ان کا اعتقاد یہ ہے کہ یہ پتھر اس لڑکے کو شفا دیتا ہے جو عورتیں اس فعل کو اسی اعتقاد سے کرتی ہیں وہ کافر ہو جاتی ہیں اور ان کے جو خاوند ان کی اس غلط حرکت پر راضی اور خوش ہیں وہ بھی کافر ہو جاتے ہیں۔

(۷۶) اسی طرح کی ایک اور چیز رائج ہے کہ عورتیں پانی کے کنارہ پر جا کر پانی کو پوجتی ہیں اور پانی کے کنارہ پر بکرا ذبح کرتی ہیں چنانچہ جو عورت یہ حرکت کرتی ہے وہ کافر ہو جاتی ہے وہ بکری مردار ہے اس کا کھانا جائز نہیں۔

(۷۷) گھروں میں بعض عورتیں شکل بناتی ہیں جیسا کہ آتش پرستوں کے ہاں پوجنے کے لئے صورتیں بنائی جاتی ہیں اور اس کو پوجتی ہیں اور اس کی پوجا کرنے کے وقت لڑکے پر شنگرف کے نشان لگاتی ہیں اور تل ڈالتی ہیں اور بھوانی بت کے نام وہ تیل دیتی ہیں اسی طرح کی اور رسومات کرنے والیاں کافر ہو جاتی ہیں اور خاوند سے نکاح ان کا نہیں رہتا۔

(۷۸) اگر کوئی یہ کہے کہ آج کل کے زمانہ میں جب تک خیانت نہ کروں یا جھوٹ نہ بولوں تو دن نہیں گزرتا یا یہ کہا کہ جب تک خرید و فروخت میں جھوٹ نہ بولوں تو روٹی کھانے کو نہ ملے گی یا کسی کو کہے کیوں تو خیانت کرتا ہے یا کیوں جھوٹ بولتا ہے وہ کہے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں تو ان الفاظ سے کافر ہو جاتا ہے۔

(۷۹) اگر کسی نے کہا کہ جھوٹ نہ بول۔ اس نے کہا یہ تو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے کلمہ سے زیادہ سچی بات ہے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔

(۸۰) اگر کوئی غصہ میں آیا دوسرے نے کہا تیرے اس کام سے کافری بہتر ہے تو یہ کہنے والا کافر ہو گیا۔

(۸۱) اگر کوئی ممنوعہ بات کہنے لگا' دوسرے نے اس کو کہا کیا تو کہتا ہے اس پر تو کفر لازم آتا ہے تو وہ اس کے جواب میں کہے اگر مجھ پر کفر لازم آئے گا تو تو کیا کرے گا اس سے وہ کافر ہو جائے گا۔

(۸۲) اگر کسی کے دل میں یہ بات گزری کہ یہ فلاں چیز باعث کفر ہے اگر اس کو اس حالت میں زبان پر لائے کہ اسے قبیح سمجھتا تھا تو یہ خالص ایمان ہے اور اگر کفر کے قصد سے زبان پر لائے خواہ سو برس کے بعد ہو تو اُسی وقت کافر ہو جائے گا۔

(۸۳) ایک شخص نے اپنی زبان سے بخوشی کفریہ کلمہ بولا اور دل اس کا ایمان پر ثابت ہے تو اس سے کافر ہو جائے گا اور وہ عند اللہ بھی مومن نہ ہوگا اور اگر وہ ایسا کلمہ ہے کہ جس کے کفر میں اختلاف ہے تو اس کو تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا توبہ اور رجوع کی تاکید کی جائے گی اور یہ بطور احتیاط کے ہوگا۔

(۸۴) جو الفاظ بھول چوک سے نکل گئے ہوں وہ کفر کا باعث نہ ہوں تو ان کا بولنے والا اپنی حالت پر مومن ہے اس کو تجدید نکاح یا توبہ کی طرف رجوع کا حکم نہ دیا جائے گا۔

ایک اہم قاعدہ:

(۱) بحر الرائق میں لکھا ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں کئی وجوہ کفر کی نکلتی ہوں اور ایک وجہ کفر سے مانع نکلتی ہو تو مفتی کے لئے ضروری ہے کہ اس ایک وجہ کی طرف رجوع کرے مگر جب وہ تصریح کے ساتھ اپنے ارادے کو ظاہر کر دے تو اس وقت یہ ایک وجہ بطور تاویل کے کام نہ دے گی۔

(۲) اگر کہنے والے کی نیت میں وہ وجہ ہو جو کفر کے لئے مانع ہے تو وہ شخص مسلمان ہے اور اگر اس کی نیت میں وہ وجہ ہو جو تکفیر کا باعث ہے تو پھر مفتی کا فتویٰ اس کے کام نہ آئے گا پھر اس کو توبہ، رجوع، تجدید نکاح وغیرہ کا حکم دیا جائے گا۔ (المحیط)

(۳) مسلمان کو چاہئے کہ صبح و شام اس دعا کو ورطہ کفر سے بچنے کے لئے وعدۂ نبوت کے مطابق پڑھے۔ دعا یہ ہے:

اللهم انی اعوذبك من ان اشرك بك شيئاً وانا اعلم واستغفرك لما لا اعلم ۔ (الخلاصہ فتاویٰ عالمگیری)

الفصل الاول:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زندیقین کو آگ میں جلا دیا

۱/۳۴۷۲ عَنْ عِكْرَمَةَ قَالَ اُتِيَ عَلِيٌّ بِزَنَادِقَةٍ فَاَحْرَقَهُمْ فَبَلَغَ ذٰلِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَوْكُنْتُ اَنَا لَمْ اُحْرِقْهُمْ لِنَهْيِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُعَذِّبُوْا بِعَذَابِ اللّٰهِ وَلَقَتَلْتُهُمْ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحيحه ۲۶۷/۱۲ الحديث رقم ۶۹۲۲۔ وابوداوٗد فی السنن ۵۲۰/۴ الحديث رقم ۴۳۵۱۔ والترمذی فی ۴۸/۴ الحديث رقم ۱۴۵۸۔ والنسائی فی ۱۰۴/۷ الحديث رقم ۴۰۵۹۔ وابن ماجه فی ۸۴۸/۲ الحديث رقم ۲۵۳۵۔

ترجمہ: حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس زندیق لوگ لائے گئے تو آپؓ نے ان کو زندہ جلا دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ اطلاع پہنچی تو انہوں نے کہا کہ اگر میں ہوتا تو میں ان کو زندہ نہ جلاتا کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ اللہ کے عذاب کے ساتھ عذاب مت دو اور وہ جلانا ہے۔ البتہ میں ان کو قتل کرواتا کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنا دین بدل دے اس کو مار ڈالو۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ❁ زندیق ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو کتاب زند کے پیروکار ہیں جس کو زردشت مجوسی نے بنایا تھا اب زندیق ہر دین کے اندر الحاد کرنے والے کو کہا جاتا ہے۔ یہاں زندیق سے مراد مرتدین ہیں۔

بعض نے کہا کہ یہ لوگ عبداللہ بن سبا کے پیروکار تھے کہ جس نے اسلام کو ظاہر کیا اور اس میں فتنہ بازی کی اور حضرت

علی رضی اللہ عنہ کے متعلق خدائی کا دعویٰ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو پکڑا اوران کوتوبہ کرنے کے لئے کہا تو انہوں نے توبہ سے انکار کر دیا پھر حضرت علیؓ نے گڑھا کھدوایا اوراس میں آگ جلوائی اوراس میں انہیں پھینکنے کا حکم دیا تو یہ قول اس وقت ابن عباسؓ نے فرمایا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کواس کی اطلاع ملی تو انہوں نے کہا کہ ابن عباسؓ نے سچ کہا ہے۔

اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت علیؓ نے یہ اپنے اجتہاد سے کیا تھا تا کہ ان مفسدین کا قلع قمع ہو سکے اور آئندہ اس حرکت سے باز رہیں۔ (ح)

آگ سے سزا کی ممانعت

۲/۳۴۷۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا اِلَّا اللّٰهُ۔

(رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحيحه ١١٥/٦ الحديث رقم ٢٩٥٤۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگ کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہی عذاب دیتے ہیں (اور کسی کو آگ کے ساتھ سزا نہیں دینی چاہئے)۔ (بخاری)

۳/۳۴۷۴ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَيَخْرُجُ قَوْمٌ فِي اٰخِرِ الزَّمَانِ حُدَّاثُ الْاَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْاَحْلَامِ يَقُوْلُ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ لَا يُجَاوِزُ اِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ فَاَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ فَاِنَّ فِي قَتْلِهِمْ اَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (متفق عليه)

أخرجه البخاری فی صحيحه ٢٩٥/١٢ الحديث رقم ٦٩٣٠۔ ومسلم فی ٧٤٦/٢ الحديث رقم (١٥٤۔ ١٠٦٦) وابوداوٗد فی السنن ١٢٤/٥ الحديث رقم ٤٧٦٧۔ واحمد فی المسند ١٣١/١۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں کچھ ایسے کم عقل نوجوان نکلیں گے جو زبان سے اچھی بات کہیں گے لیکن ایمان ان کا ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا (یعنی نماز ان کی قبول نہ ہوگی)۔ دین سے (یعنی اطاعت خلیفہ سے) اس طرح نکلیں گے جس طرح تیر شکار سے نکلتا ہے۔ پس تم ان کو جہاں ملوان کو قتل کر ڈالو۔ ان کے قتل میں قتل کرنے والے کو قیامت کے دن بہت بڑا ثواب ملے گا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ يَقُوْلُ مِنْ خَيْرِ یعنی کلام میں سے بہترین کلام نقل کریں گے اور وہ قرآن عظیم ہے۔

فرق روایت:

مشکوٰۃ میں مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ کے الفاظ ہیں اور مصابیح میں مِنْ قَوْلِ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ کے الفاظ ہیں۔ مصابیح کے نسخے کا معنی یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نقل کریں گے مگر روایت میں مشکوٰۃ والا قول زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ یہ روایت خوارج سے متعلق ہے اور وہ لوگوں کو اچھی اچھی باتیں سکھاتے تھے چنانچہ قرآن مجید سے استدلال کر کے اس کی غلط تاویلات

کرتے تھے۔

كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ: یعنی جس طرح تیر شکار میں سے تیزی سے نکل جاتا ہے اور جلدی نکل جانے کی وجہ سے وہ خون سے آلودہ بھی نہیں ہوتا۔اسی طرح وہ لوگ بھی امام کی اطاعت سے تیزی سے نکل جائیں گے۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اس سے مراد یہ ہے کہ ان کا دین میں داخلہ اور دین سے خارجہ وہ اس طرح ہے کہ ان پر دین کی کسی بات کا بھی اثر دکھائی نہ دے گا۔ جیسا کہ وہ تیر جو شکار میں گھسا' چیر کر تیری سے نکل گیا اور اس پر کوئی نشان بھی نہ لگا۔ اس میں ان خارجیوں کا تذکرہ ہے جو خلیفہ کی اطاعت نہ کرتے تھے بلکہ ان کے ساتھ تلوار سے لڑتے تھے۔ ان کا ظہور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوا اور پھر آپ نے ان کی بہت بڑی تعداد کو قتل کیا۔

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

علامہ خطابیؒ کہتے ہیں علماء مسلمین کا اس بات پر اجماع ہے کہ باوجود گمراہی کے یہ مسلمان فرقوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان سے نکاح بھی جائز ہے اور ان کا ذبیحہ بھی حلال ہے اور ان کی گواہی بھی جائز ہے۔ حضرت علیؓ سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کفر سے تو وہ بھاگنے والے ہیں پھر ہم ان کو کافر کیوں کہیں۔ پھر ان سے کہا گیا کیا وہ منافق ہیں تو انہوں نے کہا منافق نہیں کیونکہ منافق تو اللہ کو تھوڑا یاد کرتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کو صبح وشام یاد کرتے ہیں۔ انہوں نے پوچھا پھر یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو فتنہ میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اندھے اور بہرے ہو گئے۔ انتہیٰ

خارجیوں کا مذہب یہ ہے کہ گناہ کبیرہ کی وجہ سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔(ح'ع)

حق سے قریب تر گروہ ان کو قتل کرے گا

۴/۳۴۷۵ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ اُمَّتِیْ فِرْقَتَيْنِ فَيَخْرُجُ مِنْ بَيْنِهِمَا مَارِقَةٌ يَلِیْ قَتْلَهُمْ اَوْلَاهُمْ بِالْحَقِّ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ٧٤٦/٢ الحدیث رقم (١٥١)۔ (١٠٦٤)۔ واحمد فی المسند ٣٢/٣۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت دو فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ان میں ایک ایسا گروہ نکلے گا جو دین سے ہٹنے والا ہوگا اور ان کے قتل کا ان دونوں گروہوں میں سے وہ ذمہ دار ہوگا جو حق کے زیادہ قریب ہوگا۔ (یہ مسلم کی روایت ہے)

تشریح ❁ دو گروہوں سے مراد حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کا گروہ ہے اور ان کے درمیان سے نکلنے والا گروہ خارجی گروہ ہے اور ان کے قتل کے ذمہ دار اور ان کے دفاع کی طرف متوجہ ہونے والے حضرت علیؓ تھے۔ مولانا من الشروح۔

قتل بمنزلہ کفر ہے

۵/۳۴۷۶ وَعَنْ جَرِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ لَا تَرْجِعُنَّ بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ٢٦/١٣ الحديث رقم ٧٠٨٠ ومسلم في ٨١/١ الحديث رقم (١١٨ـ ٦٥)ـ و ابوداؤد في السنن٦٣/٥ الحديث رقم ٤٦٨٦ والترمذي في السنن ٤٢١/٤ الحديث رقم ٢١٩٣ـ والنسائي في ١٢٧/٧ الحديث رقم ٤١٣١ـ وابن ماجه في ١٣٠٠/٢ الحديث رقم ٣٩٤٢ـ والدارمي في ٩٥/٢ الحديث رقم ١٩٢١ـ واحمد في المسند ٣٦٦/٤ـ

ترجمہ: حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا میرے بعد تم کافر ہو کر نہ پھر جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔ یہ بخاری اور مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ یہ جملہ مستانفہ ہے جو جملہ منفیہ کے بیان کے طور پر آیا ہے کہ گویا پوچھنے والے نے پوچھا کہ کافر ہو کر پھر جانا کیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان ایک دوسرے کو قتل کرنے لگیں گے۔

مطلب یہ ہے کہ یہ کافروں والا فعل ہے یا کفر کے قریب کر دینے والا فعل ہے۔ (ع)

قاتل و مقتول دونوں دوزخی

۶/۳۴۷۷ وَعَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ حَمَلَ اَحَدُهُمَا عَلٰى اَخِيْهِ السِّلَاحَ فَهُمَا فِيْ جُرُفِ جَهَنَّمَ فَاِذَا قَتَلَ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ دَخَلَاهَا جَمِيْعًا وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْهُ قَالَ اِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ قُلْتُ هٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلُ قَالَ اِنَّهٗ كَانَ حَرِيْصًا عَلٰى قَتْلِ صَاحِبِهٖ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ١٩٢/١٢ الحديث رقم ٦٨٧٥ـ ومسلم في صحيحه ٢٢١٤/٤ الحديث رقم (١٦ـ ٢٨٨٨) وأخرجه ابوداؤد في السنن ٤٦٢/٤ الحديث عقم ٤٢٦٨ وأخرجه النسائي في ١٢٥/٧ الحديث رقم ٤١٢٠ وابن ماجه في ١٣١١/٢ الحديث رقم ٣٩٦٥ واحمد في المسند ٤١/٥ـ

ترجمہ: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو مسلمان ایسی حالت میں ملیں کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے پر ہتھیار اٹھانے یعنی کھینچنے والا ہو تو وہ دونوں دوزخ کے کنارے پر ہیں جب ان میں سے ایک دوسرے کو قتل کر دے گا تو دونوں اکٹھے دوزخ میں داخل ہوں گے اور دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ ایک دوسرے کا آمنا سامنا کریں تو قاتل و مقتول دونوں آگ میں جائیں گے۔ حضرت ابوبکرہؓ کہتے ہیں میں نے سوال کیا کہ قاتل کے متعلق یہ بات ظاہر ہے (یعنی اس لئے کہ وہ ظالم ہے لیکن)

مقتول کا کیا معاملہ ہے؟ (یعنی وہ تو مظلوم ہے وہ کس لئے دوزخ میں جائے گا؟) تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ بھی اپنے ساتھی کو قتل کرنے کی حرص رکھنے والا تھا۔ یہ روایت بخاری و مسلم میں ہے۔

تشریح ❁ دَخَلَاهَا اکٹھے داخل ہونا۔ علماء نے لکھا ہے یہ اس صورت میں ہے کہ جب ان دونوں میں سے ایک بھی حق پر نہ ہو اور جب ایک حق پر ہوگا تو باطل والا ہی آگ میں جلے گا اور یہ بھی اس صورت میں ہے کہ قتل اشتباہ اور التباس اور تاویل سے نہ ہو۔

حریصؐ ابن ملک کہتے ہیں اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ فعل حرام کی حرص سے بھی اس پر مواخذہ ہوگا اور دونوں کا ارادہ تھا کہ وہ قتل کریں گے اور اگر ایک کا ارادہ اپنے نفس سے دفاع کا ہو تو پھر مواخذہ نہیں ہوگا کیونکہ شرعاً یہ اس کا حق ہے۔

قبیلہ عُکل کے مرتدین

۳۴۷۸/۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَرٌ مِنْ عُكْلٍ فَاَسْلَمُوْا فَاجْتَوَوُا الْمَدِيْنَةَ فَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّاْتُوْا اِبِلَ الصَّدَقَةِ فَيَشْرَبُوْا مِنْ اَبْوَالِهَا وَاَلْبَانِهَا فَفَعَلُوْا فَصَحُّوْا فَارْتَدُّوْا وَقَتَلُوْا رُعَاتَهَا وَاسْتَاقُوا الْاِبِلَ فَبَعَثَ فِيْ اٰثَارِهِمْ فَاُتِيَ بِهِمْ فَقَطَعَ اَيْدِيَهُمْ وَاَرْجُلَهُمْ وَسَمَلَ اَعْيُنَهُمْ ثُمَّ لَمْ يَحْسِمْهُمْ حَتّٰى مَاتُوْا وَفِيْ رِوَايَةٍ فَسَمَّرُوْا اَعْيُنَهُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَمَرَ بِمَسَامِيْرَ فَاُحْمِيَتْ فَكَحَلَهُمْ بِهَا وَطَرَحَهُمْ بِالْحَرَّةِ يَسْتَسْقُوْنَ فَمَا يُسْقَوْنَ حَتّٰى مَاتُوْا۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱۱/۱۲ الحدیث رقم ٦٨٠٤ ومسلم فی ۱۲۹٦/۳ الحدیث رقم (۱٦٧۱/۹)۔ وابوداوٗد فی السنن ٥٣١/٤ الحدیث رقم ٤٣٦٤ والترمذی فی ۱۰٦/۱ الحدیث رقم ٧٢۔ والنسائی فی ٨٦۱/۲ الحدیث رقم ۲٥٧٨ وابن ماجه فی ٨٦۱/۲ الحدیث رقم ۲٥٧٨۔ واحمد فی المسند ۱٦٣/٣۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبیلہ عکل کے کئی شخص آئے اور مسلمان ہوئے ان کو مدینہ منورہ کی آب و ہوا ناموافق ہوئی وہ بیمار ہو گئے (ان کے پیٹ پھول گئے ان کے رنگ زرد پڑ گئے) تو آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ زکوٰۃ کے اونٹ جہاں چرتے ہیں وہاں جا کے رہو اور ان کے پیشاب اور دودھ کو پیؤ انہوں نے اسی طرح کیا وہ تندرست ہو گئے پھر وہ مرتد ہو گئے اور انہوں نے اونٹوں کے چرواہوں کو قتل کیا اور اونٹ ہانک کر چل دیئے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے (کئی سواروں کا ایک دستہ) بھیجا جوان کو واپس پکڑ لایا۔ پس آپ ﷺ نے ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹنے اور آنکھوں میں سلائیں پھیرنے کا حکم دیا پھر ان کے ہاتھ پاؤں (تیل میں ڈالنے کا حکم نہ دیا یعنی جیسا کہ قصاص میں اعضاء کے کاٹنے کے بعد گرم تیل میں ہاتھ کو خون بند کرنے کے لئے ڈالا جاتا ہے (یہاں تک کہ وہ مر گئے) اور ایک اور روایت میں ہے کہ ان کی آنکھوں میں گرم سلائیں پھیری گئیں اور ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے سلاخوں کو گرم کرنے کا حکم دیا پھر وہ ان کی آنکھوں میں پھیری گئیں پھر ان کو مدینہ کے سنگریزوں والے میدان میں ڈال دیا گیا وہ پانی مانگتے تھے ان کو پانی نہ دیا گیا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ❁ فَيَشْرَبُوْا مِنْ اَبْوَالِهَا امام محمدؒ نے اس روایت کو معمول بہا بنایا ہے۔ چنانچہ ان کے ہاں ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب پاک ہے مالکیہ اور حنابلہ کا بھی یہی قول ہے البتہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے ہاں پیشاب نجس ہے۔ خواہ ماکول

اللحم جانور کا ہو یا غیر ماکول اللحم جانور کا اور شیخین اس روایت کی تاویل کرتے ہیں۔

تاویل روایت:

۱) اس روایت کی تاویل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ یہ بتلایا گیا کہ ان لوگوں کی شفاء پیشاب پینے میں ہے تو گویا وحی کے ذریعے یہ حکم انہی کے ساتھ مخصوص رہا۔

۲) امام ابوحنیفہؒ کے ہاں ماکول اللحم کے پیشاب کو دوائی کے لئے استعمال کرنا بھی درست نہیں کیونکہ اس میں یقینی شفا نہیں البتہ امام ابو یوسفؒ کے ہاں دوائی کے لئے اس کا استعمال درست ہے۔

۳) ابن ملکؒ کا قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مثلہ سے ممانعت کے باوجود ان کو اس طرح کی سزا دی۔

اس کی چند وجوہ ہیں:

۱) انہوں نے چرواہوں کے ساتھ ایسا معاملہ کیا تھا پس بطور قصاص ان کے ساتھ اسی طرح کیا گیا۔

۲) ان مفسدین کا جرم بہت بڑا تھا کیونکہ انہوں نے ارتداد اختیار کیا قتل کیا ڈاکہ زنی کی اور مال لوٹ کر لے گئے اور امام کو یہ حق پہنچتا ہے کہ ایسے معاملے میں زجر کے طور پر کئی قسم کی سزائیں دے۔

۴) علامہ نووی فرماتے ہیں کہ علماء نے اس حدیث کے معنی میں اختلاف کیا ہے۔

۱) یہ واقعہ آیت حدود اور آیت محاربہ کے نزول سے پہلے کا ہے اور مثلہ کی ممانعت سے پہلے کا ہے اس لئے یہ منسوخ ہو گیا۔

۲) یہ منسوخ نہیں ہے بلکہ آیت محاربہ اسی موقعہ پر نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور قصاص کے یہ کیا رہا پانی نہ دینے کا مسئلہ تو بعض حضرات نے کہا کہ یہ بھی بطور قصاص کے تھا اس لئے کہ انہوں نے بھی چرواہوں کو بغیر پانی کے تڑپا تڑپا کر قتل کیا تھا اور بعض حضرات نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم نہ دیا تھا بلکہ از خود لوگوں نے یہ کیا کیونکہ اس بات پر اجماع ہے کہ جس آدمی پر قتل واجب ہو چکا ہو اگر وہ پانی مانگے تو منع نہ کرنا چاہئے۔

الفصل الثانی:

مثلہ نہایت برا عمل

۸/۳۴۷۹ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحُثُّنَا عَلَى الصَّدَقَةِ وَيَنْهَانَا عَنِ الْمُثْلَةِ۔ (رواہ ابوداؤد وارواہ النسائی عن انس)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ۱۲۰/۳ الحديث رقم ۲٦٦۷ وأخرجه الدارمی فی ٤۷۸/۱ الحديث رقم ۱٦٥٦۔ واحمد فی المسند ٤٤۰/٤۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ دینے پر ہمیں اُبھارا کرتے

حق کی پہچان میں کوتاہی کی ہے)۔ یہ ابوداؤد اور ابن ماجہ کی روایت ہے۔

عدل و ظلم والے قضاۃ کا انجام

۳۶۵۹/۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ قَضَآءَ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى يَنَالَهٗ ثُمَّ غَلَبَ عَدْلُهٗ جَوْرَهٗ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَمَنْ غَلَبَ جَوْرُهٗ عَدْلَهٗ فَلَهُ النَّارُ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابو داود فی السنن ٤ / ٧' الحديث رقم : ٣٥٧٥

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے مسلمانوں کا عہدہ قضاء طلب کیا یہاں تک کہ اس نے اس کو پالیا پھر اس کا عدل اس کے ظلم پر غالب ہوا تو اس کے لئے جنت ہے اور جس کا ظلم اس کے عدل پر غالب آ گیا اس کے لئے دوزخ ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے

(۱) غلب عدله' اس کا مطلب یہ ہے کہ عدل میں کثرت ہو اور غلبہ ظلم سے مراد یہ ہے کہ ظلم میں کثرت ہو یعنی عدل کے غالب ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کے اکثر فیصلے عدل و انصاف پر مبنی ہوں اگرچہ بعض فیصلوں میں ظلم کا صدور بھی ہوا ہو لیکن وہ عدل کے مقابلے میں کم ہو تو ایسے قاضی کے لئے جنت ہے اور ظلم کے غالب آنے کا مطلب یہ ہے کہ اکثر فیصلوں میں ظلم و جور کا صدور ہوا ہو اگرچہ بعض مقدمات عدل و انصاف کے مطابق بھی ہوں تو ایسے قاضی کے لئے دوزخ ہے۔ کیونکہ فیصلہ اکثر کے اعتبار سے ہوتا ہے۔

(۲) بعض علماء کا کہنا یہ ہے کہ دونوں حالتوں میں غلبے سے مراد ایک کا دوسرے کی راہ میں رکاوٹ ہونا ہے یعنی عدل مضبوط ہو جائے کہ ظلم کا وجود ہی نہ ہو یا ظلم طاقتور ہو جائے کہ عدل بالکل ظاہر ہی نہ ہو یہ تورپشتی نے بیان کیا ہے۔ (ع)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بطور قاضی یمن

۳۶۶۰/۷ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَهٗ اِلَى الْيَمَنِ قَالَ كَيْفَ تَقْضِىْ اِذَا عَرَضَ لَكَ قَضَآءٌ؟ قَالَ اَقْضِىْ بِكِتَابِ اللّٰهِ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ قَالَ فَبِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِىْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ؟ قَالَ اَجْتَهِدُ رَاْيِىْ وَلَا آلُوْ قَالَ فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى صَدْرِهٖ وَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا يَرْضٰى بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ (رواہ الترمذی و ابوداؤد و الدارمی)

أخرجه ابو داود فی السنن ٤ / ١٨' الحديث رقم : ٣٥٩٢' والترمذی فی ٣ / ٦١٦' الحديث رقم : ١٣٢٧' والدارمی فی ١ / ٧٢' الحديث رقم: ١٦٨' وأحمد فی المسند ٥ / ٢٣٠

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے جب ان کو یمن کی طرف (یعنی قاضی و حاکم

بنا کر) بھیجا تو آپؐ نے (بطور احتمال) ان سے استفسار فرمایا کہ تم کس طرح فیصلہ کرو گے جب کہ تمہارے پاس کوئی معاملہ فیصلے کیلئے آئیگا۔ انہوں نے عرض کیا میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم اس میں نہ پاؤ (یعنی صراحۃً کتاب اللہ میں اس کا حکم نہ ملے) تو انہوں نے کہا میں سنت رسولؐ کے مطابق فیصلہ کروں گا پھر آپؐ نے فرمایا اگر سنت رسول میں بھی تم حکم نہ پاؤ تو انہوں نے کہا میں اپنی عقل سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کمی نہیں کروں گا (یعنی اجتہاد اور طلب صواب میں خوب کوشش کروں گا) راوی کہتے ہیں کہ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے معاذ کے سینے پر ہاتھ مارا (یعنی ان کے ثابت رہنے کیلئے اور علم کے اضافے کیلئے) اور فرمایا: اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِمَا یَرْضٰی بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اللہ کے رسول کے قاصد کو اس بات کی توفیق دی جس کو اللہ کا رسول پسند کرتا ہے یہ ترمذی ابوداؤد اور دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اجتهد : میں اجتہاد کروں گا یعنی میں قیاس کے ساتھ اس واقعہ کو ان مسائل پر منطبق کروں گا جن میں نص وارد ہوئی ہے اور اس کے مطابق اس مسئلہ میں حکم کروں گا اس مشابہت کی وجہ سے جو دونوں کے درمیان پائی جاتی ہے۔ مظہرؒ نے بھی یہی بات فرمائی ہے۔ مطلب یہ ہے جب میں اس پیش آنے والے مسئلے اور کتاب وسنت میں مذکور مسئلہ میں مشابہت پاؤں گا تو میں اس کے مطابق اس میں فیصلہ کروں گا۔ چنانچہ مجتہدین پیش آمدہ مسائل کو قرآن وسنت میں صراحۃً مذکورہ مسائل پر علت مشترکہ کی وجہ سے قیاس کر کے احکام معلوم کرتے ہیں اگرچہ علت نکالنے میں ان میں اختلاف واقع ہو۔ جیسا کہ گندم میں ربو کی نص موجود ہے مگر تربوز میں نص موجود نہیں چنانچہ امام شافعیؒ نے تربوز کو گندم پر قیاس کیا اور دونوں کے درمیان طعام ہونے کی علت نکالی جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ نے چونے کو گندم پر قیاس کیا اور ان دونوں کے درمیان کیل ہونے کی علت نکالی۔

(۲) اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ قیاس واجتہاد جائز ہے جبکہ اصحاب ظواہر قیاس کے منکر ہیں۔

(ت۔ ح)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بطور قاضی یمن

۳۶۶۱/۸ وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَی الْیَمَنِ قَاضِیًا فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ تُرْسِلُنِیْ وَاَنَا حَدِیْثُ السِّنِّ وَلَا عِلْمَ لِیْ بِالْقَضَاءِ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ سَیَهْدِیْ قَلْبَكَ وَیُثَبِّتُ لِسَانَكَ اِذَا تَقَاضٰی اِلَیْكَ رَجُلَانِ فَلَا تَقْضِ لِلْاَوَّلِ حَتّٰی تَسْمَعَ كَلَامَ الْاٰخَرِ فَاِنَّهٗ اَحْرٰی اَنْ یَّتَبَیَّنَ لَكَ الْقَضَاءُ قَالَ فَمَا شَكَكْتُ فِیْ قَضَاءٍ بَعْدُ وَسَنَذْكُرُ حَدِیْثَ اُمِّ سَلَمَةَ اِنَّمَا اَقْضِیْ بَیْنَكُمْ بِرَأْیِیْ بَابُ الْاَقْضِیَةِ وَالشَّهَادَاتِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی ۔ (رواه الترمذی وابوداؤد وابن ماجة)

أخرجه ابوداود فی السنن ٤ / ١١' الحديث رقم: ٣٥٨١' والترمذی فی ٣ / ٦١٨' الحديث رقم: ١٣٣١' وابن ماجه فی ٢ / ٧٧٤' الحديث رقم: ٢٣١٠' وأحمد فی المسند ١ / ٨٣

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن کا قاضی بنا کر بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو میں نے

عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو بھیج رہے ہیں اور میں نوجوان ہوں (یعنی کم تجربہ کار ہوں) اور مجھے قضاء کا علم نہیں (یعنی قضاء کی کیفیت کا مجھے پورا علم نہیں) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ تیرے دل کو (فہم وفراست) کی ہدایت عنایت فرمائیں گے اور تیری زبان کو درستگی عنایت فرمائیں گے (یعنی تم حق کا فیصلہ کرو گے) پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کرنے کی تلقین فرمائی کہ جب تمہارے پاس دو شخص کوئی معاملہ لائیں تو تم فوراً مدعی کی بات سن کر فیصلہ نہ کر دینا جب تک کہ مدعی علیہ کا کلام نہ سن لو اس سے تمہارے سامنے سارا معاملہ واضح ہو جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ اس کے بعد کسی فیصلے میں بھی میرے ذہن میں شک پیدا نہیں ہوا (یعنی آپ کی دعا اور تعلیم کے بعد) اس روایت کو ترمذی ابو داؤد اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ ہم عنقریب **باب الاقضیة والشهادات** میں حضرت ام سلمہؓ والی روایت ذکر کریں گے ان شاء اللہ جس کی ابتدا ان الفاظ سے ہے:۔ **انما اقضی بینکم برأیی۔**

الفصل الثالث:

ظالم حاکم گدی سے پکڑ کر پیش کیا جائے گا

۹/۳۶۶۲ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ حَاكِمٍ يَحْكُمُ بَيْنَ النَّاسِ اِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَلَكٌ آخِذٌ بِقَفَاهُ ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ اِلَى السَّمَاءِ فَاِنْ قَالَ اَلْقِهِ اَلْقَاهُ فِي مَهْوَاةٍ اَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا۔ (رواه احمد وابن ماجة والبيهقي في شعب الايمان)

أخرجه ابن ماجه في السنن ٢ / ٧٧٥، الحديث رقم: ٢٣١١، وأحمد في المسند ١ / ٤٣٠، وأخرجه البيهقي في الشعب ٦ / ٧٤، الحديث رقم: ٧٥٣٣

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو حاکم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتا ہے وہ قیامت کے دن اس طرح لایا جائے گا کہ فرشتہ اس کو گدی سے پکڑے ہوئے ہوگا پھر فرشتہ اپنا سر آسمان کی طرف اٹھائے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے کو حکم ہوگا کہ تو اس کو ڈال تو وہ اس کو ایسے گڑھے میں ڈال دے گا جس کی گہرائی چالیس برس کی ہے۔ یہ احمد، ابن ماجہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کی ہے۔

تشریح ۞ **يَرْفَعُ رَأْسَهُ** سر اٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ حکم الٰہی کا انتظار کرے گا کہ کیا حکم ہوتا ہے جیسے تابعدار اشخاص مجرموں کو بادشاہ کے دربار میں کھڑا کر کے حکم کے منتظر ہوتے ہیں اور بادشاہ کے بلند مقام کی طرف دیکھتے ہیں۔

اَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا: چالیس برس کے ذکر سے مبالغہ مراد ہے کہ وہ گڑھا نہایت گہرا ہوگا، تعیین وتحدید مراد نہیں۔ یہ ظالم حکام کا انجام ہے، عادل حاکم کو جنت کی طرف بلند کیا جائے گا۔ جیسا کتاب الامارہ میں روایت ابوامامہ کے تحت مذکور ہے۔ (ح)

منصف قاضی کی تمنا

۱۰/۳۶۶۳ وَعَنْ عَآئِشَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَأْتِيَنَّ عَلَى الْقَاضِى الْعَدْلِ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يَتَمَنّٰى اَنَّهٗ لَمْ يَقْضِ بَيْنَ اثْنَيْنِ فِىْ تَمْرَةٍ قَطُّ۔ (رواه احمد)

أخرجه أحمد في المسند ٦ / ٥٧

تَرجَمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انصاف والا قاضی بھی قیامت کے دن تمنا کرے گا کہ کاش اس نے دو شخصوں کے درمیان ایک کھجور کا بھی فیصلہ نہ کیا ہوتا۔ (یعنی جو کہ ایک قلیل اور حقیر چیز ہے چہ جائیکہ قاضی ظالم ہو اور بڑے معاملات کا فیصلہ ہو)۔

عادل قاضی کے ساتھ نصرتِ الٰہی شامل حال ہوتی ہے

۱۱/۳۶۶۴ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ اَوْفٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْقَاضِىْ مَالَمْ يَجُرْ فَاِذَا جَارَ تَخَلّٰى عَنْهُ وَلَزِمَهُ الشَّيْطَانُ (رواه الترمذى وابن ماجة وفى رواية) فَاِذَا جَارَ وَكَلَهٗ اِلٰى نَفْسِهٖ۔

أخرجه الترمذي في ٣ / ٦١٨، الحديث رقم: ١٣٣٠، وأخرجه ابن ماجه في ٢ / ٧٧٥، الحديث رقم: ٢٣١٢

تَرجَمہ: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ قاضی کے ساتھ ہے (۔یعنی اللہ کی توفیق وتائید اس کے ساتھ ہوتی ہے) جب تک وہ ظلم نہیں کرتا۔ جب وہ ظلم کرتا ہے۔تو اللہ تعالیٰ اس سے الگ ہو جاتے ہیں (یعنی اس کی توفیق اس کے ساتھ شامل حال نہیں رہتی) بلکہ شیطان اس کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ یہ ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت ہے۔ ابن ماجہ کی روایت اس طرح ہے کہ جب قاضی ظلم کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اُس کو اس کے نفس کے حوالے کر دیتا ہے۔

ایک یہودی کے حق میں فیصلہ

۱۲/۳۶۶۵ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ مُسْلِمًا وَيَهُوْدِيًّا اِخْتَصَمَا اِلٰى عُمَرَفَرَاَى الْحَقَّ لِلْيَهُوْدِيِّ فَقَضٰى لَهٗ عُمَرُبِهٖ فَقَالَ لَهُ الْيَهُوْدِيُّ وَاللّٰهِ لَقَدْقَضَيْتَ بِالْحَقِّ فَضَرَبَهٗ عُمَرُ بِالدُّرَّةِ وَقَالَ وَمَا يُدْرِيْكَ فَقَالَ الْيَهُوْدِيُّ وَاللّٰهِ اِنَّا نَجِدُفِى التَّوْرَاةِ اَنَّهٗ لَيْسَ قَاضٍ يَقْضِىْ بِالْحَقِّ اِلَّاكَانَ عَنْ يَمِيْنِهٖ مَلَكٌ وَعَنْ شِمَالِهٖ مَلَكٌ يُسَدِّدَانِهٖ وَيُوَفِّقَانِهٖ لِلْحَقِّ مَادَامَ مَعَ الْحَقِّ فَاِذَاتَرَكَ الْحَقَّ عَرَجَاوَتَرَكَاهُ۔ (رواه مالك)

أخرجه مالك في الموطأ ٢ / ٧١٩، الحديث رقم: ٢ من كتاب الأقضية

ترجمہ: حضرت سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں کہ ایک یہودی اور ایک مسلمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جھگڑا لے کر آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حق یہودی کا ہے تو اس کے حق میں فیصلہ فرمایا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہودی کہنے لگا:۔ اللہ کی قسم! تم نے حق کے ساتھ فیصلہ کیا ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو ایک درہ مار کر فرمایا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا (کہ میں نے حق کے ساتھ فیصلہ کیا؟) یہودی کہنے لگا اللہ کی قسم ہم تورات میں پاتے ہیں کہ جو قاضی حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے تو اس کے دائیں طرف ایک فرشتہ ہوتا ہے اور بائیں طرف ایک فرشتہ ہوتا ہے یہ دونوں فرشتے اس کو حق پر مضبوط کرنے اور حق پر چلنے کیلئے اس کی موافقت کرتے ہیں۔ جب تک کہ وہ قاضی حق پر رہتا ہے۔ جب قاضی حق کو چھوڑتا ہے۔ تو وہ فرشتے چڑھ جاتے اور اس کو چھوڑ دیتے ہیں' یہ روایت امام مالک نے نقل کی ہے۔

سوال: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس یہودی کو درہ کیوں مارا جب کہ وہ برے سلوک کا حقدار نہ تھا اس نے تو ان کی تصدیق کی تھی اور یہودی کا جواب واللہ انا نجد یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول و مایدریک کے کس طرح موافق ہوا؟

جواب: حضرت عمر رضی اللہ نے نرمی وخوش طبعی کے طور پر درّہ مارا جبر وزیادتی کیلئے نہیں مارا۔ اور جواب کی مطابقت اس طرح ہے کہ اگر آپ مسلمان کی طرف جھکاؤ کر کے اس کے حق میں فیصلہ کرتے جب کہ حق یہودی کے ساتھ تھا تو اس صورت میں حق پر نہ ہوتے۔ پس اس سے ان کا حق پر ثابت ہونا ظاہر ہوا۔ (ع)

۳۶۶۲/۱۳ وَعَنِ ابْنِ مَوْهَبٍ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ قَالَ لِابْنِ عُمَرَ اقْضِ بَيْنَ النَّاسِ قَالَ اَوَتُعَافِيْنِيْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ مَاتَكْرَهُ مِنْ ذَالِكَ وَقَدْ كَانَ اَبُوْكَ يَقْضِيْ قَالَ لِاَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ كَانَ قَاضِيًا فَقَضٰى بِالْعَدْلِ فَبِالْحَرِيِّ اَنْ يَنْقَلِبَ مِنْهُ كَفَافًا فَمَارَجَعَهُ بَعْدَذٰلِكَ رواہ الترمذی وفی روایۃ رزین عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ لِعُثْمَانَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا اَقْضِيْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ قَالَ فَاِنَّ اَبَاكَ كَانَ يَقْضِيْ فَقَالَ اِنَّ اَبِيْ لَوْاَشْكَلَ عَلَيْهِ شَيْءٌ سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ اَشْكَلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ سَاَلَ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاِنِّيْ لَا اَجِدُمَنْ اَسْاَلُهُ وَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ عَاذَبِاللّٰهِ فَقَدْ عَاذَ بِعَظِيْمٍ وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ مَنْ عَاذَ بِاللّٰهِ فَاَعِيْذُوْهُ وَاِنِّيْ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ تَجْعَلَنِيْ قَاضِيًا فَاَعْفَاهُ وَقَالَ لَا تُخْبِرْاَحَدًا۔

أخرجه الترمذي في السنن ۳ / ۶۱۲' الحديث رقم: ۱۳۲۲ و رواه رزين۔

ترجمہ: ابن موہب سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو کہا کہ تم لوگوں کے مابین قاضی بن جاؤ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے تو اے امیر المؤمنین! مجھے تو اس سے معاف رکھیں۔ تو حضرت عثمان نے کہا تم اس کو کیوں ناپسند کرتے ہو؟ تمہارے والد تو (زمانہ خلافت کے علاوہ بھی) فیصلے کرتے تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہنے لگے میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جو آدمی قاضی بنے اور انصاف کا حکم دے تو مناسب یہ ہے کہ اس سے برابر نکلے (کہ نہ فائدہ دے نہ نقصان اور نہ عذاب میں پھنسے نہ ثواب پائے)۔ اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے گفتگو نہ کی۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔ رزین نے نافع سے جو روایت نقل کی ہے اس میں مذکور ہے کہ

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا میں دو آدمیوں کے درمیان بھی فیصل نہ بنوں گا چہ جائیکہ زیادہ ہوں ۔حضرت عثمان نے کہا کہ تمہارے والد فیصلہ کرتے تھے ابن عمر کہنے لگے میرے والد کو اگر مشکل پیش آتی تو جناب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کر لیتے اور اگر پیغمبر ﷺ کو مشکل ہوتی تو جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کر لیتے اور میں کوئی ایسا شخص نہیں پاتا کہ میں جس سے دریافت کروں اور میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا جس نے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی اس نے بڑی ذات کی پناہ مانگی اور میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے یہ بھی سنا کہ جو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اس کو پناہ دو اور میں اللہ تعالیٰ کی اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ آپ مجھے قاضی مقرر کریں۔ پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو معاف کر دیا اور فرمایا کہ تم کسی کو اس کی خبر نہ دینا۔ (یعنی عہدہ قضاء قبول نہ کرنے کی تا کہ ایسا نہ ہو کہ دوسرے بھی قبول کرنے سے انکار کر دیں اور یہ کارخانہ یوں ہی معطل رہے)۔

بَابُ رِزْقِ الْوُلَاةِ وَهَدَايَاهُمْ

حکام کی تنخواہ اوران کے ہدایا

اس باب میں بیان کیا گیا ہے کہ حکام کی تنخواہ کس قدر رہو اور اگر ان کو کوئی ہدیہ دے تو اس کا کیا حکم ہے۔

الفصل الاول:

میں وہیں رکھتا ہوں جہاں مجھے حکم ملا ہے

۳۶۶۷/۱ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اُعْطِيْكُمْ وَلَا اَمْنَعُكُمْ اَنَا قَاسِمٌ اَضَعُ حَيْثُ اُمِرْتُ۔ (رواہ البخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ٦ / ٢١٧، الحدیث رقم: ٣١١٧

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تمہیں نہ کوئی چیز دیتا ہوں اور نہ تم سے کسی چیز کو روکتا ہوں۔ میں تو تقسیم کرنے والا ہوں میں اسی جگہ رکھتا ہوں جہاں مجھے حکم دیا گیا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ آپ ﷺ نے تقسیم مال کے وقت یہ بات فرمائی تا کہ اس کی وجہ سے صحابہ کرامؓ کے دلوں میں تقسیم میں کمی زیادتی کی وجہ سے کوئی بات نہ آئے۔

(۲) مَا اُعْطِيْكُمْ :یعنی میں تمہیں اپنی خواہش نفس سے نہیں دیتا اور جو چیز روکتا ہوں تو وہ بھی اس لئے نہیں کہ میرا دل اس کی [illegible] نہ متوجہ نہیں بلکہ یہ تقسیم اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔

[illegible] قَاسِمٌ: میں تقسیم کرنے والا ہوں' ہر چیز کو اس کے موقعہ کے مناسب رکھتا ہوں جہاں مجھے دینے کا حکم دیا گیا ہے۔

بیت المال میں ناحق تصرف آگ کا باعث ہے

۲/۳۶۶۸ وَعَنْ خَوْلَةَ الْاَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رِجَالًا يَتَخَوَّضُوْنَ فِيْ مَالِ اللّٰهِ بِغَيْرِ حَقٍّ فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (رواہ البخاری)

أخرجه البخاري في صحيحة ٦ / ٢١٧، الحديث رقم: ٣١١٨

ترجمہ: حضرت خولہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت سے آدمی اللہ تعالیٰ کے مال میں ناحق تصرف کرتے ہیں۔ (یعنی بیت المال میں تصرف کرتے ہیں اور زکوٰۃ وغنیمت میں خلیفہ کی اجازت کے بغیر تصرف کرتے ہیں اور اپنے حق سے زائد اجرت لیتے ہیں) پس ان کے لئے قیامت کے دن آگ ہے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

خرچہ کے سلسلہ میں خلیفہ اوّل کا ارشاد

۳/۳۶۶۹ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا اسْتُخْلِفَ اَبُوْبَكْرٍ قَالَ لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِيْ اَنَّ حِرْفَتِيْ لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ عَنْ مُؤْنَةِ اَهْلِيْ وَشُغِلْتُ بِاَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَسَيَاْكُلُ اٰلُ اَبِيْ بَكْرٍ مِنْ هٰذَا الْمَالِ وَيَحْتَرِفُ لِلْمُسْلِمِيْنَ فِيْهِ۔

(رواہ البخاری)

أخرجه البخاري في صحيحه ٤ / ٣٠٣، الحديث رقم: ٢٠٧٠

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے فرمایا کہ میری قوم جانتی ہے (یعنی مسلمانوں کو معلوم ہے) کہ میرا ذریعہ معاش میرے اہل وعیال کے خرچہ کیلئے کفایت کرنے والا ہے (یعنی میرا ذریعہ معاش میرے گھر والوں کے خرچہ کیلئے کافی تھا)۔ اب میں مسلمانوں کے کام میں مشغول کیا گیا ہوں۔ پس ابوبکر کے اہل وعیال اس مال سے کھائیں گے (یعنی بیت المال سے) اور اسی مال سے ابوبکر مسلمانوں کے کام کرے گا۔ (یعنی میں اس کے حصول اور حفاظت اور مسلمانوں کی ضرورت پر اس کو صرف کرنے کا ذمہ ادا کرونگا)۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے بازار میں کپڑا فروخت کرتے تھے۔ جب خلیفہ بنے تو مسلمانوں کو بتلایا کہ میں مسلمانوں کے کام میں مشغولیت کی وجہ سے کاروبار نہیں کر سکتا۔ اپنے خرچہ کی مقدار بیت المال سے لے لیا کرونگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ غلہ کی تجارت کرتے تھے اور حضرت عثمان کھجور اور کپڑے کا کاروبار کرتے اور حضرت عباس عطاری کا کام کرتے تھے۔

(۲) علماء نے لکھا ہے کہ سب سے بہتر تجارت کپڑے کی۔ اس کے بعد عطر کی تجارت ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ اگر جنتی تجارت کرتے ہوتے تو کپڑے کی تجارت کرتے اور اگر دوزخی تجارت کرتے تو بیع صرف یعنی سونے چاندی کی تجارت کرتے۔

الفصل الثانی:

اُجرت سے زائد لینا خیانت ہے

۴/۳۶۷۰ وَعَنْ بُرَيْدَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلٰى عَمَلٍ فَرَزَقْنٰهُ رِزْقًا فَمَا اَخَذَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ غُلُوْلٌ۔ (رواه ابوداؤد)

أخرجه أبو داود في السنن ۳ / ۳۵۳' الحديث رقم: ۲۹۴۳

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو ہم نے عامل مقرر کیا اس کے لئے رزق یعنی اجرت مقرر کی۔ پس جو چیز وہ اس کے بعد یعنی (زائد) لے گا وہ غنیمت میں خیانت ہوگی۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

عامل کی اُجرت درست ہے

۵/۳۶۷۱ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ عَمِلْتُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَمَّلَنِيْ۔

(رواه ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عامل تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس عمل کی اجرت عنایت فرمائی۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

معاذ رضی اللہ عنہ کو خصوصی حکم' میری اجازت کے بغیر کوئی چیز مت لو

۶/۳۶۷۲ وَعَنْ مُعَاذٍ قَالَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْيَمَنِ فَلَمَّا سِرْتُ اَرْسَلَ فِيْ اَثَرِيْ فَرُدِدْتُّ فَقَالَ اَتَدْرِيْ لِمَ بَعَثْتُ اِلَيْكَ تُصِيْبَنَّ شَيْئًا بِغَيْرِ اِذْنِيْ فَاِنَّهٗ غُلُوْلٌ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِهٰذَا دَعَوْتُكَ فَامْضِ لِعَمَلِكَ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ۳ / ۶۲۱' الحديث رقم: ۱۳۳۵

ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عامل یمن بنا کر بھیجا۔ جب میں (تھوڑا سا) چلا تو آپ نے کسی کو میرے پیچھے بھیجا۔ میں واپس لوٹ کر گیا تو آپ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تیری طرف کیوں پیغام بھیجا ہے۔ میں تمہیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میری اجازت کے بغیر کوئی چیز نہ لینا' اس لئے کہ وہ خیانت بن جائے گی اور جو خیانت کرے گا وہ خیانت کی چیز قیامت کے دن لائے گا۔ میں نے خاص طور پر تجھے اسی لئے بلایا پس اب اپنے کام پر جا۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

عامل بیت المال سے اجرت لے سکتا ہے

۳۶۷۳/۷ وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ كَانَ لَنَا عَامِلاً فَلْیَكْتَسِبْ زَوْجَةً فَاِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّهٗ خَادِمٌ فَلْیَكْتَسِبْ خَادِمًا فَاِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّهٗ مَسْكَنٌ فَلْیَكْتَسِبْ مَسْكَنًا وَفِیْ رِوَایَةٍ مَنِ اتَّخَذَ غَیْرَ ذٰلِكَ فَهُوَ غَالٌّ۔ (رواہ ابو داؤد)

أخرجه ابو داود فی السنن ۳ / ۳۵۴' الحدیث رقم: ۲۹۴۵' وأحمد فی المسند ٤ / ۲۲۹

ترجمہ: حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو فرماتے سنا کہ جو شخص ہمارا عامل بنے اسے چاہیے کہ وہ ایک زوجہ حاصل کرے یعنی نکاح کرے۔ (جب کہ اس کی بیوی نہ ہو)۔ پھر اگر اس کا کوئی خادم نہ ہو تو خادم ولونڈی خریدے پھر اگر اس کا گھر نہ ہو تو اسے چاہیے کہ مکان حاصل کرے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جو شخص اس کے علاوہ لے وہ خیانت کرنے والا ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یعنی عامل کو بیت المال سے اپنی بیوی کے مہر کی مقدار اور خرچہ اور لباس بقدر ضرورت جس میں اسراف وتقصیر نہ ہو لینے کی اجازت ہے اور خادم کی قیمت اور مکان بقدر ضرورت بھی لے سکتا ہے۔ اگر ضرورت سے زائد لے گا تو وہ حرام ہے اور یہ حکم اس صورت میں ہے جب اجرت مقرر نہ ہو اور بیت المال بھی اس کی گنجائش رکھتا ہو۔ واللہ اعلم۔ (ع)

ایک سوئی کم کرنے والا عامل بھی خائن ہے

۳۶۷۴/۸ وَعَنْ عَدِیِّ بْنِ عَمِیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَیُّهَا النَّاسُ مَنْ عُمِّلَ مِنْكُمْ لَنَا عَلٰی عَمَلٍ فَكَتَمَنَا مِنْهُ مَخِیْطًا فَمَا فَوْقَهٗ فَهُوَ غَالٌّ یَاْتِیْ بِهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اقْبَلْ عَنِّیْ عَمَلَكَ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ سَمِعْتُكَ تَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا قَالَ وَاَنَا اَقُوْلُ ذٰلِكَ مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلٰی عَمَلٍ فَلْیَاْتِ بِقَلِیْلِهٖ وَكَثِیْرِهٖ فَمَا اُوْتِیَ مِنْهُ اَخَذَهٗ وَمَا نُهِیَ عَنْهُ انْتَهٰی (رواہ مسلم و ابو داؤد) وَاللَّفْظُ لَهٗ۔

أخرجه مسلم فی صحیحه ۳ / ۱٤٦٥' الحدیث رقم: (۳۰' ۱۸۳۳) وأبو داود فی السنن ٤ / ۱۰' الحدیث رقم: ۳۵۸۱' وأحمد فی المسند ٤ / ۱۹۲

ترجمہ: حضرت عدی بن عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص تم میں سے ہماری طرف سے عامل مقرر ہو۔ پھر وہ اس کام کی آمدنی سے ایک سوئی یا کم وبیش چھپائے (یعنی قلیل وکثیر یا حقیر وعظیم سی چیز کو چھپائے) پس وہ خائن شمار ہوگا اور اس کو یعنی خیانت کردہ چیز کو قیامت کے دن لائے گا۔ ایک انصاری کھڑے ہو کر کہنے لگا یارسول اللہ ﷺ! آپ اپنا عمل مجھ سے واپس لے لیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا کیوں کہتا ہے؟ تو اس نے کہا میں نے

آپ کو اس طرح اس طرح کہتے سنا (یعنی عمل پر تو شدید وعید ہے اور لغزش سے بچنا مشکل ہے)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں یہ حقیقۃً کہتا ہوں اس سے میں پھرتا نہیں۔ جو شخص عمل کر سکے وہ قبول کرے اور جو نہ کر سکے وہ قبول نہ کرے پس جس کو کسی کام کا ہم نے عامل بنایا اسے چاہیے کہ وہ اس کی آمدنی تھوڑی ہو یا زائد لائے اور جو اس نے کیا اس میں اس کی اجرت ہے وہ لے لے اور جو جس سے روک دیا جائے اس سے باز رہے نہ کرے۔ یہ مسلم وابوداؤد کی روایت ہے یہ الفاظ ابوداؤد کے ہیں۔

۹/۳۶۷۵ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ (رواه ابوداوٗد وابن ماجة رواه الترمذى عنه وعن ابى هريرة ورواه احمد والبيهقى فى شعب الايمان عن ثوبان) وَزَادَ وَالرَّائِشَ يَعْنِي الَّذِيْ يَمْشِيْ بَيْنَهُمَا۔

أخرجه ابو داود فى السنن ٤ / ٩ الحديث رقم: ٣٥٨٠، والترمذى فى ٣ / ٦٢٣، الحديث رقم: ١٣٣٧، وابن ماجه فى ٢ / ٧٧٥، الحديث رقم: ٢٣١٣، وأحمد فى المسند ٢ / ١٦٤

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے اور دینے والے دونوں پر لعنت کی۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے اور ابن ماجہ نے نقل کی ہے۔ ترمذی نے اسے عبداللہ بن عمرو اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور احمد و بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور بیہقی میں یہ اضافہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رائش (یعنی راشی و مرتشی کے دلائل پر بھی) لعنت کی۔

تشریح ۞ رشوت وہ مال ہے جو کسی کے حق کو باطل کرنے کیلئے دیا جائے اور باطل کی معاونت میں دیا جائے۔ اگر ظلم کو دفع کرنے اور حق کو ثابت کرنے کیلئے دیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر چہ لینے والے کے لئے پھر بھی حلال نہیں ہے۔ (ح۔ع)

حلال طریقہ سے کمایا ہوا مال آدمی کے لئے اچھا ہے

۱۰/۳۶۷۶ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ اَرْسَلَ اِلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِ اجْمَعْ عَلَيْكَ سِلَاحَكَ وَثِيَابَكَ ثُمَّ ائْتِنِيْ قَالَ فَاَتَيْتُهٗ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ فَقَالَ يَا عَمْرُو اِنِّيْ اَرْسَلْتُ اِلَيْكَ لِاَبْعَثَكَ فِيْ وَجْهٍ يُسَلِّمُكَ اللّٰهُ وَيُغْنِمُكَ وَاَرْغَبُ لَكَ رَغْبَةً مِّنَ الْمَالِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا كَانَتْ هِجْرَتِيْ لِلْمَالِ وَمَا كَانَتْ اِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ قَالَ نِعِمَّا بِالْمَالِ الصَّالِحِ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ رواه فى شرح السنة وروى احمد نحوه روايته قال نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ۔

أخرجه احمد فى المسند ٥ / ٢٧٩، والبيهقى فى شعب الإيمان ٤ / ٣٩٠، الحديث رقم: ٥٥٠٣ ـ أخرجه البغوى فى شرح السنة ١٠ / ٩١، الحديث رقم: ٢٤٩٥، وأحمد فى المسند ٤ / ١٩٧

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ تم (سفر کی تیاری کے لئے) اپنے ہتھیار اور کپڑے سنبھالو پھر میرے پاس آؤ۔ حضرت عمروؓ کہتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں (تیاری کر کے) حاضر ہوا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو بنا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمرو! میں نے تمہاری طرف اس لئے پیغام بھیجا اور بلایا ہے تاکہ تمہیں ایک طرف روانہ کروں۔ اللہ تعالیٰ تجھے سلامت رکھے اور مال غنیمت سے نوازے اور میں تمہیں مال سے کچھ حصہ دوں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا ایمان لانا اور ہجرت کرنا مال کی خاطر نہ تھا بلکہ میری ہجرت اللہ اور اس کے رسول کیلئے تھی۔ آپ نے فرمایا اچھا مال نیک نصیب مرد کیلئے اچھی چیز ہے۔ یہ شرح السنۃ کی روایت ہے۔ احمد نے اسی طرح کی روایت نقل کی ہے۔ روایت احمد میں اس طرح ہے۔ اچھا مال نیک مرد کیلئے اچھا ہے۔

تشریح ۞ **مَا كَانَتْ هِجْرَتِىْ** یعنی میرا ایمان خالص رضائے الٰہی کیلئے تھا اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حبشہ سے خالد بن ولید کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی (جبکہ بعض حضرات کے نزدیک انہوں نے ۸ھ میں اسلام قبول کیا تھا۔ تفصیل کے لئے کتب سیرت کی طرف رجوع کریں)۔

اچھا مال وہ ہے جو حلال ذریعہ سے کمایا گیا ہو اور اچھے مقامات پر صرف ہو اور نیک آدمی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق کی نگہبانی کرے۔ (ح)

الفصل الثالث:

سفارش کا تحفہ رشوت ہے

۳۶۷۷/۱۱ عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَفَعَ لِاَحَدٍ شَفَاعَةً فَاَهْدٰى لَهٗ هَدِيَّةً عَلَيْهَا فَقَبِلَهَا فَقَدْ اَتٰى بَابًا عَظِيْمًا مِّنْ اَبْوَابِ الرِّبَا۔ (رواه ابو داؤد)

☆أخرجه أبو داود فى السنن ۳ / ۸۱۰ الحديث رقم: ۳۵۴۱

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی کی خوب انداز سے سفارش کرے پھر وہ اس کیلئے تحفہ بھیجے جو اس سفارش کرنے کا عوض ہو اور وہ اس تحفہ کو قبول کرے تو وہ سود کے دروازوں میں سے ایک بڑے دروازے میں داخل ہوا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یہ رشوت ہے اس کو بدل سے خالی ہونے کی وجہ سے سود فرمایا۔ (ح)

بَابُ الْاَقْضِيَةِ وَالشَّهَادَاتِ

فیصلوں اور گواہیوں کا بیان

قضیہ: وہ معاملہ جس کو حاکم کے پاس اس لئے لے جایا جائے تاکہ وہ اس کے متعلق فیصلہ کرے۔

شہادت: گواہی۔ دوسرے کے خلاف کے حق کی خبر واطلاع دینا۔ (ع)

الفصل الاول:

گواہ مدعی پر اور قسم مدعا علیہ پر ہے

۳۶۷۸/۱ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْيُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ لَادَّعٰى نَاسٌ دِمَاءَ رِجَالٍ وَاَمْوَالَهُمْ وَلٰكِنَّ الْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ رواہ مسلم وفی شرحہ للنووی **اَنَّهٗ قَالَ وَجَاءَ فِيْ رِوَايَةِ الْبَيْهَقِيِّ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ اَوْصَحِيْحٍ زِيَادَةٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا لٰكِنَّ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ۔**

أخرجه البخاري فی صحیحه ۸ / ٤٥٥٢' الحدیث رقم : ٤٥٥٢' و مسلم فی ۳ / ۱۳۳٦' الحدیث رقم ۱ / ۱۷۱۱

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جناب نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ اگر لوگوں کو ان کے دعویٰ پر دے دیا جائے (یعنی فقط دعوی کافی سمجھا جائے اور مدعی کے گواہ یا تصدیق کرنے کی ضرورت نہ سمجھی جائے) تو ضرور کئی لوگ دوسروں کے خون اور اموال کا دعوی کر دیں گے۔ لیکن مدعا علیہ پر قسم ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔ علامہ نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ بیہقی کی روایت میں اسناد حسن صحیح کے ساتھ یہ اضافہ بھی منقول ہے اور انہوں نے مرفوعاً روایت نقل کی ہے۔ لٰكِنَّ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ۔ دلیل مدعی کے ذمہ اور قسم اس پر ہے جو انکار کرے یعنی مدعا علیہ۔

تشریح ۞ **عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ** : یعنی جو اپنے خلاف دعویٰ کا منکر ہو اور اگر مدعی قسم طلب کرے تو مدعا علیہ پر قسم آئے گی اور روایت میں مدعی سے بینہ کا طلب کرنا مذکور نہیں ہے' گویا کہ وہ شریعت میں طے شدہ بات ہے۔ گویا اس طرح فرمایا کہ مدعی پر دلیل پیش کرنا ہے اور اگر دلیل نہ ہو تو مدعا علیہ پر قسم آئے گی۔ جیسا کہ دوسری روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ میں صراحۃً موجود ہے۔ (ع۔ح)

جھوٹی قسم والے پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہوتے ہیں

۳۶۷۹/۲ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنِ صَبْرٍ وَهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهُوَعَلَيْهِ غَضْبَانُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيْقَ ذٰلِكَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري فی صحیحه ۸ / ۲۱۲' الحدیث رقم : ٤٥٤٩' و مسلم فی ۱ / ۱۲۲ الحدیث رقم : (۲۲۰ ـ ۱۳۸)

والترمذی فی السنن ٥ / ۲۱٦' الحدیث رقم : ۳۰۱۲' وابن ماجه فی ۲ / ۷۷۸' الحدیث رقم : ۲۳۲۳

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی چیز پر محبوس ہو کر قسم کھائے اور قسم کھانے میں وہ جھوٹا ہو۔ اس سے اس کا مقصد کسی مسلمان کے مال کا حاصل کرنا ہو تو وہ شخص قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق کیلئے یہ آیت اتاردی: اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا ...... بلاشبہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے وعدے اور قسموں کو قلیل مال کے عوض خریدتے ہیں۔'' یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ صَبْرًا: صبر کا معنی قید ومحبوس کرنا اور لازم پکڑنا۔ یمین صبر سے مراد یہ ہے کہ بادشاہ کسی کو قید کرے۔ یہاں تک کہ وہ اس کے کہنے پر قسم اٹھائے۔ حاکم کے حکم کی وجہ سے وہ قسم اس پر لازم ہے۔ یہاں "علی یمین صبر" میں علی با کے معنی میں ہے اور یہاں محلوف علیہ مراد ہے یا اس کو یمین صبر اس لئے کہا کہ قاضی اور حاکم کے حکم کا دارومدار اس کی قسم پر ہے یا یمین صبر بقول بعض وہ ہے کہ قسم کھانے والا دیدہ ودانستہ جھوٹ بولنے والا ہو اور اس کا مقصد مسلمان کے مال کو تلف کرنا ہو۔ اسی وجہ سے فرمایا: وَهُوَ فِیْهَا فَاجِرٌ۔ (ع۔ح)

قسم سے کسی کا مال لینے والے پر دوزخ واجب

۳/۳۶۸۰ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِءٍ مُسْلِمٍ بِیَمِیْنِهٖ فَقَدْ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَیْهِ الْجَنَّةَ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ وَاِنْ کَانَ شَیْئًا یَسِیْرًا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاِنْ کَانَ قَضِیْبًا مِّنْ اَرَاكٍ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ۱ / ۱۲۲' الحدیث رقم : (۲۱۸ ـ ۱۳۷) والنسائی فی السنن ۸ / ۲٤٦' الحدیث رقم : ٥٤۱۹' والدارمی فی ۲ / ۳٤٥' الحدیث رقم : ۲٦۰۳' و مالك فی الموطأ ۲ / ۷۲۷' الحدیث رقم : ۱۱' من کتاب الأقضیة وأحمد فی المسند ٥ / ۲٦۰

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے قسم کھا کر کسی مسلمان کا مال لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے آگ کو لازم کر دیا اور جنت کو اس پر حرام کر دیا۔ ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ! خواہ وہ حق تھوڑا سا ہو؟ آپ نے فرمایا اگرچہ وہ پیلو کے درخت کی شاخ ہو (یعنی مسواک ہو) یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ: اس کی تاویل دو طرح کی گئی ہے۔ نمبر ۱ اس کو حلال جان کر ایسا کیا اور اسی پر موت آگئی۔ نمبر ۲ یا یہ مطلب ہے کہ وہ آگ کا حقدار ہے ممکن ہے اللہ تعالیٰ اسے معاف بھی کر دیں یا اس پر شروع میں جنت کا داخلہ حرام کر دیں کہ وہ ابتداءً نجات پانے والوں میں شامل نہ ہو۔

ذمی کے مال کا بھی وہی حکم ہے جو مسلمان کے مال کا ہے۔ (ع)

چرب زبانی سے حاصل کیا ہوا ناحق مال حلال نہیں ہوتا

۴/۳۶۸۱ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَاِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَنْ يَّكُوْنَ اَلْحَنَ بِحُجَّتِهٖ مِنْ بَعْضٍ فَاَقْضِيْ لَهٗ عَلٰى نَحْوِمَا اَسْمَعُ مِنْهُ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهٗ بِشَيْءٍ مِنْ حَقِّ اَخِيْهِ فَلَا يَاْخُذَنَّهٗ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ١٢ / ٣٣٩، الحديث رقم: ٦٩٦٧، و مسلم في ٣ / ١٣٣٧، الحديث رقم: (٤ / ١٧١٣) وأبو داود في السنن ٤ / ١٢، الحديث رقم: ٣٥٨٢، والترمذي في ٣ / ٦٢٤، الحديث رقم: ١٣٣٩، والنسائي في ٨ / ٢٣٣، الحديث رقم: ٥٤٠١، وابن ماجه في ٢ / ٧٧، الحديث رقم: ٢٣١٧، وأحمد في المسند ٦ / ٢٩٠

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک انسان ہوں اور تم لوگ میرے پاس اپنے جھگڑے لاتے ہو۔ ممکن ہے کہ تم میں سے بعض اپنی دلیل کو دوسرے سے زیادہ خوب بیان کرنے والے ہوں۔ پھر میں اس کے لئے کسی چیز کا فیصلہ اس کی بات سن کر بھی کروں تو جس شخص کیلئے میں دوسرے بھائی کے حق کا فیصلہ کر بھی دوں تو وہ نہ لے۔ کیونکہ ایسے وقت میں اس کے لئے ایک آگ کے ٹکڑے کا فیصلہ کرتا ہوں۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ: اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ سہو ونسیان آدمی سے بعید نہیں اور انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ ظاہر کا اعتبار کیا جائے۔ یعنی میں آدمی ہوں مجھ پر احوال وعوارض بشری ہوتے ہیں اور جبلت کے خصائص مجھ میں موجود ہیں سوائے اس کے کہ جن کی وحی کے ذریعے تائید کی جاتی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم دی جاتی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ میں ظاہر کے مطابق حکم کرتا ہوں اور مدعی کے دلائل کے مطابق جو لازم ہوتا ہے وہ کرتا ہوں۔ پھر اگر اس کا حق نہیں تھا مگر اس نے چرب زبانی سے اپنے حق میں فیصلہ کرالیا اور میں نے یہ سمجھا کہ یہ اسی کا حق ہے اور اسے بالفرض دلوایا تو اسے اپنے حق میں اسے حلال نہ سمجھنا چاہیے بلکہ وہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے جو اسے ملا ہے۔ اسے اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

مبغوض ترین

۵/۳۶۸۲ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اَبْغَضَ الرِّجَالِ اِلَى اللّٰهِ الْاَلَدُّ الْخَصِمُ۔

(متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ٥ / ١٠٦، الحديث رقم: ٢٤٥٧، و مسلم في ٤ / ٢٠٥٤، الحديث رقم: ٥ / ٢٦٦٨، والترمذي في ٥ / ١٩٨، الحديث رقم: ٢٩٧٦، ونسائي في ٨ / ٢٤٧، الحديث رقم: ٥٤٢٣، وأحمد في المسند ٦ / ٥٥

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ناحق جھگڑنے والا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے مبغوض ترین مردوں میں سے ہے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

شاہد و قسم سے فیصلہ

۳۶۸۳/۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بِيَمِيْنٍ وَشَاهِدٍ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في الصحيح ٣ / ١٣٣٧، الحديث رقم: ١٧١٢، وأبو داود في السنن ٤، ٣٣، الحديث رقم: ٣٦٠٨، وابن ماجه في ٢ / ٧٩٣، الحديث رقم: ٢٣٧٠، وأحمد في المسند ١ / ٣١٥

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شاہد اور ایک قسم سے فیصلہ فرمایا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ مدعی کے پاس صرف ایک گواہ ہے تو دوسرے گواہ کے بدلے اس سے قسم لی جائے۔ ائمہ ثلاثہ کا مذہب یہی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک شاہد اور قسم سے فیصلہ جائز نہیں بلکہ دو گواہ ضروری ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں وارد ہے اور خبر واحد سے قرآن کا نسخ درست نہیں۔

(۲) ممکن ہے کہ اس ارشاد سے مراد مدعا علیہ کا قسم کھانا ہو۔ یعنی جب مدعی ایک گواہ کے علاوہ سے عاجز آ گیا تو ایک شاہد کا اعتبار نہ کیا گیا اور مدعا علیہ سے قسم لے کر فیصلہ کر دیا گیا۔

طیبی رحمہ اللہ کا قول:

اموال کے علاوہ میں تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ ایک شاہد اور قسم قابل قبول نہیں۔ صرف اموال میں اختلاف ہے کہ ایک شاہد اور قسم سے بھی فیصلہ کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ (ح)

قبضہ والے کا حق مقدم ہے

۳۶۸۴/۷ وَعَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِّنْ حَضْرَمَوْتٍ وَرَجُلٌ مِنْ كِنْدَةَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هٰذَا غَلَبَنِيْ عَلٰى اَرْضٍ لِيْ فَقَالَ الْكِنْدِيُّ هِيَ اَرْضِيْ وَفِيْ يَدِيْ لَيْسَ لَهٗ فِيْهَا حَقٌّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَضْرَمِيِّ اَلَكَ بَيِّنَةٌ قَالَ لَا قَالَ فَلَكَ يَمِيْنُهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الرَّجُلَ فَاجِرٌ لَا يُبَالِيْ عَلٰى مَا حَلَفَ عَلَيْهِ وَلَيْسَ يَتَوَرَّعُ مِنْ شَيْءٍ قَالَ لَيْسَ لَكَ مِنْهُ اِلَّا ذٰلِكَ فَانْطَلَقَ لِيَحْلِفَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَدْبَرَ لَئِنْ حَلَفَ عَلٰى مَالِهٖ لِيَاْكُلَهٗ ظُلْمًا لَيَلْقَيَنَّ اللّٰهَ وَهُوَ عَنْهُ مُعْرِضٌ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ١ / ١٢٣، الحديث رقم: (٢٢٣، ١٣٩) والترمذي في ٣ / ٢٦٥، الحديث رقم: ١٣٤٠

ترجمہ: علقمہ بن وائل اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک یمنی شخص علاقہ حضر موت کا اور ایک یمنی آدمی قبیلہ کندہ کا

جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ (ان کا باہمی جھگڑا تھا)۔ حضرمی کہنے لگا اس نے میری زمین پر زبردستی قبضہ کرلیا ہے (یعنی اسے غصب کرلیا ہے) کندی کہنے لگا وہ زمین میری ہے اور میرے قبضہ میں ہے۔ اس کا زمین میں کوئی حق نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے حضرمی! کیا تیرے پاس کوئی دلیل ہے اس نے کہا نہیں آپ ﷺ نے فرمایا اب تو اس سے قسم لے سکتا ہے۔ حضرمی کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ یہ فاجر آدمی ہے۔ اس کو سچ جھوٹ کی پرواہ نہیں یہ جھوٹی قسم کھالے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تیرے لئے اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں۔ کندی قسم کھانے کیلئے تیار ہوگیا۔ جب اس نے پیٹھ پھیری تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر یہ اس کا مال کھانے کیلئے جھوٹی قسم کھالے گا تو یہ اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے بیزار ہوں گے یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **فَانْطَلَقَ لِيَحْلِفَ** : پس وہ چلا شاید یہ چلنا اس لحاظ سے تھا جیسا کہ شوافع کے ہاں قسم کھانے والا وضو کرتا ہے اور پھر خاص وقت میں قسم کھاتا ہے جیسا کہ عصر کے بعد یا جمعہ کے دن۔ **کذا قال السید**

نمبر۲۔ یہ بھی احتمال ہے کہ پیٹھ پھیر کر آپ ﷺ کی طرف سے چل دیا۔

نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول۔ نووی کہتے ہیں اس میں کئی مسائل ہیں نمبر۱ قبضہ والے کا پہلے حق ہے اس اجنبی کے مقابلے میں جو صرف دعوے دار ہو نمبر۲ مدعا علیہ پر قسم لازم ہے جب کہ وہ مدعی کے دعوی کا اقرار نہ کرے۔ نمبر۳ عادل کی طرح فاجر مدعا علیہ کی قسم بھی قبول کی جائے گی اور قسم کی وجہ سے مطالبہ ساقط ہوجائے گا۔

۸/۳۶۸۵ وَعَنْ اَبِىْ ذَرٍّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ ادَّعٰى مَا لَيْسَ لَهٗ فَلَيْسَ مِنَّا وَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ۱ / ۷۹' الحدیث رقم: (۱۱۲' ـ ۶۱) وابن ماجه فی ۲ / ۷۷۷' الحدیث رقم: ۲۳۱۹

تَرْجَمَہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جس شخص نے کسی ایسی چیز کا دعویٰ کیا جو اس کی نہیں ہے تو وہ ہم میں سے نہیں (یعنی جنتیوں میں سے نہیں) اس کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانا آگ میں تلاش کرے۔

تشریح ۞ **وَلْيَتَبَوَّاْ** : یہ امر بعض کے نزدیک خبر کے معنیٰ میں ہے۔ (ع)

بہترین گواہ

۹/۳۶۸۶ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ الشُّهَدَاءِ الَّذِىْ يَاْتِىْ بِشَهَادَتِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّسْاَلَهَا۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ۳ / ۱۳۴٤' الحدیث رقم: (۱۹ ـ ۱۷۱۹) وأخرجه ابو داود فی السنن ٤ / ۲۱' الحدیث رقم: ۳۵۹۶' والترمذی فی ٤ / ٤۷۲' الحدیث رقم: ۲۲۹۵' وابن مالك فی ۲ / ۷۲۰' الحدیث رقم: ۳ من کتاب الأقضیة' وأحمد فی المسند ۵ / ۱۹۳

پتھر مارنے شروع کئے اور اس کو پتھر لگنے لگے تو وہ بھاگ کھڑا ہوا یہاں تک کہ ہم نے اُسے مقام حرّہ میں جا پکڑا۔

(حرّہ: مدینہ منورہ کا مضافاتی علاقہ جہاں سیاہ رنگ کے پتھر تھے وہ حرّہ کہلاتا ہے) اور پھر ہم نے اس کو سنگسار کر دیا' یہاں تک کہ وہ مرگیا۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے بخاری کی ایک روایت میں جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تو محصن ہے؟ تو اس نے کہا ہاں۔ پھر یہ روایت کے الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس کو عیدگاہ میں سنگسار کیا گیا۔ جب اس کو پتھر لگنے لگے تو وہ بھاگ کھڑا ہوا مگر پھر پکڑ لیا گیا اور سنگسار کیا گیا' یہاں تک کہ وہ مرگیا اس کے مرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بھلائی بیان کی یعنی اس کی تعریف کی اور اس کی نمازِ جنازہ ادا فرمائی یا صلی علیہ کا مطلب یہ ہے کہ اس کے لئے دعا فرمائی۔

تشریح ۞ **فَلَمَّا شَهِدَ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ** چار بار یعنی چار مجالس میں اس شرط سے کہ وہ ہر بار غائب ہو۔ امام ابوحنیفہؒ نے اس کے چاروں طرف آنے سے دلیل پکڑی ہے کہ یہ چار بار کا اقرار ہے۔

اَبِكَ جُنُوْنٌ کیا تو دیوانہ ہے کہ گناہ کو ظاہر کرتے ہو اور اپنے قتل کا باعث بن رہے ہو۔ تمہیں توبہ کرنی چاہئے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول: اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اس کے حالات کی تحقیق تھی کیونکہ عام طور پر کوئی انسان بھی اس چیز کے اقرار پر اصرار نہیں کرتا جس میں اسے ہلاکت نظر آتی ہو۔ اس کے باوجود کہ اس کے لئے گناہ کے ساقط کرنے کا راستہ بھی ہے۔ اس میں مسلمان کی تحقیق حال میں مبالغہ ظاہر کیا گیا ہے اور مسلمان کی جان بچانے میں مبالغہ کی حد اختیار کی گئی ہے۔ (۲) اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ مجنون کا ایسا اقرار باطل ہے اور اس پر حدود جاری نہیں ہوتی۔

اانت محصن: نووی کہتے ہیں اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ امام کو رجم کی شروط کے متعلق دریافت کر لینا چاہئے۔ خواہ وہ رجم اقرار سے ثابت ہو یا گواہوں سے۔ (۲) اس سے کنایہ ہے کہ جب وہ رجوع کرے تو حد سے درگزر کر لیا جائے۔

ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کا قول: مرد کو تمام حدود میں کھڑا کر کے مارا جائے لٹا کر نہ مارا جائے اور عورت کو بٹھا کر اور اگر عورت کی سنگساری کے لئے گڑھا کھودا جائے تو زیادہ مناسب ہے کیونکہ اس میں ستر کا لحاظ زیادہ ہے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غامدیہ کے لئے کھدوایا تھا۔

بِالْحَرَّةِ اگر سنگساری میں کوئی بھاگ جائے اگر وہ اقرار والا ہو تو اس کا پیچھا نہ کیا جائے اور اسے چھوڑ دیا جائے اور اگر زنا گواہی سے ثابت ہوا تو پھر اس کا پیچھا کیا جائے اور سنگسار کیا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائے اس لئے کہ اس کا بھاگنا کھلے طور پر رجوع ہے اور رجوع اقرار میں مؤثر ہے۔ شہادت مؤثر نہیں۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ: علماء فرماتے ہیں کہ مصلّٰی سے یہاں مراد نمازِ جنازہ والی جگہ ہے اور ایک روایت بھی اس کی موید ہے۔ (۲) بخاری نے کہا کہ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ نمازِ جنازہ اور عید کی جگہ کو جب تک مسجد قرار نہ دیا جائے تو وہ مسجد کے حکم میں نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ اگر وہ حکم مساجد میں ہوتیں تو وہاں سنگسار نہ کیا جاتا کیونکہ اس سے وہ خون آلود ہوتی (جو کہ جائز نہیں)

ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کا قول: حد' تعزیر مسجد میں قائم نہ کی جائے اس پر تمام فقہاء کا اجماع ہے۔ جیسا کہ اس روایت میں ہے: انه

علیہ السلام قال جنبوا مساجدکم صبیانکم و مجانینکم ورفع اصواتکم و شراء کم وبیعکم و اقامة حدود کم وجمروها فی جمعکم وضعوا علی ابوابها المطاهر (ح۔ع) تم اپنی مساجد کو اپنے بچوں اور مجانین سے بچاؤ اور بلند آواز کرنے اور خرید وفروخت کرنے اور حدود کے قیام سے محفوظ رکھو اوران میں جمعہ کے دن خوشبودار دھواں دو اوران کے دروازوں پر وضوخانے بناؤ۔

ماعز سے حد ٹالنے کی کوشش

۳۴۹۹/۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا اَتٰی مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ لَعَلَّكَ قَبَّلْتَ اَوْغَمَزْتَ اَوْ نَظَرْتَ قَالَ لَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَنِكْتَهَا لَا یَكْنِیْ قَالَ نَعَمْ فَعِنْدَ ذٰلِكَ اَمَرَ بِرَجْمِهٖ۔

(رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ١٢ / ١٣٥ الحدیث رقم : ٦٨٢٤ و أبو داود فی ٤ / ٥٧٩ الحدیث رقم : ٤٤٢٧

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب ماعز بن مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور کہا کہ مجھ سے زنا کا ارتکاب ہو گیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ شاید تم نے اجنبیہ کا بوسہ لیا ہوگا یا اس کو شہوت سے چھوا اور ہاتھ لگایا ہوگا یا دیکھا ہوگا (یعنی جو چیزیں کہ زنا کا باعث بنتی ہیں تم ان میں سے کوئی حرکت کر گزرے ہو گے اور اب اس کو زنا کہہ رہے ہو)۔ انہوں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! تو آپ نے فرمایا کیا تم نے جماع کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے واضح الفاظ میں دریافت فرمایا کنایہ کے انداز سے نہیں کہ کیا واقعی تم نے جماع کیا ہے؟ تو ماعز نے کہا ہاں میں نے جماع کیا ہے۔ اس تحقیق و تفتیش کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سنگسار کرنے کا حکم فرمایا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

ماعز اسلمی کا واقعہ حد

۳۵۰۰/۸ وَعَنْ بُرَیْدَةَ قَالَ جَاءَ مَاعِزُبْنُ مَالِكٍ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ طَهِّرْنِیْ فَقَالَ وَیْحَكَ اِرْجِعْ فَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ وَتُبْ اِلَیْهِ قَالَ فَرَجَعَ غَیْرَ بَعِیْدٍ ثُمَّ جَآءَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ طَهِّرْنِیْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلُ ذٰلِكَ حَتّٰی اِذَا كَانَتِ الرَّابِعَةُ قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْمَ اُطَهِّرُكَ قَالَ مِنَ الزِّنَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَبِهٖ جُنُوْنٌ فَاُخْبِرَ اَنَّهٗ لَیْسَ بِمَجْنُوْنٍ فَقَالَ اَشَرِبَ خَمْرًا فَقَامَ رَجُلٌ فَاسْتَنْكَهَهٗ فَلَمْ یَجِدْ مِنْهُ رِیْحَ خَمْرٍ فَقَالَ اَزَنَیْتَ قَالَ نَعَمْ فَاَمَرَبِهٖ فَرُجِمَ فَلَبِثُوْا یَوْ مَیْنِ اَوْ ثَلَا ثَةً ثُمَّ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ لَقَدْ تَا بَ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَیْنَ اُمَّةٍ لَوَ سِعَتْهُمْ ثُمَّ جَاءَ تْهُ امْرَ اَةٌ مِنْ غَامِدٍ مِنَ الْاَزْدِ

فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ طَهِّرْنِيْ فَقَالَ وَيْحَكِ ارْجِعِيْ فَاسْتَغْفِرِيْ اللّٰهَ وَتُوْبِيْ اِلَيْهِ فَقَالَتْ تُرِيْدُ اَنْ تُرَدِّدَنِيْ كَمَا رَدَدْتَّ مَاعِزَ بْنَ مَالِكٍ اِنَّهَا حُبْلٰى مِنَ الزِّنٰى فَقَالَ اَنْتِ ؟ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ لَهَا حَتّٰى تَضَعِيْ مَا فِيْ بَطْنِكِ قَالَ فَكَفَلَهَا رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ حَتّٰى وَضَعَتْ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قَدْ وَضَعَتِ الْغَامِدِيَّةُ فَقَالَ اِذًا لَا نَرْجُمُهَا وَنَدَعُ وَلَدَهَا صَغِيْرًا لَيْسَ لَهٗ مَنْ يُّرْضِعُهٗ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ اِلَيَّ رِضَاعُهٗ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَالَ فَرَجَمَهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ قَالَ لَهَا اذْهَبِيْ حَتّٰى تَلِدِيْ فَلَمَّا وَلَدَتْ قَالَ اذْهَبِيْ فَاَرْضِعِيْهِ حَتّٰى تَفْطِمِيْهِ فَلَمَّا فَطَمَتْهُ اَتَتْهُ بِالصَّبِيِّ وَفِيْ يَدِهٖ كِسْرَةُ خُبْزٍ فَقَالَتْ هٰذَا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ فَطَمْتُهٗ وَقَدْ اَكَلَ الطَّعَامَ فَدَفَعَ الصَّبِيَّ اِلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ثُمَّ اَمَرَ بِهَا فَحُفِرَلَهَا اِلٰى صَدْرِهَا وَاَمَرَ النَّاسَ فَرَجَمُوْهَا فَيُقْبِلُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ فَرَمٰى رَأْسَهَا فَتَنَضَّحَ الدَّمُ عَلٰى وَجْهِ خَالِدٍ فَسَبَّهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْلًا يَا خَالِدُ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا صَاحِبُ مَكْسٍ لَغُفِرَلَهٗ ثُمَّ اَمَرَبِهَا فَصَلّٰى عَلَيْهَا وَدُفِنَتْ۔

(رواہ مسلم)

صحيح مسلم ٣ / ١٣٢٢ الحديث رقم : (٢٢ ـ ٢٣ / ١٦٩٥) أخرجه ابوداؤد في السنن ٤ / ٥٨٨ الحديث رقم : ٤٤٤٢، والدرمي في السنن ٢ / ٢٣٥، الحديث رقم : ٢٣٢٤، وأحمد في المسند ٥ / ٣٤٨ ـ

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن ماعز بن مالک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! مجھے پاک کر دیں (یعنی مجھ سے جو گناہ ہو گیا ہے اس کی حد جاری کرتا کہ وہ میرے گناہ کی معافی کا سبب بن جائے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے! واپس لوٹ جاؤ زبان سے استغفار اور دل سے توبہ کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ واپس لوٹ گیا اور تھوڑی دور جا کر دوبارہ واپس لوٹ آیا اور کہنے لگا کہ یارسول اللہ ﷺ! مجھے پاک کر دیں۔ آپ ﷺ نے وہی بات ارشاد فرمائی جو پہلے فرمائی تھی۔ (چار مرتبہ اسی طرح ہوا) جب چوتھی مرتبہ اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ! مجھے پاک کر دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا میں تجھے کس چیز سے اور کس سبب سے پاک کروں۔ اس نے کہا زنا کے گناہ سے (یعنی حد جاری کر کے زنا کے گناہ سے)۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کیا یہ مجنون و پاگل ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یہ دیوانہ و پاگل نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا اس نے شراب پی رکھی ہے۔ یہ سن کر ایک شخص نے کھڑے ہو کر اس کا منہ سونگھا (تا کہ معلوم ہو جائے کہ اس نے شراب پی رکھی ہے یا نہیں؟) مگر شراب کی بو نہ پائی گئی۔ آپ ﷺ نے دوبارہ ماعز سے دریافت کیا کہ کیا واقعی تو نے زنا کیا ہے؟ اس نے کہا ہاں! اس کے بعد آپ ﷺ نے اس کے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ اسے سنگسار کر دیا گیا۔ دو تین دن اسی طرح گزر گئے (یعنی اس کی سنگساری کا کوئی تذکرہ نہیں ہوا) پھر ایک دن آپ ﷺ تشریف لائے تو فرمایا تم ماعز کے درجات کی بلندی کے لئے دعا کرو۔ بلاشبہ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس کے ثواب کو پوری امت پر تقسیم کیا جائے تو وہ تمام کے لئے کافی ہو جائے۔ پھر ایک دن ایک عورت جو قبیلہ ازد کے خاندان غامد سے تھی۔ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ ﷺ سے عرض کرنے لگی کہ یا

رسول اللہ ﷺ! مجھے پاک کر دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے۔ واپس جا کر اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کر۔ اس عورت نے کہا کہ کیا آپ ﷺ چاہتے ہیں کہ جس طرح آپ ﷺ نے ماعز بن مالک کو پہلی مرتبہ واپس کر دیا تھا اسی طرح مجھ کو بھی واپس کر دیں حالانکہ میں وہ عورت ہوں جو زنا کی وجہ سے حاملہ ہے۔ فلہٰذا اس اقرار کے بعد میرے انکار کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ حمل ظاہر ہو چکا ماعز کا مسئلہ اس طرح نہ تھا (وہاں علامت نہ تھی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو کیا کہہ رہی ہے کہ کیا تو زنا کے ذریعہ حاملہ ہے۔ اس عورت نے اس کے باوجود اپنے اقرار پر اصرار کیا اور کہا کہ ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو اچھا تو اس وقت تک منتظر رہ جب تک کہ تو بچے کی ولادت سے فارغ نہ ہو جائے۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے اس ارشاد کے بعد ایک انصاری نے اس عورت کی خبر گیری اور کفالت کی ذمہ داری اٹھائی جب تک کہ وہ ولادت سے فارغ نہ ہو جائے مگر پھر کچھ عرصہ کے بعد وہ شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ وہ غامدیہ عورت ولادت سے فارغ ہو چکی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم اس کو ابھی سنگسار نہ کریں گے اس کے کمسن بچہ کو اس حالت میں نہ چھوڑیں گے کہ کوئی اسے دودھ پلانے والا نہ ہو (یعنی اگر اسے ابھی سنگسار کر دیا تو اس کا شیر خوار بچہ ہلاک ہو جائے گا کیونکہ اس کی ماں کے بعد اس کی خبر گیری کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اس لئے اسے ابھی سنگسار کرنا مناسب نہیں)۔ ایک اور انصاری کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ ﷺ! اس بچے کے دودھ پلانے اور خبر گیری کرنے کا میں ذمہ دار ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے اسے سنگسار کیا یعنی اسے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا پس اسے سنگسار کیا گیا اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا تم جاؤ یہاں تک کہ تم بچہ جنو جب اس کے ہاں ولادت ہوگئی تو آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اس بچے کو دودھ پلاؤ یہاں تک کہ بچہ دودھ چھوڑ ے۔ جب دودھ چھڑایا تو وہ اپنے بچے کو لے کر اس حالت میں حاضر ہوئی کہ اس کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا تھا۔ اس نے گزارش کی کہ حضرت اس بچے کا میں نے دودھ چھڑایا ہے۔ اب یہ کھانا کھانے کے قابل ہو گیا تو آپ ﷺ نے اسے ایک مسلمان کے سپرد کیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس کے لئے گڑھا کھودنے کا حکم فرمایا۔ گڑھا کھودا گیا جو اس کے سینہ تک جسم کو ڈھانپتا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو اس کے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ پس خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایک پتھر پھینکا جو اس کے سر پر لگا اور اس سے خون کے چھینٹے اڑ کر خالد کے منہ پر پڑے تو خالد نے اسے سخت سست کہا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خالد! ایسا مت کرو۔ وہ تو بخشی گئی ہے اسے برا مت کہو۔ پس اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ایسی توبہ ناجائز ٹیکس وصول کرنے والا کرے تو اس کی بخشش و مغفرت ہو جائے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے لوگوں کو اس کی نماز جنازہ کا حکم فرمایا۔ چنانچہ اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور اسے دفن کیا گیا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً یعنی ماعز نے ایسی توبہ کی ہے جو اس مغفرت و رحمت کو لازم کرتی ہے جس کے دامن میں اللہ تعالیٰ کی بہت سی مخلوق سمٹ سکتی ہے۔

یہاں اقامت حد کو توبہ اس لحاظ سے کہا گیا ہے کہ جس طرح توبہ سے گناہ دھل جاتے ہیں اسی طرح حد جاری ہونے سے بھی گناہ ختم ہو جاتے ہیں۔

حَتّٰی تَضَعِیْ یہاں تک کہ تو بچہ جنے۔ ابن ملک کہتے ہیں کہ اس ارشاد سے یہ معلوم ہوا کہ حاملہ جب تک ولادت

سے فارغ نہ ہو اس پر حد قائم نہ کی جائے تاکہ ایک بے گناہ کو جو اس کے پیٹ میں ہے ہلاک کرنا لازم نہ آئے۔

اِذًا لَا نَرْجُمُهَا اس سے معلوم ہوا کہ ولد زنا عذاب و ہلاک کا حقدار نہیں کیونکہ وہ اس میں بے گناہ ہے۔

فَطَمْتُهٗ میں نے دودھ چھڑایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ زانیہ کو سنگسار کرنے میں اس وقت تک مہلت دی جائے جب تک کہ اس کا وہ بچہ جو اس کے زنا کے نتیجہ میں پیدا ہوا ہے' اس سے مستغنی نہ ہو جائے بشرطیکہ اس کی پرورش اور دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ ہو۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کا یہی مسلک ہے۔

نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول: دوسری روایت پہلی روایت کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ دوسری میں واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس کا سنگسار کرنا بچے کے دودھ چھڑانے اور روٹی کے استعمال کے بعد ہوا۔ جبکہ پہلی روایت سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ اس کی سنگساری ولادت کے بعد کر دی گئی۔ پس روایت اوّل کی تاویل ضروری ہے کیونکہ دوسری روایت صریح ہے تاکہ دونوں روایات کا اختلاف نہ رہے کیونکہ روایات ایک ہی معاملہ کے سلسلہ میں ہے اور دونوں روایات درست ہیں۔

پس درست تاویل یہ ہے کہ پہلی روایت میں جو یہ بیان ہے کہ ایک انصاری نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں اس بچے کو دودھ پلانے کا ذمہ دار ہوں تو انہوں نے یہ بات اس وقت کہی جبکہ اس عورت نے اپنے بچے کو دودھ چھڑا دیا تھا اور دودھ پلانے کی کفالت کا مقصد یہ تھا کہ میں اس بچے کی پرورش کا ذمہ دار ہوں اور اپنے اس مفہوم کو انہوں نے دودھ پلانے سے مجازاً تعبیر کیا۔

صَاحِبُ مَكْسٍ محصول وصول کرنے والا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ چوکیوں میں محصول وصول کرنا بڑا گناہ ہے کیونکہ وہ لوگوں کا مال ظلم وزیادتی سے حاصل کرتے ہیں۔

فَصَلّٰى تمام رواۃ کے ہاں صیغہ معروف سے ہے اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ جبکہ ابن ابی شیبہ' طبری اور ابوداؤد کی روایت میں یہ لفظ صلی صیغہ مجہول مذکور ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نماز جنازہ دوسرے لوگوں نے پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پڑھی۔ چنانچہ ابوداؤد کی روایت میں تو صراحۃً منقول ہے کہ **لم یصل علیها** یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی بلکہ دوسرے لوگوں کو اس کی نماز جنازہ کا حکم دیا۔ اسی وجہ سے سنگسار کئے جانے والے کے متعلق نماز جنازہ کے سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں۔

اختلافِ ائمہ رحمۃ اللہ علیہم:

① امام مالکؒ کے ہاں اس کی نماز جنازہ مکروہ ہے۔

② امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ امام وقت اور اہل فضل نہ پڑھیں دوسرے لوگ پڑھ سکتے ہیں۔

③ امام ابوحنیفہ و شافعی رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے بلکہ ہر اس شخص کی بھی نماز جنازہ پڑھی جائے جو کلمہ گو اور اہل قبلہ میں سے ہو۔ خواہ وہ فاسق و فاجر اور محدود فی الحدود ہو اور ایک روایت امام احمد کی بھی اسی طرح وارد ہے۔

قاضی عیاضؒ کا قول: ہے کہ صحیح مسلم کے تمام رواۃ نے صلی معروف پڑھا اور طبری اور ابن ابی شیبہ ابوداؤد اور نووی نے بھی مجہول کے صیغہ کو نقل کیا ہے۔

پس اس سلسلہ میں یہ بات زیادہ مناسب ہے کہ لفظ اصل میں تو صیغہ معروف کے ساتھ ہے اور ماقبل کے الفاظ ثم امربھا کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس کی تجہیز یعنی نہلانے کفنانے اور اس کے جنازہ حاضر کرنے کا حکم فرمایا اور اس کی تائید مسلم کی اس روایت سے ہوتی ہے۔ **امربها النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فرجمت ثم صلی علیها فقال له عمر تصلی علیه یا نبی اللّٰہ وقد زنت۔ الحدیث۔** یہ روایت صراحت سے یہ ثابت کرتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی اور روایت ابوداؤد میں یہ ہے کہ **ثم امرهم ان یصلوا علیها** یعنی آپ ﷺ نے اس پر نماز جنازہ کا حکم فرمایا تو یہ روایت پہلی روایت کے منافی نہیں ہے۔ پہلی روایت کو دونوں چیزوں کے جمع پر محمول کیا جائے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اگرچہ مسلم نے اپنی اس روایت میں آپ ﷺ کا ماعز پر نماز جنازہ پڑھنا نقل نہیں کیا مگر بخاری نے صراحت سے اس کو ذکر کیا ہے۔ انتہی قولہ۔

فیصلہ کن بات: اس میں کچھ شبہ نہیں کہ نفی پر اثبات مقدم ہے لیکن اس کے باوجود مشکوٰۃ کے قابل اعتماد نسخوں میں اس کو مجہول کے صیغہ سے نقل کیا گیا ہے وجہ یہ ہے کہ تاکہ دونوں احتمالوں کو شامل ہو لیکن پھر بھی یہ موہم ہے پس جمہور کے قول کی اتباع اور موافقت اولیٰ ہے۔

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ حدود کے لگنے کے بعد اس گناہ کی معافی ہو جاتی ہے۔ (ح۔ع)

لونڈی کے زنا کی حد

۹/۳۵۰۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا زَنَتْ اَمَةُ اَحَدِكُمْ فَتَبَیَّنَ زِنَاهَا فَلْیَجْلِدْ هَا الْحَدَّ وَلَا یُثَرِّبْ عَلَیْهَا ثُمَّ اِنْ زَنَتْ فَلْیَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا یُثَرِّبْ ثُمَّ اِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَتَبَیَّنَ زِنَاهَا فَلْیَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعْرٍ ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ٤ / ٤٢١ الحدیث رقم : ٢٢٣٤ و مسلم فی ٣ / ١٣٢٨ الحدیث رقم : ٣ / ١٧٠٣، أخرجه ابوداوٗد فی السنن ٤ / ٢١٤، الحدیث رقم : ٤٤٧٠، والترمذی فی ٤ / ٣٠، الحدیث رقم : ١٤٣٣، وابن ماجه فی ٢ / ٨٥٧، الحدیث رقم : ٢٥٦٥، والدارمی فی ٢ / ٢٢٦، الحدیث رقم : ٢٣٢٦، و مالك فی الموطا ٢ / ٨٢٦، الحدیث رقم : ١٤ من كتاب الحدود وأحمد فی المسند ٤ / ١١٦۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ جس وقت تم میں سے کسی کی لونڈی زنا کا ارتکاب کرے اور اس کا زنا ظاہر ہو جائے یعنی زنا کاری ثابت ہو جائے تو وہ اس پر حد جاری کرے اور اس کو عار نہ دلائے اگر پھر زنا کی مرتکب ہو تو پھر اس پر حد جاری کرے اور اس کو عار نہ دلائے اگر وہ

تیسری مرتبہ زنا کی مرتکب ہو اور اس کا زنا کھل کر ثابت ہو جائے تو اب اسے اس لونڈی کو فروخت کر دینا چاہئے۔ اگرچہ بالوں کی رسی یعنی حقیر ترین چیز کے بدلے ہی کیوں نہ فروخت کرنا پڑے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ **فَلْيَجْلِدْهَا** یعنی اس پر حد لگائے یعنی پچاس کوڑے مارے۔ لونڈی اور غلام کی حد آزاد مرد و عورت کی بنسبت نصف حد ہے۔ لونڈی و غلام کے لئے سنگساری کی سزا جائز نہیں ہے۔

امام شافعیؒ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ آقا کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مملوک پر خود حد جاری کرے۔ جبکہ احناف کے ہاں یہ جائز نہیں ہے۔ ان کے ہاں یہ حکم کہ وہ حد جاری کرے سبب پر محمول ہے یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ آقا اپنی زانیہ لونڈی پر حد کے اجراء کا سبب و واسطہ بنے اس طرح کہ وہ اس کو حاکم کے پاس پیش کرے تاکہ وہ اس پر حد جاری کرے۔

وَلَا يُثَرِّبْ اسے عار نہ دلائے اس کا مطلب یہ ہے کہ حد جاری ہونے کے بعد وہ اس پر لعن وطعن نہ کرے اور نہ اس کو حد جاری ہونے کی عار دلائے' کیونکہ جب اس نے حد لگنے کی صورت میں اپنے گناہ کا کفارہ ادا کر دیا اور وہ گناہ سے پاک ہو گئی تو اب اس پر لعن طعن کرنا اور اس کو عار دلانا چہ معنی دارد اور اس حکم کا تعلق صرف لونڈی سے متعلق نہیں بلکہ آزاد کا بھی یہی حکم ہے مگر لونڈی کا تذکرہ اس لئے کیا کہ وہ عموماً توبیخ و سرزنش کا محل ہوتی ہیں۔

فَلْيَبِعْهَا یعنی اس لونڈی کو فروخت کر دے یعنی حد کو جاری کرنے کے بعد فروخت کرے یا حد جاری کرنے سے پہلے فروخت کرے مگر روایت کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حد کے اجراء سے پہلے اسے فروخت کر دیا جائے۔

نوویؒ کا قول: اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ فاسق و فاجر اور اہل معاصی کے ساتھ رہن سہن کو ترک کرنا اور اس طرح کی لونڈی کو فروخت کرنا مستحب ہے مگر اصحاب ظواہر کے ہاں یہ واجب ہے۔ (ع۔ح)

حالتِ نفاس میں حد نہ جاری کریں

۳۵۰۲/۱۰ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ يَآيُّهَا النَّاسُ اَقِيْمُوْا عَلٰى اَرِقَّائِكُمُ الْحَدَّ مَنْ اَحْصَنَ مِنْهُمْ وَمَنْ لَّمْ يُحْصِنْ فَاِنَّ اَمَةً لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَنَتْ فَاَمَرَنِيْ اَنْ اَجْلِدَهَا فَاِذَا هِيَ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِنِفَاسٍ فَخَشِيْتُ اِنْ اَنَا جَلَدْتُّهَا اَنْ اَقْتُلَهَا فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَحْسَنْتَ (رواه مسلم وفي رواية ابي داوٗد) **قَالَ دَعْهَا حَتّٰى يَنْقَطِعَ دَمُهَا ثُمَّ اَقِمْ عَلَيْهَا الْحَدَّ وَاَقِيْمُوا الْحُدُوْدَ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔**

أخرجه المسلم في صحيحه ۳ / ۱۳۳۰' الحديث رقم: (۳۴ ـ ۱۷۰۵) أخرجه ابوداوٗد في السنن ۴ / ۶۱۷ الحديث رقم: ۴۴۷۳' والترمذي في ۴ / ۳۷' الحديث رقم: ۱۴۴۱' وأحمد في المسند ۱ / ۱۵۶

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا اے لوگو! اپنے غلام لونڈیوں پر حد جاری کرو یعنی اگر وہ زنا کا ارتکاب کریں تو ان کو پچاس کوڑے مارو۔ خواہ وہ محصن ہوں یا غیر محصن۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک

لونڈی نے ارتکاب زنا کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا کہ میں اس پر حد جاری کروں مگر جب مجھے معلوم ہوا کہ ابھی حال ہی میں اس کی ولادت ہوئی ہے تو مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر میں اسے پچاس کوڑے ماروں تو وہ مر جائے گی۔ چنانچہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اس حالت میں اس پر حد جاری نہ کر کے اچھا کیا ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔ ابوداؤد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک اس کا نفاس بند نہ ہو جائے اس وقت تک حد کو موقوف کر دو۔ اس کے بعد اس پر حد جاری کر دو اور اپنے غلام لونڈیوں پر حد جاری کیا کرو۔

تشریح ۞ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حد کی سزا نفاس والی عورت سے موقوف کی جائے یہاں تک کہ وہ عورت نفاس سے فارغ ہو جائے کیونکہ نفاس ایک مرض ہے اور مریض کو اس کی صحت یابی تک مہلت دی جائے۔

ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کا قول: اگر کوئی مریض زنا کا مرتکب ہو اور اس کی سزا محصن ہونے کی وجہ سے سنگساری ہو تو اسے اسی مرض کی حالت میں رجم کیا جائے اور اگر سزا عدم احصان کی وجہ سے کوڑے مارنا ہو تو پھر اسے صحت یابی تک درّے نہ لگائے جائیں اگر وہ ایسی بیماری میں مبتلا ہو کہ جس سے بچنے کی امید نہ ہو جیسے دق، سل وغیرہ یا وہ ناقص اور ضعیف الخلقت ہو تو اس صورت میں امام ابو حنیفہؒ کا قول اور امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ سزا پوری کرنے کے لئے اس کو کھجور کی ایسی بڑی شاخ سے مارا جائے کہ جس میں چھوٹی چھوٹی ٹہنیاں ہوں اور وہ شاخ اسے اس طرح ایک دفعہ ماری جائے کہ اس کی ایک ایک ٹہنی اس کے جسم پر لگ جائے۔ اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ اس مقصد کے لئے پھیلی شاخ کا استعمال کرنا ضروری ہے اور ہلاکت کے خطرہ سے کوڑے کی حد شدید گرمی اور شدید سردی میں نافذ نہ کی جائے بلکہ اس کے لئے معتدل موسم کا انتظار کیا جائے۔

الفصل الثانی:

اقرار کرنے والا اگر دورانِ سزا رجوع کر لے تو بقیہ حد ساقط ہو جائے گی

۳۵۰۳/۱۱ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَآءَ مَاعِزُ ن الْاَسْلَمِیُّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّهٗ قَدْ زَنٰی فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَاءَ مِنْ شِقِّهِ الْاٰخَرِ فَقَالَ اِنَّهٗ قَدْ زَنٰی فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَآءَ مِنْ شِقِّهِ الْاٰخَرِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ قَدْ زَنٰی فَاَمَرَ بِهٖ فِی الرَّابِعَةِ فَاُخْرِجَ اِلَی الْحَرَّةِ فَرُجِمَ بِالْحِجَارَةِ فَلَمَّا وَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ فَرَّیَشْتَدُّ حَتّٰی مَرَّ بِرَجُلٍ مَعَهٗ لَحْیُ جَمَلٍ فَضَرَبَهٗ بِهٖ وَضَرَبَهُ النَّاسُ حَتّٰی مَاتَ فَذَکَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ فَرَّ حِیْنَ وَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ وَمَسَّ الْمَوْتِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَلَّا تَرَکْتُمُوْهُ (رواه الترمذی وابن ماجة وفی روایة) هَلَّا تَرَکْتُمُوْهُ لَعَلَّهٗ اَنْ یَّتُوْبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ۔

والترمذی فی السنن ٤ / ٢٧، الحدیث رقم : ١٤٢٨، وابن ماجه فی ٢ / ٨٥٤، الحدیث رقم : ٢٥٥٤، وأحمد

فی المسند ۲ / ٤٥٠

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ اس نے (یعنی میں نے) زنا کا ارتکاب کیا ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے رخ مبارک پھیر لیا۔ پھر وہ دوسری جانب آیا (یعنی مجلس سے چلے جانے کے بعد دوبارہ آیا اور کہنے لگا کہ اس نے زنا کیا ہے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منہ پھیر لیا۔ وہ پھر دوسری جانب سے آیا (یعنی مجلس سے غائب ہونے کے بعد) اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے زنا کیا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوتھی بار اس کے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ اسے مدینہ کے حرہ کی طرف لے جایا گیا اور پتھروں سے اسے سنگسار کیا گیا۔ جب اسے پتھر لگنے سے تکلیف پہنچی تو وہ بھاگ کھڑا ہوا' دوڑتے ہوئے اس کا گزر ایک ایسے آدمی کے پاس سے ہوا کہ جس کے ہاتھ میں اونٹ کا جبڑا تھا اس نے وہ اسے دے مارا اور دیگر لوگوں نے اور چیزوں سے اسے مارا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ صحابہ کرام نے اس بات کا تذکرہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کیا کہ جب پتھر لگے اور موت کی اسے ایذا پہنچی تو وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اسے کیوں نہ چھوڑ دیا۔ یہ ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت ہے۔ ایک روایت میں اس طرح ہے کہ تم نے اسے کیوں نہ چھوڑ دیا کہ شاید وہ توبہ کرتا اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتے۔

تشریح ۞ اَنْ یَتُوْبَ یعنی اپنے فعل سے رجوع کرتا اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر کے رجوع فرماتا۔

اس روایت میں دلیل ہے کہ زنا کا اقراری اگر اپنے زنا کا سزا کے دوران انکار کر دے مثلاً کہے کہ میں نے زنا نہیں کیا یا کہے کہ میں نے جھوٹ بولا یا میں نے رجوع کیا تو سزا ساقط ہو جائے گی یعنی حد نہ لگے گی اگر سزا کے دوران رجوع کرے تو بقیہ حد ساقط ہو جائے گی۔ بعض کہتے ہیں کہ حد ساقط نہ ہوگی۔ (ع)

ماعز کے فعل کی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو پہلے اطلاع ملی

۱۲/۳۵۰۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ اَحَقٌّ مَا بَلَغَنِیْ عَنْكَ قَالَ وَمَا بَلَغَكَ عَنِّیْ قَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّكَ قَدْ وَقَعْتَ عَلٰی جَارِیَةِ اٰلِ فُلَانٍ قَالَ نَعَمْ فَشَهِدَ اَرْبَعَ شَهَدَاتٍ فَاَمَرَ بِهٖ فَرُجِمَ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه المسلم فی صحیحه ۳ / ۱۳۲۰' الحدیث رقم: (۱۹ - ۱۶۹۳)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز بن مالک کو ارشاد فرمایا کیا وہ بات درست ہے جو تیری طرف سے مجھے پہنچی ہے؟ ماعز نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا چیز پہنچی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تو نے فلاں کی لونڈی سے زنا کیا۔ اس نے کہا جی ہاں پھر اس نے چار مرتبہ اقرار کیا یعنی چار مجلسوں میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس روایت کی وجہ سے صاحب مصابیح پر اعتراض ہے کہ اس کو فصل اول میں ذکر کرنا چاہئے تھا انہوں نے فصل دوم میں ذکر کیا۔

روایت کا حاصل: اس روایت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو پہلے ماعز کے زنا کا علم تھا پھر اقرار کروایا۔
دیگر روایات: دیگر روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو علم نہ تھا۔ خلاصہ جواب یہ ہے کہ یہ روایت مختصر ہے۔ اصل رجم والی روایت ہے اور اس روایت میں تفصیلی قصہ کا تذکرہ نہیں اور ممکن ہے کہ ماعز سے اقرار زنا کی خبر سننے کے بعد کرایا ہو اور اسی موقعہ پر اعراض کیا اور منہ پھیرا ہے جیسا کہ تفصیل سے دیگر روایات میں مذکور ہے۔ (عین ممکن ہے کہ دیگر تمام روایات کے خلاف ہونے کی وجہ سے ہی صاحب مصابیح نے اس مختصر روایت کو فصل ثانی میں ذکر فرمایا)۔ (ح)

اے ہزال اگر تو ماعز کو ڈھانپتا تو اچھا تھا

۱۳/۳۵۰۵ وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ نُعَيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ مَاعِزًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقَرَّ عِنْدَهٗ اَرْبَعَ مَرَّاتٍ فَاَمَرَ بِرَجْمِهٖ وَقَالَ لِهَزَّالٍ لَوْ سَتَرْتَهٗ بِثَوْبِكَ كَانَ خَيْرًا لَّكَ قَالَ ابْنُ الْمُنْكَدِرِ اِنَّ هَزَّالًا اَمَرَ مَاعِزًا اَنْ يَّاْتِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُخْبِرَهٗ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابوداوٗد فی السنن ٤ / ٥٤١‘ الحديث رقم : ٤٣٧٨

ترجمہ: یزید بن نعیم نے اپنے والد سے نقل کیا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ماعز حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کی خدمت میں چار بار اقرار کیا (یعنی زنا کا چار الگ الگ مجالس میں اعتراف کیا) تو آپ ﷺ نے ان کو سنگسار کا حکم فرمایا۔ پس اس کو سنگسار کیا گیا۔ آپ نے ہزال کو فرمایا کہ اگر تو ماعز کو اور اس کے معاملے کو اپنے کپڑے میں چھپا لیتا تو تیرے لئے بہتر ہوتا۔ راوی ابن منکدر تابعی کہتے ہیں کہ ہزال نے ہی ماعز کو مشورہ دیا تھا کہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر صورت حال کو ذکر کرے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ہزال کی ایک لونڈی کا نام فاطمہ تھا اس نے اس کو آزاد کر دیا۔ ماعز نے اس سے صحبت کر لی۔ ہزال کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے ماعز کو مشورہ دیا کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جائے اور زنا کا اقرار کر لے۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ نے ہزال کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر تو اس کو ڈھانپتا تو بہت مناسب تھا۔ (ح)

مقدمہ حاکم تک پہنچے تو پھر نفاذ ضروری ہے

۱۴/۳۵۰۶ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعَافَوُا الْحُدُوْدَ فِيْمَا بَيْنَكُمْ فَمَا بَلَغَنِيْ مِنْ حَدٍّ فَقَدْ وَجَبَ۔

(رواہ ابوداوٗد و النسائی)

أخرجه ابوداوٗد فی السنن ٤ / ٥٤٠‘ الحديث رقم : ٤٣٧٦‘ والنسائی فی ٨ / ٧٠‘ الحديث رقم : ٤٨٨٥

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت نقل کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم آپس میں ایک دوسرے کی حدود کو معاف کیا کرو اس سے

پہلے کہ اس کی اطلاع مجھ تک پہنچے۔ البتہ اگر جرم کی اطلاع مجھ تک پہنچ جائے گی (اور وہ ثابت ہو جائے گا) تو پھر حد کا قائم کرنا میرے لئے فرض ہو جائے گا۔ یہ ابوداؤد و نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ تَعَارَفُوْا یہ عوام کو خطاب ہے کہ حدود یعنی جن چیزوں سے حدود لازم ہوتی ہیں ان میں درگزر سے کام لیں اور حاکم کے ہاں نہ جائیں اگر حاکم کے ہاں معاملہ پہنچ گیا تو پھر حاکم کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس کو معاف کرے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

فَمَا بَلَغَنِیْ مِنْ حَدٍّ یعنی جس جرم کی اطلاع مجھے مل جائے گی تو وہ معاف نہ ہوگا۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ اگر معاملہ حاکم کے ہاں پہنچ جائے اور اس میں حد لازم آتی ہو تو حاکم کو حق حاصل نہیں ہے کہ وہ حد کو معاف کرے۔ (۲) اس حدیث کا اطلاق اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مالک کو اپنے لئے مملوک پر حد جاری نہ کرنی چاہئے اور نہ یہ مناسب ہے کہ وہ اپنے مملوک کو حاکم کے سامنے پیش کرے بلکہ اسے معاف کر دینا چاہئے۔ اس لئے کہ یہ اسی معنی کے تحت داخل ہے اور یہ امر استحباب کے لئے ہے۔ (ح۔ع)

حدود کے علاوہ عزت والوں کو معاف کرو

۱۵/۳۵۰۷ وَعَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقِیْلُوْا ذَوِی الْهَیْئَاتِ عَثَرَاتِهِمْ اِلاَّ الْحُدُوْدَ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ٤ / ٥٤٠، الحدیث رقم: ٤٣٧٥، وأحمد فی المسند ٦ / ١٨١

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عزت والوں کی خطاؤں کو معاف کرو۔ سوائے حدود کے (یعنی ان کی معافی جائز نہیں ہے)۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ اگر بھول چوک میں کوئی گناہ ان سے سرزد ہو جائے اور وہ ناگہانی طور پر کسی لغزش میں مبتلا ہو جائیں تو ان کو معاف کر دیا جائے۔ ان کو عقوبت میں ڈال کر بظاہر رسوامت کرو۔ خواہ ان کی لغزش کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے۔ البتہ اگر ان سے ایسا جرم صادر ہو جن کا تعلق حدود سے ہو تو اس میں درگزر کا کوئی معنی نہیں۔ خواہ اس جرم کا تعلق بندوں کے حق سے ہو یا حقوق اللہ سے۔ یہ خطاب حکام کو ہے اور بعض کے بقول دیگر لوگ بھی اس کے مخاطب ہیں۔ یہ امر استحباب کے لئے ہے۔ (ح۔ع)

غلطی سے معافی سزا دینے سے بہتر ہے

۱۶/۳۵۰۸ وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِدْرَأُوا الْحُدُوْدَ عَنِ الْمُسْلِمِیْنَ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَاِنْ کَانَ لَهٗ مَخْرَجٌ فَخَلُّوْا سَبِیْلَهٗ فَاِنَّ الْاِمَامَ اَنْ یُّخْطِئَ فِی الْعَفْوِ خَیْرٌ مِّنْ اَنْ یُّخْطِئَ فِی الْعُقُوْبَةِ۔

(رواہ الترمذی وقال قد روی عنها ولم یرفع وهو اصح)

والترمذی فی السنن ٤ / ٢٥' الحدیث رقم : ١٤٢٤

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کو حد کی سزا سے بچاؤ۔ اگر اس کے چھوٹنے کا کوئی بھی راستہ نکلتا ہو تو اسے چھوڑ دو (یعنی بری کر دو) کیونکہ حاکم کا معاف کرنے میں خطأ کرنا خطاءً سزا دینے سے بہتر ہے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے یہ مرفوع روایت نہیں ہے۔

تشریح ۞ یہ روایت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر موقوف ہے اور دراصل یہ حکام کو خطاب ہے کہ وہ جہاں تک ہو سکیں حدود کو مسلمانوں سے ہٹائیں کہ ان کو عذر کی تلقین کریں کہ تو دیوانہ ہو گیا ہے یا تو نے شراب پی ہے یا بوسہ لیا ہے یا چھولیا ہے جیسا کہ ماعز کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔

اَنْ یُخْطِئَ یہ اسی سلسلہ میں مبالغہ ہے۔ (ع)

زبردستی زنا کی سزا

۳۵۰۹/۱۷ وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ اسْتُکْرِهَتِ امْرَأَةٌ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَرَأَ عَنْهَا الْحُدُوْدَ وَاَقَامَهٗ عَلَى الَّذِيْ اَصَابَهَا وَلَمْ يَذْكُرْ اَنَّهٗ جَعَلَ لَهَا مَهْرًا۔ (رواه الترمذی)

والترمذی فی السنن ٤ / ٤٥' الحدیث رقم : ١٤٥٣' وابن ماجه الحدیث رقم : ٢٥٩٨' وأحمد فی المسند ٤ / ٣١٨

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک عورت کے ساتھ زبردستی کی گئی یعنی ایک شخص نے اس سے زبردستی زنا کیا۔ اس عورت کو تو حد سے براءت دی گئی مگر اس زانی پر حد کو نافذ کیا گیا۔ راوی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو زنا کرنے والے سے مہر بھی دلایا۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ راوی کے تذکرہ نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ایسی صورت میں مہر واجب نہ ہوتا ہو کیونکہ دیگر احادیث سے یہ ثابت ہے کہ جس عورت سے جبراً زنا کیا گیا ہو اس کے لئے مہر یعنی عقر لازم ہوتا ہے اور یہاں مہر سے مراد عقر ہے۔

عقر کا مطلب: عقر کا مطلب وہ عوض اور بدلہ جو صحبت حرام اور صحبت تشبہ کی وجہ سے لازم ہو اور وہ ایک ایسی مقدار ہوتی ہے کہ اگر حرام صحبت کی اجرت حلال ہوتی تو اتنی مقدار واجب ہوتی۔

عالمگیری کا قول کہ عقر مہر مثل کو کہا جاتا ہے۔ برجندی نے بھی یہی کہا ہے۔

زبردستی بدکاری والے محصن کی سزا سنگسار ہے

۳۵۱۰/۱۸ وَعَنْهُ اَنَّ امْرَأَةً خَرَجَتْ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُرِيْدُ الصَّلٰوةَ فَتَلَقَّاهَا رَجُلٌ

فَتَجَلَّلَهَا فَقَضٰى حَاجَتَهٗ مِنْهَا فَصَا حَتْ وَانْطَلَقَ وَمَرَّتْ عِصَابَةٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ فَقَالَتْ اِنَّ ذٰلِكَ الرَّجُلَ فَعَلَ بِيْ كَذَا وَكَذَا فَاَخَذُوا الرَّجُلَ فَاَتَوْابِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهَا اذْهَبِيْ فَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكِ وَقَالَ لِلرَّجُلِ الَّذِيْ وَقَعَ عَلَيْهَا ارْجُمُوْهُ وَقَالَ لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ لَقُبِلَ مِنْهُمْ۔ (رواه ابوداؤد والترمذی)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ٤ / ٥٤١' الحديث رقم : ٤٣٧٩' والترمذی فی ٤ / ٤٥' الحديث رقم : ١٤٥٣' وأحمد فی المسند ٦ / ٣٩٩

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک عورت نماز کے لئے گھر سے نکلی تو راستہ میں اسے ایک شخص ملا جس نے اسے کپڑا ڈال کر اس سے اپنی حاجت پوری کر لی (یعنی اس سے زبردستی زنا کیا) وہ عورت چلائی اور وہ مرد اسے وہیں چھوڑ کر بھاگا۔ مہاجرین صحابہ کی ایک جماعت اُدھر سے گزری تو اس عورت نے ان سے بیان کیا کہ اس شخص نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا ہے (یعنی میرے اوپر کپڑا ڈال کر مجھے بے بس کر دیا اور پھر مجھ سے بدکاری کی) لوگوں نے اس شخص کو پکڑ لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے اور تمام واقعہ ذکر کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے یہ فرمایا کہ تم جاؤ تمہیں اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے (یعنی تمہاری کراہت اور عدم رضا کی وجہ سے حد نہ ہوگی) اور جس شخص نے اس عورت سے بدکاری کی تھی اس کے حق میں سنگساری کا فیصلہ فرمایا (یعنی اس نے اپنے جرم کا اقرار کیا اور وہ شادی شدہ بھی تھا اس لئے اس کے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا گیا) چنانچہ اسے سنگسار کر دیا گیا۔ اس سنگساری کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا اس شخص نے اپنے اوپر حد کو جاری کرا کر ایسی توبہ کی ہے کہ اگر تمام اہل مدینہ ایسی توبہ کرتے تو ان کی توبہ قبول کی جاتی۔ یہ ترمذی وابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ لَقَدْ تَابَ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے جرم کی سزا بھگت کر ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس توبہ کو اہل مدینہ پر تقسیم کیا جاتا تو فقط ان کی صرف توبہ ہی قبول نہ ہوتی بلکہ اس کا ثواب تمام کو کفایت کر جاتا یعنی اس ارشاد سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ اگرچہ اس نے شروع میں بڑی بے حیائی کا ارتکاب کیا مگر حد جاری کرنے سے وہ پاک ہوا اور بخشا گیا۔

١٩/٣٥١١ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَجُلًا زَنٰى بِامْرَاَةٍ فَاَمَرَبِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجُلِدَ الْحَدَّ ثُمَّ اُخْبِرَ اَنَّهٗ مُحْصِنٌ فَاَمَرَبِهٖ فَرُجِمَ۔ (رواه ابوداؤد)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ٤ / ٥٨٦' الحديث رقم : ٤٤٣٨

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت سے زنا کیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے درے مارنے کا حکم فرمایا تو اسے حد کے طور پر درے مارے گئے۔ پھر آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ وہ محصن ہے تو آپ ﷺ نے اس کے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا چنانچہ اسے سنگسار کیا گیا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ پہلے درّے مارنے کا اس لئے حکم فرمایا کیونکہ آپ ﷺ کو اس کے غیر محصن ہونے کی اطلاع ملی اور ممکن ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ حکم محض اپنے گمان کے پیش نظر فرمایا ہو کہ وہ محصن نہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ابتداء میں حکم اسی طرح ہو۔

اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ جب امام ایک حکم کر دے بعد میں معلوم ہو کہ اس پر واجب شرعی امر دوسرا ہے تو اس

کی طرف رجوع لازم ہے۔(ع)

۲۰/۳۵۱۲ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ اَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ كَانَ فِي الْحَيِّ مُخْدَجٍ سَقِيْمٍ فَوُجِدَ عَلٰى اَمَةٍ مِّنْ اِمَائِهِمْ يَخْبُثُ بِهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذُوْا لَهٗ عِثْكَالاً فِيْهِ مِائَةُ شِمْرَاخٍ فَاضْرِبُوْهُ ضَرْبَةً۔ (رواه فى شرح السنة وفى رواية ابن ماجة نحوه)

أخرجه ابن ماجه فى السنن ۳ / ۸۵۹' الحديث رقم: ۲۵۷٤' وأحمد فى المسند ٥ / ۲۲۲

ترجمہ: حضرت سعید بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے ساتھ ایک ایسا شخص تھا جو ناقص الخلقت یعنی شدید بیمار تھا (اس کے صحت یاب ہونے کی امید نہ تھی) لوگوں نے اُسے ایک محلّہ کی لونڈی کے ساتھ زنا کرتے پایا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کھجور کی ایک بڑی شاخ لو جس میں سوٹہنیاں ہوں پھر وہ اس کو ایک مرتبہ مارو۔ یہ شرح السنۃ کی روایت ہے۔ ابن ماجہ نے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ ضربۃً یعنی ایک مرتبہ مارنا جو اس انداز سے ہو کہ تمام ٹہنیوں کا اثر اس کے سارے جسم پر پہنچ جائے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کو یہ بات دیکھ لینی چاہئے کہ آیا وہ درے سے مرتو نہیں جائے گا۔

جس بیمار کے اچھے ہونے کی توقع ہو تو اس کے صحت یاب ہونے تک حد کو مؤخر کیا جائے اور جس کے صحت یاب ہونے کی توقع نہ ہو اس کو اس انداز سے سزا دی جائے جو روایت میں مذکور ہے۔(ع)

۲۱/۳۵۱۳ وَعَنْ عِكْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَجَدْتُّمُوْهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُوْلَ بِهٖ۔ (رواه الترمذى وابن ماجة)

أخرجه ابوداؤد فى السنن ٤ / ٦٠٧' الحديث رقم: ٤٤٦٢' والترمذى فى ٤ / ٤٧' الحديث رقم: ١٤٥٦' وأخرجه ابن ماجه فى السنن ۲ / ۸۵٦' الحديث رقم: ۲٥٦١' وأحمد فى المسند ١ / ٣٠٠

ترجمہ: عکرمہ رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی کو تم قوم لوط کا عمل کرتے پاؤ تو فاعل و مفعول دونوں کو قتل کر دو۔ یہ ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ علماء نے لواطت کی حد کے بارے میں اختلاف کیا ہے اس میں دو قول زیادہ معروف ہیں۔

پہلا قول: صاحبین کا قول یہ ہے کہ فاعل کی حد زنا والی ہے کہ اگر وہ محصن ہے تو سنگسار کیا جائے اور اگر غیر شادی شدہ ہے تو سو درے لگائے جائیں اور ایک سال کے لئے جلاوطن کر دیا جائے اور بعض لوگوں نے یہ کہا کہ لواطت کرنے والے محصن و غیر محصن کو قید کیے بغیر سنگسار کیا جائے۔ امام مالک و شافعی رحمہما اللہ یہی فرماتے ہیں۔

دوسرا قول: امام شافعیؒ فرماتے ہیں اس روایت کے ظاہر کے مطابق فاعل و مفعول کو قتل کیا جائے البتہ کیفیت قتل میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ان پر دیوار گرادی جائے دوسروں نے کہا پہاڑ سے گرا دیا جائے۔ امام ابوحنیفہؒ کا مشہور قول یہ ہے کہ لواطت کی حد نہیں بلکہ تعزیر ہے۔ امام جو موقع کے مطابق سزا دے لوطی کے لئے وہی تعزیر ہے۔ یہ بات کمال پاشا نے شرح صغیر کے اندر

نقل کی ہے کہ امام کو قتل کرنے تک کا اختیار ہے جبکہ اس کو عادت پڑی ہوئی ہو اسی طرح قید کرنے اور پٹائی کرنے کا بھی اختیار ہے۔(ح۔ع)

٢٢/٣٥١٤ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَتٰى بَهِيْمَةً فَاقْتُلُوْهُ وَاقْتُلُوْهَا مَعَهٗ قِيْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا شَاْنُ الْبَهِيْمَةِ قَالَ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ شَيْئًا وَلٰكِنْ اَرَاهُ كَرِهَ اَنْ يُّؤْكَلَ لَحْمُهَا اَوْ يُنْتَفَعَ بِهَا وَقَدْ فُعِلَ بِهَا ذٰلِكَ۔

(رواه الترمذی وابو داؤد وابن ماجة)

أخرجه ابو داؤد في السنن ٤ / ٦٠٩، الحديث رقم: ٤٤٦٤، والترمذی ٤ / ٤٦، الحديث رقم: ١٤٥٥، وابن ماجه في ٢ / ٨٥٦، الحديث رقم: ٢٥٦٤، وأحمد في المسند ١ / ٣٠٠۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی جانور سے بدفعلی کرے تو اس کو بھی قتل کرو اور اس جانور کو بھی قتل کر دو۔ ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ اس جانور کا اس میں کیا قصور ہے (یعنی نہ وہ عاقل نہ وہ مکلف) تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس ارشاد میں میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی کوئی علت اور حکمت نہیں سنی لیکن میرے گمان کے مطابق آپ ﷺ نے اس کا گوشت کھانے یا اس سے نفع دودھ، اون، ولادت وغیرہ لینے کو ناپسند فرمایا کیونکہ اس جانور سے برا فعل کیا گیا ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس کو بھی قتل کیا جائے۔ یہ روایت ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہے۔

تشریح ❁ فَاقْتُلُوْهُ یعنی اس شخص کو سخت مارو اور اس جانور کو بھی جیسا کہ بعض نے کہا اور اس جانور کو مار ڈالنے میں حکمت یہ ہے کہ کہیں انسانی شکل میں اس سے حیوان پیدا نہ ہو جائے یا اس کے مالک کو اس کی وجہ سے ذلت و رسوائی نہ ہو۔

(٢) شرح مظہر میں لکھا ہے کہ ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو شخص کسی جانور سے بدفعلی کرے اس پر تعزیر تو آئے گی قتل نہیں کیا جائے گا اور یہ روایت زجر و تشدید پر محمول ہے۔

اور جانور کے متعلق بعض نے کہا کہ اگر وہ ماکول اللحم ہے تو اس کو قتل کر دیا جائے اور اگر غیر ماکول اللحم ہے تو ظاہر حدیث کے مطابق اس کے قتل کی دو وجہیں ہیں اور عدم قتل اس لئے ہے کہ جانور کو کھانے کی ضرورت کے علاوہ ذبح کرنے کی ممانعت منقول ہے۔(ح ع)

امت کے متعلق قومِ لوط کے فعل کا خدشہ

٢٣/٣٥١٥ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلٰى اُمَّتِىْ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ۔ (رواه الترمذی وابن ماجة)

والترمذی في السنن ٤ / ٤٨، الحديث رقم: ١٤٥٧، وابن ماجه في ٢ / ٨٥٦، الحديث رقم: ٢٦٥٣، وأحمد في السمند ٣ / ٤٤٦٧

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اپنی امت کے بارے میں قوم لوط کے عمل کا بڑا خطرہ ہے۔ یہ ترمذی' ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ یعنی مجھے بے صبری اور خواہشاتِ نفسانی پر عمل کرنے کی وجہ سے ان کے اس ورطہ میں پڑنے کا خطرہ ہے۔

(۲) یا یہ کہ یہ نہایت قبیح فعل ہے اور اس کی حرمت شدید ہونے کی بناء پر میں ڈرتا ہوں کہیں اس میں مبتلا ہو کر اس کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

جھوٹے اقرار اور تہمت کی الگ الگ حد

۲۴/۳۵۱۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلاً مِنْ بَنِیْ بَکْرِ بْنِ لَیْثٍ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَقَرَّ اَنَّہٗ زَنٰی بِامْرَاَۃٍ اَرْبَعَ مَرَّاتٍ فَجَلَدَہٗ مِائَۃً وَکَانَ بِکْرًا ثُمَّ سَاَلَہُ الْبَیِّنَۃَ عَلَی الْمَرْاَۃِ فَقَالَتْ کَذَبَ وَاللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَجُلِدَ حَدَّ الْفِرْیَۃِ ۔ (رواہ ابوداؤد)

سنن أبی داود' کتاب الحدود' باب اذا اقرا الرجل بالزنا' ح ٤٤٧٦۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بنی بکر بن لیث کا ایک آدمی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے یہ اعتراف کیا کہ میں نے ایک عورت کے ساتھ چار مرتبہ زنا کیا ہے یعنی چار الگ الگ مجالس میں تو اس کو درے مارے گئے کیونکہ وہ شخص غیر شادی شدہ تھا پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے اس آدمی سے اس عورت کے خلاف زنا کے گواہ طلب کئے تو اس عورت نے کہا کہ حضرت اللہ کی قسم یہ جھوٹ بولتا ہے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو پھر تہمت کی حد لگوائی۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ثُمَّ سَاَلَہُ الْبَیِّنَۃَ یعنی اقرار کے بعد اس پر حد جاری کی گئی اور اس امر کے اندر اس عورت پر تہمت لگانا شامل تھا چنانچہ آپ ﷺ نے اس عورت کے خلاف اس مرد سے گواہ طلب کئے جب وہ گواہ نہ پیش کر سکا اور اس عورت نے قسم کھا کر اس کے جھوٹ کو فاش کر دیا کہ میں تو اس کی تہمت سے پاک ہوں تو آپ ﷺ نے پھر اس شخص پر حد قذف لگائی یعنی اسی درے مارے۔ (ح ع)

قصہ افک میں تہمت لگانے والوں پر اجراء حد

۲۵/۳۵۱۷ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ لَمَّا نَزَلَ عُذْرِیْ قَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَذَکَرَ ذٰلِکَ فَلَمَّا نَزَلَ مِنَ الْمِنْبَرِ اَمَرَ بِالرَّجُلَیْنِ وَالْمَرْاَۃِ فَضُرِبُوْا حَدَّھُمْ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ٤ / ٦١٨' الحدیث رقم : ٤٤٧٤' والترمذی فی ٥ / ٣١٤' الحدیث رقم : ٣١٨١' وابن ماجه فی ٢ / ٨٥٧' الحدیث رقم : ٢٥٦٧

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب میری براءت اتری (یعنی وہ آیات نازل ہوئیں جو عفت و پاک دامنی کے سلسلہ میں ہیں) تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا اور اس کا ذکر کیا پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے تو دو مرد اور ایک عورت کو سزا کا فیصلہ فرمایا۔ چنانچہ ان پر تہمت کی حد جاری کی گئی۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ بعض لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر زنا کا بہتان لگایا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں بھی ان کی طرف سے کچھ شک پڑ گیا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی براءت نازل فرمائی جس سے ان کی پاک دامنی ثابت ہوگئی وہ آیات سورۂ نور میں موجود ہیں۔ تب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور ان آیات کو بیان فرمایا اور پھر منبر سے اتر کر ان کو حد قذف اسی درے مارنے کا حکم دیا۔ ان میں دو مرد مسطح اور حسان بن ثابت تھے اور ایک عورت جس کا نام حمنہ بنت جحش تھا۔ یہ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ بات کو ہوا دینے والی تھی۔ پس ان کو سزا دی گئی۔

الفصل الثالث:

غلام پر حد زنا کا نفاذ

۲۶/۳۵۱۸ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ اَبِيْ عُبَيْدٍ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ عَبْدًا مِنْ رَقِيْقِ الْاِمَارَةِ وَقَعَ عَلٰى وَلِيْدَةٍ مِنَ الْخُمُسِ فَاسْتَكْرَهَهَا حَتّٰى اقْتَضَّهَا فَجَلَدَهُ عُمَرُ وَلَمْ يَجْلِدْهَا مِنْ اَجْلِ اَنَّهُ اسْتَكْرَهَهَا۔ (رواه البخاری)

أخرجه ابو داوٗد في السنن ١٢ / ٣٢١' الحديث رقم: ٦٩٤٩

ترجمہ: حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت صفیہ بنت ابی عبید رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ امارت وخلافت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیت المال کی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی سے بیت المال کے ایک غلام نے زنا کر کے اس کے پردۂ بکارت کو زائل کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس غلام کو پچاس درے لگوائے اور لونڈی کو کچھ نہ کہا کیونکہ اس سے زبردستی کی گئی تھی۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

ماعز اسلمی کی سنگساری کا واقعہ

۲۷/۳۵۱۹ وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ نُعَيْمِ بْنِ هَزَّالٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ يَتِيْمًا فِيْ حِجْرِ اَبِيْ فَاَصَابَ جَارِيَةً مِّنَ الْحَيِّ فَقَالَ لَهُ اَبِيْ اِئْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبِرْهُ بِمَا صَنَعْتَ لَعَلَّهُ يَسْتَغْفِرُ لَكَ وَاِنَّمَا يُرِيْدُ بِذٰلِكَ رَجَاءَ اَنْ يَّكُوْنَ لَهُ مَخْرَجًا فَاَتَاهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ زَنَيْتُ فَاَقِمْ عَلَيَّ كِتَابَ اللّٰهِ فَاَعْرَضَ عَنْهُ فَعَادَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ زَنَيْتُ فَاَقِمْ عَلَيَّ كِتَابَ اللّٰهِ حَتّٰى قَالَ اَرْبَعَ مَرَّاتٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ قَدْ قُلْتَهَا اَرْبَعَ مَرَّاتٍ فَبِمَنْ قَالَ بِفُلَانَةٍ

قَالَ هَلْ ضَاجَعْتَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ بَا شَرْتَهَا قَالَ نَعَمْ قَا لَ هَلْ جَا مَعْتَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَمَرَبِهٖ اَنْ يُّرْجَمَ فَاُخْرِجَ بِهٖ اِلَى الْحَرَّةِ فَلَمَّا رُجِمَ فَوَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ فَجَزِعَ فَخَرَجَ يَشْتَدُّ فَلَقِيَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُنَيْسٍ وَقَدْ عَجَزَ اَصْحَابُهٗ فَنَزَعَ لَهٗ بِوَظِيْفِ بَعِيْرٍ فَرَمَاهُ بِهٖ فَقَتَلَهٗ ثُمَّ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ هَلَّا تَرَكْتُمُوْهُ لَعَلَّهٗ اَنْ يَّتُوْبَ فَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔ (رواہ ابو داؤد)

أخرجه ابو داؤد في السنن ٤ / ٥٧٣' الحديث رقم: ٤٤١٩

ترجمہ: یزید بن نعیم بن ہزال نے اپنے والد سے روایت کی کہ ماعز یتیم تھا اور یہ میرے والد ہزال کی پرورش میں تھا۔ اس نے جوان ہو کر محلہ کی ایک لونڈی سے جماع کر لیا تو اسے میرے والد نے کہا کہ تم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ اور جو کچھ تم نے کیا ہے وہ آپ ﷺ کو بتلاؤ۔ شاید آپ ﷺ تمہارے لئے استغفار کریں۔ میرے والد کا مقصد یہ تھا کہ ان کے لئے استغفار گناہ سے چھٹکارے کا سبب بن جائے۔ (ان کی ہر گز غرض یہ نہ تھی کہ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں جائے اور آپ ﷺ اس کو سنگسار کا حکم فرمائیں۔ جیسا کہ بعض لوگوں کو وہم ہوا)۔ پس ماعز آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے یقیناً زنا کیا ہے۔ آپ ﷺ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا حکم جاری فرمائیں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیا' وہ وہاں سے ہٹ گیا (یعنی غائب ہونے کے بعد) اور کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ! یقیناً مجھ سے زنا کا ارتکاب ہوا ہے۔ پس آپ ﷺ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے حکم کو جاری فرمائیں اور اس نے اس بات کو چار مرتبہ (یعنی چار مجالس میں کہا) تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو نے یہ بات چار مرتبہ کہی (یعنی چار بار اقرار سے تیرا جرم زنا ثابت ہو گیا ہے)۔ پس تم یہ بتلاؤ کہ تم نے کس سے زنا کیا ہے۔ اس نے نام لے کر کہا کہ فلاں عورت کے ساتھ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو اس کے ساتھ ہمبستر ہوا تھا یعنی تم نے معانقہ کیا اس سے۔ اس نے کہا ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو نے اس کے بدن کو اپنے بدن سے چمٹایا تھا۔ اس نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو نے اس سے جماع کیا تھا۔ اس نے کہا ہاں۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ اسے حرہ میں لے جایا گیا۔ جب وہاں سنگسار کیا جانے لگا اور اسے پتھروں کی چوٹ لگی تو گھبرایا یعنی بے صبرا ہو کر نکل بھاگا یعنی اس جگہ سے جہاں سنگسار کیا جا رہا تھا۔ راستہ میں اسے عبداللہ بن انیس ملے۔ انہوں نے اونٹ کے پاؤں کی ہڈی اٹھائی اور اس سے ماعز کو مارا یہاں تک کہ انہوں نے اسے ختم کر ڈالا۔ اس کے بعد عبداللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ ﷺ کے سامنے تمام واقعہ ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اسے چھوڑ کیوں نہ دیا۔ شاید وہ اپنے اقرار سے رجوع کر لیتا اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر کے سنگساری کے بغیر اس کا گناہ معاف فرما دیتے۔ یہ ابو داؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ فَاُخْرِجَ بِهٖ۔ اسے حرہ لے جایا گیا۔

ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ **کا ارشاد**: صحیح بخاری میں ماعز کا سنگسار کرنا مصلیٰ یعنی عید گاہ میں تھا اور مسلم اور ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے اس کو بقیع غرقد میں لے جایا گیا۔ ان دونوں روایات میں تضاد معلوم ہوتا ہے مگر مصلیٰ سے مراد نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ ہے اور نماز جنازہ کی جگہ بقیع غرقد میں تھی تو دونوں احادیث متفق ہو گئیں۔

(۲) ترمذی کی روایت میں منقول ہے کہ ماعز کے چوتھی بار اقرار کرنے پر اس کی سنگساری کا حکم ہوا اور اس کو حرہ میں لے جا کر سنگسار کیا گیا اور روایت ابوداؤد میں بھی اسی طرح ہے تو معلوم ہوا کہ حضرت ماعز کو حرہ میں سنگسار کیا گیا اس کی تاویل یہ ہے کہ جب وہ پتھروں کی ضربات کھا کر بھاگا تو اس کا پیچھا کیا گیا یہاں تک کہ اسے حرہ لے جایا گیا یا ممکن ہے کہ مصلیٰ حرہ کی جانب ہو تو کسی راوی نے حرہ کا ذکر کر دیا اور کسی نے مصلیٰ کا ذکر کر دیا۔ اسی طرح دونوں میں تطبیق ہوگئی۔ (مگر یہ تطبیق پوری طرح واضح نہیں ہے۔ مترجم)

۲۸/۳۵۲۰ وَعَنْ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ قَوْمٍ يَظْهَرُ فِيْهِمُ الزِّنَا اِلَّا اُخِذُوْا بِالسَّنَةِ وَمَا مِنْ قَوْمٍ يَظْهَرُ فِيْهِمُ الرُّشَا اِلَّا اُخِذُوْا بِالرُّعْبِ۔ (رواہ احمد)

أخرجه احمد فی المسند ٤ / ٢٠٥۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ جس قوم میں زنا کی کثرت ہو جاتی ہے اس کو قحط اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور جس قوم میں رشوت کی وبا عام ہو جاتی ہے اس پر رعب و خوف مسلط کر دیا جاتا ہے۔ یہ احمد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ رشوت: وہ مال جو کسی کو اس شرط پر دیا جائے کہ وہ اس کے کام میں مدد کرے گا۔ بعض نے اس میں اس قید کا اضافہ کیا ہے کہ اس کام میں اتنی مشقت و محنت نہ ہو جس کی اجرت عام طور پر دیئے گئے مال کی مقدار سے دی جاتی ہو۔ جیسا کہ کسی بادشاہ یا حاکم کے سامنے کوئی بات بطور سفارش کہنا یا اس میں سعی و کوشش کرنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ محنت و مشقت کی مقدار سے زائد مال دینا رشوت شمار نہ ہوگا۔ اسی طرح بلا شرط دیا جانے والا مال بھی رشوت نہ بنے گی۔ بہر کیف اس روایت سے معلوم ہوا کہ رشوت صرف ایک سماجی برائی اور شرعی گناہ ہی نہیں بلکہ ایک اخلاقی ظلم بھی ہے۔ جب حاکم رشوت خور نہ ہو تو ہر کہہ ومہہ پر اپنا حکم جاری کرتا ہے اور اگر رشوت لینے والا ہو تو پھر وہ حکم کو ڈر ڈر کر نافذ کرتا ہے اور یہ عام مشاہدہ ہے کہ جو افسر رشوت نہیں لیتا اس کا رعب ہوتا ہے اس کے ماتحت اور سربراہ بھی اس کی قدر کرتے ہیں اور اس سے مرعوب ہوتے ہیں اور جو افسر رشوت خوری کا عادی ہو اس کا رعب و دبدبہ نہیں ہوتا۔ اس کے ماتحت صرف ظاہر داری کی حد تک اس کی عزت و احترام کرتے ہیں لیکن دل سے اس کو برا جانتے ہیں اور اس سے مرعوب بھی نہیں ہوتے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رشوت لینے سے رعب ختم ہو جاتا ہے۔

۲۹/۳۵۲۱ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَلْعُوْنٌ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ (رواہ رزین وفی روایۃ لہ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ عَلِيًّا اَحْرَقَهُمَا وَاَبُوْبَكْرٍ هَدَمَ عَلَيْهِمَا حَائِطًا۔

رواہ رزین

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص قوم لوط جیسا عمل کرے یعنی لواطت کرے وہ ملعون ہے۔ یہ رزین کی روایت ہے اور اس کی ایک اور روایت میں ہے جس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (لواطت کرنے

والے اور کروانے والے) دونوں کو بطور سزا جلا دیا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں پر دیوار گرا دی (یعنی دیوار گرانے کا حکم دیا)۔

تشریح ۞ جامع صغیر میں امام احمد نے عمدہ سند سے نقل کیا ہے کہ جو شخص اپنے ماں باپ کو برا کہے وہ ملعون ہے اور جو غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرے وہ ملعون ہے' جو زمین کی حدود کو تبدیل کرے وہ ملعون ہے' جو اندھے کو غلط راستہ بتلائے وہ ملعون ہے' جو شخص جانور سے بدفعلی کرے وہ ملعون ہے اور جو قوم لوط جیسا عمل یعنی لواطت کرے وہ ملعون ہے۔ یہ احمد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔ (ع)

لوطی نظر رحمت سے محروم ہے

۳۰/۳۵۲۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِلٰى رَجُلٍ اَتٰى رَجُلًا اَوِامْرَاَةً فِيْ دُبُرِهَا۔ (رواه الترمذی وقال هذا حدیث حسن غریب)

والترمذی فی السنن ۳ / ٤٦٩' الحدیث رقم ۱۱٦٥ وأحمد فی المسند ۲ / ۳٤٤۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر نظر رحمت نہیں کرتا جو کسی مرد و عورت کے ساتھ بدفعلی کرے۔ اس کو ترمذی نے نقل کر کے حسن غریب قرار دیا ہے۔

جانور سے بدفعلی کا مرتکب

۳۱/۳۵۲۳ وَعَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ اَتٰى بَهِيْمَةً فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ (رواه الترمذی وابوداؤد وقال الترمذی عن سفیان الثوری انه قال وهذا اصح من الحدیث الاول) وَهُوَمَنْ اَتٰى بَهِيْمَةً فَاقْتُلُوْهُ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَاَهْلِ الْعِلْمِ.

أخرجه ابوداؤد فی السنن ٤ / ٦١٠' الحدیث رقم: ٤٤٦٥' والترمذی ٤ / ٤٦' الحدیث رقم: ١٤٥٥۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا جو آدمی جانور سے بدفعلی کرے وہ حد کا سزاوار تو نہیں (مگر وہ قابل تعزیر ہے)۔ اس روایت کو ترمذی اور ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔ ترمذی نے سفیان ثوری رحمہ اللہ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ یہ روایت پہلی روایت سے زیادہ صحیح ہے۔ یعنی ابن عباس کی دوسری فصل والی روایت ہے کہ جو جانور سے بدفعلی کر کے اسے قتل کر دو۔ چنانچہ علماء نے اس روایت پر عمل کیا ہے کہ اس پر حد نہیں لگتی البتہ تعزیر کے طور پر کوئی سزا دی جا سکتی ہے۔

تشریح ۞ اَنَّهٗ قَالَ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نہیں بلکہ مرفوع روایت ہے۔ ورنہ سفیان ثوریؒ کے اس قول ہذا اصح کا کوئی مطلب نہ رہے گا۔ واللہ اعلم۔ (ع)

نفاذ حدود میں کسی کا لحاظ نہیں کیا جائے گا

۳۲/۳۵۲۴ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقِيْمُوْا حُدُوْدَ اللّٰهِ فِي الْقَرِيْبِ وَالْبَعِيْدِ وَلَا تَأْخُذُكُمْ فِي اللّٰهِ لَوْمَةُ لَائِمٍ۔ (رواه ابن ماجة)

أخرجه ابن ماجه في السنن ۲ / ۸۴۹، الحديث رقم : ۲۵۴۰، وأحمد في المسند ۵ / ۳۳۰۔

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قریب و بعید تمام پر جاری کرو اور اللہ تعالیٰ کی حدود کے اجراء میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ مت کرو۔ یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ قریب و بعید سے دور و نزدیک کے رشتہ دار مراد ہیں کہ اگر مجرم تمہارے دور کا جاننے والا ہو تو اس پر بھی حد جاری کرو اور نزدیکی رشتہ داری والا ہو تو اس پر بھی حد جاری کرو یا قریب سے مراد کمزور وضعیف ہے کہ اس پر حد کا نفاذ آسان ہوتا ہے اور بعید سے طاقت ور مراد ہے کہ اس تک پہنچنا بعید اور اس پر حد کا اجرا دشوار ہوتا ہے اور یہ مراد منشأ روایت کے قریب تر ہے کیونکہ یہاں یہی ہدایت دینا مقصود ہے کہ حد ہر مجرم پر جاری کرو۔ (ع)

اجراء حدود کی برکات

۳۳/۳۵۲۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِقَامَةُ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ مَّطَرِ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً فِي بِلَادِ اللّٰهِ۔ (رواه ابن ماجة ورواه النسائي عن ابي هريرة)

أخرجه ابن ماجه في السنن ۲ / ۸۴۸، الحديث رقم : ۲۵۳۷

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حدود اللہ میں سے ایک حد کا اجراء اللہ تعالیٰ کے شہروں میں چالیس راتوں کی رحمت والی بارش سے بہتر ہے۔ ابن ماجہ اور نسائی نے اس کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس کی وجہ یہ ہے کہ قیام حدود کا مقصد مخلوق خدا کو معاصی سے منع کرنا اور روکنا ہے اور اس سے آسمان کی برکات اترتی ہیں۔

حدود کو معاف کرنا اور سستی کرنا گویا دوسرے معنوں میں مخلوق کو معاصی کا موقعہ مہیا کرنا ہے اور یہ چیز قحط سالی میں ابتلاء کا باعث ہے اور مخلوقات کو ہلاکت کے گھاٹ پر لا کھڑا کرنا ہے جیسا کہ منقول ہے کہ حباریٰ پرندہ بنی آدم کے گناہوں کی وجہ سے مر جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ گناہ کی نحوست کی وجہ سے بارش نہیں برساتا اور جب بارش نہیں ہوتی تو صرف انسان قحط کا شکار نہیں ہوتے بلکہ اس کی وجہ سے چرند اور پرند بھی قحط کا شکار ہو کر مرنے لگتے ہیں۔ حباریٰ ایک جانور ہے۔ اس کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ دور دراز سے اپنی خوراک تلاش کر کے لاتا ہے۔

بَابُ قَطْعِ السَّرِقَةِ

سرقہ کی حد کا بیان

علامہ طیبی کا قول: قطع السرقۃ میں اضافت حذف مضاف کے ساتھ مفعول کی طرف ہے یعنی امے **قطع اهل السرقة**۔ چور کا ہاتھ کاٹنا۔

سرقۃ: اس میں سین کا زبر اور راء کا کسرہ ہو تو یہ چوری کا معنی رکھتا ہے۔

شرعی معنی: کوئی عاقل و بالغ مسلمان کسی محفوظ مال سے کچھ یا تمام خفیہ طور پر بلا اجازت لے لے جس میں اس کی ملکیت اور شبہ ملکیت نہ ہو۔

محرز کا معنی: محرز سے مراد یہ ہے کہ مال کو ایسی جگہ سے لیا گیا ہو کہ کوئی دوسرا اس کو نہ لے سکتا ہو۔ خواہ وہ مال مکان محفوظ میں ہو یا سونے یا جاگنے والا محافظ وہاں موجود ہو۔

شبہ ملک سے مراد: کہ جس مال کے متعلق ملکیت کا اشتباہ ہو مثلاً ذی رحم کا مال کیونکہ اس کے لینے والے کو چوری کرنے والا نہیں کہا جا سکتا اس پر قطع ید نہ آئے گا۔

نصاب سرقہ: ہاتھ کاٹنے کا حکم کس قدر چوری پر ہے اس میں کسی قدر اختلاف ہے۔

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ سرقہ کی وہ مقدار جس پر ہاتھ کاٹے جائیں گے وہ کم از کم دس درہم (ساڑھے سات ماشہ) چاندی ہے اس سے کم مالیت کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہ دی جائے گی۔

امام شافعیؒ چوتھائی دینار سونا یا تین درہم چاندی یا اس قیمت کی کسی بھی چیز کو نصاب سرقہ قرار دیتے ہیں ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں چوتھائی دینار چرانے والے کو قطع ید کی سزا دی گئی اور اس وقت چوتھائی دینار تین درہم کے برابر تھا اور ایک دینار کی مالیت بارہ درہم کے برابر تھی۔

امام ابو حنیفہؒ کی دلیل آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ **لا قطع الافی دینارٍ او عشرة دراهم**۔ ایک دینار یا دس درہم سے کم کی چوری میں قطع ید لازم نہیں آتا۔

صاحب ہدایہ کا قول یہ ہے کہ اس بارے میں اکثر پر عمل کرنا اقل پر عمل کرنے سے بہتر ہے کیونکہ اصل معاملہ تو ایک انسانی عضو کے کاٹنے کا ہے اور اقل میں عدم جنایت کا شبہ ہو سکتا ہے۔ واضح رہے کہ فقہاء کے اس اختلاف کی بنیاد اس پر ہے کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں ہاتھ کاٹنے کی سزا ایک ڈھال کی چوری پر دی گئی تھی۔ چنانچہ امام شافعیؒ کی طرف سے تو یہ کہا جاتا ہے کہ اس وقت ایک ڈھال کی قیمت تین درہم تھی' جبکہ احناف کی طرف سے شمنی کے بقول اس زمانہ میں اس کی قیمت دس درہم تھی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ابن ابی شیبہ نے یہی نقل کیا ہے۔ نیز کافی حاکم میں بھی یہی منقول ہے کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں جس ڈھال کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا دی گئی تھی اس کی قیمت اس وقت دس درہم کے برابر تھی۔ واللہ اعلم۔

الفصل الاوّل:

ربع دینار سے کم میں ہاتھ نہ کاٹا جائے

۱/۳۵۲۶ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ اِلَّا بِرُبُعِ دِيْنَارٍ فَصَاعِدًا۔

(متفق علیه)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ١٢ / ٩٦' الحديث رقم : ٦٧٨٩' و مسلم فی صحيحه ٣ / ١٣١٢' الحديث رقم : (٢-١٦٨٤) و أبو داود فی السنن ٤ / ٥٤٥' الحديث رقم : ٤٣٨٣' والترمذی فی ٤ / ٤٠' الحديث رقم : ١٤٤٥' والنسائی فی ٨ / ٧٩' الحديث رقم : ٤٩٢٨' وابن ماجه فی ٢ / ٨٦٢' الحديث رقم : ٢٥٨٥' وأحمد فی المسند ٦ / ١٠٤

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چور کا ہاتھ ربع دینار یا اس سے زائد (قیمت) کی چیز چرانے پر کاٹا جائے۔ (بخاری مسلم)

تشریح ❁ اس حدیث پر امام شافعیؒ نے عمل کرتے ہوئے فرمایا کہ چوتھائی دینار سے کم میں ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ ملا علی قاری نے اس مقام پر اقوال علماء کو تفصیل سے تحریر کر کے مذہب احناف کے خوب دلائل ذکر کئے ہیں۔ (المرقات)

ایک ڈھال کے بدلے ہاتھ کاٹا گیا

۲/۳۵۲۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَطَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَ سَارِقٍ وَفِيْ مِجَنٍّ ثَمَنُهٗ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ۔

(متفق علیه)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ١٢ / ٩٧' الحديث رقم : ٧٨٩٧' و مسلم فی ٣ / ١٣١٢' الحديث رقم : (٦ - ١٦٨٦) أخرجه ابوداؤد فی السنن ٤ / ٥٤٧' الحديث رقم : ٤٣٨٥' والترمذی فی ٤ / ٤٠' الحديث رقم : ١٤٤٦' وابن ماجه فی ٢ / ٨٦٢' الحديث رقم : ٢٥٨٤

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کا ہاتھ کاٹا (یعنی دایاں ہاتھ ہاتھ کے جوڑ سے کاٹا) اس وجہ سے کہ اس نے ایک ڈھال چرائی تھی جس کی قیمت تین درہم تھی۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

علامہ شمنی کا قول: یہ روایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت کے خلاف ہے جس میں مذکور ہے کہ سپر کی قیمت دس درہم تھی۔ (ابن ابی شیبہ) ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عمرو بن شعیب سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ علامہ ابن ہمام نے ابن عمرؓ اور علامہ عینی سے حاشیہ ہدایہ میں اسی طرح لکھا ہے۔ اسی وجہ سے احناف دس درہم پر ہاتھ کاٹنے کا قول کرتے ہیں۔

روایت کی تاویل احناف کے ہاں یہ ہے کہ یہ ابن عمرؓ کی رائے اور اجتہاد ہے۔ (اشعۃ اللمعات اور مرقات) کا خلاصہ

ذکر کر دیا۔ طالب تفصیل وہاں ملاحظہ کرلے۔

چور پر خدا کی پھٹکار

۳/۳۵۲۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ فَتُقْطَعُ يَدُهٗ وَيَسْرِقُ الْحَبْلَ فَتُقْطَعُ يَدُهٗ۔ (متفق علیه)

صحيح مسلم' ۱۲ / ۹۷' الحديث رقم : ۶۷۹۹' و مسلم فی ۳ / ۱۳۱٤' الحديث رقم : (۱۶۸۷/۷) والنسائی فی ۸ / ٦٥' الحديث رقم : ٤٨٧٣ وابن ماجه فی ۲ / ۸٦۲' الحديث رقم : ۲۵۸۳' وأحمد فی المسند ۲ / ۲۵۳

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ چور پر لعنت کرے کہ وہ ایک انڈا چراتا ہے پس اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور وہ رسّی چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول: اس سے معلوم ہوا کہ گناہ گاروں پر بلا تعیین لعنت جائز ہے اور قرآن مجید کی لعنت ﴿اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ تعیین کر کے کسی شخص کو لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔

یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ چوتھائی دینار سے کم قیمت کی چیز پر یا تین درہم سے کم پر بھی ہاتھ کاٹے جا سکتے ہیں۔ تمام ائمہ کو اس سلسلہ میں مشکل پیش آئی چنانچہ انہوں نے اس کی تاویل کرتے ہوئے فرمایا: (۱) بیضہ سے مراد خود ہے جس کو بیضہ آہنی کہتے ہیں۔ یہ جنگوں میں سر پر پہنتے ہیں اور اسی طرح رسی سے مراد کشتی کی رسّی ہوتی ہے جو کہ خاص قیمت رکھتی ہے۔ (۲) یہ انڈے رسی کے بدلے ہاتھ کاٹنا شروع اسلام میں مشروع تھا پھر منسوخ ہوا۔ (۳) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ چھوٹی چیز چراتے چراتے بڑی چیز چرانے لگتا ہے اور ہاتھ کٹنے تک پہنچ جاتا ہے۔ (۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امراء و سلاطین کی عادات کی طرف اشارہ کیا کہ وہ بطریق سیاست اس طرح کیا کرتے تھے نہ کہ بطریق حد شرع۔ واللہ اعلم۔ (ح ع)

الفصل الثانی:

۴/۳۵۲۹ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا قَطْعَ فِيْ ثَمَرٍ وَلَا كَثَرٍ۔

(رواه مالك والترمذی وابوداوٗد والنسائی والدارمی وابن ماجة)

أخرجه ابوداوٗد فی السنن ٤ / ٥٤٩' الحديث رقم : ٣٤٨٨' والترمذی فی ٤ / ٤٢' الحديث رقم : ١٤٤٩' والنسائی فی ٨ / ٨٧' الحديث رقم : ٤٩٦٠' وابن ماجه فی ٢ / ٨٦٥' الحديث رقم : ٣٢ من كتاب الحدود وأحمد فی المسند ٢ / ٤٦٣۔

ترجمہ: حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درخت پر لگے ہوئے میوے کے چرانے اور سفید کھجور کے گابھے چرانے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ یہ روایت مالک' ترمذی' ابوداؤد' نسائی' دارمی اور ابن ماجہ نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ اس روایت پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا عمل ہے وہ تروتازہ میوہ چرانے پر ہاتھ کاٹنے کے قائل نہیں خواہ وہ محفوظ جگہ میں ہو یا غیر محفوظ جگہ ہو۔ اسی طرح درخت پر لٹکے خشک میوہ اور فصل جو کھیت میں کھڑی ہو' کاٹ کر کھلیان میں محفوظ نہ کی گئی ہو اس کے چرانے پر ہاتھ کاٹنے کے قائل نہیں۔

اسی طرح وہ متغیر ہونے والی چیزیں گوشت' دودھ وغیرہ پر ہاتھ نہ کاٹنے کے قائل ہیں۔

امام مالکؒ وشافعیؒ نے ان پر ہاتھ کاٹنے کو واجب کیا ہے بشرطیکہ وہ محفوظ مقام پر ہوں۔

امام ابوحنیفہؒ کے ہاں جو چیزیں مباح ہوں اور دارالاسلام میں ان کو ہر ایک استعمال کر سکتا ہو مثلاً لکڑی' گھاس' مچھلی' نرسل اور شکار کا پرندہ' ہڑتال' چونا وغیرہ کی چوری پر چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔

۵/۳۵۳۰ وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنِ الثَّمَرِ الْمُعَلَّقِ قَالَ مَنْ سَرَقَ مِنْهُ شَيْئًا اَنْ يُّؤْوِيَهُ الْجَرِيْنُ فَبَلَغَ ثَمَنَ الْمِجَنِّ فَعَلَيْهِ الْقَطْعُ ۔ (رواہ ابوداوٗد والنسائی)

أخرجه ابوداوٗد فی السنن ۲ / ۳۳۵' الحديث رقم : ۱۱۷۱۰' الترمذی فی ۳ / ۵۸٤' الحديف رقم : ۱۲۸۹' والنسائی فی ۸ / ۸٤' الحديث رقم : ٤۹۵۷' أخرجه احمد فی المسند ۲ / ۲۰۷۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے نقل کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس میوے کے بارے میں پوچھا گیا جو درخت پر لٹکا ہوا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس میں سے اتنی مقدار چرائے جو ایک ڈھال کی قیمت کو پہنچ جائے بعد اس کے کہ اس کو محفوظ کر لیا گیا ہو تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ ابوداؤد اور نسائی نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ مطلب یہ ہے کہ درخت پر لٹکے ہوئے میوے کو محفوظ نہ ہونے کی وجہ سے چرانے پر ہاتھ کاٹے نہیں جا سکتے جب اس کو درخت سے الگ کر کے ڈھیر میں خشک کرنے کے لئے ڈال دیا تو اب وہ محفوظ ہو گیا اس لئے اس کو چرانے میں ہاتھ کاٹا جائے گا یہ جمہور کی دلیل ہے۔

البتہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک میوے کو خشک ہونے سے پہلے اگر چرایا تب بھی ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے' خواہ اس کو محفوظ کر لیا ہو یا نہ کیا گیا ہو۔

اَنْ يُّؤْوِيَهُ الْجَرِيْنُ یعنی خشک ہونے کے بعد اس کا ڈھیر لگا دیا جائے جیسا کہ اہل عرب کی عام عادت تھی جیسا کہ اوپر کی روایت میں گزرا۔ اس لئے یہ روایت احناف کے خلاف نہیں ہے۔

نیز اس حدیث مطلق کی معارض ہے۔ لا قطع فی ثمر اور دوسری روایت میں ہے: لا قطع فی طعام یعنی طعام جو گندم وغیرہ سے حاصل ہو اس میں ہاتھ کاٹے نہ جائیں گے اور حدود کے بارے میں شریعت کا مشاہدہ یہ ہے کہ ان میں حتی الامکان احتیاط کی جائے اور جہاں شبہ بھی ہو وہاں حد جاری نہ کی جائے اس لئے شریعت کے اس منشأ کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم ان مطلق احادیث کو ترجیح دیں گے اور شکر چینی وغیرہ میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اس میں سب کا اتفاق ہے۔

اس موقع پر ملا علی قاریؒ نے مرقات میں طویل بحث کی ہے۔ من شاء فلیراجع الیہ۔ (ح ع)

۶/۳۵۳۱ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ حُسَیْنِ الْمَکِّیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا قَطْعَ فِیْ ثَمَرٍ مُعَلَّقٍ وَلَا فِیْ حَرِیْسَةِ جَبَلٍ فَاِذَا اٰوَاهُ الْمُرَاحُ وَالْجَرِیْنُ فَالْقَطْعُ فِیْمَا بَلَغَ ثَمَنَ الْمِجَنِّ۔ (رواہ مالك)

أخرجه مالك فی الموطأ ۲ / ۸۳۱‘ الحدیث رقم : ۲۲ من کتاب الحدود

ترجمہ: عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین مکی سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درخت پر لگے ہوئے میوے میں ہاتھ نہ کاٹا جائے اور نہ پہاڑوں پر چرنے والے جانوروں میں البتہ جس وقت جانوروں کو کسی بند جگہ میں ٹھکانا دے اور پھل وغیرہ کا ڈھیر لگا دیا جائے تو ہاتھ کاٹا جائے گا بشرطیکہ ڈھال کی قیمت کو پہنچ جائے۔ یہ امام مالکؒ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ علامہ طیبی کہتے ہیں کہ حریسہ یہ محروسہ کے معنی میں ہے۔ محروسہ ان جانوروں کو کہتے ہیں جو پہاڑوں پر چریں اور ان کی کوئی آدمی بھی حفاظت نہ کرے اور نہ ہی وہ کسی کی ملکیت ہوتے ہیں‘ ان کے چرانے میں اس لئے ہاتھ کاٹنا لازم نہیں کہ وہ محفوظ نہیں اور نہ ہی کسی کے مملوک ہیں‘ لیکن اگر کوئی ان جانوروں کو پکڑ کر اپنے ہاں باندھ لے تو اس صورت میں ان کو چرانے میں قطع ید ہے۔ (ح)

۷/۳۵۳۲ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ عَلَی الْمُنْتَهِبِ قَطْعٌ وَمَنِ انْتَهَبَ نُهْبَةً مَشْهُوْرَةً فَلَیْسَ مِنَّا۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ٤ / ٥٥١‘ الحدیث رقم : ٤٣٩١‘ وأحمد فی المسند ۳ / ۳۸۰

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوٹنے والے کی سزا ہاتھ کاٹنا نہیں اور جو آدمی لوگوں کے سامنے لوٹے وہ ہم میں سے نہیں یعنی ہمارے طریقے پر نہیں۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ لوٹنے والا وہ شخص ہے جو لوگوں کے سامنے زبردستی کسی کا مال لے اگرچہ یہ چوری سے بھی بدترین حرکت ہے لیکن اس پر ہاتھ کاٹنا اس لئے لازم نہیں آتا کہ وہ چوری کی تعریف میں نہیں آتا کیونکہ چور تو مال کو خفیہ طور پر لیتا ہے۔ (ع)

۸/۳۵۳۳ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ عَلٰی خَائِنٍ وَلَا مُنْتَهِبٍ وَلَا مُخْتَلِسٍ قَطْعٌ (رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجة والدارمی وروی فی شرح السنة) اَنَّ صَفْوَانَ بْنَ اُمَیَّةَ قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ فَنَامَ فِی الْمَسْجِدِ وَتَوَسَّدَ رِدَاءَهٗ فَجَاءَ سَارِقٌ وَاَخَذَ رِدَاءَهٗ فَاَخَذَهٗ صَفْوَانُ فَجَاءَ بِهٖ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ اَنْ تُقْطَعَ یَدُهٗ فَقَالَ صَفْوَانُ اِنِّیْ لَمْ اُرِدْ هٰذَا هُوَ عَلَیْهِ صَدَقَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَهَلَّا قَبْلَ اَنْ تَاْتِیَنِیْ بِهٖ وروی نحوہ ابن ماجة عن عبد اللہ بن صفوان عن ابیه والدارمی وعن ابن عباس۔

أخرجه ابو داوٗد فی السنن ٤ / ٥٥١' الحدیث رقم : ٤٣٩٣' والترمذی فی ٤ / ٤٢' الحدیث رقم : ١٤٤٨' والنسائی فی ٨ / ٨٨' الحدیث رقم : ٤٩٧٢' وابن ماجه فی السنن ٢ / ٨٦٤' الحدیث رقم : ٢٥٩١' والدارمی فی ٢ / ٢٢٩' الحدیث رقم ٢٣١٠' أخرجه احمد فی المسند ٣ / ٣٨

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا خائن' لوٹنے والا اور جیب تراش ان کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔ اس روایت کو ترمذی' نسائی' ابن ماجہ اور دارمی نے نقل کیا ہے۔ صاحب مصابیح نے شرح السنۃ سے نقل کیا کہ صفوان بن امیہ مدینہ میں آئے اور اپنی چادر سر کے نیچے رکھ کر مسجد میں سو گئے چور آیا ان کی چادر لے کر چلتا بنا۔ صفوان نے چور کو پکڑ لیا۔ صفوان اس کو پکڑ کر حضور ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ آپ ﷺ نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا (کیونکہ اس نے چوری کا اقرار بھی کر لیا یا گواہی سے چوری ثابت ہو گئی)۔ صفوان کہنے لگے (یا رسول اللہ ﷺ!) میرا اس کو لانے کا یہ مقصد نہیں تھا کہ آپ ﷺ اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیں' یہ چادر میں نے اس کے اوپر صدقہ کر دی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس لانے سے پہلے تو نے اس پر صدقہ کیوں نہ کی (شرح السنۃ) اور ابن ماجہ نے عبداللہ بن صفوان سے اور دارمی نے ابن عباسؓ سے اسی طرح نقل کی۔

تشریح ۞ خائن وہ شخص ہے کہ جس کو کوئی چیز عاریت یا امانت کے طور پر دے دی جائے اور اس پر وہ قابض ہو جائے اور دعویٰ یہ کرے کہ وہ ضائع ہو گئی یا سرے سے اس چیز کے دیئے جانے کا انکار کر دے۔ اس کا ہاتھ اس لئے نہیں کاٹا جاتا کہ یہ چیز کامل طور پر محفوظ نہیں اس کی مکمل تفصیل ہدایہ میں دیکھی جا سکتی ہے اور لٹیرے اور جیب تراش کا ہاتھ اس لئے نہیں کاٹا جاتا کہ وہ دوسرے کا مال خفیہ طور پر نہیں لیتے۔ چنانچہ اس کی وضاحت کی جا چکی ہے۔ علامہ ابن ہمامؒ لکھتے ہیں کہ چاروں ائمہ کا مسلک یہی ہے۔

تحت الراس یعنی سر کے نیچے چادر رکھی' صاحب ہدایہؒ لکھتے ہیں کہ سر کے نیچے رکھنا یہ حرز میں شامل ہے اس لئے قطع کا حکم دیا گیا۔

فھلا یعنی یہاں پر لانے سے پہلے تو نے اسے کیوں نہ معاف کر دیا اب میرے پاس لے آیا میں نے کاٹنے کا حکم دے دیا اب تو معاف کر رہا ہے اب تو اس کا ہاتھ کاٹنا واجب ہو چکا کیونکہ یہ تیرا حق نہیں رہا یہ اللہ کا حق بن گیا جو تیری معافی سے معاف نہ ہو گا۔

اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ حاکم کے پاس معاملہ پہنچانے سے پہلے معاف کر دینا جائز ہے۔ طیبی اور ابن ملک نے یہی کہا ہے مگر علامہ ابن ہمامؒ کہتے ہیں جب کسی شخص پر ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا جائے پھر وہ چور کو وہ چیز ہبہ کر دے اور اس کے حوالے کر دے یا اس کے ہاتھ پر بیچ ڈالے تو اس صورت میں بھی قطع ید نہیں ہے۔ مگر امام زفر و شافعی و احمد رحمہم اللہ نے کہا کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت بھی اس کی تاکید کرتی ہے اور حدیث صفوان بھی اس کے موافق نظر آ رہی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے اس مذکورہ روایت میں تو اسی طرح ہے جبکہ حاکم کی روایت میں مزید کچھ اضافہ ہے پس اس اضافے کی وجہ سے یہ روایت مضطرب ہے جو کہ ضعف روایت کو لازم کرنے والا ہے۔ (ع)

۹/۳۵۳۴ وَعَنْ بُسْرِ بْنِ اَرْطَاةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُقْطَعُ الْاَيْدِيْ فِي الْغَزْوِ۔ (رواه الترمذی والدارمی وابوداوٗد والنسائی الا انهما قالا فی السفر بدل الغزو)

أخرجه ابوداؤد في السنن ٤ / ٥٦٣، الحديث رقم : ٤٤٠٨، والترمذي في ٤ / ٤٣، الحديث رقم : ١٤٥٠،
والنسائي في ٨ / ٩١، الحديث رقم : ٤٩٧٩، ولدارمي في ٢ / ٣٠٣، الحديث رقم : ٢٤٩٢

ترجمہ: بسر بن ارطات کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ غزوہ میں ہاتھ نہ کاٹے جائیں گے۔ ترمذی، دارمی اور ابوداؤد و نسائی میں اسی طرح مذکور ہے مگر نسائی اور ابوداؤد میں اس طرح نقل کیا کہ سفر میں ہاتھ نہ کاٹے جائیں گے۔

تشریح ❀ **فِي الْغَزْوِ** (فائدہ) امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جہاد میں چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے جبکہ لشکر دار الحرب میں ہو اور خلیفہ بھی وہاں موجود نہ ہو اسی طرح اور حدود بھی سفر میں قائم نہ کی جائیں۔ اس پر بعض فقہاء نے عمل کرتے ہوئے فرمایا کہ اس میں فتنہ کے اندر پڑ جانے کا خدشہ ہے اور یہ بھی خطرہ ہے کہ مجاہدین میں سستی اور تفرقہ پڑ جائے گا۔ طیبی کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہی ہے، بعض نے کہا غزوہ میں ہاتھ نہ کاٹنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر مال غنائم کی تقسیم سے پہلے پہلے ہو تو ہاتھ نہ کاٹا جائے گا کیونکہ اس کا حق ہونے کی وجہ سے اشتباہ ہو گیا۔ علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ روایت میں مطلقاً سفر کا جو ذکر ہے تو دوسری روایت کی وجہ سے اس کو مقید پر محمول کیا جائے گا یعنی سفر سے سفرِ جہاد مراد ہو گا۔ (ح)

چور کا اوّل دایاں ہاتھ کاٹا جائے

۱۰/۳۵۳۵ وَعَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِی السَّارِقِ اِنْ سَرَقَ فَاقْطَعُوْا یَدَهٗ ثُمَّ اِنْ سَرَقَ فَاقْطَعُوْا رِجْلَهٗ ثُمَّ اِنْ سَرَقَ فَاقْطَعُوْا یَدَهٗ ثُمَّ اِنْ سَرَقَ فَاقْطَعُوْا رِجْلَهٗ

(رواه في شرح السنة)

البيهقي السنن، كتاب الحدود، الديات، ح ٢٩٢۔

ترجمہ: حضرت ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کے متعلق فرمایا اگر وہ چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دو (یعنی دایاں ہاتھ)۔ اگر پھر چوری کرے تو بایاں پاؤں کاٹو، اگر پھر چوری کرے تو پھر اس کا بایاں ہاتھ کاٹو اور اس کے بعد چوری کرے تو اس کا (دایاں) پاؤں کاٹو۔ یہ روایت شرح السنۃ سے صاحب مصابیح نے نقل کی ہے۔

تشریح ❀ پہلی مرتبہ چوری پر دایاں ہاتھ اور دوسری مرتبہ چوری پر بایاں پاؤں کاٹنا یہ سب کے ہاں بالاتفاق ہے۔ مگر تیسری مرتبہ چوری پر بایاں ہاتھ کاٹنے اور چوتھی مرتبہ چوری پر دایاں پاؤں کاٹنے کے متعلق اختلاف ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ **کا قول**: اس روایت کے مطابق ہے کہ تیسری اور چوتھی مرتبہ چوری پر دایاں پاؤں اور بایاں ہاتھ کاٹا جائے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ **کا قول**: تیسری مرتبہ چوری پر ہاتھ نہ کاٹا جائے گا بلکہ اسے قید میں ڈال دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ اسی میں مرجائے یا توبہ کر لے۔ ہماری دلیل اس پر اجماع صحابہ کرام ہے اور یہ روایت تہدید اور سیاست پر محمول ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ **کا قول**: اس اثر کی کوئی اصل نہیں ملی اور بہت سے حفاظ حدیث سے دریافت پر اس کا سراغ نہ ملا۔ (ہدایہ، عینی)

ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ **کا قول**: پاؤں ٹخنے سے کاٹا جائے اکثر اہل علم کا قول یہی ہے۔

چار مرتبہ چوری کرنے والے کی سزا

۳۵۳۶/۱۱ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ جِیْءَ بِسَارِقٍ إِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اقْطَعُوْہُ فَقُطِعَ ثُمَّ جِیْءَ بِهِ الثَّانِیَةَ فَقَالَ اقْطَعُوْہُ ثُمَّ جِیْءَ بِهِ الثَّالِثَةَ فَقَالَ اقْطَعُوْہُ فَقُطِعَ ثُمَّ جِیْءَ بِهِ الرَّابِعَةَ فَقَالَ اقْطَعُوْہُ فَقُطِعَ فَأُتِیَ بِهِ الْخَامِسَةَ فَقَالَ اقْتُلُوْہُ فَانْطَلَقْنَا بِهِ فَقَتَلْنَاہُ ثُمَّ اجْتَرَرْنَاہُ فَأَلْقَیْنَاہُ فِیْ بِئْرٍ وَرَمَیْنَا عَلَیْهِ الْحِجَارَةَ (رواہ ابوداؤد والنسائی وروی فی شرح السنة) فِی قَطْعِ السَّارِقِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اقْطَعُوْہُ ثُمَّ احْسِمُوْہُ۔

أخرجه ابوداوٗد فی السنن ٤ / ٥٦٥، الحدیث رقم: ٤٤١٠۔سنن أبی داود، کتاب الحدود، باب فی السارق یسرق مراراً، ح ٤٤١٠۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چور لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا دایاں ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ اس کو پھر دوبارہ لایا گیا۔ چنانچہ اس کا بایاں پاؤں کاٹ دیا گیا۔ پھر تیسری مرتبہ اسے لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بایاں ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ اس کا بایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ پھر چوتھی مرتبہ اس کو لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا دایاں پاؤں کاٹ دو۔ چنانچہ اس کا دایاں پاؤں کاٹ دیا گیا۔ پھر جب وہ پانچویں مرتبہ لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کو مار ڈالو۔ چنانچہ ہم اس کو پکڑ کر لے گئے اور مار ڈالا۔ پھر ہم اس کی لاش کو کھینچ کر لائے اور کنوئیں میں ڈال کر اوپر سے پتھر پھینک دیئے۔ یہ ابوداؤد نسائی کی روایت ہے اور بغوی نے شرح السنۃ میں یہ اضافہ نقل کیا کہ اس کا ہاتھ کاٹ دو اور پھر تیل میں اگلے حصہ کو تل دو۔

تشریح ❁ تل دو تا کہ خون بند ہو جائے۔

خطابی کا قول: کسی بھی فقیہ کے ہاں چور کو مار ڈالنا جائز نہیں خواہ وہ کتنی مرتبہ چوری کرے۔ یہ روایت **لا یحل دم امرءٍ مسلم الا باحدی ثلاث** سے منسوخ ہے۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ اس چور کو مار ڈالنے کا حکم انتظامی اور سیاسی مصالح کے پیش نظر تھا۔ چنانچہ امام وقت کو یہ حق ہے کہ وہ مفسدہ پردازوں، چوروں کو تعزیر میں اپنی رائے اور اجتہاد پر عمل کرے اور جس طرح چاہے ان کو سزا دے۔ بعض نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مرتد خیال فرمایا اس وجہ سے اُس کا خون مباح کیا اور اس کے قتل کا حکم فرمایا۔

بعض نے کہا کہ اس روایت کو اس پر محمول کرنا بہتر ہے کہ وہ چوری کو حلال جانتا تھا یہ تاویلات ضروری ہیں کیونکہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو اس کو گھسیٹ کر کنوئیں میں نہ ڈالا جاتا اور اس پر پتھر نہ پھینکے جاتے کیونکہ یہ مسلمان کے لئے کسی حالت میں مباح نہیں۔ واللہ اعلم۔

چور کا ہاتھ کاٹ کر گردن میں لٹکا دو

۱۲/۳۵۳۷ وَعَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَارِقٍ فَقُطِعَتْ يَدُهُ ثُمَّ اَمَرَبِهَا فَعُلِّقَتْ فِیْ عُنُقِهٖ۔ (رواه الترمذی وابوداوٗد والنسائی وابن ماجة)

أخرجه ابوداوٗد فی السنن ٤ / ٥٦٧، الحديث رقم : ٤٤١١، والترمذی فی ٤ / ٤١، الحديث رقم : ١٤٤٧، والنسائی فی ٨ / ٩٢، الحديث رقم : ٤٩٨٢، وابن ماجه فی ٢ / ٨٦٣، الحديث رقم : ٢٥٨٧، وأحمد فی المسند ٦ / ١٩٠

ترجمہ: حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چور لایا گیا۔ چنانچہ آپ ﷺ کے حکم سے اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا۔ پھر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کا کٹا ہوا ہاتھ اس کی گردن میں لٹکا دیا جائے (تا کہ اس سے دوسروں کو عبرت ہو)۔ پس اس کا ہاتھ اس کی گردن میں لٹکا دیا گیا۔ یہ ترمذی ابوداؤد نسائی ابن ماجہ کی روایت ہے۔

ابن ہمام کا قول: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ چور کا ہاتھ اس کے گلے میں لٹکانا سنت ہے۔ یہی امام احمدؒ کا قول ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ چیز حاکم کی مرضی پر موقوف ہے اگر وہ مناسب سمجھے تو اس کا ہاتھ اس کے گلے میں لٹکائے' یہ سنت نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے چور کا کٹا ہوا ہاتھ اس کے گلے میں لٹکایا ہو۔

عیب دار غلام بیچ ڈالو

۱۳/۳۵۳۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا سَرَقَ الْمَمْلُوْكُ فَبِعْهُ وَلَوْ بِنَشٍّ۔

(رواه ابوداوٗد والنسائی وابن ماجة)

سنن أبی داود، كتاب الحدود، باب بيع المملوك اذا سرق، ح ٤٤١٢۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر غلام چوری کرے تو اسے فروخت کر دو اگر چہ نصف اوقیہ چاندی کے بدلے میں کیوں نہ ہو۔ یہ ابوداؤد نسائی ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ بِنَشٍّ نصف اوقیہ چاندی یعنی بیس درہم کو کہا جاتا ہے۔ مقصد یہ ہے چوری کرنے والے غلام کو فروخت کر دو خواہ کتنی ہی کم قیمت کے بدلہ میں کیوں نہ ہو کیونکہ چوری کا ارتکاب کر کے وہ عیب دار ہو گیا اس کو اپنے پاس رکھنا مناسب نہیں۔

ائمہ ثلاثہ اور اکثر اہل علم کہتے ہیں کہ اگر غلام چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے خواہ وہ بھگوڑا ہو یا نہ ہو۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ **کا قول:** یہ ہے کہ اگر میاں بیوی میں سے کوئی مال چرائے یا غلام اپنے مالک یا مالک کی بیوی یا مالکہ کے خاوند کے مال کی چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا کیونکہ میاں بیوی کو عموماً ایک دوسرے کے مال پر اور غلام کو اپنے آقا اور آقا کے گھر والوں کے مال پر ان کی اجازت سے دسترس حاصل ہوتی ہے اس صورت میں حفاظت کی شرط پوری نہ ہونے کی وجہ

سے حد نہ آئے گی۔ (ع)

الفصل الثالث:

۱۴/۳۵۳۹ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِسَارِقٍ فَقَطَعَہٗ فَقَالُوْا مَا کُنَّا نَرَاكَ تَبْلُغُ بِہٖ ھٰذَا قَالَ لَوْکَانَتْ فَاطِمَۃُ لَقَطَعْتُھَا۔ (رواہ النسائی)

اخرجه النسائی فی السنن ۸ / ۷۲' الحدیث رقم : ٤٨٩٦' حج ٦ / ٤١

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چور لایا گیا اور آپ ﷺ نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ ہمیں یہ خیال نہ تھا کہ آپ ﷺ اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمائیں گے۔ (بلکہ ہمارا گمان تھا کہ آپ ﷺ اسے معاف فرما دیں گے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر فاطمہ بنت محمد بھی ہوتی تو میں اس کا ہاتھ کٹوا دیتا۔ (ع) یہ روایت نسائی کی روایت ہے۔

غلام کا مالک کے مال میں قطع ید نہیں

۱۵/۳۵۴۰ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی عُمَرَ بِغُلَامٍ لَّہٗ فَقَالَ اقْطَعْ یَدَہٗ فَاِنَّہٗ سَرَقَ مِرْآۃً لِامْرَاَتِیْ فَقَالَ عُمَرُ لَا قَطْعَ عَلَیْہِ وَھُوَ خَادِمُکُمْ اَخَذَ مَتَاعَکُمْ۔ (رواہ مالك)

أخرجه مالك فی الموطأ ۲ / ۸۳۹' الحدیث رقم : ۳۳ من کتاب الحدود

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اپنا غلام لے کر آیا اور کہنے لگا کہ اس کے ہاتھ کاٹ دیں کیونکہ اس نے میری بیوی کا آئینہ چرایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ ہاتھ کٹوانے کا حقدار نہیں ہے کیونکہ یہ تمہارا خدمتگار ہے اور تمہاری ہی چیز اس نے لی ہے۔ یہ مالک کی روایت ہے۔

تشریح ۞ گویا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے فیصلہ کے ذریعہ اس پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نافذ نہ کرنے کی علت کی طرف اشارہ فرمایا اور وہ اجازت کا پایا جانا ہے کہ بحیثیت خادم جب اسے تمہارے مال واسباب کی دیکھ بھال کی اجازت ہے تو تمہارے گھر کا مال اس کے حق میں محرز نہ رہا اور یہی مذہب امام احمد اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کا ہے۔ دیگر اہل علم کا اس میں اختلاف ہے۔

قبر کی جگہ بڑی قیمت میں فروخت ہوگی

۱۶/۳۵۴۱ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا ذَرٍّ قُلْتُ لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَسَعْدَیْكَ قَالَ کَیْفَ اَنْتَ اِذَا اَصَابَ النَّاسَ مَوْتٌ یَکُوْنُ الْبَیْتُ فِیْہِ بِالْوَصِیْفِ یَعْنِی الْقَبْرَ قُلْتُ اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ عَلَیْكَ بِالصَّبْرِ قَالَ حَمَّادُ بْنُ اَبِیْ سُلَیْمَانَ تُقْطَعُ یَدُ النَّبَّاشِ لِاَنَّہٗ دَخَلَ عَلَی الْمَیِّتِ بَیْتَہٗ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابو داوٗد فی السنن ٤ / ٥٦٤ الحدیث رقم : ٤٤٠٩

ترجمہ : حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں اور فرمانبردار ہوں ارشاد فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم اس وقت کیا کرو گے جب لوگوں کو وبا اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔ (کیا تم اس وقت موت سے بھاگ کھڑے ہو گے یا صبر و استقامت کی راہ اختیار کرو گے) اور ہر گھر یعنی قبر کی جگہ ایک غلام کی قیمت کے برابر ہوگی (یعنی وبا کی وجہ سے اموات اس قدر کثرت سے ہوں گی کہ ایک قبر کی جگہ غلام کی قیمت کے برابر خریدی جائے گی)۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں (یعنی مجھے معلوم نہیں کہ میرا اس وقت کیا حال ہوگا۔ آیا صبر کروں گا یا بھاگ جاؤں گا)۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم پر صبر لازم ہے۔ حماد بن ابی سلیمان نے کہا کہ کفن چور کا ہاتھ کاٹا جائے اس لئے کہ وہ میت کے گھر میں داخل ہوا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ آپ ﷺ نے قبر کو بیت کہا پس قبر محفوظ جگہ ہوئی جیسا کہ گھر ہوتا ہے اگر کوئی شخص گھر سے کوئی چیز چرائے تو ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ پس اس طرح قبر سے کفن چرانے والے کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

حماد کے قول کا جواب: حماد کا یہ استدلال کمزور ہے۔ بیت کے اطلاق سے حرز کا لزوم کہاں ثابت ہوا۔ چنانچہ اگر کسی ایسے گھر سے چرایا جائے کہ جس کا دروازہ بند نہ ہو یا جس میں نگہبان موجود نہ ہو تو متفقہ طور پر تمام علماء کا فیصلہ یہ ہے کہ اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔

ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کا قول: کفن چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔ یہ امام ابوحنیفہ و محمد رحمہما اللہ کا قول ہے۔ امام ابویوسفؒ اور ائمہ ثلاثہ کے ہاں اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

بَابُ الشَّفَاعَةِ فِی الْحُدُوْدِ

حدود میں سفارش کا بیان

سفارش کا مطلب درگزر کی اپیل یعنی امام سے حد کو ساقط کرنے کی سفارش کرنا

الفصل الاوّل:

۱/۳۵۴۲ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ قُرَیْشًا اَهَمَّهُمْ شَاْنُ الْمَرْاَةِ الْمَخْزُوْمِیَّةِ الَّتِیْ سَرَقَتْ فَقَالُوْا وَمَنْ تکَلَّمَ فِیْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا وَمَنْ یَجْتَرِئُ عَلَیْهِ اِلَّا اُسَامَةُ بْنُ زَیْدٍ حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَکَلَّمَهٗ اُسَامَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَتَشْفَعُ فِیْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا اَهْلَكَ الَّذِیْنَ قَبْلَکُمْ اَنَّهُمْ کَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِیْهِمُ الشَّرِیْفُ

تَرَکُوْهُ وَاِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ اَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَاَيْمُ اللّٰهِ لَوْاَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا (متفق عليه وفي رواية لمسلم) قَالَتْ كَانَتِ امْرَأَةٌ مَخْزُوْمِيَّةٌ تَسْتَعِيْرُ الْمَتَاعَ وَتَجْحَدُهُ فَاَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَطْعِ يَدِهَا فَاَتٰى اَهْلُهَا اُسَامَةَ فَكَلَّمُوْهُ فَكَلَّمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا ثُمَّ ذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِنَحْوِ مَا تَقَدَّمَ۔

أخرجه ابوداوٗد في السنن ٦ / الحديث رقم: ٣٤٧٥، و مسلم في ٣ / ١٣١٥، الحديث رقم: (٨-١٦٨٨) والترمذي في ٤ / ٢٩، الحديث رقم: ١٤٣٠، والنسائي في ٨ / ٧٣، الحديث رقم: ٤٨٩٩، وابن ماجه في ٢ / ٨٥١، الحديث رقم: ٤٥٤٧، والدارمي في ٢ / ٢٢٧، الحديث رقم: ٢٣٠٢

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ قریشی صحابہ کرام ایک مخزومی عورت کے بارے میں بڑے فکر مند تھے۔ جس نے چوری کی تھی (اور وہ لوگوں سے عاریۃً سامان لے کر مکر جاتی تھی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تھا۔ ان قریشی صحابہ نے باہمی مشورہ کیا کہ اس عورت کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کون گفتگو کر سکتا ہے۔ پھر طے یہ ہوا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بہت محبوب ہیں (ان سے سفارش کرائی جائے) چنانچہ انہوں نے اسامہ سے گفتگو کی اور اسامہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اسامہ! کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک حد کے متعلق سفارش کرتے ہو۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا (یعنی خطبہ کے دوران حمد و ثناء کے بعد فرمایا) کہ تم سے پہلے جو لوگ گزرے ان کو اسی چیز نے ہلاک کیا کہ ان میں سے کوئی شریف یعنی دنیاوی وقار والا شخص چوری کرتا تو وہ اسے سزا دیئے بغیر چھوڑ دیتے اور اگر ان میں سے کوئی غریب اور کمزور آدمی (دنیاوی لحاظ سے) چوری کرتا تو اسے سزا دیتے تھے۔ اللہ کی قسم! اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالتا۔ یہ بخاری، مسلم کی روایت ہے۔ مسلم کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک مخزومیہ عورت کی یہ عادت بنی ہوئی تھی کہ اگر وہ لوگوں سے کوئی چیز عاریۃً لیتی تو اس سے انکار کر دیتی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ اس عورت کے گھر والے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے اس بارے میں گفتگو کی کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کے حق میں سفارش کریں۔ پھر اسامہ رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ اس کے بعد حدیث کے الفاظ سابقہ روایت کی طرح ہیں۔

تشریح ۞ **اَلْمَخْزُوْمِيَّةِ** قریش کے ایک قبیلہ کا نام مخزوم ہے۔ اس عورت کا نام فاطمہ بنت اسود بن عبدالاسد مخزومی تھا وہ حضرت ابوسلمہ کے بھائی کی بیٹی تھی۔

صحیحین کی روایت سے معلوم ہو رہا ہے کہ اس عورت کو قطع ید کی سزا چوری کی وجہ سے دی گئی تھی جبکہ مسلم کی دوسری روایت سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ سزا اس وجہ سے تھی کہ وہ لوگوں سے سامان عاریۃً لے کر مکر جاتی تھی لیکن مسلم کی یہ روایت واقعہ کے بھی خلاف ہے اور شرعی مسئلہ کے بھی خلاف ہے۔ اس لئے یہ کہا جائے گا کہ اس روایت میں تجحدہ کے بعد فسرقت کا لفظ مقدر ہے اور اس کے سامان لے کر مکر جانے کا ذکر صرف حقیقت حال کے بیان کے لئے ہے نہ کہ قطع ید کی علت بیان کرنے

کے لئے ہے۔

جمہور کہتے ہیں کہ جو شخص عاریت کوئی چیز لے کر مکر جائے تو اس پر قطع ید نہیں ہے۔ امام احمد' اسحاق رحمہما اللہ نے کہا کہ اس کے ہاتھ کاٹنے لازم ہیں۔

(۲) اس پر اجماع ہے حد میں سفارش کرنا اور سفارش کرانا حرام ہے جبکہ وہ معاملہ امام کے ہاں پہنچ جائے۔ اس سے پہلے سفارش اکثر علماء کے ہاں درست ہے۔ بشرطیکہ جس کے حق میں سفارش کی جائے وہ لوگوں کو ایذا دینے والا اور شریر نہ ہو۔

(۳) اسی طرح اگر کسی نے ایسے جرم کا ارتکاب کیا ہو جس میں حد نہ ہو بلکہ تعزیر ہو تو اس کے حق میں سفارش کرنا اور کرانا دونوں جائز ہیں خواہ معاملہ امام کے ہاں پہنچ چکا ہو یا نہ پہنچا ہو۔ (ع)

هٰذَا الْبَابُ خَالٍ عَنِ الْفَصْلِ الثَّانِیْ

یہ باب دوسری فصل سے خالی ہے

الفصل الثالث:

۲/۳۵۴۳ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ حَالَتْ شَفَاعَتُهٗ دُوْنَ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ فَقَدْ ضَادَّ اللّٰهَ وَمَنْ خَاصَمَ فِيْ بَاطِلٍ وَهُوَ يَعْلَمُهٗ لَمْ يَزَلْ فِيْ سَخَطِ اللّٰهِ تَعَالٰى حَتّٰى يَنْزِعَ وَمَنْ قَالَ فِيْ مُؤْمِنٍ مَا لَيْسَ فِيْهِ اَسْكَنَهُ اللّٰهُ رَدْغَةَ الْخَبَالِ حَتّٰى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ (رواه احمد وابوداوٗد وفی روایة للبیهقی فی شعب الایمان) مَنْ اَعَانَ عَلٰى خُصُوْمَةٍ لَا يَدْرِیْ اَحَقٌّ اَمْ بَاطِلٌ فَهُوَ فِیْ سَخَطِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْزِعَ۔

أخرجه ابوداوٗد فی السنن ٤ / ٣٢ ' الحدیث رقم: ٣٥٩٧' وأخرجه ابن ماجه فی ٢ / ٢٨٧' الحدیث رقم: ٢٣٢٠' وأحمد فی المسند ٢ / ٧٠' والبیهقی فی الشعب ٦ / ١٢٢' الحدیث رقم: ٢٦٧٦

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جس آدمی کی سفارش اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد کی راہ میں حائل ہو (یعنی سفارش سے حد کو رکوائے)۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی مخالفت کی (یعنی اللہ تعالیٰ کے امر کو قائم کرنے میں رکاوٹ بنا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا امر حدود کو قائم کرنا ہے) اور جو شخص کسی سے ناجائز جھگڑا کرے گا (یعنی ناحق) حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ باطل پر ہے۔ وہ ہمیشہ غضب الٰہی میں رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اس سے باز آئے اور جس نے کسی مومن کے متعلق وہ بات کہی جو اس میں نہیں (یعنی عیب ونقصان والی بات) تو اللہ تعالیٰ اسے دوزخیوں کے لہو کے کیچڑ میں رکھے گا۔ یہاں تک کہ اس چیز سے نکلے (یعنی اس گناہ سے توبہ کر لے یا پھر عذاب پورا ہو چکنے پر نکلے گا جس کا وہ حقدار بنا)۔ یہ احمد' ابوداؤد کی روایت ہے۔ بیہقی نے شعب الایمان میں یہ اضافہ کیا

ہے کہ جس نے کسی جھگڑے میں کسی کی معاونت کی وہ نہ جانتا تھا کہ وہ حق پر ہے یا باطل پر تو وہ غضب الٰہی میں مبتلا رہے گا یہاں تک کہ وہ اس سے باز آئے۔

۳/۳۵۴۴ وَعَنْ اَبِیْ اُمَیَّةَ الْمَخْزُوْمِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُتِیَ بِلِصٍّ قَدِ اعْتَرَفَ اِعْتِرَافًا وَلَمْ یُوْجَدْ مَعَہٗ مَتَاعٌ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَخَالُکَ سَرَقْتَ قَالَ بَلٰی فَاَعَادَ عَلَیْہِ مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلَاثًا کُلَّ ذٰلِکَ یَعْتَرِفُ فَاَمَرَبِہٖ فَقُطِعَ فَجِیْءَ بِہٖ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِسْتَغْفِرِ اللّٰہَ وَتُبْ اِلَیْہِ فَقَالَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ تُبْ عَلَیْہِ ثَلَاثًا (رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجة والدارمی) **ھٰکَذَا وَجَدْتُّ فِی الْاُصُوْلِ الْاَرْبَعَةِ وَجَامِعِ الْاُصُوْلِ وَشُعَبِ الْاِیْمَانِ وَمَعَالِمِ السُّنَنِ عَنْ اَبِیْ اُمَیَّةَ وَفِیْ نُسَخِ الْمَصَابِیْحِ عَنْ اَبِیْ رِمْثَةَ بِالرَّاءِ وَالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ بَدَلَ الْھَمْزَةِ وَالْیَاءِ۔**

أخرجه ابوداؤد فی السنن ٤ / ٥٤٢‘ الحدیث رقم : ٤٣٨٠‘ والنسائی فی ٨ / ٦٧‘ الحدیث رقم : ٤٨٧٧‘ وابن ماجه فی ٢ / ٨٦٦‘ الحدیث رقم : ٢٥٩٧‘ وأحمد فی المسند ٥ / ٢٩٣۔مصابیح السنة ٢ / ٥٥٣‘ الحدیث رقم : ٢٧٢١

ترجمہ: حضرت ابوامیہ مخزومی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چور لایا گیا۔اس نے صراحت کے ساتھ چوری کا اقرار کیا مگر اس کے پاس کوئی چیز نہ پائی گئی (یعنی چوری کے مال میں سے کوئی چیز نہ تھی) تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا گمان تو نہیں کہ تو نے کوئی چیز چرائی ہو۔اس نے کہا کہ ہاں میں نے چرائی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ لفظ دوبار فرمائے یا تین بار فرمائے (کہ میرا گمان تو نہیں کہ تو نے کچھ چرایا ہو) تو وہ ہر بار اقرار کرتا رہا کہ میں نے چرایا ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا۔اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کر (یعنی زبان سے توبہ و دل سے رجوع کر)۔تو چور کہنے لگا کہ میں اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتا اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا یا اللہ اس کی توبہ قبول کر"۔ بحث: یہ ابوداؤد‘ نسائی‘ ابن ماجہ اور دارمی کی روایت ہے۔اسی طرح بیہقی کی جامع الاصول میں ہے اور معالم السنن للخطابی میں اسی طرح ابوامیہ کا بیان درج ہے۔صاحب مشکوٰۃ کہتے ہیں کہ تمام مذکورہ کتابوں میں ابوامیہ ہے۔مگر مصابیح کے نسخوں میں ابورمثہ درج ہے۔

تشریح ❁ علامہ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ صاحب مصابیح کا قول غلط ہے اگرچہ ابورمثہ رضی اللہ عنہ بھی صحابی ہیں مگر یہ حدیث ان سے مروی نہیں۔

مَا اَخَالُکَ اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ رجوع کرلے تاکہ اس سے حد ساقط ہو جائے جیسا کہ حد زنا کے اندر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کرتے تھے۔یہ امام شافعی کا ایک قول ہے مگر ہمارے نزدیک اور دیگر ائمہ کے نزدیک یہ زنا کے ساتھ مخصوص ہے۔

رہا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کو استغفار کا حکم فرمایا اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ مجرم حد سے بالکل پاک نہیں ہوتا۔حد سے

صرف اصل گناہ معاف ہوتا ہے جس کی وجہ سے حد لگی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس پر آخرت میں عذاب نہ ہوگا۔

بَابُ حَدِّ الْخَمْرِ

شراب کی حد کا بیان

شراب پینے کی حرمت کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے اور شراب پینے کی حد اسّی کوڑے ہیں۔ جمہور ائمہ احناف سمیت اسی کے قائل ہیں۔

البتہ امام شافعیؒ اور بعض لوگ چالیس کوڑوں کو حد مانتے ہیں۔

(۲) جو شخص کوئی ایک قطرہ شراب پیئے اور وہ پکڑا جائے اور شراب کی بدبو اس کے منہ میں موجود ہو یا لوگ اس کو نشے کی حالت میں لائیں خواہ وہ نشہ نبیذ کی وجہ سے ہوا ہو اور دو آدمی اس کے پینے کی گواہی دیں یا وہ خود ایک مرتبہ اقرار کر لے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دو مرتبہ اقرار کر لے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اس نے خوشی سے پی ہے جب اس کا نشہ جاتا رہے تو اس کو اسّی کوڑے لگائے جائیں۔

اور غلام کے لئے چالیس کوڑوں کی سزا ہے۔ یہ کوڑے اس کے جسم کے مختلف حصوں پر لگائے جائیں جیسا کہ زنا کی حد میں لگائے جاتے ہیں۔ (۳) اگر اس نے اقرار کیا یا دو آدمیوں نے اس کے متعلق گواہی دی مگر اس کے منہ میں شراب کی بدبو نہیں پائی گئی تو اس کو حد نہ لگائی جائے گی۔ (۴) اگر کسی آدمی سے شراب کی بدبو پائی گئی یا اس نے شراب کی قے کی یا اقرار کیا مگر اس سے پھر گیا یا حالت نشہ میں اقرار کیا تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی۔ (۵) وہ نشہ حد کو لازم کرتا ہے کہ جس سے مرد و عورت میں زمین و آسمان میں امتیاز نہ ہو سکے اور صاحبین کے ہاں وہ نشہ بھی حد لازم ہونے کے لئے کافی ہے جس میں واہی تباہی باتیں بکی جائیں اور مفتی بہ قول یہی ہے۔ (الملتقی)

الفصل الاول:

۱/۳۵۴۵ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرَبَ فِي الْخَمْرِ بِالْجَرِيْدِ وَالنِّعَالِ وَجَلَدَ اَبُوْبَكْرٍ اَرْبَعِيْنَ۔ متفق عليه وفى رواية عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَضْرِبُ فِي الْخَمْرِ بِالنِّعَالِ وَالْجَرِيْدِ اَرْبَعِيْنَ۔

أخرجه البخاري في صحيحه ١٢/ ٦٣، الحديث رقم: ٦٧٧٣، و مسلم في ٣/ ١٣٣١، الحديث رقم: (٣٦ ـ ١٧٠٦) وأبو داود في السنن ٤/ ٦٢١، الحديث رقم: ٤٤٧٩، وابن ماجه في ٢/ ٨٥٨، الحديث رقم: ٢٥٧٠، وأحمد في المسند ٣/ ١٧٦۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حد شراب میں شراب پینے والے

کو کھجور چھڑیوں جوتوں وغیرہ سے مارنے کا حکم دیا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے مروائے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شراب پینے والے کو جوتیوں اور کھجور کی چھڑیوں سے چالیس کی تعداد میں بطور حد شرب خمر مارتے تھے۔

تشریح روایت اول تعیین عدد کے بغیر ہے اس لئے اس اعتبار سے وہ مجمل ہے دوسری روایت میں اس کی تفصیل ہے اس میں چالیس کی تعداد مذکور ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اختیار کیا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل وہ روایات ہیں جن میں اسّی دروں کا تذکرہ ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو مرقات میں نقل کیا ہے۔

۲/۳۵۴۶ وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ يُؤْتٰى بِالشَّارِبِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِمْرَةِ اَبِىْ بَكْرٍ وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ فَنَقُوْمُ عَلَيْهِ بِاَيْدِيْنَا وَنِعَالِنَا وَاَرْدِيَتِنَا حَتّٰى كَانَ آخِرُ اِمْرَةِ عُمَرَ فَجَلَدَ اَرْبَعِيْنَ حَتّٰى اِذَا عَتَوْا وَفَسَقُوْا جَلَدَ ثَمَانِيْنَ ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری ح ٦٧٧٣ ـ أخرجه مسلم فی صحيحه ٣ / ١٣٣١ ' الحديث رقم : (٣٧ ـ ١٧٠٦) ـ أخرجه البخاری فی صحيحه ١٢ / ٦٦ ' الحديث رقم : ٦٧٧٩

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شراب پینے والا لایا جاتا اسی طرح خلافت ابوبکر اور خلافت فاروقی کی ابتدائی زمانے میں لایا جاتا تو ہم اس شرابی کو مکوں اور جوتوں سے مارنے کے لئے کھڑے ہو جاتے اور اسی طرح اپنی چادروں سے مارتے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کا اخیر زمانہ آیا تو آپؐ نے (شراب پینے والے کو) چالیس کوڑے بطور حد لگوائے۔ جب شراب پینے والوں کی تعداد بڑھ گئی تو حضرت عمرؓ نے (شراب پینے والوں کو) اسّی کوڑے بطور حد مارے۔۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح وَاَرْدِيَتِنَا اس کا مطلب یہ ہے کہ چادر کو کوڑے کی شکل میں بنا کر مارتے ہوں گے۔ راوی کی بظاہر مراد یہ ہے کہ حد میں کوئی عدد معین نہ تھا اور چالیس کوڑوں سے حد کم نہ تھی۔ حَتّٰى كَانَ آخِرُ یعنی جب فاروق اعظمؓ کی خلافت کا آخری زمانہ آیا تو حضرت عمرؓ نے انتظامی طور پر اسّی کوڑے لگوائے اور تمام صحابہ کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کسی کو بھی اس کی مخالفت جائز نہیں ہے۔

حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ نے شراب پینے والے کو چالیس کوڑے مروائے اور عمرؓ نے اسّی کوڑے مار کر اس کو مکمل کیا اور یہ سب سنت ہے اور اس پر اب اجماع ہے۔ (ح ع)

الفصل الثانی:

۳/۳۵۴۷ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوْهُ فَاِنْ عَادَ فِى الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوْهُ قَالَ ثُمَّ اُتِىَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ فِى الرَّابِعَةِ فَضَرَبَهٗ وَلَمْ يَقْتُلْهُ (رواه الترمذی ورواه ابوداؤد عن قبيصة بن ذؤيب وفی اخری لهما وللنسائی وابن ماجة والدارمی) عَنْ نَفَرٍ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ ابْنُ عُمَرَ وَمُعَاوِيَةُ وَ

اَبُوْ هُرَيْرَةَ وَالشَّرِيْدُ اِلٰى قَوْلِهٖ فَاقْتُلُوْهُ ۔

سنن أبی داود' ح ٤٤٨٥' خرجه الترمذی فی السنن ٤ / ٣٩' الحدیث رقم : ١٤٤٤ ۔ أخرجه ابوداوٗد فی السنن ٤ / ١٢٥' الحدیث رقم : ٤٤٨٥ ۔أخرجه ابوداوٗد فی السنن ٤ / ٦٢٤' الأحادیث رقم ٤٤٨٢' ٤٤٨٣' ٤٤٨٤' والترمذی فی السنن ٤ / ٣٩' وابن ماجه فی ٢ / ٨٤٩' الحدیث رقم : ٢٥٧٣' والدارمی فی ٢ / ٢٣٠' الحدیث رقم : ٢٣١٣

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص شراب پیئے تو اس کو کوڑے لگاؤ پھر اگر پیئے چوتھی بار تو اس کو قتل کر دو۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ایک آدمی اس ارشاد کے بعد آپ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا اس نے چوتھی بار شراب پی تھی تو آپ ﷺ نے اس کو قتل نہ کیا اور اس کو مروایا یعنی پٹائی کروائی۔ یہ ترمذی کی روایت ہے اور ابوداؤد نے اس کو قبیصہ بن ذویب سے نقل کیا ہے۔ ترمذی اور ابوداؤد' نسائی اور ابن ماجہ اور دارمی کی ایک روایت میں ہے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت جن میں ابن عمرؓ معاویہؓ ابوہریرہ اور شرید رضی اللہ عنہم شامل تھے ان کا قول فَاقْتُلُوْهُ تک منقول ہے اس میں ثم اُتِیَ کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔

تشریح ۞ فَاقْتُلُوْهُ قتل سے مراد شدید پٹائی ہے اور یہ الفاظ زجر اور تہدید کے طور پر فرمائے۔

بعض کا قول یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں یہ حکم تھا پھر منسوخ ہو گیا۔

وَلَمْ يَقْتُلْهُ ان الفاظ حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حکم قتل بطور زجر و تہدید تھا اور اس روایت سے وہ منسوخ ہو گیا۔ اس روایت کو نووی نے ترمذی سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ میری کتاب میں دو روایتیں ایسی ہیں کہ جن کے ترک پر امت کا اجماع ہے' ان میں سے ایک روایت وہ ہے جس میں بغیر خوف و بغیر بارش وغیرہ کے جمع بین الصلوٰتین کا جواز مذکور ہے اور دوسری حدیث وہ ہے جس میں چوتھی بار شراب شراب پینے والے کو قتل کرنا منقول ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ روایات بالاتفاق منسوخ ہیں۔

۴/۳۵۴۸ وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَزْهَرَ قَالَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَقَالَ لِلنَّاسِ اضْرِبُوْهُ فَمِنْهُمْ مَنْ ضَرَبَهٗ بِالنِّعَالِ وَمِنْهُمْ مَنْ ضَرَبَهٗ بِالْعَصَاءِ وَمِنْهُمْ مَنْ ضَرَبَهٗ بِالْمِيْتَخَةِ قَالَ ابْنُ وَهْبٍ يَعْنِي الْجَرِيْدَةَ الرَّطْبَةَ ثُمَّ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُرَابًا مِّنَ الْاَرْضِ فَرَمٰى بِهٖ فِيْ وَجْهِهٖ ۔ (رواه ابوداوٗد)

أخرجه ابوداوٗد فی السنن ٤ / ٦٢٨' الحدیث رقم : ٤٤٨٩' وأحمد فی المسند ٤ / ٨٨

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن ازہر روایت کرتے ہیں کہ اب بھی وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک شراب نوش کو لایا گیا تو آپ ﷺ نے لوگوں کو فرمایا کہ اس کو مارو۔ چنانچہ لوگوں میں سے بعض نے جوتوں سے بعض نے ڈنڈوں سے اور بعض نے کھجور کی شاخوں سے اس کو مارا (حدیث کے راوی ابن وہب کہتے ہیں کہ میتخة کھجور کی سبز شاخ کو کہا جاتا ہے) پھر آپ ﷺ نے زمین سے مٹی لے کر اس کے منہ پر پھینکی۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ثُمَّ اَخَذَ : مٹی پھینکنا اس فعل شنیع کے مرتکب کی تحقیر کے لئے تھا اور اسے شرم دلانے کے لئے تھا۔ (ع)

۵/۳۵۴۹ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ الْخَمْرَ

فَقَالَ اضْرِبُوْهُ فَمِنَّا الضَّارِبُ بِيَدِهٖ وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهٖ وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهٖ ثُمَّ قَالَ بَكِّتُوْهُ فَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِ يَقُوْلُوْنَ مَا اتَّقَيْتَ اللّٰهَ مَا خَشِيْتَ اللّٰهَ وَمَا اسْتَحْيَيْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ اَخْزَاكَ اللّٰهُ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا هٰكَذَا لَا تُعِيْنُوْا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابو داوٗد في السنن ٤ / ٦٢٠' الحديث رقم: ٤٤٧٧

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شراب پینے والے کو لایا گیا۔ آپ ﷺ نے اس کی پٹائی کا حکم دیا چنانچہ ہم میں سے بعض نے اپنے ہاتھوں سے بعض نے اپنے کپڑوں سے (یعنی کپڑے کے کوڑے بنا کر اور بعض نے اپنے جوتے سے اس کو مارا پھر فرمایا اس کو متنبہ کرو اور زبان سے اس کو عار دلاؤ چنانچہ لوگ کہنے لگے تم نے اللہ کی مخالفت سے اپنے آپ کو نہ بچایا تو اللہ کے عذاب سے نہ ڈرا تو نے حضور ﷺ کی حیاء نہ کی (یعنی آپ ﷺ کی پیروی ترک کر دی یا آپ ﷺ کے سامنے آنے کو چھوڑ دیا) پھر بعض کے منہ سے یہ بات نکلی کہ اللہ تجھے (دنیا میں یا آخرت میں) رسوا کرے تو آپ ﷺ نے فرمایا تم اس طرح کہہ کر اس کے خلاف شیطان کی مدد مت کرو بلکہ اس طرح کہو اے اللہ اس کے گناہ (دنیا میں) مٹادے اور اس پر آخرت میں رحم فرما۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ آپ ﷺ نے زبانی تنبیہ کا حکم فرمایا یہ استحبابی حکم ہے اور پٹائی والا عمل وجوبی ہے۔

لَا تُعِيْنُوْا اس طرح کی بددعا دے کر تم اس کے خلاف شیطان کی مدد مت کرو۔ جب رحمان کی طرف رسوائی ہوگی تو ظاہر ہے کہ اس پر شیطان کا غلبہ ہوگا یا اس وجہ سے یہ شیطان کی مدد ہے کہ جب وہ یہ بددعا سنے گا تو مایوسی کا شکار ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید توڑے گا۔ اس طرح وہ گناہوں میں منہمک ہو کر غضب الٰہی کا مستحق بن جائے گا۔ پس تمہاری بددعا گویا اس کے بہکانے کا باعث بن جائے گی۔ بلکہ تم اب اس طرح کہو اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ اس فرمان کا مطلب یا تو یہ ہے کہ تم شروع ہی سے اس کے لئے مغفرت وبخشش کی دعا کرتے یا یہ مطلب ہے کہ اب جبکہ اس کو سزا مل چکی ہے اور ملامت اور عار بھی دلا دی ہے اب اس کے لئے مغفرت ورحمت کی دعا کرو اور یہ دوسرا مطلب زیادہ صحیح ہے اس لئے کہ شروع میں تو اس کو عار دلوانے کا حکم تھا۔

ثبوت کے بغیر حد لازم نہیں

۶/۳۵۵۰ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ شَرِبَ رَجُلٌ فَسَكِرَ فَلُقِيَ يَمِيْلُ فِي الْفَجِّ فَانْطُلِقَ بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا حَاذٰى دَارَ الْعَبَّاسِ انْفَلَتَ فَدَخَلَ عَلَى الْعَبَّاسِ فَالْتَزَمَهٗ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَحِكَ فَقَالَ اَفَعَلَهَا وَلَمْ يَاْمُرْ فِيْهِ بِشَيْءٍ۔

أخرجه ابو داوٗد في السنن ٤ / ٦١٩' الحديث رقم: ٤٤٧٦

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص شراب پی کر نشے میں چور ہوا۔ لوگوں نے اسے اس حالت میں پایا کہ وہ جھومتا چلا جا رہا تھا (یعنی جس طرح کہ شراب خور نشے سے اِدھر اُدھر لڑکھڑاتے چلتے ہیں)۔ چنانچہ

لوگوں نے اسے پکڑ لیا اور اس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے لیکن جب وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مکان کے قریب پہنچا تو لوگوں کے ہاتھ سے چھوٹ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے چمٹ گیا (یعنی اس نے آپؐ سے سفارش اور پناہ طلب کی) جب آپ ﷺ سے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا کیا اس نے ایسا کیا اور پھر آپ ﷺ نے اس کے متعلق کوئی حکم نہ فرمایا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❁ یعنی آپ ﷺ نے نہ تو اس پر حد جاری کرنے کا حکم فرمایا اور نہ ہی اسے کوئی اور سزا دی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کا شراب پینا نہ تو اس کے اقرار سے ثابت ہوا اور نہ عادل گواہوں کی گواہی سے باقی راہ میں جھومنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ ایسا سکر ہے جو حد کا باعث بن جائے۔ (ح)

الفصل الثالث:

حد میں مرنے والے کی دیت نہیں

۳۵۵۱/۷ عَنْ عُمَيْرِ بْنِ سَعِيْدِ النَّخْعِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ يَقُوْلُ مَاكُنْتُ لِاُ قِيْمَ عَلٰى اَحَدٍ حَدًّا فَيَمُوْتُ فَاَجِدُ فِيْ نَفْسِيْ مِنْهُ شَيْئًا اِلَّا صَاحِبَ الْخَمْرِ فَاِنَّهٗ لَوْمَاتَ وَدَيْتُهٗ وَذٰلِكَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسُنَّهٗ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ١٢ / ٦٦' الحديث رقم : ٦٧٧٨' و مسلم في ٣ / ١٣٣٢' الحديث رقم : (٧٣٩ ـ ١٧٠)

ترجمہ: حضرت عمیر بن سعید نخعی رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ ارشاد فرماتے سنا اگر میں کسی شخص پر حد لگاؤں اور حد کی وجہ سے وہ مر جائے تو مجھ پر اس کا کچھ غم نہ ہوگا (کیونکہ اجراء حد شریعت کے حکم سے ہے اور وہ شفقت و رحم کا عمل نہیں ہے)۔ البتہ شراب پینے والے کی بات الگ ہے اگر وہ (چالیس سے زائد کوڑے مارنے پر) مر جائے تو میں اس کی دیت بھروں گا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کی حد متعین نہیں فرمائی۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ لَمْ يَسُنَّهٗ شراب کی حد متعین نہیں فرمائی کہ اتنے کوڑے ہونے چاہئیں اگرچہ بعض احادیث میں چالیس یا چالیس کی مانند کا ذکر ہے پس چونکہ میں کسی شرابی کو اسی کوڑے ماروں اور وہ مر جائے تو مجھے خطرہ ہے کہ یہ زیادتی کہیں میری طرف نہ منسوب ہو جائے اس لحاظ سے میں اس کی دیت ادا کروں گا اور اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ اگر کسی شخص پر حد لازم ہو اور حد لگتے ہوئے اس کی موت واقع ہو جائے تو اس کی دیت لازم نہیں آتی۔ باقی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا بطور احتیاط ہے جب اس سلسلہ میں مشورہ ہوا تو آپ نے حضرت عمر کو کہا تھا کہ اسی درے مجھے زیادہ محبوب ہیں۔ (ح)

۳۵۵۲/۸ وَعَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدِ الدَّيْلَمِيِّ قَالَ اِنَّ عُمَرَاسْتَشَارَفِيْ حَدِّ الْخَمْرِ فَقَالَ لَهٗ عَلِيٌّ اَرٰى اَنْ تَجْلِدَهٗ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً فَاِنَّهٗ اِذَا شَرِبَ سَكِرَوَاِذَا سَكِرَهَذٰى وَاِذَاهَذٰى افْتَرٰى فَجَلَدَ عُمَرُ فِيْ حَدِّ

الْخَمْرِ ثَمَانِيْنَ (رواه مالك)

أخرجه مالك في الموطأ ٢ / ٤٢‘ الحديث رقم : ٢ من كتاب الأشربة ۔

ترجمہ: حضرت ثور بن زید دیلمیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (صحابہ کرامؓ سے شراب کی حد متعین کرنے کے لئے) مشورہ کیا (یعنی صحابہ کرامؓ سے شراب کی حد متعین کرنے کے لئے تو حضرت علیؓ نے فرمایا میری رائے میں اسے اسّی کوڑے مارنے چاہئیں کیونکہ وہ بدمست ہو کر ہذیان بکتا ہے۔ ہذیان بکتے وقت بہتان لگاتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے شرابی کو اسّی کوڑے مارنے کا حکم فرمایا یہ مالک نے روایت کی ہے۔

تشریح ۞ افتراء یعنی پاک دامن پر زنا کا بہتان لگاتا ہے۔ پس نشہ قذف کا ذریعہ بنا اور قذف پر اسّی درے حد متعین ہے اور یہ عموم کے اعتبار سے حکم ہے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسّی درے کی حد حضرت علیؓ کی رائے اور اجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قائم فرمائی۔ (ح)

بَابُ مَالَا يُدْعٰى عَلَى الْمَحْدُوْدِ

محدود کو بددعا نہ دی جائے

ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرابی کو اخزاك الله کہا یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں ذلیل ورسوا کرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ اس طرح مت کہو بلکہ اس کے حق میں مغفرت ورحمت کی دعا کرو۔ (ح)

الفصل الاول:

گنہگار مسلمان پر لعنت نہ کرنی چاہیے

۱/۳۵۵۳ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ رَجُلاً اسْمُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ يُلَقَّبُ حِمَارًا كَانَ يُضْحِكُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَلَدَهٗ فِي الشَّرَابِ فَاُتِيَ بِهٖ يَوْمًا فَاَمَرَ بِهٖ فَجُلِدَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ اَللّٰهُمَّ الْعَنْهُ مَا اَكْثَرَ مَايُؤْتٰى بِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْعَنُوْهُ فَوَاللّٰهِ مَاعَلِمْتُ اَنَّهٗ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاري في صحيحه ١٢ / ٧٥‘ الحديث رقم : ٦٧٨٠

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی کا نام عبداللہ تھا مگر (اس کی بیوقوفی کے سبب) اسے حمار کہتے تھے۔ وہ اپنی حماقت والی باتوں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتا تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شراب پینے کی وجہ سے اس پر ایک مرتبہ حد جاری فرما چکے تھے۔ پھر ایک دن وہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے اسے کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ پھر اسے کوڑے مارے گئے۔ لوگوں میں سے ایک نے کہا اے اللہ

اس پر تیری لعنت ہو۔ اس کو کتنی مرتبہ شراب کے جرم میں پکڑ کر لایا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس پر لعنت نہ بھیجو اللہ کی قسم! میں یہ جانتا ہوں کہ یہ آدمی اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی گناہ گار کو خاص کر کے اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت قرب الٰہی کا سبب ہے۔ پس اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والے پر کسی حالت میں لعنت جائز نہیں کیونکہ لعنت کے معنی رحمت الٰہی سے دور کرنے کے ہیں۔ (ع)

محدود پر لعنت شیطان کی معاونت ہے

۲/۳۵۵۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ فَقَالَ اضْرِبُوْهُ فَمِنَّا الضَّارِبُ بِیَدِهٖ وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهٖ وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهٖ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ اَخْزَاكَ اللّٰهُ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا هٰكَذَا لَا تُعِیْنُوْا عَلَیْهِ الشَّیْطَانَ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۲ / ٦٦' الحدیث رقم : ٦٧٧٧

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص کو لایا گیا جس نے شراب پی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کی پٹائی کرو تو ہم میں سے بعض نے اپنے ہاتھ سے مارا اور بعض نے اپنے جوتوں سے اور بعض نے اپنے کپڑے سے (یعنی اس کا کوڑا بنا کر) مارا۔ جب وہ شخص واپس لوٹا تو بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل و رسوا کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا اس طرح مت کہو اور شیطان کے اس پر غالب ہونے میں مدد نہ کرو۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

الفصل الثانی:

۳/۳۵۵۵ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَاءَ الْاَسْلَمِیُّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَشَهِدَ عَلٰی نَفْسِهٖ اَنَّهٗ اَصَابَ امْرَاَةً حَرَامًا اَرْبَعَ مَرَّاتٍ کُلَّ ذٰلِكَ یُعْرِضُ عَنْهُ فَاَقْبَلَ فِی الْخَامِسَةِ فَقَالَ اَنِکْتَهَا؟ قَالَ نَعَمْ وَقَالَ حَتّٰی غَابَ ذٰلِكَ مِنْكَ فِیْ ذٰلِكَ مِنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ کَمَا یَغِیْبُ الْمِرْوَدُ فِی الْمُکْحُلَةِ وَالرِّشَاءُ فِی الْبِئْرِ قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ تَدْرِیْ مَا الزِّنَا قَالَ نَعَمْ اَتَیْتُ مِنْهَا حَرَامًا مَا یَاْتِی الرَّجُلُ مِنْ اَهْلِهٖ حَلَالًا قَالَ فَمَا تُرِیْدُ بِهٰذَا الْقَوْلِ قَالَ اُرِیْدُ اَنْ تُطَهِّرَنِیْ فَاَمَرَ بِهٖ فَرُجِمَ فَسَمِعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَیْنِ مِنْ اَصْحَابِهٖ یَقُوْلُ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ اُنْظُرْ اِلٰی هٰذَا الَّذِیْ سَتَرَ اللّٰهُ عَلَیْهِ فَلَمْ تَدَعْهُ نَفْسُهٗ حَتّٰی رُجِمَ رَجْمَ الْکَلْبِ فَسَکَتَ عَنْهُمَا ثُمَّ سَارَ سَاعَةً حَتّٰی مَرَّ بِجِیْفَةِ حِمَارٍ شَائِلٍ بِرِجْلِهٖ فَقَالَ اَیْنَ فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَقَالَا نَحْنُ ذَانِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ انْزِلَا فَکُلَا مِنْ جِیْفَةِ هٰذَا الْحِمَارِ فَقَالَا یَا نَبِیَّ اللّٰهِ مَنْ یَّاْکُلُ مِنْ هٰذَا قَالَ فَمَا نِلْتُمَا مِنْ عِرْضِ اَخِیْکُمَا اٰنِفًا اَشَدُّ مِنْ اَکْلٍ مِنْهُ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ اِنَّهُ الْاٰنَ

لَفِیْ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ یَنْغَمِسُ فِیْهَا ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابو داوٗد في السنن ٤ / ٥٨٠، الحديث رقم: ٤٢٦٦

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر چار مرتبہ گواہی دی یعنی یہ اقرار کیا کہ اس نے ایک عورت سے بطریق زنا جماع کیا ہے اور آپ ﷺ ہر مرتبہ اس سے منہ پھیر لیتے تھے تا کہ وہ اپنے اقرار سے رجوع کرے اور حد سے بچ جائے۔ پھر آپ ﷺ نے پانچویں مرتبہ اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا تم نے اس عورت سے صحبت کی ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو نے اس طرح اس سے صحبت کی ہے کہ وہ یعنی تیرا عضو مخصوص اس عورت کے مخصوص حصہ میں غائب ہو گیا۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا اس طرح کہ جس طرح سلائی سرمہ دانی میں اور رسی کنوئیں میں غائب ہو جاتی ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ زنا کیا ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں اس نے کہا میں نے ان عورت سے حرام کے طور پر وہ کیا ہے جو ایک مرد اپنی بیوی سے بطور حلال کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے اس کہنے کا کیا مقصد ہے۔ اس نے کہا کہ آپ ﷺ مجھ پر حد کو نافذ فرما کر مجھے پاک کر دیجئے تو آپ ﷺ نے اس کے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا اور اسے سنگسار کر دیا گیا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے صحابہ میں سے دو آدمیوں کو یہ بات کرتے سنا کہ ایک ان میں سے اپنے ساتھی کو یہ کہہ رہا تھا کہ اس شخص کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی کی تھی مگر اس کے نفس نے اسے اقرار گناہ سے باز نہ رہنے دیا یہاں تک کہ وہ ایک کتے کی مانند سنگسار کیا گیا۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر اس وقت تو ان دونوں سے کچھ نہیں کہا البتہ کچھ دیر چلنے کے بعد ایک مرے ہوئے گدھے کے پاس سے گزر ہوا۔ جس کے پاؤں بہت پھول جانے کی وجہ سے اوپر اٹھے تھے۔ تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا فلاں فلاں کہاں ہیں (جنہوں نے ماعز کی اس وجہ سے تحقیر کی تھی کہ اس کو سنگسار کیا گیا تھا)۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں حاضر ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم دونوں اترو اور اس مردار گدھے کا گوشت کھاؤ۔ انہوں نے بڑی حیرانی سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کا گوشت کون کھاتا ہے۔ (یعنی اس کا گوشت کھائے جانے کے قابل نہیں)۔ آپ ﷺ ہمیں اس کے کھانے کا کیوں حکم فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے ابھی اپنے بھائی کی آبروریزی کی ہے۔ وہ اس گدھے کا گوشت کھانے سے بھی زیادہ سخت بات ہے۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے بلاشبہ ماعز جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

۴/۳۵۵۶ وَعَنْ خُزَیْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصَابَ ذَنْبًا اُقِیْمَ عَلَیْهِ حَدُّ ذٰلِكَ الذَّنْبِ فَهُوَ كَفَّارَتُهُ رَوَاهُ فِی شَرْحِ السُّنَّةِ ۔

أخرجه احمد في المسند ٥ / ٢١٥

ترجمہ: حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی کسی ایسے گناہ کا مرتکب ہو جو حد کو واجب کرنے والا ہو اور پھر اس پر اس گناہ کی حد جاری کر دی جائے (مثلاً کسی شخص نے زنا کیا اور اسے کوڑے مارے گئے یا کسی نے چوری کی اور اس کا ہاتھ کاٹا گیا) تو وہ حد اس کے گناہ کا کفارہ ہے (یعنی حد جاری ہونے کے بعد وہ اس گناہ سے پاک وصاف ہو جائے گا)۔ یہ شرح السنۃ کی روایت ہے۔

۵/۳۵۵۷ وَعَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَصَابَ حَدًّا فَعُجِّلَ عُقُوْبَتُهُ فِي الدُّنْيَا فَاللّٰهُ اَعْدَلُ مِنْ اَنْ يُّثَنِّيَ عَلٰى عَبْدِهِ الْعُقُوْبَةَ فِي الْاٰخِرَةِ وَمَنْ اَصَابَ حَدًّا فَسَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَفَا عَنْهُ فَاللّٰهُ اَكْرَمُ مِنْ اَنْ يَّعُوْدَ فِي شَيْءٍ قَدْ عَفَا عَنْهُ۔ (رواه الترمذی وابن ماجة وقال الترمذی هذا حديث غريب).

والترمذی فی السنن ٥ / ١٧، الحديث رقم: ٢٦٢٦، وابن ماجه فی ٢ / ٨٦٨، الحديث رقم: ٢٦٠٤، وأحمد فی المسند ١ / ٩٩

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حد کے لائق ہو (یعنی وہ ایسا گناہ کرے جس پر حد متعین ہے اور) پھر اسی دنیا میں جلد اس کو سزا دے دی گئی (یعنی حد یا تعزیر تو) آخرت میں اس کو کوئی سزا نہ دی جائے گی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نہایت عدل والے ہیں وہ آخرت میں بندے کو دوبارہ سزا دے یہ بہت بعید تر ہے اور جو شخص کسی گناہ کا مرتکب ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ کو چھپا لیا یعنی معاف کر دیا تو اس کی شانِ کریمی سے یہ بعید ہے کہ وہ اس سے دوبارہ مواخذہ فرمائے جس کو اس نے معاف کر دیا ہے۔ یہ ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے اور ترمذی نے اسے غریب کہا ہے۔

تشریح ۞ فَسَتَرَهُ اللّٰهُ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ کو چھپا دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے ندامت و شرمساری کے ساتھ اپنے گناہ کی معافی مانگی اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طلبگار رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ کو لوگوں سے چھپا دیا۔ اس کو دنیا میں معاف کر دیا تو اس کی شان کریمی سے یہ امید قوی ہے کہ وہ آخرت میں بھی اسے معاف کر دے گا۔

جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ اپنے ذاتی گناہ کی پردہ پوشی کر کے نفس کو توبہ پر آمادہ کرنا یہ اس سے بہتر ہے کہ اس گناہ کا افشاء کیا جائے۔ (ع)

بَابُ التَّعْزِيْرِ

تعزیر کا بیان

اس کا اصل معنی منع کرنا اور روکنا ہے اس کو تعزیر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ آدمی کو دوبارہ فعل بد کرنے سے باز کرتی ہے۔

تعزیر کا لفظ تادیب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ چاہے ضرب سے ہو یا غیر ضرب سے اور فقہاء کے ہاں تعزیر ایسی سزا کو کہا جاتا ہے جس کی مقدار شرعاً مقرر نہ ہو۔

فرق: حد و تعزیر میں فرق یہ ہے کہ حد تو شارع کی طرف سے متعین ہے۔ البتہ تعزیر حاکم کی رائے پر موقوف ہے۔

تعزیر کا معنی تعظیم اور نصرت بھی آتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: تعزروه و توقروه تعزیر میں حد کے اندر رہیں گے۔ (حاشیہ ح)

الفصل الاول:

۱/۳۵۵۸ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ بْنِ نِيَارٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُجْلَدُ فَوْقَ عَشْرِ جَلَدَاتٍ اِلَّا

فِیْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰہِ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۲ / ۱۷۵، الحدیث رقم: ٦٨٤٨، و مسلم فی ۳ / ۱۳۳۲، الحدیث رقم: (٤٠ - ۱۷۰۸) و أبو داود فی السنن ٤ / ٦٢٩، الحدیث رقم: ٤٤٩١، والترمذی فی ٤ / ٥١، الحدیث رقم: ١٤٦٣، وابن ماجه فی ۲ / ٨٦٧، الحدیث رقم: ٢٦٠١، والدارمی فی ۲ / ۲۳۱، الحدیث رقم: ٢٣١٤، وأحمد فی المسند ٥ / ٤٥

ترجمہ: حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس کوڑوں سے زیادہ حد کے علاوہ نہ مارے جائیں۔ یہ بخاری' مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس روایت سے معلوم ہوا کہ دس کوڑوں سے زائد کوڑے تعزیر میں نہ لگائے جائیں۔ علماء نے اس روایت کو منسوخ قرار دیا ہے۔ امام ابوحنیفہ اور محمد رحمہما اللہ کے ہاں تعزیر میں انتالیس کوڑے مارے جاسکتے ہیں اور امام ابو یوسف کے ہاں زیادہ سے زیادہ پچھتّر کوڑے اور کم سے کم تین کوڑے مارے جاسکتے ہیں۔ اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ تعزیر حد سے کم ہونی چاہئے مگر سخت گیر ہو۔ (ع)

الفصل الثانی:

۲/۳۵۵۹ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَاضَرَبَ اَحَدُکُمْ فَلْیَتَّقِ الْوَجْہَ۔

(رواہ ابو داؤد)

أخرجه ابو داؤد فی السنن ٤ / ٦٣١، الحدیث رقم: ٤٤٩٣، وأحمد فی المسند ٢ / ٢٤٤،

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب تم میں سے کوئی (کسی گنہگار کو) کوڑے مارے تو منہ کو بچائے یعنی منہ پر نہ مارے۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ یعنی جب حد لگائے یا تعزیر یا تادیب تو منہ پر نہ مارے۔

۳/۳۵۶۰ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ یَا یَھُوْدِیُّ فَاضْرِبُوْہُ عِشْرِیْنَ وَاِذَا قَالَ یَا مُخَنَّثُ فَاضْرِبُوْہُ عِشْرِیْنَ وَمَنْ وَقَعَ عَلٰی ذَاتِ مَحْرَمٍ فَاقْتُلُوْہُ۔

(رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب)

والترمذی فی السنن ٤ / ٥١، الحدیث رقم: ١٤٦٢، و ابن ماجه فی ٢ / ٨٥٦، الحدیث رقم: ٢٥٦٤

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی مسلمان کسی کو اس طرح کہے اے یہودی! تو اسے بیس کوڑے مارو اور جب اس طرح کہے اے مخنث! تو اس کو بیس کوڑے مارو اور جو شخص (اپنے) محرم سے زنا کرے پس اسے مار ڈالو۔ یہ ترمذی کی روایت ہے اور اس نے اسے غریب کہا ہے۔

تشریح ۞ مُخَنَّثٌ وہ مرد جس کے کلام و انداز میں نرمی اور زنانہ پن ہو۔ اس پر تعزیر رکھی گئی ہے۔ اسی طرح وہ شخص جو اپنے غلام پر بہتان لگائے یا وہ شخص جو کسی مسلمان پر زنا کے علاوہ ان الفاظ سے بہتان لگائے۔ اے فاسق' اے فاجر' اے کافر' اے

خبیث' اے چور' اے منافق' اے لوطی' اے یہودی' اے لڑکے باز' اے سودخور' اے دیوث' اے مخنث' اے خائن' اے کنجری کے بچے' اے مزنیہ و بدکارہ کے بچے' اے زندیق' اے چوروں اور زانیوں کے پشت پناہ' اے حرام زادے' اے قرطبان یعنی اے لٹیرے' تو اس پر تعزیر آئے گی۔

جن الفاظ سے تعزیر نہیں: اے گدھے' اے کتے' اے بندر' اے بکرے' اے سور' اے بیل' اے سانپ' اے بھیڑیئے' اے حجام' اے حجام کے بیٹے' اے وہ جس کا باپ حجام ہو' اے عیار' اے ولد الحرام' اے ناکس' اے منکوس' اے مسخرے' اے ٹھٹھہ باز' اے ابلہ' اے وسواسی۔ ان کے کہنے پر تعزیر نہ آئے گی۔ علماء نے لکھا ہے کہ اگر ان الفاظ سے اشراف کو مخاطب کریں تو پھر تعزیر دینا مناسب ہے۔ بیوی کو زینت کے ترک کرنے اور خاوند کے بستر کے بلانے کے وقت نہ آنے پر اور ترکِ نماز پر اور غسل جنابت کے ترک پر اور بلا اجازت اس کے گھر سے نکل جانے پر خاوند اپنی بیوی کو تعزیر کر سکتا ہے۔ امام احمدؒ نے اس روایت کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے فرمایا کہ محرم سے زنا کرنے والے کو قتل کیا جائے گا مگر جمہور کے نزدیک یہ تشدید اور زجر پر محمول ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ حدیث حلال سمجھ کر کرنے پر محمول ہے اور بعض نے کہا کہ یہ اس سلسلے میں اللہ کے حکم کو حقیر سمجھنے پر محمول ہے۔ اس میں دوسرے زنا جیسا حکم ہے کہ شادی شدہ کو سنگسار کیا جائے اور غیر شادی شدہ کو کوڑے لگائے جائیں۔ (ع۔ح) (ملتقی)

۴/۳۵۶۱ وَعَنْ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا وَجَدْ تُّمُ الرَّجُلَ قَدْ غَلَّ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاَحْرِقُوْا مَتَاعَهٗ وَاضْرِبُوْهُ۔ (رواه الترمذی و ابو داوٗد وقال الترمذی هذا حديث غريب)

أخرجه ابو داوٗد فی السنن ۳ / ۱۷۵' الحديث رقم ۲۷۱۳' والترمذی فی ٤ / ٥٠' الحديث رقم : ١٤٦١

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم ایک شخص کو خیانت کی حالت میں پاؤ کہ اس نے اللہ کی راہ میں (یعنی مال غنیمت میں) خیانت کی ہے اس سے پہلے کہ وہ تقسیم ہو تو اس کا سامان جلا دو اور اس کی پٹائی کرو۔ یہ ترمذی اور ابوداؤد کی روایت ہے۔ ترمذی نے اس کو غریب کہا۔

تشریح ۞ فَاَحْرِقُوْا مَتَاعَهٗ یعنی اس کا سامان جلا دو اس میں علماء کا اختلاف ہے بعض نے منع کیا اور بعض اس کے قائل ہیں بعض نے کہا کہ ابتداء اسلام میں یہ حکم تھا پھر منسوخ ہوا یا اس کو تشدید اور تغلیظ پر محمول کیا جائے گا۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں اس کے تمام اسباب جلا دو مگر اس کے ہتھیار حیوان اور قرآن مجید ان کو چھوڑ دو اور تعزیر کے طور پر اس کی پٹائی کرو۔

یہ پہلے ثابت ہو چکا کہ اس صورت میں اس کا ہاتھ کاٹنا لازم نہیں آتا کیونکہ اس میں شبہ ملک ہے۔ (ح)

بَابُ بَيَانِ الْخَمْرِ وَ وَعِيْدِ شَارِبِهَا

شراب کی حقیقت اور اس کے پینے والے کے بارے میں وعیدات کا بیان

اس باب میں خمر کی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے اور پینے والے کے بارے میں جو وعیدات وارد ہوئی ہیں ان کو بیان کیا گیا ہے۔

خمر: اس چیز کو کہتے ہیں جو نشہ لائے خواہ وہ انگور کا شیرہ ہو یا اور کسی چیز کا اور زیادہ صحیح یہی بات ہے کیونکہ شراب کی حرمت مدینہ منورہ میں ہوئی اور مدینہ منورہ میں انگور کی شراب نہ تھی بلکہ کھجور کی شراب تھی۔

خمر کہنے کی وجہ:

خمر کو خمر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ خمر تخمر کا معنی ڈھانپنا اور خلط (ملانا) کرنا ہے اور یہ عقل کو ڈھانپ لیتی اور خلط وخبط میں مبتلا کر دیتی ہے۔ (قاموس)

نشہ والی اشیاء کی اقسام:

① شراب: انگور کا کچا شیرہ جس کو پڑے پڑے جوش آنے لگ جائے اور گاڑھا ہو جائے' جھاگ کا پیدا ہونا مذہب مختار کے مطابق شرط نہیں اس قسم کا نام خمر ہی ہے۔

② انگور کا شیرہ تھوڑی مقدار میں پکایا جائے اس کو باذق کہتے ہیں اور فارسی میں اسی کو بادہ کہا جاتا ہے اور جو شیرہ اتنا پکایا جائے کہ اس کا چوتھائی حصہ جل جائے اس کو طلا کہا جاتا ہے۔

③ نقیع التمر اس کو سکر بھی کہتے ہیں یعنی تر کھجور کا شربت جبکہ یہ گاڑھا ہو کر جھاگ لے آئے۔

④ نقیع الزبیب یا کشمش کا شربت جبکہ یہ جوش لائے اور جھاگ پیدا کرے۔

حکم: (ا) شراب کی ان تینوں آخری قسموں کو جب جوش دیا جائے اور یہ گاڑھی ہو جائیں تو یہ حرام ہے اس میں سب کا اتفاق ہے چونکہ اس وقت اس میں نشہ لازماً پایا جاتا ہے اور اگر یہ کیفیت نہ ہو تو پھر حرام نہیں مثلاً کھجور کا شربت چار پہر یا آٹھ پہر پڑا رہے اور متغیر نہ ہو تو پینا درست ہے اور پہلی قسم کا حکم یہ ہے کہ نجس العین ہے اس کا مستحل کافر ہے' اس کے پینے والے پر حد لگے گی خواہ ایک قطرہ پی لے' حد لگنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ اتنی پی لے جس سے نشہ چڑھ جائے۔

چار چیزیں اور ہیں اور ان کا پینا اس صورت میں حلال ہے جب ان کو تھوڑا سا پکائیں اور ان میں نشہ پیدا نہ ہو جب ان میں نشہ پیدا ہو جائے تو وہ بھی حرام ہیں اور پکانے کے بغیر اگر وہ جھاگ پیدا کر دیں تو اس کا پینا بھی حرام ہے۔

① اس میں پہلی چیز نبیذ تمر ہے یعنی کھجور کو ایک رات بھگو کر اس کا شربت بنایا جائے اور اس کو پکا کر تھوڑا سا گاڑھا کر لیا جائے۔

② کھجور اور منقیٰ جس کو ذرا جوش دے کر شربت بنا لیا جائے۔

③ گیہوں' جو' مکئی' شہد اور باجرہ وغیرہ کا نبیذ۔

④ مثلث یمینی یعنی انگور کا وہ پانی جس کو اس قدر پکایا جائے کہ دو حصے خشک ہو جائیں اور ایک حصہ باقی رہ جائے۔

یہ چاروں قسمیں لہو اور شہوت کی غرض سے تو درست نہیں البتہ عبادت میں تقویت حاصل کے لئے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ان کا پینا حلال ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک عبادت پر قوت حاصل کرنے کے لئے بھی اس کا پینا حرام ہے البتہ شہوت کی خاطر تو اس کا پینا بالاتفاق حرام ہے۔

عینی شرح کنز کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں امام محمدؒ کے قول پر فتویٰ ہے۔

عینی شرح کنز کا اس سلسلے میں کلام:

① امام محمد اور امام مالک' امام شافعی و امام احمد رحمہم اللہ نے کہا جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ لائے اور مست کر دے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔ نشہ کسی چیز کا بھی ہو اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو چیز نشہ پیدا کرے وہ شراب ہے اور نشہ کی تمام چیزیں حرام ہیں اس روایت کو ابن ماجہ اور دار قطنی نے نقل کر کے صحیح قرار دیا ہے اور فقہاء نے امام محمدؒ کے قول پر ہی فتویٰ دیا ہے الیٰ آخرہ۔ پس جو چیز نشہ پیدا کرے وہ شراب ہے اور حرام ہے خواہ وہ کسی بھی چیز سے بنے' کھجور' منقیٰ' شہد' گندم' جو' باجرہ' مکئی' جوار' درخت کا عرق وغیرہ اسی لئے تاڑی وغیرہ یا کوئی گھاس کی قسم جیسے بھنگ وغیرہ تھوڑی مقدار میں ہو حرام ہے۔

② جو آدمی حالت نشہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے تو طلاق واقع ہو جائے گی خواہ وہ شراب ہو یا نبیذ وغیرہ' مفتیٰ بہ مذہب یہی ہے۔

امام محمدؒ اور ائمہ ثلثہ اور محدثین کا مذہب یہی ہے کہ ہر نشہ والی چیز حرام ہے خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ۔

اگر چہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حرام اور نجس وہ شراب ہے جو جوش مارے اور گاڑھی ہو کر اس میں جھاگ پیدا ہو جائے اس کے علاوہ باقی چیزیں جب تک نشہ پیدا نہ کریں اس وقت تک حرام نہیں ہیں۔

لیکن محققین کے ہاں احتیاط امام محمد کے قول میں ہے چنانچہ نہایہ عینی' زیلعی' درمختار' اشباہ والنظائر' فتاویٰ عالمگیری' فتاویٰ حمادیہ' شرح مواہب الرحمٰن اور شرح وہبانیہ وغیرہ میں امام اعظم کا قول بھی امام محمد کے موافق نقل کیا گیا ہے تو اس صورت میں اس پر تمام مجتہدین کا اتفاق ہو جائے گا۔

مولانا عبدالحئ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ:

مولانا عبدالحئ نے تاڑی اور نان پاؤ کے متعلق استفتاء میں اس کی حرمت کے حکم کو خوب بیان کیا ہے اور اس پر علماء احناف و شوافع کی ایک بڑی جماعت نے تصدیق کی ہے۔ فلیراجع الیہ۔

③ بھنگ اور جو گھاس نشہ لائے وہ حرام ہے۔ اسی طرح افیون کا کھانا حرام ہے کیونکہ یہ عقل کو تباہ کرتی ہے اور نماز و ذکر سے باز رکھتی ہے۔

④ جو شخص بھنگ کو حلال قرار دے وہ زندیق اور بدعتی ہے بلکہ فقیہ نجم الدین نے اس کو کافر قرار دیا اور اس کا قتل بھی مباح لکھا ہے۔

⑤ تمباکو کا استعمال حرام ہے۔ جیسا کہ درمختار میں لکھا ہے مولانا شاہ عبدالعزیزؒ نے صحیح قول کے مطابق حقہ کو مکروہ تحریمی لکھا ہے کیونکہ حقہ والے کے منہ سے کچے لہسن و پیاز جیسی بدبو آتی ہے اور دوزخیوں کی طرح اس کے منہ سے دھواں نکلتا

ہے۔طبیعت سلیمہ اس کو مکروہ قرار دیتی ہے۔اس کے پینے سے بدن میں کاہلی اور سستی آتی ہے بلکہ بعض بے ہوش بھی ہوتے ہیں۔ یہ مفتر یعنی سستی لانے والی ہے اور جو مفتر ہو وہ حرام ہے۔جیسا کہ امام احمد نے اس حدیث کے تحت نقل کیا ہے اور صراح اور صحاح میں مفتر کا معنی سستی لانے والا تحریر کیا گیا ہے اور مفردات القرآن میں امام راغبؒ نے لکھا ہے کہ فتر کا معنی تیزی کے بعد سکون اور شدت کے بعد نرمی اور قوت کے بعد ضعف ہے۔حقہ نوش میں یہ معنی ظاہر و واضح ہے۔صاحب تجربہ سے مخفی نہیں۔جن لوگوں نے مفتر کا معنی بدن کا گرم ہونا بیان کیا ہے تو وہ شاذ معنی ہے اکثر اہل لغت کے خلاف ہے یا اس سے اندر کی گرمی مراد ہے۔

بہر حال حقہ اللہ تعالیٰ کی پسند سے دور ہے۔اللہ تعالیٰ کو مسواک پسند ہے۔حقہ مسواک کی سنت کو ختم کرنے والا ہے کیونکہ حقہ سے منہ میں بدبو پیدا ہوتی ہے اور مسواک منہ کو صاف کرتی ہے۔چنانچہ مسواک کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے السواك مطهرة للفم و مرضاة للرب۔مسواک منہ کو پاک کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والی ہے۔

ہم نے جو لکھا انصاف پسند کے لئے کافی ہے۔ابواسحاق گجراتی کے رسائل تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں۔

الفصل الاول:

۱/۳۵۶۲ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَمْرُ مِنْ هَاتَیْنِ الشَّجَرَتَیْنِ النَّخْلَةِ وَالْعِنَبَةِ۔ (متفق علیه)

أخرجه مسلم فی صحیحه ۳ / ۱۵۷۳، الحدیث رقم : ۱۳ ـ ۱۹۸۵، بب ٤ / ۸۳، الحدیث رقم : ۳۶۷۸، والترمذی فی ٤ / ۲۶۳، الحدیث رقم : ۱۸۷۵، والنسائی فی ۸ / ۲۹٤، الحدیث رقم : ۵۵۷۲، وابن ماجه فی ۲ / ۱۱۲۱، الحدیث رقم : ۳۳۷۸، وأحمد فی المسند ۲ / ۲۷۹

ترجمہ :حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شراب ان دو درختوں کھجور اور انگور سے بنتی ہے۔یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ عام طور پر شراب ان دو درختوں کے پھل سے بنتی ہے۔اس سے حصر مراد نہیں کہ شراب صرف ان دو ہی سے بنتی ہے کسی اور چیز سے نہیں بنتی ہے۔چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس کا شاہد ہے۔ کل مسکر خمرٌ یہ عام ہے کوئی قید نہیں۔(ع)

۲/۳۵۶۳ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ خَطَبَ عُمَرُ عَلٰی مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّهٗ قَدْ نَزَلَ تَحْرِیْمُ الْخَمْرِ وَهِیَ مِنْ خَمْسَةِ اَشْیَاءِ الْعِنَبِ وَالتَّمْرِ وَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِیْرِ وَالْعَسَلِ وَالْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰ / ٤۵، الحدیث رقم : ۵۵۸۸، و مسلم فی ٤ / ۲۳۲۲، الحدیث رقم : (۲۳ ـ ۳۰۳۲) أخرجه ابوداوٗد فی السنن ٤ / ۷۸، الحدیث رقم : ۳۶۶۹، والنسائی فی ۸ / ۲۹۵، الحدیث رقم : ۵۵۷۸

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر رسول ﷺ پر یہ خطبہ ارشاد فرمایا کہ شراب کی حرمت نازل ہو چکی ہے اور شراب پانچ چیزوں سے بنتی ہے۔ انگور' کھجور' جو' گندم' شہد وغیرہ اور شراب وہ ہے جو عقل کو ڈھانپ لے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ علماء فرماتے ہیں کہ اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شراب ان پانچ چیزوں میں منحصر نہیں بلکہ ان کے علاوہ ہر وہ چیز جو نشہ آور ہو اور عقل کو ڈھانپنے والی ہو وہ بھی شراب ہے۔ (ح)

انگور و کھجور کی شراب

۳/۳۵۶۴ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ لَقَدْ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ حِيْنَ حُرِّمَتْ وَمَا نَجِدُ خَمْرَالْاَ عْنَابِ اِلَّا قَلِيْلًا وَعَامَّةُ خَمْرِنَا الْبُسْرُ وَالتَّمْرُ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰ / ۳۵' الحدیث رقم : ۵۵۸۰' و مسلم بنحوه فی صحیحه ۳ / ۱۵۷۱' الحدیث رقم : (۷ ۔ ۱۹۸۰) والنسائی فی السنن ۸ / ۲۸۸' الحدیث رقم : ۵۵٤۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب شراب حرام کی گئی تو اس وقت ہمیں انگور کی شراب کم ملتی تھی اور ہماری اکثر شراب کچی کھجور کی اور خشک کھجور کی بنتی تھی۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ طلع (گابھا) یہ کھجور کے درخت میں پہلے پہل جو شگوفہ ظاہر ہوتا ہے' اس کو کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس کا نام خلال اس کے بعد بلح' اس کے بعد اس کا نام بسر اور اس کے بعد رطب اور اس کے بعد اس کو تمر کہا جاتا ہے۔

نبیذ شہد کا حکم

۴/۳۵۶۵ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِتْعِ وَهُوَنَبِيْذُ الْعَسَلِ فَقَالَ كُلُّ شَرَابٍ اَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰ / ٤۱' الحدیث رقم : ۵۵۸٦' و مسلم فی ۳ / ۱۵۸۵' الحدیث رقم (٦۷ ۔ ۲۰۰۱) وأخرجه أبو داود فی السنن ٤ / ۸۸' الحدیث رقم : ۳٦۸۲' و الترمذی فی ٤ / ٤۵۷' الحدیث رقم : ۱۸٦۳' والنسائی فی ۸ / ۲۹۸' الحدیث رقم ۵۵۹٤' وابن ماجه فی ۲ / ۱۱۲۳' الحدیث رقم : ۳۳۸٦' و مالك فی الموطأ ۲ / ۸٤۵' الحدیث رقم : ۹ من کتاب الأشربة وأحمد فی المسند ٦ / ۱۹۰۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بتع یعنی شہد کے نبیذ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا جو پینے والی چیز نشہ کرے وہ حرام ہے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم نے روایت کی ہے۔

تشریح ۞ اَلْبِتْع کا معنی شہد کا نبیذ۔ شہد کو ایک برتن میں ڈال دیں یہاں تک کہ اس میں کھجور کے نبیذ کی طرح تیزی آ جائے تو اس کو پینا حرام ہے اور آپ ﷺ کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ نبیذ شہد بھی نشہ کی صورت میں حرام ہے اور نبیذ تمر سے یہی حکم ہے۔

کہا جاتا ہے خمر اہل یمن کے ہاں تبع ہے یعنی اہل یمن تبع کو خمر بناتے تھے۔

ہر نشہ والی چیز حرام ہے

۵/۳۵۶۶ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ وَمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا فَمَاتَ وَهُوَ يُدْمِنُهَا لَمْ يَتُبْ لَمْ يَشْرَبْهَا فِي الْآخِرَةِ۔ (متفق علیه)

أخرجه مسلم فى صحيحه ۳ / ۵۸۷، الحديث رقم: (۷۳ - ۲۰۰۳) وأخرج البخارى شطره الثانى فى صحيحه ۱۰ / الحديث رقم ۵۵۷۵، وأخرجه ايضًا الترمذى فى السنن ٤ / ۲۵٦، الحديث رقم: ۱۸٦۸، وابن ماجه فى ۲ / ۱۱۱۹، الحديث رقم: ۳۳۷۳، والدارمى فى ۲ / ۱۵۲، الحديث رقم ۲۰۹۰، و مالك فى الموطا ۲ / ۸٤٦، الحديث رقم ۱۱، من كتاب الأشربة وأحمد فى المسند ۲ / ۱۹

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چیز نشہ لائے وہ شراب ہے اور جو چیز نشہ لانے والی ہے وہ حرام ہے (خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ)۔ جس شخص نے شراب پی ہے پھر بلاتوبہ مر جائے تو وہ آخرت کی شراب سے محروم رہے گا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ لَمْ يَشْرَبْهَا یعنی حلال سمجھ کر پیتا رہا یا اس سے مراد زجر وتوبیخ ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ جنت میں پہلے نجات پا کر داخل ہونے والوں کے ساتھ نہ پئے گا۔ واللہ اعلم۔

طينة الخبال کا مستحق

٦/۳۵٦۷ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَجُلاً قَدِمَ مِنَ الْيَمَنِ فَسَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَرَابٍ يَشْرَبُوْنَهُ بِاَرْضِهِمْ مِنَ الذُّرَةِ يُقَالُ لَهُ الْمِزْرُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَمُسْكِرٌ هُوَ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ اِنَّ عَلَى اللّٰهِ عَهْدًا لِمَنْ يَشْرَبُ الْمُسْكِرَاَنْ يَسْقِيَهُ مِنْ طِيْنَةِ الْخَبَالِ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا طِيْنَةُ الْخَبَالِ؟ قَالَ عَرَقُ اَهْلِ النَّارِ اَوْعُصَارَةُ اَهْلِ النَّارِ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم فى صحيحه ۳ / ۱۵۸۷، الحديث رقم: ۷۲ / ۲۰۰۲، والنسائى فى السنن ۸ / ۳۲۷، الحديث رقم: ۵۷۰۹، وأحمد فى المسند ۳ / ۳٦۱

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی یمن سے آیا اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یمن میں چنے کی شراب پی جاتی ہے جس کا نام مزر ہے (اس کا کیا حکم ہے؟) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ کیا وہ نشہ لاتی ہے؟ تو اس نے کہا کہ ہاں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر چیز نشہ لانے والی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ عہد کر رکھا ہے کہ جو شخص شراب پئے گا اس کو طينة الخبال پلایا جائے گا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا طينة الخبال کیا ہے؟ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طينة الخبال جہنمیوں کا پسینہ یا پیپ اور لہو ہے جو ان کے اجسام سے بہتا ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اَلْخَبَالِ کا معنی اوپر مذکور ہوا یعنی پسینہ یا خون یا پیپ اور طینۃ تلچھٹ کو کہتے ہیں۔ کذا یفھم من ترجمۃ الشیخ۔(ح)

دوجنس ملا کر نبیذ بنانے کی ممانعت

۳۵۶۸/۷ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ خَلِیْطِ التَّمْرِ وَالْبُسْرِ وَعَنْ خَلِیْطِ الزَّبِیْبِ وَالتَّمْرِ وَعَنْ خَلِیْطِ الزَّهْوِ وَالرُّطَبِ وَقَالَ انْتَبِذُوْا کُلَّ وَاحِدٍ عَلٰی حِدَةٍ ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰ / ٦٧، الحدیث رقم: ٥٦٠٢، و مسلم فی ۳ / ۱٥٧٦، الحدیث رقم: (۲٦ ۰ ۱۹۸۸) أخرجه ابوداوٗد فی السنن ٤ / ۱۰۰، الحدیث رقم: ۳۷۰٤، والنسائی فی ۸ / ۲۸۹، الحدیث رقم: ٥٥٥۱، وابن ماجه فی ۲ / ۱۱۲٥، الحدیث رقم: ۳۳۹۷، والدارمی فی ۲ / ۱٥۹، الحدیث رقم: ۲۱۱۳، وأحمد فی المسند ٥ / ۳۰۹

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خشک اور کچی کھجور کو ملا کر نبیذ بنانے سے منع فرمایا ہے اور خشک انگور اور خشک کھجور کو ملا کر نبیذ بنانے سے منع فرمایا اور اسی طرح کچی کھجور اور تر کھجور کو ملا کر نبیذ بنانے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ ہر ایک سے الگ الگ کر کے نبیذ بناؤ۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ان دونوں کو ملا کر بھگونے کو منع فرمایا اور جدا جدا کو جائز قرار دیا۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ دوجنس میں تغیر بہت جلد واقع ہوتا ہے اور اس طرح وہ ایک دوسری سے متمیز نہیں ہوسکتی تو حرام کو پینا پڑا۔ اس صورت میں یہ نہی تنزیہی ہے اور اب بھی باقی ہے اور دوسری حکمت اس میں یہ ہوسکتی ہے کہ اس وقت حالات تنگ تھے اس لئے ملا کر نبیذ بنانے سے منع کر دیا تاکہ زیادہ خوراک نبیذ میں استعمال نہ ہو۔ اس حکمت کے پیش نظر اب یہ بھی منسوخ ہے۔

امام مالک، احمد رحمہما اللہ کے ہاں تو جس نبیذ میں دو چیزیں ہوں اس کا پینا حرام ہے خواہ وہ نشہ نہ بھی لائے اور انہوں نے اس روایت کے ظاہر پر عمل کیا ہے۔

جمہور کے ہاں جب نشہ پیدا کرنے والی ہو تو حرام ہے۔

شراب میں پیاز وغیرہ ڈال کر سرکہ بنانے کی ممانعت

۳۵۶۹/۸ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْخَمْرِ یُتَّخَذُ خَلًّا ؟ فَقَالَ لَا۔

(رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ۳ / ۱٥٧۳، الحدیث رقم: (۱۱ ۱۹۸۳) والترمذی فی السنن ۳ / ٥۸۹، الحدیث رقم: ۱۲۹٤، والدارمی فی ۲ / ۱٥۹، الحدیث رقم: ۲۱۱٥، وأحمد فی المسند ۳ / ۲٦۰

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کو (نمک یا پیاز ڈال کر)

سرکہ بنایا جانے سے متعلق سوال کیا گیا تو (کیا یہ حلال ہے یا نہیں؟) تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ہمارے نزدیک اگر شراب سرکہ بن جائے تو حلال ہے خواہ کسی چیز کے ڈالنے سے بنے یا بغیر ڈالے بن جائے یا بہت دن گزر جانے یا دھوپ میں رکھنے کی وجہ سے سرکہ بن جائے۔

امام شافعیؒ کے ہاں یہ ہے کہ اگر شراب میں کوئی چیز ڈال کر سرکہ بنائیں تو پاک نہ ہوگی اور دھوپ میں پڑا رہنے سے خود سرکہ بن جائے تو دو قول ہیں۔ زیادہ صحیح قول کے مطابق پاک ہو جاتی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے مطلق طور پر فرمایا: **نعم الادم الخل** سرکہ بہترین سالن ہے۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ بگاڑ والا وصف ختم ہوا اور صلاح والا پہلو آیا اس لئے مباح ہونی چاہئے۔ نیز یہ حنفیہ کی بھی دلیل ہے۔

اس ممانعت کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں کو شروع شروع میں شراب پینے کی عادت تھی اور جس چیز کی عادت ہوتی ہے اس کی طرف طبیعت کا میلان ہوتا ہے۔ اس وجہ سے آپ ﷺ کو خطرہ ہوا کہ شیطان کی شرارت و مداخلت سے وہ اس بات کو شراب کا بہانہ حیلہ نہ بنالیں تو آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا لیکن مدت گزرنے پر جب شراب کی حرمت لوگوں کے ذہنوں میں راسخ ہوگئی اور پرانی عادت بدل گئی تو اب وہ خطرہ نہیں رہا جس کی وجہ سے شراب کو سرکہ بنانے سے منع فرمایا تھا۔ اس لئے اب اس کی حرمت زائل ہوگئی۔ اس موقع پر صاحب ہدایہ نے ایک روایت نقل کی ہے: خیر خلکم خل خمر کم۔ واللہ اعلم۔ بیہقی نے کتاب معرفت میں اس روایت کو حضرت جابرؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔

شراب دوا نہیں داء ہے

۹/۳۵۷۰ وَعَنْ وَائِلِ الْحَضْرَمِيِّ اَنَّ طَارِقَ بْنَ سُوَيْدٍ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَمْرِ فَنَهَاهُ فَقَالَ اِنَّمَا اَصْنَعُهَا لِلدَّوَاءِ فَقَالَ اِنَّهٗ لَيْسَ بِدَوَاءٍ وَلٰكِنَّهٗ دَاءٌ ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فى صحيحه ٣ / ١٥٧٣، الحديث رقم: (١٢ ـ ١٩٨٤) والدارمى فى ٢ / ١٥٣، الحديث رقم: ٢٠٩٥، وأحمد فى المسند ٤ / ٣٣١

ترجمہ: حضرت وائل حضرمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ طارق بن سوید رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب (کے نشہ) کے سلسلہ میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ان کو منع فرمایا۔ طارق کہنے لگے ہم تو شراب کو دوا کے لئے استعمال کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ دوا نہیں بلکہ وہ داء (بیماری) ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ شراب کے ساتھ دوا کی اکثر علماء نے ممانعت فرمائی ہے۔ بعض نے کہا کہ اگر ماہر اطباء کے حکم سے شراب بطور علاج متعین ہو تو مباح ہے۔ لقمہ اگر حلقہ میں اٹک جائے اور ہلاکت کا خوف ہو اور پانی وغیرہ اس کے ہاں موجود نہ ہو تو اس کا اتنی مقدار میں شراب پینا کہ جس کے ذریعہ لقمہ حلق سے نیچے اتر جائے تو یہ بالاتفاق مباح ہے۔

بعض علماء نے اللہ تعالیٰ کے قول ﴿مَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ نفع سے مراد شفا نہیں بلکہ نشاط طبع مراد ہے اور اس کا انجام بدن کے لئے مضر ہونا ہے اور حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حرام میں شفا نہیں رکھی ہے۔ (ح)

الفصل الثانی:

چالیس روز شرابی کی نماز قبول نہیں ہوتی

۱۰/۳۵۷۱ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ لَهُ صَلَاةً اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا فَإِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَإِنْ عَادَ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ لَهُ صَلَاةً اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا فَإِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَإِنْ عَادَ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ لَهُ صَلَاةً اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا فَإِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَإِنْ عَادَ فِي الرَّابِعَةِ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ لَهُ صَلَاةً اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا فَإِنْ تَابَ لَمْ يَتُبِ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَقَاهُ مِنْ نَهْرِ الْخَبَالِ ۔ (رواه الترمذی ورواه النسائی وابن ماجة والدارمی عن عبد الله بن عمرو)

والترمذی فی السنن ٤ / ٢٥٧' الحدیث رقم: ١٨٦٢و أحمد فی المسند ٢ / ٢٥

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی شراب پیتا ہے اور توبہ نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کی چالیس روز کی نماز قبول نہیں کرتا اور جب وہ خالص توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے اگر وہ دوبارہ شراب پی لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نماز چالیس روز تک قبول نہیں کرتا اگر وہ پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے اگر دوبارہ شراب پیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی چالیس روز تک نماز قبول نہیں کرتا۔ اگر وہ توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ پھر اگر وہ چوتھی بار شراب پیتا ہے تو اللہ تعالیٰ چالیس روز تک اس کی نماز قبول نہیں کرتا اور اگر وہ توبہ کر لے تو اس کی توبہ بھی قبول نہیں کرتا۔ اور اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں دوزخ والوں کی پیپ اور لہو کی نہر سے پلائے گا۔ یہ ترمذی کی روایت ہے اور اس کو نسائی' ابن ماجہ اور دارمی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ لَمْ يَقْبَلِ۔ نماز قبول نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ثواب نہیں ملتا اگرچہ فرض ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے۔ نماز کے تذکرہ کی وجہ یہ ہے کہ نماز عبادات بدنیہ میں افضل ترین عبادت ہے۔ جب یہ قبول نہ ہوئی تو دوسری عبادات بدرجہ اولیٰ قبول نہ ہوں گی۔

اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا چالیس کی قید شاید اس لئے لگائی کہ اتنے دن باطن میں شراب کا اثر باقی رہتا ہے اور چوتھی مرتبہ توبہ کے قبول نہ کرنے کا حکم یہ تشدید وزجر پر محمول ہے ورنہ اصل اصول یہ ہے کہ اگر گناہ پر اصرار نہ ہو تو ستر مرتبہ اس کی طرف لوٹنے سے بھی معافی مل جاتی ہے' گویا یہ اصرار کرنے والا تھا یا مراد یہ ہے کہ ام الخبائث میں مبتلا ہونے کی نحوست کی وجہ سے حقیقی توبہ کی توفیق سے محروم رہتا ہے اور اصرار کرتے ہوئے اس کی موت واقع ہوتی ہے۔

جس کی زیادہ مقدار نشہ لائے اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے

۱۱/۳۵۷۲ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَسْكَرَ كَثِيْرُهُ فَقَلِيْلُهُ حَرَامٌ

(رواه الترمذی وابوداؤد وابن ماجة)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ٤ / ٨٧' الحدیث رقم : والترمذی فی ٤ / ٢٥٨' الحدیث رقم : ١٨٦٥' وابن ماجه فی ٢ / ١١٢٥' الحدیث رقم : ٣٣٩٣' وأحمد فی المسند ٣ / ٣٤٣

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو چیز کثیر مقدار میں نشہ لائے اس کا قلیل استعمال بھی حرام ہے۔ یہ ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ انسانی طبیعت یہ ہے کہ قلیل کو استعمال کرتے ہوئے کثیر کی عادی بن جاتی ہے۔ اس لئے اس سے بچنا ضروری ہے۔

حرام کی قلیل مقدار بھی حرام ہے

۱۲/۳۵۷۳ وَعَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَسْكَرَ مِنْهُ الْفَرَقُ فَمِلْءُ الْكَفِّ مِنْهُ حَرَامٌ۔ (رواه احمد والترمذی وابوداؤد)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ٤ / ٩١' الحدیث رقم : ٣٦٨٧' و الترمذی فی ٤ / ٢٥٩' الحدیث رقم : ١٨٦٦' وأحمد فی المسند ٦ / ١٣١

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو چیز فرق کی مقدار سے نشہ لائے تو اس میں سے بھرا ہوا چلو بھی حرام ہے۔ یہ احمد' ترمذی' ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ جس کی کثیر مقدار حرام ہے اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے جیسا کہ اوپر والی روایت میں گزرا اور فرق آٹھ سیر کا ہوتا ہے۔

شراب کی مختلف اقسام

۱۳/۳۵۷۴ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنَ الْحِنْطَةِ خَمْرًا وَمِنَ الشَّعِيْرِ خَمْرًا وَمِنَ التَّمْرِ خَمْرًا وَمِنَ الزَّبِيْبِ خَمْرًا وَمِنَ الْعَسَلِ خَمْرًا۔

(رواه الترمذی وابوداؤد وابن ماجة وقال الترمذی هذا حدیث غریب)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ٤ / ٨٣' الحدیث رقم : ٣٦٨٦' والترمذی فی السنن ٤ / ٢٦٢

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً گندم

سے بھی شراب بنتی ہے اور جو سے بھی شراب بنتی ہے اور کھجور سے بھی شراب ہوتی ہے اور انگور سے بھی شراب بنتی ہے اور شہد سے بھی شراب بنتی ہے۔ یہ روایت ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ نے نقل کی ہے۔ ترمذی نے اسے غریب کہا۔

تشریح ❁ علماء لکھتے ہیں کہ اس سے مقصود یہ نہیں کہ انہی چیزوں سے شراب بنتی ہے بلکہ یہ کہنا ہے کہ ان سے بھی بنتی ہے اور ان کے علاوہ دیگر چیزوں سے بھی بنتی ہے۔ باقی ان چیزوں کے تذکرہ کی وجہ یہ ہے کہ اکثر شراب ان چیزوں سے بنتی ہے اور یہ واضح دلیل ہے کہ شراب صرف انگور کے پانی سے ہی نہیں بنتی۔

ابن الملک کا قول: انگور کی شراب تو حقیقتاً خمر ہے باقی چیزوں کو مجازاً خمر کہا ہے کیونکہ یہ بھی عقل کو زائل کرتی ہیں۔

یتیم کی شراب کو بھی فروخت کی اجازت نہیں

۱۴/۳۵۷۵ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ قَالَ کَانَ عِنْدَنَا خَمْرٌ لِیَتِیْمٍ فَلَمَّا نَزَلَتِ الْمَائِدَةُ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْہُ وَقُلْتُ اِنَّہٗ لِیَتِیْمٍ فَقَالَ اَھْرِیْقُوْہُ۔ (رواہ الترمذی)

والترمذی فی السنن ۳ / ۵۶۳' الحدیث رقم: ۱۲۶۳' وأحمد فی المسند ۳ / ۲۶

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ہمارے پاس ایک یتیم کی شراب تھی۔ (جس یتیم کی پرورش ہم کرتے تھے۔ وہ اور مال بھی رکھتا تھا۔ ان اموال میں ایک شراب بھی تھی اور اس زمانے میں شراب مباح تھی)۔ جب سورۂ مائدہ کی آیت: ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ﴾ اتری تو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یتیم کی شراب کا حکم دریافت کیا اور میں نے عرض کیا کہ وہ یتیم کی ہے (اور یتیم کا مال تو ضائع نہ کرنا چاہئے تو اس کا کیا حکم ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا اسے پھینک دو۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ❁ یعنی یہ مال غیر متقوم ہے' اس سے نفع لینا حلال نہیں ہے اور اس کی تذلیل کا حکم ہے' اس لئے اس کو انڈیل دو۔

۱۵/۳۵۷۶ وَعَنْ اَنَسٍ عَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ اَنَّہٗ قَالَ یَانَبِیَّ اللّٰہِ اِنِّی اشْتَرَیْتُ خَمْرًا لِاَ یْتَامٍ فِیْ حِجْرِیْ فَقَالَ اَھْرِقِ الْخَمْرَ وَاکْسِرِ الدِّنَانَ رواہ الترمذی وضعفہ وفی روایة ابی داوٗدَ اَنَّہٗ سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اَیْتَامٍ وَرِثُوْا خَمْرًا قَالَ اَھْرِقْھَا قَالَ اَفَلَا اَجْعَلُھَا خَلًّا قَالَ لَا ۔

والترمذی فی السنن ۳ / ۵۸۸' الحدیث رقم: ۱۲۹۳' وروایة أبی داود' أخرجھا فی السنن ٤ / ۸۲' الحدیث رقم: ۲٦۷۵

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو کہ انہوں نے ابوطلحہ سے نقل کی ہے کہ انہوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ! میں نے یتیموں کے لئے شراب خریدی تھی جو کہ میری پرورش میں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم شراب پھینک دو اور اس کے برتن توڑ دو۔ یہ ترمذی کی روایت ہے اور اس نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ ابوطلحہ نے پوچھا کہ اس شراب کا کیا حکم ہے جس کو یتامیٰ نے وراثت میں پایا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا پھینک دو۔ میں نے کہا کیا میں اس کا سرکہ نہ بناؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔

تشریح ❁ یہ شراب کی خریداری حرمت سے پہلے تھی اور حکم کی دریافت حرمت کے بعد کی گئی کہ اسے پھینک دیں یا رہنے دیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا اسے پھینک دو اور برتن توڑ دو۔ برتن توڑنے کا حکم اس لئے فرمایا کہ برتنوں میں نجاست کا اثر سرایت کر جاتا ہے ان کا پاک کرنا ممکن نہ تھا یا ابتداءً ممانعت میں مبالغہ مقصود تھا تا کہ حرمت دل میں خوب سرایت کر جائے اور سرکہ بنانے کی ممانعت زجر و تنبیہ کے لئے تھی یا یہ ممانعت تنزیہی تھی۔ (ع)

الفصل الثالث:

ہر مفتر حرام و ممنوع ہے

۱۶/۳۵۷۷ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ وَمُفْتِرٍ۔

(رواہ ابو داؤد)

أخرجه ابو داؤد فی السنن ٤ / ٩٠' الحديث رقم: ٣٦٨٦' وأحمد فی المسند ٦ / ٣٠٩

ترجمہ: حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ والی اور مفتر چیز (کے استعمال) سے منع فرمایا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ مُفْتِرٍ یہ افتر الرجل سے لیا گیا ہے وہ اس وقت کہا جاتا ہے کہ جب پلکیں کمزور ہو جائیں اور گوشہ چشم اوپر معلوم ہوں یہ ایسی چیز کو کہتے ہیں جس سے حرارت پیدا ہو یعنی قلب و دماغ میں گرمی سرایت کر کے ان میں فتور و انقطاع اور ڈھیلا پن پیدا ہو جائے۔

اس معنی کو دلیل قرار دے کر اجوائن خراسانی اور دیگر مغیرات اور مفترات کی حرمت پر استدلال کیا گیا ہے۔ (ح)

گندم کی شراب بھی حرام ہے

۱۷/۳۵۷۸ عَنْ دَيْلَمِ الْحِمْيَرِيِّ قَالَ قُلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا بِاَرْضٍ بَارِدَةٍ وَنُعَالِجُ فِيْهَا عَمَلاً شَدِيْدًا وَاِنَّا نَتَّخِذُ شَرَابًا مِنْ هٰذَا الْقَمْحِ نَتَقَوّٰى بِهٖ عَلٰى اَعْمَالِنَا وَعَلٰى بَرْدِ بِلَادِنَا قَالَ هَلْ يُسْكِرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاجْتَنِبُوْهُ قُلْتُ اِنَّ النَّاسَ غَيْرُ تَارِكِيْهِ قَالَ اِنْ لَّمْ يَتْرُكُوْهُ فَقَاتِلُوْهُمْ۔ (رواہ ابو داؤد)

أخرجه ابو داؤد فی السنن ٤ / ٨٩' الحديث رقم: ٣٦٨٣' وأحمد فی المسند ٤ / ٢٣٢۔

ترجمہ: حضرت دیلم حمیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اس علاقہ میں رہتے ہیں جو نہایت سرد ہے اور ہمیں زور و قوت سے سخت کام کرنے پڑتے ہیں۔ ہم قوت حاصل کرنے کے لئے گندم کی شراب تیار کرتے ہیں جس سے ہم اپنے کاموں میں قوت پاتے اور سردی پر غلبہ پاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا اس شراب سے نشہ ہوتا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس سے گریز کرو۔ میں نے عرض کیا لوگ اس کو نہ چھوڑیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر وہ ترک نہ کریں تو تم ان سے لڑو (یعنی اگر وہ اس کے پینے کو حلال قرار دیں تو ان

سے لڑو)۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

شراب اور باجے گاجے کی ممانعت

۳۵۷۹/۱۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَالْكُوْبَةِ وَالْغُبَيْرَاءِ وَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ۔ (رواه ابوداوٗد)

أخرجه ابو داوٗد في السنن ٤ / ٨٩، الحديث رقم: ٣٦٨٥

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب نوشی، جوا کھیلنے اور نرد و شطرنج اور چھوٹے طبل و بربط سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا ہر نشہ والی چیز حرام ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ وَالْكُوْبَةِ صاحب قاموس نے اس کا معنی نرد و شطرنج کیا ہے۔ چھوٹا طبل، نقارہ، بربط وغیرہ یہ تمام ممنوع ہیں جو بھی یہاں مراد لیں وہ درست ہے۔ وَالْغُبَيْرَاءِ: یہ شراب کی ایک قسم ہے جو چنے سے بنتی تھی اور حبشی لوگ اس کو بنایا کرتے تھے۔

ماں باپ کا نافرمان اور شراب کا عادی جنت میں نہ جائے گا

۳۵۸۰/۱۹ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَاقٌّ وَلَا قَمَّارٌ وَلَا مَنَّانٌ وَلَا مُدْمِنُ خَمْرٍ (رواه الدارمي وفي رواية له) وَلَا وَلَدُ زِنْيَةٍ بَدَلَ قَمَّارٍ۔ (مسند احمد)

أخرجه النسائي في السنن ٨ / ٣١٨، الحديث رقم: ٥٦٧٢، والدارمي في ٢ / ١٥٣، الحديث رقم: ٢٠٩٤، وأحمد في المسند ٢٠١

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماں باپ کا نافرمان جنت میں داخل نہ ہوگا (یعنی ابتداءً داخلہ والوں کے ساتھ داخل نہ ہوگا جبکہ نافرمانی بھی کسی شرعی وجہ کے بغیر ہو) اور نہ جواباز اور نہ احسان جتلانے والا (جو کہ فقراء پر صدقہ کر کے احسان جتلائے) اور نہ شراب کا عادی۔ اس کو دارمی نے نقل کیا۔ دارمی کی ایک روایت میں اس طرح ہے ولد الزنا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ یہ جواباز کی جگہ فرمایا۔

تشریح ۞ جوا یہ ہے کہ دو کھیلنے والے یہ شرط لگا کر کھیلیں کہ اگر تو جیت گیا تو تجھے اتنا دیا جائے گا اور اگر میں جیت گیا تو اتنا لوں گا۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

منان وہ ہے کہ وہ جو بھی غرباء و مساکین پر خرچ کرے تو ان پر احسان جتلائے کہ میں نے تم لوگوں پر اتنا خرچ کیا۔

(۲) یہ بھی احتمال ہے کہ منان من سے ہو جس کا معنی قطع کرنا آتا ہے۔ یعنی رشتہ داری کو قطع کرنے والا۔ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ: ولد الزنا جنت میں نہ جائے گا۔ یہ الفاظ نہ صحیح ہیں نہ موضوع بلکہ ضعیف ہیں اور اگر یہ روایت درست ہو پھر تاویل یہ ہے (۱) کہ اکثر اولاد زنا مربی اور والد کے بغیر اور ماں کی بداخلاقی کی وجہ سے عموماً خراب ہو جاتے ہیں اور ظاہر و باطن کی تربیت قبول نہیں

کرتے۔(۲) یازانی پر زجروتوبیخ مقصود ہے جوکہ اس بچے کی ولادت کا سبب ہے۔(۳) بعض نے کہا کہ ولدالزنا سے مراد زنا کا عادی ہے جیسا کہ بہادر کو بنوالحرب کہتے ہیں اور مسلمان کو بنوالاسلام کہا جاتا ہے ورنہ ولدالزنا کا زنا میں تو کوئی دخل نہیں کہ اس کی وجہ سے اس کو عذاب دیا جائے۔(ع۔مولانا رفیع الدین)

میرے ربّ نے مجھے باجے گاجے مٹانے کا حکم دیا

۲۰/۳۵۸۱ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنِیْ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ وَهُدًی لِّلْعَالَمِیْنَ وَاَمَرَنِیْ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَالْمَزَامِیْرِ وَالْاَوْثَانِ وَالصُّلُبِ وَاَمْرِ الْجَاهِلِیَّةِ وَحَلَفَ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ بِعِزَّتِیْ لَا یَشْرَبُ عَبْدٌ مِّنْ عَبِیْدِیْ جُرْعَةً مِّنْ خَمْرٍ اِلَّا سَقَیْتُهٗ مِنَ الصَّدِیْدِ مِثْلَهَا وَلَا یَتْرُکُهَا مِنْ مَّخَافَتِیْ اِلَّا سَقَیْتُهٗ مِنْ حِیَاضِ الْقُدُسِ۔ (رواہ احمد)

أخرجه أحمد فی المسند ٥ / ٢٢٨

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور مجھے تمام جہان کی راہنمائی کا ذریعہ بنایا ہے اور میرے رب نے مجھے باجوں اور مزامیر کو مٹانے اور بت' صلیب' تمام رسوم جاہلیہ اور عادات جاہلیت کو مٹانے کے لئے بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت کی قسم اٹھا کر فرمایا ہے کہ جو بندہ شراب کا ایک گھونٹ بھی پئے گا میں اسے اس کی بقدر جہنمیوں کی پیپ پلاؤں گا اور اگر کوئی شراب کو میرے خوف سے چھوڑے گا میں اسے شراب طہور جنت کے حوضوں سے پلاؤں گا۔ یہ احمد کی روایت ہے۔

تشریح ❁ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ: یعنی باجوں کو مٹانے کا حکم دیا یعنی ڈھول' ڈھولکی' نقارہ' تاشہ' طبلہ' طنبورہ' سارنگی' ستار اور اسی طرح مزامیر جیسے شہنائی اور مرچنگ اور بانسری اور اسی طرح کے دیگر آلات۔(۲) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ باجے حرام ہیں اور مزامیر بھی۔ اس لئے کہ زمانہ قدیم سے یہ باطل پرست فساق وفجار کی عادات وعلامات چلی آرہی ہے۔(۳) فقہاء نے لکھا ہے کہ باجے اور مزامیر کے ساتھ راگ حرام ہے اور صرف آواز سے مکروہ ہے اور اجنبی عورتوں سے سننا سخت حرام ہے۔ (۴) صلیب یہ عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھانے کی علامت ہے۔ عیسائی اپنی تمام اشیاء میں یہ علامت استعمال کرتے ہیں یہ گویا عیسیٰ علیہ السلام کی غم وحسرت کی ایک یادداشت ہے۔ اس کے بھی مٹانے کا حکم فرمایا گیا۔ اسی طرح تمام رسوم جاہلیت مثلاً نوحہ خوانی' آباء پر فخر' انساب میں طعن وغیرہ کو اسلام مٹاتا ہے۔(ح۔ع)

عادی شراب نوش اور دیوث جنت میں نہ جائیں گے

۲۱/۳۵۸۲: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ قَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمُ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَالْعَاقُّ وَالدَّیُّوْثُ الَّذِیْ یُقِرُّفِیْ اَهْلِهِ الْخُبْثَ۔ (رواہ احمد والنسائی)

أخرجه أحمد فی المسند ٢ / ١٣٤

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تین آدمیوں پر جنت کو حرام کیا ہے (یعنی وہ نجات پانے والوں کے ساتھ ابتداءً ان کا داخلہ حرام ہے)۔(۱) شراب کا عادی (۲) ماں باپ کا نافرمان (۳) دیوث یعنی وہ جو اپنے اہل وعیال میں ناپاکی کو برقرار رکھے۔ یہ احمد نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ وَالدَّيُّوْثُ: دیوث یعنی جو اپنے اہل وعیال اور قرابت والوں اور لونڈی کے سلسلہ میں ناپاکی (یعنی زنا یا دواعی زنا) کا خواستگار ہو۔ دواعی زنا یعنی بوس وکنار وغیرہ تمام گناہ شراب نوشی، غسل جنابت کا ترک وغیرہ کا حکم بھی یہی ہے مثلاً بیوی کو شراب نوشی کرتے یا غسل جنابت ترک کرتے دیکھے مگر منع نہ کرے تو وہ دیوث ہے۔

طیبی کا قول: دیوث وہ ہے جو اپنے اہل وعیال میں بری چیز دیکھے مگر غیرت کر کے ان کو منع نہ کرے۔ (ع)

مدمن خمر اور قاطع رحم جنت میں نہ جائیں گے

۲۲/۳۵۸۳ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا تَدْخُلُ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَقَاطِعُ الرَّحِمِ وَمُصَدِّقٌ بِالسِّحْرِ۔ (رواہ احمد)

أخرجه أحمد فی المسند ٤ / ٣٩٩

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین شخص جنت میں داخل نہ ہوں گے، ہمیشہ شراب پینے والا، رشتہ کو توڑنے والا، سحر پر یقین کرنے والا، یہ احمد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ وَمُصَدِّقٌ بِالسِّحْرِ: یعنی جو سحر کو مؤثر بالذات جانے۔ البتہ سحر کی تاثیر کا ثبوت باذن الٰہی درست ہے کیونکہ ارشاد نبوت ہے اَلسِّحْرُ حَقٌّ۔ (ع)

عادی شرابی کا خطرناک انجام

۲۳/۳۵۸۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ اِنْ مَاتَ لَقِیَ اللّٰهَ تَعَالٰی كَعَابِدِ وَثَنٍ۔ (رواہ احمد وروی ابن ماجة عن ابی هريرة والبيهقی فی شعب الا يمان عن محمد بن عبيد الله عن ابيه وقال ذكر البخاری فی التاريخ عن محمد بن عبد الله عن ابيه)

أخرجه أحمد فی المسند ١ / ٢٧٢

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر شراب کا عادی مرجائے تو وہ اللہ تعالیٰ سے بت پوجنے والے کی طرح ملاقات کرے گا۔ یہ احمد کی روایت ہے اور ابن ماجہ نے اس کو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ بیہقی نے شعب الایمان میں محمد بن عبیداللہ سے اور انہوں نے اپنے والد سے نقل کیا ہے۔ بیہقی کہتے ہیں کہ بخاری نے یہ روایت اپنی تاریخ میں محمد بن عبداللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے نقل کی ہے۔

شراب نوشی شرک کی طرح ہے

۲۴/۳۵۸۵ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی اَنَّهٗ کَانَ یَقُوْلُ مَا اُبَالِیْ شَرِبْتُ الْخَمْرَ اَوْ عَبَدْتُّ هٰذِهِ السَّارِیَةَ دُوْنَ اللّٰهِ۔ (رواہ النسائی)

أخرجه النسائي في السنن ٨ / ٣١٤، الحديث رقم: ٥٦٦٣

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں کبھی اس کا خیال بھی نہیں کرتا کہ شراب پیوؤں یا اللہ کے سوا اس ستون (یا بُت) کو پوجوں۔ (نسائی)

تشریح ۞ **هٰذِهِ السَّارِیَةَ**: مقصد یہ ہے کہ پتھر کی پوجا اور شراب نوشی میرے نزدیک یکساں حکم رکھتے ہیں۔

حکومت وفیصلے کا بیان

الامارۃ: ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ ہے' اس کا معنی امیر بنانا' ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ اس کا معنی علامت ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکیمانہ مزاج مبارک یہ ہے کہ جہاں بھی انسانوں کے آپس میں دوطرفہ حقوق کا تعلق ہوتا ہے وہاں ہر جانب کو اس بات کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ وہ دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کرے اور اپنے حقوق کی وصولیابی میں رواداری سے کام لے۔ اس حکمت بالغہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جانبین میں ادائیگی حقوق کا اہتمام اور آپس میں محبت وانس کی خوشگوار فضاء پیدا ہوتی ہے' معاشرہ امن وامان اور صلاح کا گہوارہ بن جاتا ہے۔

سلطان (امیر وقت) اور عوام محکومین میں بھی دوطرفہ حقوق کا نہایت نازک تعلق ہوتا ہے۔ یہاں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہی حکیمانہ انداز ہے کہ امراء وسلاطین کو اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ عوام کے حقوق کا پورا لحاظ رکھیں۔ اگر عوام کی طرف سے تکالیف کا سامنا ہو تو شاہی حلم کا مظاہرہ کریں' دوسری طرف عوام کو یہ فرمایا کہ جائز امور کی حد تک امراء کی مکمل اطاعت کی جائے اگر ان کی طرف سے ناگوار حالات پیش آئیں تو صبر وتحمل سے کام لیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی دونوں طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کا پاس رکھا گیا ہے تو قوموں میں خوشحالیاں پیدا ہوئیں اور ان اصولوں کو چھوڑ کر کسی نے بدامنی اور شروفساد کے علاوہ اور کچھ نہیں کمایا۔ اس باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ احادیث زیادہ تر پیش کی گئی ہیں جن میں عوام کے ذمہ امراء کے حقوق بیان ہوئے ہیں۔ امراء کے ذمہ عوام کے حقوق سے متعلقہ احادیث دوسرے مقام پر ذکر ہوئی ہیں' ان میں سے کافی احادیث آئندہ "باب ما علی الولاۃ من التیسیر" میں بھی آئیں گی۔

الفصل الاوّل:

امیر کی اطاعت میں رسول کی اطاعت ہے

۱/۳۵۸۶ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ

عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ وَمَنْ یُّطِعِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ یَّعْصِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ عَصَانِیْ وَاِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّۃٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِہٖ وَیُتَّقٰی بِہٖ فَاِنْ اَمَرَ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَعَدَلَ فَاِنَّ لَہٗ بِذَالِكَ اَجْرًا وَاِنْ قَالَ بِغَیْرِہٖ فَاِنَّ عَلَیْہِ مِنْہُ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ٦ / ١١٦، الحديث رقم: ٢٩٥٧، و مسلم في ٣ / ١٤٦٦، الحديث رقم: (٣٣ ـ ١٨٣٥) والنسائي في السنن ٧ / ١٥٤، الحديث رقم: ٤١٩٣، وابن ماجه في ٢ / ٩٥٤، الحديث رقم: ٢٨٥٩، وأحمد في المسند ٢ / ٢٥٢۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ امیر وہ ڈھال ہے جس کی پناہ میں قتال کیا جاتا ہے اور اس کے ذریعہ (آفات ومصائب سے) بچاؤ کیا جاتا ہے۔ پس اگر امیر اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کا حکم دے اور انصاف کرے تو یقیناً اس امیر کو بہت بڑا ثواب ملے گا اور اگر وہ اس کے علاوہ حکم دے تو اس کی وجہ سے اس کو گناہ ملے گا۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

اللہ کے حکم پر چلنے والے ناک کٹے امیر کی بھی بات مانو

۲/۳۵۸۷ وَعَنْ اُمِّ الْحُصَیْنِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنْ اُمِّرَ عَلَیْکُمْ عَبْدٌ مُجَدَّعٌ یَقُوْدُکُمْ بِکِتَابِ اللّٰہِ فَاسْمَعُوْا لَہٗ وَاَطِیْعُوْا۔ (رواہ مسلم)

صحيح مسلم ٢ / ٩٤٤، الحديث رقم: (٣١١ ـ ١٢٩٨) والترمذي في السنن ٤ / ١٨١، الحديث رقم: ١٧٠٦، والنسائي في ٧ / ١٥٤، الحديث رقم: ٤١٩٢، وابن ماجه في ٢ / ٩٥٥، الحديث رقم: ٢٨٦١، وأحمد في المسند ٦ / ٤٠٢

ترجمہ: حضرت ام حصین رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تم پر ناک کٹا اور کان کٹا امیر بنایا جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حکم دے (تو اس کی اطاعت لازم ہے) اس کا حکم سنو اور اس کی فرماں برداری کرو۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یہ غلام کا تذکرہ بطور مبالغہ ہے اس کی نظیر وہ روایت ہے کہ جس میں ہے کہ جس شخص نے چڑیا کے گھونسلے کے برابر مسجد بنائی...... حالانکہ کوئی مسجد چڑیا کے گھونسلے کے برابر نہیں ہوتی مگر مقصد مبالغہ ہے۔ (۲) یا پھر غلام سے مراد نائب سلطان یا کسی علاقے کا حاکم وگورنر مراد ہے اور خلیفہ اکبر مراد ہے ورنہ غلام امیر وامام نہیں ہوتا اور تمام احادیث میں نکٹا اور کنکٹا بطور حقارت وخواری کہا گیا ہے۔ (ح)

اللہ کے مطیع حاکم کی اطاعت کرو

۳/۳۵۸۸ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ كَاَنَّ رَاْسَهٗ زَبِيْبَةٌ ۔ (رواہ البخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۳ / ۱۲۱، الحدیث رقم : ۷۱٤۲، وابن ماجه فی السنن ۲ / ۹۵۵، الحدیث رقم : ۲۸٦۰، وأحمد فی المسند ۳ / ۱۱٤

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم حاکم کا کلام سنو اور اس کی اطاعت کرو (یعنی اس کے امر ونہی کو مانو جب تک کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مخالف نہ ہو)۔ خواہ تم پر ایسا حبشی غلام حاکم بنایا جائے جس کا سر کشمش کے دانہ کے برابر ہو۔ (چھوٹا اور سیاہ ہونے میں)۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

گناہ کے سوا حاکم کی اطاعت لازم ہے

۴/۳۵۸۹ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيْمَا اَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ ۔ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان مرد کو (امیر کی) ہر بات کو سننا اور فرمانبرداری لازم ہے خواہ اس کو وہ بات پسند ہو یا ناپسند ہو جب تک کہ وہ گناہ کا حکم نہ دے۔ جب وہ گناہ کا حکم کرے تو اس وقت اس کا حکم نہ سنا جائے گا اور نہ مانا جائے گا۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ حاکم کے حکم کو سننا اور ماننا ہر مسلمان پر واجب ہے خواہ وہ خلاف طبع حکم دے یا موافق طبع۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ وہ حکم گناہ کا نہ ہو اگر وہ گناہ کا حکم دے تو اس کی اطاعت لازم نہیں لیکن امام سے اس کا لڑنا جائز نہیں۔ (ع)

فقط نیکی میں طاعت ہے

۵/۳۵۹۰ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا طَاعَةَ فِيْ مَعْصِيَةٍ اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ ۔

(متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۳ / ۲۳۳، الحدیث رقم : ۷۲۵۷، و مسلم فی ۳ / ۱٤٦۹، الحدیث رقم : (۳۹ ـ ۱۸٤۰) وأبوداود فی السنن ۳ / ۹۲، الحدیث رقم : ۲٦۲۵، والنسائی فی ۷ / ۱۵۹، الحدیث رقم : ۵، ٤۲، وأحمد فی المسند ۱ / ۸۲

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گناہ میں اطاعت نہیں

(یعنی نہ حاکم کی نہ ماں باپ کی) بلاشبہ نیکی میں اطاعت ہے۔ یہ بخاری، مسلم کی روایت ہے۔

حکام سے ان کے معاملے میں جھگڑا نہ کریں

۳۵۹۱/۶ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَعَلٰى اَثَرَةٍ عَلَيْنَا وَعَلٰى اَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ وَعَلٰى اَنْ نَّقُوْلَ بِالْحَقِّ اَيْنَمَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ وَفِيْ (رواية) وَعَلٰى اَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ اِلَّا اَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللّٰهِ فِيْهِ بُرْهَانٌ۔ (متفق عليه)

أخرجه البخاري في صحيحه ١٣ / ١٩٢، الحديث رقم: ٧٢٠٠، و مسلم في ٣ / ١٤٦٩، الحديث رقم: (٤٢ - ١٧٠٩) وأخرجه النسائي في السنن ٧ / ١٣٨، الحديث رقم: ٤١٥١، وابن ماجه في ٢ / ٩٥٧، الحديث رقم: ٢٨٦٦، ومالك في الموطا ٢ / ٤٤٥، الحديث رقم ٥، في كتاب الجهاد وأحمد في المسند ٥ / ٣١٤

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی یعنی عہد کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہر تنگی و آسانی میں، پسند و ناپسند میں، دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں اور اس میں کہ حکومت کے معاملے میں حکام سے منازعت نہ کریں گے اور ہم ہر جگہ حق بات کہیں گے اور ہم اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے اور ایک روایت میں ہے کہ ہم نے اس پر عہد کیا کہ امراء سے ان کے معاملے میں جھگڑا نہ کریں گے مگر اس صورت میں جبکہ ان سے صریح کفر دیکھیں جس کی دلیل واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے موجود ہو۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **ان یؤثر علینا**: یعنی ہم نے عہد کیا کہ اگر ترجیح دی گئی تو ہم صبر کریں گے۔ یہاں انصار پر ترجیح دینا مراد ہے جیسا کہ دوسری روایت میں وارد ہے کہ میرے بعد اثرۃ یعنی ترجیح دی جائے گی۔ پس تم صبر کرنا یعنی بخشش و انعام، عہدے میں تم پر بعض دوسروں کو ترجیح دی جائے گی، ان حالات میں تم صبر کرنا چنانچہ اس میں پیشینگوئی کے مطابق خلفاء راشدین کے بعد جب امراء کا دور آیا تو انصار کے ساتھ امتیازی سلوک کیا گیا اور دوسروں کو ان پر ترجیح دی گئی۔ چنانچہ انصار نے اس پر صبر کیا۔

لَا نُنَازِعُ: یعنی نہ ہم امارت طلب کریں گے اور نہ ہم امیر کو معزول کریں گے اور نہ اس سے لڑیں گے۔ آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر امام سے کفر صریح کا ارتکاب دیکھو تو اس کو معزول کیا جا سکتا ہے بلکہ اس وقت معزول کرنا واجب ہے۔ اس کی فرمانبرداری لازم نہیں باقی فسق و فجور کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کے ہاں امام معزول نہیں ہوتا اور امام شافعیؒ کے ہاں معزول ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ہر قاضی اور امیر کا یہی حکم ہے۔

اصل اختلاف: امام شافعیؒ کے ہاں فاسق حکومت و ولایت کا حقدار ہی نہیں اور امام ابوحنیفہؒ کے ہاں فاسق ولی و حاکم بن سکتا ہے۔ چنانچہ فاسق باپ اپنی چھوٹی بیٹی کا نکاح کر سکتا ہے۔ (ح)

اطاعت بقدرِ استطاعت ہے

۳۵۹۲/۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا اِذَا بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ يَقُوْلُ لَنَا فِيْمَا اسْتَطَعْتُمْ۔ (متفق عليه)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۳ / ۱۹۳' الحديث رقم : ۷۲۰۲' و مسلم في ۳ / ۱٤۹۰' الحديث رقم : (۹۰ ـ ۱۸٦۷) والنسائي في السنن ۷ / ۱۵۲' الحديث رقم : ۷۲۰۲' و مسلم في ۳ / ۱٤۹۰' الحديث رقم : (۹۰ ـ ۱۸٦۷) والنسائي في السنن ۷ / ۱۵۲) الحديث رقم : ٤۱۸۷' و مالك في الموطا ۲ / ۹۸۲' الحديث رقم : ۱ من كتاب البيعة' وأحمد في المسند ۲ / ۱۳۹

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرتے یعنی اس بات پر عہد کرتے کہ آپ ﷺ کی ہدایات توجہ سے سنیں گے اور آپ ﷺ کے احکام کی اطاعت کریں گے تو آپ ﷺ ہم سے فرماتے کہ ان امور میں (تم پر اطاعت لازم ہے) جن کی تم طاقت رکھتے ہو۔ یہ بخاری' مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یا تو یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے رخصت ہے کہ جس قدر فرمانبرداری ہو سکے اس قدر کی جائے یا تاکید وتشدید ہے کہ جس قدر فرمانبرداری کر سکو اس میں کوتاہی نہ کرو۔ (ع۔ح)

امیر کی خلافِ طبع بات پر صبر کرو

۳۵۹۳/۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰى مِنْ اَمِيْرِهٖ شَيْئًا يَكْرَهُهٗ فَلْيَصْبِرْ فَاِنَّهٗ لَيْسَ اَحَدٌ يُفَارِقُ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَيَمُوْتُ اِلَّا مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً۔ (متفق عليه)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۳ / ۱۲۱' الحديث رقم : ۷۱٤۳' و مسلم في ۳ / ۱٤۷۷' الحديث رقم : (۵۵ ـ ۱۸٤۹) والدارمي في السنن ۲ / ۳۱٤' الحديث رقم : ۲۵۱۹' وأحمد في المسند ۱ / ۲۷۵

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے امیر سے ایسی چیز دیکھے جو اسے (طبعاً یا شرعاً) اچھی نہ لگے اسے صبر کرنا چاہئے (اس کے خلاف خروج نہ کرے)۔ جس آدمی نے جماعت سے علیحدگی اختیار کی اور وہ مر گیا تو اس کی موت جاہلیت والی ہے۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اطاعت امیر سے نکل گیا اور مسلمانوں سے الگ ہوا اور اس نے اجماع کی مخالفت کی تو اس کی موت اہل جاہلیت کی موت ہے اس لئے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ بھی دین کی خبر نہ رکھتے تھے اور امیر کی اطاعت ان میں نہ تھی اور نہ وہ امام کی ہدایات کی پیروی کرتے تھے بلکہ وہ اس سے بیزار تھے ان کو کسی ایک رائے پر اتفاق واجماع نہ تھا۔ (ع)

اعلاء کلمۃ اللہ کے علاوہ لڑنے والا جاہلیت پر مرنے والا ہے

۹/۳۵۹۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ مَاتَ مِیْتَةً جَاهِلِیَّةً وَمَنْ قَاتَلَ تَحْتَ رَایَةٍ عِمِّیَّةٍ یَغْضَبُ لِعَصَبِیَّةٍ اَوْ یَدْعُوْ لِعَصَبِیَّةٍ اَوْ یَنْصُرُ عَصَبِیَّةً فَقُتِلَ قِتْلَةً جَاهِلِیَّةً وَمَنْ خَرَجَ عَلٰی اُمَّتِیْ بِسَیْفِهٖ یَضْرِبُ بَرَّهَا وَفَاجِرَهَا وَلَا یَتَحَاشٰی مِنْ مُؤْمِنِهَا وَلَا یَفِیْ لِذِیْ عَهْدٍ عَهْدَهٗ فَلَیْسَ مِنِّیْ وَلَسْتُ مِنْهُ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ٣ / ١٤٧٦' الحدیث رقم: (٥٣ ـ ١٨٤٨) والنسائی فی السنن ٧ / ١٢٣' الحدیث رقم: ٤١١٤' وابن ماجه فی ٢ / ١٣٠٢' الحدیث رقم: ٣٩٤٨' وأحمد فی المسند ٢ / ٢٠٦

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا جو شخص امام کی اطاعت سے خارج ہوا اور مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہوا اور اسی حالت میں اس کی موت آ گئی تو اس کی موت جاہلیت کی موت (کے مترادف ہوگی) اور جو شخص کسی اندھے جھنڈے کے تحت لڑے (یعنی کسی ایسی بات کے لئے لڑے جس کا حق و باطل ہونا ظاہر نہ ہو) اور اس کا غصہ صرف تعصب کی وجہ سے ہو (وہ اپنی قوم کی ظلم میں مدد کر رہا ہو۔ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے اور اظہار دین کے لئے لڑنا مقصود نہ ہو)۔ یا لوگوں کو تعصب کے لئے بلاتا ہو۔ (دین کے لئے نہ بلاتا ہو) اور اسی حالت میں اس کی موت آ گئی تو یہ جاہلیت کی موت ہے اور جس شخص نے میری امت پر تلوار کے ساتھ خروج کیا اور ہر نیک و بد کو مارا اور وہ مسلمانوں کی کوئی پروا نہیں کرتا (اور جو فعل وہ کرتا ہے اس میں ثواب و عذاب کی کوئی پرواہ نہیں کرتا) اور جس سے عہد کیا ہوا ہے اس کے عہد کو پورا نہیں کرتا پس وہ میری امت سے نہیں (یا میرے طریقے پر نہیں) اور میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

رعایا سے محبت کرنے والا بہترین حاکم ہے

۱۰/۳۵۹۵ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِیِّ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خِیَارُ اَئِمَّتِكُمُ الَّذِیْنَ تُحِبُّوْنَهُمْ وَیُحِبُّوْنَكُمْ وَتُصَلُّوْنَ عَلَیْهِمْ وَیُصَلُّوْنَ عَلَیْكُمْ وَشِرَارُ اَئِمَّتِكُمُ الَّذِیْنَ تُبْغِضُوْنَهُمْ وَیُبْغِضُوْنَكُمْ وَتَلْعَنُوْنَهُمْ وَیَلْعَنُوْنَكُمْ قَالَ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَفَلَا نُنَابِذُهُمْ عِنْدَ ذٰلِكَ قَالَ لَا مَا اَقَامُوْا فِیْكُمُ الصَّلَاةَ لَا مَا اَقَامُوْا فِیْكُمُ الصَّلَاةَ اِلَّا مَنْ وُّلِّیَ عَلَیْهِ وَالٍ فَرَاٰهُ یَاْتِیْ شَیْئًا مِّنْ مَّعْصِیَةِ اللّٰهِ فَلْیَكْرَهْ مَا یَاْتِیْ مِنْ مَّعْصِیَةِ اللّٰهِ وَلَا یَنْزِعَنَّ یَدًا مِّنْ طَاعَةٍ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ٣ / ١٤٨٢' الحدیث رقم: (٦٦ ـ ١٨٥٥) والدارمی فی ٢ / ٤١٧' الحدیث رقم ٢٧٩٧' وأحمد فی المسند ٦ / ٢٤

ترجمہ: حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے

بہترین حاکم وہ ہیں جن کو تم دوست رکھو اور وہ تم کو دوست رکھیں۔ (وہ تمہارے معاملے میں عدل کریں۔ پس تمہاری آپس کی محبت کا یہی سبب ہو) تم ان کے لئے دعا کرو اور وہ تمہارے لئے دعا کریں اور تمہارے بدترین حاکم وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں اور تم ان پر لعنت کرو اور وہ تم پر لعنت کریں۔ حضرت عوف کہتے ہیں کہ ہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم ان کو معزول نہ کر دیں اور ان کا عہد نہ توڑ دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں! جب تک کہ وہ تم میں نماز قائم کرتے رہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں! جب تک کہ وہ تم میں نماز کو قائم کریں۔ خبردار! جس پر کوئی حاکم مقرر کیا جائے اور وہ دیکھے کہ وہ گناہ کرتا ہے (یعنی جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے حق سے ہے) تو چاہئے کہ اس گناہ کو ناپسند کرے مگر اس کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **لَا مَا اَقَامُوْا** : یعنی اگر حاکم نماز ترک کر دے تو پھر اس کی اطاعت ترک کرنا جائز ہے۔ جس طرح کہ حاکم اگر صریح کفر کا مرتکب ہو جائے تو اس سے عہد وفرمانبرداری ختم کر کے اس کو معزول کیا جا سکتا ہے۔ گویا ترکِ نماز اس بارے میں کفر کی طرح ہے کیونکہ نماز دین کا ستون ہے اور ایمان وکفر کے درمیان فرق کرنے والی ہے۔ جبکہ دیگر گناہ ایسے نہیں۔ (۲) اس روایت میں نماز چھوڑنے پر بڑی تشدید وتہدید ہے۔

فساق حکام سے رویہ

۳۵۹۶/۱۱ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ عَلَيْكُمْ اُمَرَاءُ تَعْرِفُوْنَ وَتُنْكِرُوْنَ فَمَنْ اَنْكَرَ فَقَدْ بَرِئَ وَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ سَلِمَ وَلٰكِنْ مَّنْ رَضِيَ وَتَابَعَ قَالُوْا اَفَلَا نُقَاتِلُهُمْ قَالَ لَا مَا صَلُّوْا لَا مَاصَلُّوْا اَیْ مَنْ كَرِهَ بِقَلْبِهٖ وَاَنْكَرَ بِقَلْبِهٖ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ۳ / ۱۴۸۱، الحديث رقم: (۶۲ ـ ۱۸۵۴) وأبو داود في السنن ۵ / ۱۱۹، الحديث رقم: ۴۷۶۰، والترمذي في ۴ / ۴۵۸، الحديث رقم: ۲۲۶۵

ترجمہ : حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم پر ایسے لوگ بھی حاکم ہوں گے جو اچھے برے دونوں کام کریں گے۔ جس نے انکار کیا (یعنی اس کے برے فعل کو اس کے منہ پر بیان کر دے) تو وہ (مداہنت سے پاک اور اپنی ذمہ داری سے) بری ہو گیا اور جس نے اس کی بات کو ناپسند کیا (یعنی منہ پر کہنے کی قدرت نہ تھی) تو وہ سالم رہا (یعنی گناہ اور وبال میں شریک ہونے سے بچ گیا) مگر جو اس کے فعل پر دل سے راضی ہوا اور (برائیوں میں) اس کی پیروی کی تو وہ گناہ ووبال میں ان کا شریک کار ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کیا ہم ان سے نہ لڑیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں! (یعنی مت لڑو) جب تک کہ وہ نماز قائم کریں نہیں جب تک کہ وہ نماز قائم کریں یعنی جس شخص نے اپنے دل سے ناپسند کیا اور دل سے انکار کیا۔) یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **وَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ سَلِمَ**: بقول شیخ عبدالعزیزؒ یہ **فمن انکر فقد برئ** کی تفسیر ہے جبکہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے **فمن انکر فقد برئ** کو تفسیر اور **من کرہ**...... کو مفسر بنایا ہے۔ واللہ اعلم۔

ترجیح والے احکام سے سلوک

۱۲/۳۵۹۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِیْ اَثَرَةً وَّاُمُوْرًا تُنْكِرُوْنَهَا قَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اَدُّوْا اِلَيْهِمْ حَقَّهُمْ وَسَلُوْا اللّٰهَ حَقَّكُمْ ۔

(متفق علیہ)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۳ / ۵، الحدیث رقم : ۷۰۵۲، و مسلم فی ۳ / ۱۴۷۲، الحدیث رقم :(۴۵ ۔ ۱۸۴۳)

وأخرجه الترمذی فی السنن ۴ / ۴۷۰، الحدیث رقم : ۲۱۹۰، وأحمد فی المسند ۱ / ۴۳۳

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میرے بعد ترجیح کو دیکھو گے اور تم بہت سی ایسی چیزوں کو دیکھو گے جن کو تم ناپسند کرو گے تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اس وقت آپ ﷺ کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم ان حکمرانوں کا حق ادا کرو اور اپنا حق اللہ تعالیٰ سے طلب کرو۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ تم اپنی طرف سے حکام کا حق ادا کرو یعنی تم ان کی اطاعت کرو اور ان کے مددگار رہو اور اگر وہ تمہارے حق میں قصور کریں تو صبر کرو اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرو کہ وہ تمہیں بدلہ عنایت فرمائیں گے۔

امیر کا فریضہ عدل وانصاف

۱۳/۳۵۹۸ وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ سَاَلَ سَلَمَةُ بْنُ يَزِيْدٍ الْجُعْفِيُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ قَامَتْ عَلَيْنَا اُمَرَاءُ يَسْاَلُوْنَا حَقَّهُمْ وَيَمْنَعُوْنَا حَقَّنَا فَمَا تَاْمُرُنَا؟ قَالَ اسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِمْ مَاحُمِّلُوْا وَعَلَيْكُمْ مَاحُمِّلْتُمْ ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحة ۳ / ۱۴۷۴، الحدیث رقم : (۴۹ ۔ ۱۸۰۶) والترمذی فی السنن ۴ / ۴۲۳، الحدیث رقم : ۲۱۹۹

ترجمہ : حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سلمہ بن یزید جعفی رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ یارسول اللہ! ہمیں اس سلسلہ میں کیا ہدایت ہے کہ اگر ہم پر ایسے حاکم مسلط ہوں جو ہم سے اپنا حق (یعنی اطاعت وفرمانبرداری کا مطالبہ کریں) مگر ہمارا حق (یعنی انصاف نہ کریں اور مال غنیمت کا حصہ) نہ دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا تو (ظاہر میں) اس کا حکم سنو اور (باطن میں) ان کی فرمانبرداری کرو (یا تم ان کی بات سنو اور ان کے فعل کی اطاعت کرو)۔ ان پر وہ چیز ہے جس کی ان کو تکلیف دی گئی (یعنی عدل اور رعایا کے حق کو ادا کرنا) اور تم پر لازم وہ چیز ہے جو کہ تمہارے کندھوں پر ڈالی (یعنی ان مصائب پر اطاعت وصبر کرنا)۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ ہر ایک پر وہ چیز واجب ہے جس کی اسے تکلیف دی گئی۔ پس ہر ایک کو اپنی حد سے آگے نہ بڑھنا چاہئے۔

خلیفہ کی اطاعت سے نکلنے والا جاہلیت پر مرے گا

۱۴/۳۵۹۹ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا حُجَّةَ لَهٗ وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِيْ عُنُقِهٖ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً

(رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ٣ / ١٤٧٨' الحديث رقم: (٥٨ ـ ١٨٥١) وأحمد في المسند (٢ / ١٥٤)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو آدمی امام کی اطاعت سے اپنا ہاتھ کھینچے گا وہ اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملے گا کہ اس کے پاس اپنے ایمان کی دلیل نہ ہوگی۔ جس آدمی کی موت اس حالت میں ہو کہ اس نے برحق امیر کی بیعت نہ کی ہو تو اس کی موت جاہلیت پر ہوگی۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء علیہم السلام کرتے تھے

۱۵/۳۶۰۰ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ بَنُوْا اِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهٗ نَبِيٌّ وَاِنَّهٗ لَانَبِيَّ بَعْدِيْ وَسَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ قَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا؟ قَالَ فُوْا بَيْعَةَ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ اَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ٦ / ٤٩٥' الحديث رقم: ٣٤٥٥' و مسلم في ٣ / ١٤٧١' الحديث رقم: (٤٤ ـ ١٨٤٢) وأحمد في المسند ٢ / ٢٩٧)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل کو انبیاء علیہم السلام ادب اور تہذیب سکھاتے تھے جب ایک نبی فوت ہو جاتا تو اس کا جانشین دوسرا نبی ہو جاتا اور میرے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ میرے بعد امراء ہوں گے اور ان کی تعداد کثیر ہوگی۔ صحابہ کرام نے عرض کیا (جب امراء زیادہ ہوں گے اور ان کا آپس میں تنازعہ ہوگا) تو ہمارے لئے اس وقت کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پہلے کی بیعت پوری کرو (یعنی پہلے پہل والے کی اتباع کرو اور دوسرے دعویدار کی اتباع مت کرو) ان کو ان کا حق دو۔ اللہ تعالیٰ ان سے ان کے متعلق دریافت کرے گا جو ان کی رعایا ہیں۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اوفوا: یعنی خلیفہ اول کی بیعت پوری کرو پھر اس خلیفہ کی جو اس کے بعد ہو اور بعد والے کے لحاظ سے اس کو اوّل کہا گیا ہے جب وہ ایک دوسرے کے بعد خلیفہ ہوں گے تو تم بھی بیعت اسی ترتیب سے کرنا اور بیعت میں وفا کرنا۔ مقصد یہ ہے کہ بیعت کا حقدار اوّل ہے جیسا کہ اگلی روایت میں موجود ہے۔

اَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ: یہ ماقبل کا بدل ہے جو کہ جملہ فُوْا بَيْعَةَ الْاَوَّلِ ہے اور فَاِنَّ اللّٰهَ سَائِلُهُمْ یہ امر کی علت ہے یعنی

ان کوان کا حق دو اور اس کو مختصر ذکر فرمایا مطلب یہ ہوا کہ ان کو تم ان کا حق دو اگر چہ وہ تمہارا حق تمہیں نہ دیں۔

عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ: یعنی ان سے رعایا کے حق سے متعلق سوال ہوگا اور ان سے تمہارا حق بھی دلوایا جائے جو انہوں نے ادا نہیں کیا۔(ع۔ح)

اوّل خلیفہ کی بیعت بحال رکھو

۳۶۰۱/۱۶ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا بُوْیِعَ لِخَلِیْفَتَیْنِ فَاقْتُلُوا الْاٰخَرَ مِنْھُمَا۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ٣ / ١٤٨٠، الحديث رقم: (٦١ ـ ١٨٥٣)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو خلفاء کی بیعت لی جائے تو ان میں سے دوسرے کو قتل کرو۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ فَاقْتُلُوْا: یعنی ایک خلیفہ کی موجودگی میں دوسرا کوئی شخص خلافت کا مدعی ہو اور لوگ اس کی بیعت کرنے لگیں تو دوسرے کے ساتھ لڑو تا کہ وہ حق کی طرف لوٹ آئے یا پھر قتل ہو جائے۔ اس لئے کہ وہ باغی ہے۔ (۲) بعض نے کہا کہ قتل سے مراد اس کی بیعت کو باطل کرنا ہے اور کمزور کرنا ہے۔(ع۔ح)

تفریق ڈالنے والے کو ختم کردو

۳۶۰۲/۱۷ وَعَنْ عَرْفَجَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّہٗ سَیَکُوْنُ ھَنَاتٌ وَّھَنَاتٌ فَمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّفَرِّقَ اَمْرَ ھٰذِہِ الْاُمَّةِ وَھِیَ جَمِیْعٌ فَاضْرِبُوْا بِالسَّیْفِ کَائِنًا مَّنْ کَانَ۔

(رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ٣ / ١٤٧٩، الحديث رقم: (٥٩ ـ ١٨٥٢) وأخرجه ابوداود في السنن ٥ / ١٢٠، الحديث رقم: ٤٧٦٢، وأحمد في المسند ٤ / ٣٤١

ترجمہ: حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ عنقریب شر و فساد ہوگا جو شخص امت میں جدائی ڈالنے کی کوشش کرے گا جبکہ امت مجتمع ہو تو اس کو تلوار سے مارو خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یعنی امارت کی طلب کے لئے قسم قسم کے فسادات ہوں گے اور امیر وہی ہوگا جس کے لئے بیعت پہلے منعقد ہوئی ہوگی خواہ کوئی ہو۔ اگر چہ بعد والا امیر کتنا بڑا عالم ہو مگر امت میں باعث تفریق ہونے کی وجہ سے مستحق قتل ہوگا بشرطیکہ پہلا امامت کے لائق ہو۔(ع۔ح)

خلیفہ پرخروج کرنے والے کا انجام

۱۸/۳۶۰۳ وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَتَاكُمْ وَاَمْرُكُمْ جَمِيْعٌ عَلٰى رَجُلٍ وَاحِدٍ يُرِيْدُ اَنْ يَّشُقَّ عَصَاكُمْ اَوْيُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ فَاقْتُلُوْهُ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ۳ / ۱٤۸۱' الحديث رقم: (٦۰ ـ ۱۸۵۲)

ترجمہ: حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص تمہارے پاس اس لئے آئے کہ وہ خلیفہ وقت پرخروج چاہتا ہو۔ اس وقت جبکہ تمہارا معاملہ ایک خلیفہ پر جمع ہو چکا ہو اور اس آنے والے کا ارادہ تمہاری لاٹھی کو چیرنے کا یا تمہاری جماعت میں تفریق ڈالنے کا ہو تو اس کو مار ڈالو۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اَنْ يَّشُقَّ عَصَاكُمْ :یعنی تمہاری جماعت میں تفریق پیدا کرنے سے کنایہ ہے۔ گویا لوگوں کی اجتماعیت کو ایک لاٹھی قرار دیا اور جدائی اور تفریق کو لاٹھی پھاڑنے کی طرح قرار دیا۔ اَوْيُفَرِّقَ: یہ راوی کا شک ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا جملہ ارشاد فرمایا یا دوسرا' اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں ہی جملے ارشاد فرمائے ہوں پہلے سے مراد دنیا کی تفریق لی جائے اور دوسرے سے دینی تفریق مراد لی جائے۔ (ح)

پہلے خلیفہ کی بیعت کو پختہ رکھو

۱۹/۳۶۰۴ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَايَعَ اِمَامًا فَاَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَدِهٖ وَثَمَرَةَ قَلْبِهٖ فَلْيُطِعْهُ اِنِ اسْتَطَاعَ فَاِنْ جَاءَ اٰخَرُ يُنَازِعُهُ فَاضْرِبُوْا عُنُقَ الْاٰخَرِ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ۳ / ۱٤۷۲' الحديث رقم: (٤٦ ، ۱۸٤٤) وأخرجه النسائي في السنن ۷ / ۱۵۲) الحديث رقم: ٤۱۹۱' و ابن ماجه في ۲ / ۱۳۰٦' الحديث رقم: ۳۹۵٦' وأحمد في المسند ۲ / ۱٦۱

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے امام سے بیعت کی اور بیعت کو پختہ کر دیا اور دل سے تسلیم کر لیا (یعنی ظاہر و باطن سے اس کی اتباع کو قبول کر لیا) تو اسے اس کی حتی الامکان اطاعت کرنی چاہئے اگر دوسرا آئے اور امامت کا دعویٰ کرے اور پہلے خلیفہ کے خلاف خروج کرے تو دوسرے کو قتل کرو۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

امارت کا سوال مت کرو

۲۰/۳۶۰۵ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْأَلِ الْاِمَارَةَ فَاِنَّكَ اِنْ اُعْطِيْتَهَا عَنْ مَسْئَلَةٍ وُكِلْتَ اِلَيْهَا وَاِنْ اُعْطِيْتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْئَلَةٍ اُعِنْتَ عَلَيْهَا۔

(متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ١٣ / ١٢٣' الحدیث رقم : ٧١٤٦' و مسلم فی ٢ / ١٤٥٦' الحدیث رقم : (١٣ - ١٦٥٢) وأبو داود فی السنن ٣ / ٣٤٣' الحدیث رقم : ٢٩٢٩' والترمذی فی ٤ / ٩٠' الحدیث رقم : ١٥٢٩' والنسائی فی ٨ / ٢٢٥' الحدیث رقم : ٥٣٨٤' والدارمی فی ٢ / ٢٤٤' الحدیث رقم : ٢٣٤٦' وأحمد فی المسند ٥ / ٦٢

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا امارت طلب مت کرو اگر مانگنے کے بعد امارت مل گئی تو پھر تو اس عہدے کے سپرد کر دیا جائے گا اور اگر امارت سوال کے بغیر مل جائے تو اس امارت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیری مدد کی جائے گی۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ وُکِلْتَ: تو امارت کے حوالہ کر دیا جائے گا تا کہ تو اس کے معاملات کو ادا کرے اور امارت مشکل چیز ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر پورا نہیں کیا جا سکتا اور اگر بلا سوال ملے گی تو اللہ تعالیٰ تیرا مددگار رہو گا اور توفیق بخشے گا جس سے تم عدالت و اہتمام کر سکو گے۔ (ح)

حریص امیر کی پشیمانی

۲۱/۳۶۰۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّكُمْ سَتَحْرِصُوْنَ عَلَی الْاِمَارَةِ وَسَتَكُوْنُ نَدَامَةً یَّوْمَ الْقِیَامَةِ فَنِعْمَ الْمُرْضِعَةُ وَبِئْسَتِ الْفَاطِمَةُ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ١٣ / ١٢٥' الحدیث رقم : ٧١٤٨' والنسائی فی ٨ / ٢٢٥' الحدیث رقم : ٥٣٨٥' وأحمد فی المسند ٢ / ٤٤٨

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب تم امارت پر حرص کرو گے اور وہ امارت قیامت کے دن پشیمانی کا باعث بنے گی۔ پس اچھی ہے دودھ پلانے والی اور بری ہے دودھ چھڑانے والی سرداری۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس روایت میں سربراہی کو دودھ پلانے والی عورت سے تشبیہ دی اور انقطاع سرداری کو دودھ چھڑانے والی عورت سے مشابہت دی۔ یعنی سرداری آتے ہوئے تو بہت اچھی لگتی ہے جیسا دودھ پلانے والی عورت اور جب سرداری ختم ہوتی ہے خواہ مرنے کی وجہ سے یا عہدہ چھوٹنے کی وجہ سے تو دودھ چھڑانے والی عورت کی طرح بری لگتی ہے۔ پس عقل مند کو لائق نہیں کہ لذات کے درپے ہو جس کا انجام حسرت و ندامت ہو۔ (ع)

اے ابوذر! تم ضعیف ہو

۲۲/۳۶۰۷ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تَسْتَعْمِلُنِیْ قَالَ فَضَرَبَ بِیَدِهٖ عَلٰی مَنْكِبِیْ ثُمَّ قَالَ یَا اَبَاذَرٍّ اِنَّكَ ضَعِیْفٌ وَاِنَّهَا اَمَانَةٌ وَاِنَّهَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ خِزْیٌ وَنَدَامَةٌ اِلَّامَنْ

اَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَاَدَّى الَّذِىْ عَلَيْهِ فِيْهَا وَفِىْ رِوَايَةٍ قَالَ لَهٗ يَا اَبَا ذَرٍّ اِنِّىْ اَرَاكَ ضَعِيْفًا وَاِنِّىْ اُحِبُّ لَكَ مَا اُحِبُّ لِنَفْسِىْ لَا تَاَمَّرَنَّ عَلَى اثْنَيْنِ وَلَا تَوَلَّيَنَّ مَالَ يَتِيْمٍ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ۳ / ۱٤٥۷' الحديث رقم : (١٦ ـ ١٨٢٥) وأحمد في المسند ٥ / ١٧٣)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عامل کیوں نہیں بناتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری یہ بات سن کر میرے کندھے پر اپنا ہاتھ مار کر فرمایا اے ابوذر! تو کمزور ہے اور یہ سرداری امانت ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت ہے۔ اس سے بندوں کا حق متعلق ہے پس خیانت سے گریز کرنا چاہئے) اور وہ سرداری قیامت کے دن رُسوائی اور پشیمانی کا سبب ہوگی لیکن جس نے اس کو اس کے حق کے ساتھ لیا اور اس کے حق کو ادا کیا جو اس پر ہے (یعنی جس نے عدل واحسان کیا اس کے لئے امارت باعث وبال نہ ہوگی)۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو فرمایا اے ابوذر! میں تجھے کمزور خیال کرتا ہوں (تو اس کا بوجھ نہ اٹھا سکے گا اور) تیرے لئے میں وہ چیز پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں، تم دو آدمیوں پر بھی امیر نہ بننا اور نہ یتیم کے مال پر متولی بننا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ وَاِنِّىْ اُحِبُّ: میں پسند کرتا ہوں یعنی اگر میں تیری طرح ضعیف ہوتا تو حکومت کے بوجھ کو میں نہ اٹھاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے قوت وتحمل دے رکھی ہے اگر وہ مجھے تحمل نہ دیتا تو میں اس بوجھ کو نہ اٹھاتا۔

نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول: یہ روایت ایک بڑے قاعدہ کو بتلا رہی ہے کہ ضعیف آدمی کو امارت سے پرہیز کرنا چاہئے۔ (ع)

طلب والے کو ہم عہدہ نہیں دیتے

۳۶۰۸/۲۳ وَعَنْ اَبِىْ مُوْسٰى قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَرَجُلَانِ مِنْ بَنِىْ عَمِّىْ فَقَالَ اَحَدُهُمَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمِّرْنَا عَلٰى بَعْضِ مَاوَلَّاكَ اللّٰهُ وَقَالَ الْاٰخَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّا وَاللّٰهِ لَا نُوَلِّىْ عَلٰى هٰذَا الْعَمَلِ اَحَدًا سَاَلَهٗ وَلَا اَحَدًا حَرَصَ عَلَيْهِ وَفِىْ رِوَايَةٍ قَالَ لَا نَسْتَعْمِلُ عَلٰى عَمَلِنَا مَنْ اَرَادَهٗ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ١٣ / ١٢٥' الحديث رقم : ٧١٤٩' و مسلم ٣ / ١٤٥٦' الحديث رقم : (١٤ ـ ١٧٣٣) وأبوداؤد في السنن ٤ / ٩' الحديث رقم : ٣٥٧٩' وأحمد في المسند ٤ / ٤٠٩

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور میرے چچا کے دو بیٹے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے۔ ان میں سے ایک نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کسی مقام یا کام پر مجھے ذمہ دار بنا دیں جن پر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکمران بنایا ہے۔ دوسرے نے بھی اسی طرح کی بات کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم! ہم ایسے کسی شخص کو دین کے کام پر والی اور ذمہ دار نہیں بناتے جو ہم سے عہدے کا طلبگار ہو اور نہ اس آدمی کو جو اس کی حرص رکھتا ہو اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم اپنے کام پر کسی ایسے شخص کو عامل نہیں بناتے جو اس کا ارادہ رکھے۔ یہ بخاری،

مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ آپ ﷺ کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ جو شخص آپ ﷺ سے کوئی عہدہ یا منصب طلب کرتا اور اس کی عرض داشت پیش کرتا آپ ﷺ اسے وہ کام نہ سونپتے اس لئے کہ یہ چیز محبت جاہ پر دلالت کرتی ہے جو کہ آخرت میں اس کی خرابی کا باعث بن سکتا ہے۔(ع ح)

امارت سے نفرت والا بہترین شخص ہے

۳۶۰۹/۲۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَجِدُوْنَ مِنْ خَیْرِ النَّاسِ اَشَدَّهُمْ كَرَاهِیَةً لِّهٰذَا الْاَمْرِ حَتّٰی یَقَعَ فِیْهِ ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ٦ / ٦٠٤' الحدیث رقم: ٣٥٨٨' و مسلم فی ٤ / ١٩٥٨' الحدیث رقم: (١٩٩ - ٢٥٢٦)
وأحمد فی المسند ٢ / ٤١٨

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں میں سے اس شخص کو بہتر پاؤ گے جو حکومت و امارت کو قبول کرنے میں زیادہ سخت ہو یہاں تک کہ وہ اس میں مبتلا ہو جائے۔ یہ بخاری' مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ یعنی جو آدمی امارت کو ناپسند کرے اسے لوگوں میں بہترین جانو یہاں تک کہ اگر وہ کسی وجہ سے اس منصب کو قبول کر بیٹھا تو اسے بھی آخر کار وہی ندامت و شرمندگی ہوگی جو اس منصب کا آخری انجام ہے۔

طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

جو شخص حکومت و سیادت سے سخت نفرت کرنے والا ہو اس کو تم بہترین شخص پاؤ گے' یہاں تک کہ اگر وہ اپنی اس نفرت پر قائم نہ رہ سکا اور حکومت کی طلب میں مبتلا ہو گیا تو اس وقت وہ لوگوں میں بدترین ہوگا بہترین نہ رہے گا۔(ع۔ح)

ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے سلسلہ میں سوال ہوگا

۳۶۱۰/۲۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِهٖ فَالْاِمَامُ الَّذِیْ عَلَی النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِهٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰی اَهْلِ بَیْتِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِهٖ وَالْمَرْاَةُ رَاعِیَةٌ عَلٰی بَیْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهٖ وَهِیَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهُمْ وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلٰی مَالِ سَیِّدِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُ اَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِهٖ۔

(متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ١٣ / ١١١' الحدیث رقم: ٧١٣٨' و مسلم فی ٣ / ١٤٥٩' الحدیث رقم: (٢٠ - ١٨٠٢)

رواه أبو داود فی السنن ۳ / ۳٤۲، الحدیث رقم: ۲۹۲۸، والترمذی فی ٤ / ۱۸۰، الحدیث رقم: ۱۷۰۵، وأحمد فی المسند ۲ / ٥

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو! تم میں سے ہر شخص اپنی رعایا کا نگہبان ہے اور تم سب سے اس کی رعایا کے سلسلہ میں سوال ہوگا۔ پس امام جو لوگوں پر حاکم ہو وہ اپنی رعایا کا نگہبان ہے۔ اس سے اپنی رعایا کے احوال کے متعلق پوچھا جائے گا اور مرد اپنے گھر والوں پر نگران ہے اس سے اس کی رعایا کے متعلق پوچھا جائے گا اور عورت اپنے خاوند اور اپنی اولاد پر نگران ہے اور اس سے ان کے حق سے متعلق سوال ہوگا اور غلام اپنے مالک کے مال پر مالک کی طرف سے نگران ہے اور اس سے اس کے متعلق باز پرس ہوگی۔ خبردار! تم سب نگران ہو اور تم سے اپنی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ یہ بخاری، مسلم میں ہے۔

تشریح ❁ علماء فرماتے ہیں کہ ہر شخص اپنے اعضاء وحواس پر نگران ہے۔ اس سے ان کے احوال دریافت کئے جائیں گے کہ ان کو کہاں استعمال کیا اور کس طرح استعمال کیا اور اس کو روایت میں ظاہر ہونے کی وجہ سے ذکر نہیں کیا گیا۔ (ح)

خائن حاکم کا انجام

۳۶۱۱/۲۶ وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ وَّالٍ يَلِىْ رَعِيَّةً مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَيَمُوْتُ وَهُوَ غَاشٌّ لَهُمْ اِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۳ / ۱۲۷، الحدیث رقم: ۷۱٥۱، و مسلم فی ۳ / ۱٤٦۰، الحدیث رقم: (۲۲ ـ ۱٤۲) والدارمی فی السنن ۲ / ٤۱۷، الحدیث رقم: ۲۷۹٦، وأحمد فی المسند ٥ / ۲٥

ترجمہ: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جو شخص اپنی رعایا پر سرداری کرے اور اس کی موت خائن وظالم ہونے کی صورت میں آئے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کر دیں گے۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ حَرَّمَ اللّٰهُ: یعنی اوّل نجات پانے والوں کے ساتھ اس کا جنت میں داخلہ حرام کر دیا جائے گا۔ (۱) یا یہ خیانت اور ظلم کو حلال سمجھنے والا مراد ہے۔ (۳) یا بطور زجر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ (ع)

جنت کی خوشبو سے محروم حاکم

۳۶۱۲/۲۷ وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَامِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيْهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً فَلَمْ يَحُطْهَا بِنَصِيْحَةٍ اِلَّا لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۳ / ۱۲٦، الحدیث رقم: ۷۱٥۰، و مسلم فی ۳ / ۱٤٦۰، الحدیث رقم: (۲۱ ـ ۱٤۲)

ترجمہ: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جس بندے کو اللہ تعالیٰ رعایا کا نگران مقرر فرمائیں پھر وہ

خیر خواہی سے ان کی نگرانی نہ کرے تو بہشت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔ یہ بخاری، مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❀ بونہیں پائے گا یعنی جن لوگوں کو جنت کی خوشبو پہنچے گی وہ ان میں شامل نہیں ہوگا حالانکہ جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے بھی پہنچے گی۔ (۲) بو نہ پانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ نجات پانے والوں کے ساتھ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔ (۳) بونہیں پائے گا یعنی اس کی کفریہ موت واقع ہوگی۔ (۴) یا بونہیں پائے گا اس سے وہ شخص مراد ہے جو ظلم کو حلال سمجھتا تھا۔ (ع)

بدترین سردار

۳۶۱۳/۲۸ وَعَنْ عَائِذِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ اِنَّ شَرَّ الرِّعَاءِ الْحُطَمَةُ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم فى صحيحه ٣ / ١٤٦١، الحديث رقم: (٢٣ ـ ١٨٣٠) وأحمد فى المسند ٥ / ٦٤

ترجمہ: حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بدترین سردار وہ ہے جو کہ ظالم ہو۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

جو اُمت کو مشقت میں ڈالے اے اللہ تعالیٰ! تو اسے مشقت میں ڈال

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ مَنْ وُلِّيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ وَمَنْ وُلِّيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهٖ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم فى صحيحه ٣ / ١٤٥٨، الحديث رقم: (١٩ ـ ١٨٢٨) وأحمد فى المسند ٦ / ٩٣)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میرے اللہ! جس شخص کو میری امت کے کسی کام کا والی اور حاکم بنایا گیا اور پھر اس نے میری امت پر مشقت ڈالی تو بھی اس شخص کو مشقت میں ڈال دے۔ اور جو شخص میری امت میں کسی کام کا والی اور حاکم بنایا گیا اور اس نے میری امت پر نرمی کی تو بھی اس کے ساتھ نرمی والا معاملہ فرما۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

انصاف والے نور کے منبروں پر ہوں گے

۳۶۱۴/۲۹ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الْمُقْسِطِيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ عَلٰى مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ عَنْ يَمِيْنِ الرَّحْمٰنِ وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِيْنٌ الَّذِيْنَ يَعْدِلُوْنَ فِيْ حُكْمِهِمْ وَاَهْلِيْهِمْ وَمَا وَلُوْا۔

(رواه مسلم)

أخرجه مسلم فى صحيحه ٣ / ١٤٥٨، الحديث رقم: (١٨ ـ ١٨٢٨) والنسائى فى السنن ٨ / ٢٢١، الحديث رقم: ٥٣٧٩، وأحمد فى المسند ٢ / ١٦٠

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عادل حاکم قیامت کے دن رحمان کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ ہی داہنے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جو احکام میں عدل کرنے والے اور اپنے اہل وعیال اور جس چیز کا ان کو ذمہ دار بنایا گیا ہے اس میں انصاف کرنے والے ہیں۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ يَمِيْنِ الرَّحْمٰنِ :یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے عظیم الشان مرتبے سے کنایہ ہے کیونکہ بڑے مرتبے والے دائیں جانب ہی کھڑے نہ کرے اور بیٹھتے ہیں۔ وَكِلْتَا يَدَيْهِ ۔ یہ درحقیقت ازالہ وہم کے لئے ہے تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہاں دایاں بائیں کے مقابلے میں ہے کیونکہ بایاں ضعف ونقصان کو ظاہر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عیب ونقص سے پاک ہے اور اللہ کی ذات کے لئے ہاتھ کا استعمال متشابہات میں سے ہے، جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس سے مراد قوت وغلبہ ہے۔ فِيْ حُكْمِهِمْ :یعنی اپنے حکم میں کہ جس کا تعلق خلافت وامارت سے ہو اس کو انجام دینے میں انصاف وامانتداری کا لحاظ رکھتے ہیں اور اسی طرح اپنے اہل وعیال کے حقوقِ واجبہ کا خیال رکھتے ہیں اور وہ جو ان کے ماتحت یتامیٰ وغیرہ یا اسی طرح مال وقف جس کی خبر گیری کے وہ ذمہ دار ہوں ان کے معاملے میں انصاف سے کام لیتے ہیں۔ اہل حق فرماتے ہیں کہ آدمی کو اپنے نفس کے معاملے میں بھی انصاف سے کام لینا چاہئے وہ اس طرح کہ اپنے وقت کو کسی ایسی چیز میں ضائع نہ کرے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اختیار کرے اور امرالٰہی پر عمل پیرا ہو اور ہمیشہ منہیات سے باز رہے جیسا کہ اللہ کے مقرب بندوں کا طریقہ ہے یا عموماً جیسا کہ صالح مؤمنین کی عادت ہے۔ (ع)

۳۰/۳۶۱۵ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَعَثَ اللّٰهُ مِنْ نَّبِيٍّ وَلَا اسْتَخْلَفَ مِنْ خَلِيْفَةٍ اِلَّا كَانَتْ لَهٗ بِطَانَتَانِ بِطَانَةٌ تَاْمُرُهٗ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَحُضُّهٗ عَلَيْهِ وَبِطَانَةٌ تَاْمُرُهٗ بِالشَّرِّ وَتَحُضُّهٗ عَلَيْهِ وَالْمَعْصُوْمُ مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ. (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۳ / ۱۳۳، الحدیث رقم : ۷۱۹۸، والنسائی فی ۷ /۱۵۸، الحدیث رقم : ۴۲۰۲، وأحمد فی المسند ۳ / ۳۹

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس پیغمبر کو بھیجا اور جس شخص کو بھی خلیفہ بنایا تو اس کے دو راز دار ہوتے ہیں ایک راز دار تو اس کو بھلائی کا حکم دیتا ہے اور نیکی کی طرف رغبت دلاتا ہے اور ایک راز دار برائی کی رغبت دلاتا ہے اور برائی کا حکم دیتا ہے۔ گناہ سے وہی شخص بچ سکتا ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ بچائے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ❁ روایت میں چھپے ہوئے ساتھی سے مراد فرشتہ اور شیطان ہے دونوں آدمی کے باطن میں رہتے ہیں فرشتہ خیر کی تلقین کرتا ہے اور شیطان برائی کا حکم دیتا ہے۔ المعصوم: اس لفظ سے انبیاء علیہم السلام کے حالات کی طرف اشارہ ہے اسی طرح بعض خلفاء کہ جن کو اللہ تعالیٰ شیطان کی شرارت سے محفوظ رکھتا ہے۔ (۳) اور یہ بھی احتمال ہے کہ بادشاہ کے وزیر ومشیر اور گہرے دوست مراد ہوں جو استر کی طرح اس سے جدا نہیں ہوتے اور نبی اور خلیفہ کے دو مختلف قسم کے لوگ مصاحب رہے ہیں۔ چنانچہ عام مشاہدہ ہے امراء وسلاطین کے مصاحبین میں دونوں طرح کے لوگ ہوتے ہیں بعض صائب الرائے اور نیک راہ دکھلانے

والے ہوتے ہیں جبکہ بعض ان کے برعکس برائی کے پروردہ جو امراء کو غلط مشورے دیتے ہیں۔(۴) دو جماعتیں مراد ہیں جو رائے میں ایک دوسرے سے باہم مختلف ہوتی ہیں اور اپنے اپنے مفاد کو سامنے رکھ کر کلام کرتی ہیں اللہ تعالیٰ برے کلام کے اثرات سے جس کو چاہتا ہے محفوظ رکھتا ہے۔(ع)

قیس بن سعد کوتوال نبوت

۳۱/۳۶۱۶ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ قَيْسُ بْنُ سَعْدٍ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْزِلَةِ صَاحِبِ الشُّرْطِ مِنَ الْاَمِيْرِ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحيحه ۱۳ / ۱۸۹، الحديث رقم : ۷۱۵۵، والترمذی فی السنن ٥ / ٦٤٧، الحديث رقم : ۳۸۵۰

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اسی طرح محافظ تھے جیسے امراء کے کوتوال ہوا کرتے ہیں۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ❁ یعنی وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں احکام جاری کرنے کے لئے اسی طرح حاضر باش رہتے جیسے امراء کے ہاں کوتوال ہوتے ہیں۔(ع)

۳۲/۳۶۱۷ وَعَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ قَالَ لَمَّا بَلَغَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اَهْلَ فَارِسَ قَدْ مَلَّكُوْا عَلَيْهِمْ بِنْتَ كِسْرٰى قَالَ لَنْ يُّفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا اَمْرَهُمْ اِمْرَاَةً۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحيحه ۸ / ۱۲٦، الحديث رقم : ٤٤٢٥، والترمذی فی السنن ٤ / ٤٥٧، الحديث رقم : ۲۲٦۲، والنسائی فی ۸ / ۲۲۷، الحديث رقم : ۵۳۸۸، وأحمد فی المسند ٥ / ۳۸

ترجمہ: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ فارسیوں نے اپنا حکمران کسریٰ کی بیٹی کو بنایا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ قوم ہرگز کامیابی نہ پائے گی جنہوں نے اپنے کام کا والی ایک عورت کو بنا دیا ہے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ عورت حکمرانی کے لائق نہیں ہے۔(ع)

الفصل الثانی:

پانچ نصائح

۳۳/۳۶۱۸ عَنِ الْحَارِثِ الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰمُرُكُمْ بِخَمْسٍ بِالْجَمَاعَةِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاِنَّهٗ مَنْ خَرَجَ مِنَ الْجَمَاعَةِ قِيْدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهٖ اِلَّا اَنْ يُّرَاجِعَ وَمَنْ دَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ فَهُوَ مِنْ جُثّٰى جَهَنَّمَ وَاِنْ

صَامَ وَصَلّٰی وَزَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ ۔ (رواہ احمد والترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٥ / ١٣٦' الحديث رقم: ٢٨٦٣' وأحمد في المسند ٤ / ١٣٠

ترجمہ: حضرت حارث اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں پانچ چیزوں کا حکم کرتا ہوں (۱) مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ چلنا یعنی قول وعمل واعتقاد میں (۲) امراء وعلماء کے احکام کو سننا (۳) اور بجالانا یعنی جبکہ وہ شرع کے موافق ہو (۴) ہجرت کرنا (۵) اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے رہنا۔ جس نے مسلمانوں کی راہ کو ایک بالشت بھر چھوڑا اس نے اپنی گردن سے اسلام کی رسّی نکال دی مگر یہ کہ وہ دوبارہ واپس لوٹ آئے اور جس نے جاہلیت کی پکار کی وہ دوزخی ہے خواہ وہ روزہ رکھے اور نماز ادا کرے اور اپنے متعلق اس کا زعم یہ ہو کہ وہ مسلمان ہے۔ یہ احمد وترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اَلْهِجْرَةِ: یعنی دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف جانا اور دارالبدعۃ سے دارالسنّت اور گناہ سے توبہ کی طرف لوٹ جانا جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ. ''مہاجر وہ ہے' جس نے چھوڑا ان چیزوں کو جس سے اللہ نے روکا''۔

وَالْجِهَادِ: اسلام کی سربلندی کے لئے کفار سے لڑنا اور نفس انسانی انسان کا بڑا دشمن ہے اور اس کا ضرر اور دشمنی کفار کی طرح ہے۔ اس کو خواہشات سے باز رکھ کر مارنا یہ بڑا جہاد ہے۔

مَنْ خَرَجَ مِنَ الْجَمَاعَةِ: یعنی جو شخص اس چیز سے جدا ہوا جس پر جماعت ہے یعنی سنت کو چھوڑ کر بدعت کی اتباع کی اور چھوٹی سی بات میں بھی خلیفہ کی اطاعت چھوڑی تو اس سے اسلام کی رسّی یعنی اس نے عہد اسلام اور اس کی ذمہ داری کو توڑ ڈالا مگر اس صورت میں کہ وہ اپنے فعل بد سے رجوع اختیار کرے۔

مَنْ دَعَا: جس نے لوگوں کو دعوت دی اور عادات جاہلیت پر لگانے کا باعث بنا۔ (۲) بعض نے کہا کہ اس سے مراد وہ پکارنا ہے جو زمانہ جاہلیت کی رسم تھی کہ جب دشمن کسی پر غالب آجاتے تو وہ مغلوب اپنی مدد کے لئے آل فلان یا آل فلان کہہ کر آواز دیتا تو وہ لوگ اس کی مدد کے لئے خواہ ظالم ہو یا مظلوم بھاگ کھڑے ہوتے۔ (ع۔ح)

باریک کپڑے امیر کو مناسب نہیں

۳۴/۳۶۱۹ وَعَنْ زِيَادِ بْنِ كُسَيْبِ نِ الْعَدَوِيِّ قَالَ كُنْتُ مَعَ اَبِيْ بَكْرَةَ تَحْتَ مِنْبَرِابْنِ عَامِرٍ وَهُوَ يَخْطُبُ وَعَلَيْهِ ثِيَابٌ رِقَاقٌ فَقَالَ اَبُوْ بِلَالٍ اُنْظُرُوْا اِلٰى اَمِيْرِنَا يَلْبَسُ ثِيَابَ الْفُسَّاقِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرَةَ اُسْكُتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَهَانَ سُلْطَانَ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ اَهَانَهُ اللّٰهُ۔

(رواه الترمذي وقال هذا حديث حسن غريب)

أخرجه الترمذي في صحيحه ٤ / ٤٣٥' وأحمد في المسند ٥ / ٤٢

ترجمہ: زیاد بن کسیب عدوی کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ابن عامر رضی اللہ عنہ کے منبر کی نچلی

جانب بیٹھا تھا جبکہ وہ خطبہ دے رہے تھے۔ انہوں نے باریک کپڑے پہن رکھے تھے تو ابو بلال نے کہا ہمارے امیر کو دیکھو کہ اس نے فساق کا لباس پہن رکھا ہے۔ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خاموش ہو جاؤ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ (مؤمنین میں) جس شخص نے زمین میں مسلمان بادشاہ کی توہین کی اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل وخوار کرے گا۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح ۞ **يَلْبَسُ ثِيَابَ**: ایک احتمال یہ ہے کہ وہ کپڑے حرام ہوں گے جو ریشم وغیرہ کی قسم سے ہونگے (مگر اس کی دلالت روایت میں نہیں صحابہ حرام کپڑے نہ پہنتے تھے البتہ یہ کپڑے ابو بلال خارجی کے مزاج کے خلاف تھے۔ فتدبر) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے طعن وتشنیع سے اسے روکا اس لئے کہ وہ بات باعث فضیحت ہونے کی وجہ سے فتنہ وفساد کا باعث بن سکتی تھی۔ (۲) دوسرا احتمال یہ ہے کہ وہ ریشمی نہ تھے البتہ عادت کے خلاف باریک تھے۔ جو اہل تنعم وعیش پسند لوگوں کی عادت تھی یعنی وہ لباس زاہدوں کی طرز پر نہ تھا اس لئے اس نے فسق کی طرف نسبت کی۔ چنانچہ بعض نے کہا: مَنْ رَقَّ ثَوْبُهٗ رَقَّ دِيْنُهٗ۔ یہ صوفیاء کا مقولہ ہے۔ یعنی جس نے باریک لباس پہنا اس نے اپنے دین کو باریک کرلیا۔ (ع)

خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں

۳۵/۳۶۲۰ وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ۔

أخرجه البغوي في شرح السنة ١٠ / ٤٤، الحديث رقم: ٢٤٥٥

ترجمہ: حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت لازم نہیں۔ یہ شرح السنۃ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اگر مخلوق گناہ کا حکم دے خواہ وہ بادشاہ ہو یا والدین ان کی اطاعت نہ کی جائے اور اگر وہ مجبور کر دیا جائے بے تو اس صورت میں اطمینان قلبی کی حالت میں وہ کام کرنے میں اس پر گناہ نہ ہوگا۔ (ح)

امیر ظالم کی طوق پہنا کر پیشی ہوگی

۳۶/۳۶۲۱ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَمِيْرِ عَشَرَةٍ اِلَّا يُؤْتٰى بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَغْلُوْلًا حَتّٰى يَفُكَّ عَنْهُ الْعَدْلُ اَوْ يُوْبِقَهُ الْجَوْرُ۔ (رواه الدارمي)

أخرجه الدارمي في السنن ٢ / ٣١٣، الحديث رقم: ٢٥١٥

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دس آدمیوں پر امیر ہو اس کو قیامت کے دن گلے میں طوق ڈال کر لایا جائے گا یا تو عدل کی وجہ سے وہ طوق سے آزاد ہوگا یا ظلم کی وجہ سے ہلاک ہوگا۔ یہ دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یعنی حاکم کو ایک مرتبہ عدالت الٰہی میں طوق ڈال کر لایا جائے گا پھر تحقیق کے بعد اگر عادل ہوگا تو نجات پائے گا اور ظالم ہوگا تو ہلاک ہو جائے گا۔ (ح)

امراء وحکام کی حسرت

۳۶۲۲/۳۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلٌ لِلْاُمَرَاءِ وَيْلٌ لِلْعُرَفَاءِ وَيْلٌ لِلْاُمَنَاءِ لَيَتَمَنَّيَنَّ اَقْوَامٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَنَّ نَوَاصِيَهُمْ مُعَلَّقَةٌ بِالثُّرَيَّا يَتَجَلْجَلُوْنَ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَاَنَّهُمْ لَمْ يَلُوْا عَمَلاً (رواه فی شرح السنة ورواه احمد وفی روایته) اَنَّ ذَوَائِبَهُمْ كَانَتْ مُعَلَّقَةً بِالثُّرَيَّا يَتَذَبْذَبُوْنَ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَكُوْنُوْا عُمِّلُوْا عَلٰى شَيْءٍ۔

أخرجه البغوی فی شرح السنة ۱۰ / ۵۹' الحدیث رقم ۲۴۶۸' وأحمد فی المسند ۲ / ۳۵۲

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہلاکت ومصیبت ہے امراء (سردار) کے لئے اور ہلاکت ہے چودھریوں کے لئے اور ہلاکت ہے امناء (امانتداروں) کے لئے۔ قیامت کے دن تو اقوام اس بات کی تمنا کریں گے کاش ان کی پیشانیوں کے بالوں کو ثریا سے لٹکا دیا جاتا اور پھر ان کو آسمان وزمین کے خلاء میں حرکت دی جاتی تو وہ بہتر تھا اس سے کہ وہ کسی کام کے بھی ذمہ دار ہوتے۔ یہ شرح السنۃ کی روایت ہے۔ احمد نے بھی اس کو روایت کیا ہے مگر ان کی روایت میں اس طرح ہے کہ وہ تمنا کریں گے کاش ان کی چوٹیاں بلند ثریا سے آسمان و زمین کے مابین لٹکائی گئی ہوتیں مگر وہ کسی کام کے عامل نہ ہوتے۔

تشریح ۞ وَيْلٌ: عذاب کی وجہ سے ہلاکت' مشقت اور غم کو کہا جاتا ہے۔ (۲) بعض نے کہا دوزخ کا ایک نالہ ہے اور یہ بھی وارد ہے کہ یہ جہنم کا وہ نالہ ہے جس میں جہنمی چالیس سال تک گرتا چلا جائے گا مگر اس کی گہرائی میں نہ پہنچے گا۔

لِلْاُمَنَاءِ : یہ امین کی جمع ہے مراد وہ لوگ ہیں جن کو حکام نے صدقات' خراج اور دیگر اموال مسلمین کا ذمہ دار بنایا یا عام لوگوں میں سے کسی نے ان کو امانتدار بنا دیا۔

بِالثُّرَيَّا : ان پانچ ستاروں کے جھرمٹ کو کہا جاتا ہے۔ جن کی روشنی کم ہے اور (بلندی زیادہ ہے)

نَوَاصِيَهُم: پیشانی کے بالوں سے لٹکانا یہ ذلت ورسوائی کی مثال ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن ذلت ورسوائی دیکھیں گے حالانکہ وہ دنیا میں لوگوں پر سردار اور معزز تھے وہ ذلت دیکھ کر تمنا کریں گے کہ کاش ان کو وہ ریاست و عزت دنیا والی حاصل نہ ہوتی بلکہ وہ ذلیل ہوتے اور بالوں کو بلندی میں باندھ کر انہیں لٹکایا جاتا اور ان کو تمام لوگ دیکھتے اور ان کی ذلت وخواری کو ملاحظہ کرتے یہ اس دنیاوی عزت وریاست سے بہتر تھا۔

غرض یہ ہے کہ جب حکومت وریاست ملے تو عدل کرے اور انصاف کا دامن ہاتھ میں تھامے کیونکہ منصف و عادل حاکم کے لئے بڑا مرتبہ اور ثواب وارد ہوا ہے اور ظلم وناانصافی کے قریب نہ جائے اور ظلم وحق تلفی ہرگز نہ کرے اس لئے کہ حق تلفی کا وہی حال ہوگا جو حدیث میں مذکور ہے۔

وجہ حسرت: امراء وحکام کے افسوس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اعمال باطل کی طرف جھکانے اور مائل کرنے والے ہیں ان میں عدالت واستقامت متعذر ونہایت مشکل ہوتی ہے مگر وہ شخص کہ توفیق الٰہی جس کا ہاتھ تھام لے اور اس کی مددگار بن جائے وہ ان مناصب کے حقوق کماحقہ ادا کرتا ہے۔ (ع۔ح)

چودھراہٹ دوزخ کا باعث ہے

۳۸/۳۶۲۳ وَعَنْ غَالِبٍ الْقَطَّانِ عَنْ رَجُلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعِرَافَةَ حَقٌّ وَلَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ عُرَفَاءَ وَلٰكِنَّ الْعُرَفَاءَ فِي النَّارِ ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابو داود فی السنن ۳ / ٦٤٦' الحديث رقم: ۲۹۳٤

ترجمہ: غالب قطان نے ایک آدمی سے اس نے اپنے والد سے اس نے اپنے دادا سے روایت نقل کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چودھراہٹ ثابت ہے اور لوگوں کے لئے چودھری ہونے چاہئیں مگر چودھری دوزخ میں جائیں گے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ چودھری کی ضرورت بھی ہے اور چودھری ہونا بھی چاہئے لیکن چودھریوں کی اکثریت دوزخ میں جائے گی کیونکہ وہ اپنی ذمہ داری میں عدل' سچائی اور انصاف سے کام نہیں لیتے اور چودھراہٹ ہر وقت وہلاکت کا خطرہ ہے کیونکہ اس کی شرائط پر پورا اترنا مشکل ہے۔ پس عاقل کے لئے مناسب یہ ہے کہ اس سے بچے اور معذرت کر دے تاکہ فتنہ میں مبتلا ہو کر دوزخ کا ایندھن نہ بن جائے۔ (ع)

احمق سردار جنت سے محروم

۳۹/۳۶۲۴ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُعِيْذُكَ بِاللّٰهِ مِنْ اِمَارَةِ السُّفَهَاءِ قَالَ وَمَاذَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ اُمَرَاءُ سَيَكُوْنُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ مَنْ دَخَلَ عَلَيْهِمْ فَصَدَّقَهُمْ بِكَذِبِهِمْ وَاَعَانَهُمْ عَلٰى ظُلْمِهِمْ فَلَيْسُوْا مِنِّيْ وَلَسْتُ مِنْهُمْ وَلَنْ يَّرِدُوْا عَلَيَّ الْحَوْضَ وَمَنْ لَّمْ يَدْخُلْ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُصَدِّقْهُمْ بِكَذِبِهِمْ وَلَمْ يُعِنْهُمْ عَلٰى ظُلْمِهِمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُمْ وَاُولٰٓئِكَ يَرِدُوْنَ عَلَى الْحَوْضَ۔ (رواہ الترمذی والنسائی)

أخرجه الترمذی فی السنن ۲ / ۵۱۲' الحديث رقم: ٦١٤' والنسائی فی ۷ / ۱٦۰' الحديث رقم: ٤۲۰۷' وأحمد فی المسند ٤ / ۲٤۳

ترجمہ: حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا میں احمقوں کی سرداری سے (یعنی ان کے عمل سے یا ان کے پاس جانے سے) تجھے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ کعب کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا ہے؟ (یعنی یہ سرداری کب ہوگی اور کیسے ہوگی اور وہ کون لوگ ہوں گے؟)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

میرے بعد ایسے امراء ہوں گے (یعنی احمق' جھوٹے اور ظالم امراء ہوں گے) جو شخص ان کے پاس جائے گا اور ان کے جھوٹ کو سچ جانے گا اور ان کے ظلم پر قول وفعل سے ان کی امداد کرے گا وہ مجھ سے نہیں اور میں اس سے نہیں (یعنی میں ان کو پسند نہیں کرتا بلکہ ان سے بیزار ہوں)۔ وہ لوگ میرے پاس حوض پر حاضر نہ ہوں گے پس جو شخص نہ تو ان کے ہاں گیا اور نہ اس نے ان کے جھوٹ کو سچ کیا اور نہ ان کی (ظلم وستم میں) مدد کی۔ پس ایسے لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں اور یہ لوگ میرے پاس حوض پر وارد ہوں گے۔ یہ ترمذی اور نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ عَلَیَّ: یہ لوگ حوض پر میرے پاس نہ آئیں گے یعنی حوض کوثر یا جنت میں۔ اس میں نفی ایمان کے ساتھ درحقیقت ان کے اس فعل پر شدید وعید کی گئی ہے۔ (ح۔ع)

قُربِ سلطان باعث بُعد عن الرحمٰن ہے

۳۶۲۵/۴۰ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَكَنَ الْبَادِيَةَ جَفَا وَمَنِ اتَّبَعَ الصَّيْدَ غَفَلَ وَمَنْ اَتَى السُّلْطَانَ اُفْتُتِنَ (رواہ الترمذی واحمد والنسائی وفی روایۃ ابی داؤد) مَنْ لَزِمَ السُّلْطَانَ اُفْتُتِنَ وَمَا ازْدَادَ عَبْدٌ مِنَ السُّلْطَانِ دُنُوًّا اِلَّا ازْدَادَ مِنَ اللّٰهِ بُعْدًا۔

أخرجه ابو داود في السنن ۳ / ۲۷۸' الحديث رقم: ۲۸۵۹' والترمذی فی ٤ / ٤٥٤' الحديث رقم: ۲۲٥٦' والنسائی فی ۷ / ۱۹٥' الحديث رقم ٤۳۰۹' وأحمد فی المسند ۱ / ۳٥۷

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنگل میں رہنے والا جاہل رہتا ہے اور شکار کا دلدادہ غافل ہو جاتا ہے اور بادشاہ کے پاس آنے جانے والا فتنے میں ڈالا جاتا ہے۔ یہ احمد وترمذی اور نسائی کی روایت ہے اور ابوداؤد کی روایت میں اس طرح ہے کہ جو شخص بادشاہ کی خدمت میں بہت رہتا ہے وہ فتنے میں پڑ جاتا ہے اور جو بادشاہ کا جتنا زیادہ قرب اختیار کرتا ہے وہ اتنا اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے۔

تشریح ۞ گاؤں میں رہنے سے دل سخت اور جہالت کا غلبہ ہوتا ہے کیونکہ وہاں علماء وصلحاء کی صحبت میسر نہیں ہوتی اور جو ہمیشہ شکار کرتا رہتا ہے یہ اس کی روزی کا ذریعہ نہیں بلکہ محض لہو ولعب اور خوش طبعی کے لئے شکار کرتا ہے تو وہ طاعت وعبادت سے غافل رہتا ہے۔ لزوم جماعت اور اہتمام جمعہ نہیں کرتا وہ نرمی وشفقت سے بھی خالی ہو جاتا ہے۔ اس میں ان لوگوں کو متنبہ کیا گیا جو اس میں بغیر کسی غرض صالح کے مستغرق ہو جاتے اور اس کی عادت بنا لیتے ہیں۔ بعض صحابہ کرام نے شکار کیا اور شکار کے مباح وحلال ہونے میں کلام نہیں۔ بلا مقصد اس میں مشغول ہونے کی ممانعت ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس کبھی شکار نہیں کیا مگر اس کی ممانعت بھی نہیں فرمائی اور جو شخص بادشاہ کے دروازہ پر بلا ضرورت وحاجت گیا وہ فتنہ میں مبتلا ہوا کیونکہ وہ اس کی خلاف شریعت کاموں میں موافقت کرے گا۔ اس سے اس کا دین خطرے میں پڑ جائے گا اور اگر بادشاہ کی مخالفت کرے گا تو جان ومال کو خطرہ ہے۔

حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

جو بادشاہ کے ہاں گیا وہ مداہن ہوگیا اور فتنہ میں پڑ گیا اور جس نے مداہنت نہ کی اور اس کو نصیحت کی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا تو وہ افضل جہاد کرنے والا ہے۔

مسند فردوس میں دیلمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی ہے کہ **من از داد علمًا ولم یزدد فی الدنیا زهدًا لم یزدد من اللّٰہ الا بعدًا۔** جس کا علم بڑھا مگر دنیا سے اس کا زہد نہ بڑھا تو وہ اللہ تعالیٰ سے بہت دور ہوگیا۔ (مسند فردوس)(ع۔ح)

امارت میں دخل نہ دینے والا کامیاب

۳۶۲۶/۴۱ وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِ يْكَرِبَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرَبَ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَفْلَحْتَ يَا قُدَيْمُ اِنْ مُتَّ وَلَمْ تَكُنْ اَمِيْرًا وَلَا كَاتِبًا وَلَا عَرِيْفًا۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابوداود فی السنن ۳ / ۳٤٦' الحدیث رقم: ۲۹۳۳

ترجمہ: حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس میرے کندھے پر مار کر فرمایا اے قدیم! اگر تیری موت اس حالت میں آئے کہ تو نہ امیر ہو اور نہ منشی اور نہ چودھری تو تو فلاح پا گیا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس میں اس طرف اشارہ فرمایا کہ گمنامی راحت اور شہرت آفت ہے۔(ع)

جگا ٹیکس وصول کرنے والا جہنمی ہے

۳۶۲۷/۴۲ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ صَاحِبُ مَكْسٍ يَعْنِي الَّذِيْ يُعَشِّرُ النَّاسَ۔ (رواہ احمد وابوداؤد والدارمی)

أخرجه ابو داود فی السنن ۳ / ۳٤۹' الحدیث رقم: ۲۹۳۷' وأخرجه الدارمی فی السنن ۱ / ٤۸۲' الحدیث رقم: ۱٦٦٦' وأحمد فی المسند ٤ / ۱٤۳

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں سے زبردستی ٹیکس وصول کرنے والا جنت میں نہ جائے گا۔ صاحب مکس سے وہ شخص مراد ہے جو لوگوں سے خلاف شرع (جگا ٹیکس) ٹیکس وصول کرتا ہے۔ یہ احمد' ابوداؤد' دارمی کی روایت ہے۔

ظالم حاکم کو سب سے بڑھ کر عذاب ملے گا

۴۳/۳۶۲۸ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَی اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَاَقْرَبَھُمْ مِنْہُ مَجْلِسًا اِمَامٌ عَادِلٌ وَاِنَّ اَبْغَضَ النَّاسِ اِلَی اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَاَشَدَّھُمْ عَذَابًا وَفِیْ رِوَایَةٍ وَاَبْعَدَھُمْ مِنْہُ مَجْلِسًا اِمَامٌ جَائِرٌ۔ (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن غریب)

أخرجه الترمذي في صحيحه ٣ / ٦١٧، الحديث رقم: ١٣٢٩، وأحمد في المسند ٣ / ٥٥

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قریب تر اور محبوب تر خلیفہ عادل ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام و مرتبہ میں سب سے دور اور عذاب میں سب سے سخت عذاب والا اور دوسری روایت میں اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ دور ظالم بادشاہ ہوگا۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔ اور اس نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق افضل جہاد ہے

۴۴/۳۶۲۹ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الْجِھَادِ مَنْ قَالَ کَلِمَةَ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد وابن ماجۃ ورواہ احمد والنسائی عن طارق بن شھاب)

أخرجه ابو داود في السنن ٤ / ٥١٤، الحديث رقم: ٤٣٤٤، والترمذي في ٤ / ٤٧٩، الحديث رقم: ٢١٧٤، وابن ماجه في ٢ / ١٣٢٩، الحديث رقم: ٤٠١١، وأحمد في المسند ٣ / ١٩

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا افضل ترین جہاد ہے۔ یہ ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ کی روایت ہے۔ احمد ونسائی نے اس کو طارق بن شہاب سے نقل کیا ہے۔

تشریح ❀ اَفْضَلُ الْجِھَادِ: اس کو بہترین جہاد کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص کافر سے جہاد کرتا ہے وہ خوف ورجاء کی دو حالتوں میں ہوتا ہے۔ اسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آیا وہ غالب آئے گا یا نہیں۔ پس جب یہ حق کی بات کہے گا اور اسے امر بالمعروف کرے گا تو یہ ہلاکت کے قریب تر ہے اور یہ جہاد کی افضل ترین قسم ہے کیونکہ اس میں ہلاکت کا خوف غالب ہے۔ (۲) نیز اس وجہ سے بھی یہ افضل ہے کیونکہ بادشاہ کا ظلم اس کے تمام ماتحتوں میں اثر کرتا ہے اور وہ بہت بڑی تعداد ہے۔ جب اس نے اسے ظلم سے روکا تو اس سے بہت سی مخلوق کو فائدہ پہنچے گا بخلاف کافر کو قتل کرنے کے کہ اس کا فائدہ محدود ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول: بادشاہ کو امر بالمعروف یہ ہے کہ اس کو برے افعال سے روکا جائے اور بتلایا جائے کہ تیرے فلاں فلاں کام شرع کے خلاف ہیں۔ البتہ زور اور تشدد سے روکنے کا حق نہیں پہنچتا کیونکہ اس سے فتنہ وفساد برپا ہوگا۔

باقی اس کے ساتھ سخت کلامی مثلاً یا ظالم یا من لا یخاف فی اللّٰہ وغیرہ کہنا تو اگر دیکھے کہ اس کا ضرر میرے

علاوہ دوسرے لوگوں کو بھی پہنچے گا تو یہ جائز نہیں اور اگر سمجھتا ہے کہ میری جان کے علاوہ اس کا ضرر دوسرے کو نہ پہنچے گا تو یہ جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔ اسی وجہ سے سلف کی عادت تھی کہ ہلاکت کا خوف کئے بغیر وہ بات کہہ دیتے وہ جانتے تھے کہ یہ افضل جہاد ہے اور اس میں ہلاک ہو جانا شہادت ہے۔ (ع)

بادشاہ کا نیک وزیر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت

۳۶۳۰/۴۵ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِالْاَمِيْرِ خَيْرًا جَعَلَ لَهٗ وَزِيْرَ صِدْقٍ اِنْ نَسِيَ ذَكَّرَهٗ وَاِنْ ذَكَرَ اَعَانَهٗ وَاِذَا اَرَادَ بِهٖ غَيْرَ ذٰلِكَ جَعَلَ لَهٗ وَزِيْرَ سُوْءٍ اِنْ نَسِيَ لَمْ يُذَكِّرْهُ وَاِنْ ذَكَرَ لَمْ يُعِنْهُ۔ (رواہ ابوداوٗد والنسائی)

أخرجه ابو داود في السنن ۳ / ۳۴۵، الحديث رقم : ۲۹۳۲، والنسائي في ۷ / ۱۵۹، الحديث رقم : ۴۲۰۴

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ امیر سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے یعنی دنیا وعقبیٰ میں اس کی بھلائی چاہتے ہیں تو اس کو سچا وزیر عنایت فرماتے ہیں اگر امیر اللہ تعالیٰ کا حکم بھول جاتا ہے تو وزیر اس کو یاد دلا دیتا ہے اور اگر وہ اچھا کام یاد رکھتا ہے تو (اس کی انجام دہی کے لئے اس کی) مدد کرتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کسی امیر سے بھلائی کا ارادہ نہیں فرماتے تو برے آدمی کو اس کا وزیر بنا دیتا ہے اگر امیر اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے تو وہ اسے یاد نہیں دلاتا اور اگر وہ یاد رکھتا ہے تو اس کی مدد نہیں کرتا۔ یہ ابوداؤد ونسائی کی روایت ہے۔

۳۶۳۱/۴۶ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اِنَّ الْاَمِيْرَ اِذَا ابْتَغَى الرِّيْبَةَ فِي النَّاسِ اَفْسَدَهُمْ۔

(رواہ ابوداوٗد)

أخرجه ابو داود في السنن ۵ / ۲۰۰، الحديث رقم : ۴۸۸۹، وأحمد في المسند ۶ / ۴

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ سے روایت کی ہے کہ جب خلیفہ لوگوں میں عیب کی بات تلاش کرتا ہے تو ان میں بگاڑ پیدا کرتا ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اگر حاکم شک وشبہ سے معاملہ کرے اور عوام کے متعلق بدگمانی کرے اور اس کے مطابق ان پر مواخذہ کرے تو اس سے لوگوں کے حالات میں بگاڑ پیدا ہوگا اور زیادہ تباہی مچے گی۔

مقصود یہ ہے لوگوں کے عیوب اور احوال میں زیادہ تجسس نہ کیا جائے۔ دین میں ان کے عیوب کو چھپانے اور ان کے معاملے میں عفو ودرگزر کا حکم ہے۔ (ح)

عیوب کی تلاش بگاڑ پیدا کرتی ہے

۳۶۳۲/۴۷ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّكَ اِذَا اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ النَّاسِ اَفْسَدْتَهُمْ۔ (رواہ البیهقی فی شعب الایمان)

أخرجه ابو داود فی السنن ٥ / ١٩٩ الحدیث رقم: ٤٨٨٨ والبیهقی فی شعب الایمان ٧ / ١٠٧ الحدیث رقم: ٩٦٥٩

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جب تم لوگوں کے (مخفی) عیوب کا پیچھا کرو گے تو تم لوگوں کو بگاڑ دو گے۔ بیہقی نے شعب الایمان میں یہ روایت نقل کی ہے۔

فتنہ کے وقت صبر وخاموشی کا حکم

۳۶۳۳/۴۸ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَیْفَ اَنْتُمْ وَاَئِمَّةٌ مِنْ بَعْدِیْ یَسْتَاْثِرُوْنَ بِهٰذَا الْفَیْءِ قُلْتُ اَمَا وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِا لْحَقِّ اَضَعُ سَیْفِیْ عَلٰی عَاتِقِیْ ثُمَّ اَضْرِبُ بِهٖ حَتّٰی اَلْقَاكَ قَالَ اَوَلَا اَدُلُّكَ عَلٰی خَیْرٍ مِّنْ ذٰلِكَ تَصْبِرُ حَتّٰی تَلْقَانِیْ۔ (رواه ابو داوٗد)

أخرجه ابو داود فی السنن ٥ / ١١٩ الحدیث رقم: ٤٧٥٩ وأحمد فی المسند ٥ / ١٨٠

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد تم سرداروں کے سلسلہ میں کیا کرو گے؟ (یعنی ان سے لڑو گے یا صبر کرو گے)۔ اس حالت میں کہ وہ فئی کے مال کو اپنے لئے چن لیں گے۔ میں نے عرض کیا حضرت توجہ فرمائیں! مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں کندھے پر تلوار اٹھا کر ان کو ماروں گا یہاں تک کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ ملوں (یعنی مر جاؤں یا شہید ہو جاؤں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں اس سے بہتر نہ بتلاؤں تم صبر کرو یہاں تک کہ تم میرے ساتھ آ ملو (یعنی صبر کرو اور خاموشی اختیار کرو۔ یہ تلوار مارنے سے بہتر ہے اور ترک دُنیا اور زُہد والی حالت کے مناسب ہے) یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❁ **یَسْتَاْثِرُوْنَ بِهٰذَا الْفَیْءِ**: یعنی مالِ فئی کو اپنے ذاتی تصرف میں لائیں گے اور مستحقین پر خرچ نہ کریں گے۔ فئی کفار سے بلا قتال لیا جانے والا مال مثلاً خراج، جزیہ وغیرہ کو کہا جاتا ہے۔

غنیمت: کفار سے لڑ کر وصول کیا جانے والا مال۔

حکم فئی: اس مال کا حکم یہ ہے کہ اس میں تمام مسلمان شریک ہیں اور اس میں سے خمس نہیں لیا جاتا۔ البتہ غنیمت میں سے خمس لیا جاتا ہے۔ باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم کیے جاتے ہیں۔

علماء کا قول: اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کو یعنی مالِ غنیمت و مالِ فئی کو اپنے لئے مخصوص کر لیں گے۔ مقصد یہ ہے کہ وہ بیت المال کے سلسلہ میں ظلم کرنے والے ہوں گے اور مسلمانوں کو ان کے حقوق نہیں دیں گے۔ (ح)

الفصل الثالث:

ظل عرش کے اوّلین حقدار

۳۶۳۴/۴۹ عَنْ عَآئِشَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَنِ السَّا بِقُوْنَ اِلٰی ظِلِّ

اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ قَالُوْا اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ الَّذِیْنَ اِذَا اُعْطُوا الْحَقَّ قَبِلُوْہُ وَاِذَا سُئِلُوْہُ بَذَلُوْہُ وَحَکَمُوْا لِلنَّاسِ کَحُکْمِھِمْ لاَ نْفُسِھِمْ ۔ (احمد بن حنبل' مسند 'در مسند عائشةؓ)

أخرجه احمد في المسند ٦ / ٦٧

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ قیامت کے دن ظل الٰہی (ظل عرش الٰہی یا سایہ عنایت وکرم) کی طرف کن کو سبقت میسر ہوگی؟ صحابہ کرامؓ نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا (ظل کی طرف) وہ لوگ (سبقت کرنے والے ہیں کہ) جب ان کے سامنے حق پیش کیا جاتا ہے تو اسے قبول کرتے ہیں (یعنی امام عادل جب ان کو حق بات کی طرف کوئی نصیحت کرتا ہے تا کہ وہ اپنی رعایا میں عدل وانصاف سے کام لے تو وہ اسے قبول کرتا ہے) اور جب اس سے حق کا سوال ہو (یعنی صحیح مقام پر خرچ کا ان سے سوال کیا جاتا ہے) تو وہ وہاں خرچ کرتے ہیں اور لوگوں پر وہ حکم لاگو کرتے ہیں جو اپنی ذات پر لاگو کرتے ہیں۔ (یعنی دوسروں کے لئے وہی چاہتے ہیں جو اپنے لئے چاہتے ہیں۔ وہ اس طرح نہیں ہیں کہ خود شہوت پرست اور دوسروں پر سخت گیر)۔

تین خطرناک چیزیں

۵۰/۳۶۳۵ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ ثَلَاثٌ اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِی الْاِسْتِسْقَاءُ بِالْاَنْوَاءِ وَحَیْفُ السُّلْطَانِ وَتَکْذِیْبٌ بِالْقَدْرِ ۔ (در مسند جابر بن سمرہ)

أخرجه احمد في المسند ٥ / ٩٠

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا مجھے اپنی امت کے متعلق تین چیزوں کا ڈر ہے کہ کہیں وہ ان میں مبتلا ہو کر گمراہ نہ ہو جائے۔ (۱) انواء سے بارش طلب کرنا (۲) بادشاہ کا ظلم کرنا (۳) تقدیر کا انکار کرنا۔

تشریح ❁ **بِالْاَنْوَاءِ**: یہ نوء کی جمع ہے اس کا لغوی معنی کھڑے ہونا اور گر پڑنا ہے۔ اب یہ چاند کی منازل کے نام ہیں چاند کی اٹھائیس منزلیں ہیں۔ چاند ہر رات الگ منزل میں ہوتا ہے اور کھڑے ہونے اور گر پڑنے سے مراد چاند کا طلوع وغروب ہونا ہے۔ اہل عرب جاہلیت میں بارش کی نسبت ان انواء کی طرف کرتے تھے کہ ہمیں فلاں منزل قمر کی وجہ سے بارش ملی ہے۔ احادیث میں اس کی ممانعت کی گئی ہے اور اس کو کفر گردانا گیا ہے تا کہ انسان توحید کی طرف راستہ پائے اور شرک کا وہم ترک کر دے۔

وَتَکْذِیْبٌ بِالْقَدْرِ: تقدیر کا انکار یہ ہے کہ تمام اشیاء وافعال کو بندوں کا فعل قرار دیا جائے' جیسا کہ قدریہ فرقہ کا مذہب ہے (اور مشرک اپنے حاجت رواؤں کے متعلق اس نظریے کے قائل ہیں)۔ (ح)

چھ دن کی تاکید کے بعد زرّیں نصیحت

۵۱/۳۶۳۶ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سِتَّۃَ اَیَّامٍ اَعْقِلْ یَا اَبَاذَرٍّ مَا یُقَالُ لَکَ بَعْدُ فَلَمَّا کَانَ الْیَوْمُ السَّابِعُ قَالَ اُوْصِیْکَ بِتَقْوَی اللّٰہِ فِیْ سِرِّ اَمْرِکَ وَعَلَانِیَتِہٖ وَاِذَا اَسَاءَ تْ فَاَحْسِنْ وَلَا تَسْاَلَنَّ اَحَدًا شَیْئًا وَاِنْ سَقَطَ سَوْطُکَ وَلَا تَقْبِضْ اَمَانَۃً وَلَا تَقْضِ بَیْنَ اثْنَیْنِ۔

(مسند ابی امامه)

أخرجه احمد في المسند ٥ / ١٧٢

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چھ دن تک فرمایا اے ابو ذر! جو بات تمہیں اس کے بعد کہی جائے اسے غور سے سنو! جب ساتواں دن ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں باطن و ظاہر میں اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کا حکم دیتا ہوں۔ جب غلطی ہو جائے تو نیکی کرلو (وہ اسے مٹا دے گی) اور کسی سے کبھی سوال مت کروا گرچہ تمہارا کوڑا گر جائے (اس کے اٹھانے کا بھی سوال مت کرو) اور کسی کی امانت پر قبضہ نہ کرو اور دو کے درمیان بھی فیصل مت بنو۔

تشریح ۞ وَلَا تَقْبِضْ اَمَانَۃً: یعنی بلاضرورت کسی کی امانت مت لو۔ اس خطرے کے پیش نظر کہ خیانت نہ ہو جائے یا خائن ہونے کی تہمت نہ لگ جائے۔ (ع)

سرداری‘ ندامت‘ ملامت اور رسوائی

۵۲/۳۶۳۷ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ مَا مِنْ رَجُلٍ یَلِیْ اَمْرَ عَشَرَۃٍ فَمَا فَوْقَ ذٰلِکَ اِلَّا اَتَاہُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ مَغْلُوْلًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یَدُہٗ اِلٰی عُنُقِہٖ فَکَّہٗ بِرُّہٗ اَوْ اَوْبَقَہٗ اِثْمُہٗ اَوَّلُھَا مَلَامَۃٌ وَاَوْسَطُھَا نَدَامَۃٌ وَاٰخِرُھَا خِزْیٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ (در مسند ابی امامه)

أخرجه احمد في المسند ٥ / ٢٦٧

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دس یا اس سے زیادہ کا سردار بنے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن طوق پہننے کی حالت میں حاضر کریں گے اور اس کا ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ بندھا ہوگا۔ اس کو اس سے اس کی نیکی چھڑائے گی (یعنی عدل و احسان) یا پھر اس کا گناہ اسے ہلاک کر دے گا (یعنی ظلم وغیرہ)۔ سرداری کی ابتداء ملامت اور درمیان پریشانی اور اخیر قیامت کے دن رسوائی۔

تشریح ۞ مَلَامَۃٌ: شروع میں ہر طرف سے وہ ملامت کا نشانہ بنتا ہے کہ اس نے ایسا کیا اور ویسا کیا۔

وَاَوْسَطُھَا نَدَامَۃٌ: درمیان میں پریشانی ہوتی ہے کہ میں نے یہ کیوں اپنے ذمہ لے لیا اور مصیبت و مشقت میں پڑا۔

خِزْیٌ: دنیا میں خواری‘ شرمساری معزول ہو جانے کی صورت اور آخرت میں عذاب میں گرفتار ہوگا۔ صرف قیامت

کا ذکر اس لئے کیا کہ اس کی ذلت نہایت شدید ہے۔

حاکم بنو تو تقویٰ وعدل اختیار کرنا

۵۳/۳۶۳۸ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مُعَاوِيَةُ اِنْ وُلِّيْتَ اَمْرًا فَاتَّقِ اللّٰهَ وَاعْدِلْ قَالَ فَمَازِلْتُ اَظُنُّ اَنِّيْ مُبْتَلًى بِعَمَلٍ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى ابْتُلِيْتُ۔

(در مسند معاویہؓ)

أخرجه البيهقي في دلائل النبوة

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاویہ! اگر تم کسی معاملے کے ذمہ دار بنائے جاؤ تو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنا اور انصاف سے کام لینا۔ اس ارشاد کے بعد میں گمان کرتا رہا کہ میں کسی ذمہ داری میں مبتلا کیا جاؤں گا' اس لئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا تھا یہاں تک کہ میں حکومت کی ذمہ داری میں ڈالا گیا (یعنی حکومت میری قسمت میں آئی)۔

لڑکوں کی سربراہی سے اللہ کی پناہ

۵۴/۳۶۳۹ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ رَّاْسِ السَّبْعِيْنَ وَاِمَارَةِ الصِّبْيَانِ رَوَى الْاَحَادِيْثَ السِّتَّةَ اَحْمَدُ۔ (وروى البيهقي حديث معاوية في دلائل النبوة)

أخرجه احمد في المسند ٢ / ٣٢٦

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ستر برس کے اوپر کی برائی سے اور لڑکوں کی سرداری سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو اور لڑکوں کی سرداری سے (اللہ کی پناہ طلب کرو) یہ چھ روایات احمد نے اور حدیث معاویہ کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ذکر کیا ہے)

تشریح ۞ ستر سے ہجرت کے لحاظ سے ستر برس مراد ہیں اس میں یزید بن معاویہ کی حکومت کا زمانہ شامل ہے جو وفات نبوت کے ساٹھویں سال میں شروع ہوا (مگر یہ تاویل تب بن سکتی ہے اگر زمانہ نبوت سے شروع کیا جائے۔ فتدبر)

لڑکوں کی حکومت سے مراد بنو مروان کی حکومت ہے۔ (ح) واللہ اعلم۔

جیسے تم ویسے حاکم

۵۵/۳۶۴۰ وَعَنْ يَحْيَى بْنِ هَاشِمٍ عَنْ يُوْنُسَ ابْنِ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا تَكُوْنُوْنَ كَذٰلِكَ يُؤَمَّرُ عَلَيْكُمْ۔

أخرجه البيهقي في الشعب ٦ / ٢٣' الحديث رقم: ٣٧٩٢

ترجمہ: یحییٰ بن ہاشم نے یونس بن ابی اسحٰق سے انہوں نے اپنے والد ابواسحاق رضی اللہ عنہ سے نقل کیا وہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جس طرح کے ہوگے تمہارے اوپر ویسے ہی حکام ہوں گے۔

تشریح ۞ جیسے تمہارے اعمال ہوں گے تم پر اسی طرح کے عامل ہوں گے۔ اگر عمل اچھے کرو گے تو اچھے عامل اور برے عمل کرو گے تو برے عامل مسلط ہوں گے۔ (ح۔ع)

عادل خلیفہ زمین پر سایۂ خداوندی ہے

۳۶۴۱/۵۶ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ السُّلْطَانَ ظِلُّ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ يَأْوِيْ اِلَيْهِ كُلُّ مَظْلُوْمٍ مِّنْ عِبَادِهٖ فَاِذَا عَدَلَ كَانَ لَهُ الْاَجْرُ وَعَلَى الرَّعِيَّةِ الشُّكْرُ وَاِذَا جَارَ كَانَ عَلَيْهِ الْاِصْرُ وَعَلَى الرَّعِيَّةِ الصَّبْرُ۔

أخرجه البيهقي في شعب الإيمان ٦ / ١٥، الحديث رقم: ٧٣٩٩

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بادشاہ زمین میں خدا تعالیٰ کا سایہ ہے۔ ہر مظلوم بندہ اس کے بندوں میں سے اس کی پناہ حاصل کرتا ہے۔ جب وہ بادشاہ عدل کرتا ہے تو اسے ثواب ملتا ہے اور رعایا پر شکر لازم ہوتا ہے اور جب ظلم کرتا ہے تو اس پر گناہ لازم ہوتا ہے اور رعایا پر صبر لازم ہو جاتا ہے۔

تشریح ۞ ظِلُّ اللّٰهِ :اس کو اس لئے سایہ کہا گیا کیونکہ وہ مظلومین سے ایذاؤں کو دور کرتا ہے جیسا کہ سایہ سورج کی ایذا سے حفاظت کرتا ہے۔ (۲) سایہ محافظت اور حمایت سے کنایہ ہے۔ کذا فی النہایہ۔

طیبی کا قول:

ظل اللہ یہ تشبیہ ہے یاوی الیه کا جملہ اس کا مبین ہے یعنی جس طرح لوگ ٹھنڈے سایے تلے آفتاب کی تپش سے آرام پاتے ہیں اسی طرح عادل بادشاہ کے عدل کی ٹھنڈک میں ظلم کی حرارت سے بچتے ہیں۔

اضافت: اللہ تعالیٰ کی طرف ظل کی اضافت عظمت کے لئے ہے جیسے بیت اللہ وغیرہ۔ اس سے اس طرف اشارہ کر دیا کہ وہ عام سایوں کی طرح نہیں بلکہ بڑی شان والا سایہ ہے۔ وہ ذات باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اس کو خلیفۃ اللہ اس لئے کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عدل واحسان کو اس کے بندوں میں اس کی زمین پر پھیلاتا ہے۔

قیامت میں بدترین مرتبہ والا ظالم حکمران ہوگا

۳۶۴۲/۵۷ وَعَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَفْضَلَ عِبَادِ اللّٰهِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ اِمَامٌ عَادِلٌ رَفِيْقٌ وَاِنَّ شَرَّالنَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ اِمَامٌ جَائِرٌ خَرِقٌ۔

أخرجه البيهقي في شعب الإيمان ٦ / ١٦، الحديث رقم: ٢٣٧١٠

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن بہترین مرتبے والا وہ امام عادل ہے جو نرمی کرنے والا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرتبہ کے لحاظ سے بدترین خلق ظالم حاکم ہوگا جو سختی برتنے والا ہوگا۔

مسلمان کو ڈرانا باعثِ زجر ہے

۳۶۴۳/۵۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَظَرَ اِلٰی اَخِیْهِ نَظْرَةً یُخِیْفُهٗ اَخَافَهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔

(روی الاحادیث اربعة البیهقی فی شعب الایمان وقال فی حدیث یحی هذا منقطع وروایتهٗ ضعیف)

أخرجه البیهقی فی شعب الإیمان ٦ / ٥٠، الحدیث رقم: ٧٤٦٨

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کو ڈراونی نگاہ سے دیکھے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ڈرائے گا۔ یہ چاروں روایات بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کی ہیں۔ یحیٰ والی روایت منقطع ہے کیونکہ یحیٰ ضعیف ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کو اس باب میں لانے سے مقصود یہ ہے کہ جب ڈراونی نگاہ سے مسلمان کو دیکھنا باعث عذاب ہے تو ظلم کرنا باعث عذاب کیوں نہ ہوگا۔ (ع)

بادشاہوں کے دل اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں

۳۶۴۴/۵۹ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَقُوْلُ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا مَالِكُ الْمُلُوْكِ وَمَلِكُ الْمُلُوْكِ قُلُوْبُ الْمُلُوْكِ فِیْ یَدِیْ وَاِنَّ الْعِبَادَ اِذَا اَطَاعُوْنِیْ حَوَّلْتُ قُلُوْبَ مُلُوْكِهِمْ عَلَیْهِمْ بِالرَّحْمَةِ وَالرَّاْفَةِ وَاِنَّ الْعِبَادَ اِذَا عَصَوْنِیْ حَوَّلْتُ قُلُوْبَهُمْ بِالسَّخْطَةِ وَالنِّقْمَةِ فَسَامُوْهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ فَلَا تَشْغَلُوْا اَنْفُسَكُمْ بِالدُّعَاءِ عَلَی الْمُلُوْكِ وَلٰكِنِ اشْغَلُوْا اَنْفُسَكُمْ بِالذِّكْرِ وَالتَّضَرُّعِ كَیْ اَكْفِیَكُمْ مُلُوْكَكُمْ۔ (رواه ابو نعیم فی الحلیة)

أبو نعیم فی الحلیة ٢ / ٣٨٩

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا (یعنی حدیث قدسی میں ہے) کہ میں اللہ تعالیٰ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں بادشاہوں کا مالک اور شہنشاہ ہوں اور بادشاہوں کے دل میرے قبضہ میں ہیں۔ جب بندے میری فرمانبرداری کرتے ہیں تو بادشاہوں کے دلوں کو پھیر دیتا ہوں۔ (یعنی ظالم بادشاہوں کے دلوں میں رحمت وشفقت پیدا کر دیتا ہوں اور جب بندے میری نافرمانی کرتے ہیں تو میں بادشاہوں کے دلوں کو پھیر دیتا ہوں یعنی عادل بادشاہوں کے دلوں میں ناراضگی اور عذاب پیدا کر دیتا ہوں۔ پس وہ

بادشاہ ان کو بڑا عذاب پہنچائیں گے۔ (ایسے وقت میں) تم اپنے آپ کو بددعا میں مشغول نہ کرو بلکہ اپنے نفوس کو ذکر اور آہ وزاری میں مشغول کروتا کہ میں بادشاہوں کے شر کی طرف سے میں تمہارے لئے کافی ہو جاؤں اور اس کو تم سے باز رکھوں۔
(کتاب حلیۃ الاولیاء ابونعیم)

بَابُ مَا عَلَى الْوُلَاةِ مِنَ التَّيْسِيْرِ

حکام کو آسانی کرنا لازم ہے

اوپر والے باب میں رعایا کی ذمہ داری کا تذکرہ ہوا کہ ان کو فرمانبرداری کرنی چاہئے اور اس باب میں یہ بیان فرمایا کہ حکام کو بھی نرمی اور شفقت سے پیش آنا چاہئے۔ (ح)

الفصل الاول:

بشارت دو اور اَجر کی ترغیب دلاؤ

۱/۳۶۴۵ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا بَعَثَ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِهٖ فِیْ بَعْضِ اَمْرِهٖ قَالَ بَشِّرُوْهُ وَلَا تُنَفِّرُوْا وَيَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا۔ (متفق علیه)

أخرجه مسلم فی صحیحه ٣ / ١٣٥٨، الحدیث رقم: (٦ /١٧٣٢) وأبو داود فی السنن ٥ / ١٧٠، الحدیث رقم: ٤٨٣٥، وأحمد فی المسند ٤ / ٣٩٩، وأخرجه البخاری عن أنس فی صحیحه ١ / ١٦٣، الحدیث رقم: ٦٩، بنحوه

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب میں سے کسی کو کسی کام پر روانہ کرتے (یعنی کسی کام کا حکم اور ذمہ دار بناتے) تو ارشاد فرماتے بشارت دو (یعنی لوگوں کو بھلائی اور طاعات پر اجر کی بشارت دو) اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ ڈراؤ یعنی بہت نہ ڈراؤ یہاں تک کہ وہ رحمت الٰہی سے گناہوں کے باعث مایوس نہ ہو جائیں اور آسانی کرو یعنی لوگوں سے زکوٰۃ وغیرہ نرمی سے لو اور (ان سے واجب مقدار سے زیادہ وصول کرے) ان کو دشواری میں مت ڈالو۔ یہ بخاری، مسلم کی روایت ہے۔

آسانی کرو نفرت نہ دلاؤ

۲/۳۶۴۶ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَسَكِّنُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ١٠ / ٥٢٤، الحدیث رقم: ٦١٢٥، و مسلم فی ٣ / ١٣٥٩، الحدیث رقم: (٨ ـ ١٧٣٤) وأحمد فی المسند ٣ / ١٣١

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آسانی کرو اور تنگی نہ کرو اور (بشارت دے کر) تسلی دو اور نفرت نہ دلاؤ (یعنی بہت ڈرا کر یا ایسے مشکل امور کا حکم دے کر جو انکار کا باعث بن جائیں)۔ یہ بخاری، مسلم کی روایت ہے۔

مشکل و تنگی مت پیدا کرو

۳/۳۶۴۷ وَعَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ قَالَ بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَدَّهٗ اَبَا مُوْسٰی وَمُعَاذًا اِلَی الْيَمَنِ فَقَالَ يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ١٠ / ٥٢٤، الحديث رقم: ٦١٢٤، و مسلم في ٣ / ١٣٥٨، الحديث رقم: ١٧٣٣، وأحمد في المسند ٤ / ٤١٢

ترجمہ: حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دادا یعنی ابو موسیٰ اشعری کو اور معاذ رضی اللہ عنہم کو یمن کی طرف بھیجا اور ارشاد فرمایا آسانی کرو اور مشکل و تنگی نہ کرو اور بشارت دو اور نفرت نہ دلاؤ اور آپس میں بالاتفاق کام کرو اور اختلاف نہ کرو۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس روایت کے درست راوی ابن ابی بردہ ہیں کیونکہ ابو بردہ یہ ابو موسیٰ کے بیٹے ہیں پوتے نہیں۔ ان سے ان کے بیٹے عبداللہ، یوسف، سعید، بلال روایت کرتے ہیں یہ روایت سعید بن ابی بردہ سے ہے جیسا کہ بخاری میں ہے کہ سعید بن ابی بردہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ یعنی ابو بردہ کو کہتے سنا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے والد اور معاذ کو یمن کی طرف بھیجا۔ (ح)

دھوکا باز کے لئے دھوکے کا نشان قائم کیا جائے گا

۴/۳۶۴۸ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْغَادِرَ يُنْصَبُ لَهٗ لِوَاءٌ يَّوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ هٰذِهٖ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ١٠ / ٥٦٣، الحديث رقم: ٦١٧٨، و مسلم في ٣ / ١٣٦٠، الحديث رقم: (١٠ - ١٧٣٥) وأبو داود في السنن ٣ / ١٨٨، الحديث رقم: ٢٧٥٦، والترمذي في ٤ / ١٢٢، الحديث رقم: ١٥٨١، وابن ماجه في ٢ / ٩٥٩، الحديث رقم: ٢٨٧٢، والدارمي في ٢ / ٣٢٣، الحديث رقم: ٢٥٤٢، وأحمد في المسند ١ / ٤١١

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن (نشان کے ساتھ) عہد توڑنے والے (کو رسوا کرنے) کے لئے (دھوکا بازی کا) ایک جھنڈا کھڑا کیا جائے گا اور یہ اعلان ہوگا یہ فلاں بن فلاں کے دھوکے کا نشان ہے۔ یہ بخاری، مسلم کی روایت ہے۔

۵/۳۶۴۹ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَّوْمَ الْقِيَامَةِ يُعْرَفُ بِهٖ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ٦ / ٢٥٣' الحدیث رقم : ٣١٨٦' و مسلم فی ٣ / ١٣٦١' الحدیث رقم : (١٤ ـ ١٣٧٣٧) وأحمد فی المسند ٣ / ٢٧٠)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر دھوکے باز (کی رسوائی) کے لئے ایک جھنڈا ہوگا جس کے ذریعے وہ پہچانا جائے گا۔

دھوکے باز کی شرمگاہ میں نشان گاڑ دیا جائے گا

۳۶۵۰/۶ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِکُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ عِنْدَ اِسْتِهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِکُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ یُرْفَعُ لَهٗ بِقَدْرِ غَدْرِهٖ اَلَا وَلَا غَادِرَ اَعْظَمُ غَدْرًا مِّنْ اَمِیْرِ عَامَّةٍ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ٣ / ١٣٦١' الحدیث رقم : (١٥ ـ ١٧٣٨)

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر عہد توڑنے والے کے لئے ایک نشان ہوگا جو قیامت کے دن (اس کی رسوائی وذلت کے لئے) اس کی مقعد کے پاس گاڑ دیا جائے گا اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ ہر عہد توڑنے والے کے لئے قیامت کے دن ایک نشان ہوگا جو اس کے دھوکے کی مقدار کے مطابق بلند کیا جائے گا (یعنی جتنی بڑی عہد شکنی ہوگی اسی کی مقدار کے مطابق نیزہ بلند تر ومشہور ہوگا)۔ سنو! سب سے بڑا عہد توڑنے والا حاکم وسردار ہوگا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

الفصل الثانی:

اللہ تعالیٰ سے حجاب میں کیا جانے والا حاکم

۳۶۵۱/۷ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ اَنَّهٗ قَالَ لِمُعَاوِیَةَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ وَلَّاهُ اللّٰهُ شَیْئًا مِّنْ اَمْرِ الْمُسْلِمِیْنَ فَاحْتَجَبَ دُوْنَ حَاجَتِهِمْ وَخَلَّتِهِمْ وَفَقْرِهِمْ اِحْتَجَبَ اللّٰهُ دُوْنَ حَاجَتِهٖ وَخَلَّتِهٖ وَفَقْرِهٖ فَجَعَلَ مُعَاوِیَةُ رَجُلًا عَلٰی حَوَائِجِ النَّاسِ (رواہ ابوداود والترمذی وفی روایة) لَهٗ وَلِاَحْمَدَ اَغْلَقَ اللّٰهُ لَهٗ اَبْوَابَ السَّمَاءِ دُوْنَ خَلَّتِهٖ وَحَاجَتِهٖ وَمَسْکَنَتِهٖ۔

أخرجه ابو داود فی السنن ٣ / ٣٥٧' الحدیث رقم : ٢٩٤٨' والترمذی فی ٣ / ٦١٩' الحدیث رقم : ١٣٣٢' وأحمد فی المسند ٤ / ٢٣١.

ترجمہ: حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جس آدمی کو اللہ تعالیٰ نے کسی مسلمانوں کے کام کا ذمہ دار بنایا وہ ان کی ضرورت وحاجت اور محتاجگی کے

وقت چھپا رہا (یعنی ان کی ضرورت کو پورا نہ کیا)۔ اس کی ضرورت حاجت اور محتاجگی کے وقت اللہ تعالیٰ پردے میں رہیں گے (یعنی اس کی طلب پوری نہ کرے گا اور اس کی دعا کو قبول نہ فرمائے گا) تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی حاجات کے لئے ایک آدمی کو مقرر فرمایا۔ یہ ابوداؤد کی ایک روایت ہے ترمذی نے بھی نقل کی۔ ترمذی کی ایک اور روایت اور احمد کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت حاجت کے وقت آسمان کے دروازے بند کردیں گے (یعنی اس کی محتاجی دور نہ فرمائیں گے)۔

الفصل الثالث:

مظلوم کی مدد نہ کرنے پر حاکم کی حاجت روک دی جائے گی

۸/۳۶۵۲ عَنْ اَبِی الشَّمَّاخِ الْاَزْدِیِّ عَنِ ابْنِ عَمٍّ لَّہٗ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ اَتٰی مُعَاوِیَۃَ فَدَخَلَ عَلَیْہِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ وُّلِیَ مِنْ اَمْرِ النَّاسِ شَیْئًا ثُمَّ اَغْلَقَ بَابَہٗ دُوْنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَوِالْمَظْلُوْمِ اَوْذِی الْحَاجَۃِ اَغْلَقَ اللّٰہُ دُوْنَہٗ اَبْوَابَ رَحْمَتِہٖ عِنْدَ حَاجَتِہٖ وَفَقْرِہٖ اَفْقَرَمَا یَکُوْنُ اِلَیْہِ۔

أخرجه البيهقي في شعب الإيمان ٦ / ٢١، الحديث رقم: ٧٣٨٤

ترجمہ: حضرت ابوشماخ ازدی نے اپنے چچازاد سے جو نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے تھے نقل کیا کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور ان کو کہنے لگے میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جس شخص کو مسلمانوں کے کام کا ذمہ دار بنایا گیا پھر اس نے ان پر یا مظلوم پر یا ضرورت مند پر اپنا دروازہ بند کیا (یعنی ضرورت کے وقت اپنے پاس نہ آنے دیا یا ان کی ضرورت کو پورا نہ کیا) تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمت کے دروازے اس کی حاجت و ضرورت کے وقت بند کردیں گے (یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کو جو حاجت ہوگی خواہ اس کا تعلق دنیا سے ہو یا آخرت سے یا وہ حاجت مخلوق سے متعلق ہو) اور یہ تنگی اس وقت کی جائے گی جب اس کو اس کی بہت ضرورت ہوگی۔

عمال کو چار ہدایات

۹/۳۶۵۳ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّہٗ کَانَ اِذَابَعَثَ عُمَّالَہٗ شَرَطَ عَلَیْھِمْ اَنْ لَّا تَرْکَبُوْا بِرْذَوْنًا وَلَا تَاْکُلُوْا نَقِیًّا وَلَا تَلْبَسُوْا رَقِیْقًا وَلَا تُغْلِقُوْا اَبْوَابَکُمْ دُوْنَ حَوَائِجِ النَّاسِ فَاِنْ فَعَلْتُمْ شَیْئًا مِنْ ذٰلِکَ فَقَدْ حَلَّتْ بِکُمُ الْعُقُوْبَۃُ ثُمَّ یُشَیِّعُھُمْ۔ (رواهما البيهقي في شعب الايمان)

أخرجه البيهقي في شعب الإيمان ٦ / ٢٤، الحديث رقم: ٧٣٩٤

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب وہ اپنے عاملوں کو روانہ فرماتے تو ان سے یہ شرائط لیتے: (۱) ترکی گھوڑے پر سواری نہ کرو گے۔ (۲) میدہ نہ کھاؤ گے۔ (۳) باریک کپڑا استعمال نہ کرو گے۔ (۴) عوام پر

بوقت ضرورت اپنا دروازہ بند نہ کرو گے۔ اگر تم نے ان میں سے کوئی کام کیا تو تمہیں دنیا و آخرت میں سزا ملے گی۔ پھر آپ ان کو رخصت کرنے کے لئے ان کے ساتھ چلتے۔ یہ دونوں روایات بیہقی شعب الایمان سے ہیں۔

تشریح ❁ ترکی گھوڑے پر سواری کی ممانعت کی علت تکبر اور اترانا ہے۔ یہ علت عربی گھوڑے پر سواری میں بدرجۂ اولیٰ پائی

علامہ طیبی کا قول: ترکی گھوڑے پر سواری کی ممانعت کا مقصد تکبر سے روکنا ہے۔ اسی طرح میدہ کھانے اور باریک کپڑے استعمال کرنے کی ممانعت کا مقصد آرام پرستی اور اسراف کی ممانعت ہے اور دروازے بند کرنے کی ممانعت کا مقصد یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کی ضروریات کو پورا کرنے میں تغافل نہ برتیں۔ (ع)

بَابُ الْعَمَلِ فِي الْقَضَاءِ وَالْخَوْفِ مِنْهُ

قاضی بننے اور اس کے خطرات کا بیان

الفصل الاول:

غصہ کی حالت میں قاضی فیصلہ نہ کرے

۳۶۵۴/۱ عَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَقْضِيَنَّ حَكَمٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ ۔ (متفق عليه)

/أخرجه البخاري في صحيحه ١٣ / ١٣٦' الحديث رقم: ٧١٥٨' و مسلم في ٣ / ١٣٤٢' الحديث رقم: (١٦ ـ ١٧١٧) والترمذي في السنن ٣ / ٦٢٠' الحديث رقم: ١٣٣٤' والنسائي في ٨ / ٢٤٧' الحديث رقم: ٥٤٢١' وابن ماجه في ٢ / ٧٧٦' الحديث رقم: ٢٣١٦' وأحمد في المسند ٥ / ٣٦

ترجمہ: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کوئی فیصلہ کرنے والا دو آدمیوں کے درمیان غصہ کی حالت میں فیصلہ نہ کرے۔ یہ بخاری، مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ مظہر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ غضب میں فیصلے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ غصہ اجتہاد اور فکر سے رکاوٹ بنتا ہے۔ اسی طرح سخت گرمی، سخت سردی، شدید بھوک و پیاس، بیماری میں بھی فیصلہ نہ کیا جائے اگر ایسا کرے گا تو ایسے حکم کو جاری کرنا مکروہ ہے۔ اگرچہ نافذ ہو جائے گا۔ (ع)

الفصل الثانی:

درست اجتہاد پر دوہرے اجر کا استحقاق

۲/۳۶۵۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو وَاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا حَکَمَ الْحَاکِمُ فَاجْتَھَدَ وَاَصَابَ فَلَہٗ اَجْرَانِ وَاِذَا حَکَمَ فَاجْتَھَدَ وَاَخْطَاَ فَلَہٗ اَجْرٌ وَاحِدٌ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۳ / ۳۱۸، الحديث رقم: ۷۳۵۲، و مسلم في ۳ / ۱۳۴۲، الحديث رقم: ۱۵ / ۱۷۱۶، والترمذي في السنن ۳ / ۶۱۵، الحديث رقم: ۱۳۳۶، والنسائي في ۸ / ۲۲۳، الحديث رقم: ۵۳۸۱

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب کسی حاکم نے فیصلہ دیا اور اس میں اجتہاد کیا اور وہ درست نکلا (یعنی اس کا حکم اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق ہوا) تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا۔ (یعنی اجتہاد کا ثواب اور مقصد کو پالینے کا ثواب) اور جب اس نے اجتہاد سے فیصلہ کیا اور اس میں خطا ہوئی تو اسے ایک ثواب ملے گا۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ (۱) یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ مجتہد سے کبھی خطا ہوتی ہے اور کبھی وہ درست بات کو پالیتا ہے مگر بہر صورت اس کو ثواب ملتا ہے۔ کذا قال الشیخ۔

(۲) حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ جس مقام پر کتاب و سنت اور اجماع میں کوئی حکم صراحۃً موجود نہ ہو تو وہاں قیاس کے علاوہ چارہ نہیں۔ اس موقع پر فکر و اجتہاد کرنے والا قبلہ میں تحری کرنے والے کی طرح ہوگا۔ جس طرح قبلہ معلوم نہ ہونے پر کوئی شخص تحری کر کے نماز پڑھے تو اس کی نماز درست ہو جاتی ہے اگرچہ تحری میں اس کا رخ قبلہ کی جانب نہ بھی ہوا اسی طرح اجتہاد کا حکم ہے کہ اجتہاد کے ذریعے جو حکم معلوم کر لیا جائے تو اسی پر عمل کیا جائے گا اگرچہ اجتہاد میں خطا ہو جائے۔

خلاصہ یہ کہ مجتہد ہر حال میں مستحق اجر ہوتا ہے خواہ صواب کو پہنچے یا خطا کو۔

الفصل الثانی

عہدہ قضاء کی حیثیت

۳/۳۶۵۶ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ جُعِلَ قَاضِیًا بَیْنَ النَّاسِ فَقَدْ ذُبِحَ بِغَیْرِ سِکِّیْنٍ۔ (رواہ احمد والترمذی وابو داؤد وابن ماجۃ)

أخرجه ابو داود في السنن ٤ / ٥، الحديث رقم: ۳۵۷۲، والترمذي في ۳ / ٦١٤، الحديث رقم: ۱۳۳۲۵، وابن ماجه في

۲ / ۷۷٤' الحدیث رقم : ۳۲۰۸' وأحمد فی المسند ۲ / ۲۳۰

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص لوگوں کے درمیان فیصل بنایا گیا گویا وہ کند چھری سے ذبح کیا گیا۔ اس روایت کو احمد' ترمذی' ابوداؤد اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ فَقَدْ ذُبِحَ : یہاں ذبح سے ہلاکت بدن والا ذبح مراد نہیں بلکہ ہلاکت دین والا ذبح مراد ہے کیونکہ وہ رنج والم میں مبتلا ہوا اور ایسی درد میں مبتلا ہوا جس کا علاج نہیں اور مفت کی بیماری اس نے اپنے گلے لے لی۔ چھری کا ذبح تو ایک ساعت کا ہے اور یہ پوری عمر کا رنج اور قیامت تک کی حسرت ہے۔ (ع)

طالبِ قضاء اور مطلوب قضاء کا فرق

۴/۳۶۵۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتَغَى الْقَضَاءَ وَسَأَلَ وُكِّلَ اِلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اُكْرِهَ عَلَيْهِ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ مَلَكًا يُسَدِّدُهٗ۔ (رواہ الترمذی ابو داوٗد و ابن ماجۃ)

أخرجه ابو داود في السنن ٤ / ٨' الحدیث رقم : ۳۵۷۸' والترمذی فی ۳ / ٦١٤' الحدیث رقم : ۱۳۲٤' وابن ماجه فی ۲ / ۷۷٤' الحدیث رقم : ۲۳۰۹

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص دلی طور پر منصب قضاء کا طالب ہو اور پھر اس کیلئے سوال کرے (یعنی بادشاہ سے قاضی بننے کی درخواست کرے) تو اسے اس کے نفس کے سپرد کر دیا جاتا ہے (یعنی توفیق و مدد الٰہی اس کے شامل حال نہیں ہوتی) اور جس کو زبردستی قضاء کا عہدہ دیا جائے اس کے لیے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ اتارتا ہے جو اس کے (کردار و گفتار) کو درست رکھتا ہے۔ یہ ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ کی روایت ہے۔

قاضی کی تین اقسام

۵/۳۶۵۸ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ وَاحِدٌ فِى الْجَنَّةِ وَاثْنَانِ فِى النَّارِ فَاَمَّا الَّذِىْ فِى الْجَنَّةِ فَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَقَضٰى بِهٖ وَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَجَارَ فِى الْحُكْمِ فَهُوَ فِى النَّارِ وَرَجُلٌ قَضٰى لِلنَّاسِ عَلٰى جَهْلٍ فَهُوَ فِى النَّارِ۔ (رواہ ابو داوٗد و ابن ماجۃ)

أخرجه ابو داود فی السنن ٤ / ٥' الحدیث رقم : ۲۵۷۳' والترمذی فی ۳ / ٦١٣' الحدیث رقم : ۱۳۲۲' وابن ماجه فی ۲ / ۷۷٦' الحدیث رقم : ۲۳۱۵

ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قاضی تین قسم کے ہیں: ایک بہشت میں جائے گا اور دو دوزخ میں جائیں گے۔ بہشت میں جانے والا قاضی وہ ہے جس نے حق کو پہچانا (یعنی جس نے جانب حق سمجھا) اس کے مطابق فیصلہ کیا اور جس قاضی نے حق کو پہچانا اور فیصلے میں ظلم کیا (یعنی دیدہ دانستہ حق کو پامال کیا) وہ دوزخی ہے اور جس قاضی نے جہالت کی بنیاد پر لوگوں میں فیصلہ کیا (اور حق کو بالکل نہ پہچانا) وہ بھی دوزخی ہے (اس وجہ سے کہ اس نے

حق کی پہچان میں کوتاہی کی ہے)۔ یہ ابوداؤد اور ابن ماجہ کی روایت ہے۔

عدل وظلم والے قضاۃ کا انجام

۳۶۵۹/۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ قَضَآءَ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى يَنَالَهُ ثُمَّ غَلَبَ عَدْلُهُ جَوْرَهُ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَمَنْ غَلَبَ جَوْرُهُ عَدْلَهُ فَلَهُ النَّارُ۔ (رواه ابوداؤد)

أخرجه ابو داود فی السنن ٤ / ٧، الحديث رقم: ٣٥٧٥

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے مسلمانوں کا عہدہ قضاء طلب کیا یہاں تک کہ اس نے اس کو پالیا پھر اس کا عدل اس کے ظلم پر غالب ہوا تو اس کے لئے جنت ہے اور جس کا ظلم اس کے عدل پر غالب آ گیا اس کے لئے دوزخ ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے

(۱) غلب عدله: اس کا مطلب یہ ہے کہ عدل میں کثرت ہو اور غلبہ ظلم سے مراد یہ ہے کہ ظلم میں کثرت ہو یعنی عدل کے غالب ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کے اکثر فیصلے عدل وانصاف پر مبنی ہوں اگرچہ بعض فیصلوں میں ظلم کا صدور بھی ہوا ہو لیکن وہ عدل کے مقابلے میں کم ہو تو ایسے قاضی کے لئے جنت ہے اور ظلم کے غالب آنے کا مطلب یہ ہے کہ اکثر فیصلوں میں ظلم وجور کا صدور ہوا ہو اگرچہ بعض مقدمات عدل وانصاف کے مطابق بھی ہوں تو ایسے قاضی کے لئے دوزخ ہے۔ کیونکہ فیصلہ اکثر کے اعتبار سے ہوتا ہے۔

(۲) بعض علماء کا کہنا یہ ہے کہ دونوں حالتوں میں غلبے سے مراد ایک کا دوسرے کی راہ میں رکاوٹ ہونا ہے یعنی عدل مضبوط ہو جائے کہ ظلم کا وجود ہی نہ ہو یا ظلم طاقتور ہو جائے کہ عدل بالکل ظاہر ہی نہ ہو یہ توریشتی نے بیان کیا ہے۔ (ع)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بطور قاضی یمن

۳۶۶۰/۷ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَهُ اِلَى الْيَمَنِ قَالَ كَيْفَ تَقْضِيْ اِذَا عَرَضَ لَكَ قَضَآءٌ؟ قَالَ اَقْضِيْ بِكِتَابِ اللّٰهِ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ قَالَ فَبِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِيْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ؟ قَالَ اَجْتَهِدُ رَأْيِيْ وَلَا آلُوْ قَالَ فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى صَدْرِهٖ وَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا يَرْضٰى بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ (رواه الترمذی وابوداؤد والدارمی)

أخرجه ابو داود فی السنن ٤ / ١٨، الحديث رقم: ٣٥٩٢، والترمذی فی ٣ / ٦١٦، الحديث رقم: ١٣٢٧، والدارمی فی ١ / ٧٢، الحديث رقم: ١٦٨، وأحمد فی المسند ٥ / ٢٣٠

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے جب ان کو یمن کی طرف (یعنی قاضی وحاکم

بنا کر) بھیجا تو آپؐ نے (بطور احتمال) ان سے استفسار فرمایا کہ تم کس طرح فیصلہ کرو گے جب کہ تمہارے پاس کوئی معاملہ فیصلے کیلئے آئیگا۔ انہوں نے عرض کیا میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اس میں نہ پاؤ (یعنی صراحۃً کتاب اللہ میں اس کا حکم نہ ملے) تو انہوں نے کہا میں سنت رسولؐ کے مطابق فیصلہ کروں گا پھر آپؐ نے فرمایا اگر سنت رسول میں بھی تم حکم نہ پاؤ تو انہوں نے کہا میں اپنی عقل سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کمی نہیں کروں گا (یعنی اجتہاد اور طلب صواب میں خوب کوشش کروں گا) راوی کہتے ہیں کہ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ کے سینے پر ہاتھ مارا (یعنی ان کے ثابت رہنے کیلئے اور علم کے اضافے کیلئے) اور فرمایا: اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا يَرْضٰی بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اللہ کے رسول کے قاصد کو اس بات کی توفیق دی جس کو اللہ کا رسول پسند کرتا ہے یہ ترمذی، ابوداؤد اور دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **اجتهد** : میں اجتہاد کروں گا یعنی میں قیاس کے ساتھ اس واقعہ کو ان مسائل پر منطبق کروں گا جن میں نص وارد ہوئی ہے اور اس کے مطابق اس مسئلہ میں حکم کروں گا اس مشابہت کی وجہ سے جو دونوں کے درمیان پائی جاتی ہے۔ مظہرؒ نے بھی یہی بات فرمائی ہے۔ مطلب یہ ہے جب میں اس پیش آنے والے مسئلے اور کتاب وسنت میں مذکور مسئلہ میں مشابہت پاؤں گا تو میں اس کے مطابق اس میں فیصلہ کروں گا۔ چنانچہ مجتہدین پیش آمدہ مسائل کو قرآن وسنت میں صراحۃً مذکورہ مسائل پر علت مشترکہ کی وجہ سے قیاس کر کے احکام معلوم کرتے ہیں اگرچہ علت نکالنے میں ان میں اختلاف واقع ہو۔ جیسا کہ گندم میں ربوٰ کی نص موجود ہے مگر تربوز میں نص موجود نہیں چنانچہ امام شافعیؒ نے تربوز کو گندم پر قیاس کیا اور دونوں کے درمیان طعام ہونے کی علت نکالی جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ نے چونے کو گندم پر قیاس کیا اور ان دونوں کے درمیان کیل ہونے کی علت نکالی۔

(۲) اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ قیاس واجتہاد جائز ہے جبکہ اصحابِ ظواہر قیاس کے منکر ہیں۔

(ت-ح)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بطور قاضی یمن

۳۶۶۱/۸ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَی الْيَمَنِ قَاضِيًا فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ تُرْسِلُنِیْ وَاَنَا حَدِيْثُ السِّنِّ وَلَا عِلْمَ لِیْ بِالْقَضَاءِ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ سَيَهْدِیْ قَلْبَكَ وَيُثَبِّتُ لِسَانَكَ اِذَا تَقَاضٰی اِلَيْكَ رَجُلَانِ فَلَا تَقْضِ لِلْاَوَّلِ حَتّٰی تَسْمَعَ كَلَامَ الْاٰخَرِ فَاِنَّهٗ اَحْرٰی اَنْ يَتَبَيَّنَ لَكَ الْقَضَاءُ قَالَ فَمَا شَكَكْتُ فِیْ قَضَاءٍ بَعْدُ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ اُمِّ سَلَمَةَ اِنَّمَا اَقْضِیْ بَيْنَكُمْ بِرَأْيِیْ بَابُ الْاَقْضِيَةِ وَالشَّهَادَاتِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی ۔ (رواه الترمذی وابو داؤد وابن ماجة)

أخرجه ابو داود فی السنن ٤ / ١١' الحديث رقم : ٣٥٨١' والترمذی فی ٣ / ٦١٨' الحديث رقم : ١٣٣١' وابن ماجه فی ٢ / ٧٧٤' الحديث رقم : ٢٣١٠' وأحمد فی المسند ١ / ٨٣

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کا قاضی بنا کر بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو میں نے

عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو بھیج رہے ہیں اور میں نوجوان ہوں (یعنی کم تجربہ کار ہوں) اور مجھے قضاء کا علم نہیں (یعنی قضاء کی کیفیت کا مجھے پورا علم نہیں) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ تیرے دل کو (فہم وفراست) کی ہدایت عنایت فرمائیں گے اور تیری زبان کو درستگی عنایت فرمائیں گے (یعنی تم حق کا فیصلہ کرو گے) پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کرنے کی تلقین فرمائی کہ جب تمہارے پاس دو شخص کوئی معاملہ لائیں تو تم فوراً مدعی کی بات سن کر فیصلہ نہ کر دینا جب تک کہ مدعی علیہ کا کلام نہ سن لو اس سے تمہارے سامنے سارا معاملہ واضح ہو جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ اس کے بعد کسی فیصلے میں بھی میرے ذہن میں شک پیدا نہیں ہوا (یعنی آپ کی دعا اور تعلیم کے بعد) اس روایت کو ترمذی ابو داؤد اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ ہم عنقریب باب الاقضیۃ والشھادات میں حضرت ام سلمہؓ والی روایت ذکر کریں گے ان شاء اللہ جس کی ابتدا ان الفاظ سے ہے:۔ انما اقضی بینکم برأیی۔

الفصل الثالث:

ظالم حاکم گدی سے پکڑ کر پیش کیا جائے گا

۹/۳۶۶۲ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ حَاكِمٍ يَحْكُمُ بَيْنَ النَّاسِ اِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَلَكٌ آخِذٌ بِقَفَاهُ ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ اِلَى السَّمَاءِ فَاِنْ قَالَ اَلْقِهِ اَلْقَاهُ فِي مَهْوَاةٍ اَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا۔ (رواہ احمد وابن ماجۃ والبیھقی فی شعب الایمان)

أخرجه ابن ماجه في السنن ٢ / ٧٧٥، الحديث رقم: ٢٣١١، وأحمد في المسند ١ / ٤٣٠، وأخرجه البيهقي في الشعب ٦/ ٧٤ الحديث رقم: ٧٥٣٣

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو حاکم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتا ہے وہ قیامت کے دن اس طرح لایا جائے گا کہ فرشتہ اس کو گدی سے پکڑے ہوئے ہوگا پھر فرشتہ اپنا سر آسمان کی طرف اٹھائے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے کو حکم ہوگا کہ تو اس کو ڈال تو وہ اس کو ایسے گڑھے میں ڈال دے گا جس کی گہرائی چالیس برس کی ہے۔ یہ احمد، ابن ماجہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کی ہے۔

تشریح ۞ **يَرْفَعُ رَأْسَهُ**: سر اٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ حکم الٰہی کا انتظار کرے گا کہ کیا حکم ہوتا ہے، جیسے تابعدار اشخاص مجرموں کو بادشاہ کے دربار میں کھڑا کر کے حکم کے منتظر ہوتے ہیں اور بادشاہ کے بلند مقام کی طرف دیکھتے ہیں۔

اَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا: چالیس برس کے ذکر سے مبالغہ مراد ہے، کہ وہ گڑھا نہایت گہرا ہوگا، تعیین وتحدید مراد نہیں۔ یہ ظالم حکام کا انجام ہے، عادل حاکم کو جنت کی طرف بلند کیا جائے گا۔ جیسا کتاب الامارہ میں روایت ابوامامہ کے تحت مذکور ہے۔ (ح)

منصف قاضی کی تمنا

۳۶۶۳/۱۰ وَعَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَأْتِيَنَّ عَلَى الْقَاضِي الْعَدْلِ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يَتَمَنّٰى اَنَّهٗ لَمْ يَقْضِ بَيْنَ اثْنَيْنِ فِيْ تَمْرَةٍ قَطُّ۔ (رواه احمد)

أخرجه أحمد في المسند ٦ / ٥٧

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انصاف والا قاضی بھی قیامت کے دن تمنا کرے گا کہ کاش اس نے دو شخصوں کے درمیان ایک کھجور کا بھی فیصلہ نہ کیا ہوتا۔ (یعنی جو کہ ایک قلیل اور حقیر چیز ہے چہ جائیکہ قاضی ظالم ہو اور بڑے معاملات کا فیصلہ ہو)۔

عادل قاضی کے ساتھ نصرتِ الٰہی شامل حال ہوتی ہے

۳۶۶۴/۱۱ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْقَاضِيْ مَالَمْ يَجُرْ فَاِذَا جَارَ تَخَلّٰى عَنْهُ وَلَزِمَهُ الشَّيْطَانُ (رواه الترمذی وابن ماجة وفی رواية) فَاِذَا جَارَ وَكَلَهٗ اِلٰى نَفْسِهٖ۔

أخرجه الترمذي في ٣ / ٦١٨، الحديث رقم: ١٣٣٠، وأخرجه ابن ماجه في ٢ / ٧٧٥، الحديث رقم: ٢٣١٢

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ قاضی کے ساتھ ہے (۔یعنی اللہ کی توفیق وتائید اس کے ساتھ ہوتی ہے) جب تک وہ ظلم نہیں کرتا۔ جب وہ ظلم کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس سے الگ ہو جاتے ہیں (یعنی اس کی توفیق اس کے ساتھ شامل حال نہیں رہتی) بلکہ شیطان اس کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ یہ ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت ہے۔ ابن ماجہ کی روایت اس طرح ہے کہ جب قاضی ظلم کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اُس کو اس کے نفس کے حوالے کر دیتا ہے۔

ایک یہودی کے حق میں فیصلہ

۳۶۶۵/۱۲ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ مُسْلِمًا وَيَهُوْدِيًّا اِخْتَصَمَا اِلٰى عُمَرَ فَرَاَى الْحَقَّ لِلْيَهُوْدِيِّ فَقَضٰى لَهٗ عُمَرُ بِهٖ فَقَالَ لَهُ الْيَهُوْدِيُّ وَاللّٰهِ لَقَدْ قَضَيْتَ بِالْحَقِّ فَضَرَبَهٗ عُمَرُ بِالدُّرَّةِ وَقَالَ وَمَا يُدْرِيْكَ فَقَالَ الْيَهُوْدِيُّ وَاللّٰهِ اِنَّا نَجِدُ فِي التَّوْرَاةِ اَنَّهٗ لَيْسَ قَاضٍ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ اِلَّا كَانَ عَنْ يَمِيْنِهٖ مَلَكٌ وَعَنْ شِمَالِهٖ مَلَكٌ يُسَدِّدَانِهٖ وَيُوَفِّقَانِهٖ لِلْحَقِّ مَادَامَ مَعَ الْحَقِّ فَاِذَا تَرَكَ الْحَقَّ عَرَجَا وَتَرَكَاهُ۔ (رواه مالك)

أخرجه مالك في الموطأ ٢ / ٧١٩، الحديث رقم: ٢ من كتاب الأقضية

ترجمہ: حضرت سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں کہ ایک یہودی اور ایک مسلمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جھگڑا لے کر آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حق یہودی کا ہے تو اس کے حق میں فیصلہ فرمایا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہودی کہنے لگا:۔ اللہ کی قسم! تم نے حق کے ساتھ فیصلہ کیا ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو ایک درہ مار کر فرمایا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا (کہ میں نے حق کے ساتھ فیصلہ کیا؟) یہودی کہنے لگا اللہ کی قسم ہم تورات میں پاتے ہیں کہ جو قاضی حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے تو اس کے دائیں طرف ایک فرشتہ ہوتا ہے اور بائیں طرف ایک فرشتہ ہوتا ہے یہ دونوں فرشتے اس کو حق پر مضبوط کرنے اور حق پر چلنے کیلئے اس کی موافقت کرتے ہیں۔ جب تک کہ وہ قاضی حق پر رہتا ہے۔ جب قاضی حق کو چھوڑتا ہے۔ تو وہ فرشتے چڑھ جاتے اور اس کو چھوڑ دیتے ہیں' یہ روایت امام مالک نے نقل کی ہے۔

سوال: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس یہودی کو درہ کیوں مارا جب کہ وہ برے سلوک کا حقدار نہ تھا اس نے تو ان کی تصدیق کی تھی اور یہودی کا جواب واللہ انا نجد یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول ومایدریک کے کس طرح موافق ہوا؟

جواب: حضرت عمر رضی اللہ نے نرمی وخوش طبعی کے طور پر درّہ مارا جبر وزیادتی کیلئے نہیں مارا۔ اور جواب کی مطابقت اس طرح ہے کہ اگر آپ مسلمان کی طرف جھکاؤ کر کے اس کے حق میں فیصلہ کرتے جب کہ حق یہودی کے ساتھ تھا تو اس صورت میں حق پر نہ ہوتے۔ پس اس سے ان کا حق پر ثابت ہونا ظاہر ہوا۔ (ع)

۱۳/۳۶۶۶ وَعَنِ ابْنِ مَوْهَبٍ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ قَالَ لِابْنِ عُمَرَ اقْضِ بَيْنَ النَّاسِ قَالَ اَوَتُعَافِيْنِيْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ مَاتَكْرَهُ مِنْ ذَالِكَ وَقَدْكَانَ اَبُوْكَ يَقْضِيْ قَالَ لِاَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ كَانَ قَاضِيًا فَقَضٰى بِالْعَدْلِ فَبِالْحَرِيِّ اَنْ يَنْقَلِبَ مِنْهُ كَفَافًا فَمَارَاجَعَهُ بَعْدَذٰلِكَ رواه الترمذی وفی روایة رزین عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ لِعُثْمَانَ يَا اَمِيْرَالْمُؤْمِنِيْنَ لَا اَقْضِيْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ قَالَ فَاِنَّ اَبَاكَ كَانَ يَقْضِيْ فَقَالَ اِنَّ اَبِيْ لَوْاَشْكَلَ عَلَيْهِ شَيْءٌ سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ اَشْكَلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ سَاَلَ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاِنِّيْ لَا اَجِدُمَنْ اَسْاَلُهُ وَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ عَاذَبِاللّٰهِ فَقَدْ عَاذَ بِعَظِيْمٍ وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ مَنْ عَاذَ بِاللّٰهِ فَاَعِيْذُوْهُ وَاِنِّيْ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ تَجْعَلَنِيْ قَاضِيًا فَاَعْفَاهُ وَقَالَ لَا تُخْبِرْاَحَدًا۔

أخرجه الترمذي في السنن ۳ / ۶۱۲' الحديث رقم: ۱۳۲۲ و رواه رزين۔

ترجمہ: ابن موہب سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو کہا کہ تم لوگوں کے مابین قاضی بن جاؤ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے تو اے امیر المؤمنین! مجھے تو اس سے معاف رکھیں۔ تو حضرت عثمان نے کہا تم اس کو کیوں ناپسند کرتے ہو؟ تمہارے والد تو (زمانہ خلافت کے علاوہ بھی) فیصلے کرتے تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہنے لگے میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جو آدمی قاضی بنے اور انصاف کا حکم دے تو مناسب یہ ہے کہ اس سے برابر نکلے (کہ نہ فائدہ دے نہ نقصان اور نہ عذاب میں پھنسے نہ ثواب پائے)۔ اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے گفتگو نہ کی۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔ رزین نے نافع سے جو روایت نقل کی ہے اس میں مذکور ہے کہ

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا میں دو آدمیوں کے درمیان بھی فیصل نہ بنوں گا چہ جائیکہ زیادہ ہوں ۔حضرت عثمان نے کہا کہ تمہارے والد فیصلہ کرتے تھے ابن عمر کہنے لگے میرے والد کو اگر مشکل پیش آتی تو جناب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کر لیتے اور اگر پیغمبر ﷺ کو مشکل ہوتی تو جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کر لیتے اور میں کوئی ایسا شخص نہیں پاتا کہ میں جس سے دریافت کروں اور میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا جس نے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی اس نے بڑی ذات کی پناہ مانگی اور میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے یہ بھی سنا کہ جو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اس کو پناہ دو اور میں اللہ تعالیٰ کی اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ آپ مجھے قاضی مقرر کریں۔ پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو معاف کر دیا اور فرمایا کہ تم کسی کو اس کی خبر نہ دینا۔ (یعنی عہدہ قضاء قبول نہ کرنے کی تا کہ ایسا نہ ہو کہ دوسرے بھی قبول کرنے سے انکار کر دیں اور یہ کارخانہ یوں ہی معطل رہے)۔

بَابُ رِزْقِ الْوُلَاةِ وَهَدَايَاهُمْ

حکام کی تنخواہ اوران کے ہدایا

اس باب میں بیان کیا گیا ہے کہ حکام کی تنخواہ کس قدر ہو اور اگر ان کو کوئی ہدیہ دے تو اس کا کیا حکم ہے۔

الفصل الاول:

میں وہیں رکھتا ہوں جہاں مجھے حکم ملا ہے

۳۶۶۷/۱ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اُعْطِيْكُمْ وَلَا اَمْنَعُكُمْ اَنَا قَاسِمٌ اَضَعُ حَيْثُ اُمِرْتُ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحيحه ٦ / ٢١٧، الحديث رقم : ٣١١٧

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تمہیں نہ کوئی چیز دیتا ہوں اور نہ تم سے کسی چیز کو روکتا ہوں۔ میں تو تقسیم کرنے والا ہوں میں اسی جگہ رکھتا ہوں جہاں مجھے حکم دیا گیا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ آپ ﷺ نے تقسیم مال کے وقت یہ بات فرمائی تا کہ اس کی وجہ سے صحابہ کرامؓ کے دلوں میں تقسیم میں کمی زیادتی کی وجہ سے کوئی بات نہ آئے۔

(۲) مَا اُعْطِيْكُمْ :یعنی میں تمہیں اپنی خواہش نفس سے نہیں دیتا اور جو چیز روکتا ہوں تو وہ بھی اس لئے نہیں کہ میرا دل اس کی [illegible]ف متوجہ نہیں بلکہ یہ تقسیم اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔

[illegible] قَاسِمٌ : میں تقسیم کرنے والا ہوں ہر چیز کو اس کے موقعہ کے مناسب رکھتا ہوں جہاں مجھے دینے کا حکم دیا گیا ہے۔

بیت المال میں ناحق تصرف آگ کا باعث ہے

۲/۳۶۶۸ وَعَنْ خَوْلَةَ الْاَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رِجَالًا يَتَخَوَّضُوْنَ فِيْ مَالِ اللّٰهِ بِغَيْرِ حَقٍّ فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحيحة ٦ / ٢١٧، الحديث رقم : ٣١١٨

ترجمہ: حضرت خولہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہت سے آدمی اللہ تعالیٰ کے مال میں ناحق تصرف کرتے ہیں۔ (یعنی بیت المال میں تصرف کرتے ہیں اور زکوۃ وغنیمت میں خلیفہ کی اجازت کے بغیر تصرف کرتے ہیں اور اپنے حق سے زائد اجرت لیتے ہیں) پس ان کے لئے قیامت کے دن آگ ہے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

خرچہ کے سلسلہ میں خلیفہ اوّل کا ارشاد

۳/۳۶۶۹ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا اسْتُخْلِفَ اَبُوْ بَكْرٍ قَالَ لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِيْ اَنَّ حِرْفَتِيْ لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ عَنْ مُؤْنَةِ اَهْلِيْ وَشُغِلْتُ بِاَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَسَيَأْكُلُ اٰلُ اَبِيْ بَكْرٍ مِنْ هٰذَا الْمَالِ وَيَحْتَرِفُ لِلْمُسْلِمِيْنَ فِيْهِ۔

(رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحيحه ٤ / ٣٠٣، الحديث رقم : ٢٠٧٠

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے فرمایا کہ میری قوم جانتی ہے (یعنی مسلمانوں کو معلوم ہے) کہ میرا ذریعہ معاش میرے اہل وعیال کے خرچہ کیلئے کفایت کرنے والا ہے (یعنی میرا ذریعہ معاش میرے گھر والوں کے خرچہ کیلئے کافی تھا)۔ اب میں مسلمانوں کے کام میں مشغول کیا گیا ہوں۔ پس ابوبکر کے اہل وعیال اس مال سے کھائیں گے (یعنی بیت المال سے) اور اسی مال سے ابوبکر مسلمانوں کے کام کرے گا۔ (یعنی میں اس کے حصول اور حفاظت اور مسلمانوں کی ضرورت پر اس کو صرف کرنے کا ذمہ ادا کرونگا)۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے بازار میں کپڑا فروخت کرتے تھے۔ جب خلیفہ بنے تو مسلمانوں کو بتلایا کہ میں مسلمانوں کے کام میں مشغولیت کی وجہ سے کاروبار نہیں کرسکتا۔ اپنے خرچہ کی مقدار بیت المال سے لے لیا کرونگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ غلہ کی تجارت کرتے تھے اور حضرت عثمان کھجور اور کپڑے کا کاروبار کرتے اور حضرت عباس عطاری کا کام کرتے تھے۔

(۲) علماء نے لکھا ہے کہ سب سے بہتر تجارت کپڑے کی۔ اس کے بعد عطر کی تجارت ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ اگر جنتی تجارت کرتے ہوتے تو کپڑے کی تجارت کرتے اور اگر دوزخی تجارت کرتے تو بیع صرف یعنی سونے چاندی کی تجارت کرتے۔

الفصل الثانی:

اُجرت سے زائد لینا خیانت ہے

۴/۳۶۷۰ وَعَنْ بُرَيْدَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلٰى عَمَلٍ فَرَزَقْنٰهُ رِزْقًا فَمَا اَخَذَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ غُلُوْلٌ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه أبو داود فى السنن ۳ / ۳۵۳' الحديث رقم: ۲۹۴۳

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو ہم نے عامل مقرر کیا اس کے لئے رزق یعنی اجرت مقرر کی۔ پس جو چیز وہ اس کے بعد یعنی (زائد) لے گا وہ غنیمت میں خیانت ہوگی۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

عامل کی اُجرت درست ہے

۵/۳۶۷۱ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ عَمِلْتُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَمَّلَنِيْ۔

(رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عامل تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس عمل کی اجرت عنایت فرمائی۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

معاذ رضی اللہ عنہ کو خصوصی حکم' میری اجازت کے بغیر کوئی چیز مت لو

۶/۳۶۷۲ وَعَنْ مُعَاذٍ قَالَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْيَمَنِ فَلَمَّا سِرْتُ اَرْسَلَ فِيْ اَثَرِيْ فَرُدِدْتُّ فَقَالَ اَتَدْرِيْ لِمَ بَعَثْتُ اِلَيْكَ تُصِيْبَنَّ شَيْئًا بِغَيْرِ اِذْنِيْ فَاِنَّهُ غُلُوْلٌ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِهٰذَا دَعَوْتُكَ فَامْضِ لِعَمَلِكَ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذى فى السنن ۳ / ۶۲۱' الحديث رقم: ۱۳۳۵

ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عامل یمن بنا کر بھیجا۔ جب میں (تھوڑا سا) چلا تو آپ نے کسی کو میرے پیچھے بھیجا۔ میں واپس لوٹ کر گیا تو آپ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تیری طرف کیوں پیغام بھیجا ہے۔ میں تمہیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میری اجازت کے بغیر کوئی چیز نہ لینا' اس لئے کہ وہ خیانت بن جائے گی اور جو خیانت کرے گا وہ خیانت کی چیز قیامت کے دن لائے گا۔ میں نے خاص طور پر تجھے اسی لئے بلایا پس اب اپنے کام پر جا۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

عامل بیت المال سے اجرت لے سکتا ہے

۳۶۷۳/۷ وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ کَانَ لَنَا عَامِلاً فَلْیَکْتَسِبْ زَوْجَۃً فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّہٗ خَادِمٌ فَلْیَکْتَسِبْ خَادِمًا فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّہٗ مَسْکَنٌ فَلْیَکْتَسِبْ مَسْکَنًا وَفِیْ رِوَایَۃٍ مَنِ اتَّخَذَ غَیْرَ ذٰلِکَ فَھُوَ غَالٌّ۔ (رواہ ابوداوٗد)

أخرجه ابو داود فی السنن ۳ / ۳۵۴' الحدیث رقم: ۲۹۴۵' وأحمد فی المسند ٤ / ۲۲۹

ترجمہ: حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جوشخص ہمارا عامل بنے اسے چاہیے کہ وہ ایک زوجہ حاصل کرے یعنی نکاح کرے۔ (جب کہ اس کی بیوی نہ ہو)۔ پھر اگر اس کا کوئی خادم نہ ہو تو خادم ولونڈی خریدے پھر اگر اس کا گھر نہ ہو تو اسے چاہیے کہ مکان حاصل کرے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جوشخص اس کے علاوہ لے وہ خیانت کرنے والا ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یعنی عامل کو بیت المال سے اپنی بیوی کے مہر کی مقدار اور خرچہ اور لباس بقدر ضرورت جس میں اسراف و تقصیر نہ ہو لینے کی اجازت ہے اور خادم کی قیمت اور مکان بقدرِ ضرورت بھی لے سکتا ہے۔ اگر ضرورت سے زائد لے گا تو وہ حرام ہے اور یہ حکم اس صورت میں ہے جب اجرت مقرر نہ ہو اور بیت المال بھی اس کی گنجائش رکھتا ہو۔ واللہ اعلم۔ (ع)

ایک سوئی کم کرنے والا عامل بھی خائن ہے

۳۶۷۴/۸ وَعَنْ عَدِیِّ بْنِ عَمِیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَیُّھَا النَّاسُ مَنْ عُمِّلَ مِنْکُمْ لَنَا عَلٰی عَمَلٍ فَکَتَمَنَا مِنْہُ مَخِیْطًا فَمَا فَوْقَہٗ فَھُوَغَالٌّ یَّاْتِیْ بِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اقْبَلْ عَنِّیْ عَمَلَکَ قَالَ وَمَا ذَاکَ قَالَ سَمِعْتُکَ تَقُوْلُ کَذَاوَکَذَا قَالَ وَاَنَا اَقُوْلُ ذٰلِکَ مَنِ اسْتَعْمَلْنَاہُ عَلٰی عَمَلٍ فَلْیَاْتِ بِقَلِیْلِہٖ وَکَثِیْرِہٖ فَمَا اُوْتِیَ مِنْہُ اَخَذَہٗ وَمَانُھِیَ عَنْہُ انْتَھٰی (رواہ مسلم وابوداوٗد) وَاللَّفْظُ لَہٗ۔

أخرجه مسلم فی صحیحه ۳ / ۱٤٦٥' الحدیث رقم: (۳۰' ۱۸۳۳) وأبو داود فی السنن ٤ / ۱۰' الحدیث رقم: ۳۵۸۱' وأحمد فی المسند ٤ / ۱۹۲

ترجمہ: حضرت عدی بن عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جوشخص تم میں سے ہماری طرف سے عامل مقرر ہو۔ پھر وہ اس کام کی آمدنی سے ایک سوئی یا کم وبیش چھپائے (یعنی قلیل وکثیر یا حقیر وعظیم سی چیز کو چھپائے) پس وہ خائن شمار ہوگا اور اس کو یعنی خیانت کردہ چیز کو قیامت کے دن لائے گا۔ ایک انصاری کھڑے ہوکر کہنے لگا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اپنا عمل مجھ سے واپس لے لیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا کیوں کہتا ہے؟ تو اس نے کہا میں نے

آپ کو اس طرح اس طرح کہتے سنا (یعنی عمل پر تو شدید وعید ہے اور لغزش سے بچنا مشکل ہے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں یہ حقیقۃً کہتا ہوں اس سے میں پھرتا نہیں۔ جو شخص عمل کر سکے وہ قبول کرے اور جو نہ کر سکے وہ قبول نہ کرے، پس جس کو کسی کام کا ہم نے عامل بنایا اسے چاہیے کہ وہ اس کی آمدنی تھوڑی ہو یا زائد لائے اور جو اس نے کیا اس میں اس کی اجرت ہے وہ لے لے اور جو جس سے روک دیا جائے اس سے باز رہے نہ کرے۔ یہ مسلم وابوداؤد کی روایت ہے، یہ الفاظ ابوداؤد کے ہیں۔

۹/۳۶۷۵ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ

(رواه ابوداوٗد وابن ماجة رواه الترمذی عنه وعن ابی هریرة ورواه احمد والبیهقی فی شعب الایمان عن ثوبان) **وَزَادَ وَالرَّائِشَ يَعْنِي الَّذِيْ يَمْشِيْ بَيْنَهُمَا۔**

أخرجه ابو داود فی السنن ٤ / ٩ الحدیث رقم: ٣٥٨٠، والترمذی فی ٣ / ٦٢٣، الحدیث رقم: ١٣٣٧، وابن ماجه فی ٢ / ٧٧٥، الحدیث رقم: ٢٣١٣، وأحمد فی المسند ٢ / ١٦٤

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے رشوت لینے اور دینے والے دونوں پر لعنت کی۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے اور ابن ماجہ نے نقل کی ہے۔ ترمذی نے اسے عبداللہ بن عمرو اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور احمد و بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور بیہقی میں یہ اضافہ ہے کہ آپ ﷺ نے رائش (یعنی راشی و مرتشی کے دلائل پر بھی) لعنت کی۔

تشریح ✿ رشوت وہ مال ہے جو کسی کے حق کو باطل کرنے کیلئے دیا جائے اور باطل کی معاونت میں دیا جائے۔ اگر ظلم کو دفع کرنے اور حق کو ثابت کرنے کیلئے دیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اگرچہ لینے والے کے لئے پھر بھی حلال نہیں ہے۔ (ح۔ع)

حلال طریقہ سے کمایا ہوا مال آدمی کے لئے اچھا ہے

۱۰/۳۶۷۶ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ اَرْسَلَ اِلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِ اجْمَعْ عَلَيْكَ سِلَاحَكَ وَثِيَابَكَ ثُمَّ ائْتِنِيْ قَالَ فَاَتَيْتُهٗ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ فَقَالَ يَا عَمْرُو اِنِّيْ اَرْسَلْتُ اِلَيْكَ لِاَبْعَثَكَ فِيْ وَجْهٍ يُسَلِّمُكَ اللّٰهُ وَيُغْنِمُكَ وَاَزْغَبُ لَكَ زَغْبَةً مِّنَ الْمَالِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا كَانَتْ هِجْرَتِيْ لِلْمَالِ وَمَا كَانَتْ اِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ قَالَ نِعِمَّا بِالْمَالِ الصَّالِحِ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ رواه فی شرح السنة وروی احمد نحوه روایته قال **نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ۔**

أخرجه احمد فی المسند ٥ / ٢٧٩، والبیهقی فی شعب الإیمان ٤ / ٣٩٠، الحدیث رقم: ٥٥٠٣ ـ أخرجه البغوی فی شرح السنة ١٠ / ٩١، الحدیث رقم: ٢٤٩٥، وأحمد فی المسند ٤ / ١٩٧

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ تم (سفر کی تیاری کے لئے) اپنے ہتھیار اور کپڑے سنبھالو پھر میرے پاس آؤ۔ حضرت عمرو کہتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت

میں (تیاری کر کے) حاضر ہوا۔ اس وقت آپ ﷺ وضو بنا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عمرو! میں نے تمہاری طرف اس لئے پیغام بھیجا اور بلایا ہے تا کہ تمہیں ایک طرف روانہ کروں۔ اللہ تعالیٰ تجھے سلامت رکھے اور مال غنیمت سے نوازے اور میں تمہیں مال سے کچھ حصہ دوں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرا ایمان لانا اور ہجرت کرنا مال کی خاطر نہ تھا بلکہ میری ہجرت اللہ اور اس کے رسول کیلئے تھی۔ آپ نے فرمایا اچھا مال نیک نصیب مرد کیلئے اچھی چیز ہے۔ یہ شرح السنۃ کی روایت ہے۔ احمد نے اسی طرح کی روایت نقل کی ہے۔ روایت احمد میں اس طرح ہے۔ اچھا مال نیک مرد کیلئے اچھا ہے۔

تشریح ❁ **مَاكَانَتْ هِجْرَتِیْ** یعنی میرا ایمان خالص رضائے الٰہی کیلئے تھا اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حبشہ سے خالد بن ولید کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی (جبکہ بعض حضرات کے نزدیک انہوں نے ۸ھ میں اسلام قبول کیا تھا۔ تفصیل کے لئے کتب سیرت کی طرف رجوع کریں)۔

اچھا مال وہ ہے جو حلال ذریعہ سے کمایا گیا ہو اور اچھے مقامات پر صرف ہو اور نیک آدمی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق کی نگہبانی کرے۔ (ح)

الفصل الثالث:

سفارش کا تحفہ رشوت ہے

۳۶۷۷/۱۱ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَفَعَ لِاَحَدٍ شَفَاعَةً فَاَهْدٰى لَهٗ هَدِيَّةً عَلَيْهَا فَقَبِلَهَا فَقَدْ اَتٰى بَابًا عَظِيْمًا مِّنْ اَبْوَابِ الرِّبَا۔ (رواہ ابو داؤد)

☆أخرجه أبو داود في السنن ۳ / ۸۱۰، الحديث رقم: ۲۴۹۵

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی کی خوب انداز سے سفارش کرے پھر وہ اس کیلئے تحفہ بھیجے جو اس سفارش کرنے کا عوض ہو اور وہ اس تحفہ کو قبول کرے تو وہ سود کے دروازوں میں سے ایک بڑے دروازے میں داخل ہوا۔ یہ ابو داؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❁ یہ رشوت ہے اس کو بدل سے خالی ہونے کی وجہ سے سود فرمایا۔ (ح)

بَابُ الْاَقْضِيَةِ وَالشَّهَادَاتِ

فیصلوں اور گواہیوں کا بیان

قضیہ: وہ معاملہ جس کو حاکم کے پاس اس لئے لے جایا جائے تا کہ وہ اس کے متعلق فیصلہ کرے۔

شہادت: گواہی۔ دوسرے کے خلاف کے حق کی خبر واطلاع دینا۔ (ع)

الفصل الاول:

گواہ مدعی پر اور قسم مدعا علیہ پر ہے

۱/۳۶۷۸ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْيُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ لَادَّعٰى نَاسٌ دِمَاءَ رِجَالٍ وَاَمْوَالَهُمْ وَلٰكِنَّ الْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ رواه مسلم وفی شرحه للنووی اَنَّهُ قَالَ وَجَاءَ فِيْ رِوَايَةِ الْبَيْهَقِيِّ بِاِسْنَادِ حَسَنٍ اَوْصَحِيْحٍ زِيَادَةٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا لٰكِنَّ الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ۔

أخرجه البخاری فی صحیحه ۸ / ٤٥٥٢، الحدیث رقم : ٤٥٥٢، و مسلم فی ۳ / ۱۳۳٦، الحدیث رقم ۱ / ۱۷۱۱

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جناب نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ اگر لوگوں کو ان کے دعویٰ پر دے دیا جائے (یعنی فقط دعوی کافی سمجھا جائے اور مدعی کے گواہ یا تصدیق کرنے کی ضرورت نہ سمجھی جائے) تو ضرور کئی لوگ دوسروں کے خون اور اموال کا دعوی کر دیں گے۔ لیکن مدعا علیہ پر قسم ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔ علامہ نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ بیہقی کی روایت میں اسناد حسن صحیح کے ساتھ یہ اضافہ بھی منقول ہے اور انہوں نے مرفوعاً روایت نقل کی ہے۔ لٰكِنَّ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ۔ دلیل مدعی کے ذمہ اور قسم اس پر ہے جو انکار کرے یعنی مدعا علیہ۔

تشریح ۞ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ : یعنی جو اپنے خلاف دعویٰ کا منکر ہو اور اگر مدعی قسم طلب کرے تو مدعا علیہ پر قسم آئے گی اور روایت میں مدعی سے بینہ کا طلب کرنا مذکور نہیں ہے' گویا کہ وہ شریعت میں طے شدہ بات ہے۔ گویا اس طرح فرمایا کہ مدعی پر دلیل پیش کرنا ہے اور اگر دلیل نہ ہو تو مدعا علیہ پر قسم آئے گی۔ جیسا کہ دوسری روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ میں صراحۃً موجود ہے۔ (ع۔ح)

جھوٹی قسم والے پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہوتے ہیں

۲/۳۶۷۹ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنِ صَبْرٍ وَهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيْقَ ذٰلِكَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۸ / ۲۱۲، الحدیث رقم : ٤٥٤٩، و مسلم فی ۱ / ۱۲۲ الحدیث رقم : (۲۲۰ ـ ۱۳۸)

والترمذی فی السنن ٥ / ۲۱٦، الحدیث رقم : ۳۰۱۲، وابن ماجه فی ۲ / ۷۷۸، الحدیث رقم : ۲۳۲۳

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی چیز پر محبوس ہو کر قسم کھائے اور قسم کھانے میں وہ جھوٹا ہو۔ اس سے اس کا مقصد کسی مسلمان کے مال کا حاصل کرنا ہو تو وہ شخص قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق کیلئے یہ آیت اتاردی: اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ...... بلاشبہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے وعدے اور قسموں کو قلیل مال کے عوض خریدتے ہیں۔" یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ صَبْرًا: صبر کا معنی قید و محبوس کرنا اور لازم پکڑنا۔ یمین صبر سے مراد یہ ہے کہ بادشاہ کسی کو قید کرے۔ یہاں تک کہ وہ اس کے کہنے پر قسم اٹھائے۔ حاکم کے حکم کی وجہ سے وہ قسم اس پر لازم ہے۔ یہاں "علی یمین صبر" میں علی با کے معنی میں ہے اور یہاں محلوف علیہ مراد ہے یا اس کو یمین صبر اس لئے کہا کہ قاضی اور حاکم کے حکم کا دارومدار اس کی قسم پر ہے یا یمین صبر بقول بعض وہ ہے کہ قسم کھانے والا دیدہ و دانستہ جھوٹ بولنے والا ہو اور اس کا مقصد مسلمان کے مال کو تلف کرنا ہو۔ اسی وجہ سے فرمایا: وَهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ۔ (ع۔ح)

قسم سے کسی کا مال لینے والے پر دوزخ واجب

۳/۳۶۸۰ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِءٍ مُسْلِمٍ بِيَمِيْنِهٖ فَقَدْ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ وَاِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيْرًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاِنْ كَانَ قَضِيْبًا مِّنْ اَرَاكٍ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ۱ / ۱۲۲، الحدیث رقم: (۲۱۸ ـ ۱۳۷) والنسائی فی السنن ۸ / ۲٤٦، الحدیث رقم: ٥٤١٩، والدارمی فی ۲ / ۳٤٥، الحدیث رقم: ۲٦۰۳، و مالك فی الموطأ ۲ / ۷۲۷، الحدیث رقم: ۱۱، من کتاب الأقضیة وأحمد فی المسند ٥ / ۲٦۰

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے قسم کھا کر کسی مسلمان کا مال لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے آگ کو لازم کر دیا اور جنت کو اس پر حرام کر دیا۔ ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ! خواہ وہ حق تھوڑا سا ہو؟ آپ نے فرمایا اگرچہ وہ پیلو کے درخت کی شاخ ہو (یعنی مسواک ہو) یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهٗ: اس کی تاویل دو طرح کی گئی ہے۔ نمبر ۱ اس کو حلال جان کر ایسا کیا اور اسی پر موت آگئی۔ نمبر ۲ یا یہ مطلب ہے کہ وہ آگ کا حقدار ہے ممکن ہے اللہ تعالیٰ اسے معاف بھی کر دیں یا اس پر شروع میں جنت کا داخلہ حرام کر دیں کہ وہ ابتداءً نجات پانے والوں میں شامل نہ ہو۔

ذمی کے مال کا بھی وہی حکم ہے جو مسلمان کے مال کا ہے۔ (ع)

چرب زبانی سے حاصل کیا ہوا ناحق مال حلال نہیں ہوتا

۴/۳۶۸۱ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَاِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَنْ يَكُوْنَ اَلْحَنَ بِحُجَّتِهٖ مِنْ بَعْضٍ فَاَقْضِيْ لَهٗ عَلٰى نَحْوِمَا اَسْمَعُ مِنْهُ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهٗ بِشَيْءٍ مِنْ حَقِّ اَخِيْهِ فَلَا يَاْخُذَنَّهٗ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ١٢ / ٣٣٩، الحديث رقم: ٦٩٦٧، و مسلم في ٣ / ١٣٣٧، الحديث رقم: (٤ / ١٧١٣) وأبو داود في السنن ٤ / ١٢، الحديث رقم: ٣٥٨٢، والترمذي في ٣ / ٢٦٤، الحديث رقم: ١٣٣٩، والنسائي في ٨ / ٢٣٣، الحديث رقم: ٥٤٠١، وابن ماجه في ٢ / ٧٧، الحديث رقم: ٢٣١٧، وأحمد في المسند ٦ / ٢٩٠

ترجمہ: حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک انسان ہوں اور تم لوگ میرے پاس اپنے جھگڑے لاتے ہو۔ ممکن ہے کہ تم میں سے بعض اپنی دلیل کو دوسرے سے زیادہ خوب بیان کرنے والے ہوں۔ پھر میں اس کے لئے کسی چیز کا فیصلہ اس کی بات سن کر بھی کروں تو جس شخص کیلئے میں دوسرے بھائی کے حق کا فیصلہ کر بھی دوں تو وہ نہ لے۔ کیونکہ ایسے وقت میں اس کے لئے ایک آگ کے ٹکڑے کا فیصلہ کرتا ہوں۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ: اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ سہو ونسیان آدمی سے بعید نہیں اور انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ ظاہر کا اعتبار کیا جائے۔ یعنی میں آدمی ہوں مجھ پر احوال وعوارض بشری ہوتے ہیں اور جبلت کے خصائص مجھ میں موجود ہیں سوائے اس کے کہ جن کی وحی کے ذریعے تائید کی جاتی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم دی جاتی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ میں ظاہر کے مطابق حکم کرتا ہوں اور مدعی کے دلائل کے مطابق جو لازم ہوتا ہے وہ کرتا ہوں۔ پھر اگر اس کا حق نہیں تھا مگر اس نے چرب زبانی سے اپنے حق میں فیصلہ کرا لیا، اور میں نے یہ سمجھا کہ یہ اسی کا حق ہے اور اسے بالفرض دلوایا تو اسے اپنے حق میں اسے حلال نہ سمجھنا چاہیے بلکہ وہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے جو اسے ملا ہے۔ اسے اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

مبغوض ترین

۵/۳۶۸۲ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اَبْغَضَ الرِّجَالِ اِلَى اللّٰهِ الْاَلَدُّ الْخَصِمُ۔

(متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ٥ / ١٠٦، الحديث رقم: ٢٤٥٧، و مسلم في ٤ / ٢٠٥٤، الحديث رقم: ٥ / ٢٦٦٨، والترمذي في ٥ / ١٩٨، الحديث رقم: ٢٩٧٦، ونسائي في ٨ / ٢٤٧، الحديث رقم: ٥٤٢٣، وأحمد في المسند ٦ / ٥٥

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ناحق جھگڑنے والا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے مبغوض ترین مردوں میں سے ہے۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

شاہد و قسم سے فیصلہ

۳۶۸۳/۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بِيَمِيْنٍ وَشَاهِدٍ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم في الصحيح ۳ / ۱۳۳۷' الحديث رقم: ۱۷۱۲' وأبو داود في السنن ٤' ۳۳' الحديث رقم: ۳٦۰۸' وابن ماجه في ۲ / ۷۹۳' الحديث رقم: ۲۳۷۰' وأحمد في المسند ۱ / ۳۱۵

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک شاہد اور ایک قسم سے فیصلہ فرمایا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ مدعی کے پاس صرف ایک گواہ ہے تو دوسرے گواہ کے بدلے اس سے قسم لی جائے۔ ائمہ ثلاثہ کا مذہب یہی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک شاہد اور قسم سے فیصلہ جائز نہیں بلکہ دو گواہ ضروری ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں وارد ہے اور خبر واحد سے قرآن کا نسخ درست نہیں۔

(۲) ممکن ہے کہ اس ارشاد سے مراد مدعا علیہ کا قسم کھانا ہو۔ یعنی جب مدعی ایک گواہ کے علاوہ سے عاجز آ گیا تو ایک شاہد کا اعتبار نہ کیا گیا اور مدعا علیہ سے قسم لے کر فیصلہ کر دیا گیا۔

طیبی رحمہ اللہ کا قول:

اموال کے علاوہ میں تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ ایک شاہد اور قسم قابل قبول نہیں۔ صرف اموال میں اختلاف ہے کہ ایک شاہد اور قسم سے بھی فیصلہ کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ (ح)

قبضہ والے کا حق مقدم ہے

۳۶۸۴/۷ وَعَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِّنْ حَضْرَمَوْتٍ وَرَجُلٌ مِنْ كِنْدَةَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هٰذَا غَلَبَنِيْ عَلٰى اَرْضٍ لِّيْ فَقَالَ الْكِنْدِيُّ هِيَ اَرْضِيْ وَفِيْ يَدِيْ لَيْسَ لَهٗ فِيْهَا حَقٌّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَضْرَمِيِّ اَلَكَ بَيِّنَةٌ قَالَ لَا قَالَ فَلَكَ يَمِيْنُهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الرَّجُلَ فَاجِرٌ لَا يُبَالِيْ عَلٰى مَا حَلَفَ عَلَيْهِ وَلَيْسَ يَتَوَرَّعُ مِنْ شَيْءٍ قَالَ لَيْسَ لَكَ مِنْهُ اِلَّا ذٰلِكَ فَانْطَلَقَ لِيَحْلِفَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَدْبَرَ لَئِنْ حَلَفَ عَلٰى مَالِهٖ لِيَاْكُلَهٗ ظُلْمًا لَيَلْقَيَنَّ اللّٰهَ وَهُوَ عَنْهُ مُعْرِضٌ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ۱ / ۱۲۳' الحديث رقم: (۲۲۳' ۱۳۹) والترمذي في ۳ / ۲٦۵' الحديث رقم: ۱۳٤۰

ترجمہ: علقمہ بن وائل اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک یمنی شخص علاقہ حضر موت کا اور ایک یمنی آدمی قبیلہ کندہ کا

جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ (ان کا باہمی جھگڑا تھا)۔ حضرمی کہنے لگا اس نے میری زمین پر زبردستی قبضہ کرلیا ہے (یعنی اسے غصب کرلیا ہے) کندی کہنے لگا وہ زمین میری ہے اور میرے قبضہ میں ہے۔ اس کا زمین میں کوئی حق نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے حضرمی! کیا تیرے پاس کوئی دلیل ہے اس نے کہا نہیں آپ ﷺ نے فرمایا اب تو اس سے قسم لے سکتا ہے۔ حضرمی کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ یہ فاجر آدمی ہے۔ اس کو سچ جھوٹ کی پرواہ نہیں یہ جھوٹی قسم کھا لے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تیرے لئے اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں۔ کندی قسم کھانے کیلئے تیار ہو گیا۔ جب اس نے پیٹھ پھیری تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر یہ اس کا مال کھانے کیلئے جھوٹی قسم کھالے گا تو یہ اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے بیزار ہوں گے یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ **فَانْطَلَقَ لِيَحْلِفَ** : پس وہ چلا شاید یہ چلنا اس لحاظ سے تھا جیسا کہ شوافع کے ہاں قسم کھانے والا وضو کرتا ہے اور پھر خاص وقت میں قسم کھاتا ہے جیسا کہ عصر کے بعد یا جمعہ کے دن۔ **کذا قال السید**

نمبر۲۔ یہ بھی احتمال ہے کہ پیٹھ پھیر کر آپ ﷺ کی طرف سے چل دیا۔

نووی رحمۃ اللہ علیہ **کا قول**۔ نووی کہتے ہیں اس میں کئی مسائل ہیں نمبر۱ قبضہ والے کا پہلے حق ہے اس اجنبی کے مقابلے میں جو صرف دعوے دار ہو نمبر۲ مدعا علیہ پر قسم لازم ہے جب کہ وہ مدعی کے دعوی کا اقرار نہ کرے۔ نمبر۳ عادل کی طرح فاجر مدعا علیہ کی قسم بھی قبول کی جائے گی اور قسم کی وجہ سے مطالبہ ساقط ہو جائے گا۔

۸/۳۶۸۵ وَعَنْ اَبِىْ ذَرٍّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ ادَّعٰى مَا لَيْسَ لَهٗ فَلَيْسَ مِنَّا وَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم فى صحيحه ١ / ٧٩' الحديث رقم : (١١٢' ـ ٦١) وابن ماجه فى ٢ / ٧٧٧' الحديث رقم : ٢٣١٩

تَرْجَمہ : حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جس شخص نے کسی ایسی چیز کا دعویٰ کیا جو اس کی نہیں ہے تو وہ ہم میں سے نہیں (یعنی جنتیوں میں سے نہیں) اس کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانا آگ میں تلاش کرے۔

تشریح ❁ **وَلْيَتَبَوَّأْ** : یہ امر بعض کے نزدیک خبر کے معنیٰ میں ہے۔ (ع)

بہترین گواہ

۹/۳۶۸۶ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ الشُّهَدَاءِ الَّذِىْ يَأْتِىْ بِشَهَادَتِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّسْاَلَهَا۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم فى صحيحه ٣ / ١٣٤٤' الحديث رقم : (١٩ ـ ١٧١٩) وأخرجه ابو داود فى السنن ٤ / ٢١' الحديث رقم : ٣٥٩٦' والترمذى فى ٤ / ٤٧٢' الحديث رقم : ٢٢٩٥' وابن مالك فى ٢ / ٧٢٠' الحديث رقم : ٣ من كتاب الأقضية' وأحمد فى المسند ٥ / ١٩٣

ترجمہ: حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو گواہوں میں سے بہترین گواہ نہ بتلاؤں؟ (بہترین گواہ وہ ہے) جو گواہی کے مطالبے کے بغیر گواہی دے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ يَأْتِيْ بِشَهَادَتِهٖ : یعنی گواہی دے اور اس میں سچی بات ظاہر کرے بغیر اس بات کے کہ اس سے دریافت کیا جائے کہ کیا تو بھی گواہ ہے ایک اور روایت میں بغیر طلب کے گواہی دینے سے مذمت فرمائی گئی ہے اس وجہ سے ہمارے نزدیک طلب کرنے سے گواہی دینی چاہیے اور طلب کرنے سے گواہی لازم ہو جاتی ہے حدود میں گواہی کو چھپانا افضل ہے

دو تاویلیں۔ اس روایت کی دو تاویلیں کی گئی ہیں اس سے مراد وہ گواہ ہے جو کسی کے حق کے بارے میں جانتا ہو کہ یہ فلاں کا حق ہے مگر مدعی کو معلوم نہ ہو کہ یہ بھی گواہ ہے چنانچہ اس کو چاہیے کہ وہ بتلائے کہ اس معاملہ میں میں تیرا گواہ ہوں۔

نمبر۲ اس کا تعلق اللہ کے حقوق سے ہے مثلاً زکوۃ' کفارہ' چاند دیکھنا' وقف' وصایا اور اسی طرح کی دیگر چیزیں ان میں ضروری ہے کہ وہ حاکم کو اس بات کی اطلاع دے دے۔

ایک اور تاویل۔ اس کو مبالغہ پر محمول کیا گیا ہے اور طلب کرنے کے بعد جلدی سے گواہی دینا مراد لیا گیا ہے اور روایت میں جس گواہی کی مذمت ہے وہ مطالبہ سے پہلے کی ہے۔

بہترین زمانہ

۳۶۸۷/۱۰ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَجِيْءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ اَحَدِهِمْ يَمِيْنَهٗ وَيَمِيْنُهٗ شَهَادَتَهٗ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري فی صحیحه ۷ / ۳' الحدیث رقم : ۳۶۵۱' و مسلم فی ٤ / ۱۹٦٤' الحدیث رقم : (۲۱۲ - ۲۵۳۳) والترمذی فی سلنن ٤ / ٦ الحدیث رقم : ۲۳۰۳' وابن ماجه فی ۲ / ۷۹۱' الحدیث رقم : ۲۳٦۲' وأحمد فی المسند ۱ / ٤٤۲

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بہتر لوگ میرے زمانے کے لوگ ہیں (یعنی صحابہ) پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہیں (یعنی تابعین) پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہیں (یعنی تبع تابعین) پھر ایک ایسی قوم آئے گی جن کی گواہی ان کی قسم سے سبقت کرنے والی ہوگی اور ان کی قسم گواہی سے سبقت کرنے والی ہوگی۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ تَسْبِقُ شَهَادَةُ :یہ گواہی اور قسم کی حرص سے کنایہ ہے کہ وہ گواہی دینے اور قسم کھانے میں اتنے بے باک اور لاپرواہ ہوں گے کہ کبھی تو وہ قسم کو مقدم کریں گے اور کبھی گواہی کو یعنی گواہی اور قسم میں تقدیم و تاخیر کا بھی خیال نہ رہے گا۔

(۲) قسم و شہادت کے متعلق تیزی کی تمثیل ہے۔ کہ وہ گواہی اور قسم اتنی تیزی سے اٹھائیں گے کہ ان کو یہ بھی معلوم نہ ہوگا کہ کس کو مقدم کریں ان کو دین کا لحاظ و پرواہ قطعاً نہیں کہ اس میں وہ احتیاط کے پہلو کو ملحوظ رکھیں۔

(۳) یہ جھوٹی قسم اور کثرت سے جھوٹی گواہی کے عام ہونے کی اطلاع ہے۔

(۴) مطلب یہ ہے کہ کبھی وہ گواہی کو قسم کے ذریعے ثابت کرے گا مثلاً یوں کہے گا واللہ! میں سچا گواہ ہوں اور کبھی قسم کو گواہی کے ساتھ رواج دیگا اور یوں کہے گا لوگو! میری سچی قسم پر گواہ رہو۔ (ع۔ح)

قسم میں جلد بازی کرنے والے

۳۶۸۸/۱۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَ عَلٰی قَوْمٍ الْیَمِیْنَ فَاَسْرَعُوْا فَاَمَرَ اَنْ یُسْهَمَ بَیْنَهُمْ فِی الْیَمِیْنِ اَیُّهُمْ یَحْلِفُ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ٥ / ٣٣٧' الحدیث رقم: ٢٦٧٤

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم پر قسم کو پیش کیا گیا (یعنی یہ کہا کہ تم قسم کھاؤ کہ یہ دعویٰ حق نہیں ہے) انہوں نے جلدی سے قسم اٹھالی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ان کے درمیان قسم میں قرعہ اندازی کی جائے کہ کون ان میں سے قسم کھائے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ حدیث کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص نے ایک جماعت کے خلاف دعویٰ کیا انہوں نے اس کے دعویٰ کا انکار کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جماعت کو قسم کھانے کا حکم فرمایا تو ان لوگوں نے جلدی سے قسم اٹھالی۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جماعت کو قسم نہ دی بلکہ قرعہ اندازی کا حکم دیا تا کہ جس کے نام قرعہ نکلے وہ قسم کھائے۔

شارحین کا کلام:

دو آدمیوں میں سے ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ فلاں چیز جو تیسرے شخص کے پاس ہے وہ میری ہے۔ ان دونوں کے پاس گواہ نہ تھے یا دونوں کے پاس گواہ تھے۔ تیسرا شخص کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ یہ کس کی ہے پس اس صورت میں ان دونوں مدعیوں کے مابین قرعہ ڈالا جائے گا۔ جس کے نام قرعہ نکلے وہ قسم کھائے اور وہ چیز قسم کے بعد اس کے حوالہ کر دی جائے گی اور یہ قسم شاید اس لحاظ سے ہو کہ ہر ایک ان میں سے دوسرے کے حق کا انکاری ہے بظاہر تو وہ مدعی ہے لیکن حقیقت میں وہ مدعا علیہ ہے۔ اس لئے کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ ہے۔

(۲) امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ وہ چیز اس تیسرے کے ہاں ہی چھوڑی جائے۔

(۳) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ دونوں مدعیان کے درمیان تقسیم کر دی جائے۔ احمد و شافعی رحمہما اللہ کا ایک قول بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مطابق ہے اور دوسرا قول امام ابوحنیفہؒ کی طرح ہے۔

(۴) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت جو آگے آ رہی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے پیروکاروں کی تائید کرتی ہے۔ واللہ اعلم۔ (ح۔ع)

الفصل الثانی:

قسم مدعا علیہ پر ہے

۱۲/۳۶۸۹ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَیِّنَةُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلَی الْمُدَّعٰی عَلَیْهِ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ۳ / ۲۲۶ الحديث رقم: ۱۳۴۱

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت نقل کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا گواہ مدعی کے ذمہ اور قسم مدعا علیہ پر ہے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

متنازع کو بانٹ کر فیصلہ

۱۳/۳۶۹۰ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ رَجُلَیْنِ اخْتَصَمَا اِلَیْهِ فِیْ مَوَارِیْثَ لَمْ تَکُنْ لَهُمَا بَیِّنَةٌ اِلَّا دَعْوَاهُمَا فَقَالَ مَنْ قَضَیْتُ لَهٗ بِشَیْءٍ مِنْ حَقِّ اَخِیْهِ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ فَقَالَ الرَّجُلَانِ کُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَقِّیْ هٰذَا لِصَاحِبِیْ فَقَالَ لَا وَلٰکِنْ اِذْهَبَا فَاقْتَسِمَا وَتَوَخَّیَا لْحَقَّ ثُمَّ اسْتَهِمَا ثُمَّ لْیَحَلِّلْ کُلُّ وَاحِدٍ مِنْکُمَا صَاحِبَهٗ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ اِنَّمَا اَقْضِیْ بَیْنَکُمَا بِرَاْیِیْ فِیْمَا لَمْ یُنْزَلْ عَلَیَّ فِیْهِ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابو داود في السنن ٤ / ١٤، الحديث رقم: ٣٥٨٤، وأحمد في المسند ٦ / ٢٣٠

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ دو آدمی میراث کے سلسلہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جھگڑا لے کر آئے۔ (ایک نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز میری ہے اور وارثت میں مجھے پہنچی ہے اور دوسرے نے بھی اسی طرح کا دعویٰ کیا) ان دونوں کے پاس گواہ نہیں تھے فقط دعویٰ ہی تھا (یعنی نرا دعویٰ بغیر گواہوں کے تھا) جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں جس شخص کیلئے اس کے دوسرے بھائی کی کسی چیز کا فیصلہ کردوں (یعنی حق اس کا نہ بنتا ہو اور جھوٹے گواہ پیش کر کے یا جھوٹی قسم کھا کر وہ اپنا دعویٰ ثابت کر دے اور میں اس کے لیے اس کا حکم بھی دیدوں) تو میں اس کیلئے آگ کے ایک ٹکڑے کا حکم دینے والا ہوں گا دونوں کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ یہ حق میرا میرے ساتھی کیلئے ہے (یعنی میں نے اپنے دعویٰ کو اپنے ساتھی کیلئے چھوڑ دیا) آپ ﷺ نے فرمایا اس طرح نہیں (یعنی یہ مقصود نہیں اس لئے ممکن نہیں کہ ایک چیز مستقل طور پر دو شخصوں کی ہو) لیکن جاؤ تم باہمی بانٹ لو یعنی نصف نصف کر لو اور حق کو طلب کرو (یعنی تقسیم میں عدل کرو) اور متنازعہ فیہ چیز کو نصف کرنے کے بعد باہمی قرعہ ڈال لینا یعنی جب میں نے دونوں حصوں کے سلسلے میں تنازع پیدا ہو تو قرعہ ڈالنے سے یہ ظاہر ہو جائیگا دونوں میں سے کونسا حصہ ہر ایک کا ہے پھر تم دونوں قرعہ سے جو حصہ متعین

ہو جائے اس کو لے لے اور اپنے دوسرے ساتھی کو تم میں سے ہر ایک کی زیادتی کو حلال کر دے (یعنی اپنا حق بخش کر حلال کر دے کہ اگر وہ دوسرے کی طرف گیا ہو تو میں اس کو معاف کرتا ہوں)۔ ایک روایت میں اس طرح وارد ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہارے درمیان اس چیز میں جس کے متعلق وحی نازل نہیں کی گئی عقل واجتہاد سے فیصلہ کرتا ہوں۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

جانور کے متعلق فیصلہ

۱۴/۳۶۹۱ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَجُلَيْنِ تَدَاعَيَا دَابَّةً فَاَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا الْبَيِّنَةَ اِنَّهَا دَابَّتُهٗ نَتَجَهَا فَقَضٰى بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ يَدِهٖ۔ (رواه في شرح السنة)

أخرجه البغوي في شرح السنة ١٠ / ١٠١، الحديث رقم: ٢٥٠٤، و الدارطني في السنن ٤ / ٩٠، الحديث رقم: ٢١

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو آدمیوں نے ایک جانور کے بارے میں دعویٰ کیا اور ہر ایک نے اپنے دعویٰ کیلئے گواہ پیش کر دیئے کہ یہ جانور اسی کا ہے کہ اور اسی نے اس کو جنوایا ہے (یعنی میں نے اس پر نر چھوڑا اور اس کے جننے کی تدبیر کی) تو آپ نے اس شخص کیلئے اس جانور کا حکم دیا جس کے ہاتھ میں وہ جانور تھا۔ یہ شرح السنۃ کی روایت ہے۔

تشریح ❁ بعض لوگوں نے یہ کہا کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ قبضہ والے کے گواہ مقدم ہیں لیکن درست بات یہ ہے کہ یہ فیصلہ اور حکم اس صورت میں ہے جبکہ جھگڑا جانور کے بارے میں ہو اور ہر ایک اس بات کا مدعی ہو کہ یہ جانور اس نے جنوایا ہے۔ صاحب شرح السنۃ نے لکھا ہے کہ علماء نے فرمایا جب دو شخصوں نے ایک جانور کے متعلق یا کسی چیز کے بارے میں دعویٰ کیا اور وہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے قبضہ میں ہے تو وہ قابض کو ملے گی اور اس سے اس سلسلے میں قسم لی جائیگی سوائے اس صورت کے کہ دوسرا گواہ پیش کر دے تو اس صورت میں اس کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔

اور اگر ہر دو نے گواہ پیش کر دیئے تو قابض کے گواہوں کو ترجیح دی جائے گی جبکہ حنفیہ کے ہاں قابض کے گواہ نہ سنے جائیں گے اور وہ چیز غیر قابض کو دی جائیگی مگر اس دعویٰ میں جب کہ دونوں ہی ایک جانور کے جننے کا دعویٰ کریں یا ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کر دے تو پھر قابض کیلئے اس چیز کا فیصلہ کیا جائیگا اور اگر وہ چیز بھی دونوں کے قبضہ میں ہو اور دعویٰ بھی دونوں ہی کریں تو دونوں کو قسم دی جائیگی اور وہ چیز دونوں کے درمیان بانٹ دی جائیگی قبضہ کے اعتبار سے یا وہ چیز کسی تیسرے آدمی کے قبضہ میں ہوگی اور دونوں ہی اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کر دیں تب بھی وہ چیز دونوں میں تقسیم ہوگی۔

گواہ نہ ملنے پر اُونٹ کو بانٹنا

۱۵/۳۶۹۲ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ اَنَّ رَجُلَيْنِ ادَّعَيَا بَعِيْرًا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا شَاهِدَيْنِ فَقَسَمَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ (رواه

ابو داوٗد وفی روایۃ لہ وللنسائی وابن ماجۃ) اَنَّ رَجُلَیْنِ ادَّعَیَا بَعِیْرًا لَیْسَتْ لِوَاحِدٍ مِّنْھُمَا بَیِّنَۃٌ فَجَعَلَہٗ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَھُمَا۔

أخرجه ابو داود فی السنن ٤ / ٣٧' الحدیث رقم: ٣٦١٥' والنسائی فی ٨ / ٢٤٨' الحدیث رقم: ٥٤٢٤' وابن ماجه فی ٢ / ٧٨٠' الحدیث رقم: ٢٣٣٠

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ دو آدمیوں نے ایک اونٹ کے بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ملکیت کا دعویٰ کیا اور ہر ایک نے اپنے دعویٰ پر دو دو گواہ پیش کر دیئے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اونٹ ان کے درمیان نصف نصف بانٹ دیا۔ اس روایت کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے اور ابوداؤد ونسائی ابن ماجہ کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ دو آدمیوں نے ایک اونٹ کا دعویٰ کیا دونوں کے پاس ہی گواہ نہیں تھے تو آپ ﷺ نے اس کو دونوں کا قرار دیا۔

تشریح ۞ بَیْنَھُمَا: یعنی دونوں کے درمیان نصف نصف۔ علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں شاید کے وہ اونٹ دونوں کے قبضہ میں ہوں۔

ملا علی قاریؒ کہتے ہیں یہ بھی احتمال ہے کہ تیسرے کے قبضہ میں ہوں اور وہ ان سے نہ جھگڑتا ہو۔

کسی کے پاس گواہ نہ تھے ممکن ہے کہ یہ معاملہ متعدد افراد کا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ متحد ہو مگر جب گواہیاں آپس میں متعارض ہوئیں تو وہ ساقط ہو گئیں تو دونوں ہی اس طرح ہو گئے جیسے ان کیلئے کوئی گواہ نہیں پس مطلب یہ ہوا کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کیلئے گواہ نہیں کہ جس سے کسی کو ترجیح دی جا سکے۔

ابن الملکؒ کہتے ہیں کہ اس سے یہ دلیل مل گئی کہ اگر دو شخص ایک چیز کا دعویٰ کریں اور ان میں سے کسی کے پاس بھی گواہ نہ ہوں یا ہر ایک کے پاس گواہ ہوں اور وہ چیز دونوں کے قبضہ میں ہو یا دونوں میں سے ایک کے قبضہ میں بھی نہ ہو تو وہ چیز دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم کی جائیگی۔ (ع)

قسم یا قرعہ

۱۶/۳۶۹۳ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَجُلَیْنِ اخْتَصَمَا فِیْ دَابَّۃٍ وَلَیْسَ لَھُمَا بَیِّنَۃٌ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اسْتَھِمَا عَلَی الْیَمِیْنِ۔ (رواہ ابوداوٗد وابن ماجۃ)

أخرجه أبو داود فی السنن ٤ / ٤٠' الحدیث رقم: ٣٦١٨' وابن ماجه فی ٢ / ٧٨٦' الحدیث رقم: ٢٣٤٦' وأحمد فی المسند ٢ / ٢٨٩

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک جانور کے بارے میں دو آدمی جھگڑے ان دونوں کے پاس کوئی گواہ موجود نہیں تھا تو آپ نے فرمایا قسم پر قرعہ ڈالو یہ روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ یہ روایت اس طرح ہے جیسا کہ فصل اوّل میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت گزری۔ (ع)

قسم کا طریقہ

۳۶۹۴/۱۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ حَلَّفَهٗ اِحْلِفْ بِاللّٰهِ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَمَالَهٗ عِنْدَكَ شَیْءٌ یَعْنِیْ لِلْمُدَّعِیْ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابو داود فی السنن ٤ / ٤١' الحدیث رقم: ٣٦٢٠

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے اس آدمی کو فرمایا جس کو کہ آپ ﷺ نے قسم دی (یعنی قسم دینے کا ارادہ کیا) کہ تو اس ذات کی قسم کھا کر کہہ کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ اس کی (یعنی مدعی کی) کوئی چیز تمہارے پاس موجود نہیں۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

گواہ نہ ہوں تو قسم ہے

۳۶۹۵/۱۸ وَعَنِ الْاَشْعَثِ بْنِ قَیْسٍ قَالَ کَانَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ رَجُلٍ مِّنَ الْیَهُوْدِ اَرْضٌ فَجَحَدَنِیْ فَقَدَّمْتُهٗ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلَكَ بَیِّنَةٌ قُلْتُ لَا قَالَ لِلْیَهُوْدِیِّ اِحْلِفْ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذَنْ یَحْلِفُ وَیَذْهَبُ بِمَالِیْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا الایة۔

(رواہ ابوداؤد وابن ماجة)

أخرجه ابو داود فی السنن ٤ / ٤١' الحدیث رقم: ٣٦٢١' والترمذی فی ٥ / ٢٠٨' الحدیث رقم: ٢٩٩٦' وابن ماجه فی ٢ / ٧٧٨' الحدیث رقم: ٢٣٢٢' وأحمد فی المسند ٥ / ٢١١

ترجمہ: حضرت اشعث بن قیسؓ سے روایت ہے کہ میرے اور ایک یہودی کے مابین ایک زمین مشترک تھی اس یہودی نے میرے سامنے اس کا انکار کر دیا تو میں اس کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گیا تو رسول اللہ نے فرمایا کیا تیرے پاس کوئی گواہ ہے میں نے کہا نہیں پھر آپؐ نے یہودی کو فرمایا تم قسم کھاؤ تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ تو قسم کھا کر میرا مال لے جائیگا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اسی قسم کے سلسلہ میں اتاری جیسا کہ روایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں گزرا آیت یہ ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا ...... یہ روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ بقیہ آیت اس طرح ہے: ﴿اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾ [آل عمران: ۷۷] آپ ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ ایسی صورت میں شریعت میں قسم ہی لازم ہوتی ہے لیکن جو آدمی جھوٹی قسم کھائیگا اس کا وبال اس کی اپنی گردن پر ہوگا اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا جیسا کہ قرآن کی نص سے معلوم ہوتا ہے۔ (ع)

کندی کے اعتراف پر فیصلہ

۹/۳۶۹۶ وَعَنْهُ اَنَّ رَجُلاً مِنْ كِنْدَةَ وَرَجُلاً مِنْ حَضْرَمُوْتَ اخْتَصَمَا اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي اَرْضٍ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَرْضِيْ اِغْتَصَبَنِيْهَا اَبُوْ هٰذَا وَهِيَ فِيْ يَدِهٖ قَالَ هَلْ لَّكَ بَيِّنَةٌ قَالَ لَا وَلٰكِنْ اُحَلِّفُهٗ وَاللّٰهِ مَا يَعْلَمُ اَنَّهَا اَرْضِيْ اِغْتَصَبَنِيْهَا اَبُوْهُ فَتَهَيَّأَ الْكِنْدِيُّ لِلْيَمِيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْطَعُ اَحَدٌ مَالاً بِيَمِيْنٍ اِلَّا لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ اَجْذَمُ فَقَالَ الْكِنْدِيُّ هِيَ اَرْضُهٗ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابو داود في السنن ٤ / ٤٢، الحديث رقم: ٣٦٢٢، وأحمد في المسند ٥ / ٢١٢

ترجمہ: اشعث بن قیسؓ ہی سے روایت ہے کہ ایک کندی اور حضر موت کا رہنے والا ایک شخص آپؐ کی خدمت میں علاقہ یمن کی ایک زمین کا مقدمہ لے کر آئے تو حضرمی کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ اس کے والد نے میری زمین مجھ سے چھین لی ہے اور وہ زمین اس کے قبضہ میں ہے (یعنی اس وقت اس کے قبضہ میں ہے) تو آپؐ نے حضرمی کو فرمایا کیا تیرے پاس اسکا کوئی گواہ موجود ہے اس نے کہا نہیں لیکن اس کو اس طرح قسم کھلاؤ نگا کہ (وہ یوں قسم کھائے کہ) اللہ کی قسم وہ نہیں جانتا کہ یہ زمین اس کی ہے اور اس کے والد نے مجھ سے چھین لی ہے۔ کندی قسم کھانے کیلئے تیار ہوا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی کسی کا مال قسم کے بدلے لے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملے گا کہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہوگا یا بے برکت بے دلیل ہوگا تو اس پر فوراً کندی کہنے لگا کہ وہ زمین اس کی ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

جھوٹی قسم کبیرہ گناہ ہے

۲۰/۳۶۹۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَكْبَرِ الْكَبَائِرِ الشِّرْكَ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقَ الْوَالِدَيْنِ وَالْيَمِيْنَ الْغَمُوْسَ وَمَا حَلَفَ حَالِفٌ بِاللّٰهِ يَمِيْنَ صَبْرٍ فَاَدْخَلَ فِيْهَا مِثْلَ جَنَاحِ بَعُوْضَةٍ اِلَّا جُعِلَتْ نُكْتَةً فِيْ قَلْبِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ (رواہ الترمذی وقال هذا حديث غريب)

أخرجه الترمذي في السنن ٥ / ٢٢٠، الحديث رقم: ٣٠٢٠، وأحمد في المسند ٣ / ٤٩٥

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن انیس ؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بڑے گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی قسم کھانا ہے۔ جس شخص نے اپنی یمین صبر میں مچھر کے پر کے برابر جھوٹ کو شامل کیا تو قیامت تک کیلئے اس کے دل پر ایک نکتہ لگا دیا جاتا ہے (یعنی اس کا وبال قیامت کے دن ظاہر ہوگا)۔ یہ ترمذی کی روایت ہے اور اس نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ یمین غموس: گزشتہ کام پر جان بوجھ کر جھوٹی قسم اٹھانے کو یمین غموس کہا جاتا ہے۔ احناف کے ہاں اس پر توبہ واستغفار ہے' کفارہ نہیں آتا۔ البتہ اس کے بارے میں سخت وعید وارد ہے۔ اسی وجہ سے اس کو غموس کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ قسم

کھانے والے کو آگ میں غوطہ دیتی ہے۔ غمس غوطہ دینے کو کہا جاتا ہے۔ اس قسم کے ذریعہ سے ناجائز طور پر معاملات میں لوگوں کا مال لیا جاتا ہے۔

قسم صبر کی تفصیل فصل اوّل حدیث نمبر۲ میں گزر چکی ہے۔ اس کا حکم بھی یمین غموس کی طرح ہے یعنی اس پر توبہ و استغفار لازم ہے اور قیامت تک زنگ جیسے نکتہ کا اثر اس کے دل پر باقی رہے گا پھر اس پر جہنم کا وبال اور عذاب مرتب ہوگا۔ پس جھوٹ کی آمیزش پر اتنا سخت عذاب ہے تو اس شخص کو کتنا سخت عذاب ہوگا جس کی ساری بات ہی جھوٹی ہو اور اس جھوٹی بات پر قسم کھائے۔

(۲) آپ ﷺ نے تین چیزوں کا ذکر فرمایا اور آخری کے ساتھ وعید کو مختص کر دیا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ بھی انہی جیسا گناہ ہے اور اکبر الکبائر میں داخل ہے اور یہ اس طرح خطرے کے پیش نظر فرمایا تاکہ لوگ اس کو معمولی خیال نہ کریں اور یہ نہ سمجھ لیں کہ یہ کبائر سے نہیں ہے۔ اس کی دوسری نظیر خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ والی روایت ہے۔ **عدلت شهادة الزور بالاشراك بالله**۔ کہ جھوٹی گواہی شرک کے برابر ہے۔''

جھوٹی قسم کا وبال

۳۶۹۸/۲۱ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحْلِفُ اَحَدٌ عِنْدَ مِنْبَرِیْ هٰذَا عَلٰى يَمِيْنٍ اٰثِمَةٍ وَلَوْ عَلٰى سِوَاكٍ اَخْضَرَ اِلَّا تَبَوَّاَ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ اَوْوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ۔

(رواه مالك وابوداوٗد وابن ماجة)

أخرجه أبو داود في السنن ۳ / ۵٦۷، الحديث رقم: ۳۲٤٦، وابن ماجه في ۲ / ۷۷۹، الحديث رقم: ۲۳۲۵، و مالك في الموطا ۲ / ۷۲۷، الحديث رقم: ۱۰

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میرے منبر کے پاس جھوٹی قسم اٹھاتا ہے خواہ وہ سبز مسواک ہی کیوں نہ ہو وہ اپنا ٹھکانہ آگ میں تیار کرتا ہے یا فرمایا اس کے لئے آگ لازم ہو جاتی ہے۔ یہ مالک، ابوداؤد، ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ (۱) منبر کے پاس قید لگانے کی وجہ یہ ہے۔ وہ عظمت والا مقام ہے۔ جب جھوٹی قسم مطلق طور پر غضب الٰہی کا باعث ہے تو وہاں جھوٹی قسم گناہ میں اور بڑھ جائے گی۔

سِوَاكٍ اَخْضَرَ : سبز مسواک اس لئے کہا کہ وہ ایک نہایت معمولی چیز ہے۔ خشک ہونے کے بعد اس کی قدر و قیمت ظاہر ہوتی ہے۔ لہٰذا معمولی سی چیز پر جھوٹی گواہی دوزخ کو واجب کرتی ہے تو جو لوگ بے دھڑک بڑی بڑی چیزوں کے بارے میں جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں ان کا کیا حال ہوگا؟ (ع)

جھوٹی گواہی سے بچو

۲۲/۳۶۹۹ وَعَنْ خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ قَالَ صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَامَ قَائِمًا فَقَالَ عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ بِالْاِشْرَاكِ بِاللّٰهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَرَأَ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ (رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ ورواہ احمد والترمذی) عَنْ اَيْمَنَ بْنِ خُرَيْمٍ اِلَّا اَنَّ ابْنَ مَاجَةَ لَمْ يَذْكُرِ الْقِرَاءَةَ.

أخرجه ابو داود فی السنن ٤ / ٢٣' الحديث رقم: ٣٥٩٩' وابن ماجه ٢ / ٧٩٤' الحديث رقم: ٢٣٧٢۔ أخرجه الترمذی فی السنن ٤ / ٤٧٥' الحديث رقم: ٢٣٠٠' وأحمد فی المسند ٤ / ٣٢١

ترجمہ: حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو آپ سیدھے کھڑے ہو گئے تو تین بار جھوٹی گواہی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنے کے برابر قرار دیا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور استشہاد یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا ......﴾ ''بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی بات سے بچو۔ (یہ جھوٹی گواہی کو بھی شامل ہے)۔ اللہ تعالیٰ کی طرف کامل رجوع والے بنو اس کے ساتھ شریک نہ کرنے والے نہ بنو۔'' یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔ ابن ماجہ نے بھی اسے نقل کیا ہے۔ احمد' ترمذی نے اس کو ایمن بن خریم سے نقل کیا مگر ابن ماجہ نے آپ کا آیت کی تلاوت کرنا ذکر نہیں کیا۔

تشریح ❁ **عدلت**: برابر کیے گئے یعنی شرک کرنا اور جھوٹی گواہی دینا گناہ میں برابر ہیں اس لئے کہ شرک اللہ تعالیٰ کی طرف اس چیز کی جھوٹی نسبت کرنا ہے جو جائز نہیں اور جھوٹی گواہی میں بندے پر ایسا جھوٹ بولنا جو جائز نہیں چونکہ دونوں چیزیں حقیقت میں پائی ہی نہیں جاتیں اس لئے گناہ کے اعتبار سے دونوں برابر ہیں۔ (ع)

خائن کی گواہی نامقبول

۲۳/۳۷۰۰ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ خَائِنٍ وَلَا خَائِنَةٍ وَلَا مَجْلُوْدٍ حَدًّا وَلَا ذِيْ غِمْرٍ عَلٰى اَخِيْهِ وَلَا ظَنِيْنٍ فِيْ وَلَاءٍ وَلَا قَرَابَةٍ وَلَا الْقَانِعِ مَعَ اَهْلِ الْبَيْتِ۔ (رواہ الترمذی وقال هذا حديث غريب ويزيد بن زياد الدمشقی الراوی منكر الحديث)

أخرجه الترمذی فی سنن ٤ / ٤٧٣' الحديث رقم: ٢٢٩٨

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خیانت کرنے والے مرد اور خیانت کرنے والی عورت کی گواہی جائز نہیں اور اس شخص کی گواہی بھی درست نہیں جس کو حد قذف ماری گئی ہو اور دشمن کی گواہی مسلمان بھائی پر درست نہیں اور اس کی گواہی بھی معتبر نہیں ہے جو ولاء میں متہم ہو۔ اور نہ اس کی جو قرابت میں متہم ہو اور نہ اس کی جو ایک گھر والوں پر قناعت کرنے والا ہو۔ یہ ترمذی کی روایت ہے اور اس نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

یزید بن زیاد دمشقی منکر الحدیث اس کا راوی ہے۔

تشریح ❁ **شَهَادَةُ خَائِنٍ** : خیانت سے مراد لوگوں کی امانت میں خیانت ہے یعنی جو خیانت میں مشہور ہو اور اس سے بار بار خیانت ظاہر ہوئی ہو۔ کیونکہ خیانت ایک خفیہ معاملہ ہے جو بار بار کے تکرار سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ اس کی اطلاع تو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو نہیں ہو سکتی۔ نمبر۲ بعض کہتے ہیں خیانت سے یہاں فسق مراد ہے جو احکام شرع میں خیانت کے مترادف ہے کیونکہ یہ احکام خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی امانت ہیں۔

نمبر۳ اگلی روایت میں اس کے بعد زنا کا تذکرہ بھی پایا جاتا ہے۔ وہ تعمیم کے بعد تخصیص کی قسم میں سے ہے اور علماء نے فرمایا کہ خیانت سے مراد فسق لینا زیادہ بہتر ہے' اس لئے کہ اگر خیانت سے مراد اس کا معروف معنی ہو تو اس صورت میں ان تمام گناہوں میں سے جو قبولیت شہادت سے مانع بنتے ہیں صرف خیانت کا ذکر کرنا بلاوجہ معلوم ہوگا۔ فسق ارتکاب کبیرہ اور اصرار علی الصغیرہ کو کہتے ہیں۔

(۲) **وَلَا مَجْلُوْدٍ** : حد قذف لگی ہو یعنی کسی پر زنا کا بہتان لگایا لیکن گواہوں سے اس کو ثابت نہ کر سکا اور اس کی وجہ سے اس کو حد لگی تو اس کی گواہی قابل قبول نہ ہوگی خواہ وہ توبہ کر لے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے۔ دیگر ائمہ کے ہاں توبہ کے بعد اس کی گواہی جائز ہے۔

(۳) **وَلَا ذِیْ غِمْرٍ** : جو کسی مسلمان کے خلاف کینہ رکھتا ہو اس کی گواہی دوسرے مسلمان بھائی خواہ نسبی ہو یا اجنبی قبول نہ کی جائے گی۔

(۴) **وَلَا ظَنِیْنٍ فِیْ وَلَاءٍ** : ولاء میں متہم یعنی ایک شخص کو کسی اور نے آزاد کیا اور وہ آزاد کرنے کی نسبت کسی اور کی طرف کرتا ہے کہ مجھے تو فلاں نے آزاد کیا' حالانکہ لوگ اس کو جھوٹا کہتے ہیں اور وہ اس تہمت میں معروف ہے۔ لوگ جانتے ہیں کہ اس نے آزاد نہیں کیا یہ جھوٹی نسبت کرتا ہے اور لوگ اس کی تکذیب کرتے ہیں تو ایسے شخص کی گواہی بھی معتبر نہیں۔

اسی کی گواہی نامقبول ہے کیونکہ یہ فاسق ہے' کیونکہ یہ ولاء کو آزاد کرنے والے سے منقطع کر رہا ہے۔ اسی طرح غلام کا غیر آزاد کرنے والے کی طرف نسبت کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے اور اس کے متعلق وعید تشدید وارد ہے۔

(۵) **وَلَا قَرَابَةٍ** : رشتہ داری کا حکم بھی یہی ہے کہ وہ کہے کہ میں فلاں کا بیٹا ہوں یا فلاں کا بھائی ہوں حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے اور لوگ اس کی تکذیب کریں اور وہ اس میں سے کسی کے تابع ہوں وہ متہم ہو غیر باپ کی طرف نسب کا دعویٰ فسق ہے اور اس کے متعلق لعنت وارد ہوئی ہے۔

(۶) **وَلَا الْقَانِعِ مَعَ اَهْلِ الْبَيْتِ** : وہ آدمی بھی اس میں شامل ہے۔ جو ادنیٰ خوراک پر قناعت کرنے والا ہو۔ یہاں وہ شخص مراد ہے جو اپنے خرچہ میں مثلاً خادم و تابع ہو۔ تو اس کی گواہی اپنے مخدوم و متبوع کیلئے قبول نہ کی جائے گی کیونکہ وہ اپنے نفس کی طرف نفع کو کھینچ رہا ہے۔ کیونکہ اس کی گواہی سے مخدوم کو جتنا فائدہ ہوگا وہ اس کو بھی پہنچے گا۔ اس لئے کہ اس کا خرچہ اسی مخدوم کے ذمہ ہے۔ تو گویا یہ گواہی میں باپ' بیٹے' میاں بیوی کی طرح بن گیا۔ بیٹا باپ کے فائدہ کیلئے یا باپ بیٹے کے فائدہ کیلئے یا خاوند بیوی کے فائدہ کے لئے اور بیوی خاوند کے فائدہ کیلئے گواہی دے تو درست نہیں ہے۔ تو گویا یہ اپنے نفس کے فائدہ کیلئے گواہی

دی گئی ہے۔البتہ بھائی کی گواہی بھائی کیلئے قبول کی جائے گی۔

(۷) منکر الحدیث: اس کی حدیث منکر ہے۔شرح نخبہ میں ہے کہ وہ راوی جو زبردست غلطی کرے یا اس میں غفلت بہت ہو یا اس کا فسق ظاہر ہو تو اس کی حدیث منکر ہے۔(ع۔ح)

زانیہ و خائنہ کی گواہی مقبول نہیں

۳۷۰۱/۲۴ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ خَائِنٍ وَلَا خَائِنَةٍ وَلَا زَانٍ وَلَا زَانِيَةٍ وَلَا ذِیْ غِمْرٍ عَلٰی اَخِيْهِ وَرَدَّ شَهَادَةَ الْقَانِعِ لِاَهْلِ الْبَيْتِ۔

(رواہ ابو داؤد)

أخرجه ابو داود في السنن ٤ / ٢٤' الحديث رقم: ٣٦٠٠' وابن ماجه في ٢ / ٧٩٢' الحديث رقم: ٢٣٦٦' وأحمد في المسند ٢ / ١٨١

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت نقل کی ہے' کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ خائن مرد اور خائنہ عورت کی گواہی قبول نہیں اور زانی مرد اور زانیہ عورت کی گواہی جائز ہے۔نہ دشمن کی دشمن کے خلاف اور ایک گھر والوں پر قناعت کرنے والے یعنی اس کو لازم پکڑنے والے کی گواہی اپنے مخدوم کے حق میں قبول نہ کی جائیگی۔یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس کی وضاحت گزشتہ روایت کے فوائد میں مذکور ہو چکی ہے وہاں ملاحظہ کرلیں۔

بدو کی گواہی شہری کے خلاف

۳۷۰۲/۲۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَاتَجُوْزُ شَهَادَةُ بَدْوِيٍّ عَلٰی صَاحِبِ قَرْيَةٍ۔

(رواہ ابو داؤد وابن ماجة)

أخرجه ابو داود في السنن ٤ / ٢٦' الحديث رقم: ٣٦٠٢' وابن ماجه في ٢ / ٧٩٣' الحديث رقم: ٢٣٦٧

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دیہاتی کی گواہی شہری کے خلاف درست نہیں یہ ابوداؤد وابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ دیہاتی کی گواہی: اس وجہ سے جائز نہیں کیونکہ وہ احکام شرع سے ناواقف ہے۔ادائیگی شہادت کی کیفیت کو نہیں جانتا اور ایسے لوگوں پر نسیان کا غلبہ ہوتا ہے۔اگر گواہی کو ادا کرنے کی کیفیت سے واقف ہو۔اور بلا کم وکاست وہ شہادت ادا کر سکتا ہو۔اور عادل اور اہل شہادت میں سے ہو تو اس کی شہادت درست ہے۔

امام مالکؒ نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے وہ جنگلی کی گواہی شہری کے خلاف درست نہیں مانتے اور اکثر ائمہ کے ہاں جائز ہے جب کہ دیہاتی عادل ہو۔اور ان کے ہاں لا یجوز کا معنیٰ لا یحسن ہے اور عدم جواز کی صورت وہی ہے کہ جب

اس میں صفاتِ مذکورہ پائی جاتی ہوں۔ (ع۔ح)

حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ کا موقعہ

۳۷۰۳/۲۶ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَضٰی بَیْنَ رَجُلَیْنِ فَقَالَ الْمَقْضِیُّ عَلَیْہِ لَمَّا اَدْبَرَ حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَلُوْمُ عَلَی الْعَجْزِ وَلٰکِنْ عَلَیْكَ بِالْکَیْسِ فَاِذَا غَلَبَكَ اَمْرٌ فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ۔ (رواہ ابو داوٗد)

أخرجه ابو داود فی السنن ٤ / ١٤٤' الحديث رقم: ٣٦٢٧' وأحمد فی المسند ٦ / ٢٥

ترجمہ: حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے دو آدمیوں کے مابین فیصلہ فرمایا' تو ان میں سے اس شخص نے جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا' کہا جس کے خلاف فیصلہ ہوا۔ جب کہ وہ لوٹنے لگا۔ اللہ تعالیٰ میرے لئے کافی ہے اور وہ خوب کارساز ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نادانی پر ملامت کرتا ہے۔ لیکن تمہیں ہوشیار ہونا چاہیے۔ پس جس وقت تمہیں کوئی معاملہ پیش آئے تو اس طرح کہو: حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ۔ یہ ابو داؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ حَسْبِیَ اللّٰہُ: یہ کہہ کر اس نے اشارہ کیا کہ مدعی نے ناجائز مال لیا ہے' گویا غم وحسرت سے یہ کلمہ وہ زبان پر لایا۔

(۲) اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَلُوْمُ: تمہیں کاروبار میں غفلت وکوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔

(۳) عَلَیْكَ بِالْکَیْسِ: احتیاط لازم ہے اور ہوشیاری کاموں میں ضروری ہے۔

حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تقصیر وکوتاہی کو پسند نہیں کرتے لیکن کاموں میں خبرداری اور ہوشیاری پر ابھارتے ہیں۔ پس عاجزی کے وقت حسبی اللہ مت کہو بلکہ خوب ہوشیاری اختیار کرو اور پھر معاملہ پیش آنے پر حسبی اللّٰہ کہو۔

(۴) شاید کہ جس کے خلاف آپ ﷺ نے حکم فرمایا اس پر قرضہ ہو۔ پھر اس نے ادا کر دیا۔ پس جناب رسول اللہ ﷺ نے گواہی میں کوتاہی کرنے کی وجہ سے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

تمہارے لئے مناسب یہ تھا کہ اپنے معاملے میں ہوشیاری سے کام لیتے اور گواہوں وغیرہ کے قائم کرنے میں کوتاہی نہ کرتے اور اسی طرح کے دیگر امور جن کی وجہ سے ناکامی ہوئی' تمہیں حاضری کے وقت اپنے دفاع پر پورا قابو ہونا چاہیے تھا۔ جب عاجز ہوا ہے تو اس وقت کہہ رہا ہے حسبی اللہ حالانکہ حسبی اللہ تو اس وقت کہتے ہیں جب اپنی کوشش کے باوجود کسی معاملے میں راہ نہ ملے اور وہ معذور مجبور ہو جائے' اس وقت حسبی اللہ کہہ کر اس کی توفیق کو شامل حال کرے۔ (ع۔ح)

تہمت میں قید کا حکم

۳۷۰۴/۲۷ وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَبَسَ رَجُلًا فِيْ تُهْمَةٍ رواه ابو داؤد وزاد الترمذی والنسائی ثُمَّ خَلّٰى عَنْهُ۔ (ابوداؤد)

أخرجه ابو داود فی السنن ٤ / ٤٦، الحديث رقم: ٣٦٣٠، والترمذی فی ٤ / ٢٠، الحديث رقم: ١٤١٧، والنسائی فی ٨ / ٦٧، الحديث رقم: ٤٨٧٦

ترجمہ: حضرت بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے ان کے دادا سے نقل کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو تہمت میں قید کیا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔ ترمذی و نسائی میں یہ اضافہ ہے کہ پھر اسے چھوڑ دیا۔

تشریح ۞ کسی نے اس پر قرض کا دعویٰ کیا یا کسی گناہ کا دعویٰ کیا تو آپ ﷺ نے اسے مدعی کے دعویٰ کی سچائی معلوم کرنے کیلئے قید کیا۔ جب اس معاملے پر گواہ نہ پائے گئے تو آپ ﷺ نے اسے چھوڑ دیا۔

(۲) اس سے یہ ثابت ہوا کہ ملزم کو قید کرنا احکام شرع میں سے ہے۔ (ع)

الفصل الثالث:

عدالت میں مدعی و مدعا علیہ برابر بیٹھیں

۳۷۰۵/۲۸ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْخَصْمَيْنِ يُقْعَدَانِ بَيْنَ يَدَيِ الْحَكَمِ۔ (رواه احمد وابوداؤد)

أخرجه ابو داود فی السنن ٤ / ١٦، الحديث رقم: ٣٥٨٨

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ مدعی اور مدعا علیہ حاکم کے سامنے بیٹھیں۔ یہ احمد و ابوداؤد کی روایت ہے۔

طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

تشریح ۞ قاضی کیلئے سب سے مشکل معاملہ یہی ہے کہ مدعی اور مدعی علیہ میں برابری کرے۔ (ع)

جہاد کا بیان

لُغوی تشریح: جہد اور جہاد کے لغوی معنی ہیں مشقت اٹھانا' طاقت سے زیادہ بوجھ لادنا'' امام راغبؒ نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ:

الجهاد استفراغ الوسع في مدافعة العدو۔ ''جہاد کا مطلب ہے' انتہائی قوت سے حملہ آور دشمن سے مدافعت کرنا''۔

یہ موضوع ایسا ہے کہ یہاں ہمیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قبل اس کے کہ ہم اس کی تشریح بیان کریں کچھ اس کے پس منظر پر غور کرلیں۔ یاد رکھئے یہ حقیقت نا قابل انکار ہے کہ جہاد کے دو شعبے ہیں اور وہ دونوں ہی اہم ہیں۔

① شیطانی تصورات کو کچلنے کی جدوجہد خواہ وہ علمی وسیاسی میدان میں ہو یا نظریاتی وفکری سطح پر ہو۔

② اندرونی اور بیرونی حملہ آور دشمنان کے خلاف مسلح جدوجہد۔ جہاد پر مبنی دونوں طرح کی جدوجہد مساویانہ حیثیت و اہمیت کی حامل ہے۔ اگر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سمیت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طریقۂ زندگی کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ انہوں نے شیطانی تصورات وخواہشات کو کچلنے کے حوالے سے بھرپور کاوشیں کی ہیں۔

مثال کے طور پر کفروشرک اور گمراہی سراپا شیطانی تصورات ہیں۔ چنانچہ رسول علیہ السلام نے سب سے پہلی اور کاری ضرب سے اعتقادات کفریہ وشرکیہ (جو کہ شیطانی تصورات کا منبع ہیں) کو ہدف بنایا تھا۔ بنیادی طور پر شیطانی تصورات' کفریہ نظریات' شرکیہ اعتقادات کے دو ستون ہیں: (۱) جہالت (۲) قلت ادراک یا کم فہمی۔ چنانچہ کفروشرک اور تصورات شیطانیہ کا خوگر اسلام کا اصل مؤقف سمجھنے سے عاری وقاصر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ (کافر ومشرک) اسلام کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔

جہالت: ایسی علمی وبے راہ روی کو کہا جاتا ہے جس کی بنیاد صرف عناد وہٹ دھرمی اور ضد پر قائم ہوتی ہے حق وصداقت پر مبنی تمام حقائق واشگاف وآشکارا ہونے کے باوجود اصل حقائق سے روگردانی کرنا جہالت ہے۔ عمرو بن ہشام ابوالحکم سے ابوجہل کے مقام پر اسی وجہ سے پہنچا تھا کہ وہ (ابوجہل) رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موقف (اسلام) کو کماحقہ مبنی برحق سمجھتا تھا لیکن ضد اور ہٹ دھرمی کے سمندر میں آخری تہہ تک پہنچنے کے باعث جہالت کی آخری حدود کو چھو چکا تھا۔ ورنہ دورِ جاہلیت میں اس (ابوجہل) کا مقام بلندترین تھا۔ عہد اسلام سے قبل کے دور کو دورِ جاہلیت اس لئے کہا جاتا تھا کہ اہلِ مکہ کی اکثریت خود کو دینِ ابراہیمی کا پیروکار کہلانے کے باوجود ان (اہلِ مکہ) کے اقدامات جہالت پر مبنی تھے۔

مثال کے طور پر بیت اللہ کا برہنہ طواف کرنا' اللہ تعالیٰ کو ماننے کے باوجود تین سو ساٹھ بتوں کی پوجا کرنا۔ اپنی لخت جگر

(بچیوں) کو زندہ درگور کرنا۔ حالانکہ ان کفریہ نظریات وشیطانی تصورات اور شرکیہ اعتقادات کا تعلق دین ابراہیمی کے ساتھ قطعی طور پر نہیں تھا' لیکن جاہلانہ رسومات پر عمل پیرا ہونے کے باوجود کفارِ مکہ کا دعویٰ یہی تھا کہ ہم دین ابراہیمی پر عمل پیرا ہیں۔ اگر کفار مکہ کے دین ابراہیمی پر مبنی دعویٰ کی حقیقت پر غور کیا جائے تو اس دعویٰ کے پیچھے بھی ''جہالت'' کا عنصر کارفرما تھا۔ چونکہ اہل مکہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے تھے۔ اس لئے وہ (اہل مکہ) اپنی مفروضہ پوجا پاٹ اور شیطانی تصورات کو اپنے جد امجد (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے دین کا حصہ سمجھتے تھے اور ان تصورات شیطانیہ کے خلاف ایک لفظ سننا گوارا نہ کرتے تھے۔ جیسا کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوائے نبوت اور عقیدۂ توحید پیش کرنے پر تمام کفار مکہ (ماسوائے اکا دکا افراد کے) آگ بگولا ہو گئے تھے۔ کل تک صادق وامین کہنے والی زبانیں انہیں (رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو) شاعر ومجنون کہنے لگ گئی تھیں۔ اہل مکہ کا یہی رویہ ''جہالت'' پر مبنی تھا۔

قلتِ ادراک یا کم فہمی ☆

ایسی کیفیت کو کہا جاتا ہے جس سے ناقص معلومات کی فراہمی باور ہوتی ہے۔ جس کسی کے بارے میں صحیح معلومات میسر نہ ہوں تو اس کا موقف سمجھنے میں صرف احتمالات وشبہات کا وجود محقق (ثابت) ہوتا ہے اور محض شکوک وشبہات کی بنیاد پر کسی موقف کو یکسر غلط قرار دینا فقط احمقانہ اقدام ہے۔ چنانچہ کسی صحیح موقف کو بحیثیت ''صحیح موقف'' سمجھے بغیر اس (صحیح موقف) کے مدمقابل سدّ راہ بننا اس (صحیح موقف کو غلط قرار دینے) سے بھی بڑی حماقت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے جہالت اور قلت ادراک کی بنیادوں پر قائم شیطانی تصورات کو کچلنے کے لئے ''سوال و بحث اور تحقیق'' کی صورت میں جہاد کے پہلے شعبے کا دروازہ کھول دیا تاکہ کافرانہ ومشرکانہ مزاج وذہنیت میں گھسے ہوئے شیطانی تصورات کی بنیاد جہالت وقلت ادراک (کم فہمی) پر مبنی کج روی کا خاتمہ ہو سکے۔ اسلام کے اس اچھوتے اقدام (سوال' بحث' تحقیق) سے دنیا بھر کے کفار پر افہام وتفہیم کا دروازہ کھول کر اہل کفر سے جنگ وجدل کے بجائے بحث ومباحثہ کے ذریعے اسلام کی صورت میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحیح موقف کو سمجھنے کی غرض سے تحری وکوشش اور تحقیق ومطالعہ کی طرف اہلِ کفر کا رخ موڑ دیا۔ چنانچہ تاریخی مشاہدات کی رُو سے واقعات وحالات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسلام پر مبنی موقف بحیثیت ایک موقف کے صحیح موقف قرار پایا۔ جیسا کہ زمانۂ کفر میں حضرت ابوسفیان کا اور ابوجہل کا رات کے اندھیروں میں رسول علیہ السلام کی زبان سے نکلنے والے قرآنی الفاظ سننے کی کوشش اور ابوجہل کے رسول علیہ السلام کے بارے میں مبنی برحق ہونے پر مشتمل اقرار سے معلوم ہوتا ہے۔

الغرض کہ شیطانی تصورات کو کچلنے کی غرض سے بحث ومباحثہ کے ذریعے افہام وتفہیم کا دروازہ کھولنا یہ باور کرتا ہے کہ جہاد کا پہلا شعبہ شیطانی تصورات کی بنیادوں (جہالت وقلت ادراک) کو تہس نہس کر کے دین اسلام کو حقائق کی بنیاد پر پھیلانے کے لئے تبلیغ واشاعت اور دعوت وارشاد کا ایک طویل سلسلہ قائم کرنا ہے جو خالص علمی وتحقیقی حقائق ودقائق پر مبنی ہے۔ لیکن اہل کفر کی بے شعور افرادی قوت نے جہاں خود کو جہالت وکم فہمی کے اندھیروں میں بھٹکنے میں عافیت سمجھی وہاں اہل حق پر قبولیت حق کی پاداش میں نہ صرف مصائب ومظالم کے پہاڑ توڑنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت کیا بلکہ جنگ وجدل کی غرض سے اہل حق کے ساتھ (بدرجۂ اولیٰ) برسر پیکار ہونے کے لئے میدانِ کارزار میں بھی اتر آئے اور اپنی ضد وعناد پر پردہ ڈالنے کے لئے اسلام

کے (دوسرے شعبے) نکتہ جہاد یعنی مسلح جدوجہد کو ہدف تنقید بناتے ہوئے یہ الزام دھر دیا کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے' حالانکہ جہاد کی اصطلاحی معنویت کے پیش نظر دنیائے کفر کا یہ الزام سراسر غلط ہے۔ کیونکہ جہاد کی اصطلاحی معنویت یہ ہے کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا گیا کہ **ما الجهاد** (جہاد کیا ہے) تو رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ **ان يقتل بالكفار** (کفار کے ساتھ لڑنا جہاد ہے) چنانچہ جہاد کو کفار کے ساتھ لڑنے سے مشروط کرنا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ ''جہاد'' مقدس جنگ نہیں بلکہ درندہ صفت اور شر و فساد کے خوگر افراد اور فتنہ برپا کرنے والے لوگوں کا قلع قمع کرنے کا نام ''جہاد'' ہے۔ چونکہ ہر قسم کی فتنہ انگیزی' حق و انصاف کے حصول میں رخنہ اندازی' شر و فساد' ''کفر'' کی علامت اور جڑ ہیں۔ اس لئے مذکورہ تمام برائیوں کی اصل جڑ (کفر) کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے کفار کے ساتھ لڑائی کرنے کو ''جہاد'' کہا گیا ہے۔ لفظ جہاد کا مادہ ج' ہ' د ہے اور قرآن مجید کی چھتیس آیات میں لفظ جہاد کے پندرہ مشتقات بیان کئے گئے ہیں۔

نمبر	مشتقات	نام سورت بمعہ آیت نمبر
①	جاهد	عنکبوت۔ آیت نمبر ٥' التوبه آیت نمبر ١٩
②	جاهداك	لقمان۔ آیت نمبر ١٤' عنکبوت آیت نمبر ٧
③	جاهدوا	البقره' آیت ٢١٧' انفال آیت ٧٣'٧٥'٧٦' توبه ١٦'٢٠'٨٩' الحجرات آیت ١٥' آل عمران آیت ١٤١' نحل آیت ١١١' عنکبوت آیت ٦٩
④	يجاهد	العنکبوت آیت ٩
⑤	يجاهدون	المائده آیت ٥٩
⑥	يجاهدوا	التوبه آیت ٤٤' آیت نمبر ٨٢
⑦	تجاهدون	الصف آیت ١١
⑧	جهاد	الفرقان آیت ٥٤' الحج آیت ٧٧' التوبه آیت ٢٤' الممتحنه آیت ١
⑨	جهد	المائده آیت ٥٨' انعام آیت ١٠٩' نحل آیت ٤٠' النور آیت ٥٢
⑩	جهد	الفاطر آیت ٤٠ التوبه آیت ٨٠
⑪	جاهد	التوبه آیت ٧٢' التحریم آیت ٧
⑫	جاهدهم	الفرقان آیت ٥٤
⑬	مجاهدين	محمد آیت ٢٣' حج آیت ٧٧
⑭	مجاهدون	النساء آیت ٩٧
⑮	جاهدوا	المائده ٣٩' التوبه آیت ٨٧

قتال:

ما الجہاد کے جواب میں رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ان یقتل بالکفار (کفار سے لڑائی کرنا) فرمانا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ عقائد کفریہ ہوں یا اعتقادات شرکیہ یہ تمام شر و فساد کی بنیاد ہیں۔ جب اہلِ کفر جہالت و ہٹ دھرمی کے خول میں بند ہو کر اہل حق کے سامنے میدانِ کارزار میں برسر پیکار ہو جائیں تو اس وقت میدانِ جنگ کی معرکہ آرائی کے لئے قتال کا لفظ مستعمل ہوتا ہے۔ کیونکہ لفظ ''قتال'' کا لغوی معنی لڑائی و جنگ اور معرکہ ہے اور یہ صورتِ حال عموماً میدانِ کارزار میں ہی پیش آتی ہے۔ لفظ قتال کا استعمال حالت جر' حالت رفع میں بھی باہم کشت و خون کے معنی میں ہوتا ہے۔ جب کہ حالت نصب میں ''قتال'' بمعنی جنگ اور جہاد کے لئے ہے۔ لفظ قتال کا مادہ 'ق' ت' ل ہے اور قرآن مجید کے چھیالیس مقامات پر ستائیس مشتقات بیان کئے گئے ہیں جن کی ہم تفصیل نہیں بیان کر رہے محض اشارہ پر ہی کفایت کر رہے ہیں۔ تفصیل کے طالب کتب فقہ ملاحظہ کریں۔

فرضیتِ جہاد اور اس کا پس منظر☆

ظہور اسلام اور فرضیت جہاد سے قبل علاقائی یا قبائلی قوت کے بل بوتے پر ایک طاقتور انسان دعوت یا تہوار کے موقع پر اپنی اور اپنے دوستوں کی تفریح طبع کے لئے اپنے ہی جیسے کمزور انسانوں (غلام یا ماتحت) کو جانوروں کی طرح ذبح کر کے آگ کے شعلوں میں تڑپا تڑپا کر مارنے' جسمانی ضربوں کے ذریعے سسکا سسکا کر قتل کرنے کو اپنی سفاکانہ جبلت' اذیت پسند طبیعت کی تسکین کو نہ صرف اپنا ازلی حق سمجھتا تھا بلکہ ان ظالمانہ کارروائیوں کو اپنا فرض منصبی بھی شمار کرتا تھا۔ چنانچہ ان درندہ صفت انسانوں کی نظروں میں انسانی زندگی و جان کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوتی تھی۔ جب ان طاقتوروں کے بڑھتے ہوئے ہاتھ روکنے کے لئے کوئی قانون نہ تھا۔ کسی قبیلے و علاقے کے طاقتور انسان کے سر پر خونخوری کا عفریت مسلط تھا۔ اس وقت طاقت کے نشے میں بدمست مگر بے حس انسان لاقانونیت کو اپنا شیوہ سمجھتا تھا۔ مہمانوں کی تفریح اور دوستوں کی تواضع کے لئے بے بس و بے کس انسان کو شیر و چیتے جیسے خوف ناک جانوروں سے بھڑا کر تماشہ دیکھا کرتا تھا۔ غلاموں اور قیدیوں کو مختلف طریقوں سے عذاب دے دے کر مار ڈالنا اس (انسان) کا محبوب مشغلہ تھا۔ یورپ و ایشیا کے ممالک میں مذکورہ سفاکانہ اقدامات کو معیوب سمجھنا تو درکنار بلکہ ان کارروائیاں کا عام دستور تھا۔ یونان و روما کے بڑے بڑے حکماء و فلاسفہ کے نظری اجتہادات میں بلاوجہ و بے قصور انسانوں کو ہلاک کرنے کی ان گنت وحشیانہ صورتیں جواز کا درجہ رکھتی تھیں۔ ہر طرف انسانیت تڑپ رہی تھی۔ تڑپتی انسانیت کے بلکنے کا درد محسوس کرنے والا کوئی نہ تھا۔ ایسے میں مظلوموں کی آہوں نے رب ذوالجلال کا عرش ہلا دیا' خالقِ کائنات کو اپنی مظلوم اور بے کس مخلوق پر رحم آیا تو اس وقت مظلوموں کی حمایت سے بھرپور جذبات لئے ہوئے انسانی جانوں کے تقدس کی علمبردار قوم (مسلمان) کو اپنے منتخب کردہ قانون انصاف و عدل (اسلام) احترامِ نفس' امن آشتی' عفو و درگزر' محبت اور شفقت' حق و انصاف کا پیغام دے کر تڑپتی ہوئی انسانیت پر مرہم رکھنے اور احساس سے عاری بے درد ظالم و سفاک کے دروازے پر بھیج دیا۔ اس (مسلمان) قوم نے خونخوار و اذیت پسند عناصر کو پہلے پہل حق و صداقت' دیانت و شرافت کا درس و پیغام دیا۔ بحث و مباحثہ کا دروازہ کھول کر انہیں ذہنی طور پر تسلی و تشفی کرنے کی از حد کاوش کی لیکن محبت و شفقت سے بے خبر ہر ظالم و سفاک اپنی سفاکانہ خراج

کے پیش نظر تلملایا۔ پیچ وتاب کھاتے ہوئے دیانت وشرافت کے پیغام کو یکسر غلط قرار ہی نہیں دیا بلکہ اپنی طاقت کے بل بوتے پر حق وصداقت کا درس دینے والوں اور مظالم سے باز رہنے کا مشورہ دینے والوں کو اپنے خون آلود پنجوں میں دبوچنے کی تدابیر بھی اختیار کیں تو رب ذوالجلال کے حکم سے اس کے ماننے والی قوم (مسلمان) نے اپنی تلوار سے سفاکوں اور ظالموں کے خون آلود پنجے کاٹ دیئے۔ چنانچہ اس مسلح جدوجہد سے جہاں خونخوار جابروں اور سفاک ظالموں اور درندہ صفت عناصر کو اپنے بڑھتے ہوئے قدم روکنے پڑے یا انہیں پسپائی اختیار کرنا پڑی وہاں مظلوم وکمزور انسانوں نے اپنے خالق ومالک کے قانون (اسلام) کی آغوش میں سکھ کا سانس لیا۔ اس پس منظر سے معلوم ہوا کہ "فرضیتِ جہاد کا عمل" بربریت نہیں بلکہ حقوقِ انسانی کے تحفظ کی بہترین عملی تدبیر ہے۔

جہاد کے آٹھ مقاصد☆

(۱) فتنے کا خاتمہ۔ (۲) غلبہ اسلام۔ (۳) کفار کا جزیہ ادا کرنا۔ (۴) ضعفاء (کمزوروں) کی مدد کرنا۔ (۵) مقتولین کا انتقام لینا۔ (۶) معاہدہ توڑنے کی سزا۔ (۷) دفاع کے لئے جنگ کرنا۔ (۸) مقبوضہ علاقہ آزاد کرنا۔

اب سمجھئے کہ اصطلاح شریعت میں "جہاد" کا مفہوم ہے: "کفار کے ساتھ لڑی جانے والی جنگ میں اپنی طاقت خرچ کرنا بایں طور کہ خواہ اپنی جان کو پیش کیا جائے یا اپنے مال کے ذریعہ مدد کی جائے اور خواہ اپنی عقل وتدبیر (یعنی اپنی رائے اور مشوروں کا) تعاون دیا جائے یا محض اسلامی لشکر میں شامل ہو کر اس کی نفری میں اضافہ کیا جائے اور یا ان کے علاوہ کسی بھی طریقے سے دشمنانِ اسلام کے مقابلے میں اسلامی لشکر کی معاونت وحمایت کی جائے۔

جہاد کا نصب العین☆

جہاد کا نصب العین یہ ہے کہ دنیا میں ہمیشہ خدا کا بول بالا رہے، خدا کی اس سرزمین پر اس کا جھنڈا سربلند اور اس کے باغی منکروں کا دعویٰ سرنگوں رہے۔

جہاد کا حکم☆

جہاد فرض کفایہ ہے اگر نفیر عام (اعلان جنگ) نہ ہو اور اگر نفیر عام ہو بایں طور کہ کفار مسلمانوں کے کسی شہر پر ٹوٹ پڑیں یا اسلامی مملکت کے خلاف جنگ شروع کر دیں اور مسلمانوں کی طرف سے جنگ کا عام اعلان کر دیا جائے تو اس صورت میں ہر مسلمان پر جہاد فرض عین ہوگا خواہ نفیر کرنے والا (یعنی اعلان جنگ کرنے والا عادل ہو یا فاسق) لہٰذا اس صورت میں دشمنوں کا مقابلہ کرنا اور جہاد میں شرکت کرنا اس شہر اور اس مملکت کے تمام باشندوں پر واجب ہوگا اور ایسے ہی ان لوگوں پر بھی واجب ہوگا جو اس شہر یا مملکت کے قریب رہتے ہوں بشرطیکہ اس شہر یا مملکت کے رہنے والے اپنے شہر اور اپنے ملک کی حفاظت اور دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے کافی نہ ہوں یا وہ اپنی جنگی ودفاعی ذمہ داریوں کو انجام دینے میں کسل وسستی کریں اور گنہگار ہوں چنانچہ جس طرح میت کا مسئلہ ہے کہ اس کی تجہیز وتکفین اور نماز جنازہ پہلے اس کے اہل محلہ پر واجب ہے اگر وہ اس کی انجام

دہی سے عاجز ہوں تو پھر یہ چیزیں اس کے شہر والوں پر واجب ہوں گی اسی طرح جہاد کا بھی مسئلہ ہے کہ جس شہر' ملک کے مسلمانوں کو کفار اور دشمنانِ دین کی جارحیت اور جنگی حملوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہو اگر وہ اپنے دفاع سے عاجز ہوں اور دشمنوں کا مقابلہ کرنے میں کوتاہ یا ناکام رہے ہوں تو اس وقت ان کے پڑوسی شہر و ملک کے مسلمانوں بلکہ مابین المشرق والمغرب کے تمام مسلمانوں پر واجب ہو گا کہ وہ جہاد میں شریک ہو کر اسلام اور مسلمانوں کے وقار کا تحفظ اور دشمنانِ دین کا دعویٰ سرنگوں کریں۔

فوائد الباب: لغت کے لحاظ سے جہاد و جہد کوشش و مشقت کو کہا جاتا ہے۔ شرعی لحاظ سے کفار کے خلاف لڑائی میں جان' مال عقل صرف کرنے یا مسلمانوں کی تعداد بڑھانے وغیرہ کو جہاد کہا جاتا ہے۔

حیثیتِ جہاد: کفار سے جہاد فرض کفایہ ہے جب کہ عام کوچ کا حکم نہ ہو۔ اور اگر عام کوچ کا حکم ہو اور کفار مسلمانوں کے شہر پر حملہ آور ہو جائیں تو اس وقت جہاد فرض عین ہے خواہ اعلان کرنے والا بادشاہ عادل ہو یا فاسق' اس وقت تمام کے ذمہ جہاد لازم ہو جاتا ہے۔ اگر شہر کے لوگ کفایت نہ کریں یا سستی کریں تو گنہگار رہوں گے۔ اس طرح بڑھتے بڑھتے تمام مشرق و مغرب کے اہل اسلام پر فرض ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ میت کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ اولاً تو اہل محلہ پر واجب ہے اور اگر وہ عاجز ہوں تو پھر شہر والوں پر لازم و واجب ہے۔

افضل جہاد: دریا و سمندر میں جہاد کرنا خشکی و جنگل کے جہاد سے افضل ہے۔ (ع۔ ح)

الفصل الاول:

مجاہد کو سو درجات ملیں گے

۱/۳۷۰۶ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَصَامَ رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ جَاهَدَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ جَلَسَ فِىْ اَرْضِهِ الَّتِىْ وُلِدَ فِيْهَا قَالُوْا اَفَلَا نُبَشِّرُ بِهِ النَّاسَ قَالَ اِنَّ فِى الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ فَاِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰهَ فَسْاَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ فَاِنَّهٗ اَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَاَعْلَى الْجَنَّةِ وَفَوْقَهٗ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ وَمِنْهُ تَفَجَّرُ اَنْهَارُ الْجَنَّةِ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه باب درجات المجاهدین ٦ / ١١' الحدیث رقم ٢٧٩٠' وأحمد فی المسند ٢/ ٣٣٥

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لایا (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی تمام باتوں پر) اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور رمضان المبارک کے روزے رکھے۔ اللہ تعالیٰ پر لازم ہے (یعنی بطور فضل اور اپنے وعدہ حق کے مطابق) کہ اسے جنت میں داخل فرمائے۔ (یعنی اول نجات پانے والوں میں وہ شامل ہو' ورنہ تو مطلق خالص ایمان دخول جنت کیلئے کافی ہے) خواہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے یا اپنے وطن میں اقامت پذیر رہے جہاں اس کی ولادت ہوئی (یعنی جہاد و ہجرت نہ کرے)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کیا ہم لوگوں کو اس کی خوشخبری نہ سنائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنت میں سو درجات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کیلئے تیار کیا ہے۔ اور دو درجات میں آسمان وزمین کے برابر فاصلہ ہے۔ پس جب تم اللہ تعالیٰ سے (یعنی جہاد پر بلند درجہ مانگو)۔ پس اللہ تعالیٰ سے جنت فردوس مانگو۔ فردوس بہترین جنت ہے۔ (یعنی دیگر جنتوں سے افضل اور وسیع تر بہشت ہے)۔ اور اس کے اوپر عرش الٰہی ہے (یعنی وہ اس جنت کی چھت ہے) اور فردوس سے چار نہریں نکلتی ہیں (یعنی چار نہروں کے (چشمے) اور ان کی ابتداء اسی سے ہوتی ہے۔ شہد، دودھ، شراب، پانی) یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس روایت میں نماز، روزے کا ذکر کیا مگر حج زکوٰۃ کا ذکر نہیں کیا۔ اس سے ان دونوں کی عظمت شان پر متنبہ کرنا مقصود ہے اور دوسری وجہ سے یہ بھی ہے کہ یہ تمام مسلمانوں پر لازم ہیں۔ حج وزکوٰۃ تو صرف صاحب استطاعت پر لازم ہوتے ہیں۔

یجلس فی بیته: اس سے دلیل ملتی ہے کہ یہ ارشاد فتح مکہ کے دن فرمایا۔ اس لیے کہ ہجرت اس سے پہلے تمام کیلئے فرض تھی۔ (ع)

مجاہد قائم اللیل اور صائم الدہر کی طرح ہے

۲/۳۷۰۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ الْقَانِتِ بِآیَاتِ اللّٰهِ لَا یَفْتُرُ مِنْ صِیَامٍ وَلَا صَلَاةٍ حَتّٰى یَرْجِعَ الْمُجَاهِدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه کتاب الجهاد، باب افضل الناس مؤمن مجاهد ٦ /٦ رقم ٢٧٨٧ و مسلم فی ١٤٩٨/٣ الحدیث رقم (١١٠-١٨٧٨) و مالك فی الموطا ٤٤٣/٢، الحدیث رقم ١ من کتاب الجهاد۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال روزہ دار قیام کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی آیات کی بجا آوری کرنے والے کی ہے۔ روزہ رکھنے اور نماز کی ادائیگی سے تھکتا نہیں۔ یہاں تک کہ مجاہد جہاد سے واپس گھر لوٹے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اگرچہ مجاہد کو سونے، کھانے کی وجہ سے بعض اوقات سستی لاحق ہوتی ہے، لیکن یہ اس کے حکم میں ہے جو عبادت میں بالکل سستی نہیں کرتا اور اس کے ہر حرکت وسکون پر ثواب لکھا جاتا ہے۔ (ح)

اللہ تعالیٰ مجاہد کا ضامن ہے

۳/۳۷۰۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ انْتَدَبَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِیْ سَبِیْلِهٖ لَا یُخْرِجُهٗ اِلَّا اِیْمَانٌ بِیْ وَتَصْدِیْقٌ بِرُسُلِیْ اَنْ اَرْجِعَهٗ بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ اَوْ غَنِیْمَةٍ اَوْ اُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه کتاب الایمان، باب الجهاد من الایمان ١٩٢/١، الحدیث رقم ٣٦، و مسلم فی ٣ / ١٤٩٥،

الحدیث رقم (۱۰۳ ـ ۱۸۷۶) والنسائی فی السنن ۸ / ۱۱۹' الحدیث رقم ۵۰۲۹' والدارمی فی ۲ / ۲٦۳' الحدیث رقم ۲۳۹۱' و مالك فی الموطا ۲ / ٤٤۳' الحدیث رقم ۲ من کتاب الجهاد' وأحمد فی المسند ۲ / ۱۱۷۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کا ضامن بن جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلتا ہے۔اس کو مجھ پر (یعنی اللہ پر) ایمان اور تصدیق رسل جہاد پر نکالنے والے ہیں (یعنی اس کا مقصود طلب رضائے الٰہی ہے نہ دنیا مطلوب ہے اور نہ اس کا دکھاوا اور سنانا)۔اس کو میں آخرت کے ثواب کے ساتھ یا غنیمت کے ثواب کے ساتھ واپس کروں گا یا اس کو جنت میں داخل کروں گا۔(یعنی سابقون کے ساتھ بلا حساب وعذاب یا موت کے بعد قیامت سے پہلے داخل کرونگا یعنی جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ......﴾ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں بار بار مرنے کی تمنا

۴/۳۷۰۹ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَوْلَا اَنَّ رِجَالًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا تَطِيْبُ اَنْفُسُهُمْ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنِّىْ وَلَا اَجِدُمَا اَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ مَا تَخَلَّفْتُ عَنْ سَرِيَّةٍ تَغْزُوْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَوَدِدْتُّ اَنْ اُقْتَلَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحْيٰى ثُمَّ اُقْتَلَ ثُمَّ اُحْيٰى ثُمَّ اُقْتَلَ ثُمَّ اُحْيٰى ثُمَّ اُقْتَلَ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه کتاب الجهاد' باب تمنی الشهادة ٦ / ١٦' الحدیث رقم ۲۷۹۷' و مسلم فی ۳ / ۱٤۹۷' الحدیث رقم (۱۰٦ ـ ۱۸۷٦) والنسائی فی السنن ٦ / ۳۲' الحدیث رقم رقم ۳۱۵۲' وابن ماجه فی السنن ۲ / ۹۲۰' الحدیث رقم ۲۷۵۳' وأحمد فی المسند ۲ / ۲۷۳

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر مجھے اس بات کا خدشہ نہ ہوتا کہ کتنے مؤمن مرد ایسے ہیں کہ جن کا دل یہ نہیں چاہتا کہ وہ مجھ سے پیچھے رہیں مگر میں ان کو سوار کرنے کیلئے کوئی سواری نہیں پاتا تو میں کسی بھی لشکر جہاد سے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیلئے جاتا ہے پیچھے نہ رہتا۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر مارا جاؤں پھر میں زندہ کیا جاؤں پھر میں مارا جاؤں۔ (یعنی مجھے یہ بات پسند ہے کہ ہر بار زندہ کیا جاؤں اور مارا جاؤں تا کہ ہر بار نیا ثواب حاصل کروں)۔یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ میں ہر لشکر و فوج کے ساتھ کفار کے خلاف جنگ کیلئے نہیں جاتا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ہر لشکر کے ساتھ جاتا تو ضروری ہے کچھ مسلمان پیچھے رہ جاتے اور بے سروسامانی کی وجہ سے وہ ساتھ نہ جا سکتے۔اور میرے پاس اتنی سواریاں نہیں کہ ہر ایک کو سوار کروں اور اپنے ہمراہ لے جاؤں اور بہت سے مسلمان جنگ میں مجھ سے جدا ہونا اور پیچھے رہنا ناپسند کرتے ہیں بلکہ وہ افسوس کرتے ہیں کہ ہم کیوں نہ جا سکے۔تو ان کو شکستہ دلی سے بچانا چاہتا ہوں ورنہ محبت جہاد کی متقاضی ہے کہ میں بار بار مارا اور

زندہ کیا جاؤں۔(ح)

ایک رات کی چوکیداری دُنیا سے بہتر

۳۷۱۰/۵ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا۔ (متفق عليه)

أخرجه البخاري في صحيحه كتاب الجهاد، باب فضل رباط يوم، ٦ / ٨٥، الحديث رقم ٢٨٩٢

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن کی چوکیداری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ایک نسخہ میں **ماعلیھا** کی بجائے **مافیھا** ہے۔ اس کے دو مطلب ہیں نمبر ا یہ چوکیداری اس مال سے بہتر ہے جو اس راہ میں خرچ کیا جائے نمبر۲ اس چوکیداری پر آخرت میں ملنے والا اجر و بدلہ جو کچھ اس دنیا میں ہے اس سے بہتر ہے۔

جہاد میں ایک صبح یا شام دنیا سے بہتر

۳۷۱۱/۶ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَغَدْوَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا۔ (متفق عليه)

أخرجه البخاري في صحيحه كتاب الرقاق، باب مثل الدنيا في الآخرة ١١ / ٢٣٢، الحديث رقم ٦٤١٥، و مسلم في ٣ / ١٥٠٠، الحديث رقم (١١٣ ـ ١٨٨١) و أحمد في المسند ٥ / ٣٣٩

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک صبح یا شام اللہ تعالیٰ کی راہ میں جانا یہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے۔ اس سے بہتر ہے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یعنی اسکا ثواب اور فضیلت دنیا اور اس کی تمام نعمتوں سے بہتر ہے۔ کیونکہ دنیا کی نعمتیں فنا پذیر اور آخرت کی نعمتیں بقاء والی ہیں۔(ع)

ایک دن کی چوکیداری ایک ماہ کے روزے سے بڑھ کر

۳۷۱۲/۷ وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ رِبَاطُ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَقِيَامِهٖ وَاِنْ مَاتَ جَرٰى عَلَيْهِ عَمَلُهُ الَّذِيْ كَانَ يَعْمَلُهُ وَاُجْرِيَ رِزْقُهُ وَاَمِنَ الْفَتَّانَ ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه كتاب الامارة، باب فضل الرباط، ٣ / ١٥٢٠، الحديث رقم (١٦٣ ـ ١٩١٣) والنسائي في

السنن ٦ / ٣٩‘ الحديث رقم ٣١٦٧‘ وأحمد فی المسند ٥ / ٤٤٠

ترجمہ: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو میں نے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جہاد میں ایک دن اور ایک رات کی چوکیداری ایک ماہ کے روزے اور شب سے بہتر ہے۔ اور اگر چوکیداری میں مرگیا تو اس کا ثواب جاری رہے گا۔ (یعنی ہمیشہ ثواب اسے پہنچتا رہے گا) ان اعمال کا جو وہ زندگی میں کرتا تھا اور اس کا رزق بھی جاری کردیا جاتا ہے۔ (یعنی جنت کا شراب وطعام) اور عذاب قبر کے فرشتوں کی باز پرس سے (یا دجال وشیطان کے فتنے سے) امن میں رہتا ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

جہاد کے غبار والے کو جہنم سے محفوظ کردیا

۳۷۱۳/۸ وَعَنْ اَبِیْ عَبْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحيحه كتاب الجهاد‘ ٦ / ٢٩‘ الحديث رقم ٢٨١١‘ والترمذی فی السنن ٤ / ١٤٦‘ الحديث رقم ١٦٣٢‘ والنسائی فی ٦ / ١٤‘ الحديث رقم ٣١١٦

ترجمہ: حضرت ابوعبس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس بندے کے قدم اللہ کی راہ میں (یعنی جہاد میں) غبار آلود ہوئے اس کو آگ نہ پہنچے گی۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ راہ جہاد میں کوشش سے یہ کنایہ ہے۔ اس میں مبالغہ ہے کہ جب قدموں کے غبار آلود ہونے کا ثواب اس قدر ہے کہ دوزخ کی آگ اسے چھو نہیں سکتی تو بذات خود جہاد کا ثواب کس قدر ہوگا۔ (ح)

کافر کا قاتل جہنم سے دور

۳۷۱۴/۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا يَجْتَمِعُ كَافِرٌ وَقَاتِلُهٗ فِی النَّارِ اَبَدًا۔

(رواه مسلم)

اخرجه البخاری فی صحيح كتاب الامارة‘ باب من قتل كافراً‘ ٣ / ١٥٠٥‘ الحديث رقم (١٣٠ ـ ١٩٨١) و أبو داوٗد فی السنن ٣ / ١٧‘ الحديث رقم ٢٤٩٥

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کافر اور اس کو مارنے والا دونوں دوزخ کی آگ میں جمع نہیں ہوسکتے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں یہ بشارت ہے کہ جو جہاد میں کافر کو مارے گا وہ ہرگز دوزخ میں نہ جائیگا۔ یہ درحقیقت جہاد کی عظمت کا بیان ہے کہ جو جہاد کرے گا اور کسی کافر کو مارے گا اور جو جہاد کیلئے دوڑ دھوپ کرے اگرچہ کافر کو نہ مارے تب بھی وہ جنتی ہے۔

دو قابل تعریف زندگیاں

۱۰/۳۷۱۵ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَيْرِ مَعَاشِ النَّاسِ لَهُمْ رَجُلٌ مُمْسِكٌ عِنَانَ فَرَسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَطِيْرُ عَلٰى مَتْنِهٖ كُلَّمَا سَمِعَ هَيْعَةً اَوْفَزْعَةً طَارَعَلَيْهِ يَبْتَغِى الْقَتْلَ وَالْمَوْتَ مَظَانَّهٗ اَوْرَجُلٌ فِيْ غُنَيْمَةٍ فِيْ رَأْسِ شَعَفَةٍ مِنْ هٰذِهِ الشَّعَفِ اَوْ بَطْنِ وَادٍ مِنْ هٰذِهِ الْاَوْدِيَةِ يُقِيْمُ الصَّلَاةَ وَيُؤْتِي الزَّكٰوةَ وَيَعْبُدُرَبَّهٗ حَتّٰى يَأْتِيَهُ الْيَقِيْنُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ اِلَّا فِيْ خَيْرٍ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه كتاب الامارة' باب فضل الجهاد' ۳ /۱۵۰۳' الحديث رقم (۱۲۵ ـ ۱۸۸۹) وابن ماجه فی السنن ۲ / ۱۳۱۶' الحديث رقم ۳۹۷۷

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں سے اس شخص کی زندگی بہترین زندگی ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں گھوڑے کی لگام تھامے گھوڑے کی پشت پر جلدی سے سوار ہو کر چلتا ہے جب کہ وہ کوئی خوفناک آواز یا فریادرسی چاہنے والے کی آواز سنتا ہے۔ وہ موت کے خطرناک مقامات پر مارے جانے کو تلاش کرتا ہے۔ (یعنی وہ مرنے مارنے سے نہیں ڈرتا اور نہ بھاگتا ہے بلکہ اس کو تلاش کرتا پھرتا ہے)۔ یا اس آدمی کی زندگی جو پہاڑ کی چوٹی پر بکریوں کے ریوڑ میں پہاڑوں پر زندگی گزارتا ہے یا پہاڑی نالوں میں سے کسی نالے میں رہتا ہے۔ وہ (اس جگہ) نماز قائم کرتا اور زکوٰۃ ادا کرتا ہے (یعنی اگر اس کی بکریاں نصاب کو پہنچتی ہیں) اور اپنے پروردگار کی بندگی کرتا ہے یہاں تک کہ اس پر موت آتی ہے۔ یہ شخص لوگوں کے اندر بھلائی میں ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اِلَّا فِيْ خَيْرٍ: یعنی بھلائی میں اس لئے ہے کہ یہ ان کو اپنے شر سے محفوظ رکھتا ہے اور خود ان کے شر سے بچتا ہے۔ ان کے ساتھ بھلائی میں تو شریک ہے برائی میں نہیں۔

حاصل روایت: اس میں جہاد کی طرف رغبت دلائی گئی ہے دشمنان دین سے جہاد کی تحریض اور نفس وشیطان کے ساتھ مجاہدہ کی طرف متوجہ کیا گیا اور لذات وشہوات سے مکمل اعراض کی طرف راغب کیا گیا ہے۔

اور اس بات پر متنبہ کیا گیا ہے کہ لوگوں سے میل جول میں دین کی تائید اور شریعت کی تقویت کا پہلو غالب ہونا چاہیے۔ ورنہ گوشہ نشینی بہتر ہے۔

نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول: اس حدیث میں ان لوگوں کیلئے دلیل ہے جو گوشہ نشینی کو مخالطت پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور اس میں اختلاف مشہور ہے کہ امام شافعیؒ اور اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ اختلاط اور میل جول افضل ہے جب کہ فتنوں سے حفاظت ہو۔

نمبر۲ زاہدوں کی ایک جماعت کا کہنا ہے گوشہ نشینی افضل ہے۔ انہوں نے اسی روایت سے استدلال کیا ہے۔

جمہور کا جواب: نمبرا یہ روایت فتنوں کے زمانہ سے متعلق ہے۔

نمبر۲ اس شخص سے متعلق ہے جو لوگوں کے مابین رہ کر ان کی ایذاء پر صبر کی طاقت نہیں رکھتا۔ چنانچہ انبیاء علیہم السلام وصحابہ رضی اللہ عنہم کی

اکثریت اور تابعین اور علماء کی غالب اکثریت اختلاط رکھنے والی ہے۔ اختلاط سے اجتماعی منافع نماز جمعہ جماعت نمازِ جنازہ عیادت مرضیٰ وغیرہ حاصل ہوتے ہیں جو گوشہ نشینی میں مفقود ہیں (ح۔ع)

مجاہد کو سامان دینا بھی جہاد ہے

۳۷۱۶/۱۱ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِيْ اَهْلِهٖ فَقَدْ غَزَا۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاری فی صحيحه كتاب الجهاد' باب من جهز غازيا' ٦ / ٤٩' الحديث رقم ٢٨٤٣' و مسلم فی ٣ / ١٥٠٧' الحديث رقم (١٣٥ ـ ١٨٩٥) و أبو داود فی السنن ٣ / ٢٥' الحديث رقم ٢٥٠٩' والنسائی فی ٦ / ٤٦' الحديث رقم ٣١٨٠' وابن ماجه ٢ / ٩٢٢' الحديث رقم ٢٧٥٩' وأحمد فی المسند ٤ / ١١٥'

ترجمہ: حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مجاہد کا سامان درست کیا پس اس نے واقعتاً جہاد کیا (یعنی وہ جہاد کرنے والوں کے حکم میں ہے اور جہاد کے ثواب میں شریک ہے) اور جو غازی کا نائب وخلیفہ اس کے اہل وعیال میں بنا (یعنی ان کی خدمت گزاری کرتا رہا) پس تحقیق اس نے جہاد کیا۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

مجاہد کے اہل خانہ میں خیانت کی سزا

۳۷۱۷/۱۲ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُرْمَةُ نِسَاءِ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ كَحُرْمَةِ اُمَّهَاتِهِمْ وَمَامِنْ رَجُلٍ مِنَ الْقَاعِدِيْنَ يَخْلُفُ رَجُلًا مِنَ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ اَهْلِهٖ فَيَخُوْنُهٗ فِيْهِمْ اِلَّا وُقِفَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَأْخُذُ مِنْ عَمَلِهٖ مَاشَاءَ فَمَا ظَنُّكُمْ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحهكتاب الامارة' باب حرمة النساء المجاهدين' ٣ / ١٥٠٨' الحديث رقم (١٣٩' ١٨٩٧)' و أبو داود في السنن ٣ / ١٧' الحديث رقم ٢٤٩٦' والنسائي في ٦ / ٥' الحديث رقم ٢٤٩٦' وأحمد في المسند ٥ / ٣٥٥

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ نے ارشاد فرمایا مجاہد کی عورتوں کی حرمت ان لوگوں کیلئے جو (گھروں میں) بیٹھے ہیں اور جہاد کیلئے نہیں نکلے ماؤں کی حرمت کی طرح ہے۔ (یعنی ان کو چاہیے کہ وہ ان کی عورتوں میں خیانت نہ کریں اور نظر بد سے نہ دیکھیں اور اس طرح حرام سمجھیں گویا کہ وہ ان کی مائیں ہیں)۔ بیٹھنے والوں میں سے جو شخص ان کا نائب بنے اس کے اہل میں (یعنی اس کی بیوی یا لونڈی یا قرابتداروں کے) پھر وہ اس کی خیانت کرے تو قیامت کے دن وہ اس مجاہد کے سامنے کھڑا کیا جائے گا۔ پھر وہ مجاہد اس کے اعمال میں سے جو عمل چاہے گا لے لے گا۔ پس تمہارا کیا خیال ہے؟ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ **فَمَا ظَنُّكُمْ** : نمبرا یعنی تمہارا کیا خیال ہے کہ مجاہد اس کی نیکیاں چھوڑے گا یعنی اس موقعہ پر مجاہد اس کی ایک نیکی

باقی نہ رہنے دے گا۔ نمبر۲ کیا اللہ تعالیٰ کے متعلق گمان کرتے ہو کہ وہ اس خیانت کے باوجود بدلہ نہ لے گا نمبر۳ کیا گمان کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ فضیلت و مرتبہ عنایت کیا ہے۔ یعنی ضروری ہے کہ اس کی مزید بزرگیاں اور مراتب بھی سونپے جائیں جو کہ اس کے علاوہ ہوں۔ (ع)

مہار والی سات سو اونٹنیاں

۱۳/۳۷۱۸ وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ بِنَاقَةٍ مَخْطُوْمَةٍ فَقَالَ هٰذِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَكَ بِهَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ سَبْعُ مِائَةِ نَاقَةٍ كُلُّهَا مَخْطُوْمَةٌ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحهکتاب الامارة،باب فضل الصدقة فی سبیل الله، ۳ / ۱۵۰۵، الحدیث رقم ۱۳۲ ـ ۱۸۹۲) والنسائی فی السنن ٦ / ٤٩، الحدیث رقم ۳۱۸۷ والدارمی فی ۲ / ۲٦۸، الحدیث رقم ۲٤۰۲، وأحمد فی المسند ٥ / ۲۷٤

ترجمہ: حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ایک آدمی مہار والی اونٹنی لایا اور کہنے لگا یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہے (یعنی میں نے اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دیا) تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیرے لئے اس اونٹنی کے بدلے قیامت کے دن سات سو اونٹنیاں ہوں گی، تمام کو مہاریں پڑی ہوں گی۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

مشترک ثواب

۱۴/۳۷۱۹ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا اِلٰى بَنِیْ لَحْیَانَ مِنْ هُذَیْلٍ فَقَالَ لِیَنْبَعِثْ مِنْ كُلِّ رَجُلَیْنِ اَحَدُهُمَا وَالْاَجْرُ بَیْنَهُمَا۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحهکتاب الامارة، باب فضل اعانة المغازی، ۳ / ۵۰۷، الحدیث رقم (۱۳۷ ـ ۱۸۹٦) وأحمد فی المسند ۳ / ٤٩۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر بھیجنے کا ارادہ فرمایا جس کو قبیلہ ھذیل کی شاخ بنو لحیان کی طرف روانہ کرنا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا دو شخصوں میں سے ایک اٹھے یعنی ہر قبیلہ میں سے آدھے جائیں اور جہاد کا ثواب دونوں کو مشترک ملے گا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یعنی جو لوگ مجاہدین کے گھروں میں خبر گیری کیلئے رہیں گے ان کو بھی مجاہدین جیسا ثواب ملے گا۔ (ع)

اس دین کیلئے ایک جماعت لڑتی رہے گی

۱۵/۳۷۲۰ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَنْ یَّبْرَحَ هٰذَا الدِّیْنُ قَائِمًا یُقَاتِلُ عَلَیْهِ عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه کتاب الامارة، باب لا تزال طائفة، ۳ / ۱۵۲٤، الحدیث رقم (۱۷۲ ـ ۱۹۲۲)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس دین کیلئے لڑتی رہے گی۔ (یعنی تمام روئے زمین کبھی جہاد سے خالی نہ رہے گی۔ کہیں نہ کہیں یہ جاری رہے گا) یہاں تک کہ قیامت آئے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَةُ: قیامت کے قائم ہونے تک۔ طیبی کا قول:۔ یہ یقاتل سے مستانفہ جملہ ہے۔ اور پہلے جملہ کا بیان ہے۔ یعنی اس جماعت کے جہاد کی وجہ سے یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا اور اغلباً اس طرح ہے کہ اس زمانہ میں یہ روم کے لوگ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے مدد کی اور ان کے دشمنوں کو رسوا کر دیا۔ (ح)

قیامت میں شہید کا خون کستوری کی مہک دے گا

۳۷۲۱/۱۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُكْلَمُ اَحَدٌ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَنْ يُّكْلَمُ فِیْ سَبِيْلِهٖ اِلاَّ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَجُرْحُهٗ يَثْعَبُ دَمًا اللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ وَالرِّيْحُ رِيْحُ الْمِسْكِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحهکتاب الجهاد، باب من یجرح فی سبیل الله عزوجل ٦ / ٢٠، الحدیث رقم ٢٨٠٣، و مسلم فی ٣ / ١٤٩٦، الحدیث رقم (١٠٥ ـ ١٨٧٦) والترمذی فی السنن ٤ / ١٥٨، الحدیث رقم ١٦٥٦، والنسائی فی ٦ / ٢٨، الحدیث رقم ٣١٤٧، وابن ماجه فی ٢ / ٩٣٤، الحدیث رقم ٢٧٩٥، والدارمی فی ٢ / ٢٧٥، الحدیث رقم ٢٤٠٦، و مالك فی الموطا ٢ / ٤٦١، الحدیث رقم ٢٩، فی کتاب الجهاد وأحمد فی المسند ٢ / ٢٤٣

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخمی کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے زخمی ہونے کو خوب جانتے ہیں۔ وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون کے رنگ میں خون بہہ رہا ہوگا جس کی خوشبو مشک جیسی ہوگی۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

جنت میں آنے کی تمنا صرف شہید کرے گا

۳۷۲۲/۱۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يُحِبُّ اَنْ يَّرْجِعَ اِلَی الدُّنْيَا وَلَهٗ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَیْءٍ اِلاَّ الشَّهِيْدُ يَتَمَنّٰی اَنْ يَّرْجِعَ اِلَی الدُّنْيَا فَيُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ لِمَا يَرٰی مِنَ الْكَرَامَةِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه کتاب الجهاد، تمنی المجاهد، ٦ / ٢٢، الحدیث رقم ٢٨١٧، و مسلم فی ٣ / ١٤٩٨، الحدیث رقم (١٠٩ ـ ١٨٧٧) والدارمی فی السنن ٤ / ١٥١، الحدیث رقم ١٦٤٣، والنسائی فی ٦/٣٦، الحدیث رقم ٣١٦٠، والترمذی فی ٢ / ٢٧١، الحدیث رقم ٢١٠٩، وأحمد فی المسند ٣ / ١٣١

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں جانے کے بعد کوئی شخص

دنیا میں آنے کی تمنا نہ کرے گا خواہ اسے تمام دنیا مل جائے' سوائے شہید کے وہ دنیا میں آنے کی تمنا کرے گا کہ وہ دنیا میں لوٹے اور دس بار مارا جائے۔ (یعنی بہت بار)۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس کا ثواب اور اس کی عظمت کو دیکھ رہا ہے۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

شہداء کی ارواح پرندوں کے قالبوں میں

۳۷۲۳/۱۸ وَعَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَأَلْنَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ الاٰية قَالَ اِنَّا قَدْ سَأَلْنَا عَنْ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَرْوَاحُهُمْ فِيْ اَجْوَافِ طَيْرٍ خُضْرٍ لَهَا قَنَادِيْلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَ تْ ثُمَّ تَأْوِيْ اِلٰى تِلْكَ الْقَنَادِيْلِ فَاطَّلَعَ اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ اِطِّلَاعَةً فَقَالَ هَلْ تَشْتَهُوْنَ شَيْئًا قَالُوْا اَىَّ شَيْءٍ نَشْتَهِيْ وَنَحْنُ نَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْنَا فَفَعَلَ ذٰلِكَ بِهِمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا رَاَوْا اَنَّهُمْ لَنْ يُّتْرَكُوْا مِنْ اَنْ يَّسْاَلُوْا قَالُوْا يَا رَبِّ نُرِيْدُ اَنْ تَرُدَّ اَرْوَاحَنَا فِيْ اَجْسَادِنَا حَتّٰى نُقْتَلَ فِيْ سَبِيْلِكَ مَرَّةً اُخْرٰى فَلَمَّا رَاٰى اَنْ لَّيْسَ لَهُمْ حَاجَةٌ تُرِكُوْا۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه کتاب الامارة' باب ارواح الشهداء' الحدیث رقم (۱۲۱ ۔ ۱۸۸۷) وأخرجه الترمذی فی السنن ۵ / ۲۱۵' الحدیث رقم ۳۰۱۱' والدارمی فی ۲ / ۲۷۱' الحدیث رقم ۲۴۱۰

ترجمہ: مسروق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کا معنی پوچھا: لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ...... تو وہ فرمانے لگے ہم نے خود جناب رسول اللہ ﷺ سے اس سلسلہ میں دریافت کیا تھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان کی ارواح سبز رنگ کے پرندوں کے قالبوں میں ڈالی جاتی ہیں اور ان کے لئے عرش کے نیچے لٹکائی گئی قنادیل ہیں جو کہ بمنزلہ گھونسلوں کے ہیں۔ وہ جنت کے میوے کھاتے اور جنت میں جہاں چاہتے ہیں وہاں ٹھکانہ بنالیتے ہیں۔ پھر وہ ان قنادیل میں آرام کرتی ہیں اللہ تعالیٰ ان کی طرف جھانکتے ہیں اور فرماتے ہیں کیا تم کوئی چیز چاہتے ہو۔ تو وہ عرض کرتے ہیں ہم اور کیا چاہیں گے کہ ہم تو جنت کے میوے کھاتے ہیں جہاں سے چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے یہ تین بار سوال فرماتے ہیں۔ جب وہ دیکھیں گے کہ ان کو بغیر جواب چارہ کار نہیں (یعنی وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ چاہتے کہ یہ کوئی چیز مانگیں)۔ یہ عرض کریں گے۔ اے ہمارے پروردگار ہم چاہتے ہیں کہ ہماری جانوں کو دوبارہ ہمارے ابدان میں واپس کیا جائے اور دنیا میں بھیجا جائے تا کہ ہم تیری راہ میں قتل کیے جائیں پھر ایک بار فقط۔ جب اللہ تعالیٰ یہ جانیں گے کہ ان کو کچھ حاجت نہیں (یعنی معین ومقرر حاجت۔ کیونکہ انہوں نے تو وہ مطالبہ کیا ہے جو ارادہ الٰہی کے خلاف ہے)۔ تو ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ لیس لھم حاجة: پہلی بار عظیم ثواب کے میسر آنے سے ان کو کسی چیز کی کچھ حاجت نہیں رہی۔ اور اگر دوبارہ قتل ہو گا تو اس کا ثواب اسی کی مثل ہو گا جس کی چنداں حاجت نہیں۔ اس لئے کہ شہید کا ثواب ایک ہی ہے جو اسے حاصل ہو چکا۔

ترکوا : یعنی اللہ تعالیٰ ان کو نہیں پوچھتے بلکہ ان کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔

ایک سوال: اگر دوسری بار پہلی کی طرح ثواب ہو تو اس کا کیا فائدہ کہ وہ دوبارہ ارواح کو بدنوں میں لوٹانے کا مطالبہ کر رہے ہیں تا کہ وہ راہ خدا تعالیٰ میں مارے جائیں۔

الجواب: کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو نعمت عنایت کی اس پر جو شکر لازم ہوتا ہے وہ اس پر قائم وثابت ہیں۔ اعادہ روح کا حقیقت میں سوال مراد نہیں۔

نمبر۲ شاید کہ ان کا خیال یہ ہو کہ دوسری مرتبہ زیادہ بہتر اور کامل ترین جزا ملے گی جو پہلی بار کی جزا سے بڑھ کر ہوگی کیونکہ اس کے لیے مناسب استعداد موجود ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جو عادت جاری فرمائی تو اس کے مطابق ان کو اسی طرح کی جزا ملے گی جب یہ بات ان کو معلوم ہوئی تو اس کو حاجت اور ضرورت نہ سمجھ کر ان سے سوال چھوڑ دیا۔

تنبیہ: ارواحِ شہداء کو پرندوں کے بدنوں میں رکھنے کی مثال اس طرح ہے جس طرح کہ موتیوں کو اعزاز واکرام کی وجہ سے صندوقوں میں رکھا جائے اور اس لیے بھی پرندوں کے بدنوں میں رکھا گیا کہ بہشت میں داخلہ اس صورت کے ساتھ معلق ہے ان بدنوں سے متعلق نہیں اور انہی پرندوں کے قالبوں میں ہونے کی وجہ سے وہ بہشت میں جگہ پاتی ہیں اور وہاں کے پانی' خوشبوؤں' ہواؤں سے فیض یاب ہوتی اور وہاں کے انوار کو ملاحظہ کرتیں اور ان سے لذت پاتی ہیں اور رحمٰن کے قرب اور ملائکہ مقربین کے پڑوس کی وجہ سے خوب خوش ہوتی ہیں۔

قرآن مجید کی آیت: یرزقون فرحین بما آتاہ اللہ سے بھی یہ مراد ہے اور اس سے تناسخ کا ثبوت نہیں ملتا کیونکہ جو لوگ تناسخ کے قائل ہیں وہ اس جہان میں ارواح کے مختلف ابدان میں لوٹنے کے قائل ہیں نہ کہ آخرت میں کیونکہ وہ تو آخرت کے منکر ہیں' جنت اور دوزخ کے قائل نہیں۔

نمبر۳ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنت موجود ہے اور پیدا ہو چکی ہے جیسا کہ اہلسنّت کا مسلک ہے۔ (ح ع)

جہاد پر خطبہ نبوت

۱۹/۳۷۲۴ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِیْهِمْ فَذَكَرَ لَهُمْ اَنَّ الْجِهَادَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالْاِیْمَانَ بِاللّٰهِ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یُكَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَاِنْ قُتِلْتَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَیْفَ قُلْتَ فَقَالَ اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَیُكَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ اِلَّا الدَّیْنَ فَاِنَّ جِبْرِیْلَ قَالَ لِیْ ذٰلِكَ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه کتاب الامارة' باب من قتل فی سبیل الله' ٣ / ١٥٠١' الحدیث رقم (١١٧ ـ ١٨٨٥) والترمذی فی السنن ٤ / ١٨٤' الحدیث رقم ١٧١٢' والنسائی فی ٦ / ٣٤' الحدیث رقم ٣١٥٦' و مالك فی الموطا ٢ / ٤٦١' الحدیث رقم ٣١ من کتاب الجهاد' وأحمد فی المسند ٥ / ٣٠٤

ترجمہ: حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک دن صحابہ ؓ کو خطبہ دیا وراس میں اس بات کا تذکرہ فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور اللہ پر ایمان لانا سب سے زیادہ افضل اعمال ہیں تو ایک آدمی نے کھڑے ہوکر کہا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کا اس سلسلے میں کیا ارشاد ہے اگر میں اللہ کی راہ میں قتل ہو جاؤں تو کیا اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو مٹا دیں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا جی ہاں! اگر تو اللہ کی راہ میں اس طرح قتل ہو کہ تو صبر کرنے والا اور ثواب کا طلبگار ہو اور پیٹھ پھیر کر بھاگنے والا نہ ہو (تو تجھے یہی بدلہ ملے گا) پھر آپ نے فرمایا تم دوبارہ بتلاؤ کہ تم نے کیا کہا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے یہ بتلائیں کہ اگر میں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں تو کیا میرے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا جی ہاں اگر تو اس حالت میں قتل ہو کہ تو صبر کرنے والا اور ثواب کا طلب کرنے والا اور پشت پھیر کے بھاگنے والا نہ ہو (تو تجھے یہی ثواب ملے گا) مگر قرض (یعنی وہ قرض جس کے ادا کرنے کی نیت نہ ہو وہ نہیں بخشا جاتا) جبرئیلؑ نے مجھے یہی بات کہی یعنی یہ ساری بات کہی ہے یا صرف قرض والی بات کہی یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ایمان کا تمام اعمال میں بہترین ہونا واضح ہے اور جہاد کے افضل ہونے کی وجہ اعلاء کلمۃ اللہ کا ذریعہ بننا اور دین کے دشمنوں کا قلع قمع ہے اسی طرح اپنی جان کی قربانی اور مشقت اٹھانا ہے اور نماز کی فضیلت عبادت میں مداومت اور بہت ساری عبادات کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

الا الدین : تورپشتی نے لکھا ہے کہ دین سے مراد یہاں مسلمانوں کے حقوق ہیں بس حاصل کلام یہ ہے کہ جہاد سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں مگر انسانوں کے حقوق معاف نہیں ہوتے (ح ع)

شہادت قرض کے سوا ہر گناہ مٹانے والی ہے

۲۰/۳۷۲۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْقَتْلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یُکَفِّرُ کُلَّ شَیْءٍ اِلَّا الدَّیْنَ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحهکتاب الامارة' باب من قتل فی سبیل الله کفرت خطایاه' إلا الدّین' ٣ / ١٥٠٢' الحدیث رقم (١٢٠ ـ ١٨٨٦)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ کی راہ میں شہید ہو جانا سوائے قرض کے ہر گناہ کو سوائے قرضے کے مٹا دیتا ہے یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اِلَّا الدَّیْنَ : یعنی آدمیوں کے حقوق۔ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ شہداء دریا کے قرض بھی جھاڑے جاتے ہیں۔ (ح)

دو قاتل بہشت میں

۲۱/۳۷۲۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَضْحَكُ اللّٰهُ تَعَالٰی رَجُلَیْنِ یَقْتُلُ اَحَدُهُمَا الْاٰخَرَ یَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ یُقَاتِلُ هٰذَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیُقْتَلُ ثُمَّ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَی الْقَاتِلِ فَیُسْتَشْهِدَ ۔ (متفق علیه)

اخرجه مسلم فی صحیحه کتاب الجهاد' باب الکافر یقتل الصحیح ٦ / ٣٩' الحدیث رقم ٢٨٢٦' و مسلم فی ٣ / ١٥٠٤' الحدیث رقم (١٢٨ ـ ٣١٦٦) والنسائی فی السنن ٦ / ٣٨' الحدیث رقم ٣١٦٦' و مالك فی الموطا ٢ / ٤٦٠' الحدیث رقم ٢٨' من کتاب الجهاد' وأحمد فی المسند ٢ / ٤٦٤

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ جل شانہ دو شخصوں پر ہنستے ہیں (یعنی رحمت ورضامندی سے متوجہ ہوتے ہیں) ایک وہ شخص کہ ایک ان میں سے دوسرے کو قتل کرتا ہے اور دونوں بہشت میں داخل ہوتے ہیں یعنی ایک اللہ کی راہ میں لڑ کر شہید ہو جاتا ہے اور اس سے وہ بہشت میں داخل ہو جاتا ہے پھر قاتل بھی توبہ کرتا ہے یعنی کفر سے توبہ کر کے ایمان لے آتا ہے۔ پھر وہ بھی شہید ہو جاتا ہے تو وہ بھی جنت میں داخل ہوتا ہے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

طالب کیلئے مرتبہ شہادت

۲۲/۳۷۲۷ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَیْفٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَاَلَ اللّٰهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَاِنْ مَاتَ عَلٰی فِرَاشِهٖ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه کتاب الامارة' باب استحباب طلب الشهادة' ٣ / ١٥١٧' الحدیث رقم (١٥٧ ـ ١٩٠٩) و أبو داود فی السنن ٢/١٧٩' الحدیث رقم ١٥٢٠' والترمذی فی ٤ / ١٥٧' الحدیث رقم ١٦٥٣' والنسائی فی ٦ / ٣٧' الحدیث رقم ٣١٦٢' وابن ماجه فی ٢ / ٩٣٥' الحدیث رقم ٢٧٩٧' والدارمی فی ٢ / ٢٧٠' الحدیث رقم ٢٤٠٧

ترجمہ: سہل بن حنیفؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ سے سچے دل سے شہادت مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو شہداء کے مراتب میں پہنچا دیتے ہیں اگرچہ وہ اپنے بستر پر مرے یعنی سچی نیت سے شہداء کا ثواب پاتا ہے یہ مسلم کی روایت ہے۔

حارثہ کی والدہ کو بشارت

۲۳/۳۷۲۸ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ الرُّبَیِّعَ بِنْتَ الْبَرَاءِ وَهِیَ اُمُّ حَارِثَةَ بْنِ سُرَاقَةَ اَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ اَلَا تُحَدِّثُنِیْ عَنْ حَارِثَةَ وَکَانَ قُتِلَ یَوْمَ بَدْرٍ اَصَابَهٗ سَهْمٌ غَرْبٌ فَاِنْ کَانَ فِی الْجَنَّةِ صَبَرْتُ وَاِنْ کَانَ غَیْرَ ذٰلِكَ اِجْتَهَدْتُ عَلَیْهِ فِی الْبُکَاءِ فَقَالَ یَا اُمَّ حَارِثَةَ اِنَّهَا جِنَانٌ فِی الْجَنَّةِ

وَاِنَّ ابْنَكِ اَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْاَعْلٰى۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه کتاب الجهاد' باب من اتاه سهم غرب' ٦ / ٢٥' الحدیث رقم ٢٨٠٩' والترمذی فی السنن ٥ / ٣٠٦' الحدیث رقم ٣١٧٤' وأحمد فی المسند ٣ / ١٢٤

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ براء کی بیٹی رُبیع جو کہ حارثہ بن سراقہ کی والدہ تھیں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگی اے اللہ کے نبی ﷺ آپ حارثہ کے حالات کے بارے میں بیان کیوں نہیں فرماتے یہ حارثہ بدر کے دن نامعلوم تیر کے لگنے سے شہید ہو گئے تھے کہ اگر بہشت میں ہے تو میں صبر کروں اور اگر وہ کسی اور جگہ ہے تو میں اس کے متعلق رونے میں کوشش کروں یعنی خوب روؤ جیسے عام عورتوں کی عادت ہوتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا اے ام حارثہ واقعہ یہ ہے کہ کتنے ہی جنت کے باغ ہیں یعنی درجات ہیں اور یقیناً تیرا بیٹا وہ اعلیٰ جنت یعنی جنت الفردوس میں پہنچا ہے یہ بخاری کی روایت ہے۔

عمیر کا شوقِ شہادت

۲۴/۳۷۲۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ انْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ حَتّٰى سَبَقُوا الْمُشْرِكِيْنَ اِلٰى بَدْرٍ وَجَاءَ الْمُشْرِكُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا اِلٰى جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ قَالَ عُمَيْرُ بْنُ الْحُمَامِ بَخٍ بَخٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَحْمِلُكَ عَلٰى قَوْلِكَ بَخٍ بَخٍ قَالَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَّا رَجَاءَ اَنْ اَكُوْنَ مِنْ اَهْلِهَا قَالَ فَاِنَّكَ مِنْ اَهْلِهَا قَالَ فَاَخْرَجَ تَمَرَاتٍ مِّنْ قَرَنِهٖ فَجَعَلَ يَاْكُلُ مِنْهُنَّ ثُمَّ قَالَ لَئِنْ اَنَا حَيِيْتُ حَتّٰى اٰكُلَ تَمَرَاتِيْ اِنَّهَا لَحَيَاةٌ طَوِيْلَةٌ قَالَ فَرَمٰى بِمَا كَانَ مَعَهٗ مِنَ التَّمْرِ ثُمَّ قَاتَلَهُمْ حَتّٰى قُتِلَ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه کتاب الامارة' باب ثبوت الجنة للشهید' ٣ . ١٥٠٩' الحدیث رقم (١٤٥ ـ ١٩٠١) وأحمد فی المسند ٣ / ١٣٧

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام مدینہ منورہ سے بدر کی طرف روانہ ہوئے یہاں تک کہ وہ مشرکین سے بدر میں سبقت کر گئے یعنی وہ کفار سے پہلے بدر میں پہنچے اور مشرک (مسلمانوں کے بعد وہاں) آئے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم جنت کی طرف کھڑے ہو جاؤ جس کی چوڑائی آسمان و زمین کے برابر ہے (یہ سن کر) عمیر بن حمام انصاری نے کہا خوب۔ خوب! اس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے یہ بات کس بناء پر کہی خوب۔ خوب۔ تو عمیر کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! میں نے یہ بات اس امید سے کہی کہ میں جنت والوں میں سے ہو جاؤں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا تو اہل جنت میں سے ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد عمیر نے اپنے ترکش سے کھجوریں نکالیں اور انہیں کھانے لگے۔ پھر کہنے لگے اگر اپنی کھجوروں کے کھانے تک میں زندہ رہوں تو واقعہ میں یہ زندگی بہت طویل و دراز ہے۔ ان کھجوروں کو پھینک دیا جو ان کے پاس تھیں پھر کفار سے قتال میں مصروف ہو گئے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ قوموا الی جنة۔تم جنت کی طرف کھڑے ہو جاؤ یعنی تم ایسے عمل کی طرف کھڑے ہو جاؤ جو جنت میں جانے کا سبب ہے اور وہ جہاد ہے۔

عرضها السمٰوٰت اس سے مقصود جنت کی فراخی بیان کرنا ہے اس لئے اس کو ایسی چیز سے تشبیہ دی ہے جو لوگوں کے ذہن میں سب سے زیادہ وسیع چیز ہے اور چوڑائی کا یہ حال ہے تو طوالت کا کیا حال ہوگا۔

بخ بخ قال رسول الله ﷺ ما یحملك گویا آپ نے خیال فرمایا کہ شاید عمیر نے یہ کلام بغیر فکر و تامل اور بغیر نیت کے کر دیا جو اس شخص کے کلام کے مشابہ ہے جو ہزل و مزاح میں شامل ہوتا ہے یا قتل سے ڈرتا ہے۔تو عمیر نے اپنے سے اس بات کی نفی کرتے ہوئے کہا۔

لا و الله :اللہ کی قسم ایسا نہیں زندگی دراز ہے یعنی اگر سب کھجوروں کے کھانے تک کا انتظار کروں تو اس وقت تک زندہ رہنا بڑی طویل زندگی ہے۔حاصل یہ ہے کہ انہوں نے حصولِ شہادت کے شوق اور تاخیر قتال کی بناء پر اس زندگی کو وبال سمجھا۔

(ح۔ع)

شہداء کی اقسام

۳۷۳۰/۲۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَعُدُّوْنَ الشَّهِيْدَ فِيْكُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ قُتِلَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ قَالَ اِنَّ شُهَدَاءَ اُمَّتِىْ اِذًا لَقَلِيْلٌ مَنْ قُتِلَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ مَاتَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ مَاتَ فِى الطَّاعُوْنِ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ مَاتَ فِى الْبَطْنِ فَهُوَ شَهِيْدٌ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۳ / ۱۵۲۱، کتاب الامارة، باب بیان الشهداء، الحدیث رقم (۱۶۵ ـ ۱۹۱۵)

ترجمہ :حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ نے فرمایا کہ تم شہید کس کو شمار کرتے ہو۔صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارا جائے وہ شہید ہے۔آپ نے فرمایا اس طرح تو میری امت کے شہداء بہت کم ہوں گے۔جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارا جائے وہ شہید ہے یعنی حقیقی شہید اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں فوت ہو پس وہ بھی شہید ہے، جو شخص طاعون کے مرض میں مرجائے وہ بھی شہید ہے، جو پیٹ کے مرض یعنی استسقاء یا اسہال سے مرجائے وہ بھی شہید ہے۔یعنی وہ درجات میں شہداء حقیقی کے ساتھ شریک ہے تمام احکام میں شریک نہیں)۔یہ مسلم کی روایت ہے۔

پورے اجر والے مجاہد

۳۷۳۱/۲۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ غَازِيَةٍ اَوْسَرِيَّةٍ تَغْزُوْفَتَغْنَمُ

وَتَسْلَمَ اِلَّا كَانُوْا قَدْ تَعَجَّلُوْا ثُلُثَيْ اُجُوْرِهِمْ وَمَامِنْ غَازِيَةٍ اَوْسَرِيَّةٍ تُخْفِقُ وَتُصَابُ اِلَّا تَمَّ اُجُوْرُهُمْ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۳ / ۱۵۱۵ كتاب الامارة' باب بيان قدر ثواب من غزا فغنم ومن لم يغنم' الحديث رقم (۱۵٤ ـ ۱۹۰٦) وأبو داود فی السنن ۳ / ۱۸' الحديث رقم ۲٤۹۷

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو جماعت جہاد کرنے والی ہو یا جہاد کرنے والا لشکر ہو اور وہ جہاد کر کے غنیمت لائے اور صحیح سالم واپس لوٹ آئے۔ تو انہوں نے جلدی سے اپنا دو تہائی اجر پالیا اور جو جماعت جہاد کرتی ہے یا لشکر جہاد کرتا ہے اور غنیمت لے کر واپس نہیں لوٹتا ہے زخمی کیا جاتا یا مارا جاتا ہے تو اس کا پورا ثواب لکھا جاتا ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ تَعَجَّلُوْا ثُلُثَيْ اُجُوْرِهِمْ :انہوں نے اپنی مزدوری کے دوثلث غنیمت اور سلامتی کی صورت میں وصول کر لیے اور باقی ایک تہائی جہاد کا ثواب آخرت میں ملے گا۔ اسی حساب سے جو سلامتی کے ساتھ واپس لوٹا مگر غنیمت نہ لایا اس نے ایک تہائی اجر پالیا اور اس کا دو تہائی باقی رہا۔

تخفق وتصاب: جو جہاد میں شہید ہو گیا یا زخمی کیا گیا اور غنیمت نہ ملی تو اس کا کامل ثواب آخرت کیلئے محفوظ ہے جو اسے وہاں ملے گا۔ (ح۔ع)

جس کے دل میں جہاد کا خیال بھی نہ گزرا وہ نفاق پر مرا

۳۷۳۲/۲۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُوَلَمْ يُحَدِّثْ بِهٖ نَفْسَهٗ مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِنْ نِّفَاقٍ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۳ / ۱۵۱۷' كتاب الامارة' باب ذم من مات ولم يغنز' الحديث رقم (۱۸۵ ـ ۱۹۱۰) و أبو داود فی السنن ۳ / ۲۲' الحديث رقم ۲۵۰۲' والنسائی فی ٦ / ۸' الحديث رقم ۳۰۹۷

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اس حالت میں فوت ہوا کہ اس نے نہ جہاد کیا اور نہ اس کے دل میں جہاد کا خیال گزرا وہ نفاق کی ایک قسم پر مرا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ولم يحدث به: یعنی جہاد کا ارادہ بھی نہ کیا اور نہ یہ کہا کہ کاش میں جہاد کرنے والا ہوتا پس یہ شخص منافقین کے مشابہ ہے جو کہ جہاد سے کتراتے ہیں۔ جیسا فرمان رسول ہے: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ ...... ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ جہاد کی نیت کرے۔

نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول: اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص ایک عبادت کی نیت کرے پھر وہ اس کی ادائیگی سے پہلے مرجائے' اس کی طرف برائی اتنی متوجہ نہیں ہوتی جتنی اس شخص کی طرف متوجہ ہوتی ہے جو بغیر نیت جہاد مرجائے۔

شوافع کا قول: اس بارے میں ہمارے علماء کا اختلاف ہے کہ جو شخص نماز پر اول وقت میں قدرت رکھتا تھا پھر بھی اس نے مؤخر

کیا نیت یہ تھی کہ وہ اسے ادا کرے گا۔ وہ مرجائے یا حج کو اس طرح مؤخر کرے۔ بعض کہتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں گنہگار ہوگا۔ بعض نے کہا کہ دونوں صورتوں میں گنہگار نہیں ہوگا۔

نمبر۲۔ بعض نے کہا حج میں گنہگار ہوگا البتہ نماز میں گنہگار نہ ہوگا۔ یہ آخری قول ہمارے مذہب کے موافق ہے۔

اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے لڑنے والا اصل مجاہد ہے۔

۲۸/۳۷۳۳ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ وَالرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِلذِّکْرِ وَالرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِیُرٰی مَکَانُہٗ فَمَنْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ مَنْ قَاتَلَ لِتَکُوْنَ کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦ / ٢٧ کتاب الجهاد' باب من قاتل لتکون کلمة الله' الحدیث رقم ٢٨١٠' و مسلم فی ٣ / ١٥١٢' الحدیث رقم (١٤٩ ـ ١٩٠١) وأبو داود فی السنن ٣ / ٣١' الحدیث رقم ٢٥١٧' والنسائی فی ٦ / ٢٣' الحدیث رقم ٣١٣٦' وابن ماجه فی ٢ / ٩٣١' الحدیث رقم ٢٧٨٣' وأحمد فی المسند ٤ / ٤٥٣

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ ایک آدمی غنیمت کیلئے لڑتا ہے اور ایک شخص شہرت کیلئے لڑتا ہے۔ (کہ جس کو سمعہ کہتے ہیں)۔ ایک شخص اسلئے لڑتا ہے تاکہ قتال میں اس کا مرتبہ معلوم ہو یعنی بہادری ظاہر کرنے کیلئے (کہ جس کو ریا کہا جاتا ہے) ان میں سے کونسا اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہے آپ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کیلئے لڑے وہ اللہ کی راہ میں ہے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

معذورین ثوابِ جہاد میں برابر شریک ہیں

۲۹/۳۷۳۴ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجَعَ مِنْ غَزْوَۃِ تَبُوْکَ فَدَنَا مِنَ الْمَدِیْنَۃِ فَقَالَ اِنَّ بِالْمَدِیْنَۃِ اَقْوَامًا مَا سِرْتُمْ مَسِیْرًا وَلَا قَطَعْتُمْ وَادِیًا اِلَّا کَانُوْا مَعَکُمْ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اِلَّا شَرِکُوْکُمْ فِی الْاَجْرِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَھُمْ بِالْمَدِیْنَۃِ قَالَ وَھُمْ بِالْمَدِیْنَۃِ حَبَسَھُمُ الْعُذْرُ۔

(رواه البخاری و رواه مسلم عن جابر)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٣٨١٥' کتاب المغازی' ٨ / ١٢٦' الحدیث رقم ٤٤٢٣' وابن ماجه فی ٢ / ٩٢٣' الحدیث رقم ٢٧٦٤ ـ اخرجه مسلم فی صحیحه ٣ / ٥١٨' الحدیث رقم (١٥٩ ـ ١٩١١) وابن ماجه ٢ / ٩٢٣' الحدیث رقم ٢٧٦٥' وأحمد فی المسند ٣ / ٣٠٠

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس لوٹے اور مدینہ کے قریب ہوئے تو آپ نے فرمایا بلاشبہ مدینہ میں کچھ لوگ ہیں کہ تم جس جگہ چلے اور جو جنگل عبور کیا وہ تمہارے ساتھ تھے (یعنی دل اور دعاؤں کی توجہ کے ساتھ اگرچہ بظاہر تمہارے ساتھ نہ تھے) اور ایک روایت میں ہے۔ مگر وہ تمہارے ثواب میں شریک ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے

عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ مدینہ میں ہیں یعنی باوجودیکہ وہ مدینہ میں ہیں اور جہاد کیلئے نہیں نکلے پھر ہمارے ساتھ کس طرح شریک ہیں۔ فرمایا ہاں وہ مدینہ میں ہیں اس کے باوجود وہ ثواب میں شریک ہیں۔ اس لئے کہ ان کو شرکت جہاد سے عذر مانع ہوا۔ یعنی عذر کی وجہ سے وہ جہاد میں تمہارے ساتھ نہیں آئے۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔

تشریح ۞ عذر کی وجہ سے مدینہ میں بیٹھے رہنے والے ثواب میں برابر کے شریک تھے' البتہ جہاد کرنے والے ان سے افضل ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ** ...... [النساء : ۹۵] اللہ تعالیٰ نے مال سے جہاد کرنے والوں کو فضیلت دی ہے۔ (ع)

ماں باپ کا حق خدمت

۳۰/۳۷۳۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْذَنَهُ فِي الْجِهَادِ فَقَالَ اَحَيٌّ وَالِدَيْكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفِيْهِمَا فَجَاهِدْ (متفق عليه وفى رواية) **فَارْجِعْ اِلٰى وَالِدَيْكَ فَاَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا۔** (متفق عليه)

اخرجه البخارى فى صحيحه ٦ / ١٤٠' الحديث رقم ٣٠٠٤' و مسلم كتاب الامارة' باب ثواب من حبسه' ٤ / ١٩٧٥' الحديث رقم ٥ / ٢٥٤٦' و أبو داود فى السنن ٣ / ٣٨' الحديث رقم ٢٥٢٩' والترمذى ٤ / ١٦٤' الحديث رقم ١٦٧١' والنسائى فى ٦ / ١٠' الحديث رقم ٣٠١٣' وأحمد فى المسند ٢ / ١٨٨۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور جہاد کی اجازت طلب کی آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں۔ اس نے کہا جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا انہیں میں تمہارا جہاد ہے۔ یعنی ان کی خدمت میں خوب کوشش کرو۔ یہ تمہارے حق میں جہاد کا حکم رکھتی ہے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔ اور مسلم کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ تو اپنے والدین کی طرف لوٹ جا اور ان کے ساتھ رہ اور ان کے حقوق اچھی طرح ادا کر۔

تشریح ۞ شرح السنۃ میں لکھا ہے یہ نفلی جہاد کا حکم ہے کہ ان کی اجازت سے نکلے جبکہ اس کے والدین مسلمان ہوں اور جب جہاد فرض عین ہو تو ان کی اجازت کی ضرورت نہیں اور اس موقع پر وہ اسے منع کریں تو وہ ان کا کہنا مانے اور اگر ماں باپ کافر ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر ہی نکلے خواہ جہاد فرض ہو یا نفلی۔ اسی طرح کسی نفلی عبادت مثلاً حج وغیرہ کیلئے بھی ان کی اجازت سے نکلے اور نفلی روزہ اگر ان کو ناگوار ہو تو ان کی اجازت کے بغیر نہ رکھے۔ (ع)

فتح کے بعد مکہ سے ہجرت نہیں

۳۱/۳۷۳۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ وَاِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا۔ (متفق عليه)

اخرجه فی صحیحه کتاب الجهاد' باب فضل الجهاد' ٦ / ٣' الحدیث رقم ٢٧٨٣' و مسلم فی ٢ / ٩٨٦' الحدیث رقم (٤٤٥ ، ١٣٥٣) وأبو داود فی السنن ٣ / ٨' الحدیث رقم ٢٤٨٠' والترمذی فی ٤ / ١٢٦' الحدیث رقم : ١٥٩٠' والنسائی فی ٧ / ١٤٦' الحدیث رقم ٤١٧٠' وابن ماجه فی ٢ / ٩٢٦' الحدیث رقم : ١٥٩٠' والدارمی فی ٢ / ٣١٢' الحدیث رقم : ٢٥١٢' وأحمد فی المسند ١ / ٢٥٥

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں لیکن جہاد اور نیت ہے۔ یعنی جب تم کو (جہاد کے لئے) بلایا جائے تو تم سب فرضیت کی بناء پر نکل کھڑے ہو۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ **لا هجرة** : شروع میں مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرض عین تھی بلکہ ہر دار الکفر سے مدینہ کی طرف ہجرت ضروری تھی کیونکہ مسلمان مدینہ میں بھی کمزور تھے۔ ہجرت کو اسی لئے فرض کیا گیا تا کہ مشرکین کا زور زائل ہو جب مکہ فتح ہو گیا تو ہجرت کا سبب زائل ہو گیا پھر ہجرت وہاں سے ضروری نہ رہی۔

باقی طلب علم اور جہاد کیلئے ہجرت یا دار الکفر سے فرار اختیار کرنے کیلئے یہ اسی طرح باقی ہے۔ اسی طرح فتنہ سے علیحدگی کیلئے یا ایسے علاقہ سے ہجرت جس میں نیکی کو ترک کیا جائے اور برائی زور پر ہو اب بھی باقی ہے۔

۲۔**لکن جهاد و نية**: یعنی جہاد کا قصد اور اعمال میں اخلاص یہ اسی طرح باقی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ وطن چھوڑ کر ہر مسلمان کو مدینہ جانا ضروری تھا۔ یہ حکم باقی نہ رہا جہاد کیلئے وطن کا چھوڑنا یا کسی نیک نیت کیلئے مثلاً کفار سے فرار اختیار کرنا۔ بدعت، جہل، فتنہ سے علیحدگی اختیار کرنا اور طلب علم کیلئے وطن چھوڑنا باقی ہے اور یہ منسوخ نہیں ہوا (ح۔ع)

الفصل الثانی:

حق کی خاطر لڑنے والے

۳۲/۳۷۳۷ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ عَلٰى مَنْ نَاوَاهُمْ حَتّٰى يُقَاتِلَ آخِرُهُمُ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ۔

(رواہ ابو داؤد)

اخرجه أبو داود فی السنن کتاب الجهاد' باب فی دوام الجهاد' ٣ / ١١' الحدیث رقم ٢٤٨٤' وأحمد فی المسند ٤ / ٤٢٩

ترجمہ: حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں سے ایک جماعت اظہار حق کیلئے لڑتی رہے گی اور جو شخص ان سے دشمنی کرے گا ان پر غالب رہے گی یہاں تک کہ امت کا آخری

طبقہ مسیح دجال سے قتال کرے گا۔ یہ ابو واقد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اخرھم: یعنی امت کا آخری طبقہ یعنی حضرت امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے متبعین جو دجال سے لڑیں گے اور اسے عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے اور اس کے قتل کے بعد جہاد نہیں ہوگا۔ کیونکہ یاجوج ماجوج پر عدم قدرت کی وجہ سے ان پر جہاد لازم نہ ہوگا اور ان کی ہلاکت کے بعد جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ رہیں گے روئے زمین پر کوئی کافر باقی نہ رہے گا اور ان کی وفات کے بعد جب کفر پھیلے گا تو اس وقت مسلمان ایک ٹھنڈی خشک ہوا سے مر جائیں گے اور صرف کافر باقی رہ جائیں گے اور پورے روئے زمین پر اللہ اللہ کہنے والا کوئی نہ ہوگا تو قیامت قائم کردی جائے گی۔

پس لا تزال والا جملہ قرب قیامت پر محمول ہے اس لئے کہ دجال کا نکلنا تو قیامت کے قرب کی علامات میں سے ہے۔ (ع)

جہاد میں معاونت نہ کرنے کی سزا

۳۳/۳۷۳۸ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَّمْ یَغْزُ وَلَمْ یُجَهِّزْ غَازِیًا اَوْ یَخْلُفْ غَازِیًا فِیْ اَهْلِهٖ بِخَیْرٍ اَصَابَهُ اللّٰهُ بِقَارِعَةٍ قَبْلَ یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔ (رواہ ابو داؤد)

اخرجه أبو داود فی السنن کتاب الجهاد' باب من جهز غازیا ۳ / ۲۲' الحدیث رقم ۲۵۰۳' وابن ماجه فی ۲ / ۹۲۳' الحدیث رقم ۲۷۶۲' والدارمی فی ۲ / ۲۷۵' الحدیث رقم ۲۴۱۸

ترجمہ: حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے نہ تو جہاد کیا اور نہ کسی مجاہد کو سامان دیا یا کسی غازی کی اس کے اہل و عیال میں بھلائی کے ساتھ نیابت کی تو قیامت کے دن سے پہلے وہ کسی سخت مصیبت میں گرفتار ہوگا۔

جان و مال سے جہاد کرو

۳۴/۳۷۳۹ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَاهِدُوا الْمُشْرِکِیْنَ بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ وَاَلْسِنَتِکُمْ۔ (رواہ ابو داد و النسائی و الدارمی)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۲۲ والنسائی فی السنن ۶ / ۷' الحدیث رقم: ۳۰۹۶' والدارمی' کتاب الجهاد' باب فی جهاد المشرکین۔فی ۲ / ۲۸۰' الحدیث رقم ۲۴۳۱' وأحمد فی المسند ۳ / ۱۲۴

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم مشرکین کے ساتھ اپنے اموال اور اپنی جانوں اور زبانوں کے ساتھ جہاد کرو۔ یہ ابو داؤد، نسائی، دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ جَاهِدُوْا: مال و جان سے جہاد یہ ہے کہ مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے اور اپنی جان کو جہاد میں صرف کرے اور زخمی ہو اور زبان کا جہاد کفار و مشرکین کے بتوں کی مذمت کرے اور اسی طرح ان کے بطلان کو ظاہر کرے اور ان کے حق میں ذلت کی دعا کرے اور مشرکین کو قتل و قید سے ڈرائے اور مسلمانوں کی کامیابی کی دعا کرے اور لوگوں کو جہاد پر آمادہ کرے (ح)

کفار کا سر کچلو

۳۷۴۰/۳۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَاضْرِبُوا الْهَامَ تُوْرَثُوا الْجِنَانَ۔ (رواه الترمذی وقال هذا حديث غريب)

اخرجه فی الترمذی کتاب الاطعمه' باب ما جاء فی فضل اطعام الطعام' ٤ / ٢٥٢' الحديث رقم: ١٨٥٤

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنے مابین سلام کو پھیلاؤ (واقف و ناواقف کو سلام کرو) اور لوگوں کو کھانا کھلاؤ اور کفار کا سر کچلو یعنی جہاد کرو تو تم جنت کے وارث بنائے جاؤ گے (یعنی تمہیں بہشت ملے گی)۔ یہ ترمذی کی روایت ہے اور اس نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

مرابط فتنہ قبر سے محفوظ

۳۷۴۱/۳۶ عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ مَيِّتٍ يُخْتَمُ عَلٰى عَمَلِهٖ اِلَّا الَّذِیْ مَاتَ مُرَابِطًا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ يُنْمٰى لَهٗ عَمَلُهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَيَأْمَنُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ۔

(رواه الترمذی وابو داوٗد ورواه الدارمی عن عقبة بن عامر)

اخرجه أبو داود فی السنن کتاب فضائل الجهاد' باب ما جاء فی فضل' ٣ / ٢٠' الحديث رقم: ٢٥٠٠' والترمذی فی السنن ٤ / ١٤٢' الحديث رقم ١٦٢١' وأحمد فی المسند ٦ / ٢٠

ترجمہ: حضرت فضالہ بن عبیدؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر میت کو اس کے عمل پر ختم کیا جاتا ہے (یعنی اس کا عمل اس کی زندگی تک ہے موت کے بعد اس کا عمل باقی نہیں رہتا یعنی اس کے لئے نیا ثواب نہیں لکھا جاتا) سوائے اس شخص کے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں چوکیداری کرتے ہوئے مارا گیا۔ شان یہ ہے کہ واقعۃً اس کا عمل قیامت تک بڑھایا جاتا ہے اور وہ فتنہ قبر سے مامون و محفوظ رہتا ہے۔ یہ ترمذی، ابوداؤد کی روایت ہے۔ دارمی نے اسے عقبہ بن عامر سے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ يُنْمٰى عَمَلُهٗ عمل بڑھانے کا مطلب یہ ہے کہ ہر لمحہ اس کو نیا ثواب ملتا ہے اس لئے کہ اس نے اپنی جان ایسی راہ میں قربان کی ہے جس کا نفع اس کی اپنی طرف لوٹنے والا ہے اور اس کا فائدہ دوسرے مسلمانوں کو بھی پہنچتا ہے وہ یہ ہے کہ اس نے دشمنان دین کو دور کر کے دین کو زندہ کیا۔ (ع)

لمحہ کا جہاد جنت کا ثواب

۳۷۴۲/۳۷ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ قَاتَلَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَوَاقَ نَاقَةٍ فَقَدْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَمَنْ جُرِحَ جُرْحًا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ نُكِبَ نُكْبَةً فَاِنَّهَا تَجِیْءُ يَوْمَ

الْقِیَامَةِ کَاَغْزَرِمَا کَانَتْ لَوْنُھَا الزَّعْفَرَانُ وَرِیْحُھَا الْمِسْكُ وَمَنْ خَرَجَ بِهٖ خُرَاجٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَاِنَّ عَلَیْهِ طَابَعَ الشُّھَدَاءَ۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ٤٦ کتاب فضائل الجهاد' باب ما جاء فیمن یکلم' الحدیث رقم ۲٥٤۱' والترمذی فی السنن ٤ / ۱٥۸' الحدیث رقم ۱٦٥۷' والنسائی فی ٦ / ۲٥' الحدیث رقم ۳۱٤۱' وابن ماجه فی ۲ / ۹۳۳' الحدیث رقم ۲۷۹۲' والدارمی فی ۲ / ۲٦٥' الحدیث رقم ۲۳۹٤' وأحمد في المسند ٥ / ۲۳۰۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ کی راہ میں اتنی مقدار میں لڑا جتنی دیر اونٹنی کے دومرتبہ دوہنے میں وقفہ ہے اس کے لئے یقیناً جنت لازم ہے۔یعنی ابتداء وہ جنت میں جائے گا۔اور جو شخص راہ خدا میں دشمنوں کے ہتھیاروں سے زخمی کیا گیا یا دشمنوں کے علاوہ کسی اور طرف سے اسے زخم کی مصیبت پہنچی' پس قیامت کے دن اس کا وہ زخم دنیا سے زیادہ تازہ ہوگا اور اس کا رنگ زعفران اور خوشبو مشک جیسی ہوگی اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں پھوڑا نکلا تو اس پھوڑے پر یا پھوڑے والے پر شہداء کی مہر ہوگی یعنی شہداء کی علامت ہوگی تاکہ اس کی پہچان ہو کہ اس نے دین کی ترقی کی تھی' پس اسے مجاہدین کا بدلہ دیا جائے گا۔ یہ ترمذی، ابوداؤد اور نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ فواق کا معنی یہ ہے کہ جو وقفہ اونٹنی کے دوبار دوہنے کے مابین ہوتا ہے۔اور یہاں معمولی مدت مراد ہے۔(ع)

سات سوگنا ثواب

۳۷۴۳/۳۸ وَعَنْ خُرَیْمِ بْنِ فَاتِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَنْفَقَ نَفَقَةً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ کُتِبَ لَهٗ بِسَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی' کتاب فضائل الجهاد' باب ما جاء فی فضل النفقة فی سبیل الله' الحدیث رقم : ۱٦۲٥' والنسائی فی ٦ / ٤۹' الحدیث رقم ۳۱۸٦' وأحمد فی المسند ٤ / ۳٤٥

ترجمہ: حضرت خریم بن فاتکؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کی خاطر کچھ خرچ کرے اس کے لئے سات سوگنا ثواب لکھا جاتا ہے۔ یہ ترمذی اور نسائی کی روایت ہے۔

یہ کم سے کم درجہ ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس سے زیادہ بھی ثواب دیتا ہے۔

صدقات کا سایہ

۳۷۴۴/۳۹ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصَّدَقَاتِ ظِلُّ فُسْطَاطٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَمَنْحَةُ خَادِمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ طُرُوْقَةُ فَحْلٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی' ٤ / ۱٤٤ کتاب فضائل الجهاد' باب ما جاء فی فضل الخدمة' الحدیث رقم ۱٦۲۷ وأحمد فی المسند ٥

۲۷۰/

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہترین صدقات میں سے ان خیموں کا صدقہ کرنا ہے جو مجاہدین یا حجاج کو دیئے جائیں یا انہی کی طرح کے لوگوں کو اور بہترین صدقہ خادم کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینا (خواہ بطور ملک دے یا بہترین صدقہ عاریت کے طور پر دے) یا اللہ کی راہ میں اس اونٹنی کا دینا جس پر نر جفتی کرے۔ یعنی ایسی اونٹنی جو اس عمر کو پہنچی ہو جس پر نر جفتی کرتا ہو یعنی افضل یہ کہ ایسی اونٹنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں سواری کیلئے دے۔

خوفِ خدا کے ایک آنسو والے کو جہنم نہیں جلائے گی

۳۷۴۵/۴۰ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَلِجُ النَّارَمَنْ بَكٰى مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتّٰى يَعُوْدَ اللَّبَنُ فِى الضَّرْعِ وَلَا يَجْتَمِعُ عَلٰى عَبْدٍ غُبَارٌ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ (رواه الترمذی وزاد النسائی فی اخری فی) مَنْخِرَیْ مُسْلِمٍ اَبَدًا وَفِیْ اُخْرٰى لَهٗ فِیْ جَوْفِ عَبْدٍ اَبَدًا وَلَا يَجْتَمِعُ الشُّحُّ وَالْاِيْمَانُ فِیْ قَلْبِ عَبْدٍ اَبَدًا.

اخرجه الترمذی فی السنن ٤ / ١٧٤ كتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی فضل الغبار، الحديث رقم: ١٦٣٣، والنسائی فی ٦ / ١٢، الحديث رقم ٣١٠٧، وابن ماجه فی ٢ / ٩٢٧، الحديث رقم ٢٧٧٤، وأحمد فی المسند ٢ / ٥٠٢۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ شخص آگ میں داخل نہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے رویا ہو۔ یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس لوٹے۔ اور کسی بندے پر اللہ تعالیٰ کی راہ کا غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں ہوسکتا (یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں غبار آلود ہوا اس کو دوزخ کا دھواں نہ پہنچے گا) یعنی مجاہد دوزخ میں نہ جائے گا۔ یہ روایت ترمذی نے نقل کی ہے۔ نسائی نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ مسلمان کے نتھنے میں اللہ تعالیٰ کے راستہ کا غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں ہوسکتے۔ اور نسائی کی ایک اور روایت میں وارد ہے کہ بندے کے پیٹ میں جہنم کا دھواں اور راہ خدا تعالیٰ کا غبار جمع نہ ہوگا اور بخل اور ایمان کامل بندے کے دل میں کبھی جمع نہیں ہوتا۔

تشریح ۞ **حتی یعود**: اس کو تعلیق بالمحال کہتے ہیں کہ جس طرح دوہے ہوئے دودھ کا تھنوں میں واپس لوٹنا محال ہے اسی طرح اس کا دوزخ میں جانا محال ہے۔ (ع)

دو آنکھوں کو جہنم کی آگ نہ چھوئے گی

۳۷۴۶/۴۱ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَيْنَانِ لَا تَمَسُّهُمَا النَّارُ عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَعَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤ / ١٥٠، كتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی فضل الحرس، الحديث رقم: ١٦٣٩۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو آنکھوں کو آگ نہ لگے گی۔ نمبرا۔ جو

آنکھ خوف خداتعالیٰ سے روئی ہونمبر۲۔ وہ آنکھ جس نے راہ خداتعالیٰ میں چوکیداری کرتے ہوئے رات گزاری ہو۔ (یعنی رات کو کفار سے مجاہدین کی نگرانی کی ہو)۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

جہاد کی ایک رات ستّر برس کی عبادت سے بہتر

۴۲/۳۷۴۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ مَرَّرَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِعْبٍ فِيْهِ عُيَيْنَةٌ مِّنْ مَاءٍ عُذْبَةٍ فَاَعْجَبَتْهُ فَقَالَ لَوِاعْتَزَلْتُ النَّاسَ فَاَقَمْتُ فِیْ هٰذَاالشِّعْبِ فَذُكِرَذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَفْعَلْ فَاِنَّ مَقَامَ اَحَدِكُمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهٖ فِیْ بَيْتِهٖ سَبْعِيْنَ عَامًا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَاللّٰهُ لَكُمْ وَيُدْخِلَكُمُ الْجَنَّةَ اُغْزُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ قَاتَلَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَوَاقَ نَاقَةٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤ / ١٥٥، کتاب فضائل الجهاد، باب م اجاء فی فضل الغدو، الحدیث رقم ١٦٥٠، وأحمد فی المسند ٢ / ٥٢٤۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ صحابی رسول ﷺ کا گزر ایک پہاڑ کے پاس سے ہوا جہاں شیریں پانی کا چشمہ تھا۔ وہ ان کو بہت پسند آیا اور کہنے لگے کاش میں لوگوں سے الگ ہوکر اس پہاڑ کے پاس جاگزین ہوجاؤں پھر یہ بات جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ذکر کی گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کرو کیونکہ تمہارا اللہ تعالیٰ کی راہ میں ٹھہرنا گھر میں ستر برس کی عبادت سے بہتر ہے۔ کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے اور تمہیں جنت میں داخل کرے؟ یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہلی فرصت میں جہاد کرو جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں فواق کی مقدار (دوبار اونٹنی کا دودھ دوہنے کے وقفے کے برابر) لڑے اس کے لئے جنت واجب ہے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ سَبْعِيْنَ عَامًا: سے مراد کثرت ہے تحدید مراد نہیں پس یہ اس روایت کے خلاف نہیں جس میں یہ فرمایا: **مقام الرجل فی الصف فی سبیل اللہ افضل عند اللہ من عبادۃ الرجل ستین سنۃً** ......۔

سوال: اس روایت سے معلوم ہوتا ہے گوشہ نشینی اور پہاڑوں میں عبادت سے مغفرت حاصل نہیں ہوتی۔

جواب: اس زمانہ میں جہاد فرض تھا اور نفل کی وجہ سے فرض کا ترک گناہ ہے کذا قال الطیبی۔ نمبر۔۲۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد مغفرت کامل اور ابتداءً دخول جنت مراد ہو۔

۲۔ یہ حدیث دلیل ہے کہ گوشہ نشینی سے اختلاط افضل ہے؟ اور یہ زمانہ رسالت مآب ﷺ کی بات ہے۔ بعض اوقات گوشہ نشینی فتنہ کے خوف کی وجہ سے افضل ہوتی ہے اور یہ فتنہ کے زمانہ کا موقعہ ہے۔ (ع۔ح)

ایک رات کی چوکیداری ہزار دن سے افضل

۳۷۴۸/۴۳ وَعَنْ عُثْمَانَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ يَوْمٍ فِيْمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَنَازِلِ۔ (رواہ الترمذی والنسائی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤ / ١٦٢' کتاب فضائل الجهاد' باب ما جاء فی فضل المرابط' الحدیث رقم : ١٦٦٧' والنسائی فی ٦ / ٤٠' الحدیث رقم ٣١٦٩' والدارمی فی ٢ / ٢٧٧' الحدیث رقم ٢٤٢٤' وأحمد فی المسند ١ / ٦٥۔

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن کی چوکیداری ایک ہزار دن کی عبادت سے افضل ہے اس کے علاوہ مراتب سے۔ یہ ترمذی اور نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **من المنازل** مراتب سے خاص کیا گیا اور اس سے مراد وہ مجاہد ہے جو معرکہ میں موجود ہو کیونکہ اس کا نگرانی کرنا فرض ہے اگر وہ اس کے علاوہ کسی نفلی عبادت میں لگے گا تو یہ گناہ ہے۔ خواہ مسجد میں بیٹھا ہو اور رباط اسی کو فرمایا (ح۔ع)

جنت میں اولین داخلے والے تین افراد

۳۷۴۹/۴۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُرِضَ عَلَيَّ اَوَّلُ ثَلَاثَةٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ شَهِيْدٌ وَعَفِيْفٌ مُتَعَفِّفٌ وَعَبْدٌ اَحْسَنَ عِبَادَةَ اللّٰهِ وَنَصَحَ لِمَوَالِيْهِ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن' ٤ / ١٥١' کتاب فضائل الجهاد' باب ما جاء فی ثواب الشهداء' الحدیث رقم : ١٦٤٢' وأحمد فی المسند ٢ / ٤٢٥۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے سامنے وہ تین شخص لائے گئے جو جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے۔ نمبر۱ شہید نمبر۲ حرام سے بچنے والا اور سوال نہ کرنے والا یعنی وہ شخص جو فسق سے بچنے والا اور سوال سے بچنے والا ہو۔ نمبر۳ وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کی اچھی طرح بندگی کرنے والا اور اپنے مالک کا خیر خواہ ہو۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **اَوَّلُ ثَلَاثَةٍ** : یعنی تین تین شخص جنت میں داخل ہوں گے ان میں سے یہ تین پہلے داخل ہوں گے لیکن اس سے مراد انبیاء علیہم السلام کے بعد داخل ہونے والے ہیں کہ اور سب لوگوں سے ان کو مقدم رکھا جائے گا اور تین اشخاص سے مراد تین جماعتیں ہیں۔ (ع)

افضل اعمال کونسے ہیں؟

۳۷۵۰/۴۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُبْشِيٍّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ طُوْلُ الْقِيَامِ قِيْلَ فَاَيُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ قَالَ جُهْدُ الْمُقِلِّ قِيْلَ فَاَيُّ الْهِجْرَةِ اَفْضَلُ قَالَ مَنْ هَجَرَ مَا حَرَّمَ

اللّٰہُ عَلَیْہِ قِیْلَ فَاَیُّ الْجِھَادِ اَفْضَلُ قَالَ مَنْ جَاھَدَ الْمُشْرِکِیْنَ بِمَالِہٖ وَنَفْسِہٖ قِیْلَ فَاَیُّ الْقَتْلِ اَشْرَفُ قَالَ مَنْ اُھْرِیْقَ دَمُہٗ وَعُقِرَ جَوَادُہٗ (رواہ ابوداؤد وفی روایۃ النسائی) اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ اِیْمَانٌ لَا شَکَّ فِیْہِ وَجِھَادٌ لَا غُلُوْلَ فِیْہِ وَحَجَّۃٌ مَبْرُوْرَۃٌ قِیْلَ فَاَیُّ الصَّلٰوۃِ اَفْضَلُ قَالَ طُوْلُ الْقُنُوْتِ ثُمَّ اتَّفَقَا فِی الْبَاقِیْ۔

اخرجه ابوداود في السنن ٢ / ١٤٦، كتاب الصلاة، باب طول القيام، الحديث رقم ١٤٤٩، والنسائي في ٥ / ٥٨، الحديث رقم: ٢٥٢٦، وأحمد في المسند ٣ / ٤١١ -

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن حبشیؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ لمبا قیام۔ پھر دریافت کیا گیا کونسا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا تنگدست کا تنگدستی کے باوجود صدقہ دینا۔ پھر سوال کیا گیا کونسی ہجرت بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا وہ ہجرت بہتر ہے کہ آدمی اس چیز کو چھوڑے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر حرام کی ہے۔ اگرچہ ہجرت دارالکفر سے دارالامان کی طرف نکلنے کو کہتے ہیں۔ لیکن حرام سے ہجرت یعنی حرام کو چھوڑنا اس سے زیادہ افضل ہے۔ آپ سے پوچھا گیا۔ کونسا جہاد افضل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس آدمی کا جہاد افضل ہے جو اپنی جان اور مال کے ساتھ مشرکین سے جہاد کرے۔ پھر پوچھا گیا کونسا مارا جانا یعنی جہاد میں زیادہ افضل ہے آپ نے فرمایا اس آدمی کا قتل کہ جس کا خون گرایا جائے اور اس کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ ڈالی جائیں یعنی خود بھی قتل ہو اور اس کا گھوڑا بھی مارا جائے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔ نسائی کی روایت میں یہ ہے۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ اعمال میں کونسا عمل افضل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے جس میں شک نہ ہو اور جہاد کرنا جس میں خیانت نہ ہو۔ یعنی اس مال غنیمت میں جو اس میں حاصل ہو اور حج مقبول آپ سے سوال کیا گیا۔ نماز میں کونسی چیز افضل ہے۔ آپ نے فرمایا طویل قیام۔ بقیہ روایت میں ابوداؤد و نسائی متفق ہیں۔

تشریح ❁ بِمَالِہٖ وَنَفْسِہٖ یعنی اپنا مال جہاد میں غازیوں کیلئے خرچ کرے اور زخمی ہو اور قتل کیا جائے۔

۲۔ احادیث میں مختلف اعمال کو افضل قرار دیا گیا ہے۔ تمام احادیث کو جمع کرنے سے یہ بات حاصل ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے ہر موقعہ کے مناسب جواب دیا۔ جس میں تکبر اور بڑائی والی حالت دیکھی اس کو فرمایا افضل عمل نرم خوئی ہے۔ جیسا کہ سلام کو افشاء کرنا اور نرم گفتگو کرنا۔ اور بخل وخست کی حالت پائی تو اسے فرمایا کہ افضل اعمال سخاوت ہے مثلاً کھانا کھلانا۔ اور عبادت میں کسی کی سستی دیکھی تو اسے فرمایا کہ افضل (نفلی) نماز تہجد ہے۔

پس یہاں افضل اعمال سے وہ مراد ہے جو سوال کرنے والے کے حق میں افضل ہو۔ یا مقصود یہ ہے کہ یہ بھی من جملہ افضل اعمال میں سے ہے۔ (ع)

شہید کی چھ خصوصیات

۳۷۵۱/۴۶ وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیْکَرِبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِلشَّھِیْدِ عِنْدَ

اللّٰہِ سِتُّ خِصَالٍ یُغْفَرُلَہٗ فِیْ اَوَّلِ دَفْعَۃٍ وَیُرٰی مَقْعَدَہٗ مِنَ الْجَنَّۃِ وَیُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَیَاْمَنُ مِنَ الْفَزَعِ الْاَکْبَرِ وَیُوْضَعُ عَلٰی رَأْسِہٖ تَاجُ الْوِقَارِ الْیَا قُوْتَۃُ مِنْھَا خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا وَیُزَوَّجُ ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ زَوْجَۃً مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ وَیُشَفَّعُ فِیْ سَبْعِیْنَ مِنْ اَقْرِبَائِہٖ۔ (رواہ الترمذی و ابن ماجۃ)

اخرجه الترمذی فی السنن فی ٤ / ١٦١ کتاب فضائل الجهاد' باب فی ثواب الشهید' الحدیث رقم ١٦٦٣' و ابن ماجه فی ٢ / ٩٣٦' الحدیث رقم: ٢٧٩٩

ترجمہ: حضرت مقدام بن معدیکربؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ نے فرمایا: شہید کی اللہ تعالیٰ کے ہاں چھ خصوصیات ہیں: ① پہلی مرتبہ ہی اس کی بخشش کردی جاتی ہے۔ (یعنی جب اس کا پہلا قطرہ خون کا گرتا ہے تو اسے اس کا جنت والا ٹھکانہ دکھادیا جاتا ہے)۔ ② جانکنی کے وقت وہ عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے۔ ③ فزع اکبر یعنی بڑی گھبراہٹ یعنی عذاب آخرت سے محفوظ رہے گا۔ ④ اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جائے گا' جس کا ایک یاقوت دنیا سے بہتر ہوگا۔ ⑤ اس کے نکاح میں جنت کی بہتر حوریں دی جائیں گی۔ ⑥ اس کی شفاعت اس کے ستر اقرباء کے حق میں قبول کی جائے گی۔ یہ ترمذی وابن ماجہ کی روایت ہے۔

اثر جہاد اور لقائے خداوندی

۳۷۵۲/۴۷ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَقِیَ اللّٰہَ بِغَیْرِ اَثَرٍ مِّنْ جِھَادٍ لَقِیَ اللّٰہَ وَفِیْہِ ثُلْمَۃٌ۔ (رواہ الترمذی و ابن ماجۃ)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤ / ١٦٢' کتاب فضائل الجهاد' باب فی فضل المرابط' الحدیث رقم ١٦٦٦ و ابن ماجه فی ٢ / ٩٢٣' الحدیث رقم ٢٧٦٣

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو جہاد کے اثر کے بغیر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا وہ اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملاقات کرے گا کہ اس کے دین میں نقصان ہوگا۔ یہ ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ بغیر اثر سے مراد علامت ہے یعنی جو شخص علامات جہاد کے بغیر مرے گا (مثلاً زخم یا غبار راہ یا مال کا خرچ یا رنج وغم یا مجاہد کے اسباب مہیا کرنا وغیرہ تو) وہ اس حالت میں فوت ہوگا کہ اس کے دین میں نقص وکمی ہوگی۔ نمبر۲۔ ممکن ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہو جس پر جہاد فرض تھا اور اس نے اس کے اسباب مہیا نہ کیے اور نہ تیاری کی۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول: یہ جہاد جہاد کفار کو شامل ہے اور اسی طرح جہاد نفس و شیطان سب کو شامل ہے۔ اور اس کی تائید حضرت ابوامامہؓ والی روایت سے ہوتی ہے۔ (ح۔ع)

شہادت کی تکلیف چیونٹی کے کاٹے کی طرح

۳۷۵۳/۴۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهِيْدُ لَا يَجِدُ اَلَمَ الْقَتْلِ اِلَّا كَمَا يَجِدُ اَحَدُكُمْ اَلَمَ الْقَرْصَةِ۔ (رواہ الترمذی والنسائی والدارمی وقال الترمذی هذا حديث حسن غريب)

اخرجه الترمذی فی السنن' ٤ / ١٦٣ كتاب فضائل الجهاد' باب ما جاء فی فضل المرابط' الحديث رقم : ١٦٦٨' والنسائی فی السنن : ٦ /٣٦' الحديث رقم : ٣١٦١' وابن ماجه فی ٢ / ٩٣٧' الحديث رقم ٢٨٠٢' والدارمی فی ٢ / ٢٧١' الحديث رقم : ٢٤٠٨' وأحمد فی المسند ٢ / ٢٩٧

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شہید کو قتل سے بس اس قدر تکلیف ہوتی ہے جتنی تم میں سے کسی کو چیونٹی کے کاٹنے سے پہنچتی ہے۔ یہ ترمذی نسائی اور دارمی کی روایت ہے۔ ترمذی نے اسے حسن غریب کہا ہے۔

علامہ طیبی کا قول: اس سے مراد وہ شہید ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینے سے لذت پاتا ہے اور اس کا نفس اس سے خوش ہوتا ہے۔

نمبر۲۔ اس سے ممکن ہے کہ یہ مراد ہو کہ شہید کو قتل کی تکلیف ان لذتوں کے مقابلے میں جو شہادت کے بعد ملتی ہیں نہ ہونے کے برابر ہے' جس کو چیونٹی کاٹنے کی تکلیف سے مشابہت دی گئی ہے۔ پس اسے ان نعمتوں پر راضی وخوش ہونا چاہیے۔

دو محبوب قطرے اور دو نشان

۳۷۵۴/۴۹ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ شَیْءٌ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ قَطْرَتَيْنِ وَاَثَرَيْنِ قَطْرَةُ دُمُوْعٍ مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَقَطْرَةُ دَمٍ يُهْرَاقُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَمَّا الْاَثَرَانِ فَاَثَرٌ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَثَرٌ فِیْ فَرِيْضَةٍ مِّنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ (رواہ الترمذی وقال هذاحديث حسن غريب)

اخرجه الترمذی فی السنن' ٤ / ١٦٣' كتاب فضائل الجهاد' باب ما جاء فی فضل المرابط' الحديث رقم : ١٦٦٩

ترجمہ: حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو دو قطرے اور دو نشان بڑے محبوب ہیں۔ نمبر۱۔ خوف خدا تعالیٰ کی وجہ سے آنے والے آنسو کا قطرہ نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں گرنے والے خون کا قطرہ اور دو نشان نمبر۱۔ ایک نشان جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں (زخم لگنے سے ہو) نمبر۲۔ دوسرا نشان جو فرض کی ادائیگی میں لگ جائے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح ۞ **اَثَرٌ**: ایک نشان جیسے ہی اس نے جہاد کیلئے قدم رکھا اور پاؤں کا نشان لگ گیا۔ یا غبار پڑا۔ یا جہاد میں زخم لگا یا دوات کی سیاہی کا نشان طالب علم کو لگ گیا۔

واثر فی فریضة: مثلاً سردی میں ہاتھ پاؤں پھٹ گئے اور نماز کے سجدات کی وجہ سے پیشانی پر نشان پڑ گیا یا گرمی کی وجہ سے

ماتھے پر نشان لگ گیا۔ اسی طرح روزہ دار کے منہ کی بو اور حج کے سفر میں پاؤں غبار آلود ہوئے۔

سمندری سفر کے دو مقاصد

۵۰/۳۷۵۵ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَرْكَبِ الْبَحْرَ اِلَّا حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا اَوْ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاِنَّ تَحْتَ الْبَحْرِ نَارًا وَتَحْتَ النَّارِ بَحْرًا۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجه ابوداود فی السنن' ۳ / ۱۳ کتاب الجهاد' باب فی رکوب البحر' الحدیث رقم ۲۴۸۹

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم دریا کا سفر کرو۔ حج و عمرہ یا جہاد فی سبیل اللہ کیلئے کیونکہ دریا کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے دریا ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **لَا تَرْكَبِ الْبَحْرَ**: یعنی عاقل کو چاہیے کہ اپنے آپ کو ہلاکت کے مقام میں نہ ڈالے البتہ دینی امور کیلئے ایسا موقعہ آئے تو کر گزرے تاکہ اس سے بارگاہِ الٰہی میں قرب حاصل ہو۔ اس حدیث میں ان لوگوں کی تردید ہے جو یہ کہتے ہیں۔ کہ دریا و سمندر ترک حج کیلئے عذر ہیں۔

علامہ سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کا قول: جب سلامتی کا غلبہ ہو تو حج فرض ہے' ورنہ اس کو اختیار ہے: **ولا تلقوا بایدیکم الی التهلكة**...... اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جہاں امر شرعی یا غرض دینی نہ ہو تو اس وقت اپنے آپ کو وہاں لے جانا ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول: اسی لئے یہ ہے کہ اس سے مراد وہ ہلاکت ہے جو اس انداز کی ہو مثلاً اس میں اسراف ہو یا معاشی ذریعہ تباہ ہوتا ہو یا جہاد کے راستہ میں رکاوٹ ہو تو ان مواقع میں خرچہ تباہی و ہلاکت ہے اور جہاد میں عدم شرکت یا اس میں مال خرچ کرنے سے باز رہنا در حقیقت دشمن کو تقویت دینا ہے اور اس کو اپنے اوپر مسلط کرنا ہے۔

فَاِنَّ تَحْتَ الْبَحْرِ: دریا کے نیچے آگ ہے اس سے مقصود سمندر سے ڈرانا اور اس بات کی اہمیت بیان کرنا ہے کہ دریا کے سفر میں عظیم خطرات ہیں۔ کیونکہ سوار ہونے والے کو بہت سی آفات و مصائب کا سامنا ہوتا ہے۔

نمبر۲۔ اس کو بعض نے ظاہری معنی پر محمول کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہر چیز پر حاوی ہے۔

دو شہیدوں کا ثواب

۵۱/۳۷۵۶ وَعَنْ اُمِّ حَرَامٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَائِدُ فِي الْبَحْرِ الَّذِيْ يُصِيْبُهُ الْقَيْءُ لَهُ اَجْرُ شَهِيْدٍ وَالْغَرِيْقُ لَهُ اَجْرُ شَهِيْدَيْنِ۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجه ابوداود فی السنن' ۳ / ۱۵ کتاب الجهاد' باب فضل الغزو' الحدیث رقم: ۲۴۹۳۔

ترجمہ: ''اور اُمّ حرام رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دریا و سمندر کے سفر میں جس شخص کا

سر گھومنے لگے اور اس کی وجہ سے اس کو قے ہو تو اس کو ایک شہید کا ثواب ملے گا اور جو شخص سفر کے دوران دریا میں ڈوب جائے تو اس کو دو شہیدوں کا ثواب ملے گا''۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ ان دو اشخاص کو دو شہیدوں کا ثواب اس صورت میں ہے کہ یہ کشتی میں جہاد یا طلب علم یا حج وغیرہ کیلئے سوار ہوا تو یہ ثواب پائے گا۔ البتہ تجارت بھی اگر اپنی خوراک یا نفقہ اہل وعیال کیلئے ہو اور سمندری سفر کے بغیر اس کا حصول ممکن نہ ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ (ع)

راہِ جہاد کی موت پر جنت

۵۲/۳۷۵۷ وَعَنْ اَبِیْ مَالِكٍ الْاَ شْعَرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ فَصَلَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَمَاتَ اَوْ قُتِلَ اَوْ وَقَصَهٗ فَرَسُهٗ اَوْبَعِيْرُهٗ اَوْلَدَغَتْهُ هَامَّةٌ اَوْمَاتَ عَلٰى فِرَاشِهٖ بِاَیِّ حَتْفٍ شَاءَ اللّٰهُ فَاِنَّهٗ شَهِيْدٌ وَاِنَّ لَهُ الْجَنَّةُ۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجه ابو داود فی السنن' ۳ / ۱۹ کتاب الجهاد' باب فیمن مات غازیًا' الحدیث رقم : ۲۴۹۹

ترجمہ: حضرت ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلا یعنی جہاد کیلئے یا اسی طرح کے سفر میں اور وہ (زخمی ہونے کے باعث) مر گیا یا وہ مارا گیا یا اس کو اس کے گھوڑے نے یا اونٹ نے کچل دیا یا اسے زہریلے جانور نے کاٹا (یعنی سانپ وغیرہ نے) یا اللہ کی رضا سے اپنے بستر پر اپنی موت مر گیا۔ پس وہ شہید ہے یعنی حقیقی یا حکمی اور اس کو جنت ملے گی یعنی جنت میں شہداء وصالحین کے ساتھ اولین داخلہ ملے گا۔ یہ ابو داؤد کی روایت ہے۔

گھر میں جہاد کا ثواب

۵۳/۳۷۵۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ قَفْلَةٌ كَغَزْوَةٍ۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجه ابو داود فی السنن' ۳ / ۱۲ کتاب الجهاد' باب فی فضل القفل' وأحمد فی المسند ۲ / ۱۷۴

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جہاد سے لوٹنا یہ جہاد کرنے کی طرح ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ قَفْلَةٌ یعنی جب مجاہد جہاد کر کے جب وہ اپنے گھر کو لوٹ آتا ہے تو اسے بھی اسی طرح ثواب ملتا ہے جیسا کہ جہاد کرنے والے کو ملتا ہے۔ (ع)

منتظم کو دو اجر

۵۴/۳۷۵۹ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْغَازِیْ اَجْرُهٗ

وَلِلْجَاعِلِ اَجْرُہٗ وَاَجْرُ الْغَازِیْ۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۳٦ کتاب الجهاد باب الرخصة فی اخذ الجعائل الحدیث رقم ۲۵۲٦ وأحمد فی المسند ۲ / ۱۷٤۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جہاد کرنے والے کو کامل اجر ملتا ہے اور یہ اس کے ساتھ مخصوص ہے اور مال دینے والے کو اس کا اجر اور جہاد کرنے والے کا اجر ملتا ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ لِلْجَاعِلِ: اس شخص کو دوگنا ثواب ملتا ہے جو کہ غازی کو مال دیتا اور اس کی جہاد کیلئے مدد کرتا ہے ایک ثواب تو مال کو راہ خدا تعالیٰ میں صرف کرنے کا ملتا ہے اور دوسرا ثواب اس پر کہ وہ غازی کیلئے جہاد کا ذریعہ ہے پس جاعل سے مراد غازی کیلئے اسباب کا تیار کرنے والا ہے۔ اور اس کا جواز اور اس کی فضیلت تمام علماء کے ہاں بالاتفاق ثابت ہے۔

ابن الملک رحمۃ اللہ علیہ **کا قول**: جاعل سے وہ شخص مراد ہے جو جعل یعنی کسی مجاہد کو اجرت وعطیہ دے تاکہ وہ جہاد کرے ہمارے نزدیک یہ درست ہے۔ پس غازی کا ثواب اس کی کوشش پر ملے گا۔ اور جاعل یعنی اجرت دیکر بھیجنے والے کو دوہرا ثواب ملے گا ایک مال دینے اور دوسرا غازی کیلئے سبب جہاد بننے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس کو ممنوع قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ اجرت لی تو اسے پھیر دینا چاہیے (ح۔ع)

خلیفہ کا فریضہ دفاع اسلام ہے

۳۷٦۰/۵۵ وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ سَتُفْتَحُ عَلَیْکُمُ الْاَمْصَارُ وَسَتَکُوْنُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَۃٌ یُقْطَعُ عَلَیْکُمْ فِیْھَا بُعُوْثٌ فَیَکْرَہُ الرَّجُلُ الْبَعْثَ فَیَتَخَلَّصُ مِنْ قَوْمِہٖ ثُمَّ یَتَصَفَّحُ الْقَبَائِلَ یَعْرِضُ نَفْسَہٗ عَلَیْھِمْ مَنْ اَکْفِیْہِ بَعْثَ کَذَا اَلَا وَذٰلِکَ الْاَجِیْرُ اِلٰی اٰخِرِ قَطْرَۃٍ مِّنْ دَمِہٖ۔

(رواہ ابوداؤد)

اخرجه أبو داود فی السنن ۲ / ۳۵ کتاب الجهاد باب فی الجعائل فی الغزو الحدیث رقم ۲۵۲۵ وأحمد فی المسند ۵ / ٤۱۳

ترجمہ: حضرت ابوایوبؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا فتح کیے جائیں گے تم پر شہر یعنی بڑے بڑے شہر اور جمع شدہ لشکر پائے جائیں گے۔ اور الگ الگ کیے جائیں گے اور ان میں افواج کے دستے تمہارے خلاف الگ الگ کئے جائیں گے۔ پس خلیفہ کے بھیجنے کو آدمی ناپسند کرے گا کہ وہ بلا معاوضہ فوج میں جائے چنانچہ وہ اپنے قبیلے اور قوم سے نکل جائے گا۔ تاکہ وہ جانے سے بچ جائے پھر وہ قبائل کو تلاش کرے گا اور اپنے آپ کو ان پر پیش کرے گا اور یہ آواز لگائے گا کہ کون ہے جو مجھ کو کفایت کرے (یعنی نوکر رکھے) تاکہ میں فلاں لشکر کی مشقت اس سے اپنے ذمہ لوں۔ مقصود یہ ہے کہ یہ شخص رضا کارانہ جہاد کیلئے تیار نہ ہوگا۔ پس جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کی مذمت کرتے ہوئے

فرمایا سنو! خبردار ہو جاؤ یہ شخص خون کے آخری قطرہ تک مزدور ہے یعنی یہ غازی نہیں نہ شہید بلکہ خون کے آخری قطرہ کو بہانے تک کا کام بھی پیسے کیلئے کر رہا ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یُقْطَعُ عَلَیْکُمْ: یعنی تمہارے لئے فوجیں معین ومقرر کی جائیں گی کا مطلب یہ ہے کہ خلیفہ اس بات کو لازم کرلے گا کہ وہ اپنے ملک کی ہر قوم وقبیلہ سے فوجیں بنا کر بھیجیں گے۔

مظہر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اسلام ہر طرف پھیل جائے گا تو خلیفہ وقت اس بات کا ضرورت مند ہوگا کہ ہر طرف فوج بنا کر بھیجے تاکہ وہ اس علاقہ کے کفار سے لڑیں اور کفار اس جانب کے مسلمانوں پر غلبہ نہ پاسکیں۔ (ع)

اُجرت پر جہاد والے کو فقط اجرت دنیا میں ملے گی

۳۷۶۱/۵۶ وَعَنْ یَعْلَی بْنِ اُمَیَّةَ قَالَ اٰذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْغَزْوِ وَاَنَا شَیْخٌ کَبِیْرٌ لَیْسَ لِیْ خَادِمٌ فَالْتَمَسْتُ اَجِیْرًا یَکْفِیْنِیْ فَوَجَدْتُ رَجُلاً سَمَّیْتُ لَهٗ ثَلاَثَةَ دَنَانِیْرَ فَلَمَّا حَضَرَتْ غَنِیْمَةٌ اَرَدْتُّ اَنْ اُجْرِیَ لَهٗ سَهْمَهٗ فَجِئْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَکَرْتُ لَهٗ فَقَالَ مَا اَجِدُ لَهٗ فِیْ غَزْوَتِهٖ هٰذِهٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اِلاَّ دَنَانِیْرَهُ الَّتِیْ تُسَمّٰی۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۳۷ کتاب الجهاد، باب فی الرجل یغیر وباجر، الحدیث رقم ۲۵۲۷، وأحمد فی المسند ۴ / ۲۲۳

ترجمہ: حضرت یعلی بن امیہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو جہاد کیلئے نکلنے کے سلسلہ میں خبردار کیا اور اس وقت میں بوڑھا تھا اور میرے پاس کوئی بڑا خادم نہ تھا جو میری خدمت کر سکے تو میں نے مزدور تلاش کیا تاکہ وہ میرے کیلئے کفایت کرے میں نے ایک شخص کو پایا۔ میں نے اس کے لئے تین دینار مقرر کیے۔ جب غنیمت کا مال آیا تو میں نے ارادہ کیا کہ میں اس کے لئے مال غنیمت کا حصہ جاری کردوں تو میں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور میں نے اس بات کا آپ ﷺ سے تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں شریعت میں اس کے لئے اس جہاد میں معینہ دیناروں کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں پاتا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس سے مقصود یہ ہے کہ مال غنیمت میں اس کا حصہ نہیں اور وہ اجر وثواب سے بھی محروم ہے۔

علماء کا قول: یہ حکم اس اجیر کا ہے جو خدمت کیلئے ہو۔ اور جو اجیر جہاد کیلئے ہو اس کے لئے حصہ غنیمت معین ہے۔ اگرچہ ثواب نہ ملے گا۔ یہ بعض علماء کا مسلک ہے۔

شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ علماء نے اس اجیر کے متعلق اختلاف کیا ہے جو کہ کام کیلئے یا جانوروں کی حفاظت کیلئے معین ہو اور وہ لڑائی میں موجود ہو۔ کیا اسے حصہ ملے گا یا نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ قتال کرے یا نہ کرے اس کے لئے حصہ نہ ہوگا، فقط عمل کی اجرت دی جائے گی۔ اور یہ قول امام اوزاعی اور اسحاق رحمہما اللہ کا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول: اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دو اقوال میں سے ایک اوزاعی والا ہے۔

امام مالک واحمد رحمہما اللہ کا قول: یہ ہے کہ اس کے لئے حصہ ہوگا خواہ وہ قتال نہ بھی کرے جبکہ لڑائی کے وقت وہ لوگوں کے ساتھ میدان میں موجود ہو۔ انتہی۔

ایک اور قول یہ ہے کہ اگر قتال کرے اور اجارہ میں قتال کی شرط نہ ہو تو اجرت اور حصہ دونوں کو جمع کرنا ہوگا۔ ظاہر قاعدہ ہمارے متقدمین کا ہے کہ اجارہ اور اجرت دونوں جمع ہوتے ہیں۔ (ح۔ع)

غرضِ دُنیا سے جہاد کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے

۳۷۶۲/۵۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ رَجُلٌ یُرِیْدُ الْجِهَادَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَهُوَ یَبْتَغِیْ عَرَضًا مِنْ عَرَضِ الدُّنْیَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا اَجْرَ لَهُ۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجه أبو داود في السنن ٣ / ٣٠ كتاب الجهاد' باب في من يغز ويلتمس الدنيا' الحديث رقم ٢٥١٦' وأحمد في المسند ٢ / ٢٩٠

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ایک آدمی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا چاہتا ہے' حالانکہ وہ اس جہاد کے ذریعہ دنیا کے مال کا خواہاں ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کے لئے ثواب نہیں ہے یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس کو ثواب سے اس لئے محرومی ہوتی ہے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی خاطر جہاد نہ کیا اس کا مقصد دنیا کا مال ومتاع ہی تھا اور اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی خاطر جہاد کرے اور مقصود حصول غنیمت ہو تو اسے ثواب تو ملتا ہے مگر کم مقدار میں ثواب ملتا ہے اس کے مقابلہ میں جو محض اللہ تعالیٰ کی خاطر جہاد کرے اور اس سے مقصود بھی اس کے سوا کچھ نہ ہو تو اس کو کامل ثواب ملتا ہے۔ (ع)

دو قسم کے جہاد کرنے والے

۳۷۶۳/۵۸ وَعَنْ مُعَاذٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْغَزْوُ غَزْوَانِ فَاَمَّا مَنِ ابْتَغٰی وَجْهَ اللّٰهِ وَاَطَاعَ الْاِمَامَ وَاَنْفَقَ الْکَرِیْمَةَ وَیَاسَرَ الشَّرِیْكَ وَاجْتَنَبَ الْفَسَادَ فَاِنَّ نَوْمَهٗ وَنَبْهَهٗ اَجْرٌ کُلُّهٗ وَاَمَّا مَنْ غَزَا فَخْرًا وَّرِیَاءً وَسُمْعَةً وَّعَصَی الْاِمَامَ وَاَفْسَدَ فِی الْاَرْضِ فَاِنَّهٗ لَمْ یَرْجِعْ بِالْکَفَافِ۔

(رواہ مالك وابوداؤد والنسائی)

اخرجه أبو داود في السنن ٣ / ٣٠' الحديث رقم ٢٥١٥' وأخرجه النسائي في السنن ٦ / ٤٩' الحديث رقم ٣١٨٨' والدارمي في ٢ / ٢٧٤' الحديث رقم ٢٤١٧' و مالك في الموطا' ٢ / ٢٦٦' الحديث رقم ٤٣' وأحمد في المسند ٥ / ٢٣٤

ترجمہ: حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جہاد دو قسم کا ہے۔ نمبر۱۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی رضاء کو طلب کیا اور خلیفہ کی اطاعت کی اور اپنے عمدہ مال کو صرف کیا اور شریک کار سے درست معاملہ کیا اور فساد سے بچا رہا۔ (یعنی مارنے، لوٹنے، ویران کرنے و خیانت کر کے حدود شرع سے تجاوز نہ کیا)۔ پس اس کا سونا و جاگنا اجر و ثواب کا

موجب ہے۔ نمبر۲۔ اور جس نے فخر اور دکھلاوے اور سمعہ وریاکاری کیلئے جہاد کیا (یعنی نام ونمود کیلئے کیا) اور خلیفہ وقت کی نافرمانی کی اور زمین میں فساد و بگاڑ پیدا کیا پس یقیناً اس کو بدلہ نہ ملے گا۔ (یعنی اس کے گناہوں کی معافی اس طرح کے جہاد سے نہ ہوگی اور نہ اسے ثواب ملے گا)۔ یہ مالک ابوداؤد اور نسائی کی روایت ہے۔

جیسی زندگی ویسا دوبارہ اُٹھایا جانا ہوگا

۵۹/۳۷۶۴ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّهٗ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الْجِهَادِ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو اِنْ قَاتَلْتَ صَابِرًا مُّحْتَسِبًا بَعَثَكَ اللّٰهُ صَابِرًا مُّحْتَسِبًا وَاِنْ قَاتَلْتَ مُرَائِيًا مُكَاثِرًا بَعَثَكَ اللّٰهُ مُرَائِيًا مُكَاثِرًا يَاعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو عَلٰى اَيِّ حَالٍ قَاتَلْتَ اَوْقُتِلْتَ بَعَثَكَ اللّٰهُ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ۔

(رواه ابوداؤد)

اخرجه أبو داود في السنن ۳ / ۳۲ كتاب الجهاد، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا، الحديث رقم ۲۵۳۹

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے جہاد کے متعلق بتلائیں کہ کس طرح کا جہاد ثواب کا باعث ہے؟ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عبداللہ بن عمرو اگر تو اس حال میں لڑے کہ تو صبر کرنے والا اور ثواب چاہنے والا ہو تو تجھے اللہ تعالیٰ قیامت میں صبر کرنے والا اور ثواب چاہنے والا بنا کر اٹھائے گا۔ (یعنی اگر ان اوصاف سے متصف ہوگا جیسا کہ روایت میں وارد ہے: كَمَا تَعِيْشُوْنَ تَمُوْتُوْنَ وَكَمَا تَمُوْتُوْنَ تُحْشَرُوْنَ...... اور تجھے انکا ثواب ملے گا اور اگر (اس کی بجائے) تو دکھلاوے اور بہتات کیلئے لڑے گا (یعنی لوگوں میں مال پر فخر کرنے اور کثرت مال ظاہر کرنے کیلئے اور اطاعت میں اپنے کو بڑا ظاہر کرنے کیلئے ہو) تو اللہ تعالیٰ تجھے دکھلاوا کرنے والا اور بہتات کا طالب بنا کر اٹھائے گا (یعنی قیامت کو تیرے متعلق کہا جائے گا کہ یہ دکھلاوا اور بہتات چاہنے کیلئے لڑا تھا۔ اس نے اس لئے لڑائی کی تھی تا کہ فخر کرے اور کثرت سے مال پائے) اے عبداللہ بن عمرو! تو جس حال پر لڑے گا یا مارے گا یا مارا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ تجھے اسی حال پر اٹھائے گا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

حکم شرع کی مخالفت سے امیر کو معزول کیا جا سکتا ہے۔

۶۰/۳۷۶۵ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَعَجَزْتُمْ اِذَابَعَثْتُ رَجُلًا فَلَمْ يَمْضِ لِاَمْرِيْ اَنْ تَجْعَلُوْا مَكَانَهٗ مَنْ يَمْضِيْ لِاَمْرِيْ۔ (رواه ابوداؤد)

اخرجه أبو داود في السنن ۲ / ۹۴ كتاب الجهاد، باب في الطاعة، الحديث رقم ۲۵۳۷، وأحمد في المسند ۴ / ۱۱۰

ترجمہ: حضرت عقبہ بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں تم پر ایک شخص کو امیر مقرر کر دوں اور پھر وہ میرے حکم کی خلاف ورزی کرے۔ کیا تم اس بات سے عاجز ہو کہ اس کو معزول کر کے اس کی جگہ دوسرے کو مقرر کرو جو میرے حکم کی پوری اطاعت کرنے والا ہو؟ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یعنی جب میں کسی کو حکم کروں کہ وہ فلاں کام کو انجام دینے کیلئے جائے پھر وہ نہ انجام دے یا اس کام کیلئے نہ جائے تو

تم اس کو حکومت سے معزول کر کے اس کی جگہ اور امیر میرے حکم کے مطابق مقرر کر دو۔ جب امیر رعایا پر ظلم کرے اور ان کے حقوق ادا نہ کرے تو اس کا یہی حکم ہے کہ اسے معزول کر کے اس کی جگہ دوسرے کو مقرر کر دیا جائے۔(ع)

نوٹ: کتاب الایمان میں حضرت فضالہؓ سے روایت ذکر ہوئی ہے جس کی ابتداء اس طرح ہے:

وَذُكِرَ حَدِيْثُ فَضَالَةَ وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ فِیْ كِتَابِ الْاِيْمَانِ

''اور حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ کی روایت والمجاهد من جاهد نفسه کتاب الایمان میں نقل کی جا چکی ہے۔

الفصل الثالث:

صف قتال میں ایک لمحہ ساٹھ برس کی عبادت سے افضل ہے

۶۱/۳۷۶۶ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی سَرِيَّةٍ فَمَرَّ رَجُلٌ بِغَارٍ فِيْهِ شَیْءٌ مِنْ مَاءٍ وَبَقْلٍ فَحَدَّثَ نَفْسَهٗ بِاَنْ يُّقِيْمَ فِيْهِ وَيَتَخَلّٰى مِنَ الدُّنْيَا فَاسْتَأْذَنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ ذٰلِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ بِالْيَهُوْدِيَّةِ وَلَا بِالنَّصْرَانِيَّةِ وَلٰكِنِّیْ بُعِثْتُ بِالْحَنِيْفِيَّةِ السَّمْحَةِ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَغَدْوَةٌ اَوْرَوْحَةٌ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَلَمُقَامُ اَحَدِكُمْ فِی الصَّفِّ خَيْرٌ مِّنْ صَلَاتِهٖ سِتِّيْنَ سَنَةً۔ (رواه احمد)

اخرجه أحمد فی المسند ٥ / ٢٦٦

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک لشکر میں جناب رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں گئے ایک آدمی کا گزر ایک غار کے پاس سے ہوا جس میں کچھ سبزہ اور پانی اور کچھ ترکاری تھی تو وہ دل میں کہنے لگا کہ اگر بندہ اس میں ٹھہرے اور دنیا سے الگ ہو (تو مناسب ہے) چنانچہ اس نے اس سلسلہ میں جناب رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے دین یہودیت کے ساتھ نہیں بھیجا گیا اور نہ ہی دین نصرانیت کے ساتھ کہ رہبانیت اختیار کریں اور مشقت اٹھاؤں اور بالکل لذات کو ترک کر دوں بلکہ مجھے دین حنیف کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ جو کہ آسان ہے یعنی اس میں تنگی اور زائد مشقت نہیں ہے۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضے قدرت میں میری جان ہے۔ اللہ کی راہ میں ایک صبح یا شام کا جانا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے۔ اور تم مین کسی ایک کا صف قتال میں کھڑا ہونا یا صف جماعت میں کھڑا ہونا اس کی ساٹھ برس کی نماز سے بہتر ہے یعنی تنہا نماز سے بہتر ہے یہ احمد کی روایت ہے۔

جہاد میں کمال نیت

۶۲/۳۷۶۷ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَزَا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَمْ يَنْوِ اِلَّا عِقَالًا فَلَهٗ مَانَوٰى۔ (رواه النسائی)

اخرجه النسائی فی السنن ' کتاب الجهاد' باب بیان النیته_٦ / ٢٤' الحدیث رقم ٣١٣٨' والدارمی فی ٢ / ٢٧٤' الحدیث رقم ٢٤١٦' وأحمد فی المسند ٥ / ٣١٥

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے راہ خدا تعالیٰ میں جہاد کیا اور ایک رسّی (مالِ غنیمت) کی بھی نیت نہ کی تو اس کو وہی ملے گا جس چیز کی اس نے نیت کی۔ یہ نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ عقالا: مطلب یہ ہے کہ اگر کسی حقیر سے حقیر چیز کا حصول بھی جہاد میں پیش نظر ہو تو وہ اخلاص کے منافی ہے اس میں بطور مبالغہ یہ بات بتلا دی گئی کہ غنیمت سے بالکل قطع نظر ہونی چاہیے اور نہایت اخلاص نیت اختیار کرنی چاہیے جس میں آمیزش نہ ہو حاصل یہ ہے کہ کمال اخلاص یہ ہے کہ دنیاوی آمیزش کا اس میں نشان بھی نہ ہو۔ ویسے یہ گزر چکا ہے کہ جہاد میں غنیمت کا قصد بھی درست ہے۔ (ح۔ع)

جہاد سے جنت کے سو درجات ملتے ہیں

۳۷۶۸/۶۳ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَضِیَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِ سْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ فَعَجِبَ لَهَا اَبُوْسَعِیْدٍ فَقَالَ اَعِدْهَا عَلَیَّ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَعَادَهَا عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ وَاُخْرٰی یَرْفَعُ اللّٰهُ بِهَا الْعَبْدَ مِائَةَ دَرَجَةٍ فِی الْجَنَّةِ مَابَیْنَ كُلِّ دَرَجَتَیْنِ كَمَا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ قَالَ وَمَا هِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ' ٣ / ١٥٠١ کتاب الامارة' باب بیان ما اعده الله تعالی' الحدیث رقم (١١٦' ـ ١٨٨٤) والنسائی فی ٦ / ١٩' الحدیث رقم ٣١٣١

ترجمہ: حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر راضی ہو' اسلام کے دین ہونے پر راضی ہو اور حضرت محمد ﷺ پر رسول ہونے کی حیثیت سے راضی ہو۔ اس کے لئے جنت واجب ہے۔ ان کلمات کو سن کر ابوسعید نے تعجب کیا اور کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ یہ کلمات آپ دوبارہ دہرائیں۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ کلمات ان پر دہرائے۔ اور پھر ارشاد فرمایا ایک اور چیز بھی ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندے کے سو درجات جنت میں بلند کر دیتے ہیں۔ جنت کے ہر دو درجات میں اتنی مسافت و فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین کے مابین۔ ابوسعید کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ وہ کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تلواروں کے سایہ تلے باب بہشت

۳۷۶۹/۶۴ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ فَقَامَ رَجُلٌ رَثُّ الْھَیْئَةِ فَقَالَ یَااَبَا مُوْسٰی اَنْتَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ ھٰذَا قَالَ نَعَمْ فَرَجَعَ اِلٰی اَصْحَابِہٖ فَقَالَ اَقْرَأُ عَلَیْکُمُ السَّلَامَ ثُمَّ کَسَرَ جَفْنَ سَیْفِہٖ فَاَلْقَاہُ ثُمَّ مَشٰی بِسَیْفِہٖ اِلَی الْعَدُوِّ فَضَرَبَ بِہٖ حَتّٰی قُتِلَ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۳ / ۱۱۵۱، الحدیث رقم ۱۴۶ ـ ۱۹۰۲، والترمذی فی ٤ / ۱۵۹، الحدیث رقم ۱٦۵۹، وأحمد فی المسند ٤ / ٤۹٦

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کے دروازے تلواروں کے سایوں کے نیچے ہیں پس (یہ سن کر) ایک خستہ حال شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا اے ابوموسیٰ! کیا تم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے۔ (یعنی کیا تمہارا اس حدیث کو سننا جزم و یقین کے ساتھ ہے)۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ جی ہاں۔ چنانچہ وہ شخص اپنے دوستوں کی طرف لوٹا اور کہنے لگا۔ میں تمہیں سلام کہتا ہوں! یعنی آخری سلام کہتا ہوں۔ پھر اپنی تلوار کا پرتلہ و نیام توڑ ڈالا اور پھینک دیا (یعنی اس نے یہ ارادہ کرلیا کہ وہ واپس لوٹ کر نہ آئے گا) پھر اپنی تلوار لے کر دشمن کی طرف گیا اور اس سے دشمنوں کو قتل کیا۔ یہاں تک کہ شہید کیا گیا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اَبْوَابَ الْجَنَّةِ: یعنی مجاہد لڑائی میں اس طرح ہو کہ اس پر دشمنوں کی تلواریں بلند ہوں تو یہ جنت میں داخلے کا سبب ہے۔ گویا کہ جنت کے ساتوں دروازے اس کے ساتھ موجود ہیں۔ (ع)

ارواحِ شہداء قوالب پرند میں

۳۷۷۰/۶۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَصْحَابِہٖ اِنَّہٗ لَمَّا اُصِیْبَ اِخْوَانُکُمْ یَوْمَ اُحُدٍ جَعَلَ اللّٰہُ اَرْوَاحَھُمْ فِیْ جَوْفِ طَیْرٍ خُضْرٍ تَرِدُ اَنْھَارَ الْجَنَّةِ تَاْکُلُ مِنْ ثِمَارِھَا وَتَاْوِیْ اِلٰی قَنَادِیْلَ مِنْ ذَھَبٍ مُعَلَّقَةٍ فِیْ ظِلِّ الْعَرْشِ فَلَمَّا وَجَدُوْا طِیْبَ مَاْکَلِھِمْ وَمَشْرَبِھِمْ وَمَقِیْلِھِمْ قَالُوْا مَنْ یُبَلِّغُ اِخْوَانَنَا عَنَّا اَنَّنَا اَحْیَاءٌ فِی الْجَنَّةِ لِئَلَّا یَزْھَدُوْا فِی الْجَنَّةِ وَلَا یَنْکُلُوْا عِنْدَ الْحَرْبِ فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَا اُبَلِّغُھُمْ عَنْکُمْ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَةِ۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۳۲، الحدیث رقم ۲۵۲۰، وأحمد فی المسند ۱ / ۲٦٦۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا جب احد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام شہید کئے گئے کہ جب تمہارے دوست شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے قوالب میں

منتقل کر دیا ہے۔ وہ جنت کی انہار پر اس کے میوہ جات کھاتے ہیں اور سونے کی قنادیل میں ٹھکانہ لیتے ہیں جو کہ سایہ عرش میں لٹکی ہیں۔ جب شہداء نے اپنے کھانے اور مشروبات اور خواب گاہوں کی خوشی پائی تو وہ کہنے لگے ہمارے بھائیوں کو ہماری طرف سے یہ خبر پہنچا دیجئے کہ ہم بہشت میں زندہ ہیں تاکہ وہ جنت کے حاصل کرنے میں بے رغبتی نہ کریں بلکہ جنت کے درجات کو حاصل کرنے میں رغبت کریں اور لڑائی کے وقت سستی نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہاری طرف سے ان کو خبر پہنچا دوں گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ آخر تک''۔

مکمل آیات:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ (۱۶۹) فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ لا وَیَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ لا اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (۱۷۰)

''ہرگز تم ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جائیں مردہ مت کہو بلکہ اپنے رب کے ہاں وہ زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اس عطیے پر خوش باش ہیں جو اس نے ان کو دیا ہے کہ ان پر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے''۔

ایمان والوں کی تین جماعتیں

۳۷۷۱/۲۶ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُوْنَ فِی الدُّنْیَا عَلٰی ثَلَاثَةِ اَجْزَاءٍ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْ یَاْمَنُهُ النَّاسُ عَلٰی اَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ثُمَّ الَّذِیْ اِذَا اَشْرَفَ عَلٰی طَمَعٍ تَرَكَهٗ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔

(رواه احمد)

اخرجه أحمد في المسند ۳ / ۸

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا میں مؤمنوں کی تین اقسام ہیں۔ نمبر ا۔ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر وہ شک میں مبتلا نہ ہوئے پھر اپنی جانوں اور اموال کے ساتھ راہ خدا تعالیٰ میں جہاد کیا۔ یعنی اس جماعت نے ایمان کامل اور تہذیب نفس کے باوجود مخلوق کو نفع دیا اور اپنے نفوس کو پاک کیا پس یہ مرتبہ میں اشرف و اعلیٰ ہیں نمبر ۲۔ وہ شخص جس سے لوگوں کو اپنے احوال اور اپنی جانوں کے سلسلہ میں اطمینان ہے۔ یعنی اگرچہ اس نے نفع تو نہیں پہنچایا مگر لوگوں کو ضرر نہ پہنچایا اور نہ ان کی برائی کی اور نہ ان سے زیادہ اختلاط کیا۔ اور نہ طمع میں پڑا۔ نمبر ۳۔ وہ شخص کہ جب اس کے سامنے طمع آتی ہے تو وہ رضاء الٰہی کیلئے اسے چھوڑ دیتا ہے۔ یہ احمد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اَشْرَفَ عَلٰی طَمَعٍ: یعنی اس کے دل میں طمع پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے طمع کو وہ چھوڑ دیتا ہے۔ اس شخص نے اگرچہ لوگوں کے ساتھ میل و جول اختیار کیا اور طمع کے قریب پہنچا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اسے طمع میں گھسنے سے محفوظ

کرلیا۔ اور یہ قسم پہلی دو قسموں سے کم درجہ والی ہے۔ اس کے بعد ایمان والوں کی اور اقسام ہیں جو مرتبہ کے اعتبار سے ساقط الاعتبار ہیں۔ (ح)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمنا

۳۷۷۲/۶۷ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ عَمِیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَامِنْ نَّفْسٍ مُّسْلِمَةٍ يَقْبِضُهَا رَبُّهَا تُحِبُّ اَنْ تَرْجِعَ اِلَيْكُمْ وَاَنَّ لَهَا الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا غَيْرُ الشَّهِيْدِ قَالَ ابْنُ اَبِیْ عَمِيْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ اُقْتَلَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ يَكُوْنَ لِیْ اَهْلُ الْوَبَرِ وَالْمَدَرِ۔ (رواہ والنسائی)

اخرجه النسائي في السنن ٦ / ٣٣ كتاب الجهاد۔الحديث رقم ٣١٥٣، وأحمد في المسند ٤ / ٢١٦

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مسلمان ایسا نہیں کہ جس کی روح اس کا رب قبض کرلے یعنی اسے موت آجائے اور پھر دنیا میں دوبارہ آنے کی تمنا رکھتا ہو۔ اور دنیا حاصل کرنے کی طمع رکھتا ہو سوائے شہید کے یعنی وہ پسند کرتا ہے کہ وہ دنیا میں آئے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا جائے۔ اس لئے کہ وہ اس کے بڑے درجات اور بڑا ثواب دیکھ رہا ہے۔ ابن ابی عمیرہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم میں اس بات کے مقابلے میں کہ میرے غلام خیموں والے اور حویلیوں والے بنیں اس کی بنسبت میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جانے کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔ یہ نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اَهْلُ الْوَبَرِ: خیموں والے ان سے مراد گنوار اور بدو لوگ ہیں جو خیموں میں رہتے ہیں۔ اور حویلیوں والوں سے مراد دیہات و شہر کے باشندے ہیں اور اس سے مراد تمام دنیا اور اس کے تمام باسی ہیں۔ (یعنی جو کہ جنگل اور شہروں پر مشتمل ہیں) (ح)

چار جنتی جماعتیں

۳۷۷۳/۶۸ وَعَنْ حَسْنَاءَ بِنْتِ مُعَاوِيَةَ قَالَتْ حَدَّثَنَا عَمِّیْ قَالَ قُلْتُ لِلنَّبِیِّ ﷺ مَنْ فِی الْجَنَّةِ قَالَ النَّبِیُّ فِی الْجَنَّةِ وَالشَّهِيْدُ فِی الْجَنَّةِ وَالْمَوْلُوْدُ فِی الْجَنَّةِ وَالْوَئِيْدُ فِی الْجَنَّةِ۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجه أبو داود في السنن ٣ / ٣٣ كتاب الجهاد، باب في فضل الشهادة، الحديث رقم ٥ / ٥٨، وأحمد في المسند ٥ / ٥٨

ترجمہ: حضرت حسناء بنت معاویہؓ کہتی ہیں کہ میرے چچا نے مجھے بیان کیا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں کون جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام جنت میں ہونگے اور شہداء بہشت میں ہونگے۔ اور بچے جنت میں ہوں گے اور زندہ درگور کیے ہوئے جنت میں ہوں گے۔ یہ ابوداؤد کی روایت

ہے۔

تشریح ۞ الشَّهِيْدُ : یہاں شہید سے مراد مؤمن ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا : وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ اُولٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ ''اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کے نزدیک صدیق اور شہداء ہیں''۔ حاصل یہ ہے کہ یہاں شہید عام ہے خواہ وہ حقیقت میں شہید ہو یا حکماً شہید ہو اور نابالغ بچہ مؤمن کا ہو یا کافر کا وہ جنت میں جائے گا۔ اور وہ بچہ جو نا مکمل گرایا جائے وہ بھی لڑکے کے حکم میں داخل ہے۔

وَالْوَئِيْدُ :جیسا کہ کفار کی عادت تھی کہ زندہ لڑکیوں کو قبر میں دفن کر دیتے تھے۔ اور بعض تنگ دستی کے موقع پر لڑکوں کو بھی زندہ گاڑ دیتے تھے۔

چار کی تخصیص: کی شاید وجہ یہ ہو کہ ان کو افضل مقام حاصل ہے۔ پہلی دو اقسام فضل وشرف کی وجہ سے خاص کی گئیں اور پچھلی دو جماعتوں کو بلا کسب وعمل جنت میں داخلہ ملا۔ پس اس وجہ سے ان کو خاص کر دیا گیا۔ (ع۔ح)

سات لاکھ درہم خرچ کا ثواب

۶۹/۳۷۷۴ وَعَنْ عَلِيٍّ وَاَبِى الدَّرْدَاءِ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَاُمَامَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَعِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ كُلُّهُمْ يُحَدِّثُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ اَرْسَلَ نَفَقَةً فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَقَامَ فِىْ بَيْتِهٖ فَلَهٗ بِكُلِّ دِرْهَمٍ سَبْعُمِائَةِ دِرْهَمٍ وَمَنْ غَزَا بِنَفْسِهٖ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَنْفَقَ فِىْ وَجْهِهٖ ذٰلِكَ فَلَهٗ بِكُلِّ دِرْهَمٍ سَبْعُمِائَةِ اَلْفِ دِرْهَمٍ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ (رواه ابن ماجة)

اخرجه ابن ماجه فى السنن ٢ / ٩٢٢ كتاب الجهاد' باب فضل النفقة فى سبيل الله' الحديث رقم ٢٧٦١

ترجمہ: حضرت علی اور ابو درداء، ابو ہریرہ، ابو امامہ' ابن عمر، عبداللہ بن عمرو، جابر بن عبداللہ، عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس آدمی نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچہ بھیجا۔ مگر خود اپنے گھر میں مقیم رہا پس اس کو ہر درہم کے بدلے سات سو درہم بدلہ ملے گا۔ اور جس نے بذات خود اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اور اپنے اوپر جہاد میں مال صرف کیا تو اس کو ہر درہم کے بدلے سات لاکھ درہم خرچ کرنے کا بدلہ ملے گا۔ یعنی نفس کی مشقت اور مال کو خرچ کرنے کی وجہ سے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ...... اور اللہ تعالیٰ ثواب کو جس کیلئے چاہتے ہیں بڑھا دیتے ہیں۔ یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔

چار شہید

۷۰/۳۷۷۵ عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الشُّهَدَاءُ اَرْبَعَةٌ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ جَيِّدُ الْاِيْمَانِ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَقَ اللّٰهَ حَتّٰى قُتِلَ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَرْفَعُ النَّاسُ اِلَيْهِ اَعْيُنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ هٰكَذَا وَرَفَعَ رَأْسَهُ حَتّٰى سَقَطَتْ قَلَنْسُوَتُهُ فَمَا اَدْرِيْ اَقَلَنْسُوَةَ عُمَرَ اَرَادَ اَمْ قَلَنْسُوَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَرَجُلٌ مُؤْمِنٌ جَيِّدُ الْاِيْمَانِ لَقِيَ الْعَدُوَّ كَاَنَّمَا ضُرِبَ جِلْدُهُ بِشَوْكِ طَلْحٍ مِنَ الْجُبْنِ اَتَاهُ سَهْمٌ غَرْبٌ فَقَتَلَهُ فَهُوَ فِي الدَّرَجَةِ الثَّانِيَةِ وَرَجُلٌ مُؤْمِنٌ خَلَطَ عَمَلاً صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَقَ اللّٰهَ حَتّٰى قُتِلَ فَذٰلِكَ فِي الدَّرَجَةِ الثَّالِثَةِ وَرَجُلٌ مُؤْمِنٌ اَسْرَفَ عَلٰى نَفْسِهٖ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَقَ اللّٰهَ حَتّٰى قُتِلَ فَذٰلِكَ فِي الدَّرَجَةِ الرَّابِعَةِ۔

(رواه الترمذی وقال هذا حدیث غریب)

اخرجه ابن ماجه في السنن ۲ / ۹۲۲ كتاب الجهاد٬ باب فضل النفقة في سبيل الله٬ الحديث رقم ۲۷۶۱

ترجمہ: حضرت فضالہ بن عبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت عمرؓ سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ شہید چار طرح کے ہوتے ہیں۔ نمبرا۔ ایک وہ شخص جو کامل ایمان والا تھا۔ دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا تو اس نے اللہ تعالیٰ کو اپنا عہد سچ کر دکھایا۔ یہاں تک کہ وہ مارا گیا۔ پس یہ وہ شخص ہے کہ جس کی طرف لوگ قیامت کے دن اس طرح آنکھیں اٹھائیں گے جس طرح میں نے سر اٹھایا ہے۔ انہوں نے اپنا سر اس طرح اٹھایا کہ ان کی ٹوپی گر پڑی۔ فضالہ کے شاگرد کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ فضالہ نے اس سے حضرت عمر کی ٹوپی گرنا مراد لیا یا جناب رسول اللہ ﷺ کی (یعنی اس کے بلند مرتبہ کی وجہ سے لوگ اس کی طرف دیکھیں گے) نمبر۲۔ دوسرا عمدہ ایمان والا مؤمن جس نے دشمن سے اس طرح ملاقات کی کہ گویا اس کی جلد میں کانٹے والے درخت کے کانٹے چبھوئے گئے ہیں بوجہ بزدلی کے یعنی یہ خوف سے بالوں کے کھڑے ہو جانے سے کنایہ ہے۔ اس کو تیر لگا کہ جس کے مارنے والے کا علم نہیں جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ یہ پہلے کے مقابلہ دوسرے درجہ میں ہے۔ نمبر۳۔ وہ کامل مؤمن جس نے اچھے برے عمل کیے اور دشمن کا سامنا ہوا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا یہاں تک کہ وہ مارا گیا۔ یہ تیسرے درجہ میں ہے۔ نمبر۴۔ وہ مسلمان جس نے اپنی جان پر اسراف کیا یعنی بہت گناہ کیے اور (دشمن کا سامنا ہونے پر) اس نے اللہ تعالیٰ کو اپنا وعدہ سچ کر دکھایا یہاں تک کہ وہ مارا گیا یہ چوتھے درجہ میں ہے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔ انہوں نے اسے حسن غریب کہا ہے۔

تشریح ۞ **فَصَدَقَ اللّٰهَ**: صدق کا لفظ دال کی تخفیف کے ساتھ ہے یعنی اس نے اپنی شجاعت سے اس چیز کو سچ کیا جو اللہ تعالیٰ سے اس کا عہد تھا۔ اور ایک نسخہ میں صدق ہے یعنی اس نے اللہ تعالیٰ کی بات کو عمل کر کے سچا کر دیا۔ پس جہاد کیا اور ثواب کی امید پر صبر کیا اور ثواب حق کی امید رکھی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے صبر اور طلب ثواب سے تعریف کی ہے۔ جب یہ شخص لڑا اور صبر کیا اور اس کا مقصود طلب ثواب تھا تو گویا اس نے اپنے فعل سے اللہ تعالیٰ کی بات کی تصدیق کر دی۔ اس تقسیم کا مقصد یہ ہے کہ شہید یا متقی شجاع و بہادر ہے اور یہ قسم اول ہے۔ یا متقی غیر شجاع ہے اور یہ دوسری قسم ہے یا بہادر غیر متقی ہے۔ اور یہ دو قسم پر ہے۔ نمبرا۔ ایک وہ جس کا کردار نیکی و بدی سے مخلوط ہے اور فاسق ہے مگر حد سے زیادہ اسراف کرنے والا نہیں۔ اور یہ تیسری قسم ہے۔ یا فاسق حد سے آگے بڑھنے والا ہے۔ ان تمام اقسام میں اللہ تعالیٰ کی تصدیق حاصل ہوتی ہے سوائے دوسری قسم کے۔

حاصل تقریر: یہ ہے کہ تصدیق حق سے مراد صبر اور طلب حق پر ثابت قدمی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کا وصف اس سے بیان کیا ہے۔ اور اس کی اطلاع دی اس سے اجر وثواب کے وعدہ کی تصدیق مراد نہیں کیونکہ وہ تو قسم ثانی سے حاصل ہوتی ہے۔ اس وجہ سے اس کو یہاں ذکر نہیں کیا (فافہم۔ع)

جہاد کے تین مقتول

۳۷۷۶/۱۷ وَعَنْ عُتْبَةَ بْنِ عَبْدِ السُّلَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَتْلٰى ثَلَاثَةٌ مُؤْمِنٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتّٰى يُقْتَلَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ فَذَالِكَ الشَّهِيْدُ الْمُمْتَحَنُ فِيْ خَيْمَةِ اللّٰهِ تَحْتَ عَرْشِهٖ لَا يَفْضُلُهُ النَّبِيُّوْنَ اِلَّا بِدَرَجَةِ النُّبُوَّةِ وَمُؤْمِنٌ خَلَطَ عَمَلًا صَالِحًا وَاٰخَرَ سَيِّئًا جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتّٰى يُقْتَلَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ مُمَصْمِصَةٌ مَحَتْ ذُنُوْبَهٗ وَخَطَايَاهُ اِنَّ السَّيْفَ مَحَّاءٌ لِلْخَطَايَا وَاُدْخِلَ مِنْ اَيِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَ وَمُنَافِقٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فَاِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتّٰى يُقْتَلَ فَذَاكَ فِي النَّارِ وَاِنَّ السَّيْفَ لَا يَمْحُو النِّفَاقَ۔ (رواہ الدارمی)

اخرجه الدارمی فی السنن ۲ / ۲۷۲' الحدیث رقم ۲۴۱۱

ترجمہ: عقبہ بن عبد السلمیؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جہاد میں مقتول ہونے والوں کی تین اقسام ہیں نمبرا۔ وہ کامل مؤمن جس نے اپنی جان اور مال سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا جب دشمن سے اس کا سامنا ہوا تو لڑتے ہوئے مارا گیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کی جہاد کی مشقتوں پر صبر کے ساتھ آزمائش کی گئی یہ عرشِ الٰہی کے نیچے اللہ تعالیٰ کے (خاص) خیمہ میں ہوگا یعنی یہ محل حضور وقرب میں اس قدر قریب ہوگا کہ انبیاء علیہم السلام درجہ نبوت کے اعتبار سے اس سے ممتاز ہونگے۔ نمبر۲۔ دوسرا وہ مؤمن ہے جس نے ملے جلے اعمال کئے کچھ اچھے اور کچھ برے پھر اس نے اپنی جان اور مال سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا جب دشمن سے سامنا ہوا تو لڑتا ہوا مارا گیا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ خصلت یا شہادت گناہوں اور خطاؤں کو مٹانے والی اور صاف کرنے والی ہے۔ اور یقیناً تلوار بہت زیادہ خطاؤں کو مٹانے والی ہے۔ یہ شخص جنت کے جس دروازہ سے چاہے گا جنت میں داخل کیا جائیگا۔ نمبر۳۔ تیسرا منافق جس نے جان و مال سے جہاد کیا۔ جب دشمن سے سامنا ہوا تو لڑتا ہوا مارا گیا پس یہ دوزخ میں جائے گا۔ اس لئے کہ تلوار نفاق کو نہیں مٹاتی۔ یہ دارمی کی روایت ہے۔

بخشش اعتقاد پر ہے

۳۷۷۷/۱۸ وَعَنِ ابْنِ عَائِذٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَنَازَةِ رَجُلٍ فَلَمَّا وُضِعَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَا تُصَلِّ عَلَيْهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ رَجُلٌ فَاجِرٌ فَالْتَفَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ اِلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ رَآهُ اَحَدٌ مِّنْكُمْ عَلٰى عَمَلِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ حَرَسَ لَيْلَةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَصَلّٰى عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَثّٰى عَلَيْهِ التُّرَابَ وَقَالَ اَصْحَابُكَ يَظُنُّوْنَ اَنَّكَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَاَنَا اَشْهَدُ اَنَّكَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَقَالَ يَا عُمَرُ اِنَّكَ لَا تُسْئَالُ عَنْ اَعْمَالِ النَّاسِ وَلٰكِنْ تُسْئَالُ عَنِ الْفِطْرَةِ - (رواه البيهقى فى شعب الايمان)

اخرجه البيهقي في شعب الإيمان ٤ / ٤٣ الحديث رقم: ٤٢٩٧

ترجمہ: ابن عائذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ کی طرف تشریف لے گئے تا کہ اس کی نماز جنازہ ادا فرمائیں۔ جب جنازہ رکھ دیا گیا تو عمر کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اس پر نماز جنازہ نہ پڑھیں کیونکہ یہ فاسق شخص تھا پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے اس کو اسلام پر دیکھا (یعنی اسلام کی کسی ایک بات پر دیکھا ہو جو حقیقی اسلام پر دلالت کرے)۔ ایک شخص کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جی ہاں کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک رات نگہبانی کی ہے۔ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز جنازہ پڑھی اور دفن کے وقت اس پر مٹی ڈالی اور ارشاد فرمایا کہ تمہارے دوستوں کا خیال ہے کہ تو دوزخیوں میں سے ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تحقیق تو جنتیوں میں سے ہے۔ اور فرمایا: اے عمر! یقیناً تجھ سے لوگوں کے عملوں کے بارے میں سوال نہ کیا جائے گا۔ مگر تجھ سے دین اسلام کے متعلق پوچھا جائے گا۔ یہ روایت بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کی ہے

تشریح ❁ تُسْئَالُ عَنِ الْفِطْرَةِ: دین اسلام سے مراد یہ ہے کہ وہ چیز جو اسلام پر شعائر دین میں دلالت کرنے والی ہو اور علامات یقین سے مقصود حضرت عمر کو اس بات سے منع کرنا تھا جس کی انہوں نے جرأت کی کیونکہ فطرت پر اعتبار اور اعتقاد پر اعتماد ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بندوں پر بہت رحم فرمانے والے ہیں۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ کا قول: طیبی کے قول کا حاصل یہ ہے کہ اے عمر! مرنے والے کے برے اعمال کا ایسے موقعہ پر تذکرہ نہ کرنا چاہیے بلکہ اس کے نیک اعمال کی خبر دینی چاہیے۔ جیسا کہ دوسرے ارشاد میں فرمایا:

اُذْكُرُوْا مَوْتَاكُمْ بِالْخَيْرِ

''تم اپنے مرے ہوئے لوگوں کا تذکرہ بھلائی کے ساتھ کرو''۔

اصل مقصود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات سے منع کرنا ہے کہ جو انہوں نے اس کے فسق کی خبر دینے کی جرأت کی کیونکہ اعتبار تو فطرت یعنی اعتقاد کا ہے اور اس کے پائے جانے کی صورت میں ایک عمل بھی اعمال اسلام میں کفایت کرنے والا ہے۔

بَابُ اِعْدَادِ آلَةِ الْجِهَادِ

اسبابِ جہاد کی تیاری کا بیان

الفصل الاول:

تیر اندازی میں قوت ہے

۱/۳۷۷۸ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْىُ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْىُ اَلَا اَنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْىُ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۳ / ۱۵۲۲ كتاب الامارة، باب فضل الرمی، الحديث رقم (۱۶۷ ۔ ۱۹۱۷) وأبو داود فی السنن ۳ / ۱۹، الحديث رقم ۲۵۱٤ والترمذی فی ٥ / ۲۵۲، الحديث رقم ۳۰۸۳، وابن ماجه فی ۲ / ۹٤۰، الحديث رقم ۲۸۱۳، والدارمی فی ۲ / ۲۶۹، الحديث رقم ۲٤۰٤، وأحمد فی المسند ٤ / ۱۵۷

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد اس حال میں سنا جبکہ آپ منبر پر تشریف فرما تھے۔ کفار سے جنگ کیلئے وہ چیز تیار کرو جس سے قوت حاصل ہو اور سنو! تیر اندازی میں یقیناً قوت ہے۔ یہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْىُ: لڑائی میں قوت سے مراد وہ ہے جو آیت: وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ میں فرمائی گئی وہ تیر اندازی ہے اور شاید اس کو اس لئے ذکر فرمایا کیونکہ اس کا حصول بنسبت دوسری چیزوں کے آسان اور یہ قوی تر ہے۔ (ع)

فتح روم کی خوشخبری

۲/۳۷۷۹ وَعَنْهُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَتُفْتَحُ عَلَيْكُمُ الرُّوْمُ وَيَكْفِيْكُمُ اللّٰهُ فَلَا يَعْجَزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّلْهُوَ بِاَسْهُمِهٖ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۳ / ۱۵۲۲ كتاب الامارة، باب فضل الرمی، الحديث رقم (۱۶۸ ـ ۱۹۱۸) والترمذی فی السنن ٥ / ۲۵۲، الحديث رقم ۳۰۸۳، وأحمد فی المسند ٤ / ۱۵۷

ترجمہ: حضرت عقبہؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا۔ عنقریب اللہ تعالیٰ روم کو فتح کر دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے لئے (ان کے شر سے) کفایت کرے گا۔ پس تم تیر اندازی میں سستی مت کرنا۔ یہ مسلم

کی روایت ہے۔

تشریح ۞ فَلَا يُعْجِزْ : تمہاری اکثر لڑائی رومیوں کے ساتھ تیر اندازی سے ہوگی۔ پس تمہیں تیر اندازی کی عادت برقرار رکھنی چاہیے۔ تیر اندازی کو سیکھو تا کہ ان کے ساتھ جنگ پر قدرت حاصل ہو اور ان کے ساتھ لڑائی میں اللہ تعالیٰ تمہاری نگہبانی فرمائے نمبر۲۔ مراد یہ ہے کہ تیر اندازی کو ترک نہ کرو۔ فتح مکہ کے بعد بھی اس پر مداومت رکھو اور روم کی فتح پر مغرور مت ہونا اور اس کو ترک نہ کر دینا کہ اس کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اس کی ضرورت تو فتح روم کے بعد بھی باقی ہے۔

تیر اندازی کو لہو سے تعبیر فرمایا تا کہ اس کی طرف رغبت دلائی جائے کہ کھیل کھیل میں بہت سا فائدہ بھی ہو جائے گا۔ نفوس انسانیہ فطری طور پر لہو کی طرف رغبت رکھتی ہیں۔ (ع۔ح)

تیر اندازی بھولنے والا ہم میں سے نہیں

۳۷۸۰/۳ وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ عَلِمَ الرَّمْىَ ثُمَّ تَرَكَهٗ فَلَيْسَ مِنَّا اَوْ قَدْ عَصٰى۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ۳ / ۱۵۲۲ كتاب الأمارة' باب فضل الرمى والحث عليه' و ذم من علمه ثم نسيه' الحديث رقم (۱۶۹ ـ ۱۹۱۹) وابن ماجه فی ۲ / ۹۴۰' الحديث رقم ۲۸۱۴

ترجمہ: حضرت عقبہؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: جس نے تیر اندازی سیکھ کر اسے چھوڑ دیا پس وہ ہم میں سے نہیں۔ (یعنی ہمارے طریقہ پر نہیں) یا فرمایا کہ یقیناً اس نے نافرمانی کی۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ فَلَيْسَ مِنَّا: وہ ہم میں سے نہیں یعنی وہ ہمارے قریب نہیں ہمارے زمرہ میں شمار نہیں۔ سیکھ کر چھوڑ نا نہ سیکھنے سے زیادہ سخت بات ہے کیونکہ وہ تو اس جماعت میں داخل ہی نہ ہوا اور یہ داخل ہو کر نکل گیا گویا اس نے اس میں نقص دیکھا اور اس کے ساتھ استہزاء کیا یہ بڑی نعمت کا کفران ہے۔ كذا ذكره الطيبى۔ (ع)

اے اولادِ اسماعیل تم تیر اندازی کرو

۳۷۸۱/۴ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَوْمٍ مِنْ اَسْلَمَ يَتَنَاضَلُوْنَ بِالسُّوْقِ فَقَالَ ارْمُوْا بَنِىْ اِسْمَاعِيْلَ فَاِنَّ اَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا وَاَنَا مَعَ بَنِىْ فُلَانٍ لِاَحَدِ الْفَرِيْقَيْنِ فَاَمْسَكُوْا بِاَيْدِيْهِمْ فَقَالَ مَالَكُمْ قَالُوْا كَيْفَ نَرْمِىْ وَاَنْتَ مَعَ بَنِىْ فُلَانٍ قَالَ ارْمُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ كُلُّكُمْ۔

(رواه البخارى)

اخرجه البخارى فی صحيحه ۶ / ۵۳۷ كتاب المناقب' باب نسبة اليمن الى اسماعيل' الحديث رقم ۳۵۰۷

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو اسلم کے ایک قبیلہ کے پاس تشریف لائے جبکہ وہ بازار میں باہمی تیراندازی میں مصروف تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اولاد اسماعیل! یعنی عرب والو! یقیناً تمہارے باپ یعنی اسماعیل علیہ السلام تیرانداز تھے۔ دو گروہوں میں سے ایک کو آپ نے فرمایا میں بنی فلاں کے ساتھ ہوں۔ (یعنی بنو اسلم کے دو گروہوں میں سے ایک کے ساتھ جو کہ تیراندازی کررہے تھے۔ ایک گروہ کا نام لے کر فرمایا میں ان کے ساتھ ہوں)۔ تو دوسرے فریق نے اپنے ہاتھ روک لئے یعنی جن کے ساتھ رسول اللہ تھے ان کے مقابلہ والوں نے تیراندازی سے ہاتھ کھینچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تیراندازی کرو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بڑے تیرانداز تھے

۳۷۸۲/۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ اَبُوْطَلْحَةَ يَتَتَرَّسُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتُرْسٍ وَّاحِدٍ وَكَانَ اَبُوْطَلْحَةَ حَسَنَ الرَّمْيِ فَكَانَ اِذَا رَمٰى تَشَرَّفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْظُرُ اِلٰى مَوْضِعِ نَبْلِهٖ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦ / ٩٣ كتاب الجهاد' باب المجن' الحديث رقم ٢٩٠٢ وأحمد فی المسند ٣/ ٢٨٦

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ایک ڈھال کے ساتھ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے تھے۔ ابوطلحہ خوب تیرانداز تھے جب وہ تیر پھینکتے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جھانک کر دیکھتے کہ کس کو تیر لگا ہے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

گھوڑوں میں برکت ہے

۳۷۸۳/۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَرَكَةُ فِيْ نَوَاصِي الْخَيْلِ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦ / ٥٤ كتاب الجهاد' باب الخيل معقود' الحديث رقم ٢٨٥١ و مسلم فی ٤ / ١٤٩٤' الحديث رقم (١٠٠ ـ ١٨٧٤) والنسائی فی السنن ٦ / ٢٢١' الحديث رقم ٣٥٧١' وأحمد فی المسند ٣ / ١١٤

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت ہے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ نَوَاصِي: پیشانی بول کر ذات مراد لی یعنی گھوڑوں میں برکت ہے کیونکہ وہ جہاد کا سبب ہیں جو دنیا و آخرت کی خیر و بھلائی کا حامل ہے۔

گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت تک خیر ہے

۳۷۸۴/۷ وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْوِيْ نَاصِيَةَ فَرَسٍ بِاَصْبَعِهٖ وَهُوَ يَقُوْلُ الْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ بِنَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ الْاَجْرُ وَالْغَنِيْمَةُ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۳ / ۱٤۹۳‘ کتاب الامارة‘ باب فضیلة الخیل وأن الخیر معقود بنواصیها‘ الحدیث رقم (۹۷ ـ ۱۸۷۲) والنسائی فی السنن ٦ / ۲۲۱ الحدیث رقم ۳۵۷۲

ترجمہ: حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ ایک گھوڑے کی پیشانی کے بالوں کو اپنی انگلی پر لپیٹ کر فرما رہے تھے گھوڑوں کی پیشانیوں میں اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کیلئے خیر کو باندھ دیا ہے۔ (یعنی اس لئے کہ ان سے جہاد حاصل ہوتا ہے۔ جس میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔ جیسا کہ فرمایا) یہ آخرت کا ثواب اور دنیا کی غنیمت ہیں۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

گھوڑے کی سیری وسیرابی بھی میزان میں تولی جائے گی

۸/۳۷۸۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِیْمَانًا بِاللّٰهِ وَتَصْدِیْقًا بِوَعْدِهٖ فَاِنَّ شِبْعَهٗ وَرِیَّهٗ وَرَوْثَهٗ وَبَوْلَهٗ فِیْ مِیْزَانِهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦ / ۵۷ کتاب الجهاد‘ باب من احتبس فرساً‘ الحدیث رقم ۲۸۵۳‘ والنسائی فی ٦ / ۲۲۵‘ الحدیث رقم ۳۵۸۲‘ وأحمد فی المسند ۲ / ۳۷٤

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں گھوڑا باندھے (یعنی خالص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے اور اس کے حکم کی بجا آوری کیلئے) اور اس کے وعدہ (علم ثواب کے لئے جو کہا گیا ہے) کو سچا جانتے ہوئے۔ پس اس گھوڑے کا سیر ہونا اور سیراب ہونا اور اس کی لید اور پیشاب اس کے میزان عمل میں قیامت کے دن تولے جائیں گے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ شِبْعَهٗ وَرِیَّهٗ: سیری و سیرابی سے یہاں مراد وہ چیزیں ہیں کہ جن سے جانور کا پیٹ بھرتا اور وہ سیر ہوتا ہے مثلاً گھاس، پانی، دانہ وغیرہ۔ پس یہ چیزیں اس کے اعمال میں داخل ہوں گی۔ انکا ثواب ملے گا۔ اور وہ ثواب اس کے میزان عمل میں تولا جائے گا۔ (ع)

آپ کو شکال گھوڑا ناپسند تھا

۹/۳۷۸٦ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَکْرَهُ الشِّکَالَ فِی الْخَیْلِ وَالشِّکَالُ اَنْ یَّکُوْنَ الْفَرَسُ فِیْ رِجْلِهِ الْیُمْنٰی بَیَاضٌ وَفِیْ یَدِهِ الْیُسْرٰی اَوْفِیْ یَدِهِ الْیُمْنٰی وَرِجْلِهِ الْیُسْرٰی۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۳ / ۱٤۹٤ کتاب الامارة‘ باب ما یکره من صفات الخیل‘ الحدیث رقم (۱۰۲ ـ ۱۸۷۵) و أبو داود فی السنن ۳ / ٤۸‘ الحدیث رقم ۲۵٤۷‘ والترمذی فی ٤ / ۱۷۷ الحدیث رقم ۱٦۹۸‘ والنسائی فی ٦ / ۲۱۹‘ الحدیث رقم ۳۵٦۷‘ و ابن ماجه فی ۲ / ۹۳۳ الحدیث رقم ۲۷۹۰‘ وأحمد فی المسند ۲ / ۲۵۰۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ گھوڑوں میں شکال گھوڑے کو ناپسند کرتے۔ شکال یہ ہے کہ جس گھوڑے کے دائیں پاؤں میں سفیدی اور بائیں ہاتھ میں سفیدی ہو یا اس کے دائیں اگلے پاؤں میں سفیدی اور بائیں پچھلے پاؤں میں سفیدی ہو۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ شکال: راوی نے اس طرح تفسیر کی ہے جبکہ صاحب قاموس اور تمام اہل لغت کے ہاں شکال وہ گھوڑا ہے جس کے تینوں پاؤں سفید ہوں اور ایک پاؤں جسم کے ہم رنگ ہو یا بالعکس یعنی ایک پاؤں سفید اور تین پاؤں جسم کے ہم رنگ ہوں۔

شکال کا اصل معنی وہ رسّی ہے جس سے چوپائے کے پاؤں باندھے جاتے ہیں۔ اس طرح کے گھوڑے بندھنے سے تشبیہ دی اور تفاول کے طور پر ایسے گھوڑے کو ناپسند فرمایا: اور وہ مشکول ہونے کی صورت میں ہے کہ جس کے پاؤں بندھے ہوں۔ ممکن ہے کہ تجربہ میں ایسے گھوڑے کو اصیل نہ پایا گیا ہو۔ نمبر۲۔ بعض نے کہا کہ اگر مشکول ہونے کے ساتھ پیشانی سفید ہو جائے تو پھر کراہت دور ہو جاتی ہے۔ (ع)

ضمار گھوڑوں کی مسابقت

۱۰/۳۷۸۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِىْ اُضْمِرَتْ مِنَ الْحَفْيَاءِ وَاَمَدُهَا ثَنِيَّةُ الْوَدَاعِ وَبَيْنَهُمَا سِتَّةُ اَمْيَالٍ وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِىْ لَمْ تُضْمَرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ اِلٰى مَسْجِدِ بَنِىْ زُرَيْقٍ وَبَيْنَهُمَا مِيْلٌ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦ / ٧١ کتاب الصلاة، باب هل یقال مسجد بنی فلان، الحدیث رقم: ٢٨٦٨، و مسلم فی ٣ / ١٤٩١، الحدیث رقم (٩٥ ـ ١٨٧٠) و أبو داود فی السنن ٣ / ٦٤، الحدیث رقم ٢٥٧٥، و النسائی فی ٦ / ٢٢٦، الحدیث رقم ٣٥٨٤، والدامی فی ٢ / ٢٧٩، الحدیث رقم ٢٤٢٩، و مالك فی الموطا ٢ / ٤٦٧، الحدیث رقم ٤٥، من کتاب الجهاد۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر ؓ سے روایت کہ گئی کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ضمار گھوڑوں کے درمیان دوڑ کروائی جو مقام حفیاء سے ثنیۃ الوداع تک تھی۔ ان دونوں مقامات کے درمیان چھ کوس کا فاصلہ ہے۔ اور آپ ﷺ نے غیر ضمار والے گھوڑوں میں مقابلہ کروایا جو ثنیۃ الوداع سے مسجد بنی زریق تک تھا' ان دونوں کے درمیان ایک کوس کا فاصلہ ہے۔ یہ بخاری، مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ مسابقت: دو گھڑ سواروں کا مقابلہ میں دوڑنا کہ کون ان میں آگے نکلتا ہے۔

اضمار: گھوڑے کو خوب گھاس دانہ ڈالنا تاکہ خوب قوی اور موٹا تازہ ہو جائے پھر اس کی گھاس کو کم کر کے خوراک پر لاتے ہیں اور اس پر گردنی ڈال دیتے ہیں تاکہ اس کی حرارت سے اسے خوب پسینہ آئے۔ جب وہ پسینہ خشک ہو جاتا ہے تو وہ سبک رفتار ہو جاتا ہے۔ اور اس کا گوشت سبک اور قوی ہو جاتا ہے۔ یہ گھوڑا رفتار میں خوب ہوتا ہے۔

حفیاء: یہ مدینہ منورہ سے چند کوس پر واقع مقام کا نام ہے۔

ثنیۃ الوداع: یہ ایک پہاڑ کا نام ہے جہاں اس زمانہ میں لوگ اپنے مہمانوں کو الوداع کرنے کیلئے جاتے تھے۔ (ع)

عضباء کی مسابقت

۱۱/۳۷۸۸ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَتْ نَاقَةٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُسَمَّى الْعَضْبَاءُ وَكَانَتْ لَاتُسْبَقُ فَجَاءَ اَعْرَابِيٌّ عَلٰى قَعُوْدٍ لَّهٗ فَسَبَقَهَا فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يَرْتَفِعَ شَىْءٌ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا وَضَعَهٗ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦ / ٧٣ کتاب الجهاد' باب ناقة النبی صلی الله علیه وسلم' الحدیث رقم ٢٨٧٢' و أبو داود فی السنن ٥ / ١٥' الحدیث رقم ٤٨٠٢' والنسائی فی ٦ / ٢٢٨' الحدیث رقم ٣٥٩٢' وأحمد فی المسند ٣ / ١٠٣

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی ایک اونٹنی کا نام عضباء تھا۔ وہ دوڑ میں سب سے سبقت کر جاتی تھی (یعنی جس اونٹ سے مقابلہ کرتی اس سے آگے بڑھ جاتی)۔ پھر ایک اعرابی اونٹ پر آیا۔ اس کا اونٹ اس اونٹنی سے سبقت لے گیا۔ اس کا مسلمانوں کو بہت غم ہوا۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بات طے شدہ ہے کہ جو چیز بلند ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو نیچا کر دیتے ہیں۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ عَضْبَاءُ: جس اونٹنی کے کان کٹے یا چیرے ہوئے ہوں اس اونٹنی کا نام قصواء بھی ہے یا بقول بعض یہ اور اونٹنی ہے۔ اس کے متعلق دو قول ہیں۔ آپ ﷺ کی اس اونٹنی کے نہ کان کاٹے تھے نہ چرے ہوئے تھے بلکہ خلقی طور پر اس کے کان چھوٹے تھے اس کی وجہ سے اسے عضباء کہتے تھے۔

قَعُوْدٍ: جوان اونٹ جو سواری پر نیا لگایا گیا ہو اور سواری کے قابل ہو، اس کی کم سے کم عمر دو سال اور زیادہ سے زیادہ چھ سال ہے اس کے بعد اس کو جمل بولتے ہیں۔ (ع۔ح)

الفصل الثانی:

ایک تیر سے تین آدمی جنتی

۱۲/۳۷۸۹ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ ثَلَاثَةَ نَفَرٍ الْجَنَّةَ صَانِعَهٗ يَحْتَسِبُ فِىْ صَنْعَتِهِ الْخَيْرَ وَالرَّامِىَ بِهٖ مُنَبِّلَهٗ فَارْمُوْا وَارْكَبُوْا وَاَنْ تَرْمُوْا اَحَبُّ اِلَىَّ مِنْ اَنْ تَرْكَبُوْا كُلُّ شَىْءٍ يَلْهُوْبِهِ الرَّجُلُ بَاطِلٌ اِلَّا رَمْيَهٗ بِقَوْسِهٖ وَتَادِيْبَهٗ فَرَسَهٗ وَمُلَاعَبَتَهٗ امْرَاَتَهٗ فَاِنَّهُنَّ مِنَ الْحَقِّ (رواہ الترمذی وابن ماجۃ وزاد ابوداؤد والدارمی) وَمَنْ تَرَكَ الرَّمْىَ بَعْدَ مَاعَلِمَهٗ رَغْبَةً عَنْهُ فَاِنَّهٗ نِعْمَةٌ تَرَكَهَا اَوْقَالَ كَفَرَهَا۔

اخرجه أبو داود فی السنن ٣ / ٢٨ کتاب فضائل الجهاد' باب فی فضل الرمی' الحدیث رقم : ٢٥١٣' والترمذی فی ٤ /

۱٤۹، الحدیث رقم ۱٦۳۷، والنسائی فی ٦ / ۲۲۲، الحدیث رقم ۳۵۷۸، وابن ماجه فی ۲ / ۹٤۰، الحدیث رقم ۲۸۱۱، والدارمی فی ۲ / ۲٦۹، الحدیث رقم ۲٤۰۵، وأحمد فی المسند ٤ / ۱٤٤

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل کرتا ہے۔ نمبر ا۔ اس تیر کے بنانے والے کو جب کہ وہ اپنے اس پیشہ میں ثواب کا امیدوار ہو۔ (یعنی جہاد کی نیت سے بنائے)۔ نمبر ۲۔ جہاد میں تیر پھینکنے والے کو نمبر ۳۔ تیر پکڑانے والے کو یعنی تیر انداز کے ہاتھ میں تھمانے والا خواہ وہ اپنا تیر دے یا اس کا دے خواہ پہلے دے یا نشانے سے اٹھا کر دے۔ پس تم تیراندازی کرو اور گھوڑوں پر سواری کرو (یعنی تیراندازی سیکھو اور سواری کرنا سیکھو!) اور تمہارا تیراندازی کرنا مجھے گھڑ سواری سے زیادہ محبوب ہے۔ جس چیز سے آدمی کھیلے وہ باطل اور ناجائز ہے سوائے تیراندازی کے کہ تیراندازی کرنا اور گھوڑے کو سکھانا اور کھیلنا اپنی بیوی سے کھیلنا پس یہ چیزیں برحق ہیں۔ یہ ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت ہے۔ ابوداؤد اور دارمی کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ جو شخص تیراندازی سیکھ کر چھوڑ دے اس سے بیزار ہو کر پس تیراندازی ایک نعمت ہے کہ جس کو اس نے چھوڑ دیا یا اس طرح فرمایا کہ اس نے اس نعمت کی ناشکری کی۔

تشریح ۞ فَإِنَّهُنَّ مِنَ الْحَقِّ: یہ چیزیں حق ہیں اور انہی کے حکم میں ہر وہ چیز ہے جو حق کیلئے مدومعاون ہو خواہ وہ علم کی قسم سے ہو یا عمل کی قسم سے ہو بشرطیکہ وہ امور مباح میں سے ہو۔ مثلاً اونٹوں اور گھڑ سواری میں مسابقت یا پیدل چلنے اور دوڑنے میں مسابقت۔ (ع)

تیر پھینکنے والوں کے درجات

۱۳/۳۷۹۰ وَعَنْ اَبِیْ نَجِیْحِ السُّلَمِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ بَلَغَ بِسَهْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَهُوَلَهٗ دَرَجَةٌ فِی الْجَنَّةِ وَمَنْ رَمٰی بِسَهْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَهُوَلَهٗ عِدْلُ مُحَرَّرٍ وَمَنْ شَابَ شَیْبَةً فِی الْاِسْلَامِ كَانَتْ لَهٗ نُوْرًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَرَوٰی اَبُوْدَاوُدَ الْفَصْلُ الْاَوَّلَ وَالنَّسَائِیُّ الْاَوَّلُ وَالثَّانِیْ وَالتِّرْمِذِیُّ الثَّانِیَ وَالثَّالِثَ وَفِیْ رِوَایَتِهِمَا مَنْ شَابَ شَیْبَةً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بَدَلَ فِی الْاِسْلَامِ۔

اخرجه أبو داود فی السنن ٤ / ۲۷٤، کتاب العتق، باب ای الرقاب افضل، الحدیث رقم ۳۹٦۵، والترمذی فی ٤ / ۱٤۹، الحدیث رقم ۱٦۳۸، والنسائی فی ٦ / ۲٦، الحدیث رقم ۳۱٤۳، وأحمد فی المسند ٤ / ۳۸٦، والبیهقی فی شعب الایمان ٤ / ٦۸، الحدیث رقم ٤۳٤۱۔

ترجمہ: حضرت ابونجیح سلمیؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیر چلائے یعنی کافر کو تیر مارے پس اس کو ایک بڑا درجہ جنت میں ملے گا اور جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیر پھینکے یعنی خواہ وہ تیر کافر کو لگے یا نہ لگے پس وہ تیر اس کے لئے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب رکھتا ہے۔ اور جو شخص اسلام کی حالت میں بوڑھا

ہو۔قیامت کے دن اس کا بڑھاپا اس کے لئے نور بنے گا۔

روایات میں فرق: یہ بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کی ہے ابوداؤد نے اس کا پہلا جملہ روایت کیا ہے۔یعنی مَنْ بَلَغَ بِسَهْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَهُوَ لَهٗ دَرَجَةٌ اورنسائی نے پہلا اور دوسرا جملہ نقل کیا جو کہ دونوں تیر کی فضیلت بیان کرتے ہیں اور ترمذی نے دوسرا اور تیسرا جملہ نقل کیا ہے اور ترمذی اور بیہقی کی روایت میں ہے اس طرح ہے من شاب شیبۃ فی سبیل اللہ ذکر کیا جبکہ دوسروں نے فی الاسلام کہا ہے۔

شَابَ :بوڑھا ہوا اس سے معلوم ہوا کہ سفید بالوں کا چننا منع ہے۔ابویزید نے آئینہ میں اپنا منہ دیکھ کر کہا: ظهر الشيب ولا يظهر الغيب ما ادری مافی الغيب یعنی بڑھاپا ظاہر ہوا اور غیب ظاہر نہ ہوا اور مجھے معلوم نہیں کہ غیب میں کیا ہے۔

رِوَايَتِهِمَا : کی ضمیر کا مرجع بظاہر ترمذی اور نسائی ہیں مگر ان کی طرف ضمیر کا لوٹنا درست نہیں کیونکہ تیسرا جملہ نسائی نے ذکر نہیں کیا ہے۔پس معنی یہ ہوگا کہ ترمذی اور بیہقی کی روایت میں۔مگر اس پر بھی ایک اشکال ہے کہ بیہقی کی روایت میں تو بلاشبہ فی الاسلام ہے مگر اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا معنی اس طرح ہے: و فی رواية البيهقی و الترمذی یعنی ایک روایت بیہقی اور ترمذی میں اس طرح ہے۔(ع)

تین مسابقتوں میں مال لگ سکتا ہے

۱۴/۳۷۹۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا سَبَقَ اِلَّا فِیْ نَصْلٍ اَوْخُفٍّ اَوْ حَافِرٍ۔ (رواه الترمذی وابوداؤد والنسائی)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ٦٣ كتاب الجهاد، باب ما جاء فی الرهان، ۳ / ٦٣، الحديث رقم ٢٥٦٤، والترمذی فی ٤ / ١٧٨، الحديث رقم ١٧٠٠، والنسائی فی ٦ / ٢٢٦، الحديث رقم ٣٥٨٥، وابن ماجه ٢ / ٩٦٠، الحديث رقم ٢٨٧٨، وأحمد فی المسند ٢ / ٤٧٤

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسابقت میں مال کا لینا صرف تین چیزوں میں حلال ہے: ① تیر چلانے ② اونٹ دوڑانے ③ گھوڑے دوڑانے میں۔یہ ترمذی، ابوداؤد اور نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ سبق : وہ مال جو گھوڑ دوڑ میں شرط کیا جائے۔اور اس سے ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسابقت میں مال کا لینا تین چیزوں کے سوا جائز نہیں مگر بعض فقہاء نے ان تین کے ساتھ مندرجہ ذیل چیزوں کو بھی لاحق کیا ہے جو کہ اسباب جہاد سے ہیں جیسا کہ گدھا اور خچر گھوڑے کے حکم میں ہے اور ہاتھی اونٹ کے حکم میں ہے اور جو چیز اسباب جہاد سے ہو اس کی مسابقت میں مال کا شرط کرنا رغبت جہاد کیلئے ہے۔اس کے بخلاف دیگر اشیاء جو کہ اسباب جہاد سے نہیں مثلاً کبوتر بازی وغیرہ اس میں مسابقت پر مال لینا ناجائز ہے اور بعض نے تو پیادہ پا کی مسابقت کو اور پتھر پھینکنے میں مسابقت کو بھی اس میں شامل قرار دیا ہے۔کیونکہ وہ بھی معنی کے اعتبار سے تیر ہیں (جیسا غزوہ خندق) اور مسابقت میں مال شرط کرنے کا معنی قمار ہے اس لئے کہ اس میں ملک میں

خطرہ اور نفع ونقصان میں تردد ہے اور قمار کا یہی مفہوم ہے البتہ اگر خلیفہ کی طرف سے مال شرط کیا جائے یا کسی تیسرے شخص کی طرف سے اس طرح کہیں کہ جو شخص بڑھ جائے اس کے لئے اتنا مال ہوگا۔ یا پھر مال دو اطراف کی بجائے ایک جانب سے ہو مثلاً اس طرح کہا جائے کہ اگر تم بڑھ جاؤ تو تمہیں اس قدر ملے گا۔ اور اگر میں بڑھ جاؤں تو میرے لئے تیرے اوپر کوئی چیز واجب نہ ہوگی۔ اور اگر مال دونوں طرف سے ہو جیسا اس طرح کہے کہ اگر میں بڑھ جاؤں تو میرے لئے تیرے ذمہ اس قدر ہے اور اگر تو بڑھ جائے تو تیرے لئے مجھ پر اس قدر ہے۔ یہ جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ جوئے کی اصل حقیقت یہی ہے۔ البتہ اگر محلل داخل ہو تو درست ہے جیسا کہ آئندہ روایت میں مذکور ہے۔ (ع۔ح)

قمار اور عدم قمار کی صورت

۱۵/۳۷۹۲ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَدْخَلَ فَرَسًا بَیْنَ فَرَسَیْنِ فَاِنْ کَانَ یَاْمَنُ اَنْ یُّسْبَقَ فَلَا خَیْرَ فِیْهِ فَاِنْ کَانَ لَا یَاْمَنُ اَنْ یُّسْبَقَ فَلَا بَاْسَ بِهٖ (رواہ فی شرح السنة وفی روایة ابی داوٗد) قَالَ مَنْ اَدْخَلَ فَرَسًا بَیْنَ فَرَسَیْنِ یَعْنِیْ. وَهُوَ لَا یَاْمَنُ اَنْ یُّسْبَقَ فَلَیْسَ بِقِمَارٍ وَمَنْ اَدْخَلَ فَرَسًا بَیْنَ فَرَسَیْنِ وَقَدْ اَمِنَ اَنْ یُّسْبَقَ فَهُوَ قِمَارٌ۔

اخرجه البغوی فی شرح السنة ١٠ / ٣٩٦، الحدیث رقم ٢٦٥٤، وأبو داود فی السنن ٣ / ٦٦ کتاب الجهاد، باب فی المحلل، الحدیث رقم ٢٥٧٩، وابن ماجه فی ٢ / ٩٦٠، الحدیث رقم ٢٨٧٦، وأحمد فی المسند ٢ / ٥٠٥

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص گھڑ دوڑ کے دو گھوڑوں میں ایک تیسرا گھوڑا داخل کر دے اگر یہ تیسرا گھوڑا اس طرح کا ہو کہ تیز رفتار ہونے کی وجہ سے اس کے آگے نکل جانے کا امکان قوی ہے تو اس میں خیر نہیں اور اگر وہ گھوڑا ایسا ہو کہ اس کے سبقت لے جانے کا امکان نہ ہو تو پھر کچھ مضائقہ نہیں۔ اس کو شرح السنۃ نے نقل کیا اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ جو شخص دو گھوڑوں میں اپنا گھوڑا داخل کر دے یعنی ایسا گھوڑا ہو کہ اس کے سبقت کر جانے کا امکان نہ ہو تو یہ قمار نہ بنے گا اور جو شخص دو گھوڑوں میں تیسرا گھوڑا داخل کرے کہ جس کے متعلق یقین و اطمینان ہو کہ وہ آگے بڑھ جائے گا۔ تو یہ قمار ہے۔

تشریح ❁ من ادخل: یہ تحلیل کی صورت ہے اور محلل وہ ہے جو ان دو گھوڑوں کے درمیان گھوڑا لائے جو گھڑ دوڑ کیلئے نکلے ہیں اور انہوں نے جانبین سے شرط لگائی ہو‘ جس کی وجہ سے یہ عقد قمار قرار پایا۔ پس تیسرا آدمی اپنا گھوڑا اس شرط پر لایا کہ اگر میرا گھوڑا بڑھ گیا تو تم دونوں سے وصول کروں گا اور اگر پیچھے رہ گیا تو میرے اوپر تمہارے لئے کچھ نہ ہوگا۔ اور یہ اس وجہ سے محلل بنا کہ اس کی وجہ سے یہ عقد قمار سے نکلا۔ کیونکہ شرط اول دو طرف سے تھی اب یہ ایک طرف سے ہے اگر یہ محلل بڑھ جائے گا‘ تو ان دونوں سے لے گا اور اگر وہ بڑھ جائیں تو وہ اس سے کچھ نہ لیں گے اور دونوں میں جو ایک دوسرے سے بڑھ جائے گا‘ تو ایک دوسرے سے اس کا لینا جائز ہے۔

مظہر رحمۃ اللہ علیہ کا قول: محلل کو چاہیے کہ وہ ایسے گھوڑے پر گھڑ دوڑ کرے جو ان کے گھوڑوں کے برابر یا قریب قریب ہو اور

اگر محلل کا گھوڑا ان سے تیز ہوگا کہ وہ جانتا ہو کہ دوسرے دونوں گھوڑوں میں سے کوئی میرے گھوڑے سے آگے نہیں بڑھ سکتا تو پھر اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اور یہ قمار ہی رہے گا جو کہ ناجائز ہے۔ اگر اسے معلوم نہیں کہ یقیناً میرا گھوڑا ان دونوں گھوڑوں سے آگے بڑھ جائے گا یا ان کے گھوڑوں سے پیچھے رہ جائے گا۔ تو بھی جائز ہے۔

حاصل یہ ہے: اگر محلل کا گھوڑا ایسا ہے کہ احتمال آگے نکل جانے کا رکھتا ہے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔ (ع۔ح)

گھڑ دوڑ کی شرط

۱۶/۳۷۹۳ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ زَادَ يَحْيٰى فِي حَدِيْثِهٖ فِي الرِّهَانِ (رواه ابوداوٗد والنسائی ورواه الترمذی) مَعَ زِيَادَةٍ فِيْ بَابِ الْغَصْبِ۔

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ٦٧ کتاب الجهاد، باب فی الجلب علی الخیل، الحدیث رقم ۲۵۸۱، والترمذی فی ۳ / ۳٤٠، الحدیث رقم ۱۱۲۳، والنسائی فی ٦ / ۲۲۸، الحدیث رقم ۳۵۹۱، وأحمد فی المسند ٤ / ٤۳۹

ترجمہ: حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ جلب و جنب نہیں ہے۔ یحییٰ نے اپنی روایت میں الرھان کا لفظ زائد کیا ہے۔ یہ ابوداؤد اور نسائی نے نقل کی ہے۔ ترمذی نے یہ روایت باب غصب میں بعض الفاظ و معانی کے اختلاف سے ذکر کی ہے۔

تشریح ❁ جلب: زکوٰۃ میں جلب یہ ہے کہ زکوٰۃ لینے والا دور علاقہ میں اترے اور زکوٰۃ دینے والوں کو حکم دے کہ وہ اپنے مویشی اس کے ہاں لے جائیں۔

جنب: زکوٰۃ لینے والا قصبہ یا گاؤں میں اترا اور زکوٰۃ دینے والے اپنے جانور ہانک کر دور دور لے گئے تاکہ وہاں پہنچ کر وہ زکوٰۃ وصول کرے یہ دونوں مکروہ و ممنوع ہیں۔ ۲۔ گھوڑوں میں جلب یہ ہے کہ ایک شخص کو اپنے گھوڑے کے پیچھے لگائے اور گھوڑے کو آگے بڑھنے سے ڈانٹتا رہے اور جنب یہ ہے کہ اپنے گھوڑے کے پہلو میں ایک اور گھوڑا رکھے جب سواری والا گھوڑا تھک جائے تو دوسرے پر سوار ہو جائے تاکہ گھڑ دوڑ میں نہ ہارے یہ بھی منع ہے۔ (ع۔ح)

بہترین گھوڑوں کے درجات

۱۷/۳۷۹٤ وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ الْخَيْلِ الْاَدْهَمُ الْاَقْرَحُ الْاَرْثَمُ ثُمَّ الْاَقْرَحُ الْمُحَجَّلُ طَلْقُ الْيَمِيْنِ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ اَدْهَمَ فَكُمَيْتٌ عَلٰى هٰذِهِ الشُّبْهِ۔ (رواه الترمذی والدارمی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤ / ۱۷٦ کتاب الجهاد، باب ما یستحب من الخیل، الحدیث رقم ۱٦۹٦، وابن ماجه فی ۲ / ۹۳۳، الحدیث رقم ۲۷۸۹، والدارمی ۲ / ۲۷۸، الحدیث رقم ۲٤۲۸، وأحمد فی المسند ۵ / ۳٠٠

ترجمہ: حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھوڑوں میں بہترین گھوڑا سیاہ رنگ کا ہے۔

جس کی پیشانی پر تھوڑی سفیدی ہو اور ناک کی طرف سفیدی ہو۔ پھر وہ گھوڑا بہتر ہے کہ جس کی پیشانی پر تھوڑی سفیدی ہو اور ہاتھ پاؤں سفید ہوں لیکن دایاں ہاتھ سفید نہ ہو۔ اگر سیاہ گھوڑا نہ ہو تو کمیت انہی علامات سے (اچھا گھوڑا ہے)۔ یہ ترمذی و دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ کمیت: جس گھوڑے کے ایال اور دم سیاہ ہو اور باقی اعضاء سرخ ہوں اور بقیہ سیاہ گھوڑے والی علامات ہوں یعنی پیشانی سفید وغیرہ ہو۔ (ع)

سب سے عمدہ گھوڑا

۱۸/۳۷۹۵ وَعَنْ اَبِیْ وُهَبٍ الْجُشَمِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَیْکُمْ بِکُلِّ کُمَیْتٍ اَغَرَّ مُحَجَّلٍ اَوْ اَشْقَرَ اَغَرَّ مُحَجَّلٍ اَوْ اَدْهَمَ اَغَرَّ مُحَجَّلٍ۔ (رواہ ابوداؤد والنسائی)

اخرجه أبو داود فی السنن ٣ / ٤٧ کتاب الجهاد، باب ما یستحب من الوان الخیل، الحدیث رقم ٢٥٤٣، والنسائی فی ٦ / ٢١٨، الحدیث رقم ٣٥٦٥، وأحمد فی المسند ٤ / ٣٤٥

ترجمہ: حضرت ابو وہب جشمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کمیت گھوڑا رکھو جس کی پیشانی سفید اور سفید ہاتھ پاؤں ہوں یا اشقر گھوڑا جس کی پیشانی سفید اور سفید ہاتھ پاؤں ہوں یا سیاہ اور سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں ہوں۔ یہ ابوداؤد اور نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اشقر: سرخ گھوڑے کو کہا جاتا ہے اور کمیت اور اشقر میں فرق یہ ہے کہ کمیت کی دم اور ایال سیاہ ہوتی ہے اور اشقر کی سرخ۔ (ع۔ح)

اشقر گھوڑا برکت والا ہے

۱۹/۳۷۹۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُمْنُ الْخَیْلِ فِی الشُّقْرِ۔

(رواہ الترمذی وابوداؤد)

اخرجه أبو داود فی السنن ٣ / ٤٨ کتاب الجهاد، باب ما یستحب من الخیل، الحدیث رقم ٢٥٤٥، والترمذی فی ٤ / ١٧٦، الحدیث رقم ١٦٩٥، وأحمد فی المسند ١ / ٣٧٢

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اشقر گھوڑے برکت والے ہیں۔ یہ ترمذی اور ابوداؤد کی روایت ہے۔

گھوڑوں کے ایال مت کاٹو

۲۰/۳۷۹۷ وَعَنْ عُتْبَةَ بْنِ عَبْدِ السُّلَمِیِّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تَقُصُّوْا

نَوَاصِيَ الْخَيْلِ وَلَا مَعَارِفَهَا وَلَا اَذْنَابَهَا فَاِنَّ اَذْنَابَهَا مَذَابُّهَا وَمَعَارِفَهَا دِفَاءُ هَا وَنَوَاصِيهَا مَعْقُوْدٌ فِيْهَا الْخَيْرُ۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجه أبو داود في السنن ٣ / ٤٧ كتاب الجهاد، باب في كراهية جز نواصي، الحديث رقم ٢٥٤٢، وأحمد في المسند ٤ / ١٨٤

عتبہ بن عبد سلمیؓ سے روایت ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھوڑوں کی پیشانیوں کے بال مت کترو اسی طرح ان کی ایال اور دموں کے بال مت کاٹو کیونکہ ان کی دمیں ان کے مورچھل ہیں جن سے وہ مکھیاں اڑاتے ہیں اور ان کی ایال ان کی حرارت کا سبب ہیں اور ان کی پیشانیوں کے بالوں میں اللہ تعالیٰ نے خیر رکھ دی ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

گھوڑوں کو سہلانے کا حکم

۳۷۹۸/۲۱ وَعَنْ اَبِیْ وَهْبٍ الْجُشَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْتَبِطُوا الْخَيْلَ وَامْسَحُوْا بِنَوَاصِيْهَا وَاَعْجَازِهَا اَوْقَالَ اَكْفَالِهَا وَقَلِّدُوْهَا وَلَا تُقَلِّدُوْهَا الْاَوْتَارَ۔ (رواہ ابوداؤد والنسائی)

اخرجه أبو داود في السنن ٣ / ٥٣ كتاب الجهاد، باب في اكرام الخيل، الحديث رقم ٢٥٥٣، والنسائي في ٦ / ٢١٨، الحديث رقم ٣٥٦٥، وأحمد في المسند ٤ / ١٤٥

ترجمہ: ابووہب جشمیؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ گھوڑوں کو باندھ کر رکھو۔ اور ان کی پیشانی اور پیٹھ پر ہاتھ پھیرا کرو یا اعجاز کی بجائے اکفال فرمایا اور دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔ ان کے گلے میں قلادے ڈالو اور ان کی گردنوں میں کمانوں کی تانت کا قلادہ مت ڈالو۔ یہ ابوداؤد اور نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ارتبطوا۔ یہ ان کو فربہ اور موٹا کرنے سے کنایہ ہے اور ان پر ہاتھ پھیرنے کا حکم اس لئے فرمایا نمبرا۔ گرد و غبار کو صاف کرنے کیلئے نمبر۲۔ ان کی فربہی اور کمزوری کا حال معلوم کرنے کیلئے نمبر۳۔ مالک کے ہاتھ پھیرنے سے جانور مانوس ہوتا اور راحت محسوس کرتا ہے۔

چلے کی ممانعت کی وجہ

نظر بد سے حفاظت کیلئے کمان کا چلہ باندھا جاتا تھا اس رسم بد کا ازالہ فرمایا کہ اس سے تقدیر واپس نہیں لوٹتی نمبر۲۔ تاکہ تانت کی وجہ سے جانور کا گلا زخمی نہ ہو (ع۔ح)

قرابتدارانِ رسول کی خصوصیات صدقہ نہ کھائیں

۳۷۹۹/۲۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدًا مَاْمُوْرًا مَا اخْتَصَّنَا دُوْنَ النَّاسِ بِشَيْءٍ اِلَّا بِثَلَاثٍ اَمَرَنَا اَنْ نُسْبِغَ الْوُضُوْءَ وَاَنْ لَّانَاْكُلَ الصَّدَقَةَ وَاَنْ لَّا تُنْزِيَ حِمَارًا عَلٰى

فَرَسٍ۔ (رواہ البخاری والنسائی)

اخرجه أبو داود فی السنن ۱ / ۵۰۷ کتاب الجهاد' باب ما جاء فی کراهية ان تنزی الحمر' الحديث رقم ۸۰۸' والترمذی فی السنن ٤ / ۱۷۸' الحديث رقم ۱۷۰۱' والنسائی فی ٦ / ۲۲٤' الحديث رقم ۳۵۸۱' وأحمد فی المسند ۱ / ۲۲۵

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اللہ کے مامور بندے تھے ہمیں لوگوں میں سے تین باتوں کے علاوہ اور کسی چیز سے خاص نہیں فرمایا: جو یہ ہیں۔ نمبر ۱۔ ہمیں کامل وضو کا حکم فرمایا نمبر ۲۔ اس بات کا حکم فرمایا کہ ہم صدقہ نہ کھائیں۔ نمبر ۳۔ گدھوں کی گھوڑیوں سے جفتی نہ کروائیں یہ ترمذی ونسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **عبدًا مامورًا**: یعنی آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم ہوتا وہ بجالاتے اور کسی چیز کا اپنی طرف سے خواہش نفس سے حکم نہ فرماتے تھے اور کسی چیز کے ساتھ کسی کو مخصوص نہ فرماتے تھے' خواہ وہ اپنے کتنے اخص واقرب ہی کیوں نہ ہوں۔

ما اختصنا: ہمیں کسی چیز سے مخصوص نہ کیا۔

ولا ننزی: اس سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ گھوڑوں کی نسل کا قطع کرنا لازم آتا ہے نمبر ۲۔ اچھی اور اعلیٰ چیز کو چھوڑ کر ادنیٰ چیز کا طلب کرنا لازم آتا ہے۔ کیونکہ خچر جہاد کا کام نہیں دے سکتا اسلئے یہ حرکت مکروہ ہے۔

ایک سوال: صدقہ کھانے کی ممانعت تو سمجھ آتی ہے مگر اسباغ وضو اور گدھے کی جفتی والی تخصیص کی وجہ سمجھ نہیں آتی کہ اس میں بقیہ امت سے خاص ہونے کا کیا مطلب ہے۔

الجواب: نمبر ۱۔ اس سے مراد ان پر اس حکم کا لزوم ووجوب کا اثبات ہے نمبر ۲۔ تاکید ومبالغہ مقصود ہے تاکہ وہ خصوصاً اس سے باز رہیں۔

نمبر ۳۔ اس روایت میں شیعہ وروافض پر بلیغ انداز میں رد فرمایا جو یہ کہتے ہیں کہ آپ نے اہل بیت کو کوئی علوم مخصوصہ کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ اسی طرح وہ روایت بھی ہے جس کو خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا۔ جب آپ ﷺ سے سوال کیا گیا: **هل عندكم شیء ليس فی القران فقال والذی فلق الحبة وبرأ النسمة ما عندنا الا ما فی القران الا فهما يعطی الرجل فی كتابه وما فی الصحيفة۔** (الحدیث) (اس صحیفہ میں دیت کے احکام تھے)۔ (ع۔ح)

"کیا تمہارے پاس کوئی ایسی چیز ہے جو قرآن میں نہیں؟ تو ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم ہے جس نے دانے کو چیرا اور جان کو پیدا کیا ہمارے پاس قرآن مجید کے علاوہ کوئی چیز نہیں مگر وہ فہم وفراست جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں عنایت فرمائی ہے۔ اور وہ احکام (دیت) جو صحیفہ (کاغذ) پر تحریر ہے (ابواب دیت میں روایت گزر چکی ہے)"

بے علموں جیسی حرکت

۲۳/۳۸۰۰ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ اُهْدِيَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةٌ فَرَكِبَهَا فَقَالَ عَلِيٌّ لَوْحَمَلْنَا الْحَمِيْرَ عَلَى الْخَيْلِ فَكَانَتْ لَنَامِثْلُ هٰذِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا يَفْعَلُ

ذٰلِكَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (رواہ ابوداؤد والنسائی)

اخرجه أبو داود فی السنن ٣ / ٥٨' كتاب الخيل' الحديث رقم ٢٥٦٥' والنسائی فی ٦ / ٢٢٤' الحديث رقم ٣٥٨٠' وأحمد فی المسند ١ / ١٠٠

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک خچر بھیجا گیا پس آپ ﷺ اس پر سوار ہوئے تو حضرت علیؓ نے پوچھا گدھوں کو گھوڑوں پر جفتی کروائیں تو ہمیں بھی اسی طرح کے خچر میسر ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ حرکت وہ لوگ کرتے ہیں جو بے علم ہیں۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ لَا يَعْلَمُوْنَ: یعنی جو لوگ نہیں جانتے کہ گھوڑے کی گھوڑی پر جفتی بہتر ہے اس چیز سے کہ جس کے یہ فوائد گنوار ہے ہیں نمبر۲۔ وہ لوگ احکام شریعت سے نابلد ہیں اور اولیٰ چیز کو نہیں پاتے تبھی ادنیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس میں گدھے کی گھوڑی پر جفتی سے ممانعت کا اشارہ ملتا ہے۔ اس لئے اس کو کراہت تنزیہی پر محمول کیا گیا ہے۔ (ع۔ح)

قبضہ تلوار کا ڈھکنا چاندی کا ہونا

۲۴/۳۸۰۱ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَتْ قَبِيْعَةُ سَيْفِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِضَّةٍ۔

(رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی والدارمی)

اخرجه أبو داود فی السنن ٣ / ٦٨ كتاب الجهاد' باب فی السيف' الحديث رقم ٢٥٨٣' والترمذی فی ٤ / ١٧٣' الحديث رقم ١٦٩١' والنسائی فی ٨ / ٢١٩' الحديث رقم ٥٣٧٤' والدارمی فی ٢ / ٢٩٢ الحديث رقم ٢٤٥٧

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی تلوار کے قبضہ کا ڈھکنا چاندی کا تھا۔ یہ ابوداؤد ونسائی اور داری کی روایت ہے

تشریح ۞ شرح السنہ میں لکھا ہے کہ اس سے ثابت ہوا کہ تھوڑی چاندی سے تلوار کی تزئین جائز ہے۔ اسی طرح کمربند چاندی کا تو درست ہے مگر سونے کا جائز نہیں بہر صورت۔

ایک کمزور روایت

۲۵/۳۸۰۲ وَعَنْ هُوْدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ جَدِّهٖ مَزِيْدَةَ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلٰى سَيْفِهٖ ذَهَبٌ وَفِضَّةٌ۔ (رواہ الترمذی وقال هذاحديث غريب)

اخرجه أبو داود فی السنن ٤ / ١٧٣ كتاب الجهاد' باب ما جاء فی السيوف ف حليتها' الحديث رقم: ١٦٩٠۔

ترجمہ: حضرت ہود نے اپنے دادا سعد سے انہوں نے اپنے دادا مزیدہؓ سے نقل کیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن اس حال میں تشریف لائے کہ آپ کی تلوار پر سونا اور چاندی لگی تھی۔ یہ ترمذی کی روایت ہے' انہوں نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ❁ اس حدیث کی سند قوی نہیں اسلئے اس سے یہ استدلال درست نہیں کہ ہتھیار میں سونا لگانا درست ہے۔ (ن)

اُحد کے دن دو زِرہوں کا استعمال

۲۶/۳۸۰۳ وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلَيْهِ يَوْمَ اُحُدٍ دِرْعَانِ قَدْ ظَاهَرَ بَيْنَهُمَا۔ (رواه ابوداؤد وابن ماجة)

اخرجه أبو داود في السنن ۳ / ۷۱ كتاب الجهاد، باب لبس الدروع، الحديث رقم ۲۵۹۰، وابن ماجه فى ۲ / ۹۳۸، الحديث رقم ۲۸۰٦، وأحمد فى المسند ۳ / ۲۹۳

ترجمہ: حضرت سائب بن یزیدؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ نے احد کے دن دو زرہیں زیب تن کر رکھی تھیں۔ جو اوپر نیچے پہنی تھی۔ یہ ابوداؤد، ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ❁ اس سے یہ اشارہ ملا کہ اسباب جہاد میں مبالغہ بھی درست ہے۔ یہ توکل کے منافی نہیں (ع)

نشانِ نبوت

۲۷/۳۸۰۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَتْ رَايَةُ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوْدَاءُ وَلِوَاؤُهُ اَبْيَضُ۔ (رواه الترمذى وابن ماجة)

اخرجه الترمذى فى السنن ٤ / ١٦٩ كتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فى الروايات، الحديث رقم: ١٦٨١ وابن ماجه فى ۲ / ۹٤١، الحديث رقم ۲۸۱۸۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا بڑا جھنڈا سیاہ رنگ اور چھوٹا جھنڈا سفید رنگ کا تھا۔ یہ ترمذی، ابن ماجہ کی روایت ہے۔

بڑے جھنڈے کا رنگ

۲۸/۳۸۰۵ وَعَنْ مُوْسَى بْنِ عُبَيْدَةَ مَوْلٰى مُحَمَّدِ بْنِ الْقَاسِمِ قَالَ بَعَثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ اِلَى الْبَرَاءِ ابْنِ عَازِبٍ لِيَسْاَلَهُ عَنْ رَايَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَتْ سَوْدَاءَ مُرَبَّعَةً مِنْ نَمِرَةٍ۔ (رواه احمد والترمذى وابوداؤد)

اخرجه أبو داود فى السنن ۳ / ۷۱ كتاب الجهاد، باب فى الرايات، الحديث رقم ۲۵۹۱، والترمذى ٤ / ۱۸۹، الحديث رقم ۱٦۸۰، وأحمد فى المسند ٤ / ۲۹۷

ترجمہ: موسیٰ بن عبید مولیٰ محمد بن قاسم سے روایت ہے کہ حضرت براء بن عازبؓ کی طرف مجھے محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے بھیجا۔ ان سے یہ سوال کیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا بڑا جھنڈا کس رنگ کا تھا تو براء کہنے لگے وہ سیاہ رنگ کا تھا اور اس

کا کپڑا چوکور چتکبرا تھا۔ یہ احمد، ترمذی وابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ سوداء سے مراد یہ ہے کہ غالب رنگ سیاہ تھا کہ دور سے سیاہ معلوم ہوتا یعنی بالکل سیاہ رنگ نہ تھا کیونکہ اس کے لئے نمرہ (چتکبرہ) کا لفظ استعمال ہوا یعنی اس میں سفید نشانات تھے جو خطوط کی شکل میں تھے۔ اس لئے اس کو نمرہ سے تشبیہ دے کر سمجھایا یعنی چیتے جیسا (ع۔ح)

لواء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۳۸۰۶/۲۹ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَکَّۃَ وَلِوَاؤُہٗ اَبْیَضُ۔

(رواہ الترمذی وابوداؤد وابن ماجۃ)

اخرجه أبو داود في السنن ٣ / ٧٢ كتاب فضائل الجهاد' بابفي الرايات والألوية' الحديث رقم: ٢٥٩٢' والترمذي في ٤ / ١٦٨' الحديث رقم: ١٦٧٩' وابن ماجه في ٢ / ٩٤١' الحديث رقم ٢٨١٧' والنسائي في ٥ / ٢٠٠' الحديث رقم: ٢٨٦٦

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں فتح کے دن اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ کا چھوٹا جھنڈا سفید تھا۔ یہ ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ کی روایت ہے۔

الفصل الثالث:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جہادی گھوڑے پسند تھے

۳۸۰۷/۳۰ عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمْ یَکُنْ شَیْءٌ اَحَبَّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ النِّسَاءِ مِنَ الْخَیْلِ۔ (رواہ النسائی)

النسائي' كتاب الخيل۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں کے بعد سب سے زیادہ پسندیدہ چیز (جہاد کے لئے) گھوڑے تھے یعنی جہاد کیلئے۔ یہ نسائی کی روایت ہے۔

عربی کمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نصرت ہے۔

۳۸۰۸/۳۱ وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ کَانَتْ بِیَدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَوْسٌ عَرَبِیَّۃٌ فَرَاٰی رَجُلًا بِیَدِہٖ قَوْسٌ فَارِسِیَّۃٌ قَالَ مَاھٰذِہٖ اَلْقِھَا وَعَلَیْکُمْ بِھٰذِہٖ وَاَشْبَاھِھَا وَرِمَاحِ الْقَنَا فَاِنَّھَا یُؤَیِّدُ اللّٰہُ لَکُمْ بِھَا فِی الدِّیْنِ وَیُمَکِّنُ لَکُمْ فِی الْبِلَادِ۔ (رواہ ابن ماجۃ)

اخرجه ابن ماجه في السنن ٢ / ٩٣٩' كتاب الجهاد' باب السلاح' الحديث رقم ٢٨١٠۔

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے دست اقدس میں عربی کمان تھی۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ ایک شخص کے ہاتھ میں فارسی کمان ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے پھینک دو تمہیں اس طرح کی کمان (یعنی عربی کمان) رکھنی ضروری ہے اور اس جیسی اور کامل نیزے چاہییں پس بیشک اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے دین میں مدد فرمائیں گے اور تمہیں شہروں میں جما دے گا۔ یعنی اقتدار دے گا۔ یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ماهذه القها۔ گویا اس صحابی نے فارسی کمان کو زیادہ قوی اور سخت خیال کیا اس لئے اس کو عربی کمان کے مقابلہ میں ترجیح دی پھر اس نے خیال کیا کہ وہ لڑائی میں خوب معاون ہے اور شہروں کی فتح میں بھی۔ تو آپ ﷺ نے اسے ارشاد فرمایا یہ بات تمہارے خیال کی طرح نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ دین میں اس کو نصرت دیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں اور نصرت وقوت اسی کی طرف سے ہے۔ ساز وسامان کی قوت یا انسانی قوت کا اس میں دخل نہیں۔ (ع۔ ح)

بَابُ اٰدَابِ السَّفَرِ

آدابِ سفر کا بیان

فوائد الباب: سفر خواہ جہاد کا ہو یا حج کا ہو یا ان کے علاوہ کوئی سفر ہو (ان سب کا یہ حکم ہے) آداب سفر بہت ہیں نمبرا۔ بعض اس طرح ہیں کہ ان کا لحاظ سفر شروع کرنے سے پہلے کرنا چاہیے۔ نمبر۲۔ بعض سفر کے دوران نمبر۳۔ بعض آداب کا تعلق سفر سے واپسی کے ساتھ ہے۔ کتاب احیاء العلوم میں ان کو تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ (ع)

الفصل الاول:

ابتداءِ سفر جمعرات سے

۳۸۰۹/۱ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَكَانَ يُحِبُّ اَنْ يَّخْرُجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحيحه ٦ / ١١٣، كتاب الجهاد، باب من اراد غزوة، الحديث ٢٩٥٠، و ابو داود السنن ٣ / ٧٩، الحديث رقم ٢٦٠٥، أخرجه فی الدارمی فی ٢ / ٢٨٣، الحديث رقم ٢٤٣٦، وأحمد فی المسند ٣ / ٤٥٥ ـ ٤٥٦

ترجمہ: حضرت کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک کیلئے جمعرات کے دن نکلے۔ آپ ﷺ کو سفر (جہاد) میں جمعرات کے دن جانا محبوب تھا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ تَبُوْكَ: شام کی طرف سرحد پر تبوک ایک شہر کا نام ہے یہ مدینہ منورہ سے ایک ماہ کی مسافت پر ہے غزوہ تبوک ۹ھ

میں پیش آیا اور یہ آپ کا آخری غزوہ ہے جامع الاصول میں ابوداؤد کی روایت کعب بن مالک سے نقل کی ہے کہ آپ ﷺ جب جہاد کیلئے جاتے تو بہت کم ایسا ہوا کہ جمعرات کو نہ نکلے ہوں۔

جمعرات کو نکلنے میں کئی احتمال ہیں۔ نمبرا۔ اس دن بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بلند کیے جاتے ہیں آپ ﷺ نے یہ پسند فرمایا کہ آپ ﷺ کا افضل ترین عمل جہاد اس دن بلند ہو۔ نمبر۲۔ خمیس کے لفظ کا معنی لشکر ہے۔ پس اس میں اس بات سے تفاول لیا گیا کہ جس لشکر کی طرف جاتے ہیں اس پر فتح پائیں گے۔ واللہ اعلم۔ یہ سنت نبوی کے موافق ہے اسی طرح کہ اس کا مدار استخارہ اور تفویض اور توکل پر ہے۔

ایک تنبیہ: یہ بات سلف سے قطعاً منقول نہیں کہ وہ ابتداء سفر کیلئے احکام نجوم کی پیروی کرتے ہوں اور سفر پر روانہ ہونے کیلئے وہ گھڑی منتخب کرتے ہوں' جو اس کے مطابق ہو۔ حضرت علیؓ سے منقول ہے کسی نے ان کے پاس کسی دوسرے شخص کو کہا کہ تم فلاں دن جاؤ اور فلاں دن نہ جاؤ۔ آپؓ نے فرمایا اگر تلوار میرے پاس ہوتی تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہتے تھے۔ ہم نے تو کبھی نہیں سنا کہ فلاں روز مسافرت کرنی مناسب ہے۔ اور فلاں دن نہ کرنی چاہئے۔

اور جو لوگ قمر، عقرب، محاق وغیرہ حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہیں وہ ہرگز ثابت نہیں۔ (ح)

تنہا سفر کی ناپسندیدگی

۲/۳۸۱۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَافِي الْوَحْدَةِ مَا اَعْلَمُ مَاسَارَ رَاكِبٌ بِلَيْلٍ وَحْدَهُ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦ / ١٣٧ باب السیر وحده' الحدیث رقم ٢٩٩٨' وابن ماجه فی السنن ٢ / ١٢٣٩' الحدیث رقم ٣٧٦٨' وأحمد فی المسند ٢ / ٢٣

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر لوگ تنہا سفر کے متعلق وہ چیز جان لیں جو میں جانتا ہوں تو رات کو کوئی شخص تنہا سفر نہ کرے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي الْوَحْدَةِ یعنی اس کا دینی اور دنیوی نقصان جو میرے علم میں ہے۔ مثلاً ضرر دینی یہ ہے کہ اکیلے ہونے کی وجہ سے جماعت سے محرومی رہتی ہے نمبر۲۔ ضرر دنیوی یہ ہے کہ کوئی معاون و مددگار نہیں ہوتا۔

مَاسَارَ رَاكِبٌ: سوار کی قید اور رات کی قید اس لئے لگائی کہ سوار کو رات کے وقت خصوصی طور پر زیادہ خطرہ ہوتا ہے۔ (ع)

کتے اور گھنٹال کی نحوست

۳/۳۸۱۱ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِيْهَا

كَلْبٌ وَلَا جَرَسٌ ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ٣ / ١٦٧٢ 'كتاب اللباس' باب كراهة الكلب' الحديث رقم: (١٠٣ ـ ٢١١٣) و أبو داود في السنن ٣ / ٥٣' الحديث رقم ٢٥٥٥' و الترمذي في ٤ / ١٧٩' الحديث رقم ١٧٠٣' والدارمي في ٢ / ٣٧٤' الحديث رقم ٢٦٧٦' وأحمد في المسند ٢ / ٢٦٢۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے اس قافلے کے ساتھ نہیں ہوتے جس میں کتا اور گھنٹال ہو یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **اَلْمَلَائِكَةُ**: سے یہاں رحمت کے فرشتے مراد ہیں۔اس سے حفاظتی فرشتے اور کراماً کاتبین مراد نہیں۔

كَلْبٌ: اس کتے سے وہ کتا مراد ہے جو نگہبانی کیلئے نہ ہو بلکہ شوقیہ ہو کیونکہ محافظت مویشی اور شکار کیلئے کتا مباح ہے۔

جَرَسٌ : جرس سے مراد جو جانور کے گلے میں باندھا جاتا ہے اور آواز کرتا ہے۔گھنٹال اور گھنگھرو کی ممانعت کی وجہ ناقوس سے مشابہت ہے یا اس لئے کہ یہ ان چیزوں میں سے ہے کہ جن کو لٹکانا کراہت صوت کی وجہ سے ممنوع ہے اور اس کی تائید آپ ﷺ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے۔جس میں اس کو مزامیر شیطان میں سے فرمایا ہے۔شرح السنہ میں منقول ہے کہ ایک لڑکی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اس حالت میں اس کے پاؤں میں گھنگھرو یا جھانجن تھی۔تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میرے پاس سے ان کو نکال دو۔یہ ملائکہ کو یہاں سے جدا کرنے والے ہیں اور فرمانے لگیں کہ ہر جرس کے ساتھ شیطان ہے۔(ع)

مزامیر کی مذمت

۳۸۱۲/۴ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْجَرَسُ مَزَامِيْرُ الشَّيْطَانِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ٣ / ١٦٧٢' كتاب اللباس' باب كراهة الكلب والجرس في السفر' الحديث (١٠٤ ـ ١٢١٤)

وأبو داود في السنن ٣ / ٥٤ الحديث رقم: ٢٥٥٦' وأحمد في المسند ٢ / ٣٧٢

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گھنٹال مزامیر شیطان (شیطان کی بانسریوں میں) سے ہے۔یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **مَزَامِيْرُ**: یہ مزمار کی جمع ہے مزمار بانسری کو کہتے ہیں زمر اور تزمیر بانسری کے ساتھ گانے کو کہا جاتا ہے۔مزمار کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی آواز منقطع نہیں ہوتی۔گویا کہ اس کا ہر جزو مزمار ہے۔اور جرس کو مزامیر شیطان اس لئے فرمایا کہ وہ ذکر و فکر آخرت سے باز رکھنے والی ہے۔(ع۔ح)

ہر قلادہ کاٹ دو

۵/۳۸۱۳ وَعَنْ اَبِیْ بَشِیْرِ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّہٗ کَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ اَسْفَارِہٖ فَاَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَسُوْلًا لَا تُبْقِیَنَّ فِیْ رَقَبَۃِ بَعِیْرٍ قِلَادَۃٌ مِنْ وَتَرٍ اَوْ قِلَادَۃٌ اِلَّا قُطِعَتْ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦ / ١٤١' کتاب الجهاد' باب ما قیل فی الجرس' الحدیث رقم ٣٠٠٥' و مسلم فی ٣ / ١٦٧٢' الحدیث رقم (١٠٥ ـ ٢١١٥) و أبو داود فی السنن ٣ / ٥٢' الحدیث رقم ٢٥٥٢' و مالك فی الموطا ٢ / ٩٣٧' الحدیث رقم ٣٩' من کتاب صفة النبی صلی الله علیه وسلم' وأحمد فی المسند ٥ / ٢١٦

ترجمہ: حضرت ابوبشیر انصاری سے روایت ہے کہ وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ آپ ﷺ نے ایک منادی کو بھیجا کہ تمام مسافروں میں اعلان کردے کہ کسی اونٹ کی گردن میں قلادہ نہ چھوڑا جائے جو کہ چلہ کمان کا بنوایا ہوا ہو یا یہ فرمایا کہ ہر قلادے کو کاٹ ڈالا جائے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ قِلَادَۃٌ : راوی کو اس سلسلہ میں شک ہے کہ آپ ﷺ نے مطلق قلادہ فرمایا یا قلادۃ من وتر فرمایا اور ان کے کاٹنے کا حکم اس لئے فرمایا کہ وہ ان کے ساتھ گھنٹہ بھی باندھتے تھے اور وہ مزامیر شیطان ہے۔ جیسا کہ اوپر گزرا نمبر۲۔ اس لئے فرمایا کہ ان میں منکے وغیرہ ڈال کر جانوروں کے گلے میں ڈالتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ ان کی وجہ سے آفات سے بچے رہیں گے پس جناب رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو رد نہیں کرتا۔ (ع)

خوشحالی و قحط میں سفر کا الگ طریق

۶/۳۸۱۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَافَرْتُمْ فِی الْخِصْبِ فَاَعْطُوا الْاِبِلَ حَقَّهَا مِنَ الْاَرْضِ وَاِذَا سَافَرْتُمْ فِی السَّنَۃِ فَاَسْرِعُوْا عَلَیْهَا السَّیْرَ وَاِذَا عَرَّسْتُمْ بِاللَّیْلِ فَاجْتَنِبُوا الطَّرِیْقَ فَاِنَّهَا طُرُقُ الدَّوَابِّ وَمَاْوَی الْهَوَامِّ بِاللَّیْلِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اِذَا سَافَرْتُمْ فِی السَّنَۃِ فَبَادِرُوْا بِهَا نِقْیَهَا۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ٣ / ١٥٢٥' کتاب الامارة' باب مراعاة مصلحة الدواب' الحدیث رقم (١٧٨ ـ ١٩٢٦) وأخرجه ابو داود فی السنن ٣ / ٦٠' الحدیث ٢٥٦٩' والترمذی فی سلنن ٥ / ١٣٢' الحدیث رقم ٢٨٥٨' وأحمد فی المسند ٢ / ٣٧٨

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم خوشحالی کے دنوں میں سفر کرو تو اونٹوں کو چھوڑ دیا کرو وقتاً فوقتاً تاکہ چریں اور تیز چلیں۔ اور جب تم قحط سالی میں سفر کرو۔ تو اونٹوں پر جلدی سفر کرو یعنی راستہ میں تاخیر نہ کرو۔ تاکہ وہ تمہیں منزل مقصود تک ضعیف ہونے سے پہلے پہنچائیں اور جس وقت رات کو اترو تو راستہ سے ایک

طرف ہٹ کر اترو یعنی راستہ پر مت اترو اسلئے کہ راستے چوپایوں کی راہیں اور موذی جانوروں کے ٹھکانے ہیں۔ یعنی سانپ بچھو وغیرہ کے اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ جب تم قحط سالی میں سفر کرو۔ پس چلنے میں تیزی کرو۔ اس حال میں کہ اونٹوں میں گودا باقی ہو یعنی ان کے بدن میں قوت برقرار ہو۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

زائد مال دوسروں پر صرف کرو

۳۸۱۵/۷ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ فِیْ سَفَرٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْجَاءَ رَجُلٌ عَلٰی رَاحِلَۃٍ فَجَعَلَ یَضْرِبُ یَمِیْنًا وَشِمَالًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ مَعَہٗ فَضْلُ ظَھْرٍ فَلْیَعُدْبِہٖ عَلٰی مَنْ لَاظَھْرَلَہٗ وَمَنْ کَانَ لَہٗ فَضْلُ زَادٍ فَلْیَعُدْبِہٖ عَلٰی مَنْ لَا زَادَ لَہٗ قَالَ فَذَکَرَ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ حَتّٰی رَاَیْنَا اَنَّہٗ لَا حَقَّ لِاَحَدٍ مِنَّا فِیْ فَضْلٍ۔ (رواہ مسلم)

اخرجہ مسلم فی صحیحہ ۳ / ۱۳۵٤' کتاب اللقطہ' باب استحباب المواساۃ' الحدیث رقم: (۱۸ ـ ۱۷۲۸) وأبو داود فی السنن ۲ / ۳۰۵' الحدیث رقم ۱٦٦۳' وأحمد فی المسند ۳ / ۳٤

ترجمہ: حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم ایک سفر میں تھے۔ اچانک جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آیا۔ وہ اونٹ کو دائیں بائیں گھمانے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جس آدمی کے پاس زائد سواری ہو اسے وہ سواری اس کے حوالے کر دینی چاہیے جس کے پاس سواری نہیں۔ اور جس کے پاس زائد زادِ سفر ہو اسے اس شخص کو دے دینا چاہیے کہ جس کے پاس توشہ نہ ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اقسام مال کا ذکر کیا یعنی فرمایا کہ جس کے پاس فلاں فلاں مال ہو مثلاً کپڑے وغیرہ وہ اس پر خرچ کرے جس کے پاس وہ نہ ہو۔ یہاں تک کہ ہم نے سمجھ لیا کہ زائد مال میں کسی کو بھی حق نہیں ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ فَجَعَلَ یَضْرِبُ یَمِیْنًا یعنی اونٹ کو دائیں بائیں پھیرتا تھا۔ کیونکہ اونٹ تھک چکا تھا۔ نمبر۲۔ یا وہ آنکھیں پھیرتا تھا دائیں یا بائیں تاکہ وہ چیز میسر ہو جائے جس سے وہ اپنی حاجت طلب کرے۔ اسلئے کہ وہ زادِ سفر سے عاجز تھا۔ اسی لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو رغبت دلائی کہ اس پریشان حال کی خبر گیری کریں (ع)

سفر عذاب کا ٹکڑا

۳۸۱٦/۸ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ السَّفَرُ قِطْعَۃٌ مِّنَ الْعَذَابِ یَمْنَعُ اَحَدَکُمْ نَوْمَہٗ وَطَعَامَہٗ وَشَرَابَہٗ فَاِذَا قَضٰی نَھْمَتَہٗ مِنْ وَجْھِہٖ فَلْیُعَجِّلْ اِلٰی اَھْلِہٖ۔ (متفق علیہ)

اخرجہ البخاری فی صحیحہ ٦ / ۱۳۹' کتاب الاطعمہ' باب ذکر الطعام' الحدیث رقم: ۳۰۰۱' و مسلم فی ۳ / ۱۵۲٦' الحدیث رقم (۱۷۹ ـ ۱۹۲۷) وابن ماجہ فی ۲ / ۹٦۲' الحدیث رقم ۲۸۸۲' والدارمی فی ۲ / ۳۷۲' الحدیث رقم ۲٦۷۰' و مالک فی الموطا ۲ / ۹۸۱' الحدیث رقم ۳۹' من کتاب الاستئذان' أخرجہ احمد فی المسند ۲ / ٤۹٦

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے کھانے پینے اور نیند سے یہ باز رکھتا ہے پس جس وقت تم میں سے کوئی ایک اپنے سفر کی ضرورت پوری کر چکے تو جلد اپنے گھر اہل وعیال کی طرف لوٹ جائے۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ**: یعنی سفر جہنم کے عذاب کی قسموں میں سے ایک قسم ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سارهقه صعودًا اور سفر کھانے پینے وغیرہ سے بھی باز رکھتا ہے آدمی اپنی عادت کے مطابق چین سے یہ چیزیں استعمال نہیں کر سکتا اور بعض اوقات میسر نہیں ہوتیں ان چیزوں کو بطورِ مثال خاص طور پر ذکر کیا ورنہ تو سفر میں بہت ساری دینی اور دنیوی معاملات جمعہ جماعت حقوق اہل وعیال یا اہل قرابت اور گرمی اور سردی کی کلفتیں پیش آتی ہیں۔ (ع۔ح)

واپسی سفر کا انداز مبارک

۹/۳۸۱۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَاقَدِمَ مِنْ سَفَرٍ تُلُقِّيَ بِصِبْيَانِ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَاِنَّهٗ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَسُبِقَ بِيْ اِلَيْهِ فَحَمَلَنِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ جِيْءَ بِاَحَدِابْنَيْ فَاطِمَةَ فَاَرْدَفَهٗ خَلْفَهٗ قَالَ فَاُدْخِلْنَا الْمَدِيْنَةَ ثَلَاثَةً عَلٰى دَابَّةٍ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ٤ / ١٨٨٥ كتاب فضائل الصحابة باب فضائل عبدالله بن جعفر رضي الله عنه الحديث رقم (٦٦ ـ ٢٤٢٨) وأخرجه أبو داود في السنن ٣ / ٥٩ الحديث رقم ٢٥٦٦ وابن ماجه في السنن ٢ / ١٣٤٠ الحديث رقم ٣٧٧٣ وأحمد في المسند ١ / ٢٠٣

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے آپ کا سامنا اہل بیت کے لڑکوں سے ہوتا یعنی اہل بیت کے لڑکوں کو آپ کے پاس لایا جاتا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے واپس تشریف لائے تو مجھے آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھایا اور اپنے آگے مجھے سوار کر لیا پھر آپ کے پاس فاطمہ کے بیٹے حضرت امام حسنؓ و حسینؓ کو لایا گیا ان کو آپ نے اپنے پیچھے سوار کر لیا چنانچہ ہم تینوں ایک جانور پر سواری کی حالت میں مدینہ میں داخل ہوئے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

سفر خیبر سے واپسی پر داخلہ مدینہ

۱۰/۳۸۱۸ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّهٗ اَقْبَلَ هُوَوَ اَبُوْطَلْحَةَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفِيَّةُ مُرْدِفُهَاعَلٰى رَاحِلَتِهٖ۔ (رواه البخاري)

اخرجه البخاري في صحيحه ١٠ / ٥٦٩ كتاب الادب باب جعلني الله فداك الحديث رقم ٦١٨٥ ، مسلم في صحيحه ٢ / ٩٨٠ الحديث رقم (٤٢٩، ١٣٤٥)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ انس اور ابوطلحہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں داخل ہوئے جبکہ آپ کے ہمراہ حضرت صفیہ تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی سواری پر پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔ یہ بخاری کی روایت ہے

تشریح ۞ یہ واقعہ خیبر سے واپسی کا ہے صفیہ مال غنیمت میں حضرت دحیہ کلبی کے حصہ میں آئیں ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لے کر ان کو آزاد کر دیا اور ان سے نکاح کر لیا اور ان کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھا کر آپ مدینہ میں لائے۔

دن کی ابتداء میں داخلہ بیت

۳۸۱۹/۱۱ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَطْرُقُ اَهْلَهٗ لَيْلًا وَكَانَ لَا يَدْخُلُ اِلَّا غُدْوَةً اَوْعَشِيَّةً۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاري في صحيحه ۳ / ۲۱۹' كتاب العمرة' باب الدخول بالعشى' الحديث رقم : ۱۸۰۰ و مسلم فى ۳ / ۱۵۲۷' الحديث رقم (۱۸۰ ـ ۱۹۲۸)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل کے پاس رات کو (یعنی جب سفر سے واپس لوٹتے) نہیں آتے تھے بلکہ دن کی ابتداء میں یا دن کی انتہا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے گھر میں) داخل ہوتے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

بلا اطلاع رات کو گھر آنے کی ممانعت

۳۸۲۰/۱۲ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَطَالَ اَحَدُكُمُ الْغَيْبَةَ فَلَا يَطْرُقْ اَهْلَهٗ لَيْلًا۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاري في صحيحه ك۹ / ۳۳۹ تاب النكاح' باب لا يطرق اهله ليلا' الحديث رقم ۵۲۴۴' و مسلم فى ۳ / ۱۵۲۸' الحديث رقم (۱۸۳ ـ ۷۱۵) و أبو داود فى السنن ۳ / ۲۱۸' الحديث رقم ۲۷۷۶' والترمذى فى ۵ / ۶۲' الحديث رقم ۲۷۱۲' والدارمى فى ۲ / ۳۵۶' الحديث رقم ۲۶۳۱' وأحمد فى المسند ۳ / ۳۰۲

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی زیادہ دیر گھر سے غائب رہے (یعنی سفر میں بہت زیادہ دن لگ جائیں) تو اپنے گھر میں رات کو نہ آئے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ شرح السنہ میں ابن عباس سے روایت ہے کہ ممانعت کے بعد دو آدمی اپنے گھروں میں رات کو آئے ان میں سے ہر ایک نے اپنی بیوی کے ساتھ مرد کو پایا۔

آدابِ داخلہ

۱۳/۳۸۲۱ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَادَخَلْتَ لَیْلاً فَلاَ تَدْخُلْ عَلٰی اَھْلِكَ حَتّٰی تَسْتَحِدَّ الْمُغِیْبَۃُ وَتَمْتَشِطَ الشَّعِثَۃُ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۹ / ۳٤۱ کتاب النکاح' الحدیث رقم ٥٢٤٦' و مسلم فی ۳ / ۱٥۲۷' الحدیث رقم (۱۸۲' ۷۱٥) وأبو داود فی السنن ۳ / ۲۱۸' الحدیث رقم ۲۷۷۸' والدارمی فی ۲ / ۱۹۷' الحدیث رقم ۲۲۱٦' وأحمد فی المسند ۳ / ۱۰۳

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم رات کے وقت (شہر میں) داخل ہوتو اپنے گھر والوں کے پاس رات کومت داخل ہوتا کہ تمہاری بیوی زیر ناف بال لے لے اور کنگھی کرے ان بالوں کو جو کہ پراگندہ ہیں۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ حاصل روایت یہ ہے کہ وہ صبر کرے یہاں تک کہ عورت اپنے آپ کو صحبت کے لئے آراستہ پیراستہ کرلے۔
علامہ نووی رحمہ اللہ کا قول: رات کو داخلے میں کراہت اس شخص کیلئے ہے جو دور دراز سفر سے آیا ہو قریب سفر والے کیلئے کہ جس سے رات کو واپس لوٹنا ممکن تھا اس سے واپسی پر رات کو داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں اس کی تائید آپ ﷺ کے ارشاد اذقال الرجل غیبة سے ہوتی ہے اسی طرح جب کسی معروف لشکر میں ہو اور اس کے واپس لوٹنے کی اطلاع ہو تو رات کے داخلہ میں کوئی حرج نہیں اور اس کا تیار ہونا تو اس سے بھی حاصل ہو جاتا ہے جیسے دروازہ کھٹکانا اور جواب کا انتظار کرنا وغیرہ۔ یہ آخری کلمات ملاعلی قاریؒ کے ہیں (ح۔ع)

شکرانے کا ذبیحہ

۱۴/۳۸۲۲ وَعَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ لَمَّاقَدِمَ الْمَدِیْنَۃَ نَحَرَجَزُوْرًا اَوْبَقَرَۃً۔ (رواہ البخاری و مسلم)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦ / ۱۹٤ کتاب الجهاد' باب الطعام عند القدوم' الحدیث رقم: ۳۰۸۹'وأحمد فی المسند ۳ / ۳۰۱'

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اونٹ یا گائے کو ذبح کیا۔

تشریح ۞ اس روایت سے یہ دلالت ملتی ہے کہ سفر سے واپسی پر ضیافت مسنون ہے۔

سفر سے واپسی کے نوافل

۱۵/۳۸۲۳ وَعَنْ کَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ اِلَّانَھَارًا فِی الضُّحٰی فَاِذَا قَدِمَ بَدَاَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلّٰی فِیْہِ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ جَلَسَ فِیْہِ لِلنَّاسِ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحيحه ٦ / ١٩٣' كتاب الجهاد' باب الصلاة اذا قدم من سفر' الحديث رقم : ٣٠٨٨' و مسلم فی ١ / ٤٩٦' الحديث رقم (٧٤ ـ ٧١٦) وأبو داود فی السنن ٣ / ٢٢٠' الحديث رقم ٢٧٨١' والنسائی فی ٢ / ٥٣' الحديث رقم ٧٣١

ترجمہ: حضرت کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ دن میں چاشت کے وقت سفر سے واپس لوٹتے تو سب سے پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور اس میں (بیٹھنے سے پہلے تحیۃ المسجد یا نمازِ چاشت کی) دو رکعت نماز ادا فرماتے یعنی بیٹھنے سے پہلے تحیۃ المسجد یا نماز چاشت ادا فرماتے پھر لوگوں کی ملاقات کیلئے مسجد میں بیٹھتے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ چاشت کا وقت اکثر اسفار سے آپ کے لوٹنے کا وقت تھا ورنہ پیچھے روایت گزری ہے کہ آپ دن کی ابتداء اور اختتام پر بھی لوٹتے تھے۔ (ح)

دو رکعت کا حکم

۱۶/۳۸۲۴ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ قَالَ لِيْ اُدْخُلِ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحيحه ٦ / ١٩٣' الحديث رقم ٣٠٨٧' و مسلم فی ١ / ٤٩٦' الحديث رقم (٧٢ ـ ٧١٥)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک سفر تھے جب ہم مدینہ پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا تم مسجد میں داخل ہو جاؤ اور دو رکعت نماز ادا کرو۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس روایت سے ثابت ہوا کہ شعائر اللہ کی تعظیم لازم ہے کہ آپ سفر سے لوٹتے تو خود بھی دو رکعت نماز ادا فرماتے اور اس روایت سے صحابہ کو حکم دینا بھی ثابت ہو گیا اس سے یہ بھی اشارہ مل گیا کہ مسجدیں بمنزلہ اللہ کے گھروں کے ہیں اور ان میں داخل ہونے والا گویا اللہ سبحانہ سے ملاقات کرنے والا ہے۔

الفصل الثانی:

ابتداء دن کیلئے دُعائے نبوی

۱۷/۳۸۲۵ عَنْ صَخْرِ بْنِ وَدَاعَةَ الْغَامِدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِأُمَّتِيْ فِيْ بُكُوْرِهَا وَكَانَ اِذَا بَعَثَ سَرِيَّةً اَوْ جَيْشًا بَعَثَهُمْ مِنْ اَوَّلِ النَّهَارِ وَكَانَ صَخْرٌ تَاجِرًا فَكَانَ يَبْعَثُ تِجَارَتَهٗ اَوَّلَ النَّهَارِ فَاَثْرٰى وَكَثُرَ مَالُهٗ ۔ (رواه الترمذی و ابو داؤد و الدارمی)

اخرجه أبو داود فی السنن ٣ / ٥١٧' الحديث رقم ٢٦٠٦' والترمذی كتاب البيوع' باب ما جاء فی التكبير' الحديث رقم

۲۱۲، وابن ماجه فی ۲ / ۷۵۲، الحدیث رقم ۲۲۳۶، والدارمی فی ۲ / ۳۵۳، الحدیث رقم ۲۴۳۵، وأحمد فی المسند ۳ / ۴۱۶

ترجمہ: حضرت صخر بن وداعہ غامدیؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح دعا فرمائی: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ ...... اے اللہ تعالیٰ میری امت کے لئے ان کے دن کے اول وقت میں برکت عنایت فرما (یعنی ابتداء دن میں خواہ وہ علم طلب کریں یا کسب معاش یا سفر کریں) جب آپ کوئی چھوٹا بڑا لشکر بھیجتے تو دن کی ابتداء میں بھیجتے۔ یہ صخر تاجر تھے اپنا سامان دن کے شروع میں بھیجتے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مالدار کر دیا اور انکا مال بہت ہوگیا۔ یہ ترمذی، ابوداؤد و دارمی کی روایت ہے۔ یہ صخر کے شاگرد کا کلام ہے۔ (ع)

رات کے سفر پر سہولت

۳۸۲۶/۱۸ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَيْكُمْ بِالدُّلْجَةِ فَاِنَّ الْاَرْضَ تُطْوٰى بِاللَّيْلِ۔

(رواہ ابوداؤد)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۶۱ کتاب الجهاد، باب فی الدلجه، الحدیث رقم ۲۵۷۱، وأحمد فی المسند ۳ / ۳۰۵

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم رات کا سفر لازم کرو کیونکہ رات کو زمین سمیٹی جاتی ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ عَلَيْكُمْ بِالدُّلْجَةِ یعنی دن کے چلنے پر قناعت نہ کرو بلکہ رات کو چلا کرو اس لئے کہ رات کو چلنا آسان ہوتا ہے اور رات میں سفر کرنے والا خیال کرتا ہے کہ میں تھوڑا چلا ہوں حالانکہ وہ کافی فاصلہ طے کر چکا ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رات کو تو چلنے کی طرف دھیان ہوتا ہے علامات ونشانات جو کہ سفر کو گراں بار کرتی ہیں ان پر نظر نہیں پڑتی۔ اس کا یہ معنیٰ نہیں کہ دن کو مت چلو چنانچہ دیگر روایات میں ابتداء دن میں چلنا اور دن کے آخر میں چلنا اور کچھ رات کو حصہ میں چلنا مذکور ہے۔ (ح)

اکیلے سفر کی ممانعت

۳۸۲۷/۱۹ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرَّاكِبُ شَيْطَانٌ وَالرَّاكِبَانِ شَيْطَانَانِ وَالثَّلَاثَةُ رَكْبٌ ۔ (رواه مالك والترمذی وابو داؤد والنسائی)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۸۰، الحدیث رقم ۲۶۰۷، والترمذی فی ۴ / ۱۶۶، الحدیث ۱۶۷۴، و مالك بن انس، الموطا، کتاب الاستیذان، باب ما جاء فی الوحدة فی السفر ۲ / ۱۸۶

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیبؒ نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت نقل کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک سوار ایک شیطان ہے اور دو سوار دو شیطان ہیں۔ اور تین سوار سوار ہیں۔

تشریح ۞ الثَّلَاثَةُ رَكْبٌ تین سوار اس بات کے حقدار ہیں کہ ان کو سوار کہا جائے اس لئے کہ وہ شیطان سے محفوظ ہیں۔ ایک

دوسواروں کو سفر سے منع فرمایا کیونکہ اکیلا ہو تو جماعت فوت ہو جائے گی اور ضرورت کے وقت کوئی معاون نہیں اور ہر معاملے میں عاجز ہو کر رہ جائے گا اور اگر دو ہوں تو ان میں ایک کے بیمار ہونے پر یا مر جانے کی صورت میں دوسرا مجبور ہو جاتا ہے اور شیطان خوش ہوتا ہے۔ نمبر۲۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ شیطان ہے جو شر کا حکم دیتا ہے۔ مبالغہ کے طور پر ان کو شیطان فرمایا پس اس روایت سے معلوم ہوا کہ سفر میں کم از کم تین آدمی ہوں تا کہ جماعت سے نماز ادا کریں اور اگر ایک کسی کام جائے تو دو باقی رہیں اور انس پیدا ہو اور ایک دونوں میں سے اس کے حالات کی خبر واطلاع کیلئے جا سکتا ہے اور ایک اسباب کے پاس رہے گا۔ (ع۔ح)

تین اپنے میں سے امیر بنالیں

۳۸۲۸/۲۰ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا کَانَ ثَلَاثَۃٌ فِیْ سَفَرٍ فَلْیُؤَمِّرُوْا اَحَدَھُمْ۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۸۱ کتاب الجهاد، باب فی القوم یسافرون، الحدیث رقم ۲۶۰۸

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس وقت سفر میں تین آدمی ہوں تو ان کو اپنے میں سے ایک کو امیر منتخب کر لینا چاہیے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ثلاثۃ یعنی تین اشخاص۔ یہ جماعت کی کم سے کم تعداد ہے اور جب دو ہوں تو بھی جماعت ہے مگر تین پر اکتفاء کی وجہ یہ ہے کہ دوسوار کو گزشتہ روایت میں شیطان کہا اور امیر بنانے کی وجہ یہ ہے کہ تاکہ نزاع کی صورت میں اس کی طرف رجوع کریں اور امیر کو خیر خواہ اور مہربان و مشفق اور خدمت گزار ہونا چاہیے۔ جیسا کہ روایت میں وارد ہے۔ **سید القوم خادمهم۔** (ع۔ح)

بہترین دستے

۳۸۲۹/۲۱ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خَیْرُ الصَّحَابَۃِ اَرْبَعَۃٌ وَخَیْرُ السَّرَایَا اَرْبَعُمِائَۃٍ وَخَیْرُ الْجُیُوْشِ اَرْبَعَۃُ الَافٍ وَلَنْ یُّغْلَبَ عَشَرَ اَلْفًا مِّنْ قِلَّۃٍ۔

(رواہ الترمذی و ابوداؤد و الدارمی وقال الترمذی هذا حدیث غریب)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۸۲، الحدیث رقم ۲۶۱۱، والترمذی فی ۴ / ۵۰، الحدیث رقم ۱۵۵۵، والدارمی، کتاب السیر، باب فی خیر الاصحاب ۲ / ۲۸۴، الحدیث رقم ۲۴۳۸

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہترین مصاحب اور رفقاء چار ہیں اور بہترین چھوٹے لشکر چار سو ہیں اور بہترین بڑے لشکر چار ہزار ہیں اور بارہ ہزار قلت عدد کی وجہ سے ہرگز مغلوب نہ ہوں گے۔ یہ ترمذی، ابوداؤد، دارمی کی روایت ہے۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ اَرْبَعَۃٌ : چار کو اسلئے بہتر فرمایا کہ اگر ایک بیمار ہو اور وہ اپنے دوسرے ساتھی کو وصیت کرنا چاہے تو دو دوسرے گواہ بن جائیں گے۔ اور علماء کا بیان یہ ہے کہ پانچ چار سے بہتر ہیں جتنے زیادہ ہوں اسی قدر بہتر ہیں۔ حدیث میں اقل مقدار کو ذکر فرمادیا۔

وَلَنْ یُغْلَبَ : بارہ ہزار کی تعداد کی وجہ سے مغلوب نہ ہوں گے۔ اور عدد قلت سے خارج ہیں۔ اگر بالفرض مغلوب ہوں گے تو اس کی وجہ دوسری ہوگی۔ مثلاً خود پسندی وغیرہ (ح)

آپ ﷺ سفر میں پیچھے چلتے

۲۲/۳۸۳۰ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَخَلَّفُ فِی الْمَسِیْرِ فَیُزْجِی الضَّعِیْفَ وَیُرْدِفُ یَدْعُوْلَھُمْ۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجہ أبو داود فی السنن ۳ / ۱۰۰ کتاب الجھاد' باب فی الزوم الساقۃ' الحدیث رقم ۲۶۳۹۔

ترجمہ : حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ چلنے میں پیچھے چلتے تواضع کی بناء پر اور مدد کیلئے آپ ﷺ کمزور کو ہانکتے یعنی اس کی سواری کو تاکہ وہ ہمراہیوں سے مل جائے اور پیچھے سوار کر لیتے یعنی پیدل کو پیچھے بٹھاتے اور ان کے لئے دعا فرماتے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

متفرق اُترنے کی ممانعت اور اس کی وجہ

۲۳/۳۸۳۱ وَعَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَۃَ الْخُشَنِیِّ قَالَ کَانَ النَّاسُ اِذَا نَزَلُوْا مَنْزِلاً تَفَرَّقُوْا فِی الشِّعَابِ وَالْاَوْدِیَۃِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِنَّ تَفَرُّقَکُمْ فِیْ ھٰذِہِ الشِّعَابِ وَالْاَوْدِیَۃِ اِنَّمَا ذٰلِکُمْ مِنَ الشَّیْطَانِ فَلَمْ یَنْزِلُوْا بَعْدَ ذٰلِکَ مَنْزِلاً اِلاَّ انْضَمَّ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ حَتّٰی یُقَالَ لَوْبُسِطَ عَلَیْھِمْ ثَوْبٌ لَعَمَّھُمْ۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجہ أبو داود فی السنن ۳ / ۹۴' کتاب الجھاد' باب ما یؤمر من انضمام العسکر' الحدیث رقم ۲۶۲۸' وأحمد فی المسند ٤ / ۱۹۳

حضرت ابوثعلبہ خشنیؓ سے روایت ہے کہ جب لوگ کسی مقام پر اترتے تو متفرق ہو کر پہاڑوں کے دروں اور نالوں میں اترتے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارا یہ منتشر ہو کر دروں اور نالوں میں اترنا شیطان کی شرارت سے ہے۔ وہ تمہیں ایک دوسرے سے جدا کر کے دشمن کو تم پر قابو دلوانا چاہتا ہے۔ اور تمہیں ایذاء دینا چاہتا ہے۔ اس کے بعد لوگ جس منزل میں اترے تو قریب قریب ہو کر اترے یہاں تک کہ اگر ان پر ایک کپڑا پھیلایا جائے تو وہ سب اس کے نیچے سما جائیں۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

''تم مجھ سے زیادہ قوی نہیں''

۲۴/۳۸۳۲ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا يَوْمَ بَدْرٍ كُلُّ ثَلَاثَةٍ عَلٰى بَعِيْرٍ كَانَ اَبُوْ لُبَابَةَ وَعَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ زَمِيْلَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَكَانَتْ اِذَا جَاءَتْ عُقْبَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَا نَحْنُ نَمْشِيْ عَنْكَ قَالَ مَا اَنْتُمَا بِاَقْوٰى مِنِّيْ وَمَا اَنَا بِاَغْنٰى عَنِ الْاَجْرِ مِنْكُمَا ۔

(رواه فی شرح السنة)

اخرجه البغوی فی شرح السنة ۱۱ / ۳۵، الحديث رقم ۲٦۸٦، وأحمد فی المسند ۱ / ٤۲۲

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم جنگ بدر کے موقع پر ہر تین آدمی ایک اونٹ پر سوار ہوتے تھے یعنی تین تین آدمیوں کیلئے ایک سواری کا اونٹ تھا۔ حضرت علی اور ابولبابہؓ، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق سفر تھے۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اترنے کی باری آئی تو علی اور ابولبابہ کہتے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم پیدل چلیں گے اور آپ ہماری جگہ سوار رہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں مجھ سے زیادہ طاقتور نہیں ہو اور میں (آخرت میں) تم دونوں سے ثواب سے بے نیاز نہیں یعنی آخرت میں۔ یہ شرح السنہ کی روایت ہے۔

تشریح ❁ اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہایت درجہ تواضع اور رفقاء پر شفقت تھی اور اللہ تعالیٰ کی طرف احتیاجی تھی۔

جانوروں کی پشت کو منبر مت بناؤ

۲۵/۳۸۳۳ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَتَّخِذُوْا ظُهُوْرَ دَوَابِّكُمْ مَنَابِرَ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اِنَّمَا سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُبَلِّغَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَمْ تَكُوْنُوْا بَالِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ وَجَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فَعَلَيْهَا فَاقْضُوْا حَاجَاتِكُمْ ۔ (رواه ابوداؤد)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۵۹، كتاب الجهاد، باب الوقوف علی الدابة، الحديث رقم ۲۵٦۷۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے جانوروں کی پشتوں کو منبر مت بناؤ۔ اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارے کام میں لگایا ہے تاکہ یہ تمہیں ان دور شہروں تک پہنچائیں جہاں تک پہنچنے میں ان کے بغیر شدید مشقت تھی۔ (یعنی ان سے مقصود سواری اور آسانی و راحت سے منزل تک پہنچنا ہے اس لئے ان کو دکھ دینا قطعاً مناسب نہیں) اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زمین کو بنایا پس اس پر تم اپنے کام اور حاجتیں پوری کرو۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❁ لَا تَتَّخِذُوْا: یعنی جانوروں کی پیٹھ پر سوار ہو کر باتیں مت بنانے لگ جاؤ بلکہ اتر کر اپنی ضرورت پوری کر کے پھر سوار ہو جاؤ۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جبکہ جانور سے کوئی صحیح غرض متعلق نہ ہو۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خود میدان عرفات میں اپنی اونٹنی پر خطبہ دینا ثابت ہے۔

اِلاَّ بِشِقِّ الْاَنْفُسِ: جانوروں کی مشقت یعنی جانوروں سے مقصود اپنی منزل تک سہولت سے پہنچنا ہے تا کہ ان کو بھی زیادہ تکلیف نہ ہو۔

حَاجَاتِکُمْ: حاجات سے مراد بیٹھنا، اٹھنا، لیٹنا، سونا وغیرہ اور اپنی حاجات زمین پر پوری کرو نہ کہ جانوروں پر اور جانوروں سے دوسری جگہ پہنچانے کا کام لو۔ (ح)

جانوروں کی راحت کا خیال

۲۶/۳۸۳۴ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ کُنَّا اِذَانَزَلْنَا مَنْزِلاً لاَ نُسَبِّحُ حَتّٰی نَحُلَّ الرِّحَالَ۔ (رواہ ابو داؤد)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۵۱ کتاب الجهاد' باب نزول المنازل' الحدیث رقم ۲۵۵۱۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ہم جب کسی منزل پر اترتے تو پہلے جانوروں سے اسباب کھولتے پھر نفل نماز ادا کرتے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ لاَ نُسَبِّحُ: سبحہ اور تسبیح کا اطلاق اکثر نفلی نماز پر ہوتا ہے۔ نمبر۲۔ بعض نے نماز چاشت مراد لی ہے۔ کیونکہ اترتے وقت اس کا وقت ہوتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔ مگر وہ جانوروں کی راحت کے پیش نظر ان کو اسباب سے فارغ کرتے تھے۔ (ع۔ح)

سونپنے سے حق ثابت ہو جاتا ہے

۲۷/۳۸۳۵ وَعَنْ بُرَیْدَۃَ قَالَ بَیْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَمْشِیْ اِذَا جَاءَ ہٗ رَجُلٌ مَعَہٗ حِمَارٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِرْکَبْ وَتَاَخَّرَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لاَ اَنْتَ اَحَقُّ بِصَدْرِ دَابَّتِكَ اِلاَّ اَنْ تَجْعَلَہٗ لِیْ قَالَ جَعَلْتُہٗ لَكَ فَرَکِبَ۔ (رواہ الترمذی وابو داؤد)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ٦٢' الحدیث رقم ۲۵۷۲' والترمذی' کتاب الادب' باب ما جاء ان الرجل' الحدیث رقم ۲۷۷۳' و أحمد فی المسند ۵ / ۳۵۲

ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جارہے تھے کہ اچانک آپ کے پاس ایک شخص آیا جس کے پاس گدھا تھا (یعنی وہ گدھے پر سوار تھا) وہ کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ سوار ہو جائیں اور پیچھے کو سرکنے لگا (یعنی تا کہ آپ اس کے آگے سوار ہو جائیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں آگے سوار نہ ہوں گا۔ تو اپنی سواری کی اگلی نشست کا زیادہ حقدار ہے۔ البتہ اگر تو اپنا حق مجھے سونپ دے یعنی صراحت سے کہہ دے تو (میں آگے سوار ہو جاؤں گا) ورنہ نہیں۔ (مگر اس کا پیچھے سرکنا اسی خاطر تھا)۔ پس اس نے صراحتہً کہہ دیا کہ میں نے آگے بیٹھنا آپ کو سونپ دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے سوار ہو گئے۔ یہ ترمذی اور ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس روایت میں آپ کی نہایت تواضع اور انصاف میں کمال ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اس کے پیچھے بیٹھنے پر رضامند

ہوئے۔(ع۔ح)

کچھ اُونٹ اور گھر شیاطین کیلئے

۲۸/۳۸۳۶ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ هِنْدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكُوْنُ اِبِلٌ لِلشَّيَاطِيْنِ وَبُيُوْتٌ لِلشَّيَاطِيْنِ فَاَمَّا اِبِلُ الشَّيَاطِيْنِ فَقَدْ رَاَيْتُهَا يَخْرُجُ اَحَدُكُمْ بِنَجِيْبَاتٍ مَعَهٗ قَدْ اَسْمَنَهَا فَلَا يَعْلُوْا بَعِيْرًا مِّنْهَا وَيَمُرُّ بِاَخِيْهِ قَدِانْقُطِعَ بِهٖ فَلَا يَحْمِلُهٗ وَاَمَّا بُيُوْتُ الشَّيَاطِيْنِ فَلَمْ اُرَهَا كَانَ سَعِيْدٌ يَقُوْلُ لَا اُرَاهَا اِلَّا هٰذِهِ الْاَقْفَاصَ الَّتِيْ يَسْتُرُ النَّاسُ بِالدِّيْبَاجِ ۔ (رواہ ابو داؤد)

اخرجه أبو داود في السنن ٣ / ٦٠ كتاب الجهاد' باب في الجنائب' الحديث رقم ٢٥٦٨۔

ترجمہ: حضرت سعید بن ابی ہند نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کچھ اونٹ شیاطین کیلئے ہوتے ہیں اور کچھ گھر شیاطین کیلئے ہوتے ہیں۔شیاطین کے اونٹ وہ ہیں کہ میں نے ان کو دیکھا ہے کہ تم میں سے کوئی عمدہ موٹی اونٹنیوں کے ساتھ نکلتا ہے اور ان کو خوب موٹا کرتا ہے پھر وہ کسی کو اونٹ پر سواری نہیں کرتا اور وہ گزرتا ہے مسلمان بھائی کے پاس سے جو کہ چلنے سے عاجز ہو چکا (یعنی ضعف عجز کی وجہ سے چلنے سے قاصر ہے) پس یہ اس کو سوار نہیں کرتا۔(یہ اونٹ شیطان کیلئے ہیں) شیاطین کے گھر وہ ہیں کہ میں نے ان کو نہیں دیکھا۔سعید راوی کہتے ہیں کہ میرے گمان میں شیاطین کے گھر وہ پنجرے ہیں جن کو لوگ ریشم سے ڈھانپتے ہیں۔یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ تَكُوْنُ اِبِلٌ : حاصل یہ ہے کہ یہ اونٹ تفاخر اور نام وری کیلئے کوتل چلتے ہیں۔اس لئے نہیں کہ ان سے اپنی حاجت پوری ہو یا اور مسلمانوں کی ضرورت میں کام آئیں۔پس جانور کی پیدائش کا مقصد نفع اٹھانا اور دوسرے کو نفع دینا ہے۔پس جب یہ کسی تھکے ماندے کے کام نہیں آتے تو ان کے سلسلہ میں شیطان کی اطاعت ہوئی اور وہ خوش ہوئے پس گویا وہ شیاطین کیلئے ہوئے۔

۲) اس سے یہ معلوم ہوا کہ کوتل گھوڑے جو امراء رکھتے ہیں وہ ممنوع ہیں اور وہ شیاطین کیلئے ہیں۔

۳) بعض نے کہا: فاما ابل للشیاطین۔یہ راوی حدیث یعنی حضرت ابو ہریرہ ؓ کا مقولہ ہے۔حدیث کے الفاظ چونکہ مجمل ہیں جو سابقاً مذکور ہیں۔یکون ابل للشیاطین و بیوت للشیاطین تو اس اجمال کی تفصیل ابو ہریرہؓ نے کی۔

۴) بعض نے کہا کہ حدیث کے الفاظ: فلم ارھا تک ہیں اور گھروں سے مراد ہودج ہیں کہ جن کو متکلف کر کے ریشمی کپڑوں سے سجایا جاتا ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ ان کی بذاتہا ممانعت مقصود نہیں بلکہ ممانعت کا سبب تفاخر، ریا، اسراف تضیع مال اور ریشم کا استعمال ہے۔(ح۔ع)

پڑاؤ کے راستہ کو تنگ کرنے والا جہاد کے ثواب سے محروم

۲۹/۳۸۳۷ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَيَّقَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ وَقَطَعُوا الطَّرِيْقَ فَبَعَثَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَادِيًا يُنَادِيْ فِي النَّاسِ اِنَّ مَنْ ضَيَّقَ مَنْزِلاً اَوْقَطَعَ طَرِيْقًا فَلَا جِهَادَلَهٗ ۔ (رواہ ابو داؤد)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۹۵، كتاب الجهاد، باب ما يؤمر من انضمام العسكر، الحديث رقم ۲۶۲۹، وأحمد فی المسند ۳ / ۴۴۱

ترجمہ: حضرت سہل بن معاذؓ سے روایت ہے کہ وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ہم نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شرکت کی تو لوگوں نے سفر کی منازل کو تنگ کر دیا (یعنی بعض لوگوں نے ضرورت سے اور بعض نے بلا ضرورت جگہیں روک لیں) اور اس کی وجہ سے دوسروں کیلئے جگہ تنگ کر دی اور انہوں نے راستے کو منقطع کر دیا (یعنی جگہ کی تنگی کی بنا پر گزرگاہ تنگ ہوگئی) تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک منادی کو بھیجا جو لوگوں میں یہ اعلان کر دے کہ جس شخص اترنے کے پڑاؤ کو تنگ کر دیا یا راستے کو ختم کر دیا اس کو جہاد کا ثواب نہ ملے گا۔ (یعنی لوگوں کو ضرر پہنچانے کی وجہ سے ثواب ضائع ہو جائے گا)۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

گھر میں داخلے کا بہترین وقت

۳۰/۳۸۳۸ وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَحْسَنَ مَا دَخَلَ الرَّجُلُ اَهْلَهٗ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ اَوَّلُ اللَّيْلِ۔ (رواہ ابو داؤد)

اخرجه أبو داود فی السنن، ۳ / ۲۱۸ كتاب الجهاد، باب فی الطروق، الحديث رقم ۲۷۷۷۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مرد کے اپنے گھر میں داخل ہونے کا بہترین وقت جبکہ وہ سفر سے لوٹا ہو رات کا اول حصہ ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❁ یہ اس صورت سے متعلق ہے جبکہ سفر قریب کا ہو۔ پہلی روایت جو رات کے وقت نہ آنے کے متعلق گزری وہ طویل و دراز سفر سے متعلق تھی۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ **کا قول**: اگر سفر طویل بھی ہو مگر گھر میں آنے کی اطلاع ہو تو رات کے وقت آنے میں مضائقہ نہیں۔

بعض نے کہا کہ داخل ہونے سے مراد گھر والوں سے جماع کرنا ہے۔ کیونکہ مسافر کو شہوت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ جب اول رات میں صحبت کرے گا تو آرام سے سوئے گا اور بیوی کا حق بھی جلد ادا ہوگا۔ (ح)

الفصل الثالث:

پڑاؤ میں آرام کا طریق مبارک

۳۱/۳۸۳۹ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ فِیْ سَفَرٍ فَعَرَّسَ بِلَیْلٍ اِضْطَجَعَ عَلٰی یَمِیْنِہٖ وَاِذَا عَرَّسَ قُبَیْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَہٗ وَوَضَعَ رَأْسَہٗ عَلٰی کَفِّہٖ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ١ / ٣٧٦، الحدیث رقم (٣١٣ ـ ٦٨٣) وأحمد فی المسند ٥ / ٣٠٩۔

ترجمہ: حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب سفر میں ہوتے تو رات کے آخری حصہ میں قیام فرماتے یعنی سحر سے پہلے اور داہنی کروٹ لیٹتے اور جس وقت صبح سے تھوڑی دیر پہلے اترتے تو اپنا ہاتھ کھڑا کرتے (یعنی دایاں) اور اپنا سر مبارک ہتھیلی پر رکھتے یعنی نیند کے غلبہ کے خطرہ سے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تمام دُنیا کی دولت ثواب میں ایک صبح جہاد کے برابر نہیں

۳۲/۳۸۴۰ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ رَوَاحَةَ فِیْ سَرِیَّةٍ فَوَافَقَ ذٰلِكَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَغَدَا اَصْحَابُہٗ وَقَالَ اَتَخَلَّفُ وَاُصَلِّیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَلْحَقُھُمْ فَلَمَّا صَلّٰی مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰہُ فَقَالَ مَامَنَعَكَ اَنْ تَغْدُوَمَعَ اَصْحَابِكَ فَقَالَ اَرَدْتُّ اَنْ اُصَلِّیَ مَعَكَ ثُمَّ اَلْحَقُھُمْ فَقَالَ لَوْاَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَا اَدْرَكْتَ فَضْلَ غَدْوَتِھِمْ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٢ / ٤٠٥، الحدیث رقم ٥٢٧، وأحمد فی المسند ١ / ٢٢٤

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے عبداللہ بن رواحہ کو ایک چھوٹے لشکر کے ساتھ روانہ فرمایا: اور قدرتی طور پر یہ جمعہ کا دن تھا۔ (یعنی جس دن جہاد میں جانے کا حکم فرمایا تھا)۔ تو ان کے دوست صبح کے وقت گئے۔ یعنی لشکر کے لوگ جوان کے ہمراہ گئے تھے۔ عبداللہ اپنے دل میں کہنے لگے یا اپنے کسی دوست سے کہنے لگے کہ میں پیچھے رہونگا اور جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرونگا۔ پھر میں اپنے ساتھیوں سے جاملوں گا۔ چنانچہ جب وہ نماز پڑھ کر فارغ ہو چکے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھا اور فرمایا تمہیں اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح کے وقت جانے سے کس چیز نے روکا تو وہ کہنے لگے میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں آپ کے ساتھ نماز پڑھ کر پھر اپنے ساتھیوں سے جاملوں گا۔

تشریح ۞ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اگر تم زمین کی تمام چیزیں خرچ کر دو تب بھی تو صبح کے وقت جانے کا ثواب نہ پا سکے گا۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

جہاد کے ثواب کو نہایت تاکید و مبالغہ سے ذکر کیا گیا ہے۔ اور نماز جمعہ وقت کے آنے سے پہلے فرض نہیں ہوتی وقت

کے داخل ہونے کے بعد جمعہ پڑھنے کے بغیر سفر کیلئے نکلنا حرام ہے۔ کیونکہ جمہور کے نزدیک اس پر جمعہ لازم ہو چکا۔ امام ابو حنفیہ رحمۃ اللہ کے ہاں فرصت کے ختم ہونے اور رفقاء کے ساتھ چھوٹنے وغیرہ کی وجہ سے سفر درست ہے۔ لیکن یہ طاعت سے اعراض اور تغافل کا باعث ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں جمعہ کے دن مطلق طور پر زوال سے پہلے یا بعد سفر حرام ہے۔

چیتے کی کھال استعمال کرنے کی ممانعت

۳۳/۳۸۴۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِیْهَا جِلْدُ نَمِرٍ۔

(رواہ ابوداؤد)

اخرجه أبو داود في السنن ٤ / ٣٧٢ 'كتاب اللباس' باب في حلود النمر' الحديث رقم ٤١٣٠۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فرشتے اس قافلے کے ساتھ نہیں ہوتے جس میں چیتے کی کھال ہو یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ چیتے کے چمڑے پر سواری اور اس کے استعمال کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ کیونکہ یہ تکبر کی علامت اور عجمیوں کا نشان ہے۔ (ع۔ح)

شہادت عملی خدمت سے بڑھ کر ہے

۳۴/۳۸۴۲ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدُ الْقَوْمِ فِی السَّفَرِ خَادِمُهُمْ فَمَنْ سَبَقَهُمْ بِخِدْمَةٍ لَمْ يَسْبِقُوْهُ بِعَمَلٍ اِلَّا الشَّهَادَةَ۔ (رواہ البیهقی فی شعب الایمان)

اخرجه البيهقي في شعب الإيمان ٦ / ٣٣٤ 'الحديث رقم ٨٤٠٧

ترجمہ: حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قوم کا سردار سفر میں انکا خادم ہے۔ پس جو شخص خدمت کرنے میں ان سے بڑھ گیا سو بڑھ گیا۔ عمل میں وہ اس سے صرف شہادت کی وجہ سے بڑھ سکتے ہیں۔

(شعب الایمان للبیہقی)

تشریح ۞ سردار کو چاہیے کہ وہ قوم کی خدمت کرے اور ان کے مصالح کی رعایت کرے اور ظاہر و باطن میں ان کے احوال کی نگہبانی کرے۔ نمبر۲۔ بعض نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ جو کوئی خدمت کرے اگرچہ ظاہر میں ادنیٰ ہو مگر وہ حقیقت میں انکا سید و سردار ہے کیونکہ کثرت سے ثواب حاصل کرنے والا ہے۔ اور یہ معنی آپ کے ارشاد سے زیادہ جڑتا ہے (فَمَنْ سَبَقَهُمْ سے) یعنی خدمت سے کوئی عمل سوائے شہادت کے افضل نہیں۔ (ع)

الفصل الاول:

بَابُ الْكِتَابِ اِلَى الْكُفَّارِ وَدُعَائِهِمْ اِلَى الْاِسْلَامِ

کفار کو دعوتی خطوط لکھنے کا بیان

کفار کو لڑائی سے پہلے اسلام کی طرف بلانا واجب ہے۔ اور اسلام کی طرف بلانے سے پہلے ان سے لڑنا حرام ہے۔ جبکہ ان کو دعوت اسلام نہ پہنچی ہو۔ اگر دعوت پہنچی ہو تو ان کو اسلام کی طرف دعوت دینا مستحب ہے اور بادشاہوں اور امراء کو خط لکھ کر دعوت دی جاتی ہے جیسا جناب رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ سے لوٹنے کے بعد قیصر روم نجاشی اور کسریٰ اور دیگر بادشاہوں کی طرف خطوط تحریر فرمائے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ وہ مہر کے بغیر خطوط کو نہیں پڑھتے تو آپ ﷺ نے اسی لیے مہر بنوائی جس کی تین سطریں تھیں ایک سطر میں محمد، دوسری میں رسول، تیسری میں اللہ کا لفظ تھا اور خط مبارک پر مہر لگوائی اور ارشاد فرمایا: کرامة الکتاب ختمه یعنی مہر سے خط کی قدر و قیمت بڑھ جاتی ہے۔ (رواہ الطبرانی)

الفصل الاول:

قیصر کے نام خط

۱/۳۸۴۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اِلٰی قَيْصَرَ يَدْعُوْهُ اِلَی الْاِسْلَامِ وَبَعَثَ بِكِتَابِهِ اِلَيْهِ دِحْيَةَ الْكَلْبِیِّ وَاَمَرَهُ اَنْ يَّدْفَعَهُ اِلٰی عَظِيْمِ بُصْرٰی لِيَدْفَعَهُ اِلٰی قَيْصَرَ فَاِذَا فِيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ اِلٰی هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اَدْعُوْكَ بِدَاعِيَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْ تَسْلَمْ وَاَسْلِمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ وَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَعَلَيْكَ اِثْمُ الْاَرِيْسِيِّيْنَ وَيَا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَانُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (متفق علیه وفی روایة مسلم) قَالَ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَقَالَ اِثْمُ الْيَرِيْسِيِّيْنَ وَقَالَ بِدِعَايَةِ الْاِسْلَامِ۔ (رواہ البخاری ومسلم)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱ / ۳۱، کتاب بدؤ الوحی، باب ۶، الحدیث رقم ۷ و مسلم فی ۳ / ۱۳۹۳، الحدیث رقم (۷۴ ـ ۱۷۷۳) وأحمد فی المسند ۱ / ۲۶۳

ترجمہ: حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے قیصر کی طرف خط لکھا اور اس میں اسے اسلام کی دعوت دی یہ

خط آپ ﷺ نے حضرت دحیہ کلبی کے ذریعہ روانہ فرمایا اور ان کو حکم دیا وہ یہ خط بصریٰ کے حاکم کے حوالے کریں تاکہ وہ یہ خط قیصر کو پہنچائے خط کا یہ مضمون تھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے یہ خط محمد ﷺ کی طرف سے ہے جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں ہرقل کے نام ہے جو روم کا بڑا آدمی ہے اس پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرنے والا ہے یعنی اسلام لاکر امورِ خیرانجام دینے والا ہے حمد وصلوٰۃ کے بعد میں پس تمہیں اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں اسلام لے آؤ تو سلامت رہو گے (یعنی دنیا کے ضرر اور آخرت کے عذاب سے) اور تم اسلام لاؤ اللہ تعالیٰ تیرا اجرہ دوہرا کردے گا (یعنی ایک اپنے نبی پر ایمان لانے کا اور دوسرا مجھ پر ایمان لانے کا) اور اگر تو منہ موڑے (یعنی اسلام نہ لائے گا)۔ تو تیرے پیروکاروں اور تیری رعایا کا بھی گناہ تجھے ملے گا (یعنی اپنے گناہ کے ساتھ تیرے ماننے والوں کا گناہ بھی تجھ پر ہوگا اس وجہ سے کہ کفر پر استمرار میں وہ تیری پیروی کریں گے) اور اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف (یعنی دین کی طرف) جو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔ (یعنی اس میں رسول اور کتابیں مختلف نہیں)۔ وہ کلمہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ ہمارے بعض ایک دوسرے اللہ کے سوا کو رب بنائیں اللہ تعالیٰ کے سوا (یعنی جیسے نصرانیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رب بنایا)۔ پس اگر وہ اس بات سے منہ پھیریں (یعنی وہ اس بات کو قبول نہ کریں) تو تم اے ایمان والو! کہہ دو کہ تم گواہ ہو جاؤ اے کفار! کہ ہم تو مسلمان ہیں۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اور مسلم کی ایک اور روایت میں مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ کی جگہ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ ہے اور اِثْمُ الْاَرِيْسِيِّيْنَ کی جگہ اِثْمُ الْيَرِيْسِيِّيْنَ ہے اور بِدَاعِيَةِ الْاِسْلَامِ کی جگہ بِدِعَايَةِ الْاِسْلَامِ ہے۔

روم کے بادشاہ کو اس وقت قیصر اور فارس کے حکمران کو کسریٰ اور حبشہ کے بادشاہ کو نجاشی اور ترک حکمرانوں کو خاقان اور قبطی حکمرانوں کو فراعنہ اور شاھان کو عزیز اور شاہ حمیر کو تبع اور ہند کے بادشاہ کو رائے کہا جاتا تھا۔ اس زمانے کے قیصر کا نام ہرقل تھا۔

دحیہ کلبی: یہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی ہیں۔ حضرت جبرائیل ﷺ اکثر انہی کی صورت میں تشریف لاتے۔ آپ ﷺ نے حضرت دحیہ کو ہرقل کے پاس بھیجا تو وہ ایمان لایا (یہ محل نظر ہے) آپ نے ان کو ۶ ھ میں بھیجا۔

بُصریٰ: یہ شام کا ایک شہر ہے۔

بسم اللہ: ابن ملک کہتے ہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خط کے آداب میں سے ہے کہ شروع میں بسم اللہ لکھا جائے اور جس کی طرف سے خط لکھا گیا ہو وہ بھی پہلے لکھے۔

ملاعلی قاریؒ کہتے ہیں کہ یہ بات قرآن مجید سے بھی ثابت ہے ارشاد الٰہی ہے: اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ واؤ مطلق جمع کیلئے ہے۔ آپ ﷺ نے اسے خطاب کر کے سَلَامٌ عَلَيْكَ نہ کہا کیونکہ وہ کافر تھا بلکہ اس طرح فرمایا: سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ۔ اس سے اشارہ کر دیا کہ کافر کو سلام میں ابتداء کرنا درست نہیں ہے۔ (ح۔ع)

کسریٰ کے نام نامہ مبارک

۲/۳۸۴۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِكِتَابِهٖ اِلٰى كِسْرٰى مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّدْفَعَهٗ اِلٰى عَظِيْمِ الْبَحْرَيْنِ فَدَفَعَهٗ عَظِيْمُ الْبَحْرَيْنِ اِلٰى كِسْرٰى فَلَمَّا قَرَاَ مَزَّقَهٗ قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ فَدَعَا عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَنْ يُّمَزَّقُوْا كُلَّ مُمَزَّقٍ ۔ (رواہ البخاری)

اخرجہ البخاری فی صحیحہ ۸ / ۱۲٦ کتاب المغازی باب کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی کسریٰ الحدیث رقم ۲٤۲٤ وأحمد فی المسند ۱ / ٤۳

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنا خط کسریٰ کی طرف بھیجا اسے حضرت عبداللہ بن خدافہ سہمی لے کر گئے۔ آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ یہ خط بحرین کے حاکم کو پہنچاؤ (بحرین یہ جگہ کا نام ہے) حضرت عبداللہؓ نے وہ خط حاکم بحرین کو پہنچایا اور بحرین کے حاکم نے وہ خط کسریٰ کو پہنچایا جب کسریٰ نے وہ خط پڑھا تو اس نے خط پھاڑ دیا۔ حضرت ابن مسیبؒ کہتے ہیں آپ ﷺ کو اطلاع ملنے پر اس نے ان کے متعلق بددعا کی کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے کیے جائیں۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ کسریٰ پرویز کو اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کر دیا۔ اور چھ ماہ کے بعد اس کا بیٹا بھی مر گیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لعنت ان پر آئی۔

بادشاہوں کو دعوتِ اسلام

۳/۳۸۴۵ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اِلٰى كِسْرٰى وَاِلٰى قَيْصَرَ وَاِلَى النَّجَاشِيِّ وَاِلٰى كُلِّ جَبَّارٍ يَدْعُوْهُمْ اِلَى اللّٰهِ وَلَيْسَ بِالنَّجَاشِيِّ الَّذِيْ صَلّٰى عَلَيْهِ النَّبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رواہ مسلم)

اخرجہ مسلم فی صحیحہ ۳ / ۱۳۹۷ کتاب الجهاد والسیر باب تامیر الامام الامراء الحدیث رقم ۱۷۷٤ والترمذی فی السنن ٥ / ٦٤ الحدیث رقم ۲۷۱٦۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے قیصر و کسریٰ کی طرف اور اسی طرح نجاشی اور ہر بڑے حکمرانوں کی طرف لکھا۔ آپ ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور یہ وہ نجاشی نہ تھا جس کو آپ نے خط لکھا جس پر آپ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھی۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یعنی یہ وہم ہوتا ہے کہ شاید یہ وہ نجاشی ہے جس پر جناب رسول اللہ نے غائبانہ نماز جنازہ ادا کی۔ کیونکہ وہ تو آپ کا اور آپ کے صحابہ کرام کا خادم تھا اور اس کا نام اصحمہ تھا۔ جب اس کی موت کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا بھائی مرد صالح اصحمہ فوت ہو گیا ہے۔ اٹھو اور اس پر نماز جنازہ ادا کرو یہ دونوں ہی مسلمان تھے۔ منقول یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ

۶ھ میں اطراف کے بادشاہوں کو خطوط لکھے اور حضرت عمرو بن ضمریؓ کو نجاشی کی طرف روانہ فرمایا: جب نجاشی نے آپ کا خط دیکھا تو تخت سے اتر کر زمین پر بیٹھا اور خط کو بوسہ دیا اور دونوں پر آنکھوں کو رکھا اور خط کو پڑھنے کا حکم دیا۔ جب اس کے مضمون کی اطلاع ملی تو اسلام لایا اور کہنے لگا: اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اس اقرار کے بعد کہنے لگا کہ اگر میں آپ ﷺ کے پاس ہوتا تو آپ ﷺ کی خدمت میں ضرور جاتا پھر اس نے تحائف دے کر اپنے بیٹے کو آپ ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا مگر وہ راستہ میں ہی فوت ہو گیا پھر آپ نے دوسرا خط اس کے نام لکھا وہ دونوں خط اس کی اولاد کے پاس موجود رہے اور وہ ان کی تعظیم کرتے اور اس سے برکت حاصل کرتے تھے۔ (ح۔ع)

امیر لشکر کو نصائح

۳۸۴۶/۴ وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمَّرَ اَمِيْرًا عَلٰى جَيْشٍ اَوْ سَرِيَّةٍ اَوْصَاهُ فِيْ خَاصَّتِهٖ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَمَنْ مَعَهٗ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرًا ثُمَّ قَالَ اغْزُوْا بِاسْمِ اللّٰهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَاتِلُوْا مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ اغْزُوْا فَلَا تَغُلُّوْا وَلَا تَغْدِرُوْا وَلَا تَمَثِّلُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا وَلِيْدًا وَاِذَا لَقِيْتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَادْعُهُمْ اِلٰى ثَلَاثِ خِصَالٍ اَوْ خِلَالٍ فَاَيَّتُهُنَّ مَا اَجَابُوْكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ فَاِنْ اَجَابُوْكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ اِلٰى دَارِ الْمُهَاجِرِيْنَ وَاَخْبِرْهُمْ اَنَّهُمْ اِنْ فَعَلُوْا ذٰلِكَ فَلَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِيْنَ فَاِنْ اَبَوْا اَنْ يَّتَحَوَّلُوْا مِنْهَا فَاَخْبِرْهُمْ اَنَّهُمْ يَكُوْنُوْنَ كَاَعْرَابِ الْمُسْلِمِيْنَ يَجْرِيْ عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللّٰهِ الَّذِيْ يَجْرِيْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَكُوْنُ لَهُمْ فِي الْغَنِيْمَةِ وَالْفَيْءِ شَيْءٌ اِلَّا اَنْ يُّجَاهِدُوْا مَعَ الْمُسْلِمِيْنَ فَاِنْ هُمْ اَبَوْا فَسَلْهُمُ الْجِزْيَةَ فَاِنْ هُمْ اَجَابُوْكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ فَاِنْ هُمْ اَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَقَاتِلْهُمْ وَاِذَا حَاصَرْتَ اَهْلَ حِصْنٍ فَاَرَادُوْكَ اَنْ تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَذِمَّةَ نَبِيِّهٖ وَلَا تَجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَذِمَّةَ نَبِيِّهٖ وَلٰكِنِ اجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّتَكَ وَذِمَّةَ اَصْحَابِكَ فَاِنَّكُمْ اَنْ تُخْفِرُوْا ذِمَمَكُمْ وَذِمَمَ اَصْحَابِكُمْ اَهْوَنُ مِنْ اَنْ تُخْفِرُوْا ذِمَّةَ اللّٰهِ وَذِمَّةَ رَسُوْلِهٖ وَاِنْ حَاصَرْتَ اَهْلَ حِصْنٍ فَاَرَادُوْكَ اَنْ تُنْزِلَهُمْ عَلٰى حُكْمِ اللّٰهِ فَلَا تُنْزِلْهُمْ عَلٰى حُكْمِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَنْزِلْهُمْ عَلٰى حُكْمِكَ فَاِنَّكَ لَا تَدْرِيْ اَتُصِيْبُ حُكْمَ اللّٰهِ فِيْهِمْ اَمْ لَا ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۳ / ۱۳۹۷، کتاب الجهاد والسیر، باب تامیر الامام الامراء، الحدیث رقم (۷۵ ـ ۱۷۳۱)

والترمذی فی السنن ۵ / ٦٤، الحدیث رقم ۲۷۱٦

ترجمہ: حضرت سلیمان بن بریدہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد سے نقل کیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب کسی کو چھوٹے یا بڑے لشکر کا امیر مقرر فرماتے تو اس کو نصیحت فرماتے جو اس سے متعلق ہوتی کہ اللہ سے ڈرنا اور ساتھ ہی اس کو یہ بھی نصیحت

فرماتے کہ جو مسلمان تمہارے ساتھ ہیں ان کے ساتھ نیکی کرنا یعنی سلوک اور احسان اور نرمی سے پیش آنا پھر آپ ﷺ فرماتے کہ اللہ کا نام لے کر اللہ کی راہ میں جہاد کرنا یعنی اللہ کی رضا مندی اور اس کے دین کا بول بالا مقصود ہو اور اس آدمی سے لڑنا جو اللہ کا انکار کرنے والا ہے۔ جہاد کرنا اور مال غنیمت کی تقسیم میں خیانت نہ کرنا نہ عہد کو توڑنا اور نہ مثلہ کرنا (یعنی ناک کان وغیرہ نہ کاٹنا) اور یہ بھی فرماتے کہ لڑکوں کو قتل مت کرنا اور جب اپنے دشمن مشرکین سے سامنا ہو تو ان کو تین باتوں کی طرف دعوت دینا یا تین خصلتوں کا لفظ فرمایا' ان تین میں سے جس کو وہ قبول کریں اختیار کریں ان کی طرف سے قبول کر لینا اور ان سے باز رہنا یعنی ان کو اس سے زیادہ تکلیف نہ دینا پس ان کو اسلام کی طرف بلانا اگر وہ اسلام کو قبول کر لیں تو ان کی طرف سے اسلام کو قبول کر لینا اور ان سے باز رہنا پھر ان کو وہاں سے منتقل ہونے کی طرف بلانا کہ وہ وہاں سے (یعنی دار الحرب) سے چلے آئیں اور مہاجرین کے علاقہ یعنی دار الاسلام میں رہیں پھر ان کو بتلا دینا اگر وہ اپنے ملک کو چھوڑ کر دار الاسلام میں آجائیں گے تو ان کیلئے وہ سب چیزیں ہیں جو مہاجرین کیلئے ہیں اور ان پر وہ چیزیں واجب ہیں جو مہاجرین پر واجب ہیں پھر اگر وہ اس بات کو قبول نہ کریں تو ان کے ملک کو چھوڑ دینا اور ان کو بتلا دینا وہ جنگی مسلمانوں کی طرح ہونگے کہ جن پر وہی حکم جاری کیا جائیگا جو عام مسلمانوں پر جاری کیا جاتا ہے یعنی ان پر نماز' زکوٰۃ' قصاص' دیت اور اسی طرح کے دیگر احکام لاگو ہوں گے البتہ غنیمت اور فئی میں ان کا کچھ بھی حصہ نہیں ہوگا سوائے اس صورت کے کہ جب وہ مسلمانوں سے مل کر جہاد کریں پھر اگر وہ اس بات کو قبول نہ کریں تو پھر ان سے جزیہ کا مطالبہ کرنا اگر وہ تمہاری طرف سے قبول کر لیں تو ان کی بات قبول کر کے ان سے باز رہنا پھر اگر وہ نہ مانیں تو ان کے خلاف اللہ سے مدد مانگو اور ان سے لڑو جب ان کے قلعے اور بستی کا گھراؤ کرو یعنی کفار جب چاہیں کہ تم ان کو ذمی بنالو تو پھر ان کو ذمی مت بناؤ ان کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ذمہ داری میں مت دو بلکہ اپنے اور اپنی لشکر کی ذمہ داری دو کیونکہ تمہاری ذمہ داری کو توڑنا اس سے آسان تر ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری کو توڑیں اور اگر تم ان کے قلعہ کا گھیراؤ کرو اور وہ تم سے اس بات کا مطالبہ کریں کہ تم ان کو اللہ کے حکم پر نکال دو تو ان کو اللہ کے حکم پر مت نکالو بلکہ اپنے حکم پر نکالو کیونکہ یہ تمہیں معلوم نہیں کہ ان کے سلسلے میں تم اللہ تعالیٰ کے حکم تک پہنچ سکو گے یا نہیں یعنی تمہیں معلوم نہیں کہ ان کے نکالنے کا جو حکم تم نے کیا ہے آیا وہ اللہ کے ہاں درست ہے یا نہیں' ہوسکتا ہے کہ تم چوک (بھول) گئے ہو حکم مجتہد کا یہی ہے یعنی قد یخطی و قد یصیب۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **ثُمَّ ادْعُهُمْ** :یہ پہلے ادْعُهُمْ کا بیان ہے کہ جب تم نے یہ چیزیں اجمالی طور پر پہچان لیں تو تفصیل کے ساتھ بھی اس کا حکم سن لو پس ان کو تم پہلے اسلام کی طرف دعوت دو۔

نووی رحمۃ اللہ علیہ **کا قول**: تمام مسلم کے نسخوں میں ثُمَّ ادْعُهُمْ ہے مگر قاضی عیاض کہتے ہیں ادْعُهُمْ صحیح روایت ہے چنانچہ سنن ابی داؤد اور کتاب ابی عبید میں لفظ ثُمَّ نہیں ہے کیونکہ یہ تین خصال کی تفصیل کی جارہی ہے نہ کہ اس کے علاوہ کی۔

ماذری کا قول: ثُمَّ یہاں زائد ہے اور افتتاح کلام کیلئے آیا ہے اور یہ مع المسلمین تک تین چیزوں کا بیان ہے اور اسی کا تتمہ ہے اور دوسری چیز جزیہ کا مقرر کرنا ہے اور تیسری چیز لڑنا ہے' رہا یہ کہ آپ ﷺ نے ہجرت کا حکم فرمایا تو اس سلسلے میں بعض کا قول یہ ہے کہ فتح مکہ سے پہلے تک ہجرت ارکان اسلام میں سے تھی۔

فَلَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِيْنَ یعنی ان کو ثواب بھی ملے گا اور مال فئی کے بھی حقدار ہونگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ اسلئے استحقاق تھا کہ مال فئی خاص طور پر مہاجرین پر خرچ کیا جاتا تھا جبکہ وہ جہاد کیلئے نکلتے خواہ وہ لوگ جو دشمن کے بالمقابل گئے ہیں کافی ہوں یا نہ ہوں البتہ غیر مہاجرین کیلئے جہاد پر نکلنا واجب نہیں تھا جبکہ اور لوگ ایسے موجود ہوں جو دشمن سے کفایت کرنے والے ہوں اور آپ کے ارشاد: **وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِيْنَ** (اور ان پر وہی ذمہ داریاں عائد ہوں گی) اس کا یہی مطلب ہے یعنی جہاد اور دیہاتی مسلمانوں کی طرح جنگل میں رہنے والے ہوں دارالکفر میں نہیں۔

غنیمت اور فئی کا ایک ہی معنی ہے کہ وہ مال جو کفار کا ہو اور مسلمانوں کے ہاتھ آئے بعض لوگوں نے اس میں یہ فرق کیا ہے کہ غنیمت وہ مال ہے جو جنگ اور مشقت سے ہاتھ آئے اور فئی وہ ہے جو بغیر لڑائی اور مشقت کے حاصل ہو جائے۔

ذِمَّةٌ : ذمہ سے مراد عہد و پیمان ہے۔ اپنا ذمہ توڑنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے عہد کو توڑا تو پھر تم ان کے متعلق اس وقت تک کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے ہو جب تک کہ وحی سے اذن نہ ملے اور یہ بات ان کے حق میں متعذر رہے کیونکہ وحی کے مقام سے تم بہت دور ہو اور اگر وہ تیرا عہد توڑیں گے تو پھر تیرے سامنے دو ہی صورتیں ہیں ان کو قلعہ سے زبردستی نکال کر قتل کا حکم دو گے یا وہ اتر آئیں تو جزیہ مقرر کر دو گے یا ان کو قید کرنے کا حکم دو گے۔ وغیر ذلک جو موقع کے مطابق مناسب ہو گا۔ اسلئے ان کو اپنی ذمہ داری میں لینے کا حکم دیا۔ (ح۔ع)

آفتاب کے ڈھلنے کا انتظار

۵/۳۸۴۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ اَوْفٰى اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ بَعْضِ اَيَّامِهِ الَّتِىْ لَقِىَ فِيْهَا الْعَدُوَّ اِنْتَظَرَ حَتّٰى مَالَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَامَ فِى النَّاسِ فَقَالَ يَاَيُّهَا النَّاسُ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَآءَ الْعَدُوِّ وَاسْاَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ فَاِذَا لَقِيْتُمْ فَاصْبِرُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَمُجْرِىَ السَّحَابِ وَهَازِمَ الْاَحْزَابِ اِهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ۔

اخرجه البخارى فى صحيحه ٦ / ١٢٠، كتاب الجهاد، باب كان النبى صلى الله عليه وسلم اذا لم يقاتل، الحديث رقم ٢٩٦٥ و مسلم فى صحيحه ٣ / ١٣٦٢، الحديث رقم (٢٠ ـ ١٧٤٢) وأبو داود فى السنن ٣ / ٩٥، الحديث رقم ٢٦٣١

ترجمہ: عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض جنگ کے مواقع میں (یعنی جہاد میں) انتظار کیا یعنی کفار سے اس وقت تک نہیں لڑے یہاں تک کہ آفتاب ڈھل گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں کھڑے ہوئے یعنی خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا اے لوگو! دشمنوں سے سامنا کرنے کی تمنا مت کرو یعنی یہ رضامت کرو کہ کفار سے قتال واقع ہو کیونکہ یہ مصیبت کو طلب کرنا ہے جو کہ منع ہے اور اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو پس جس وقت دشمن سے سامنا ہو جائے تو پھر صبر کرو یعنی جمے رہو اور یہ یقین کر لو کہ جنت تلواروں کے سایہ میں ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا ارشاد فرمائی: اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ ...... اے اللہ! جو کہ کتابوں کا اتارنے والا اور بادلوں کا بھیجنے والا اور کفار کی جماعتوں کو شکست دینے والا ہے تو ان کافروں کو

شکست دے اور کافروں کے خلاف ہماری مدد فرما۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ مَالَتِ الشَّمْسُ: (یعنی سورج ڈھلا) اس وقت کے انتظار میں حکمت یہ ہے کہ یہ وقت ہواؤں کے چلنے اور نشاط نفس کا ہے اور اسی طرح نماز و دعا کا وقت ہے اور ایک حدیث میں وارد ہے کہ اس وقت آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اعمال کو بارگاہ الٰہی میں قبولیت کیلئے اٹھایا جاتا ہے۔ پس اس میں فتح اور نصرت کے انوار کے نازل ہونے کی خوب امید ہے اور پھر جہاد چونکہ افضل اعمال میں سے ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چاہا کہ وہ ایسے قبولیت کے وقت میں واقع ہو (ح)

شب خون کا طریقہ

۶/۳۸۴۸ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا غَزَابِنَا قَوْمًا لَمْ يَكُنْ يَغْزُوْبِنَا حَتّٰى يُصْبِحَ وَيَنْظُرَ اِلَيْهِمْ فَاِنْ سَمِعَ اَذَانًا كَفَّ عَنْهُمْ وَاِنْ لَّمْ يَسْمَعْ اَذَانًا اَغَارَ عَلَيْهِمْ قَالَ فَخَرَجْنَا اِلٰى خَيْبَرَ فَانْتَهَيْنَا اِلَيْهِمْ لَيْلاً فَلَمَّا اَصْبَحَ وَلَمْ يَسْمَعْ اَذَانًا رَكِبَ وَرَكِبْتُ خَلْفَ اَبِيْ طَلْحَةَ وَاِنَّ قَدَمِيْ لَتَمَسُّ قَدَمَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَخَرَجُوْا اِلَيْنَا بِمَكَاتِلِهِمْ وَمَسَاحِيْهِمْ فَلَمَّا رَاَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا مُحَمَّدٌ وَاللّٰهِ مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيْسُ فَلَجَؤُا اِلَى الْحِصْنِ فَلَمَّا رَآهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲ / ۸۹، کتاب الاذان، باب ما یحقن بالاذان من الدماء، الحدیث رقم ۶۱۰، و مسلم فی صحیح ۳ / ۱۴۲۶، الحدیث رقم (۱۲۰ ـ ۱۳۶۵) والترمذی فی السنن ٤ / ۱۰۲، الحدیث رقم ۱۵۵۰، والنسائی فی ۱ / ۲۷۱، الحدیث رقم ۵٤۷، و مالك فی الموطا ۲ / ٤٦۸، الحدیث رقم ٤۸، من کتاب الجهاد، وأحمد فی المسند ۳ / ۲٦۳

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمارے ساتھ مل کر کسی قوم کے خلاف جہاد کرتے اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی آمد تک جہاد کو شروع نہ فرماتے پھر آپ دیکھتے کہ اگر اس بستی سے اذان کی آواز آئی ہے تو ان کے ساتھ جہاد سے باز رہتے اور اگر آواز نہ سنتے تو ان پر شب خون مارتے۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم خیبر کی طرف روانہ ہوئے رات کے وقت وہاں پہنچے جب صبح کا وقت ہوا اور اذان نہ سنی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور میں بھی ابوطلحہؓ کے پیچھے سوار ہوا اور میرا پاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کو چھو رہا تھا یعنی اس وجہ سے کہ آپ کی سواری ہماری سواری سے متصل تھی حضرت انس کہتے ہیں کہ خیبر والے ہماری طرف اپنے تھیلے اور بیلچے لے کر نکلے (یعنی زراعت کھیتی باڑی کا سامان لے کر) ان کو ہمارے آنے کی اطلاع نہ تھی جب انہوں نے دیکھا تو زور زور سے کہنے لگے محمد واللہ محمد والخمیس کہ محمد! قسم اللہ کی ہے محمد لشکر سمیت آگئے' چنانچہ وہ اپنے قلعہ کی طرف بھاگ گئے جب جناب رسول اللہ نے ان کو بھاگتے ہوئے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تفاول کے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر خیبر برباد ہوا جب ہم کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو ڈرائی ہوئی قوم کی صبح بہت بری ہوتی ہے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **وَيَنْظُرَ اِلَيْهِمْ**: ان کی طرف دیکھتے یعنی ان کے حالات پر غور کرتے اور اس سے ان کے عقائد وافعال پر استدلال فرماتے اگرچہ معلوم ہوتا کہ یہ کفار کی شہر وبستی ہے لیکن پھر بھی تامل کرتے کہ شاہد وہاں مسلمان ہوں اگر اذان سنائی دیتی تو شب خون نہ مارتے اور اگر اذان سنائی نہ دیتی تو شب خون مارتے کیونکہ ترک اذان علامت کفر ہے۔ اس زمانہ میں مسلمانوں سے ترک اذان متصور نہ تھا۔

علامہ خطابیؒ کا قول: اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ اذان شعائر اسلام میں سے ہے اس کا ترک جائز نہیں۔ اگر کسی شہر کے لوگ اس کے ترک پر اتفاق کرلیں تو ان کے خلاف قتال لازم ہے۔ فقہاء حنفیہ نے اسی طرح لکھا ہے۔

اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا: یہ جملہ مستانفہ ہے جو خیبر کی خرابی کے سبب کو بتلا رہا ہے۔ **مُنْذِرِيْنَ**: ڈرائے گئے ہیں یعنی کفار کو خبردار کر دیا گیا یعنی کفار کی صبح نہایت بری ہے اسلئے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب قتل وغارت کی صورت میں آ پہنچا۔ اور یہ آپ ﷺ نے اس آیت سے اخذ فرمایا:

﴿اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾ (الصافات: ١٧٦-١٧٧)

''کیا یہ (کفار) ہمارے عذاب کے لئے جلدی کر رہے ہیں؟ پس جب ان کے میدان میں ہمارا عذاب اترے گا تو ان کی صبح بڑی خراب ہوگی جن کو ڈرایا گیا ہے''۔

علامہ نوویؒ کا قول: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ دشمن سے مقابلہ کے وقت تکبیر کہنا مستحب ہے۔ نمبر۲۔ قرآن مجید سے استشہاد واقعاتی امور میں درست ہے۔ اور اس کی طرح وہ بھی ہے جو کہ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا: ﴿قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ......﴾ ۔نمبر۳۔ علماء فرماتے ہیں قرآن مجید سے ضرب المثل کے طور پر استشہاد مکروہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کے پیش نظر لغو کلام اور محاورات میں اس کا استعمال درست نہیں۔

ملا علی قاریؒ کا قول: ہمارے بعض علماء نے تصریح کی ہے کہ کلام اللہ کو اپنے کلام کی جگہ رکھنا مثلاً اس طرح کہ ایک آدمی کا نام یحیٰ ہو اور اس کو کتاب دی جارہی ہو تو کہنا یا: يٰيَحْيٰ خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ اور اسی طرح کھانے کے موقع پر کسی کو یہ کہنے کی بجائے کہ کھاؤ تو کہے بسم اللہ یا داخل ہوتے وقت یہ کہنے کی بجائے کہ داخل ہو کہے بسم اللہ اور اسی طرح کے مواقع میں استعمال کرنا نمبر۲۔ آپ ﷺ کا قول ﴿قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ......﴾ یہ استشہاد کے طور پر نہیں بلکہ امتثال امر الٰہی کیلئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ﴾ (الاسراء: ١٨)

''حق آیا اور باطل گیا گزرا ہوا''۔

گویا یہ آپ کو کہنے کا حکم فرمایا: آپ نے اس کی تعمیل فرمائی۔ نمبر۳۔ اسی طرح رب زدنی علماً کہنا وہ بھی امتثال امر کیلئے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾ (طٰہٰ: ١١٤)

"یعنی (اے محمد ﷺ اپنے ربّ سے دعا کیجئے) کہ اے میرے رب! مجھے زیادہ سے زیادہ علم عطا فرما"۔
پس یہ اور اس کی مانند منقولات تو اللہ تعالیٰ کا حکم بجالانے کی وجہ سے مستحب ہیں۔ (ح۔ع)

رحمتوں کی ہواؤں کا انتظار

۳۸۴۹/۷ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ قَالَ شَهِدْتُّ الْقِتَالَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ إِذَا لَمْ يُقَاتِلِ الْقِتَالَ اَوَّلَ النَّهَارِ اِنْتَظَرَ حَتّٰى تَهُبَّ الْاَرْوَاحُ وَتَحْضُرَ الصَّلَاةُ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦ / ٢٥٨، کتاب الجزیه، باب الجزیة والموادعة، الحدیث رقم ٣١٦٠۔

ترجمہ: حضرت نعمان بن مقرنؓ سے روایت ہے کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لڑائی میں حاضر ہوا جب آپ شروع دن میں قتال نہ کرتے تو اس وقت تک کا انتظار کرتے جب ہوائیں چلتیں اور نماز (ظہر) کا وقت آجاتا۔ بخاری شریف کی روایت ہے۔

تشریح ❁ اس روایت سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ نماز ظہر کے وقت قتال اس صورت میں تھا کہ جب دن کی ابتداء میں قتال نہ ہوتا۔ گویا مختلف احوال میں مختلف طرز عمل تھا کبھی شروع دن میں اور کبھی ظہر کے بعد۔

الفصل الثانی:

نصرتِ الٰہی کا انتظار

۳۸۵۰/۸ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ قَالَ شَهِدْتُّ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ إِذَا لَمْ يُقَاتِلْ اَوَّلَ النَّهَارِ اِنْتَظَرَ حَتّٰى تَزُوْلَ الشَّمْسُ وَتَهُبَّ الرِّيَاحُ وَيَنْزِلَ النَّصْرُ۔ (رواه ابوداؤد)

اخرجه أبو داود فی السنن ٣ / ١١٣، کتاب الجهاد، باب ای وقت یستحب اللقاء، الحدیث رقم ٢٦٥٥، والترمذی فی ٤ / ١٣٧، الحدیث رقم ١٦١٣، وأحمد فی المسند ٥ / ٤٤٤

ترجمہ: حضرت نعمان بن مقرنؓ سے روایت ہے کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لڑائی میں حاضر ہوا، آپ ﷺ جب شروع دن میں نہ لڑتے تو دن ڈھلنے کا اور ہوائیں چلنے کا اور نصرت الٰہی کے اترنے کا انتظار فرماتے (یعنی فتح کی ہوا یا مسلمانوں کی دعاؤں سے حصول فتح کا انتظار فرماتے وہ دعائیں نمازوں کے بعد مجاہدین کیلئے مانگی جاتی ہیں)۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

ابتدائے قتال طلوعِ آفتاب کے بعد

۳۸۵۱/۹ وَعَنْ قَتَادَةَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ

اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ اَمْسَكَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَاِذَا طَلَعَتْ قَاتَلَ فَاِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ اَمْسَكَ حَتّٰى تَزُوْلَ الشَّمْسُ فَاِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ قَاتَلَ حَتَّى الْعَصْرِ ثُمَّ اَمْسَكَ حَتّٰى يُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُمَّ يُقَاتِلُ قَالَ قَتَادَةُ كَانَ يُقَالُ عِنْدَ ذٰلِكَ تَهِيْجُ رِيَاحُ النَّصْرِ وَيَدْعُو الْمُؤْمِنُوْنَ لِجُيُوْشِهِمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤ / ١٣٦ كتاب السير' باب ما جاء فی الساعة التی يستحب فيها القتال ' الحديث رقم ١٦١٢۔

ترجمہ: حضرت قتادہ نے نعمان بن مقرنؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کیا آپ ﷺ پو پھوٹنے کے وقت تک ٹھہرتے یعنی جہاد کو شروع نہ فرماتے یہاں تک کہ سورج نکل آتا (یعنی نماز فجر سے فارغ ہوجاتے اور سورج نکل آتا تو لڑائی کرتے) پھر جب دوپہر شروع ہوتی۔ (وہ چاشت کا وقت ہے جو دوپہر سے قریب تر ہے) تو آپ رک جاتے یہاں تک کہ دوپہر ڈھل جاتی (یعنی عرفی دوپہر ڈھلتی) اور نماز پڑھ چکتے تو نماز عصر تک لڑتے پھر آپ ٹھہرتے یہاں تک کہ آپ عصر کی نماز پڑھتے پھر آپ لڑائی کرتے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ صحابہ بیان کرتے تھے کہ اس فعل میں حکمت یہ ہے کہ اس وقت نصرت کی ہوائیں چلتی ہیں اور مسلمان نماز میں اپنے لشکروں کیلئے دعا کرتے ہیں یعنی نماز کے بعد یا دوران نماز جیسا کہ قنوت کے متعلق روایات وارد ہیں۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

علاماتِ اسلام کا احترام

۱۰/۳۸۵۲ وَعَنْ عِصَامٍ الْمُزَنِيِّ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَرِيَّةٍ فَقَالَ اِذَا رَاَيْتُمْ مَسْجِدًا اَوْسَمِعْتُمْ مُؤَذِّنًا فَلَا تَقْتُلُوْا اَحَدًا۔ (رواه الترمذی وابوداؤد)

اخرجه أبو داود فی السنن ٣ / ٩٨' الحديث رقم ٢٦٣٥' والترمذی ٤ / ١٠٢' كتاب السير' باب النهی عن الإغارة إذا رأی مسجدا وسمع أذانا ' الحديث رقم ١٥٤٩۔

ترجمہ: عصام مزنیؓ سے روایت ہے کہ ہمیں جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک دستہ میں روانہ فرمایا: اور فرمایا کہ جب تم کسی مسجد کو دیکھو یا کسی مؤذن کو اذان کہتے سنو تو کسی کو قتل نہ کرو۔ یہ ترمذی، ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ جب تم شعار اسلام کی قولی وفعلی علامت پاؤ تو وہاں کسی کو قتل نہ کرو یہاں تک کہ تم مؤمن وکافر میں امتیاز وفرق کرو۔ (ع)

الفصل الثالث:

اہل فارس کے نام حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا خط

۱۱/۳۸۵۳ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ قَالَ كَتَبَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ اِلٰى اَهْلِ فَارِسٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ

خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ اِلٰى رُسْتَمَ وَمِهْرَانَ فِيْ مَلَأٍ فَارِسٍ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّا نَدْعُوْكُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ فَاِنْ اَبَيْتُمْ فَاَعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَاَنْتُمْ صَاغِرُوْنَ فَاِنْ اَبَيْتُمْ فَاِنَّ مَعِيَ قَوْمًا يُحِبُّوْنَ الْقَتْلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَا يُحِبُّ فَارِسُ الْخَمْرَ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ۔ (رواه فی شرح السنة)

اخرجه البغوی شرح السنة۔

ترجمہ: حضرت وائل سے روایت ہے کہ حضرت خالد بن ولید نے فارس والوں کی طرف لکھ بھیجا یعنی ان کے سرداروں کی طرف لکھا۔ کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ کہ یہ خط خالد بن ولید کا ہے جو کہ رستم و مہران کی طرف لکھا گیا ہے وہ رستم و مہران جو کہ فارس کے ذمہ داروں میں سے ہیں۔ سلام اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ امابعد! بلاشبہ ہم تمہیں اسلام کی طرف بلاتے ہیں یعنی تم مسلمان ہو جاؤ۔ پس اگر تم اسے قبول نہ کرو تو اپنے ہاتھ سے جزیہ ذلت کے ساتھ ادا کرو پھر اگر تم اس سے انکار کرو (یعنی جزیہ سے) تو ہلاک اور پشیمان ہو گے اسلئے کہ میرے ساتھ ایسے لوگ ہیں جو قتل کرنے یا اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہونے کو اس طرح پسند کرتے ہیں جس طرح اہل فارس شراب کو پسند کرتے ہیں۔ (یعنی قتال کے میدان میں وہ مست و بے ہوش ہوتے ہیں یا اس میں لذت پاتے اور خوش ہوتے ہیں) اور سلام اس پر جو ہدایت کی اتباع کرے۔ یہ شرح السنہ کی روایت ہے۔

بَابُ الْقِتَالِ فِي الْجِهَادِ

جہاد میں لڑائی کا بیان

اس باب میں ایسی روایات ہیں جن میں جہاد کی رغبت اور جہاد کا ثواب بیان کیا گیا ہے۔ (ع)

الفصل الاول:

احد کا پہلا شہید

۳۸۵۴/۱ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ اَرَاَيْتَ اِنْ قُتِلْتُ فَاَيْنَ اَنَا قَالَ فِي الْجَنَّةِ فَاَلْقٰى تَمَرَاتٍ فِيْ يَدِهٖ ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۷ / ۳۵۴ کتاب المغازی، باب غزوه احد، الحدیث رقم ۴۰۴۶، و مسلم فی ۳ / ۱۵۰۹، الحدیث رقم (۴۳ ـ ۱۸۹۹) والنسائی فی السنن ۶ / ۴۴، الحدیث رقم ۳۱۵۴، وأحمد فی المسند ۳ / ۳۰۸

ترجمہ: حضرت جابر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب رسول اللہ کی خدمت میں احد کے دن عرض کیا کہ اگر میں مارا جاؤں یعنی شہید ہو جاؤں تو کہاں جاؤں گا جنت یا دوزخ میں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں۔ پس اس نے وہ کھجوریں پھینک دیں جو اس کے ہاتھ میں تھیں (تا کہ جلد شہادت حاصل ہو اور جنت میں جلد داخلہ ملے) پھر وہ لڑا یہاں

تک کہ مارا گیا۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

غزوۂ تبوک کا تذکرہ

۲/۳۸۵۵ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ غَزْوَةً اِلَّا وَرّٰى بِغَيْرِهَا حَتّٰى كَانَتْ تِلْكَ الْغَزْوَةُ يَعْنِيْ غَزْوَةَ تَبُوْكَ غَزَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَرٍّ شَدِيْدٍ وَاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيْدًا وَمَفَازًا وَعَدُوًّا كَثِيْرًا فَجَلّٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ اَمْرَهُمْ لِيَتَاَهَّبُوْا اُهْبَةَ غَزْوِهِمْ فَاَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِ الَّذِيْ يُرِيْدُ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاري في صحيحه ٨ / ١١٣ كتاب المغازي' حديث كعب بن مالك' الحديث رقم ٤٤١٨' و مسلم في ٤ / ٢١٢٠' الحديث رقم (٥٣ ـ ٧٦٩) وأحمد في المسند ٣ / ٤٥٦

ترجمہ: حضرت کعب بن مالک ؓ سے روایت ہے' فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب کسی غزوہ کا ارادہ فرماتے تو آپ غیر سے توریہ کرتے یعنی بتلاتے۔ یہاں تک کہ غزوہ تبوک پیش آیا۔ یہ غزوہ سخت گرمی میں ہوا اور آپ کو دور دراز سفر در پیش تھا۔ اور بے آب و گیاہ جنگل کو عبور کرنا تھا۔ اور بہت سے دشمنوں کے درمیان سے گزر کر جانا تھا۔ پس آپ ﷺ نے مسلمانوں کو کھول کر اس غزوہ کا حال بتلا دیا تا کہ اپنے سامان جہاد کو تیار کر لیں۔ پس آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو اپنے ارادہ کے متعلق راستوں کی اطلاع دی۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ توریہ: یہ خبر کا چھپانا اور اس کی جگہ دوسری کو ظاہر کرنا ہے یعنی اگر آپ نے ایک جگہ جہاد کو جانا ہوتا تو لوگوں میں دوسری جگہ مشہور کی جاتی اور یہ اسلئے تھا تا کہ دشمن غافل رہے۔ یہ خُدعہ کی قسم تھی۔ جیسا کہ وارد ہے: الحرب خدعة اور یہ توریہ بطریق کنایہ اور تعریض کے طور پر ہوتا تھا صریح قول نہ ہوتا تھا۔ جیسا کہ ایک جگہ جہاد کا ارادہ کرتے تو کیفیت دیگر طرف کے راستہ کی پوچھتے اور خیمہ دوسری طرف بنواتے صراحت سے نہ فرماتے کہ میں فلاں جگہ جاتا ہوں تا کہ جھوٹ لازم نہ آئے۔ جب یہ جہاد یعنی تبوک والا پیش آیا تو آپ نے معلوم و معروف جہاد کی طرف اشارہ کیا جو کعب بن مالک کے ہاں معروف تھا۔ کعب اس سفر میں آپ کے ساتھ نہ جا سکے تھے بلکہ مدینہ میں ہی رہ گئے۔ چنانچہ ان کا واقعہ قرآن مجید اور حدیث میں مشہور ہے۔

سَفَرًا بَعِيْدًا: یعنی اس جہاد میں بڑی مشقت و محنت پیش آئی اور دور دراز کہنے کی وجہ یہ ہے کہ تبوک مدینہ سے چودہ منزل ۴۳۰ میل شام کی جانب واقع ہے۔ یہ آپ ﷺ کا آخری غزوہ تھا جو کہ ۹ھ میں پیش آیا جس میں صحابہ کرام نے بڑی بڑی تکالیف برداشت کیں۔ (ح)

جنگ ایک چال ہے

۳/۳۸۵۶ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاري في صحيحه ٦ / ١٥٨ ' كتاب الجهاد' باب الحرب خدعة' الحديث رقم ٣٠٣٠' و مسلم في ٣ /

١٣٦١' الحديث رقم (٥٣ ـ ٧٦٩) وأحمد فى المسند ٣ / ٤٥٦

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لڑائی ایک چال ہے۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ **خدعة** : یعنی جنگ میں تدابیر لڑانا لڑنے سے زیادہ فائدہ دیتی ہیں اور دشمن کو اس طرح فریب دے کہ میدان جنگ سے ہٹ جائے تاکہ دشمن غافل ہو کر خیال کرے کہ جنگ سے واپس مڑ گیا ہے۔ پھر یکا یک حملہ آور ہو پس اسی طرح کی تدابیر کرے۔ مگر صریح جھوٹ نہ بولے۔ خُدعۃ خا کے ضمہ سے ہے اور زبر زیادہ فصیح ہے یعنی لڑائی ایک داؤ سے مکمل ہوتی ہے اور خا کے کسرہ سے بھی وارد ہوا ہے۔ خا کے ضمہ اور دال کے فتح سے معنیٰ یہ ہوگا جنگ دھوکا ہے۔ یعنی آدمی کا خیال کچھ ہوتا ہے اور معاملہ اس سے الٹ ہوتا ہے۔ جیسا کہ ضحکہ اور لعبہ بہت ہنسنے اور کھیلنے والے کو کہتے ہیں۔

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ لڑائی میں دشمن سے چال لگانا درست ہے۔ اور اس پر بھی کہ دشمن سے فریب والی چال درست ہے مگر نقض عہد والی چال درست نہ ہوگی۔ (ح۔ع)

میدانِ جنگ میں علاج معالجہ کیلئے عورتوں کا جانا

۴/۳۸۵۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُوْبِاُمِّ سُلَيْمٍ وَنِسْوَةٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ مَعَهٗ اِذَا غَزَا يَسْقِيْنَ الْمَاءَ وَيُدَاوِيْنَ الْجَرْحٰى۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فى صحيحه ٣ / ١٣٣٤' كتاب الجهاد والسير' باب غزوة الرجال' الحديث رقم (١٣٥ ـ ١٨١٠) وأبو داود فى السنن ٣ / ٣٩' الحديث رقم ٢٥٣١' والترمذى فى ٤ / ١١٨' الحديث رقم ١٥٧٥

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب جہاد پر تشریف لے جاتے تو ام سلیمؓ اور ان کے علاوہ دیگر انصار کی عورتوں کو بھی لے جاتے۔ وہ عورتیں غازیوں کو پانی پلاتیں اور انکا علاج معالجہ کرتیں۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ اس روایت سے معلوم ہوا کہ جہاد میں بوڑھی عورتوں کو لے جانا پانی وعلاج وغیرہ کیلئے درست ہے۔ اور اگر مباشرت کیلئے لے جانا ہو تو بجائے آزاد عورتوں کے لونڈیاں بہتر ہیں۔ (ع۔ح)

بوڑھی عورتیں کھانا پکانے اور علاج کیلئے

۵/۳۸۵۸ وَعَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ اَخْلُفُهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ فَاَصْنَعُ لَهُمُ الطَّعَامَ وَاُدَاوِى الْجَرْحٰى وَاَقُوْمُ عَلَى الْمَرْضٰى۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فى صحيحه ٣ / ١٤٤٧' كتاب الجهاد والسير' باب النساء الغازيات' الحديث رقم (١٤٢ ـ ١٨١٢) وابن ماجه فى ٢ / ٩٥٢' الحديث رقم ٢٨٥٦' والدارمى فى ٢ / ٢٧٦' الحديث رقم ٢٣٢٥' وأحمد فى المسند ٦ / ٤٠٧

ترجمہ: ام عطیہؓ سے روایت ہے کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شریک ہوئی۔ میں ان کے (یعنی مجاہدوں

کے) ڈیروں میں پیچھے رہتی اور ان کے لئے کھانا تیار کرتی تھی اور زخمیوں کا علاج معالجہ کرتی اور بیماروں کی دیکھ بھال کرتی میں۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

عورتوں بچوں کے قتل کی ممانعت

۶/۳۸۵۹ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ قَتْلِ النِّسَآءِ وَالصِّبْيَانِ۔

(متفق عليه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦ / ١٤٨، کتاب الجهاد باب قتل الصبيان، الحديث رقم ٣٠١٥ و مسلم فی ٣ / ١٣٦٤، الحديث رقم (٢٥ ـ ١٧٤٤) و أبو داود فی السنن ٣ / ١٢١، الحديث رقم ٢٦٦٨، والترمذی فی ٤ / ١١٦، الحديث رقم ١٥٦٩، وابن ماجه فی ٢ / ٩٤٧، الحديث رقم ٢٥٤١، و مالك فی الموطا ٢ / ٢٤٧، الحديث رقم ٩، وأحمد فی المسند ٢ / ٢٢

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ہدایہ میں لکھا ہے کہ عورت اور لڑکے کو قتل نہ کیا جائے اور نہ اندھے اور شیخ فانی کو قتل کیا جائے لیکن لڑکا اور دیوانہ حالت قتال میں قتل کیے جائیں اور ملکہ عورت قتل کی جائے اگرچہ وہ قتال نہ کرے اور اسی طرح لڑکا جو بادشاہ ہو وہ بھی قتل کیا جائے کیونکہ بادشاہ کے قتل میں ان کی شان و شوکت ختم ہوتی ہے۔ (ع۔ح)

۷/۳۸۶۰ وَعَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ اَهْلِ الدِّيَارِ يُبَيَّتُوْنَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَيُصَابُ مِنْ نِسَائِهِمْ وَذَرَارِيْهِمْ قَالَ هُمْ مِنْهُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ هُمْ مِنْ اٰبَآئِهِمْ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦ / ١٤٦، کتاب الجهاد، باب اهل الدار، الحديث رقم ٣٠١٢ و مسلم فی ٣ / ١٣٦٤، الحديث رقم (٢٦ ـ ١٧٤٥) وأخرجه أبو داود فی السنن ٣ / ١٢٣، الحديث رقم ٢٦٧٢، والترمذی فی ٤ / ١١٦، الحديث رقم ١٥٧٠، وابن ماجه فی ٢ / ٩٤٧، الحديث رقم ٢٨٣٩

ترجمہ: صعب بن جثامہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے اہل دیار کے بارے میں پوچھا گیا جو مشرکین میں سے ہیں اور شہروں میں رہتے ہیں اگر ان پر شب خون مارا جائے اور اس صورت میں ان کی عورتیں اور بچے مر قتل کئے جائیں تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ بھی انہی میں سے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اپنے باپوں کے تابع ہیں۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یعنی عورت اور بچوں کو جہاد میں قصداً نہ قتل کیا جائے اگر شب خون کی حالت میں مارے جائیں تو کچھ حرج نہیں کیونکہ یہ بھی حکم قتل میں بڑے کافروں کی طرح ہیں کیونکہ یہاں بڑے مردوں سے انکا امتیاز ممکن نہیں (ع)

بنو نضیر کے باغات کو جلانا

۸/۳۸۶۱ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطَعَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيْرِ وَحَرَّقَ وَلَهَا يَقُوْلُ حَسَّانٌ

وَهَانَ عَلٰى سَرَاةِ بَنِيْ لُؤَيٍّ ☆ حَرِيْقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيْرٌ

وَفِيْ ذٰلِكَ نَزَلَتْ مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلٰى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاري في صحيحه ۷ / کتاب المغازي، باب حديث بني النضير، الحديث رقم ۴۰۳۱ و مسلم في ۳ / ۱۳۶۵، الحديث رقم (۳۰ ـ ۱۷۴۶) و أبو داود في السنن ۳ / ۸۷، الحديث رقم ۲۶۱۵، والترمذي في ٤ / ۱۰۳، الحديث رقم ۱۵۵۲، وابن ماجه في ۲ / ۹٤۸، الحديث رقم ۲۸٤٤، والدارمي في ۲ / ۲۹۲، الحديث رقم ۲٤۶۹، وأحمد في المسند ۲ / ۸

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر کے کھجوروں کے درختوں کو کاٹنے اور ان کو جلانے کا حکم صادر فرمایا اور اسی کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا شعر ہے۔

وَهَانَ عَلٰى سَرَاةِ بَنِيْ لُؤَيٍّ ☆ حَرِيْقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيْرٌ

اور بنی لوی کے سرداروں پر پھیلے ہوئے بویرہ کا جلانا ان پر آسان ہو گیا اور جو کچھ تم نے کاٹا یا کھڑا چھوڑ دیا یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔ (یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے)

تشریح ۞ بنو نضیر: یہ ایک یہودی قبیلہ کا نام ہے جب انہوں نے عہد توڑ دیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا قصد کیا تو وحی نازل ہوئی اس چیز کے متعلق کہ جس کا انہوں نے قصد کیا پس ان کو جلاوطن کر دیا گیا خیبر میں مقیم ہو گئے۔ ان کی کھجور کے درختوں کو جلایا گیا اور ان کے گھروں کو گرایا گیا۔

حسان بن ثابتؓ: یہ جناب رسول اللہ کے شاعر ہیں۔ لُوی: یہ آپ کے اجداد سے ہیں اور بڑے جد نضر بن کنانہ کی اولاد میں سے ہیں اور مراد بنی لوی ہیں جو کہ اشراف قریش ہیں یعنی آپ کے اصحابؓ۔ بویرہ: وہ مقام ہے جہاں بنو نضیر کی کھجوریں تھیں۔ روایات میں وارد ہے کہ جب آپ نے ان کی کھجوروں کو کاٹنے کا حکم فرمایا تو وہ کہنے لگے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو فساد سے منع فرماتے ہیں تو یہ کھجوریں کیونکر کاٹی جا رہی ہیں؟ تو یہ آیت اتری اس سے معلوم ہوا کہ کفار کے درختوں کو کاٹنا اور جلانا جائز ہے۔ (تا کہ ان کی معیشت کو نقصان پہنچے اور وہ مسلمانوں کی ایذا سے باز رہیں) (ع۔ ح)

غزوہ بنو مصطلق

۹/۳۸۶۲ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَوْنٍ اَنَّ نَافِعًا كَتَبَ اِلَيْهِ يُخْبِرُهٗ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَغَارَ عَلٰى بَنِى الْمُصْطَلِقِ غَارِّيْنَ فِىْ نَعَمِهِمْ بِالْمُرَيْسِيْعِ فَقَتَلَ الْمُقَاتِلَةَ وَسَبَى الذُّرِّيَّةَ۔

(متفق عليه)

اخرجه البخاري في صحيحه ٥ / ١٧٥، كتاب العتق، باب من ملك من العرب رقيقًا، الحديث رقم : ٢٥٤١، و مسلم في ٣ / ١٣٥٦، الحديث رقم (١ / ١٧٣٠) وأبو داود في السنن ٣ / ٩٧، الحديث رقم ٢٦٣٣، وأحمد في المسند ٢ / ٣١

ترجمہ: عبداللہ بن عون سے روایت ہے کہ نافع نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے بنومصطلق پر غفلت کی حالت میں شب خون مارا اس حال میں کہ وہ مقام مریسیع میں اپنے مویشیوں میں تھے۔ان کے لڑنے والوں کو قتل کیا اور عورتوں اور بچوں کو گرفتار کرلیا گیا۔یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ بنو مصطلق: بنوخزاعہ کی ایک شاخ کا نام بنومصطلق ہے اور مریسیع' یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک چشمہ ہے جہا ں بنومصطلق آباد تھے۔

المقاتلة: لڑنے والوں سے مراد جولڑنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔یعنی عاقل وبالغ۔

ذریت: سے مراد عورتیں اور لڑکے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ کفار کا قتل جائز ہے اور ان پر ان کے احوال پر غفلت کی حالت میں قبضہ جائز ہے۔(ع)

بدر میں تیروں کا استعمال

۳۸۶۳/۱۰ وَعَنْ اَبِىْ اُسَيْدٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَنَا يَوْمَ بَدْرٍ حِيْنَ صَفَفْنَا لِقُرَيْشٍ وَصَفُّوْا لَنَا اِذَا اَكْثَبُوْكُمْ فَعَلَيْكُمْ بِا لنَّبْلِ وَفِىْ رِوَايَةٍ اِذَا اَكْثَبُوْكُمْ فَارْمُوْهُمْ وَاسْتَبْقُوْا نَبْلَكُمْ (رواه البخاري وحديث سعد) هَلْ تُنْصَرُوْنَ سَنَذْكُرُ فِىْ بَا بِ فَضْلِ الْفُقَرَاءِ وَحَدِيْثُ الْبَرَاءِ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا فِىْ بَابِ الْمُعْجِزَاتِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

اخرجه البخاري في صحيحه ٦ / ٩١، كتاب الجهاد، باب التحريض على الرمي، الحديث رقم ٢٩٠٠۔

ترجمہ: حضرت ابواسیدؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بدر کے دن قریش کے ساتھ لڑنے کیلئے جب ہم نے صف باندھی اور قریش نے ہمارے خلاف لڑنے کیلئے صف باندھی تو آپ ﷺ نے فرمایا جب وہ تمہارے اتنے نزدیک آجائیں کہ تمہارا تیران تک پہنچ سکتا ہو تو انہیں تیروں سے مارو اور بخاری کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ جب وہ تمہارے نزدیک پہنچیں تو ان کی طرف تیر چلاؤ اور کچھ تیر باقی رکھو یعنی تمام تیر مت خرچ کر ڈالو تا کہ تمہارے نہتے ہوجانے کے باعث وہ تم پر غالب نہ ہوں یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اور حضرت سعدؓ والی روایت جس کی ابتداء هَلْ تُنْصَرُوْنَ سے ہوتی ہے بَابُ فَضْلِ الْفُقَرَاءِ وَحَدِيْثُ الْبَرَاءِ جس کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا فِىْ بَابِ الْمُعْجِزَاتِ میں ہم

عنقریب ذکر کرینگے۔ان شاءاللہ۔

الفصل الثانی:

تجرباتی معائنہ

۱۱/۳۸۶۴ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ عَبَّانَا النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَدْرٍ لَيْلًا ۔

اخرجه البخاری فی صحيحه كتاب المغازی، باب ۱۰، ح ۳۹۸۷، والترمذی فی السنن ٤ / ۱٦۷، الحديث رقم ۱٦۷۷

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے بدر میں ایک رات ہمارا تعبیہ کیا یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ تعبیہ کا مطلب یہ ہے کہ لڑائی کیلئے ہتھیار پہنا کر صفوف کو درست کر کے ہر ایک کو اس کی مناسب جگہ پر کھڑا کر کے لڑائی کیلئے تیار کرنا' تا کہ دن کے وقت میں اسی طرح ذمہ داری کو انجام دیں (ع)

حٰمٓ لَا یُنْصَرُوْنَ کی علامت

۱۲/۳۸۶۵ وَعَنِ الْمُهَلَّبِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنْ بَيَّتَكُمُ الْعَدُوُّ فَلْيَكُنْ شِعَارُكُمْ حٰمٓ لَا يُنْصَرُوْنَ ۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۷٤، الحديث رقم : ۲۵۹۷، والترمذی، كتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی الصف، فی ٤ / ۱۷۰ الحديث رقم ۱٦۷۷۔

ترجمہ: حضرت مہلبؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے (غزوہ خندق کے موقع پر) فرمایا کہ اگر تمہارا دشمن تم پر شب خون مارنے کی کوشش کرے تو تمہاری علامت حٰمٓ لَا یُنْصَرُوْنَ (کے الفاظ) ہونے چاہئیں۔یہ ترمذی اور ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ شِعَارُکُمْ شعار اس لئے مقرر کیا جاتا ہے تا کہ مسلمان اور کافروں کی پہچان ہو سکے۔مجاہدین کیلئے ایک بات مقرر کر لی جاتی ہے تا کہ اس نشانی کی وجہ سے کسی قسم کا اشتباہ نہ رہے خاص طور پر شب خون کے وقت اشتباہ بہت ہوتا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اپنے لوگوں کو کہہ دیا جاتا ہے کہ جب ہم پوچھیں تو اس وقت تم یہ جواب دینا حٰمٓ لَا یُنْصَرُوْنَ کا معنی یہ ہے اے حم کو اتارنے والے! کافروں کی مدد نہ کی جائے یعنی کافروں کو تو شکست سے دوچار کر۔(ح۔ع)

بعض علامتی الفاظ

۱۳/۳۸۶۶ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ كَانَ شِعَارُ الْمُهَاجِرِيْنَ عَبْدُ اللّٰهِ وَشِعَارُ الْاَنْصَارِ عَبْدُالرَّحْمٰنِ۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجه أبو داود في السنن ٣ / ٧٣' الحديث رقم ٢٥٩٥' والترمذي' كتاب فضائل الجهاد' باب ما جاء في الشعار' الحديث رقم ١٦٨٢۔

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ مہاجرین کا شعار عبداللہ اور انصار کا شعار عبدالرحمٰن تھا یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔ یہ کسی ایک غزوہ کی بات ہے۔

خصوصی کوڈ ورڈز

۱۴/۳۸۶۷ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ اَبِيْ بَكْرٍ فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيَّتْنَاهُمْ نَقْتُلُهُمْ وَكَانَ شِعَارُنَا تِلْكَ اللَّيْلَةِ اَمِتْ اَمِتْ ۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجه أبو داود في السنن ٣ / ١٠٠' الحديث رقم ٢٦٣٨' وأحمد في المسند ٤ / ٤٦ ' الدارمي' كتاب السير في الشعار۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کمان میں جہاد کیا۔ ہم نے کفار پر شب خون مارا اور ہم کفار کو قتل کر رہے تھے اس رات ہماری علامت امت امت (یعنی اے اللہ دشمنوں کو ہلاک کر) تھی۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

لڑائی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر

۱۵/۳۸۶۸ وَعَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُوْنَ الصَّوْتَ عِنْدَ الْقِتَالِ ۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجه أبو داود في السنن ٣ / ١١٣' كتاب الجهاد' باب فيما يؤمر به من الصمت' الحديث رقم ٢٦٥٦۔

ترجمہ: حضرت قیس بن عباد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لڑائی کے وقت (اللہ کے ذکر کے علاوہ) آواز نکالنے کو ناپسند کرتے تھے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ لڑنے والوں کی عادت یہ ہوتی ہے کہ لڑائی کے وقت اپنا رعب ڈالنے اور شجاعت ظاہر کرنے کیلئے آواز بلند کرتے ہیں مگر صحابہ کرامؓ اس بات کو کچھ حیثیت نہ دیتے تھے کیونکہ یہ قرب الٰہی نہیں بلکہ وہ اپنی آوازیں اللہ کے ذکر سے بلند کرتے تھے جس سے دنیا و آخرت دونوں کا مقصد حاصل ہوتا ہے۔

بچوں، بوڑھوں کو مت قتل کرو

۱۶/۳۸۶۹ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اقْتُلُوْا شُيُوْخَ الْمُشْرِكِيْنَ وَاسْتَحْيُوْا شَرْخَهُمْ اَيْ صِبْيَانَهُمْ ۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد)

اخرجه أبو داود في السنن ٣ / ١٢٢' الحديث رقم ٢٦٧٠' والترمذي ٤ / ١٢٣ كتاب السير' باب ما جاء في النزول على

الحکم' الحدیث رقم ۱۵۸۳ وأحمد فی المسند ۵ / ۱۲

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ مشرکین کے بڑی عمر والے لوگوں کو قتل کرو اور ان کے نوعمروں (یعنی بچوں کو) کو زندہ چھوڑ و یعنی ان کے لڑکوں کو۔ یہ ترمذی اور ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ بڑی عمر والوں سے یہاں یا تو نوعمروں کے مقابلے میں کامل جوان مراد ہیں یا طاقتور بوڑھے جو لڑائی پر مکمل قدرت رکھتے ہیں چونکہ شیخ فانی کو مارنا درست نہیں سوائے اس صورت کے کہ جب وہ لڑائی میں صاحب رائے اور صاحب تدبیر ہو۔

واقعہ اُبنیٰ

۳۸۷۰/۱۷ وَعَنْ عُرْوَةَ قَالَ حَدَّثَنِیْ اُسَامَةُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ عَهِدَ اِلَیْهِ قَالَ اَغِرْ عَلٰی اُبْنٰی صَبَاحًا وَحَرِّقْ۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۸۸' کتاب الجهاد' باب فی الحرق فی بلاد العدو' الحدیث رقم ۲٦۱٦ وابن ماجه فی ۲/ ۹٤۸' الحدیث رقم ۲۸٤۳' وأحمد فی المسند ۵ / ۲۰۵

ترجمہ: حضرت عروہؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اسامہؓ نے ذکر کیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے (جب مجھے ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا تو) مجھے خاص طور پر تاکید فرمائی کہ مقام ابنیٰ پر صبح کے وقت شب خون مارو اور (ان کی کھیتیاں' درخت اور گھر وغیرہ) جلا دو۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اُبنٰی: شام کی جانب ایک مقام کا نام ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کے شہروں پر شب خون مار کر ان کے مکانات کو جلانا درست ہے۔ (ع)

لڑائی کی ہدایت

۳۸۷۱/۱۸ وَعَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ بَدْرٍ اِذَا اَکْثَبُوْکُمْ فَارْمُوْهُمْ وَلَا تَسُلُّوا السُّیُوْفَ حَتّٰی یَغْشُوْکُمْ۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۱۱۱ کتاب الجهاد' باب فی سل السیوف' الحدیث رقم ۲٦٦٤۔

ترجمہ: حضرت ابو اسیدؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے بدر کے دن فرمایا کہ جب کفار تمہارے قریب آئیں تو ان پر تیر چلاؤ اور جب تک بالکل قریب نہ آئیں تب تک تلواریں مت سونتو (نیام سے مت نکالو) یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

بچوں و عورتوں کے قتل کی ممانعت

۱۹/۳۸۷۲ وَعَنْ رِبَاحِ بْنِ الرَّبِيْعِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةٍ فَرَاٰى النَّاسَ مُجْتَمِعِيْنَ عَلٰى شَيْءٍ فَبَعَثَ رَجُلًا فَقَالَ اُنْظُرْ عَلٰى مَا اجْتَمَعَ هٰؤُلَاءِ فَجَاءَ فَقَالَ عَلَى امْرَاَةٍ قَتِيْلٍ فَقَالَ مَا كَانَتْ هٰذِهٖ لِتُقَاتِلَ وَعَلَى الْمُقَدَّمَةِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ فَبَعَثَ رَجُلًا فَقَالَ قُلْ لِخَالِدٍ لَا تَقْتُلِ امْرَاَةً وَلَا عَسِيْفًا۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجه أبو داود فى السنن ٣ / ١٢١، كتاب الجهاد، باب فى قتل النساء، الحديث رقم ٢٦٦٩، وأحمد فى المسند ٣ / ٤٨٨

ترجمہ: حضرت رباح بن ربیع کہتے ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں شریک تھے۔ ہم نے ایک چیز پر لوگوں کا اجتماع دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو بھیجا اور ارشاد فرمایا دیکھ کر آؤ کہ لوگ کس چیز پر ہجوم کرنے والے ہیں۔ وہ شخص واپس لوٹ کر آیا اور اس نے بتلایا ایک عورت ماری گئی ہے۔ اس پر لوگ جمع ہو رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب یہ عورت نہ لڑتی تھی تو اسے کیوں مارا گیا۔ فوج کے اگلے دستے پر خالد بن ولیدؓ امیر تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف ایک آدمی کو روانہ فرمایا اور ارشاد فرمایا خالد کو کہہ دو کہ کسی عورت اور مزدور کو مت قتل کریں۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❁ عسیف سے مراد وہ مزدور ہے جو لڑنے والا نہ ہو بلکہ فقط خدمت کیلئے ہو (ح۔ع)

مجاہدین کو روانگی کے وقت ہدایات

۲۰/۳۸۷۳ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ انْطَلِقُوْا بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَا تَقْتُلُوْا شَيْخًا فَانِيًا وَلَا طِفْلًا صَغِيْرًا وَلَا امْرَاَةً وَلَا تَغُلُّوْا وَضُمُّوْا غَنَائِمَكُمْ وَاَصْلِحُوْا وَاَحْسِنُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجه أبو داود فى السنن ٣ / ٨٦، كتاب الجهاد، باب فى دعاء المشركين، الحديث رقم ٢٦١٤۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ نے مجاہدین کو روانہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اور اس کی توفیق و تائید اور اس کے رسول کے دین پر روانہ ہو جاؤ اور تم کسی بوڑھے چھوٹے بچے اور عورت کو قتل مت کرنا اور مال غنیمت میں خیانت نہ کرنا اور مال غنیمت کو سمیٹنا اور آپس میں صلح رکھنا (یعنی تنازع نہ کرنا یا کفار سے اگر مصلحت ہو تو صلح کرنا) اور اپنے معاملات کو درست رکھو اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں یعنی باہمی ایک دوسرے کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❁ شَيْخًا فَانِيًا : یعنی نہایت بوڑھا۔ اس سے مراد وہ ہے جو نہ تو لڑنے والا ہو اور نہ لڑائی کے اندر صاحب رائے اور صاحب تدبیر ہو ورنہ اس کو بھی قتل کیا جائے گا اور طفلاً کے بعد صغیراً کا لفظ بدل ہے یا بیان ہے یعنی ایسا لڑکا جو بالغ نہ ہو مگر وہ لڑکا جو بادشاہ ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے یا اسی طرح وہ جو لڑنے والا ہو وہ بھی مستثنیٰ ہے۔

وَلَا امْرَأَةً: اس سے مراد وہ عورت ہے جو نہ تو لڑائی میں حصہ لینے والی ہو اور نہ ہی حکمران ہو اور نہ ہی لڑائی کی تدابیر کی ماہر ہو کیونکہ ان کو قتل کرنا ضروری ہے۔ (ع)

بدر کے اوّلین مقتول

۲۱/۳۸۷۴ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ تَقَدَّمَ عُتْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَتَبِعَهُ ابْنُهُ وَاَخُوْهُ فَنَادٰى مَنْ يُّبَارِزُ فَانْتَدَبَ لَهُ شَبَابٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ مَنْ اَنْتُمْ فَاَخْبَرُوْهُ فَقَالَ لَا حَاجَةَ لَنَا فِيْكُمْ اِنَّمَا اَرَدْنَا بَنِيْ عَمِّنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْ يَا حَمْزَةُ قُمْ يَا عَلِيُّ قُمْ يَا عُبَيْدَةُ بْنُ الْحَارِثِ فَاَقْبَلَ حَمْزَةُ اِلٰى عُتْبَةَ وَاَقْبَلْتُ اِلٰى شَيْبَةَ وَاخْتَلَفَ بَيْنَ عُبَيْدَةَ وَالْوَلِيْدِ ضَرْبَتَانِ فَاَثْخَنَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ ثُمَّ مِلْنَا عَلَى الْوَلِيْدِ فَقَتَلْنَاهُ وَاحْتَمَلْنَا عُبَيْدَةَ۔ (رواہ احمد وابوداؤد)

اخرجه أبو داود فى السنن ٣ / ١١٩ '' كتاب الجهاد' باب فى المبارزة' الحديثرقم ٢٦٦٥ وأحمد فى المسند ١ / ١١١

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جب بدر کا دن آیا تو لڑائی کیلئے کفار میں سے عتبہ بن ربیعہ اور اس کا بیٹا ولید بن عتبہ اور اس کا بھائی شیبہ بن ربیعہ آگے بڑھے۔ پھر عتبہ نے آواز دی کہ کون ہے جو میدان میں ہم سے لڑنے کیلئے نکلے؟ تو عتبہ کو کئی انصاری نوجوانوں نے جواب دیا یعنی وہ لڑنے کیلئے صف میں سے نکلے تاکہ عتبہ اور اس کے ساتھیوں سے لڑیں۔ عتبہ نے پوچھا تم کون ہو؟ ان انصاری نوجوانوں نے اطلاع دی کہ ہم انصاری ہے تو عتبہ کہنے لگا ہمیں تمہارے ساتھ کوئی حاجت نہیں یعنی ہمیں تمہارے ساتھ لڑنے کی چنداں حاجت نہیں۔ ہم تو اپنے چچاؤں کی اولاد جو کہ قریش اور مہاجرین ہیں انکا ارادہ کرتے ہیں۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے حمزہؓ اٹھو اور اے علیؓ تم اٹھو۔ اے عبیدہ بن حارث تم اٹھو۔ چنانچہ حضرت حمزہ عتبہ کی طرف متوجہ ہوئے یعنی لڑنے کیلئے روانہ ہوئے اور اس کو قتل کر دیا اور میں شیبہ کی طرف متوجہ ہوا یعنی اس کو میں نے قتل کر دیا اور عبیدہ اور ولید کے درمیان دو ضربوں کا تبادلہ ہوا ہر ایک نے دوسرے کو زخمی وست کر دیا پھر ہم نے ولید پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور ہم عبیدہ کو (میدانِ جنگ سے) اٹھا لائے۔ یہ احمد، ابوداؤد کی روایت ہے۔

بھاگنے والوں کو دلاسہ

۲۲/۳۸۷۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَرِيَّةٍ فَحَاصَ النَّاسُ حَيْصَةً فَاَتَيْنَا الْمَدِيْنَةَ فَاخْتَفَيْنَا بِهَا وَقُلْنَا هَلَكْنَا ثُمَّ اَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَحْنُ الْفَرَّارُوْنَ قَالَ بَلْ اَنْتُمُ الْعَكَّارُوْنَ وَاَنَا فِئَتُكُمْ (رواه الترمذى وفى رواية ابى داود نحوه) وَقَالَ لَا بَلْ اَنْتُمُ الْعَكَّارُوْنَ قَالَ فَدَنَوْنَا فَقَبَّلْنَا يَدَهُ فَقَالَ اَنَا فِئَةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ اُمَيَّةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ يَسْتَفْتِحُ وَحَدِيْثَ اَبِي الدَّرْدَاءِ اَبْغُوْنِيْ فِيْ ضُعَفَائِكُمْ فِيْ بَابِ فَضْلِ الْفُقَرَآءِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

اخرجه أبو داود في السنن ٣ / ١٠٦' الحديث رقم ٢٦٤٧' جامع الترمذي' كتاب الجهاد' باب ما جاء في الضرار من الزحف' الحديث رقم ١٧١٦' وأحمد في المسند ٢ / ١١١

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک لشکر میں روانہ کیا پس لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ ہم (حیاء کی وجہ سے) مدینہ واپس پہنچ کر چھپ گئے اور ہم نے (دل میں) کہایا آپس میں کہ ہم تو ہلاک ہو گئے یعنی گنہگار ہوئے۔ کیونکہ ہم نے دشمنوں سے فرار اختیار کی ہے۔ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے عرض کیا ہم بھاگنے والے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (تا کہ شرمندگی کا ازالہ ہو) نہیں بلکہ تم حملہ پر حملہ کرنے والے ہو اور میں مسلمانوں کی جماعت ہوں۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔ اور ابوداؤد کی روایت بھی اسی طرح ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! بلکہ تم تو حملہ پر حملہ کرنے والے ہو۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم آپ کے قریب ہوئے اور ہم نے آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں مسلمانوں کی جماعت ہوں یعنی جس کی طرف وہ لوٹتے ہیں۔ ہم امیہ بن عبداللہ کی حدیث: كَانَ يَسْتَفْتِحُ اور ابوداؤد کی حدیث: اَبْغُوْنِي فِي ضُعَفَائِكُمْ ' بَابِ فَضْلِ الْفُقَرَآءِ میں ذکر کریں گے' ان شاءاللہ۔

تشریح ۞ اَلْعَكَّارُوْنَ: عکر کا معنی میل کرنا اور لڑائی میں واپس لوٹ آنا یعنی اگر لڑائی سے اس لئے بھاگے کہ مدد لے کر دوبارہ لڑائی میں داخل ہونگا تو گناہ نہیں ہے۔

اِنَّا فِئَةُ الْمُسْلِمِيْنَ: یعنی تمہارا معاون و مددگار ہوں اور تنہا بمنزلہ جماعت ہوں فرمایا یہ عظمت و برکت کی وجہ سے فرمایا جیسا کہ قرآن مجید میں وارد ہے: اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً ......۔

الفصل الثالث:

غزوہ طائف میں منجنیق

۲۳/۳۸۷۶ عَنْ ثَوْبَانَ بْنِ يَزِيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصَبَ الْمُنْجَنِيْقَ عَلٰى اَهْلِ الطَّائِفِ۔

رواه الترمذي مرسلاً۔

ترجمہ: حضرت ثوبان بن یزید سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منجنیق کو اہل طائف کیلئے نصب فرمایا: یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ منجنیق: اس زمانہ میں قلعوں کو توڑنے کیلئے استعمال کیا جاتا تھا۔ جیسا کہ آجکل توپ استعمال ہوتی ہے۔ (ع)

بَابُ حُکْمِ الْاُسَرَاءِ

قیدیوں کے احکام

الفصل الاول:

بیڑیوں میں جنت کی طرف کھینچنے والے

۱/۳۸۷۷ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَجِبَ اللّٰهُ مِنْ قَوْمٍ یُدْخَلُوْنَ الْجَنَّةَ فِی السَّلَاسِلِ وَفِیْ رِوَایَةٍ یُقَادُوْنَ اِلَی الْجَنَّةِ بِالسَّلَاسِلِ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦ / ١٤٥، کتاب الجهاد، باب الاساری فی السلاسل، الحدیث رقم ٣٠١٠، وأبو داود فی السنن ٣ / ١٢٧، الحدیث رقم ٢٦٧٧، وأحمد فی المسند ٢ / ٣٠٢

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تعجب کرتے ہیں ان لوگوں پر یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر خوش ہوتے ہیں جو زنجیروں میں جکڑے جنت میں داخل ہوں گے اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ وہ جنت کی طرف زنجیروں کے ساتھ کھینچے جاتے ہیں۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یعنی کفار کو زبردستی پکڑ کر زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ وہ قیدی بن کر دارالاسلام میں داخل ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو ایمان کی دولت نصیب فرما دیتے ہیں پھر وہ جنت میں داخل ہوں گے یعنی ان کا ایمان جنت میں داخلے کا سبب بنے گا۔ (ع)

سلمہ بن اکوع کی چستی

۲/۳۸۷۸ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَکْوَعِ قَالَ اَتَی النَّبِیَّ ﷺ عَیْنٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَهُوَ فِیْ سَفَرٍ فَجَلَسَ عِنْدَ اَصْحَابِهٖ یَتَحَدَّثُ ثُمَّ انْفَتَلَ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اُطْلُبُوْهُ وَاقْتُلُوْهُ فَقَتَلْتُهٗ فَنَفَّلَنِیْ سَلَبَهٗ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦ / ١٦٧، کتاب الجهاد، باب الحربی اذا دخل، الحدیث رقم ٣٠٥١ و مسلم فی ٣ / ١٣٧٤، الحدیث رقم (٤٥ ـ ١٧٥٤) وأبو داود السنن ٣ / ١١٢، الحدیث رقم ٢٦٥٣، وابن ماجة فی ٢ / ٩٤٦، الحدیث رقم ٢٨٣٦، وأحمد فی المسند ٤ / ٥١

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مشرکین کا ایک جاسوس دوران سفر آیا اور وہ صحابہ کرامؓ کے پاس بیٹھ کر باتیں سننے لگا۔ پھر وہ واپس پلٹ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو تلاش کرو اور اس کو قتل کرو۔ چنانچہ میں نے اس کو قتل کیا تو آپ ﷺ نے مجھے اس کا اسباب دیا۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

ایک ہوازنی جاسوس کا قتل

۳/۳۸۷۹ وَعَنْهُ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَوَازِنَ فَبَيْنَا نَحْنُ نَتَضَحّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْجَآءَ رَجُلٌ عَلٰى جَمَلٍ اَحْمَرَفَاَنَاخَهٗ وَجَعَلَ يَنْظُرُ وَفِيْنَا ضَعْفَةٌ وَرِقَّةٌ مِنَ الظَّهْرِ وَبَعْضُنَا مُشَاةٌ اِذْخَرَجَ يَشْتَدُّ فَاَتٰى جَمَلَهٗ فَاَثَارَهٗ فَاشْتَدَّ بِهِ الْجَمَلُ فَخَرَجْتُ اشْتَدُّ حَتّٰى اَخَذْتُ بِخِطَامِ الْجَمَلِ فَاَنَخْتُهٗ ثُمَّ اخْتَرَطْتُ سَيْفِىْ فَضَرَبْتُ رَأْسَ الرَّجُلِ ثُمَّ جِئْتُ بِالْجَمَلِ اَقُوْدُهٗ وَعَلَيْهِ رَحْلُهٗ وَسِلَاحُهٗ فَاسْتَقْبَلَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فَقَالَ مَنْ قَتَلَ الرَّجُلَ قَالُوا ابْنُ الْاَكْوَعِ قَالَ لَهٗ سَلَبُهٗ اَجْمَعُ ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦ / ١٦٨ کتاب الجهاد' باب الحربی اذا دخل' الحدیث رقم ٣٠٥١' و مسلم فی صحیحه ٣ / ١٣٧٤' الحدیث رقم (٤٥ ـ ١٧٥٤) وأبو داود فی السنن ٣ / ١١٢' الحدیث رقم ٢٦٥٤

ترجمہ: حضرت سلمہؓ سے روایت ہے کہ ہم نے بنو ہوازن کے ساتھ جناب نبی اکرم ﷺ کی معیت میں جہاد کیا۔ ہم چاشت کے کھانے میں مصروف تھے کہ اچانک ایک سرخ اونٹ پر سوار آیا اور اونٹ بٹھا کر اس نے ہمیں دیکھنا شروع کیا۔ حالانکہ ہم میں سستی تھی یعنی کمزوری اور پیادہ پا سفر کرنے کی وجہ سے۔ یعنی اس نے دیکھا کہ ہمارے پاس سواریاں کم ہیں اور کئی ہم میں سے پیدل ہیں۔ پھر وہ اچانک ہمارے درمیان سے بھاگ کھڑا ہوا اور اپنے اونٹ کے پاس آیا اور اسے اٹھایا یعنی سوار ہونے کے بعد اسے اٹھایا اور اونٹ کو تیزی سے دوڑانے لگا میں دوڑتا ہوا نکلا یعنی میں نے اس کا پیچھا کر کے اس کے اونٹ کی مہار پکڑلی اور اس کو بٹھا کر اس کے سر پر میں نے اپنی تلوار کا وار کیا' پھر میں اونٹ کو اس کے اسباب سمیت کھینچ لایا۔ چنانچہ جناب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ میرے سامنے آئے آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو کس نے قتل کیا ہے۔ صحابہ نے کہا کہ سلمہ بن اکوع نے اسے قتل کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کا تمام سامان اس کا ہے۔ یہ بخاری، مسلم کی روایت ہے۔

بنو قریظہ کے متعلق سعد بن معاذ کا فیصلہ

۴/۳۸۸۰ وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ بَنُوْ قُرَيْظَةَ عَلٰى حُكْمِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ عَلٰى حِمَارٍ فَلَمَّا دَنَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا اِلٰى سَيِّدِكُمْ فَجَآءَ فَجَلَسَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰؤُلَاءِ نَزَلُوْا عَلٰى حُكْمِكَ قَالَ فَاِنِّىْ اَحْكُمُ اَنْ تُقْتَلَ الْمُقَاتِلَةُ وَاَنْ تُسْبَى الذُّرِّيَّةُ قَالَ لَقَدْ حَكَمْتَ فِيْهِمْ بِحُكْمِ الْمَلِكِ وَفِىْ رِوَايَةٍ بِحُكْمِ اللّٰهِ ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦ / ١٦٥' کتاب الجهاد' باب اذا نزل العدو علی احکم رجل' الحدیث رقم ٣٠٤٣' و مسلم ٣ / ١٣٨٨' الحدیث رقم (٦٤ ـ ١٧٦٩) وأحمد فی المسند ٣ / ٢٢

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جب بنو قریظہ نے سعد بن معاذ کو حکم مان لیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو بھیجا تا کہ وہ سعد کو بلا لائے۔ چنانچہ سعد بن معاذؓ ایک گدھے پر سوار ہو کر آئے۔ جب وہ نزدیک ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو جاؤ۔ چنانچہ سعد آ کر بیٹھے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنو قریظہ تمہارے حکم پر نکلے ہیں۔ یعنی انہوں نے اترنا منظور کیا ہے۔ حضرت سعد کہنے لگے میں حکم کرتا ہوں کہ لڑنے والوں کو قتل کیا جائے یعنی جو لڑائی کے قابل ہیں۔ اور عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے ان میں اپنے بادشاہ کا حکم کیا یعنی تم نے ایسا حکم کیا کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے راضی ہوا اور ایک روایت میں ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حکم کیا۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ سعد بن معاذ: یہ اوس کے سردار اور کبار صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہیں۔ انکا قبیلہ بنو قریظہ کا حلیف تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق کے بعد بنو قریظہ کا ۲۵ روز تک محاصرہ کیا تو وہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر اپنے قلعہ سے اترے۔ (یعنی انہوں نے یہ تسلیم کیا کہ جو سعد فیصلہ دیں گے وہ ہمیں منظور ہوگا)۔ ان کا خیال یہ تھا کہ ہم ان کے حلیف ہونے کی وجہ سے ان کی امان میں ہیں وہ ہمارے مال کی رعایت کریں گے اور ہماری چھوڑانے کیلئے کوشش کریں گے۔ جب وہ اتر آئے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعدؓ کو بلوایا جیسا کہ مذکور ہو۔

قُوْمُوْا: نوویؒ کہتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ اہل فضل کی تعظیم و توقیر کی جائے اور ان کی آمد پر کھڑا ہوا جائے۔ اور جمہور نے اسی کو دلیل بنایا ہے۔

بعض نے کہا کہ یہ حکم تعظیم کیلئے کھڑے ہونے کا نہ تھا۔ بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ سعد بن معاذ بیمار تھے۔ ان کی ران میں تیر کا زخم ان کی ران میں تھا جو غزوہ خندق میں انہیں لگ گیا تھا۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ جاؤ اور ان کے اترنے میں ان کی مدد کرو (ع۔ح)

ثمامہ بن اثال کا اسلام لانا

۳۸۸۱/۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْلًا قِبَلَ نَجْدٍ فَجَاءَ تْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِیْ حَنِیْفَةَ یُقَالُ لَهٗ ثُمَامَةُ بْنُ اُثَالٍ سَیِّدُ اَهْلِ الْیَمَامَةِ فَرَبَطُوْهُ بِسَارِیَةٍ مِنْ سَوَارِی الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ اِلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا ذَا عِنْدَكَ یَا ثُمَامَةُ فَقَالَ عِنْدِیْ یَا مُحَمَّدُ خَیْرٌ اِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَادَمٍ وَاِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلٰی شَاکِرٍ وَاِنْ کُنْتَ تُرِیْدُ الْمَالَ فَسَلْ تُعْطَ مِنْهُ مَا شِئْتَ فَتَرَکَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی کَانَ الْغَدُ فَقَالَ لَهٗ مَا عِنْدَكَ یَا ثُمَامَةُ فَقَالَ عِنْدِیْ مَا قُلْتُ لَكَ اِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلٰی شَاکِرٍ وَاِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَادَمٍ وَاِنْ کُنْتَ تُرِیْدُ الْمَالَ فَسَلْ تُعْطَ مِنْهُ مَاشِئْتَ فَتَرَکَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَتّٰی کَانَ بَعْدَ الْغَدِ فَقَالَ لَهٗ مَا عِنْدَكَ یَا ثُمَامَةُ ؟ فَقَالَ عِنْدِیْ مَا قُلْتُ لَكَ

اِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلٰى شَاكِرٍ وَاِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَادَمٍ وَاِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ الْمَالَ فَسَلْ تُعْطَ مِنْهُ مَا شِئْتَ فَقَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَطْلِقُوْا ثُمَامَةَ فَانْطَلَقَ اِلٰى نَخْلٍ قَرِيْبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ
دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ يَا مُحَمَّدُ وَاللّٰهِ مَا كَانَ
عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ وَجْهٌ اَبْغَضَ اِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ فَقَدْ اَصْبَحَ وَجْهُكَ اَحَبَّ الْوُجُوْهِ كُلِّهَا اِلَيَّ وَاللّٰهِ
مَا كَانَ مِنْ دِيْنٍ اَبْغَضَ اِلَيَّ مِنْ دِيْنِكَ فَاَصْبَحَ دِيْنُكَ اَحَبَّ الدِّيْنِ كُلِّهٖ اِلَيَّ وَاللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ بَلَدٍ اَبْغَضَ
اِلَيَّ مِنْ بَلَدِكَ فَاَصْبَحَ بَلَدُكَ اَحَبَّ الْبِلَادِ كُلِّهَا اِلَيَّ وَاِنَّ خَيْلَكَ اَخَذَتْنِيْ وَاَنَا اُرِيْدُ الْعُمْرَةَ فَمَاذَا تَرٰى
فَبَشَّرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَمَرَهٗ اَنْ يَّعْتَمِرَ فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ لَهٗ قَائِلٌ اَصَبَوْتَ فَقَالَ لَا وَلٰكِنِّيْ اَسْلَمْتُ مَعَ
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا وَاللّٰهِ لَا يَاْتِيْكُمْ مِنَ الْيَمَامَةِ حَبَّةُ حِنْطَةٍ حَتّٰى يَاْذَنَ فِيْهَا رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رواه مسلم واختصره البخاري)

اخرجه البخاري في صحيحه ۸ / ۸۷، كتاب المغازي، باب وفد بني حنيفة، الحديث رقم ٤٣٧٢ و مسلم في ۳ / ۱۳۸۶، الحديث رقم (٥٩ ـ ١٧٦٤) و أبو داود في السنن ۳ / ۱۲۹، الحديث رقم ۲٦۷۹

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر نجد کی طرف روانہ فرمایا: لشکر کے لوگوں نے قبیلہ بنو حنیفہ کے ایک شخص کو پکڑا۔ (بنو حنیفہ یہ ایک قبیلہ کا نام ہے)۔ اس شخص کو ثمامہ بن اثال کہا جاتا تھا۔ وہ اہل یمامہ کا سردار تھا۔ (یمامہ ایک شہر کا نام ہے) آپ ﷺ نے اسے مسجد نبوی کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ (گھر سے نکل کر اس کے پاس تشریف لائے) اور فرمایا اے ثمامہ! تیرے نزدیک کیا معاملہ ہے؟ یعنی تیرا کیا حال ہے۔ یا تیرے خیال میں کیا ہے کہ میں تیرے ساتھ کیا معاملہ کرونگا پس اس نے کہا۔ میرے ہاں خیر و خوبی ہے یا میرے پاس بہت مال ہے۔ اگر تم مجھے قتل کرو گے تو ایک خونی آدمی کو قتل کرو گے (یعنی اس کو جو قتل کا حقدار ہے اس میں اپنی وضاحت کا اقرار ہے یا مراد یہ ہے کہ اگر مجھے قتل کرو گے تو میرا خون ساقط ہونے والا نہیں بلکہ میری قوم بدلہ لے گی۔ پس اس میں اپنی سرداری اور شرافت کا دعویٰ ہے) اور اگر آپ انعام کریں گے تو آپ ایک قدر دان پر انعام کریں گے (یعنی اس کا بدلہ اور سلوک میری طرف سے کیا جائے گا) اگر تم مال چاہتے ہو تو مانگو جس قدر چاہو دیا جائے گا۔ پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے اسے اسی حال پر چھوڑ دیا یہاں تک کہ جب اگلا روز ہوا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ثمامہ! تیرے ہاں کیا معاملہ ہے؟ تو ثمامہ نے جواب دیا میرے ہاں تو وہی ہے جو میں کہہ چکا ہوں یعنی اگر بخشش کرو گے تو ایک قدر دان پر بخشش کرو گے۔ اور اگر قتل کرو گے تو ایک خون والے کو قتل کرو گے اور اگر مال چاہتے ہو تو مانگو۔ جس قدر چاہو گے دیا جائے گا۔ چنانچہ (دوسرے روز بھی) جناب رسول اللہ ﷺ نے اسے اسی حالت پر چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ اگلا دن ہوا۔ یعنی تیسرے دن! تو آپ ﷺ نے فرمایا: تیرے خیال میں کیا ہے اے ثمامہ؟ تو ثمامہ نے کہا میرے ہاں تو وہی کچھ ہے۔ جو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ اگر بخشش کرو گے تو ایک قدر دان پر بخشش کرو گے۔ اور اگر قتل کرو گے۔ تو ایک خونی کو قتل کرو گے۔ اور اگر مال چاہتے ہو تو مانگو۔ جتنا چاہو مل جائے گا۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ثمامہ کو چھوڑ دو!

جناب ثمامہ! کھجور کے جھنڈ کی طرف گئے جو مسجد کے قریب تھے اور غسل کر کے مسجد میں آیا اور کہنے لگا اشہدان لا الٰہ الا اللہ واشہدان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم! روئے زمین پر کوئی چہرہ آپ کے چہرہ سے زیادہ مجھے مبغوض نہ تھا۔ پس آپ کا چہرہ مجھے تمام کائنات کے چہروں سے محبوب تر ہوگیا۔ اللہ کی قسم! آپ کے شہر سے زیادہ مبغوض تر میرے ہاں کوئی شہر نہ تھا۔ اب آپ کا شہر تمام شہروں کے مقابلے میں مجھے محبوب تر ہوگیا۔ آپ کے لشکر نے مجھے اس حالت میں پکڑا کہ میں عمرے کے ارادہ سے جارہا تھا۔ اب اس کے متعلق آپ کیا حکم فرماتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بشارت دی کہ تمہیں اسلام کی وجہ سے مرتبہ ملا اور تیرے پہلے تمام گناہ بخشش دیئے گئے۔ اور آپ نے اسے عمرہ کرنے کا حکم دیا۔ پس جب ثمامہ مکہ پہنچا تو کہنے والے نے کہا۔ اے ثمامہ تو بے دین ہوگیا۔ ثمامہ کہنے لگے میں بے دین نہیں ہوا بلکہ میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا ہوں اللہ کی قسم! اب تمہیں سرزمین ثمامہ سے ایک دانہ گندم کا نہ پہنچے گا۔ یہاں تک کہ اس کی اجازت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عنایت فرمائیں۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔ بخاری نے اس کو مختصر بیان کیا ہے۔

جبیر کے اسلام کا سبب

۶/۳۸۸۲ وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ اُسَارٰى بَدْرٍ لَوْ كَانَ الْمُطْعِمُ ابْنُ عَدِيٍّ حَيًّا ثُمَّ كَلَّمَنِيْ فِيْ هٰؤُلَاءِ النَّتْنٰى لَتَرَكْتُهُمْ لَهٗ ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاري في صحيحه ٦ / ٢٣٧، كتاب فرض الخميس، باب ما من النبي صلى الله عليه وسلم على...... الحديث رقم ٣١٣٩ و أبو داود في السنن ٣ / ١٣٨، الحديث رقم ٢٦٨٩، وأحمد في المسند ٤ / ٨٠

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسیران بدر کے متعلق فرمایا اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور وہ مجھ سے ان ناپاک قیدیوں کے متعلق سفارش کرتا تو اس کی خاطر میں ان کو چھوڑ دیتا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ جبیر نے حالت کفر میں یہ ارشاد نبوت سنا اور اسلام لانے کے بعد اس کو بیان کیا۔ اس کا والد مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قریبی ہم جد ہے۔ اور اس کا آپ پر ایک احسان تھا۔ کہ جب آپ طائف سے واپس لوٹے تو اس نے کفار قریش کو آپ سے دفع کیا۔ اس لئے آپ نے یہ کلام فرمایا تا کہ والد کی تعریف سن کر جبیر اسلام کی طرف مائل ہو۔ (ح)

جبل تنعیم میں اسّی جنگی قیدی

۷/۳۸۸۳ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ ثَمَانِيْنَ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ هَبَطُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جَبَلِ التَّنْعِيْمِ مُتَسَلِّحِيْنَ يُرِيْدُوْنَ غِرَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ فَاَخَذَهُمْ سِلْمًا فَاسْتَحْيَاهُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاَعْتَقَهُمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ

بِبَطْنِ مَكَّةَ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۳ / ۱٤٤۲' کتاب الجهاد' باب قول الله تعالیٰ' وهوالذی کف ایدیکم......' الحدیث رقم (۱۳۳ ـ ۱۸۰۸) وأبو داود فی السنن ۳ / ۱۳۷' الحدیث رقم ۲٦۸۸' والترمذی فی ٥ / ۳٦۰' الحدیث رقم ۳۲٦٤' وأحمد فی المسند ۳ / ۱۲٤

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ مکہ کے اسی آدمی آپ ﷺ پر جبل تنعیم سے حملہ آور ہوئے۔ یہ حدیبیہ والے موقعہ کی بات ہے۔ وہ لوگ مسلح تھے۔ وہ آپ کو غافل دیکھ کر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو صحیح سالم قابو کر لیا۔ پھر ان کو زندہ چھوڑ دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کو آزاد کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ۔ اور وہ وہی ذات ہے جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے بطن مکہ میں روک دیا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

فتح بدر اور تین دن قیام

۸/۳۸۸۴ وَعَنْ قَتَادَةَ قَالَ ذَكَرَلَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ اَنَّ نَبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ يَوْمَ بَدْرٍ بِاَرْبَعَةٍ وَّعِشْرِيْنَ رَجُلاً مِنْ صَنَادِيْدِ قُرَيْشٍ فَقُذِفُوْا فِیْ طَوِیٍّ مِنْ اَطْوَاءِ بَدْرٍ خَبِيْثٍ مُخْبِثٍ وَكَانَ اِذَا ظَهَرَ عَلٰی قَوْمٍ اَقَامَ بِالْعُرْصَةِ ثَلَاثَ لَيَالٍ فَلَمَّا كَانَ بِبَدْرٍ الْيَوْمَ الثَّالِثَ اَمَرَ بِرَاحِلَتِهٖ فَشُدَّ عَلَيْهَا رَحْلُهَا ثُمَّ مَشٰی وَاتَّبَعَهٗ اَصْحَابُهٗ حَتّٰی قَامَ عَلٰی شَفَةِ الرَّكِیِّ فَجَعَلَ يُنَادِيْهِمْ بِاَسْمَائِهِمْ وَاَسْمَآءِ اٰبَائِهِمْ يَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ وَيَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ اَيَسُرُّكُمْ اَنَّكُمْ اَطَعْتُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّا قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَاوَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا نُكَلِّمُ مِنْ اَجْسَادٍ لَا اَرْوَاحَ لَهَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ وَفِیْ رِوَايَةٍ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لَا يُجِيْبُوْنَ (متفق علیه وزاد البخاری قال قتادة) **اَحْيَاهُمُ اللّٰهُ حَتّٰی اَسْمَعَهُمْ قَوْلَهٗ تَوْبِيْخًا وَتَصْغِيْرًا وَنِقْمَةً وَحَسْرَةً وَنَدَمًا۔**

اخرجه البخاری فی صحیحه ۷ / ۳۰۰' کتاب المغازی' باب قتل ابی جهل' الحدیث رقم ۳۹۷٦ و مسلم فی ٤ / ۲۲۰٤' الحدیث رقم ـ۷۸ ـ ۲۸۷٥) وأحمد فی المسند ۳ / ۱٤٥

ترجمہ: حضرت قتادہؓ کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت انس بن مالکؓ نے ابوطلحہؓ سے نقل کیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے بدر کے دن قریش کے چوبیس سرداروں کے متعلق حکم فرمایا (یعنی ان کی لاشوں کو کنویں میں پھینکنے کا حکم دیا) پس ان کو قلیب بدر میں ڈالا گیا جو کہ ناپاک اور ناپاک کرنے والا تھا۔ جناب رسول اللہ ﷺ جب کسی قوم پر غالب آتے تو آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ اس میدان میں تین رات قیام فرماتے چنانچہ بدر میں جب تیسرا دن ہوا تو آپ نے کجاوہ باندھنے کا حکم دیا۔ کہ میری سواری پر کجاوہ باندھو۔ چنانچہ اس پر کجاوہ باندھا گیا۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ وہاں سے

روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ آپ قلیب بدر کے کنارے پر رُکے اور ان کے نام لے کر ان کو آواز دینا شروع فرمائی۔ اے فلاں بن فلاں! اے فلاں بن فلاں! کیا تم کو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے؟ ہم نے وہ خبر سچی پائی جس کا وعدہ ہمارے پروردگار نے ہم سے کیا تھا۔ یعنی ہمارا تم پر غلبہ۔ پس کیا تم نے بھی وہ چیز حق پالی جس کا وعدہ تمہارے رب نے تم سے کیا تھا۔ یعنی تمہارے عذاب کا؟ (اور یہ استفہام توبیخی ہے)۔ پس حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپ ان ابدان سے کلام کرتے ہیں جن میں ارواح نہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! تم اس چیز کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو جو میں ان کو کہہ رہا ہوں اور ایک روایت میں ہے۔ کہ تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو مگر یہ جواب نہیں دیتے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔ بخاری نے یہ اضافہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آپ ﷺ کا یہ قول بطور سرزنش اور ذلت اور عذاب اور افسوس اور پشیمانی سنایا۔

قیدیوں سے متعلق خطبہ

۹/۳۸۸۵ وَعَنْ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ حِيْنَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِيْنَ فَسَاَلُوْهُ اَنْ يَرُدَّ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ فَقَالَ فَاخْتَارُوْا اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اِمَّا السَّبْيَ وَاِمَّا الْمَالَ قَالُوْافَاِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَاهُوَ اَهْلُهٗ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اِخْوَانَكُمْ قَدْ جَآءُ وْاتَائِبِيْنَ وَاِنِّيْ قَدْ رَاَيْتُ اَنْ اَرُدَّ اِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ فَمَنْ اَحَبَّ مِنْكُمْ اَنْ يُّطَيِّبَ ذٰلِكَ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ مِنْكُمْ اَنْ يَّكُوْنَ عَلٰى حَظِّهٖ حَتّٰى نُعْطِيَهٗ اِيَّاهُ مِنْ اَوَّلِ مَا يُفِيْءُ اللّٰهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ فَقَالَ النَّاسُ قَدْ طَيَّبْنَا ذٰلِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا لَا نَدْرِيْ مَنْ اَذِنَ مِنْكُمْ مِمَّنْ لَّمْ يَأْذَنْ فَارْجِعُوْا حَتّٰى يَرْفَعَ اِلَيْنَا عُرَفَاءُ كُمْ اَمْرَكُمْ فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاءُ هُمْ ثُمَّ رَجَعُوْا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرُوْهُ اَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوْا وَاَذِنُوْا ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤ / ٤٨٣، كتاب الوكالة، باب اذا وهب شيئاً لوكيل الحديث رقم ٢٣٠٧ و أبو داود فی السنن ٣ / ١٤١، الحديث رقم ٦٢٩٣، وأحمد فی المسند ٤ / ٣٢٧

ترجمہ: مروان اور مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کھڑے ہوئے یعنی آپ نے خطبہ دیا جبکہ آپ کی خدمت میں بنو ہوازن مسلمان ہو کر آئے اور انہوں نے مطالبہ کیا کہ ان کے مال اور قیدی واپس کیے جائیں جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو دو میں سے ایک چیز کا اختیار دیا جناب رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا اور اللہ کی حمد و ثناء کی جو اس کے لائق ہے پھر فرمایا اما بعد! تمہارے یہ بھائی یہ دینی بھائی یا نسبی یعنی بنو ہوازن توبہ کر کے آئے ہیں یعنی شرک اور گناہوں سے میں نے مناسب سمجھا کہ ان کے قیدی ان کو واپس کر دوں جو شخص اپنی خوشی سے واپس کر دے یہ اس کی مرضی ہے۔ اور جو شخص اپنے

حصے کے قیدی پر اصرار کرے یہاں تک کہ ہم اس کو مال غنیمت میں سے اس کا عوض نہ دیں یعنی جس قیدی کو آزاد کرنا بلاعوض منظور نہ ہو وہ وضاحت کردے پس لوگوں نے کہا یعنی بعض یا تمام نے کہ ہم اس بات پر راضی ہیں یعنی ہم ان قیدیوں کو یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! واپس کرتے ہیں تو جناب رسول اللہ نے فرمایا کہ ہم نہیں جانتے کہ کون تم میں سے اپنی مرضی سے قیدی واپس کرنے پر راضی ہوا اور کون نہیں اسلئے تم اپنے اپنے خیموں میں واپس لوٹ جاؤ یہاں تک کہ ہمارے پاس تمہارے امراء اطلاع لائیں۔ یعنی اس بات کی وضاحت کریں چنانچہ لوگ اپنے خیموں کی طرف واپس ہوئے اور ان کے امراء نے ان سے کلام کیا پھر وہ لوگ یعنی امراء آپ کی خدمت میں آئے اور آپ کو اطلاع دی کہ سب لوگ اس بات پر راضی ہیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اذن دیا یعنی قیدیوں کو واپس کرنے کا حکم فرمایا: یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ہوازن ایک قبیلے کا نام ہے وہ اولاد کے قیدی کیے جانے اور قیدیوں کے صحابہ میں تقسیم ہونے اور مال کے مالِ غنیمت بن جانے کے بعد مسلمان بن کر حاضر ہوئے اس غزوہ کو غزوہ حنین اور غزوہ ہوازن بھی کہا جاتا ہے۔ یہ فتح مکہ کے بعد پیش آیا اس میں بہت سی غنیمت ملی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کو واپس کرنے کیلئے صحابہ سے اجازت طلب کی کیونکہ وہ قیدی اور اموال صحابہ کی ملک بن چکے تھے اور مجاہدین کے اموال ان کی اجازت کے بغیر واپس کرنے جائز نہیں تھے۔ (ح۔ع)

حلیف کے سبب قیدی

۱۰/۳۸۸۶ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كَانَ ثَقِيْفٌ حَلِيْفًا لِبَنِيْ عَقِيْلٍ فَاَسَرَتْ ثَقِيْفٌ رَجُلَيْنِ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَسَرَاَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلاً مِنْ بَنِيْ عَقِيْلٍ فَاَوْثَقُوْهُ فَطَرَحُوْهُ فِي الْحَرَّةِ فَمَرَّبِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَادَاهُ يَا مُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ فِيْمَ اُخِذْتُ قَالَ بِجَرِيْرَةِ حُلَفَائِكُمْ ثَقِيْفٍ فَتَرَكَهٗ وَمَضٰى فَنَادَاهُ يَا مُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ فَرَحِمَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَجَعَ قَالَ مَا شَاْنُكَ قَالَ اِنِّيْ مُسْلِمٌ فَقَالَ لَوْ قُلْتَهَا وَاَنْتَ تَمْلِكُ اَمْرَكَ اَفْلَحْتَ كُلَّ الْفَلَاحِ قَالَ فَفَدَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالرَّجُلَيْنِ الَّذَيْنِ اَسَرَتْهُمَا ثَقِيْفٌ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ٣ / ١٢٦٢ كتاب النذر، باب لاوفاء لنذر فی معصية الله، الحديث رقم ١٦٤١، وأبو داود فی السنن ٣ / ٦٠٩ الحديث رقم ٣٣١٦، وأحمد فی المسند ٤ / ٤٣٠

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ بنو ثقیف بنو عقیل کے حلیف تھے ثقیف کے لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابہ کو قید کر دیا اور صحابہ کرامؓ نے بنی عقیل کے ایک شخص کو قید کیا۔ اور اس کو خوب جکڑ کر سنگستان میں ڈال دیا جناب رسول اللہ کا وہاں سے گزر ہوا تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دی اے محمد۔ اے محمد۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر رحم آیا۔ اس نے کہا کس وجہ سے مجھے پکڑا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا تمہارے حلیف بنی ثقیف کی وجہ سے انہوں نے دو مسلمانوں کو قید کر لیا ہے۔ تجھے اس کے بدلے میں قید کیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اسی جگہ چھوڑا اور آپ چل دیے اس نے پھر آپ کو آواز دی اے محمد

۔اے محمد آپ کو رحم آیا آپ دوبارہ اس کی طرف مڑے اور فرمایا تیرا کیا حال ہے اس نے کہا میں یقیناً مسلمان ہوں آپ نے فرمایا اگر یہی بات تو اس حالت میں کہتا تو تجھے تیرے معاملے کا اختیار ہوتا یعنی اختیار کی حالت میں قید ہونے سے پہلے رغبت کے ساتھ کہتا تو تمہیں کامل چھٹکارا مل جاتا۔ دنیا میں قید سے آخرت میں دوزخ سے راوی کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان دو مسلمان قیدیوں کے بدلے میں اسے چھوڑ دیا جن کو بنوثقیف نے گرفتار کیا تھا۔

تشریح ۞ ثقیف، ہوازن کے ایک قبیلے کا نام ہے اور یہ بنوعقیل کا حلیف تھا عرب میں قبائل ایک دوسرے کے ہم عہد اور حلیف ہو جاتے تھے تا کہ خیر وشر میں کام آئیں جب اسلام آیا تو جاہلیت کی اس تقسیم کو ختم کر کے حق کی خاطر دوستی وحمایت کو باقی رکھا گیا۔ اور اسلام کے حلف کو کافی قرار دیا گیا۔

وَاَسَرَ !اس کو ان دو صحابہ کے بدلے میں قید کیا۔ جن کو ثقیف نے گرفتار کر لیا تھا۔ جاہلیت کے زمانہ میں حلیف کو حلیف کے بدلے گرفتار کر لیتے تھے۔ آپ نے دو صحابی کی رہائی کی مصلحت کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے کافر حلیف کو گرفتار کر لیا۔

حرہ: مدینہ کے مشرقی ومغربی جانب سیاہ پتھریلے میدان کو کہا جاتا تھا۔

اِنِّی مُسْلِمٌ: اس نے خبر دی کہ میں مسلمان ہوں۔ گویا سابقہ اسلام کی اطلاع دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو کافر قید ہو جائے اور اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے تو قبول نہ کیا جائے گا۔ البتہ اگر گواہ پیش کر دے تو قبول کر لیں گے نمبر۲۔ مطلب یہ ہے کہ میں اب مسلمان ہو گیا ہوں اور اسی وجہ سے آپ نے اس کا اسلام قبول نہ کیا اور خیال فرمایا کہ شاید بطور نفاق یا اضطرار یہ اظہار اسلام کر رہا ہے۔ اسی وجہ سے آپ نے اسے دار الحرب میں جانے دیا کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ یہ معجزہ نبوت ہے۔

الفصل الثانی:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ہار

۳۸۸۷/۱۱ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ لَمَّا بَعَثَ اَهْلُ مَكَّةَ فِيْ فِدَاءِ اُسَرَائِهِمْ بَعَثَتْ زَيْنَبُ فِيْ فِدَاءِ اَبِى الْعَاصِ بِمَالٍ وَبَعَثَتْ فِيْهِ بِقَلَادَةٍ لَهَا كَانَتْ عِنْدَ خَدِيْجَةَ اَدْخَلَتْهَا بِهَا عَلٰى اَبِى الْعَاصِ فَلَمَّا رَآهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَقَّ لَهَا رِقَّةً شَدِيْدَةً وَقَالَ اِنْ رَاَيْتُمْ اَنْ تُطْلِقُوْا لَهَا اَسِيْرَهَا وَتَرُدُّوْا عَلَيْهَا الَّذِىْ لَهَا فَقَالُوْا نَعَمْ وَكَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ عَلَيْهِ اَنْ يُخَلِّىَ سَبِيْلَ زَيْنَبَ اِلَيْهِ وَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ وَرَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ كُوْنَا بِبَطْنِ يَاْجِجَ حَتّٰى تَمُرَّ بِكُمَا زَيْنَبُ فَتَصْحَبَاهَا حَتّٰى تَاْتِيَا بِهَا۔ (رواه احمد وابوداؤد)

اخرجه أبو داود فى السنن ۳ / ۱۴۰ كتاب الجهاد' باب فى فداء الاسير بالمال' ح ۲۶۹۲ و أحمد فى المسند ۶ / ۲۷۶

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کا فدیہ بھیجا یعنی جس وقت بدر کے دن آپ ﷺ کو فتح حاصل ہوئی اور بعض مشرک قتل ہوئے اور بعض قید ہو گئے ان کو رہائی دلانے کیلئے لوگوں نے مقررہ مال بھیجا

تو اس وقت حضرت زینبؓ نے اپنے خاوند ابوالعاصؓ کے بدلے کچھ مال بھیجا اس مال میں ان کا ایک ہار بھی تھا یعنی وہ ہار حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا پھر انہوں نے وہ زینبؓ کو عنایت کر دیا' جب ان کی شادی ابوالعاصؓ سے ہوئی۔ یعنی ان کو جہیز میں دیا جب اس ہار کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو آپ کے قلب اطہر میں زینب رضی اللہ عنہا کے سلسلے میں نہایت رقت پیدا ہوئی یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل ان کی غربت اور تنہائی کے سبب بھر آیا اور آپ کو خدیجہ رضی اللہ عنہا کی مصاحبت یاد آئی کیونکہ یہ ہار ان کے گلے میں رہتا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یعنی صحابہ سے فرمایا کہ اگر تم مناسب سمجھو تو تم زینب کیلئے اس کے قیدی ابو العاصؓ کو چھوڑ دو اور زینب کو وہ چیزیں بھی واپس کر دو جو اس نے بھیجی ہیں۔ یعنی وہ مال جو ابوالعاصؓ کی رہائی کیلئے بھیجا ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا جی ہاں! یعنی ہم مال بھی واپس کرتے ہیں اور ابوالعاصؓ کو بھی چھوڑتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو العاص سے یہ وعدہ لیا یعنی جس وقت ان کو چھوڑا کہ وہ زینب رضی اللہ عنہا کو ہمارے پاس آنے میں رکاوٹ نہ بنے یعنی آپ کے پاس مدینہ میں آنے پر مانع نہ ہو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہؓ اور ایک انصاری آدمی کو روانہ فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ تم بطن یاجج کے اندر رکے رہو یہاں تک کہ تمہارے پاس زینبؓ پہنچ جائیں پھر تم ان کو ساتھ لے آؤ۔ یہ روایت احمد وابوداؤد نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ زینب رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی بیٹی ہیں ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کے بھانجے ابوالعاصؓ بن ربیع سے بیاہ دیا۔ یہ بدر کے قیدیوں میں شامل تھے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کی پہلی زوجہ محترمہ ہیں حضرت ابراہیم کے علاوہ تمام اولاد انہی کے بطن اطہر سے ہوئی۔ حضرت زینبؓ ابوالعاص کے نکاح میں تھیں جو کہ اسلام نہ لایا تھا اور اسوقت تک مسلمان اور کافر کا نکاح حرام نہ ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینبؓ کو لانے کیلئے جن دو اشخاص کو بھیجا وہ اگرچہ محرم شرعی نہ تھے مگر ان کے متعلق ہر اعتبار سے اطمینان تھا اس لحاظ سے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھی (نیز شرعی احکام اس وقت تک نہیں اترے تھے) ورنہ عورت کو نامحرم کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں)

بطن ناجج مکہ کے قریب تنعیم کے پاس آٹھ کوس کے فاصلے پر ایک وادی ہے۔ حضرت زینبؓ جب ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ منورہ آئیں تو ابوالعاصؓ حالت کفر میں مکہ میں ہی مقیم رہے۔ پھر اتفاقاً ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ شام کی طرف گئے واپسی پر جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے مسلمانوں کے ایک دستے نے روک کر چاہا کہ ان سے مال لے لیں پس یہ اطلاع حضرت زینبؓ کو پہنچی تو انہوں نے حاضر ہو کر عرض کیا۔ کیا تمام مسلمانوں کا عہد و پیمان ایک نہیں یعنی جب ایک مسلمان کافر کو امان دیدے تو سب کو امان دینی چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح ہے زینب رضی اللہ عنہا کہنے لگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم گواہ رہیے کہ میں نے ابو العاصؓ کو سامان سمیت امان دیدی جب یہ حال دیکھا تو صحابہ کرامؓ بلا ہتھیار ابوالعاصؓ کے پاس گئے اور کہنے لگے اے ابوالعاصؓ تو شرفائے مکہ میں سے ہے اور پیغمبر کے چچا کا بیٹا ہے تم مسلمان ہو جاؤ یہ مال تمہارے ہی پاس رہے گا۔ وہ کہنے لگے یہ تم نے غلط بات کہی میں اپنے اسلام کو ان اموال کے ساتھ پلید نہیں کرونگا۔ ابوالعاصؓ مکہ واپس گئے اور جن لوگوں کے اموال تھے ان کو واپس کر دیئے اور پھر فرمایا اے اہل مکہ! کیا تمہارے اموال تمہیں پہنچ چکے انہوں نے کہا جی ہاں پھر علی الاعلان فرمانے لگے۔ میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں: اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً رسول اللہ۔ پھر ہجرت کر کے مدینہ آ گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح جدید یا

قدیم ہی کے ساتھ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان کے حوالے کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوالعاص سے بہت محبت تھی اور ان پر بہت راضی تھے چنانچہ وہ یمامہ کے دن خلافت ابوبکرؓ میں شہید ہوئے (ح۔ع)

عقبہ ونضر بن حارث کا قتل

۱۲/۳۸۸۸۔ وَعَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَسَرَ اَهْلَ بَدْرٍ قَتَلَ عُقْبَةَ بْنَ اَبِیْ مُعَيْطٍ وَالنَّضْرَ بْنَ الْحَارِثِ وَمَنَّ عَلٰى اَبِیْ عَزَّةَ الْجُمَحِيِّ۔ (رواه فی شرح السنة)

اخرجه البغوی فی شرح السنة ۱۱ / ۷۸، الحديث رقم ۲۷۱۱، البيهقی، السنن الكبری، كتاب السير۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جب بدر میں لوگ قید ہو کر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث کو قتل کروا دیا اور ابوعزہ جمحی پر احسان فرمایا یہ شرح السنۃ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ امام کو اس بات کا اختیار ہے کہ کافر جب قید ہو کر آئیں اگر وہ مسلمان نہ ہوں تو جس کو چاہے قتل کر دیں اور جسے چاہے غلام بنا لے یا چھوڑ دو۔مَنَّ یعنی ابوعزہ کو بغیر کسی عوض کے احسان کرتے ہوئے چھوڑ دیا یہ حکم بعد میں منسوخ ہو گیا۔(ع)

عقبہ کا بیجا واویلا

۱۳/۳۸۸۹ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَرَادَ قَتْلَ عُقْبَةَ بْنِ اَبِیْ مُعَيْطٍ قَالَ مَنْ لِلصِّبْيَةِ قَالَ النَّارُ۔ (رواه ابوداؤد)

اخرجه أبو داود فی المتن ۳ / ۱۳۵، كتاب الجهاد، باب فی قتل الاسير صبراً، ح ۲۶۸۶۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عقبہ بن ابی معیط کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو وہ کہنے لگا کہ میرے بچوں کو کون پالے گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگ۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ النار کا مطلب یہ کہ وہ ضائع ہونگے یعنی آگ اگر ان کی معاونت اور غمخواری کر سکتی تو وہ ان کی مدد کرتی گویا یہ ضائع ہونے سے یہ کنایہ ہے۔(ع)

قیدیوں کا قتل یا فدیہ

۱۴/۳۸۹۰ وَعَنْ عَلِيٍّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّ جِبْرِيْلَ هَبَطَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهٗ خَيِّرْهُمْ يَعْنِیْ اَصْحَابَكَ فِیْ اُسَارٰی بَدْرٍ الْقَتْلَ اَوِ الْفِدَاءَ عَلٰى اَنْ يُّقْتَلَ مِنْهُمْ قَابِلاً مِثْلُهُمْ قَالُوا الْفِدَاءَ وَيُقْتَلُ مِنَّا۔

(رواه الترمذی وقال هذا حديث غريب)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤ / ١١٤، كتاب السير، باب ما جاء فی قتل الاساری، الحديث رقم ١٥٦٧۔

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس جبرئیلؑ آئے اور کہنے لگے کہ آپ ﷺ اپنے صحابہؓ کو اس بات کا اختیار دیں کہ کہ خواہ وہ ان قیدیوں کو قتل کریں یا بدلہ لیں یعنی مال لے کر چھوڑ دیں مگر اس کی شرط یہ ہے کہ جتنی تعداد میں ان کو چھوڑا جائیگا اتنی تعداد میں آئندہ صحابہ رضی اللہ عنہم قتل ہونگے۔ صحابہؓ کہنے لگے ہم نے اس کو اختیار کیا اور اس بات کو کہ ہم میں سے اتنے آدمی قتل ہوں۔ یہ ترمذی کی روایت ہے اور انہوں نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ بدر کے دن ستر قریش کفار مارے گئے اور ستر قید کر لئے گئے۔ آپ ﷺ نے ان کے بارے میں صحابہؓ سے مشورہ کیا صدیق اکبرؓ نے کہا کہ ان کو زندہ رہنے دیں نہ ماریں شاید کہ اللہ تعالیٰ ان کو توبہ کی توفیق دیدے اور ان سے فدیہ لیں تا کہ اس سے مسلمانوں کو قوت حاصل ہو۔ حضرت عمر فاروقؓ نے کہا کہ یہ سب سرداران کفر ہیں ان کو قتل کر دیجئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو مال لینے سے بے نیاز کیا ہے۔ آپ ﷺ نے صحابہؓ کو دو چیزوں میں سے ایک کو چناؤ کرنے کا اختیار دیا ان کو قتل کر دیں یا ان سے فدیہ لے لیں لیکن فدیہ کے ساتھ شرط یہ ہے۔ کہ آئندہ سال تمہارے ستر آدمی مارے جائینگے اور کامیابی کافروں کو ہوگی۔ چنانچہ انہوں نے اسی بات کو اختیار کیا چنانچہ غزوہ احد میں اسی طرح پیش آیا کہ ستر مسلمان شہید ہوئے جن میں حمزہؓ بن عبدالمطلب اور مصعبؓ بن عمیر جیسے نامی گرامی صحابہؓ شامل تھے۔ (اس معاملے کے طے ہو جانے کے بعد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ اور ابوبکرؓ رو رہے ہیں تو انہوں نے پوچھا آپ کیوں روتے ہیں آپ مجھے بھی بتلائیں تا کہ میں بھی آپ کے ساتھ شامل ہوں آپ ﷺ نے فرمایا میں اس بات پر روتا ہوں کہ تمہارے دوستوں نے فدیے کو اختیار کیا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اس درخت سے بھی زیادہ نزدیک اترنے والا عذاب دکھایا اور آپ ﷺ نے ایک نزدیکی درخت کی طرف اشارہ فرمایا روایت میں وارد ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر عذاب بھیجا جاتا تو اس سے عمر رضی اللہ عنہ اور سعد بن معاذؓ کے علاوہ اور کوئی نہ بچتا کیونکہ ان کا مشورہ بھی حضرت عمرؓ کی طرح تھا باقی رہا صحابہ کرامؓ نے اس بات کو اس لئے اختیار کیا کہ وہ یہ چاہتے تھے کہ بدر کے قیدی مسلمان ہو جائیں اور ستر کا قتل اس لئے قبول کیا کہ شہادت کی طرف ان کو بہت رغبت تھی اور دوسری بات یہ ہے کہ ان کو اپنے اقرباء پر رحم بھی آیا۔

ایک اشکال: کہ جب ان کو اختیار دیا گیا اور قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا: مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى...... اور دو چیزوں میں سے ایک چیز کا اختیار دیا گیا تھا چناؤ کرنے پر کیوں عتاب ہوا۔ حالانکہ یہ بات عتاب کے منافی ہے۔

جواب: یہ اختیار بطور امتحان تھا کہ دیکھیں کس بات کو اختیار کرتے ہیں کہ آیا اللہ کی پسندیدہ چیز کو پسند کرتے ہیں یا اس چیز کو کہ جن کی طرف ان کا دلی میلان ہے تو جب اپنی پسند کی چیز اختیار کی تو اس پر عتاب ہوا۔

تورپشتی کا قول: حدیث تخییر کو ظاہر قرآن کے مخالف ہونے کے وجہ سے بعید قرار دیتے ہیں اور امام ترمذیؒ نے بھی اس پر غرابت کا حکم لگایا ہے۔ علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اس پر غرابت کا حکم لگانا موجب طعن نہیں کیونکہ بسا اوقات غریب روایت صحیح ہوتی ہے۔ (ح۔ع) مگر اس اشکال کا زیادہ شاندار جواب مرقات میں ملا علی قاریؒ نے دیا ہے۔

زیرناف بالوں کو علامتِ بلوغ بنانا

۱۵/۳۸۹۱ وَعَنْ عَطِيَّةَ الْقُرَظِيِّ قَالَ كُنْتُ فِيْ سَبْيِ قُرَيْظَةَ عُرِضْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانُوْا يَنْظُرُوْنَ فَمَنْ اَنْبَتَ الشَّعْرَ قُتِلَ وَمَنْ لَمْ يُنْبِتْ لَمْ يُقْتَلْ فَكَشَفُوْا عَانَتِيْ فَوَجَدُوْهَا لَمْ تُنْبِتْ فَجَعَلُوْنِيْ فِي السَّبْيِ۔ (رواہ ابوداؤد وابن ماجة والدارمی)

اخرجه أبو داود فی السنن ٤ / ٥٦١' الحديث رقم ٤٤٠٤ والترمذی فی ٤ / ١٢٣' الحديث رقم ١٥٨٤' والنسائی فی ٦ / ١٥٥' الحديث رقم ٤٣٢٩' وابن ماجه فی ٢ / ٨٤٩' الحديث رقم ٢٥٤١' والدارمی فی ٢ / ٢٩٤ كتاب السير' باب حد الصبی متی يقتل الحديث رقم ٢٤٦٤' وأحمد فی المسند ٤ / ٣٨٣

ترجمہ: حضرت عطیہ قرظیؓ کہتے ہیں میں قریظہ کے ان قیدیوں میں سے تھا جو آپ کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ صحابہ کرامؓ لڑکوں کے زیرناف کھول کر معائنہ کرتے جس کے زیرناف بال پاتے اسے بالغ قرار دے کر جنگ کرنے والوں میں شامل سمجھ کر قتل کر دیا جاتا۔ یعنی زیرناف کو علامت بلوغ قرار دیا گیا۔ اور جس کے زیرناف نہ ہوتے اسے قتل نہ کیا جاتا یعنی اس لئے کہ وہ بچوں میں شمار تھا پس میرے زیرناف کو کھولا گیا تو میرے زیرناف بال نہ تھے۔ چنانچہ مجھے قیدیوں میں شمار کر کے چھوڑ دیا)۔ یہ ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ❁ علامہ تورپشتی کا قول: زیرناف بالوں کو علامت بلوغ ضرورت کے طور پر قرار دیا گیا۔ کیونکہ اگر احتلام یا سن بلوغ دریافت کیا تو قتل کے خوف سے کوئی بھی سچ نہ کہتا۔ (ع)

دارالحرب سے مسلمان ہو کر بھاگنے والا غلام آزاد ہے

۱۶/۳۸۹۲ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ خَرَجَ عُبْدَانٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِيْ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ قَبْلَ الصُّلْحِ فَكَتَبَ اِلَيْهِ مَوَالِيْهِمْ قَالُوْا يَا مُحَمَّدُ وَاللّٰهِ مَا خَرَجُوْا اِلَيْكَ رَغْبَةً فِيْ دِيْنِكَ وَاِنَّمَا خَرَجُوْا هَرَبًا مِنَ الرِّقِّ فَقَالَ نَاسٌ صَدَقُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ رُدَّهُمْ اِلَيْهِمْ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ مَا اَرَاكُمْ تَنْتَهُوْنَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ حَتّٰى يَبْعَثَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ مَنْ يَّضْرِبُ رِقَابَكُمْ عَلٰى هٰذَا وَاَبٰى اَنْ يَّرُدَّهُمْ وَقَالَ هُمْ عُتَقَاءُ اللّٰهِ۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجه أبو داود فی السنن ٣ / ١٤٨' كتاب الجهاد' باب فی عبيد المشركين' الحديث رقم ٢٧٠٠۔

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ بہت سے غلام حدیبیہ کے دن صلح سے قبل نکل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے۔ غلاموں کے مالکوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لکھ بھیجا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ لوگ تمہارے دین میں رغبت رکھتے ہوئے نہیں نکلے بلکہ یہ غلامی سے بھاگ کر نکلے ہیں یعنی اس لئے تاکہ غلامی سے چھٹکارا مل جائے۔ اس پر بہت سے لوگوں نے کہا یعنی صحابہ کرام میں سے کہ ان کے مالکوں نے سچ کہا ہے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو واپس پھیر دو! آپ یہ بات

سن کر ناراض ہوئے اور فرمایا اے گروہ قریش! تم باز آتے نظر نہیں آتے یعنی نافرمانی سے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تم پر اس شخص کو مسلط کرے جو اس کے حکم پر تمہاری گردنیں اتار دے اور آپ ﷺ نے غلاموں کو واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ اسلام لانے کے بعد دارالحرب میں مسلمانوں سے آملے تھے۔ اور ارشار فرمایا اللہ تعالیٰ کے آزاد کیے ہوئے ہیں۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ آپ ﷺ نے مسلمانوں پر ناراضی کا اظہار اس وجہ سے فرمایا کیونکہ وہ حکم شرعی کا اپنے خیال سے معارضہ کر رہے تھے اور مشرکوں کے حق میں گواہی دے رہے تھے۔ حالانکہ ان کے متعلق حکم شرعی یہی تھا کہ وہ دارالحرب سے فرار ہو چکے تھے۔ ان کو واپس کرنا جائز نہ تھا تو گویا اس طرح کہنے سے مالکوں کی زیادتی پر ان کی مدد ہو رہی تھی۔ (ع)

الفصل الثالث:

بنو جذیمہ کا واقعہ

۳۸۹۳/۱۷ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اِلٰى بَنِي جَذِيْمَةَ فَدَعَاهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ فَلَمْ يُحْسِنُوْا اَنْ يَقُوْلُوْا اَسْلَمْنَا فَجَعَلُوْا يَقُوْلُوْنَ صَبَأْنَا صَبَأْنَا فَجَعَلَ خَالِدٌ يَقْتُلُ وَيَأْسِرُ وَدَفَعَ اِلٰى كُلِّ رَجُلٍ مِنَّا اَسِيْرَهُ حَتّٰى اِذَا كَانَ يَوْمٌ اَمَرَ خَالِدٌ اَنْ يَقْتُلَ كُلُّ رَجُلٍ مِنَّا اَسِيْرَهُ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَا اَقْتُلُ اَسِيْرِيْ وَلَا يَقْتُلُ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِيْ اَسِيْرَهُ حَتّٰى قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَاهُ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَبْرَأُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ مَرَّتَيْنِ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۳ / ۱۸۱، کتاب المغازی، باب بعث النبی صلی الله علیه وسلم خالد بن الولید، الحدیث رقم ۴۳۳۹ وأحمد فی المسند ۲ / ۱۵۱

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے خالد بن ولید ؓ کو بنو جذیمہ کی طرف بھیجا۔ انہوں نے انہیں اسلام کی طرف بلایا وہ اضطراب کی وجہ سے اسلام کا اچھی طرح اظہار نہ کر سکے یعنی کلمہ اسلام درست طور پر نہ کہہ سکے۔ چنانچہ ان کی زبان پر صبانا صبانا جاری ہوا یعنی ہم اپنے دین سے نکل کر اسلام میں داخل ہوئے۔ تو حضرت خالد نے انہیں قتل کرنا شروع کیا یعنی بعض کو قتل اور بعض کو قید کیا۔ اور ہم میں سے ہر شخص کو ایک ایک قیدی دیا۔ اور ہر شخص کا قیدی اس کے پاس رہا یہاں تک کہ ایک دن گزرنے پر خالد نے حکم دیا کہ ہر شخص ہم میں سے اپنے قیدی کو قتل کرے۔ پس میں نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں تو اپنے قیدی کو قتل نہ کرونگا۔ اور میرے رفقاء میں سے بھی کوئی کسی قیدی کو قتل نہ کرے گا۔ یہاں تک کہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے۔ یہاں تک کہ ہم نے تمام واقعہ بیان کیا۔ تو آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اس طرح دعا کی یا اللہ! میں تیری بارگاہ میں خالد کے عمل سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔ آپ نے یہ بات دو مرتبہ فرمائی۔ یہ روایت بخاری نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ حتیٰ اذا کان: یہاں یہ مضمون محذوف ہے کہ ہمیں ہمارے قیدی دیکر ہمیں محافظت کا حکم دیا۔ جب تک کہ وہ ان

کے متعلق قتل کا حکم دیں۔ جب وہ دن آیا تو ہمیں قتل کا حکم دیا۔

حتّٰی قدمنا: یہاں بھی یہ محذوف ہے کہ ہم میں سے کوئی اپنے قیدی کو قتل نہ کرے گا۔ بلکہ اس کو آپ کی خدمت میں پہنچنے تک محفوظ رکھے گا۔ پس ہم نے اپنے قیدی محفوظ رکھے یہاں تک کہ ہم آپ کی خدمت میں آئے۔

خطابی کا قول: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ کلام خالد کے حق میں اس لئے فرمایا: کیونکہ خالدؓ نے تامل اور احتیاط نہ برتی تھی۔ اگر وہ تامل کرتے تو صبانا کی مراد ظاہر ہو جاتی اور یہ کلمہ دین اسلام کو اختیار کرنے کا بھی احتمال رکھتا ہے۔ لیکن انہوں نے صراحۃً اسلمنا سے عدول کیا تو خالد نے ان کی طرف سے اقرار اسلام اس لفظ سے قبول نہ کیا بلکہ اس کو بد دینی خیال کیا۔ (ع۔ح)

بَابُ الْاَمَانِ

امن دینے کا بیان

الفصل الاول:

درِ نبوت پر امّ ہانی کی حاضری

۱/۳۸۹۴ عَنْ اُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَتْ ذَهَبْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُّهٗ یَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهٗ تَسْتُرُهٗ بِثَوْبٍ فَسَلَّمْتُ فَقَالَ مَنْ هٰذِهٖ فَقُلْتُ اَنَا اُمُّ هَانِیْءٍ بِنْتِ اَبِیْ طَالِبٍ فَقَالَ مَرْحَبًا بِاُمِّ هَانِیٍٔ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهٖ قَامَ فَصَلّٰی ثَمَانِیَ رَكَعَاتٍ مُلْتَحِفًا فِیْ ثَوْبٍ ثُمَّ انْصَرَفَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زَعَمَ ابْنُ اُمِّیْ عَلِیٌّ اَنَّهٗ قَاتِلٌ رَجُلًا اَجَرْتُهٗ فُلَانَ بْنَ هُبَیْرَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَجَرْنَا مَنْ اَجَرْتِ یَا اُمَّ هَانِیٍٔ قَالَتْ اُمُّ هَانِیٍٔ وَذٰلِكَ ضُحًی (متفق علیه وفی روایة للترمذی) قَالَتْ اَجَرْتُ رَجُلَیْنِ مِنْ اَحْمَائِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَمَّنَّا مَنْ اَمَّنْتِ۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦ / ٢٧٣، کتاب الجزیه، باب امان النساء، الحدیث رقم ٣١٧١ و مسلم فی ١ / ٤٩٨، الحدیث رقم ٨٢ / ٣٣٦ وأبو داود فی السنن ٢ / ٦٣، الحدیث رقم ١٢٩٠، والدارمی فی ١ / ٤٠٢، الحدیث رقم ١٤٥٣، و مالك فی الموطا ١ / ١٥٢ الحدیث رقم ٢٨

ترجمہ: حضرت ام ہانی بنت ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فتح مکہ کے دن

حاضر ہوئی آپ ﷺ اس وقت غسل فرما رہے تھے اور حضرت فاطمہ پردہ کیے ہوئے تھیں میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے فرمایا: یہ کون ہے میں نے کہا ام ھانی بنت ابی طالب ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ خوش آمدید ہو۔ جب آپ اپنے غسل سے فارغ ہوئے تو آپ کھڑے ہوئے اور آپ نے آٹھ رکعت نماز ادا فرمائی یعنی چاشت کی نماز اس حال میں کہ آپ ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو چکے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری ماں جائے یعنی علیؓ نے بتلایا کہ وہ اس شخص کو جو ہبیرہ کا بیٹا ہے قتل کرنے والے ہیں جس کو میں نے اپنے گھر میں پناہ دے رکھی ہے۔ یعنی فلاں شخص جو کہ ھبیرہ کا بیٹا ہے۔ پس جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے امّ ہانی! یقیناً ہم نے اس کو پناہ دی جس کو تو نے پناہ دی۔ ام ہانی کہتی ہیں کہ یہ چاشت کا وقت تھا۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔ ترمذی کی روایت میں اس طرح ہے کہ ام ھانی کہنے لگی۔ میں نے دو آدمیوں کو پناہ دے رکھی ہے جو میرے خاوند کے رشتہ دار ہیں۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم نے اس کو امان دی جس کو تو نے امان دی۔

تشریح ۞ ہبیرہ: ام ہانی کے خاوند کا نام ہے۔ اسلام لانے کے بعد ام ہانی کی اس سے تفریق واقع ہوئی۔ یہ ہبیرہ کی اولاد سے تھا۔ ام ہانی نے اس کو امان دے رکھی تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کی امان کو قبول کرنے کیلئے تیار نہ تھے۔ بلکہ اس کو مار ڈالنا چاہتے تھے۔ ام ہانی نے آپ کی خدمت میں حقیقت حال ذکر کر دی ترمذی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ام ہانی کے گھر میں نہا رہے تھے اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے مکان میں نہا رہے تھے۔

صورتِ تطبیق: تقدیر عبارت اس طرح ہے کہ میں نے آپ کو اپنے گھر میں نہاتے ہوئے پایا یا یہ متعدد واقعات ہیں۔ (تطبیق اول مناسب نہیں) (ح۔ع) واللہ اعلم

الفصل الثانی:

مسلمان عورت پناہ دے سکتی ہے

۲/۳۸۹۵ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمَرْاَةَ لَتَاْخُذُ لِلْقَوْمِ یَعْنِیْ تَجِیْرُ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤ / ١٢٠ ' کتاب السیر' باب ما جاء فی امان العبد والمرأة' الحدیث رقم ١٥٧٩۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عورت کسی قوم کیلئے عہد یعنی مسلمانوں کی طرف سے پناہ دے سکتی ہے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **تَجِیْرُ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ**: یعنی کوئی مسلمان عورت اگر کسی کافر کو امان دے تو تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس کو امان دیں۔ اور اس امان کو نہ توڑیں۔ (ح)

بدعہدی کی سزا

۳/۳۸۹۶ وَعَنْ عَمْرِوبْنِ الْحَمِقِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اٰمَنَ رَجُلاً عَلٰى نَفْسِهٖ فَقَتَلَهٗ اُعْطِىَ لِوَاءَ الْغَدْرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (رواہ فی شرح السنة)

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۲ / ۸۹۶' کتاب الدیات' باب من امن رجلا' الحدیثرقم ۲۶۸۸ وأحمد فی المسند ۵ / ۲۲۳

ترجمہ: حضرت عمرو بن حمق سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جو شخص کسی کو جان کی امان دے پھر اسے قتل کر ڈالے تو قیامت کے دن بدعہدی کے جھنڈے والا ہوگا۔ یہ شرح السنہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ لِوَاءَ الْغَدْرِ : یہ مخلوق کے سامنے اس کے رسوا کرنے سے کنایہ ہے۔ دیگر روایات میں وارد ہے۔ کہ عہد شکن کو قیامت کے دن ایک جھنڈا دیا جائے گا۔ جس سے وہ پہچانا جائے گا۔ (ح)

اختتامِ معاہدہ کا اعلان کیا جائے

۴/۳۸۹۷ وَعَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ كَانَ بَيْنَ مُعَاوِيَةَ وَبَيْنَ الرُّوْمِ عَهْدٌ وَكَانَ يَسِيْرُ نَحْوَ بِلَادِهِمْ حَتّٰى اِذَا انْقَضَى الْعَهْدُ اَغَارَ عَلَيْهِمْ فَجَاءَ رَجُلٌ عَلٰى فَرَسٍ اَوْ بِرْذَوْنٍ وَهُوَ يَقُوْلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَفَاءٌ لَا غَدْرٌ فَنَظَرُوْا فَاِذَا هُوَ عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ فَسَأَلَهٗ مُعَاوِيَةُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ كَانَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَحُلَّنَّ عَهْدًا وَلَا يَشُدَّنَّهٗ حَتّٰى يَمْضِىَ اَمَدُهٗ اَوْ يَنْبِذَ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاءٍ قَالَ فَرَجَعَ مُعَاوِيَةُ بِالنَّاسِ۔ (رواہ الترمذی و ابوداؤد)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۱۹۰' کتاب الجهاد' باب فی الامام ان یکون بینه وبین العدو' ح ۲۷۵۹ والترمذی فی ٤ / ۱۲۱' الحدیث رقم ۱۵۸۰

ترجمہ: حضرت سُلیم بن عامرؓ سے روایت ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ اور رومیوں کے درمیان معاہدہ صلح تھا کہ وہ ایک مقررہ وقت تک نہ لڑیں گے۔ حضرت معاویہؓ ان کے شہروں کا گشت کرتے تھے کہ جب معاہدہ کا وقت پورا ہو تو ان پر فوراً حملہ آور ہو جائیں اور لوٹ ڈالیں۔ اور اگر اپنے مقام پر بیٹھے رہیں گے۔ اور اختتام معاہدہ کے بعد جائیں گے تو وہ خبردار ہو جائیں گے۔ پس ایک شخص عربی یا تر کی گھوڑے پر سوار آیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر وفا ہو نہ کہ غدر۔ یعنی تم پر عہد کو پورا کرنا لازم ہے عہد شکنی مناسب نہیں یعنی تمہارا دشمنوں کے شہروں کی طرف فوج سے گشت کرنا غدر کے مترادف ہے۔ یہ وعدہ وفائی نہیں۔ لوگوں نے دیکھا تو وہ حضرت عمرو بن عبسہؓ تھے۔ حضرت معاویہؓ نے ان سے یہ بات دریافت کی یعنی ہمارا یہاں گشت کرنا کیوں غدر ہے۔ تو حضرت عمرو کہنے لگے۔ کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جس شخص اور دوسری قوم کے درمیان معاہدہ ہو؟ پس وہ اس عہد کو نہ توڑے بلکہ مدت گزرنے تک اس عہد پر قائم رہنے یا ان پر برابری کے ساتھ عہد کو توڑے یعنی ان کو مطلع کر دے کہ ہماری تمہاری صلح باقی نہیں رہی' اب ہم اور تم برابر ہیں۔

سلیم بن عامر راوی کہتے ہیں کہ اسی وقت حضرت معاویہ فوج سمیت واپس لوٹ آئے۔

تشریح ۞ وَلَا يَشُدَّنَّهٗ: یعنی عہد کو تبدیل نہ کرے خواہ کوئی صورت پیش آئے۔ اس کلام سے مراد یہ ہے کہ عہد کا تبدیل نہ کرنا ہے۔ ورنہ شد عہد تو قابل مذمت نہیں ہے۔ (ح)

پابندی عہد میں کمال

۵/۳۸۹۸ وَعَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ بَعَثَنِیْ قُرَیْشٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُلْقِیَ فِیْ قَلْبِی الْاِسْلَامُ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ وَاللّٰهِ لَا اَرْجِعُ اِلَیْهِمْ اَبَدًا ا قَالَ اِنِّیْ لَا اَخِیْسُ بِالْعَهْدِ وَلَا اَحْبِسُ الْبُرُدَ وَلٰکِنْ اِرْجِعْ فَاِنْ کَانَ فِیْ نَفْسِكَ الَّذِیْ فِیْ نَفْسِكَ الْاٰنَ فَارْجِعْ قَالَ فَذَهَبْتُ ثُمَّ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمْتُ۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجه أبو داود في السنن ٣ / ١٨٩، كتاب الجهاد، باب في الامام يستجن به، الحديث رقم ٢٧٥٨ وأحمد في المسند ٦ / ٨

ترجمہ: حضرت ابورافعؓ سے روایت ہے کہ قریش نے مجھے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں (صلح حدیبیہ کے موقع پر) بھیجا۔ جب میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو میرے دل میں اسلام ڈال دیا گیا۔ میں نے کہا۔ یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! میں ان کی طرف واپس نہ جاؤں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نہ عہد توڑتا ہوں اور نہ قاصدوں کو قید کرتا ہوں لیکن تم واپس جاؤ اگر تیرے دل میں وہی چیز باقی رہی جواب ہے تو واپس لوٹ آ۔ ابورافع کہتے ہیں کہ میں واپس پھر کر مسلمان ہوگیا۔ یعنی میں نے اسلام ظاہر کیا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ آپ ﷺ نے اسے اس لئے نہیں روکا تاکہ وہ مدعا کے موافق بات کرلے۔

فَارْجِعْ: پھر کفار کے پاس سے ہمارے پاس آکر اسلام کا اظہار کرو یعنی ابھی اسلام کو ظاہر مت کرو۔ وہاں جاؤ اور پھر وہاں سے واپس آکر اظہار اسلام کرو۔ (ع)

قاصد کا قتل ممنوع ہے

۶/۳۸۹۹ وَعَنْ نُعَیْمِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلَیْنِ جَاءَ مِنْ عِنْدِ مُسَیْلَمَةَ اَمَا وَاللّٰهِ لَوْلَا اَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ لَضَرَبْتُ اَعْنَاقَکُمَا۔ (رواہ احمد وابوداؤد)

اخرجه أبو داود في السنن ٣ / ١٩١، كتاب الجهاد، باب في الرسل، الحديث رقم ٢٧٦١ و أحمد في المسند ٣ / ٤٨٧

ترجمہ: حضرت نعیم بن مسعودؓ سے روایت ہے۔ کہ مسیلمہ کذاب کی طرف سے آنے والے دو اشخاص کو آپ ﷺ نے فرمایا: سنو! اگر شریعت میں قاصد کو قتل کرنا ناجائز نہ ہوتا تو میں تمہیں قتل کر دیتا۔ یہ روایت احمد، ابوداؤد کی ہے۔

تشریح ۞ مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ یہ دو قاصد اس نے آپ ﷺ کی طرف روانہ کیے جن کے نام عبداللہ بن

قراحہ اور ابن اثال تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کے سامنے کہا: **نشهد ان مسلیمة رسول الله** تو آپ ﷺ نے ناراضگی سے یہ کلام کیا۔ (ح)

قسم کو پورا کرو

۳۹۰۰/۷ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ خُطْبَتِهٖ اَوْفُوْا بِحَلْفِ الْجَاهِلِيَّةِ فَاِنَّهٗ لَا يَزِيْدُهٗ يَعْنِي الْاِسْلَامَ اِلَّا شِدَّةً وَلَا تُحْدِثُوْا حِلْفًا فِي الْاِسْلَامِ (رواه الترمذی) **مِنْ طَرِيْقِ حُسَيْنِ بْنِ ذَكْوَانَ عَنْ عَمْرٍو وَقَالَ حَسَنٌ۔**

اخرجه الترمذی فی السنن ٤ / ١٤٢' كتاب السير' باب ما جاء فی الحلف' الحديث رقم ١٥٨٥ وأحمد فی المسند ٢ / ٢١٣

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیبؒ نے اپنے والد اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ تم جاہلیت کی قسم کو پورا کرو اسلام تو قسم کو اور مضبوط کرتا ہے۔ (بشرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم ہو) یعنی اسلام میں وفائے عہد کی زیادہ تاکید ہے۔ اس کے مخالف نہیں۔ اسلام میں کوئی نئی قسم مت پیدا کرو۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔ جس کو حسین بن ذکوان کی سند سے نقل کیا اور انہوں نے عمرو سے نقل کیا۔ اور اس کو حسن قرار دیا۔

تشریح ۞ **اَوْفُوْا بِحَلْفِ** : یعنی زمانہ جاہلیت کے معاہدے جو باہمی مدد کے سلسلہ میں ہوان کو پورا کرو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: **اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ**۔ اس سے مراد وہ قسمیں ہیں جو دین کے مخالف نہ ہوں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ ۔ (المائدہ:۲)

''نیکی اور تقوی پر معاونت کرو اور گناہ و دشمنی میں مت تعاون کرو''۔

حاصل یہ ہے: کہ ایام جاہلیت میں جو حلف فتنے باری اور قتال پر لیے گئے ان سے تو منع فرمادیا گیا۔ اور ان کو رد کرتے ہوئے فرمایا گیا: **لَا حِلْفَ فِي الْاِسْلَامِ**۔۔۔۔۔۔ اور جو معاہدات مظلوم کی نصرت و مدد اور صلہ رحمی وغیرہ کے سلسلہ میں ہوں۔ اسلام ان کو مزید تقویت مہیا کرتا ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد نبوت میں فرمایا: **ايما حلف كان فی الجاهلية لم يزده الاسلام الا شدة** ۔ ''اسلام میں حلف یعنی قسما قسمی کو رواج نہ دو''۔

وَلَا تُحْدِثُوْا : نہ پیدا کرو۔ کیونکہ اسلام میں جس ہمدردی، مدد کو لازم کیا گیا وہ کفایت کرنے والا ہے۔

علامہ طیبی کا قول: حلفاً: حلفاً کی تنوین میں دو احتمال ہیں۔ نمبر۱۔ جنس کیلئے ہے۔ یعنی کوئی قسم کی جنس سے نئی مت پیدا کرو۔ نمبر۲۔ نوع کیلئے ہے۔ یعنی خاص نوع کی قسم مت پیدا کرو۔

ملا علی قاریؒ کا قول: یہاں بیان نوع مراد ہے۔ اور مظہرؒ کا قول بھی اس کا مؤید ہے یعنی اگر زمانہ جاہلیت میں کسی کی مدد و معاونت کی قسم کھائی ہے تو اس کا ایفاء اس صورت میں کیا جائیگا جبکہ وہ اسلام کے طرز عمل کے خلاف نہ ہو مثلاً ناحق مدد کرنا۔ مگر تم اسلام

میں ایسی قسم مت ایجاد کرو جو مزاج اسلام کے خلاف ہو مثلاً یہ معاہدہ کرنا کہ تم میرے مرنے پر میرے وارث ہو گے اور تمہارے مرنے پر میں وارث ہونگا۔ اس قسم کی تمام قسموں کو ختم کر دیا۔ (ح۔ع) باقی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کتاب القصاص میں مذکور ہے جس کی ابتداء اس طرح ہے: تَتَكَافَأُ دِمَائُهُمْ ......۔

الفصل الثالث:

مسیلمہ کے قاصد

۸/۳۹۰۱ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَاءَ ابْنُ النَّوَاحَةِ وَابْنُ اُثَالٍ رَسُوْلَا مُسَيْلَمَةَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمَا اَتَشْهَدَانِ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَا نَشْهَدُ اَنَّ مُسَيْلَمَةَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لَوْ كُنْتُ قَاتِلًا رَسُوْلًا لَقَتَلْتُكُمَا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَمَضَتِ السُّنَّةُ اَنَّ الرَّسُوْلَ لَا يُقْتَلُ ۔(رواہ احمد)

اخرجه احمد بن حنبل فی المسند ۱ / ۳۸٤

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب کے دو قاصد ابن نواحہ اور ابن اثال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم دونوں یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو وہ دونوں کہنے لگے ہم تو گواہی دیتے ہیں کہ مسیلمہ خدا کا رسول ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا۔ پھر فرمایا اگر میں قاصدوں کو قتل کرنے والا ہوتا تو تم دونوں کو قتل کر دیتا۔ عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ اس سے یہ طریقہ جاری ہوا کہ قاصد کو قتل نہ کیا جائے جبکہ وہ کوئی سخت ناز یبا بات کی وجہ سے قتل کا حقدار بھی ہو جائے۔ یہ احمد کی روایت ہے۔

تشریح: ان قاصدوں نے انکار کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گویا تکذیب کر دی اور مسیلمہ کذاب کی فرماں برداری کا اقرار کیا۔

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا جہاں طلب حق اور آپ کے حلم و حوصلہ اور ان کے سزا دینے میں جلدی نہ کرنے پر دلالت کرتا ہے وہاں اس میں اس لعین کی نبوت کے انکار اور باطل دعوے کی تکذیب کا اشارہ بھی ہے۔ (ع)

بَابُ قِسْمَةِ الْغَنَائِمِ وَالْغُلُوْلِ فِيْهَا

تقسیم غنیمت اور اس میں خیانت کا بیان

غنیمت: وہ مال جس کو قتال کر کے کفار سے حاصل کیا جائے اور بلا قتال حاصل ہونے والا مال فیٔ کہلاتا ہے۔ (ع)

الفصل الاول:

اُمت کیلئے مال غنیمت کی حلت

۱/۳۹۰۲ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَلَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِاَحَدٍ مِنْ قَبْلِنَا ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ رَاٰی ضَعْفَنَا وَعِجْزَ نَا فَطَیَّبَهَا لَنَا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦ / ٢٢٠، کتاب فرض الخمس، باب قول النبی صلی الله علیه وسلم احلت لکم الغنائم، الحدیث رقم ٣١٢٤ و مسلم فی ٣ / ٣٦٦، الحدیث رقم (٣٢ ـ ١٧٤٧) وأحمد فی المسند ٢ / ٣١٧

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم سے پہلے کسی کے لئے بھی مال غنیمت حلال نہ تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ہماری کمزوری اور عجز دیکھا تو ہمارے لئے مال غنیمت کو حلال کر دیا۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح: علامہ طیبیؒ کا قول: فَلَمْ تَحِلَّ میں فا عاطفہ ہے اس کا پہلے کلام پر عطف کیا گیا ہے۔ پس یہ سابقہ کلام کا تتمہ ہے۔ جیسا کہ فصل ثالث میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ذکر کیا گیا ہے۔ پہلی امتوں میں یہ دستور تھا کہ جب وہ جہاد کرتے تو مال غنیمت کو جمع کرتے پھر آسمان سے آگ اترتی اگر وہ آگ اس کو جلا دیتی تو انکا جہاد مقبول سمجھا جاتا ورنہ نامقبول ہوتا۔ (ع)

غزوہ حنین کا واقعہ

۲/۳۹۰۳ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَامَ حُنَیْنٍ فَلَمَّا الْتَقَیْنَا کَانَتْ لِلْمُسْلِمِیْنَ جَوْلَةٌ فَرَاَیْتُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ قَدْ عَلَا رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَضَرَبْتُهٗ مِنْ وَّرَائِهٖ عَلٰی حَبْلِ عَاتِقِهٖ بِالسَّیْفِ فَقَطَعْتُ الدِّرْعَ وَاَقْبَلَ عَلَیَّ فَضَمَّنِیْ ضَمَّةً وَجَدْتُّ مِنْهَا رِیْحَ الْمَوْتِ ثُمَّ اَدْرَکَهُ الْمَوْتُ فَاَرْسَلَنِیْ فَلَحِقْتُ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ مَابَالُ النَّاسِ قَالَ اَمْرُ اللّٰهِ ثُمَّ رَجَعُوْا وَجَلَسَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ قَتَلَ قَتِیْلًا لَهٗ عَلَیْهِ بَیِّنَةٌ فَلَهٗ سَلَبُهٗ فَقُلْتُ مَنْ یَشْهَدُ لِیْ ثُمَّ جَلَسْتُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ فَقُمْتُ مَنْ یَّشْهَدُ لِیْ ثُمَّ جَلَسْتُ ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ فَقُلْتُ فَقَالَ مَالَكَ یَا اَبَا قَتَادَةَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ رَجُلٌ صَدَقَ وَسَلَبُهٗ عِنْدِیْ فَاَرْضِهٖ مِنِّیْ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ لَا هَا اللّٰهِ اِذًا لَا یَعْمِدُ اِلٰی اَسَدٍ مِنْ اُسُدِ اللّٰهِ یُقَاتِلُ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَیُعْطِیْكَ سَلَبَهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ فَاَعْطِهٖ فَاَعْطَانِیْهِ فَابْتَعْتُ بِهٖ مَخْرَفًا فِیْ بَنِیْ سَلِمَةَ فَاِنَّهٗ لَاَوَّلُ مَالٍ تَاَثَّلْتُهٗ فِی الْاِسْلَامِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٨ / ٣٤ کتاب المغازی، باب قول الله تعالی، الحدیث رقم ٤٣٢١ و مسلم فی ٣ / ١٣٧٠

الحدیث رقم (٤١ ۔ ١٧٥١) و أبو داود فی السنن ٣ / ١٥٩ الحدیث رقم ٢٧١٧، والترمذی فی ٤ / ١١١ الحدیث رقم ١٥٦٢ و مالك فی المؤطا ٢ / ٤٥٤ الحدیث رقم ١٨ من کتاب الجهاد۔

ترجمہ: حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کی معیت میں غزوہ حنین کی طرف نکلے، یہ غزوہ فتح مکہ کے بعد پیش آیا۔ جب ہمارا یعنی مسلمانوں کا کفار سے سامنا ہوا تو صورۃً مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ میں نے ایک مشرک کو دیکھا کہ وہ ایک مسلمان پر غالب آگیا ہے تو میں نے کافر کی شہ رگ پر تلوار مار کر اس کی زرہ کاٹ ڈالی۔ اب وہ کافر میری جانب متوجہ ہوا اور اس نے مجھے اس قدر قوت سے دبوچا کہ مجھے اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور میں قریب المرگ ہوگیا پھر وہ مرگیا تو اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد میری ملاقات عمر بن خطابؓ سے ہوئی تو میں نے پوچھا لوگوں کا کیا حال ہے کہ بھاگ کھڑے ہوئے ہیں، وہ کہنے لگے یہ قضاء اور قدر کا معاملہ ہے۔ یعنی تقدیر سے ہوا ہے۔ اس کے بعد مسلمان دوبارہ لوٹے یعنی لڑنے کے لئے دوبارہ لوٹے (اور آپ ﷺ نے اعلان فرمایا: کہ جو شخص کسی کافر کو قتل کرے گا۔ اور اس کے پاس قتل پر شاہد بھی ہو خواہ ایک ہی ہو تو اسے مقتول کا اسباب ملے گا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میرے لئے کون گواہی دے گا کہ میں نے اس مشرک کو قتل کیا ہے۔ میں پھر بیٹھ گیا۔ آپ نے پھر وہی بات دہرائی۔ کہ جو قتل کرے۔۔۔ میں نے دل میں کہا کہ میرے لئے کون گواہی دیگا۔ اسلئے میں بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے پھر تیسری مرتبہ اسی طرح فرمایا: چنانچہ میں کھڑا ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوقتادہ تجھے کیا ہے؟ یعنی تم کبھی کھڑے ہوتے اور کبھی بیٹھتے ہو۔ تو میں نے حاجت مند اور صاحب غرض کی طرح آپ کو اطلاع دی کہ میں نے فلاں مشرک کو قتل کیا ہے۔ ایک شخص کہنے لگا۔ ابوقتادہ سچ کہتا ہے۔ اور اس مشرک کا سامان میرے پاس ہے۔ اس کو مجھ سے راضی کر دیعنی اس سامان کے بدلے اور سامان مجھے دے دیں تاکہ یہ مجھے مل جائے یا مصالحت کے ساتھ ہمیں آپس میں راضی کر دیں۔ تو حضرت ابوبکرؓ اس کی بات سن کر کہنے لگے کہ ایسا نہ چاہیے۔ اللہ کی قسم! جناب رسول اللہ ﷺ اس معاملہ میں اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کی مرضی کے خلاف قصد نہ فرمائیں گے۔ کیونکہ ابوقتادہ اللہ اور اس کے رسول کی خوشی کیلئے لڑتا ہے۔ پھر اس کا اسباب تمہیں کیسے مل سکتا ہے؟ پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابوبکرؓ نے درست کہا ہے۔ تم اس مشرک کا سامان ابوقتادہؓ کو دے دو۔ چنانچہ اس شخص نے اس مشرک کا تمام اسباب مجھے دے دیا تو میں نے اس کے بدلے ایک باغ خریدا۔ جو قبیلہ بنو سلمہ کے درمیان میں واقع تھا۔ یہ پہلا اسباب تھا جو میں نے اسلام قبول کر لینے کے بعد جمع کیا۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ غزوۂ حنین میں مسلمانوں کو ابتداءً تھوڑی سی شکست کا سامنا ہوا تھا۔ اور آپ ﷺ بنفس نفیس سفید خچر پر سوار ثابت قدم تھے۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب اور ابوسفیان بن الحارث خچر کی باگوں کو تھامے اسے آگے بڑھنے سے روک رہے تھے اور آپ ﷺ حملے کے ارادہ سے آگے بڑھ رہے تھے اور زبان سے فرما رہے تھے:

اَنَا النَّبِیُّ لَا كَذِبْ، اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبِ ۔

''یعنی میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں اور جھوٹ نہیں کہتا سچا نبی ہوں''۔

گھڑسوار کے تین حصے

۳/۳۹۰۴ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَسْہَمَ لِلرَّجُلِ وَلِفَرَسِہٖ ثَلَاثَۃَ اَسْہُمٍ سَہْمًا لَہٗ وَسَہْمَیْنِ لِفَرَسِہٖ۔ (متفق علیہ)

اخرجہ البخاری فی صحیحہ ٦ / ٦٧' کتاب الجہاد' باب سہام الفرس' الحدیث رقم ٢٨٦٣ و مسلم فی ٣ / ١٣١٢' الحدیث رقم (٥٧ ـ ١٧٦٢) و أبو داود فی السنن ٣ / ١٧٢٠' الحدیث رقم ٢٧٣٣' والترمذی فی ٤ / ١٠٥' الحدیث رقم ١٥٥٤' وابن ماجہ ٢ / ٩٥٢' الحدیث رقم ٢٨٥٤' والدارمی فی ٢ / ٢٩٧' الحدیث رقم ٢٤٧٢' وأحمد فی المسند ٢ / ٤١

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مجاہد اور اس کے گھوڑے کیلئے تین حصے عنایت فرمائے ایک سوار کا حصہ اور دو اس کے گھوڑے کے۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اکثر ائمہ کا اسی پر عمل ہے۔ البتہ بعض علماء کے ہاں دو حصے سوار کے اور ایک حصہ گھوڑے کا ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی مسلک ہے کہ آپ ﷺ نے سوار کو دو حصے عنایت فرمائے۔ دوسری فصل میں وہ روایت آئے گی۔ اور اسی طرح کی روایت حضرت علی اور ابوموسیٰ اشعریؓ سے بھی وارد ہے۔ بلکہ صاحب ہدایہؒ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول بھی اسی طرح نقل کیا ہے اور صاحب ہدایہ نے فرمایا۔ جب ابن عمرؓ سے مختلف روایات آگئیں تو اب دونوں میں روایت کو ترجیح دی گئی۔ (ح)

نجدہ حروری کا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو خط

۴/۳۹۰۵ وَعَنْ یَزِیْدَ بْنِ هُرْمُزٍ قَالَ کَتَبَ نَجْدَۃُ الْحَرُوْرِیُّ اِلَی ابْنِ عَبَّاسٍ یَسْاَلُہٗ عَنِ الْعَبْدِ وَالْمَرْاَۃِ یَحْضُرَانِ الْغَنَمَ هَلْ یُقْسَمُ لَهُمَا فَقَالَ لِیَزِیْدَ اُکْتُبْ اِلَیْہِ اَنَّہٗ لَیْسَ لَهُمَا سَهْمٌ اِلَّا اَنْ یُّحْذَیَا وَفِیْ رِوَایَۃٍ کَتَبَ اِلَیْہِ ابْنُ عَبَّاسٍ اَنَّکَ کَتَبْتَ تَسْاَلُنِیْ هَلْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَغْزُوْ بِالنِّسَاءِ وَهَلْ کَانَ یَضْرِبُ لَهُنَّ بِسَهْمٍ فَقَدْ کَانَ یَغْزُوْ بِهِنَّ یُدَاوِیْنَ الْمَرْضٰی وَیُحْذَیْنَ مِنَ الْغَنِیْمَۃِ وَاَمَّا السَّهْمُ فَلَمْ یُضْرَبْ لَهُنَّ بِسَهْمٍ۔ (رواہ مسلم)

اخرجہ مسلم فی صحیحہ ٣ / ١٤٤٥ کتاب الجہاد' باب النساء الغازیات' الحدیث رقم (١٣٩ ـ ١٨١٢) و أبو داود فی ٣ / ١٦٩ الحدیث رقم ٢٧٢٧

ترجمہ: حضرت یزید بن ہرمز کہتے ہیں کہ نجدہ حروری نے حضرت ابن عباسؓ کو ایک خط تحریر کیا جس میں اس نے سوال کیا کہ جب غلام اور عورت تقسیم غنیمت کے وقت موجود ہوں تو ان کو غنیمت کا حصہ دیا جائے گا؟ حضرت ابن عباسؓ نے یزید سے ارشاد فرمایا: تم میری طرف سے نجدہ کو یہ جواب تحریر کرو کہ ان دونوں کا حصہ مقرر نہیں البتہ موقعہ پر ان کو کچھ دے دیا جائے گا۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ آپ نے اسے تحریر فرمایا کہ تم نے خط لکھ کر مجھ سے دریافت کیا ہے کہ کیا

جناب رسول اللہ ﷺ جہاد میں عورتوں کو ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ جو بیماروں کا علاج معالجہ کرتیں (اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں) آپ ان کو مال غنیمت میں سے اسی طرح کچھ دے دیا کرتے لیکن ان کے لئے (مستقل حصہ مقرر نہیں فرمایا)۔
(صحیح مسلم)

تشریح ۞ نجدہ: یہ خارجیوں کے سردار کا نام ہے اور حروراء یہ کوفہ کا ایک نواحی گاؤں ہے۔ اس کی طرف نسبت کی وجہ یہ ہے کہ وہاں خوارج کا پہلا اجتماع ہوا تھا۔

اکثر اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ عورتوں اور غلاموں کو غنیمت میں سے ویسے ہی کچھ دیا جائے گا۔ پورا حصہ مقرر نہ ہوگا۔ ہدایہ میں ہمارا مسلک بھی یہی لکھا ہے اور ساتھ یہ بھی تحریر کیا کہ غلام کو قتال کرنے اور عورت کو علاج معالجہ کرنے کی صورت میں دیا جائے گا۔

سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی کمال بہادری

۵/۳۹۰۶ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِظَهْرِهٖ مَعَ رَبَاحٍ غُلَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مَعَهٗ فَلَمَّا اَصْبَحْنَا اِذَاعَبْدُ الرَّحْمٰنِ الْفَزَارِيُّ قَدْاَغَارَعَلٰى ظَهْرِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُمْتُ عَلٰى اَكَمَةٍ فَاسْتَقْبَلْتُ الْمَدِيْنَةَ فَنَادَيْتُ ثَلَاثًا يَاصَبَاحَاهُ ثُمَّ خَرَجْتُ فِيْ اٰثَارِالْقَوْمِ اَرْمِيْهِمْ بِالنَّبْلِ وَاَرْتَجِزُ اَقُوْلُ اَنَا ابْنُ الْاَكْوَعِ وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعِ فَمَازِلْتُ اَرْمِيْهِمْ وَاَعْقِرُبِهِمْ حَتّٰى مَاخَلَقَ اللّٰهُ مِنْ بَعِيْرٍمِنْ ظَهْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّاخَلَّفْتُهٗ وَرَاءَ ظَهْرِيْ ثُمَّ اتَّبَعْتُهُمْ اَرْمِيْهِمْ حَتّٰى اَلْقَوْا اَكْثَرَمِنْ ثَلَاثِيْنَ بُرْدَةً وَثَلَاثِيْنَ رُمْحًا يَسْتَخِفُّوْنَ وَلَايَطْرَحُوْنَ شَيْئًا اِلَّاجَعَلْتُ عَلَيْهِ آرَامًا مِنَ الْحِجَارَةِ يَعْرِفُهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ حَتّٰى رَاَيْتُ فَوَارِسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَحِقَ اَبُوْقَتَادَةَ فَارِسُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَتَلَهٗ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ فُرْسَانِنَا الْيَوْمَ اَبُوْقَتَادَةَ وَخَيْرُ رُجَالَتِنَا سَلَمَةُ قَالَ ثُمَّ اَعْطَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَهْمَيْنِ سَهْمَ الْفَارِسِ وَسَهْمَ الرَّاجِلِ فَجَمَعَهُمَالِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ اَرْدَفَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاءَهٗ عَلَى الْعَضْبَاءِ رَاجِعِيْنَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ٣ / ١٤٣٣ كتاب الجهاد، باب غزوه ذى قرد، الحديث رقم (١٣٢ ـ ١٨٠٧) وأحمد في المسند ٤ / ٥٢

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے (حدیبیہ کی صلح کے بعد مدینہ واپسی پر) اپنی سواری کے اونٹ اپنے غلام رباح کے ساتھ میری معیت میں آگے روانہ فرمائے جب ہم نے صبح کی تو اچانک عبدالرحمان فزاری

نے آپ کے اونٹوں پر لوٹ ڈال دی۔ میں نے مدینہ کی طرف منہ کر کے ایک ٹیلہ پر کھڑے ہو کر یا صباحاہ! تین مرتبہ پکار کر کہا۔ پھر میں ان لوگوں کے پیچھے روانہ ہوا۔ میں ان کو تیر مار رہا تھا اور یہ رجز پڑھ رہا تھا: آنَا ابْنُ الْاَکْوَعِ وَالْیَوْمُ یَوْمُ الرُّضَّعِ۔ میں اکوع کا بیٹا ہوں اور یہ ایک بُرے لوگوں کی ہلاکت کا دن ہے۔ یعنی کفار کی ہلاکت کا دن ہے۔ میں ان کو تیر مارتا اور ان کے اونٹوں کی کونچیں زخمی کرتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ آپ کی سواری میں آنے والا کوئی ایسا اونٹ نہ تھا جس کو میں نے ان سے چھڑوا نہ لیا ہو۔ پھر میں نے ان کا پیچھا کیا اور ان کی طرف تیر مارتا رہا یہاں تک کہ انہوں نے تیس چادر اور تیس نیزے گرا دیے تا کہ انکا بوجھ ہلکا ہو اور وہ تیزی سے بھاگ سکیں وہ جو چیز پھینکتے میں اس پر پتھر رکھتا جاتا تا کہ آپ ﷺ آپ کے صحابہ کرام اگر (پیچھے سے) آئیں تو پہچان لیں۔ چنانچہ میں نے آپ ﷺ کے سواروں کو دیکھا۔ حضرت ابوقتادہ فارس رسول اللہ ﷺ عبدالرحمان فزاری کو جا ملے اور اسے قتل کر دیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آج کے دن ہمارا بہترین سوار ابوقتادہ ہے اور ہمارا بہترین پیادہ سلمہ بن اکوع ہے۔ سلمہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے دو حصے عنایت فرمائے ایک حصہ سوار کا اور ایک حصہ پیدل کا۔ پھر میرے دونوں حصوں کو جمع کر کے آپ نے مجھے اپنے پیچھے عضباء اونٹنی پر بٹھا لیا اور ہم مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **یَوْمُ الرُّضَّعِ** : یہ راضع کی جمع ہے جس طرح رکع راکع کی جمع ہے۔ راضع کمینے شخص کو کہتے ہیں۔

آرَامًا ۔ یہ ارم کی جمع ہے جیسا کہ اعناب عنب کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ علامت و نشانی ہے۔ جنگلوں میں راستہ یا کسی دفینہ کیلئے بطور علامت پتھر رکھ دیتے تا کہ واپس لوٹنے پر اس کو پہچان لیا جائے۔

سَهْمَ الْفَارِسِ : آپ ﷺ نے پیادہ کے حصہ کے علاوہ سوار کا حصہ بھی عنایت فرمایا: اگرچہ یہ پیادہ پا تھے۔ مگر انہوں نے اس معرکہ کو سوار کی طرح سر کر لیا۔ اس لئے آپ نے ان کی تگ و دو اور محنت کی وجہ سے ان کو یہ حصہ عنایت فرمایا: امام کو ترغیب جہاد کیلئے کسی مجاہد کو حصہ سے زیادہ دینا درست ہے۔

خاص اشخاص کو انعامات

۶/۳۹۰۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُنَفِّلُ بَعْضَ مَنْ يَّبْعَثُ مِنَ السَّرَايَا لِاَنْفُسِهِمْ خَاصَّةً سِوٰى قِسْمَةِ عَامَّةِ الْجَيْشِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦ / ٢٣٧، کتاب فرض الخمس، باب ومن الدلیل، الحدیث رقم ٣١٣٥ و مسلم فی ٣ / ١٣٦٩، الحدیث رقم ١٧٥٠، وأبو داود فی السنن ٣ / ١٨٠، الحدیث رقم ٢٧٤٦

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ بعض اشخاص کو ان کی (جدوجہد کی) وجہ سے خاص حصہ عنایت فرماتے جو عام لوگوں سے زائد ہوتا تا کہ ان کو دشمن کے مقابلہ میں لڑنے کی خوب رغبت ہو۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔

مقررہ حصوں سے زائد

۳۹۰۸/۷ وَعَنْهُ قَالَ نَفَّلَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَلاً سِوٰى نَصِيْبِنَا مِنَ الْخُمُسِ فَاَصَابَنِىْ شَارِفٌ وَالشَّارِفُ الْمُسِنُّ الْكَبِيْرُ۔ (متفق علیه)

اخرجه مسلم فی صحيحه ۳ / ۱۳۶۹ كتاب الجهاد' باب الانفال' الحديث رقم (۳۸ ـ ۱۷۵۰)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہمارے مقررہ حصوں کے علاوہ کچھ زیادہ عنایت فرمایا' چنانچہ میرے حصہ میں ایک شارف آئی۔ شارف بوڑھی بڑی اونٹنی کو کہا جاتا ہے۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔

بھاگے ہوئے گھوڑے کا غنیمت میں حکم

۳۹۰۹/۸ وَعَنْهُ قَالَ ذَهَبَتْ فَرَسٌ لَهُ فَاَخَذَهُ الْعَدُوُّ فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُوْنَ فَرُدَّ عَلَيْهِ فِىْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِىْ رِوَايَةٍ اَبَقَ عَبْدٌ لَهُ فَلَحِقَ بِالرُّوْمِ فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُوْنَ فَرَدَّ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحيحه ٦ / ١٨٢ كتاب الجهاد' باب غزوة خيبر' الحديث رقم (٤٢٢٩ ـ ٣٠٦٧) وابن ماجه فی ۲ / ۹٤۹' الحديث رقم ۲۸٤۷۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ کے متعلق منقول ہے کہ (ایک دفعہ) میرا گھوڑا بھاگ گیا جس کو دشمنوں نے پکڑ لیا۔ پھر جب مسلمانوں کو ان دشمنوں پر فتح حاصل ہوئی (اور ان کے مال غنیمت میں وہ گھوڑا آیا) تو مجھے میرا گھوڑا واپس کر دیا گیا۔ یعنی اسے مال غنیمت میں سے شمار نہ فرمایا۔ یہ واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک کا ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ ابن عمرؓ کا ایک غلام بھاگ کر رومیوں سے جا ملا۔ جب مسلمانوں کو ان پر فتح حاصل ہوئی تو خالد بن ولیدؓ نے ابن عمرؓ کو انکا وہ غلام واپس کر دیا اور یہ جناب رسول اللہ کے بعد کا واقعہ ہے۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔

تشریح ❁ ابن ملکؒ کا قول: اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر مسلمانوں کا غلام بھاگ کر کفار کے ہاں چلا جائے تو وہ پکڑ لینے سے اس کے مالک نہ بنیں گے۔ ان کفار پر جب مسلمانوں کو غلبہ ملے گا تو وہ غلام مال غنیمت میں آنے کے باوجود مالک کو واپس کرنا ضروری ہے۔ خواہ اس کی واپسی غنائم کی تقسیم سے پہلے ہو یا بعد میں ہو۔

ابن ھمام رحمہ اللہ کا قول: اگر کسی مسلمان یا ذمی کا غلام دار الحرب میں بھاگ کر ان سے مل جائے اور کفار اسے پکڑ لیں تو امام ابوحنیفہؒ ہاں بھی وہ کفار اس کے مالک نہ ہوں گے۔ البتہ صاحبین رحمہما اللہ کے ہاں وہ کافر اس کے مالک بن جائیں گے اور امام مالک واحمد کا قول بھی ان کے موافق ہے۔

اتفاقی قول: اگر کسی کا غلام مرتد ہو کر کفار کی طرف بھاگ جائے اور وہ اسے پکڑ لیں تو تمام آئمہ کے ہاں وہ اس کے مالک بن

جائیں گے۔ اسی طرح مسلمان یا ذمی کا اونٹ وغیرہ بھاگ گیا اور کفار نے پکڑ لیا تو وہ اس کے بالاتفاق مالک بن جائیں گے۔(ع)

ذوی القربیٰ کے حصہ کا مطالبہ

۹/۳۹۱۰ وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ مَشَيْتُ اَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا اَعْطَيْتَ بَنِي الْمُطَّلِبِ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ وَتَرَكْتَنَا وَنَحْنُ بِمَنْزِلَةٍ وَاحِدَةٍ مِنْكَ فَقَالَ اِنَّمَا بَنُوْ هَاشِمٍ وَبَنُو الْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَاحِدٌ قَالَ جُبَيْرٌ وَلَمْ يَقْسِمِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَنِي عَبْدِ شَمْسٍ وَبَنِي نَوْفَلٍ شَيْئًا۔ (رواه البخاري)

اخرجه البخاري في صحيحه ۷ / ۴۸۴ كتاب المغازي' باب غزوة خيبر' الحديث رقم ۴۲۲۹۔

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعمؓ کہتے ہیں کہ میں اور عثمان بن عفانؓ آپ کی خدمت میں اس غرض سے گئے کہ آپ ﷺ نے بنی مطلب کو خمس خیبر میں حصہ عنایت فرمایا اور ہمیں عنایت نہیں فرمایا حالانکہ ہم اور وہ نسب کے لحاظ سے آپ کے ساتھ برابر تعلق رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بنو ہاشم و بنو مطلب ایک ہیں۔ جبیر کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے بنی عبد شمس کو (کہ عثمان جن سے تھے) اور بنونوفل کو (کہ جبیر جس میں سے تھے) کچھ حصہ بھی عنایت نہیں فرمایا: یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔

تشریح ۞ نَحْنُ بِمَنْزِلَةٍ : یعنی میں اور عثمان اور بنو مطلب آپ کے ساتھ نسب میں برابر کے شریک ہے کیونکہ ہم سب عبد مناف کی اولاد سے ہیں۔ عبد مناف کے چار بیٹے ہیں ہاشم، مطلب، نوفل، عبد شمس، یہ عبد مناف آپ ﷺ کے بھی چوتھے جد ہیں اسی طرح جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف۔ اور عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس اور محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہے۔ تو عبد مناف میں تمام شریک ہیں۔

فَقَالَ اِنَّمَا بَنُوْ هَاشِمٍ : آپ ﷺ نے فرمایا ان کو دینے کی وجہ یہ ہے کہ وہ آپس میں زمانہ جاہلیت و اسلام میں باہمی یک مشت رہے اور مددگار و معاون رہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ بنو عبد شمس اور بنو نوفل نے آپ کی عداوت و مخالفت کیلئے قریش کے مقاطعہ میں باقاعدہ شرکت کی ہم بنو ہاشم و بنو مطلب کے ساتھ مناکحت اور بیع و شراء نہ کریں گے جب تک کہ وہ جناب رسول اللہ ﷺ کو ہمارے حوالے نہ کر دیں اس مقاطعہ میں بنو مطلب اور بنو ہاشم متحد و متفق رہے اور آپ کی حمایت ترک نہ کی۔

وَلَمْ يَقْسِمِ : یعنی ان کو خمس خیبر کا حصہ نہ دیا گیا کیونکہ بنو عبد شمس اور بنو نوفل کی دشمنی زمانہ جاہلیت میں واضح تھی۔ اسلئے خمس سے ان کو حصہ نہ دیا گیا۔ اس کے باوجود وہ آپ کے ذوی القربیٰ میں سے تھے۔ کیونکہ ان کے اور بنو ہاشم کے درمیان کوئی اتفاق و اتحاد نہ تھا۔ بلکہ منافرت و مخالفت تھی۔ (ح۔ع)

خمس غنیمت

۱۰/۳۹۱۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَيُّمَا قَرْيَةٍ اَتَيْتُمُوْهَا وَاَقَمْتُمْ فِيْهَا فَسَهْمُكُمْ فِيْهَا وَاَيُّمَا قَرْيَةٍ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ خُمُسَهَا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ ثُمَّ هِيَ لَكُمْ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ۳ / ۱۳۷٦ كتاب الجهاد' باب حكم الفئی' الحديث رقم (٤٧ ـ ١٧٥٦) وأبو داود فی السنن ۳ / ۳۲۷' الحديث رقم ۳۰۳٦' وأحمد فی المسند ۲ / ۳۱۷

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔تم جس بستی میں جاؤ اور وہاں اقامت اختیار کرو تو اس میں (یعنی ان کے مال غنیمت میں) تمہارا حصہ ہے اور جس بستی نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی پس اس کا خمس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے۔ پھر بقیہ تمہارے لیے ہے یعنی چار حصے غزاۃ میں تقسیم ہوں گے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ✿ **اَقَمْتُمْ**: یعنی جس بستی میں بغیر قتال کے ٹھہراؤ مل جائے اور وہ لڑائی نہ کریں بلکہ خالی کر دیں اور صلح کرلیں تو یہ مال فئی کہلائے گا۔

فَسَهْمُكُمْ: یعنی وہ تمہارے لئے خاص نہیں بلکہ مشترک ہے۔تمہارے اور ان کے مابین کیونکہ اس کو فتح کرنے کیلئے لشکرکشی کی ضرورت نہیں پڑی۔تو اس قسم کا مال فئی کہلاتا ہے۔ یہ غزاۃ کے ساتھ خاص نہیں

اَيُّمَا قَرْيَةٍ: جو بستی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے یعنی جس بستی کو غلبہ اور لشکرکشی سے حاصل کیا جائے۔اس کا بقیہ مال تمہارے لئے ہے۔یعنی اس میں سے خمس نکالا جائے گا۔

ابن مالک رحمہ اللہ کا قول: یعنی یہ مال مال غنیمت کہلائے گا اور اس میں سے خمس لیا جائے گا اور باقی مال غزات پر تقسیم کیا جائے گا۔ حاصل یہ ہے کہ مال فئی سے خمس نہ نکالا جائے گا۔امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ اس میں سے خمس نکالا جائے گا۔جیسا کہ مال غنیمت سے نکالا جاتا ہے۔یہ حدیث ان کے خلاف حجت و دلیل ہے۔

بعض احناف کا قول: ہمارے بعض شراح حدیث نے کہا کہ حدیث کے جزو اول سے مراد یہ ہے کہ جس علاقہ کو آپ ﷺ کی شرکت کے بغیر فتح کیا گیا ہو پس وہ لشکر کا حصہ ہوگا۔اور دوسرے جزو سے مراد وہ علاقہ ہے کہ جس کی فتح میں آپ ﷺ بنفس نفیس شامل تھے تو اس میں سے خمس آپ کا اور باقی غزات کیلئے تھا۔ (ع۔ح)

ناحق تصرف کا نتیجہ آگ

۱۱/۳۹۱۲ وَعَنْ خَوْلَةَ الْاَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ رِجَالًا يَتَخَوَّضُوْنَ فِیْ مَالِ اللّٰهِ بِغَيْرِ حَقٍّ فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦ / ٣٣ کتاب فرض الخمس' باب ٧' الحدیث رقم ٢٨١٨' وأحمد فی المسند ٦ / ٤١٠۔

ترجمہ: حضرت خولہ انصاریہؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ بعض لوگ اللہ تعالیٰ کے مال میں (بلا استحقاق) تصرف کرتے ہیں۔ یعنی غنیمت، فئی، زکوٰۃ میں ناحق تصرف کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کیلئے قیامت کے دن آگ ہے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ فَلَهُمُ النَّارُ: اگر حلال سمجھ کر کیا تو ہمیشہ کی آگ ہے ورنہ جس مدت تک اللہ تعالیٰ چاہے۔ (ع)

مالِ غنیمت کے متعلق خطبہ

۱۲/۳۹۱۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَذَكَرَ الْغُلُوْلَ فَعَظَّمَهُ وَعَظَّمَ اَمْرَهُ ثُمَّ قَالَ لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ يَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ بَعِيْرٌ لَهٗ رُغَاءٌ يَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِیْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ يَجِيْئُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ فَرَسٌ لَهٗ حَمْحَمَةٌ فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِیْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ يَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ شَاةٌ لَهَا ثُغَاءٌ يَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِیْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ يَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ نَفْسٌ لَهَا صِيَاحٌ فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِیْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ يَجِيْئُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ رِقَاعٌ تَخْفِقُ فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِیْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ يَجِيْئُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ صَامِتٌ فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِیْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ ۔

(متفق علیه وهذا لفظ مسلم وهو اتم)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦ / ١٨٥ کتاب الجهاد' باب الغلول' الحدیث رقم ٣٠٧٣ و مسلم فی صحیحه ٣ / ١٤٦١' الحدیث رقم (٢٤ ـ ١٨٣١) وأحمد فی المسند ٢ / ٤٢٦

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ ہمیں خطبہ دیا اور اس میں مال غنیمت میں خیانت کا ذکر کیا اور اس کو گناہ کبیرہ بتلایا اور اس کے معاملے کو بڑے زور و اہمیت سے بیان کیا پھر ارشاد فرمایا کہ میں تم میں سے کسی ایک کے متعلق بھی یہ نہیں چاہتا کہ وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے کہ اس کی گردن پر اونٹ ہو جو بلبلا رہا ہو یعنی جو شخص مال غنیمت میں سے اونٹ خیانت کرے تو قیامت کے دن وہ اس پر آواز دیتے ہوئے آئے گا۔ وہ شخص کہے گا یا رسول اللہ ﷺ میری فریاد رسی یعنی سفارش و شفاعت کرو۔ تو میں کہونگا کہ میں تیرے لئے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا یعنی میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتا۔ یقیناً میں نے تجھے اللہ تعالیٰ کا حکم یعنی شریعت پہنچادی ہے۔ سنو! میں تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر گھوڑا ہو جو ہنہنا رہا ہو۔ پھر وہ کہے یا رسول اللہ ﷺ میری فریاد رسی کرو یعنی سفارش کرو۔ پس میں تو کہونگا۔ میں تیرے لئے کسی چیز کا مالک نہیں یعنی کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ یقیناً میں نے تجھے

شریعت پہنچادی۔ اور میں تمہیں اس حال میں قیامت کے دن نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر بکری ہو جو ممنارہی ہو۔ اور وہ شخص کہے یارسول اللہ ﷺ میری فریادرسی کرو۔ یعنی شفاعت کرو تو میں کہوں میں تیرے لئے کسی چیز کا مالک نہیں۔ میں نے یقیناً تجھے شریعت پہنچادی اور میں تم میں سے کسی کو اس حال میں قیامت کے دن نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر کوئی شخص چڑھا ہوا ہو یعنی غلاموں کی غنیمت میں سے خیانت کی ہو۔ اور وہ غلام چیخ رہا ہو۔ اور یہ شخص کہے یارسول اللہ ﷺ میری فریادرسی کرو یعنی شفاعت کرو۔ تو میں کہہ دونگا کہ میں تیرے لئے کسی چیز کا مالک ومختار نہیں۔ یقیناً میں نے تجھے شریعت پہنچا دی۔ میں تم میں سے کسی کو اس حال میں قیامت کے دن نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر کپڑے لہرا رہے ہوں یعنی اس نے کپڑے کی غنیمت میں سے خیانت کی ہو یا ناحق کپڑے لیے ہوں یا بلا استحقاق کپڑے پہنے ہوں جیسا کہ جہلاء صوفیا کپڑے (بزرگوں کے) پہنتے ہیں۔ پھر وہ کہے۔ یارسول اللہ ﷺ! میری فریادرسی کیجئے۔ تو میں کہوں گا میں تیرے لئے کسی چیز کا مالک نہیں میں یقینی طور پر تجھے شریعت پہنچا چکا ہوں۔ میں تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر سونا چاندی لدا ہو۔ پھر وہ کہے یارسول اللہ ﷺ میری فریادرسی کرو یعنی شفاعت کرو۔ تو میں کہوں گا کہ میں تیرے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ میں یقینی طور پر تجھے شریعت پہنچا چکا ہوں۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔ مگر مسلم کے الفاظ بخاری کی نسبت زیادہ مکمل ہیں۔

مدعم غلام کا واقعہ

۱۳/۳۹۱۴ وَعَنْهُ قَالَ اَهْدٰى رَجُلٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ غُلَامًا يُقَالُ لَهٗ مِدْعَمٌ فَبَيْنَمَا مِدْعَمٌ يَحُطُّ رَحْلًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَصَابَهٗ سَهْمٌ عَائِرٌ فَقَتَلَهٗ فَقَالَ النَّاسُ هَنِيْئًا لَهُ الْجَنَّةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَّا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِيْ اَخَذَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ النَّاسُ جَاءَ رَجُلٌ بِشِرَاكٍ اَوْشِرَاكَيْنِ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ شِرَاكٌ مِنْ نَارٍ اَوْشِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاري في صحيحه ۱۱ / ۵۹۲ كتاب الايمان والنذور' باب هل يدخل في الايمان' الحديث رقم ۶۷۰۷ و مسلم في ۱ / ۱۰۸' الحديث رقم (۱۸۳ ـ ۱۱۵) و أبو داود في السنن ۳ / ۱۵۵) الحديث رقم ۲۷۱۱' والنسائي في ۷ / ۲۴ الحديث رقم ۳۸۲۷ و مالك في الموطا ۲ / ۴۵۹' الحديث رقم ۲۵' من كتاب الجهاد۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بطور تحفہ غلام بھیجا جس کو مدعم کہا جاتا تھا۔ وہ جناب رسول اللہ کا کجاوہ اتارتا تھا۔ اچانک اس کو ایک تیر لگا' جس کے پھینکنے والے کا علم نہ تھا۔ جس سے وہ فوراً مر گیا۔ لوگوں نے کہا مدعم کو جنت مبارک ہو۔ (یعنی اس وجہ سے کہ وہ آپ کی خدمت کرتے شہید ہوا) تو آپ ﷺ نے فرمایا اس طرح نہیں مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' بیشک وہ چادر جو مدعم نے تقسیم سے پہلے مالِ غنیمت میں سے لی تھی' وہ چادر مدعم پر آگ بن کر شعلہ زن ہے۔ تو ایک آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک تسمہ یا دو تسمے لایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ آگ کا ایک تسمہ ہے یا فرمایا یہ آگ کے دو تسمے ہیں۔ یعنی ان میں

خیانت جہنم کی آگ کا باعث ہے خواہ وہ معمولی چیز ہو۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس روایت میں شدید وعید ان لوگوں کیلئے ہے جو اس مال میں سے کھائیں جس کے ساتھ مسلمانوں کے حقوق متعلق ہوں مثلاً اوقاف کا مال بیت المال کا مال کیونکہ ان سے بہت لوگوں کے حقوق متعلق ہیں پس ان تمام کے حقوق کا پھیرنا مشکل ہے۔(ع)

کِرکِرہ کا واقعہ

۱۴/۳۹۱۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كَانَ عَلٰى ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ كِرْكِرَةُ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ فِي النَّارِ فَذَهَبُوْا يَنْظُرُوْنَ فَوَجَدُوْا عَبَاءَةً قَدْ غَلَّهَا۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦ / ١٨٧' کتاب الجهاد' باب القلیل من الغلول' الحدیث رقم ٣٠٧٤ وأخرجه ابن ماجه فی السنن ٢ / ٩٥٠' الحدیث رقم ٢٨٤٩' وأحمد فی المسند ٢ / ١٦٠

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص جناب رسول اللہ ﷺ کے اسباب پر کسی غزوہ میں نگران تھا۔ اس کا نام لوگ کِرکِرہ بولتے تھے۔ چنانچہ وہ مرگیا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ دوزخ میں ہے۔ لوگوں نے پڑتال شروع کی تو انہوں نے مال غنیمت کی ایک کملی پائی۔ جس کو اس نے مال غنیمت میں سے چوری کر کے لیا تھا۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔

تشریح ۞ علامہ طیبیؒ کا قول: فَذَهَبُوْا: اس میں فا عاطفہ ہے۔ یہ محذوف پر عطف ہے یعنی انہوں نے آپ ﷺ سے سنا اور اس سے سمجھ لیا کہ یہ وعید خیانت کی وجہ سے ہے جو کہ غنیمت میں کی ہے۔

يَنْظُرُوْنَ: انہوں نے پڑتال کرنا شروع کی (ع)

کھانے والی اشیاء کا غنیمت میں حکم

۱۵/۳۹۱۶ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا نُصِيْبُ فِيْ مَغَازِيْنَا الْعَسَلَ وَالْعِنَبَ فَنَأْكُلُهٗ وَلَا نَرْفَعُهٗ۔

(رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦ / ٢٥٥ کتاب فرض الخمس' باب ما یصیب من الطعام' الحدیث رقم ٣١٥٤۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ ہم اپنے غزوات میں شہد و انگور پاتے اور ان کو کھاتے تھے البتہ اٹھا کر نہ لے جاتے تھے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ لَا نَرْفَعُهٗ: یعنی اس کو جناب رسول اللہ ﷺ مناسب خیال نہ فرماتے تھے کہ ہم مال میں سے کچھ اٹھا کر لے جائیں

اور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ غزوات کا مال غنیمت سے کھانا جو بقدر ضرورت ہو درست ہے جب تک کہ وہ دار الحرب میں رہیں۔(ع)

چربی کی تھیلی

۱۶/۳۹۱۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ اَصَبْتُ جِرَابًا مِنْ شَحْمٍ يَوْمَ خَيْبَرَ فَالْتَزَمْتُهُ فَقُلْتُ لَا اُعْطِي الْيَوْمَ اَحَدًا مِنْ هٰذَا شَيْئًا فَالْتَفَتُّ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَبَسَّمُ اِلَيَّ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاري في صحيحه ٦ / ٢٥٥ كتاب فرض الخمس' باب ما يصيب من الطعام' الحديث رقم ٣١٥٣ و مسلم في ٣ / ١٣٩٣' الحديث رقم (٧٢ ـ ١٧٧٢) والنسائي في السنن ٧ / ٢٣٦' الحديث رقم ٤٤٣٥' والدارمي في ٢ / ٣٠٦' الحديث رقم ٢٥٠٠' وأحمد في المسند ٥ / ٥٦

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سے روایت ہے کہ میں نے خیبر کے دن ایک تھیلی پائی جو چربی سے بھری ہوئی تھی۔ میں نے اٹھا کر اپنے پاس رکھ لی۔ میں نے (اپنے دل میں یا زبان سے کہا کہ اس میں سے کوئی چیز بھی میں آج کسی کو نہ دونگا۔ جب میں نے مڑ کر دیکھا تو جناب رسول اللہ ﷺ (میری اس حرکت پر) میری طرف دیکھ کر تبسم فرما رہے تھے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت جس کی ابتداء اس طرح ہے: **مَا اُعْطِيكُم** ......(باب رزق الولاۃ) میں مذکور ہے۔

الفصل الثانی:

خصوصیاتِ امت حلت غنیمت

۱۷/۳۹۱۸ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ فَضَّلَنِيْ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ اَوْ قَالَ فَضَّلَ اُمَّتِيْ عَلَى الْاُمَمِ وَاَحَلَّ لَنَا الْغَنَائِمَ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذي في السنن' كتاب السير' باب ما جاء في الغنيمة' الحديث رقم ١٥٥٣ و أحمد في المسند ٥ / ٢٤٨

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے انبیاء علیہم السلام پر فضیلت عنایت فرمائی یا اس طرح فرمایا میری امت کو بقیہ انبیاء علیہم السلام کی امتوں پر فضیلت عنایت فرمائی اور ہمارے لیے غنائم کو حلال فرمایا: یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **وَاَحَلَّ لَنَا** ......: اس آخری جملے میں اس عظمت کا ذکر کیا یا مطلب یہ ہے کہ اور عظمتیں بھی عنایت فرمائیں اور یہ عظمت بھی ہمیں دی کہ غنائم کو حلال کر دیا گیا۔(ح)

غزوۂ حنین کے موقعہ پر اعلان

۱۸/۳۹۱۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ يَعْنِىْ يَوْمَ حُنَيْنٍ مَنْ قَتَلَ كَافِرًا فَلَهٗ سَلَبُهٗ فَقَتَلَ اَبُوْطَلْحَةَ يَوْمَئِذٍ عِشْرِيْنَ رَجُلًا وَاَخَذَ اَسْلَا بَهُمْ۔ (رواه الدارمی)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۱٦۲ کتاب السیر، باب من قتل قتیلاً فله سلبه الحدیث رقم ۲۷۱۸، والدارمی فی ۲ / ۳۰۱ الحدیث رقم ۲۸۸٤، وأحمد فی المسند ۳ / ۱۱٤

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس دن یعنی حنین کے دن یہ اعلان فرمایا کہ جو شخص جس کافر کو قتل کرے گا تو اس کو (حصہ غنیمت کے علاوہ) اس کا سارا سامان ملے گا۔ حضرت ابوطلحہؓ نے اس دن بیس کافروں کو قتل کیا اور ان کے اسباب لیے۔ یہ دارمی کی روایت ہے۔

مقتول کے اسباب کا حکم

۱۹/۳۹۲۰ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ وَخَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى فِى السَّلَبِ لِلْقَاتِلِ وَلَمْ يُخَمِّسِ السَّلَبَ۔ (رواه ابوداوٗد)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۱٦٥ کتاب الجهاد، باب فی السلب لا یخمس، الحدیث رقم ۲۷۲۱ وأحمد فی المسند ٦ / ۲٦

ترجمہ: عوف بن مالک اشجعی اور خالد بن ولیدؓ سے روایت ہے۔ کہ آپ ﷺ نے مقتول کافر کے اسباب کا قتل کرنے والے کیلئے حکم فرمایا اور اس اسباب میں سے خمس نہیں نکالا یعنی جس طرح کہ آپ ﷺ غنیمت میں نکالتے تھے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

ابوجہل کی تلوار ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس

۲۰/۳۹۲۱ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ نَفَّلَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ سَيْفَ اَبِىْ جَهْلٍ وَكَانَ قَتَلَهٗ۔ (رواه ابوداوٗد)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۱٦٦ کتاب الجهاد، باب من اجاز علی جریح، الحدیث رقم ۲۷۲۲۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے بدر کے دن مجھے مالِ غنیمت کے علاوہ ابوجہل کی تلوار عنایت فرمائی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کیا تھا۔

تشریح ❁ ابوجہل کو دو انصاریوں نے قتل کیا اور عبداللہ ابن مسعود بھی اس کے قتل میں شریک تھے کیونکہ اس کا سر اتار کر آپ کی خدمت میں یہی لائے تھے۔ اس کے اسباب میں تلوار بھی تھی جو کہ آپ ﷺ نے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمائی مزید تفصیل تیسری فصل میں آرہی ہے۔

عمیر غلام کا قصہ

۲۱/۳۹۲۲ وَعَنْ عُمَيْرٍ مَوْلٰى اَبِى اللَّحْمِ قَالَ شَهِدْتُّ خَيْبَرَ مَعَ سَادَتِىْ فَكَلَّمُوْا فِىَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَلَّمُوْهُ اَنِّىْ مَمْلُوْكٌ فَاَمَرَنِىْ فَقَلَّدْتُّ سَيْفًا فَاِذَا اَنَا اَجُرُّهٗ فَاَمَرَلِىْ بِشَىْءٍ مِنْ خُرْثِىِّ الْمَتَاعِ وَعَرَضْتُ عَلَيْهِ رُقْيَةً كُنْتُ اَرْقِىْ بِهَا الْمَجَانِيْنَ فَاَمَرَنِىْ بِطَرْحِ بَعْضِهَا وَحَبْسِ بَعْضِهَا ۔

(رواه الترمذی وابوداؤد الا ان روايته انتهت عند قوله المتاع)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۱۷۱، الحديث رقم ۲۷۳۰، والترمذی فی ٤ / ۱۰۷، کتاب السير، باب هل يسعم للعبد، الحديث رقم ۱۵۵۷ وابن ماجه فی ۲ / ۹۵۲ الحديث رقم ۲۸۵۵، والدارمی فی ۲ / ۲۹۸، الحديث رقم ۲٤۷۵، وأحمد فی المسند ۵ / ۲۲۳

ترجمہ: ابواللحم کے غلام عمیر روایت کرتے ہیں کہ میں اپنے مالکوں کیساتھ غزوہ خیبر میں شریک ہوا۔ میرے سلسلے میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی اور آپ کو میرے بارے میں بتلایا یہ کہ میں غلام ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں ہتھیار لے کر مجاہدوں کے ساتھ رہوں چنانچہ جب مجھے تلوار پہنچائی گئی تو اچانک میں اس کو کھینچتا تھا یعنی چھوٹے قد یا کم عمری کی وجہ سے وہ تلوار زمین پر لگتی تھی چنانچہ رسول اللہ نے میرے لیے غنیمت کی تقسیم کے وقت حکم فرمایا یعنی غنیمت میں سے کچھ دیا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک منتر کا ذکر کیا جو میں دیوانوں کیلئے پڑھا کرتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ اس کے کچھ حصے کو چھوڑنے اور کچھ حصے کو باقی رہنے کا حکم دیا۔ یعنی پڑھنے کی اجازت دی۔ یہ ترمذی اور ابوداؤد کی روایت ہے۔ لیکن ابوداؤد کی روایت المتاع تک ہے۔

تشریح ۞ فَكَلَّمُوْا فِىَّ: میرے بارے میں کلام کیا یعنی میری تعریف کی یا یہ عرض کیا کہ اس کو بھی جہاد میں ساتھ لے لیں یا خدمت کیلئے ساتھ لے لیں۔

نمبر۲۔ عَرَضْتُ عَلَيْهِ۔ ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ منتر کے بعض کلمات اچھے تھے اور بعض برے تھے، تو برے کلمات کو چھوڑنے اور اچھے کلمات کو پڑھتے رہنے کی اجازت دی۔ ح۔

خیبر کے ایک حصہ کی تقسیم

۲۲/۳۹۲۳ وَعَنْ مُجَمِّعِ بْنِ جَارِيَةَ قَالَ قُسِمَتْ خَيْبَرَ عَلٰى اَهْلِ الْحُدَيْبِيَةِ فَقَسَمَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَهْمًا وَكَانَ الْجَيْشُ اَلْفًا وَخَمْسَمِائَةٍ فِيْهِمْ ثَلَاثُمِائَةِ فَارِسٍ فَاَعْطَى الْفَارِسَ سَهْمَيْنِ وَالرَّاجِلَ سَهْمًا (رواه ابوداؤد وقال حديث ابن عمر اصح والعمل عليه واتى الوهم فی حديث مجمع) اَنَّهٗ قَالَ ثَلَاثُمِائَةِ فَارِسٍ وَاِنَّمَا كَانُوْا مِائَتَىْ فَارِسٍ۔

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۱۷٤، کتاب الجهاد، باب فيمن اسهم له سهماً، الحديث ۲۷۳٦ وأحمد فی المسند ۳ / ٤۳۰

ترجمہ: مجمع بن جاریہ سے روایت ہے کہ خیبر کو یعنی اس کی غنیمت اور اس کی زمین کو اہل حدیبیہ پر تقسیم فرمایا گیا۔ آپ ﷺ نے اس کو اٹھارہ حصوں میں تقسیم فرمایا لشکر کی تعداد پندرہ سوتھی۔ جن میں تین سو سوار تھے آپ ﷺ نے سوار کو دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ عنایت فرمایا یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ ابن عمر کی روایت اس سے زیادہ صحیح ہے۔ اور اکثر ائمہ کا عمل اسی پر ہے مجمع کی حدیث میں وہم ہے کیونکہ سواروں کی تعداد تین سو نہیں بلکہ دو سو تھی۔

تشریح ۞ مجمع کی روایت سے ان حضرات نے دلیل لی ہے جنہوں نے سواروں کو دو حصے دینے کا قول کیا ہے جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے کیونکہ جب تین سو سواروں میں ہر ایک کو دو دو حصے دیئے تو کل چھ سو حصے ہو گئے اور بقیہ بارہ سو تعداد کو ایک ایک حصہ مل گیا اور جن کے ہاں سواروں کا حصہ تین تین حصے ہیں تو ان کے حساب سے حساب درست نہیں بنتا کیونکہ اس صورت میں سواروں کے حصے نو سو بن جائیں گے اور پیدل کے بارہ سو اور سب حصے اکیس سو بنے حالانکہ وہ اٹھارہ سو تھے۔

نمبر۲۔ ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ سے بھی مجمع جیسی روایت موجود ہے مگر بقول ابوداؤد ابن عمر کی روایت میں تین مذکور ہیں اور وہ روایت بھی زیادہ قوی اور زیادہ ثابت ہے۔ واللہ اعلم۔

نمبر۳۔ اہل حدیبیہ کی تعداد میں آیات مختلف ہیں ایک روایت میں چودہ سو پیدل اور دو سو سوار ہیں اور احناف کے ہاں ابن عمر کی روایت پر عمل کرنے کی وجہ یہی ہے کہ سواروں کی تعداد تین سو ہو اور ہر ایک کے دو حصے ہوں تو کل اٹھارہ سو حصوں کا حساب درست ثابت ہوتا ہے۔ (ح)

ابن مسلمہ کو عطیہ

۲۳/۳۹۲۴ وَعَنْ حَبِيْبِ بْنِ مَسْلَمَةَ الْفِهْرِيِّ قَالَ شَهِدْتُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَّلَ الرُّبُعَ فِي الْبُدْاَةِ وَالثُّلُثَ فِي الرَّجْعَةِ۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجه أبو داود في السنن ۳ / ۱۸۲ كتاب الجهاد، باب فيمن قال الخمس قبل النفل الحديث رقم ۲۷۵۰ وابن ماجه في ۲ / ۹۵۱، الحديث رقم ۲۸۵۳، وأحمد في المسند ٤ / ۱٦۰

ترجمہ: حضرت حبیب بن مسلمہ فہریؓ سے روایت ہے کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے ابتداء جہاد میں چوتھائی عنایت فرمایا اور جہاد سے واپسی پر ثلث عنایت فرمایا یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ نَفَّلَ الرُّبُعَ فِي الْبُدْاَةِ: یعنی اگر ایک جماعت لشکر میں سے شروع غزوہ میں ہی دشمنوں کو خلاف برسرپیکار ہوتی تو دوسرے لشکر کے پہنچنے سے پہلے آپ ﷺ ان کو چوتھائی غنیمت میں سے عنایت فرماتے اور تمام لشکر کے ساتھ باقی تین چوتھائی میں ان کو شریک فرماتے اور جب لشکر جہاد سے واپس لوٹتا اور ان میں سے ایک جماعت دشمنوں کے ساتھ جنگ میں مشغول ہوتی تو آپ ﷺ ان کو غنیمت کے ثلث میں سے عنایت فرماتے اور باقی تمام لشکر کے ساتھ شریک فرماتے کیونکہ ان کی مشقت اور خطرہ اور جنگ کے سلسلے میں ان کا تردد لشکر کے واپس لوٹنے کی وجہ سے زیادہ ہوتا ہے۔ اور ابتداء میں لشکر آنے کی اور مدد واثق ہوتی ہے۔ اسوقت جنگ کرنا آسان ہے اور لشکر کے لوٹتے وقت مشکل تر ہے اسی لئے ان کی کوشش اور سعی کی وجہ سے زیادہ حصہ

عنایت فرمایا گیا۔(ح)

تہائی بطور حصہ

۲۴/۳۹۲۵ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُنَفِّلُ الرُّبُعَ بَعْدَ الْخُمُسِ وَالثُّلُثَ بَعْدَ الْخُمُسِ اِذَا قَفَلَ۔ (رواہ ابو داؤد)

اخرجه أبو داود في السنن ۳ / ۱۸۳، الحديث رقم ۲۷۴۹، والدارمي، كتاب السير، باب النفل بعد الخمس ۲ / ۳۰۰، الحديث رقم ۲۴۸۳، وأحمد في المسند ٤ / ١٦٠

ترجمہ: حبیب بن سلمہ فہریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ خمس کے بعد چوتھائی حصہ زیادہ دیتے یعنی ابتداء جہاد کی صورت میں زیادہ عنایت فرماتے اور خمس نکالنے کے بعد تہائی حصہ عنایت فرمائے جس وقت کہ جہاد سے واپس لوٹتے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❁ اوپر والی روایت میں ابتداء میں جہاد میں چوتھائی حصے کے دینے کا ذکر ہے اور لشکر کے لوٹنے کے وقت تہائی حصہ دینا مذکور ہے البتہ اس میں یہ ذکر ہے اور لشکر کے لوٹنے کے وقت تہائی حصہ دینا مذکور ہے البتہ اس میں یہ ذکر نہیں کہ یہ خمس نکالنے سے پہلے دیتے یا بعد میں مگر اس روایت میں یہ وضاحت کردی گئی کہ پہلے خمس نکالا جاتا اس کے بعد چوتھائی یا تہائی حصہ دیا جاتا پھر مال تقسیم کیا جاتا۔(ع)

بعد میں ملنے والے مال کا حکم

۲۵/۳۹۲۶ وَعَنْ اَبِى الْجُوَيْرِيَةِ الْجَرْمِيِّ قَالَ اَصَبْتُ بِاَرْضِ الرُّوْمِ جَرَّةً حَمْرَاءَ فِيْهَا دَنَانِيْرُ فِيْ اِمْرَةِ مُعَاوِيَةَ وَعَلَيْنَا رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِىْ سُلَيْمٍ يُقَالُ لَهُ مَعْنُ بْنُ يَزِيْدَ فَاَتَيْتُهُ بِهَا فَقَسَمَهَا بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَعْطَانِىْ مِنْهَا مِثْلَ مَا اَعْطٰى رَجُلًا مِنْهُمْ ثُمَّ قَالَ لَوْلَا اَنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا نَفَلَ اِلَّا بَعْدَ الْخُمُسِ لَاَعْطَيْتُكَ۔ (رواہ ابو داؤد)

اخرجه أبو داود في السنن ۳ / ۱۸۷، كتاب الجهاد، باب في النفل من الذهب والفضة، الحديث رقم ۲۷۵۳ وأحمد في المسند ۳ / ٤٧٠

ترجمہ: ابو جویریہ جرمی سے روایت ہے میں نے روم کے علاقے میں ایک سرخ رنگ کا گھڑا پایا جس میں دینار تھے۔ یہ حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت کا زمانہ تھا اور ہمارے حاکم معن بن یزیدؓ تھے جن کا تعلق قبیلہ بنو سلیم سے تھا میں وہ گھڑا ان کی خدمت میں لایا تو انہوں نے وہ دینار مسلمان مجاہدین کے درمیان بانٹ دیئے اور ایک شخص کے حساب سے مجھے بھی دیئے اور مجھے کچھ زیادہ نہ دیا پھر کہنے لگے اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ خمس کے بعد زیادہ حصہ نہ دیا جائیگا تو پھر میں تجھے دیتا یعنی اوروں سے زیادہ دیتا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زیادہ حصہ خمس کے بعد ہوتا ہے اور خمس اس مال میں ہوتا ہے جو کافروں سے لشکرکشی اور غلبہ کے ساتھ حاصل کیا جائے جس کو غنیمت کہتے ہیں اور اس میں قتال بھی پیش آیا ہو اور یہ مال تو فئی ہے اس میں خمس نہیں پس زائد بھی نہیں۔ (ح)

مہاجرین حبشہ کو غنائم خیبر کا حصہ

۳۹۲۷/۲۶ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَدِمْنَا فَوَافَقْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ فَاَسْهَمَ لَنَا اَوْ قَالَ فَاَعْطَا نَامِنْهَا وَمَا قَسَمَ لِاَحَدٍ غَابَ عَنْ فَتْحِ خَيْبَرَ مِنْهَا شَيْئًا اِلَّا لِمَنْ شَهِدَ مَعَهُ اِلَّا اَصْحَابَ سَفِيْنَتِنَا جَعْفَرًا وَاَصْحَابَهُ اَسْهَمَ لَهُمْ مَعَهُمْ۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۱۶۸ كتاب الجهاد' باب فيمن جاء بعد الغنيمة لاسهم له' الحديث رقم ۲۷۲۵۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ ہم حبشہ سے آئے اور ہم نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں پایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کو فتح کر چکے تھے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس میں سے حصہ دیا یا اس طرح کہا کہ ہم کو غنیمت خیبر میں سے دیا اور جو فتح خیبر سے غائب تھا ان میں سے کسی کے واسطے نہیں رکھا سوائے جعفرؓ اور ان کے کشتی والے ساتھیوں کے یعنی ان کو حصہ عنایت فرمایا ان لوگوں کی طرح جو کہ حاضر تھے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح: ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ یمن سے مکہ آئے اسلام قبول کیا پھر ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے اور جعفر بن ابی طالبؓ اور دیگر صحابہؓ بھی ہجرت کر کے وہاں گئے پھر جب ان کو آپ کی مدینہ ہجرت کی اطلاع ملی تو کشتی کے ذریعے روانہ ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت پہنچے جب خیبر فتح ہو چکا تھا۔ نمبر۲۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کو حصہ اس وجہ سے دیا کہ یہ غنیمت کے جمع ہونے سے پہلے آ گئے تھے اگرچہ باقاعدہ قتال اس وقت تک ختم ہو چکا تھا یہ ان لوگوں کی تاویل ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ حصہ حاضر کو ملے گا۔ جیسا کہ امام شافعیؒ کا بھی ایک قول ہے اور جو اس بات کے قائل نہیں ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ حصہ غازیوں کی رضا مندی سے تھا اور یہ قول زیادہ ظاہر ہے۔

خیانت کی وجہ سے جنازہ سے محرومی

۳۹۲۸/۲۷ وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ خَالِدٍ اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّیَ يَوْمَ خَيْبَرَ فَذَكَرُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَلُّوْا عَلٰی صَاحِبِكُمْ فَتَغَيَّرَتْ وُجُوْهُ النَّاسِ لِذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّ صَاحِبَكُمْ غَلَّ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَفَتَّشْنَا مَتَاعَهُ فَوَجَدْنَا خَرَزًا مِنْ خَرَزِ يَهُوْدَ لَا يُسَاوِیْ دِرْهَمَيْنِ۔ (رواہ مالك وابوداؤد والنسائی)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۱۵۵' الحديث رقم ۲۷۱۰' والنسائی فی ۴ / ۶۴' الحديث رقم ۱۹۵۹' وابن ماجه فی ۲

/ ۹۵۰، ۲ / ۹۵۰، الحدیث رقم ۲۸۴۸، و مالك فی الموطا، ۲ / ۴۵۸، کتاب الجهاد، باب ما جاء فی الغلول، الحدیث رقم ۲۳، من کتاب الجهاد، وأحمد فی المسند ۴ / ۱۱۴

ترجمہ: یزید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ میں سے فتح خیبر کے دن فوت ہو گیا اس کا تذکرہ صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ کی خدمت میں کیا یعنی اس کے مرنے کی اطلاع دی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے ساتھی پر نماز پڑھو یعنی میں اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا اس کی وجہ سے صحابہؓ کے چہرے متغیر ہو گئے یعنی آپ کے نماز سے انکار کر دینے پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اس دوست نے اللہ کے مال میں (یعنی مالِ غنیمت میں) خیانت کی ہے۔ہم نے اس کے اسباب کو تلاش کیا تو اس کے اسباب میں یہودیوں کی پوتھوں میں سے کچھ پوتھیں پائی گئیں جس کی قیمت دو درہم کے برابر نہ تھی یعنی دو درہموں سے بھی کم تھی۔ اس روایت کو مالک ابوداؤد اور نسائی نے نقل کیا ہے۔

تسمے تک جمع کرانے کا حکم

۳۹۲۹/۲۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَصَابَ غَنِيْمَةً اَمَرَ بِلَالًا فَنَادٰى فِي النَّاسِ فَيَجِيْئُوْنَ بِغَنَائِمِهِمْ فَيُخَمِّسُهُ وَيُقَسِّمُهُ فَجَاءَ رَجُلٌ يَوْمًا بَعْدَ ذٰلِكَ بِزِمَامٍ مِنْ شَعَرٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا فِيْمَا كُنَّا اَصَبْنَاهُ مِنَ الْغَنِيْمَةِ قَالَ اَسَمِعْتَ بِلَالًا نَادٰى ثَلَاثًا قَالَ نَعَمْ فَمَا مَنَعَكَ اَنْ تَجِيْءَ بِهٖ فَاعْتَذَرَ قَالَ كُنْ اَنْتَ تَجِيْءُ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلَنْ اَقْبَلَهٗ عَنْكَ۔ (رواه ابوداؤد)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۱۵۶، کتاب الجهاد، باب فی الغلول اذا کان یسیراً، الحدیث رقم ۲۷۱۲ وأحمد فی المسند ۲ / ۲۱۳

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غنیمت تک پہنچتے یعنی اس کو جمع کرنے کا ارادہ فرماتے (تو جمع ہونے کے بعد) پھر تقسیم کرنے کا حکم فرماتے تو بلالؓ کو حکم دیتے یعنی بلال رضی اللہ عنہ کو فرماتے لوگوں میں اعلان کر دو چنانچہ لوگ اپنی اپنی جمع شدہ غنائم لانی شروع کر دیتے یعنی جس کے پاس بھی ہوتی پھر اس میں سے آپ پانچواں حصہ نکالتے اور اس کے بعد اسے تقسیم فرماتے یعنی مال غنیمت کو مجاہدین کے درمیان تقسیم فرما دیتے ایک دن ایک شخص خمس نکالنے کے بعد بالوں کی بٹی ہوئی ایک مہار لے کر آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ اس چیز میں سے تھی جو ہم نے غنیمت میں سے پائی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے بلالؓ کو تین دفعہ آواز دیتے ہوئے سنا اس نے کہا جی ہاں میں نے سنا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت لانے سے تمہیں کون سی چیز مانع رہی چنانچہ اس نے عذر کیا یعنی دیر کر کے لانے کی وجہ بتائی۔ آپ نے فرمایا رکھو اس کو تم اس کو قیامت کے دن لاؤ گے اور میں ہرگز تم سے قبول نہ کروں گا۔ یہ ابو داؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❁ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مہار اس سے اس لئے قبول نہیں فرمائی کیونکہ اس میں تمام مجاہدین کا حق تھا اور وہ تمام منتشر ہو چکے تھے اور ہر ایک کا حصہ پہنچانا ناممکن تھا۔ (ع)

خیانت کی زجری سزا

۲۹/۳۹۳۰ وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ حَرَّقُوْا مَتَاعَ الْغَالِّ وَضَرَبُوْهُ۔ (رواہ ابو داؤد)

اخرجه أبو داود فى السنن ٣ / ١٥٨، كتاب الجهاد، باب فى عقوبة الغال، الحديث رقم ٢٧١٥

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیبؒ سے روایت ہے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے نقل کی ہے کہ آپ ﷺ اور ابوبکر اور عمر ؓ نے مال غنیمت میں خیانت کرنے والے کا سامان جلا دیا اور اس کو مارا۔ یہ ابو داؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ضربوہ: بطور تعزیر اس کو مارا بعض اہل علم نے جیسے امام احمدؒ ظاہر حدیث پر عمل کیا چنانچہ وہ کہتے ہیں اس کا تمام سامان سوائے جانور اور قرآن مجید کے جلا دیا جائے گا اور جس چیز کی خیانت کی ہے اسے بھی چھوڑ دیا جائے گا۔ کیونکہ اس میں مجاہدین کا حق شامل ہے۔

نمبر۲۔ ان کے علاوہ دیگر تینوں ائمہ اسباب جلانے کے قائل نہیں بلکہ اس کو تعزیر کی جائے گی۔ اور یہ روایت زجر و وعید پر مشتمل ہے۔

خائن کا عیب چھپانے والا شریک گناہ

۳۰/۳۹۳۱ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ يَكْتُمْ غَالًّا فَاِنَّهٗ مِثْلُهٗ۔

(رواہ ابو داؤد)

اخرجه أبو داود فى السنن ٣ / ١٥٨ كتاب الجهاد، باب النهى عن الستر على من غسل، الحديث رقم ٢٧١٦۔

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص خیانت کرنے والے کی خیانت (جو اس نے مال غنیمت میں کی ہے) چھپائے (یعنی امیر کے سامنے ظاہر نہ کرے کہ فلاں نے خیانت کی ہے) وہ خیانت کرنے والے کی طرح ہے یعنی گناہ میں برابر ہے۔ یہ ابو داؤد کی روایت ہے۔

تقسیم سے پہلے فروخت کی ممانعت

۳۱/۳۹۳۲ وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ شِرَى الْمَغَانِمِ حَتّٰى تُقْسَمَ۔

(رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذى فى السنن ٤ / ١١٢ كتاب السير، باب فى كراهية بيع المغانم، الحديث رقم ١٥٦٣ وابن ماجه فى ٢ / ٤٧٠، الحديث رقم ٢١٩٦، وأحمد فى المسند ٣ / ٤٢

ترجمہ: حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے تقسیم سے پہلے غنائم کی خریداری سے منع فرمایا:

(یعنی اس وجہ سے کہ فروخت کرنے والا اس کا مالک نہیں)۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

حصص کی فروخت جائز نہیں

۳۲/۳۹۳۳ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهٗ نَهٰی اَنْ تُبَاعَ السِّهَامُ حَتّٰی تُقْسَمَ۔ (رواه الدارمی)

اخرجه الدارمي، في ٢ / ٢٩٨ كتاب السير، باب في النهى عن بيع المغانم الحديث رقم ٢٤٧٦

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ اس وقت تک حصص کی فروخت نہ کی جائے یہاں تک کہ غنائم کی تقسیم ہو۔ یہ دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یعنی اگر کوئی شخص اپنا حصہ تقسیم سے پہلے فروخت کرے تو وہ عدم ملکیت کی بناء پر جائز نہیں۔ کیونکہ ملکیت میں آنے کیلئے تقسیم ضروری ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مالک کی طرف سے مبیع متعین نہیں اور نہ اس کی کیفیت معلوم ہے (ح)

خائن کیلئے آگ

۳۳/۳۹۳۴ وَعَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ قَیْسٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ هٰذِہِ الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَمَنْ اَصَابَهٗ بِحَقِّهٖ بُوْرِكَ لَهٗ فِیْهِ وَرُبَّ مُتَخَوِّضٍ فِیْمَا شَاءَتْ بِهٖ نَفْسُهٗ مِنْ مَالِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لَیْسَ لَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِلَّا النَّارُ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذي، في السنن ٤ / ٥٠٧، كتاب الزهد، باب ما جاء في اخذ المال، الحديث رقم ٢٣٧٤ وأحمد في المسند ٦ / ٣٧٨

ترجمہ: حضرت خولہ بنت قیسؓ کہتی ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ یہ مال شیریں اور سبز ہے۔ یعنی نگاہ میں بھاتا اور دل میں محبوب ہے۔ پس جو شخص مال کو حلال ذرائع سے حاصل کرے اسے برکت دی جاتی ہے۔ اور بہت سے لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے مال میں تصرف کرنے والے ہیں کہ ان کے لئے قیامت کے دن سوائے آگ کے اور کچھ نہ ہوگا۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

ذوالفقار تلوار

۳۴/۳۹۳۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَنَفَّلَ سَیْفَهٗ ذُوالْفَقَارِ یَوْمَ بَدْرٍ۔

(رواه ابن ماجة وزاد الترمذی وهو الذی رأی فیه الرؤیا یوم احد)

اخرجه الترمذي في السنن ٤ / ١١٠، كتاب السير، باب في النفل، عقب الحديث رقم ١٥٦١ وابن ماجه في السنن ٢ / ٩٣٩ الحديث رقم ٢٨٠٨، وأحمد في المسند ١ / ٢٧١

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے بدر کے دن اپنے حصہ سے زائد ذوالفقار نامی

تلوار لی۔ یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔ اور ترمذی نے یہ اضافہ کیا ہے۔ یہ وہی تلوار ہے کہ جس کے متعلق آپ ﷺ نے احد کے موقعہ پر یہ خواب دیکھا تھا کہ اس میں دندانے پڑ گئے ہیں۔

تشریح ۞ **تَنَفَّلَ** : حصہ سے زائد لی یعنی پسند فرما کر غنیمت میں سے حصہ سے زائد لی۔ یہ بات آپ ﷺ کے علاوہ اور کسی کو جائز نہیں۔ یہ منبہ بن حجاج مشہور کافر کی تلوار تھی۔ وہ غزوہ بدر میں مارا گیا۔ آپ ﷺ نے یہ تلوار اپنے حصہ سے زائد لی اور یہ اکثر لڑائیوں میں دوسری تلواروں کی بجائے آپ ﷺ کے پاس رہی۔ صاحب قاموس نے تو یہ لکھا ہے کہ اس کا مالک عاص بن منبہ کافر تھا وہ میدان بدر میں قتل ہوا۔ پھر آپ نے یہ تلوار حضرت علیؓ کو عنایت فرما دی۔

ذوالفقار کی وجہ تسمیہ: فقار پشت کی ہڈی کو کہتے ہیں اور تلوار کی پشت پر اس کے مشابہہ مہرے تھے۔ اس وجہ سے اس کا نام ذوالفقار تھا۔

خواب: آپ ﷺ کو احد سے پہلے یہ خواب آیا کہ میں نے اپنی تلوار ذوالفقار کو ہلایا تو وہ درمیان سے ٹوٹ گئی پھر دوسری مرتبہ ہلایا تو پہلے سے بہتر ہوگئی۔

تعبیر: اس کی تعبیر یہ تھی کہ معمولی شکست پیش آئے گی چنانچہ احد کے دن اسی طرح ہوا پھر آخر میں فتح ہوگئی۔ (ح)

بلا شدید ضرورت غنیمت کے اونٹ پر سوار نہ ہوں

۳۵/۳۹۳۶ وَعَنْ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَرْكَبْ دَابَّةً مِنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى اِذَا اَعْجَفَهَا رَدَّهَا فِيْهِ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَلْبَسْ ثَوْبًا مِنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى اِذَا اَخْلَقَهُ رَدَّهُ فِيْهِ۔ (رواه ابو داؤد)

اخرجه أبو داود في السنن ۲ / ۶۱۶ كتاب النكاح، باب في وطء السبايا، الحديث رقم ۲۱۵۹

ترجمہ : حضرت رویفع بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو اسے مال غنیمت کے کسی جانور پر سواری بھی نہ کرنی چاہیے یعنی مشترکہ غنیمت سے بلاضرورت کوئی جانور نہ لے کہ اسے پھر دبلا کر کے واپس کر دے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے مسلمانوں کے غنائم میں سے کوئی کپڑا نہ پہننا چاہیے یعنی بلاضرورت شدیدہ نہ لے۔ یہاں تک کہ پرانا ہونے پر واپس کر دے۔ یہ ابو داؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس روایت سے یہ سمجھا گیا ہے کہ جس صورت میں جانور دبلا پن کا شکار ہوتا ہو تو وہ اختیار نہ کی جائے اگر دبلا پن نہ آئے تو کچھ حرج نہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ کسی صورت میں سوار نہیں ہو سکتا۔ عموماً زیادہ سواری دبلے پن کا باعث بنتی ہے۔ اسلئے اس کو بطور عادت کے نقصان کا باعث قرار دیا۔ (ح۔ع)

طعام غنیمت بقدرِ ضرورت لیا جائے

۳۶/۳۹۴۷ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِی الْمُجَالِدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِی اَوْفٰی قَالَ قُلْتُ هَلْ كُنْتُمْ تَخْمِسُوْنَ الطَّعَامَ فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَصَبْنَا طَعَامًا يَوْمَ خَيْبَرَ فَكَانَ الرَّجُلُ يَجِیْءُ فَيَأْخُذُ مِنْهُ مِقْدَارَ مَايَكْفِيْهِ ثُمَّ يَنْصَرِفُ۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۱۵۱ كتاب الجهاد' باب النهی عن النهب' الحديث رقم ۲۷۰٤۔

ترجمہ: محمد بن ابی المجالد کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے روایت ہے کہ میں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا تم طعام کا حصہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں نکالتے تھے؟ تو وہ کہنے لگے ہم نے خیبر کے دن کھانا پایا تو ہر شخص استعمال کی مقدار اس میں سے کھالیتا پھر واپس مڑ جاتا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❀ تَخْمِسُوْنَ: تم اس میں سے خمس نکالتے تھے یا پھر جنس طعام میں سے جو تقسیم سے خارج تھا اس میں ہر ایک کو اپنی مرضی سے تصرف کی اجازت تھی۔

جواب کا مطلب یہ ہے کہ طعام سے خمس تو نہ لینا چاہیے مگر طعام میں بھی اپنی مرضی سے صرف اس حد تک تصرف کی اجازت ہے کہ بقدر کفایت لے سکتا ہے زائد نہیں۔ (ع)

طعام و شہد کا خمس نہیں

۳۷/۳۹۴۸ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ جَيْشًا غَنِمُوْا فِیْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا وَّعَسَلًا فَلَمْ يُؤْخَذْ مِنْهُمُ الْخُمُسَ۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۱٤۹ كتاب الجهاد' باب فی اباحب الطعام' الحديث رقم ۲۷۰۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک لشکر آپ کے زمانہ میں طعام اور شہد بطور غنیمت لایا تو ان سے (اس چیز میں سے جو انہوں نے کھالی) خمس نہ لیا گیا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

خوراک کی اشیاء بقدرِ حاجت لیں

۳۸/۳۹۴۹ وَعَنِ الْقَاسِمِ مَوْلٰی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنَّا نَاكُلُ الْجَزُوْرَ فِی الْغَزْوِ وَلَا نَقْسِمُهٗ حَتّٰی اِذَا كُنَّا نَرْجِعُ اِلٰی رِحَالِنَا وَاَخْرِ جَتُنَا مِنْهُ مَمْلُوْءَةٌ۔

(رواہ ابوداؤد)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۱۵۲ كتاب الجهاد' باب فی حمل الطعام من ارض العدو' ح ۲۷۰٦۔

عبدالرحمٰن کے مولی قاسم سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے کسی صحابیؓ نے بیان کیا کہ ہم جہاد میں اونٹ کھاتے یعنی جب خوراک کی ضرورت پڑتی تو ذبح کر کے کھاتے۔ اور اس کو ہم اس وقت تک تقسیم نہ کرتے' یہاں تک کہ جب ہم اپنے پڑاؤ کی طرف واپس لوٹتے تو ہماری خورجیاں اونٹ کے گوشت سے پر ہوتی تھیں۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❀ جب مسلمان دارالحرب سے نکلیں تو اس وقت ان کو غنیمت میں سے گھاس دانہ جانوروں کو کھلانا اور خود کھانا درست نہیں۔ اس وجہ سے کہ ضرورت ختم ہوئی اور ضرورت کے لحاظ سے ہی اباحت تھی وہ جاتی رہی۔ اور جس کے پاس طعام اور گھاس زائد از ضرورت ہو وہ غنائم کی طرف لوٹا دے بشرطیکہ وہ تقسیم نہ ہوئی ہو دارالحرب میں اگرچہ اس سے نفع اٹھایا ہو۔ (ع)

خیانت سے اجتناب کا حکم

۳۹/۳۹۴۰ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ اَدُّوا الْخِیَاطَ وَالْمِخْیَطَ وَاِیَّاکُمْ وَالْغُلُوْلَ فَاِنَّهٗ عَارٌ عَلٰی اَهْلِهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔

(رواه الدارمي ورواه النسائي عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده)

اخرجه أبو داود في السنن ۲ / ۹۵۰ الدارمي' كتاب السير' باب ما جاء انه قال الحديث رقم ۲۸۵۰' والدارمي في ۲ . ۳۰۲ الحديث رقم ۱۴۸۷' وأحمد في المسند ۵ / ۳۱۸

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سوئی اور دھاگہ بھی ادا کرو۔ یعنی مال غنیمت میں سے اس قدر بھی چھپا کر نہ رکھو اور اس میں خیانت کرنے سے بچو یعنی مال غنیمت سے یا (مطلق طور پر) خیانت سے اجتناب کرو۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خیانت خیانت کرنے والوں کیلئے باعث عار ہوگی۔ یہ دارمی کی روایت ہے۔ نسائی نے اسے عمرو بن شعیب سے نقل کیا ہے۔

اس مال میں اس اون کے برابر بھی زائد حق نہیں

۴۰/۳۹۴۱ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ دَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَعِیْرٍ فَاَخَذَ وَبَرَةً مِنْ سَنَامِهٖ ثُمَّ قَالَ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّهٗ لَیْسَ لِیْ مِنْ هٰذَا الْفَیْءِ شَیْءٌ وَلَا هٰذَا وَرَفَعَ اِصْبَعَهٗ اِلَّا الْخُمُسَ وَالْخُمُسُ مَرْدُوْدٌ عَلَیْکُمْ فَاَدُّوا الْخِیَاطَ وَالْمِخْیَطَ فَقَالَ رَجُلٌ فِیْ یَدِهٖ کُبَّةٌ مِنْ شَعَرٍ فَقَالَ اَخَذْتُ هٰذِهٖ لِاُصْلِحَ بِهَا بَرْدَعَةً فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا مَا کَانَ لِیْ وَلِبَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَهُوَ لَکَ فَقَالَ اَمَّا اِذَا بَلَغَتْ مَا اَرٰی فَلَا اَرَبَ لِیْ فِیْهَا وَنَبَذَهَا۔ (رواه ابوداؤد)

اخرجه أبو داود في السنن ۳ / ۱۴۲' الحديث رقم ۲۶۹۴' وأحمد في المسند ۲ / ۱۸۴

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیبؓ نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت نقل کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک دن ایک اونٹ کے پاس تشریف لائے (جو مال فئی میں آیا تھا) اور اس کی کوھان سے (چند) بال اکھاڑ کر فرمایا:

اے لوگو! حقیقت یہ ہے کہ اس مال فئی میں سے میرے لئے کچھ نہیں اور نہ یہ اون جس کا تذکرہ ہوا۔ اس وقت آپ نے اپنی انگشت مبارک اٹھائی جس پر پشم لپیٹ رکھا تھا۔ اس کو اٹھایا یا لوگوں کو دکھانے کیلئے فرمایا کہ خمس اور وہ بھی تم پر خرچ کی جاتی ہے۔ یعنی تمہارے مصالح میں مثلاً گھوڑے، ہتھیار وغیرہ پس تم ادا کر دو دھاگے اور سوئی اس وقت ایک شخص کھڑا ہوا جس کے ہاتھ میں بالوں کی رسی کا ایک ٹکڑا تھا۔ وہ کہنے لگا کہ میں نے اس کو اسلئے لیا تھا تا کہ اس کے ذریعہ میں پالان کے نیچے کی کملی درست کروں تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہاں تک اس چیز کا تعلق مجھ اور اولاد عبدالمطلب سے ہے پس وہ تیرے لئے ہے یعنی جو چیز میرے اور ان کے حصہ کی ہے وہ ہم نے تجھے معاف کر دی اور جو دیگر مجاہدوں کا حصہ ہے اب سے ان سے بخشوانا چاہیے۔ وہ شخص کہنے لگا: جب یہ رسّی اس حد کو پہنچی ہے تو پھر مجھے اس رسّی کی ضرورت نہیں پھر اس نے اس رسّی کو پھینک دیا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

غنائم میں صرف خمس

۳۹۴۲/۴۱ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى بَعِيْرٍ مِّنَ الْمَغْنَمِ فَلَمَّا سَلَّمَ اَخَذَ وَبَرَةً مِنْ جَنْبِ الْبَعِيْرِ ثُمَّ قَالَ وَلَا يَحِلُّ لِيْ مِنْ غَنَائِمِكُمْ مِثْلُ هٰذَا اِلَّا الْخُمُسُ وَالْخُمُسُ مَرْدُوْدٌ فِيْكُمْ۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجه أبو داود في السنن ٣ / ٣٨٤ كتاب الجهاد' باب في الامام يستاثر بشئى من الفئى' الحديث رقم ٢٧٥٥

ترجمہ: حضرت عمرو بن عبسہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک اونٹ کی طرف رخ کر کے ہمیں نماز پڑھائی اور وہ اونٹ غنیمت کا تھا یعنی اس اونٹ کو سترہ بنایا۔ جب آپ ﷺ نے سلام کیا تو اونٹ کے پہلو سے پشم لی اور فرمایا تمہارے غنائم میں سے میرے لئے اس کی مانند کچھ بھی حلال نہیں مگر پانچواں حصہ اور پانچواں حصہ بھی تمہاری حاجات میں خرچ کیا جاتا ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ پہلو سے یعنی کوہان کی ایک جانب سے پس روایات سے منافات جاتی رہی اور واقعہ متحد ہو گیا یا اس کے پہلو سے تو یہ اور واقعہ ہونے کی وجہ سے قضیہ متعدد ہو گیا۔ (ع)

ذوی القربیٰ کے حصہ کی وضاحت

۳۹۴۳/۴۲ وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ لَمَّا قَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَهْمَ ذَوِي الْقُرْبٰى بَيْنَ بَنِيْ هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ اَتَيْتُهُ اَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰؤُلَاءِ اِخْوَانُنَا مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ لَا نُنْكِرُ فَضْلَهُمْ لِمَكَانِكَ الَّذِيْ وَضَعَكَ اللّٰهُ مِنْهُمْ اَرَاَيْتَ اِخْوَانَنَا مِنْ بَنِي الْمُطَّلِبِ اَعْطَيْتَهُمْ وَتَرَكْتَنَا وَاِنَّمَا قَرَابَتُنَا وَقَرَابَتُهُمْ وَاحِدَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا بَنُوْ هَاشِمٍ وَبَنُو الْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَاحِدٌ هٰكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ (رواہ الشافعي وفي رواية ابي داؤد والنسائي نحوه

وفیہ) اَنَا وَبَنُوا الْمُطَّلِبِ لَا نَفْتَرِقُ فِیْ جَاهِلِيَّةٍ وَلَا اِسْلَامٍ وَاِنَّمَا نَحْنُ وَهُمْ شَیْءٌ وَاحِدٌ وَشَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهِ.

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۳۸۳' کتاب الخروج والامارة' باب فی بیان مواضع قسم الخمس' ح ۲۹۸۰ والنسائی فی ۷ / ۱۳۰' الحدیث رقم ۴۱۳۷

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعمؓ کہتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ نے ذوی القربی کا وہ حصہ جس کا تذکرہ قرآن مجید میں وارد ہے یعنی خمس غنیمت۔ بنو ہاشم اور بنو مطلب کے مابین تقسیم فرمایا تو میں اور عثمان بن عفانؓ (دونوں آپ کی خدمت میں) حاضر ہوئے اور ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو اللہ تعالیٰ نے بنو ہاشم میں سے پیدا کیا تو ہمیں اس کی وجہ سے اپنے بھائیوں یعنی بنو ہاشم کی عظمت و بزرگی سے بالکل انکار نہیں کرتے بلکہ اپنے سے ان کو افضل سمجھتے ہیں کیونکہ ہمارے مقابلے میں وہ آپ ﷺ سے قریب تر ہیں۔ ان کے اور آپ کے دادا ہاشم ہیں۔ اگرچہ ہمارے جد اور ان کے جد بھی ایک ہیں یعنی عبد مناف کہ یہ ان کے چار بیٹوں کی اولاد ہے۔ آپ ہمیں فرمائیں کہ ہمارے بھائیوں بنو مطلب کو تو ذوی القربیٰ کا حصہ عنایت فرمایا اور ہمیں چھوڑ دیا یعنی خمس میں ذوی القربیٰ کا جو حصہ آپ نے ان کو دیا' اس سے ہمیں کیوں محروم فرمایا: حالانکہ ہماری اور ان کی قرابت یعنی بنو نوفل اور بنو عبد شمس کی برابر ہے۔ یہ جبیر بنو نوفل سے اور عثمان بنو عبد شمس سے تھے۔ اور ان کی قرابت یعنی بنو مطلب کی ایک ہے کہ وہ بھی ہاشم کے اسی طرح بھائی ہیں اور باپ ہمارا بھی وہی (عبد مناف ہے) تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک ہیں اور آپ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے میں داخل کر کے فرمایا: وہ اس طرح ایک ہیں۔ اس روایت کو امام شافعیؒ نے نقل کیا اور ابوداؤد، نسائی کی روایت بھی اسی طرح ہے۔ اور اس میں اس طرح ہے۔ کہ میں اور مطلب کی اولاد جاہلیت اور اسلام میں جدا نہیں ہوئے ہم اور وہ ایک ہیں اور آپ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل فرمائیں۔

الفصل الثالث:

مُعاذ اور معوّذ رضی اللہ عنہما کا کارنامہ

۴۳/۳۹۴۴ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ اِنِّیْ لَوَاقِفٌ فِی الصَّفِ یَوْمَ بَدْرٍ فَنَظَرْتُ عَنْ یَمِیْنِیْ وَعَنْ شِمَالِیْ فَاِذَا اَنَا بِغُلَامَيْنِ مِنَ الْاَنْصَارِ حَدِيْثَةٍ اَسْنَانُهُمَا فَتَمَنَّيْتُ اَنْ اَكُوْنَ بَيْنَ اَضْلَعَ مِنْهُمَا فَغَمَزَنِیْ اَحَدُ هُمَا فَقَالَ اَیْ عَمِّ هَلْ تَعْرِفُ اَبَا جَهْلٍ قُلْتُ نَعَمْ فَمَا حَاجَتُكَ اِلَيْهِ يَا ابْنَ اَخِیْ قَالَ اُخْبِرْتُ اَنَّهٗ يَسُبُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَئِنْ رَاَيْتُهٗ لَا يُفَارِقُ سَوَادِیْ سَوَادَهٗ حَتّٰى يَمُوْتَ الْاَعْجَلُ مِنَّا قَالَ فَتَعَجَّبْتُ لِذٰلِكَ قَالَ وَغَمَزَنِی الْاٰخَرُ فَقَالَ لِیْ مِثْلَهَا فَلَمْ اَنْشَبْ اَنْ نَظَرْتُ اِلٰى اَبِیْ جَهْلٍ يَجُوْلُ فِی النَّاسِ فَقُلْتُ اَلَا تَرَيَانِ هٰذَا صَاحِبُكُمَا الَّذِیْ تَسْاَلَانِیْ عَنْهُ قَالَ فَابْتَدَرَاهُ بِسَيْفَيْهِمَا فَضَرَبَاهُ حَتّٰى قَتَلَاهُ ثُمَّ انْصَرَفَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَاهُ

فَقَالَ اَيُّكُمَا قَتَلَهٗ فَقَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اَنَا قَتَلْتُهٗ فَقَالَ هَلْ مَسَحْتُمَا سَيْفَيْكُمَا فَقَالَا لَا فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى السَّيْفَيْنِ فَقَالَ كِلَا كُمَا قَتَلَهٗ وَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَلَبِهٖ لِمُعَاذِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْجَمُوْحِ وَالرَّجُلَانِ مُعَاذُ بْنُ عَمْرِوبْنِ الْجَمُوْحِ وَمُعَاذُ بْنُ عَفْرَاءَ۔

(متفق عليه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦ / ٢٤٦ کتاب المغازی' باب ١٠' ح ٣١٤١' وأحمد فی المسند ١ / ١٩٣

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے روایت ہے کہ میں بدر کے میدان میں صف کارزار میں کھڑا تھا۔ میں نے اپنے دائیں بائیں نظر ڈالی تو میں نے اپنے آپ کو انصار کے دو نوعمر لڑکوں کے درمیان پایا۔ میرے دل میں تمنا پیدا ہوئی کہ کاش کہ آج میں دو طاقتور اور تجربہ کار آدمیوں کے درمیان ہوتا بجائے ان نوخیز جوانوں کے یعنی میں نے ان کو شجاعت میں نوآموز اور ناتجربہ کار سمجھ کر حقیر جانا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ بھاگ جائیں اور مجھے بھی عیب دار بنا دیں۔ پھر اسی لمحہ ان میں سے ایک نے مجھے چوکا دیکر کہا اے چچا کیا تو ابوجہل کو پہچانتا ہے۔ کہ وہ کونسا ہے اور کہاں ہے۔ میں نے کہا ہاں میں جانتا ہوں میں نے کہا تمہیں اس سے اے بھتیجے کیا غرض ہے؟ اس نے کہا مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ جناب رسول اللہ کو گالیاں دیتا ہے۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر میں اسے دیکھ پاؤں تو میں اس سے اسوقت تک الگ نہ ہوں گا یہاں تک کہ ہم میں سے جلد باز مر نہ جائے۔ یعنی جس کی موت پہلے آئی ہوگی وہ پہلے مرے گا۔ خواہ میں مروں یا وہ مرے۔ عبدالرحمان کہتے ہیں کہ مجھے اس کی بات پر بڑا تعجب ہوا کہ اس میں کس قدر ہمت و شجاعت اور حضرت محمد ﷺ سے کس قدر محبت ہے۔ عبدالرحمان کہتے ہیں (میں ابھی اسی سوچ میں تھا) کہ دوسرے نے مجھے چوکا دے کر اسی طرح کہا جیسا کہ پہلے نے کہا تھا۔ زیادہ دیر نہ گزرنے پائی تھی کہ میری نگاہ ابوجہل پر پڑی جو لوگوں میں پھر رہا تھا۔ یعنی کفار کی صفوف کے درمیان گھوم رہا تھا۔ میں نے ان دونوں سے کہا کیا تم اس شخص کو نہیں دیکھتے ہو جو صفوں کے درمیان پھر رہا ہے۔ وہی تمہارا مقصود ہے' جس کے متعلق تم مجھ سے دریافت کر رہے ہو یعنی میں نے ان کو کہا ابوجہل یہی ہے عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ دونوں لڑکے تیزی سے تلواریں لے کر ابوجہل کی طرف بڑھے اس کو مارا۔ یہاں تک کہ قتل کر دیا۔ پھر دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اس بات کی اطلاع دی یعنی اس معاملے کے بارے میں بتلایا آپ نے ارشاد فرمایا تم دونوں میں سے اس کو کس نے قتل کیا ہے تو ان دونوں میں سے ہر ایک نے کہا میں نے قتل کیا ہے پھر آپ نے فرمایا کیا تم دونوں نے اپنی تلواروں کو پونچھ ڈالا ہے انہوں نے کہا نہیں تو آپ نے ان دونوں کی تلواروں کا معائنہ فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے ابوجہل کا تمام سامان معاذ ابن عمرو کو عنایت فرمایا یہ دونوں نوجوان جنہوں نے ابوجہل کو قتل کیا معاذ ابن عمرو اور معاذ بن عفراء تھے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ بخاری میں وارد ہے کہ یہ معوذ بن عفراء تھے آئندہ روایت میں مذکور ہے کہ ابوجہل کو قتل کرنے والے دونوں عفراء کے بیٹے تھے اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بیٹا عفراء کا ہے اس کی تطبیق اس طرح ہے کہ دونوں ایک ہی ماں کے بیٹے تھے جس کا نام عفراء تھا باپ البتہ دونوں کے الگ الگ تھے ایک کے باپ کا نام عمرو بن جموح تھا اور دوسرے کے باپ کا نام اور تھا پس ایک کی نسبت باپ کی طرف کر دی اور دوسرے کی ماں کی طرف۔ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ کہ دوسرے کے باپ

کا نام حارث تھا۔

دو اعتراض:

نمبرا۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے فرمایا تم دونوں نے مارا ہے پھر ایک کو تمام اسباب کیوں دے دیا گیا۔

الجواب: شاید کہ دونوں ہی مارنے میں شریک ہوں مگر جس نے ضرب لگا کر اس کو چلنے پھرنے سے عاجز کر دیا وہ ایک ہو اور دوسرے نے وار کر کے اس کو زخم پہنچایا ہو اس لئے اسباب کا حقدار وہی بنا جس نے اس کو چلنے پھرنے سے عاجز کر دیا رہا آپ کا یہ فرمانا کہ تم دونوں نے قتل کیا ہے یہ دوسرے کی حوصلہ افزائی کیلئے ہے۔

نمبر۲۔ ابن مسعودؓ نے ابوجہل کے اندر زندگی کی رمق پائی پھر اس کا سر کاٹ کر آپ کی خدمت میں پیش کیا تو اس لحاظ سے آپ ﷺ نے اس کے اسباب میں سے ایک چیز یعنی تلوار ان کو عنایت فرمائی۔ امام مالکؒ کے بعض شاگردوں نے نقل کیا کہ اسباب کے سلسلے میں امام کو اختیار حاصل ہے جس کو چاہے عنایت کرے اس قول کو مان لینے کی صورت میں کسی اشکال کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

۴۴/۳۹۴۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ مَنْ يَّنْظُرُ لَنَا مَا صَنَعَ اَبُوْجَهْلٍ فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَوَجَدَهٗ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتّٰى بَرَدَ قَالَ فَاَخَذَ بِلِحْيَتِهٖ فَقَالَ اَنْتَ اَبُوْجَهْلٍ فَقَالَ وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْهُ وَفِىْ رِوَايَةٍ قَالَ فَلَوْغَيْرُ اَكَّارٍ قَتَلَنِىْ۔ (متفق علیه)

اخرجه مسلم فی صحيحه ٣ / ١٤٢٣ كتاب المغازى، باب قتل ابى جهل، الحديث رقم (١١٨ ـ ١٨٠٠)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے بدر کے دن فرمایا: کوئی شخص تم میں سے جا کر ابوجہل کا حال دیکھ آئے یعنی آیا مر چکا ہے یا زندہ ہے۔ ابن مسعودؓ گئے اور انہوں نے ابوجہل کو اس حالت میں پایا کہ وہ ٹھنڈا ہو چکا تھا یعنی قریب المرگ تھا۔ اسے عفراء کے دونوں بیٹوں نے قتل کیا تھا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ابن مسعودؓ نے اس کی ڈاڑھی پکڑ کر پوچھا تو ابوجہل ہے؟ تو وہ کہنے لگا کیا اس سے بھی بڑا آدمی کوئی قریش میں ہے جس کو تم نے قتل کیا؟ یعنی میرے درجے کا کوئی آدمی قریش میں نہیں۔ اور روایت میں ہے کہ اگر زمینداروں کے علاوہ مجھے کوئی قتل کرتا تو مناسب تھا۔ یہ بخاری، مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ فَلَوْغَيْرُ اَكَّارٍ قَتَلَنِىْ: قتل میں مجھے عار نہیں البتہ اتنی بات افسوسناک ہے کہ مجھے قتل کرنے والے زراعت کرنے والے تھے۔ اگر ان کے علاوہ کوئی اور مجھے قتل کرتا تو خوب تھا اور میرے ہاں بہتر تھا۔ کسان کہہ کر ابوجہل نے عفراء کے دو بیٹوں کی طرف اشارہ کیا جنہوں نے اسے قتل کیا تھا وہ مدینہ کے رہنے والے تھے اور مدینہ منورہ کے لوگ اکثر کھیتوں اور باغات والے تھے۔ (ح)

بعض کو مال ان کے ایمان کی حفاظت کیلئے دیا جاتا ہے

۴۵/۳۹۴۶ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِىْ وَقَّاصٍ قَالَ اَعْطٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا وَاَنَا جَالِسٌ

فَتَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْهُمْ رَجُلاً هُوَ اَعْجَبُهُمْ اِلَيَّ فَقُمْتُ فَقُلْتُ مَالَكَ عَنْ فُلَانٍ وَاللّٰهِ اِنِّي لَاُرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْمُسْلِمًا ذَكَرَ ذٰلِكَ سَعْدٌ ثَلَاثًا وَاَجَابَهُ بِمِثْلِ ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ اِنِّي لَاُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرُهُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْهُ خَشْيَةَ اَنْ يُكَبَّ فِي النَّارِ عَلٰى وَجْهِهٖ (متفق عليه وفي رواية لهما قال الزهري) فَنَرٰى اَنَّ الْاِسْلَامَ الْكَلِمَةُ وَالْاِيْمَانُ الْعَمَلُ الصَّالِحُ.

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳ / ۳۴۰ کتاب الایمان' اذا لم یکن الاسلام علی الحقیقة' الحدیث رقم ۱۴۷۸ و مسلم فی صحیحه ۱ / ۱۳۲' الحدیث رقم (۲۳۶ ـ ۱۵۰)۔

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ میری موجودگی میں پیغمبر ﷺ نے کچھ لوگوں کو کچھ مال دیا اور ایک کو چھوڑ دیا یعنی بالکل نہ دیا۔ حالانکہ وہ میرے ہاں (دینی لحاظ سے) سب سے بہتر تھا۔ پس میں نے کھڑے ہو کر کہا یعنی آپ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا وجہ ہے کہ فلاں شخص کو آپ نے کچھ بھی عنایت نہیں فرمایا: اللہ کی قسم! میں اسے سچا مؤمن گمان کرتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ تم اس طرح کہو میں اس کو مؤمن سمجھتا ہوں یا مسلم سمجھتا ہوں۔ سعد نے یہ بات تین بار دھرائی تو آپ ﷺ نے یہ جواب دھرایا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا میں ایک شخص کو دیتا ہوں حالانکہ اس کے علاوہ دوسرا آدمی مجھے زیادہ محبوب ہوتا ہے (اور اس خطرہ کے پیش نظر اس کو نہیں کہ کہیں وہ منہ کے بل آگ میں نہ ڈالا جائے یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔ اور بخاری و مسلم کی ایک اور روایت میں اس طرح وارد ہے۔ زہری کہتے ہیں پس میں جانتا ہوں کہ اور اعتقاد رکھتا ہوں کہ اسلام ایک بول ہے یعنی اقرار شہادت ہے۔ اور ایمان عمل صالح ہے یعنی عمل قلبی اور وہ تصدیق ہے۔

تشریح ۞ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْمُسْلِمًا : یعنی بلکہ تم اس طرح کہو میں اس کو مسلمان جانتا ہوں یعنی ایمان حقیقی جو کہ تصدیق باطنی کا نام ہے اس کی اطلاع ممکن نہیں لیکن اسلام جو کہ ظاہری انقیاد اور اطاعت کو کہا جاتا ہے یہ یقینی ہے پس تم اس طرح کہو کہ میں اس کو مسلمان جانتا ہوں آپ ﷺ کا مقصود سعدؓ پر مواخذہ اور اعتراض تھا کہ وہ آپ ﷺ کے سامنے دلیل پیش کر رہے تھے کہ فلاں آدمی تو مال کا حقدار ہے اور اس کو محروم کر دینا یہ بڑا بعید ہے اور وہ یہ دعویٰ کر رہے تھے کہ اس کا ایمان حقیقی ہے۔

۲۔ خَشْيَةَ اَنْ يُكَبَّ فِي النَّارِ : یعنی مال کے دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس آدمی سے زیادہ محبت ہے یا یہ زیادہ فضیلت والا ہے کیونکہ عطیات فضائل دنیا کے اعتبار سے نہیں ہوتے بلکہ بعض اوقات ضعف ایمان اور تالیف قلب کیلئے دیئے جاتے ہیں تا کہ اسلام سے متنفر ہو کر وہ کفر میں نہ پڑ جائے پس تمہیں چاہیے کہ اس کو دینے کے متعلق سوال کرنے میں مبالغہ مت کرو اور اس کے کامل الایمان مؤمن ہونے کو دلیل مت پیش کرو یا اس کے مستحق ہونے کو یقینی مت قرار دو۔

۳۔ اَلْاِسْلَامَ الْكَلِمَةُ : اسلام کلمہ ہے یعنی اسلام کلمہ ہے یہ بات بالکل واضح ہے کہ اسلام تو عمل صالح ہے اور انقیاد احکام ہے اور ایمان تصدیق قلبی ہے۔ مگر جب کہ اسلام کے کلمہ کا اقرار زبانی موجود تھا اور وہ ظاہری اسلام کا حکم کرنے کیلئے کافی تھا اور اعمال صالحہ وہ ایمان کی وجہ سے صادر ہوتے ہیں جو کہ دل میں پائے جانے والی تصدیق ہے اور کامل ایمان کی وجہ سے انجام

پاتے ہیں تو یہاں اسلام کو کلمہ کہنے پر اکتفا کیا گیا اور ایمان کی تفسیر عمل صالح سے فرمائی۔ فافهم۔ (ح)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خوش نصیبی

۳۹۴۷/۴۶ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ يَعْنِىْ يَوْمَ بَدْرٍ فَقَالَ اِنَّ عُثْمَانَ انْطَلَقَ فِىْ حَاجَةِ اللّٰهِ وَحَاجَةِ رَسُوْلِهٖ وَاِنِّىْ اُبَايِعُ لَهٗ فَضَرَبَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَهْمٍ وَلَمْ يَضْرِبْ لِاَحَدٍ غَابَ غَيْرَهٗ۔ (رواه ابوداوٗد)

اخرجه أبو داود في السنن ۳ / ۱٦۸ 'كتاب الجهاد' ح ۲۷۲٦۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے دن خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور فرمایا عثمان اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کام گیا ہے میں ان کی طرف سے بھی بیعت کرتا ہوں پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے بھی (مال غنیمت میں سے) حصہ مقرر فرمایا یعنی غنیمت میں سے حصہ دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے علاوہ بدر سے غائب ہونے والے کیلئے حصہ مقرر نہیں فرمایا یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❁ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بدر میں پہنچے اس وقت آپ کی بیٹی رقیہؓ زوجہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیمار تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت رقیہؓ کی تیمارداری کیلئے مدینہ روانہ فرمایا اور جب مال غنیمت تقسیم کیا جانے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کیلئے گئے ہیں اور میں خود ان کی طرف سے بیعت کرتا ہوں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بایاں ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ پر مارا اور فرمایا یہ عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہے اور ان کیلئے غنیمت میں سے حصہ نکالا۔

ایک اُونٹ دس بکریوں کے برابر

۳۹۴۸/۴۷ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْعَلُ فِىْ قَسْمِ الْمَغَانِمِ عَشْرًا مِنَ الشَّاءِ بِبَعِيْرٍ۔ (رواه النسائی)

اخرجه النسائي في ۷ / ۲۲۱ الحديث رقم ٤۳۹۱' واحمد في المسند ۳ / ٤٦٤

ترجمہ: حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ غنیمت کی تقسیم میں دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیتے تھے یہ نسائی کی روایت ہے۔

حضرت یوشع علیہ السلام کیلئے آفتاب کا رُکنا

۳۹۴۹/۴۸ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا نَبِىٌّ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ فَقَالَ لِقَوْمِهٖ لَا يَتَّبِعْنِىْ رَجُلٌ مَلَكَ بُضْعَ امْرَاَةٍ وَهُوَ يُرِيْدُ اَنْ يَّبْنِىَ بِهَا وَلَمَّا يَبْنِ بِهَا وَلَا اَحَدٌ بَنٰى بُيُوْتًا وَلَمْ

يَرْفَعْ سُقُوْفَهَا وَلَا رَجُلٌ اشْتَرٰى غَنَمًا اَوْ خَلِفَاتٍ هُوَ يَنْتَظِرُ اَوْلَا دَهَا فَغَزَافَدَنَا مِنَ الْقَرْيَةِ صَلَاةَ الْعَصْرِ اَوْ قَرِيْبًا مِنْ ذٰلِكَ فَقَالَ لِلشَّمْسِ اِنَّكِ مَأْمُوْرَةٌ وَاَنَا مَأْمُوْرٌ اَللّٰهُمَّ احْبِسْهَا عَلَيْنَا فَحُبِسَتْ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَجَمَعَ الْغَنَائِمَ فَجَاءَ تْ يَعْنِي النَّارَ لِتَاْكُلَهَا فَلَمْ تَطْعَمْهَا فَقَالَ اِنَّ فِيْكُمْ غُلُوْلًا فَلْيُبَايِعْنِيْ مِنْ كُلِّ قَبِيْلَةٍ رَجُلٌ فَلَذِقَتْ يَدُ رَجُلٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ فِيْكُمُ الْغُلُوْلُ فَجَاءُ وْا بِرَاْسٍ مِثْلِ رَاْسِ بَقَرَةٍ مِنَ الذَّهَبِ فَوَضَعَهَا فَجَاءَ تِ النَّارُ فَاَكَلَتْهَا وَزَادَ فِيْ رِوَايَةٍ فَلَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِاَحَدٍ قَبْلَنَا ثُمَّ اَحَلَّ اللّٰهُ لَنَا الْغَنَائِمَ رَاٰى ضَعْفَنَا وَعِجْزَنَا فَاَحَلَّهَا لَنَا۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاري في صحيحه ٦ / ٦٢٨' الحديث رقم ٣١٢٤ و مسلم' كتاب الجهاد والسير' باب تحليل الغنائم لهذه الاعة خاصة' في ٣ / ١٣٦٦' الحديث رقم (٣٢ - ١٧٤٧) وأحمد في المسند ٢ / ٣١٧

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا انبیاء میں سے ایک پیغمبر ﷺ نے جہاد کا ارادہ کیا یعنی یوشع بن نون علیہ السلام نے پھر اپنی قوم کے لوگوں کو فرمایا کہ میرے ساتھ وہ شخص بھی نہ آئے گا۔ جس نے نکاح کیا ہو اور وہ اپنی بیوی کو گھر میں لانا چاہتا ہو تا کہ اس سے صحبت کرے اور اب تک وہ گھر میں نہ لایا ہو۔ نمبر۲۔ وہ شخص بھی میرے ساتھ نہ جائے کہ جس نے اپنا گھر بنایا مگر ابھی تک چھت ڈالنا باقی ہو۔ نمبر۳۔ ایسے ہی میرے ساتھ وہ شخص بھی نہ جائے کہ جس نے گابھن بکریاں یا حاملہ اونٹنیاں خریدی ہوں اور ان کے بچے جننے کا منتظر ہو پھر وہ پیغمبر جہاد کیلئے تشریف لے گئے جب اس شہر کے قریب پہنچے جہاں جہاد کا ارادہ تھا تو وہ وقت نماز عصر کا تھا یعنی آخری وقت یا قرب نماز عصر یعنی آخری وقت کے قریب والا وقت تو وہ پیغمبر ﷺ سورج کو کہنے لگے کہ اے سورج! تجھے بھی چلنے کا حکم ملا ہے اور مجھے بھی اس بستی کو فتح کرنے کا حکم دیا گیا پھر اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا۔ اے اللہ سورج کو ہمارے لیے ٹھہرا دے اللہ نے سورج کو ٹھہرا دیا یہاں تک کہ انہوں نے شہر کو فتح کر لیا پھر انہوں نے مال غنیمت کو جمع کیا تو مال غنیمت کو جلانے کیلئے آگ نے اس کو نہ جلایا تو وہ پیغمبر فرمانے لگے تمہارے اندر مال غنیمت میں خیانت ہوئی ہے پس ہر قبیلے کا ایک شخص میرے ہاتھ پر بیعت کرے تو ایک شخص کا ہاتھ آپ کے ہاتھ سے چمٹ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے قبیلے کے درمیان خیانت ہے پھر وہ ایک سونے کا سر لائے جو کہ بیل کے سر کے برابر تھا اور اس کو مال غنیمت میں رکھ دیا گیا پھر آسمان سے آگ اتری اور اس کو جلا دیا۔ ایک روایت میں راوی نے اس عبارت کا اضافہ کیا ہے کہ ہم سے پہلے غنیمت کسی کیلئے بھی حلال نہ تھی پھر اللہ نے ہمارے لیے ہمارے ضعف اور عجز کو دیکھ کر حلال کر دی۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ ان پیغمبر نے ان تین قسم کے لوگوں کو اپنے ساتھ جہاد پر چلنے سے اس لئے منع فرمایا کہ جب دل کا تعلق کہیں اور ہو تو آدمی سست پڑ جاتا ہے اور اس سے مصلحت فوت ہو جاتی ہے اس میں اس طرف اشارہ کر دیا کہ اہم معاملات میں تعلقات سے بالکل فراغت ہونی چاہیے تا کہ وہ کام بخوبی سرانجام پا سکے۔

۲۔ آفتاب کا رکنا: مواہب لدنیہ میں آیا ہے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ آفتاب کو حضرت یوشع بن نونؑ کے علاوہ کسی کیلئے نہیں ٹھہرایا گیا اس سے یہ دلالت ملتی ہے کہ یہ حضرت یوشع بن نونؑ کے خصائص میں سے ہے حالانکہ آپ ﷺ کیلئے بھی ٹھہرایا گیا۔

۳۔صورت تطبیق: حضرت محمد ﷺ کی مراد یہ ہے کہ سورج کو کسی پیغمبر کیلئے میرے علاوہ سوائے یوشع بن نونؑ کے نہیں ٹھہرایا گیا۔

۴۔عین ممکن ہے کہ یہ سورج کے ٹھہرائے جانے سے پہلے کا قول ہو آپ ﷺ کیلئے دو مرتبہ آفتاب کو روکا گیا ایک خندق کے دن جبکہ آپ ﷺ کفار کے ساتھ لڑائی میں مصروف رہے نماز عصر جاتی رہی یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو پھیر دیا یہاں تک کہ آپ ﷺ نے نماز عصر پڑھی اور دوسری مرتبہ شب معراج کے دوسرے دن چنانچہ مواہب میں تفصیل سے مذکور ہے اور ایک دفعہ آپ ﷺ کے حکم سے حضرت علیؓ کیلئے پھیرا گیا آپ ﷺ نے دعا کی اور آفتاب دوبارہ لوٹ آیا مواہب لدنیہ میں تفصیل مذکور ہے۔ لیکن بعض علماء نے اس روایت میں کلام کیا ہے۔

۵۔فَجَاءَتِ النَّارُ: پہلی امتوں میں اللہ کا حکم یہ تھا کہ مال غنیمت کو جنگل میں رکھ دیا جاتا آسمان سے آگ اتر کر اس کو جلا دیتی تو یہ قبولیت کی نشانی ہوتی۔(ح۔ع)

ایک چادر آگ کا باعث بن گئی

۳۹۵۰/۴۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُمَرُ قَالَ لَمَّا کَانَ یَوْمُ خَیْبَرَ اَقْبَلَ نَفَرٌ مِنْ صَحَابَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا فُلَانٌ شَهِیْدٌ وَفُلَانٌ شَهِیْدٌ حَتّٰی مَرُّوْا عَلٰی رَجُلٍ فَقَالُوْا فُلَانٌ شَهِیْدٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَلَّا اِنِّیْ رَاَیْتُهٗ فِی النَّارِ فِیْ بُرْدَةٍ غَلَّهَا اَوْ عَبَاءَةٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا ابْنَ الْخَطَّابِ اِذْهَبْ فَنَادِ فِی النَّاسِ اَنَّهٗ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا الْمُؤْمِنُوْنَ ثَلَاثًا قَالَ فَخَرَجْتُ فَنَادَیْتُ اَلَا اِنَّهٗ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا الْمُؤْمِنُوْنَ ثَلَاثًا۔ (رواہ مسلم)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤ / ١١٨' الحدیث رقم ١٥٤٧' وأحمد فی المسند ١ / ٣٠' والدارمی فی السنن ٢ / ٣٠٢' الحدیث رقم ٢٤٨٩صحیح مسلم' کتاب الایمان' باب غلظ تحریم الغلول' ح ١١٤۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ہمیں حضرت عمرؓ نے بتلایا کہ جب خیبر کا دن آیا تو کچھ اصحاب آئے اور انہوں نے بتلایا کہ فلاں شہید ہوا اور فلاں شہید ہوا ہے۔ یعنی ان شہداء کے نام گنوائے۔ یہاں تک کہ (چلتے ہوئے) انکا گزر ایک شخص کے پاس سے ہوا جو مرا ہوا پڑا تھا۔ تو انہوں نے کہ فلاں شہید ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس طرح نہیں یعنی شہید مت کہو۔ میں نے اسے مال غنیمت سے ایک چادر چرانے کی وجہ سے آگ میں دیکھا ہے۔ یا آپ نے اس طرح فرمایا ایک لکیر دار کملی کی وجہ سے آگ میں دیکھا۔ پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے خطاب کے بیٹے! جاؤ اور لوگوں میں اعلان کر دو کہ جنت میں صرف مؤمن داخل ہوں گے یعنی ابتداء کامل مؤمن داخل ہوں گے حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے تین بار آواز دی۔ سنو تحقیق شان یہ ہے کہ جنت میں صرف مؤمن داخل ہوں گے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اَلْمُؤْمِنُوْنَ: ابن ملک کہتے ہیں کہ عرف میں وہ مؤمن ہے جو جناب رسول اللہ ﷺ اور آپ کی شریعت پر ایمان لایا اور جس نے خیانت کی تو اس نے گویا تصدیق پر ثابت قدمی اختیار نہ کی۔ اسلئے زجر و تشدید کے طور پر آپ ﷺ نے اس کو مؤمنوں میں شمار نہ فرمایا: نمبر۲۔ اس طرح بھی کہنا ممکن ہے کہ مؤمنوں سے مراد متقی ہیں یعنی گناہوں سے بچنے والے اور جنت

میں داخلے سے مراد بلا عذاب داخلہ ہے۔

اِنِّی رَاَیْتُہٗ فِی النَّارِ : میں نے اسے دوزخ میں دیکھا کہ نصوص اس پر دلالت کرتی ہیں کہ حقیقت میں دوزخ میں داخلہ حشر کے بعد ہوگا۔ پس اس روایت کو تمثیل پر محمول کریں گے اور اس سے اس طرف اشارہ مقصود ہے کہ یہ اسی طرح ہوگا یعنی وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے بلالؓ کے جنت میں داخلے کی تمثیل مرنے سے پہلے دی۔ البتہ عذاب قبر حق ہے لیکن وہ اور طرح ہوتا ہے نہ کہ اس طرح۔

ملا علی قاریؒ کا قول: میں کہتا ہوں کہ کلام میں مجاز ہے یعنی میں اس کو خیال کرتا ہوں کہ یہ ایسے گناہ کا مرتکب ہے جو کہ دوزخ کو واجب کرنے والا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ۔ (نیک لوگ جنت میں ہیں)۔

بَابُ الْجِزْيَةِ

جزیہ کا بیان

جزیہ یہ جزاء سے مشتق ہے اس کا معنی بدلہ ہے۔ شرعی طور پر ذمی سے لیے جانے والے مال کو کہا جاتا ہے۔ جزیہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ترک اسلام اور کفر پر باقی رہنے کا بدلہ ہے۔ تفصیلات کتب فقہ میں ملاحظہ ہوں۔ (ح)

الفصل الاول:

مجوس سے بھی جزیہ لیا جائے گا

۱/۳۹۵۱ عَنْ بَجَالَةَ قَالَ کُنْتُ کَاتِبًا لِجَزْءِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَمِّ الْاَحْنَفِ فَاَتَانَا کِتَابُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَبْلَ مَوْتِهٖ بِسَنَةٍ فَرِّقُوْا بَيْنَ کُلِّ ذِیْ مَحْرَمٍ مِنَ الْمَجُوْسِ وَلَمْ يَکُنْ عُمَرُ اَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنَ الْمَجُوْسِ حَتّٰی شَهِدَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَهَا مِنْ مَجُوْسِ هَجَرَ۔

(رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦ / ٢٧٥، کتاب الجزیة والموادعة، باب الجزیه الموادعة مع اهل الذمة والحرب، الحدیث رقم ٣١٥٦ ـ ٣١٥٧ و أبو داود فی السنن ٣ / ٤٣١، الحدیث رقم ٣٠٤٣، والترمذی فی ٤ / ١٢٤، الحدیث رقم ١٥٨٦

ترجمہ: بجالہ تابعی کہتے ہیں کہ میں احنف کے چچا جزء بن معاویہ کا کاتب تھا۔ ہمارے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط آیا یہ آپؓ کی وفات سے ایک سال پہلے کا واقعہ ہے۔ خط کا مضمون یہ تھا۔ آتش پرستوں میں سے جنہوں نے اپنے ذی رحم محرم

سے نکاح کیا ہے ان کو جدا کردو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجوس سے جزیہ نہ لیتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے روایت بیان کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجوس ہجر سے جزیہ وصول کیا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **محرم**: وہ ہے جس سے نکاح شریعت میں حرام ہے۔ مثلاً ماں اور بیٹی وغیرہ۔ آتش پرستوں کے ہاں ان سے نکاح درست تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمان بھیجا کہ ان میں تفریق کردو یعنی نکاح ختم کرادو۔ اگرچہ اہل ذمہ کو ان کے دین پر چھوڑتے ہیں۔ لیکن یہ معاملہ کیونکہ شعائر اسلام کے خلاف تھا' پس اس کے ختم کرنے کا حکم فرمایا:

ہجر: بحرین کے ایک شہر کا نام ہے۔ بعض نے یمن کے ایک شہر کا نام بتایا جو کہ بحرین کے قریب واقع ہے۔

جمہور کا قول: مجوس سے جزیہ لینے پر جمہور علماء کا اتفاق ہے۔ ہمارے نزدیک عجم کے بت پرستوں سے بھی جزیہ لیا جائے گا۔

امام شافعیؒ نے اس سلسلہ میں اختلاف کیا ہے۔ اور حضرت بریدہؓ کی روایت جس کی ابتداء ان الفاظ سے ہوئی ہے۔ اِذَا اَمَّرَ اَمِيْرًا عَلٰى جَيْشٍ' بَابُ الْكِتَابِ اِلَى الْكُفَّارِ میں نقل کی جا چکی ہے۔

الفصل الثانی:

جب معاذ رضی اللہ عنہ یمن کے قاضی بنے

۲/۳۹۵۲ عَنْ مُعَاذٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَجَّهَهٗ اِلَى الْيَمَنِ اَمَرَهٗ اَنْ يَّاْخُذَ مِنْ كُلِّ حَالِمٍ يَعْنِىْ مُحْتَلِمٍ دِيْنَارًا اَوْعَدْلَهٗ مِنَ الْمَعَافِرِيِّ ثِيَابٌ تَكُوْنُ بِالْيَمَنِ۔ (رواه ابوداؤد)

اخرجه أبو داود فى السنن ٣ / ٤٢٨' كتاب الخراج والأمارة' باب فى اخذ الجزية' ح ٣٠٣٨ والترمذى فى ٣ / ٢٠ الحديث رقم ٦٢٣' والنسائى فى ٥ / ٢٦' الحديث رقم ٤٢٥٠ و أحمد فى المسند ٥ / ٢٣٠

ترجمہ: حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کا قاضی و حاکم بنا کر بھیجا تو ان کو حکم فرمایا کہ وہ ہر بالغ سے ایک دینار یا دینار کی قیمت کے برابر معافری کپڑا لیں۔ یہ کپڑا یمن میں تیار ہوتا ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **محتلم**: ابن ہمامؒ کہتے ہیں کہ جزیہ عورت، لڑکے، مجنون، نابینا، اپاہج، فالج زدہ، لڑنے اور کام کی استطاعت نہ رکھنے والا بوڑھے محتاج پر جزیہ نہ ہوگا۔

یہ روایت ظاہر میں امام شافعیؒ کی دلیل ہے ان کے ہاں غنی اور فقیر جزیہ میں برابر ہیں یعنی دونوں کو دینا پڑے گا۔ جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

اور احناف کے ہاں غنی پر ہر سال میں صرف اڑتالیس درہم ہیں ہر ماہ میں چار درہم ادا کرے اور درمیانہ درجہ والے پر چوبیس درہم۔ یعنی ہر ماہ میں دو درہم ادا کرے اور وہ فقیر جو کام کاج کرتا ہے وہ ہر ماہ میں ایک درہم دے۔ ھدایہ میں لکھا ہے کہ ہمارا مسلک حضرت عمر، علی، عثمان رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ اور مہاجرین وانصار میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔

اس حدیث میں ہر ایک سے ایک دینار کا حکم مذکور ہے۔

تاویل حدیث: اس روایت کا مطلب یہ لیا جائے گا کہ یہ بطور صلح ان سے طے ہوا کیونکہ یمن لشکر کشی سے فتح نہ ہوا تھا۔

یا اہل یمن فقیر تھے اس لئے ان پر وہی جزیہ مقرر کیا گیا جو فقراء پر مقرر تھا۔

مسلمان پر جزیہ نہیں

۳/۳۹۵۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصْلُحُ قِبْلَتَانِ فِيْ اَرْضٍ وَاحِدَةٍ وَلَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ جِزْيَةٌ۔ (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد)

اخرجه أبو داود في السنن ۳ / ۴۳۸، الحديث رقم ۳۰۵۳، والترمذي ۳ / ۲۷ كتاب الزكوة، باب ما جاء ليس على المسلمين، ح ۶۳۳ وأحمد في المسند ۱ / ۲۲۳

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو قبلے ایک زمین پر لائق نہیں اور مسلمان پر جزیہ نہیں۔ یہ احمد ترمذی اور ابوداؤد نے نقل کی ہے۔

تشریح ❀ لَا تَصْلُحُ: دو دین ایک زمین پر بطور مساوات نہ چاہئیں یعنی مسلمانوں کو دارالحرب میں کفار کے درمیان رہائش اختیار کرنا مناسب نہیں اور کافروں کو دارالاسلام میں بلا جزیہ نہ رہنے دیتے اور جزیہ کو قبول کر لینے کے باوجود انہیں سر نہ اٹھانے دیتے کہ وہ کھلے طور پر رسومات کفریہ ادا کریں۔ کیونکہ ان دونوں صورتوں میں کفر اور دین اسلام برابر ہوتے ہیں اور یہ نہ ہونا چاہیے بلکہ مسلمانوں کو قوت وعزت حاصل ہونی چاہیے اور کافر ضعیف وذلیل ہوں۔

بعض کا قول: یہ ہے کہ اس میں یہود ونصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے جلاوطن کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ تاکہ وہاں دو قبلے نہ ہوں اس لئے کہ اہل کتاب کا بھی الگ الگ قبلہ ہے۔ اور مسلمان پر جزیہ نہ ہونے کا مطلب یہ ہے۔ کہ ایک ذمی جو مسلمان ہو گیا۔ اگر وہ پہلے ذمی ہونے کی حالت میں جزیہ دیتا تھا تو مسلمان ہونے کے بعد اس سے مسلمان ہونے کی وجہ سے جزیہ کا مطالبہ درست نہیں کیونکہ مسلمان پر جزیہ نہیں۔ (ح)

اُکیدر سے جزیہ پر صلح

۴/۳۹۵۴ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اِلٰى اُكَيْدِرِ دُوْمَةَ فَاَخَذُوْهُ فَاَتَوْا بِهٖ فَحَقَنَ لَهٗ دَمَهٗ وَصَالَحَهٗ عَلَى الْجِزْيَةِ ۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجه أبو داود في السنن ۳ / ۳۲۷، كتاب الخراج والامارة، في اخذ الجزيه، ح ۳۰۳۷۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اکیدر دومہ کی طرف بھیجا۔ حضرت خالد نے ہمراہیوں سمیت اسے گرفتار کر لیا اور اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے

معاف کر دیا اور جزیہ پر اس سے صلح کر لی۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اُکَیدَر: یہ دومہ کا بادشاہ تھا۔ یہ شام کا ایک علاقہ ہے جو تبوک کے پڑوس میں واقع ہے۔ یہ عیسائی حکمران تھا۔ اس کے متعلق آپ ﷺ نے حکم فرمایا تھا کہ اس کو قتل مت کرنا بلکہ زندہ گرفتار کر کے لے آنا۔ جب وہ آیا تو اس پر جزیہ مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد وہ مکمل طور پر مسلمان ہو گیا۔ (ح)

دسواں حصہ یہود و نصاریٰ پر ہے

۵/۳۹۵۵ وَعَنْ حَرْبِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ جَدِّهٖ اَبِيْ اُمِّهٖ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِنَّمَا الْعُشُوْرُ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى وَلَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ عُشُوْرٌ۔ (رواه احمد وابوداؤد)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۴۳۵، کتاب الخراج، باب فی تعشیر اهل الذمه، ح ۳۰۶۴ وأحمد فی المسند ۳ / ۴۷۴

ترجمہ: حضرت حرب بن عبیداللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے جد سے یعنی اپنے نانا سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ پر دسواں حصہ ہے۔ اور مسلمانوں پر دسواں حصہ نہیں بلکہ چالیسواں حصہ ہے۔ یہ احمد وابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اَلْعُشُوْرُ: اس سے مراد تجارت کا دسواں حصہ ہے۔ صدقات کا دسواں حصہ مراد نہیں۔ کیونکہ مسلمانوں پر تو صدقات کا دسواں حصہ ہے جو کہ زمین کی آمدنی پر لازم ہے۔

خطابی کا قول: یہود و نصاریٰ پر جو عشر لازم ہے وہ وہی مال ہے کہ جس پر ذمہ داری کا عقد لیا گیا ہو یا اس وقت ان پر شرط کی گئی ہے۔ اگر صلح نہ کی گئی کسی چیز پر تو پھر جزیہ لازم ہے۔ یہ امام شافعیؒ کا قول ہے۔ انتہیٰ

احناف کا قول: ہمارے ہاں یہ کہ اگر وہ تجارت کے سلسلہ میں اپنے ملک میں داخلہ کے وقت ہم سے محصول لیں تو پھر ان سے یہ محصول لیا جائے گا اگر وہ ہمارے شہروں میں آئیں گے تو پھر ہم بھی ان سے وصول کریں گے۔ (ح)

ذمیوں پر لشکر اسلام کی ضیافت کا حق

۶/۳۹۵۶ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا نَمُرُّ بِقَوْمٍ فَلَاهُمْ يُضَيِّفُوْنَا وَلَاهُمْ يُؤَدُّوْنَ مَالَنَا عَلَيْهِمْ مِنَ الْحَقِّ وَلَا نَحْنُ نَأْخُذُ مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنْ اَبَوْا اِلَّا اَنْ تَأْخُذُوْا كُرْهًا فَخُذُوْا۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی، فی السنن ۴ / ۱۲۵، کتاب السیر، باب ما یحل من اموال اهل الذمة، الحدیث رقم ۱۵۸۹۔

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اگر ہم مسلمانوں کا کسی قوم پر گزر ہو تو وہ نہ ہماری مہمانی کرتے ہیں اور نہ وہ ہمارا حق دیتے ہیں یعنی لشکر اسلام کی خبر گیری وغیرہ اور نہ ہی ہم ان سے زبردستی لیتے

ہیں۔ پس اس کی وجہ سے ہمیں بڑا ضرر پہنچتا ہے اور شدید مجبوری لاحق ہوتی ہے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ (ضیافت' نقد یا قرض دینے سے) انکار کریں۔ سوائے اس صورت کے کہ تم ان سے زبردستی لو تو پھر زبردستی لو۔

تشریح ۞ یہ لوگ ذمی تھے ان سے شرط یہ تھی کہ جو مسلمان جہاد کو جاتا ہوا اُن کے پاس سے گزرے اس کی مہمانی کریں۔ پس جو مسلمان جہاد کیلئے نکلتے اور وہاں پہنچتے تو وہ نہ ضیافت کرتے، اور نہ ان کے ہاتھوں میں غلہ وغیرہ فروخت کرتے انہوں نے تنگ ہو کر یہ احوال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیے' اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا اور جس صورت میں ان پر شرط نہ ہو اور آنے والا مضطر و مجبور نہ ہو تو ان کی خوشی کے بغیر مال کا لینا جائز نہیں۔ (ع)

الفصل الثالث:

سونے کے مالک پر جزیہ

۳۹۵۷/۷ وَعَنْ اَسْلَمَ اَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ ضَرَبَ الْجِزْيَةَ عَلٰى اَهْلِ الذَّهَبِ اَرْبَعَةَ دَنَانِيْرَ وَعَلٰى اَهْلِ الْوَرَقِ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا مَعَ ذٰلِكَ اَرْزَاقُ الْمُسْلِمِيْنَ وَضِيَافَةُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ ۔ (رواه مالك)

اخرجه مالك فى المؤطا ۱ / ۲۷۹' الحديث رقم ۴۳' من كتاب الزكوٰة

ترجمہ: حضرت اسلم سے روایت ہے کہ عمرؓ نے سونے والوں پر چار دینا اور چاندی والوں پر چالیس درہم جزیہ مقرر کیا۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کا رزق اور ان کی تین دن کی مہمانی مقرر کی۔ یہ مالک کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ضِيَافَةُ : عطف تفسیری ہے۔ اور شرح السنہ میں لکھا ہے کہ اہل ذمہ سے صلح جائز ہے۔ ایک دینار سے زائد پر اہل ذمہ سے صلح کریں اور اگر مسلمان ان پر سے گزریں تو ان پر مسلمانوں کی ضیافت لازم کی جائے اور یہ اصل جزیہ سے زائد ہو گی۔

بَابُ الصُّلْحِ

صلح کے بیان میں

صلح یہ اسم ہے اس کا مصدر صلاح و صلوح ہے یہ فساد کا عکس ہے جس کا معنیٰ بگاڑ اور تباہی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ سے ۶ھ میں صلح کی۔ اس کی شرط یہ تھی کہ دس سال تک لڑائی نہ کی جائے گی۔ تین سال گزرنے پر انہوں نے اس معاہدے کو توڑ دیا کیونکہ انہوں نے اپنے حلیف بنو بکر کی بنو خزاعہ کے خلاف حمایت کی۔ قبیلہ بنو خزاعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیف تھا۔ اس کا واقعہ کتب سیرت میں مذکور و معروف ہے۔

الفصل الاول:

واقعۂ حدیبیہ

۱/۳۹۵۸ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِيْ بِضْعَ عَشْرَةَ مِائَةً مِنْ اَصْحَابِهٖ فَلَمَّا اَتٰى ذَا الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ الْهَدْيَ وَاَشْعَرَ وَاَحْرَمَ مِنْهَا بِعُمْرَةٍ وَسَارَ حَتّٰى اِذَا كَانَ بِالثَّنِيَّةِ الَّتِيْ يُهْبَطُ عَلَيْهِمْ مِنْهَا بَرَكَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ فَقَالَ النَّاسُ حَلْ حَلْ خَلَاَتِ الْقَصْوَاءُ خَلَاَتِ الْقَصْوَاءُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا خَلَاَتِ الْقَصْوَاءُ وَمَا ذَاكَ لَهَا بِخُلُقٍ وَلٰكِنْ حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيْلِ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يَسْاَلُوْنِيْ خُطَّةً يُعَظِّمُوْنَ فِيْهَا حُرُمَاتِ اللّٰهِ اِلَّا اَعْطَيْتُهُمْ اِيَّاهَا ثُمَّ زَجَرَهَا فَوَثَبَتْ فَعَدَلَ عَنْهُمْ حَتّٰى نَزَلَ بِاَقْصَى الْحُدَيْبِيَةِ عَلٰى ثَمَدٍ قَلِيْلِ الْمَاءِ يَتَبَرَّضُهُ النَّاسُ تَبَرُّضًا فَلَمْ يُلَبِّثْهُ النَّاسُ حَتّٰى نَزَحُوْهُ وَشُكِيَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَطَشُ فَانْتَزَعَ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِهٖ ثُمَّ اَمَرَهُمْ اَنْ يَجْعَلُوْهُ فِيْهِ فَوَاللّٰهِ مَا زَالَ يَجِيْشُ لَهُمْ بِالرِّيِّ حَتّٰى صَدَرُوْا عَنْهُ فَبَيْنَا هُمْ كَذٰلِكَ اِذْ جَاءَ بُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ الْخُزَاعِيُّ فِيْ نَفَرٍ مِّنْ خُزَاعَةَ ثُمَّ اَتَاهُ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ اِلٰى اَنْ قَالَ اِذْ جَاءَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُكْتُبْ هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ سُهَيْلٌ وَاللّٰهِ لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا صَدَدْنَاكَ عَنِ الْبَيْتِ وَلَا قَاتَلْنَاكَ وَلٰكِنْ اُكْتُبْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاِنْ كَذَّبْتُمُوْنِيْ اُكْتُبْ مُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ سُهَيْلٌ وَعَلٰى اَنْ لَّا يَاْتِيَكَ مِنَّا رَجُلٌ وَاِنْ كَانَ عَلٰى دِيْنِكَ اِلَّا رَدَدْتَهٗ عَلَيْنَا فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قَضِيَّةِ الْكِتَابِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِهٖ قُوْمُوْا فَانْحَرُوْا ثُمَّ احْلِقُوْا ثُمَّ جَاءَ نِسْوَةٌ مُؤْمِنَاتٌ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٌ الاية فَنَهَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنْ يَرُدُّوْهُنَّ وَاَمَرَهُمْ اَنْ يَرُدُّوا الصَّدَاقَ ثُمَّ رَجَعَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَجَاءَهُ اَبُوْ بَصِيْرٍ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ وَهُوَ مُسْلِمٌ فَاَرْسَلُوْا فِيْ طَلَبِهٖ رَجُلَيْنِ فَدَفَعَهٗ اِلَى الرَّجُلَيْنِ فَخَرَجَا بِهٖ حَتّٰى اِذَا بَلَغَا ذَا الْحُلَيْفَةِ نَزَلُوْا يَاْكُلُوْنَ مِنْ تَمْرٍ لَهُمْ فَقَالَ اَبُوْ بَصِيْرٍ لِاَحَدِ الرَّجُلَيْنِ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرٰى سَيْفَكَ هٰذَا يَا فُلَانُ جَيِّدًا اَرِنِيْ اَنْظُرْ اِلَيْهِ فَاَمْكَنَهٗ مِنْهُ فَضَرَبَهٗ حَتّٰى بَرَدَ وَفَرَّ الْاٰخَرُ حَتّٰى اَتَى الْمَدِيْنَةَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ يَعْدُوْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَاٰى هٰذَا ذُعْرًا فَقَالَ قُتِلَ وَاللّٰهِ صَاحِبِيْ وَاِنِّيْ لَمَقْتُوْلٌ فَجَاءَ اَبُوْ بَصِيْرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلُ اُمِّهٖ مِسْعَرُ حَرْبٍ لَوْ كَانَ لَهٗ اَحَدٌ فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ عَرَفَ اَنَّهٗ سَيَرُدُّهٗ اِلَيْهِمْ

فَخَرَجَ حَتّٰى اَتٰى سَيْفَ الْبَحْرِ قَالَ وَانْفَلَتَ اَبُوْ جَنْدَلِ بْنُ سُهَيْلٍ فَلَحِقَ بِاَبِىْ بَصِيْرٍ فَجَعَلَ لَا يَخْرُجُ مِنْ قُرَيْشٍ رَجُلٌ قَدْ اَسْلَمَ اِلَّا لَحِقَ بِاَبِىْ بَصِيْرٍ حَتّٰى اجْتَمَعَتْ مِنهُمْ عِصَابَةٌ فَوَاللّٰهِ مَا يَسْمَعُوْنَ بِعِيْرٍ خَرَجَتْ لِقُرَيْشٍ اِلَى الشَّامِ اِلَّا اعْتَرَضُوْا لَهَا فَقَتَلُوْهُمْ وَاَخَذُوْا اَمْوَالَهُمْ فَاَرْسَلَتْ قُرَيْشٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُنَاشِدُهُ اللّٰهَ وَالرَّحِمِ لَمَّا اَرْسَلَ اِلَيْهِمْ فَمَنْ اَتَاهُ فَهُوَ اٰمِنٌ فَاَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٥ / كتاب الحج، باب من اشعر وقلا بذی الحليفه ثم احرم، الحديث رقم (١٦٩٤ ـ ٢٧٣١) وأبو داود فی السنن ٣ / ١٩٤، الحديث رقم ٢٧٦٥، وأحمد فی المسند ٤ / ٢٣١۔

ترجمہ: حضرت مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ حدیبیہ والے سال ایک ہزار کئی صحابہ کرام کو لے کر نکلے۔ جب ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے یہ ذوالحلیفہ مدینہ کے قریب جگہ کا نام ہے۔ آپ نے اپنی ہدی کو قلادہ باندھا اور اشعار کیا اور مقام ذوالحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھا اور آپ روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب آپ ثنیہ کے مقام پر پہنچے جہاں سے مکہ کی طرف اترتے ہیں تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ لوگوں نے اونٹنی کو حل حل کہا یہ کلمہ اونٹ کو اٹھانے کیلئے کہا جاتا ہے۔ مگر قصویٰ نے اٹھنے کے سلسلہ میں ضد کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ نہ رکی ہے۔ اور نہ بلاوجہ اس کو رکنے کی عادت ہے۔ بلکہ اس کو اسی ذات نے روکا ہے جس نے ابرہہ ہاتھی والے کو روکا یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کے ہاتھیوں کو کعبہ کی طرف بڑھنے سے روک دیا۔ اسی طرح قصویٰ کو مکہ کی طرف بڑھنے سے روک دیا۔ تاکہ حرم میں لڑائی اور خونریزی وقت سے پہلے واقع نہ ہو۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ قریش مجھ سے جو بھی ایسی بات طلب کریں گے جس میں بیت اللہ کی تعظیم و تکریم ہو میں اس کو تسلیم کرلوں گا۔ پھر آپ نے اونٹنی کو اٹھایا۔ اور ان سے الگ ہو کر دوسری جانب روانہ ہو کر حدیبیہ کے آخر میں اترے۔ وہاں ایک گڑھے میں تھوڑا سا پانی موجود تھا۔ آدمی پانی تھوڑا لیتے تھے۔ لوگوں نے پانی کو ٹھہرنے نہ دیا بلکہ تمام پانی کنوئیں سے نکال لیا۔ اور آپ ﷺ کی خدمت میں پیاس کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور حکم دیا کہ اس تیر کو پانی میں رکھ دیا جائے۔ اللہ کی قسم! پانی قوت کے ساتھ جوش مارنے لگا جس سے سب سیراب ہو گئے۔ اور پانی کافی مقدار میں موجود تھا۔ صحابہ کرام اسی حال میں تھے کہ اچانک بدیل بن ورقاء خزاعی بنوخزاعہ کی ایک جماعت کے ساتھ آموجود ہوا پھر آپ کے پاس عروہ بن مسعود ثقفی آیا۔ بخاری نے روایت بیان کرتے ہوئے ذکر کیا۔ یہاں تک کہ سہیل بن عمرو اہل مکہ کا وکیل بن کر آیا تو جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اس طرح لکھو یہ وہ شرائط ہیں کہ جن پر محمد رسول اللہ ﷺ نے صلح کی سہیل کہنے لگا۔ اللہ کی قسم! اگر ہم یہ جانتے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو بیت اللہ سے منع نہ کرتے اور نہ آپ کے ساتھ لڑتے بلکہ تم لکھو محمد بن عبداللہ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں یقیناً اللہ کا رسول ہوں اگرچہ تم نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔ اے علی! تم لکھو محمد بن عبداللہ پھر سہیل کہنے لگا صلح کی پہلی شرط یہ ہے کہ تمہارے پاس جو مکہ سے بھاگ کر جائے خواہ وہ تمہارے ہی دین پر ہو اسے واپس کرنا پڑے گا۔ یعنی یہ آپ ﷺ نے قبول کرلیا۔ حدیث میں یہاں بھی اختصار ہے۔ یہ بخاری کی روایت ہے جس میں اسی قدر مذکور ہے جب جناب رسول اللہ ﷺ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ صلح نامہ لکھ کر

فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو فرمایا تم اٹھو اور اپنے ھدی کے جانور ذبح کر ڈالو۔ یعنی ہدی ذبح کر کے سر منڈاؤ۔ پھر بہت سی عورتیں مسلمان ہو کر آئیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ......﴾ (الممتحنہ: ۱۰) ''اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں......''۔ تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنہ عورتوں کو کفار کی طرف واپس کرنے سے منع فرمایا اور یہ حکم دیا کہ مسلمان ان کے مہر کفار کو واپس کر دیں۔ پھر آپ ﷺ مدینہ کی طرف واپس لوٹے۔ آپ کی خدمت میں حضرت ابوبصیر آئے یہ قریش کے مسلمان لوگوں سے تھے۔ کفار نے ان کی تلاش میں دو افراد کو روانہ فرمایا: آپ ﷺ نے ابوبصیر کو ان کے حوالے کر دیا جیسا کہ عہد کا تقاضہ تھا وہ ابوبصیر کو لے کر روانہ ہوئے جب مقام ذوالحلیفہ میں اترے۔ وہ دونوں کھجوریں کھانے میں مصروف تھے۔ ابو بصیر نے ان دونوں میں سے ایک کو کہا اللہ کی قسم! میرا گمان یہ ہے کہ تیری تلوار بہت شاندار ہے مجھے دکھلاؤ تاکہ میں اسے ملاحظہ کروں۔ اس نے تلوار ابوبصیر کو دیکھنے کیلئے دی تو ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے اس تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا اور دوسرا شخص قتل کے خوف سے مدینہ کی طرف بھاگ گیا۔ اور مسجد نبوی میں داخل ہوا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس پر خوف کی کیفیت دیکھی۔ تو فرمایا یہ خوفزدہ معلوم ہوتا ہے۔ اس شخص نے کہا۔ (جی ہاں) اللہ کی قسم! مجھے قتل ہونے کا خطرہ ہے۔ میرا ساتھی قتل ہو چکا یعنی مجھ پر خوف طاری ہے کہ میں قتل کر دیا جاؤں گا۔ یا قریب تھا کہ میں قتل ہو جاتا۔ پھر ابوبصیر رضی اللہ عنہ آگئے تو پیغمبر ﷺ نے فرمایا: افسوس ہے اس کی ماں پر یعنی اس پر حیرانی ہے) یہ ابوبصیر تو لڑائی کی آگ بھڑکانے والا ہے۔ اگر اسے کوئی مددگار مل جاتا تو اس کی مدد کرتا۔ جب حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو معلوم کر لیا کہ آپ ﷺ اسے کفار کی طرف واپس کر دیں گے۔ چنانچہ وہ ابوبصیر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے نکل کر سمندر کے کنارے آگئے۔ راوی کہتے ہیں کہ ابوجندل بھی کفار کے ہاتھوں سے بھاگ کر ابوبصیر رضی اللہ عنہ سے آملا۔ پھر تو یہ حال ہو گیا۔ کہ جو مسلمان قریش کے ہاتھ سے نکلتا وہ ابو بصیر رضی اللہ عنہ سے آملتا۔ یہاں تک کہ ایک بڑی جماعت قریش سے بھاگنے والوں کی جمع ہو گئی۔ اللہ کی قسم! وہ قریش کے جس قافلے کے متعلق سنتے کہ وہ شام کو جارہا ہے۔ وہ اس کا پیچھا کر کے اس کا مال لے لیتے اور قافلہ والوں کو قتل کر دیتے۔ پھر قریش نے جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف ایک شخص کو بھیجا جس نے آپ ﷺ کی قرابت اور اللہ کا واسطہ دے کر آپ ابو بصیر اور ان کے ساتھیوں کی طرف پیغام بھیجیں کہ وہ مدینہ میں آجائیں اور کسی قافلہ کو نہ روکیں۔ یعنی (جناب رسول اللہ ﷺ) ان کو یہ پیغام بھیج دیں گے تو جو شخص مکہ سے بھاگ کر مدینہ چلا جائے آپ اس کو ہماری طرف نہ پھیریں وہ امن میں ہے۔ یعنی قریش کو اس شرط پر پشیمانی ہوئی اور کہنے لگے کہ آپ ابوبصیر کو روک دیں۔ ہم اس شرط کو واپس لیتے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ اور ان کے احباب کی طرف پیغام بھیجا۔ کہ وہ تعرض نہ کریں اور مدینہ میں آکر رہائش پذیر ہوں۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ حدیبیہ: مکہ سے نو کوس کے فاصلہ پر جدہ کی جانب ایک جگہ کا نام ہے اس کا اکثر حصہ حرم میں ہے۔

فِی بِضْعَ عَشْرَةَ مِائَةً: بضع کا لفظ تین سے نو تک بولا جاتا ہے۔ یہاں مبہم ذکر کیا کیونکہ اس کے متعلق روایات مختلف ہیں بعض روایات میں چودہ سو اور بعض میں پندرہ سو اور بعض میں چودہ سو سے زائد۔ یہ عبارت غریب ہے۔ ظاہر روایات کے تقاضے کے مطابق چودہ سو یا پندرہ سو کہنا چاہیے تھا۔

تطبیق روایات: شروع میں آپ ایک ہزار چار سو کے ساتھ نکلے پھر زائد ہوتے چلے گئے۔ جس نے شروع میں لکھا تو چودہ سو نقل کر دیے بعد والوں کو نہ دیکھا۔ جس نے آخر میں دیکھا تو انہوں نے پندرہ سو نقل کیے۔ جس نے تحقیق نہ کی تو اس نے ایک ہزار چار سو سے زائد کہہ دیا۔

قُوْمُوْا فَانْحَرُوْا ثُمَّ احْلِقُوْا: یہ احصار کی حکم ہے۔ امام شافعیؒ کے ہاں ہدی حرم سے باہر بھی ذبح کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ حدیبیہ حل میں ہے حرم میں شامل نہیں۔

احناف کے ہاں حرم میں ہدی کا ذبح کرنا شرط ہے ان کے ہاں اس روایت کا جواب یہ ہے کہ حدیبیہ کا بعض حصہ حرم میں ہے۔ اور بعض حصہ حل میں مولف مشکوۃ نے یہاں بھی اختصار سے کام لیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری کو دیکھنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔

اَنْ یَرُدُّوا الصَّدَاقَ: مہر واپس کر دیں۔ اگر مسلمان عورت کی تلاش میں اس کا کافر خاوند آئے اور وہ مہر ادا کر چکا ہو تو اس کا مہر واپس کر دیا جائے۔ تفسیر مدارک وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مہر کو واپس کرنے اور طلب کرنے کا حکم اس وقت ہوا تھا۔ بعد میں منسوخ ہوگیا۔ اور معاہدہ میں شرط تو مردوں کو واپس کرنے کی تھی۔ جب عورتیں آئیں تو اللہ تعالیٰ نے حکم بھیجا کہ صلح کی شرائط میں مردوں کا واپس کرنا طے پایا تھا۔ عورتوں کا واپس کرنا طے نہ پایا تھا۔ پس عورتوں کو آزمائش کرنے کے بعد واپس نہ کیا جائے گا۔

لَوْ کَانَ لَهٗ اَحَدٌ: اگر اس کا کوئی مددگار ہوتا تو اس کی مدد کرتا۔ اس کا دوسرا معنی یہ ہے۔ کاش کہ کوئی ہوتا اور اس کو بتلا دیتا کہ میرے پاس وہ نہ آئے تا کہ مجھے اسے ان کی طرف واپس نہ کرنا پڑے۔ یہ معنیٰ زیادہ مناسب ہے۔ سیاق روایت اس کا مؤید ہے۔

فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ: جب ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو آپ کے قول مِسْعَرُ حَرْبٍ لَوْ کَانَ...... سے معلوم ہوا کہ آپ نہ تو اس کی مدد کریں گے اور نہ اس کو ٹھکانہ دیں گے۔

ابو جندل رضی اللہ عنہ: یہ سہیل بن عمرو کا بیٹا ہے۔ ابو جندل نے مکہ میں اسلام قبول کر لیا تو اس کے والد نے اسے قید میں پابند سلاسل کر دیا۔ پہلے وہ بھاگ کر حدیبیہ پہنچا مگر آپ نے اس کو واپس کر دیا کیونکہ سہیل نے شدید تکرار و اصرار کیا۔ آپ ﷺ نے اسے تسلی دی تھی، پھر وہ دوبارہ بھاگ کر ابو بصیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ آملا۔ (ح۔ع)

شرائط صلح حدیبیہ

۲/۳۹۵۹ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ صَالَحَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمُشْرِکِیْنَ یَوْمَ الْحُدَیْبِیَةِ عَلٰى ثَلَاثَةِ اَشْیَاءَ عَلٰى اَنَّ مَنْ اَتَاهُ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ رَدَّهٗ اِلَیْهِمْ وَمَنْ اَتَاهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ لَمْ یَرُدُّوْهُ وَعَلٰى اَنْ یَدْخُلَهَا مِنْ قَابِلٍ وَیُقِیْمَ بِهَا ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ وَلَا یَدْخُلَهَا اِلَّا بِجُلُبَّانِ السِّلَاحِ وَالسَّیْفِ وَالْقَوْسِ

وَنَحْوِهٖ فَجَاءَ اَبُوْ جُنْدَلٍ يَحْجُلُ فِيْ قُيُوْدِهٖ فَرَدَّهٗ اِلَيْهِمْ ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٥ کتاب الصلح' باب کیف یکتب هذا ما صالح فلان' الحدیث رقم (۲۷۰۰ ـ ۲۶۹۸) و مسلم فی ۳ / ۱٤۱۰' الحدیث رقم (۹۲ / ۱۷۸۳) وأبو داود فی السنن ۲ / ٤١٥ الحدیث رقم ۱۸۳۲

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مشرکین سے حدیبیہ کے دن تین شرائط پر صلح کی ۔نمبرا۔ جو شخص مشرکوں میں مسلمان ہو کر مدینہ آ جائے اس کو مشرکوں کی طرف واپس کر دیں۔ اور جو مسلمان مرتد ہو کر ان کی طرف چلا جائے اسے وہ حوالہ نہ کریں گے۔ مکہ میں اگلے سال داخل ہوں اور تین دن قیام کریں یعنی اس سال واپس جائیں۔ مکہ میں اگلے سال اس طرح داخل ہوں کہ ہتھیار تھیلے میں ڈالے ہوئے ہوں یعنی کمان، تلوار وغیرہ ابوجندلؓ بیڑیوں میں چلتے ہوئے آئے آپ ﷺ نے ان کو مشرکوں کی طرف واپس کر دیا۔ یہ بخاری، مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ جُلبان: چمڑے کے تھیلے کو کہا جاتا ہے۔ جس میں ہتھیار رکھ کر زین سے باندھ لیتے ہیں۔ یہاں مقصود یہ ہے کہ ہتھیار نیاموں میں ہوں اس طرح ننگے اور کھلے نہ ہوں جیسا کہ لڑائی کے موقع پر ہوتے ہیں

ابوجندل بن سہیل مکہ ہی میں اسلام لائے مشرکین نے ان کو مقید کیا ہوا تھا۔ جب صلح حدیبیہ ہوئی تو وہ آپ کی خدمت میں فرار ہو کر پہنچے۔ آپ ﷺ نے معاہدہ کے مطابق مشرکین کے حوالہ کر دیا اور ان کو تسلی دی کہ صبر کرو اور ثواب کی امید رکھو اللہ تعالیٰ تیرے اور دیگر ضعفاء کیلئے خلاصی کا موقع لانے والا ہے۔

علماء کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ان شرائط کو اس لئے قبول کیا تھا کہ مسلمانوں کی حالت کمزور تھی اور وہ کفار کے مقابلہ میں ابھی کمزور تھے۔ نمبر۲۔ احرام، حرم اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عدم اذن وغیرہ بہت سی مصلحتوں کی خاطر تھا۔ آخر کار اس کے بے شمار فوائد ظہور پذیر ہوئے۔ مکہ فتح ہوا اور مکہ والے اسلام لائے اور دین حق کا غلبہ ہو گیا اور حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت اور کمال عبودیت کا اظہار ہے۔ (ع۔ح)

مسلمانوں میں سے بھاگنے والا مرتد ہے

۳۹۶۰/۳ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ قُرَيْشًا صَالَحُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَرَطُوْا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ مَنْ جَاءَ نَا مِنْكُمْ لَمْ نَرُدَّهٗ عَلَيْكُمْ وَمَنْ جَاءَ كُمْ مِنَّا رَدَدْتُمُوْهُ عَلَيْنَا فَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَكْتُبُ هٰذَا قَالَ نَعَمْ اِنَّهٗ مَنْ ذَهَبَ مِنَّا اِلَيْهِمْ فَاَ بْعَدَهُ اللّٰهُ وَمَنْ جَاءَ نَا مِنْهُمْ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ لَهٗ فَرَجًا وَمَخْرَجًا۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۳ / ۱٤۱۰ کتاب الجهاد والسیر' باب' صلح الحدیبیة الحدیث رقم (۹۳ ـ ۱۷۸٤)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ قریش نے جناب رسول اللہ ﷺ سے صلح کی اور آپ پر یہ شرائط لگائیں نمبرا۔ جو شخص تم میں سے بھاگ کر ہمارے پاس آ جائے ہم اسے تمہاری طرف نہ پھیریں گے۔ اور جو ہم سے مسلمان ہو کر تمہارے پاس آ جائے اسے تم ہماری طرف واپس کر دو۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا یہ شرائط ہم لکھ دیں یعنی

آپ نے ان کو تسلیم فرمالیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ بات یہ ہے کہ جو شخص ہم میں سے ان کی طرف جائے گا وہ تو مردود ہوگا کیونکہ وہ مرتد ہوگا اور جو ہمارے پاس ان میں سے آئے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کشادگی کردیں گے اور خلاصی کی صورت بنادیں گے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

طریق آزمائش

۳۹۶۱/۴ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ فِیْ بَیْعَةِ النِّسَاءِ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَمْتَحِنُهُنَّ بِهٰذِهِ الْاٰیَةِ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنَاتُ یُبَایِعْنَکَ فَمَنْ اَقَرَّتْ بِهٰذَا الشَّرْطِ مِنْهُنَّ قَالَ لَهَا قَدْ بَایَعْتُکِ کَلَامًا یُکَلِّمُهَا بِهٖ وَاللّٰهِ مَا مَسَّتْ یَدُهٗ یَدَ امْرَاَةٍ قَطُّ فِی الْمُبَایَعَةِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٥ / ٣١٢ کتاب الشروط' باب ما یجوز من الشروط فی الاسلام' الحدیث رقم ٢٧١٣ و مسلم فی صحیحه ٣ / ١٤٨٩' الحدیث رقم (٨٨ ـ ١٨٦٦)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ عورتوں کی بیعت کے سلسلہ میں فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی آزمائش کرتے تھے یعنی جو عورتیں مکہ سے آتیں اور اظہار ایمان کرتیں۔ وہ امتحان اس آیت سے تھا: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنَاتُ ...... کہ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جب ایمان والی عورتیں آپ کے پاس آئیں اور بیعت کریں'' تو جو ان شرائط کا اقرار کرلیتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے فرماتے۔ میں نے تمہاری بیعت کو قبول کرلیا۔ آپ عورت کو یہ بات فرماتے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں)۔ اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس نے کسی عورت کے ہاتھ کو بیعت کے دوران نہیں چھوا بیعت کے دوران۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ بِهٰذِهِ الْاٰیَةِ: آپ اس آیت سے آزمائش کرتے' جس کا مضمون یہ ہے کہ مؤمن عورتیں ان شرائط پر بیعت کریں۔ نمبر۱۔ اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گی۔ نمبر۲۔ چوری نہ کریں گی۔ نمبر۳۔ زنا نہ کریں گی۔ نمبر۴۔ اپنی اولاد کو بھوک و عار کے ڈر سے نہ مار ڈالیں گی۔ یعنی بھوک و عار کے ڈر سے جیسا کہ بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے کی عادت تھی۔ نمبر۵۔ بہتان نہ باندھیں گی۔ نمبر۶۔ عصیان نہ کریں گی۔ یہ آیت اس آیت کی تفسیر ہے جو اوپر گزری۔

آخری جملہ کا حاصل یہ ہے کہ بیعت اگرچہ ہاتھ سے ہوتی ہے مگر عورتوں سے زبانی ہی لی جاتی تھی کہ میں نے تمہاری بیعت قبول کی۔ بعض مشائخ عورتوں کو مرید کرتے وقت اپنا ہاتھ پانی میں ڈالتے ہیں اور عورت بھی اپنا ہاتھ پانی میں ڈالتی ہے اور بعض کپڑے کی ایک آنچل پکڑتے ہیں اور دوسرا آنچل عورت تھامتی ہے اس قسم کے تکلف کی چنداں حاجت نہیں سنت پر عمل پیرا ہونا افضل و احسن ہے اور یہ روایت بیعت باب الصلح میں اس لئے لائی گئی کیونکہ موقعہ حدیبیہ میں بیعت کا معاملہ بھی پیش آیا تھا۔ جس کو بیعت رضوان کہتے ہیں جیسا کہ آیت لقد رضی اللہ الایۃ میں اسی کا تذکرہ ہے۔ مگر اس مناسبت کی وجہ سے اگرچہ حدیبیہ میں عورتوں کی بیعت واقع نہ ہوئی مگر یہاں ذکر کیا۔ (ح)

الفصل الثانی:

دس سال کی جنگ بندی

۵/۳۹۶۲ عَنِ الْمِسْوَرِ وَمَرْوَانَ اَنَّهُمْ اِصْطَلَحُوْا عَلٰى وَضْعِ الْحَرْبِ عَشْرَ سِنِيْنَ يَاْمَنُ فِيْهِنَّ النَّاسُ وَعَلٰى اَنَّ بَيْنَنَا عَيْبَةً مَكْفُوْفَةً وَاَنَّهُ لَا اِسْلَالَ وَلَا اِغْلَالَ۔ (رواہ ابوداؤد)

سنن أبی داود، کتاب الجهاد، باب فی صلح العدو، ح ۲۷٦٦۔

ترجمہ: حضرت مسور اور مروان سے روایت ہے کہ قریش نے اس بات پر صلح کی کہ وہ دس سال تک جنگ کو بند رکھیں گے تا کہ لوگ امن میں رہیں۔ اور صلح کی یہ شرط بھی تھی کہ ہمارے درمیان گھڑی بندھی رہے اور نہ تو چھپی ہوئی چوری ہو اور نہ خیانت ہو۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❁ عَيْبَةً مَكْفُوْفَةً: مکر وفریب اور کینہ فساد سے ہمارے سینے پاک رہیں اور وفاء اور صلح کو برقرار رکھنے والے ہوں۔

لَا اِسْلَالَ: اس کا مطلب یہ ہے کہ پوشیدہ اور سرِ عام ایک دوسرے کا مال نہ لیں۔

ذمی کے عہد کا لحاظ کیا جائے

۶/۳۹۶۳ وَعَنْ صَفْوَانَ بْنَ سُلَيْمٍ عَنْ عِدَّةٍ مِنْ اَبْنَاءِ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اٰبَائِهِمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا اَوِ انْتَقَصَهٗ اَوْ كَلَّفَهٗ فَوْقَ طَاقَتِهٖ اَوْ اَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيْبِ نَفْسٍ فَاَنَا حَجِيْجُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ٤۳۷، کتاب الخراج والامارة، باب فی تعشیر اهل الذمة، الحدیث رقم ۳۰۵۲۔

ترجمہ: صفوان بن سلیم سے روایت ہے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ کے بچوں میں سے بہت سارے بچوں نے اپنے باپوں سے نقل کیا اور انہوں نے پیغمبر ﷺ سے روایت کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا خبردار! جس آدمی نے عہد والے پر ظلم کیا یعنی ذمی پر یا امن طلب کرنے والے پر یا اس کے حق کو کم کیا یا طاقت سے زیادہ اس کو تکلیف دی یعنی ذمی سے زیادہ جزیہ وصول کیا یا مال تجارت سے زیادہ عشر لیا جب کہ وہ مستامن حربی ہو اور تجارت کی غرض سے یہاں آیا ہو یا اس سے بغیر اس کی خوشدلی کے کوئی چیز لی ہو تو میں قیامت کے دن اس کی طرف۔ سے جھگڑنے والا ہوں گا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

بیعت میں عورتوں سے مصافحہ نہیں

۷/۳۹۶۴ وَعَنْ اُمَيْمَةَ بِنْتِ رُقَيْقَةَ قَالَتْ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نِسْوَةٍ فَقَالَ لَنَا فِيْمَا اسْتَطَعْتُنَّ وَاَطَقْتُنَّ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَرْحَمُ بِنَا مِنَّا بِاَنْفُسِنَا قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ بَايِعْنَاتَعْنِيْ صَافِحْنَا

قَالَ اِنَّمَا قَوْلِیْ لِمِائَةِ امْرَاَةٍ كَقَوْلِیْ لِامْرَاَةٍ وَاحِدَةٍ وَرَوَاهُ۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ٥ / ٣٠٣ رقم الحدیث ٢٦٥٢ و مسلم فی ٣ / ١٤٠٩ رقم الحدیث (٩٦ ـ ١٧٨٣) والدارمی فی ٢ / ٣١٠ رقم الحدیث ٢٥٠٧ وأحمد فی المسند ٤ / ٢٩١ موطا لامام مالك كتاب البيعة باب ١ ح ٢۔

ترجمہ: امیمہ بنت رقیقہؓ سے روایت ہے کہ میں نے دوسرے عورتوں کے ساتھ آپ ﷺ کی بیعت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تم سے اس بات پر بیعت لی کہ جس چیز کی تم میں استطاعت ہو اور طاقت ہو یعنی آپ نے بیعت کو استطاعت اور طاقت کیساتھ از راہ شفقت مقید فرمایا میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہماری جانوں سے زیادہ ہم پر رحم کرنے والے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہم سے بیعت لیں یعنی میری مراد یہ تھی کہ ہمیں بھی مصافحہ کا موقع دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک سو عورت کیلئے بھی وہی بات کہوں گا جو ایک عورت کیلئے کہہ رہا ہوں یعنی تمہارے لئے بیعت میں فقط کہہ دینا ہی کافی ہے ہاتھ میں ہاتھ رکھنے کی ضرورت نہیں اور نہ ایک ایک عورت سے کہلوانے کی ضرورت ہے بلکہ سب کیلئے ایک ہی قول کافی ہے۔ (ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ)

تشریح ۞ اصل کتاب میں رواہ کے بعد جگہ خالی ہے۔ شارحین نے حاشیہ میں ترمذی، نسائی، موطا امام مالک درج کر دی ہے اور سب نے محمد بن منکدر سے روایت نقل کی ہے اور ترمذی نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ روایت حسن صحیح ہے مگر ابن منکدر کے علاوہ اور کسی سند سے معروف نہیں۔

الفصل الثالث:

کتابتِ معاہدہ کا موقع

٣٩٦٥/٨ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ ذِی الْقَعْدَةِ فَاَبٰی اَهْلُ مَكَّةَ اَنْ يَدَعُوْهُ يَدْخُلُ مَكَّةَ حَتّٰی قَاضَاهُمْ عَلٰی اَنْ يَّدْخُلَ يَعْنِیْ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ يُقِيْمُ بِهَا ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَلَمَّا كَتَبُوا الْكِتَابَ كَتَبُوْا هٰذَا مَا قَاضٰی عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا نُقِرُّبِهَا فَلَوْنَعْلَمُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا مَنَعْنَاكَ وَلٰكِنْ اَنْتَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ لِعَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اُمْحُ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا وَاللّٰهِ لَا اَمْحُوْكَ اَبَدًا فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ يُحْسِنُ يَكْتُبُ فَكَتَبَ هٰذَا مَا قَاضٰی عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ لَا يَدْ خُلُ مَكَّةَ بِالسِّلَاحِ اِلَّا السَّيْفَ فِی الْقِرَابِ وَاَنْ لَّا يَخْرُجَ مِنْ اَهْلِهَا بِاَحَدٍ اِنْ اَرَادَ اَنْ يَّتَّبِعَهٗ وَاَنْ لَّا يَمْنَعَ مِنْ اَصْحَابِهٖ اَحَدًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّقِيْمَ بِهَا فَلَمَّا دَخَلَهَا وَمَضَی الْاَجَلُ اَتَوْا عَلِيًّا فَقَالُوْا قُلْ لِصَاحِبِكَ اُخْرُجْ عَنَّا فَقَدْ مَضَی الْاَجَلُ فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٥ / ٣٠٣ كتاب الصلح باب كيف يكتب هذا ما صالح الحديث رقم ٢٦٩٩ و مسلم فی

٣ / ١٤٠٩' الحديث رقم (٩٠ ـ ١٧٨٣) والدارمي في ٢ / ٣١٠ الحديث رقم ٢٥٠٧' وأحمد في المسند ٤ / ٢٩١١

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ذیقعد یعنی سن چھ ہجری میں عمرے کیلئے روانہ ہوئے اہل مکہ نے آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا یعنی مکہ میں نہ داخل ہونے دیا یہاں تک کہ آپ ﷺ نے مکہ والوں سے اس شرط پر صلح کر لی کہ آپ اگلے سال داخل ہوں اور تین دن تک ٹھہریں جب صلح نامہ میں آپ کا نام اس طرح صحابہ نے لکھا کہ یہ وہ شرائط ہیں جن پر محمد رسول اللہ ﷺ نے صلح کی ہے تو مشرکین کہنے لگے ہم آپ کی رسالت کو نہیں مانتے اگر ہم جان لیتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو مکہ میں آنے سے آپ کو نہ روکتے لیکن تم محمد بن عبداللہ ہو یعنی تم محمد بن عبداللہ لکھو تو جناب رسول اللہ نے فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور محمد بن عبداللہ ہوں یعنی دونوں صفتیں مجھ میں لازم ہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں برابر ہے کہ دونوں ذکر کی جائیں یا ایک' پھر علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب کو فرمایا کہ تم میرے نام کے آگے لفظ رسول اللہ کا مٹا دو تو حضرت علی نے کہا اللہ کی قسم میں آپ کا نام کبھی نہیں مٹاؤں گا تو آپ ﷺ نے صلح نامہ لیا یعنی علی المرتضی کے ہاتھ سے لیا حالانکہ آپ ﷺ لکھنا نہیں جانتے تھے پس آپ نے لکھا یہ وہ شرائط ہیں جن پر صلح کی ہے محمد بن عبد اللہ نے کہ وہ مکہ میں ہتھیاروں کیساتھ داخل نہیں ہونگے مگر تلوار کے ساتھ اور وہ بھی نیام میں ہونگی۔ نمبر۲۔ اور مکہ کے لوگوں میں نے جو آدمی بھی نکل کر آپ کے ساتھ جانے کا ارادہ کرے گا یعنی آپ کے داخل ہونے کے بعد تو ان میں سے کسی کو بھی اپنے ساتھ لے کر نہ نکلیں گے اور آپ کے لوگوں میں سے جو مکہ میں ٹھہرنے کا ارادہ کریگا تو آپ اس کو منع نہیں کرینگے۔ چنانچہ آپ ﷺ جب مکہ میں داخل ہوئے یعنی سات ہجری میں عمرۃ القضاۃ کے لئے اور مدت گزر گئی یعنی ٹھہرنے کے جو تین دن تھے وہ پورے ہوگئے۔ تو کفار قریش کا ایک وفد علی المرتضیٰؓ کے پاس آیا۔ اور کہنے لگے اپنے صاحب کو کہو یعنی آپ ﷺ کو کہ مدت گزر چکی ہے۔ آپ ہمارے شہر سے نکل جائیں۔ چنانچہ آپ ﷺ مکہ سے نکلے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **وَاللّٰہِ لَا اَمْحُوْکَ** :حضرت علیؓ نے جو نام مٹانے سے انکار کیا تو یہ سمجھ کر کہ یہ امر وجوب کے لئے نہیں ہے ورنہ مخالفت نہ کرتے۔ اور درحقیقت یہ مخالفت بھی نہیں تھی بلکہ جذبات محبت تھے جس میں انہوں نے یہ بات کہی۔ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ آپ نے لکھا۔ جبکہ دوسرے کہتے ہیں کہ آپ نے نہیں لکھا اور نہ آپ لکھ سکتے تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو امی بنایا اور امی وہی ہوتا ہے۔ جو نہ پڑھ سکے اور نہ لکھ سکے۔

دوسرے علماء کا قول یہ ہے کہ حجت نبوت ثابت ہونے کے بعد اور اشتباہ کے منقطع ہو جانے کے بعد آپ ﷺ نے یہ لکھا اس حدیث کے ظاہری الفاظ فریق ثانی کی تائید کر رہے ہیں۔ مگر فریق اول کتابت سے امر کتابت مراد لیتے ہیں گویا یہ مجاز ہے اور اہل زبان میں یہ بات معروف ہے: بنى الامير المدينة۔ امیر نے شہر بنایا۔ یعنی بنانے کا حکم دیا (اور دوسری بہت ساری روایات اس بات کی تائید کرتی ہیں)۔

بَابُ اِخْرَاجِ الْيَهُوْدِ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ

یہود کو جزیرۂ عرب سے نکالنے کا بیان

جزیرہ اس زمین کو کہا جاتا ہے جس کے چاروں طرف پانی ہو اور جزیرہ عرب کو بحر ہند، بحر شام اور دریائے دجلہ اور فرات نے یا عدن سے شام کی اطراف میں طول میں اور جدہ سے ریف عراق تک عرض میں سمندر نے گھیر رکھا ہے۔

(کذا فی القاموس)

الفصل الاول:

اجلائے یہود کا ارادہ

۳۹۶۶/ا عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنْطَلِقُوْا اِلٰى يَهُوْدَ فَخَرَجْنَا مَعَهُ حَتّٰى جِئْنَا بَيْتَ الْمِدْرَاسِ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ يَهُوْدَ اَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا اِعْلَمُوْا اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَاِنِّیْ اُرِيْدُ اَنْ اُجْلِيَكُمْ مِنْ هٰذِهِ الْاَرْضِ فَمَنْ وَجَدَ مِنْكُمْ بِمَالِهٖ شَيْئًا فَلْيَبِعْهُ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦ / ٢٧٠، کتاب الجزیه عالموادعة، باب اخراج الیهود من جزیرة العرب، الحدیث رقم ٣١٦٧ و مسلم فی ٣ / ١٣٨٧، الحدیث رقم (٦١ ـ ١٧٦٥) وأبو داود فی السنن ٣ / ٤٠٣، الحدیث رقم ٣٠٠٣، وأحمد فی المسند ٢ / ٤٥١

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہم مسجد میں بیٹھے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ باہر نکلے یعنی گھر سے باہر تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا: یہود کی طرف چلو۔ ہم آپ ﷺ کے ساتھ چل دیئے۔ آپ ﷺ یہودیوں کے مدرسہ بیت المدراس میں تشریف لائے۔ اور آپ نے کھڑے کھڑے فرمایا: اے گروہ یہود! مسلمان ہو جاؤ بچ جاؤ گے۔ یعنی دنیا اور آخرت کی آفات سے بچ جاؤ گے۔ بلاشبہ زمین اللہ کی ہے یعنی اللہ زمین کا خالق و مالک ہے اور یہ زمین (نیابت اور خلافت کی حیثیت سے) اللہ کے رسول کے لیے ہے۔ میرا ارادہ یہ ہے کہ میں تم کو اس علاقہ سے جلا وطن کر دوں۔ یعنی جزیرہ عرب سے (نکال دوں) پس جس شخص کے پاس تم میں سے مال میں سے ایسی چیز ہو یعنی جس کو لے جا نہ سکتا ہو مثلاً زمین وغیرہ تو اسے فروخت کر ڈالنا چاہیے۔ یہ بخاری اور مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یہ خطاب ان یہود کو ہے جو بنو نضیر کے نکال دینے کے بعد مدینہ اور اس کے نواح میں آ کر بس گئے۔ (ع)

ارشادِ نبوت کی تکمیل۔ اجلاء یہود

۲/۳۹۶۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَامَ عُمَرُ خَطِيْبًا فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَامَلَ يَهُوْدَ خَيْبَرَ عَلٰى اَمْوَالِهِمْ وَقَالَ نُقِرُّكُمْ مَا اَقَرَّكُمُ اللّٰهُ وَقَدْ رَاَيْتُ اِجْلَاءَهُمْ فَلَمَّا اَجْمَعَ عُمَرُ عَلٰى ذٰلِكَ اَتَاهُ اَحَدُ بَنِيْ اَبِی الْحُقَيْقِ فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَتُخْرِجُنَا وَقَدْ اَقَرَّنَا مُحَمَّدٌ وَعَامَلَنَا عَلَى الْاَمْوَالِ؟ فَقَالَ عُمَرُ اَظَنَنْتَ اَنِّیْ نَسِيْتُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ بِكَ اِذَا اُخْرِجْتَ مِنْ خَيْبَرَ تَعْدُوْبِكَ قَلُوْصُكَ لَيْلَةً بَعْدَ لَيْلَةٍ فَقَالَ هٰذِهٖ كَانَتْ هُزَيْلَةً مِّنْ اَبِی الْقَاسِمِ فَقَالَ كَذَبْتَ يَا عَدُوَّاللّٰهِ فَاَجْلَاهُمْ عُمَرُ وَاَعْطَاهُمْ قِيْمَةَ مَاكَانَ لَهُمْ مِنَ الثَّمَرِ مَالًا وَاِبِلًا وَعُرُوْضًا مِنْ اَقْتَابٍ وَحِبَالٍ وَغَيْرِ ذٰلِكَ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵ / ۳۲۷' کتاب الشروط' باب اذا اشترط فی المزارعة' الحدیث رقم ۲۷۳۰۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا۔ اوراس میں فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود خیبر سے ان کے مالوں پر ان سے معاملہ فرمایا تھا۔ یعنی ان کو خیبر میں رہنے کی اجازت دی۔ زمین میں زراعت اور کھجوروں کی حفاظت کی ذمہ داری ان پر لگائی اور ان باغات اور زراعت کے محاصل میں نصف نصف پر معاملہ کیا۔ اوران پر جزیہ مقرر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا: ہم تم کو اس وقت تک ٹھہرائیں گے' جب تک تم کو اللہ ٹھہرائے گا۔ یعنی جب تک اللہ کی طرف سے تمہارے نکالنے کا حکم نہیں ہوتا تب تک تم یہاں ٹھہرو گے۔ میرا خیال یہ ہے کہ ان کو جلا وطن کر دینا مناسب ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے جلاوطن کرنے کا فیصلہ کر لیا تو قبیلہء بنی ابی الحقیق کا ایک شخص ان کی خدمت میں آ کر کہنے لگا۔ اے امیر المؤمنین! آپ ہمیں نکال رہے ہیں۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ٹھہرایا۔ اور ہم سے ہمارے مالوں پر معاملہ طے کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: تمہارا خیال یہ ہے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو بھول گیا ہوں کہ جب آپ نے تجھے فرمایا تھا کہ اس وقت تیرا کیا حال ہوگا اور تو کیا کریگا کہ جب تجھے خیبر سے نکالا جائے گا اور تیری اونٹنی راتوں رات دوڑے گی۔ یعنی ایک وقت تجھ پر ایسا آنے والا ہے۔ کہ تجھے راتوں رات نکلنا پڑے گا۔ تو ابن ابی الحقیق کا وہ شخص کہنے لگا کہ ابوالقاسم نے یہ کلمہ بطور مزاح کے فرمایا تھا۔ ابوالقاسم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے دشمن خدا! تو جھوٹ بولتا ہے یہ کلمہ آپ نے بطور مزاح نہیں فرمایا بلکہ یہ غیب کی اطلاع تھی' جو بطور معجزہ کے آپ نے دی تھی۔ پھر حضرت عمرؓ نے ان کو خیبر سے جلا وطن کر دیا۔ اوران کے میوہ جات یعنی کھجوریں وغیرہ جو درختوں پر تھیں ان کی قیمت مال سے عنایت فرمائی۔ اوران کو اونٹ اور ان کا دیگر سامان یعنی پالان اور رسیاں وغیرہ بھی مہیا فرمائیں۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

وصیتِ نبوت

۳/۳۹۶۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْصٰى بِثَلَاثَةٍ قَالَ اَخْرِجُوا

الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَاَجِيْزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَاكُنْتُ اُجِيْزُهُمْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ اَوْ قَالَ فَاُنْسِيْتُهَا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحيحه ٦ / ١٧٠ كتاب الجهاد' باب هل يستشفع الى اهل الذمه' الحديث رقم ٣٠٥٣ و مسلم فی ٣ / ١٢٥٧' (٢٠ ـ ١٦٣٧) وأبو داود فی السنن ٣ /٤٠٣٣ الحديث رقم ٣٠٢٩' و أحمد فی المسند ١ / ٢٢٢

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے تین باتوں کی وصیت فرمائی۔ ا۔ مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔ ۲۔ آنے والے وفود سے اسی طرح سلوک کرو جیسا میں کیا کرتا تھا۔ یعنی جب تک وہ رہیں ان کو جس چیز کی ضرورت ہو اسے مہیا کرو۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ابن عمر ؓ تیسری بات کہنے سے خاموش ہو گئے یا انہوں نے تو کہی تھی لیکن وہ مجھے بھول گئی۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ قاضی عیاضؒ کہتے ہیں احتمال یہ ہے کہ تیسری چیز سے مراد آپ کا یہ ارشاد ہے۔ لاتتخذوا قبری وثنا یعبد اس روایت کو مالک نے موطا میں روایت کیا ہے۔

خیبر سے یہود کا اجلاء چاہتِ نبوت

۴/۳۹۶۹ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَاُخْرِجَنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ حَتّٰى لَا اَدَعَ فِيْهَا اِلَّا مُسْلِمًا (رواه مسلم وفی رواية) لَئِنْ عِشْتُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَاُخْرِجَنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ۔

اخرجه مسلم فی صحيحه ٣ / ١٣٨٨ كتاب الجهاد والسير' باب اخراج ليهود من جزيرة العرب' الحديث رقم (٦٣ ـ ١٧٦٧) وأبو داود فی السنن ٣ / ٤٢٤ الحديث رقم ٣٠٣٠ والترمذی فی ٤ / ١٣٤' الحديث رقم ١٦٠٧

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب نے کہا کہ میں نے پیغمبر ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ میں یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال دونگا۔ یہاں تک کہ میں مسلمانوں کے علاوہ اس میں کسی کو نہ چھوڑوں گا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔ اور ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ اگر میں زندہ رہا تو میں ان شاء اللہ یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال دونگا۔

الفصل الثانی:

لَيْسَ فِيْهِ اِلَّا حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ لَا يَكُوْنُ قِبْلَتَانِ وَقَدْ مَرَّ فِیْ بَابِ الْجِزْيَةِ

دوسری فصل میں ایک ہی روایت ہے جو پیچھے مذکور ہو چکی۔ جس کی ابتداء اس طرح ہے۔ لا یکون قبلتان (الحدیث باب الجزیہ) اس لیے تکرار کی وجہ سے یہاں ذکر نہیں کی جا رہی۔

الفصل الثالث:

۵/۳۹۷۰ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَجْلَى الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى مِنْ اَرْضِ الْحِجَازِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا ظَهَرَ عَلٰى اَهْلِ خَيْبَرَ اَرَادَ اَنْ يُّخْرِجَ الْيَهُوْدَ مِنْهَا وَكَانَتِ الْاَرْضُ لَمَّا ظُهِرَ عَلَيْهَا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ فَسَاَلَ الْيَهُوْدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَتْرُكَهُمْ عَلٰى اَنْ يَكْفُوا الْعَمَلَ وَلَهُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُقِرُّكُمْ عَلٰى ذٰلِكَ مَا شِئْنَا فَاُقِرُّوْا حَتّٰى اَجْلَاهُمْ عُمَرُ فِىْ اِمَارَتِهٖ اِلٰى تَيْمَاءَ وَاَرِيْحَاءَ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاري في صحيحه ٦ / ٢٥٢، الحديث رقم ٣١٥٢، و مسلم في ٣ / ١١٨٧، الحديث رقم (٦ - ١٥٥١)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہود و نصاریٰ کو سرزمین حجاز سے جلاوطن کر دیا یعنی جزیرہ عرب سے نکال دیا۔ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل خیبر پر غالب ہوئے تو یہود کو خیبر سے نکالنے کا ارادہ فرمایا اور یہ زمین یعنی جس پر غلبہ کیا گیا تھا۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں کی تھی تو یہود نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ان کو یہاں رہنے دیا جائے یعنی ان اراضی پر اس شرط سے کہ وہ ان زمینوں پر کام کریں گے (یعنی زراعت اور باغات کی نگرانی کریں گے) اور ان کو آدھا پھل بٹائی میں دیا جائے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم اس شرط پر جب تک چاہیں گے ٹھہرائیں گے۔ جب حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ آیا تو انہوں نے ان کو تیماء اور اریحاء کی طرف منتقل کر دیا۔ یہ بخاری، مسلم کی روایت ہے۔

بَابُ الْفَيْءِ

فئی کا بیان

فئی اس مال کو کہتے ہیں جو بغیر لڑائی کے کفار سے حاصل ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ یہ سب مسلمانوں کیلئے ہے اور اس میں خمس اور تقسیم نہیں ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار تھا کہ جس کو چاہے دیں جس کو چاہیں نہ دیں اور کم دیں یا زیادہ دیں اس کے بالمقابل غنیمت اس مال کو کہا جاتا ہے جو کفار سے لڑ کر حاصل کیا جائے اس میں پانچواں حصہ نکال کر بقیہ مجاہدین میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ پیدل کو ایک اور سوار کو دو حصے دیے جائیں گے۔ (ح)۔ مولانا م

الفصل الاول:

مالِ فئی میں آپ کو خرچ کا حق

۱/۳۹۷۱ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ خَصَّ رَسُوْلَهٗ صَلّٰى

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ ھٰذَا الْفَیْءِ بِشَیْءٍ لَمْ یُعْطِہٖ اَحَدًا غَیْرَہٗ ثُمَّ قَرَاَ مَا اَفَاءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْھُمْ اِلٰی قَوْلِہٖ قَدِیْرٌ فَکَانَتْ ھٰذِہٖ خَالِصَۃً لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُنْفِقُ عَلٰی اَھْلِہٖ نَفَقَۃَ سَنَتِھِمْ مِنْ ھٰذَا الْمَالِ ثُمَّ یَاْخُذُ مَابَقِیَ فَیَجْعَلُہٗ مَجْعَلَ مَالِ اللّٰہِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦ / ١٩٧ 'کتاب فرض الخمس' باب فرض الخمس' الحدیث رقم ٣٠٩٤ و مسلم فی ٣ / ١٣٧٨ الحدیث رقم (٤٩ ـ ١٧٥٧) وأحمد فی المسند ١ / ٢٠٨

ترجمہ: حضرت مالک بن اوس بن حدثان سے روایت ہے کہ فاروق اعظمؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس فئی کے سلسلے میں وہ خصوصیت عنایت فرمائی جو آپ ﷺ کے سوا اور کسی کو نہیں دی گئی پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: مَا اَفَاءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ سے قَدِیْرٌ تک یہ خالص رسول اللہ کا حق ہے۔ اس میں سے آپ ﷺ اپنے اہل وعیال پر خرچ فرماتے اور سال بھر کا خرچ اس میں سے لے لیتے اور باقی کو اللہ تعالیٰ کا مال قرار دیتے یعنی محتاج ومساکین اور مصالح مسلمین میں اس کو خرچ فرماتے یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ مَا اَفَاءَ اللّٰہُ ...... یہ سورۃ حشر کی آیت ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو دیا اور ان کے ساتھ خاص کر دیا اس پر گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑے تھے یعنی قتال کی مشقت نہیں اٹھانی پڑھی تھی بلکہ پیادہ گئے اور اللہ تعالیٰ نے وہ مال دیدیا لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں جس کو چاہتا ہے مسلط کرتا ہے اور اللہ کو ہر چیز پر قدرت ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بنی نضیر کے جن اموال کا مالک بنایا وہ مال اس طرح کا ہے کہ تم نے اسے قتال وغلبہ سے حاصل نہیں کیا یہ علاقہ مدینہ منورہ سے قریباً چھ میل کے فاصلے پر تھا آپ ﷺ کے سواء تمام صحابہ کرامؓ پیدل گئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پر اور ان کے اموال پر تسلط عنایت فرمایا جیسا کہ عادت اللہ چلی آ رہی ہے کہ وہ اپنے رسولوں کو دین کے دشمنوں پر غلبہ دیتا ہے۔ ان اموال کا معاملہ حضور ﷺ کے ذمہ ہے کہ جس کو چاہیں دیں اور جہاں چاہیں خرچ کریں۔

تفاسیر میں مذکور ہے کہ صحابہ کرامؓ نے اس کی تقسیم کے بارے میں سوال کیا تو اللہ نے یہ آیت اتاری اور اس میں بتلایا گیا کہ کفار کا اس قسم کا مال مال فئی ہے۔ جس کی تقسیم نہیں تقسیم غنائم کی ہوتی ہے یہ مال رسول اللہ کے سپرد تھا۔ جیسا احادیث میں وارد ہے آپ ﷺ اس میں جس طرح چاہتے عمل فرماتے ہمارے ہاں اسی طرح ہے۔

علامہ طیبی نے امام شافعی کا مذہب یہ نقل کیا ہے کہ آپ فئی میں چار خمس اپنے لیے رکھتے اور پانچواں حصہ خمس کا تھا اس میں سے اکیس حصے آپ کے تھے صاحب معالم نے لکھا ہے کہ اہل علم نے فئی کے مصرف میں اختلاف کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کیا اس کا مصرف ہوگا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ آپ ﷺ کے بعد ائمہ کیلئے ہوگا اور امام شافعیؒ کے اس میں دو قول ہیں۔ ا۔ مقاتلین کیلئے ہے۔ ۲۔ مصالح مسلمین میں خرچ کیا جائے۔

سوال: اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اس مال سے سال بھر کا خرچہ لے لیتے تھے حالانکہ دوسری احادیث میں وارد ہے کہ آپ کوئی چیز ذخیرہ نہیں کرتے تھے پھر ایک سال کے خرچے کا مطلب کیا ہوگا۔

جواب: ذخیرہ کرنے کی نفی اپنی ذات وصفات کے اعتبار سے ہے اور یہ ایک سال کا خرچہ یہ اپنی ازواج مطہرات کیلئے ہے کہ کبھی کبھی آپ ﷺ ان کو ایک سال کا خرچہ عنایت فرمادیتے۔ نووی رحمہ اللہ نے یہاں ایک لطیف بات لکھی کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک برس کا ذخیرہ کرنا توکل کے منافی نہیں۔ (ح۔ع)

اموالِ بنی نضیر کا حکم

۲/۳۹۷۲ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ اَمْوَالُ بَنِى النَّضِيْرِ مِمَّا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِمَّا لَمْ يُوْجِفِ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ فَكَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً يُنْفِقُ عَلٰى اَهْلِهٖ نَفَقَةَ سَنَةٍ ثُمَّ يَجْعَلُ مَا بَقِىَ فِى السِّلَاحِ وَالْكُرَاعِ عُدَّةً فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاري في صحيحه ٦ / ٩٣ كتاب الجهاد، باب المجن ومن يترس صاحبه، الحديث رقم ٢٩٠٤ و مسلم في ٣ / ١٣٧٨ الحديث رقم (٤٨ ـ ١٧٥٧) وأبو داود في السنن ٣ / ٣٧١ الحديث رقم ٢٩٦٥، والنسائي في ٧ / ١٣٢، الحديث رقم ٤١٤٠، وأحمد في المسند ١ / ٢٥

ترجمہ: مالکؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بنی نضیر کے اموال کا تعلق اس قسم سے ہے جو اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو عنایت فرمایا مسلمانوں نے اس پر گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے یہ مال پیغمبر ﷺ کا ہوا۔ اسی لیے خاص طور پر اس کو آپ ﷺ اپنے اہل پر ایک سال کے خرچے کیلئے صرف کرتے تھے اور بقیہ مال جہاد کے سامان کیلئے ہتھیاروں اور چوپاؤں پر خرچ کیا جاتا تھا۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

الفصل الثانی:

مالِ فئی سے بیوی والے کو دو حصے

۳/۳۹۷۳ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَتَاهُ الْفَيْءُ قَسَمَهٗ فِىْ يَوْمِهٖ فَاَعْطَى الْاٰهِلَ حَظَّيْنِ وَاَعْطَى الْاَعْزَبَ حَظًّا فَدُعِيْتُ فَاَعْطَانِىْ حَظَّيْنِ وَكَانَ لِىْ اَهْلٌ ثُمَّ دُعِىَ بَعْدِىْ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ فَاَعْطٰى حَظًّا وَاحِدًا۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجه أبو داود في السنن ٣ / ٣٥٩، كتاب الخراج والامارة، باب في قسم الفئيالحديثرقم وأحمد في المسند ٦/ ٢٥

ترجمہ: حضرت عوف بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ کے پاس فئی کا مال آتا تو آپ ﷺ اس کو اسی دن تقسیم فرمادیتے۔ بیوی والے کو دو حصے اور مجرد کو ایک حصہ دیا جاتا۔ مجھے بلایا گیا اور مجھے دو حصے دیئے گئے میرے بعد عمار بن یاسرؓ کو بلایا گیا ان کی بیوی نہیں تھی ان کو ایک حصہ دیا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

آزاد کردہ غلاموں پر شفقت

۴/۳۹۷۴ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَوَّلُ مَا جَاءَهُ شَيْءٌ بَدَاَ بِالْمُحَرَّرِيْنَ۔

(رواہ ابوداؤد)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۳۵۸ ' کتاب الخراج والامارة' باب فی قسم الفيء' الحديث رقم ۲۹۵۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب فئی کا مال آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے آزاد کردہ غلاموں کو عنایت فرماتے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❁ یعنی فئی میں سے پہلے آزاد کردہ غلاموں کو دیا جاتا اس لئے کہ وہ بے ٹھکانہ اور بے سہارا ہوتے ہیں اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد مکاتب ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ کی اطاعت کیلئے الگ تھلگ کر دیا۔ (ع)

فئی میں آزاد و غلام برابر

۵/۳۹۷۵ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِظَبْيَةٍ فِيْهَا خَرَزٌ فَقَسَمَهَا لِلْحُرَّةِ وَالْاَمَةِ قَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ اَبِيْ يَقْسِمُ لِلْحُرِّ وَالْعَبْدِ۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۳۵۹ ' کتاب الخراج والامارة' باب فی قسم الفيء' الحديث رقم ۲۹۵۲ و أحمد فی المسند ۶ / ۱۵۶

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک تھیلا لایا گیا جس میں نگینے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد عورتوں اور لونڈیوں میں بانٹ دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے والد آزاد اور غلام کو یہ مال تقسیم کرتے تھے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❁ معلوم ہوتا ہے کہ وہ نگینے عورتوں کیلئے خاص نہیں تھے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خاص کر دیا۔

فئی میں تمام کا حصہ برابر

۶/۳۹۷۶ وَعَنْ مَالِكِ بْنِ اَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ قَالَ ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَوْمًا الْفَيْءَ فَقَالَ مَا اَنَا بِاَحَقَّ بِهٰذَا الْفَيْءِ مِنْكُمْ وَمَا اَحَدٌ مِنَّا بِاَحَقَّ بِهِ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا اَنَا عَلٰى مَنَازِلِنَا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَقَسْمِ رَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَالرَّجُلُ وَقِدَمُهُ وَالرَّجُلُ وَبَلَاؤُهُ وَالرَّجُلُ وَعِيَالُهُ وَالرَّجُلُ وَحَاجَتُهُ۔

(رواہ ابوداؤد)

اخرجه أبو داود فی السنن ' کتاب الخراج والامارة' باب فيما يلزم الامام من امر الرعية' الحديث رقم ۲۹۵۰۔

ترجمہ: حضرت مالک بن اوس بن حدثانؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک دن فئی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا میں اس فئی کا تم سے زیادہ حقدار نہیں اور ہم میں سے کوئی بھی اس فئی کا دوسرے سے زیادہ حقدار نہیں لیکن ہم کتاب اللہ اور تقسیم پیغمبر ﷺ کے مطابق مراتب رکھتے ہیں پس آدمی اور اس کا اسلام میں قدیم ہونا اور آدمی اور اس میں بہادری اور مشقت وسعی کا دین کیلئے زیادہ ہونا اور آدمی اور اس کے اہل وعیال آدمی اور اس کی حاجت اس کا اعتبار کرتے ہیں۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❁ مَآ اَنَا بِاَحَقَّ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات اس وہم کو دور کرنے کیلئے فرمائی کہ وہ آپ ﷺ کے خلیفہ ہونے کی حیثیت سے شاید فئی کے زیادہ حقدار ہوں جیسا کہ آپ ﷺ تو انہوں نے اپنے سے اس بات کی نفی فرما کر اپنے آپ سے زیادہ حقدار ہونیکی نفی فرمائی کہ ہم میں سے کوئی بھی دوسرے کے مقابلے میں اس کا زیادہ حقدار نہیں ہے لیکن ہم ان مراتب کا لحاظ کرتے ہیں جو کتاب اللہ اور حضور ﷺ کی تقسیم کی روشنی میں قائم ہوتے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد: لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ مکمل تین آیات تک اور دوسرا اللہ کا ارشاد وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَار اختتام آیت تک یہ آیات تمام مسلمانوں سے ان کے تفاوت پر دلالت کرتی ہیں اور آپ کی تقسیم بھی مراتب کے تفاوت کو ظاہر کرتی ہے۔ اس لیے یہاں کتاب اللہ پر قسم رسولہ کو عطف کیا گیا ہے چنانچہ آپ ﷺ تقسیم میں اصحاب بدر اصحاب بیعت رضوان اور صاحب اہل وعیال اور اسی طرح جیسے کہ تفسیر کی گئی کہ آدمی اور اس کا قدیم ہونا وغیرہ یعنی قدامت شجاعت اور دین کیلئے مشقت اور اہل وعیال اور حاجت مندی وغیرہ کا لحاظ کر کے تقسیم کرتے تھے۔ (ح۔ع)

دو الگ مال فئی وخمس غنیمت

۳۹۷۷/۷ وَعَنْهُ قَالَ قَرَاَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنَ حَتّٰى بَلَغَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ فَقَالَ هٰذِهٖ لِهٰؤُلَاءِ ثُمَّ قَرَاَ وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ حَتّٰى بَلَغَ وَابْنِ السَّبِيْلِ ثُمَّ قَالَ هٰذَا لِهٰؤُلَاءِ ثُمَّ قَرَاَ مَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى حَتّٰى بَلَغَ لِلْفُقَرَآءِ ثُمَّ قَرَاَ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ ثُمَّ قَالَ هٰذِهٖ اسْتَوْعَبَتِ الْمُسْلِمِيْنَ عَامَّةً فَلَئِنْ عِشْتُ فَلَيَاْتِيَنَّ الرَّاعِيَ وَهُوَ بِسَرٍ وَحِمْيَرَ نَصِيْبُهٗ مِنْهَا لَمْ يَعْرَقْ فِيْهَا جَبِيْنُهٗ۔ (رواه فی شرح السنة)

اخرجه البغوی فی شرح السنة ۱۱ / ۱۳۸' عبدالرزاق' المنصف' کتاب الجامع' باب الديوان' الحديث رقم ۲۷۴۰۔

ترجمہ: مالک بن اوسؓ سے ہی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی: اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ کہ زکوٰۃ فقراء اور مساکین کیلئے ہے آپ نے یہ آیت آخر عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ تک پڑھی اور پھر فرمایا کہ یہ زکوٰۃ ان اشخاص کیلئے ہے جن کا اس آیت میں تذکرہ ہے پھر آپ ﷺ نے تقسیم غنائم والی آیت پڑھی۔ وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ کہ تمہیں جان لینا چاہیے کہ جو کچھ تم نے غنیمت کے طور پر لیا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کا ہے آپ اس کو تلاوت کرتے ہوئے وَابْنِ السَّبِيْلِ کے لفظ تک پہنچے پھر کہنے لگے کہ یہ مال خمس کا ذوی القربیٰ کیلئے ہے

پھر یہ آیت پڑھی: مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی تک اس آیت میں فئی کا حکم بیان کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت کرتے ہوئے اس آیت میں لِلْفُقَرَآءِ...... وَالَّذِیْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ تک پہنچے کہ یہ مال فقراء کیلئے ہے اوران لوگوں کیلئے ہو جوان کے بعد آئے پھر فرمانے لگے اس آیت نے تمام مسلمانوں کو شامل کرلیا ہے اگر میں زندہ رہا تو ایک چرواہے کو بھی جو کہ مقام بسر میں ہے اس کا حصہ ضرور پہنچے گا۔ (بسراور حمیر ایک جگہ کا نام ہے) اگر چہ وہ اس مال فئی کے سلسلے میں اپنی پیشانی پر ذرہ بھر پسینہ نہیں لایا۔ یہ شرح السنۃ کی روایت ہے۔ ایک نسخہ میں اس طرح ہے کہ آپؓ نے یہ آیت پڑھی: وَالَّذِیْنَ جَآءُوْا ......۔ پس اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپؓ پڑھتے پڑھتے لِلْفُقَرَآءِ...... پر پہنچے اور پھر وَالَّذِیْنَ جَآءُوْا...... والی آیت پڑھی۔

تشریح ❁ هٰذِهٖ اسْتَوْعَبَتْ: یعنی اس آیت نے تمام مسلمانوں کو شامل کر دیا ہے بخلاف پہلی آیتوں کے کہ ایک تو زکوۃ والوں کے ساتھ خاص ہے اور دوسری خمس والوں کیلئے ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ فئی میں سے خمس نہ نکالا جائے جیسا کہ غنیمت سے نکالا جاتا ہے لیکن اسے مسلمانوں کے تمام مصالح میں خرچ کیا جائے گا۔ البتہ یہ خرچ تفاوت درجات کے لحاظ سے ہوگا امام شافعیؒ کے علاوہ اکثر ائمہ اسی طرف گئے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں درجات مسلمین کا لحاظ ہوگا۔ حضرت ابوبکرؓ سبقت کی رعایت نہ فرماتے بلکہ برابر تقسیم کرتے اور یہ فرماتے انہوں نے عمل اللہ کیلئے کیا اس کا اجر وہ اللہ سے پائینگے اس کی وجہ سے ان کو مال میں فضیلت نہ دی جائیگی اور حضرت عمرؓ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مقابلے میں زیادہ دیتے اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو ابن عمر رضی اللہ عنہما کی نسبت زیادہ دیتے تھے۔

حمیر یہ یمن کے ایک شہر کا نام ہے اس طرح ''سرو'' ایک گاؤں کا نام ہے جو مضافات حمیر میں واقع ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ اگر میں زندہ رہا اور اللہ تعالیٰ نے کثرت سے فتوحات عنایت فرمائیں اور مال فئی مسلمانوں کو ملا تو اس میں سے دُور دراز کے شہروں اور دیہات میں رہنے والے مسلمانوں کو بھی حصہ دیا جائیگا۔ کہ جن کی محنت و مشقت کا اس میں کچھ بھی دخل نہیں (ح۔ع)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تین اموال کا چناؤ

۸/۳۹۷۸ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ فِیْمَا احْتَجَّ بِهٖ عُمَرُ اَنْ قَالَ كَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثُ صَفَایَا بَنُو النَّضِیْرِ وَخَیْبَرُ وَفَدَكُ فَاَمَّا بَنُو النَّضِیْرِ فَكَانَتْ حُبُسًا لِنَوَائِبِهٖ وَاَمَّا فَدَكُ فَكَانَتْ حُبُسًا لِاَبْنَاءِ السَّبِیْلِ وَاَمَّا خَیْبَرُ فَجَزَّاَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ اَجْزَاءٍ جُزْئَیْنِ بَیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَجُزْءً نَفَقَةً لِاَهْلِهٖ فَمَا فَضَلَ عَنْ نَفَقَةِ اَهْلِهٖ جَعَلَهٗ بَیْنَ فُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِیْنَ۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۳۷۵، كتاب الخراج والامارة، باب فی صفايا رسول الله صلى الله عليه وسلم من الاموال، الحديث رقم ۲۹۶۷۔

ترجمہ: مالک بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جس بات کو دلیل بنایا وہ یہ تھی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تین

اموال چنے ہوئے تھے بنونضیر، خیبر، فدک پس جو اموال بنونضیر سے حاصل ہوتے یعنی وہاں کی اراضی سے جو آمدنی ہوتی وہ آپ کی ذاتی حاجات کیلئے مقرر تھی یعنی مہمانوں کی ضیافت ہتھیار، سواری مجاہدین وغیرہ اور فدک کی آمدنی ان مسافروں کیلئے جن کے پاس مال نہ ہوتا خواہ وطن میں ان کے پاس ہو خرچ کی جاتی اور خیبر کو تین حصوں میں آپ نے تقسیم فرمایا تھا دو حصے مسلمانوں پر تقسیم کر دیے اور ایک حصہ اہل و عیال کے خرچہ کیلئے آپ رکھتے تھے اس میں سے جو بچتا وہ فقرائے مہاجرین پر آپ خرچ فرماتے تھے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ احْتَجَّ: یعنی عمرؓ نے دلیل بنایا جب کہ حضرت عباس اور علی رضی اللہ عنہما فدک کے سلسلے میں جھگڑتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے چنانچہ آپ نے صحابہ کو سامنے یہ بات فرمائی اور اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو فدک کا عامل برقرار رکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح اس مال کو خرچ کرتے تھے اسی طرح خرچ کرنے کا حکم دیا۔ نمبر۲۔ صفایا جمع صفیۃ کی ہے صفیۃ اس مال کو کہتے ہیں جس کو امام اپنے لیے غنیمت کے مال میں سے چن لے اور یہ تقسیم سے پہلے ہوتا ہے یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور کسی کیلئے جائز نہیں بنونضیر سے مراد وہ زمینیں ہیں جو ان کی جلاوطنی کے بعد مسلمانوں کو ملیں اور فدک خیبر کے قریب ایک بستی کا نام ہے اس کے رہنے والوں نے آدھی زمین پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کر لی اس زمین کی آمدنی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے خاص تھی۔ خیبر کے قریب بہت سارے گاؤں تھے جن میں بعض لشکر کے ذریعے فتح ہوئے ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خمس کا پانچواں حصہ لیتے تھے اور جو بغیر لڑائی کے صلح سے فتح ہوئے وہ مالِ فئی تھا وہ آپ کی مرضی پر موقوف تھا اسے آپ اپنی ضروریات اپنے اہل کی ضروریات اور مصالح مسلمین میں خرچ فرماتے تھے چنانچہ تقسیم مساوات کا یہی تقاضا ہوا کہ آپ ان تمام اموال کو اپنے اور مسلمانوں کے درمیان تین حصوں میں تقسیم فرمادیں ایک حصہ آپ کیلئے اور دو حصے لشکر اور مسلمانوں کیلئے (ح۔ع)

الفصل الثالث:

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا کارنامہ

۹/۳۹۷۹ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ اِنَّ عُمَرَبْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ جَمَعَ بَنِىْ مَرْوَانَ حِيْنَ اسْتُخْلِفَ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَهٗ فَدَكُ فَكَانَ يُنْفِقُ مِنْهَا وَيَعُوْدُ مِنْهَا عَلٰى صَغِيْرِ بَنِىْ هَاشِمٍ وَّيُزَوِّجُ مِنْهَا اَيِّمَهُمْ وَاَنَّ فَاطِمَةَ سَاَلَتْهُ اَنْ يَّجْعَلَهَا لَهَا فَاَبٰى فَكَانَتْ كَذٰلِكَ فِىْ حَيَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى مَضٰى لِسَبِيْلِهٖ فَلَمَّا اَنْ وُّلِّىَ اَبُوْبَكْرٍ عَمِلَ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اَنْ وُّلِّىَ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ عَمِلَ فِيْهَا بِمِثْلِ مَا عَمِلَ حَتّٰى مَضٰى لِسَبِيْلِهٖ ثُمَّ اقْتَطَعَهَا مَرْوَانُ ثُمَّ صَارَتْ لِعُمَرَبْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فَرَاَيْتُ اَمْرًا مَنَعَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ لَيْسَ لِىْ بِحَقٍّ وَاِنِّىْ اُشْهِدُكُمْ اَنِّىْ رَدَدْتُهَا عَلٰى مَاكَانَتْ يَعْنِىْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِىْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجه أبو داود في السنن ٣ / ٣٧٨ ' كتاب الخراج والامارة' باب في صفايا رسول الله صلى الله عليه وسلم من الاموال' الحديث رقم ٢٩٧٢۔

ترجمہ: مغیرہ سے روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے خلیفہ بننے کے بعد اولاد مروان کو جمع کیا اور فرمانے لگے کہ آپ ﷺ کیلئے فدک خاص تھا پس اس کے اموال کو آپ نے اپنے اہل وعیال اور فقراء مساکین پر خرچ کرتے اور بنو ہاشم کے چھوٹے لڑکوں پر احسان کرتے اور بغیر شوہر والی عورتوں کا نکاح کرتے اسی طرح بے نکاح مردوں کا نکاح کرتے حضرت فاطمہؓ نے آپ ﷺ سے فدک کے بارے میں سوال کیا تھا کہ ان کو فدک کے اموال دے دیئے جائیں آپ نے ان کو نہ دیا یہ آپ کی زندگی میں بھی اسی طرح رہا یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوئی پھر جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے انہوں نے اس کے سلسلے میں وہی کیا جو آپ ﷺ اپنی زندگی میں کرتے رہے یعنی آپ کے اہل وعیال اور بنو ہاشم پر ان اموال کو خرچ کیا جاتا اور ان کے نکاحوں پر صرف کیا جاتا۔ جیسا آپ کرتے تھے جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو انہوں نے بھی اسی طرح کیا جیسے ان کے دونوں بزرگوں نے کیا یعنی آپ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی۔ پھر حضرت عثمان کے زمانے میں مروان کے خلافت عثمان کے اندر یا اپنی بادشاہت میں اس کو اپنی جاگیر بنالیا اور پھر یہ عمر بن عبدالعزیز کے پاس آ گیا میں نے اس میں ایک چیز دیکھی کہ جب یہ مال پیغمبر ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ کو نہیں دیا اس مال کا لینا میرے لیے جائز نہیں میں تم کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اس مال کو اسی طرف پھیر دیا جس پر یہ پہلے تھا یعنی جناب رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر وعمرؓ کی طرف۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے

تشریح ۞ بنو نضیر فدک اور خیبر کے اموال جو آپ ﷺ کے ساتھ خاص تھے اور آپ کے بعد خلفائے راشدین کے زمانے میں ان کے اموال کو اسی طرح صرف کیا جاتا تھا اس سلسلہ میں طویل کلام ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتب صحاح میں سے اس کے متعلق صحیح بات نقل کریں تاکہ اس کے متعلق مشہور کی جانے والی غلط باتوں کا ازالہ ہو سکے۔ صحیح بخاری میں منقول ہے جسے مالک ابن اوس نے نقل کیا۔ کہ ایک دن مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس بلایا میں بیٹھا ہی تھا کہ ان کے پاس ان کا خادم یرفا آیا۔ اور کہنے لگا' دروازے پر حضرت عثمان بن عفان عبدالرحمان، زبیر بن عوام، سعد بن ابی وقاص اندر آنے کی اجازت چاہ رہے ہیں آپ نے کہا انہیں اندر آنے دو۔ پھر تھوڑی دیر گزرنے والی تھی کہ یرفا نے آکر بتلایا کہ دروازے پر حضرت عباس وعلی رضی اللہ عنہ اجازت کے طلبگار ہیں' انہوں نے کہا انہیں بھی آنے دو۔ جب وہ آ گئے تو حضرت عباس کہنے لگے۔ اے امیر المؤمنین! ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں۔ یہ بنی نصیر کے ان اموال کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہیں جو مال فئی اللہ نے اپنے رسول کو دیا تھا۔ پھر آپس میں علی وعباس رضی اللہ عنہما نے ایک دوسرے کو سخت سست کہا۔ دوسرے بیٹھنے والوں نے کہا اے امیر المؤمنین ان کے درمیان فیصلہ کرو۔ اور ایک کی دوسرے سے خلاصی کراؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم صبر کرو اور ایک دوسرے کے ساتھ سہولت والا معاملہ کرو۔ میں تم لوگوں کو اللہ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں۔ کیا تم جانتے ہو کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہم گروہ انبیاء علیہم السلام وراثت میں جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ بیٹھنے والے صحابہ نے کہا کہ بلاشبہ یہ بات درست ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے علی وعباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ کہ میں تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم نہیں جانتے ہو کہ یہ بات رسول اللہ ﷺ نے فرمائی۔ دونوں نے کہا جی ہاں یہ بات رسول اللہ ﷺ نے فرمائی۔ حضرت

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ میں تمہیں اس بات کی خبر دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مال فئی کے ساتھ خاص فرمایا: جو اور کسی کو عنایت نہیں فرمایا: پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ما افاء الله علی رسوله ...... یہ مال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اموال کو تمہارے پاس جمع نہیں فرمایا اور نہ ہی اس کے معاملے میں تم پر دوسروں کو ترجیح دی۔ بلکہ تمہارے درمیان اس کو اس حد تک تقسیم فرمایا کہ اس میں سے بچے ہوئے اموال کو اپنے اہل وعیال پر صرف فرماتے۔ اور اس میں سے کچھ مال خیبر کے دیگر مصارف اور مصالح مسلمین پر خرچ کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں اس پر عمل پیرا رہے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے خلیفہ رسول ہونے کی حیثیت سے ان کو اپنی ذمہ داری میں لیا۔ اور اس پر اسی طرح عمل کیا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمل کیا کرتے تھے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے علیؓ وعباسؓ کی طرف متوجہ ہو کر کہا تم اس وقت ابوبکر کو برائی سے یاد کرتے اور کہتے تھے کہ ابوبکر اس معاملے میں غلطی پر ہے حالانکہ ایسی بات نہ تھی جو تم کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ ابوبکر اس کام میں سچے، نیکوکار، راست باز، اور حق کے پیرو تھے۔ پھر ان کی وفات ہوئی۔ اور یہ ذمہ داری مجھ پر آئی تو میں نے کہا کہ میں خلیفہ ہونے اور رسول خدا کا ولی اور ابوبکر کا نائب ہوں چنانچہ میں نے ان اموال کو اپنی نگرانی میں لے لیا۔ اور یہ معاملہ دو سال تک اسی طرح رہا۔ اور میں نے اس سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر کی راہ اختیار کی۔ اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ میں اس بات میں سچا اور اس معاملے میں نیکوکار اور راہِ راست پر چلنے والا اور حق کا پیروکار ہوں پھر دو سال کے بعد تم دونوں میرے پاس آئے اور تم دونوں کی ایک ہی بات تھی۔ میں نے تم دونوں سے کہا تھا کہ جناب رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم وراثت نہیں چھوڑتے بلکہ جو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ جب میری سمجھ میں بات آئی کہ میں اس مال کو تمہارے سپرد کر دوں تو میں نے تم دونوں سے یہ بات کہی کہ یہ مال میں اس شرط پر تمہارے حوالے کرتا ہوں کہ تم اس مال میں اسی طرح کا عمل کرو گے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ابوبکرؓ نے اور میں نے خلافت سنبھالنے کے بعد سے اب تک کیا ہے۔ اور اس سلسلے میں مجھ سے بات مت کرو۔ تم دونوں نے کہا کہ آپ اس شرط پر ہمیں سونپ دیں پس میں نے تمہارے سپرد کر دیا۔ کیا تم اب مجھ سے اس بات کا مطالبہ کرتے ہو کہ میں اس کے خلاف حکم دوں۔ مجھے اس اللہ کی قسم ہے کہ جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں۔ میں تو قیامت تک اس کے خلاف حکم نہ کرونگا۔ اگر تم دونوں اس کام سے عاجز ہو اور نہیں کر سکتے تو میری طرف واپس کر دو۔ میں خود مشقت اٹھاؤں گا۔ اور اس معاملے کے لیے کافی ہونگا۔

زہری کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کی اطلاع عروہ بن زبیر کو دی۔ تو عروہ نے کہا کہ مالک بن اوس نے درست کہا ہے۔ میں نے خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کہتے سنا۔ کہ آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے حضرت عثمان کو نمائندہ بنا کر حضرت ابوبکر صدیق کے پاس بھیجا تا کہ مال فئی میں اپنے میراث کے حصے کو حاصل کریں میں نے ان کی تردید کی۔ اور میں نے ان سے کہا اے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن! کیا تم خدا سے نہیں ڈرتی ہو کیا تم نہیں جانتی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ ہم میراث نہیں چھوڑتے۔ ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔ البتہ آل محمد کو اس میں سے خرچ کیلئے دیا جائے گا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عورتیں میراث کے مطالبہ سے باز آئیں اور اس بات کی طرف رجوع کیا جو میں نے ان سے کہی تھی عروہ کہتے ہیں کہ یہ صدقہ حضرت علی کے ہاتھ مین تھا۔ انہوں نے عباس پر غلبہ کر کے لے لیا۔ پھر حسن بن علی کے پاس آیا پھر حضرت حسین کے پاس رہا۔ اس کے بعد علی بن حسین اور حسن بن حسن کے پاس رہا۔ یہ باری باری اس کو رکھتے تھے۔ اس کے بعد زید بن حسنؒ کے پاس رہا۔ سچی بات یہ ہے

کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا صدقہ ہے۔ یہ حدیث بخاری کا مختصر ترجمہ ہے۔ یہ روایت کتاب المغازی قصہء بنی نضیر اور کتاب الخمس میں موجود ہے۔ بعض الفاظ کا معمولی فرق ہے۔ بخاری میں یہ بھی روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ اور عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور وہ زمین فدک کا اور حصہ خیبر کا ان سے مطالبہ کر رہے تھے۔ پس ابوبکرؓ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ ہم میراث نہیں چھوڑتے ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ البتہ آل محمد اس مال میں سے کھائیں گے۔ اللہ کی قسم جناب رسول اللہ ﷺ کی قرابت مجھے زیادہ محبوب ہے اور ان کے ساتھ صلہ رحمی اور ان کے حقوق کی نگہبانی اپنے قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی سے زیادہ محبوب ہے۔ صاحب جامع الاصول نے اس روایت کو بخاری و مسلم، ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی سے نقل کر کے یہ لکھا۔ کہ ابوداؤد یہ کہتے ہیں کہ یہ میراث کا سوال علی و عباسؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کیا ہے۔ اور ان کا مطالبہ یہ تھا کہ اس مال کو ان کے درمیان نصف نصف بانٹ دیں اور سونپیں۔ یہ نہیں کہ وہ پیغمبر ﷺ کے بارے میں یہ نہیں جانتے تھے کہ آپ میراث نہیں چھوڑ کر گئے۔ وہ اس میں بہتری کے طالب تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس میں تقسیم کا نام بھی رکھنے کیلئے تیار نہیں۔ بلکہ اس کو پہلے حال پر ہی برقرار رکھونگا۔ جیسا کہ ہے۔

امام بخاریؒ نے کتاب الخمس میں عروہ بن زبیرؓ سے نقل کیا کہ عائشہ صدیقہؓ نے مجھے خبر دی کہ فاطمہؓ بنت رسول اللہ نے حضرت صدیق اکبرؓ سے آپ ﷺ کی وفات کے بعد میراث کا مطالبہ کیا جو مال فئی کی صورت میں آپ نے چھوڑا تھا تو صدیقؓ نے کہا کہ جناب رسول اللہ نے فرمایا ہے۔ لانورث ماترکناہ صدقۃ تو حضرت فاطمہؓ ناراض ہوگئیں اور صدیق اکبرؓ سے علیحدگی اختیار کی یہاں تک کہ ان کی وفات ہوئی حضرت فاطمہؓ آپ ﷺ کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہی حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں حضرت فاطمہؓ ابوبکرؓ سے اپنا حصہ فدک اور خیبر میں جو آپ ﷺ نے چھوڑا تھا ان سے مانگتی تھیں۔ اسی طرح وہ صدقہ جو مدینہ منورہ میں چھوڑا تھا۔ (اموال بنونضیر کی صورت میں) حضرت ابوبکرؓ نے انکار کیا اور کہا میں اس چیز پر عمل کرنا ہرگز نہیں چھوڑ سکتا جس پر کہ رسول اللہ عمل کیا کرتے تھے میں اس بات سے خائف ہوں کہ اگر میں ان چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو چھوڑ دوں گا تو میں حق سے میلان اختیار کرنے والا ہونگا۔ مدینہ میں آپ ﷺ کے مال فئی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ اور عباسؓ کے سپرد کر دیا اور خیبر اور فدک کو انہوں نے اپنے پاس رکھا اور کہنے لگے یہ رسول اللہ کا صدقہ ہے جس میں آپ کیلئے پیش آنے والے حقوق کو پورا کیا جائیگا۔ اور ان کو انہوں نے والی عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا تھا۔ وہ اب تک اسی حالت میں چلے آرہے ہیں روایت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جواب اور لانورث ما ترکناہ صدقہ کے بعد ان کا یہ قول بھی موجود ہے۔ کہ یہ مال میرے ہاتھ میں ہے اور جب میں مروں گا تو اس کو اپنے بعد والے اولی الامر کے حوالے کروں گا۔ اور اس طرح کی بہت ساری روایات صحاح ستہ میں متعدد طرق سے وارد ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حدیث لانورث اور ان اموال کا مسلمانوں کے درمیان مشترک ہونا اور ان کے مصالح کیلئے وقف ہونا اور ان اموال کا ولی امر کے حوالے کرنا یہ صحابہؓ کے درمیان متفق علیہ ہے یہاں تک کہ حضرت علیؓ اور عباسؓ بھی اس میں متفق ہیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص نہیں۔

ایک اشکال: اگر ان اموال کو علی رضی اللہ عنہ اور عباسؓ کے سپرد کرنا درست تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو پہلی مرتبہ کیوں نہ سپرد کیا

اگر یہ درست نہیں تھا تو پھر دوبارہ مطالبے پر ان کے سپرد کیوں کیا؟

جواب: پہلی مرتبہ اس لیے ان کے مطالبے پر نہ دیا گیا کہ وہ مالک بنانے کا مطالبہ کر رہے تھے اور دوسری مرتبہ اس لئے دیدیا کہ ان کو اس مال کا متولی بنا دیا اور اس میں آنحضرت ﷺ کی طرح اس کے تصرف کی شرط لگائی۔

علامہ خطابی کا قول: یہ معاملہ مشکل ہے کیونکہ علی رضی اللہ عنہ اور عباسؓ نے جب لیا اور حضرت عمرؓ نے یہ شرط لگائی کہ یہ صدقہ ہے اور انہوں نے اعتراف بھی کیا کہ یہ آنحضرت ﷺ کی میراث نہیں اور مہاجرین کی جماعت نے اس کی گواہی بھی دی تو پھر اس میں جھگڑنے کی کیا وجہ تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ تولیت میں شرکت پر جھگڑا تھا جو ان دونوں بزرگوں کو گراں ہوا اس لئے دونوں نے تقسیم کا مطالبہ کیا تاکہ اپنے حصے میں تدبیر اور تصرف کے وہ پورے مختار ہوں مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو تقسیم نہ کیا تاکہ اس کو ملک نہ شمار کرلیا جائے اور تقسیم املاک میں ہوا کرتی ہے اور زمانہ دراز گزرنے پر اس کو ملک ہی شمار کرلیا جاتا ہے۔ اس میں ایک اشکال یہ ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے مطالبہ کیا اگر ہم یہ کہیں کہ وہ اس بات سے ناواقف تھیں تو یہ بعید تر ہے اور اگر یہ تاویل کریں کہ شاید ان کو اس روایت کو سننے کا اتفاق نہ ہوا ہو تو اس پر یہ اشکال آتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ان کو یہ روایت سنادی انہوں نے روایت کو سن لیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس بات کی گواہی دیدی تو پھر انہوں نے کیوں نہ قبول کیا اور ناراض کیوں ہوئیں اور اگر ناراضگی حدیث سننے سے پہلے تھی تو پھر حدیث سننے کے بعد غصہ ختم کردینا چاہیے تھا۔ مگر انہوں نے اس قدر غصہ کیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوری زندگی علیحدگی اختیار کرلی۔

جواب: علامہ کرمانی نے اس کا جواب شرح بخاری میں اس طرح لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا غصہ ایک امر طبعی تھا جو بتقاضائے بشریت پیش آیا اور اس کے بعد وہ ختم ہوگیا رہا علیحدگی اور انقباض اور طبیعت میں ملاقات سے کوفت یہ ہجرانگی مراد ہے۔ محرم کا ہجران یعنی ترک سلام وغیرہ اس سے مراد نہیں (انتہاء) بعض روایات میں یہ وارد ہے کہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور فاطمہؓ کے درمیان گفتگو ہوئی اور وہ ناراض ہوکر چلی گئیں تو صدیق اکبرؓ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر گئے اور ان کے دروازے پر دھوپ میں کھڑے رہے اور ان سے معذرت کی کہ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی قرابت مجھے اپنی قرابت سے زیادہ محبوب ہے لیکن میں کیا کروں میں نے خود پیغمبر ﷺ سے اس ارشاد کو سنا ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم اس پر گواہ ہیں پس یہ سن کر فاطمہؓ ان سے راضی ہوگئیں باقی اس سلسلے میں بہت ساری باطل باتیں کہی جاتی ہیں جو ناقابل اعتماد ہیں واللہ اعلم بحقیقۃ الحال یہ حضرت شیخؒ کی تقریر اختصار کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ جس کو مزید تفصیل درکار ہو وہ ان آیات پر ان کی تفسیر عزیزی ملاحظہ کرے۔ واللہ الھادی و الموفق۔

لِلّٰهِ الْحَمْدُ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَّظَاهِرًا وَّبَاطِنًا وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ

وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ